1

اجلاس کی طلبی کا اعلامیہ

No.PAP-Legis-1(113)/2007/923. Dated 7th June 2007. The following Orders, made by the Governor of the Punjab, are hereby published for general information:-

"In exercise of the powers conferred on me under Article 109 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, **I, Lt. Gen. (Retd) Khalid Maqbool**, Governor of the Punjab, hereby summon the Provincial Assembly of the Punjab to meet on 11-06-2007 at 3.00 P.M. in the Provincial Assembly Chambers, Lahore."

سالانہ بجٹ بابت سال **2007-08** اور ضمنی بجٹ بابت سال **2006-07** پیش کرنے کے لئے وقت اور تاریخ کے تعین کا اعلامیہ

"In exercise of the powers conferred on me under rules 134 and 147 of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997 **I, Lt. Gen. (Retd) Khalid Maqbool**, Governor of the Punjab, hereby appoint Tuesday, 11.30 A. M on 14-06-2007 as time and date for the presentation of the Annual Budget for the year 2007-2008 and Supplementary Budget for the year 2006-2007.

Dated Lahore, the **LT. GEN. (RETD) KHALID**
MAQBOOL

Hl.,Hl.(M)

6th June 2007 **GOVERNOR OF THE PUNJAB"**

3

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ، 11۔جون 2007

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ

سوالات

(محکمہ تعلیم)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

توجہ دلاؤ نوٹس

سرکاری کارروائی

1۔ مسودہ قانون (ترمیم) بارڈر ملٹری پولیس پنجاب مصدرہ 2006

2۔ آرڈیننس (ترمیم) امتناع پتنگ بازی پنجاب مجریہ 2007

3۔ آرڈیننس ادارہ انضباط خریداری پنجاب مجریہ 2007

4۔ آرڈیننس پنجاب جوڈیشل اکیڈمی مجریہ 2007

5۔ آرڈیننس (ترمیم) صوبائی موٹر گاڑیاں مجریہ 2007

6۔ آرڈیننس پبلک ڈیفنڈر سروس پنجاب مجریہ 2007

5

صوبائی اسمبلی پنجاب

1۔ ایوان کے عہدے دار

1۔ جناب سپیکر : چودھری محمد افضل ساہی

2۔ جناب ڈپٹی سپیکر : سردار شوکت حسین مزاری

3۔ قائد ایوان : چودھری پرویز الٰہی

4۔ قائد حزب اختلاف : جناب قاسم ضیاء

2۔ چیئرمینوں کا پینل

1۔ ملک نذر فرید کھوکھر : ایم پی اے، پی پی۔192

2۔ چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ) : ایم پی اے، پی پی۔228

3۔ ملک جلال دین ڈھکو : ایم پی اے، پی پی۔222

4۔ جناب سمیع اللہ خان : ایم پی اے، پی پی۔137

6

3۔ کابینہ

(1)	گروپ کیپٹن (ر) مشتاق احمد کیانی	:	وزیر مینجمنٹ وپیشہ ورانہ ترقی
(2)	کرنل (ر) شجاع خانزادہ	:	وزیر سی۔ایم۔آئی۔ٹی امپلی مینٹیشن اینڈ کوآرڈینیشن
(3)	کرنل (ر) ملک محمد انور	:	وزیر کوآپریٹو
(4)	جناب مناظر حسین رانجھا	:	وزیر کالونیز
(5)	چودھری عامر سلطان چیمہ	:	وزیر آبپاشی
(6)	جناب گل حمید خان روکھڑی	:	وزیر ریونیو، ریلیف اینڈ کنسالیڈیشن
(7)	جناب محمد سبطین خان	:	وزیر کانکنی ومعدنیات
(8)	جناب سعید اکبر خان	:	وزیر جیل خانہ جات
(9)	ڈاکٹر محمد شفیق چودھری	:	وزیر خواندگی وغیر رسمی بنیادی تعلیم
(10)	چودھری ظہیر الدین خان	:	وزیر مواصلات وتعمیرات / انفارمیشن ڈیپارٹمنٹ*
(11)	ڈاکٹر اشفاق الرحمٰن	:	وزیر جنگلات
(12)	محترمہ آشفہ ریاض فتیانہ	:	وزیر ترقی خواتین
(13)	چودھری محمد اقبال	:	وزیر صحت / ایس اینڈ جی اے ڈی*
(14)	ڈاکٹر سہیل ظفر چیمہ	:	تجارت وسرمایہ کاری
(15)	رانا شمشاد احمد خان	:	وزیر آبکاری ومحصولات
(16)	چودھری شوکت علی بھٹی	:	وزیر ثقافت وامور نوجوانان
(17)	جناب محمد بشارت راجہ	:	وزیر مقامی حکومت ودیہی ترقی / انسانی وسائل اضافی چارج قانون وپارلیمانی امور داخلہ / جنگلی حیات*
(18)	میاں عمران مسعود	:	وزیر تعلیم

(19) جناب محمد اجمل چیمہ : وزیر صنعت

(20) سید اختر حسین رضوی : وزیر زرعی مارکیٹنگ

* بذریعہ ایس اینڈ جی اے ڈی نوٹیفکیشن نمبر CAB.II/2-3/2002 مورخہ 9۔جنوری 2005 وزراء کو ان کے اپنے محکموں کے علاوہ دیگر
محکمہ جات برائے اجلاس (11 تا 29۔جون 2007) تفویض کئے گئے۔

7

(21) جناب ارمغان سبحانی : وزیر قوت برقی

(22) سید سعید الحسن : وزیر اوقاف و مذہبی امور

(23) ڈاکٹر طاہر علی جاوید : وزیر خصوصی تعلیم

(24) جناب عبد العلیم خان : وزیر انفارمیشن ٹیکنالوجی

(25) میاں محمد اسلم اقبال : وزیر سیاحت

(26) سردار حسن اختر موکل : وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ

(27) سید رضا علی گیلانی : وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی

(28) جناب محمد معین الدین ریاض قریشی : وزیر سپورٹس

(29) رانا محمد قاسم نون : وزیر محنت و انسانی وسائل

(30) جناب حسین جہانیاں گردیزی : وزیر خوراک

(31) جناب محمد ارشد خان لودھی : وزیر زراعت / پی اینڈ ڈی ڈیپارٹمنٹ*

(32) جناب غلام محی الدین چشتی : وزیر / چیف وہپ / ٹرانسپورٹ

(33) سردار حسنین بہادر دریشک : وزیر خزانہ

(34) سید ہارون احمد سلطان بخاری : وزیر لائیوسٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ

(35) میاں خادم حسین وٹو
المعروف محمد اختر خادم : وزیر زکوٰۃ و عشر

(36) جناب محمد اعجاز شفیع : وزیر بیت المال

(37) مخدوم اشفاق احمد : وزیر انسانی حقوق

(38)	سردار محمد درعیہ خان فیاض	:	وزیر ماہی پروری
(39)	محترمہ نسیم لودھی	:	وزیر بہبود آبادی
(40)	ڈاکٹر انجم امجد	:	وزیر تحفظ ماحولیات
(41)	محترمہ جوئس روفین جولیس	:	وزیر اقلیتی امور

* بذریعہ ایس اینڈ جی اے ڈی نوٹیفکیشن نمبر CAB.II/2-3/2002 مورخہ 9۔جنوری 2005 وزراء کو ان کے اپنے محکموں کے علاوہ دیگر
محکمہ جات برائے اجلاس (11 تا 29۔جون 2007) تفویض کئے گئے۔

8

4۔ پارلیمانی سیکرٹریز

(1)	چودھری محمد کامران علی خان	:	مال
(2)	راجہ راشد حفیظ	:	مقامی حکومت و دیہی ترقی
(3)	جناب اعجاز حسین فرحت	:	ہاؤسنگ، شہری ترقی
(4)	سید محمد تقلید رضا*		
(5)	چودھری نذر حسین گوندل	:	تعلیم
(6)	ڈاکٹر ملک مختار احمد بھرتھ*		
(7)	ملک محمد آصف بھا	:	بیت المال
(8)	جناب محمد وارث کلو	:	کالونیز
(9)	چودھری خالد محمود (ایڈووکیٹ)	:	لائیو سٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ
(10)	جناب محمد قمر حیات کاٹھیا*	:	
(11)	بریگیڈیر (ر) جاوید اکرم (ستارہ امتیاز)	:	صوبائی پیشہ ورانہ انتظامی ترقی
(12)	حاجی مدثر قیوم نہرا	:	ماہی پروری

(13) چودھری خالد اصغر گھرال : سپورٹس

(14) چودھری عبداللہ یوسف وڑائچ : قانون

(15) مس حمیدہ وحید الدین : خواندگی و غیر رسمی بنیادی تعلیم

(16) جناب محمد عارف گوندل چھموآنہ : ایس اینڈ جی اے ڈی

(17) لیفٹیننٹ کرنل (ر) محمد عباس : مواصلات و تعمیرات

(18) بیگم ریحانہ جمیل*

(19) جناب محمد شعیب صدیقی : انفارمیشن

(20) جناب اعجاز احمد سیہول : آبکاری و محصولات

(21) جناب جاوید منظور گل : کانکنی و معدنیات

(22) آغا علی حیدر : ثقافت و امور نوجوانان

---

* بذریعہ نوٹیفکیشن نمبر Legis: 4-62/2003/2722 مورخہ 7۔اگست 2003 پارلیمانی سیکرٹریز مقرر کئے گئے۔

9

(23) ملک احمد سعید خان (ایڈووکیٹ) : اشتمال

(24) ملک محمد احمد خان (ایڈووکیٹ) : پارلیمانی امور

(25) دیوان اخلاق احمد : آبپاشی

(26) رائے منصب علی : کوآپریٹوز

(27) جناب محمد عامر اقبال شاہ : محنت و انسانی وسائل

(28) جناب طاہر حسین خان ملیزئی : خصوصی تعلیم

(29) ملک محمد اجمل جوئیہ : پنجاب ایمپلائز سوشل سکیورٹی انسٹیٹیوشن

(30) جناب ولایت شاہ کھگہ : زراعت

(31) جناب آفتاب احمد خان : ایگریکلچرل مارکیٹنگ

(32) چودھری وحید اصغر ڈوگر : پبلک ہیلتھ انجینئرنگ

(33)	جناب جاوید اقبال خان کھچی	:	جنگلات
(34)	سردار میر بادشاہ خان قیصرانی	:	صنعتیں، تجارت و سرمایہ کاری
(35)	جناب طارق احمد گورمانی	:	جنگلی حیات
(36)	ملک جواد کامران کھر*		
(37)	میاں امتیاز علیم قریشی	:	زکوٰۃ و عشر
(38)	ملک احمد کریم قسور لنگڑیال	:	سی۔ایم۔آئی۔ٹی،آئی اینڈ سی
(39)	جناب اللہ وسایا عرف چنوں خان لغاری	:	سیاحت اور ترقی تفریحی
(40)	سید محمد قائم علی شاہ	:	مذہبی امور و اوقاف
(41)	ملک اللہ بخش سمتیہ	:	ٹرانسپورٹ
(42)	مہر فضل حسین سُمرا	:	جیل خانہ جات
(43)	جناب احمد نواز	:	ریلیف
(44)	ڈاکٹر محمد افضل*		
(45)	سید نذر محمود شاہ*	:	
(46)	جناب محمود احمد	:	خوراک

* بذریعہ نوٹیفکیشن نمبر Legis: 4-62/2003/2722 مورخہ 7۔اگست 2003 پارلیمانی سیکرٹریز مقرر کئے گئے۔

10

(47)	بیگم زینت خان	:	ترقی خواتین
(48)	ڈاکٹر فرزانہ نذیر	:	صحت
(49)	محترمہ لبنیٰ طارق	:	سیاحت
(50)	سیدہ بشریٰ نواز گردیزی	:	امور داخلہ
(51)	محترمہ شہلا راٹھور	:	سماجی بہبود
(52)	محترمہ سعدیہ ہمایوں	:	تحفظ ماحولیات
(53)	محترمہ روبینہ نذر سلہری (ایڈووکیٹ)	:	ٹیوٹا (TEVTA)

(54)	محترمہ زاہدہ سرفراز	:	بہبود آبادی
(55)	مس نگہت سلیم خان	:	ہائر ایجوکیشن
(56)	مس شگفتہ انور	:	انٹی کرپشن
(57)	مسز نیئر مرتضٰی لون	:	قوت برقی
(58)	جناب پیٹرک جیکب گل	:	اقلیتی امور

5۔ ایڈووکیٹ جنرل

ایم آفتاب اقبال چودھری

6۔ ایوان کے افسران

(1)	سیکرٹری اسمبلی	:	جناب سعید احمد
(2)	ایڈیشنل سیکرٹری	:	ڈاکٹر ملک آفتاب مقبول جوئیہ
(3)	ڈائریکٹر (ریسرچ اینڈ پبلیکیشن)	:	جناب عنایت اللہ لک
(4)	ایڈیشنل سیکرٹری (قانون سازی)	:	مقصود احمد ملک

11

صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھویں اسمبلی کا تیسواں اجلاس

سوموار، 11۔جون 2007

(یوم الاثنین، 25۔جمادی الاول 1428ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں شام 4 بج کر 20 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر چودھری محمد افضل ساہی منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری نور محمد نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ
اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۳﴾
وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ
فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ﴿۳۴﴾
وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ
عَظِيْمٍ ﴿۳۵﴾

سُوْرَةُ حٰمٓ السجدة آیات 33 تا 35

اور اس شخص سے بات کا اچھا کون ہو سکتا ہے جو خدا کی طرف بلائے اور عمل نیک کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں ○ اور بھلائی اور برائی برابر نہیں ہو سکتی تو (سخت کلامی کا) ایسے طریق سے جواب دو جو بہت اچھا ہو (ایسا کرنے سے تم دیکھو گے) کہ جس میں اور تم میں دشمنی تھی وہ تمہارا گرم جوش دوست ہے ○ اور یہ بات ان ہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو برداشت کرنے والے ہیں۔ اور ان ہی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے صاحب نصیب ہیں ○

وما علینا الا البلاغ o

چیئرمینوں کا پینل

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔اب میں سیکرٹری اسمبلی سے کہوں گا کہ وہ پینل آف چیئرمین کا اعلان کریں۔

سیکرٹری اسمبلی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب 1997 کے قاعدہ 13 کے تحت جناب سپیکر نے اسمبلی کے اس اجلاس کے لئے مندرجہ ذیل ترتیب سے چار معزز اراکین پر مشتمل پینل آف چیئرمین نامزد فرمایا ہے:۔

1۔ ملک نذر فرید کھوکھر ایم پی اے پی پی۔192

2۔ چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ) ایم پی اے پی پی۔228

3۔ ملک جلال دین ڈھکو ایم پی اے پی پی۔222

4۔ جناب سمیع اللہ خان ایم پی اے پی پی۔137

(اس مرحلہ پر پریس گیلری میں بیٹھے ہوئے صحافی حضرات واک آؤٹ کر گئے)

رانا آفتاب احمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! پریس گیلری میں بیٹھے ہوئے صحافی حضرات واک آؤٹ کر گئے ہیں تو پتا کیا جانا چاہئے کہ کیا وجہ ہے۔

تعزیت

محترمہ شاہینہ اسد ایم پی اے اور رانا فاروق سعید سابق ایم پی اے کی والدات اور 12۔مئی 2007 کو کراچی میں شہید ہونے والوں کے لئے فاتحہ خوانی

محترمہ صفیہ جاوید چودھری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ!

محترمہ صفیہ جاوید چودھری: جناب سپیکر! ہماری بہن شاہینہ اسد صاحبہ کی والدہ محترمہ وفات پا چکی ہیں۔ان

کی روح کے ایصال ثواب کے لئے فاتحہ خوانی کی جائے۔

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! رانا فاروق سعید صاحب سابق ایم پی اے کی والدہ محترمہ فوت ہو گئی ہیں، ان کی روح کے ایصال ثواب کے لئے بھی فاتحہ خوانی کی جائے۔

جناب سپیکر: جی، سب کے لئے فاتحہ خوانی کی جائے۔

(اس مرحلہ پر مرحومین کی روح کے ایصال ثواب کے لئے فاتحہ خوانی کی گئی)

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: شکریہ۔ جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ 12۔ مئی کو کراچی میں خون کی کھیلی گئی ہولی میں 42 لوگوں کو شہید کیا گیا اور ایم کیو ایم جس کے متعلق اس ہاؤس کے اندر میں نے خصوصاً کہا تھا کہ یہ ایک دہشت گرد تنظیم ہے اور اس کا کام دہشت پھیلانا ہے یہ پنجاب اور پورے ملک میں دہشت گردی پھیلائے گی۔ اس حوالے سے میں آپ سے یہ درخواست کروں گا کہ ان 42 شہیدوں کے لئے دعائے مغفرت فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: سب کے لئے تو دعا ہو گئی تھی لیکن دوبارہ ان کے لئے دعائے مغفرت کی جائے۔

(اس مرحلہ پر 12۔ مئی 2007 کو چیف جسٹس آف پاکستان کے دورہ کراچی کے موقع پر شہید ہونے والے 42 شہداء کی روح کے ایصال ثواب کے لئے فاتحہ خوانی کی گئی)

جناب سپیکر: میں رانجھا صاحب اور سید اختر حسین رضوی صاحب سے گزارش کرتا ہوں کہ صحافی حضرات واک آؤٹ کر گئے ہیں لہذا وہ انہیں منا کر لائیں۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: شکریہ۔ جناب سپیکر! صحافیوں نے ایک قرارداد بھیجی ہے جس میں انہوں نے قومی اسمبلی، سینیٹ اور خصوصی طور پر پنجاب اسمبلی کا شکریہ ادا کیا ہے کہ انہوں نے متفقہ طور پر ان کے ساتویں ویج

بورڈ ایوارڈ کو منظور کیا لیکن ان کا مطالبہ یہ ہے کہ ابھی تک اس ساتویں ویج بورڈ پر عملدرآمد ہوا اور نہ ہی آٹھویں ویج بورڈ ایوارڈ کے لئے کوئی کمیٹی تشکیل دی گئی ہے۔ انہوں نے مجموعی طور پر اس ہاؤس کا بھی شکریہ ادا کیا ہے اور قومی اسمبلی و سینیٹ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہم تمام ممبران کے مشکور ہیں کہ انہوں نے ساتویں ویج بورڈ ایوارڈ کی قرارداد منظور کی۔ میں راجہ بشارت صاحب سے یہ درخواست کروں گا کہ اس حوالے سے حکومت کو کہیں کہ جب ہم نے متفقہ طور پر یہ منظور کر لیا ہے تو اس پر حکومت عملدرآمد بھی کروائے۔

جناب سپیکر: بگو صاحب! آپ لاء منسٹر صاحب کے ساتھ بیٹھ کر معاملہ discuss کر لیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہ جواب دے دیں کہ اس پر ان کا کیا مؤقف ہے اور وہ ایوان کے floor پر بتا دیں۔

جناب سپیکر: بگو صاحب! میں نے انہیں کہہ دیا ہے لہذا آپ لاء منسٹر صاحب کے ساتھ بیٹھ جائیں انشاء اللہ کوئی نہ کوئی حل نکل آئے گا۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! ساتویں ویج بورڈ ایوارڈ پر عملدرآمد کے سلسلے میں ہم صحافی بھائیوں کے ساتھ ہیں کیونکہ گزشتہ اجلاس میں انہوں نے کہا تھا کہ ہم اس پر عملدرآمد کروائیں گے لہذا میں آپ کی وساطت سے گزارش کرتا ہوں کہ حکومت نے صحافیوں کے ساتویں ویج بورڈ ایوارڈ پر عملدرآمد کے سلسلے میں کیا لائحہ عمل اختیار کیا ہے۔

حلف

نو منتخب رکن اسمبلی کا حلف

جناب سپیکر: بگو صاحب! صحافی حضرات واک آؤٹ ختم کر کے واپس آ جائیں کیونکہ ممبران کو انہیں منانے کے لئے بھجوایا ہے۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ حلقہ پی پی۔80 جھنگ سے جناب غلام محمد لالی الیکشن جیت کر ایوان میں تشریف لا چکے ہیں لہذا میں ان سے کہوں گا کہ وہ اپنی نشست پر کھڑے ہو کر بطور ممبر پنجاب اسمبلی حلف اٹھائیں اور اس کے بعد حلف والے رجسٹر پر دستخط کریں۔

(اس مرحلہ پر جناب غلام محمد لالی نے بطور ممبر پنجاب اسمبلی پی پی۔80 حلف اٹھایا)

راجہ ریاض احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: راجہ ریاض صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! یہ جو لالیاں میں ضمنی الیکشن ہوا ہے اس میں، میں پیپلز پارٹی کی طرف سے اس الیکشن کا انچارج تھا اور ہمارے احمد عمر لالی صاحب الیکشن لڑ رہے تھے۔ انہوں نے اس الیکشن میں اتنی دھاندلی کی ہے کہ پچھلے تمام ریکارڈ توڑ کر یہ لوٹا بنے ہیں۔ جناب! میں ان کو لوٹا بننے پر مبارکباد دیتا ہوں اور اتنی دھونس دھاندلی کے بعد یہ جو لوٹا بنے ہیں اور اب یہ حکومت ختم ہونے والی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: جی، آپ تشریف رکھیں میں آپ کو اجازت نہیں دیتا۔۔۔

سردار امجد حمید خان دستی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، امجد حمید خان دستی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

سردار امجد حمید خان دستی: جناب والا! جان کی امان پاؤں تو دست بستہ عرض کروں کہ آج کے اخبار میں یہ خبر تھی کہ گرمی کی شدت کی وجہ سے 70 آدمی مر گئے اور درجہ حرارت پہلی بار 52 ڈگری تک گیا ہے اس سے پہلے کبھی بھی اتنا نہیں گیا تو میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ 3 بجے کا وقت تھا اور سوا گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے کے بعد اجلاس شروع ہو رہا ہے اگر روزانہ اجلاس دس بجے کی بجائے بارہ بجے شروع ہوا تو ایک آدھ ممبر یا اہلکار رڑھ جائے گا۔۔۔(قہقہے)

تو مہربانی کر کے ان پر رحم کیجئے کہ یہ اہلکار ہیں اور یہ پریس والے بھی اسی وجہ سے چھوڑ گئے ہیں۔ تو تین بجے کی بجائے ہم اجلاس ساڑھے چار سوا چار شروع کر رہے ہیں آئندہ کے لئے مہربانی کریں۔

جناب سپیکر: یہ گرمی کی وجہ سے تھوڑا delay کیا گیا ہے کیونکہ گرمی کی وجہ سے لوگوں نے دور دراز علاقوں سے آنا تھا ہمارا خیال تھا کہ سب لوگ پہنچ جائیں پھر اجلاس کی کارروائی شروع ہو۔ جی، اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے آج محکمہ تعلیم سے متعلق سوالات پوچھے جائیں گے اور ان کے جوابات دیئے جائیں گے۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! آپ نے وزراء صاحبان کو بھیجا تھا صحافیوں کو لینے کے لئے۔۔۔

جناب سپیکر: جی، وہ گئے ہوئے ہیں لینے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ جب تک وہ واک آؤٹ یا بائیکاٹ ختم کر کے کارروائی میں شامل نہیں ہوتے آپ کو ان کا انتظار کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز، آرڈر پلیز۔۔۔

قائد حزب اختلاف: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، قاسم ضیاء صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

پوائنٹ آف آرڈر

سیاسی گرفتاریاں اور امن وامان کی ابتر حالت

قائد حزب اختلاف: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ حکومت کی ان باتوں کی طرف دلانا چاہتا ہوں جب یہ اسمبلی وجود میں آئی تھی اور یہ حکومت بنی تھی تو بلند بانگ دعوے کئے گئے تھے کہ جی رواداری کی سیاست ہو گی، اپوزیشن کو کچلا نہیں جائے گا، ہم اصولوں کی سیاست کریں گے لیکن میں آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ چند دن پہلے سے جس طرح اپوزیشن جماعتوں کے پولیٹیکل ورکرز کی گرفتاریاں عمل میں لائی جا رہی ہیں، جس طرح ان کے گھروں میں پولیس کو بھیجا جا رہا ہے اور عورتوں کی بے حرمتی کی جا رہی ہے۔ میں صرف یہ پوچھنا چاہوں گا ان کارکنوں کا قصور کیا ہے؟ آج کیا ایسی ضرورت پیش آئی ہے ان کارکنوں کو گھروں سے گرفتار کرنے کی؟ کیا ہمارا آئین اجازت نہیں دیتا کہ ہم freedom of speech, freedom of movement رکھتے ہیں؟ کیا ہمارے لئے بھی حکومت کی طرف سے کوئی پیمرا آرڈیننس لاگو ہو گیا ہے جس کو اخباروں میں پہلے کہا گیا کہ اس کو withdraw کر دیا گیا ہے جو ابھی تک withdraw نہیں کیا گیا اور اسی پر شاید ہمارے صحافی بھائیوں نے آج واک آؤٹ کیا اور انہوں نے اس بات پر بھی واک آؤٹ کیا کہ جو 12۔ مئی کو کراچی میں تشدد کے واقعات کئے گئے وہ پولیٹیکل ورکرز پر بھی کئے گئے۔ ریاست نے بھی اپنی ذمہ داری سے آنکھیں بند رکھیں جب "آج" ٹی وی پر گولیاں برس رہی تھیں تو کوئی حکومت کا اہلکار یا حکومت کی ایجنسیاں ان کی مدد کے لئے نہیں پہنچیں۔

جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے پوچھنا چاہوں گا کہ کیا ٹیچرز کا یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنے حق میں جلوس نکالیں ان پر لاٹھی چارج کیوں کی۔ یہ جنرل کا قانون کیوں اس صوبہ پنجاب میں لاگو ہے؟ اور خاص

طور پر کارکنوں کو گھروں سے اٹھا کر اور 16 ایم پی اے کو بند کرنا یا ان پر جھوٹے مقدمات درج کرنا اس کے حوالے سے میں سمجھتا ہوں کہ آج حکومت نام کی کوئی چیز اس صوبے میں نہیں ہے۔آج کا وزیراعلیٰ جو یہ کہتا تھا کہ میں رواداری کی سیاست کروں گا تمام کارکنوں کو، پھر جس شہر سے پکڑتے ہیں انہیں شہر بدر کر کے دور دراز جیلوں میں بھیجا جاتا ہے۔ایک طرف دستی صاحب گرمی کا ذکر کر رہے ہیں دوسری طرف کیا وجہ ہے کہ یہ حکومت کیوں بوکھلا گئی ہے؟ کیا وجہ ہے کہ ایک چیف جسٹس کا استقبال کرنے کے لئے جب لوگ سڑکوں پر آنا چاہتے ہیں تو کراچی جیسے شہر کو جو ایک خوبصورت لوگوں کا بسنے والا شہر ہے جو ہمارے ملک کی معیشت میں سب سے زیادہ اپنا حصہ ڈالتا ہے وہاں پر لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال آپ کے سامنے تھی اور آج بھی ہمیں یہ پتا چل رہا ہے کہ چیف جسٹس صاحب 16 تاریخ کو فیصل آباد آ رہے ہیں اور آج فیصل آباد سے بھی یہ رپورٹیں آ رہی ہیں کہ وہاں جگہ جگہ چھاپے مارے جا رہے ہیں اور خاص طور پر حکومت نے پولیس والوں کو اور ایس ایچ اوز کو یہ تنبیہہ کی ہے کہ ان کے علاقے سے اگر کوئی لوگ نکلیں گے تو پھر ایس ایچ او اپنے آپ کو فارغ سمجھے۔

جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے ان تمام پولیس والوں کو اور ان تمام سکیورٹی ایجنسی کے لوگوں کو یہ کہنا چاہوں گا کہ آپ حکومت کی کسی غیر آئینی بات کو مت مانیں کیونکہ اپوزیشن والے بھی مانیٹر کر رہے ہیں اور وہ دن دور نہیں کہ جب ہم بھی اس سب کا حساب لیں گے۔بات یہ ہے کہ آپ پنجاب کو امن کا گہوارہ رہنے دیں۔کیا آپ فیصل آباد میں بھی 12۔مئی کا واقعہ دہرانا چاہتے ہیں کیا آپ بھی چاہتے ہیں کہ یہاں بھی قتل و غارت ہو؟ یہ کیسی حکومت ہے، یہ کیسا [**] ہے جو اسلام آباد میں کھڑے ہو کر نعشوں پر سیاست کرنا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ اسی طرح ہم لوگوں کا راستہ روکیں گے۔

جناب سپیکر: یہ [**] کا لفظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

قائد حزب اختلاف: جناب سپیکر! آپ سب کچھ کارروائی سے حذف کر دیں لیکن خدارا! ان انسانی جانوں کا ضیاع روکیں۔میں چاہوں گا کہ راجہ بشارت کھڑے ہوں اور مجھے بتائیں کہ کیا جو کارکن گرفتار ہیں کیا ان کے آرڈرز یہ withdraw کر رہے ہیں؟ کیا ان کے خلاف جو بے بنیاد مقدمات بنائے گئے ہیں ان کو ختم کیا جا رہا ہے؟ کیا آج ٹیچروں کو اپنے حق کے لئے سڑکوں پر آنے کا حق نہیں ہے اور کیا آپ صحافیوں کو اور صحافت کو قید کرنا چاہتے ہیں؟ کیا آپ نہیں چاہتے کہ اس ملک میں جو لاء قانونیت پھیلی ہوئی ہے اور اس کو اگر عوام کو بتایا

جائے تو اس کا گلا گھونٹا جائے۔ میں چاہوں گا کہ راجہ بشارت صاحب اس پر اپنا جواب دیں۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، صحافی حضرات چونکہ واپس پہنچ چکے ہیں میں ان کو پورے ایوان کی طرف سے ویلکم کرتا ہوں اور میں اس مقدس ایوان کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ پوائنٹ آف آرڈر پر جو بھی بات ہمارے اپوزیشن لیڈر نے کی ویسے یہ پوائنٹ آف آرڈر بنتا ہے اور نہ ہی اس پر بات ہو سکتی ہے لیکن ایڈوائزری کمیٹی کی میٹنگ میں ہم یہ طے کر چکے ہیں کہ جتنی بھی پارٹیز اس مقدس ایوان کے اندر ہیں ان میں سے ایک ایک معزز رکن جو یہ گرفتاریاں ہو رہی ہیں ان کے بارے میں بات کر لے اور اس کا جواب پھر بعد میں لاء منسٹر دے دیں گے۔ میں اس لئے یہ بتانا چاہ رہا ہوں کہ اس کو precedent نہ بنا لیا جائے کہ اپوزیشن لیڈر نے پوائنٹ آف آرڈر پر پوری تقریر کر دی ہے اور ہر معزز رکن یہ چاہے کہ میں بھی پوائنٹ آف آرڈر پر تقریر کروں۔ چونکہ ایڈوائزری کمیٹی میں یہ بات طے ہو چکی ہے اس حوالے سے اپوزیشن لیڈر کو بھی موقع دیا گیا اور ابھی رانا ثناء اللہ صاحب کھڑے ہیں ان کو بھی موقع دیا جا رہا ہے۔ جی، رانا ثناء اللہ خان!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! بزنس ایڈوائزری کمیٹی میں جیسے آپ نے فرمایا اسی طرح سے طے ہوا تھا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ رولز کے مطابق چیئر کو پورا اختیار حاصل ہے کہ وہ کسی بھی مرحلہ پر کسی بھی معزز رکن کو کوئی بھی معاملہ through point of order پیش کرنے کی اجازت دے سکتا ہے۔ آپ کا اس طرح سے صفائی پیش کرنا میں سمجھتا ہوں کہ اس چیئر کے شایان شان نہیں ہے آپ کو رولز کے مطابق اختیار ہے آپ اجازت دے سکتے ہیں۔

راجہ ریاض احمد: آپ کو پورا اختیار ہے جناب! ہماری سپورٹ آپ کے ساتھ ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! جیسے آپ نے صحافی بھائیوں کی واپسی کو appreciate کیا ہے میں بھی اپنی طرف سے اور اپنے دیگر ساتھیوں کو نہ صرف اپنے صحافی بھائیوں کے اس مطالبے پر جس پر انہوں نے واک آؤٹ کیا تھا اس کی مکمل تائید کرتا ہوں بلکہ میں آج اس ملک کے ہر صحافی کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ پیمرا ترمیمی آرڈیننس کے اوپر جو انہوں نے دوٹوک اور بڑا مضبوط مؤقف اٹھایا [******]

جناب سپیکر: یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ وہ مرحلہ ہے کہ آج ہم فخر سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ پاکستان میں صحافت آزاد ہو گئی ہے۔ آج اس واقعہ کے بعد کہ یہ گورنمنٹ [*******]

جناب سپیکر: رانا صاحب! پلیز بار بار یہ الفاظ استعمال نہ کریں۔ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! [*******] میں کسی شریف آدمی کو ڈاکو تو نہیں کہہ رہا۔ یہ بات تو جنرل مشرف نے اپنے انٹرویوز میں خود تسلیم کی ہے کہ ٹھیک ہے [*******]

جناب سپیکر: مگر میں یہ الفاظ کارروائی سے حذف کرتا ہوں اور آپ سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ پلیز یہ الفاظ آپ استعمال نہ کریں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ آپ کے لئے بہتر ہے کیونکہ آپ نے اس کو حذف کرانا ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، آپ آگے بات کریں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! جب یہ واقعہ ہو گیا ہے کہ صحافت کی آزادی کو کرب کرنے کے لئے، اسے دوبارہ کنٹرول کرنے کی جو کوشش کی گئی ہے، جب اس ملک کے صحافیوں نے اس کوشش کو ناکام بنا دیا ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج کے بعد اس ملک میں صحافت کو زنجیر پہنانے کا کوئی حکومت یا کوئی حکمران سوچ بھی نہیں سکے گا اور یہ اس ملک کے لئے اور اس قوم کے لئے بڑی ہی ایک فخریہ اور خوش آئند بات ہے۔ میں اس موقع پر اس وقت تمام صحافیوں کو، ان کے قائدین کو اور پچھلے ساٹھ سالوں میں ان صحافیوں نے جنھوں نے قیدیں کاٹیں، کوڑے کھائے اور جنھوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا میں ان سب کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ ان کی جو کوششیں تھیں وہ بر آئیں اور آج اس ملک میں صحافت آزاد ہو گئی ہے۔

جناب سپیکر! عدلیہ کی آزادی کی جدوجہد جاری ہے اور عدلیہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ آنے والے دنوں میں آزاد ہو گی۔ جب اس ملک میں عدلیہ اور صحافت آزاد ہو جائے گی تو پھر اس ملک میں کوئی جمہوریت کو

روک سکے گا اور نہ ہی rule of law کو روک سکے گا۔ عدلیہ کی آزادی کی جو جدوجہد ہے یہ جدوجہد اس ملک کے ہر شہری کی جدوجہد ہے۔ اس میں کوئی سیاسی کارکن ہو، اس میں کوئی صحافی ہو، اس میں کوئی مزدور ہو، کوئی کسان ہو، ہر شہری کو انصاف کی ضرورت ہے

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

اور یہ انصاف کی جدوجہد ہے، عدلیہ کی آزادی کی جدوجہد ہے اور اس جدوجہد کو روکنے کے لئے موجودہ حکومت نے پہلے ایم کیو ایم کے ساتھ مل کر خون کی ہولی کراچی میں کھیلی ہے اور آپ کا تعلق بھی فیصل آباد سے ہے، میں آپ سے بھی یہ گزارش کروں گا کہ آپ ذاتی طور پر اس بات میں مداخلت کریں کہ 16۔جون کو 12۔مئی کی تاریخ دہرانے کا موجودہ حکومت نے پروگرام بنایا ہوا ہے اور وہاں پر ایسے حالات پیدا کئے جا رہے ہیں کہ وہاں پر جو ایس ایچ اوز ہیں ان کو ایم کیو ایم کے سیکٹر کمانڈرز کا role ادا کرنے کے لئے مجبور کیا جا رہا ہے۔ انہیں کہا جا رہا ہے کہ آپ سڑکوں پر رکاوٹیں ڈالیں اور کسی شخص کو چیف جسٹس کے استقبال اور ان سے اظہار یکجہتی کے لئے سڑکوں پر نہ آنے دیں۔ اس مقصد کے لئے لوگوں کے گھروں پر روزانہ ریڈ کئے جا رہے ہیں۔ لوگوں کو گرفتار کر کے تھانوں میں بغیر کسی تحریر کے رکھا جا رہا ہے اور اس طرح سے وہاں پر خوف وہراس کی صورتحال پیدا کی جا رہی ہے۔ اگر اس صورتحال اور اس طرح سے رکاوٹ ڈالنے کے نتیجے میں وہاں پر حالات خراب ہوئے تو میں آج on the floor of the House یہ بات ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ اس کی تمام تر ذمہ داری موجودہ حکومت پر ہو گی۔ میں اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ اگر حکومت نے مقامی ایس ایچ اوز کو ایم کیو ایم کے سیکٹر کمانڈرز کا role ادا کرنے پر مجبور نہ کیا، اگر وہاں پر چیف جسٹس کے ساتھ اظہار یکجہتی کے لئے نکلنے والے لوگوں کو روکا نہ گیا تو ہم اس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ اس دن وہاں پر لاکھوں افراد اکٹھے ہوں گے لیکن نہ وہاں پر کوئی اشارہ ٹوٹے گا اور نہ ہی وہاں پر کوئی کسی قسم کی ایسی بات ہو گی کہ جس کو بعد میں قابل اعتراض کہا جا سکے۔ اگر انھوں نے اپنی طاقت کے انداز میں کہ جیسے کراچی میں سارا دن بے گناہ لوگوں اور بے گناہ سیاسی کارکنوں کی نعشیں گرتی رہیں اور شام کو اس ملک [*******]

جناب سپیکر: یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

رانا ثناء اللہ خان: اگر انھوں نے اس قسم کی طاقت کا فیصل آباد میں مظاہرہ کرنے کی کوشش کی اور اس ریلی

کو روکنے کی کوشش کی تو پھر امن وامان کی جو خرابی ہو گی اس کی ذمہ دار حکومت ہو گی اور جس طرح سے لیڈر آف دی اپوزیشن نے اس بات کا مطالبہ کیا ہے، میں بھی اس بات کا مطالبہ کرتا ہوں کہ اگر یہ حالات کو بہتر رکھنا چاہتے ہیں، امن و امان کی صورتحال کو بہتر رکھنا چاہتے ہیں تو انہیں

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

یہ چاہئے کہ جتنے لوگوں کو، تعداد میں کوئی ایسی بات نہیں، وہ پچاس ہوں یا پانچ سو ہوں، جن لوگوں کو انھوں نے detained کیا ہے ان لوگوں کے detention order فوری طور پر واپس لیں اور پولیس کو لوگوں کو ہراساں کرنے پر جو انہوں نے لگایا ہوا ہے اس کو یہ روکیں، پرامن ریلی اور پرامن احتجاج ہر شہری کا آئینی حق ہے اور یہ ہمارا بھی حق ہے اور یہ کہیں نہیں لکھا کہ اگر عدلیہ کی آزادی کی بات ہو رہی ہو تو سیاسی کارکن اس میں شامل نہیں ہو سکتا۔ سیاسی کارکن کا بھی حق ہے، ہمیں یہ اپنا آئینی حق exercise کرنے دیں، کسی قسم کی رکاوٹ نہ ڈالیں، میں لاء منسٹر کو اس بات کی یقین دہانی کراتا ہوں کہ وہاں پر کوئی امن وامان کا مسئلہ پیدا نہیں ہو گا بشرطیکہ حکومت کی طرف سے کوئی رکاوٹ نہ ڈالی جائے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ ارشد محمود بگو صاحب!

راجہ ریاض احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، راجہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! پچھلے دنوں پانچ چھ دن پہلے وزیر اعلیٰ صاحب فیصل آباد تشریف لے گئے تھے اور وہاں پر وہ خصوصی طور پر ڈی آئی جی اور ایڈیشنل آئی جی کو یہ ٹارگٹ دے کر آئے ہیں کہ فیصل آباد میں چیف جسٹس کا میں ناکام شو دیکھنا چاہتا ہوں۔ ایس ایچ اوز اور ڈی ایس پی کی ڈیوٹی لگائی گئی ہے کہ اگر آپ کے علاقے سے کوئی آدمی گیا، کوئی جلوس نکلا تو آپ کو یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ آپ لائن حاضر ہو جائیں، آپ خود جا کر لائن میں رپورٹ کر دیں۔۔۔(شور وغل)

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ ارشد محمود بگو صاحب!

راجہ ریاض احمد: جناب والا! میری یہ گزارش ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب نے یہ جو فیصل آباد میں۔۔۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب! تشریف رکھیں۔ بات ہو گئی ہے۔ اپوزیشن لیڈر نے بات کر لی ہے۔ پلیز تشریف رکھیں۔

راجہ ریاض احمد: جناب والا! آپ کا تعلق بھی فیصل آباد سے ہے۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ خدا کے لئے یہ جو فیصل آباد میں خون کی ہولی کھیلنے کا پروگرام بنایا گیا ہے اس کو روکا جائے اور وہاں پر چیف جسٹس کا استقبال کرنے دیا جائے۔

جناب سپیکر: حکومت کا کوئی ایسا پروگرام نہیں ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔ جی، ارشد محمود بگو صاحب!

جناب فیاض الحسن چوہان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: چوہان صاحب! تشریف رکھیں۔ لاء منسٹر صاحب نے جواب دینا ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! ابھی تھوڑی دیر پہلے ایڈوائزری کمیٹی میں راجہ صاحب نے یہ کہا ہے کہ آپ کے جتنے لوگ ہم نے پکڑے ہیں ان کی لسٹ ہمیں دے دیں۔ پچاس ہیں، نہ ستر ہیں، وہ اتنے ہیں ہی نہیں۔ میں on the floor of the House راجہ صاحب کو یہ کہتا ہوں کہ انھوں نے پنجاب سے ستر کے قریب جماعت اسلامی کے لوگوں کو پکڑا ہے۔ میں تمام کارکنوں کو جن کو پکڑا گیا ہے ان کی لسٹ راجہ صاحب کو یا اس ہاؤس میں کل پیش کر دوں گا۔ دوسرا جو لوگ انھوں نے پکڑے ہیں ان میں 70 اور 80 سال کے لوگ بھی ہیں، جن کو انھوں نے سیڑھیاں لگا کر اوپر گھروں سے گرفتار کیا ہے۔ ان کو پکڑ کر انھوں نے اپنے شہر سے اگر کوئی گوجرانوالہ کا ہے تو اس کو ڈیرہ غازی خان میں بھیج دیا گیا ہے، اگر وہ لاہور کا ہے تو اس کو میانوالی یا ساہیوال بھیج دیا گیا ہے۔ پھر حکومت نے یہ کہا کہ اگر 60 سال کے جتنے لوگ ہیں ان کو ہم رہا کر دیں گے لیکن مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے فاضل ممبر پروفیسر وقاص صاحب جو ایم پی اے ہیں ان کے والد جن کی عمر 66 سال ہے وہ گرفتار ہیں، ان کو detained کیا ہوا ہے۔ ان کو ہوم سیکرٹری نے کہا کہ چاہے ان کی عمر 66 سال ہے میں ان کو رہا نہیں کر سکتا، اس سلسلے میں مجھے راجہ بشارت صاحب سے instruction لینی پڑے گی۔ میں یہ کہتا ہوں کہ جن حکومتوں نے جانا ہوتا ہے، جن کا لکھا جا چکا ہوتا ہے کہ یہ اس تاریخ میں جائیں گی وہ ایسے کام کرتی ہیں، کوئی event نہیں ہے کہ انھوں نے کن لوگوں کو گرفتار کیا ہے، پنجاب میں کیوں گرفتار کیا ہے، حکومت کے پاس کوئی جواز نہیں ہے؟ انھوں نے سب سے پہلے تو عدلیہ

کے ساتھ جنگ کی۔ پھر انھوں نے میڈیا کے ساتھ جنگ کی۔ اب انھوں نے تیسرا حربہ یہ آزمایا ہے کہ سیاسی کارکنوں کو رات کو سیڑھیاں لگا کر ایس ایچ اوز کو کہتے ہیں کہ harassment پھیلائیں۔ ان کے گھروں سے چادر اور چار دیواری کے تقدس کو پامال کر کے ان کارکنوں کو گرفتار کر کے ایس ایچ اوز ان کو رپورٹیں کرتے ہیں کہ ہم نے districts میں کتنے لوگوں کو گرفتار کر لیا ہے۔

جناب سپیکر! آج وزیر اعلیٰ پنجاب نے یہ بیان دیا ہے کہ ہم دس مرتبہ بھی جنرل پرویز مشرف کو وردی میں صدر بنائیں گے۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ صاحب! آپ خدا کا خوف کریں۔ شاید آپ کے پاس اتنی لمبی عمر ہے اور نہ ہی جنرل پرویز مشرف کے پاس اتنی لمبی عمر ہے۔ پتا نہیں اللہ کو کیا منظور ہے لیکن میں اس ہاؤس میں آج ایک پیشین گوئی کر دیتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس الیکشن میں جنرل پرویز مشرف کا نام لینے والا کوئی شخص کامیاب نہیں ہو سکے گا، اس اسمبلی میں واپس آئے گا اور نہ ہی کوئی قومی اسمبلی میں جائے گا۔ لوگ اٹھا کر اس کو باہر پھینک دیں گے۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ تشریف رکھیں۔ جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ ابھی قائد حزب اختلاف، رانا ثناء اللہ صاحب اور ارشد محمود بگو صاحب نے صوبے میں گرفتاریوں کے متعلق اظہار خیال فرمایا ہے جیسا کہ بزنس ایڈوائزری کمیٹی کی میٹنگ میں طے ہوا تھا کہ میں ان حضرات کے ساتھ بیٹھ کر بات کر لوں گا۔ اس وقت جوش خطابت میں ہمارے بھائی گرفتاریوں کی تعداد کے حوالے سے جو بات کر رہے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ اس میں ماسوائے exaggeration کے کوئی دوسری بات نہیں ہے۔ یہاں پر میرے بھائیوں نے رواداری کی سیاست، جنگل کے قانون کی بات کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ گزشتہ ساڑھے چار، پونے پانچ سالوں سے جب سے ہماری حکومت آئی ہے اس دوران اپوزیشن کی طرف سے کوئی ایسا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا گیا کہ جہاں حالات کو خراب کرنے کی کوشش نہ کی گئی ہو لیکن حکومت نے تحمل اور بردباری سے کام لیا۔ آج بھی میں انتہائی ذمہ داری سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آج بھی اگر امن وامان کی صورتحال کو maintain کرنے کے لئے کوئی prompt action کیا جا رہا ہے تو وہ محض اس لئے کیا جا رہا ہے کہ حالات کو خراب کرنے کی ان کو اجازت نہ دی جائے۔ گزشتہ ساڑھے تین مہینوں سے یہ جو ایک سلسلہ شروع ہے میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔ چیف جسٹس صاحب فیصل آباد جانا چاہتے ہیں تو ضرور جائیں۔ اس سے پہلے وہ

لاہور تشریف لائے تو ہم نے ان کو اسلام آباد سے لاہور تک ایک free passage دیا۔ Law Enforcing Agencies کو irritate کرنے کی maximum کوشش کی گئی لیکن اس کے باوجود حکومت نے اس بات کو یقینی بنایا کہ کوئی ایسی صورتحال نہ پیدا ہو کہ جس سے امن وامان کی صورتحال خراب ہو۔ میں اب بھی اپنے بھائیوں سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں، وہ فیصل آباد کے حوالے سے جن خدشات کا اظہار کر رہے ہیں ایسا کچھ نہیں ہوگا۔

جناب والا! پچھلے دنوں چیف جسٹس صاحب جب لاہور آئے تو اس وقت حکومت پنجاب نے جو اقدامات کئے ان کو اپوزیشن نے on the floor of the National Assembly and the Senate سراہا اور اس بات کو تسلیم کیا کہ چودھری پرویزالہٰی کی یہ ایک ایسی حکمت عملی تھی کہ جس کے تحت پنجاب میں ایک شیشہ بھی نہیں ٹوٹا۔ امین فہیم صاحب اور اعتزاز احسن صاحب نے ٹاک شو میں یہ بات کہی، اسی طرح باقی اپوزیشن کے لیڈروں نے بھی ایسی بات کہی تھی کہ یہ credit چودھری پرویزالہٰی کو جاتا ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ یہ من جانب اللہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے احتجاج کے نتیجے میں بھی چودھری پرویزالہٰی صاحب کو کریڈٹ دینا چاہتا ہے اور آپ کے منہ سے دلواتا ہے۔ آپ تسلیم کرتے ہیں کہ چودھری پرویزالہٰی کی وجہ سے یہ ہوا کہ پنجاب میں صورتحال خراب نہیں ہوئی۔ میں اب بھی آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ 16 تاریخ کو بھی کچھ نہیں ہوگا۔ آپ جو کچھ مرضی کریں، آپ کو کھلی چھٹی ہے کہ آپ ان کا استقبال کریں لیکن میں یہ ضرور پوچھنا چاہوں گا کہ اس سے پہلے بھی چیف جسٹس صاحب فیصل آباد آتے رہے ہیں، فیصل آباد ان کا گھر ہے۔ آپ لوگوں نے ان کا کتنا استقبال کیا تھا؟ آپ لوگوں نے ان کے لئے کتنی آنکھیں بچھائی تھیں۔ اگر اب آپ کے دل میں ان کا درد جاگا ہے تو اچھی بات ہے۔ حکومت کی طرف سے ہم آپ کو کھلی چھٹی دیتے ہیں کہ آپ جو مرضی کریں لیکن قانون کو ہاتھ میں لینے کی کوشش نہ کرنا۔ اگر آپ نے قانون کو ہاتھ میں لینے کی کوشش کی تو پھر قانون حرکت میں آئے گا۔ یہاں پر بات کی گئی کہ یہ ہر شہری کا آئینی حق بنتا ہے کہ وہ احتجاج کرے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر کسی شہری کا یہ آئینی حق ہے کہ وہ احتجاج کرے تو پھر آئینی طور پر یہ اس کا بھی فرض بنتا ہے کہ وہ قانون کو ہاتھ میں نہ لے۔ یہاں پر تو دفعہ 144 کے نفاذ کو توڑنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ حکومت نے جلسوں کے لئے ایک علیحدہ جگہ مختص کر دی ہے۔ آپ وہاں کیوں نہیں جاتے؟ لاہور میں ہم نے مینار پاکستان کو اس مقصد کے لئے مختص کیا ہے۔ آپ وہاں بے شک ہر روز

جلسہ کریں۔ صبح سے شام تک وہاں پر احتجاج کریں۔ جس public opinion کو motivate کرنے کے حوالے سے آپ بات کرتے ہیں، احتجاج کرتے ہیں آج کل وہی آپ کے خلاف جا رہا ہے۔ آج مال روڈ کے تاجر آپ سے نفرت کا اظہار کر رہے ہیں کہ آپ نے ان کے کاروبار تباہ کر کے رکھ دیئے ہیں۔ آپ صبح اٹھتے ہیں اور گاڑیوں میں جلوس کی شکل میں چل پڑتے ہیں۔ آپ کو اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ کوئی مریض سڑک سے گزر رہا ہے اور نہ آپ کو اس بات کا کوئی احساس رہتا ہے کہ کوئی بارات جا رہی ہے یا جنازہ جا رہا ہے۔ آپ سب کے لئے رکاوٹیں کھڑی کر دیتے ہیں۔ خدارا! آپ بھی ذمہ داری کا احساس کیجئے۔

جناب سپیکر! یہاں پر جنرل پرویز مشرف صاحب کے حوالے سے بات کی گئی ہے۔ آپ نے گزشتہ ساڑھے چار، پونے پانچ سالوں سے جنرل پرویز مشرف کے خلاف دل کھول کر باتیں کی ہیں۔ آپ ذرا اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر اس بات کا فیصلہ لیجئے کہ آپ کی ان باتوں کا ایک عام آدمی نے کیا اثر لیا ہے؟ آج جنرل پرویز مشرف کو اس بات کا کریڈٹ جاتا ہے کہ آج آپ کی اسمبلی پانچویں بجٹ کے لئے اکٹھی ہوئی ہے۔ یہ سب کچھ جنرل پرویز مشرف کی وجہ سے ہے۔ یہ جنرل پرویز مشرف کی commitment with democracy and commitment with the democratic institutions ہے کہ وہ آپ کے اداروں کو آئینی مدت پوری کرنے کی طرف لے جا رہا ہے۔ تاریخ میں جنرل پرویز مشرف کا نام سنہری الفاظ کے ساتھ لکھا جائے گا کہ جس نے پانچ سال تک اپنے ایک صوبے میں ایک مخالف جماعت کی حکومت کو برداشت کیا ہے۔ کیا یہ جمہوریت نہیں ہے؟ جب جمہوریت کے champion لوگ اقتدار میں تھے تو انھوں نے صوبوں میں اپنی مخالف حکومتوں کے ساتھ کیا کیا؟ میں ایم ایم اے کے دوستوں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ مفتی محمود صاحب کی حکومت کے ساتھ کیا ہوا؟ چھ مہینے تک بھی ان کو برداشت نہیں کیا گیا۔ بلوچستان میں کیا ہوا؟ مخالفت کو برداشت نہیں کیا گیا لیکن یہاں ہم نے پانچ سال سے ان کو برداشت کیا ہوا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ جس طرح پاکستان مسلم لیگ (ق) کی حکومتیں پانچ سال پورے کریں گی اسی طرح سرحد کی حکومت بھی اپنے پانچ سال پورے کرے گی۔ مجھے کہتے ہوئے افسوس ہوتا ہے کہ آپ لمحہ بھر کے لئے بھی نہیں سوچتے۔ آپ نے پریس کی آزادی کے حوالے سے بات کی ہے۔ اس معزز ایوان میں کون ایسا بیٹھا ہوا ہے جو کہ پریس کی آزادی پر یقین نہیں رکھتا؟ اگر ایک آرڈیننس آیا ہے تو ہماری حکومت نے، وزیر اعظم نے اسے withdraw کرنے کی بات کی ہے، صدر نے اسے withdraw کرنے کی بات کی ہے۔ ابھی ارشد بگو صاحب ویج بورڈ کے حوالے سے بات کر رہے تھے تو اسی معزز ایوان کے تمام معزز ممبران نے متفقہ طور پر ویج بورڈ کے معاملے پر صحافی برادری کے

ساتھ اتفاق کیا ہے۔ آج بھی ہم ان کے اس مؤقف کی تائید کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہماری حکومت نے جس وتیج بورڈ کا اعلان کیا ہے اس پر عملدرآمد بھی ہونا چاہئے۔ اس پر عملدرآمد کے لئے ہم صحافی بھائیوں کے ساتھ ہیں۔ اپوزیشن کے قائدین حضرات پونے پانچ سال سے ایک ہی بات کہے جا رہے ہیں کہ حکومت جا رہی ہے، حکومت جا رہی ہے۔ یار خدا کے لئے کچھ تو سوچیں، ہم پانچواں بجٹ پیش کرنے کے لئے جا رہے ہیں۔ آپ کی زبان میں اللہ تعالیٰ نے کتنی قبولیت بخشی ہے؟ اللہ تعالیٰ آپ کی منفی سوچ کو کیوں قبولیت بخشے گا؟ اللہ تعالیٰ آپ کی ایک ایسی منفی سوچ کو کیوں قبولیت بخشے گا جو اداروں کو تباہ کرنے والی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر آج بھی مثبت سوچ کے ساتھ، صدق دل سے کوئی نیکی کی دعا مانگی جائے، بہتری کی دعا مانگی جائے اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائیں گے لیکن منفی سوچ، اداروں کو برباد کرنے کی سوچ، اسلام میں حاکم کو تسلیم کرنے کی بات سے انحراف والی جو بات ہے اسے اللہ تعالیٰ کبھی بھی شرف قبولیت نہیں بخشے گا۔

جناب سپیکر! میں آخر میں detention کے حوالے سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ میرے ساتھیوں نے اس حوالے سے جب میرے ساتھ بات کی تو میں نے ان سے کہا تھا کہ آپ صرف الفاظ کا گورکھ دھندہ نہ رکھیں۔ صرف جذباتی باتیں نہ کریں۔ آئیں مل کر حقیقت کی کوئی بات کریں۔ ابھی میرے بھائیوں نے کہا کہ جی فیصل آباد سے بے شمار لوگ گرفتار ہوئے ہیں۔ میں عرض کرتا ہوں کہ ان کی دو categories ہیں۔ ایک MPO اور دوسری category میں ان لوگوں کو گرفتار کیا گیا ہے جو پرچوں میں ملوث ہیں۔ میں across the board سمجھتا ہوں کہ جو لوگ پرچوں میں گرفتار کئے گئے ہیں۔ جب آئین اور قانون کی پاسداری کی بات کرتے ہیں تو کوئی بھی چاہے وہ وزیر ہو یا حکومت کوئی بھی عدالتی معاملات میں مداخلت نہیں کر سکتی لہذا اس پر بعد میں بات کریں گے۔ میں صرف فیصل آباد کی بات کرتا ہوں کہ ہوم ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے تین detention order جاری کئے گئے ہیں۔ جن میں سے دو کے متعلق we have already decided کہ ہم withdraw کر رہے ہیں۔ باقی ایک رہتا ہے جس کا نام اور ایڈریس ان کو دوں گا اگر یہ کہیں گے تو ہم وہ بھی withdraw کر لیں گے۔ یہاں پر اور ایڈوائزری کمیٹی میں بھی وقاص صاحب کے والد صاحب کے متعلق بات کی گئی۔ یہاں آنے سے پہلے وزیر اعلیٰ صاحب نے مجھے حکم دیا تھا کہ ان کے detention order withdraw کئے جائیں اور ہوم ڈیپارٹمنٹ کو already convey ہو چکا ہے کہ ان کو کیوں گرفتار کیا گیا ہے؟ and we are withdrawing those orders اس کے علاوہ یہ میرے ساتھ بیٹھیں اور مجھے بتائیں۔ میں across the board یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو لوگ 70

سال کی عمر سے زیادہ ہیں میری آپ سے commitment ہے کہ ان میں سے ایک آدمی بھی جیل میں نہیں رہے گا اور تمام کے orders withdraw کریں گے۔آپ مثبت سوچ کے ساتھ آئیں اور میرے ساتھ بیٹھیں میں آپ کو لسٹیں دیتا ہوں اور آپ مجھے point out کریں کہ جیل میں یہ آدمی 70 سال کی عمر سے زیادہ ہے تو میں اس کے order withdraw کراؤں گا۔

جناب والا! میں آپ کے حکم اور جناب وزیر اعلیٰ سے اجازت لے کر ان کو ایک مثبت پیشکش کر رہا ہوں کہ ہمارے ساتھ بیٹھیں اور جہاں کہیں کسی کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے حکومت پنجاب اس بارے میں ان کے ساتھ بات کرنے کے لئے تیار ہے لیکن خدارا! صرف اور صرف پریس گیلری کے ساتھ کھیلنے کے لئے یہ نہ کہیں کہ ہزاروں لوگ گرفتار ہو گئے ہیں۔اگر ہزاروں لوگ گرفتار ہوئے ہیں تو ضمانتوں کے لئے عدالتوں میں کیوں نہیں جاتے؟ جب ضمانتیں ہوں گی تو خود بخود اعداد و شمار سامنے آ جائیں گے۔آپ نے اس issue پر بات کرنے کی اجازت دی انھوں نے دل کھول کر بات کی اور میں نے جواب دیا۔ میری طرف سے انھیں offer ہے کہ آئیں اور ہمارے ساتھ بیٹھیں یہ جو لوگ بھی point out کریں گے انشاء اللہ ہم ان کے orders withdraw کریں گے۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، شکریہ

رانا آفتاب احمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! کافی تفصیل سے بات ہو گئی ہے۔

قائد حزب اختلاف: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: قاسم ضیاء صاحب! کافی تفصیل سے بات ہو گئی ہے۔

قائد حزب اختلاف: جناب سپیکر! راجہ صاحب نے بڑی خوبصورت لفاظی کر کے سارے پنجاب کے معاملے کو فیصل آباد پر لا کر روک دیا ہے۔اس وقت پورے پنجاب میں 16 MPO کے تحت پرچے کاٹے گئے ہیں۔

جناب سپیکر: انھوں نے بھی پورے پنجاب کی بات کی ہے۔

قائد حزب اختلاف: جناب سپیکر! راجہ صاحب نے کہا کہ جنرل صاحب نے ان اسمبلیوں کو پانچ سال کے لئے رکھا۔یہ ہمیں کہتے ہیں کہ آج چیف جسٹس صاحب فیصل آباد جا رہے ہیں وہ پہلے بھی جاتے رہے ہیں تو ان کا کسی

نے استقبال نہیں کیا۔ میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ جنرل مشرف پہلے بھی آرمی چیف تھا اور اس وقت راجہ صاحب میاں نواز شریف صاحب کے وزیر تھے۔ جب اس وقت وہ ائرپورٹ پر آتے تھے تو یہ کتنی مرتبہ انھیں receive کرنے جاتے تھے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

قائد حزب اختلاف: جناب والا! آج چیف جسٹس نے عدلیہ کو آزاد کرانے اور چیف جسٹس کی آئینی حیثیت منوانے کے لئے جو stand لیا ہے اس پر پوری قوم ان کے ساتھ کھڑی ہے۔ ان کے stand لینے کی وجہ سے لوگ انھیں جاننا چاہتے ہیں اور Bar میں ان کا خطاب سننا چاہتے ہیں۔ انھوں نے یہ بات خود تسلیم کی ہے کہ چیف جسٹس صاحب پنجاب میں راولپنڈی سے لاہور تک آئے اور ایک پتا تک نہیں ہلا۔ اب ان کو کیا خدشہ ہے؟ اب یہ گرفتاریاں کیوں کر رہے ہیں؟ اب یہ MPO 16 کے تحت پرچے کیوں کاٹ رہے ہیں؟ جب اس وقت عوام نے کوئی توڑ پھوڑ نہیں کی اور کسی نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا تو اب انھیں کیا خدشہ ہے؟ آج وزیراعلیٰ پنجاب یہ کیوں سمجھتے ہیں کہ سندھ کا چیف منسٹر کراچی میں خون کی ہولی کھیلنے میں ان سے آگے چلا گیا تو شاید آج یہ پنجاب میں بھی وہی کام کر کے جنرل مشرف کی اس للکار کو پورا کرنا چاہتے ہیں جو اس نے اسلام آباد میں لگائی تھی۔

جناب سپیکر! آج ہم نے یہ معاملہ اس لئے اٹھایا ہے کہ ہم نے قانون کو ہاتھ میں نہیں لیا۔ کسی سیاسی پارٹی کی طرف سے جلسے یا جلوس میں جانے کی call نہیں ہے تو پھر کس حوالے سے ہمارے کارکنوں کو دور دراز جیلوں میں بھیجا گیا ہے۔ اگر یہ ایوان میں رواداری کی بات کرتے ہیں تو پھر میں استدعا کروں گا کہ انھوں نے ابھی وزیراعلیٰ صاحب کی بڑی تعریف کی ہے۔ اگر وہ تعریف کے قابل ہیں تو پھر یہ کم از کم ہمارے تمام کارکنوں کو رہا کریں لیکن اگر یہ ہمارے کارکنوں کو رہا کرنے کی بات نہیں کرتے اور اس ایوان میں بیٹھنے کی بات کرتے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب کہہ رہے ہیں کہ آپ ان کے ساتھ بیٹھ جائیں۔

قائد حزب اختلاف: جناب سپیکر! ہم نے ان کے ساتھ کیا بیٹھنا ہے وہ ہمیں یہاں ایوان میں بتائیں کہ وہ ہمارے گرفتار کارکنوں کو چھوڑتے ہیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: اس issue پر کافی بات ہو چکی ہے۔آپ نے خود ہی فیصلہ کیا تھا کہ ہر پارٹی سے ایک ایک معزز رکن بات کرے گا۔ سید احسان اللہ وقاص صاحب! آپ کا سوال ہے۔

راجہ ریاض احمد: ہمارے کارکنوں کو رہا کیا جائے۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر!۔۔۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: پلیز! آپ نے ایڈوائزری کمیٹی میں خود ہی فیصلہ کیا تھا کہ ہر پارٹی سے ایک ایک معزز رکن بات کرے گا۔ رانا صاحب! یہ آپ کی موجودگی میں فیصلہ ہوا تھا کہ ہر پارٹی سے ایک ایک معزز رکن بات کرے گا اور اب ہر پارٹی سے ایک ایک معزز رکن نے بڑی تفصیل سے بات کر لی ہے اور لاء منسٹر صاحب نے ان کا جواب بھی دے دیا ہے۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! مجھے بات تو کرنے دیں۔

جناب سپیکر: بار بار وہی بات repeat کریں گے تو اس کا کیا فائدہ ہو گا۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! ایوان میں بات کرنا میرا right ہے۔

جناب سپیکر: جی۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! آپ اس ہاؤس کے کسٹوڈین ہیں۔ آئین آپ کو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ آپ مجھے بات کرنے کا موقع دیں۔ میں نے out of rule and out of contents بات نہیں کرنی۔ ہم جن لوگوں کے ووٹوں کی طاقت سے یہاں پر پہنچے ہیں۔ جن کا نہ تو کریمنل ریکارڈ ہے اور نہ ہی کوئی political activities ہیں لیکن پورے پنجاب میں ان لوگوں کو پکڑ لیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: لاء منسٹر صاحب نے کہا ہے کہ آپ ان کے ساتھ بیٹھ جائیں۔ وہ on the floor of the House آپ سے کہہ رہے ہیں کہ آپ ان کے ساتھ بیٹھ جائیں۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! بیٹھنے کی بات نہیں ہے۔ MPO 16 ہوتا کیا ہے؟ انھوں نے کہا ہے کہ

تقریر کی ہے، فلاں کیا ہے۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: پلیز! تشریف رکھیں اور لاء منسٹر صاحب کی بات سن لیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں پھر اس بات کو دہرانا چاہتا ہوں کہ خدارا! ہم حقائق کی طرف آئیں۔ میں کسی اور کی بات نہیں کرتا۔ راجہ ریاض صاحب اور رانا آفتاب صاحب بیٹھے ہیں دونوں کا تعلق پیپلز پارٹی اور فیصل آباد سے ہے۔ یہ فیصل آباد سے پیپلز پارٹی کے دوسرے اراکین کو بھی بٹھا لیں۔ میں ان کو on the floor of the House کہتا ہوں کہ یہ آپ کو لسٹ دے دیں۔ آج ہی اجلاس شروع ہوا ہے اور یہ اپنے حلقے سے آرہے ہیں ان کو exactly پتا ہونا چاہئے کہ رانا صاحب کے حلقے کا کون سا کارکن گرفتار ہے۔ یہ ابھی پانچ لوگوں کے نام بتائیں۔۔۔

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! سابق ایم پی اے اسماعیل سیلا ہیں۔۔۔

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! راجہ صاحب پورے پنجاب کی بات کریں۔ صرف فیصل آباد کی بات نہ کریں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں پھر اس بات کو دہرانا چاہتا ہوں کہ ان کے پاس figures نہیں ہیں ان کے پاس نام نہیں ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ سینکڑوں چھوڑ کر فیصل آباد کے صرف پانچ لوگوں کے نام دے دیں تو میں ابھی رہا کرنے کے لئے تیار ہوں۔ ان کے پاس تو ایک نام بھی نہیں ہے۔ ان کو تو پتا ہی نہیں ہے۔

وزیر صحت: پوائنٹ آف آرڈر۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! مجھے تو بات کرنے دیں۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب کو سن لیں وہ آپ کی ہی بات کا جواب دے رہے ہیں۔ جی، چودھری صاحب!

وزیر صحت: جناب والا! بزنس ایڈوائزری کمیٹی میں آپ کی موجودگی میں ایک فیصلہ ہوا تھا کہ اپوزیشن سے پارٹیز کے ہیڈ بولیں گے اور حکومت کی طرف سے لاء منسٹر صاحب بات کریں گے۔ ہماری طرف سے کسی بندے نے بات نہیں کی لیکن اپوزیشن کی طرف سے خلاف ورزی ہوئی ہے اور ہم نے برداشت کی ہے۔ راجہ صاحب نے بڑے کھلے دل کے ساتھ بات کی ہے کہ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ کوئی بے گناہ بندہ گرفتار ہوا ہے تو میں ابھی

اسے رہا کروا دیتا ہوں۔ راجہ صاحب نے بڑا مثبت اور تفصیل کے ساتھ جواب دیا ہے۔ ایڈوائزری کمیٹی میں جو فیصلہ ہوا تھا اس کی بھی اب آپ کے سامنے خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ آپ کی موجودگی میں یہ مناسب نہیں ہے اور ایسا نہیں ہونا چاہئے۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ کی موجودگی میں کیا فیصلہ ہوا تھا؟

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! میں پنجاب اسمبلی کا ممبر ہوں۔ کسی ٹاؤن کا ناظم یا کونسلر نہیں ہوں۔ میں پورے پنجاب کی بات کر رہا ہوں۔ یہ نام کی بات کرتے ہیں۔ اسماعیل بھٹی پکڑا گیا ہے، بیکانیری، سہلا اور ناصر چن پکڑے گئے ہیں۔ یہ تو پورے پنجاب میں پکڑ رہے ہیں لہذا جب تک یہ یقین دہانی نہیں کراتے کہ یہ رہا ہوں گے اس وقت تک ہم نے یہاں پر کیا کرنا ہے۔ بجٹ تو ایک کلرک نے بنا کر یہاں پیش کر دینا ہے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ لاء منسٹر صاحب کے ساتھ بیٹھ جائیں۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! یہ ہاؤس میں یقین دہانی کرائیں۔ جب تک ہمارے کارکن رہا نہیں ہوتے ہم بات کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

جناب سپیکر: ابھی تو رہا نہیں ہو جانے۔ ابھی تو آپ لاء منسٹر صاحب کے ساتھ بیٹھیں اور ان کو لسٹیں دیں۔ ابھی تو آپ کے پاس لسٹیں ہی نہیں ہیں۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! آج ہی تھانہ جڑانوالہ میں نواب شیر وسیر اور دوسرے لوگوں پر پرچے درج ہوئے ہیں۔ یہ انھیں گرفتار کریں گے وہ ضمانت کرائیں گے تو پھر یہ انھیں MPO 16 کے تحت اندر کر دیں گے۔

جناب والا! گورنمنٹ نے جھوٹے پرچے کروائے ہوئے ہیں۔ ہم نے کس چیز پر ان سے بات کرنی ہے۔ آپ تھانہ جڑانوالہ کی صورتحال دیکھ لیں۔ یہ لوگوں کو گرفتار کریں گے وہ ضمانتیں کروائیں گے اور پھر MPO کے تحت انہیں اندر کر دیں گے۔ ابھی نارووال سے لوگ ہمیں ملنے آئے تھے اور وہ بتا رہے تھے کے جیل کے اندر ان کا کھانا بھی نہیں جانے دیا جا رہا۔ We want to make it clear کہ یہ ہمیں اس بات کی ابھی assurance دیں کہ جن لوگوں پر جھوٹے مقدمات ہیں یہ ختم کئے جائیں گے اس کے بعد ہم کارروائی میں حصہ لیں گے۔

جناب سپیکر:آپ وزیر قانون کے ساتھ بیٹھ جائیں وہ کہتے ہیں کہ اس مسئلے پر وہ بات کرنے کے لئے تیار ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: بگو صاحب اس مسئلے پر کافی بات ہو گئی ہے آپ تشریف رکھیں اور ہاؤس کی کارروائی کو چلنے دیں۔ سید احسان اللہ وقاص صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ۔۔۔

جناب سپیکر:رانا صاحب آپ کیا بات کر رہے ہیں؟ سید احسان اللہ وقاص صاحب!(قطع کلامیاں)

(اس مرحلہ پر اپوزیشن کے بہت سے معزز اراکین کھڑے ہو گئے
اور ہمارے کارکن رہا کرو کے نعرے لگانے لگے)

قائد حزب اختلاف: جناب والا! میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ۔۔۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب کہہ رہے ہیں کہ آپ ان کے ساتھ بیٹھ جائیں وہ اس پر بات کرنے کے لئے تیار ہیں۔

قائد حزب اختلاف: جناب والا! یہ ہاؤس میں assurance دیں اور ہمارے ورکروں کو رہا کیا جائے۔(قطع کلامیاں)

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب والا! انہوں نے خود ایل ایف او کے تحت الیکشن میں حصہ لیا تھا اور حلف اٹھایا تھا۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ تشریف رکھیں۔

(اس مرحلہ پر اپوزیشن کے تمام معزز اراکین نے مشترکہ طور پر ایوان سے واک آؤٹ کیا)

جناب سپیکر: جناب قاسم نون اور رانا شمشاد صاحب سے یہ گزارش کروں گا کہ وہ اپوزیشن کو واپس ہاؤس میں لے کر آئیں کیونکہ وقفہ سوالات ہے اور ایجنڈے کا سب سے اہم آئٹم ہے اور سوالات بھی زیادہ تر اپوزیشن کی طرف سے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ وہ ایوان میں تشریف لائیں اور کارروائی میں حصہ لیں۔

جناب فیاض الحسن چوہان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب فیاض الحسن چوہان: جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ محترم قاسم ضیاء کی اس بات کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں جو یہاں پر کسی نے نوٹ نہیں کی۔ محترم راجہ بشارت صاحب نے کہا کہ کیا چیف جسٹس صاحب آج سے پہلے کبھی فیصل آباد آئے تو آپ نے ان کا استقبال کیا تھا؟ انہوں نے یہ جواب دیا اور یہ صحافی برادری بھی سن رہی ہے میں ان کو گواہ بنا کر یہ عرض کر رہا ہوں۔ انہوں نے cross question کیا کہ یہ جواب دیں کہ چیف آف آرمی سٹاف پہلے جنرل تھے وہ آتے تھے تو کیا یہ ان کا استقبال کرتے تھے۔ ہم تو یہ چیز accept کرتے ہیں کہ صدر مشرف کو ایک صدر کی حیثیت سے پاکستان مسلم لیگ ان کی سوچ کو ملکی اور عالمی سیاست کے اندر own کرتی ہے۔ ہم سیاسی حوالے سے ان کو own کر رہے ہیں۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ ہم چیف جسٹس کو own کر رہے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: چیف جسٹس کے متعلق کوئی بات نہیں ہوگی اور اس کی میں اجازت نہیں دوں گا۔

جناب فیاض الحسن چوہان: جناب والا! آپ میری پوری بات تو سن لیں۔

جناب سپیکر: میں اپوزیشن کو بھی اس پر بات کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور آپ کو بھی نہیں دوں گا۔ پلیز آپ تشریف رکھیں۔ اب وہ چلے گئے ہیں جب وہ بیٹھے تھے تو اس وقت آپ نے بات کرنی تھی۔ یہ کوئی issue نہیں ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔

اب وقفہ نماز ہوتا ہے اور House کو آدھے گھنٹے کے لئے adjourn کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلہ پر وقفہ برائے نماز عصر اجلاس کی کارروائی آدھ گھنٹہ کے لئے ملتوی کی گئی)

(نماز عصر)

(اس مرحلہ پر نماز عصر کے بعد جناب سپیکر 5 بج کر 54 منٹ پر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر: یہ سوال جناب احسان اللہ وقاص کی طرف سے ہے۔۔۔

کورم کی نشاندہی

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر! کورم پورا نہیں ہے۔

جناب سپیکر: کورم کی نشاندہی کی گئی ہے لہذا گنتی کی جائے۔ (اس مرحلہ پر گنتی کی گئی)

کورم پورا نہ ہے لہذا پانچ منٹ کے لئے گھنٹیاں بجائی جائیں۔

(اس مرحلہ پر پانچ منٹ کے لئے گھنٹیاں بجائی گئیں)

جناب سپیکر: دوبارہ گنتی کی جائے۔

(اس مرحلہ پر گنتی کی گئی)

جناب سپیکر: کورم پورا نہ ہے لہذا اجلاس دس منٹ کے لئے adjourn کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلہ پر اجلاس کی کارروائی دس منٹ کے لئے adjourn کی گئی)

جناب سپیکر: گنتی کی جائے۔

(اس مرحلہ پر گنتی کی گئی)

جناب سپیکر: کورم پورا ہے اجلاس کی کارروائی شروع کی جاتی ہے۔۔۔(نعرہ ہائے تحسین)

سوالات

(محکمہ تعلیم)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

جناب سپیکر: پہلا سوال سید احسان اللہ وقاص کی طرف سے ہے۔۔۔ وہ تشریف فرما نہیں ہیں لہذا سوال dispose of ہوا۔ اگلا سوال بھی سید احسان اللہ وقاص کا ہے۔۔۔ وہ تشریف نہیں رکھتے لہذا سوال dispose of ہوا۔ اگلا سوال محترمہ ثمینہ نوید صاحبہ کا ہے۔۔۔ وہ تشریف نہیں رکھتی لہذا سوال dispose of ہوا۔ اگلا سوال بھی محترمہ ثمینہ نوید صاحبہ کا ہے۔۔۔ تشریف نہیں رکھتی لہذا سوال dispose of ہوا۔ اگلا سوال ڈاکٹر نذیر احمد مٹھو ڈوگر صاحب۔۔۔ لہذا وہ تشریف نہیں رکھتے اس کا جواب موصول نہیں ہوا لہذا یہ سوال pending ہوگا۔ اگلا سوال حاجی محمد اعجاز صاحب کا ہے۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے لہذا سوال dispose of ہوا۔ اگلا سوال محترمہ صغیرہ اسلام صاحبہ کا وہ تشریف فرما نہیں ہے۔۔۔ سوال dispose of ہوا۔ اگلا سوال بھی محترمہ صغیرہ اسلام صاحبہ کا ہے۔۔۔ تشریف نہیں رکھتی یہ سوال بھی dispose of ہوا۔ اگلا سوال محترمہ فرح اقبال صاحبہ کا ہے۔۔۔ تشریف نہیں رکھتی سوال dispose of ہوا۔ اگلا سوال لالہ شکیل الرحمٰن صاحب کا ہے۔۔۔ وہ بھی تشریف نہیں رکھتے

سوالdispose ofہوا۔ اگلا سوال بھی لالہ شکیل الرحمن صاحب کا ہے۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے سوالdispose ofہوا۔ اگلا سوال ملک محمد اقبال چنڑ صاحب کا ہے۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے سوال dispose ofہوا۔ اگلا سوال محمد وقاص صاحب کا ہے۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے سوالdispose ofہوا۔ اگلا سوال محمد وقاص صاحب کا ہے۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے لہذا سوالdispose ofہوا۔ اگلا سوال رانا آفتاب احمد خان صاحب کا ہے تشریف نہیں رکھتے۔۔۔ لہذا سوالdispose ofہوا۔ اگلا سوال بھی رانا آفتاب احمد خان صاحب اور محترمہ فرزانہ راجہ صاحبہ کا ہے۔۔۔ وہ تشریف نہیں رکھتے لہذا سوالdispose ofہوا۔ اگلا سوال میاں خالد محمود صاحب کا ہے۔۔۔ تشریف فرما نہیں ہیں سوالdispose ofہوا۔ اگلا سوال چودھری جاوید احمد صاحب کا ہے۔ جی، چودھری صاحب!

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میرا سوال نمبر5148 ہے۔ جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

پاکپتن میں قواعد وضوابط سے ہٹ کر ہیڈ ماسٹرز کی تعیناتی کا جواز

*5148: چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): کیا وزیر تعلیم از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ضلع پاکپتن میں قومی تعلیمی پالیسیوں اور محکمانہ اصول و ضوابط کو دانستہ طور پر پس پشت ڈال کر(SS) کو ہائر سیکنڈری سکولز میں دس سالہ تجربہ تدریس کی شرط پوری نہ کرنے کے باوجود کن مقاصد کے تحت ہیڈ ماسٹر ہائی سکولز تعینات کیا گیا ہے؟

(ب) ضلع پاکپتن میں(SS) کو بلا جواز اور بلا مقصد ہیڈ ماسٹر بنا کر سیکنڈری سکولز ملکہ ہانس،2-127/EB، 3-قبولہ،4-گرلز سکول ملکہ ہانس،5- چن پیر ہائی سکول پاکپتن کو کیوں تعلیمی طور پر تباہی کے کنارے پر پہنچایا گیا ہے؟

(ج) ضلع پاکپتن میں (SS) کو ہیڈ ماسٹر بنانے کے بعد ہائر سیکنڈری میں کن کن مضامین کی کتنی کتنی سیٹیں خالی ہو چکی ہیں اور متاثرہ بچوں کی تعلیم کے لئے ان خالی ہونے والی سیٹوں پر کیا متبادل انتظام کیا گیا ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

(د) کیا حکومت قواعد کے خلاف بننے والے ہیڈ ماسٹرز کو خالی پڑی ہوئی ہائر سیکنڈری سکولز میں ان اسامیوں پر واپس بھیجنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر تعلیم:

(الف) ضلع پاکپتن میں قومی تعلیمی پالیسی اور محکمانہ قواعد وضوابط کی تعمیل کی جارہی ہے دس سال سے کم سروس والے جتنے بھی SS ہائی مدارس میں بطور ہیڈ ماسٹر تعینات تھے، اُن کو واپس SS کی اسامیوں پر تعینات کر دیا گیا ہے۔

(ب) ضلع پاکپتن میں ماسوائے عبدالمجید خان (BS-17) SS کو متعلقہ مضمون کی ضلع پاکپتن میں اسامی نہ ہونے کی وجہ سے وقتی طور پر ہیڈ ماسٹر کی اسامی پر تعینات کیا گیا ہے۔ ہائی سکول چن پیر میں SS کی کسی مضمون کی بھی اسامی منظور نہ ہے جبکہ ہیڈ ماسٹر کی اسامی خالی ہے۔ عارضی طور پر مقامی SST کو بطور انچارج مامور کیا گیا ہے۔

(ج) ضلع پاکپتن میں SS بطور ہیڈ ماسٹر تعینات نہ ہے ہائر سیکنڈری سکولز میں SS کی خالی اسامیوں پر بھرتی کے لئے پبلک سروس کمیشن پنجاب لاہور درخواستیں طلب کر چکا ہے اور ان اسامیوں پر SS کی تقرری بہت جلد متوقع ہے۔

(د) قواعد کے برعکس بننے والے SS صاحبان کو ہیڈ ماسٹر کی اسامی سے ہٹا کر واپس SS کی اسامی پر تعینات کر دیا گیا ہے، حکم کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں اس سلسلے میں صرف اتنی گزارش کرتا ہوں کہ گورنمنٹ کی رولنگز بھی ہے، قواعد و ضوابط بھی ہے اور ہائی کورٹ کا فیصلہ بھی ہے کہ Subject Specialist کو جب تک دس سال کا تجربہ نہ ہو ان کو کوئی executive پوسٹ نہیں مل سکتی لیکن بد قسمتی سے جب سسٹم devolve ہونے کے بعد ضلعوں میں گیا تو وہاں پر سفارشوں سے یا کسی نہ کسی وجہ سے Subject Specialist ہیڈ ماسٹرز لگ جاتے ہیں اس سے نہ صرف ان سینئر ہیڈ ماسٹرز کا جو شروع سے ایک کیرئیر کے طور پر ٹیچنگ کے شعبے میں آئے ہوتے ہیں استحقاق مجروح ہوتا ہے بلکہ ان کا حق بھی مارا جاتا ہے اور بچوں کو صحیح تعلیم نہیں مل پاتی کیونکہ سینئر ٹیچرز Subject Specialist کے ماتحت آجاتے ہیں اس لئے میں اپنی گورنمنٹ سے یہ request کروں گا کہ آئندہ کے لئے پورے پنجاب میں اور بالخصوص ہمارے

ضلع پاکپتن میں کوئی Subject Specialist جب تک قواعد و ضوابط کی پابندی پوری نہیں کرتا یا اس پر پورا نہیں اترتا اس وقت تک انہیں کسی سکول کا ہیڈ ماسٹر نہ بنایا جائے تاکہ اس کے پاس انتظامی عہدے کو سنبھالنے کی صلاحیت بھی موجود ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ میں ایک اور request محکمہ تعلیم کے حوالے سے کرنا چاہتا ہوں کہ پنجاب گورنمنٹ نے تمام سرکاری سکولوں میں تعطیلات کر دی ہیں لیکن بد قسمتی سے ہمارے پرائیویٹ سکولوں نے ابھی تک موسم کی اتنی شدت کے باوجود تعطیلات نہیں کیں اس لئے میں یہ گزارش کروں گا کہ ان کو بھی پابند کیا جائے کہ جہاں وہ دیگر رولز اینڈ ریگولیشن میں پنجاب گورنمنٹ کے ماتحت آتے ہیں تو اس موسم کی شدت میں ان بچوں کو بھی سہولت ملے کہ وہ سکول نہ جائیں۔

جناب والا! میں آپ سے ذاتی طور پر ایک اور request کرنا چاہتا ہوں۔۔۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ میں وزیر تعلیم سے گزارش کروں گا کہ یہ معزز رکن کی طرف سے تجاویز ہیں آپ اس کو consider کر لیں۔ چودھری صاحب! آپ یہ تجاویز لکھ کر منسٹر صاحب کو دے دیں۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں لکھ کر بھی دے دیتا ہوں لیکن میں ایک اپیل آپ سے کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! جب Question Hour شروع ہوتا ہے تو ہمارے ٹریژری بنچز کے اراکین کا حق مجروح ہو رہا ہے کہ ہمارے اپوزیشن کے بھائی پوائنٹ آف آرڈر پر اٹھ کر تقریریں شروع کر دیتے ہیں اس سے جو ٹائم کا ضیاع ہوتا ہے وہ بعد میں ہمارے Question Hour سے ختم کر دیا جاتا ہے اور ہمیں وہ ٹائم نہیں ملتا۔ ہمارے علاقے اور پنجاب کے مسائل ہوتے ہیں، کیونکہ ہم نے پورے پنجاب کے مسئلے یہاں پر discuss کر کے آگے لے کر چلنا ہوتا ہے اور پالیسیاں وضع کرنی ہوتی ہیں وہ مکمل نہیں ہو پاتیں اس لئے اپوزیشن کے ہاتھوں ہمیں یرغمال نہیں بننا چاہئے بلکہ اس ہاؤس کو آگے لے کر چلیں۔ میری اپیل ہے کہ اگر انہیں تقریریں کرنے کا شوق ہے تو یہ Question Hour ختم کرنے کے بعد جب legislation ہوتی ہے تو پھر وہ اپنا شوق پورا کر لیا کریں۔

جناب محمد وارث کلو: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، کلو صاحب!

جناب محمد وارث کلو: جناب سپیکر! سوال نمبر 5148 کے جز(الف) میں انہوں نے پاکپتن کی بات کی ہے میں منسٹر صاحب سے یہ ضمنی سوال کروں گا کہ پورے پنجاب میں ہائی سکول ہیں اگر یہ یہاں data دے دیں کہ کتنے ہائی سکول ایسے ہیں جہاں ہیڈ ماسٹرز نہیں ہیں permanent ہیڈ ماسٹر نہیں ہیں۔۔۔

جناب سعید اکبر خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، نوانی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب محمد وارث کلو: جناب سپیکر! نوانی صاحب نے خود مجھے کہا ہے کہ اٹھ کر بتائیں کہ پنجاب میں ہائی سکول خالی پڑے ہیں۔

جناب سعید اکبر خان: میں نے کب کہا ہے؟ جناب سپیکر! انہوں نے فرمایا ہے کہ میں نے ان کو کہا ہے تو ان کو اپنی عقل بھی استعمال کرنی چاہئے اور اپنی سوچ بھی اس میں involve کرنی چاہئے کہ کسی کے کہنے پر جو کوئی کچھ کہے وہی کام کر دے ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ میری گزارش ہے کہ پارلیمانی سیکرٹری گورنمنٹ کا حصہ ہے اور رولز کے مطابق وہ نہ سوال کر سکتے ہیں اور نہ ہی ضمنی سوال کر سکتے ہیں۔ مجھے آپ سے رولنگ چاہئے کہ آیا پارلیمانی سیکرٹری ضمنی سوال کر سکتے ہیں؟

جناب سپیکر: جی، آپ کا پوائنٹ valid ہے کہ پارلیمانی سیکرٹری سوال کر سکتا ہے اور نہ ہی ضمنی سوال کر سکتا ہے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال چودھری جاوید احمد صاحب!

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 5149 ہے۔

جناب سپیکر: جی، سوال نمبر 5149، جواب پڑھا ہوا تصور کر لیں؟

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

پاکپتن، 2001 تا حال، محکمہ تعلیم میں بھرتی کی تفصیل

*5149: چوہدری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

یکم اگست 2001 سے آج تک جو ٹیچر / کلیریکل سٹاف ضلع پاکپتن میں بھرتی کئے گئے ہیں ان کے نام اور پتاجات کی فہرست فراہم کی جائے؟

وزیر تعلیم:

نمبر شمار	دفتر کا نام	2002 ٹیچر / کلرک	2003 ٹیچر / کلرک	2004 ٹیچر / کلرک	2005 ٹیچر / کلرک	2006	کل
1	ای ڈی او (ایجوکیشن)	36	-	-	-	-	36
2	ڈی ای او (سیکنڈری)	19	13	20	-	22	74
3	ڈی ای او (ایلیمنٹری مردانہ)	233	05	98	-	134	470
4	ڈی ای او (ایلیمنٹری زنانہ)	165	65	96	22	146	494
	ٹوٹل	453	83	214	22	302	1074

نوٹ:

1۔ 2002 میں کل 452 ٹیچر بھرتی کئے گئے جن میں سے 449 ٹیچرز نے حاضری دی 3 اسامیاں ٹیچر کے حاضر نہ ہونے کی وجہ سے خالی رہ گئیں۔

2۔ 2003 میں کل 172 اسامیوں پر بھرتی کی گئی اور تمام کے تمام حاضر ہوئے۔

3۔ 2004 میں کل 214 اسامیوں پر بھرتی کی گئی اور تمام کے تمام حاضر ہوئے۔

4۔ 2005 میں 22 اسامیوں پر بھرتی کی گئی اور تمام کے تمام حاضر ہوئے۔

5۔ 2006 میں 302 اسامیوں پر بھرتی کی گئی اور تمام کے تمام حاضر ہوئے۔

6۔ تمام اسامیوں پر بھرتی گورنمنٹ آف پنجاب ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کی ریکروٹمنٹ پالیسی کے تحت کنٹریکٹ کی بنیاد پر کی گئی ہے۔

جناب سپیکر: ضمنی سوال؟

چوہدری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): میں اس سلسلے میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ میں نے 2004 میں

سوال کیا تھا۔اس کے بعد بھی بہت سی بھرتیاں ہوئی ہیں۔یہ میرٹ کس حساب سے رکھا گیا تھا؟ جن کا ذکر اس سوال کے جواب میں کیا گیا ہے ان کا میرٹ کیا تھا؟

جناب سپیکر: جی،وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر!میں فاضل رکن کی information کے لئے ایک چھوٹا سا یہ تین لائنوں کا بند ہے پڑھ دیتا ہوں،شاید اس سے یہ سوال clear ہو جائے۔

2002 میں کل 452 ٹیچرز بھرتی کئے گئے جن میں سے 450 ٹیچروں نے حاضری دی اور تین اسامیاں ٹیچر حاضر نہ ہونے کی وجہ سے خالی رہ گئیں۔

2003 میں کل 172 اسامیوں پر بھرتی کی گئی اور تمام کے تمام حاضر ہوئے۔

2004 میں کل 214 اسامیوں پر بھرتی کی گئی اور تمام کے تمام حاضر ہوئے۔

2005 میں 22 اسامیوں پر بھرتی کی گئی اور تمام کے تمام حاضر ہوئے۔

2006 میں 302 اسامیوں پر بھرتی کی گئی اور تمام کے تمام حاضر ہوئے۔

تمام اسامیوں پر بھرتی گورنمنٹ آف پنجاب ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کی ریکروٹمنٹ پالیسی کے تحت کنٹریکٹ کی بنیاد پر کی گئی۔

جناب سپیکر: ان کا سوال یہ تھا کہ جس میرٹ پالیسی کا آپ نے ذکر کیا ہے وہ میرٹ پالیسی کیا ہے؟ کوئی کمیٹی بنی ہے،اس میں کون لوگ ہیں اور آپ یہی پوچھنا چاہ رہے تھے؟

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر!یہ اس کا ایک جز ہے۔دوسرا کمیٹی کی سلیکشن کون کرتا ہے، کس طرح سے ہوتی ہے، ضلع ناظم کرتا ہے،ای ڈی او کرتا ہے یا ڈی سی او کرتا ہے؟

وزیر تعلیم: جناب سپیکر!چونکہ یہ devolved sector ہے۔ اس میں دو categories کی appointments ہوتی ہیں۔ ایک تو آپ کو بھی پتا ہے کہ جو کنٹریکٹ ٹیچرز ہیں،ان کو ضلع ناظم head کرتے ہیں،ڈی سی او ان کا نمائندہ ہے،ای ڈی او ہمارے ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے ہے اور ایک پراونشل گورنمنٹ سے جس وقت بندہ نیچے جاتا ہے جو کہ میرٹ پر کنٹریکٹ کی بھرتی کرتا ہے۔جہاں تک کنٹریکٹ کے علاوہ ہیڈ کلرک، جونیئر کلرک اور فور گریڈ کی منسٹیریل والا ہے اس کو ای ڈی او head کرتا ہے۔ اس کا ہم نے criteria بنایا ہوا ہے کہ اگر کوئی ایف اے پاس ہے تو اس کو کلرک لگایا جائے گا۔ میٹرک پاس ہے

تو اس کو ڈرائیور، مالی، نائب قاصد وغیرہ لگایا جائے گا۔یہ پورا criteria lay down ہے۔ ساری بھرتیاں criteria base پر کی گئی ہیں اور میرٹ کو observe کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، چودھری صاحب!

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں ان سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو میرٹ ہمارے بھائی نے بتایا ہے، ٹھیک ہے کہ انھوں نے یہ ایک طریق کار بتادیا کہ کس طرح سے ہم بھرتی کرتے ہیں کہ یہاں سے نمائندہ جاتا ہے، وہاں کے نمائندے ہوتے ہیں لیکن یہ ان کو discretionary powers دے دی گئی ہیں کہ وہ جہاں چاہیں اس کو تعینات کریں، اس نمبرنگ کے حساب سے کہ جس میں اس کے میرٹ کے حساب سے جو لسٹ بنتی ہے وہ اگر گھر کے قریب تعینات ہونا چاہتا ہے تو اس کو نہیں ملتا۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ اس کو مزید most transparent بنانے کے لئے یہ کوئی طریق کار وضع کریں کہ آئندہ سے نیچے devolved department میں کوئی آفیسر، کوئی نمائندہ اپنی من مرضی نہ کر سکے۔ کسی کے حق کا غلط استعمال نہ ہو، کسی کی حق تلفی نہ ہو سکے۔ میری محکمہ تعلیم سے یہ گزارش ہے کہ کوئی ایسی پالیسی وضع کریں کہ اب بھی آئندہ آنے والی بھرتیوں میں کسی بچے یا کسی بچی کی تعیناتی میں نہ تو حق مارا جائے بلکہ اس کو اس کے گھر کے پاس ہی تعینات کیا جائے تاکہ وہ ریگولر سروس کر سکے۔

دوسری اس میں میری یہ بھی گزارش ہے کہ کنٹریکٹ ملازمین کے لئے جتنی اس کی تنخواہ مقرر ہے اس میں یہ شرط بھی شامل ہے کہ اس کی تنخواہ مزید نہیں بڑھے گی مہنگائی چاہے جتنی ہی بڑھتی رہے جبکہ ہمارے وزیراعلیٰ صاحب تو بڑے رحم دل ہیں اور شفقت کرتے ہیں۔ انھوں نے تمام ملازمین کی تنخواہیں پچھلے چار سالوں میں بھی بڑھائی ہیں۔ میری یہ گزارش ہے کہ کنٹریکٹ ملازمین کے لئے بھی کوئی اس طرح کا خصوصی الاؤنس محکمہ تعلیم سفارش کرے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ یہ تو میرا خیال ہے کہ میرٹ پالیسی میں شامل ہے کہ مقامی بچہ یا بچی جو ہے اس کو پانچ نمبر یا دس نمبر اضافی دیئے جاتے ہیں۔ اگلا سوال جناب ارشد محمود بگو صاحب ---تشریف نہیں رکھتے، سوال disposed of ہو۔ اگلا سوال ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب!--- وہ بھی تشریف فرما نہیں ہیں، سوال disposed of ہوا۔ اگلا سوال ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب!--- تشریف نہیں رکھتے، سوال disposed of ہوا۔ اگلا سوال چودھری خالد محمود چوہان صاحب!--- تشریف نہیں رکھتے،

سوالdisposed ofہوا۔اگلا سوال بھی چودھری خالد محمود چوہان صاحب!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے، سوالdisposed ofہوا۔اگلا سوال ملک محمد افضل کھوکھر صاحب! ۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے، سوالdisposed ofہوا۔اگلا سوال ملک محمد افضل کھوکھر صاحب!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے، سوال disposed ofہوا۔اگلا سوال ملک اصغر علی قیصر صاحب!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے، سوال disposed ofہوا۔اگلا سوال ملک اصغر علی قیصر صاحب!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے، سوالdisposed ofہوا۔اگلا سوال ملک محمد اقبال چنڑ صاحب!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے، سوال disposed ofہوا۔اگلا سوال انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں صاحب!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے، سوالdisposed ofہوا۔اگلا سوال انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں صاحب!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے، سوالdisposed ofہوا۔اگلا سوال شیخ عزیز اسلم صاحب!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے، سوالdisposed ofہوا۔ اگلا سوال شیخ عزیز اسلم صاحب!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے، سوالdisposed ofہوا۔ اگلا سوال چودھری فیصل فاروق چیمہ صاحب!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے، سوالdisposed ofہوا۔ اگلا سوال ملک محمد ارشد راں صاحب!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے، سوالdisposed ofہوا۔

سید مجاہد علی شاہ:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر:جی،شاہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

سید مجاہد علی شاہ:جناب سپیکر!چونکہ آج ایجوکیشن کے حوالے سے بات ہو رہی ہے اس لئے میں آپ کی وساطت سے منسٹر صاحب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ جو ہمارے پرائیویٹ سکولز ہیں ان کے متعلق کوئی ضابطہ اخلاق یا کوئی ایسا سلسلہ جو ان کے کنٹرول میں ہو وہ ہے؟یا پھر ان کو کھلی چھٹی ہے کہ جو اپنی مرضی آئے وہ قانون بنائیں اور جس طریقے سے مرضی ان کو چلائیں۔اس حوالے سے پہلے بھی کئی مرتبہ بات ہوئی ہے تو میں صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ پرائیویٹ سکول بھی ان کے کنٹرول میں آتے ہیں یا وہ آزاد ہیں یا پنجاب حکومت کے کنٹرول میں نہیں آتے؟شکریہ

جناب سپیکر:جی،وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم:جناب سپیکر!آپ ہی کے حکم کے مطابق یہاں پر ہاؤس کی ایک کمیٹی بنی ہوئی ہے جس میں تمام پارٹیوں کی نمائندگی ہے۔وہ کمیٹیregularly meetکرتی ہے اور قانون سازی کے

لئے deliberations ہو رہی ہیں لیکن ان کو ایک problem یہ آیا کہ پرائیویٹ سیکٹر کا جو ڈیٹا تھا وہ مہیا نہیں تھا کہ کتنے پرائیویٹ سیکٹر میں سکول ہیں، کون سی category کے ہیں، انگریزی میڈیم کے کون سے ہیں؟ اردو میڈیم کے کون سے ہیں اور ٹیچر کی کتنی تنخواہ ہے؟ اب چونکہ ملک احمد صاحب اس کمیٹی کو convene کر رہے ہیں امید تو یہ کی جاتی ہے کہ جب ان کی سفارشات ہمیں پہنچ جائیں گی تو ہم اس قابل ہو جائیں گے کہ ہم اس کی ایک regulatory authority، ایسا ایک لاء بنا دیں جس سے شاہ صاحب نے جو باتیں کی ہیں وہ ساری کنٹرول ہو جائیں گی۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ شاہ صاحب! کافی detail کے ساتھ جواب آگیا ہے۔

سید مجاہد علی شاہ: جناب سپیکر! ایک چیز کا یہ ضرور نوٹس لیں کہ یہ سکول جب شروع ہوتے ہیں تو اس وقت یہ ایک ماہ کی فیس لیتے ہیں، اس کے بعد انھوں نے شروع کر دیا کہ دو ماہ کی ایڈوانس فیس دیں۔ پھر نوٹس آگیا کہ تین ماہ کی فیس ایڈوانس دیں۔ اب چار ماہ کی ایڈوانس فیس پر سکول چلنا شروع ہو گئے ہیں۔ اس سے یہ ہوتا ہے کہ وہ فیس لے کر بنک میں جمع کرا دیتے ہیں اور اس کے interest سے سکول چلاتے ہیں۔ یہ ایک انڈسٹری بن گئی ہے۔ اس حوالے سے مہربانی کر کے نوٹس لیں۔ لوگ اپنے بچوں کو اس طرح سے سکولوں میں نہیں پڑھا سکتے ہیں۔

صاحبزادہ مزمل الرشید عباسی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں۔

صاحبزادہ مزمل الرشید عباسی: جناب سپیکر! یہ بات بالکل درست ہے۔ جیسے شاہ صاحب نے فرمایا کہ ہمارا بالکل ہی کنٹرول نہیں ہے جو پرائیویٹ سیکٹر پر ایجوکیشن دے رہے ہیں۔ ان لوگوں نے مکمل طور پر اس ایجوکیشن کو ایک بزنس بنایا ہوا ہے اور شاہ صاحب کی یہ بات بالکل بجا ہے کہ وہ اب طالبعلموں کے والدین سے ایڈوانس فیسیں لے کر ہی اپنے ان اداروں کو چلا رہے ہیں، نہ ہی ان کا کوئی criteria ہے، کوئی سا بھی ایک گھر کرائے پر لے لیتے ہیں اور اس پر ایک سکول یا کالج کھول لیا جاتا ہے۔ اس طرح سے ہماری حکومت کا ان پر کوئی چیک اینڈ بیلنس نہیں ہے کہ وہ اپنے dues کس حساب سے raise کرتے ہیں۔ ہر چھ ماہ کے بعد ان کے dues raise ہوتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ اس طرح سے ہمارا یہ ایجوکیشن سسٹم مکمل طور پر کمرشلائز ہو گیا ہے۔ خدارا! اس پر ہماری گورنمنٹ کو ضرور چیک اینڈ بیلنس رکھنا چاہئے۔ اس پر ہماری گورنمنٹ کی کوئی

ایسی proposals ہیں تو ضرور لائیں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ منسٹر صاحب نے سن لیا ہے وہ ضرور اس کا نوٹس لیں گے۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

ایف اے کی سطح پر موسیقی کی جگہ نئے مضامین کا اجراء

*2415: سید احسان اللہ وقاص: کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سال 2003 میں لاہور بورڈ کے ایف اے کے امتحان میں موسیقی کے مضمون میں صرف سات طلباء و طالبات شریک ہوئے گزشتہ تین سالوں میں ہر سال لاہور بورڈ کے ایف اے کے امتحان میں اس مضمون میں کتنے طلبہ و طالبات شریک ہوئے؟

(ب) موسیقی کے کتنے اساتذہ کرام مختلف کالجوں میں تعینات کئے گئے ہیں، تو کہاں کہاں اور اگر کہیں تعینات نہیں کئے گئے تو اس کی کیا وجہ ہے؟

(ج) کیا ایسا مضمون جسے طلباء کی اتنی کم تعداد پڑھنے کے لئے منتخب کرتی ہو، اس کا بطور مضمون رکھنا کیوں ضروری ہے، کیا اس کی جگہ جدید دور کے نئے مضامین شروع نہیں کئے جاسکتے؟

وزیر تعلیم:

(الف) امسال (2003) انٹرمیڈیٹ پارٹ I& II کے سالانہ امتحان میں موسیقی کا کوئی بھی امیدوار شریک نہیں ہوا گزشتہ تین سالوں کے دوران صرف سال 2002 کے انٹرمیڈیٹ پارٹ ون امتحان میں ایک امیدوار نے موسیقی کا مضمون منتخب کیا اور امتحان میں شریک ہوا۔

(ب) پنجاب کے کسی کالج میں ماسوائے ہوم اکنامکس کالج لاہور جس کا پنجاب یونیورسٹی سے الحاق ہے، موسیقی کے اساتذہ تعینات نہ ہیں اس لئے کہ کسی کالج میں موسیقی کی منظور شدہ اسامی نہ ہے۔

(ج) کسی بھی مضمون کے اجراء کے سلسلے میں Curriculum Wing, Ministry of Education, Islamabad ہدایات جاری کرتا ہے، تاہم یہ طلباء/طالبات پر منحصر ہے کہ وہ کون کون سے مضامین لیتے ہیں، جہاں تک دور جدید کے مضامین کا تعلق ہے وہ بھی کالجز میں متعارف کروائے جاتے ہیں۔

محکمہ تعلیم میں PPSC کے ذریعے بھرتی ہونے والے اساتذہ کی تفصیلات

*2583: سید احسان اللہ وقاص: کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ تعلیم میں ایسوسی ایٹ پروفیسرز، اسسٹنٹ پروفیسرز اور لیکچرارز کی بھرتی حکومت نے پہلی مرتبہ 2002 میں Contract Basis پر بذریعہ پنجاب پبلک سروس کمیشن کی؟

(ب) مذکورہ اسامیوں کے لئے کتنے امیدواروں نے 1998، 1999 اور 2000 میں apply کیا؟

(ج) کیا حکومت Contract Basis پر بھرتی ہونے والے امیدواروں کو Service Security کی ضمانت دے سکتی ہے اور کیسے یا متذکرہ اسامیوں کو آئندہ Contract کی بجائے Regular Basis پر پُر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر تعلیم:

(الف) یہ درست ہے کہ حکومت نے محکمہ تعلیم میں ایسوسی ایٹ پروفیسر، اسسٹنٹ پروفیسر اور لیکچرارز کی بھرتی پہلی مرتبہ 2001 تا 2002 میں کنٹریکٹ کی بنیاد پر بذریعہ پنجاب پبلک سروس کمیشن کی۔

(ب) مذکورہ اسامیوں کے لئے 1998، 1999 اور 2000 میں کنٹریکٹ کی بنیاد پر کسی امیدوار نے درخواست جمع نہ کروائی ہے اور نہ ہی کمیشن نے کسی کی تقرری کی ہے، تاہم ریگولر بنیاد پر درخواست دہندہ امیدواران کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

	1998	1999	2000
ایسوسی ایٹ پروفیسر	513		
اسسٹنٹ پروفیسر	2883		
لیکچرارز	25675		

(ج) کنٹریکٹ اساتذہ کی اعلیٰ کارکردگی پر ان کے کنٹریکٹ کی مدت میں توسیع کی جا سکتی ہے، خراب کارکردگی پر ان کی سروس سکیورٹی کی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ کنٹریکٹ پر بھرتی ہونے

والے امیدواران کو مقررہ مدت (پانچ سال) کے لئے طے شدہ شرائط پر بھرتی کیا گیا ہے جن کو وہ تحریری طور پر تسلیم کر چکے ہیں۔ پنجاب سول سرونٹ ایکٹ1974 کے سیکشن 2(i)(b)(ii) کے تحت کنٹریکٹ پر بھرتی کئے جانے والے ملازمین، سرکاری ملازمین یعنی سول سرونٹ کے زمرے میں نہیں آتے۔ مستقل ان ملازمین کو کیا جاتا ہے جن کی تقرری ابتدائی طور پر عارضی بنیادوں پر کی گئی ہو چونکہ کنٹریکٹ ملازمت قانون کے تحت مستقل نہیں ہو سکتی لہذا کنٹریکٹ اساتذہ کو مستقل کرنے کی کوئی تجویز زیر غور نہ ہے۔

گورنمنٹ گل بہار مڈل سکول والٹن روڈ لاہور کینٹ میں فرنیچر کی فراہمی

*3315: محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) گورنمنٹ گل بہار مڈل سکول والٹن روڈ کینٹ لاہور میں طلباء کی تعداد کیا ہے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ سکول میں بچوں کے بیٹھنے کے لئے کوئی فرنیچر نہ ہے جبکہ حکومتی پالیسی کے مطابق ہر سکول میں فرنیچر مہیا کرنا ضروری ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ سکول میں فرنیچر مہیا کرنے کے لئے حکومت نے گرانٹ منظور کی ہے؟

(د) اگر جز(ب تا ج) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت متذکرہ سکول کے بچوں کے لئے فرنیچر مہیا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تعلیم:

(الف) گورنمنٹ گل بہار مڈل سکول والٹن روڈ لاہور کینٹ سکول میں طلباء کی تعداد 357 ہے۔

(ب) درست نہ ہے۔ طلباء کے لئے فرنیچر موجود ہے تاہم فرنیچر کی کمی عدم دستیاب سہولتوں (Missing Facilities) کے ضمن میں ترجیحی بنیادوں پر پوری کی جارہی ہے۔

(ج) عدم دستیاب سہولتوں (Missing Facilities) کے ضمن میں حکومت ترجیحی بنیادوں پر سہولیات فراہم کر رہی ہے۔

(د) درج بالا جوابات کی روشنی میں جز(د) کی وضاحت کر دی گئی ہے۔

گورنمنٹ گل بہار مڈل سکول والٹن روڈ لاہور کینٹ کی مرمت

*3316: محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گورنمنٹ گل بہار مڈل سکول والٹن روڈ کینٹ لاہور کی بالائی منزل سکول ہذا کے عملہ، ہیڈ ماسٹر اور معززین علاقہ کے تعاون سے اپنی مدد آپ کے تحت بنائی گئی تھی اب مرمت طلب ہے؟

(ب) مذکورہ سکول کی آخری بار مرمت کب اور کتنے فنڈ سے ہوئی؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ سکولوں کی مرمت کے لئے حکومت سالانہ فنڈ مختص کرتی ہے، کیا مذکورہ سکول کے لئے بھی کوئی فنڈ مختص کیا گیا ہے؟

(د) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ سکول کی مرمت کروانے کو تیار ہے، تو کب تک، اگر نہیں تو وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تعلیم:

(الف) گورنمنٹ مڈل سکول گل بہار کالونی والٹن روڈ لاہور کینٹ کی عمارت کی بالائی منزل کی تعمیر جو کہ چار کمروں (سائز 31x15) پر مشتمل ہے کی تعمیر کا آغاز 1995 میں اپنی مدد آپ کے تحت کیا گیا، ان کمروں کے فرش، پلستر، دروازے، کھڑکیاں اور الیکٹرک وائرنگ کا کام تاحال باقی ہے۔

(ب) مذکورہ سکول کے نچلے حصے کی مرمت 2001 میں سکول مینجمنٹ کمیٹی فنڈز سے مبلغ 17,109 روپے سے کی گئی۔

(ج) یہ درست ہے کہ سکولوں کی مرمت کے لئے حکومت سالانہ فنڈز مختص کرتی ہے لیکن مذکورہ سکول کے لئے اس سال فنڈز مختص نہیں کئے گئے۔

(د) مرحلہ وار پروگرام کے تحت اس سکول کی مرمت کے لئے بھی فنڈز فراہم کرنے کے اقدامات کئے جائیں گے۔

گورنمنٹ جونیئر گرلز سکول مجاہد آباد کالونی لاہور میں ٹیچرز اور فرنیچر کی کمی

*3440(A): حاجی محمد اعجاز: کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا گورنمنٹ جونیئر گرلز سکول نمبر 2 المعروف لال سکول مجاہد آباد کالونی لاہور میں ٹیچرز کی تعداد پوری ہے، اگر کم ہے تو کب تک پوری کر دی جائے گی؟

(ب) کیا ہر کلاس میں زیر تعلیم بچوں کے لئے فرنیچر پورا ہے، اگر نہیں تو کیا حکومت اس سکول کو مزید فرنیچر مہیا کرنے کو تیار ہے، نہیں تو وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تعلیم:

(الف) سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ گرلز مڈل سکول نمبر 2 المعروف لال سکول مجاہد آباد کالونی لاہور میں اس وقت ٹیچرز کی منظور شدہ تعداد 8 اور تعداد طالبات 437 ہے تاہم طالبات کی تعداد کے پیش نظر اساتذہ کی کمی سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کی طرف سے بھرتی کے بعد پوری کر دی جائے گی۔ تفصیل منظور شدہ اسامیوں اور خالی اسامیوں کی تعداد درج ذیل ہے۔

نام اسامی	گریڈ	تعداد اسامیاں منظور شدہ	کیفیت
SST	16	1	پُر ہے
SV	09	1	پُر ہے
PTC	07	5	پُر ہے
CT	09	1	پُر ہے

کلاس وار تعداد طالبات درج ذیل ہیں۔

پریپ	57	اول	67
دوئم	54	سوئم	57
چہارم	46	پنجم	41
ششم	47	ہفتم	38 اور ہشتم۔30

(ب) سکول ہذا میں زیر تعلیم بچوں کی تعداد کے مطابق فرنیچر کی کمی کو وسائل کی دستیابی کی صورت میں پورا کر دیا جائے گا۔

ضلع شیخوپورہ۔اساتذہ کو تنخواہوں کی ادائیگی میں تاخیر اور حکومتی اقدامات

*3541: محترمہ صغیرہ اسلام: کیا وزیر تعلیم از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ضلع شیخوپورہ میں اساتذہ کی تنخواہوں کے سلسلے میں بہت دشواری ہے؟
(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ تنخواہ اکثر ہر ماہ کے دوسرے یا تیسرے ہفتے ادا کی جاتی ہے؟
(ج) کیا حکومت تنخواہوں کی ادائیگی کے طریقے کو آسان بنانے اور تنخواہ کی بروقت ادائیگی کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر تعلیم:

(الف) یہ درست نہ ہے کہ ضلع شیخوپورہ میں اساتذہ کو تنخواہوں کی ادائیگی کے سلسلہ میں بہت دشواری ہے، تاہم ضلع کے دور دراز کے علاقوں میں قائم سکولوں کی تنخواہیں مختلف بنکوں کے ذریعے منتقل ہونے کے باعث چند ایام کی تاخیر سے تنخواہیں ادا ہو جاتی ہیں۔
(ب) جز(الف) کے جواب میں وضاحت پیش کر دی گئی ہے۔
(ج) اس وقت ڈسٹرکٹ اکاؤنٹس آفس شیخوپورہ میں تنخواہوں کی ادائیگی کا نظام کمپیوٹرائزڈ نہ ہے، مزید برآں تنخواہوں کی ادائیگی میں مختلف بنکوں کے involve ہونے کے باعث بھی تاخیر ہوتی ہے۔

ضلع شیخوپورہ۔انگلش ٹیچرز کو SST کے برابر سکیل کی عطائیگی

*3688: محترمہ صغیرہ اسلام: کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:
(الف) کیا یہ درست ہے کہ سپریم کورٹ آف پاکستان نے مراسلہ نمبر 7702 مورخہ 3۔مئی 2003 انگلش ٹیچرز کو SST کے برابر سکیل دینے کا فیصلہ صادر فرمایا تھا؟
(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ چند اضلاع میں سپریم کورٹ کے فیصلہ کے مطابق عملدرآمد کر دیا گیا ہے؟
(ج) اگر جز(الف)(ب) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت ضلع شیخوپورہ کی انگلش ٹیچرز کو بھی SST کے برابر سکیل دینے کو تیار ہے، اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تعلیم:

(الف) مراسلہ نمبری 7702/Admn-1(2) مورخہ 03-05-03 دفتر ڈائریکٹر پبلک انسٹرکشن (سیکنڈری) کا تحریر کردہ ہے جس میں سپریم کورٹ آف پاکستان کے احکامات کے تحت ایلیمنٹری انگلش ٹیچرز کو استحقاق کے مطابق بطور SST ترقی دینے کے لئے اہل قرار دیا گیا تھا، اس مراسلہ کے ذریعے محکمہ تعلیم کے ضلعی دفاتر کو برائے عملدرآمد مطلع کیا گیا ہے۔

(ب) درست ہے۔

(ج) سپریم کورٹ آف پاکستان کے احکامات کی روشنی میں ضلع شیخوپورہ کی 305 ایلیمنٹری انگلش ٹیچرز کی منظور شدہ پوسٹوں میں سے 123 کو ریگولر کر دیا گیا ہے اور 53 کے ورکنگ پیپرز تیار ہیں، جبکہ 38 کی انکوائری زیر التواء ہے اور 91 پوسٹیں خالی ہیں۔

لاہور شہر میں ضم کردہ سکولوں کی تفصیل اور مسائل

*4269: محترمہ فرح اقبال خان: کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) یکم جنوری 2001 سے آج تک لاہور شہر کے کتنے سکولوں کو نزدیکی ہائی سکولوں میں ضم کیا گیا، ان سکولوں کے نام اور جن ہائی سکولوں میں ضم کیا گیا ان کے ناموں کی تفصیل سے آگاہ کیا جائے؟

(ب) کتنے ضم کردہ سکولوں کو دوبارہ پہلے والی پوزیشن پر بحال کر دیا گیا، ان سکولوں کے نام کیا ہیں؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ گورنمنٹ ادبستان نورین پرائمری سکول لاہور کینٹ کو گورنمنٹ گلبرگ ہائی سکول لاہور کینٹ میں ضم کیا گیا ہے مگر گورنمنٹ ادبستان نورین P/S لاہور کینٹ میں لیڈی سٹاف ہے جبکہ گورنمنٹ گلبرگ ہائی سکول لاہور کینٹ میں سٹاف مردانہ ہے جس کی وجہ سے گورنمنٹ ادبستان نورین P/S لاہور کینٹ میں والدین نے اپنی بچیاں دیگر سکولوں میں داخل کروانا شروع کر دی ہیں؟

(د) کیا حکومت گورنمنٹ ادبستان نورین P/S لاہور کینٹ کو دوبارہ سابق انتظامیہ کے حوالے کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تعلیم:

(الف) یکم جنوری 2001 سے آج تک 32 سکولوں کو نزدیکی ہائی سکولوں میں ضم کیا گیا ہے، ان سکولوں کے نام اور جن ہائی سکولوں میں انہیں ضم کیا گیا ہے ان کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) ان میں سے کسی بھی ضم کردہ سکول کو پہلے والی پوزیشن پر بحال نہیں کیا گیا۔

(ج) یہ درست ہے کہ گورنمنٹ ادبستان نورین پرائمری سکول لاہور کینٹ جسے 01-05-13 کو گورنمنٹ گلبرگ ہائی سکول لاہور کینٹ میں ضم کیا گیا کا تمام سٹاف خواتین پر مشتمل ہے جبکہ گورنمنٹ گلبرگ ہائی سکول، لاہور کینٹ کا تمام سٹاف مردانہ ہے لیکن چونکہ گورنمنٹ ادبستان

نورین پرائمری سکول علیحدہ بارپردہ عمارت میں چل رہا ہے لہذا یہ درست نہ ہے کہ اس سکول کی طالبات کے والدین نے انہیں دوسرے سکولوں میں داخل کرانا شروع کر دیا ہے۔

(د) جز(ب) کے جواب میں پیش کی گئی وضاحت کی روشنی میں گورنمنٹ ادبستان نورین P/S کو سابق حالت میں لانے کی کوئی تجویز زیر غور نہ ہے۔

گوجرانوالہ شہر، بوائز ہائی سکولوں اور سٹاف کی تفصیل

*4633: لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) گوجرانوالہ شہر میں اس وقت کتنے گورنمنٹ بوائز ہائی سکول ہیں ان کی مکمل تعداد مع سٹاف بیان کی جائے؟

(ب) کیا ان سکولوں میں عملے کی تعداد پوری ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

(ج) کیا حکومت سکولوں میں سٹاف کی کمی دور کرنے کے لئے تیار ہے۔ تو کب تک، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تعلیم:

(الف) گوجرانوالہ شہر میں اس وقت 18 بوائز ہائی سکول کام کر رہے ہیں، ان کے نام اور تعینات سٹاف کی تعداد کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

No.	Name of School	Working Posts	Vacant Posts
1.	Govt. A.D.Model H/S, GRW.	52	-
2.	Govt. A.M.Isl: H/S No.1, GRW.	28	05
3.	Govt. A.N.Isl: H/S No.2, GRW	30	01
4.	Govt. Mahboob Alam Isl: H/S	25	01
5.	Govt: Jinnah Memorial H/S, GRW	22	-
6.	Govt: P.B.Model H/S, GRW.	52	-
7.	Govt: Hamid Ali Mem: H/S, GRW	08	-
8.	Govt: F.C. Isl: H/S, GRW	14	01
9.	Govt. M.S. Isl: H/S, GRW	27	04
10.	Govt. F.D.Isl: H/S, GRW	10	-
11.	Govt. Iqbal H/S, GRW	19	-
12.	Govt. M.T. H/S, GRW	33	01
13.	Govt. H/S, Dhulley, GRW	53	04
14.	Govt. Public H/S, GRW	13	02
15.	Govt: Millat H/S, GRW	25	02
16.	Govt. H/S, Khiali, GRW	58	-
17.	Govt T.N.Muslim H/S, GRW	27	01
18.	Govt. Comprehensive School, GRW	61	-

(ب) ان سکولوں میں 557 اساتذہ تعینات ہیں جبکہ اساتذہ کی 22 اسامیاں خالی ہیں۔

(ج) بھرتی اور تبادلہ جات پر عائد پابندی کے خاتمہ پر ان سکولوں میں سٹاف کی کمی کو دور کرنے کے اقدامات کئے جا سکیں گے۔

صوبہ میں قائم سیکنڈری بورڈز، چیئر مین، سیکرٹریز اور دیگر متعلقہ تفاصیل

*4786: لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) صوبہ میں قائم سیکنڈری ایجوکیشن بورڈز کے نام اور یہ کب سے کام کر رہے ہیں؟

(ب) ان بورڈز کے چیئر مین اور سیکرٹریز کی اسامیاں کس کس گریڈ کی منظور شدہ ہیں اور ان کے لئے کیا تعلیمی قابلیت اور تجربہ ہونا ضروری ہے؟

(ج) ان اسامیوں پر تعینات موجودہ افراد کے نام، عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت اور تجربہ کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(د) ان میں سے کتنے ملازمین کا گریڈ اور تجربہ ان اسامیوں کے معیار سے کم ہے اور ان کو تعینات کرنے کی وجوہات کیا ہیں؟

(ہ) کیا حکومت عرصہ تین سال سے زائد ان اسامیوں پر تعینات افراد کو تبدیل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تعلیم:

(الف) بورڈ آف انٹر میڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن، بہاولپور، اکتوبر 1977 میں قائم ہوا۔
بورڈ آف انٹر میڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن، ڈی جی خان اکتوبر 1989 میں قائم ہوا۔
بورڈ آف انٹر میڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن، فیصل آباد اکتوبر 1988 میں قائم ہوا۔
بورڈ آف انٹر میڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن، راولپنڈی اکتوبر 1977 میں قائم ہوا۔
بورڈ آف انٹر میڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن، سرگودھا اکتوبر 1986 میں قائم ہوا۔
بورڈ آف انٹر میڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن، ملتان اکتوبر 1968 میں قائم ہوا۔
بورڈ آف انٹر میڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن، گوجرانوالہ اکتوبر 1986 میں قائم ہوا۔
بورڈ آف انٹر میڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن، لاہور اکتوبر 1954 میں قائم ہوا۔

(ب) پنجاب بورڈز آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن کے چیئرمین صاحبان کی اسامی گریڈ20اور سیکرٹری صاحبان کی اسامی گریڈ18/19 کی ہیں ان کی تعلیمی قابلیت کے ساتھ انتظامی امور کے تجربہ کو ترجیح دی جاتی ہے۔

(ج) چیئرمین

بورڈ	نام	گریڈ	تعلیمی قابلیت	تجربہ
بہاولپور	مسز بلقیس اکرم	20	ایم اے فارسی	36سال
ڈی جی خان	زاہد حسین خان	19	ایم ایس سی،ایم ایڈ	28سال
فیصل آباد	ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن طاہر	20	پی ایچ ڈی	30سال
راولپنڈی	عزیز احمد ہاشمی	20	پی ایچ ڈی	32سال
سرگودھا	محمد افضل ربانی	20	پی ایچ ڈی	21سال
ملتان	رحمت اللہ خان سوری	20	ماسٹر ڈگری ایم ایڈ	37سال
گوجرانوالہ	محمد اسلم غوری	20	پی ایچ ڈی	35سال
لاہور	ڈاکٹر ذکریا بٹ	20	پی ایچ ڈی	سال

سیکرٹریز

بورڈ	نام	گریڈ	تعلیمی قابلیت	تجربہ
بہاولپور	وحید اختر	18	ایم اے باٹنی	25 سال
ڈی جی خان	شاہد پرویز	18	ایم ایس سی باٹنی	28سال
فیصل آباد	سید ریاض حسین	19	پی ایچ ڈی	30سال
راولپنڈی	ہمایوں اقبال	18	ایم ایس سی باٹنی	22سال
سرگودھا	ملک ظفر اقبال	18	ایم اے کمپیوٹر سائنس	21سال
ملتان	محمد اصغر علی	18	ایم ایس سی اسٹیٹسٹکس	37سال
گوجرانوالہ	چودھری محمد انور	18	ایم اے اکنامکس	35سال
لاہور	حاجی محمد ڈوگر	18	ایم اے اسلامیات	20سال

(د) تمام بورڈز میں چیئرمین / سیکرٹری صاحبان اسامیوں کے مطلوبہ گریڈ، تعلیمی قابلیت اور انتظامی امور کے تجربہ کے مطابق تعینات ہیں۔ تاہم بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن ڈیرہ غازی خان کے چیئرمین گریڈ19 کے ہیں ان کو حکومت نے ان کے بہتر انتظامی تجربہ کی بناء پر تعینات کیا تھا۔

(ہ) چیئرمین صاحبان اور سیکرٹری صاحبان کو حکومت تین سال کے لئے ڈیپوٹیشن پر تعینات کرتی ہے۔ ڈیپوٹیشن پالیسی کے مطابق افسران تین سال کے بعد خود بخود محکمہ تعلیم کو واپس رپورٹ کرنے کے پابند ہوتے ہیں، تاہم محکمہ خزانہ اور وزیراعلیٰ پنجاب ڈیپوٹیشن کے عرصہ میں بالترتیب ایک سال اور دو سال کے اضافہ کا اختیار رکھتے ہیں۔

بہاؤالدین ذکریا یونیورسٹی ملتان، 2002 تاحال، بھرتی کی تفصیل

*4989: **ملک محمد اقبال چنڑ:** کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) یکم جنوری 2002 سے آج تک بہاؤالدین ذکریا یونیورسٹی ملتان میں جن افراد کو بھرتی کیا گیا، ان کے نام، ولدیت، عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت، ڈومیسائل اور پتاجات کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) اگر ان افراد کو میرٹ پر بھرتی کیا گیا تو میرٹ بنانے کا طریق کار اور میرٹ لسٹ فراہم کی جائے؟

(ج) میرٹ بنانے والے اور ریکروٹمنٹ کمیٹی میں شامل افسران کے نام، گریڈ، عہدہ اور موجودہ جگہ تعیناتی کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(د) اگر یہ بھرتی باقاعدہ اخبارات میں تشہیر کر کے کی گئی تو ان اخبارات کے نام، تاریخ مع نقل فراہم کی جائے؟

(ہ) جن افراد کو رولز میں نرمی کر کے بھرتی کیا گیا ان کے نام، ولدیت، عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت مع رولز میں نرمی کرنے کی وجوہات بیان فرمائیں؟

وزیر تعلیم:

(الف) یکم جنوری 2002 سے آج تک بہاؤالدین ذکریا یونیورسٹی ملتان میں جن افراد کو بھرتی کیا گیا ان کے نام، ولدیت، عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت، ڈومیسائل اور پتاجات کی تفصیل منسلکہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) میرٹ پر بھرتی کئے جانے والے افراد کی لسٹ اور میرٹ کا طریق کار کی تفصیل منسلکہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) میرٹ بنانے والے اور ریکروٹمنٹ کمیٹی میں شامل افسران کے نام، گریڈ، عہدہ، اور موجودہ جگہ تعیناتی کی تفصیل منسلکہ (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) جس بھرتی کے لئے باقاعدہ اخبارات میں تشہیر کے لئے اشتہار دیا گیا ہے اس کی کٹنگ منسلکہ (د) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ہ) یونیورسٹی ہذا نے کسی بھی فرد کو بھرتی کرنے کے لئے کسی قسم کی نرمی نہ دی ہے اور تمام تقرریاں یونیورسٹی رولز کے مطابق کی گئی ہیں۔

راولپنڈی،04-2003، پابندی کے باوجود اساتذہ کے تبادلوں کی وجوہات

*5041: جناب محمد وقاص: کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) وزیر اعلیٰ کے ٹرانسفر پر پابندی کے واضح احکامات کے باوجود 2003 تا 2004 ضلع راولپنڈی کے کتنے اساتذہ کو ٹرانسفر کیا گیا؟

(ب) مذکورہ اساتذہ کے نام، ٹرانسفر سے پہلے کا مقام اور بعد کی جگہ کے بارے میں معلومات فراہم کی جائیں؟

(ج) ٹرانسفرز کی عمومی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تعلیم:

(الف) ضلع راولپنڈی میں سال 2003 تا 2004 تبادلہ جات پر پابندی کے دوران وزیر اعلیٰ کے احکامات کے تحت 41 اساتذہ کا تبادلہ کیا گیا۔

(ب) مذکورہ اساتذہ کے نام، ٹرانسفر سے پہلے کا مقام اور بعد کی جگہ کے بارے میں معلومات ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔

(ج) تبادلہ جات وزیر اعلیٰ کے ڈائریکٹو کے تحت انتظامی امور یا طبی بنیاد کی وجوہات پر ہوئے۔

راولپنڈی، EST/SV، اساتذہ کی ترقی میں تاخیر کا جواز

*5042: جناب محمد وقاص: کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) محکمہ تعلیم کے سکولوں میں EST/SV پوسٹوں پر ترقی کا کیا طریق کار ہے؟

(ب) ضلع راولپنڈی میں گزشتہ دو سال سے ان پوسٹوں پر اساتذہ کی ترقی کیوں نہیں ہوئی جبکہ دیگر اضلاع میں ہو چکی ہے رکاوٹ کیا رہی ہے؟

(ج) ضلع راولپنڈی میں مذکورہ پروموشنز کا کب تک ارادہ ہے؟

وزیر تعلیم:

(الف) محکمہ تعلیم میں PTC سے SV/EST کی اسامیوں پر ترقی نہیں دی جاتی بلکہ یہ اسامیاں بذریعہ 50 فیصد ان سروس کوٹا برائے تقرری کے ذریعہ مطلوبہ تعلیمی قابلیت ایف اے، سی ٹی، بی اے۔ بی ایڈ، کی بنیاد پر ان سروس اساتذہ کی تقرری کرکے پر کی جاتی ہیں۔

(ب) ان سروس کوٹا میں اسامیاں پیدا ہونے پر ان سروس اساتذہ کے ذریعے پر کی جاتی ہیں، ضلع راولپنڈی میں ان سالوں میں ان سروس کوٹا کے ذریعے درج ذیل اسامیاں پر کی گئی ہیں۔

سال	ای ایس ٹی		میزان	ایس وی		میزان	کل میزان
	زنانہ	مردانہ		زنانہ	مردانہ		
2004	--	--	--	--	--		--
2005	--	3	3	--	8	8	11
2006	--	--	--	29	--	29	29
میزان	--	3	3	29	8	37	40

(ج) جز(ب) میں جواب دے دیا گیا ہے۔

انگلش میڈیم سرکاری سکولوں میں وصول کئے جانے والے فنڈز کی وصولی اور اخراجات کی تفصیل

*5069: رانا آفتاب احمد خان: کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا پنجاب کے سرکاری سکولوں میں انگلش میڈیم کلاس کے بچوں سے کسی قسم کی کوئی فیس وصول کی جارہی ہے تو کتنی فیس فی طالب علم وصول کی جارہی ہے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ بہت سے سرکاری سکولوں میں فیس کے علاوہ بھی کچھ فنڈز ماہانہ بنیادوں پر وصول کئے جارہے ہیں اگر ہاں تو کس قسم کے فنڈز وصول کئے جارہے ہیں فنڈز کے نام اور رقم بتائی جائے نیز یہ رقم کہاں خرچ کی جاتی ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ گورنمنٹ گرلز پائلٹ ہائی سکول وحدت کالونی لاہور اور کمپری ہنسو ہائی سکول

وحدت روڈ لاہور میں انگلش میڈیم کی بچیوں سے فیس کے علاوہ مبلغ 100 روپے ماہانہ کی بنیاد پر ایک فنڈ وصول کیا جارہا ہے اگر ہاں تو کیوں اور اب تک اس حوالے سے کتنی رقم وصول کی جاچکی ہے اور یہ رقم کہاں صرف کی جاتی ہے نیز کیا پنجاب کے کسی دوسرے سرکاری سکول میں بھی انگلش میڈیم کے بچوں سے ایسا کوئی فنڈ وصول کیا جارہا ہے یا یہ فنڈ صرف ضلع لاہور کے سکولوں سے ہی وصول کیا جارہا ہے؟

(د) پنجاب حکومت کے اعلان اور پالیسی کے مطابق تمام سرکاری سکولوں میں مفت تعلیم مہیا کی جاتی ہے لیکن دوسری طرف مختلف فنڈز کے نام سے بچوں سے رقوم وصولی جاری ہے یہ تضاد کیوں ہے اس کی وضاحت کی جائے نیز کیا یہ فنڈز صوبائی حکومت کے احکامات کے تحت وصول کئے جارہے ہیں کیا اس حوالے سے سرکاری طور پر کوئی تحریری احکامات جاری کئے گئے ہیں اگر جواب اثبات میں ہے تو ان احکامات کی کاپی مہیا کی جائے؟

وزیر تعلیم:

(الف) پنجاب کے سرکاری سکولوں میں انگلش وار دو میڈیم کلاس کے بچوں سے کوئی ٹیوشن فیس وصول نہیں کی جارہی ہے۔

(ب) سرکاری سکولوں میں کسی قسم کی فیس وصول نہیں کی جارہی البتہ تمام فنڈز کو یکجا کر کے ایک فنڈ فروغ تعلیم وصول کیا جارہا ہے جو کہ سکول کی ترقی اور طلباء کی فلاح و بہبود کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

پرائمری (اول تا پنجم)	ایک روپیہ
مڈل (ششم تا ہشتم)	چھ روپے
ہائی (نہم دہم)	سات روپے

(ج) گورنمنٹ پائلٹ سیکنڈری سکول فار گرلز وحدت کالونی اور گورنمنٹ کمپری ہنسو گرلز ہائی سکول وحدت روڈ لاہور میں انگلش میڈیم بچیوں سے فروغ تعلیم فنڈ میں مبلغ 100 فی کس کے حساب سے وصول کیا جاتا تھا۔ اب تک ان دونوں سکولوں کے فنڈز میں 185635 روپے جمع ہو چکے ہیں مندرجہ بالا سکولوں کے علاوہ لاہور کے باقی ماندہ سکولز جہاں انگلش میڈیم کلاسز کا اجراء کیا گیا تھا۔ میں بھی سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور کی جانب سے جاری کردہ نوٹیفکیشن نمبر 4755/Acd-

1 مورخہ 02-04-11 کے تحت وصول کیا جاتا رہا ہے تاکہ ان بچوں کو بھی پرائیویٹ انگلش میڈیم سکولز میں موجود سہولیات جیسے ماحول اور سہولیات مہیا کی جا سکیں۔ یہ رقم سکولوں کے مختلف ترقیاتی کاموں طلباء کی فلاح و بہبود اور غریب طلباء کی امداد پر خرچ ہوتی رہی ہے۔ تاہم اب گورنمنٹ آف پنجاب ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کے لیٹر نمبر SO(A-II)1-19/04 مورخہ 16-06-04 اور سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور کے نمبر 9026/Acd-1 مورخہ 04-06-21 کے تحت انگلش میڈیم طلباء سے کوئی اضافی فیس / فنڈ چارج نہیں کی جا رہی۔

(د) حکومت پنجاب کے جاری کردہ نوٹیفکیشن نمبر SO(A-II)2-5/2003 مورخہ 07-09-04 سے ٹیوشن فیس معاف کر دی گئی ہے جبکہ تمام فنڈز کو یکجا کر کے "فروغ تعلیم فنڈ" وصول کیا جا رہا ہے کیونکہ سکول چلانے کے لئے متفرق اخراجات طلباء کی فلاح و بہبود اور دیگر ضروریات پوری کرنے کے لئے یہ ضروری ہے۔

قصور، ضلعی حکومت کے زیر انتظام سکولوں کی ہیڈ مسٹریسز کی انکوائریوں کی تمام تفصیلات

*5077: رانا آفتاب احمد خان اور محترمہ فرزانہ راجہ: کیا وزیر تعلیم از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ضلع قصور میں ضلعی حکومت کے زیر انتظام مختلف سکولوں کی ہیڈ مسٹریسز کے خلاف انکوائریاں جاری ہیں ان انکوائری کرنے والے آفیسرز کے نام، عہدہ، گریڈ اور مقام تعیناتی کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ تمام انکوائریاں افسران / اہلکاران کی ملی بھگت سے عرصہ دراز سے زیر التواء ہیں نیز جن کے خلاف مذکورہ انکوائریاں جاری ہیں ان کے نام، عہدہ اور مقام تعیناتی کی تفصیل بھی دی جائے؟

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت تمام انکوائریاں جلد از جلد مکمل کروانے کے علاوہ بروقت انکوائریاں مکمل نہ کرنے والے افسران / اہلکاران کے خلاف محکمانہ کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر تعلیم:

(الف) درست نہ ہے۔تاہم 2004-05 میں ضلع قصور میں ضلعی حکومت کے زیر انتظام تین گورنمنٹ گرلزتاایلیمنٹری سکول کی مندرجہ ذیل ہیڈمسٹریسز کے خلاف انکوئریاں چل رہی تھیں جن کا فیصلہ ہو چکاہے تفصیل درج ذیل ہے:۔

ناٹ ہیڈمسٹریس	عہدہ	تفصیل فیصلہ مع تاریخ
مسماۃ تسنیم کوثر SST ہیڈمسٹریس G.G.E.S منیر شہید کالونی قصور	ہیڈمسٹریس	ایک سالانہ ترقی روکے جانے کی سزابذریعہ حکم نمبر 4656/E مورخہ 18-08-04
مسماۃ شفقت بیگم SST - G.C.E.S چھبر	ہیڈمسٹریس	بری کیاگیابذریعہ حکم نمبر 1205/E مورخہ 11-03-05
کشور ناہید SST	ہیڈمسٹریس	بری کیاگیابذریعہ حکم نمبر 1203/E مورخہ 11-03-05

2005 کے بعد کسی ہیڈمسٹریس کے خلاف نہ ہو رہی ہے۔

(ب) جز(الف) کے جواب کی روشنی میں جز(ب) کا سوال غیر متعلقہ ہے۔

(ج) چونکہ انکوائریوں کی تکمیل بروقت کی گئی ہے لہذا کسی بھی انکوائری آفیسر کے خلاف کسی کارروائی کی ضرورت نہ ہے۔

کوٹلی گھاسی ہربنس پورہ لاہور، گرلز پرائمری اور ہائی سکول کے مسائل

*5113: میاں خالد محمود: کیاوزیر تعلیم ازرہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیایہ درست ہے کہ ایم سی پرائمری گرلز سکول کوٹلی گھاسی ہربنس پورہ لاہور میں اساتذہ اور عمارت نہ ہونے کے برابر ہے جس کی وجہ سے تعلیم کا سلسلہ ختم ہو چکاہے اور طالبات سارادن فارغ بیٹھی رہتی ہیں؟

(ب) کیایہ بھی درست ہے کہ مذکورہ سکول کا فنڈ صحیح استعمال نہیں ہو رہااور جو فنڈاستعمال کئے گئے ان کی تفصیل سے ایوان کوآگاہ کیاجائے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ سکول میں لیٹرین، مین گیٹ اور چار دیواری بھی نہ ہے؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ دس ہزار نفوس کی آبادی کے لئے گاؤں میں صرف ایک ہی ایم سی گرلز ہائی سکول ہے جو کہ بچیوں کے لئے ناکافی ہے؟

(ہ) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ ہائی سکول میں اساتذہ کی تعداد بہت کم ہے اگر ہیں تو برائے نام سکول آتی ہیں اور نہ ہی سکول میں فرنیچر موجود ہے اور سکول کی زمین پر کچھ افراد کا ناجائز قبضہ ہے؟

(و) کیا حکومت مذکورہ سکول کو مڈل یا ہائی سکول کا درجہ دینے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی کیا وجہ ہے، تفصیل سے معزز ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر تعلیم:

(الف) کوٹلی گھاسی ہربنس پورہ لاہور میں ایم سی گرلز پرائمری سکول نہ ہے بلکہ ایم سی بوائز پرائمری سکول کوٹلی گھاسی کام کر رہا ہے، جس میں اس وقت تعداد اساتذہ 2 اور تعداد طلباء 106 ہے جبکہ اساتذہ احسن طریقے سے اپنی ڈیوٹی سرانجام دے رہے ہیں اور کسی بھی بچے کو فارغ نہیں بیٹھنے دیا جاتا ہے۔

(ب) یہ درست نہ ہے ایم سی بوائز پرائمری سکول کوٹلی گھاسی کو سکول فنڈ 20 ہزار روپے دیئے گئے تھے۔ جس میں سے اس نے 4 ہزار روپے سکول وائرنگ بجلی اور کنکشن پانی کے لئے خرچ کئے تھے اور بقیہ رقم سکول فنڈ میں موجود ہے۔ فنڈ کے غلط استعمال کی کوئی شکایت نہ ہے۔

(ج) سکول ہذا میں لیٹرین موجود ہے جبکہ مین گیٹ اور چار دیواری بنانے کے لئے آئندہ مالی سال کے سالانہ ترقیاتی پروگرام میں شامل کیا جا رہا ہے۔

(د) ایم سی بوائز پرائمری سکول کوٹلی گھاسی کے نزدیک ہی مڈل اور ہائی سکول موجود ہیں اس لئے فی الحال سکول ہذا کو مڈل یا ہائی کا درجہ دینے کی فوری طور پر کوئی ضرورت نہ ہے۔

(ہ) سکول ہذا میں اس وقت 2 اساتذہ اور 106 بچے زیر تعلیم ہیں فرنیچر کی کمی رواں مالی سال میں پوری کر دی جائے گی نیز سکول کی زمین پر کسی فرد نے ناجائز قبضہ نہیں کر رکھا۔

(و) جز (ہ) میں وضاحت پیش کر دی گئی ہے۔

چک شاہ نواز ضلع پاکپتن، پرائمری سکول میں اساتذہ

کی حاضری اور اپ گریڈیشن کا مسئلہ

*5176: جناب ارشد محمود بگو: کیا وزیر تعلیم از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ چک امر سنگھ عرف چک شاہ نواز ضلع پاکپتن شریف میں کلاس سوئم تک سکول قائم کیا گیا؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ سکول میں اکثر و بیشتر ٹیچرز نہیں آتے جس کی وجہ سے بچوں کی تعلیم کا نقصان ہو رہا ہے؟

(ج) کیا محکمہ ٹیچرز کی حاضری کو سو فیصد کرنے کو تیار ہے؟

(د) کیا حکومت مذکورہ گاؤں کے سکول کو پرائمری پانچویں کلاس تک کرنے کو تیار ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تعلیم:

(الف) درست ہے اس سکول کا اجراء 1982-02-03 کو ہوا اور یہ مکتب سکول کلاس سوم تک کام کر رہا ہے۔

(ب) مذکورہ سکول میں آئمہ مکتب اور پی ٹی سی مدرس تعینات ہیں جو کہ باقاعدگی سے اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں اور یہ درست نہ ہے کہ بچوں کی تعلیم کا نقصان ہو رہا ہے۔

(ج) حکومت نے اساتذہ کی حاضری کو سو فیصد یقینی بنانے کے لئے مانیٹرنگ سیل قائم کیا ہوا ہے جو اس سلسلہ میں مؤثر پیشرفت کر رہا ہے۔

(د) محکمہ تعلیم مذکورہ سکول کو اپ گریڈ کرنے کو تیار ہے۔ اپ گریڈیشن کے معیار میں نرمی کر دی گئی ہے جس کی بدولت اس سکول کو اپ گریڈ کرنے کے لئے Feasibility Report تیار کی جا رہی ہے کیونکہ سکول کا رقبہ 2 کنال ہے تعداد کمرہ جات 4 ہے۔ تعداد طلباء 70 ہے اور ملحقہ آبادی تقریباً 1800 افراد پر مشتمل ہے اور گردونواح میں 4 کلومیٹر کے اندر کوئی سکول نہ ہے لہذا مذکورہ مکتب سکول اپ گریڈیشن برائے پرائمری کے معیار کے تقاضے پورے کرتا ہے۔

اساتذہ کے کیڈرز اور انہیں یکجا کرنے میں حائل مشکلات

*5184: ڈاکٹر سید وسیم اختر: کیا وزیر تعلیم از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) صوبہ پنجاب میں اساتذہ کے کتنے کیڈرز ہیں؟

(ب) ان تمام کیڈرز کو ایک بنا دینے میں کیا رکاوٹ ہے؟

وزیر تعلیم:

(الف) صوبہ پنجاب سکول ایجوکیشن میں اساتذہ کے درج ذیل پانچ کیڈرز کام کر رہے ہیں۔

1۔ جنرل کیڈر 2۔ نیشنلائزڈ کیڈر

3۔ پراونشلائزڈ کیڈر 4۔ ایم سی کیڈر

5۔ ڈسٹرکٹ کونسل کیڈر

(ب) درج بالا تمام کیڈرز حکومت پنجاب کی طرف سے الگ الگ ریکروٹمنٹ رولز کے تحت وجود میں آئے نیز گورنمنٹ کیڈر کے علاوہ ہر کیڈر کے پروموشن کا طریق کار بھی گورنمنٹ کی طرف سے منظور شدہ ہے جسے Equal chance of promotion کے تحت تنخواہ کا تحفظ دیا گیا ہے۔ درج بالا وجوہات کی بناء پر ان تمام کیڈرز کو ایک نہیں بنایا جا سکتا تاہم ماسوائے جنرل کیڈر کے اساتذہ کی بھرتی کسی اور کیڈر میں نہیں ہوتی۔

O.T اساتذہ کے سکیل اور ترقی کے لئے طریق کار کی تفصیل

*5185: ڈاکٹر سید وسیم اختر: کیا وزیر تعلیم از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) پنجاب میں O.T اساتذہ کو کون سا سکیل دیا گیا ہے؟

(ب) O.T اساتذہ کس سکیل تک ترقی کر سکتے ہیں اور اس سلسلہ میں محکمہ نے کیا طریق کار بنایا ہوا ہے؟

وزیر تعلیم:

(الف) پنجاب میں O.T اساتذہ کو سکیل نمبر 9 میں بھرتی کیا جاتا تھا۔

(ب) O.T اساتذہ کو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے بعد سکیل نمبر 15 دے دیا جاتا ہے نیز بی اے، بی ایڈ کی تعلیمی قابلیت کے حصول کے بعد ان سروس کوٹا میں بطور ایس ایس ٹی سکیل نمبر 16 میں تعینات کیا جاتا ہے۔

ڈی پی ایس بورے والا اور آرمی گریژن سکول میلسی
کو ترقیاتی فنڈز کی فراہمی

*5200: چودھری خالد محمود چوہان: کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ کہ ڈی۔پی۔ایس بورے والا، وہاڑی اور آرمی گریژن سکول میلسی کو لاکھوں روپے ترقیاتی کاموں کے لئے دیئے گئے، جس کی پنجاب لوکل گورنمنٹ آرڈیننس 2001 میں کہیں بھی اجازت نہ ہے اور اگر یہ درست ہے تو کس قانون کے مطابق فنڈز جاری کئے گئے ہیں؟

(ب) اگر غیر قانونی ہے تو اب تک فنڈز جاری کرنے کے خلاف قانونی کارروائی کیوں نہیں عمل میں لائی گئی؟

وزیر تعلیم:

(الف) درست ہے۔DPS سکول بورے والا، وہاڑی اور آرمی گریژن سکول میلسی کو گزشتہ سالوں میں ترقیاتی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے ضلعی حکومت نے فنڈز مہیا کئے۔یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ DPS سکول بورے والا اور آرمی گریژن سکول میلسی DCO کی سرپرستی میں قائم ایک باڈی کے زیر انتظام کام کر رہے ہیں۔یہ ادارے سرکاری زمین پر خوشحال پاکستان پروگرام کے تحت 2000-01 میں شروع ہوئے تھے جن کی فنڈنگ آرمی ڈسٹرکٹ مانیٹرنگ ٹیم کے ادوار میں سرکاری فنڈز سے ہوئی تھی۔اس سلسلے کو "ضلعی حکومت" نے جاری رکھا کیونکہ ان چھوٹے شہروں میں معیاری تعلیم کی فراہمی میں ان اداروں کا کردار انتہائی اہم اور قابل فخر ہے۔اسی طرح آرمی گریژن سکول میلسی وہ واحد ادارہ ہے جو علاقے کے لوگوں کو بہترین تعلیمی خدمات مہیا کر رہا ہے نیز اس میں زیادہ تعداد سویلین طلباء وطالبات کی ہے۔لہذا ضلعی حکومت نے اپنے ذرائع سے تعلیم کے فروغ اور ترقی کے لئے فنڈز مہیا کئے کسی DPS یا آرمی سکول کو فنڈز کی فراہمی کی ممانعت نہ ہے، تاہم یہ فنڈز محکمہ تعلیم نے جاری نہ کئے ہیں۔

(ب) درج بالا جواب کی روشنی میں غیر متعلقہ ہے۔

پی پی۔235 وہاڑی میں سکولوں کی تعداد و تفصیل

*5203: چودھری خالد محمود چوہان: کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) پی پی۔235 وہاڑی میں طلباء وطالبات کے پرائمری، مڈل اور ہائی سکولوں کی تعداد کیا ہے اور کہاں

کہاں واقع ہیں؟

(ب) پی پی۔235وہاڑی میں طلباء وطالبات کے پرائمری، مڈل اور ہائی سکولوں کی تعداد جو بغیر چار دیواری اور چھت کے ہیں اور کہاں کہاں واقع ہیں، حکومت کب تک ان سکولوں کی چار دیواری اور چھت مہیا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اور اگر نہیں تو اس کی وجوہات بیان فرمائیں؟

وزیر تعلیم:

(الف) پی پی۔235وہاڑی میں طلباء وطالبات کے پرائمری / مڈل اور ہائی سکولوں کی تعداد درج ذیل ہے:۔

پرائمری سکول		مڈل سکولز		ہائی سکولز	
طلباء	طالبات	طلباء	طالبات	طلباء	طالبات
81	65	17	38	10	7

ان سکولوں کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) پی پی۔235 میں طلباء / طالبات کے بغیر چار دیواری کے پرائمری، مڈل اور ہائی سکولز کی تعداد درج ذیل ہے جبکہ ان کے ناموں کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے، مرحلہ وار پروگرام عدم دستیاب سہولتوں(Missing Facilities) کے تحت ان سکولوں کو بھی چار دیواری اور چھت فراہم کر دی جائے گی۔

پرائمری سکول		مڈل سکولز		ہائی سکولز	
طلباء	طالبات	طلباء	طالبات	طلباء	طالبات
55	08	04	NIL	07	01

لاہور، گورنمنٹ گرلز مڈل سکول ہنجروال کی تعمیر و مرمت

*5262: ملک محمد افضل کھوکھر: کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ہنجروال ملتان روڈ لاہور میں گورنمنٹ مڈل گرلز سکول کی بلڈنگ خستہ حال ہو چکی ہے؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ سکول کی بلڈنگ کی تعمیر / مرمت کروانے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک، اگر نہیں تو وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تعلیم:

(الف) درست نہ ہے۔ ہنجروال ملتان روڈ لاہور میں گورنمنٹ مڈل گرلز سکول ابتدائی طور پر موجود پانچ کمروں پر مشتمل تھا جو کہ صحیح حالت میں ہیں جبکہ Helpline N.G.O نے C.P.P کے تعاون سے 7 کمرے 21 لاکھ روپے کی لاگت سے بنوائے ہیں اور مزید کمرے بنوانے کا ارادہ رکھتی ہے۔

(ب) جز (الف) کے جواب کی روشنی میں وضاحت موجود ہے۔

مانگا منڈی لاہور، موضع بھیل اور دھاریوال
پرائمری سکولز کے لئے عمارات کی فراہمی

*5263: ملک محمد افضل کھوکھر: کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مانگا منڈی لاہور کے نواحی گاؤں بھیل اور دھاریوال میں بوائز اور گرلز پرائمری سکولوں کی عمارتیں نہیں ہیں، ان گاؤں اور دیگر نزدیکی علاقوں کے بچے اور بچیاں کھلے آسمان تلے تعلیم حاصل کر رہے ہیں، عمارتیں نہ ہونے کی وجہ سے اکثر بچے اور بچیاں تعلیم سے محروم رہ جاتے ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ دھاریوال میں ایک شخص نے گرلز پرائمری سکول کے لئے 2 کنال اراضی بطور عطیہ دی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ سکولوں کی عمارتیں تعمیر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک، اگر نہیں تو وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تعلیم:

(الف) جزوی طور پر درست ہے کہ گاؤں بھیل میں بوائز پرائمری سکول کی عمارت موجود نہ ہے لیکن اسی گاؤں میں گرلز پرائمری سکول اپنی عمارت میں کام کر رہا ہے جو کہ 2 کمروں اور برآمدے پر مشتمل ہے اور بچیوں کی تعداد 362 ہے علاوہ ازیں نواحی قصبہ دھاریوال میں صرف لڑکوں کا پرائمری سکول موجود ہے جس میں 70 بچے اور 46 بچیاں تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور ان طالبعلموں کے لئے 2 کمرے دستیاب ہیں مزید برآں ڈیڑھ کلومیٹر کے فاصلے پر دھاریوال میں گرلز ایلیمنٹری سکول بھی بچیوں کی تعلیم

کے لئے موجود ہے۔

(ب) یہ درست نہ ہے دفتری ریکارڈ کے مطابق کسی بھی شخص نے رقبہ سکول کے لئے وقف نہ کیا ہے۔

(ج) محکمہ تعلیم ضلعی حکومت قصور کی رپورٹ کے مطابق فنڈز اور جگہ دستیاب ہونے پر مذکورہ قصبہ جات میں سکول تعمیر کر دیئے جائیں گے۔

محکمہ تعلیم، فیصل آباد، 04-2002، فراہم کردہ رقم اور اخراجات کی تفصیل

*5275: **ملک اصغر علی قیصر**: کیا وزیر تعلیم از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) محکمہ تعلیم ضلع فیصل آباد کو سال 03-2002 اور 04-2003 میں کتنی رقم فراہم کی گئی تھی؟

(ب) کتنی رقم خرچ ہوئی اور کتنی رقم Surrender کی گئی؟

(ج) کتنی رقم سرکاری ملازمین / افسران کی تنخواہوں پر ان سالوں کے دوران خرچ ہوئی؟

(د) کتنی رقم سرکاری ملازمین / افسران کے ٹی۔اے / ڈی۔اے کے سلسلہ میں خرچ ہوئی؟

(ہ) کتنی رقم سرکاری گاڑیوں کی خرید پر خرچ ہوئی؟

(و) کتنی رقم سرکاری گاڑیوں کی مرمت / پٹرول وغیرہ پر خرچ ہوئی؟

(ز) کتنی رقم یوٹیلٹی بلز کی ادائیگی پر خرچ ہوئی؟

(ح) کتنی رقم ترقیاتی منصوبوں پر خرچ ہوئی؟

وزیر تعلیم:

(الف) محکمہ تعلیم ضلع فیصل آباد کو سال 03-2002 اور 04-2003 میں فراہم کی گئی رقوم کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

2002-03	2003-04
2262173151/-	2599491295/-

(ب) خرچ کی گئی اور سرنڈر کی گئی رقوم کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

2002-03	2003-04

خرچ شدہ رقم	-/2132120301	خرچ شدہ رقم	-/2242906344
سرنڈر کی رقم	130052850/-	سرنڈر کی رقم	356584951/-

(ج) سرکاری ملازمین وافسران کی تنخواہوں پر خرچ کی گئی رقوم کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

2002-03	2003-04
1837242861/-	2,08,79,27,892/-

(د) سرکاری ملازمین وافسران کے ٹی اے /ڈی اے کے سلسلہ میں خرچ کی گئی رقوم کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

2002-03	2003-04
14,50,691/-	13,32,099/-

(ہ) ان سالوں کے دوران سرکاری گاڑیوں کی خرید پر کوئی رقم خرچ نہ ہوئی۔

(و) سرکاری گاڑیوں کی مرمت /پٹرول وغیرہ پر خرچ ہونے والی رقوم کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

2002-03	2003-04
21,19,489/-	21,02,240/-

(ز) یوٹیلٹی بلز کی ادائیگی پر خرچ ہونے والی رقوم کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

2002-03	2003-04
1,26,33,387/-	1,39,09,003/-

(ح) ترقیاتی منصوبوں پر خرچ ہونے والی رقوم کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

2002-03	2003-04
6,30,36,000/-	7,02,02,000/-

پی پی۔69 فیصل آباد، پرائمری سکولوں سے متعلقہ تفصیلات

*5285: ملک اصغر علی قیصر: کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) حلقہ پی پی۔69 فیصل آباد میں کتنے پرائمری سکول ہیں، ان کے نام اور جگہ کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) ان سکولوں میں زیر تعلیم بچوں کی تعداد سکول وار فراہم کی جائے؟

(ج) ان سکولوں میں کمروں کی تعداد سکول وار فراہم کی جائے؟

(د) کتنے سکولوں میں بچے کھلے آسمان کے نیچے عمارات کم ہونے یا نہ ہونے کی وجہ سے تعلیم حاصل کر

رہے ہیں؟

(ہ) کیا حکومت ایسے سکولوں کی عمارات تعمیر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تعلیم:

(الف) حلقہ پی پی۔69 میں کل 11 پرائمری سکول ہیں جن میں 7 برائے طلباء اور 4 برائے طالبات ہیں۔ تفصیل مع نام و پتا ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) مذکورہ سکولوں میں زیر تعلیم طلباء کی سکول وار تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) مذکورہ سکولوں میں کمروں کی سکول وار تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) 6 سکولوں میں بچے کمروں کی کمی کی وجہ سے کھلے آسمان تلے بیٹھ کر تعلیم حاصل کرتے ہیں ان میں 4 سکول برائے طلباء اور 2 سکول برائے طالبات ہیں۔ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ہ) مذکورہ حلقہ کے تمام پرائمری سکولوں کی اپنی عمارات موجود ہیں۔ تاہم ان 6 سکولوں کو جہاں کمروں کی کمی ہے کو آنے والے مالی سالوں کے دوران مرحلہ وار پروگرام کے تحت ترقیاتی پروگراموں کے تحت زیر غور لایا جائے گا۔ تاہم کمروں کی کمی کو پورا کرنے کے لئے گورنمنٹ منور ماڈل پرائمری سکول رچنا ٹاؤن میں 2006 میں چار دیواری، تین ٹائلٹ اور 4 کمرے تعمیر کئے گئے۔ اسی طرح گورنمنٹ پرائمری سکول ملکھانوالہ میں PESRP کے تحت 05-2004 میں 2 کمرے، برآمدہ اور لیٹرین بلاک اور 2006 میں ایک کلاس روم NRSP نے سکول کونسل پروگرام کے تحت بنایا جبکہ گورنمنٹ پرائمری سکول 223RB-11 میں 2007 میں ایک کمرہ اور چار دیواری اسی طرح گورنمنٹ پرائمری سکول 225RB-111 میں لیٹرین، بلاک 2006 میں بنا۔ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

بہاولپور، گورنمنٹ ہائی سکولز 38 B.C میں سائنس ٹیچرز کی تعیناتی

*5303: ملک محمد اقبال چنڑ: کیا وزیر تعلیم از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) گورنمنٹ گرلز / بوائز ہائی سکولز واقع 38 B.C بہاولپور میں سائنس ٹیچرز کی اسامیاں کب سے خالی پڑی ہیں اور ان پر تعیناتی نہ کرنے کی وجوہات کیا ہیں؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ کئی بار ڈی ای او اور ای ڈی او ایجوکیشن بہاولپور کو تحریری طور پر سائنس ٹیچرز نہ ہونے کے بارے میں تحریر کیا گیا ہے؟

(ج) کیا حکومت مذکورہ سکولوں میں جلد از جلد سائنس ٹیچرز تعینات کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تعلیم:

(الف) چک نمبر B.C 38 میں بوائز ہائی سکول نہ ہے جبکہ گرلز ہائی سکول میں SST(SC) کی اسامی خالی تھی جس پر 06-08-28 کو سائنس ٹیچر کی تعیناتی کر دی گئی ہے۔

(ب) سائنس ٹیچر کی الگ سے پوسٹ منظور شدہ نہ ہے بلکہ ایس ایس ٹی جنرل سے سائنس ٹیچر کی تقرری کی جاتی ہے نیز جز بالا کی روشنی میں جز (ب) کی مزید وضاحت ضروری نہ ہے۔

(ج) سائنس ٹیچر کی تقرری کر دی گئی ہے۔

پی پی۔239 رحیم یار خان، سکولوں کی تعمیر و مرمت کے لئے رکن اسمبلی کی تجاویز پر عملدر آمد کی صورتحال

*5347: انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں: کیا وزیر تعلیم از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ E.D.O رحیم یار خان نے ہر ممبر صوبائی اسمبلی پنجاب سے ان کے حلقہ میں واقع سکولوں کی عمارات اور بہتری کے لئے تجاویز مانگی تھیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ میرے حلقہ پی پی۔293 رحیم یار خان میں واقع سکولوں کی عمارات کی تعمیر اور بہتری کے لئے مجھ سے بھی تجویز مانگی گئی تھی جو کہ میں نے اپنے لیٹر پیڈ پر متعلقہ دفتر میں جمع کروا دی ہیں؟

(ج) میری طرف سے جن سکولوں کی عمارات کی تعمیر اور بہتری کے لئے تجاویز دی گئی ہیں، ان کے نام کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ مالی سال04-2003 کا اختتام ہو چکا ہے مگر میرے حلقہ کے کسی بھی سکول کی عمارت کی تعمیر اور بہتری کے لئے اقدامات نہ ہوئے ہیں؟

(ہ) اگر جز(د) کا جواب اثبات میں ہے تو اس کی وجوہات کیا ہیں نیز میری تجویز کردہ سکولوں کی عمارات کی تعمیر اور بہتری کب تک ہو گی؟

وزیر تعلیم:

(الف) درست ہے۔

(ب) درست ہے کہ حلقہ پی پی-293 میں واقع 39 سکولوں کی عمارات کی تعمیر اور بہتری کے لئے تجاویز موصول ہوئی تھیں۔کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) جن سکولوں کی عمارات کی تعمیر اور بہتری کے لئے تجاویز موصول ہوئی تھیں ان کے ناموں کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) یہ درست نہ ہے۔ مالی سال03-2002 کے دوران PESRP(Phase) کے تحت حلقہ پی پی-293 میں عمارات کی تعمیر اور بہتری کے لئے ایک سکول شامل کیا گیا تھا۔ DDC رحیم یار خان نے اس سکیم کی Admn Approval دے دی تھی کام کا آغاز ہو گیا تھا جو کہ 06-2005 میں پایہ تکمیل کو پہنچ گیا مزید برآں 05-2004 میں بھی اسی حلقہ کے مزید 28 سکولوں کو مذکورہ بالا پروگرام میں شامل کیا گیا ان سکولوں کا کام بھی 07-2006 میں مکمل ہو چکا ہے۔لسٹ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ہ) 29 سکولوں میں عمارات کا کام پہلے ہی مکمل ہو چکا ہے مستقبل میں سکولوں کی عمارات کی تعمیر اور بہتری کا کام NLC سرانجام دے گی جوائنٹ سروے جاری ہے۔ بقیہ سکولوں کو بھی مرحلہ وار Missing Facilities فراہم کی جائیں گی۔

رحیم یار خان، ایجوکیشن ریفارم پروگرام کے تحت
سکولوں کی تعمیر و مرمت کی تفصیلات

*5348: انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں: کیا وزیر تعلیم از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ چیف منسٹر ایجوکیشن ریفارم پروگرام کے تحت سکولوں کی بہتری کے لئے ہر ضلع

کو 15 کروڑ روپے کی رقم فراہم کی گئی ہے؟

(ب) یہ رقم ضلع رحیم یار خان کو کب موصول ہوئی؟

(ج) اس رقم سے کون کون سے سکولوں کی بہتری کی تجویز ہے؟

(د) کتنے سکولوں کی بہتری کے لئے اقدامات کئے جا رہے ہیں؟

(ہ) کتنی رقم خرچ ہوئی اور کتنی رقم بقایا ہے؟

(و) یہ سکول کن کن افسران نے تجویز کئے ہیں جن کی بہتری کے لئے اقدامات کئے جا رہے ہیں، ان کے نام، عہدہ اور گریڈ وغیرہ کی تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیر تعلیم:

(الف) درست ہے کہ مالی سال 03-2002 کے دوران پنجاب میں ہر ضلع میں سکولوں کی بہتری کے لئے 14 کروڑ 70 لاکھ روپے فراہم کئے گئے۔ ضلع رحیم یار خان کو بھی مالی سال 04-2003 کے دوران 147 ملین روپے دیئے گئے ہیں۔

(ب) یہ فنڈز بتاریخ 17۔دسمبر 2003 کو فنانس ڈیپارٹمنٹ نے ریلیز کئے۔

(ج) اس رقم سے مذکورہ ضلع میں 532 سکولوں میں بہتری کی بنیادی سہولیات کی 672 سکیمیں تجویز کی گئیں۔ ان میں نئی عمارت کی تعمیر، پرانی عمارت کی مرمت اور چار دیواری کی تعمیر، بجلی و پانی، ٹوائیلٹ اور فرنیچر وغیرہ کی دستیابی شامل ہیں۔ ان سکولوں کے کوائف منسلکہ فائل میں دیئے گئے ہیں۔

(د) مذکورہ 532 سکولوں کی بہتری کے لئے 672 سکیموں پر اقدامات کئے جا رہے ہیں۔

(ہ) 30۔جون 2004 کے مطابق 147 ملین دستیاب فنڈز کے اخراجات اور بقایا رقم کی تفصیل درج ذیل ہے۔

کل اخراجات	72,308,000/-
بقایا رقم	74,692,000/-
کل رقم	147,000,000/-

(و) ہر ضلع میں بہتری کے لئے سکولوں اور سکیموں کے انتخاب کے لئے ایک ڈسٹرکٹ سٹیرنگ کمیٹی تشکیل کی گئی ہے۔ یہ کمیٹی ترجیحی بنیادوں پر سکولوں کا انتخاب ڈسٹرکٹ پروفائل میں دیئے گئے

سکولوں میں سے کرتی ہے۔ ضلع رحیم یار خان کی ڈسٹرکٹ سٹیرنگ کمیٹی کے ممبران کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

1۔جناب قاضی احمد سعید،ایم پی اے	چیئرمین ڈسٹرکٹ سٹیرنگ کمیٹی
2۔جناب مخدوم سید احمد عالم انور،ایم این اے	ممبر ڈسٹرکٹ سٹیرنگ کمیٹی
3۔جناب محمود احمد،ایم پی اے	ممبر ڈسٹرکٹ سٹیرنگ کمیٹی
4۔جناب جاوید اختر،ڈی۔سی۔او رحیم یار خان	ممبر ڈسٹرکٹ سٹیرنگ کمیٹی گریڈ19
5۔جناب عمران برکی،ای ڈی او، رحیم یار خان	ممبر ڈسٹرکٹ سٹیرنگ کمیٹی گریڈ19
6۔جناب رانا حضور بخش ای ڈی او(ایجوکیشن)	ممبر وسیکرٹری ڈسٹرکٹ سٹیرنگ کمیٹی گریڈ19

پی پی۔297 رحیم یار خان، پرائمری سکول اور ان سے متعلقہ دیگر تفصیلات

*5355: شیخ عزیز اسلم: کیا وزیر تعلیم از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) حلقہ پی پی۔297 رحیم یار خان میں قائم پرائمری سکولز کے نام اور جگہ کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) ہر سکول کتنے کمروں پر مشتمل ہے؟

(ج) ہر سکول میں زیر تعلیم بچوں کی تعداد بیان فرمائیں؟

(د) کتنے سکولوں کی عمارات نہ ہیں اور بچے کھلے آسمان کے نیچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں؟

(ہ) کتنے سکولوں کی چار دیواری اور بجلی نہ ہے، کتنے سکولوں میں لیٹرینز نہ ہیں؟

(و) کیا حکومت مذکورہ حلقہ کے شیلٹر لیس سکولز کی عمارات تعمیر کرنے، بجلی فراہم کرنے اور چار دیواری تعمیر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تعلیم:

(الف) حلقہ پی پی۔297 میں 192 پرائمری سکولز قائم ہیں۔ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) مذکورہ سکولوں میں کمروں کی تعداد سکول وار ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) مذکورہ سکولوں میں زیر تعلیم بچوں کی تعداد سکول وار درج ہے۔ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) مذکورہ حلقہ میں صرف 19 سکول بغیر عمارت کے ہیں تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ہ) مذکورہ حلقہ میں 93 سکول بغیر چار دیواری کے 198 سکول بغیر بجلی کے 101 سکول بغیر لیٹرین کے ہیں۔ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(و) PESRP ایک مسلسل پروگرام ہے اس پروگرام کے تحت مذکورہ حلقہ کے 37 سکولوں میں سہولیات فراہم کر دی گئی ہیں بقیہ سکولوں میں مرحلہ وار عمارات اور دیگر سہولیات فراہم کی جائیں گی۔

پی پی-297 رحیم یار خان، سکولوں کی عمارات کی تعمیر و مرمت کے لئے رکن اسمبلی کی تجاویز اور عملدرآمد کی تفصیل

*5356: شیخ عزیز اسلم: کیا وزیر تعلیم از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ E.D.O ایجوکیشن رحیم یار خان نے ہر ممبر صوبائی اسمبلی پنجاب سے ان کے حلقہ میں واقع سکولوں کی عمارات اور بہتری کے لئے تجاویز مانگی تھیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ میرے حلقہ پی پی-297 میں واقع سکولوں کی عمارات کی تعمیر اور بہتری کے لئے مجھ سے بھی تجویز مانگی تھی جو کہ میں نے متعلقہ دفتر میں جمع کروا دی تھی؟

(ج) میری طرف سے جن سکولوں کی عمارات کی تعمیر اور بہتری کے لئے تجاویز دی گئی ہیں، ان کے نام کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ مالی سال 04-2003 کا اختتام ہو چکا ہے مگر میرے حلقہ کے کسی بھی سکول کی عمارت کی تعمیر اور بہتری کے لئے اقدامات نہ ہوئے ہیں؟

(ہ) اگر جز (د) کا جواب اثبات میں ہے تو اس کی وجوہات کیا ہیں نیز میری تجویز کردہ سکولوں کی عمارات کی تعمیر اور بہتری کب تک ہو گی؟

وزیر تعلیم:

(الف) درست ہے۔

(ب) درست ہے کہ حلقہ پی پی-297 صادق آباد میں واقع 79 سکولوں کی تعمیر اور بہتری کے لئے تجاویز موصول ہوئی تھیں۔ کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) جن سکولوں کی عمارات کی تعمیر اور بہتری کے لئے تجاویز موصول ہوئی تھیں ان کے ناموں کی

تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) یہ درست نہ ہے۔ مالی سال 04-2003 کے دوران (PESRP(Phase-1 کے تحت حلقہ پی پی۔297 میں عمارات کی تعمیر اور بہتری کے لئے تجویز کردہ سکولوں میں سے 15 سکول شامل کئے گئے تھے۔DDC رحیم یار خان نے ان سکیموں کی Admn Approval دے دی تھی کام کا آغاز ہو گیا تھا جو کہ 06-2005 میں پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا مزید برآں 05-2004 میں بھی اسی حلقہ کے مزید 22 سکولوں کو مذکورہ بالا پروگرام میں شامل کیا گیا ان سکولوں کا کام بھی 07-2006 میں مکمل ہو چکا ہے۔(لسٹ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔)

(ہ) 37 سکولوں میں عمارات کا کام پہلے ہی مکمل ہو چکا ہے مستقبل میں سکولوں کی عمارات کی تعمیر اور بہتری کا کام NLC سرانجام دے گی جوائنٹ سروے جاری ہے۔بقیہ سکولوں کو بھی مرحلہ وار Missing Facilities فراہم کی جائیں گی۔

سکولوں میں کمپیوٹرز کی لازمی تعلیم کے لئے حکومتی اقدامات

*5374: چودھری فیصل فاروق چیمہ: کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت پنجاب یا محکمہ تعلیم نے کمپیوٹر کی تعلیم کے لئے تمام سکولوں میں یا کم از کم ہائی سکولوں کی حد تک کمپیوٹر کی تعلیم، کمپیوٹر کی لیب بنانے یا سکولوں کو کمپیوٹر مہیا کرنے کے لئے کوئی پیسے نہ رکھے ہیں؟

(ب) کیا حکومت پنجاب اور محکمہ تعلیم تمام سکولوں میں یا کم از کم ہائی سکولوں کی حد تک کمپیوٹر لیب بنانے کے لئے فنڈز مختص کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تاکہ گورنمنٹ سکولوں میں پڑھنے والے بچے بھی دیگر پرائیویٹ سکولوں کے بچوں کی طرح شروع سے ہی کمپیوٹر کی تعلیم حاصل کر سکیں؟

(ج) کیا حکومت مذکورہ بالا پروگرام شروع کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک؟

وزیر تعلیم:

(الف) یہ درست نہ ہے۔ حکومت پنجاب محکمہ تعلیم نے سال 05-2004 کے دوران کمپیوٹر لیب بنانے

کے لئے222.30ملین روپے سال06-2005میں130.00ملین روپے مختص کئے تھے اور موجودہ مالی سال 07-2006 میں70.00 ملین روپے مختص کئے ہیں۔ Copy enclosedایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) موجودہ مالی سال07-2006میں بھی حکومت پنجاب محکمہ تعلیم ہائی سکولوں میں کمپیوٹر لیب تعمیر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے جس کے لئے موجودہ مالی سال میں70.00 ملین روپے مختص کر رکھے ہیں تاکہ گورنمنٹ سکولوں میں پڑھنے والے بچے دیگر پرائیویٹ سکولوں کے بچوں کی طرح شروع ہی سے کمپیوٹر کی تعلیم حاصل کر سکیں۔ علاوہ ازیں ضلعی حکومتیں حسب وسائل اپنے اپنے دائرہ کار میں کمپیوٹر کی تعلیم کا بندوبست کر رہی ہیں۔

(ج) حکومت کمپیوٹر کی تعلیم پر بھرپور توجہ دے رہی ہے نیز اس پر مرحلہ وار عمل کیا جائے گا۔

پی پی۔201، ملتان، پرائمری سکولز (بوائز/گرلز) کی تعداد، عمارات کی صورتحال اور سہولیات کی تفصیلات

*5437: **ملک محمد ارشد راں**: کیا وزیر تعلیم از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) حلقہ پی پی۔201 ملتان میں قائم پرائمری سکولز (بوائز/گرلز) کے نام اور جگہ کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) ہر سکول میں کتنے کمرے ہیں چاردیواری ہے یا نہیں، کتنے خستہ حال ہیں، کتنے کی عمارات نہیں ہیں اور کتنے سکولوں میں بجلی/ فرنیچر نہیں ہے، تفصیل مہیا کی جائے، کتنے سکول گزشتہ ایک سال میں مرمت کئے گئے؟

(ج) کیا حکومت مذکورہ سکولوں کی عمارات / چاردیواری تعمیر کرنے، بجلی اور دیگر سہولتیں مہیا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب، اگر نہیں تو وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تعلیم:

(الف) حلقہ پی پی۔201 میں کل 99 پرائمری سکولز ہیں جن میں سے 52 بوائز اور 47 گرلز سکولز ہیں۔ ان تمام سکولوں کے پاس حکومت پنجاب کی طرف سے جگہ مہیا ہے۔ مذکورہ سکولوں کی نام و جگہ وار تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) مذکورہ سکولوں کے سکول وار کمروں کی تعداد کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ 35 سکولوں کی چار دیواری نہ ہے کوئی بوائز پرائمری سکول خستہ حال نہ ہے۔ تاہم صرف 2 گرلز پرائمری سکولوں کی حالت خستہ ہے۔ کوئی بوائز پرائمری سکول عمارت کے بغیر نہ ہے جبکہ 4 گرلز پرائمری سکول عمارات کے بغیر ہیں، 61 سکولوں میں بجلی نہ ہے اور 42 سکول فرنیچر کے بغیر ہیں۔ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ گزشتہ ایک سال میں مذکورہ حلقہ میں کسی سکول میں مرمت نہ ہوئی ہے۔

(ج) ضلع ملتان کے تمام گرلز / بوائز پرائمری سکولز جن میں حلقہ پی پی۔201 کے بھی تمام سکولز شامل ہیں، فرنیچر آئندہ تین سالوں میں مرحلہ وار مہیا کر دیا جائے گا مزید برآں حلقہ ہذا کے دیگر پرائمری سکولز Missing Facilities کے تحت آنے والے مالی سالوں کے ترقیاتی پروگرام میں شامل کئے جائیں گے۔

غیر نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

BI&SE لاہور میں دو اہل نوجوانوں کو جونیئر کلرک اور ڈیٹا انٹر آپریٹر بھرتی نہ کرنے کی وجوہات

553: محترمہ انجم سلطانہ: کیا وزیر تعلیم از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن 86 مزنگ روڈ لاہور میں جونیئر کلرک اور ڈیٹا انٹری آپریٹر کی بھرتی کے لئے درخواستیں طلب کر کے ٹیسٹ / انٹرویو لیا گیا؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ٹیسٹ / انٹرویو پاس کر کے میرٹ پر آنے والے نوجوان محمد بلال لطیف اور محمد ابرار لطیف ولد محمد لطیف حجرہ شاہ مقیم ضلع اوکاڑہ کو تعیناتی آرڈر جاری نہیں کئے گئے ہیں، وجوہات بیان کی جائیں کب تک آرڈر جاری کر دیئے جائیں گے؟

وزیر تعلیم:

(الف) جی ہاں درست ہے۔

(ب) بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن لاہور نے گورنمنٹ آف دی پنجاب کی بھرتی پالیسی کے مطابق بھرتی کے لئے مورخہ 23-04-06 کو روزنامہ "نوائے وقت"، روزنامہ "جناح"

لاہور، مورخہ 23-04-2006 میں اشتہار دیا گیا۔ درخواستیں وصول کرنے کی آخری تاریخ مورخہ10-05-06 تھی تمام موصول شدہ درخواستوں کی چیکنگ کے لئے سکروٹنی کمیٹیاں بنائی گئیں جنہوں نے تمام درخواستیں چیک کرنے کے بعد اہل امیدواران کی فہرستیں جاری کیں۔
حکومت پنجاب کی جانب سے قائم کردہ سلیکشن بورڈ نے جونیئر کلرک اور ڈیٹا انٹری آپریٹر کی اسامیوں کے بالترتیبKey Depressionاور ٹائپ ٹیسٹ کمپیوٹر پر لینے کے لئے کمیٹیاں تشکیل دیں۔ کمیٹیوں نے اہل امیدواران کا ٹیسٹ لیا اور ٹیسٹ چیک کرنے کے بعد رپورٹ پیش کی۔
بعد ازاں ٹیسٹ میں کامیاب امیدواران کا گورنمنٹ پنجاب کی طرف سے مقرر کردہ سلیکشن بورڈ نے انٹرویو لیا اور حکومت پنجاب کی جاری کردہ بھرتی پالیسی کے مطابق اپنی سفارشات مجوزہ اتھارٹی کو پیش کیں اتھارٹی نے میرٹ پر آنے والے امیدواران کی خالی اسامیوں پر بھرتی کے احکامات جاری کئے۔
اس سلسلے میں عرض ہے کہ جونیئر کلرک کے لئے مطلوبہ قابلیت کم از کم میٹرک سیکنڈ ڈویژن مع25الفاظ فی منٹ انگلش /اردو ٹائپ رائٹنگ (کمپیوٹر) یا مائیکرو سافٹ آفس کا سرٹیفکیٹ مقرر ہے جبکہ ڈیٹا انٹری آپریٹر کی اسامی کے لئے مطلوبہ قابلیت کم از کم ایف اے /ایف ایس سی سیکنڈ ڈویژن یا مساوی اور چھ ماہ کا ڈپلومہ کمپیوٹر میں اور key 10000 Depressionفی گھنٹہ مقرر ہے۔
مسٹر محمد بلال لطیف اور مسٹر محمد ابرار لطیف کی تقرری نہ ہونے کے ضمن میں واضح کیا جاتا ہے کہ مسٹر محمد بلال لطیف نے جونیئر کلرک اور ڈیٹا انٹری آپریٹر کی اسامیوں کے لئے بالترتیب ٹائپ اورKey Depressionکے ٹیسٹ دیئے مگر وہ دونوں ٹیسٹ پاس کرنے میں ناکام رہا ہے جبکہ مسٹر محمد ابرار لطیف نے ڈیٹا انٹری آپریٹر کی اسامی کے لئے درخواست دی مگر وہ ڈیٹا انٹری آپریٹر کی اسامی کے لئے Key Depressionکے ٹیسٹ میں غیر حاضر رہا۔ درج بالا وجوہات کی بناء پر مسٹر محمد بلال لطیف اور مسٹر محمد ابرار لطیف تقرری کے لئے اہل قرار نہ پائے۔

BI&SEگوجرانوالہ میں جنوری2005تا حال بھرتی کی تفصیل

627:لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) بورڈآف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن گوجرانوالہ میں یکم جنوری2005 سے آج تک جن افراد کو بھرتی کیا گیا ہے، ان کے نام، عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت، تجربہ، ڈومیسائل اور پتا جات کی تفصیل بتائیں؟

(ب) ان میں سے کتنے افراد کو میرٹ پر اور کتنے کو بغیر میرٹ بھرتی کیا گیا؟

(ج) اگر بھرتی کے لئے میرٹ لسٹ تشکیل دی گئی تو میرٹ لسٹ فراہم کی جائے؟

(د) یہ میرٹ جن افسران نے تشکیل دیا ان کے نام، عہدہ، گریڈ اور موجودہ جگہ تعیناتی کی تفصیل بتائیں؟

(ہ) اگر بھرتی سے قبل اخبارات میں اشتہار دیا گیا تو ان اخبارات کے نام، تاریخ اور نقل فراہم کریں؟

وزیر تعلیم:

(الف) بورڈ ہذا میں یکم جنوری2005 سے09-05-06 تک کوئی بھرتی نہ ہوئی تاہم حکومت پنجاب کی چٹھی نمبری SO(Boards) مورخہ24-02-06 اور مورخہ27-05-06 میں مختلف کیٹیگریز کی192 اسامیوں پر بھرتی کی اجازت دی گئی۔ ان میں سے مختلف کیٹیگریز کی اسامیوں پر177 ملازمین کو پانچ سالہ کنٹریکٹ پر مورخہ10-05-06 سے 30-08-06 تک بھرتی کیا گیا جبکہ 15 اسامیاں خالی ہیں۔ تفصیلی لسٹ منسلکہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) تمام افراد کو حکومت پنجاب کے لیٹر نمبر SO(Bsards)1-10/94 مورخہ31-01-05 کے تحت مقرر کردہ بھرتی کمیٹی نے میرٹ پر بھرتی کیا۔ میرٹ لسٹ پر کمیٹی کے ارکان کے دستخط ثبت ہیں۔

(ج) بھرتی کمیٹی کے ممبران سے دستخط شدہ میرٹ لسٹ منسلکہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) منسلکہ لسٹ (ب) پر بھرتی کمیٹی کے ممبران کے نام، عہدہ اور تعیناتی کی جگہ کی تفصیل موجود ہے۔

(ہ) بھرتی سے قبل روزنامہ "جنگ" مورخہ21-04-05,22-06-06,06-08-06 اور روزنامہ "پاکستان" 03-06-2006 اور 21-06-2006 میں اشتہارات دیئے گئے۔ اشتہارات کی فوٹو کاپیاں منسلکہ (د) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔

BI&SE گوجرانوالہ میں آفیسرز کی تعداد و تفصیل

628: لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن گوجرانوالہ میں گریڈ 17 اور اوپر کی اسامیوں کی تفصیل گریڈ اور اسامی وار بیان کریں؟

(ب) ان اسامیوں پر تعینات افراد کے نام، عہدہ، گریڈ اور عرصہ تعیناتی کی تفصیل بتائیں؟

(ج) ان میں سے جو ملازمین اپنے عہدہ اور گریڈ سے ہائر گریڈ کی اسامیوں پر تعینات ہیں، ان کے نام، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل نیز ان کو ہائر گریڈ کی اسامیوں پر تعینات کرنے کی وجوہات کیا ہیں؟

(د) ان میں سے کتنے ملازمین کے خلاف محکمانہ اور قانونی کارروائی کس کس بناء پر ہو رہی ہے؟

وزیر تعلیم:

(الف) بورڈ ہذا میں گریڈ 17 اور اس سے اوپر کی اسامیوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نمبر شمار	عہدہ	گریڈ	تعداد اسامی
1-	چیئرمین	20	1
2-	سیکرٹری	19/18	1
3-	کنٹرولر امتحانات	18	1
4-	آڈٹ آفیسر	18	1
5-	ڈپٹی سیکرٹری/ڈپٹی کنٹرولر	18	3
6-	سسٹم اینالسٹ	18	1
7-	اسسٹنٹ سیکرٹری/اسسٹنٹ کنٹرولر	17	6
8-	ڈائریکٹر فزیکل ایجوکیشن	17	1
9-	ڈائریکٹرس فزیکل ایجوکیشن	17	1
10-	ریسرچ آفیسر	17	1

(ب) مذکورہ اسامیوں پر تعینات افراد کے نام، عہدہ، گریڈ اور عرصہ تعیناتی کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

نمبر شمار	نام	عہدہ	گریڈ	تاریخ/عرصہ تعیناتی
1-	کرنل (ر) مسعود الحق	چیئرمین	20	25-03-05
2-	چودھری محمد انور خان	سیکرٹری	19	11-09-03
3-	ممتاز احمد اعوان	کنٹرولر امتحانات	18	29-07-03
4-	محمد عاشق	ڈپٹی کنٹرولر سیکریسی	18	04-05-05

5-	ظہیر الدین	ڈپٹی سیکرٹری انتظامیہ	18	04-05-05
6-	محمد صدیق اختر	ڈپٹی کنٹرولر کنڈکٹ	18	14-10-05
7-	محمد رفیق	سسٹم اینالسٹ	18	14-10-06
8-	عبدالستار اختر	اسسٹنٹ کنٹرولر (میٹرک)	17	03-10-03
9-	محمد عارف جاوید	اسسٹنٹ سیکرٹری (جنرل)	17	22-12-03
10-	محمد طفیل	اسسٹنٹ سیکرٹری (سٹورز)	17	04-05-06
11-	عبدالعلیم	اسسٹنٹ کنٹرولر (انٹر میڈیٹ)	17	21-05-05
12-	اعجاز احمد	اسسٹنٹ کنٹرولر (ریکارڈ اینڈ ویریفیکیشن)	17	05-05-06
13-	منیر امین	اسسٹنٹ سیکرٹری (فنانس)	17	10-06-06
14-	صفی اللہ حسن	ریسرچ آفیسر	17	18-07-06
15-	جلیل احمد قریشی	ڈائریکٹر فزیکل ایجوکیشن	17	18-04-05
16-	عفت نیاز	ڈائریکٹریس فزیکل ایجوکیشن	17	01-09-06
17-	مسعود علی خان	آڈٹ آفیسر	16	16-12-05

(ج) مسٹر مسعود علی خان آڈٹ آفیسر گریڈ 16 کے ہیں جو کہ حکومت پنجاب فنانس ڈیپارٹمنٹ کے آرڈر نمبر SO(B&E-1)5-23/92 مورخہ 30-01-06 کے تحت بطور آڈٹ افسر گریڈ 18 کی اسامی پر بورڈ ہذا میں کام کر رہے ہیں۔

(د) ان میں سے کسی ملازم کے خلاف محکمانہ اور قانونی کارروائی اس وقت نہیں ہو رہی ہے۔

BI&SE گوجرانوالہ میں عرصہ 2004-06 کا بجٹ اور اخراجات

629: لالہ شکیل الرحمن (ایڈووکیٹ): کیا وزیر تعلیم ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) مالی سال 2004-05 اور 2005-06 کا بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن گوجرانوالہ کا بجٹ کتنا تھا، ان سالوں کے اس کے اخراجات اور آمدن کی تفصیل نیز آمدن کے ذرائع بیان کریں؟

(ب) کتنی رقم ان سالوں کے دوران ملازمین کی تنخواہوں پر خرچ ہوئی تفصیل سال وار فراہم کریں؟

(ج) کتنی رقم ان سالوں کے دوران ٹی اے / ڈی اے پر خرچ ہوئی؟

(د) کتنی رقم گاڑیوں کی مرمت اور پٹرول و تیل پر خرچ ہوئی؟

(ہ) کتنی رقم سے ترقیاتی کام سرانجام دیئے گئے، ان کاموں کا تخمینہ لاگت اور نام بتائیں؟

وزیر تعلیم:

(الف) مالی سال 2004-05 اور 2005-06 کا بورڈ ہذا کے بجٹ کے اخراجات اور آمدن کی تفصیل درج ذیل ہے:

اخراجات

2004-05		2005-06	
تخمینہ	حقیقی اخراجات	تخمینہ	اخراجات
290224000	210422055	415150600	263977874

آمدن

ذرائع آمدن	2004-05		2005-06	
امتحانات	تخمینہ	حقیقی	تخمینہ	حقیقی
امتحانات کی فیس	198510000	216455231	210010000	172276162
رجسٹریشن سرٹیفکیٹس	61800000	64518756	64000000	54040565
مطبوعات	1500000	1440790	1500000	1580350
متفرق آمدن	14381000	15368630	15362000	15494649
سرمایہ کاری پر حاصل منافع	4500000	7169001	10000000	20673540
قرضہ کی واپسی	2500000	2030946	3326000	2510453
سپورٹس آمدن	7033000	6948521	7055300	6927320
کل آمدن	7033000	6948521	7055300	6927320

(ب) ملازمین کی تنخواہوں پر خرچ کی گئی رقم کی تفصیل سال وار درج ذیل ہے۔

سال	2004-05	2005-06
ملازمین کی تنخواہ	82493693	102658526

(ج) ٹی اے/ڈی اے کی مد میں خرچ کی گئی رقم کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

1۔ امتحانات کے انعقاد پر تمام سپروائزری سٹاف کو ادائیگی
2۔ موبائل سکواڈ/انسپکٹرز کو ادائیگی
3۔ سنیٹر مارکنگ پر ممتحنیں وصدر ممتحنین اور نائب ممتحنین کو ادائیگی
4۔ بورڈ میں وقتاً فوقتاً مقرر کردہ کمیٹیوں کے ممبران کو ادائیگی
5۔ بورڈ ممبران/بورڈ ملازمین کو ادائیگی

سال	2004-05	2005-06
ٹی اے/ڈی اے	21008300	23015600

(د) گاڑیوں کی مرمت اور پٹرول و تیل پر خرچ کی جانے والی رقم کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

سال	2004-05	2005-06
پٹرول وتیل پر اٹھنے والے اخراجات	820302	1723391
مرمت کے اخراجات	486770	332462

یہ اضافہ پٹرول کی قیمتوں میں اضافہ کی وجہ سے ہوا۔

(ہ) ترقیاتی کاموں پر اٹھنے والے اخراجات کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

نام پراجیکٹ	2004-05	2005-06
آر اینڈ ڈی بلڈنگ میں ترمیم و توسیع	---	276707
ٹیوب ویل کی تنصیب	---	2709915
بورنگ ٹینکی کی تعمیر و مرمت چیمبر اور واٹر سپلائی سسٹم، ہیوی ڈیوٹی جنریٹر کی خرید (400 KVA)	---	2080100

گوجرانوالہ۔ خطرناک قرار دی گئی سکول عمارات سے طلباء کی شفٹنگ

630: لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): کیا وزیر تعلیم از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ بلڈنگز گوجرانوالہ نے گوجرانوالہ کے گورنمنٹ ثقافت البنات گرلز ہائی سکول اور گورنمنٹ اے ڈی ماڈل ہائی سکول فار بوائز کی عمارتیں خطرناک قرار دے دی ہیں؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا محکمہ ان سکولوں کو کسی دوسری جگہ شفٹ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر تعلیم:

(الف) درست نہ ہے محکمہ بلڈنگ گوجرانوالہ کی رپورٹ کے مطابق گورنمنٹ اے ڈی ماڈل ہائی سکول کے صرف دو کمرے خطرناک قرار دیئے گئے ہیں جن کو بحکم محکمہ ڈی او بلڈنگ گوجرانوالہ مکمل طور پر بند کر دیا گیا ہے اور مذکورہ کمروں میں بیٹھائے جانے والے بچوں کو دوسرے کمروں میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ مزید برآں مذکورہ دونوں کمروں کے دروازوں کی جگہ پر دیوار بنا دی ہے تاکہ وہاں کوئی بھی بچہ داخل نہ ہو سکے۔ جہاں تک دوسرے سکول یعنی گورنمنٹ ثقافت البنات گرلز ہائی سکول گوجرانوالہ کا ذکر ہے اس کی عمارت کو محکمہ بلڈنگ نے اپنی رپورٹ میں خطرناک قرار نہ دیا ہے اس

لئے اس سکول میں معمول کے مطابق درس وتدریس کا کام جاری ہے۔

(ب) چونکہ ثقافت البنات گرلز ہائی سکول گوجرانوالہ کی عمارت کو محکمہ بلڈنگ نے خطرناک قرار نہ دیا ہے اس لئے سکول ہذا کو کسی جگہ شفٹ کرنے کا کوئی جواز نہ ہے جبکہ اے ڈی ماڈل ہائی سکول گوجرانوالہ کے صرف دو کمروں کو محکمہ بلڈنگ گوجرانوالہ نے خطرناک قرار دیا ہے جس وجہ سے محکمہ تعلیم گوجرانوالہ نے اس ادارہ کے سربراہ کو ہدایات جاری کر دی ہیں کہ طلباء کو خطرناک قرار دیئے جانے والے حصہ میں بیٹھنے کی اجازت نہ دی جائے۔اور اس امر کو یقینی بنائے کہ اس حصہ میں کوئی بھی بچہ یا شخص داخل نہ ہو سکے۔ سکول انتظامیہ نے ان احکامات کی روشنی میں خطرناک قرار دیئے جانے والے کمروں کے دروازوں کی جگہ پر دیواریں چنوادی ہیں۔

ساہیوال شہر میں قائم ہائی سکولوں اور اسامیوں سے متعلقہ تفصیل

641: محترمہ منور صغیر: کیا وزیر تعلیم از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) ساہیوال شہر میں کتنے گرلز اور کتنے بوائز ہائی سکول ہیں؟

(ب) ان سکولوں میں اساتذہ کی تعداد پوری ہے یا نہیں؟

ج) کیا حکومت مزید ہائی سکول قائم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے یا نہیں، اگر رکھتی ہے تو کب تک؟

وزیر تعلیم:

(الف) تعداد گرلز ہائی سکول 09 تعداد بوائز سکول 08

(ب) منظور شدہ اسامیوں کے مطابق تمام اساتذہ تعینات ہیں۔

(ج) ساہیوال شہر کی دو گنجان آبادیوں (فرید ٹاؤن، غلہ منڈی) میں ایک ایک گرلز ہائی سکول کی اشد ضرورت ہے، فنڈز کی دستیابی پر بتدریج ان علاقوں میں گرلز ہائی سکول قائم کرنے کا معاملہ زیر غور ہے۔

لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی کے ملازمین کی تنخواہ اور الاؤنسز

655: حاجی محمد اعجاز: کیا وزیر تعلیم از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) لاہور کالج برائے خواتین کو یونیورسٹی کا درجہ کب ملا؟

(ب) کیا یہ یونیورسٹی H.E.C سے الحاق شدہ ہے؟

(ج) کیا اس میں تعینات ملازمین کو دیگر یونیورسٹیوں کی طرح یونیورسٹی گرانٹس کمیشن اور H.E.C کے مطابق پے اور الاؤنسز دیئے جا رہے ہیں، اگر ہاں تو کیا کیا سہولیات اس یونیورسٹی کے ملازمین کو حاصل ہیں؟

(د) کیا صوبہ کی دیگر یونیورسٹیز کی طرح اس یونیورسٹی کے گریڈ ایک سے سولہ تک کے ملازمین کو ایچ ای سی کی طرف سے منظور کردہ الاؤنس بھی دیا جاتا ہے؟

وزیر تعلیم:

(الف) لاہور کالج برائے خواتین کو یونیورسٹی کا درجہ ستمبر 2002 میں دیا گیا۔

(ب) HEC یونیورسٹیوں کو الحاق نہیں دیتا البتہ HEC لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور کی ڈگریوں کو accredit کرتا ہے۔

(ج) لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی کی انتظامیہ کی رپورٹ کے مطابق یونیورسٹی میں دو طرح کے ملازمین کام کر رہے ہیں۔

i) ایسے ملازمین جو یونیورسٹی درجہ ملنے سے پہلے پنجاب گورنمنٹ کے ملازم تھے اور اب بھی یونیورسٹی میں کام کر رہے ہیں۔

ii) ایسے ملازمین جنہیں یونیورسٹی نے خود سلیکٹ کر کے تعینات کیا اور (17-above) کو HEC رولز کے مطابق انہیں پے اور الاؤنسز دیئے جا رہے ہیں۔

iii) یونیورسٹی بننے سے پہلے سکیل 16-1 کے ملازمین کو گورنمنٹ آف پنجاب کے پے سکیلز کے مطابق تنخواہ ملتی تھی اور یونیورسٹی بننے کے بعد بھی انہیں سکیلز کے مطابق تنخواہ دی جاتی ہے۔

وہ ملازمین (16-1) جنہیں یونیورسٹی خود سلیکٹ کرتی ہے گورنمنٹ کے سکیلز کی تنخواہ کے علاوہ کوئی اضافی سہولیات نہیں دی جاتیں۔

(د) HEC صرف اکیڈمک سٹاف کی تعیناتی کے طریق کار کو وضع کرتی ہے اور تنخواہ اور الاؤنسز تعین کرتی ہے۔

توجہ دلاؤ نوٹس

(کوئی نوٹس پیش نہ ہوا)

جناب سپیکر: شکریہ۔اب ہم توجہ دلاؤ نوٹس take up کرتے ہیں۔پہلا توجہ دلاؤ نوٹس جناب آفتاب احمد خان اور ملک اصغر علی قیصر صاحب کی طرف سے ہے۔۔۔ وہ تشریف فرما نہیں ہیں لہذا dispose of ہوا۔ اگلا توجہ دلاؤ نوٹس سید محمد رفیع الدین بخاری صاحب کی طرف سے ہے۔۔۔وہ بھی تشریف فرما نہیں ہیں۔توجہ دلاؤ نوٹس dispose of ہوا۔

تحاریک استحقاق

(کوئی تحریک پیش نہ ہوئی)

جناب سپیکر: اب ہم تحاریک استحقاقات take up کرتے ہیں۔ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب کی طرف سے تحریک ہے۔یہ move ہو چکی ہے، اس کا جواب آنا تھا۔ چونکہ اس وقت محرک تشریف نہیں رکھتے لہذا یہ تحریک dispose of کی جاتی ہے۔اگلی تحریک چودھری تسنیم ناصر صاحب کی طرف سے ہے۔

چودھری تسنیم ناصر: جناب سپیکر! اس تحریک کو پرسوں تک pending فرمالیں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے اس تحریک کو 13 تاریخ تک pending کیا جاتا ہے۔اگلی تحریک عبدالرشید بھٹی صاحب کی طرف سے ہے۔۔۔وہ تشریف فرما نہیں ہیں لہذا تحریک dispose of ہوئی۔اگلی تحریک جناب اشتیاق احمد مرزا کی طرف سے ہے۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے، تحریک dispose of ہوئی۔اگلی تحریک جناب محمد اشرف خان سوہنا کی ہے۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے، تحریک dispose of ہوئی۔اگلی تحریک جناب اللہ وسایا خان عرف چنوں خان لغاری صاحب کی طرف سے۔ معزز رکن تشریف فرما نہیں ہیں لہذا تحریک dispose of ہوئی۔اگلی تحریک سید احسان اللہ وقاص صاحب کی طرف سے ہے۔ تشریف نہیں رکھتے لہذا تحریک dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک بھی سید احسان اللہ وقاص صاحب کی طرف سے ہے۔۔۔تشریف نہیں رکھتے، تحریک dispose of ہوئی۔اگلی تحریک محترمہ انجم سلطانہ صاحبہ کی طرف سے ہے۔۔۔ تشریف فرما نہیں ہیں لہذا تحریک dispose of ہوئی۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: اب ہم تحاریک التوائے کار take up کرتے ہیں۔ شیخ علاؤالدین صاحب کی تحریک التوائے کار ہے۔ یہ move ہو چکی ہے، pending کی گئی تھی اور اس کا جواب آنا تھا۔

شیخ علاؤالدین: اگر وزیر صاحبہ چاہیں تو میں دوبارہ پڑھ دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، پڑھ دیں۔ وزیر صاحبہ کو تحریک کی کاپی مہیا کی جائے۔

قانون تحفظ ماحولیات 1997 کی خلاف ورزی

(۔۔۔جاری)

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ یہ امر حیران کن اور اس معزز ایوان کی فوری توجہ کا طالب ہے کہ ملک میں Pakistan Environment Protection Act 1997. کی کھلم کھلا خلاف ورزی جاری ہے۔ حالات یہ ہیں کہ صرف دریائے راوی میں روزانہ ہزاروں ٹن انتہائی مضر صحت Industrial Waste پھینکی جا رہی ہے۔ ایک اور مستند رپورٹ کے مطابق 1500 ٹن Industrial Waste جو کہ Pharmaceutical Industries, Oil and Ghee Mills، ماربل اور پلاسٹک فیکٹریوں سے نکل رہی ہے یہ تمام فضلہ راولپنڈی کے نالہ لئی میں روزانہ پھینکی جا رہی ہے۔ پنجاب بھر میں شوگر ملیں Scrubber Components کے بغیر چلائی جا رہی ہیں۔ پنجاب حکومت بلاشبہ Environment Protection پر ایک خطیر رقم خرچ کر رہی ہے تاکہ لوگوں کو اور آنے والی نسلوں کو بہتر ماحول مہیا کیا جا سکے لیکن اس معزز ایوان کے اراکین یہ جان کر حیران ہوں گے کہ پچھلے چھ ماہ سے Environment Tribunal کا کوئی چیئرمین ہی نہیں ہے۔ چیئرمین نہ ہونے کی صورت میں cases کیسے process ہو رہے ہوں گے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ان انڈسٹریز کے کرتا دھرتا قوم کی صحت سے کھلے عام کھیل رہے ہیں۔ اس کو سادہ الفاظ میں ایسا کہنا چاہئے کہ جیسے ایک مجرم کے خلاف کنفرم جرم کی FIR درج کرانے کے بعد پولیس اگر خدانخواستہ یہ کہہ دے کہ ابھی کوئی عدالت میسر نہ ہے اس لئے مجرم کو پکڑا نہیں جا سکتا۔ ہاں اس دوران وہ مزید تباہی پھیلاتا رہے تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عملی طور

پر Environment Protection Department پر لگنے والا تمام سرمایہ، افرادی قوت بالکل بیکار اور ضائع ہو رہی ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

وزیر تحفظ ماحولیات: جناب سپیکر! technically یہ تحریک التوائے کار نہیں بنتی کیونکہ یہ فوری نوعیت کا معاملہ نہیں ہے۔ بہر حال یہ ہمارے فاضل ممبر ہیں لہذا میں ان کو جواب دینا چاہوں گی۔ انھوں نے فرمایا ہے کہ دریائے راوی میں گند پھینکا جا رہا ہے۔ حکومت پنجاب نے اس کے لئے 7200 کنال جگہ حاصل کر لی ہے اور اب تعمیر شروع ہو چکی ہے۔ لاہور کا جتنا بھی سیوریج جا رہا ہے اسے ٹھیک کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ اس پلانٹ کے اندر Combined Affluent Treatment Plant کی بھی ability ہے۔ اس کے علاوہ دریائے راوی پر جتنی بھی فیکٹریاں ہیں جو کہ اپنا affluent دریائے راوی میں پھینک رہی ہیں ان کے خلاف Environment Protection Orders issue کئے گئے ہیں۔ اس وقت Environment Tribunal کے اندر 250 سے زائد cases ہیں۔ 650 سے زائد Environment Protection Orders issue کئے گئے ہیں۔ اس میں تمام polluted انڈسٹریز شامل ہے۔ آپ نے نالہ لئی کے حوالے سے بھی بات کی ہے۔ نالہ لئی کو بھی address کیا جا رہا ہے۔ وہاں directly تو صرف دو ملز Waste پھینک رہی ہیں۔ ایک Murree Brewery تھی جنھیں Combined Affluent Treatment Plant نصب کرنے کا کہہ دیا گیا ہے۔ باقی آپ نے جو Oil Mills کے حوالے سے بات کی ہے تو وہ نالہ لئی میں directly waste نہیں پھینک رہے۔ وہ fields میں پھینک رہے ہیں اور ان کے خلاف ایکشن لیا گیا ہے اور Environment Protection Orders issue کئے گئے ہیں۔

آپ نے تیسری بات یہ کی ہے کہ ہمارے Environment کا Tribunal نہیں ہے۔ 12۔ جنوری سے یہ Tribunal بحال ہو چکا ہے۔ وہاں محترمہ کرن صاحبہ جو کہ ہائی کورٹ کے لیول کی جج ہیں بیٹھتی ہیں اور روزانہ cases سنتی ہیں۔ بلکہ یہی tribunal باقی تمام شہروں میں بھی جاتا ہے۔ تمام cases وہاں سنے جاتے ہیں۔ شوگر ملز کے خلاف بھی وہاں cases رجسٹرڈ ہیں جن میں آپ کے علاقے چونیاں کی بھی ایک برادرز شوگر ملز ہے ان کے خلاف بھی ایکشن لیا گیا ہے۔ جہاں تک سزا دینے یا جرمانہ کرنے کا معاملہ ہے تو یہ Environment Department نہیں کر سکتا۔ اس کی اجازت صرف Tribunal کو ہے۔

تیسری بات آپ نےEnvironment Departmentکے بجٹ کے حوالے سے کہی ہے کہ اس کا بہت بڑا بجٹ ہے۔ تو میں یہ کہنا چاہوں گی کہEnvironment Departmentکا جو non-developmental budgetہے وہ میرے خیال میں باغ جناح جتنا ہے ۔ پچھلے سال 250 millionsجبکہ اس دفعہ وزیراعلیٰ صاحب نے اسے بڑھا کر تقریباً600 millionsکر دیا ہے اس لئے اس محکمہ کے لئے خطیر رقم نہیں رکھی گئی اور جتنی رقم رکھی گئی ہے وہ تمام کی تمام استعمال ہوئی ہے اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو پچھلے سال کیADPکی ساری detail دے دوں گی۔Last yearکے بجٹ کی utilizationاس وقت تقریباً90فیصد ہو چکی ہے۔ جتنا کام بھی ہوا ہے وہ on groundہے۔ قصور ٹینڈریز کی بلڈنگ بنائی گئی ہے۔ ہمارے محکمہ کو خطیر رقم نہیں دی گئی۔ ہمارے محکمہ کے تحت35اضلاع آتے ہیں جبکہ ہمارا non-developmental budgetباغ جناح جتنا ہے۔ اسے خطیر رقم کہناexaggerationہے،Environment issueبہت زیادہ ہیں اور انڈسٹریز کوaddressکرنے کا ایک ہی طریقہ Combined Affluent Treatment Plantہے۔ Medium sized and large industriesسندر انڈسٹریل اسٹیٹ میں shift کی جا رہی ہیں اور وہاں پر Combine Affluent Treatment Plantلگائے گئے ہیں۔ آپ کے تمامissuesآہستہ آہستہ addressہو جائیں گے۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ شیخ صاحب! منسٹر صاحبہ کی طرف سے کافی تفصیل کے ساتھ جواب آ گیا ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! اس تحریک التوائے کار پر محترمہ learned Ministerصاحبہ نے بتایا ہے۔ بنیادی بات یہ ہے کہ شوگر ملیں بغیرscraper componentsکے چلائی جا رہی ہیں۔ مجھے نہیں پتا کہ ان کے ڈیپارٹمنٹ کا بجٹ لارنس گارڈن بنتا ہے یا نہیں لیکن میں یہ بات دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ جس وقت میں نے یہ تحریک التوائے کار پیش کی تھی اس وقت ان کے ڈیپارٹمنٹ کے ٹربیونل کا کوئی چیئرمین نہیں تھا۔ میں اس معزز ایوان کو دوسری یہ بات بتانا چاہتا ہوں کہ ایک شوگر مل کو زیادہ سے زیادہ جرمانہ ایک لاکھ روپیہ ہے جو کہpeanutہے اور ماربل فیکٹریوں کو جو جرمانے کئے جاتے ہیں ان کی شرح ہزاروں میں ہے۔ یہ درست ہے کہ منسٹر صاحبہ کام کر رہی ہیں۔

جناب سپیکر! جیسے آج سے30سال پہلےdeveloped worldمیںenvironment کے بغیر

کوئی بلڈنگ نہیں بن سکتی تھی لیکن میں ثابت کر سکتا ہوں کہ یہاں ان کے سرٹیفکیٹ کے بغیر بڑے سے بڑے bridges /fly-overs بنائے جا رہے ہیں جو کہ غلط ہے۔ میں یہ بھی بتانا چاہتا ہوں اور خود منسٹر صاحبہ نے بھی ایک دفعہ مجھ سے بات کی تھی کہ ہمارے ہاں شوگر ملیں بغیر scriber کے چل رہی ہیں حالانکہ آج سے بیس سال پہلے سے دنیا بھر میں ban ہے۔ میرے پاس جو رپورٹس ہیں یہ کوئی میری اپنی تیار کردہ نہیں ہیں بلکہ ان کے اندر یونائیٹڈ نیشنز اور ورلڈ بنک کی figures ہیں۔ یہ بالکل درست ہے کہ اب ٹربیونل چلے ہیں لیکن پچھلے کیسز کا کیا بنا؟ وہ کیسز تو اب process ہوں گے ملوں کے لئے تو لاکھ دو لاکھ دینا its a peanut اس لئے اگر انھیں سختی سے نہ پکڑا گیا تو یہ معاملہ چلتا رہے گا۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ کوئی بھی ٹریٹمنٹ پلانٹ لگانے کے لئے تیار نہیں ہے۔ اگر یہ ان کی production بند کر دیں تو ایک ہفتے میں ان کی طبیعت ٹھیک ہو جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر ماحولیات!

وزیر تحفظ ماحولیات: جناب سپیکر! میرے بھائی نے یہ بات کی کہ تمام فیکٹریاں بند کر دی جائیں یہ economically feasible نہیں ہوگا۔ محکمہ تحفظ ماحولیات نے جو actions لئے ہیں وہ میں نے آپ کو بتا دیئے ہیں۔ ہم تو قاعدے اور قانون کے مطابق ہی action لے سکتے ہیں۔ اس کے مطابق Environment Tribunal میں کیسز لگے ہوئے ہیں اور میں آپ کو correct کرنا چاہوں گی کہ ایک لاکھ روپے تک جرمانہ نہیں ہوتا بلکہ first time offender کو دس لاکھ روپیہ جرمانہ ہوتا ہے اس کے بعد second time offender کو ایک لاکھ روپیہ روزانہ جرمانہ ہے۔ کوئی بھی بزنس مین چاہے وہ شوگر کا ہو یا کسی اور کا ہو روزانہ ایک لاکھ روپیہ اللہ واسطے نہیں دے گا۔ چونکہ 12۔ جنوری کو ٹربیونل بحال ہوا ہے کیسز لگے ہوئے ہیں اور ان کی hearing ہو رہی ہے۔ اس کے علاوہ offender کو تین سال کی قید بھی دی جا سکتی ہے۔ اب ہم خود تو سزا نہیں دے سکتے بلکہ قاعدے قانون کے مطابق ہی سزا دے سکتے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: محترمہ! کیا اس محکمے میں ڈائریکٹر جنرل تعینات ہو گئے ہیں؟

وزیر تحفظ ماحولیات: جناب سپیکر! وہ تو اب ریٹائر بھی ہونے والے ہیں۔ بہت دیر سے post ہوئے ہیں اور ٹربیونل کے چیئرمین بھی post ہو گئے ہیں۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! کافی تفصیل آ گئی ہے اور انھوں نے ڈائریکٹر جنرل کا بھی بتا دیا ہے۔

معزز اراکین: اب تو کوئی سوال بنتا ہی نہیں ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! کیا ان کو سپیکر کھولنے میں کوئی مسئلہ ہے؟

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! منسٹر صاحبہ نے درست بات کی ہے کہ اب ان کا ٹریبونل کام کر رہا ہے۔ میں تفصیل میں نہیں جانا چاہتا مجھے یہ صرف ایک مل کا نام بتائیں جس کو انھوں نے دس لاکھ جرمانہ کیا ہے اور پھر ایک لاکھ روپیہ یومیہ جرمانہ کیا ہے؟ میرا اس میں کوئی ذاتی معاملہ نہیں ہے۔ اب یہ خود فرما رہی تھیں کہ 12۔جنوری سے ٹریبونل کام کر رہا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ تو summary trial کا مسئلہ ہے۔ اگر ایک فیکٹری industrial waste پھینک رہی ہے تو it's a matter of three days. اگر کوئی چیز ان کے سرٹیفکیٹ کے بغیر بن رہی ہے تو it's a matter of one day لہذا یہ ایک فیکٹری کا نام بتا دیں جس کو دس لاکھ روپیہ جرمانہ ہوا ہے۔ ان کا جو ٹریبونل کام کر رہا ہے اس کے پاس بہت زیادہ کیسز ہیں لہذا ان کو چاہئے کہ یہ کوئی ڈپٹی چیئرمین بنائیں۔ جب تک اس کا کوئی نہ کوئی رزلٹ نہیں آئے گا تب تک یہ اسی طرح مسئلہ بنتا رہے گا۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ!

وزیر تحفظ ماحولیات: جناب سپیکر! معزز رکن کے پاس پوری information بھی نہیں ہے اور exaggerate بھی کر رہے ہیں۔ ابھی آپ نے کہا کہ چیئرمین نہیں ہیں حالانکہ چیئرمین 12۔جنوری سے بحال ہوا ہوا ہے۔ ابھی آپ نے کہا کہ کون سا کیس لگا ہوا ہے۔ چونیاں شوگر مل کا کیس لگا ہوا ہے چونکہ آپ کا تعلق قصور سے ہے اسی لئے میں نے چونیاں شوگر مل کا بتایا ہے۔ اب سزا دینا ہمارا کام نہیں ہے۔ ہمارے محکمے کے پاس سزا کا تو اختیار ہی نہیں ہے۔ سزا کا اختیار تو قانون کے پاس ہے۔ یہ جوڈیشل معاملہ ہے۔ اگر آپ نے سزا تبدیل کروانی ہے تو یہ فورم نہیں ہے۔ ہم سزا تبدیل نہیں کر سکتے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: شکریہ۔ چونکہ محرک اسے مزید پریس نہیں کرنا چاہ رہے لہذا یہ تحریک التوائے کار dispose of ہوئی۔ اگلی تحریک التوائے کار لالہ شکیل الرحمن صاحب کی طرف سے ہے۔۔۔

لالہ صاحب تشریف نہیں رکھتے لہذا یہ تحریک التوائے کار dispose of ہوئی۔اگلی تحریک التوائے کار بھی لالہ شکیل الرحمن کی(ایڈووکیٹ) ہے۔۔۔وہ تشریف نہیں رکھتے لہذا یہ تحریک التوائے کار بھی dispose of ہوئی۔اگلی تحریک التوائے کار ملک محمد اقبال چنڑ صاحب کی طرف سے ہے لیکن ان کی درخواست آئی ہے کہ میری جتنی بھی تحاریک التوائے کار ہیں وہ 12۔ جون تک pending کر لیں لہذا یہ تحریک التوائے کار 12۔جون تک pending کی جاتی ہے۔اگلی تحریک التوائے کار بھی ملک محمد اقبال چنڑ صاحب کی طرف سے ہے یہ بھی 12۔جون تک pending کی جاتی ہے۔اگلی تحریک التوائے کار حاجی محمد اعجاز صاحب اور رانا آفتاب احمد خان صاحب کی طرف سے ہے۔۔۔تشریف نہیں رکھتے لہذا یہ تحریک التوائے کار dispose of ہوئی۔ اگلی تحریک التوائے کار حاجی محمد اعجاز، ملک اصغر علی قیصر صاحب اور رانا آفتاب احمد خان صاحب کی طرف سے ہے لیکن وہ تشریف نہیں رکھتے لہذا یہ تحریک التوائے کار بھی dispose of ہوئی۔اگلی تحریک التوائے کار رانا آفتاب احمد خان صاحب اور حاجی محمد اعجاز صاحب کی طرف سے ہے۔۔۔وہ تشریف نہیں رکھتے لہذا یہ تحریک التوائے کار dispose of ہوئی۔اگلی تحریک التوائے کار ملک اصغر علی قیصر صاحب اور رانا آفتاب احمد خان کی طرف سے ہے۔۔۔وہ تشریف نہیں رکھتے لہذا یہ تحریک التوائے کار بھی dispose of ہوئی۔اگلی تحریک التوائے کار حاجی محمد اعجاز صاحب اور رانا آفتاب احمد خان کی طرف سے ہے۔۔۔وہ تشریف نہیں رکھتے لہذا یہ تحریک التوائے کار بھی dispose of ہوئی۔اگلی تحریک التوائے شیخ اعجاز احمد صاحب کی طرف سے ہے۔۔۔وہ بھی تشریف نہیں رکھتے لہذا یہ تحریک التوائے کار بھی dispose of ہوئی۔ اگلی تحریک التوائے کار شیخ علاؤالدین صاحب کی طرف سے ہے۔

انٹرنیٹ کلبز فحاشی اور جرائم کی آماجگاہ

شیخ علاؤالدین: شکریہ۔جناب سپیکر! میں یہ تحریک التوائے کار پڑھنے سے پہلے ایک عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے حکم دے دیا کہ میں پچھلی تحریک التوائے کار press نہیں کرنا چاہتا تو میں نے اسے press نہیں کیا ورنہ ابھی میں اس میں بہت کچھ کہہ سکتا تھا کچھ حکومتی ممبر ہونے کی وجہ سے بھی پابندیاں ہیں بہر حال آپ کا شکریہ۔ میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔مسئلہ یہ ہے کہ صوبہ میں چھوٹے بڑے تمام شہروں میں زیادہ تر انٹرنیٹ کلب فحاشی اور خلوت گاہ کے اڈوں میں تبدیل ہو چکے ہیں۔نوجوان جوڑوں سے پچیس روپے سے

ایک سو روپے فی گھنٹہ یا بمطابق ماحول شہر و علاقہ وصول کئے جاتے ہیں۔ ہر قسم کی فحش فلم اور تمام سکیورٹی لوازمات کے چارجز علیحدہ سے وصول کئے جاتے ہیں۔ جو زیادہ تر کسی نائٹ کلب کے menu کو دیکھ کر بنائے گئے ہیں۔ یہ انٹرنیٹ کلب ایک طرف قوم کے نوجوان طبقے کو تباہی کی طرف لے جا رہے ہیں۔ دوسری طرف جرائم پیشہ لوگ ان clubs کو safe meeting point کی حیثیت سے استعمال کرتے ہیں۔ بعض بد قسمت جوڑوں کی حالت غیر میں فلمیں بنانے کی شکایات بھی ملی ہیں۔ جس کے بعد پھر انھیں مزید بلیک میل کیا جاتا ہے۔ انٹرنیٹ کلبز کا نہ تو کوئی ریکارڈ ہے اور نہ ہی کسی لائسنس کی پابندی ہے۔ حالانکہ ممبر شپ اور درست اڈریس کے بغیر انٹرنیٹ کلب کی facility کسی کو نہیں ہونی چاہئے۔ مشکوک ماحول اور مدہم رنگین روشنیوں کی وساطت سے اس طرح کے ہیجان انگیز صوتی اثرات create کئے جاتے ہیں کہ لوگ خاص طور پر نوجوان طبقہ ان کی طرف مائل ہوتے ہیں لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: شکریہ

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! ابھی اس کا جواب موصول نہیں ہوا اس لئے اسے کل یا پرسوں تک کے لئے pending فرما دیں۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! چونکہ ابھی اس کا جواب موصول نہیں ہوا لہذا یہ تحریک التوائے کار 13۔ جون تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔

رپورٹیں

(جو پیش ہوئیں)

جناب سپیکر: انجینئر شہزاد الٰہی مجلس قائمہ برائے ہاؤسنگ اربن ڈویلپمنٹ اینڈ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ کی رپورٹ پیش کرنا چاہتے ہیں۔ میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ رپورٹ پیش کریں۔

مسودہ قانون (ترمیم) ڈسپوزل آف لینڈ بائی ڈویلپمنٹ اتھارٹیز ریگولیشن مصدرہ 2007 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے ہاؤسنگ، اربن ڈویلپمنٹ

اینڈ پبلک ہیلتھ انجنیئرنگ کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا

انجینئر شہزاد الٰہی: میں دی ڈسپوزل آف لینڈ بائی ڈویلپمنٹ اتھارٹیز ریگولیشن (امینڈمنٹ) بل 2007 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے ہاؤسنگ اربن ڈویلپمنٹ اینڈ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: رپورٹ پیش ہوئی۔

(رپورٹ پیش ہوئی)

جناب سپیکر: چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ) مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ رپورٹ پیش کریں۔

مسودہ قانون (ترمیم) صوبائی اسمبلی پنجاب تنخواہیں، مشاہرات اور مراعات مصدرہ 2007 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): میں دی پنجاب پراونشل اسمبلی سیلریز الاؤنسز اینڈ پری ویلجز آف ممبرز (امینڈمنٹ) بل 2007 بل نمبر 6 آف 2007 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: رپورٹ پیش ہوئی۔

(رپورٹ پیش ہوئی)

جناب سپیکر: ملک نذر فرید کھوکھر تحریک استحقاق کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ رپورٹ پیش کریں۔

تحریک استحقاق نمبر 51 بابت سال 2006 کے بارے میں مجلس استحقاقات

کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا

ملک نذر فرید کھوکھر: جناب سپیکر! میں تحریک استحقاق نمبر 51 بابت سال 2006 پیش کردہ جناب محمد ابراہیم خان ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: رپورٹ پیش ہوئی۔ اب ہم سرکاری کارروائی شروع کرتے ہیں۔

سرکاری کارروائی

مسودہ قانون

(جو زیر غور لایا گیا)

مسودہ قانون (ترمیم) بارڈر ملٹری پولیس پنجاب مصدرہ 2006

MR SPEAKER: Now we take up the Punjab Border Military Police (Amendment) Bill 2006. Minister for Law!

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Sir, I move:

> "That the Punjab Border Military Police (Amendment) Bill 2006, as recommended by the Standing Committee on Home Affairs, be taken into consideration at once."

MR SPEAKER: The motion moved is:

> "That the Punjab Border Military Police (Amendment) Bill 2006, as recommended by the Standing Committee on Home Affairs, be taken into consideration at once."

Since there is no amendment in it, the motion moved and the question is:

> "That the Punjab Border Military Police (Amendment) Bill

2006, as recommended by the Standing Committee on Home Affairs, be taken into consideration at once."

(The motion was carried.)

MR SPEAKER: Now we take up the Bill clause by clause.

CLAUSE 2

MR SPEAKER: Now Clause 2 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 2 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 3

MR SPEAKER: Now Clause 3 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 3 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 4

MR SPEAKER: Now Clause 4 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 4 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 5

MR SPEAKER: Now Clause 5 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 5 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 6

MR SPEAKER: Now Clause 6 of the Bill is under consideration. Since there

is no amendment in it, the question is:

"That Clause 6 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 7

MR SPEAKER: Now Clause 7 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 8 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 8

MR SPEAKER: Now Clause 8 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 8 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 9

MR SPEAKER: Now Clause 9 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 9 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 10

MR SPEAKER: Now Clause 10 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 10 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 11

MR SPEAKER: Now Clause 11 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 11 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 12

MR SPEAKER: Now Clause 12 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 12 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 13

MR SPEAKER: Now Clause 13 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 13 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 14

MR SPEAKER: Now Clause 14 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 14 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 15

MR SPEAKER: Now Clause 15 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 15 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 16

MR SPEAKER: Now Clause 16 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 16 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 17

MR SPEAKER: Now Clause 17 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 17 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 18

MR SPEAKER: Now Clause 18 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 18 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 19

MR SPEAKER: Now Clause 19 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 19 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 20

MR SPEAKER: Now Clause 20 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 20 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 21

MR SPEAKER: Now Clause 21 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 21 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 22

MR SPEAKER: Now Clause 22 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 22 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 23

MR SPEAKER: Now Clause 23 of the Bill is under consideration. There is an amendment in it. The amendment is from Minister for Law and Parliamentary Affairs. He may move it.

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Sir, I move:

"That in Clause 23 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Home Affairs, for the figures and word "I of 2007" appearing in lines 1 and 2, the figures and word "XII of 2007" be substituted."

MR SPEAKER: The amendment moved is:

"That in Clause 23 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Home Affairs, for the figures and word "I of 2007" appearing in lines 1 and 2, the figures and word "XII of 2007" be substituted."

The amendment moved and the question is:

"That in Clause 23 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Home Affairs, for the figures and word "I of 2007" appearing in lines 1 and 2, the figures and word "XII of 2007" be substituted."

(The motion was carried.)

MR SPEAKER: Now the question is:

"That Clause 23 of the Bill, as amended, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 1

MR SPEAKER: Now Clause 1 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 1 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

PREAMBLE

MR SPEAKER: Now the Preamble of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That the Preamble of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

LONG TITLE

MR SPEAKER: Now Long Title of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That the Long Title of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

Minister for Law!

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Sir, I move:

"That the Punjab Border Military Police (Amendment) Bill 2006 be passed."

MR SPEAKER: The motion moved is:

"That the Punjab Border Military Police (Amendment) Bill 2006 be passed."

The motion moved and the question is:

"That the Punjab Border Military Police (Amendment) Bill 2006 be passed."

(The motion was carried)

(The Bill is passed.)

MR SPEAKER: Minister for Law!

مسودات قانون

(جو متعارف ہوئے)

ہنگامی قانون (ترمیم) امتناع پتنگ بازی پنجاب مجریہ 2007

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Sir, I lay the Punjab Prohibition of Kite Flying (Amendment) Ordinance 2007.

MR SPEAKER: The Punjab Prohibition of Kite Flying (Amendment) Ordinance 2007 has been laid on the table of the House. It is deemed to be a Bill introduced in the House under Rule 91(6) of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997. It is referred to the Standing Committee on Local Government and Rural Development with the direction to submit its report up to 31st July 2007. Minister for Law!

ہنگامی قانون ادارہ انضباط خریداری پنجاب مجریہ 2007

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Sir, I lay the Punjab Procurement Regulatory Authority Ordinance 2007.

MR SPEAKER: The Punjab Procurement Regulatory Authority Ordinance 2007 has been laid on the table of the House. It is deemed to be a Bill introduced in the House under Rule 91(6) of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997. It is referred to the Standing

Committee on Services & General Administration with the direction to submit its report up to 31st July 2007. Minister for Law!

ہنگامی قانون پنجاب جوڈیشل اکیڈمی مصدرہ 2007

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Sir, I lay the Punjab Judicial Academy Ordinance 2007.

MR SPEAKER: The Punjab Judicial Academy Ordinance 2007 has been laid on the table of the House. It is deemed to be a Bill introduced in the House under Rule 91(6) of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997. It is referred to the Standing Committee on Law and Parliamentary Affairs with the direction to submit its report up to 31st July 2007. Minister for Law!

ہنگامی قانون (ترمیم) صوبائی موٹر گاڑیاں مجریہ 2007

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Sir, I lay the Provincial Motor Vehicles (Amendment) Ordinance, 2007.

MR SPEAKER: The Provincial Motor Vehicles (Amendment) Bill 2007 has been laid on the table of the House. It is deemed to be a Bill introduced in the House, under Rule 91(6) of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997. It is referred to the Standing Committee on Transport with the direction to submit its report up to 31st July 2007. Minister for Law!

ہنگامی قانون پبلک ڈیفنڈر سروس پنجاب مجریہ 2007

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Sir, I lay the Punjab Public Defender Service Ordinance 2007.

MR SPEAKER: The Punjab Public Defender Service Ordinance 2007 has been laid on the table of the House. It is deemed to be a Bill introduced in the

House, under Rule 91(6) of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997. It is referred to the Standing Committee on Law and Parliamentary Affairs with the direction to submit its report up to 31st July 2007.

The session is now adjourned till Tuesday, the 12th of June 2007 at 10:00am.

103

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،12۔جون 2007

تلاوت قرآن پاک وترجمہ

سوالات

(محکمہ جات جنگلات وجنگلی حیات اورامداد باہمی)

نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات

غیر سرکاری ارکان کی کارروائی

حصہ اول

مسودہ قانون

(جو پیش کیا جاچکا ہے اورزیرالتواء ہے)

مسودہ قانون زرعی بارانی یونیورسٹی راولپنڈی مصدرہ 2004

حصہ دوم

قراردادیں

(مفاد عامہ سے متعلق)

حصہ سوم

مسودہ قانون

(جو پیش کیا جاچکا ہے)

مسودہ قانون امتناع نجی قرض دہی پنجاب مصدرہ 2003

105

صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھویں اسمبلی کا تیسواں اجلاس

منگل، 12- جون 2007

(یوم الثلاثہ، 26- جمادی الاول 1428ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10 بج کر 15 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر چودھری محمد افضل ساہی منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری نور محمد نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم o

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا
مَا اكْتَسَبَتْ ۭ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ
رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَي الَّذِيْنَ
مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ
وَاعْفُ عَنَّا ۪ وَاغْفِرْ لَنَا ۪ وَارْحَمْنَا ۪ اَنْتَ مَوْلٰىنَا
فَانْصُرْنَا عَلَي الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ؀

سُوْرَةُ البَقَرَة آیت 286

خدا کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ اچھے کام کرے گا تو اس کو ان کا فائدہ ملے گا بُرے کرے گا تو اسے ان کا نقصان پہنچے گا۔ اے پروردگار! اگر ہم سے بھول یا چُوک ہو گئی ہو تو ہم سے مؤاخذہ نہ کیجئو۔ اے پروردگار! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالیو جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔ اے پروردگار! جتنا بوجھ اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں اتنا ہمارے سر پر نہ رکھیو۔ اور (اے

پروردگار) ہمارے گناہوں سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما۔ تو ہی ہمارا مالک ہے اور ہم کو کافروں پر غالب فرما (286)

وما علینا الا البلاغ o

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ آج محکمہ جنگلات، جنگلی حیات اور امداد باہمی سے متعلق سوالات پوچھے جائیں گے اور ان کے جوابات دیئے جائیں گے۔

قائد حزب اختلاف: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جناب قاسم ضیاء صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔ جی، فرمائیے!

پوائنٹ آف آرڈر

حکومتی یقین دہانی کے باوجود سیاسی مخالفین کی گرفتاریاں جاری

قائد حزب اختلاف: جناب سپیکر! جیسا کہ گزشتہ روز اپوزیشن نے بات کی، وزیر قانون صاحب سے درخواست کی گئی اور احتجاج بھی کیا گیا کہ اپوزیشن کے ممبران اور سیاسی کارکنوں کو گرفتار کیا جا رہا ہے۔ وزیر قانون صاحب نے اس پر یقین دہانی کروائی تھی لیکن بجائے اس کے کہ اس پر کوئی عملدرآمد ہوتا آج کے اخبارات میں آیا ہے کہ کل رات بھی crack down کیا گیا اور سینکڑوں سیاسی کارکنوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ اس وقت حکومت کو کیا ہو گیا ہے، کس وجہ سے کارکنوں کو گرفتار کیا جا رہا ہے اور سیاسی کارکنوں کے گھروں پر رات گئے کیوں چھاپے مارے جا رہے ہیں؟ ہمیں رات بھر فون موصول ہوتے رہے ہیں کہ جگہ جگہ چھاپے مارے جا رہے ہیں، کارکنوں کو ہراساں کیا جا رہا ہے، گرفتار کیا جا رہا ہے اور انھیں دور دراز علاقوں کی جیلوں میں بند کیا جا رہا ہے۔ کیا حکومت کا یہ رویہ روایات کی سیاست کا عکاس ہے؟ کل راجہ صاحب نے یہاں floor پر کھڑے ہو کر کہا کہ جی دو چار لوگوں کی بات ہے، فہرستیں ہمارے پاس ہیں اور آپ بیٹھ کر ہمارے ساتھ بات کر لیں۔ آج پھر تمام اخبارات کی زینت یہ خبریں بنی ہوئی ہیں کہ سیاسی کارکنوں کو پھر گرفتار کیا جا رہا ہے۔ ہم جاننا چاہتے ہیں کہ اس کی کیا وجوہات ہیں؟ اپوزیشن جماعتوں یا سیاسی کارکنوں نے کون سی امن وامان کی صورتحال خراب کی ہے، کیا سیاسی جماعتوں کی طرف سے کوئی کال دی گئی ہے یا کوئی ایسی بات کہی

گئی ہے کہ جی ہم سڑکوں پر نکل کر سول نافرمانی کریں گے اگر ایسا نہیں ہے تو پھر کل رات سے یہ تشدد کس وجہ سے دوبارہ شروع کیا گیا ہے؟ میں چاہوں گا کہ راجہ بشارت صاحب اس بابت جواب دیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں بھی اس حوالے سے بات کرنا چاہتا ہوں، میرے بعد پھر راجہ صاحب اکٹھا ہی جواب دے لیں گے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! جب راجہ صاحب ہاؤس میں بات کرتے ہیں تو بد قسمتی سے اس کے بعد ہمیں یہ موقع نہیں دیا جاتا کہ ہم ان کی باتوں کا جواب دے سکیں۔ بعض اوقات وہ ایسی باتیں کر جاتے ہیں کہ جن کا کوئی وجود نہیں ہوتا، جو ہوا میں ہوتی ہیں۔ اب کل انھوں نے اسی floor پر کھڑے ہو کر کہا تھا کہ ہم نے ساٹھ سال سے زائد عمر والے تمام لوگوں کو چھوڑ دیا ہے۔ ڈاکٹر کمال صاحب جو پروفیسر وقاص صاحب کے والد ہیں ان کے بارے میں وزیر قانون صاحب نے کل فرمایا تھا کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے مجھے پرسوں خود کہا کہ انھیں فوری طور پر چھوڑ دیں لیکن میں انتہائی افسوس کے ساتھ اس ہاؤس میں کہتا ہوں اور آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ ابھی تک ڈاکٹر کمال صاحب کو نہیں چھوڑا گیا حالانکہ ان کی عمر 66 سال ہے۔ اسی طرح ہمارے جماعت اسلامی کے تین کارکن جن کی عمریں 60 سال سے زیادہ ہیں انھیں بھی نہیں چھوڑا گیا۔ جن لوگوں کا تعلق گوجرانوالہ سے ہے انھیں ڈی جی خان کی جیل میں بھیج دیا گیا ہے اور جن کا تعلق لاہور سے ہے انھیں ساہیوال اور میانوالی جیل میں قید کیا گیا ہے۔

جناب والا! جیسا کہ ابھی قائد حزب اختلاف نے کہا ہے، آج اخبارات میں آیا ہے کہ حکومت اب بھی کارکنوں کو گرفتار کر رہی ہے۔ فاضل وزیر قانون کل یہاں پر ہمیں للکارتے رہے کہ جی پانچ آدمیوں کے نام بتا دیں، میں اسی وقت چھوڑنے کے لئے تیار ہوں۔ ہم یہاں پر چیختے رہے، یہاں اپنے گرفتار ہونے والے آدمیوں کے نام بتاتے رہے لیکن ہماری بات کسی نے نہیں سنی۔ میرے پاس یہ ایک فہرست موجود ہے جس میں 63 لوگ جماعت اسلامی سے ہیں اور 20 لوگ JUP اور متحدہ مجلس عمل کی دیگر جماعتوں سے ہیں جنھیں گرفتار کیا گیا ہے۔ یہ ایک مکمل فہرست میرے پاس موجود ہے جس میں انھیں جس جس ضلع سے گرفتار کر کے جیل میں بھیجا گیا ہے سب تفصیل درج ہے۔ اس وقت جبکہ ملک میں کوئی افراتفری نہیں ہے پھر ہمارے سیاسی

کارکنوں کو کیوں گرفتار کیا جا رہا ہے؟

جناب والا! ہم اپوزیشن میں ہیں اور یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم کوشش کریں کہ اس ملک میں حقیقی جمہوریت کی حکمرانی ہو۔ ایک فرد کی حکمرانی نہ ہو بلکہ جمہوریت کی حکمرانی ہو۔ لہذا میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ ہمارے ان گرفتار کئے گئے کارکنوں کو فوراً رہا کیا جائے۔ ہمارے کارکنوں کا ہمارے اوپر پریشر ہے، ہم نے جہاں سے ووٹ لئے ہیں وہاں سے پریشر ہے۔ ہمارے کارکنوں کو کس بناء پر گرفتار کیا جا رہا ہے؟ وزیر قانون صاحب فرمادیں کہ یہ کب ان کو چھوڑیں گے۔ اگر یہ نہیں چھوڑتے تو پھر معذرت کے ساتھ کہوں گا کہ ہمارا اس اجلاس میں بیٹھ کر ہاؤس کی کارروائی چلانا بے فائدہ ہوگا۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! رات ٹاؤن شپ میں میرے ساتھیوں کے گھروں پر چھاپے مارے گئے اور پولیس والے ہمارے ایک ساتھی کی والدہ کو اٹھا کر لے گئے ہیں۔ ہر چیز کی کوئی نہ کوئی limit ہوتی ہے۔ اسی طرح ہمارے ایک ساتھی وسیم اسلم قریشی صاحب کے گھر میں باہر سے سیڑھی لگا کر داخل ہوئے، ان کے گھر کے سارے دروازے توڑ دیئے گئے اور رات کے تین بجے ان کے گھر میں پولیس والے دندناتے رہے ہیں۔ اس ملک کے اندر کچھ تو روایات کو برقرار رہنے دیں۔ یہ حکومتیں ہمیشہ قائم نہیں رہتیں۔ کل اگر انھیں یہ دن دیکھنا پڑے تو پھر یہ سوچیں کہ ان کے ساتھ کیا ہوگا؟

وزیر مواصلات و تعمیرات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیے!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! آپ کی اجازت سے میں ارشد بگو صاحب کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کیونکہ انھوں نے ابھی کہا ہے کہ اس وقت ملک میں بالکل کوئی افراتفری نہیں ہے۔ امن وامان ہے، سیاسی صورتحال میں کسی قسم کا کوئی تغیر نہیں ہے۔ انھوں نے آج یہاں پر اس چیز کا اعتراف کیا ہے جو کہ ایک بہت بڑی بات ہے۔ دوسرا قائد حزب اختلاف نے سیاسی کارکنوں کی گرفتاری کے حوالے سے بات کی ہے۔ سیاسی کارکن وہ ہوتا ہے جو سیاسی عمل کے لئے کام کرتا ہے۔ وہ شکست وریخت کے لئے کام نہیں کرتا، جس سے معاشرے اور مملکت میں بسنے والے لوگوں کو کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ آپ کے کارکن آپ کا ساتھ چھوڑ گئے ہیں۔ سیاسی عمل میں حصہ لینے والے سیاسی کارکنوں کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائی جا رہی۔ باقی تفصیل کے ساتھ جواب راجہ بشارت

صاحب دیں گے۔

جناب سپیکر: جی، راناثناء اللہ خان صاحب!

راناثناء اللہ خان: جناب سپیکر! چودھری ظہیر الدین خان صاحب نے بڑے ہی انداز میں ایسے جیب میں ہاتھ ڈال کر بات کی ہے کہ جی کوئی سیاسی بحران نہیں ہے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جیب میں تو آپ نے بھی ہاتھ ڈالا ہوا ہے۔

راناثناء اللہ خان: میں نے تو اپنی جیب میں ڈالا ہے جبکہ آپ دوسروں کی جیبوں میں ڈالتے ہیں۔ بلکہ آپ نے تو پبلک کی جیب میں ہاتھ ڈالا ہوا ہے اور نکال ہی نہیں رہے تو چودھری ظہیر صاحب فرما رہے ہیں کہ کوئی سیاسی بحران نہیں ہے، کوئی کسی قسم کا مسئلہ نہیں ہے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: یہ تو ارشد بگو صاحب نے کہا ہے۔

راناثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ آپ نے بھی کہا ہے۔ ذرا وزیر صاحب کو سمجھا دیں کہ رولز کے تحت ہاؤس میں ایسے بیٹھے بیٹھے بات نہیں کی جاتی۔ یہ وزیر صاحب پنجاب مسلم لیگ (ق) کے جنرل سیکرٹری بھی ہیں اور یہ ابھی فرما رہے تھے کہ یہاں پر کوئی سیاسی بحران نہیں ہے تو میں ان سے پوچھتا ہوں کہ گزشتہ دنوں جنرل مشرف صاحب نے اجلاس بلایا تھا۔ اگر کوئی بحران نہیں ہے تو انھوں نے پھر کیوں پکار پکار کر کہا۔ [******] یہ بات اخبارات میں آئی ہے آپ نے بھی ضرور پڑھی ہو گی۔ [******] تم نے مجھے اس مشکل گھڑی میں تنہا چھوڑ دیا ہے۔ اگر کوئی بحران نہیں ہے تو پھر وہ کون سی مشکل گھڑی ہے جو جنرل مشرف پر آئی ہے [******]

جناب سپیکر: یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔ رانا صاحب! پلیز تشریف رکھیں۔ جی، وزیر قانون صاحب!

راناثناء اللہ خان: جناب سپیکر! ہم نے تو چار سال پہلے کہا تھا کہ یہ لوٹے کسی کے نہیں ہوتے۔ یہ جنرل پرویز مشرف کو بھی چھوڑ دیں گے۔ انھوں نے میاں محمد نواز شریف کو چھوڑا، انھوں نے بے نظیر بھٹو صاحبہ کو بھی چھوڑا تو یہ صرف مجھے اتنا جواب دے دیں کہ اگر ملک میں کوئی بحران نہیں ہے [******]

جناب سپیکر: یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! میں راناثناء اللہ صاحب کی چند ایک باتوں کا جواب دینا

چاہوں گا۔سب سے پہلے تو میں معذرت خواہ ہوں کہ میں نے بیٹھے بیٹھے ایک بات کہی۔ رانا صاحب نے یہ کہا کہ میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر بات کی ہے۔ ہاں ہم تو اپنی جیب میں ہاتھ

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

ڈالتے ہیں جبکہ یہ اپنے دونوں ہاتھ دوسروں کی جیبوں میں ڈالتے ہیں۔یہ روایت ان کی ہے کہ اپنے دونوں ہاتھ دوسروں کی جیبوں میں ڈالتے ہیں ہماری پارٹی کی یہ روایت نہیں ہے۔ میں دوسری یہ گزارش کروں گا کہ صدر پرویز مشرف صاحب ہمارے لیڈر ہیں، ہم ان کے ہر act کو own کرتے ہیں اور ان کے نظریات کے حامی ہیں۔ ملک کی بھلائی کے لئے، سب سے پہلے پاکستان کے لئے وہ جو پروگرام دیتے ہیں، جو کچھ کہہ رہے ہیں اس کے لئے ہم لڑتے ہیں اور لڑتے رہیں گے۔ وہ ہمیں ملنے کے لئے آئے، اپنی پارٹی کو ملنے کے لئے آئے۔ وہ ہمارے لیڈر ہیں ہمارے لئے اس سے بڑی اور کیا بات ہے۔ ہمیں وہ ہمیشہ address کرتے ہیں۔ ان کے لیڈران کی طرح نہیں کہ باہر ہی بیٹھے ہوئے ہیں۔ کبھی یہاں پر ملنے کے لئے نہیں آتے۔ باہر ہی وہ APC,CPC وغیرہ بلاتے رہتے ہیں۔ اس کے لئے ان بے چاروں کو پھر چندہ اکٹھا کرنے کے لئے بھی کہتے ہیں۔ مختلف بہانوں سے کبھی tickets کے بہانے سے، کبھی مستقبل کے بہانے سے پیسے اکٹھے کر کے وہاں پر چند ایک لوگوں کو بلاتے ہیں یا پھر ٹیلیفونک خطاب کرتے ہیں جبکہ ہمارے ہاں ریموٹ کنٹرول سیاست نہیں ہے۔

جناب والا! جنرل پرویز مشرف صاحب اپنے پیروکاروں اور ساتھ چلنے والوں کے ساتھ خود بالمشافہ بات کرتے ہیں۔ انھوں نے جو دوسری بات کی ہے آپ ہی دیکھیں کہ یہ کیا باتیں کرتے ہیں اور کیا الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ کیا یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں یہ الفاظ نہیں آتے؟ ہم تو یہاں below average behaviour اور below average الفاظ استعمال نہیں کرنا چاہتے کیونکہ ہم اپنی اور ان کی سیاسی تربیت میں فرق رکھنا چاہتے ہیں جس کا زبان سے پتا چلتا ہے۔ میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ یہ مقدس ایوان اس بات کا متقاضی ہے کہ یہاں پر روایات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی زبانوں پر کنٹرول رکھا جائے اور دوسرے کے بارے میں وہ بات کی جائے جو اپنے بارے میں سننے کا حوصلہ ہو۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، وزیر قانون!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! اس پر بحث تھوڑی کروانی ہے؟

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! انھوں نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ میں نے تو صرف یہ کہا تھا کہ جنرل مشرف نے جو[******]انھوں نے اس کا جواب نہیں دیا۔

جناب سپیکر: جی، آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جو عدلیہ کا بحران ہے اور اس ملک میں عدلیہ کی جو جدو جہد جاری ہے۔۔۔

محترمہ نشاط افزاء: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ! پلیز تشریف رکھیں۔

رانا ثناء اللہ خان: اگر لوگ اس سے اظہار یکجہتی کے لئے کسی کا استقبال کرتے ہیں تو اس میں رکاوٹ ڈالنا موجودہ حکومت کے لئے مناسب نہیں ہے بلکہ اس ملک، قوم اور معاشرے کے لئے بھی مناسب نہیں ہے۔ یہ سرحد، بلوچستان اور سندھ میں نہیں ہو رہا بلکہ صرف اور صرف پنجاب میں لوگوں کے گھروں پر ریڈ کئے جا رہے ہیں اور لوگوں کو ہراساں کیا جا رہا ہے جیسے ابھی وقاص صاحب اور بگو صاحب نے بھی فرمایا ہے۔ کل لاء منسٹر صاحب کسی بات کو مان ہی نہیں رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ ہم نے تو کسی کو گرفتار ہی نہیں کیا۔ ان کے اپنے ضلع سے میرے پاس سات آدمیوں کی لسٹ ہے جنھیں گرفتار کیا گیا ہے اگر یہ کہیں تو میں نام بھی پڑھ دیتا ہوں کہ ان لوگوں کو بلا وجہ اور بلا جواز گرفتار کیا ہوا ہے اور ان میں ایک آدمی 65/66 سال کا عمر رسیدہ بھی ہے۔

جناب والا! لاء منسٹر صاحب نے کل آپ کے چیمبر میں آپ کے سامنے فرمایا تھا کہ کل میں لسٹ لے آؤں گا اور اس پر بیٹھ کر یہ ہمارے ساتھ بات کر لیں اور مقامی انتظامیہ نے جن لوگوں کو گرفتار کیا ہوا ہے ان کے متعلق کوئی لائحہ عمل بنا کر انھیں رہا کر دیں گے۔ اگر یہ لسٹ لے آئے ہیں تو وہ ہمیں دیں اور ہم ان کے ساتھ بیٹھنے کو تیار ہیں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! انھوں نے یہ جو across the board طریق کار اپنایا ہوا ہے۔ اب یہ فیصل آباد کی بات نہیں مان رہے۔ آپ کا تعلق فیصل آباد سے ہے آپ اپنے طور پر وہاں سے

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

informations collect کر لیں کہ فیصل آباد میں چیف جسٹس کے استقبال کو ناکام بنانے کے لئے وہ ہر ہتھکنڈا استعمال کر رہے ہیں۔ یہ تو کہہ رہے ہیں کہ ہم below the belt نہیں جاتے اور ہم اس سے نیچے نہیں جاتے لیکن یہ تو گٹر کا ڈھکنا اٹھا کر اس میں بھی چھلانگ لگانے کے لئے تیار ہیں لہذا ان کو چاہئے کہ یہ اس بارے میں ہوش کے ناخن لیں۔

جناب سپیکر: پلیز! لاء منسٹر صاحب کو سن لیں۔ جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں سب سے پہلے تو یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ محترم قائد حزب اختلاف اور محترم ارشد بگو صاحب نے بھی فرمایا کہ کل یہاں پر بات ہوئی تھی اور رانا صاحب بھی ابھی فرما رہے تھے۔ میں نے کل حکومت کی طرف سے گزارش کی تھی کہ آئیں مل بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔ آپ ہمیں گرفتار شدہ افراد کی اپنی فہرست دیں تو ہم اس کا موازنہ سرکاری فہرست سے کرتے ہیں اور اس میں آپ جن لوگوں کی نشاندہی کر رہے ہیں ان کی categories کر دیتے ہیں جو مقدمات میں ملوث ہیں ان کے لئے علیحدہ طریق کار اختیار کریں گے اور جو MPO کے تحت ہیں ان کے withdrawal کے لئے علیحدہ طریقہ اختیار کریں گے۔

جناب والا! میں نے آپ کی موجودگی میں بڑی categorically یہی گزارش کی تھی اور ان سے لسٹ مانگی تھی۔ ابھی ارشد بگو صاحب فرما رہے تھے کہ ہم پکار پکار کر اور چیخ چیخ کر نام بتا رہے تھے۔ یہ کہاں بتا رہے تھے؟ یہ تو چلے گئے تھے۔ انھوں نے کل یہ طے کیا ہوا تھا کہ واک آؤٹ کر جانا ہے۔ اگر ان کو کارکنوں کے ساتھ اتنی ہمدردی تھی تو واک آؤٹ کے بعد واپس تشریف لے آتے۔ آپ کے حکم پر تین وزراء نے جا کر ان سے استدعا کی کہ واپس آئیں اور ہمارے ساتھ بیٹھ کر بات کریں لیکن یہ تو فوٹو سیشن کروانے کے لئے باہر چلے گئے۔ ابھی ارشد بگو صاحب کہہ رہے تھے کہ ہوا میں بات کرتے ہیں۔ بگو صاحب! آپ میرے لئے انتہائی قابل احترام ہیں اور میں آپ کا احترام کرتا ہوں لیکن یقین کیجئے کہ جتنا آپ غلط بیانی سے کام لیتے ہیں اتنا کوئی دوسرا نہیں لیتا۔ آپ نے

ڈاکٹر کمال صاحب کی بات کی۔۔۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر!۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! مجھے بات مکمل کرنے دی جائے۔

جناب سپیکر: پلیز! لاء منسٹر صاحب کی بات سنیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: میں ریکارڈ کی بات کر رہا ہوں۔ یہ ڈاکٹر کمال صاحب کے withdrawal orders ہیں۔ آپ کے حکم اور جو یہاں گزارش کی تھی اس کے تحت ہم نے کل ہی یہ orders withdraw کر لئے۔ ڈاکٹر کمال صاحب کے صاحبزادے وقاص صاحب خود by hand یہ آرڈر لے کر گئے ہیں۔ میں نے ان کی موجودگی میں ہوم سیکرٹری صاحب کو ٹیلی فون کیا۔ وقاص صاحب نے کہا کہ میں خود ان کو receive کرنا چاہتا ہوں تو ہوم سیکرٹری صاحب نے کہا کہ میں سپرنٹنڈنٹ کو convey کرتا ہوں آپ خود تشریف لے جائیں۔ چونکہ وہ وقاص صاحب کی ذات کا معاملہ تھا میں نے ان کے ساتھ بیٹھ کر کیا لیکن آپ ان کی عدم موجودگی میں کہہ رہے ہیں کہ orders withdraw نہیں ہوئے۔ اس وقت وقاص صاحب تشریف نہیں رکھتے اگر وہ کل بھی آکر کہہ دیں کہ وہ یہ آرڈر لے کر نہیں گئے تو پھر میں آپ کا مجرم ہوں۔ تو کیا میں ہوا میں بات کرتا ہوں یا آپ ہوا میں فرما رہے ہوتے ہیں۔ لہذا میں گزارش کرتا ہوں کہ تھوڑا سا تحمل مزاجی اور facts کے ساتھ بات کریں ہم آپ کی بات سننے کے لئے تیار ہیں۔

جناب والا! میں اب بھی آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آج اجلاس کے بعد یہ دوست میرے ساتھ بیٹھ جائیں۔ میں آپ کو categorically assurance دینا چاہتا ہوں کہ اس وقت جو لوگ 60 سال کی عمر سے زیادہ detained ہیں انشاء اللہ تعالیٰ ان کے detention orders withdraw کر لیں گے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم نے اپنی کوشش کے مطابق 60 سال سے زیادہ عمر کے لوگوں کے detention orders withdraw کر لئے ہیں لیکن اس کے باوجود اگر کوئی رہتا ہے تو آپ مجھے بتائیں انشاء اللہ اس کی تعمیل ہو گی۔

جناب والا! جیسے احسان اللہ وقاص صاحب نے فرمایا ہے اگر اس طرح کسی کے گھر زیادتی ہوئی ہے یا کسی کا دروازہ توڑا گیا ہے تو آپ مجھے بتائیں اور آپ جو حکم دیں گے میں اس کی تعمیل کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن انھوں نے جو کہا کہ کارکنوں کا ہم پر پریشر ہے، وہ تو ہو گا۔ اس کا تو میرے پاس کوئی علاج نہیں ہے۔ آج آپ کا کارکن مایوس ہو چکا ہے۔ اس لئے کارکن آپ کو پریشر میں لائے

گا۔یہ پریشر تو بہت کم ہے کیونکہ آپ ساڑھے چار سال سے اپنے کارکنوں کے ساتھ غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں۔آپ نے ان کو استعفوں کا کہا لیکن آپ نے استعفے نہیں دیئے۔کارکن باہر بیٹھا ہوا ہے اور آپ اسمبلیوں کے اندر بیٹھے ہوئے ہیں۔اب کارکن پریشان نہ ہو یا frustrate نہ ہو تو وہ اور کیا کرے؟آپ ساڑھے چار سال سے کارکنوں کو کہہ رہے ہیں کہ فلاں صاحب آ رہے ہیں، فلاں صاحبہ آ رہی ہیں لیکن وہ آ نہیں رہے اس لئے کارکن تو ٹکریں مار رہا ہے۔کارکن تو پریشان ہو گا۔ آپ کارکنوں سے کہہ رہے ہیں کہ اسمبلیاں جا رہی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اسمبلیاں اپنی مدت پوری کر رہی ہیں۔

اب کارکن کب تک آپ کی جھوٹی طفل تسلیوں پر اپنے آپ کو زندہ رکھے گا۔اس کا ہمارے پاس علاج نہیں ہے۔اپنے کارکن کو عملی طور پر بہتر سیاسی حکمت عملی اختیار کر کے مطمئن کرنا آپ کا کام ہے لیکن میں معذرت کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ اس میں ناکام رہے ہیں۔آپ نے اپنے کارکن کو خود frustrate کیا ہے۔آپ نے خود اس کو مقابلے کے لئے تیار کیا ہے لیکن آگے سے آپ کو کچھ حاصل نہیں ہوا۔انشاء اللہ تعالیٰ یہ اسمبلیاں پانچ سال پورے کریں گی۔آپ نے تو کارکنوں کو ٹرک کی بتی کے پیچھے لگایا ہوا ہے کہ جی، فلاں آئے گا فلاں آئیں گے آ رہے ہیں استعفوں کے لئے cut down dates دے رہے ہیں 12، 14، 16 اور 27 تاریخ کو استعفے، تو کارکن کیا کریں؟آج تو کارکن آپ کو خالی پریشر میں لا رہا ہے لیکن کل کو آپ کا گریبان پکڑے گا۔ قوم تو علیحدہ بلکہ کل کارکن آپ سے جواب مانگے گا۔یہ حقائق ہیں جنھیں تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ان کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں ہے۔

جناب والا!آپ نے کل حکم دیا تو ہم نے اس کی تعمیل کی یہ آج بھی میرے ساتھ بیٹھیں اور جو لوگ 60 سال سے زیادہ کے ہوں گے ان کی بھی تعمیل ہو گی یہ جو اور کہیں گے ان کی بھی تعمیل ہو گی لیکن کم از کم بیٹھیں۔یہ نہ ہو کہ ابھی پانچ منٹ بعد نعرے مارتے ہوئے یہاں سے گھر چلے جائیں۔ہم پیچھے ان کو ڈھونڈتے رہتے ہیں لیکن یہ ملتے نہیں ہیں۔شکریہ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جی، شکریہ

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: بگو صاحب! میرے خیال میں کافی بات ہو گئی ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میری بات تو سن لیں۔

جناب سپیکر: پلیز! تشریف رکھیں، میں سنتا ہوں۔ آپ کا مطالبہ تھا اور کل بھی لاء منسٹر صاحب نے on the floor of the House یہ commit کیا کہ آپ میرے ساتھ بیٹھ جائیں۔ گرفتار ہونے والے لوگوں کی دو categories ہیں۔ انھوں نے 60 سال سے زیادہ عمر کے گرفتار شدہ لوگوں کے بارے میں تو commit کر لیا کہ 60 سال سے زیادہ عمر کے جتنے لوگ گرفتار ہوئے ہیں ہم انھیں فوری رہا کر دیں گے۔ باقی جو دو categories ہیں ان کے بارے میں انھوں نے کہا کہ آپ لسٹیں لائیں اور میں بھی لسٹیں منگوا لیتا ہوں اور آپس میں بیٹھ کر طے کر لیتے ہیں۔ آج بھی وہ اپنی اسی بات کو repeat کر رہے ہیں اور اپنی بات پر قائم ہیں۔ آپ کا بھی یہی مطالبہ تھا لہذا آپ ان کے ساتھ چیمبر میں بیٹھ کر بات کر لیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! راجہ صاحب! ہمارے بڑے competent بھائی ہیں۔ یہ دو حکومتوں سے بطور پارلیمانی منسٹر کام کر رہے ہیں۔ آپ ان کی کل کی debate نکال لیں انھوں نے یہاں فرمایا تھا کہ 60 سال کے جتنے بھی لوگ گرفتار تھے ہم نے ان کو رہا کر دیا ہے۔

جناب سپیکر: 60 سال سے زائد شاید انہوں نے کہا تھا کہ رہا کر دیں گے۔

جناب ارشد محمود بگو: نہیں، نہیں۔ ابھی میں ان کی اور بات بتاتا ہوں۔ انہوں نے یہ کہا تھا کہ 60 سال کے جتنے لوگ ہیں ان کو رہا کر دیں گے۔ اب جب میں نے ڈاکٹر کمال کا نام لیا تو انہوں نے کہا کہ مجھے محترم وزیر اعلیٰ نے پرسوں ہی یہ کہا ہے کہ ڈاکٹر کمال کو رہا کر دیں۔ اگر وزیر اعلیٰ پنجاب کسی کو رہا کرنے کے لئے کہے اور وہ آدمی چوبیس گھنٹے میں بھی رہا نہ ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ارشد محمود بگو: راجہ صاحب! مجھے بات تو مکمل کرنے دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! میں معذرت چاہتا ہوں میں صرف ریکارڈ کی درستی کے لئے عرض کر رہا ہوں کہ میں نے کل کے متعلق بات کی تھی کہ کل چیف منسٹر صاحب نے کہا تھا پرسوں تو میں یہاں پر موجود ہی نہیں تھا پرسوں تو میں راولپنڈی میں تھا۔ میں نے کل کی بات کی

تھی کہ یہاں آنے سے پہلے مجھے چیف منسٹر صاحب نے کہا ہے اور کل ہی ہم نے اس کی تعمیل کی ہے۔ میں ریکارڈ کی درستی کے لئے بات کر رہا تھا۔ میں interruption کے لئے معذرت چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: بگو صاحب! اب مزید اس پر بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب والا! میں مختصر بات کر کے بیٹھ جاؤں گا۔ پھر انہوں نے کہا کہ آپ کے دوست پروفیسر وقاص ایم پی اے کو بھی لیٹر دے دیا ہے اور detention order ختم ہو گیا ہے۔ میں اس floor پر ابھی کھڑا ہوں اگر تو ڈاکٹر کمال رہا ہو چکے ہیں تو آپ جو سزا مجھے دینا چاہیں میں اسے قبول کرنے کے لئے تیار ہوں۔ آج اور ابھی تک ڈاکٹر کمال رہا نہیں ہوئے۔

تیسری بات میں یہ کہتا ہوں کہ یہ فرما رہے ہیں کارکن انہیں ٹکریں مار رہے ہیں۔ اللہ کے فضل سے کارکن ہمیں ٹکریں نہیں ماریں گے کارکن انہیں ٹکریں ماریں گے۔ یہ اعزاز ان کو جاتا ہے اور اللہ کے فضل سے راجہ صاحب ہمارے لئے بڑے محترم ہیں۔ یہ پنجاب اسمبلی کی تاریخ میں پہلے وزیر قانون اور پارلیمانی منسٹر ہیں کہ جنہوں نے خود کورم کی نشاندہی کی اور باہر چلے گئے۔ یہ ان کی پورے چار سال کی کارکردگی ہے۔ پھر جو یہ کہتے ہیں اس پر عمل نہیں کرتے۔ ابھی ہم باہر چلے جاتے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: آپ منسٹر صاحب کے ساتھ بیٹھ کر طے کر لیں آپ اپنی لسٹیں بھی لے جائیں اور ان کے پاس بھی لسٹیں ہوں گی وہ منگوا لیں گے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! قائد حزب اختلاف اپنی طرف سے جن کو مناسب سمجھیں نامزد کر دیں اور وہ صاحبان لاء منسٹر صاحب کے ساتھ بیٹھ کر اس معاملے کو حل کر لیتے ہیں لیکن ایک بات یہ ہے کہ کل ایڈوائزری کمیٹی میں بھی میری ان سے بات ہوئی ہے۔ کل یہاں پر ہاؤس میں بھی بات ہوئی ہے لیکن اس کے باوجود بھی رات کو raid ہوئے ہیں۔ یعنی پہلے لوگ جو arrest کئے ہوئے ہیں ان کو ہم چھڑواتے رہیں اور آگے پھر یہ اس سلسلے کو جاری رکھیں۔

جناب سپیکر: یہ ساری باتیں ان کے ساتھ چیمبر میں بیٹھ کر ہو جائیں گی۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! ہم آپ سے بھی اس بات کی یقین دہانی چاہتے ہیں کہ آپ اس بات کو بھی ensure کریں اور ان کو پابند کریں کہ اس سلسلے کو بھی یہ بند کریں۔ کیونکہ یہ جو فرما رہے ہیں کہ

فلاں پریشان ہے اور فلاں پریشان ہے۔اس وقت پورے ملک میں اگر کوئی پریشان ہے تو ایک ہی بندہ پریشان ہے اور اس کا نام جنرل مشرف ہے اور وہ لوٹوں کی وجہ سے پریشان ہے اور اس نے پکار پکار کر ان کو بتادیا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ

رانا ثناء اللہ خان: لوگوں کو پکڑ رہے ہیں اس کو یہ بند کریں اور قائد حزب اختلاف لوگوں کو نامزد کر دیں۔

جناب سپیکر: حاجی محمد اعجاز صاحب!

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے floor دیا ہے۔ جس طرح لاء منسٹر صاحب نے فرمایا ہے کہ جو لوگ ساٹھ سال سے اوپر ہیں گورنمنٹ نے ان کے متعلق یہ پالیسی بنائی ہے کہ ان کو فوری طور پر رہا کر دیا جائے۔ میں یہ کہوں گا کہ تمام سیاسی ورکروں کو فوری طور پر رہا کرنا چاہئے۔یہ ہمیں ہاؤس میں یقین دہانی کروادیں کہ تمام سیاسی ورکروں کو رہا کر دیا جائے گا۔

جناب سپیکر: وہ تو کہہ رہے ہیں کہ یہ ہمارے ساتھ بیٹھ جائیں اور بات چیت کر لیتے ہیں۔

حاجی محمد اعجاز: جناب والا! اس میں بیٹھنے والی بات کیا ہے۔

جناب سپیکر: آپ لسٹ فراہم کریں گے کہ کون لوگ گرفتار ہوئے ہیں ان کے پاس بھی لسٹ ہوگی پھر ہی بات ہوگی۔قاسم ضیاء صاحب!

محترمہ نشاط افزاء: جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہوں گی کہ---

جناب سپیکر: محترمہ! تشریف رکھیں قائد حزب اختلاف کو میں نے floor دیا ہے۔

قائد حزب اختلاف: جناب والا! ان کی بات پہلے سن لیں۔

جناب سپیکر: آپ کے بعد ان کو موقع دیا جائے گا۔

قائد حزب اختلاف: جناب سپیکر! جیسا کہ راجہ صاحب نے کہا ہے اور رانا صاحب نے بھی فرمایا ہے کہ یہ کم از کم ہمیں اس بات کی یقین دہانی کروادیں کہ آج سے چھاپوں کا سلسلہ بند ہو جائے گا اور جو ہمارے پہلے ورکر گرفتار ہوئے ہیں اور ان کے لئے حکومت اگر واقعی یہ سمجھتی ہے کہ کمیٹی بنا کر discuss کرنا ہے تو پھر میں رانا ثناء اللہ خان صاحب، رانا آفتاب احمد خان صاحب اور جناب ارشد

بگو کو nominate کر دیتا ہوں لیکن یہ نہ ہو جیسا کہ رانا صاحب نے کہا ہے ہم کمیٹی میں بیٹھ رہے ہوں اور دوسری طرف چھاپے پڑ رہے ہوں۔ وزیر قانون صاحب ہمیں یہ تو کم از کم ensure کرائیں کہ آج کے بعد سے چھاپوں کا سلسلہ بند ہو گا اور کارکنوں کو ہراساں نہیں کیا جائے گا۔ یہ kindly ہمیں ensure کروادیں ورنہ مل بیٹھنے کا فائدہ کوئی نہیں ہو گا۔

جناب سپیکر: محترمہ نشاط افزاء!

محترمہ نشاط افزاء: جناب سپیکر! جیسا کہ وزیر قانون صاحب فرما رہے تھے۔

جناب سپیکر: بی بی! ماحول بہتر ہے پلیز! اس بات کا ضرور خیال رکھیں۔

محترمہ نشاط افزاء: بالکل۔ ماحول کو بہتر ہی رکھیں گے۔ ہماری وجہ سے ماحول خراب نہیں ہوتا ان کی وجہ سے ہی ہوتا ہے۔ ابھی وہ فرما رہے تھے کہ لوگ نکل نہیں رہے کچھ ہو نہیں رہا اور کوئی احتجاج نہیں ہے یہ ایسے شور مچا رہے ہیں۔ میں ان سے یہ گزارش کرتی ہوں کہ:

باہر ایک شور ہے قیامت کا
وزیر تعلیم کو شاید کچھ اونچا سنائی دیتا ہے

اور نہ ہی دکھائی دیتا ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ! وہ تو لاء منسٹر ہیں۔

محترمہ نشاط افزاء: جناب سپیکر! اس وقت پوری قوم سراپا احتجاج ہے۔ پورا ملک ان کے خلاف سراپا احتجاج ہے مگر ان کو کچھ دکھائی نہیں دیتا اور نہ ہی سنائی دیتا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ

محترمہ نشاط افزاء: جناب والا! ایک منٹ میں اپنی بات ختم کرتی ہوں۔ پھر ابھی ہمارے ایک بھائی نے فرمایا کہ ان کی جو language ہے بڑی خراب ہے۔ میری ان سے یہ گزارش ہے کہ آپ کے وفاق کے لاء منسٹر جناب وصی ظفر ہیں وہ ٹی وی پر آ کر کیا بولتے ہیں، ظرف سے گری ہوئی بات کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: محترمہ! وفاق کو آپ discuss نہ کریں ادھر پنجاب تک ہی رہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! میں گزارش یہ کرنا چاہتا تھا کہ ابھی انہوں نے بیٹھنے کی بات کی ہے تو ڈیڑھ بجے قائد حزب اختلاف تشریف لے آئیں میں حاضر ہوں۔ جہاں وہ کہیں گے

میں ان کے ساتھ بات کرنے کے لئے تیار ہوں۔

سوالات

(محکمہ جات جنگلات، جنگلی حیات اور امداد باہمی)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

جناب سپیکر: شکریہ۔اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے پہلا سوال سید احسان اللہ وقاص صاحب کا ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: سوال نمبر 7225

پارک ویو کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی لاہور، پلاٹس کی منسوخی / الاٹمنٹ، عہدیداران اور آڈٹ رپورٹس سے متعلقہ تفصیل

*7225: سید احسان اللہ وقاص: کیا وزیر امداد باہمی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) لاہور کینٹ پارک ویو کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی لمیٹڈ میں سابقہ ممبران کے کتنے پلاٹس بوجہ نادہندگی منسوخ کئے گئے سابقہ ممبران کو کس قیمت پر پلاٹ الاٹ کئے گئے تھے یہ پلاٹ منسوخ کرنے کے بعد کس قیمت پر کتنے ممبران کو کس تاریخ کو الاٹ کئے گئے؟

(ب) سوسائٹی کے موجودہ عہدیداران کون ہیں اور بائی لاز کے مطابق یہ عہدے دار کب تک ان عہدوں پر فائز رہیں گے نئے عہدیداران کا انتخاب کب ہو گا سوسائٹی بائی لاز کے مطابق کوئی عہدے دار کتنے عرصہ کے لئے اور کتنی مرتبہ فائز رہ سکتا ہے؟

(ج) سوسائٹی کا آڈٹ کب تک ہو چکا ہے، سابقہ آڈٹ رپورٹس میں نشاندہی کی گئی بے ضابطگیوں کے تدارک کے لئے کیا اقدامات کئے گئے ہیں کیا آڈیٹر کی تجویز پر بے ضابطگیوں کے تدارک کے لئے زیر دفعہ A/22 A 50 بمطابق کوآپریٹو سوسائٹی ایکٹ 1925 کارروائی عمل میں لائی گئی، اگر جواب نہ میں ہے تو اس کی وجوہات بیان فرمائیں؟

(د) سابق (latest) آڈٹ رپورٹ میں درج اہم بے ضابطگیوں کی تفصیل بیان فرمائیں نیز

اس سوسائٹی کی زبان زد عام بے ضابطگیوں کے باوجود یہاں کی انتظامیہ کو معطل نہ کرنے کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر امداد باہمی:

(الف) لاہور کینٹ پارک ویو کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی لمیٹڈ میں کل 187 پلاٹس منسوخ کئے گئے تھے ان میں سے 85 پلاٹس ہولڈرز نے سوسائٹی ہذا سے تصفیہ کر لیا ہے اور سوسائٹی سے پلاٹس لے لئے ہیں۔ مزید برآں 22 افراد نے تصفیہ کے لئے رضامندی ظاہر کر دی ہے جبکہ 61 پلاٹس ہولڈرز کے قانونی معاملات تاحال مختلف عدالتوں میں زیر سماعت ہیں سوسائٹی کے 100 ممبران نے قبضہ کے حصول کے لئے رجوع کیا ہے۔ جونہی ممبران اپنے ذمہ بقایاجات مع ترقیاتی اخراجات سوسائٹی کو ادا کر دیں گے قبضہ زمین مروجہ بائی لاز اور قوانین کی روشنی میں ممبران کے حوالے کر دیا جائے گا آخری پلاٹ مورخہ 25۔اپریل 2002 کو مبلغ -/125,000 روپے فی کنال کے حساب سے الاٹ کیا گیا تھا۔

(ب) سوسائٹی کے عہدیداران بمطابق بائی لاز حسب ذیل ہیں:۔
صدر لیفٹیننٹ جنرل ریٹائرڈ محمد افضل جنجوعہ، نائب صدر شاہد بٹ، سیکرٹری عبدالعلیم خان، فنانس سیکرٹری طارق صدیق
ممبران کمیٹی:۔ فراز احمد چودھری، کرنل (ریٹائرڈ) محمد احسان الحق، میجر ریٹائرڈ اللہ رکھا، ڈاکٹر محمد اشرف چودھری یہ عہدیداران اپنے عہدوں پر نومبر 2008 تک فائز رہیں گے۔ ان عہدیداران کا انتخاب 4۔دسمبر 2004 کو ختم ہوا تھا جبکہ انتخاب کا عرصہ ختم ہونے سے قبل یہی عہدیداران 28۔نومبر 2004 کو مزید چار سال کے لئے منتخب ہو چکے ہیں؟

(ج) سوسائٹی کا آڈٹ مورخہ 30۔جون 2003 تک مکمل ہو چکا ہے۔ جن بے ضابطگیوں کی نشاندہی آڈٹ رپورٹ میں کی گئی ہے ان پر ضابطہ کی کارروائی کی جارہی ہے۔

(د) ۔ایضاً۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

سید احسان اللہ وقاص: جناب میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جز(د) میں، میں نے سوال کیا تھا کہ اس کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی میں انتہادرجے کی لوٹ مارمچی رہی ہے اور اس کے متعلق آڈٹ رپورٹس میں یہ کہا گیا تھا کہ یہاں پر کروڑوں روپے کے فراڈ ہوئے ہیں۔اس کے متعلق میں نے یہ سوال کیا تھا کہ جو اہم بے ضابطگیاں ہوئیں تھیں اس کی تفصیل بھی آپ بیان فرمائیں اور اس کے نتیجے میں جو کارروائی ہوئی ہے اس کے متعلق بھی آپ فرمائیں کہ کیا کیا گیا ہے لیکن اس کا کوئی جواب نہیں دیا گیا۔اسی ضمن میں یہ بھی پوچھنا چاہتا ہوں کہ اب اس کوآپریٹو سوسائٹی کو جب انہوں نے کروڑوں روپے کی لوٹ مار کر لی ہے اب فوج کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی کے حوالے کر دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! جواب تو اس کا موجود ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: نہیں، جناب! کوئی جواب نہیں ہے۔

جناب سپیکر: جز(ج) میں جو جواب دیا گیا ہے۔انہوں نے کہا ہے کہ وہی اس کا جواب ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب والا! میں نے تو یہ پوچھا ہے کہ سابق آڈٹ رپورٹ میں درج اہم بے ضابطگیوں کی تفصیل بیان فرمائیں۔اس کا جواب اس میں کہاں ہے؟ نیز اس سوسائٹی کی اتنی بے ضابطگیوں کے باوجود یہاں کی انتظامیہ کو معطل نہ کرنے کی کیا وجوہات ہیں اس کا بھی کوئی جواب نہیں ہے۔

جناب سپیکر: وزیر کوآپریٹو!

وزیر امداد باہمی: شکریہ۔جناب سپیکر! جہاں تک شاہ صاحب کے اس سوال کا تعلق ہے اس سلسلے میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس کے اندر کوئی serious irregularities نہیں آئی ہیں اور ایک آڈٹ رپورٹ اس کی آ چکی ہے اور دوسرا آڈٹ 30-12-06 تک ہو چکا ہے اور اس کے اندر بھی minor irregularities ہیں اور سوسائٹی ان کو ٹھیک کر رہی ہے اور اگر یہ ان minor کے متعلق پوچھنا چاہتے ہیں تو میں ان کو بتا دیتا ہوں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب والا! میرے ایک سوال کے جواب میں فرمایا تھا اور یہ بات on record موجود ہے کہ اسی سوسائٹی کے بارے میں میرے ایک سوال کے جواب میں خود محکمے کی طرف سے یہ جواب دیا گیا تھا کہ اس سوسائٹی میں کروڑوں روپے کے فراڈ ہوئے ہیں۔

جناب والا! میرے پاس جواب بھی موجود ہے اور مجھے نہیں سمجھ آتی کہ محترم کرنل صاحب جو ایک نہایت معزز آدمی ہیں وہ یہ بات کیسے فرما رہے ہیں۔ محکمے نے خود یہ جواب دیا ہے اور اس میں یہ کہا گیا تھا کہ کروڑوں روپے کے فراڈ کئے گئے ہیں اور 240 پلاٹوں کا ذکر تھا کہ ان کا کوئی سراغ نہیں مل رہا۔ یہ تو خود ان کا جواب موجود ہے اور اب میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ان سارے فراڈ کے باوجود سوسائٹی کو ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی کے حوالے کر دیا گیا ہے کیا اس کی اجازت محکمہ کوآپریٹو نے دی ہے؟ محکمہ کی اجازت سے اس کا اجلاس عام کر کے باقاعدہ ممبران کی منظوری کے بعد اس کو ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی کے حوالے کیا گیا ہے یا اس کو خود ہی اٹھا کر انہوں نے ان کو دے دیا گیا ہے؟

MR. SPEAKER: Minister for Co-operatives.

وزیر امداد باہمی: جناب سپیکر! جہاں تک ریکارڈ کا تعلق ہے یہ سوسائٹی ابھی تک exist کر رہی ہے اور اس کا ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی یا کسی اور سے اس کا merge نہیں ہوا یا ہم سے کوئی permission نہیں لی گئی۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! وہاں پر ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی میں اسے merge کرنے کا بڑا بورڈ لگا ہوا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ جو کچھ کیا جا رہا ہے یہ لوگوں کے ساتھ ایک اور نیا فراڈ کیا جا رہا ہے۔ وہاں پر یہ جو فراڈ کیا جا رہا ہے کیا محکمہ اس کی انکوائری کرانے کے لئے تیار ہے؟

جناب سپیکر: شاہ صاحب! معزز منسٹر on the floor of the House جو کہہ رہے ہیں ہم تو اس بات کو ہی درست تسلیم کریں گے۔ منسٹر موصوف کے بیان کے بعد بورڈ وغیرہ کی کوئی weightage نہیں ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ جب یہ سوسائٹی اپنی جگہ پر موجود ہے تو اس کی جگہ ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی کے حوالے کر دی گئی ہے اور وہاں بڑے بڑے بورڈ لگے ہوئے ہیں تو کیا منسٹر موصوف اس معاملے کی انکوائری کرانے کے لئے تیار ہیں کیونکہ کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی کی زمین کسی دوسرے ادارے کو کسی صورت میں بھی نہیں دی جا سکتی ہے۔

MR. SPEAKER: Minister for Co-operatives.

وزیر امداد باہمی: جناب سپیکر! جہاں تک شاہ صاحب کی اس بات کا تعلق ہے کہ کوآپریٹو کی سوسائٹی کسی اور کے ساتھ ضم نہیں ہو سکتی، مجھے اس سے اختلاف ہے۔ شاہ صاحب اس کمیٹی کے ممبر تھے

اس میں amendment آئی ہے اس میں سوسائٹی کے merge ہونے کی legal provision ہے اور اگر وہ proper procedure پر چلیں تو ڈیفنس سوسائٹی کے ساتھ merge کے لئے قانون میں گنجائش موجود ہے۔ جہاں تک اس چیز کا تعلق ہے کہ بورڈ لگ گیا ہے۔ بورڈ لگنے سے کوئی سوسائٹی merge نہیں ہوتی اور اس کے لئے قانونی طریق کار ہے جو شاہ صاحب کو معلوم ہے کہ AGM call ہوگی اس میں approval ہوگا۔ اس کے بعد رجسٹرار صاحب کے پاس کیس آئے گا وہ اس کی منظوری دیں گے۔ اس کے بعد ہی اس کا final merge ہوگا۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جناب ارشد محمود بگو!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جز (ج) میں ہے کہ سوسائٹی کا آڈٹ مورخہ 30- جون 2003 تک مکمل ہو چکا ہے۔ میرا پہلا question یہ ہے کہ کیا یہ آڈٹ ہر سال ہوتا ہے؟ اگر ہر سال ہوتا ہے تو کیا انہوں نے 2006 تک آڈٹ کر لیا ہے اور کیا محکمہ کو آپریٹو اس آڈٹ سے مطمئن ہے؟

MR. SPEAKER: Minister for Co-operatives.

وزیر امداد باہمی: جناب سپیکر! شاید ارشد بگو صاحب اس سے پہلے میرا جواب نہیں سن رہے تھے میں نے ابھی اس سے پہلے کے سوال میں شاہ صاحب کو بتایا ہے کہ 31-12-06 تک آڈٹ مکمل ہو چکا ہے جبکہ جواب میں 3 لکھا ہوا ہے اور اس میں ایسی کوئی major irregularities نہیں آئیں۔

جناب سپیکر: جی، حاجی محمد اعجاز صاحب!

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! منسٹر موصوف نے اپنے جز (ج) کے جواب میں فرمایا ہے کہ ضابطہ کی کارروائی کی جا رہی ہے اور یہ 2003 کی بات کر رہے ہیں کہ ضابطہ کی کارروائی کی جا رہی ہے۔ میرا ان سے ضمنی سوال یہ ہے کہ آج تک جو ضابطے کی کارروائی کی گئی ہے اس کی تفصیل بتا دیں۔

MR. SPEAKER: Minister for Co-operatives.

وزیر امداد باہمی: جناب سپیکر! یہ مختلف audit objections کے متعلق ہے جن میں ضابطے کی کارروائی ہوئی ہے اور سوسائٹی کو کہا گیا ہے کہ آپ یہ audit objections settle کریں۔ وہ لسٹ میرے پاس ہے اگر وہ ان کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہیں کہ ان میں کیا کیا irregularities ہیں تو میں انہیں بتا دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: حاجی صاحب! کرنل صاحب پہلے بتا چکے ہیں کہ کوئی major قسم کی بے ضابطگی نہیں ہوئی۔ اگر کوئی چھوٹی موٹی بے ضابطگی ہوئی ہے تو اسے محکمہ remove کر رہا ہے۔ آڈٹ میں ہر محکمے میں چھوٹی موٹی تو غلطی ہو ہی جاتی ہے۔

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! میرا ان سے سوال یہ ہے کہ جو ضابطے کی کارروائی کی گئی ہے اس کی تفصیل ذرا بتائیں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! منسٹر موصوف نے خود تسلیم کیا ہوا ہے کہ سوسائٹیز میں کروڑوں روپے کے فراڈ ہوئے۔

جناب سپیکر: اس question میں تو کروڑوں روپے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میں اس سے پہلے والے سوال کا ذکر کر رہا ہوں۔

MR. SPEAKER: Minister for Co-operatives.

وزیر امداد باہمی: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ audit objections کی لسٹ میرے پاس ہے اور اس کے اندر سوسائٹی کو کہا گیا ہے کہ آپ ان audit objections کو settle کریں۔ ان میں سے بعض settle ہو چکے ہیں، بعض court cases ہیں اور جو courts میں pending ہیں ان کے متعلق تو ابھی کچھ نہیں ہو سکتا۔ باقی ہم سوسائٹی کے ساتھ peruse کر رہے ہیں۔ ان کو regular basis پر settle کیا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! کافی questions ہو گئے ہیں۔ ابھی Next question لیتے ہیں۔ جناب سمیع اللہ خان۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے، question dispose of ہوا۔ Next question حاجی محمد اعجاز صاحب کا ہے!

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! میرے اس سوال کے جواب میں لکھا ہوا ہے کہ جواب موصول نہیں ہوا۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: راجہ صاحب یہاں پر تشریف فرما نہیں ہیں۔ اس سوال کا جواب ابھی وصول نہیں ہوا اس کو pending فرما دیا جائے اور اگلی دفعہ اس کا جواب آ جائے گا۔

جناب سپیکر ذرا ان کو ہدایت کر دیں کہ اس کا جواب آ جانا چاہئے۔ انہوں نے کافی دیر کا question دیا ہوا ہے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! instructions جاری کر دیتے ہیں اگلی دفعہ انشاء اللہ تعالیٰ جواب آجائے گا۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی۔ Next question ہے سید احسان اللہ وقاص صاحب!

پنجاب گورنمنٹ کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی لاہور، اجلاس عام، آڈٹ اور بائی لاز پر عملدرآمد کی تفصیل

*7226: **سید احسان اللہ وقاص:** کیا وزیر امداد باہمی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) پنجاب گورنمنٹ کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی لمیٹڈ لاہور میں سالانہ اجلاس عام کب سے نہیں ہوا سالانہ اجلاس عام نہ ہونے کی کیا وجوہات ہیں؟

(ب) اس ادارہ کا کب تک کا آڈٹ مکمل ہو چکا ہے اور آڈٹ میں کن بے ضابطگیوں کی نشاندہی کی گئی ہے، چند اہم کی تفصیل بیان فرمائیں اور ان بے ضابطگیوں کے تدارک کے لئے کیا اقدامات کئے گئے ہیں؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ کچھ اعلیٰ افسران کو مارکیٹ ریٹ سے بہت کم قیمت پر سوسائٹی کے قیمتی پلاٹ الاٹ کئے گئے ہیں، کیا ایسا کرنا کوآپریٹو کے قوانین کے مطابق درست ہے، جن سرکاری افسران کو پلاٹ الاٹ کئے گئے ہیں ان کے نام، پلاٹ کا سائز، الاٹمنٹ کی تاریخ اور وصول شدہ قیمت سے آگاہ فرمائیں؟

(د) محکمہ کوآپریٹو کے طے کردہ ماڈل بائی لاز جو پورے صوبہ کی دیگر تمام سوسائٹیز میں تقریباً نافذ العمل ہو چکے ہیں اس سوسائٹی میں کیوں نافذ نہیں کئے گئے وجوہات سے آگاہ فرمائیں اور یہ بھی کہ محکمہ کی ہدایت پر کب تک ماڈل بائی لاز سوسائٹی کے اجلاس عام میں پیش کئے جائیں گے سوسائٹی ہذا کو ماڈل بائی لاز کے نفاذ کے لئے کتنی مرتبہ متوجہ کیا گیا ہے، تفصیل سے آگاہ فرمائیں؟

وزیر امداد باہمی:

(الف) مئی 2003 کے بعد، مارچ 2004 میں AGM منعقد کی گئی جس میں مینجنگ کمیٹی کے آٹھ ممبران بشمول وائس چیئرمین اور خزانچی منتخب کئے گئے۔ دسمبر 2004 میں وائس

چیئرمین محمد اکرم برار کمیٹی کے متواتر تین اجلاس سے غیر حاضری کی وجہ اپنے آفس سے فارغ ہو گئے۔ دوسرے پانچ منتخب ممبران مارچ2005 سے کمیٹی کے اجلاس سے غیر حاضری اور اپنے منفی رویہ کی وجہ سے کمیٹی سے باہر ہیں۔

اب صرف خزانچی اور ایک منتخب ممبر کام کر رہے ہیں۔ لہذا منتخب ممبران کے غیر ذمہ دارانہ رویہ کی وجہ سے AGM 2005 میں منعقد نہ ہو سکی۔

(ب)

(1) اس سوسائٹی کا آڈٹ ہر سال باقاعدگی سے کیا جاتا ہے۔ اندرونی اور بیرونی دونوں آڈٹ 30۔جون2004 تک مکمل ہو چکے ہیں اور آئندہ سال یکم جولائی2004 سے 30۔جون2005 تک کا اندرونی آڈٹ انٹرنل آڈٹ کے حوالے کیا جارہا ہے۔

(2) اور اب تک کسی آڈٹ میں بھی کسی طرح کی بے ضابطگی کی نشاندہی نہیں کی گئی ہے۔

(ج) یہ درست نہیں ہے۔ بلکہ پوزیشن یہ ہے کہ یہ ایک کوآپریٹو سوسائٹی ہے جس کے ممبران گورنمنٹ ملازمین ہوتے ہیں اور سوسائٹی کے بائی لاز کے مطابق جس ملازم کی سروس10 سال یا عمر35 سال ہو سوسائٹی کا ممبر بننے اور پلاٹ کی الاٹمنٹ کے لئے درخواست دینے کا اہل ہے۔ وقتاً فوقتاً جیسے پلاٹ مہیا ہوتے ہیں۔

مینجنگ کمیٹی بائی لاز کے تحت اہل ممبران کو پلاٹ الاٹ کرنے کے لئے قیمت جہاں سائز کے مطابق مقرر کی جاتی ہے وہاں پر اس بات کا بھی خیال رکھا جاتا ہے کہ یہ قیمت سوسائٹی کی زمین کی خرید کردہ قیمت سے اور ترقیاتی اخراجات جو اس پر خرچ ہوتے ہیں اس سے کم نہ ہو۔ سوسائٹی کا کام منافع کمانا ہے اور نہ ہی تجارت کرنا ہے بلکہ سوسائٹی کے بائی لاز نمبر1 کے مطابق ممبران کی سہولت اور مفاد کے لئے ایک سکیم بنانا ہے۔ سب کوآپریٹو سوسائٹیز اسی اصول کے تحت اپنے ممبران کو رہائشی پلاٹ مہیا کرتی ہیں لہذا فیزII میں جن مختلف ممبران کو پلاٹ الاٹ کئے گئے پلاٹ کے سائز کے مطابق قیمت مقرر کی گئی جو پہلے سے زیادہ مقرر کی گئی جو کہ پہلی مقرر کردہ قیمت سے دگنا سے بھی زیادہ ہے جبکہ فیز۔I میں الاٹ کئے ہوئے پلاٹس سے کم از کم چار گنا زیادہ ہے حالانکہ فیز۔I میں پلاٹ کا سائز ایک کنال اور دو کنال ہے جبکہ فیزII میں پلاٹ کا سائز17 مرلے اور32 مرلے ہے۔ یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ ایک کوآپریٹو سوسائٹی اپنی مدد آپ کے اصولوں کے تحت کام کرتی ہے اور اس کی زمین یا الاٹمنٹ سرکاری نہیں ہے۔

(د) سوسائٹی ہذا نے ماڈل بائی لاز تاحال اختیار نہ کئے ہیں تاہم سوسائٹی دفعہ 44-D کوآپریٹو سوسائٹیز ایکٹ 1925 کے تحت دی گئی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے اپنے بائی لاز میں درج ذیل ترامیم کیں جو کہ محکمہ نے مورخہ 12-اگست 2003 کو رجسٹرڈ کیں۔

1۔ دفعہ 12 کوآپریٹو سوسائٹیز ایکٹ 1925 کے تحت سالانہ اجلاس عام منعقد کیا جائے۔

2۔ سالانہ اجلاس عام کے لئے کم از کم ممبران کا 20 فیصد کورم ہوگا۔

3۔ انتظامیہ کمیٹی کا انتخاب دو سال کے لئے ہوگا۔

4۔ انتظامیہ کمیٹی کے ممبران متواتر دو میعاد کے بعد کمیٹی میں آنے کے لئے اہل نہ ہوں گے۔

5۔ مینجنگ کمیٹی میعاد ختم ہونے سے پہلے الیکشن نہ کروائے تو وہ خود بخود ختم ہو جائے گی۔

6۔ الیکشن ہاتھ کھڑے کرنے کی بجائے خفیہ رائے شماری کے ذریعے ہوگا۔

7۔ ایک الیکشن کمیشن تین ممبران پر مشتمل تشکیل دیا جائے گا جس میں سے دو ممبران سوسائٹی ہذا کے ممبر ہونگے جو کہ الیکشن میں حصہ نہ لے رہے ہوں گے اور الیکشن کمشنر جو کہ کوآپریٹو ڈیپارٹمنٹ کا افسر اسسٹنٹ رجسٹرار کے رینک سے کم نہ ہوگا۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ پنجاب گورنمنٹ کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی پورے پنجاب میں سرکاری افسران کے لئے واحد سوسائٹی بنائی گئی ہے۔ پہلے وحدت کالونی بنی تھی اب اس طرح کی کوئی کالونی بنانا مشکل ہے تو پنجاب گورنمنٹ کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی تشکیل دی گئی ہے۔ یہ واحد سوسائٹی ہے جو پنجاب کے افسران کی ہے۔ اور میں وقتاً فوقتاً اس بارے میں منسٹر صاحب سے درخواست بھی کرتا رہتا ہوں میری اپنی رہائش وہاں پر ہے۔ وہاں پر اندھیر نگری مچی ہوئی ہے۔ انہوں نے ساری کوآپریٹو سوسائٹیز پر model by laws لاگو کئے ہوئے ہیں وہ اس سوسائٹی پر کیوں لاگو نہیں ہوتے؟

MR. SPEAKER: Minister for Co-operatives.

وزیر امداد باہمی: جناب سپیکر! جہاں تک model by laws کا تعلق ہے ہم کوشش کر رہے ہیں کہ تمام سوسائٹیز model by laws اپنائیں۔ بعض سوسائٹیز نے model by laws اپنا لئے ہیں۔ جن سوسائٹیز نے ابھی تک model by laws نہیں اپنائے انہیں ہم peruse کر رہے ہیں اور یہ سوسائٹی بھی اس میں شامل ہے جس نے ابھی model by laws نہیں اپنائے۔ باقی ان کے معاملات اپنی جگہ پر مگر ہم ان کو کہہ رہے ہیں کہ وہ model by laws اپنائیں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میں منسٹر موصوف سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ یہ یقین

دہانی کرادیں کہ چھ ماہ کے اندر اندر اس سوسائٹی کے اندر model by laws نافذ کر دیئے جائیں گے۔ میں اس پر مزید اصرار نہیں کرتا۔ انہوں نے پورے پنجاب کی ہاؤسنگ سوسائٹیز میں یہ model by laws حکماً نافذ کروائے ہیں لیکن اس ایک سوسائٹی میں ایسا نہیں کیا۔ میں وہاں پر رہتا ہوں ہمیں بھی تو حق ملنا چاہئے جو دوسری سوسائٹیوں میں حقوق دیئے گئے ہیں۔ کرنل صاحب چھ ماہ کا وعدہ کریں۔

MR. SPEAKER: Minister for Co-operatives.

وزیر امداد باہمی: جناب سپیکر! شاہ صاحب بڑے پڑھے لکھے آدمی ہیں اور سوسائٹیز کے متعلق انہیں پتا ہے کہ کوآپریٹو سوسائٹیز کا نظام کیسے چلتا ہے اور ڈیپارٹمنٹ کا اس پر کتنا کنٹرول ہوتا ہے۔ ہمارا تو سپروائزری رول ہے۔ یہ سوسائٹی کے ممبر ہیں، یہ اپنی AGM call کریں اور اگر انہیں پسند نہیں ہیں تو by laws amend کروادیں۔ یہ خود انہیں کرواسکتے ہیں۔ ہم نے بھی model by laws کے لئے انہیں pursue کیا ہوا ہے اور لیٹر بھی لکھا ہے۔ ہم انشاء اللہ ان کو pursue کریں گے اور اگر انہیں جلدی ہے تو یہ پھر AGM call کر لیں۔

جناب سپیکر: کوشش کریں کہ چھ ماہ کے اندر اندر یہ نافذ ہو جائیں۔

وزیر امداد باہمی: جی، جلدی ہو جائیں گے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! model by laws نہ ہونے کے نتیجے میں وہاں پر سرکاری افسران جن میں اس زمانے کے ایڈیشنل چیف سیکرٹری بھی شامل ہیں انہوں نے لاکھ کا پلاٹ 2.5 لاکھ روپے میں اپنے نام allot کروالیا۔ یہ ساری لوٹ مار مچ جاتی ہے۔ آخر ہم ممبران ہیں وہاں پر ہمارے حقوق کا تحفظ کرنا محکمے کی ذمہ داری ہے۔ منسٹر صاحب فرما رہے ہیں کہ محکمہ وہاں کچھ زیادہ interfere نہیں کر سکتا۔ محکمے کی اجازت کے بغیر کوئی کوآپریٹو سوسائٹی دم نہیں مار سکتی۔ یہ وہاں پر نافذ کریں کیونکہ وہاں پر 50/50 لاکھ روپے کے پلاٹس سرکاری افسران 2.5/2.5 لاکھ روپے میں اپنے نام allot کروا رہے ہیں اور انہیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ یہ مہربانی کریں اور ہمارے حقوق کا تحفظ کریں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ Next question ہے۔ محترمہ صغیرہ اسلام صاحبہ کا ہے!

محترمہ صغیرہ اسلام: سوال نمبر 8655۔

شیخوپورہ۔ محکمہ جنگلات کے سٹاف اور شجر کاری سے متعلقہ تفصیلات

*8655: محترمہ صغیرہ اسلام: کیا وزیر جنگلات از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) محکمہ جنگلات ضلع شیخوپورہ میں کتنا عملہ اور افسران ہیں، کتنے بیلدار ہیں کہاں کہاں تعینات ہیں؟

(ب) رواں مالی سال میں ضلع شیخوپورہ میں جنگلات اور درخت لگانے کے لئے کتنا عملہ اور کتنی رقم فراہم کی گئی؟

(ج) ضلع شیخوپورہ میں شیشم کے درخت کو بچانے کے لئے کیا اقدامات اٹھائے گئے ہیں؟

(د) کیکر اور شیشم کے سوکھے درختوں کی لکڑی بچانے کے لئے کیا اقدامات اٹھائے جا رہے ہیں؟

(ہ) ضلع شیخوپورہ میں درختوں کو لگانے اور آئندہ کی منصوبہ بندی سے آگاہ فرمائیں؟

وزیر جنگلات:

(الف) ضلع شیخوپورہ میں محکمہ جنگلات کے تعینات عملہ، افسران و بیلدار کی تفصیل درج ذیل ہے، ضلع شیخوپورہ میں محکمہ جنگلات کی دو فارسٹ سب ڈویژن اور ایک فارسٹ رینج ہے اور ان سب ڈویژن ہائے اور رینج میں قائم بیٹ ہائے و بلاک ہائے میں تعینات عملہ اور افسران کی تعداد درج ذیل ہے:۔

نام سب ڈویژن	تعداد افسران	(تعداد عملہ فارسٹرز، فارسٹ گارڈ، چوکیدار، نائب قاصد، سب ڈویژن کلرک، ٹیوب ویل آپریٹر وغیرہ	بیلدار
1۔ شیخوپورہ فارسٹ سب ڈویژن	ایک نائب مہتمم جنگلات	28عدد	X
2۔ شرق پور فارسٹ سب ڈویژن	ایک نائب مہتمم	21عدد، تعیناتی شرقپور فارسٹ سب ڈویژن	X
3۔ شاہدرہ فارسٹ رینج	ایک امین جنگلات	20عدد تعیناتی شاہدرہ فارسٹ رینج	

(ب) سال 2005-06 میں شجر کاری 240 ایکڑ رقبہ پر ترقیاتی سکیم کے تحت جھوک فارسٹ میں کروائی گئی ہے جس پر-/2,280,000 روپے فنڈز استعمال ہوئے ہیں اور اس کی دیکھ بھال کے لئے دو عدد فارسٹ گارڈ اور ایک بلاک آفیسر تعینات ہیں۔

(ج) ضلع شیخوپورہ میں شیشم کے درختوں کو بچانے کے لئے ریسرچ انسٹیٹیوٹ گٹ والا فیصل آباد سے مسلسل رابطہ ہے، بلکہ شیشم کے درخت کو بیماری سے بچانے کا مسئلہ پورے

پاکستان میں موجود ہے، اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ زیر زمین پانی تقریباً 35 فٹ نیچے چلا گیا، ایوب ریسرچ انسٹیٹیوٹ نے دریافت کیا ہے کہ درخت کی ٹہنی زخمی ہونے پر "Pathogers" حملہ آور ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے بھی درخت سوکھ رہے ہیں۔ پنجاب فارسٹری ریسرچ انسٹیٹیوٹ نے تجاویز دی ہیں کہ شیشم، تن، بکائن کی ملی جلی شجرکاری کی جائے۔

(د) ضلع شیخوپورہ میں کینال، روڈ ریل سائیڈ کے تمام درختوں کی نمبر شماری کرائی گئی ہے اور دوران نمبر شماری درختوں کی نیلامی گورنمنٹ نے روک دی تھی جو کہ اب گورنمنٹ پالیسی کے مطابق سوکھے درختوں کو نیلام کیا جائے گا۔

(ہ) ضلع شیخوپورہ میں خالی رقبہ پر ترقیاتی سکیم کے تحت شجرکاری کے کام کی درج ذیل سکیمیں جاری ہیں۔ Re-habilitation of Riverian ECO System اور Satlej Environmental Afforestation Project کے تحت خالی رقبہ پر شجرکاری کروانے کا منصوبہ ہے۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر! جز (د) میں پوچھا گیا ہے کہ کیکر اور شیشم کی لکڑی بچانے کے لئے کیا اقدامات کئے گئے ہیں؟ انہوں نے لکھا ہے کہ ضلع شیخوپورہ میں کینال روڈ سائیڈ کے تمام درختوں کی نمبر شماری کرائی گئی اور دوران نمبر شماری درختوں کی نیلامی روک دی گئی جو کہ گورنمنٹ پالیسی کے مطابق سوکھے درختوں کی نیلامی کی جائے گی۔

جناب سپیکر! میں منسٹر موصوف سے صرف یہ پوچھنا چاہوں گی کہ اس سے پہلے سوکھے ہوئے درختوں کی لکڑی ایسے ہی چوری ہو جاتی تھی کیونکہ جو میرے علم میں ہے کہ سوکھے ہوئے درختوں کی تمام لکڑی محکمے کے مختلف لوگوں کی ملی بھگت سے چوری ہوتی تھی اور ان کی کوئی نمبر شماری نہیں کی جاتی تھی۔ اگر ان کی نمبر شماری کی گئی ہے تو ان کی تعداد کتنی ہے اور انہوں نے دوبارہ نیلامی کب شروع کی ہے؟

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، وزیر جنگلات!

وزیر جنگلات: جناب سپیکر! جب سے نمبر شماری شروع کی گئی اس وقت تک پانچ ہزار درخت شمار کئے گئے ہیں۔ لکڑی کو فروخت کرنے کے دو طریقے ہیں ایک تو یہ کہ ہم خود درخت کاٹ کر لکڑی ڈپو میں لائیں اور پھر بیچیں دوسرا یہ ہے کہ ہم کھڑے ہوئے درختوں کی نیلامی کر دیتے

ہیں۔اب ہم کھڑے ہوئے درختوں کی ہی نیلامی کریں گے اور ٹھیکیدار خود ہی کاٹے گا۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر!میں نے یہی عرض کرنا تھا کہ جب لکڑی ڈپوؤں میں آتی تھی تو وہ پوری نہیں آتی تھی بلکہ یہ ہوتا تھا کہ زیادہ لکڑی چوری ہو جاتی تھی جس سے وہ ساری کی ساری ضائع ہوتی تھی۔اگر منسٹر صاحب فرماتے ہیں کہ سوکھے ہوئے درختوں کی لکڑی کو نیلام کیا جائے گا تو یہ ٹھیک ہے اور بہتر ہے لیکن پہلے ایسے نہیں تھا۔

جناب سپیکر: شکریہ۔جی،سماں صاحب!

چودھری اعجاز احمد سماں: جناب سپیکر!آپ کی وساطت سے وزیر صاحب یہ بیان فرمادیں کہ ایسا درخت جس کو ان کا محکمہ دو تین سال کے دوران نمبر لگا تا رہے تو کیا وہ درخت محکمہ کی ملکیت ہے یا کسی اور کی ملکیت ہو سکتا ہے؟

وزیر جنگلات: جناب سپیکر! پچھلے دس بارہ سال میں نمبر شماری نہیں کی گئی تھی۔ ہم نے اس دور میں شروع کیا تاکہ ہمیں پتا چلے کہ ہمارے کتنے درخت ہیں۔پرانے درختوں کی نمبر شماری ختم چکی ہوئی تھی۔اب ایک دفعہ نمبر شماری ہوئی ہے اگر کہیں پر غلطی سے encroachers یہ سمجھتے ہوں کہ یہ زمین ہماری ہے اور وہ درخت کا مالک ہے تو اس کو ہم ریونیو ڈیپارٹمنٹ کے ساتھ مل کر دیکھ لیتے ہیں کہ اگر ان کا ہو تو انھیں دے دیتے ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ

چودھری اعجاز احمد سماں: جناب سپیکر!میں نے ایک سوال دیا تھا میرا وہ سوال نہیں آسکا۔ میں صرف یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ دریائے چناب کے پل پر جس کو Alexandra bridge کہتے ہیں۔ وہاں پر ان کا بہت بڑا جنگل تھا اور صدیوں سے محکمہ جنگلات کے پاس ہے۔ چاہے حکومت مسلمانوں کی ہو یا کسی کی بھی ہو۔وہ پورا جنگل ٹھیکیدار نے بلکہ محکمہ کا عملے کے لوگ ایک سرخ رنگ کی پجارو پر کئی دن درخت کاٹ کر load کراتے رہے ہیں۔ میں نے سوال بھی جمع کروایا تھا۔ جن درختوں کو یہ نمبر لگاتے رہے ہیں اور محکمہ ان کو own کرتا ہے۔ان کو تو محکمے کی جائیداد رہنا چاہئے۔ گجرات اور وزیر آباد کے درمیان دریائے چناب پر Alexandra bridge پر یہ لوگ،طاقتور لوگ پورا جنگل کھا گئے ہیں،افسران اس میں شامل ہیں اور اعلیٰ سیاسی لوگ بھی شامل ہیں۔یہ صرف چیک کرالیں کہ کیا ایسا ہوا ہے۔

جناب سپیکر: وزیر صاحب! جو نشاندہی کی گئی ہے آپ اسے چیک کروالیں۔

وزیر جنگلات: جناب سپیکر! میں نشاندہی کروالوں گا۔

جناب سپیکر: حاجی اعجاز صاحب!

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! انھوں نے اپنے جز(د) میں فرمایا ہے کہ گورنمنٹ پالیسی کے مطابق سوکھے درختوں کو نیلام کیا جائے گا۔ میرا ان سے یہ سوال ہے کہ کیا یہ نیلامی ہو چکی ہے اور اس سے کتنا ریونیو حاصل ہوا ہے؟

وزیر جنگلات: جناب سپیکر! پنجاب میں مختلف جگہوں پر نیلامی ہو رہی ہے کیونکہ بیماری سے پورے پنجاب میں درخت سوکھے ہیں۔ مختلف جگہوں پر مختلف اوقات میں ہم نیلامی کرتے رہتے ہیں ایکدم پورے پنجاب میں نیلامی نہیں ہوئی۔ کچھ کی نیلامی ہو چکی ہے اور کچھ کی اس سال میں ہو جائے گی۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اگلا سوال حاجی محمد اعجاز صاحب کا ہے۔

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! سوال نمبر 9370 ہے لیکن اس کا جواب بھی نہیں آیا۔ میرے دونوں سوال بہت اہم تھے لیکن دونوں کا جواب نہیں آیا۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! آپ محکمے کو ہدایت کریں کہ آئندہ ایسی سُستی نہیں ہونی چاہئے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! یہ 22- مارچ کو ترسیل کیا گیا تھا۔ میں جناب کے حکم پر محکمے کو ہدایت کر دیتا ہوں انشاء اللہ next time یہ دونوں آ جائیں گے۔

حاجی محمد اعجاز: ان دونوں سوالوں کو pending کر لیا جائے۔

جناب سپیکر: یہ دونوں سوال جو محکمہ لائیو سٹاک کے متعلقہ ہیں یہ pending کئے جاتے ہیں۔

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! ایک شعر پڑھنا چاہتا ہوں کہ:

نامہ بر تو ہی بتا تو نے تو دیکھے ہوں گے
کیسے ہوتے ہیں وہ خط جن کے جواب آتے ہیں

جناب سپیکر: اگلا سوال محترمہ زیب النساء قریشی صاحبہ کا ہے۔

محترمہ زیب النساء قریشی: سوال نمبر 8116۔

پابندی کے دوران رجسٹر ہونے والی کوآپریٹو سوسائٹیز کی تعداد و تفصیل

*8116: محترمہ زیب النساء قریشی: کیا وزیر امداد باہمی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ صوبہ میں کوآپریٹو سوسائٹیز کی رجسٹریشن پر پابندی ہے، اگر ہے تو کس سال سے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ حکومت نے پابندی کے باوجود بھی چند کوآپریٹو سوسائٹیز رجسٹرڈ کی ہیں ان کی تعداد اور نام سے ایوان کو آگاہ کیا جائے، نیز رجسٹرڈ ہونے والی سوسائٹیز کے بائی لاز کی نقل بھی ایوان میں پیش کی جائے؟

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت سوسائٹیز کی رجسٹریشن پر پابندی اٹھانے کو تیار ہے اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر امداد باہمی:

(الف) یہ درست ہے کہ مورخہ 10۔اپریل 1997 کو وزیراعلیٰ پنجاب نے زیر نمبری US(J&B)6-7/94 کے تحت صوبہ بھر میں تمام قسم کی نئی انجمن ہائے امداد باہمی کی رجسٹریشن پر پابندی عائد کر دی تھی جو تاحال نافذ العمل ہے۔

(ب) حکومت کی پابندی کے دوران 4 سوسائٹیز رجسٹرڈ ہوئیں جن میں 3 کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹیز اور ایک ملٹی پرپیز/جنرل سوسائٹی رجسٹرڈ ہوئیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

1۔ پاکستان رینجرز (پنجاب) ایمپلائز کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی لمیٹڈ لاہور
2۔ لاہور پریس کلب کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی لمیٹڈ لاہور
3۔ بنکرز ایونیو کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی لمیٹڈ لاہور
4۔ پاکستان ملٹی پرپز کوآپریٹو سوسائٹی لمیٹڈ پنجاب لاہور

یہ تمام سوسائٹیز جناب وزیراعلیٰ پنجاب کی منظوری سے رجسٹرڈ کی گئی تھیں رجسٹرڈ ہونے والی سوسائٹیز کے بائی لاز کی فوٹو کاپیاں ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔

(ج) فی الحال اس سلسلہ میں کسی قسم کی تجویز زیر غور نہیں ہے۔

محترمہ زیب النساء قریشی: جناب سپیکر! جز (ب) میں ہے کہ حکومت نے پابندی کے دوران 400 سائٹیز رجسٹرڈ کی ہیں۔ میں یہ پوچھنا چاہوں گی کہ ان کی ایسی کون سی خصوصیات تھیں کہ

پابندی کے دوران ان کو رجسٹرڈ کیا گیا اور انھوں نے بعد میں اپنا کیا رول ادا کیا ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر کو آپریٹو!

وزیر امداد باہمی: جناب سپیکر! جہاں تک سوسائٹیز کی افادیت کا تعلق ہے تو 1997 سے اس پر ban ہے۔ اگر کسی فیلڈ میں اس کی ضرورت ہے تو ایک سوسائٹی جس کا یہ ذکر کر رہے ہیں وہ جنرلسٹ ہاؤسنگ سوسائٹی ہے۔ جس کو وزیر اعلیٰ صاحب نے خصوصی اجازت دے کر منظور کیا۔ اسی طرح جو دوسری سوسائٹیز بنکرز ایونیو سوسائٹی اور ایک multi purposes سوسائٹی تھی۔ یہ ایک نیا concept تھا کیونکہ سوسائیٹیاں ایک ہی مقصد کے لئے بنائی جاتی ہیں۔ اس طرح ایک نیا concept introduce کرنا تھا جس میں ایک سوسائٹی جو کہ multiple fields جیسے ایجوکیشن، لائیو سٹاک اور تمام شعبوں میں اپنا کردار ادا کر سکے۔ اس وجہ سے وزیر اعلیٰ صاحب نے اس کی سپیشل منظوری دی اور یہ سوسائٹی رجسٹرڈ ہوئی۔

جناب سپیکر: حاجی محمد اعجاز صاحب!

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! انھوں نے جز (الف) کے جواب میں فرمایا ہے کہ تمام قسم کی انجمن ہائے امداد باہمی کی رجسٹریشن پر پابندی عائد کر دی ہے۔ میرا ان سے ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا یہ اس پابندی کو اٹھانے کا ارادہ رکھتے ہیں، اگر نہیں رکھتے ہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر امداد باہمی: جناب سپیکر! جہاں تک پابندی کا سوال ہے تو اس پر سختی سے عملدرآمد کیا جا رہا ہے۔ ہم نے ابھی وزیر اعلیٰ پنجاب سے درخواست کی ہے کہ ایگریکلچر سوسائٹی کی حد تک اور جن جگہوں پر چھوٹے چکوک یا گاؤں میں سوسائٹیاں موجود نہیں ہیں، اس میں ہم نے ایگریکلچر سوسائٹیوں کی رجسٹریشن پر پابندی اٹھانے کے لئے کہا ہے۔ اگر وزیر اعلیٰ صاحب نے اس کی منظوری دے دی تو اس کو کر دیا جائے گا۔

جناب سپیکر: اگلا سوال محترمہ صغیرہ اسلام صاحبہ کا ہے۔

محترمہ صغیرہ اسلام: سوال نمبر 8656

شیخوپورہ۔ محکمہ جنگلات کی نرسریوں اور آمدن و خرچ کی تفصیل

*8656: محترمہ صغیرہ اسلام: کیا وزیر جنگلات از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع شیخوپورہ میں محکمہ جنگلات کے زیر انتظام کتنی نرسریاں ہیں اور کہاں کہاں واقع

ہیں؟

(ب) ان نرسریوں میں جو پودے تیار ہوتے ہیں، ان کے نام اور تعداد کیا ہے، ان نرسریوں سے جنوری2005 سے جنوری2006 تک کتنے پودے فروخت ہوئے، کتنی آمدن ہوئی اور کہاں خرچ ہوئی؟

(ج) ضلع شیخوپورہ میں نجی شعبہ میں جنگلات لگانے کے لئے کیا اقدامات اٹھائے گئے نیز ضلع میں جنگلات کا سرکاری رقبہ کتنا ہے؟

وزیر جنگلات:

(الف) ضلع شیخوپورہ میں محکمہ جنگلات کے زیر انتظام نرسریوں کے نام و پتاجات درج ذیل ہیں:۔

1۔ فاروق آباد نرسری فاروق آباد شہر، سرگودھا روڈ

2۔ شرقپور نرسری لاہور جڑانوالہ روڈ 32 کلومیٹر

3۔ برکت ٹاؤن نرسری جی ٹی روڈ 8/9 کلومیٹر

(ب) ان نرسریوں میں تیار پودوں کے نام و تعداد درج ذیل ہے:۔

1۔ فاروق آباد نرسری: کیکر، سکھ چین، بکائن، سرس، کچنار و دیگر 1,00,000 عدد پودے

2۔ شرقپور نرسری: کیکر، نیم، قلمات، شیشم و دیگر 163,000 عدد پودے

3۔ برکت ٹاؤن نرسری: کیکر، بکائن، سکھ چین و دیگر 1,00,000 عدد پودے

جنوری2005 سے جنوری2006 تک فروخت شدہ پودوں کی قلموں کی تعداد 148,155 ہے، ان کی فروخت سے محکمہ جنگلات کو آمدنی -/120,228 روپے ہوئی جو کہ خزانہ سرکار میں ایڈجسٹ ہو چکی ہے اور یہ رقم خرچ نہیں کی جاتی نیز جنوری2005 سے جنوری2006 تک پودوں کی پاک افواج، سکولوں و کالجوں کو ان نرسریوں سے 142325 عدد پودے مختلف اقسام گورنمنٹ پالیسی کے تحت فری سپلائی کئے گئے ہیں۔

(ج) ضلع شیخوپورہ میں نجی شعبہ میں جنگلات لگانے کے لئے زمینداروں کو ترغیب دی گئی ہے اور 25852 پوداجات تقسیم کئے گئے ہیں، ضلع شیخوپورہ میں سرکاری جنگلات کا رقبہ 4915 ایکڑ ہے۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر! جز(ب) میں منسٹر صاحب نے فرمایا ہے کہ پودوں کی فری سپلائی پاک افواج، سکولوں و کالجوں کو اور نرسریوں کو مہیا کی جاتی ہے۔

جناب سپیکر! میں منسٹر صاحب سے یہ پوچھنا چاہوں گی کہ یہ فری سپلائی جو پاک فوج کو مہیا کی جاتی ہے۔ پاک فوج کو تو ویسے بھی بہت کچھ مہیا کیا جاتا ہے تو کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ اس کو باقاعدہ نشر واشاعت کے ذریعے کریں تاکہ عام پبلک تک یہ پہنچیں اور زیادہ سے زیادہ عوام اس سے مستفید ہو سکیں۔ پودے جتنے زیادہ لگیں گے اس سے ماحول بہتر ہو گا۔ ہر چیز فوج کی طرف ہی کیوں چلی جاتی ہے کہ ہر چیز فوج کو فری سپلائی کی جاتی ہے۔

جناب سپیکر! میرا دوسرا ضمنی سوال یہ ہے کہ انھوں نے فرمایا ہے کہ ضلع شیخوپورہ میں نجی شعبے میں جنگلات لگانے کے لئے زمینداروں کو ترغیب دی گئی ہے تو میں ان سے یہ پوچھنا چاہوں گی کہ اگر کوئی عام زمیندار اپنی زمین دے تو کیا وہاں پر بھی حکومت نرسریاں لگانے کا ارادہ رکھتی ہے تاکہ اس سے زمینداروں کو بھی فائدہ ہو سکے اور عوام کو بھی اس سے فائدہ ہو سکے کیونکہ سرکاری سطح پر نہیں ہو گا لیکن چونکہ زمیندار اپنی زمین مہیا کرے گا اور اس پر گورنمنٹ نرسریاں بنانے کا کوئی ارادہ رکھتی ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر جنگلات!

وزیر جنگلات: جناب سپیکر! ہم پاک فوج، سکولوں، کالجوں اور ہسپتالوں کو پودے اور قلمیں مفت دیتے ہیں کیونکہ ہمارے لئے وہ extra کام کرتے ہیں اس لئے ہم انہیں پودے وغیرہ مفت دیتے ہیں۔ دوسرا یہ ہے کہ عوام کے لئے ہم نے ایک قلم پچاس پیسے کی رکھی ہوئی ہے جو ایک ٹوکن جیسی formality ہے تو پچاس پیسے کا ایک پودا ان کو دیا جاتا ہے۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر! میں منسٹر صاحب سے یہ پوچھنا چاہوں گی کہ اس نرسری کا نام مجھے بھی بتایا جائے جہاں پر پچاس پیسے میں ایک قلم وغیرہ ملتی ہے۔ کیونکہ میرے علم میں ایسی کوئی نرسری نہیں ہے جہاں پر اتنے سستے پودے ملتے ہوں۔

وزیر جنگلات: محترمہ! جتنے پودے کہیں گی اتنے ہی آ جائیں گے۔ دوسرا یہ ہے کہ ہمارا ریٹ ہر جگہ پر یہی ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ! تمام نرسریوں میں ریٹ پچاس پیسے ہی ہے۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر! یہ غلط بیانی ہے۔ پاکستان میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو پچاس پیسے میں ملتی ہو۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ کون سی نرسری میں گئی ہیں؟

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر! میں شیخوپورہ میں ساری نرسریوں میں جاتی ہوں کیونکہ میں بھی اپنے لئے وہاں سے پودے لے کر آتی ہوں۔

جناب سپیکر: تو وہاں پر کیا ریٹ ہے؟

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر! چھوٹے سے چھوٹا پودا بھی سستا نہیں ہے تو منسٹر صاحب کس نرسری کی بات کرتے ہیں؟ یہ مجھے بتا دیں تاکہ آئندہ سے منسٹر صاحب کے حوالے سے میں اس نرسری میں جاؤں تاکہ مجھے بھی پچاس پیسے کا پودا مل سکے۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر فارسٹ!

وزیر جنگلات: جناب سپیکر! محترمہ دراصل ornamental plants کی بات کر رہی ہیں وہ جتنی بھی نرسریاں لگاتی ہیں ان کے ساتھ ہمارا concern نہیں ہے۔ ہم شیشم یا کیکر کے درخت دیتے ہیں جس کا ریٹ ہم نے پچاس پیسے رکھا ہوا ہے جو timber wood یا fire wood ہوتی ہے لیکن ornamental plants سے ہمارا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔

جناب سپیکر: یہ کیکر اور شیشم کا پودا پچاس پیسے کا ہے باقی کی قیمتیں مختلف ہیں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: ضمنی سوال۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: شکریہ۔ جناب سپیکر! ابھی محترمہ کے سوال کے جواب میں منسٹر صاحب نے کہا کہ پاک فوج ہمارے لئے extra کام کرتی ہے تو وہ extra کام کی ذرا تفصیل بتا دی جائے کہ پاک فوج کون سا extra کام کرتی ہے؟ یہ سال ڈیڑھ سال بعد حکومت میں آنا کیا extra کام ہے جس کے لئے انہیں پودے ملتے ہیں؟

جناب سپیکر: محترمہ! آپ تشریف رکھیں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! انہوں نے extra کام کہا ہے تو میری کم عقلی کے لئے مجھے بتا دیا جائے کہ ایسا کون سا extra کام پاک فوج کے لئے ہے جس پر ہمیں فخر کرنا چاہئے؟

جناب سپیکر: پلیز! آپ تشریف رکھیں۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، چودھری جاوید صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): شکریہ۔ جناب سپیکر! میں اپنے منسٹر صاحب کے نوٹس میں ایک معاملہ لانا چاہتا ہوں کہ پچھلے دنوں ہمارے ضلع میں ڈسٹرکٹ فارسٹ آفیسر اپنے عملے کے ساتھ ڈل وریام جنگل میں لکڑی بیچتا ہوا red-handed جو انٹی کرپشن والوں نے پکڑا اور مجسٹریٹ صاحب ان کے ساتھ تھے مجسٹریٹ کی رپورٹ پر پرچہ درج ہوا اور اب وہ ضمانت کروا کر دوبارہ وہیں پر آکر بیٹھا ہوا ہے، کیا وہ لاکھوں کروڑوں کی لکڑی مزید بیچ دے؟ میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ محکمے نے اس کے خلاف کیا کارروائی کی ہے؟

جناب سپیکر: چودھری صاحب! آپ منسٹر صاحب سے ان کے چیمبر میں مل لیں کیونکہ اس کا سوال سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ آپ ان کو تفصیل سے بتا دیں اور میں منسٹر صاحب سے گزارش کر دیتا ہوں۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! دوسری میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ منسٹر صاحب صرف یہ یقین دہانی کرا دیں کہ ایسے کرپٹ آفیسرز کو محکمے میں نہیں رکھا جائے گا کیونکہ ایک مجسٹریٹ نے اسے red-handed پکڑا ہے۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر فارسٹ!

وزیر جنگلات: جناب سپیکر! اس کی ابھی انکوائری ہو رہی ہے اور اس کا کیس ہمارے ہی ڈیپارٹمنٹ نے انٹی کرپشن کو دیا ہوا ہے اس کی جب رپورٹ آئے گی تو اس کو ہم قانون کے مطابق ضرور سزا دیں گے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال محترمہ زیب النساء قریشی صاحبہ کا ہے۔

محترمہ زیب النساء قریشی: سوال نمبر 8117۔

کوآپریٹو سوسائٹیز کے فنڈز، فراہمی اور ملتان سے متعلقہ فنڈز کی تفصیل

*8117: محترمہ زیب النساء قریشی: کیا وزیر امداد باہمی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کوآپریٹو سوسائٹیز کے لئے فنڈز صوبائی حکومت یا مرکزی حکومت فراہم کرتی ہے؟

(ب) کوآپریٹو سوسائٹیز فنڈ کی تقسیم کا کیا طریق کار ہے، ضلع وار فنڈ دیئے جاتے ہیں یا آبادی کی بنیاد پر؟

(ج) سال 03-2002تا06-2005 ضلع ملتان کے لئے کتنا فنڈ مختص کیا گیا اور وہ کن کن سوسائٹیز کو دیا گیا۔ تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر امداد باہمی:

(الف) اس سلسلے میں عرض ہے کہ صوبائی یا مرکزی حکومت کوآپریٹو سوسائٹی کو فنڈز فراہم نہیں کرتی بلکہ سٹیٹ بنک آف پاکستان پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک کو براہ راست فنڈز گورنمنٹ آف پاکستان ٹریژری بل ریٹس پر حکومت پنجاب کی ضمانت پر فراہم کرتا ہے۔

(ب) کوآپریٹو سوسائٹیز کے لئے قرضہ جات جاری کرنے کے لئے فنڈز ضلع وار مختص کئے جاتے ہیں۔ بنک اور محکمہ امداد باہمی کا عملہ باہمی مشاورت سے فنڈز قرضہ جات کی تقسیم ہر ضلع، تحصیل، تھانہ کی سطح پر اور موجودہ انجمن ہائے کی تعداد اور سابق قرضہ کے اجراء کو مدنظر رکھ کر مختص کی جاتی ہے، تاکہ تقسیم کار مساوی رہے، یہاں پر یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ کسی فعال انجمن کو فنڈ کی وجہ سے قرضہ کے اجراء میں کوئی دشواری نہیں ہوتی بلکہ بنک کی طرف سے فعال کوآپریٹو سوسائٹیز کو پالیسی کے مطابق قرضہ جات کا اجراء کیا جاتا ہے۔

(ج) سال 03-2002تا06-2005 کے دوران ضلع ملتان میں کوآپریٹو سوسائٹیز کے لئے جاری شدہ قرضہ جات اور مختص شدہ فنڈز کی تفصیل تتمہ (الف) اور جبکہ سوسائٹیز کی تفصیل تتمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

محترمہ زیب النساء قریشی: جناب سپیکر! میں ضمنی سوال یہ پوچھنا چاہوں گی کہ خواتین کو ابھی تک کتنے قرضے دیئے گئے ہیں اور ان کی ادائیگی کی کیا شرائط ہیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر امداد باہمی!

وزیر امداد باہمی: جناب سپیکر! محترمہ! ذرا وضاحت کر دیں کہ یہ کون سے جز کے متعلق سوال پوچھ رہی ہیں؟

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! ان کا سوال یہ ہے کہ اب تک کتنے قرضے دیئے گئے ہیں اور ان کی ادائیگی کی کیا شرائط ہیں؟

محترمہ زیب النساء قریشی: میں نے پوچھا ہے کہ خواتین کو کتنے قرضے دیئے گئے ہیں کیونکہ بہت سی عورتیں ایسی ہوتی ہیں جو ہمارے پاس آتی ہیں کہ ہمیں چھوٹے چھوٹے کام کرنے ہیں تو اس کے لئے پیسا چاہئے کیونکہ بنک اس طرح قرضے نہیں دیتے جس سے یہ مسائل رہتے ہیں اسی لئے میں پوچھ رہی ہوں۔

وزیر امداد باہمی: جناب سپیکر! جہاں تک مختلف سوسائٹیز کا تعلق ہے تو یہ ایک بہت بڑا پلندہ ہے جس میں ان سارے قرضوں کی تفصیل دی ہوئی ہے۔ اگر محترمہ کو کچھ دیکھنا ہے تو یہ تشریف لے آئیں ہم ان کو اس وقت دکھا دیں گے۔ یہ بہت لمبی تفصیل ہے اور اس وقت میرے خیال میں ایوان کا وقت ضائع کرنے والی بات ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ! یہ کافی لمبی چوڑی تفصیل ہے۔ اگر ہاؤس میں پڑھیں گے تو کافی ٹائم لیں گے۔ آپ اگر مہربانی فرمائیں تو ان کے چیمبر میں تشریف لے جائیں۔ کیونکہ آپ یہ بھی چاہ رہی ہیں کہ ان کے نوٹس میں لایا جائے۔

محترمہ زیب النساء قریشی: چلیں ٹھیک ہے چیمبر میں بات کر لیتے ہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: ضمنی سوال۔

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر وسیم اختر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! جز (ب) میں انہوں نے لکھا ہے کہ فنڈز ضلع وار مختص کئے جاتے ہیں۔ میں نے وزیر موصوف سے یہ پوچھنا ہے کہ یہ فنڈز جو ضلع وار مختص کئے جاتے ہیں اس کا کیا criteria ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر امداد باہمی!

وزیر امداد باہمی: جناب سپیکر! ڈاکٹر صاحب ذرا اپنا سوال دہرا دیں۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! ان کا سوال یہ ہے کہ جواب میں لکھا ہوا ہے کہ فنڈز ضلع وار مختص کئے جاتے ہیں تو ان کا سوال یہ ہے کہ جو فنڈز آپ ضلع وار مختص کرتے ہیں ان کا طریق کار کیا ہے؟

وزیر امداد باہمی: جناب سپیکر! یہاں پر تھوڑا سا confusion ہے تو میں ڈاکٹر صاحب کے سوال کے بارے میں یہ وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ جو کوآپریٹوز کے فنڈز ہوتے ہیں ان کو کوآپریٹو سوسائٹیز کے ذریعے خرچ کیا جاتا ہے اور جتنی کوآپریٹو سوسائٹیز کی ڈیمانڈ ہوتی ہے ان کو ہم پورا کرتے ہیں۔ اس میں نہ ایریا کی کوئی وجوہات ہوتی ہیں نہ آبادی کی بنیاد پر یہ فنڈز تقسیم ہوتے ہیں بلکہ جس ایریا میں جو سوسائٹیز operate کر رہی ہیں ان کی ڈیمانڈ کے مطابق دیتے ہیں۔ کسی جگہ پر سوسائٹیز کی تعداد زیادہ ہے تو کسی جگہ پر کم ہے۔ بہر حال ہم سوسائٹیز کی ڈیمانڈ کے مطابق ہی ہم فنڈز دیتے ہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! منسٹر صاحب نے وضاحت کے ساتھ جواب دے دیا ہے لیکن میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ بعض اضلاع میں لوگوں کو معلوم ہی نہیں ہوتا کہ یہ ایک ایسا ادارہ ہے جس کے ذریعے سے آدمی facilitate ہو سکتا ہے۔ کیا ان کے محکمے میں ایسا کوئی سسٹم ہے کہ لوگوں کو اس کے بارے میں apprise کیا جائے کہ یہ ایک پراجیکٹ ہے تو اس کے ذریعے سے مالی امداد ہو سکتی ہے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر امداد باہمی!

وزیر امداد باہمی: جناب سپیکر! میں وضاحت کرنا چاہوں گا کہ ہم مختلف جگہوں پر سیمینار اور ایک awareness پروگرام کر رہے ہیں اور اس میں elected نمائندوں کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنے حلقے میں لوگوں کو کوآپریٹو نظام کے ساتھ متعارف کرائیں اور ان کی جو جو سہولیات ہیں ان کو تو معلوم ہے۔ یہی بہتر فورم ہے جس میں عام لوگوں تک ہم رسائی حاصل کر رہے ہیں۔

محترمہ طاہرہ منیر: ضمنی سوال۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ! آپ فرمائیں۔

محترمہ طاہرہ منیر: جناب سپیکر! اس سوال کے جز (الف) کے جواب میں یہ فرمایا گیا ہے کہ سٹیٹ بنک آف پاکستان پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک کو براہ راست فنڈز گورنمنٹ آف پاکستان ٹریژری بل ریٹس پر حکومت پنجاب کی ضمانت پر فراہم کرتا ہے تو حکومت پنجاب کی کس قسم کی ضمانت ہوتی

ہے جس پر یہ بنک کسی کو قرضے دیتا ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر امداد باہمی!

وزیر امداد باہمی: جناب سپیکر! حکومت پنجاب بنک کو ضمانت نہیں دیتی مگر سٹیٹ بنک کو حکومت پنجاب یہ ضمانت دیتی ہے کہ یہ قرضہ ہماری ضمانت پر کوآپریٹو بنک کو دیا جائے اور کوآپریٹو بنک پھر آگے یہ قرضہ کسانوں میں تقسیم کرتا ہے۔

چودھری اعجاز احمد سماں: ضمنی سوال۔

جناب سپیکر: سماں صاحب! پہلے کافی ضمنی سوال ہو گئے ہیں۔ آپ اگلے سوال پر کر لینا۔

چودھری اعجاز احمد سماں: ایک چھوٹا سا سوال ہے۔

جناب سپیکر: چلو، فرمائیں!

چودھری اعجاز احمد سماں: جناب سپیکر! سوال کے جز(ب) کے جواب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی فعال انجمن کو فنڈ کی وجہ سے قرضہ کے اجراء میں کوئی دشواری نہیں ہوتی بلکہ بنک کی طرف سے فعال کوآپریٹو سوسائٹیز کو پالیسی کے مطابق قرضہ جات کا اجراء کیا جاتا ہے۔ میں یہ پوچھتا ہوں کہ یہ قرضہ کا اجراء کن مقاصد کے لئے کیا جاتا ہے؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب! یہ قرضہ کن مقاصد کے لئے دیا جاتا ہے؟

وزیر امداد باہمی: جناب سپیکر! یہ قرضہ مختلف سوسائٹیز کے ذریعے ایگریکلچر کے مقصد کے لئے دیا جاتا ہے، اس میں لائیوسٹاک شامل ہے، ایگریکلچر implement شامل ہے، بیج اور کھاد شامل ہے اور وومن سوسائٹیز بھی اس میں شامل ہیں وہ اپنے مقاصد کے لئے لیتی ہیں، انڈسٹریل سوسائٹیز اپنے مقاصد کے لئے لیتی ہیں اور سوسائٹیز کے اغراض و مقاصد کے تحت ان کو قرضہ دیا جاتا ہے لیکن بنیادی طور پر یہ ایگریکلچر کے لئے ہے۔

چودھری اعجاز احمد سماں: میں on oath کہتا ہوں کہ یہ لائیوسٹاک پر وزیر آباد شہر میں بالکل قرضہ نہیں دیتے۔ اسی طرح میں on oath یہ بھی کہتا ہوں کہ زرعی بنک کا مینجر کسی زمیندار کو ٹریکٹر دینے کے لئے زرعی مقاصد کے لئے زرعی زمین کے عوض بالکل دینے کے لئے تیار نہیں۔ لائیوسٹاک کے اوپر یہ وزیر آباد میں انکوائری کروالیں کہ پچھلے چھ مہینوں میں کوئی قرضہ جات جاری کئے گئے ہیں؟ میں صرف ان کے علم میں لانا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر:انہوں نے تو طریق کار بتایا ہے کہ ان مقاصد کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

چودھری اعجاز احمد سماں: میں نے یہ عرض کیا ہے کہ دس فیصد دے کر آپ without any guarantee or suretyکار فنانس لیزنگ پر کرا سکتے ہیں۔ زمیندار اپنی زمین mortgage کروانے کے باوجود ٹریکٹر حاصل نہیں کر سکتا، زمیندار اپنی زمین پر پاس بک کے ذریعے لائیو سٹاک پر کسی بھینس کے لئے قرضہ نہیں لے سکتا۔ پچھلے تین یا چھ مہینے میں اگر وزیر آباد میں کوئی قرضہ جاری کیا گیا ہے تو یہ بتادیں ؟ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔

وزیر امداد باہمی: اس سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ میرے فاضل دوست کی ایک specific جگہ کے متعلق شکایت ہے اور اگر یہ اس کی پہلے نشاندہی کرتے تو ہم اس پر ایکشن لیتے لیکن ہم انشاء اللہ اس پر ایکشن لیں گے اور ان کو کہیں گے کہ اگر زمیندار تک نہیں پہنچ سکا تو ان کو قرضہ دیا جائے۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! کوشش کریں کہ ان کو قرضے جاری کئے جائیں۔ اگلا سوال جناب حفیظ اللہ خان صاحب کا ہے۔

جناب حفیظ اللہ خان: سوال نمبر 8878۔

بھکر۔ محکمہ جنگلات کی اراضی اور تعینات سٹاف سے متعلقہ تفصیل

*8878۔جناب حفیظ اللہ خان: کیا وزیر جنگلات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع بھکر میں محکمہ جنگلات کے کتنے رقبہ جات ہیں اور کہاں کہاں واقع ہیں، آمدنی اور اخراجات کی تفصیل بیان کریں؟

(ب) ضلع بھکر میں محکمہ جنگلات میں تعینات افسران اور اہلکاران کے نام، پتا جات اور عرصہ تعیناتی بیان کریں؟

(ج) محکمہ جنگلات بھکر نے سال 2005-06 میں بھکر میں کل کتنے پودے کہاں کہاں لگائے، تفصیل بیان کریں؟

وزیر جنگلات:

(الف) ضلع بھکر میں محکمہ جنگلات کا درج ذیل رقبہ ہے:۔

1۔صوبائی محکمہ جنگلات کا کل رقبہ:	10509.26ایکڑ
2۔صوبائی محکمہ جنگلات میں انہار کا کل رقبہ:	1044.26کلومیٹر

3۔صوبائی محکمہ جنگلات میں سڑکات کا کل رقبہ: 321.00کلومیٹر

درج بالا رقبہ جات ضلع بھکر میں تحصیل بھکر، دریا خان، کلورکوٹ اور منکیرہ میں واقع ہیں۔

سال06-2005میں آمدنی اوراخراجات کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

آمدنی	اخراجات
32,481,580/-	16,885,417/-

(ب) محکمہ جنگلات (صوبائی حکومت)ضلع بھکر میں تعینات افسران و اہلکاران کے نام، پتاجات اور عرصہ تعیناتی کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) محکمہ جنگلات نے بھکر میں سال06-2005میں کل3,63,149عدد پوداجات لگائے ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

فتح میجر پلانٹیشن	62,618پوداجات
بھکر پلانٹیشن	144,111پوداجات
رکھ ڈھانڈلہ:	72,600پوداجات
قریشی مائینز	26,400پوداجات
مین لائن لوئر کینال	10,560پوداجات
ایم ایم روڈ	10,560پوداجات
برکت والا شیلٹر بیلٹ	36,300پوداجات

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

جناب حفیظ اللہ خان: جناب سپیکر! میں نے جز (ج) میں پوچھا ہے سال06-2005میں بھکر میں کل کتنے پودے محکمہ جنگلات نے لگائے تو جواب میں انہوں نے لکھا ہے کہ 06-2005 میں کل 3,63,149پودے لگائے ہیں۔ محکمہ پودے لگانے کا ریکارڈ تو رکھتا ہے، یہ ایک بوگس کارروائی ہوتی ہے ہم نہیں دیکھ سکتے کہ کتنے پودے لگائے گئے ہیں۔ میں منسٹر صاحب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ایک سال میں کتنے پودوں کی افزائش ہوئی ہے کیونکہ سال ڈیڑھ سال میں سفیدے کا پودا اچھا خاصا ہو جاتا ہے تو کتنے پودے وہاں باقی بچے ہیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر جنگلات!

وزیر جنگلات: جناب سپیکر! ہم نے جو بھکر میں پودے لگائے ہیں اس کا 90 فیصد success rate ہے۔

جناب سپیکر: یہ تقریباً 90 فیصد success rate ہے۔

جناب حفیظ اللہ خان: جناب سپیکر! میں آپ سے ایک التجا کرتا ہوں کہ آپ ایک کمیٹی بنا لیں۔ ضلع بھکر میں محکمہ جنگلات کا بہت سارقبہ ہے وہاں پر دیکھ لیں کہ 90 فیصد پودے ہیں۔ میں کمیٹی کی میزبانی کروں گا یہ کمیٹی جا کر وہاں دیکھ لے کہ وہاں کیا حال ہے۔ میں وہاں پر رہتا ہوں مجھے تو کچھ نظر نہیں آتا۔ وزیر صاحب شاید اپنی آنکھ سے یہاں اسمبلی سے دیکھ سکتے ہیں۔ میری گزارش ہے کہ اس سلسلہ میں ایک کمیٹی بنا لیں جو دیکھے کہ کتنی تباہی ہو رہی ہے۔ کتنے پودے بقایا ہیں، لکھ تو دیتے ہیں کہ ہم نے لاکھوں لگائے ہیں لیکن لگانے کے بعد ہم نے تو یہ دیکھنا ہے کہ کتنے پودے موجود ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ میں وزیر صاحب سے گزارش کروں گا کہ بجٹ اجلاس کے بعد اگلے ماہ میں بھکر کا کوئی visit رکھ لیں اور ایم پی اے صاحب کو بھی ادھر دعوت دیں۔

جناب سپیکر: جی، چودھری تسنیم ناصر صاحب!

چودھری تسنیم ناصر: جناب سپیکر! میری معزز وزیر جنگلات سے گزارش ہے کہ ہمیشہ ہمارے ملک اور ہمارے صوبہ پنجاب میں ایک مہم چلائی جاتی ہے اور اس مہم میں جو بھی صاحب اقتدار ہوتا ہے وہ پودا لگا رہا ہوتا ہے اور دس بندے اس کی سائیڈوں پر کھڑے ہوتے ہیں اور مہم شجر کاری چل رہی ہوتی ہے۔ یہی پودا جس کو دس بندے لگا رہے ہوتے ہیں، اس خبروں میں اور کسی بھی اخبار میں فرنٹ پیج پر فوٹو ہوتی ہے اس پودے کو سال بھر کوئی بھی محکمہ کا بندہ یہ نہیں پوچھتا کہ تمہیں پانی دیا گیا ہے یا اس کو پانی دیا گیا ہے۔ اس کے بعد ان کا جو ڈیپارٹمنٹ ہے ماشاء اللہ جتنی بھی پاکستان میں اور میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب میں بنیادی طور پر جو بھی شیشم ہے آپ نے دیکھا ہو گا کہ جی ٹی روڈ پر بہت سارے شیشم کے درخت گرے پڑے ہیں اور ان کی بیماری کے متعلق محکمہ کو کوئی پتا نہیں ہے۔ یہ نیلام کر دیتے ہیں لیکن نئے پودے نہیں لگاتے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! آپ کا ضمنی سوال کیا ہے؟ آپ نے تو تقریر شروع کر دی ہے۔

چودھری تسنیم ناصر: جناب سپیکر! جنگلات جو چوری ہو رہے ہیں اس پر بھی کنٹرول کروائیں۔

خدارا! پاکستان میں کوئی تو چیز رہنے دیں میری یہ وزیر صاحب سے درخواست ہے اور ان کا جو ڈیپارٹمنٹ ہے وہ سارے کام خود ہی کرتا ہے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ آپ تشریف رکھیں۔

رانا آفتاب احمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! میری ایک درخواست ہے۔ سوال نمبر 8900 ایک اہم سوال ہے اس میں آپ دیکھیں کہ چوری کی بھی بات ہو رہی ہے اور سینہ زوری کی بھی۔ اس میں آپ دیکھیں گے کہ یہ بڑا interesting ہے۔

جناب سپیکر: یہ سوال کون سے صفحہ پر ہے؟

رانا آفتاب احمد خان: صفحہ نمبر 11 پر ہے۔

جناب سپیکر: اگلا صفحہ نمبر یہی ہے آپ تشریف رکھیں۔ اگلا سوال سید حسن مرتضیٰ صاحب کا ہے۔ وہ تشریف نہیں رکھتے لہذا سوال dispose of ہوا۔ اگلا سوال راجہ شفقت عباسی صاحب کا ہے۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی: سوال نمبر 8900 ہے۔ اس کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اس کو پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

اسلام آباد مری کیرج وے منصوبہ میں درختوں و لکڑی کی چوری و خورد بُرد کی انکوائری سے متعلقہ تفصیل

*8900: راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): کیا وزیر جنگلات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) اسلام آباد، مری، کیرج وے منصوبے میں محکمہ جنگلات کے کل کتنے درخت کاٹے گئے، ان درختوں کی تعداد، عمر، قسم، مالیت، وصول شدہ معاوضہ، جملہ تفصیل بیان فرمائی جائے نیز پرائیویٹ مالکان کو متعلقہ درختوں کی تعداد و معاوضہ کی رقم کس شرح سے دی گئی؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ منصوبہ میں محکمہ جنگلات کے اہلکاران درختوں و لکڑی کی

چوری و خُورد بُرد میں ملوث پائے گئے اور 27.3 ملین روپے کی چوری کے مرتکب ہوئے حکومت کو کروڑ روپے کا نقصان پہنچانے اور نیشنل ہائی وے سے 85لاکھ روپے ناجائز وصول کرنے و دیگر مالیاتی و محکمانہ خلاف ورزیوں کی بابت چارج شیٹ کیا گیا؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ سہیل مسعود، سیکرٹری سپیشل ایجوکیشن کو مذکورہ الزامات کی بابت انکوائری افسر تعینات کیا گیا، جنہوں نے انکوائری کے بعد اگست 2006 ملزمان کے خلاف کرپشن، misconduct، inefficiency کے الزامات ثابت ہونے پر نوکری سے برخاستگی اور ایک کروڑ روپے وصول کرنے کی سفارش کی گئی؟

(د) مندرجہ بالا محکمانہ کارروائی کتنے ملازمین کے خلاف کی گئی ہے، ان کے نام، عائد شدہ چارج شیٹ، انکوائری رپورٹ اور اس پر اتھارٹی کی طرف سے جاری کردہ حکمنامہ کی جملہ تفصیل بیان فرمائی جائے؟

(ہ) کیا حکومت کو ہونے والے نقصان کو پورا کیا گیا اگر نہیں تو اس کی وجوہات بیان فرمائیں، نیز آیا ان الزامات کی بابت کوئی فوجداری کارروائی بھی عمل میں لائی گئی اگر ایسا ہے تو اس کی تازہ ترین صورتحال سے آگاہ کیا جائے؟

وزیر جنگلات:

(الف) اسلام آباد، مری کیرج وے منصوبے میں محکمہ جنگلات کے 5339 چیل، کیل کے درخت کاٹے گئے اور ان درختوں کی (Standing Value)225628 مکسر فٹ تھی، اس کے علاوہ روڈ کی تعمیر کے دوران 26930 جھاڑیاں اور پودے ضائع ہوئے اس میں تقریباً دس سال تا150 سال عمر کے درخت تھے، عمارتی لکڑی سہالہ سیل ڈپو راولپنڈی میں ڈھلائی کی گئی اور ٹمبر ایکسٹریکشن ڈویژن راولپنڈی نے لکڑی فروخت کر کے رقم سرکاری خزانہ میں جمع کرائی اس لکڑی کی فروخت سے حاصل ہونے والی آمدنی کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

لکڑی عمارتی چیل مسکر فٹ	تنگ	تعداد پھرہ جات	تعداد بلہ جات	محاصل/آمدن
132882-22	31910	1303عدد	5070عدد	2,77,94,388/-

نیز پرائیویٹ مالکان کو درختوں کا معاوضہ گزارہ فارسٹ ڈویژن راولپنڈی کے ذریعے ادا کیا گیا، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

1)	تعداد درختاں از قسم چیل جن کی عمر تقریباً 15-10 سال تھی	3417
(II	تعداد درختاں از قسم چیل جن کی عمر تقریباً 35-16 سال تھی	1790
(III	تعداد درختاں از قسم چیل جن کی عمر تقریباً 80-36 سال تھی	618
(IV	تعداد درختاں از قسم چیل جن کی عمر تقریباً 80 سال سے زیادہ تھی	210
	کل میزان	6035
	رقم جوان درختاں کو نیلام کر کے وصول ہوئی	11,345,683/-
	رقم جوان درختاں کی سیل حفاظت و ترسیل پر خرچ ہوئی	4,895,551/-
	نقد منافع	6,450,132/-

(ب) یہ درست ہے کہ محکمہ جنگلات کے اہلکاران کے خلاف درختوں / لکڑی کی خُورد بُرد و دیگر مالیاتی بے قاعدگیوں پر مشتمل الزامات کی چارج شیٹ جاری کی گئی، بعدازاں معاملہ نیب(NAB) میں لے جایا گیا جہاں ان افسران اور اہلکاران کو الزامات سے بری قرار دیا گیا جہاں تک نیشنل ہائی وے اتھارٹی کے 85لاکھ روپے کی وصولی کا تعلق ہے، یہ رقم اتھارٹی نے محکمہ جنگلات کو کٹائی، چرائی اور ڈھلائی درختاں کے لئے دی یہ رقم خُورد بُرد نہ ہوئی ہے بلکہ 5339 درختاں کی گرائی، چرائی، ڈھلائی کے لئے استعمال ہوئی ہے، اس کا باقاعدہ آڈٹ ہوا ہے اور کوئی بھی اہلکار یا افسر خُورد بُرد میں ملوث نہ پایا گیا ہے۔

(ج) سہیل مسعود صاحب سیکرٹری سپیشل ایجوکیشن کی طرف سے کی گئی انکوائری کو مجاز اتھارٹی(Competent Authority) نے دوبارہ(denovo enquiry) کرنے کے احکامات جاری کئے اور سید رئیس عباس زیدی Secretary /CAA اوقاف کی سربراہی میں ایک کمیٹی تشکیل دی ہے جو دوبارہ انکوائری کر رہی ہے۔

(د) مندرجہ ذیل ملازمین کے خلاف محکمانہ کارروائی کی گئی ہر ایک ملازم پر عائد شدہ الزامات ان کے ناموں کے سامنے درج ہیں۔

نمبر شمار	نام/عہدہ ملازم	عائد شدہ الزامات		
1۔	رانا شبیر احمد ناظم جنگلات	(Misconduct)	(In-efficiency)	
2۔	محمد الیاس بشیر، DFO	۔ایضاً۔	۔ایضاً۔	(Corruption)
3۔	مسٹر عامر سہیل RFO	۔ایضاً۔	۔ایضاً۔	
4۔	عمران ریاض SDFO	---	---	۔ایضاً۔
5۔	اسد علی SDFO	(Misconduct)	(In-efficiency)	---
6۔	امتیار صدیقی RFO	۔ایضاً۔	NIL	(Corruption)
7۔	محمد مقصود بلاک آفیسر	۔ایضاً۔	(In-efficiency)	---

8۔	محمد رشید بلاک آفیسر	(Misconduct)	(Corruption)
9۔	محمد ارشد محافظ جنگل	۔ایضًا۔	۔ایضًا۔
10۔	محمد ظہراب ۔ایضًا۔	۔ایضًا۔	۔ایضًا۔
11۔	محمد فیاض ۔ایضًا۔	(Misconduct)	(In-efficiency)
12۔	محمد رفاق ۔ایضًا۔	۔ایضًا۔	۔ایضًا۔
13۔	محمد شاہ نواز ۔ایضًا۔	۔ایضًا۔	۔ایضًا۔
14۔	محمد جاوید ۔ایضًا۔	۔ایضًا۔	۔ایضًا۔
15۔	مصری خان فارسٹر	۔ایضًا۔	
16۔	محمد پرویز فارسٹر	۔ایضًا۔	
17۔	پرویز اکرم محافظ جنگل	۔ایضًا۔	
18۔	محمد آصف ۔ایضًا۔	۔ایضًا۔	
19۔	محمد شہزاد ۔ایضًا۔	۔ایضًا۔	
20۔	محمد رفاق ۔ایضًا۔	۔ایضًا۔	
21۔	نذیر احمد ۔ایضًا۔	۔ایضًا۔	
22۔	عطار در حمان ۔ایضًا۔	۔ایضًا۔	
23۔	محمد عباس فارسٹر	۔ایضًا۔	
24۔	نور زمان محافظ جنگل	۔ایضًا۔	

جہاں تک انکوائری رپورٹ کا تعلق ہے، وہ ابھی تک سیکرٹری اوقاف پر مشتمل ٹیم کے ہاں زیر کارروائی ہے۔

(ہ) انکوائری رپورٹ مکمل ہونے سے قبل حکومت کو ہونے والے نقصان کے متعلق کچھ نہیں کیا جا سکتا نیز اس کیس میں (NAB) کی طرف سے جاری انکوائری چیئرمین NAB کی چٹھی نمبری 1(232)DO(R-2)1m-1/NAB/05 مورخہ 16-06-05 کے تحت داخل دفتر کر دی گئی ہے، منسلکہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے) اس کے علاوہ کوئی فوجداری کارروائی نہ کی گئی ہے۔

جناب سپیکر: جی، ضمنی سوال؟

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! میرا سوال یہ ہے کہ اگر آپ صفحہ 12 کے آخری حصہ میں دیکھیں نیلامی سے جو رقم موصول ہوئی وہ ایک کروڑ 13 لاکھ 45 ہزار اور جوان درختوں کی حفاظت پر خرچہ ہوا ہے وہ 48 لاکھ روپیہ ہے۔ اب ان کو آمدن ہوتی ہے 64 لاکھ روپے۔ وزیر صاحب اس کی وضاحت فرمائیں کہ وزیر صاحب کی حفاظت میں اس کے کتنے پیسے لگے ہیں؟

وزیر جنگلات: جناب سپیکر! یہ اخراجات حفاظت والے نہیں ہیں۔ یہ خرچہ ان کی کٹائی اور ان کی

ٹرانسپورٹیشن اور ان کو ڈپوؤں پر پہنچانے پر آیا ہے۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! اس میں لکھا ہے کہ "رقم جو ان درختوں کی سیل، حفاظت و تر سیل" آپ خود دیکھ لیں۔ یہ کتنا interesting ہے کہ ایک کروڑ 13 لاکھ روپے آمدن میں سے تقریباً 49 لاکھ روپے اس کی کٹائی اور حفاظت پر خرچ کر دیئے ہیں۔

ملک اصغر علی قیصر: جناب سپیکر! کیا اس لکڑی کو preserve کر کے کسی سٹور وغیرہ میں رکھا گیا ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر جنگلات! ان کا سوال ہے کہ کٹائی وغیرہ پر کل رقم کا تقریباً 40/45 فیصد خرچہ بنتا ہے۔ ان کا سوال یہ ہے کہ یہ خرچہ زیادہ ہے اتنا خرچہ نہیں آنا چاہئے۔

وزیر جنگلات: جناب سپیکر! ان کی کٹائی اور راولپنڈی میں ڈپو تک لے کر جانے میں ٹرانسپورٹیشن کا خرچہ ملا کر اتنا ہی بنتا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، سمیع اللہ خان صاحب!

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! جز (ب) میں لکھا گیا ہے کہ "یہ درست ہے کہ محکمہ جنگلات کے اہلکاران کے خلاف درختوں / لکڑی کی خُورد بُرد و دیگر مالیاتی بے قاعدگیوں پر مشتمل الزامات کی چارج شیٹ جاری کی گئی۔ بعد ازاں معاملہ نیب میں لے جایا گیا جہاں ان افسران اور اہلکاران کو الزامات سے بری قرار دیا گیا۔ میرا سپلیمنٹری سوال یہ ہے کہ اس ایوان کو ان حقائق سے آگاہ کیا جائے۔ پہلی بات یہ کہ جو محکمہ نے چارج شیٹ کی کیا وہ وہیں رک گئی اور معاملہ نیب کی طرف چلا گیا اور اس کے پیچھے یہ مقاصد تو نہیں تھے کہ جو محکمہ ہے وہ ان اہلکاران کے خلاف کارروائی کرتا اور اس چارج شیٹ کو نیب میں بھیج کر اور بعد ازاں نیب نے محکمہ کے ان سب اہلکاران کو بے گناہ قرار دے کر فارغ کر دیا۔ یہ کوئی محکمہ کے خلاف نیب کی سازش تو نہیں تھی کہ نیب کے ساتھ ان کا مک مکا ہو گیا اور وہ چارج شیٹ جو محکمہ نے جاری کی تھی وہ نیب نے کس طرح take up کر لی؟

ملک اصغر علی قیصر: جناب سپیکر! نیب نے ان کو بری الذمہ قرار دے دیا۔ حالانکہ ہماری اطلاع کے مطابق اس درخواست کو داخل دفتر کروایا گیا ہے ملزمان کو بری ہی نہیں کیا گیا۔

جناب سپیکر: جی، وزیر جنگلات!

وزیر جنگلات: جناب سپیکر! اس کا اس طرح ہوا تھا کہ ان کے خلاف کسی نے رپورٹ میں کہا تھا کہ

اس میں کوئی گڑ بڑ ہوئی ہے۔ ہم نے اس کی عارضی سی انکوائری کروا کر اس کو نیب میں دے دیا تھا کیونکہ یہ خاصا بڑا نقصان تھا اس کے بعد نیب والوں نے خود انکوائری کی اور ڈیپارٹمنٹ کی بھی انکوائری ہوئی تو ان سبھی لوگوں کو انہوں نے بری الذمہ قرار دے دیا۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ انہوں نے جو چارج شیٹ خود کی ہے اور ابھی انہوں نے کہا کہ بہت بڑا معاملہ تھا اور بہت بڑا گھپلا تھا۔ میں سمجھتا ہوں اور میرے ذہن میں تو یہ تھا کہ شاید نیب نے interference کر کے یہ معاملہ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اب منسٹر کی statement کے بعد مجھے یہ سمجھ آتی ہے کہ محکمہ نے انہیں بری کروانے کے لئے یہ کیا کیونکہ پاکستان میں نیب ایک ایسا ادارہ ہے جو صرف سیاسی لوگوں کو پکڑنے کے لئے ہے اور یہ گھپلا بڑا سنجیدہ معاملہ ہے کہ اتنے بڑے گھپلے کو نیب کو صرف اس لئے ٹرانسفر کیا گیا کہ وہ ان کو بری کر سکے تو وزیر موصوف اس کی وضاحت فرمائیں کہ کیا محکمہ اپنے طور پر اتنے بڑے گھپلے کی انکوائری خود نہیں کر سکتا تھا؟ کیوں نیب کی طرف جنگلات کے اس سیکنڈل کو refer کیا، کیا اس کی کیا وجہ تھی اور اگر ان کے پاس ثبوت کافی تھے تو پھر نیب نے انہیں کس طرح بری کر دیا؟

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! اسی سے متعلقہ میرا بھی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! نیب کروڑ روپے والے کیس میں نہیں جاتا۔ اگر ان کے پاس محکمانہ شکایات تھیں، ان کے پاس ایک فورم تھا تو یہ اس کو proceed کر سکتے تھے اور اس کی انکوائری کر سکتے تھے اور RSO 2 کے تحت proceed کر سکتے تھے۔ یہ نیب میں ایک انکوائری چلی گئی تو کیا ان پر binding ہے کہ یہ محکمانہ انکوائری نہیں کر سکتے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر جنگلات!

وزیر جنگلات: جناب سپیکر! یہی بات اگر ہم اپنے ادارے میں کرتے تو پھر بھی یہی اعتراض آنا تھا کہ آپ نے خود کر کے اس کو یکطرفہ کر کے چھوڑ دیا ہے کیونکہ وہاں کے لوگوں نے اس معاملے کو زیادہ اچھالا تھا تو ہم نے ساتھ ہی انکوائری نیب کو بھی دے دی تاکہ وہ بھی انکوائری کر لے تو محکمانہ اور نیب کی انکوائری کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! آخری سوال ہے کہ وزیر موصوف نے جو استدلال دیا ہے کہ

یہاں چار سال سے ہر ڈیپارٹمنٹ کی انکوائریاں اس ہاؤس میں زیر بحث آتی ہیں۔ ٹھیک ہے اپوزیشن ان پر اپنا نقطہ نظر رکھتی ہے کہ محکمہ نے ٹھیک کیا ہے یا نہیں لیکن کیا نیب کی انکوائری کو ہم اس ہاؤس میں اچھی طرح سے debate کر سکتے ہیں۔ اگر محکمہ کی انکوائری ہوتی تو ہم اس پر سوال کرتے اور یہ جواب دیتے لیکن نیب کی انکوائری سے متعلق وضاحت فرمائی جائے اور ہم چاہتے ہیں کہ اس بارے میں کروڑوں روپے کے گھپلے سے متعلق اس ایوان کو آگاہی ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسے نیب کی طرف اس لئے refer کیا ہے کہ یہ اس ہاؤس میں وضاحت فرمائیں کہ اس پر ہم بحث کر سکتے ہیں؟ نیب تو صرف اس ملک کا واحد بدنام زمانہ احتسابی ادارہ ہے۔ اگر یہ خود انکوائری کرتے تو ہم یہاں پر سوال کرتے۔ اب نیب کے حوالے سے ہم ان سے کیا سوال کریں کہ انکوائری کیسے ہوئی، ٹھیک ہوئی، غلط ہوئی؟ اب تو ہم یہ سوال نہیں کر سکتے اور اگر کر سکتے ہیں تو وزیر موصوف اس کی وضاحت فرمائیں کہ نیب کی انکوائری کو زیر بحث لایا جا سکتا ہے؟

رانا آفتاب احمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! تمام ملازمین کو تو انہوں نے exonerate کر دیا مگر صفحہ 13 پر آپ اگر ان کے نام دیکھیں تو ان پر چارجز یہ ہیں کہ misconduct,curruption, inefficiency اگر ان افسران کے خلاف یہ چارجز نہیں تھے تو جس افسر نے یہ چارجز create کئے تو اس کے خلاف کیا ایکشن لیا گیا؟

جناب سپیکر: جی، وزیر جنگلات!

وزیر جنگلات: جناب سپیکر! محکمانہ انکوائری کے لئے رئیس عباس زیدی صاحب کو head بنایا گیا تھا اور ایک آدمی ہمارے محکمہ کا تھا جبکہ تیسرا کسی اور محکمہ کا آدمی لے کر تین ارکان پر مشتمل کمیٹی بنا کر انکوائری کی گئی جبکہ اسی دوران محکمانہ انکوائری بھی ہوتی رہی۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! کیا ان کا محکمہ نیب کی انکوائری پر عملدرآمد کا پابند ہے؟ ان کے محکمہ کا نیب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! نیب کو کوئی بھی محکمہ کیس تو refer کر سکتا ہے ناں۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! وہ کوئی کروڑ روپے سے کم کیس نہیں لیتے کیونکہ ہم نے

پی اے سی میں محکمہ پولیس سے متعلق ساڑھے تین کروڑ روپے کا گھپلا بھیجا تو انہوں نے واپس کر دیا تھا کہ ہمارے لئے تھوڑی رقم ہے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! لیکن محکمہ کو واپس تو نہیں بھیجا گیا۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! ان کے پاس جب پہلے ایک فورم ہے، ان کے پاس 2000 کے رولز ہیں، محکمانہ رولز ہیں تو اگر یہ اس پر انکوائری کرتے اور اس پر proceed کرتے۔ اب آپ دیکھیں کہ یہ 24 ملازمین۔۔۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! آئندہ سے چھوٹے موٹے کیسوں کی محکمہ خود ہی انکوائری کر لیا کرے اور اگر کوئی بہت بڑا کیس ہو تو پھر نیب کو بھیجا جائے۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، عباسی صاحب!

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): شکریہ۔ جناب سپیکر! وزیر موصوف سے میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ وہ یہ بتانا پسند فرمائیں گے کہ محکمہ جنگلات کے 24 لوگ جن میں اعلیٰ افسران DFO سے لے کر SDFO اور کنزرویٹر وغیرہ شامل ہیں، کے خلاف سہیل مسعود سپیشل سیکرٹری ایجوکیشن نے انکوائری میں یہ ثابت کیا کہ یہ misconduct, corruption کے الزامات صحیح ہیں اور ان کے نوکری سے dismissal کے احکامات جاری ہوئے اور ایک کروڑ روپے ریکوری کے تو میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا وجہ تھی کہ اس انکوائری کو چھوڑ کر دوسری انکوائری کروانے کی ضرورت پیش آئی؟ کس وجہ سے مجاز اتھارٹی یا آپ لوگ اس انکوائری سے مطمئن نہیں تھے کہ جس کی وجہ سے ایک full-fledged انکوائری ہوئی جس میں misconduct اور کرپشن بھی ثابت ہوئی تو ایک کروڑ روپے کی ریکوری کا آرڈر ہوا اور انہیں نوکری سے فارغ کرنے کا بھی recommend ہوا تو پھر denovo کرنے کی وجہ کیا تھی؟ وہ پیرا پڑھ کر سنائیں جس میں مجاز اتھارٹی نے رئیس عباس زیدی کو دوبارہ انکوائری آفیسر مقرر کیا؟

جناب سپیکر: جی، وزیر جنگلات!

وزیر جنگلات: جناب سپیکر! دوبارہ سوال پڑھیں کیونکہ مجھے کچھ سمجھ نہیں آیا۔

جناب سپیکر: انہوں نے فرمایا ہے کہ جب محکمہ نے انکوائری کے دوران انہیں guilty قرار دیا تو

محکمہ انکوائری کر رہا تھا تو پھر ادھر انکوائری بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟

وزیر جنگلات: میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ محکمہ کے علاوہ بھی کوئی دوسرا انکوائری کر لے۔

جناب سپیکر: وہ کہہ رہے ہیں کہ ان کے محکمہ کے علاوہ کوئی دوسرا بھی انکوائری کر لے تاکہ کسی قسم کا کوئی سقم نہ رہے۔

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب!

سید ناظم حسین شاہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! آپ کو بھی بڑا واضح طور پر پتا ہے کہ جب کسی کی چوری ہو جائے اور اگر کسی گھر سے ایک کپڑا بھی مل جائے تو باقی چوری بھی اس سے یہی presume کیا جاتا ہے کہ ثابت ہوتی ہے اور اس سے recover کی جاتی ہے۔ جب ایک کروڑ روپے ثابت ہو گئے تو مزید انکوائری کروانے کا مقصد Eye wash کرنے کی بات ہے اور تو کوئی بات نہیں ہے اس لئے آپ بھی سمجھتے ہیں اور منسٹر صاحب بیٹھے ہوئے ہیں تو جب ایک چیز ثابت ہو گئی تو 24 افسروں کے خلاف رئیس عباس زیدی صاحب کیا کریں گے؟ انکوائری ہوتی رہے گی، جوابات آتے رہیں گے اگر کچھ کرنا ہے تو اس کا ایک deterrent اور ایک مثال بنانی چاہئے تاکہ آئندہ کے لئے ایسے جرائم نہ ہوں۔ یہی میری گزارش ہے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر جنگلات!

وزیر جنگلات: جناب سپیکر! انکوائری میں پہلے وہ exonerate ہو گئے تھے اور پھر اس کے بعد درخواست دی گئی تو de-novo انکوائری کے لئے چیف منسٹر صاحب نے کہا تھا کہ انکوائری دوبارہ ہو پھر اس کے بعد رئیس عباس زیدی صاحب اور باقی کا پینل بنا جس نے انکوائری کی اور پھر اس میں بھی وہ سارے بری ہوئے لیکن ہمارا procedure یہ ہے کہ آئندہ نہ ہو۔

جناب سپیکر: ملک اصغر علی قیصر صاحب نے ابھی فرمایا ہے کہ انکوائری یا کیس کو dispose of نہیں کیا بلکہ pending پڑا ہوا ہے۔ اگر pending ہے تو اس کو pursue کریں کیونکہ کروڑوں روپے کا گھپلا ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: شکریہ۔ جناب سپیکر! چلیں یہ مان لیا کہ انہوں نے پہلی انکوائری کی تو وزیراعلیٰ صاحب نے کہا کہ دوبارہ انکوائری کر لیں تو ان سے اس floor پر یقین دہانی کروادیں کہ 15/20 دن یہ سیشن چلے گا تو یہ یقین دہانی کروادیں کہ اگر کسی نے انکوائری کرنی ہے، ایمانداری سے کرنی ہے تو پھر وہ تو 15 دن میں ہو جائے گی تو اس floor پر یقین دہانی کروادیں کہ اس سیشن کے آخر میں انکوائری رپورٹ اس اسمبلی میں پیش کر دیں گے تو ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: بگو صاحب! اس سیشن میں تو مشکل ہے لیکن کوشش کریں کہ جلدی کریں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یقین دہانی کروائیں کہ اگلے سیشن تک انکوائری رپورٹ اس ہاؤس میں پیش کر دیں گے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر جنگلات! آپ تک کر لیں گے؟

وزیر جنگلات: جناب سپیکر! اگلے سیشن تک کر لیں گے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے جی۔ اب وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

وزیر جنگلات: میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

وزیر امداد باہمی: میں بھی باقی سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

لاہور۔ شاہدرہ کے گردونواح میں قائم جنگلات سے متعلقہ تفصیلات

*8359: جناب سمیع اللہ خان: کیا وزیر جنگلات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) شاہدرہ لاہور کے گردونواح میں محکمہ جنگلات کا رقبہ کتنا اور کس کس جگہ ہے؟

(ب) اس وقت کتنے رقبہ پر جنگل ہے اور کتنے رقبہ پر جڑی بوٹیاں ہیں؟

(ج) اس وقت کتنے رقبہ پر لوگوں نے ناجائز قبضہ کر رکھا ہے، ان ناجائز قابضین کے نام اور پتاجات کی تفصیل دی جائے؟

(د) حکومت ان ناجائز قابضین سے رقبہ واگزار کروانے کے لئے کیا اقدامات اٹھا رہی ہے؟

وزیر جنگلات:

(الف) شاہدرہ لاہور کے گردونواح میں محکمہ جنگلات کے رقبہ کی تعداد1887ایکڑ ہے۔تفصیل درج ذیل ہے:۔

1۔ شاہدرہ ریزروفارسٹ 1615ایکڑ

2۔ عینو بھٹی فارسٹ 272ایکڑ

(ب) قائم جنگل کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

1۔ شاہدرہ ریزروفارسٹ 339ایکڑ جنگل

نوٹ: خالی رقبہ 1216ایکڑ (i) دریائی بیڈ 371ایکڑ

(ii) 845ایکڑ خالی رقبہ پر شجرکاری کے لئے سکیم منظور ہوتے ہی رچنا دوآب سکیم پاک آرمی کے ذریعہ شجرکاری کر دی جائے گی اس وقت خالی رقبہ پر جڑی بوٹیاں ہیں۔

2۔ عینو بھٹی فارسٹ 272ایکڑ جنگل

(ج) اس وقت محکمہ جنگلات کا کوئی رقبہ ناجائز قابضین کے قبضہ میں نہ ہے۔

(د) شاہدرہ لاہور میں محکمہ جنگلات کا کوئی رقبہ ناجائز قابضین کے قبضہ میں نہ ہے۔

سال2004-06کے دوران ضلع جھنگ میں کوآپریٹو سوسائٹیز کو جاری قرض کی تفصیل

*8168: سید حسن مرتضیٰ: کیا وزیر امداد باہمی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) حکومت کوآپریٹو سوسائٹی کو قرض کس Mark-up پر فراہم کرتی ہے؟

(ب) مالی سال 2004-05 اور 2005-06 کے دوران ضلع جھنگ میں کتنی کوآپریٹو سوسائٹیز کو قرض حکومت کی طرف سے فراہم کیا گیا؟

(ج) اس وقت اس ضلع میں کتنی کوآپریٹو سوسائٹیز defaulter ہیں؟

(د) کیا حکومت کوآپریٹو سوسائٹی کو آٹھ فیصد Mark-up پر قرض دینے کے احکامات جاری کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر امداد باہمی:

(الف) اس سلسلے میں عرض ہے کہ حکومت کوآپریٹو سوسائٹی کو قرض فراہم نہیں کرتی بلکہ سٹیٹ بنک آف پاکستان، پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک کو براہ راست فنڈز گورنمنٹ آف پاکستان ٹریژری بل ریٹس پر حکومت پنجاب کی ضمانت پر فراہم کرتا ہے۔ بنک کی شرح مارک اپ کا تعین گورنمنٹ آف پاکستان ٹریژری بل ریٹس Cost of Funds اور Operating Cost کو مدنظر رکھ کر کیا جاتا ہے۔ موجودہ گورنمنٹ آف پاکستان ٹریژری بل ریٹس 8.29 فیصد ہے۔ بنک ہذا کوآپریٹو سوسائٹیز کو از مورخہ 26-01-06 حسب ذیل شرح مارک اپ پر قرضہ جاری کر رہا ہے:۔

1.	Crop Loan	12%
2.	MTF (Tractors & Implements)	15%
3.	Women Societies	12%
4.	Livestock Societies	12%
5.	Livestock Project Societies	12%
6.	Livestock Revolving Societies	12%

(ب) مالی سال 2004-05 اور دوران مالی سال 2005-06 ضلع جھنگ میں انجمن ہائے کو جاری کئے گئے قرضہ جات کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

مالی سال 2004-05
(01-07-04 to 30-06-05)

Societies	Borrowers	Amount
1699	13158	Rs. 310753718/-

مالی سال 2005-06
(01-07-05 to date)

Societies	Borrowers	Amount
1190	9229	Rs. 182124199/-

(ج) اس وقت ضلع جھنگ میں کل 174 کوآپریٹو سوسائٹیز defaulter ہیں۔

(د) اس وقت پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک کو سٹیٹ بنک آف پاکستان براہ راست فنڈز گورنمنٹ آف پاکستان ٹریژری بل ریٹس پر فراہم کر رہا ہے۔ پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک زرعی شعبہ کا دوسرا بڑا ادارہ ہے جو کہ سالانہ 8 سے 9۔ارب روپے کے قرضہ جات تقسیم کر رہا ہے۔ بنک کی شرح مارک اپ کا تعین گورنمنٹ آف پاکستان ٹریژری بل

ریٹس Cost of Funds اور Operating Cost کو مدنظر رکھ کر کیا جاتا ہے۔
موجودہ گورنمنٹ آف پاکستان ٹریژری بل ریٹس 8.29 فیصد ہے۔ موجودہ حالات میں بنک کے لئے ممکن نہ ہے کہ شرح سود کو 8 فیصد تک لایا جاسکے تاہم اگر سٹیٹ بنک آف پاکستان بنک ہذا کو Production & development قرضہ جات کے لئے Subsidized Funding کرے تو پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک بھی Reciprocal Basis پر اس طرح کی مراعات چھوٹے کسانوں کو دینے کے لئے اقدامات کرے گا۔

سال 06-2004 کے دوران ضلع جھنگ میں کوآپریٹو بنکس کی برانچیں اور قرض کی تفصیلات

*8169: سید حسن مرتضیٰ: کیا وزیر امداد باہمی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) ضلع جھنگ میں پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک کی کتنی برانچیں کس کس جگہ کام کر رہی ہیں؟

(ب) مالی سال 05-2004 اور 06-2005 کے دوران ان برانچوں سے کتنا قرضہ کن کن اداروں / فرموں کو دیا گیا ہے، ان کے نام، پتا جات اور قرض کی رقم کی تفصیل بتائیں؟

(ج) ان برانچوں کے انچارج صاحبان کے نام، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل بتائیں؟

وزیر امداد باہمی:

(الف) ضلع جھنگ میں پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک کی درج ذیل چھ برانچیں کام کر رہی ہیں۔

1۔ جھنگ: فوارہ چوک جھنگ صدر
2۔ چنیوٹ: سرگودھا روڈ نزد گورنمنٹ گرلز کالج برائے خواتین چنیوٹ
3۔ بھوانا: جھنگ چنیوٹ روڈ برلب روڈ بھوانہ
4۔ لالیاں: چنیوٹ سرگودھا روڈ نزد لاری اڈا لالیاں
5۔ شورکوٹ: شورکوٹ روڈ نزد ریلوے سٹیشن شورکوٹ کینٹ
6۔ موڑ گڑھ مہاراجا: موڑ گڑھ مہاراجہ احمد پور سیال روڈ

(ب) پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک کی مذکورہ بالا برانچوں نے 05-2004 اور دوران مالی سال 06-2005 کسی ادارے / فرم کو قرضہ جاری نہیں کیا اور صرف کوآپریٹو سوسائٹیز کو اور شخصی (Individual) قرضہ جات جاری کئے۔

(ج) ضلع جھنگ میں پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک کی برانچوں کے موجودہ مینجرز صاحبان کے نام، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

نمبر شمار	برانچ	نام	عہدہ/گریڈ
1۔	جھنگ برانچ	مہر نور محمد خان	مینجر
2۔	چنیوٹ برانچ	محمد الیاس کانجو	آفیسر
3۔	بھوانا برانچ	محمد انور بیگ	آفیسر
4۔	لالیاں برانچ	محمد نصر اللہ خان	آفیسر
5۔	شورکوٹ برانچ	محمد ارشد	آفیسر
6۔	موڑ گڑھ مہاراجا برانچ	محمد حیات	آفیسر

1999 تاحال۔ محکمہ جنگلات ضلع راولپنڈی میں بھرتی کی تفصیل

*8901: **راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ):** کیا وزیر جنگلات ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) 1999 کے بعد محکمہ جنگلات ضلع راولپنڈی میں بھرتی کئے گئے جملہ ملازمین کے نام، عہدہ، ڈومیسائل، تاریخ ملازمت، تحصیل وسال وار تفصیل بیان فرمائیں؟

(ب) تحصیل مری، کوٹلی ستیاں میں اس وقت کتنی اسامیاں خالی ہیں، انہیں کب fill کیا جائے گا نیز عارضی /Work Charge ملازمین کی تعداد، نام، جائے ملازمت کی تفصیل بیان فرمائیں؟

وزیر جنگلات:

(الف) سال 1999 سے لے کر 2006 تک بھرتی کئے گئے ملازمین کے کوائف ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

(ب) مری فارسٹ ڈویژن میں مندرجہ ذیل اسامیاں خالی ہیں جو کہ حکومت کی پالیسی کے مطابق مروجہ قوانین کے اندر رہتے ہوئے (fill) کی جائیں گی۔

نمبر شمار	نام اسامی/عہدہ	سکیل	تعداد اسامی
1۔	نائب مہتمم جنگلات	17	2
2۔	فائیر چیف	10	1
3۔	فارسٹر	07	7

4۔	فارسٹ گارڈ	05	46
5۔	ڈرائیور	04	01
6۔	مکینک / کنڈیکٹر	03	01
7۔	ڈیمار کیشن داروغہ	02	01
8۔	نائب قاصد	01	02
9۔	چوکیدار	01	05

مری فارسٹ ڈویژن میں ورک چارج ملازم کوئی بھی نہ ہے، بہر حال کنٹریکٹ پر بھرتی کئے گئے ملازمین کی تفصیل اور کوائف درج ذیل ہیں:۔

تعداد	نام ولدیت	جائے ملازمت	عہدہ
01	عاطف محمود ولد علی ناظر	مری	چوکیدار

نارتھ فارسٹ ڈویژن راولپنڈی

نمبر شمار	نام اسامی	تعداد	تاریخ بھرتی	ورک چارج ملازمین	جائے ملازمت
1	سٹینو ٹائپسٹ	1	---	---	---
2	فائیر چیف	1	---	---	---
3	فارسٹر	9	---	---	---
4	فارسٹ گارڈ	42	---	---	---

ٹمبر ایکسٹریکشن ڈویژن راولپنڈی

نمبر شمار	نام اسامی	تعداد	تاریخ بھرتی	ورک چارج ملازمین	جائے ملازمت
1	چوکیدار		---	---	---
2	ڈپوواچر		---	---	---

نیز: ٹمبر ایکسٹریکشن ڈویژن میں کوئی ورک چارج ملازم نہ ہے۔

گورنمنٹ کوآپریٹو کالج فیصل آباد سے متعلقہ تفصیلات

***8199: ملک اصغر علی قیصر:** کیا وزیر امداد باہمی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) گورنمنٹ کوآپریٹو کالج فیصل آباد کب قائم ہوا تھا؟

(ب) اس کالج میں کس کس subject پر پڑھائی یا ریسرچ کروائی جاتی ہے؟

(ج) مذکورہ کالج کی سال 04-2003، 05-2004 اور 06-2005 کی آمدن اور خرچ کی تفصیل دی جائے؟

(د) اس وقت مذکورہ کالج میں تعینات ملازمین اور اساتذہ کے نام، عہدہ، گریڈ کی تفصیل دی جائے؟

(ہ) اس کالج کا سال 05-2004 اور 06-2005 کا بجٹ کتنا تھا؟

وزیر امداد باہمی:

(الف) لاہور میں کوآپریٹو انسٹیٹیوٹ کا قیام 1952 میں ہوا تھا، جس کو کالج کا درجہ دے کر ویسٹ پاکستان کوآپریٹو ٹریننگ کالج لائل پور موجودہ گورنمنٹ کوآپریٹو ٹریننگ کالج فیصل آباد کے نام سے سال 1960 میں موجودہ کیمپس میں منتقل ہوا۔

(ب) گورنمنٹ کوآپریٹو ٹریننگ کالج فیصل آباد میں محکمہ امداد باہمی پنجاب، دی پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک لمیٹڈ اور دیگر کوآپریٹو اداروں کے ملازمین کو ٹریننگ دی جاتی ہے جس کے لئے کالج ہذا طویل و مختصر دورانیہ کے کورسز کا انعقاد کرتا ہے۔ کالج ہذا محکمہ امداد باہمی کے ملازمین کے لئے اپنی خدمات صوبہ بلوچستان، آزاد جموں و کشمیر اور شمالی علاقہ جات کو بھی پیش کرتا ہے۔ کچھ عرصہ قبل دوست اسلامی ممالک سے بھی ٹریننگ کے لئے افراد کالج آتے رہے ہیں یہ ممالک نائیجیریا، ترکی و ملایا ہیں۔
کالج ہذا اور اس کے ذیلی دفاتر میں لگائی جانے والی کلاسز اور کورسز نیز ان میں پڑھائے جانے والے مضامین کی فہرست ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ تاہم ریسرچ کے سلسلہ میں تجاویز زیر غور ہیں۔

(ج) کالج ہذا کا کام تعلیم و تربیت اور تدریس سے متعلقہ خدمات کی فراہمی ہے۔ کالج محکمہ امداد باہمی اور کوآپریٹو اداروں کے ملازمین کی ٹریننگ کا اہتمام کرتا ہے تاکہ محکمہ امداد باہمی اور کوآپریٹو اداروں کو قابل، ہنرمند، باصلاحیت اور تربیت یافتہ ملازمین میسر آ سکیں۔ اس کے علاوہ اس کے ذیلی دفاتر عوام میں امداد باہمی کا شعور پیدا کرنے، امداد باہمی کے ذریعے ملکی پیداوار بڑھانے اور حکومت کی مختلف سکیموں سے آگاہی کے لئے کام کرتے ہیں۔ چونکہ اس ادارہ کا کام خدمات کی فراہمی ہے، لہذا اس سے آمدنی کمانے کی توقع نہیں کی جا سکتی تاہم خرچ کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

نمبر شمار	سال	تفصیل
1-	2003-04	تنخواہ -/37,00,000 روپے الاؤنس -/12,00,000 روپے

	دیگر-/17,00,000روپے
	میزان-/66,00,000روپے
2004-05	تنخواہ-/55,00,000روپے
	الاؤنس-/31,00,000روپے
	دیگر-/12,00,000روپے
	میزان-/98,00,000روپے
2005-06	تنخواہ-/53,00,000روپے
	الاؤنس-/37,00,000روپے
	دیگر-/8,00,000روپے
	میزان-/98,00,000روپے

(د) اس وقت کوآپریٹو ٹریننگ کالج فیصل آباد اور اس کے ذیلی دفاتر میں تعینات ملازمین اور اساتذہ کی فہرست ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ہ) گورنمنٹ کوآپریٹو ٹریننگ کالج فیصل آباد کا بجٹ برائے سال 05-2004 اور 05-2004 حسب ذیل ہے:۔

سال	بجٹ
2004-05	-/1,05,64,000روپے
2005-06	-/118,02,000روپے

بھکر۔ڈسٹرکٹ جیل کے لئے مختص اراضی سے درختوں کی کٹائی سے متعلقہ تفصیل

*8908: جناب حفیظ اللہ خان: کیا وزیر جنگلات از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) بھکر میں ڈسٹرکٹ جیل کے قیام کے لئے محکمہ جنگلات کی اراضی حاصل کی گئی ہے، جس پر سفیدہ کے ہزاروں درخت تھے، تعمیراتی کام کے آغاز پر محکمہ جنگلات نے ان درختوں کی کٹائی شروع کر دی بعد ازاں فروخت کر دیئے گئے؟

(ب) کل کتنے رقبہ پر سفیدہ کے درخت تھے؟

(ج) درختوں کی تعداد کتنی تھی؟

(د) نیلام کئے گئے حکومت کو ان درختوں سے کتنی رقم حاصل ہوئی؟

(ہ) کس فرم یا ٹھیکیدار کو فروخت کئے گئے، کیا محکمہ جنگلات کے پاس کٹائی سے پہلے اور بعد کا ریکارڈ موجود ہے تفصیل بیان کریں؟

وزیر جنگلات:

(الف) ضلع بھکر میں ڈسٹرکٹ جیل کے قیام کے لئے پہلے مرحلہ میں 50 ایکڑ، 7 کنال اور 16 مرلے رقبہ محکمہ جیل خانہ جات کو بورڈ آف ریونیو پنجاب کے لیٹر نمبر 832-2005-888-TH-V مورخہ 05-10-11 کے تحت ٹرانسفر ہوا بعد ازاں لیٹر نمبر 200-2006-313-TH-V مورخہ 04-05-24 کے تحت مزید 24 ایکڑ، 17 مرلے رقبہ ٹرانسفر ہوا۔ اس طرح کل 75 ایکڑ، 13 مرلہ رقبہ ٹرانسفر کیا گیا۔ درختان کو گورنمنٹ آف پنجاب فارسٹری، وائلڈ لائف و فشریز ڈیپارٹمنٹ لاہور نوٹیفکیشن نمبری SOFT(EXT)VIII-4/2000 مورخہ 2001-11-14 کی مقرر کردہ ٹیکنیکل کمیٹی کی منظوری کے بعد کٹائی کرائی گئی۔ پہلے مرحلہ میں کل 1183 درخت از قسم سفیدہ کٹائی کئے گئے۔ ان کٹائی شدہ درختان سے کل 7000 مکسر فٹ بالن حاصل ہوا۔ محکمہ کو بالن کی فروخت سے کل -/1,69,050 روپے حاصل ہوئے، دوسرے مرحلہ میں 629 درختان کٹائی کئے گئے۔ ان درختان سے 1109 مکسر فٹ ٹمبر اور 4375 مکسر فٹ بالن حاصل کیا گیا۔ یہ کٹائی شدہ درختان یعنی ٹمبر و بالن سیل ڈپو چک نمبر 27/TDA بھکر پلانٹیشن رینج میں موجود ہیں۔

(ب) کل 55 ایکڑ رقبہ پر سفیدہ کے درخت موجود تھے۔

(ج) کل درختان کی تعداد 1812 تھی۔

(د) پہلے مرحلہ میں بالن 7000 مکسر فٹ حاصل کیا گیا جس سے کل -/1,69,050 روپے حاصل ہوئے۔

(ہ) مسٹر اظہر علی شاہ ٹھیکیدار نے بذریعہ نیلام عام پہلے مرحلہ سے حاصل کئے گئے بالن کو خرید کیا، محکمہ کے پاس کٹائی سے پہلے اور بعد کا تمام ریکارڈ موجود ہے۔

گورنمنٹ کوآپریٹو کالج فیصل آباد، بھرتی سے متعلقہ تفصیل

*8200: **ملک اصغر علی قیصر**: کیا وزیر امداد باہمی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) گورنمنٹ کوآپریٹو کالج فیصل آباد میں یکم جنوری 2004 سے آج تک کتنے افراد کو بھرتی کیا گیا، ان کے نام، عہدہ، گریڈ، پتا جات، تعلیمی قابلیت، عمر اور ڈومیسائل کی تفصیل دی جائے؟

(ب) ان افراد کو بھرتی کس اتھارٹی کے احکامات کے تحت کیا گیا؟

(ج) بھرتی کے لئے کون کون سے افسران کی کمیٹی تشکیل دی گئی؟
(د) کتنے افراد کو میرٹ پر اور کتنے افراد کو بغیر میرٹ بھرتی کیا گیا؟
(ہ) کتنے افراد کو رولز میں نرمی کر کے بھرتی کیا گیا؟
(و) بھرتی کے سلسلہ میں کن کن اخبارات میں اشتہار دیا گیا تھا؟

وزیر امداد باہمی:
(الف) یکم جنوری 2004 سے آج مورخہ 22-05-06 تک گورنمنٹ کوآپریٹو ٹریننگ کالج فیصل آباد میں کسی بھی منظور شدہ اسامی پر بھرتی نہیں ہو سکی۔
(ب) جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ اس عرصہ میں کوئی بھرتی نہ ہو سکی۔
(ج) کالج ہذا میں بھرتی کے لئے گورنمنٹ آف پنجاب کے نوٹیفکیشن زیر نمبری SO(E)7-3/2003 مورخہ 17-9-2004 بھرتی کے لئے حسب ذیل افسران پر مشتمل کمیٹی تشکیل شدہ ہے۔
1۔ تقرر کنندہ (چیئرمین) / پرنسپل کوآپریٹو ٹریننگ کالج
2۔ ڈسٹرکٹ آفیسر کوآپریٹو / ڈپٹی رجسٹرار لاہور (ممبر)
3۔ ڈسٹرکٹ آفیسر کوآپریٹو / ڈپٹی رجسٹرار راولپنڈی (ممبر)
(د) اس عرصہ میں کوئی بھرتی نہیں ہوئی۔
(ہ) اس عرصہ میں کوئی بھرتی نہیں ہوئی۔
(و) یکم جنوری 2004 تا 22-05-06 کے عرصہ کے دوران محکمہ اطلاعات پنجاب کے ذریعہ روزنامہ "خبریں" اور "دن" مورخہ 25-02-05 کو اشتہار کی اشاعت کرائی گئی لیکن حکومت پنجاب کی طرف سے بھرتی پر پابندی لگ جانے کی وجہ سے کام مکمل نہ ہو سکا۔

عرصہ 2004-06 کے دوران لکڑی چوری کے کیسز اور جرمانہ کی وصولی کی تفصیل

*8968: محترمہ طلعت یعقوب: کیا وزیر جنگلات از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:
(الف) کیا یہ درست ہے کہ نقصان یا چوری کی صورت میں محکمہ جنگلات فاریسٹ ایکٹ 1927 کے تحت زیادہ تر کیسز جرمانہ وصول کر کے نمٹا دیئے جاتے ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ فاریسٹ ایکٹ 1927 میں موجودہ سزائیں اور جرمانہ بہت کم ہے، جس کی وجہ سے حکومت کو لکڑی کی چوری پر بہت نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے اور بہت کم کیسز میں چالان کیا گیا ہے؟

(ج) سال 05-2004 اور 06-2005 میں درج کئے گئے کیسز کی تعداد اور محکمہ کی طرف سے بغیر چالان وصول کی گئی رقم کیا ہے؟

وزیر جنگلات:

(الف) یہ درست ہے کہ نقصان یا چوری کی صورت میں جنگلات فاریسٹ ایکٹ 1927 کے تحت زیادہ تر کیسز عوضانہ و مال قیمت وصول کر کے نمٹا دیئے جاتے ہیں کیونکہ قانون میں پہلی ترجیح یہی ہے۔

(ب) یہ درست ہے کہ فاریسٹ ایکٹ 1927 میں موجودہ سزائیں بہت کم ہیں، جس کی وجہ سے حکومت کو لکڑی چوری کی صورت میں نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ جہاں تک کم کیسز چالان کا تعلق ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مجسٹریٹ جنگلات کے اختیارات بڑھانے کی ضرورت ہے لہذا اس سلسلے میں فاریسٹ ایکٹ 1927 میں ترمیم لازمی ہے۔

(ج) سال 05-2004 اور 06-2005 میں درج کئے گئے کیسز کی تعداد اور محکمہ کی طرف سے بغیر چالان وصول کی گئی رقم کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

نمبر شمار	نام ڈویژن	سال	تعداد فاریسٹ کیسز	وصول شدہ رقم
1۔	راولپنڈی نارتھ	2004-05	476	17,84,100/-
2۔	۔ایضاً۔	2005-06	318	6,94,180/-
3۔	جہلم	2004-05	511	6,53,053/-
4۔	۔ایضاً۔	2005-06	915	13,69,163/-
5۔	چکوال	2004-05	447	6,06,220/-
6۔	۔ایضاً۔	2005-06	381	13,98,790/-
7۔	اٹک	2004-05	678	16,80,035/-
8۔	۔ایضاً۔	2005-06	633	17,27,145/-
9۔	راولپنڈی نارتھ	2004-05	434	13,63,200/-
10۔	۔ایضاً۔	2005-06	446	15,14582/-

11۔	مری	2004-05	839	15,59,951/-
12۔	۔ایضاً۔	2005-06	298	8,64,860/-

گزشتہ پانچ سالوں کے دوران کوآپریٹو بنک کے ملازمین کے خلاف کیسز کی تفصیل

*8575: رانا سرفراز احمد خان: کیا وزیر امداد باہمی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کوآپریٹو بنک پنجاب میں گزشتہ پانچ سالوں میں کتنے افسران/اہلکاران کے خلاف کرپشن، اختیارات کے غلط استعمال اور نااہلی کی بناء پر کارروائی کی گئی اور کون کون سی سزائیں دی گئیں؟

(ب) ان افسران/اہلکاران سے سرکاری خزانہ کو پہنچنے والے نقصانات وصول کئے گئے تو کتنی کتنی مالیت کے یہ نقصانات کون کون سے افراد سے وصول کئے گئے، تفصیلات سے آگاہ فرمائیں؟

وزیر امداد باہمی:

(الف) پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک لمٹیڈ کوآپریٹو سوسائٹیز ایکٹ 1925 کے تحت صوبہ پنجاب کی دوسری انجمن ہائے کی طرح ایک خود مختار رجسٹرڈ ادارہ ہے، اسے سٹیٹ بنک آف پاکستان نے شیڈولڈ بنک کا درجہ مورخہ 07-11-1955 کو دیا۔ اس کا اپنا بورڈ آف ڈائریکٹرز ہے اور اس کی سپریم اتھارٹی صوبہ پنجاب کی انجمن ہائے امداد باہمی کے منتخب شدہ ڈیلیگیٹس ہیں اور اس بنک کے اپنے Rules & Regulations ہیں، جس کے تحت بنک اپنے ملازمین کو سزا دیتا ہے۔ بنک کے 361 ملازمین کے خلاف بنک رولز کے تحت کارروائی کی گئی جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:۔

نمبر شمار	سزا	تعداد
1۔	One Annual Increment withheld/ stopped	58
2۔	Dismissed	10
3۔	Removed	1
4۔	Compulsorily Retired	6
5۔	Reduction to Lower Post	11
6۔	Warned/ Consigned to Record	190
7۔	Censured	63

8۔	Pay reduced to Lower Stage	22
	Total	361

اس کی مزید تفصیل تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) اس عرصہ کے دوران کچھ افسران / اہلکاران نے مختلف ہتھکنڈوں سے بنک کو مبلغ -/4509500 روپے کا نقصان پہنچایا اور بنک نے ان کے خلاف بنک قوانین کے مطابق انضباطی کارروائی کر کے اب تک مبلغ -/565459 روپے وصول کر لئے ہیں۔ بقیہ وصولی کے لئے ضروری اقدامات جاری ہیں۔ ان کی تفصیل تتمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ علاوہ ازیں مسٹر عبدالغفور، برانچ مینجر اور مسٹر محمد حسن وٹو، کیشئیر / آفیسر، منڈی احمد آباد برانچ میں امانتداروں کے کھاتوں میں متوازی بنکاری کر کے مبلغ -/4417502 روپے خورد برد کئے ان کے خلاف محکمانہ کارروائی مکمل ہو چکی ہے، جبکہ متاثرین امانتداروں کے کیسز مختلف عدالت ہائے میں زیر سماعت ہیں۔

چولستان میں محکمہ کی چراگاہوں سے متعلقہ تفصیل

*9035: ملک محمد اقبال چنڑ: کیا وزیر جنگلات از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) محکمہ جنگلات نے چولستان میں چراگاہ کے لئے کتنا رقبہ مختص کیا ہوا ہے؟

(ب) چولستان میں کس کس جگہ چراگاہ کتنے کتنے رقبہ پر مشتمل ہے؟

(ج) ان چراگاہوں میں کون کون سے درخت ہیں؟

(د) ان چراگاہوں کی اس سال کی آمدن اور خرچ کی تفصیل بتائیں؟

(ہ) ان چراگاہوں کی بہتری کے لئے حکومت کیا اقدامات اٹھا رہی ہے؟

وزیر جنگلات:

(الف) چولستان میں 6305654 ایکڑ رقبہ چراگاہوں کے لئے مختص ہے۔

(ب) پورے چولستان کا علاقہ چراگاہ ہے جس کا رقبہ 6305654 ایکڑ ہے۔

(ج) جنڈ، کیکر، فراش، بیر، کریر وغیرہ

(د)

اس سال 2006 تک -/3,00,000 روپے آمدن ترقیاتی اخراجات -/97,99,000 روپے خرچ

غیر ترقیاتی اخراجات -/8,07,500 روپے خرچ

(ہ)

1۔ نئے ٹوبہ جات کھودے جارہے ہیں تاکہ چولستان میں پانی میسر آسکے۔

2۔ پرانے ٹوبہ جات کی بھل صفائی کی جارہی ہے۔

3۔ 200ایکڑ رقبہ پر گھاس اگائی جارہی ہے۔

4۔ جہاں پر پانی موجود ہے وہاں 25000پودے اگائے جائیں گے۔

5۔ اس سال 50,000پودے نرسری میں تیار کئے جائیں گے تاکہ چولستان میں انسانوں اور جانوروں کے لئے سایہ مہیا کیا جاسکے۔اس کے علاوہ 200کلومیٹر کی کچی سڑکوں کی مرمت کی جارہی ہے۔

کوآپریٹو بنک قصور، 2004تاحال قرضہ اور بھرتی کی تفصیل

*8576: رانا سرفراز احمد خان: کیا وزیر امداد باہمی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کوآپریٹو بنک ضلع قصور نے مالی سال 2004سے آج تک کتنی مالیت کے قرضہ جات کتنی مدات میں تقسیم کئے، ان کی تحصیل وار تفصیلات مہیا کی جائیں، نیز یہ قرضہ جات کون سے مقاصد کے لئے جاری کئے گئے؟

(ب) بنک ہذا میں گزشتہ پانچ سالوں کے دوران کتنے افراد کو کون کون سے عہدوں پر تعینات کیا گیا اور بھرتی کیا گیا، ان کے نام، ولدیت، تعلیمی قابلیت اور ڈومیسائل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر امداد باہمی:

(الف) پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک نے ضلع قصور کی دو تحصیلوں پتوکی اور قصور میں مالی سال 2004سے تاریخ 18-08-06 (17-07-04تا18-08-06) تک مختلف مدات میں مبلغ -/49,89,76,653روپے کے قرضہ جات جاری کئے ہیں۔ جن میں سے مبلغ -/20,00,12,740روپے تحصیل قصور میں اور مبلغ -/29,89,63,913روپے تحصیل چونیاں میں تقسیم کئے ہیں، جاری شدہ قرضہ جات کی مدات / مقاصد کی تحصیل وار تفصیل تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک لمیٹڈ سوسائٹیز ایکٹ 1925کے تحت صوبہ پنجاب کی دوسری انجمن ہائے کی طرح ایک خود مختار رجسٹرڈ شدہ ادارہ ہے۔اسے سٹیٹ بنک آف

پاکستان نے شیڈولڈ بنک کا درجہ مورخہ 07-11-1955 کو دیا۔ اس کا اپنا بورڈ آف ڈائریکٹرز ہے اور اس کی سپریم اتھارٹی صوبہ پنجاب کی انجمن ہائے امداد باہمی کے منتخب شدہ ڈیلیگیٹس ہیں۔ بنک ہذا کے تعیناتی کے قوانین ہیں، جس کے تحت بنک ملازمین کو ان کے عہدوں پر تعینات کیا جاتا ہے۔ مزید عرض ہے کہ بنک کے بورڈ آف ڈائریکٹرز نے پچھلے آٹھ سال سے ہر قسم کی نئی تقرری پر پابندی عائد کر رکھی ہے، البتہ اس دوران مندرجہ ذیل سٹاف کو بورڈ آف ڈائریکٹرز کی منظوری سے بھرتی کیا گیا۔

1۔ وقار احمد ولد رشید محمد، بطور ڈرائیور، مڈل، ڈومیسائل، راولپنڈی (دوران سروس فوتگی ملازمین کوٹہ)

2۔ شوکت محمود ولد گلبہار، بطور کلرک، آئی کام، ڈومیسائل مظفر گڑھ

علاوہ ازیں کچھ ملازمین کو، جن کی فہرست تتمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ بنک کی پالیسی کے مطابق کنٹریکٹ کی بنیاد پر بھرتی کیا گیا جن کے والدین دوران سروس وفات پا چکے تھے۔

سراجیہ کالونی اور اسٹیٹ انٹر پرائزز ہاؤسنگ سوسائٹیز کے ادغام سے متعلقہ تفصیل

*8699: ملک محمد اقبال چنڑ: کیا وزیر امداد باہمی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) اسٹیٹ انٹر پرائزز کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی (مرغزار سوسائٹی) نزد اعوان ٹاؤن ملتان روڈ لاہور محکمہ امداد باہمی کے پاس کب رجسٹرڈ ہوئی اور اس کے ممبران کی تعداد کتنی ہے؟

(ب) محکمہ امداد باہمی کے تحت سراجیہ کالونی ملتان روڈ کب رجسٹرڈ ہوئی اور اس کے ممبران کی تعداد کتنی ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ سراجیہ کالونی ملتان روڈ لاہور اپنے ممبران سمیت اسٹیٹ انٹر پرائزز کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی (مرغزار سوسائٹی) نزد اعوان ٹاؤن ملتان روڈ لاہور میں ضم ہو چکی ہے؟

(د) کیا ایک سوسائٹی کسی دوسری ہاؤسنگ سوسائٹی میں ضم ہو سکتی ہے، تو کس قانون وقاعدہ کے تحت؟

وزیر امداد باہمی:

(الف) اسٹیٹ انٹرپرائزز آفیسرز کوآپرٹیو ہاؤسنگ سوسائٹی لمیٹڈ لاہور محکمہ امداد باہمی سے 4۔جولائی 1979 بمطابق رجسٹریشن نمبر 941 رجسٹرڈ ہوئی۔ سوسائٹی کے موجودہ ممبران کی تعداد 2410 ہے۔

(ب) محکمہ امداد باہمی کے پاس سراجیہ کالونی نام کی کوئی ہاؤسنگ سوسائٹی رجسٹرڈ نہیں ہے۔

(ج) سراجیہ کالونی چونکہ چند لوگوں کی مشترکہ زمین تھی اور اس کے مختار عام (خالد محمود) کی درخواست پر سراجیہ کالونی کو اسٹیٹ انٹرپرائزز آفیسرز کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی لمیٹڈ ملتان روڈ لاہور میں ایک اقرار نامہ FH کے تحت شامل کیا گیا تھا، معاہدہ کے مطابق سراجیہ کالونی کے ممبران کی تعداد 40 تھی۔

(د) کوآپریٹو سوسائٹیز ایکٹ 1925 (ترمیم شدہ) 2006 کی دفعہ 15 کے تحت کوئی بھی دو یا اس سے زائد سوسائٹیز ایک دوسرے میں مدغم ہوسکتی ہیں نیز کوئی سوسائٹی دو یا اس سے زائد سوسائٹیز میں تقسیم بھی کی جاسکتی ہے مزید برآں دفعہ 15-A کے تحت ایک سوسائٹی کسی کمپنی یا کارپوریٹ باڈی میں ضم ہوسکتی ہے۔

گوجرانوالہ۔ محکمہ سے رجسٹرڈ کوآپریٹو سوسائٹیز کی تعداد و تفصیل

*9208: لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ) اور چودھری زاہد پرویز: کیا وزیر امداد باہمی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) محکمہ ہذا سے گوجرانوالہ میں کتنی کوآپریٹو سوسائیٹیز رجسٹرڈ ہیں؟

(ب) سال 05-2004 اور 06-2005 کے دوران ان سوسائٹیز کو جاری کردہ رقم کی تفصیل بتائیں؟

(ج) ان میں سے کتنی سوسائٹیز ڈیفالٹر ہیں؟

(د) ڈیفالٹر سوسائٹیز کے نام اور مالکان کے نام نیز ان کے ذمہ قرض کی تفصیل بتائیں؟

وزیر امداد باہمی:

(الف) محکمہ ہذا میں ضلع گوجرانوالہ میں 1176 کوآپریٹو سوسائٹیز رجسٹرڈ ہیں۔

(ب) سال 05-2004 میں -/26,33,32,556 روپے اور سال 06-2005 میں -/22,85,02,061

روپے کا قرضہ کوآپریٹو سوسائٹیز کو جاری کیا گیا۔

(ج) ان میں سے سات سوسائٹیز ڈیفالٹر ہیں۔

(د) سوسائٹیز کے نام اور مالکان کے نام نیز ان کے ذمہ قرض کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:۔

1۔ انجمن امداد باہمی گھر کے 147,630/- روپے
مختار احمد، محمد جمیل، محمد اقبال، ولی محمد اور عمر خان

2۔ انجمن امداد باہمی ماچھیکے سندھواں جنوبی 2,00,000/- روپے
محمد سلیم، محمد مشتاق، اوادان، محمد نواز اور لیاقت علی

3۔ انجمن امداد باہمی تلونڈی موسیٰ خان شاہین 2,97,500/- روپے
محمد طفیل، محمد نواز، محمد رشید، سجاد احمد اور منصور احمد

4۔ انجمن امداد باہمی بھیلو والی شرقی 1,27,500/- روپے
سجاد احمد، برکت علی، شوکت علی اور نعیم اللہ

5۔ انجمن امداد باہمی مدھو خلیل 3,50,000/- روپے
شبیر حسین، عظمت علی، محمد اشرف، مزمل حسین اور منیر احمد

6۔ انجمن امداد باہمی ونیہ والا ھمدرد 1,97,000/- روپے
محمد داؤد خان، خوشی محمد، رحمت علی اور محمد یونس

7۔ انجمن امداد باہمی متہ ورکاں 1,198,960/- روپے
محمد اشرف، دوست محمد، آصف جاوید، ثناء اللہ اور دانش

گوجرانوالہ / حافظ آباد اور منڈی بہاؤالدین محکمہ کے ملازمین کی تعداد و تفصیل

*9209: لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ) اور چودھری زاہد پرویز: کیا وزیر امداد باہمی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) گوجرانوالہ، حافظ آباد اور منڈی بہاؤالدین میں محکمہ ہذا کے کتنے ملازم کام کر رہے ہیں، ان اضلاع میں محکمہ ہذا کو سال 2004-05 اور 2005-06 کے دوران کتنی گرانٹ ملی؟

(ب) ان اضلاع میں محکمہ کے گریڈ 11 اور اوپر کے ملازمین کے نام، عہدہ، گریڈ بتائیں، ان اضلاع کے انچارج صاحبان کے نام، عہدہ، گریڈ اور ان کے زیر استعمال سرکاری گاڑیوں کی تفصیل بتائیں، نیز ان سرکاری گاڑیوں کے اخراجات کی تفصیل سالانہ بتائیں؟

(ج) ان دو سالوں کے دوران محکمہ ہذا نے ان تینوں اضلاع میں کسانوں کی بہتری کے لئے کیا فرائض سرانجام دیئے ان کی تفصیل اور خرچ کردہ رقم کی تفصیل بتائیں؟

وزیر امداد باہمی:

(الف) ضلع گوجرانوالہ، حافظ آباد اور منڈی بہاؤالدین میں سکیل نمبر 1 سے لے کر سکیل نمبر 18 تک ملازمین کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

ضلع گوجرانوالہ	تعداد ملازمین 102
ضلع منڈی بہاؤالدین	تعداد ملازمین 49
ضلع حافظ آباد	تعداد ملازمین 37

بجٹ گرانٹ 2004-05 اور 2005-06

ضلع گوجرانوالہ	رقم
2004-05	85.10 لاکھ
2005-06	101.61 لاکھ
ضلع منڈی بہاؤالدین	رقم
2004-05	42.32 لاکھ
2005-06	56.65 لاکھ
ضلع حافظ آباد	رقم
2004-05	33.09 لاکھ
2005-06	38.58 لاکھ

(ب) تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

سیالکوٹ۔ محکمہ سے رجسٹرڈ کوآپریٹو سوسائٹیز سے متعلقہ تفصیل

*9288: جناب ارشد محمود بگو: کیا وزیر امداد باہمی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع سیالکوٹ میں محکمہ امداد باہمی کی رجسٹرڈ کوآپریٹو سوسائٹیز کتنی ہیں؟

(ب) سوسائٹی کی رجسٹریشن کا طریق کار اور کیا کیا formalities پوری کرنا پڑتی ہیں؟

(ج) کوآپریٹو سوسائٹی کی رجسٹریشن کی اتھارٹی کون سا افسر ہے؟

(د) سال 2005-06 اور 2006-07 کے دوران مذکورہ سوسائٹیز کو کتنی رقم دی گئی ان

سوسائٹیز کے نام اور قرض کی تفصیل بتائیں؟

(ہ) جو سوسائٹیز defaulter ہیں ان کے نام اور ان کے ذمہ رقم کی تفصیل بتائیں؟

(و) defaulter سوسائٹیز سے رقم کی وصولی کے لئے کیا اقدامات حکومت اٹھا رہی ہے؟

وزیر امداد باہمی:

(الف) ضلع سیالکوٹ میں اس وقت رجسٹرڈ کوآپریٹو سوسائٹیز کی تعداد 897 ہے۔

(ب) سوسائٹی کی رجسٹریشن کے لئے درخواست رجسٹرار کوآپریٹو کو دی جائے گی اور زیر دفعات 7 اور 9 کوآپریٹو سوسائٹیز ایکٹ 1925 کی شرائط کو ملحوظ خاطر رکھا جائیگا۔

i) تحریری درخواست میں مجوزہ سوسائٹی کے ایڈریس اور رجسٹرڈ دفتر کا پتا واضح طور پر دیا جائے گا۔

ii) ہاؤسنگ اور Producer سوسائٹی کے لئے کم از کم 50 ممبران جبکہ دیگر اقسام کی سوسائٹی کے لئے کم از کم 30 ممبران ہونا ضروری ہیں۔

iii) ہاؤسنگ یا Producer سوسائٹی یا کوئی ایسی سوسائٹی جس سے ماحول متاثر ہونے کا اندیشہ ہو کے لئے ضروری ہے کہ وہ مجاز اتھارٹی سے زیر دفعہ 12 پاکستان انوائرمنٹ پروٹیکشن ایکٹ 1997 کے تحت منظوری حاصل کرے اور درخواست رجسٹری کے ساتھ لف کرے۔

iv) فزیبلٹی رپورٹ جس میں اس مجوزہ سوسائٹی کی مالی پوزیشن درج ہو لف کرے اور مجوزہ رجسٹریشن فیس -/500 روپے بھی ادا کرے۔ درخواست دہندگان مجوزہ انجمن / سوسائٹی کے بائی لاز کی کاپی بھی ہمراہ درخواست لف کریگا۔

(ج) محکمہ کوآپریٹو سوسائٹیز تحصیل کی سطح پر اسسٹنٹ رجسٹرار عہدے کا آفیسر مقرر ہے جس کو حکومت کی طرف سے رجسٹرار کوآپریٹو سوسائٹیز کے کچھ اختیارات تفویض کئے جاتے ہیں جس کو وہ اپنے دائرہ اختیار میں استعمال کرتے ہوئے سوسائٹی رجسٹر کرتا ہے۔

(د) سال 06-2005 اور سال 07-2006 میں فصل وار قرضہ جات کی تفصیل اس طرح ہے:۔

نام فصل	قرضہ جاری کردہ	تعداد سوسائٹیز
ربیع 06-2005	29.51	228
خریف 2006	29.07 ملین	223
ربیع 07-2006	29.26 ملین	220

سوسائٹی وائز تفصیل تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ہ) اس وقت ضلع سیالکوٹ میں کل نادھندہ سوسائٹیز کی تعداد 55 ہے اور ان کے ذمہ واجب الادا قرضہ کی رقم 9.01 ملین ہے۔ تفصیل تتمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(و) ڈیفالٹر سوسائٹیز سے قرضہ کی وصولی کے لئے لینڈ ریونیو ایکٹ 1967 اور کوآپریٹو سوسائٹیز ایکٹ 1925 کے تحت کارروائی ہو رہی ہے۔

سیالکوٹ میں پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک کی شاخوں اور قرضہ جات کی تفصیلات

*9289: جناب ارشد محمود بگو: کیا وزیر امداد باہمی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک کی کتنی شاخیں ضلع سیالکوٹ میں کس کس جگہ کام کر رہی ہیں؟

(ب) ان سے سال 06-2005 اور 07-2006 کے دوران کتنے افراد کو کس کس مقصد کے لئے قرض جاری ہوا؟

(ج) ان سے قرض وصول کرنے والے افراد کے نام اور پتاجات کی تفصیل بتائیں؟

(د) کتنے افراد ان بنکوں کے defaulter ہیں ان کے ذمہ رقم اور ان کے نام بتائیں؟

(ہ) ان بنکوں کے سربراہوں کے نام، عہدہ اور گریڈ بتائیں؟

وزیر امداد باہمی:

(الف) پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک کی چار شاخیں ضلع سیالکوٹ میں مندرجہ ذیل جگہوں پر کام کر رہی ہیں۔

1۔ دی پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک لمیٹڈ سیالکوٹ برانچ، حکیم خادم علی روڈ ماڈل ٹاؤن سیالکوٹ

2۔ دی پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک لمیٹڈ سمبڑیال برانچ غلہ منڈی سمبڑیال

3۔ دی پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک لمیٹڈ ڈسکہ برانچ سمبڑیال روڈ ڈسکہ

4۔ دی پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک لمیٹڈ پسرور برانچ غلہ منڈی پسرور

(ب) ضلع سیالکوٹ کی ان برانچوں سے سال 06-2005 اور 07-2006 کے دوران جن افراد کو قرضہ جات جاری کئے گئے ہیں ان کی تعداد اور مقاصد درج ذیل ہیں۔

جس مقصد کے لئے قرضہ جاری کیا گیا	برائے سال 06-2005	برائے سال 07-2005
1۔برائے خرید کھاد و بیج	2714 افراد	1571 افراد
2۔برائے خرید وافزائش بھیڑو بکریاں	69 افراد	141 افراد
3۔برائے خرید وافزائش گائے بھینس	40 افراد	15 افراد
4۔برائے خرید ٹریکٹر وزرعی آلات	-----	2 افراد
5۔قرضہ بعوض طلائی زیورات	-----	72 افراد
6۔قرضہ برائے کمپیوٹر	-----	24 افراد
7۔قرضہ مستورات	-----	1 فرد

(ج) ضلع سیالکوٹ کی ان برانچوں سے جن افراد نے سال 06-2005 اور 07-2006 میں قرضہ حاصل کیا ان افراد کے نام اور پتا جات کی تفصیل تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) ضلع سیالکوٹ کی ان برانچوں کے defaulter کی تعداد اور ان کے ذمہ رقم درج ذیل ہے:۔

نادہندگان کی تعداد	ان کے ذمہ نادہندہ رقم
42	-/5,415,678 روپے

تفصیل تتمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ہ) ضلع سیالکوٹ میں واقع ان برانچوں کے سربراہان کے نام، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

برانچ	نام	عہدہ	گریڈ
سیالکوٹ	وسیم احمد شاہ	ڈسٹرکٹ مینجر	BPS-7
سیالکوٹ	ضیاء الحسن	مینجر	BPS-6
سمبڑیال	محمد اصغر بٹ	مینجر	BPS-5
ڈسکہ	حاجی امان اللہ	مینجر	BPS-6
پسرور	محمد اکرم باجوہ	مینجر	BPS-6

پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک میں تعینات جی ایمز کی تعداد اور متعلقہ دیگر تفصیلات

*9336: رانا آفتاب احمد خان: کیا وزیر امداد باہمی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) دی پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک میں جنرل مینجرز کی منظور شدہ اسامیوں کی تعداد کتنی ہے اور یہ کس گریڈ کی ہیں؟

(ب) ان اسامیوں پر تعینات افراد کے نام، عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت اور تجربہ بیان فرمائیں؟

(ج) جی ایم کو قواعد وضوابط کے مطابق کیا کیا مراعات حاصل ہیں؟

(د) کتنے جنرل مینجر اس وقت لاہور میں کتنے عرصہ سے کام کر رہے ہیں، اگر ان کا لاہور میں عرصہ تعیناتی تین سال سے زائد ہے تو ان کو یہاں سے ٹرانسفر کیوں نہیں کیا جا رہا ہے؟

(ہ) جو ملازمین جی ایم کی پوسٹ کے لئے مطلوبہ تجربہ اور تعلیمی قابلیت نہ ہونے کے باوجود کام کر رہے ہیں، ان کے نام اور جگہ نیز ان کو تعینات کرنے کی وجوہات کیا ہیں؟

(و) ان جی ایمز کو ماہانہ کتنی رقم تنخواہوں اور دیگر الاؤنس کی مد میں ادا کی جا رہی ہے؟

(ز) ان کے زیر استعمال گاڑیوں کی تفصیل نیز ان گاڑیوں کی مرمت اور پٹرول / ڈیزل کے اخراجات یکم جنوری 2005 سے 2006 تک فراہم کریں؟

وزیر امداد باہمی:

(الف) دی پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک میں جنرل مینجر کی ایک اسامی ہے اور یہ اسامی سکیل نمبر 10 کی ہے یہاں یہ ذکر کرنا بے جا نہ ہوگا کہ بنک کے گریڈ / سکیل اپنے ہیں اور جو کہ 1 تا 10 ہیں۔

(ب) موجودہ جنرل مینجر کے کوائف کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) قواعد وضوابط کے مطابق جناب جنرل مینجر کو ماہانہ تنخواہ کے علاوہ ماسوائے ایک عدد کار مع پٹرول و دیگر اخراجات برائے انجام دہی دفتری امور کوئی مراعات حاصل نہ ہیں۔

(د) ایک جنرل مینجر کام کر رہا ہے اور سروس رولز کے تحت منظور شدہ سیٹ بھی ایک ہے مزید برآں یہ سیٹ non-transferable ہے کیونکہ بنک کا ہیڈ آفس لاہور میں ہے۔

(ہ) موجودہ جنرل مینجر صاحب کی تعیناتی و پروموشن بین ہذا کے سٹاف سروس رولز اور SBP prudential regulations کے مطابق ہوئی ہے۔

(و) جنرل مینجر دی پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک لمیٹڈ کی ماہانہ تنخواہ درج ذیل ہے:۔

1۔ بنیادی تنخواہ -/38475 روپے

2۔ الاؤنسز بشمول میڈیکل، کرایہ مکان، -/51662 روپے
الاؤنس گھریلو ملازم بمطابق تنخواہ نائب قاصد

(ز) بنک ہذا کا صرف ایک ہی جنرل مینجر ہے اور اس کے استعمال میں صرف ایک ہی گاڑی ہے جس کی مرمت پر یکم جنوری 2005 سے 31۔دسمبر 2006 تک مبلغ -/226500 روپے اور ایندھن پر مبلغ -/572568 روپے جن میں برانچوں کے official tours شامل ہیں خرچ کئے گئے ہیں۔

تحاریک استحقاق

(کوئی تحریک پیش نہ ہوئی)

جناب سپیکر: اب ہم تحاریک استحقاق take up کرتے ہیں۔یہ تحریک استحقاق محترمہ نور النساء ملک صاحبہ کی طرف سے ہے۔انہوں نے کہا ہے کہ اس کو 13۔جون تک pending کر دیا جائے لہذا یہ تحریک pending کی جاتی ہے۔

اب ہم تحاریک التوائے کار take up کرتے ہیں۔یہ تحریک التوائے کار ملک محمد اقبال چنڑ کی طرف سے ہے ان کی طرف سے بھی درخواست آئی ہے کہ اسے کل تک کے لئے pending کر دیا جائے لہذا یہ تحریک بھی 13۔تاریخ تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، ارشد محمود بگو صاحب!

پوائنٹ آف آرڈر

امن عامہ سے متعلق تحاریک التوائے کار پر بحث کئے بغیر رد کیا جانا

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں اس پر آپ کی رولنگ چاہوں گا کہ پچھلے سیشن میں کوئی 30 کے قریب تحاریک التوائے کار تھیں جو ہماری طرف سے پیش ہوئی تھیں جن کو اس وجہ سے جناب ڈپٹی سپیکر نے dispose of کر دیا کہ حکومت لاء اینڈ آرڈر پر بحث کروائے گی لیکن لاء اینڈ آرڈر پر بحث نہ ہوئی اور وہ تیس کی تیس تحاریک التوائے کار جو ہم بڑی مشکل سے تیار کرتے ہیں ڈیپارٹمنٹ ان کو ٹیکنیکلی دیکھتا ہے اگر ہم دس بھیجتے ہیں تو بڑی مشکل سے ہماری صرف ایک تحریک منظور ہوتی ہے اس دن تیس کی تیس تحاریک جناب ڈپٹی سپیکر نے اس لئے dispose of

کر دیں کہ حکومت نے لاء اینڈ آرڈر پر بحث کروانی تھی اور لاء اینڈ آرڈر پر بحث ہوئی ہی نہیں اس پر میں آپ کی رولنگ چاہوں گا کہ ہماری جو تیں تحاریک التوائے کار تھیں اگر بحث نہیں ہوتی تو پھر اس پر ہماری لیگل پوزیشن کیا ہو گی؟

جناب سپیکر: بگو صاحب! لاء اینڈ آرڈر کا آئٹم ایجنڈے پر تو آ گیا ناں۔ جب ہم نے ایجنڈے پر رکھ لیا تو پھر اس سے متعلقہ جتنی بھی موشنز تھیں وہ تو automatically ختم ہو جاتی ہیں۔۔۔

جناب ارشد محمود بگو: یہ آپ درست فرماتے ہیں کہ ایجنڈے پر آ گیا لیکن اس پر بحث ہی نہیں ہوئی

جناب سپیکر: ابھی بحث کروا دیتے ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: اس پر بحث کروا دیں کوشش کر کے کیونکہ ہمارے پاس کل کا دن ہے پرسوں تو بجٹ پیش ہونا ہے اس لئے کل ہی اس پر بحث رکھ لیں۔ راجہ صاحب یہاں پر آج بڑے خوش نظر آ رہے ہیں ماشاء اللہ۔۔۔

جناب سپیکر: میرا خیال ہے کہ چار دن جنرل ڈسکشن کے لئے رکھے ہوئے ہیں جب پولیس ڈیپارٹمنٹ کی ٹرن ہو گی تو اس وقت اس پر بحث ہو جائے گی اس کے لئے ٹائم ذرا زیادہ رکھ لیں گے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! ہمیں تو ڈر لگتا ہے راجہ صاحب نے جتنی بھی روایات ہاؤس میں ڈالی ہیں یہ کہہ تو دیتے ہیں کہ ہو گی۔۔۔

جناب سپیکر: اگر آپ مزید چاہتے ہیں تو اگلے سیشن میں اس پر بحث رکھ لیتے ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! اسی سیشن میں یہ بحث رکھ لیں۔

جناب سپیکر: پھر بجٹ سیشن میں یہ ہو نہیں سکتی۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! جب بجٹ سیشن کے چار دن کی discussion ختم ہونی ہے اسی دن decide کر دیں اور دو دن بعد اس کو رکھ لیں۔ اس میں گورنمنٹ نے کیا کرنا ہے آئی جی کو بلانا ہے اور ہوم سیکرٹری کو بلانا ہے۔ یہاں پر کبھی آئی جی تو آیا ہی نہیں ہے۔

جناب سپیکر: بجٹ سیشن میں کوئی ایسا دن فارغ نہیں ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! کل ہمارے پاس کوئی ایسا خاص بزنس بھی نہیں ہے۔ اگر راجہ صاحب جو بڑے بااختیار وزیر قانون ہیں اور ہوم منسٹر بھی ہیں یہ چاہیں تو کل آئی جی اور ہوم سیکرٹری کو بلالیں وہ کیا کر رہے ہیں بے چارے۔ کل اس پر سارا دن بحث ہو جائے۔

جناب سپیکر: چلو بجٹ کے بعد دیکھتے ہیں کہ اس کا کیا کرنا ہے۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: اگلی تحریک شیخ اعجاز احمد کی ہے وہ تشریف فرما نہیں ہیں لہذا تحریک dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک جناب شیخ علاؤالدین کی ہے۔ شیخ صاحب! اپنی تحریک move کریں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! آج محترم راجہ صاحب نے اس کا جواب دینا تھا۔

جناب سپیکر: کیا یہ move ہو چکی ہے؟

شیخ علاؤالدین: جی، یہ کل move ہوئی تھی یہ انٹرنیٹ کلب کے بارے میں ہے۔

جناب سپیکر: وہ تو 13 تک pending کر لی ہے۔ اس کا نمبر 218 ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! 218 کے بارے میں، میں ایک وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ پہلے اپنی تحریک پڑھ لیں۔

رکشوں کی پیدا کردہ آلودگی سے شہریوں کی صحت کا متاثر ہونا

شیخ علاؤالدین: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ایک حالیہ اخباری خبر کے مطابق لاہور میں استعمال شدہ پرانے موبل آئل کو صاف کرنے کی غیر قانونی بھٹیاں کروڑ ہا روپے کا موبل آئل بیچ رہی ہیں۔ جس کا 80 فیصد استعمال Two Stroke رکشوں اور چنگ چی رکشوں میں کھلے عام ہو رہا ہے۔ یہ امر کوئی پوشیدہ نہ ہے کہ ان رکشاؤں نے لاہور اور گردونواح کے باسیوں کی صحت کے ساتھ جو تباہی مچائی ہے۔ معصوم بچے ایک طرف ان رکشوں کے منحوس شور اور دھوئیں کی وجہ سے اپنے دماغوں، پھیپھڑوں اور آنکھوں میں کیسا محسوس کرتے ہوں گے اور ان کی صحتوں پر کیا اثرات ہوتے ہوں گے۔ اس کا سوچنے ہی سے جھرجھری سی آتی ہے۔ لاہور

اس وقت دنیا کے بدترین polluted شہروں کی فہرست میں شامل ہے۔ ان کے ساتھ ساتھ پورے northern لاہور میں ماربل فیکٹریاں بھی پرانے ٹائروں کو جلا کر چلائی جا رہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شالامار باغ، بادشاہی مسجد اور شاہی قلعہ لاہور تک ان کے منحوس اثرات سے تباہ ہو رہے ہیں اور سفید ماربل تک پیلا ہو چکا ہے۔ یہ امر بھی اس ایوان کے لئے مزید حیرانی کا باعث ہوگا کہ پیچیدہ عدالتی طریق کار سے گزر کر کسی بھی مجرم کو زیادہ سے زیادہ تین سال تک کی سزا دی جا سکتی ہے جبکہ لاہور کے شہریوں اور بچوں کی صحت کے ساتھ کھیلنے والوں کے لئے سزا زیادہ ہونی چاہئے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر ماحولیات! منسٹر صاحبہ تشریف نہیں رکھتی۔ کیا ماحولیات کے پارلیمانی سیکرٹری ہیں؟ وہ بھی تشریف فرما نہیں ہیں تو شیخ صاحب! اس کو پھر کل تک کے لئے pending کر لیں؟

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! اس کو پھر کل کے بعد کسی اور دن کے لئے pending کر لیں لیکن اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں ایک نکتے کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! منسٹر صاحبہ بھی تشریف فرما نہیں ہیں اور پارلیمانی سیکرٹری بھی نہیں ہیں اور جواب تو انہوں نے دینا ہے ناں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! مجھے معلوم ہے کہ جواب انہوں نے دینا ہے میں جواب کی بات نہیں کر رہا ہوں میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس کو کل کی بجائے کسی بھی دن کے لئے pending کر دیا جائے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے اس کو 21۔جون تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک ارشد محمود بگو صاحب کی ہے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! میری information کے مطابق ماحولیات کی پارلیمانی سیکرٹری محترمہ سعدیہ ہمایوں صاحبہ ایوان میں تشریف رکھتی ہیں۔ آپ نے ان کو call کیا اور انہوں نے آپ کو جواب نہیں دیا۔

جناب سپیکر: بی بی! اب تو اس کو pending کر دیا گیا ہے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب! وہ موجود ہیں آپ نے ان کو call کیا اور انہوں نے جواب نہیں دیا کہ وہ یہاں پر موجود ہیں۔

جناب سپیکر: اگر وہ جواب نہیں دینا چاہ رہی ہیں تو مجبور تو نہیں کیا جا سکتا ناں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: وہ کھڑے ہو کر تو بتائیں ناں۔

جناب سپیکر: جی، جناب ارشد محمود بگو!

ٹھینگ موڑ، الہ آباد (قصور) میں شرابیوں کا عالم دین پر تشدد

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 6۔اپریل 2007 کی ایک مؤقر اخبار کی خبر کے مطابق ٹھینگ موڑ (الہ آباد) قصور میں چھ افراد نے شراب فروشی سے منع کرنے پر مقامی عالم دین کو اغواء کر کے تشدد کا نشانہ بنایا۔ نازیبا حرکات کیں اور داڑھی مونچھیں بھنوئیں مونڈ دیں۔ شور سن کر مقامی لوگوں نے جمع ہو کر قتل ہونے سے بچایا۔ ملزمان کچھ عرصہ قبل شراب فروشی پر گرفتاری کے بعد حال ہی میں رہا ہوئے تھے۔ انہیں خدشہ تھا کہ ان کی گرفتاری میں جامعہ فریدیہ اہل حدیث کے خطیب اور عربی زبان کے استاد مولانا بارک اللہ کا ہاتھ ہے۔ گزشتہ روز ان 6 مسلح ملزمان نے مولانا بارک اللہ کو اغواء کر کے ارزانی پورے لے گئے اور ان سے برا سلوک کیا۔ مقدمہ کا اندراج ہونے کے باوجود پولیس صرف تین ملزمان کو گرفتار کر سکی جبکہ باقی تین ملزمان کو گرفتار نہیں کیا جا رہا۔ یہ ملزمان اسی علاقہ میں جرائم کی وارداتیں کر رہے ہیں اور سر عام پھر رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے عوام میں شدید اضطراب پایا جاتا ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: شکریہ۔ جناب سپیکر! معزز رکن نے تحریک التوائے کار کے ذریعہ جس واقعہ کو highlight کیا ہے، یہ درست واقعہ ہے۔ یہ افسوسناک واقعہ بالکل اسی طرح ہوا جس

طرح معزز رکن نے بیان کیا۔اس میں حقائق کے حوالے سے میں بات نہیں کروں گا بلکہ اس وقت تک پولیس کی طرف سے جو کارروائی ہوئی ہے میں اس حوالے سے بات کرنا چاہوں گا کیونکہ تحریک التوائے کار کے ذریعہ معزز رکن کا استدلال یہ تھا کہ مقدمہ کا اندراج ہونے کے باوجود پولیس صرف تین ملزمان کو گرفتار کر سکی ہے۔اس میں گزارش یہ ہے کہ یہ تین ملزمان جو ہیں ان میں محمد اسلم، محمد اشرف اور نیامت یہ تین ملزمان وہ تھے کہ جن کو ایف۔ آئی۔آر میں نامزد کیا گیا تھا اور پولیس نے ان تینوں کو گرفتار کر لیا اور ان سے اسلحہ بھی برآمد کر لیا۔جب مزید تفتیش ہو رہی تھی تو دوران تفتیش مدعی نے تتمہ بیان کے ذریعے پھر مزید دو ملزمان محمد شریف اور محمد صادق کو نامزد کیا۔پولیس نے ان دونوں کو بھی گرفتار کر لیا ہے تو مجموعی طور پر اس مقدمے میں تین نامزد ملزمان اور دو وہ جن کو تتمہ بیان کے ذریعہ نامزد کیا گیا تھا پانچوں گرفتار ہو چکے ہیں۔پانچوں سے اسلحہ برآمد ہو چکا ہے۔ مقدمہ کی تفتیش مکمل ہونے کے بعد اس کا چالان مورخہ 07-04-26 کو عدالت میں پیش کر دیا گیا ہے اور اب ٹرائل ہونا ہے۔ میں معزز رکن کو یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس مقدمے کی باقاعدہ seriously پیروی کی جائے گی اور کوشش کی جائے گی کہ ملزمان کو قرار واقعی سزا دلوائی جائے تو اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ آپ کا یہ تاثر درست نہیں تھا کہ ملزمان گرفتار نہیں ہوئے۔ تمام ملزمان گرفتار ہو چکے ہیں۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔کافی تفصیل کے ساتھ جواب آگیا ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جی ہاں۔جناب سپیکر!میں شکریہ ادا کرتا ہوں کہ حکومت نے اس میں سارے ملزمان گرفتار کر لئے ہیں۔میں آپ کی وساطت سے راجہ بشارت صاحب جو وزیر قانون ہیں ان کے نوٹس میں ایک بات لانا چاہتا ہوں کہ ہر شہر میں یہ problem ہے کہ ہر شہر میں چار پانچ بدمعاشوں نے پورے شہر کو یرغمال بنایا ہوا ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ کسی شریف آدمی کو اگر وہ اسلحہ کے لئے application دیتا ہے تو اسلحہ لائسنس اس کو نہیں دیا جاتا۔ آپ پنجاب کے سارے شہروں سے ریکارڈ منگوا لیں کہ سیالکوٹ میرا شہر ہے، وہاں جتنے بڑے بڑے بدمعاش ہیں ان کے پاس دس دس، بیس بیس لائسنس ہیں اور جو prohibited guns ہیں ان کے لائسنس ان کے پاس ہیں۔ وہ کیا کرتے ہیں کہ شریف شہریوں کا انھوں نے جینا حرام کیا ہوا ہے۔یہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ میں آپ کی وساطت سے حکومت سے یہ درخواست کروں گا کہ جتنے جرائم پیشہ لوگ ہیں ان کے یہ کم از کم لائسنس تو منسوخ کر دیں۔ شریف آدمیوں کو تو یہ اسلحہ لائسنس

دیتے نہیں ہیں اور بدمعاشوں کو پتا نہیں کہاں سے یہ لائسنس دے دیتے ہیں۔ بدمعاش جب نکلتے ہیں تو ان کے ساتھ دس دس ان کے باڈی گارڈز ہوتے ہیں جن کے پاس گنیں ہوتی ہیں اور وہ harassment پھیلاتے ہیں۔

جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے راجہ صاحب سے درخواست کروں گا کہ یہ جو ڈی۔پی۔اوز ہیں ان کو یہ instructions دیں کہ کم از کم جرائم پیشہ لوگوں سے یہ اسلحہ چھین لیں تاکہ وہ شریف لوگوں میں harassment نہ پھیلائیں۔ بہت بہت شکریہ

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ محرک چونکہ مزید اس کو press نہیں کرنا چاہ رہے لہذا motion disposed of ہوئی۔ اگلی تحریک التوائے کار رانا آفتاب احمد خان صاحب اور ملک اصغر علی قیصر صاحب کی طرف سے ہے۔ ملک اصغر علی قیصر صاحب پیش کریں گے۔

چک نمبر 91ر۔ب، دھنوالہ (فیصل آباد) کے
پرائمری ہیلتھ یونٹ کے ڈاکٹر کی فائرنگ سے ہلاکت

ملک اصغر علی قیصر: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 6۔اپریل 2007 کی ایک مؤقر اخبار کی خبر کے مطابق 96۔ر ب کھرڑیانوالہ (فیصل آباد) کے ڈاکٹر محمد افضل جو پرائمری ہیلتھ یونٹ چک نمبر 91۔ر۔ب دھنوالہ میں تعینات تھے ڈیوٹی کے بعد موٹر سائیکل پر گھر واپس آرہے تھے جب وہ چک نمبر 95۔ر۔ب کے قریب پہنچے تو سرفراز وغیرہ تین افراد نے فائرنگ کر دی جس سے وہ موقع پر ہی دم توڑ گئے۔ مقتول کے لواحقین اور اہل دیہہ کی ایک بہت بڑی تعداد نعش کو ٹرالی پر رکھ کر تھانہ کھرڑیانوالہ لے آئے اور انہوں نے نعش کو سڑک پر رکھ کر فیصل آباد شیخوپورہ روڈ کو بلاک کر دیا اور پولیس کے خلاف نعرے بازی شروع کر دی۔ کچھ عرصہ قبل مقتول ڈاکٹر کے گھر سے انہی قاتلوں نے زبردستی گھر میں گھس کر قیمتی اشیاء، رقم اور زیورات لوٹ لئے جس کا مقدمہ متعلقہ تھانہ میں درج ہوا۔ پولیس نے ان ملزمان کے خلاف مقدمہ درج ہونے کے باوجود ان کو گرفتار نہیں کیا۔ مذکورہ قاتل مقتول کو مذکورہ مقدمہ کی پیروی سے

روک رہے تھے اور ان کو قتل کی دھمکیاں دے رہے تھے جس کی بابت متعلقہ تھانہ اور اعلیٰ افسران کو بھی مطلع کیا گیا مگر پولیس نے ان قاتلوں اور ڈاکوؤں کو گرفتار نہ کیا جس کی وجہ سے عوام میں شدید اضطراب پایا جاتا ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: شکریہ۔ جناب سپیکر! کل اسی واقعہ سے متعلق ایک کال اٹینشن نوٹس بھی تھا لیکن اس وقت معزز اراکین اپوزیشن چونکہ واک آؤٹ کر گئے تھے تو اس وقت میں اس پر جواب نہیں دے سکا لیکن کل اس پر متعلقہ پولیس وہ تمام ریکارڈ بھی لے کر آئی ہوئی تھی اور اس میں اس وقت مختصر حالات یہ ہیں کہ یہ دو مقدمات ہیں، ایک ڈکیتی کا مقدمہ ہے اور ایک اس کے بعد قتل کا مقدمہ ہے۔ دونوں میں جتنے نامزد ملزمان تھے وہ تمام ملزمان گرفتار ہو گئے ہیں اور یہ بالکل ان کا فرمانا درست ہے کہ قتل کے واقعہ کے بعد جو احتجاج ہوا تھا اس کے احتجاج کی بنیادی وجہ یہی تھی کہ اس سے پہلے جو ڈکیتی ہوئی تھی اس کے ملزمان کو گرفتار نہیں کیا گیا تھا تو جو ملزمان اس وقت گرفتار نہیں ہوئے تھے بعد میں انھوں نے واردات کی اس لئے لوگوں نے احتجاج کیا تھا اس حد تک یہ بات بالکل درست ہے۔ اب دونوں مقدمات کے تمام ملزمان گرفتار ہو چکے ہیں اور جو پولیس کے اہلکاران اس واقعہ میں ملوث تھے کہ انھوں نے ڈکیتی کے ملزمان کو گرفتار کرنے کے متعلق کوتاہی برتی تھی ان کے خلاف باقاعدہ انکوائری ہوئی اور ان کو سزا دی گئی ہے۔ کل میں نے ایس۔پی کو کہا تھا کہ ایک ایک کر کے مجھے تمام detail بھیجی جائے کہ اس میں جو پولیس اہلکاران ملوث تھے ان کے خلاف کیا کارروائی کی گئی ہے؟ وہ آج کسی وقت فیکس آ جائے گی۔ وہ میں معزز رکن کی خدمت میں بھی پیش کر دوں گا بہر حال یہ یقینی طور پر میں کہہ سکتا ہوں کہ جو اہلکار اس کوتاہی کے ذمہ دار پائے گئے تھے ان کے خلاف محکمانہ کارروائی بھی ہوئی ہے۔ مقدمات میں نامزد تمام ملزمان گرفتار کئے جا چکے ہیں۔ ڈکیتی میں جو مال مقدمہ تھا وہ بھی recover ہو چکا ہے اور اس کی تفصیل بھی ہمارے پاس موجود ہے۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ

ملک اصغر علی قیصر: جناب سپیکر! یہ جو پولیس افسران تھے ان کے خلاف کیا کارروائی ہوئی ہے یا یہ جو راجہ صاحب نے کہا ہے کہ تفصیل آنی ہے تو پھر تب تک اس کو pending کر دیا جائے۔

جناب سپیکر: وہ تو کہہ رہے ہیں کہ ان کی انکوائری ہو رہی ہے۔ باقی دونوں کیسوں کے جو ملزمان ہیں، ڈکیتی اور قتل کرنے والے بھی گرفتار ہو چکے ہیں، ان کا چالان بھی ہو چکا ہے، باقی ان کو پکڑنے میں جن افسران نے سستی اور غفلت کی ان کے خلاف انکوائری ہو رہی ہے۔

ملک اصغر علی قیصر: شکریہ

جناب سپیکر: جی، محرک چونکہ مزید اس کو press نہیں کرنا چاہ رہے لہذا motion dispose of ہوئی۔ اگلی تحریک التوائے کار چودھری زاہد پرویز اور لالہ شکیل الرحمٰن صاحب!۔۔۔ جی، چودھری صاحب! تحریک move کریں۔

مسجد مکتب پرائمری سکول ٹھٹھہ پناہ (حافظ آباد)
کی دیوار گرنے سے متعدد بچوں کی ہلاکت

چودھری زاہد پرویز: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 6۔اپریل 2007 کے ایک مؤقر اخبار کی خبر کے مطابق مسجد مکتب گورنمنٹ پرائمری سکول ٹھٹھہ پناہ ضلع حافظ آباد کی دیوار گر گئی۔ جس وقت یہ دیوار گری اس وقت سکول میں بچے اور بچیاں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ دیوار کے ملبے کے نیچے 50 طالب علم دب گئے۔ لوگوں نے ان طالب علموں کو ملبے سے نکالا۔ ملبے کے نیچے آنے سے 8 بچے موقع پر جبکہ ایک بچی لاہور کے ایک ہسپتال میں دم توڑ گئی۔ حکومت پنجاب ایجوکیشن سیکٹر ریفارمز پروگرام کے تحت اربوں روپے سکولوں کی عمارات چار دیواری اور دیگر missing facilities پر خرچ کر رہی ہے۔ مگر مذکورہ سکول کی چار دیواری اتنی کمزور تھی کہ ٹریکٹر کی معمولی سی ٹکر سے گر گئی۔ جس کی وجہ سے یہ افسوسناک واقعہ رونما ہوا۔ کبھی بھی اس ضلع کے محکمہ تعلیم کے اعلیٰ افسران اور دیگر عملہ نے اس سکول کا visit نہ کیا تاکہ حکومت کے ایجوکیشن سیکٹر ریفارمز پروگرام کے تحت اس سکول کی چار دیواری کی تعمیر کروائی جاتی۔ اس طرح حکومت پنجاب کے اربوں روپے جو وہ سکولوں میں missing facilities کے نام پر خرچ کر رہی ہے۔ وہ بھی مشکوک نظر آتے ہیں جس کی وجہ سے عوام میں شدید اضطراب پایا جاتا

ہے۔ لہذا استدعا ہے میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر تعلیم! وہ تشریف فرما نہیں ہیں۔ کیا پارلیمانی سیکرٹری صاحب تشریف رکھتے ہیں؟ وہ بھی موجود نہیں ہیں۔ چودھری صاحب! کیا اسے کل تک کے لئے pending کر لیں؟

چودھری زاہد پرویز: جی، بہتر ہے۔

جناب سپیکر: تو یہ تحریک کل تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔

غیر سرکاری ارکان کی کارروائی

قراردادیں

(مفاد عامہ سے متعلق)

جناب سپیکر: اب ہم مفاد عامہ سے متعلق قراردادیں لیتے ہیں۔ پہلی قرارداد چودھری جاوید احمد صاحب کی طرف سے ہے، وہ اسے پیش کریں۔

بلا قیمت اور لائف ٹائم شناختی کارڈ کے اجراء کا مطالبہ

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ :

"یہ ایوان وفاقی حکومت (نادرا) سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ نئے شناختی کارڈ بنوانے کے لئے فیس وصول نہ کی جائے تاکہ غریب لوگ بھی شناختی کارڈ بنوا سکیں نیز یہ شناختی کارڈ لائف ٹائم کے لئے جاری کئے جائیں۔"

جناب سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"یہ ایوان وفاقی حکومت (نادرا) سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ نئے شناختی کارڈ بنوانے کے لئے فیس وصول نہ کی جائے تاکہ غریب لوگ بھی شناختی کارڈ بنوا سکیں نیز یہ شناختی کارڈ لائف ٹائم کے لئے جاری کئے جائیں۔"

اس قرارداد کو کسی نے oppose نہیں کیا۔ یہ قرارداد پیش کی گئی اور سوال یہ ہے کہ:

"یہ ایوان وفاقی حکومت (نادرا) سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ نئے شناختی

کارڈ بنوانے کے لئے فیس وصول نہ کی جائے تاکہ غریب لوگ بھی شناختی کارڈ بنوا سکیں نیز یہ شناختی کارڈ لائف ٹائم کے لئے جاری کئے جائیں۔"

(قرارداد متفقہ طور پر منظور ہوئی)

جناب سپیکر: اگلی قرارداد محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ) صاحبہ کی طرف سے ہے، وہ اسے پیش کریں۔

محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں اپنی اس قرارداد کو withdraw کرنا چاہتی ہوں۔

جناب سپیکر: چونکہ محرک اپنی قرارداد withdraw کرنا چاہتی ہیں لہذا یہ dispose of ہوئی۔ اگلی قرارداد شیخ علاؤالدین صاحب کی طرف سے ہے۔ جی، شیخ صاحب! آپ اپنی قرارداد پیش کریں۔

پی ایس او کو فروخت نہ کرنے کا مطالبہ

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ:

"یہ ایوان وفاقی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ پاکستان سٹیٹ آئل (PSO) کو کسی بھی قیمت پر نہ بیچا جائے۔ پاکستان کا یہ وہ واحد ادارہ ہے جو سالانہ تقریباً 6 ارب ڈالر کے تیل کا کاروبار کرتا ہے۔ جس کے تحت 3700 فیول پمپس پورے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ Black Oil کے 78 فیصد اور White Oil کے 57 فیصد مارکیٹ شیئر رکھتا ہے۔ پی ایس او کا بیچنا دفاعی نقطہ نظر سے بھی خطرناک ہو سکتا ہے۔ یہ وہ ادارہ ہے جس نے پچھلے سال میں بھی تقریباً 30 ارب روپے منافع کمایا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! یہ بڑی اہم قرارداد ہے۔ محرک اسے پیش کر چکے ہیں۔ چونکہ وزیر انڈسٹریز اس وقت موجود نہیں ہیں جنھوں نے اس کا جواب دینا ہے۔ لہذا اگر اس کو Next Private Members Day تک pending کر لیا جائے تو بہتر ہو گا۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! چونکہ متعلقہ وزیر صاحب تشریف نہیں رکھتے تو کیا آپ کی قرار داد کو Next Private Members Day تک pending کر دیا جائے؟

شیخ علاؤالدین: جی، ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: تو اس قرار داد کو next Private Members Day تک pending کیا جاتا ہے۔ اگلی قرار داد رانا آفتاب احمد خان صاحب کی طرف سے ہے۔ وہ تشریف فرما نہیں ہے لہذا قرارداد dispose of ہوئی۔ اگلی قرار داد ارشد محمود بگو صاحب کی طرف سے ہے۔ جی، ارشد محمود بگو صاحب! آپ اپنی قرار داد پیش کریں۔

رہائشی منصوبہ جات میں مسجد اور قبرستان کے لئے
لازمی طور پر اراضی مختص کرنے کا مطالبہ

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ:

> ''یہ ایوان حکومت سے پر زور سفارش کرتا ہے کہ جو کوئی رہائشی منصوبہ بناتا ہے اس کو پابند کیا جائے کہ وہ اپنے منصوبہ میں مسجد اور قبرستان کے لئے جگہ ضرور رکھے۔''

جناب سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

> ''یہ ایوان حکومت سے پر زور سفارش کرتا ہے کہ جو کوئی رہائشی منصوبہ بناتا ہے اس کو پابند کیا جائے کہ وہ اپنے منصوبہ میں مسجد اور قبرستان کے لئے جگہ ضرور رکھے۔''

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Sir, I oppose it.

جناب سپیکر: وزیر قانون صاحب اسے oppose کرتے ہیں۔ جی، ارشد محمود بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! اس وقت پورے پنجاب میں صورتحال یہ ہے کہ پرائیویٹ سیکٹر کے تحت جتنی بھی رہائشی کالونیاں بنائی جا رہی ہیں وہاں مسجد کے لئے کوئی جگہ رکھی جاتی ہے اور

نہ ہی قبرستان کے لئے کوئی جگہ مختص کی جاتی ہے۔ پنجاب کے تقریباً تمام پرانے قبرستانوں میں میت کو دفنانے کے لئے اب کوئی جگہ نہیں ہے۔ یہ ریاست کی ڈیوٹی ہے، اسلامی جمہوریہ پاکستان کی حکومت کی یہ ڈیوٹی ہے کہ وہ میت کو دفنانے کے لئے چھ فٹ کی جگہ مہیا کرے۔ مذہب سے بالاتر ہو کر بھی یہ لازمی ہے کہ میت کو دفنانے کے لئے جگہ مہیا کی جائے۔ اس وقت جو صورتحال بن چکی ہے اگر اسی طرح رہا تو چند سالوں بعد شاید میت دفنانے کے لئے جگہ میسر ہی نہ آئے۔

جناب والا! اسی طرح جب پرائیویٹ سیکٹر میں کوئی کالونی بنائی جاتی ہے تو وہاں پر جان بوجھ کر مسجد کے لئے جگہ نہیں رکھی جاتی۔ حالانکہ اگر کسی کالونی میں سو یا دو سو کے قریب گھر بنتے ہیں تو مذہبی تقاضے کے مطابق یہ ہونا چاہئے کہ وہاں پر مسجد لازماً بنائی جائے۔ مسجد نہ ہونے کی وجہ سے وہاں کے مقامی لوگوں کو مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ معلوم نہیں راجہ صاحب کو کیا ہو گیا ہے کہ انھوں نے اس انتہائی اہمیت کی حامل قرارداد کی مخالفت کی ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں نے opposeاس لئے کیا تھا کہ اس پر میں نے وضاحت کرنی تھی۔ اگر میں oppose نہ کرتا تو پھر میں بات نہ کر سکتا لہذا میں ارشد بگو صاحب کے مؤقف کی تائید کرتا ہوں، آپ کا فرمانا بالکل درست ہے کہ جو نئی ہاؤسنگ سوسائٹیز یا کالونیاں بنتی ہیں ان میں public utilities کے لئے کوئی جگہ مختص ہونی چاہئے۔ میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں۔

جناب سپیکر! میں معزز رکن کی توجہ Punjab Private Site Development Schemes Regulation Rules 2005 کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ اس میں حکومت نے already یہ ہدایات جاری کی ہوئی ہیں اور اس rule میں یہ بات دی گئی ہے۔ اس کی کاپی میں معزز رکن کو فراہم کر دوں گا۔ اس میں کہا گیا ہے کہ جب کوئی بھی سوسائٹی develop ہو گی تو

It will submit the Transfer Deed for transfer of the area under road, open spaces, parks and graveyards to the Development Authority or Tehsil Municipal Administration as the case may be.

اسی طرح آگے مسجد کے لئے بھی کہا گیا ہے۔ یہ متعلقہ رولز میں آپ کو فراہم کر دوں گا لیکن اس کے باوجود میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کی یہ ایک اچھی تجویز ہے۔ اس پر پہلے سے قوانین موجود ہیں۔ ان پر سختی کے ساتھ عملدرآمد کے لئے ہدایات جاری کی جائیں گی۔ میں آپ کو

یہ بھی یقین دلاتا ہوں کہ اس وقت جو بھی پرائیویٹ سوسائٹیز بن رہی ہیں 100 فیصد ان رولز پر عملدرآمد بھی ہو رہا ہے لیکن مزید سختی کے ساتھ اس پر عملدرآمد کروانے کے لئے ہدایات جاری کی جائیں گی۔ یہ یقینی بنایا جائے گا کہ قبرستان اور مسجد کے لئے جگہ ہر صورت مختص کی جائے لہذا قوانین پہلے سے موجود ہیں، سفارش کی ضرورت نہ ہے اس لئے میں نے oppose کیا تھا۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ بگو صاحب! راجہ صاحب فرما رہے ہیں کہ قوانین پہلے سے موجود ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں راجہ صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اس میں مثبت رویہ اپنایا ہے۔ انھوں نے فرمایا ہے کہ اس پر 99 فیصد عملدرآمد ہو رہا ہے۔ مجھے ذاتی طور پر ایسی بہت ساری سوسائٹیز میں جانا ہوتا ہے اور سیالکوٹ میں بھی ایسی بہت ساری سوسائٹیاں بنی ہیں میں راجہ صاحب کو یقین دلاتا ہوں کہ کہیں بھی مسجد یا قبرستان کے لئے جگہ نہیں چھوڑی گئی۔ اگر راجہ صاحب یقین دہانی کراتے ہیں کہ یہ اس پر forcefully عملدرآمد کروائیں گے تو مجھے یہ قرارداد واپس لینے میں بھی کوئی اعتراض نہیں ہے اور میں اسے پریس نہیں کرتا۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر وسیم اختر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: بہت شکریہ۔ جناب سپیکر! ممبران کی تعداد کے حوالے سے ہمارے صوبہ پنجاب کا ایوان ملک کا سب سے بڑا جمہوری ایوان ہے۔ بالخصوص پنجاب کسانوں کا صوبہ ہے۔ میں نے آج سے دو سال قبل یہاں اسمبلی کے floor پر ایک قرارداد دی تھی کہ زرعی ترقیاتی بنک جو زرعی قرضے دیتا ہے ان میں بعض اوقات چھوٹے چھوٹے قرضوں پر بھی یہ صورتحال پیدا ہو جاتی ہے کہ کسان وہ قرضہ واپس نہیں دے سکتا پھر اس کا سود اتنا بڑھتا جاتا ہے کہ کسان کے لئے اس کی ادائیگی بہت مشکل ہو جاتی ہے اور پھر کبھی موسمی حالات کی وجہ سے فصلیں بھی خراب ہو جاتی ہیں اس لئے ان قرضوں کی واپسی کسان کے لئے ممکن نہیں ہوتی۔ میں نے اس سلسلے میں یہاں پر قرارداد پیش کی اور وہ ہاؤس میں زیر بحث آئی تو پورے ایوان نے متفقہ طور پر سفارش کی کہ زرعی ترقیاتی بنک کسانوں پر سابقہ سود معاف کرے اور آئندہ کے لئے غیر سودی قرضے جاری کرے۔ جب دو سال پہلے یہ قرارداد آئی تو اس پر feedback آیا اور بہت سارے کسانوں نے مبارکباد دی،

شکریہ بھی ادا کیا اور اخبارات میں بھی باتیں آئیں لیکن اب کسان فون کر کے پوچھتے ہیں کہ پنجاب اسمبلی کا اتنا بڑا ایوان ہے اور اس ایوان نے متفقہ سفارش کی تھی تو اس کا کیا نتیجہ نکلا۔ یہ نہایت ہی اہم معاملہ ہے لہذا آپ اس معاملے میں interfere کریں کہ جب اسمبلی کے قواعد بھی موجود ہیں کہ اتنے عرصے کے اندر کوئی نہ کوئی feedback آنا چاہئے۔ اب ایک قرارداد یہاں متفقہ طور پر پاس کر کے قومی اسمبلی یا وفاقی حکومت کو بھیج دی گئی، اس بات کو دو اڑھائی سال گزر گئے ہیں لیکن ہمیں ابھی کچھ معلوم نہیں کہ اس کا کیا بنا لہذا میں اس بارے میں آپ کی رولنگ چاہوں گا۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ چونکہ لاء منسٹر صاحب کی یقین دہانی پر ارشد محمود بگو صاحب اپنی قرارداد withdraw کرتے ہیں لہذا یہ قرارداد dispose of ہوئی۔ مسودہ قانون جو پیش کیا جا چکا ہے یا زیر التواء ہے اب اسے take up کرتے ہیں۔

محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: محترمہ پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں، انہیں سن لیں۔

محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں رولز کو معطل کروا کر ایک قرارداد پیش کرنا چاہتی ہوں مجھے اجازت دیجئے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں! کیا کہنا چاہتی ہیں؟

قرارداد پیش کرنے کے لئے قواعد کی معطلی کی تحریک

محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ): شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ:

> "قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب مصدرہ 1997 کے قاعدہ 32 اور 115 کو قواعد ہذا کے قاعدہ 234 کے تحت معطل کر کے کنٹونمنٹ بورڈ کی حدود میں واقع پانچ مرلہ کے گھروں کو پراپرٹی ٹیکس سے مستثنیٰ سے متعلق قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔"

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میری طرف سے بالکل یہی قرارداد جمع ہو چکی ہے اور وہ منظور بھی ہو چکی ہے۔ حکومت کو چاہئے کہ اگر اپوزیشن کی طرف سے کوئی اچھی قرارداد آتی ہے تو یہ بیٹھ کر اسے settle کر لیا کریں۔ بے شک اس کا کریڈٹ وہی لے لیں مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن اپوزیشن کا نقطہ نظر بھی آنا چاہئے۔

جناب سپیکر: بگو صاحب! ایک ہی نوعیت کی جتنی قرار دادیں آتی ہیں اس پر بیلٹ ہوتا ہے اور جو قرارداد بیلٹ میں سے نکلتی ہے اسے take up کرتے ہیں لیکن اس میں آپ کا نام بھی شامل کر لیتے ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! آج کا بزنس تو ختم ہو گیا ہے۔ ہاؤس میں یہ قرارداد تو out of turn پیش ہوئی ہے۔

جناب سپیکر: دونوں کا نام شامل کر لیتے ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! بات یہ نہیں ہے۔ میری گزارش ہے کہ میری قرارداد پہلے سے یہاں موجود ہے اور وہ منظور بھی ہو چکی ہے لہذا اگر اپوزیشن کی طرف سے کوئی اچھی تجویز آ جائے اور وہ پہلے بھی آ جائے تو میری استدعا ہے کہ اسے take up کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر: یہ قرارداد جناب ارشد محمود بگو اور محترمہ کی طرف سے ہو گی۔

یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

> "قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب مصدرہ 1997 کے قاعدہ 32 اور 115 کو قواعد ہذا کے قاعدہ 234 کے تحت معطل کر کے کنٹونمنٹ بورڈ کی حدود میں واقع پانچ مرلہ کے گھروں کو پراپرٹی ٹیکس سے مستثنیٰ سے متعلق قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی اور اب سوال یہ ہے کہ:

> "قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب مصدرہ 1997 کے قاعدہ 32 اور 115 کو قواعد ہذا کے قاعدہ 234 کے تحت معطل کر کے کنٹونمنٹ بورڈ کی حدود میں واقع پانچ مرلہ کے گھروں کو پراپرٹی ٹیکس سے مستثنیٰ سے متعلق قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔"

(پورے ہاؤس میں سے صرف معزز رکن ڈاکٹر وسیم اختر نے "نہ" کہی)
(تحریک منظور ہوئی)

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! ارشد بگو صاحب قرارداد پیش کرنا چاہتے تھے لیکن ان کی اپنی جماعت کے دوست ان سے اتفاق نہیں کر رہے۔ پھر کہتے ہیں کہ کارکن ہمیں پریشان کرتے ہیں اب تو انھیں اپنی جماعت کے دوست پریشان کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں نے "نہ" اس لئے کہی ہے کہ یہ معاملہ وفاقی حکومت سے متعلقہ ہے۔ پہلے بھی وفاقی حکومت سے متعلقہ جتنی قراردادیں یہاں سے گئی ہیں ان کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ اس سے ایوان کا استحقاق مجروح ہوتا ہے۔ ایوان کے اندر یہ ایک فضول اور لاحاصل کارروائی ہوتی ہے۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ پھر ہمیں کوئی قرارداد پاس ہی نہیں کرنی چاہئے۔ جی، محترمہ مصباح کوکب صاحبہ! اپنی قرارداد پیش کریں۔

قرارداد

کنٹونمنٹ بورڈ کی حدود میں واقع پانچ مرلہ کے گھروں کو پراپرٹی ٹیکس سے مستثنٰی قرار دینا

محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ): شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ قرارداد پیش کرتی ہوں کہ:

> "یہ ایوان صوبائی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ کنٹونمنٹ بورڈ کی حدود میں واقع پانچ مرلہ تک کے گھروں کو بھی پراپرٹی ٹیکس سے مستثنٰی قرار دیا جائے۔"

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! آپ نے صحیح طرح سنا بھی نہیں۔ یہ قرارداد مرکزی حکومت سے متعلقہ نہیں ہے بلکہ صوبائی حکومت سے متعلقہ ہے۔

یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"یہ ایوان صوبائی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ کنٹونمنٹ بورڈ کی حدود میں واقع پانچ مرلہ تک کے گھروں کو بھی پراپرٹی ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔"

اس قرارداد کو oppose نہیں کیا گیا۔ یہ قرارداد پیش کی گئی اور اب سوال یہ ہے کہ:

"یہ ایوان صوبائی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ کنٹونمنٹ بورڈ کی حدود میں واقع پانچ مرلہ تک کے گھروں کو بھی پراپرٹی ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔"

(قرارداد متفقہ طور پر منظور ہوئی)

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا ثناء اللہ خان پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ یہ جو پی ٹی وی ہے یہ اتنا جھوٹا اور نااہل چینل ہے کہ جب بھی پنجاب اسمبلی کے حوالے سے کوئی خبر دکھائی جاتی ہے تو اس میں جو فوٹو دکھاتے ہیں اس میں آپ وزیراعلیٰ صاحب کے ساتھ بیٹھے ہوتے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: آپ میڈیا کا احترام بھی کرتے ہیں اور اعتراض بھی کر رہے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! ہم میڈیا کا احترام کرتے ہیں لیکن یہ سرکاری میڈیا بڑا نااہل ہے۔ یہ سارا دن کیمرہ لے کر ایوان میں ایسے ہی گھومتے رہتے ہیں اور بعد میں کوئی چیز عوام تک نہیں پہنچاتے اور صحیح طور پر represent نہیں کرتے۔ ہماری آپ سے گزارش ہے کہ آپ پرائیویٹ چینل کو بھی اسمبلی کی کوریج کرنے کے لئے allow کریں کہ وہ بھی ہاؤس کی کارروائی کو cover کریں تاکہ اس ہاؤس کی کارروائی لوگوں تک پہنچ سکے۔

جناب سپیکر: جی، اس پر بھی دیکھتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں صرف اتنی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے بڑا

rightly observe کیا تھا کہ محترم رانا ثناء اللہ صاحب نے جو میڈیا کا احترام کیا ہے۔

جناب سپیکر: جی، ایسے الفاظ استعمال نہیں کرنے چاہئیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: میں پریس گیلری کے بھائیوں سے بھی گزارش کروں گا کہ صحافی صحافی ہے خواہ وہ پی ٹی وی میں ہے، اے آر وائی میں ہے یا جیو میں ہے۔ حکومت میں بیٹھا ہوا صحافی بھی اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو رہا ہے اور حکومتی میڈیا سے باہر بیٹھا ہوا بھی اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داریاں پوری کر رہا ہے۔

جناب والا! پچھلے دنوں نیشنل اسمبلی میں ایک چھوٹا سا واقعہ ہوا تھا کہ وہاں پر پی ٹی وی کے ایک کیمرہ مین کے ساتھ زیادتی کی گئی جس پر پورے میڈیا نے بلا تفریق اور بلا امتیاز احتجاج کیا اور اس واقعہ کی مذمت کی۔

اس لئے rightly میں آج میڈیا سے یہ expect کرتا ہوں کہ وہ اپنے ایک بھائی جوان کا ایک بھائی ہے۔ ٹھیک ہے وہ گورنمنٹ میں اپنے فرائض سرانجام دے رہا ہے کوئی باہر سرانجام دے رہا ہے۔ ان کے متعلق جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں وہ بھرپور طریقے سے ان کی مذمت بھی کریں گے اور اس پر احتجاج بھی کریں گے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! وزیر قانون صاحب نے ایسے ہی بات کو غلط رنگ دینے کی کوشش کی ہے۔ صحافی جو ہے وہ اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوتا ہے وہ اپنے قبیلے کا ستارہ ہوتا ہے اور وہ قبیلے میں ایک [**] صحافی ہونے کا کردار ادا کرتا ہے جیسا کہ قومی اسمبلی کی پریس گیلری میں [***]

جناب سپیکر: یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! [****] جس طرح سے سیاسی کارکن سیاسی کارکن ہوتا ہے لیکن جو دوسری طرف یعنی سرکار کی طرف جاتے ہیں وہ سیاسی کارکن نہیں ہوتے [****]

جناب سپیکر: یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

رانا ثناء اللہ خان: اس لئے یہ ایک فرق ہے۔ صحافی میں میڈیا میں یا جس طرح درباری میں فرق ہے اسی طرح سیاسی کارکن اور [**] میں بھی فرق ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: رانا صاحب تشریف رکھیں۔

رانا ثناء اللہ خان: [**] کا جو کردار ہے وہ سیاست دانوں کے زمرے میں لوگ شامل کریں گے یہ

نہ سیاست دان ہیں یہ سیاسی کارکن ہیں اور نہ ہی یہ سیاسی کردار ادا کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: وزیر صحت چوہدری محمد اقبال صاحب! (قطع کلامیاں)

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

وزیر صحت: جناب سپیکر! بڑے افسوس کی بات ہے کہ جب رانا صاحب نازیبا قسم کے الفاظ استعمال کر رہے تھے اس وقت پی ٹی وی کا فوٹو گرافر ان کی فوٹو اتار رہا تھا۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ اب ان کی دست برد سے وہ بھی محفوظ نہیں رہا۔ ہمیں تو جو کہتے ہیں سو کہتے ہیں انہوں نے تو ان کو بھی نہیں چھوڑا۔ اس قسم کا رویہ اسمبلی کے اندر نہیں ہونا چاہئے۔ وہ تو ایک مشترکہ رول ادا کر رہے ہیں گورنمنٹ کے لئے بھی اور اپوزیشن کے لئے بھی۔ اس طرح کے الفاظ ہاؤس کے اندر کھڑے ہو کر استعمال کرنا کسی بھی لحاظ سے مناسب نہیں ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! لودھی صاحب کی بھی بات سن لیں۔

جناب سپیکر: جناب لودھی صاحب!

وزیر زراعت: جناب والا! میں بات کرنا تو نہیں چاہتا تھا لیکن افسوس کا مقام، میں بھی کہتا ہوں اور لوگ بھی کہتے ہیں کہ انسان کی یاداشت کم ہوتی رہتی ہے لیکن اس کا عملی مظاہرہ آج رانا صاحب نے کیا ہے۔ وہ خود لوٹا رہے ہیں اور لوگوں کو لوٹا کہہ رہے ہیں۔ یہ ایک عجیب بات ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اب ہم یونیورسٹی آف ایریڈ ایگریکلچر راولپنڈی (امینڈمنٹ) بل 2004، take up کرتے ہیں۔ جناب تنویر اشرف کائرہ صاحب!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے؟ یہ ایک اہم بل ہے اسے پھر dispose of نہیں کرتے۔ اگلے اجلاس تک کے لئے اس بل کو pending کر لیتے ہیں۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: عباسی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): جناب والا! میں بل کے حوالے سے بات کرنا چاہتا ہوں 2003 میں ہم نے پولیس کے حوالے سے ایک قانون پیش کیا تھا Torture

Compensation Act جس پر جناب نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ حکومت اس پر اپنا بل لے آئے گی اور یہ اس وقت تک pending رہے گا۔ اس بل کی بازیابی کے لئے میں نے دو اور بل جمع کروائے اور وہ بھی آپ کے سیکرٹریٹ میں pending ہیں۔ اسی طرح وائلڈ لائف ایکٹ کے حوالے سے بھی بل پیش کیا تھا۔ اسی طرح پرائیویٹ ایجوکیشن انسٹیٹیوشن کو مانیٹر کرنے کے لئے بھی ایک بل پیش کیا تھا۔۔۔

جناب سپیکر: ہمارے سیکرٹریٹ میں وہ بل ابھی تک نہیں پہنچا۔ بہر حال لاء منسٹر صاحب سن رہے ہیں۔

راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ): اس میں حکومت نے یہ کہا تھا کہ آپ اس بل کو pending کر لیں حکومت اس قانون پر اپنا بل لے کر آئے گی اور یہ ایک بہت اچھا بل ہے ہم اس کی نوک پلک سنواریں گے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ آج اس کی فاتحہ پڑھ لیتے ہیں۔ چار سال سے وہ بل لے کر آئے ہیں، وہ لائیں گے اور نہ ہی اب وقت رہ گیا ہے اس لئے ہم بیٹھ کر اس پر فاتحہ پڑھ لیتے ہیں۔ پرائیویٹ ممبرز ڈے کے حوالے سے جتنی کاوش کی گئی حکومت کا رویہ نامناسب رہا ہے۔ حکومت نے ان بلوں کو bulldoze کیا ہے اور چار چار سال سے یہ بل pending پڑے ہوئے ہیں۔ اس پر میں احتجاج کرتا ہوں اور اس کا آپ کوئی way out نکالیں۔

MR. SPEKAER: The Punjab Prohibition of Private Money Lending Bill 2004, Mrs. Humaira Awais Shahid!

سپیشل آرڈر کے تحت مسودہ قانون امتناع نجی قرض دہی پنجاب مصدرہ 2003 کو پیش کرنے کی تحریک

MRS HUMAIRA AWAIS SHAHID: Sir, I move:

> "That a special order be made for continuance of the Punjab Prohibition of Private Money Lending Bill 2003, as recommended by the Standing Committee on Revenue, Relief and Consolidation."

MR SPEAKER: The motion moved is:

> "That a special order be made for continuance of the

Punjab Prohibition of Private Money Lending Bill 2003, as recommended by the Standing Committee on Revenue, Relief and Consolidation."

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! آپ چیئر پر تشریف فرما ہیں اور لاء منسٹر صاحب ہاؤس کو کنٹرول کر رہے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ وہ اشارے کر کے کہہ رہے ہیں کہ روکھڑی صاحب سیدھے ہو جائیں۔ روکھڑی صاحب ادھر کو دیکھیں روکھڑی صاحب اٹھیں oppose کریں۔ یہ ہم نے خود سنا ہے۔ جناب والا! حلفاً یہ بات ہے ورنہ لاء منسٹر صاحب اس کی نفی کر دیں۔

وزیر جیل خانہ جات: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! کارروائی شروع تھی اور روکھڑی صاحب میرے ساتھ بات کر رہے تھے اور ہم کوئی اپنے علاقے کی بات کر رہے تھے۔ وزیر قانون صاحب نے صرف اتنا کہا ہے کہ آپ کا بل آگیا ہے تو آپ اس پر متوجہ ہوں تو یہ بات بتانا ایک روایات میں ہے۔ دوست دوستوں کو بتاتے ہیں کہ پہلے یہ بل زیر غور تھا اور اب یہ بل آگیا ہے۔ اس پر بات کرنے میں کوئی حرج ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! آپ لاء منسٹر کی بات کا نوٹس لیں۔ نوانی صاحب نے جو تشریح فرمائی ہے اس کے معنی یہی نکلتے ہیں کہ جو بزنس ہے وہ منسٹر صاحبان دیکھ کر نہیں آتے۔ اگر روکھڑی صاحب آج آئے ہیں تو کیا یہ ان کی ڈیوٹی نہیں ہے کہ وہ اپنا متعلقہ بزنس دیکھ کر آئیں؟

جناب سپیکر: جی، بالکل ان کی ڈیوٹی ہے۔ آپ تشریف رکھیں اور وہ اپنی ڈیوٹی پوری کر رہے ہیں۔

وزیر جیل خانہ جات: جناب والا! ہر منسٹر کو اپنے اسمبلی بزنس کا پتا ہوتا ہے۔ یہ تو turn کی بات ہے کوئی discussion لمبی ہو جاتی ہے۔ ایک آدمی کسی کاغذ کو دیکھ رہا ہے اور کسی دوست کا یہ بتانا کہ آپ کا بزنس آگیا ہے آپ متوجہ ہوں۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس پر کوئی objection کیا جائے۔

جناب سپیکر: شکریہ

جناب ارشد محمود بگو: جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ ۔۔۔

جناب سپیکر: بگو صاحب! ہاؤس کی کارروائی کو چلنے دیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب والا! میں اتنی سی بات عرض کروں گا کہ اب جب کہ ساری باتوں پر discussion ہو چکی ہے۔ روکھڑی صاحب صرف اتنا بتا دیں کہ حمیرہ اویس شاہد صاحبہ نے کیا پڑھا ہے۔ یہ صرف اتنی سی بات فرما دیں۔

جناب سپیکر: اب میں سوال put کرنے لگا ہوں ان کو سارا پتا ہے۔ روکھڑی صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

The motion moved and the question is:

"That a special order be made for continuance of the Punjab Prohibition of Private Money Lending Bill 2003, as recommended by the Standing Committee on Revenue, Relief and Consolidation."

(The motion was carried.)

مسودہ قانون

(جو زیر غور لایا گیا)

MR SPEAKER: Now we take up the Punjab Prohibition of Private Money Lending Bill 2003. Mrs. Humaira Awais Shahid Sahiba!

مسودہ قانون امتناع نجی قرض دہی پنجاب مصدرہ 2003

MRS HUMAIRA AWAIS SHAHID: Sir, I move:

"That the Punjab Prohibition of Private Money Lending Bill 2003, as recommended by the Standing Committee on Revenue, Relief and Consolidation, be taken into consideration at once."

MR SPEAKER: The motion moved is:

"That the Punjab Prohibition of Private Money Lending Bill 2003, as recommended by the Standing Committee on Revenue, Relief and Consolidation, be taken into consideration at once."

Since there is no amendment in it, the motion moved and the

question is:

"That the Punjab Prohibition of Private Money Lending Bill 2003, as recommended by the Standing Committee on Revenue, Relief and Consolidation, be taken into consideration at once."

(The motion was carried.)

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! میں پوائنٹ آف آرڈر پر یہ بات pin point کرنا چاہتا ہوں کہ اب آپ خود ہی ان منسٹرز کی اس ہاؤس کے بزنس میں دلچسپی کا اندازہ کر لیں۔ راجہ صاحب نے اپنے اختیارات سے تجاوز کرتے ہوئے شور ڈالا اور ان سے کہا کہ متوجہ ہوں۔ آپ کے متعلق بل ہے اور اٹھ کر اس کو oppose کریں۔ میں حلفاً یہ بات کہتا ہوں اور آپ ریکارڈ بھی چیک کر لیں۔ انہوں نے وہاں بیٹھے ہوئے یہ کہا کہ اٹھ کر آپ oppose کریں۔ یعنی ان منسٹرز کی حواس باختگی کا یہ عالم ہے کہ ان کو یہ پتا ہی نہیں چل سکا کہ ان کو کیا کہا گیا ہے۔ انہوں نے oppose نہیں کیا۔ اب نوانی صاحب جو آپ سے منوانا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ cross talk جو ہے وہ ہاؤس میں کی جا سکتی ہے۔

جناب والا!! نہ تو cross talk ہاؤس میں کی جا سکتی ہے اور نہ ہی کوئی کسی کو instruction دے سکتا ہے نہ ہی کوئی منسٹر یہاں پر سو سکتا ہے۔ لودھی صاحب اکثر یہاں پر سوئے ہوتے ہیں۔ ہم نے بھی دیکھا ہے اور آپ نے بھی دیکھا ہے۔ یہ جو منسٹروں کی کارکردگی ہے اس کا آپ کو نوٹس لینا چاہئے۔

جناب سپیکر: شکریہ جی۔ تشریف رکھیں۔ وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں یہ وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے روکھڑی صاحب کی توجہ مبذول کروائی تھی کہ آپ سے متعلقہ بل آ رہا ہے۔ اب آگے It is his discretion being minister of the department کہ وہ اس پر کیا فیصلہ دیتے ہیں۔ اگر ان کی صوابدید میں oppose کرنا ہوتا، ہم نے انہیں follow کرنا تھا، ہم نے oppose کرنا تھا۔ اگر انہوں نے oppose نہیں کیا، we followed our minister کہ ہم ان کے کہنے پر

سب خاموش رہے۔ میں نے صرف اپنے منسٹر صاحب کی توجہ مبذول کروائی تھی کہ آپ سے متعلقہ issue take up ہو رہا ہے آپ ادھر توجہ فرمائیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ لاء منسٹر یہاں ہاؤس میں Leader of the House کو represent کرتا ہے لیکن میں نے خود سنا اور on record یہ بات ہے کہ لاء منسٹر صاحب نے کہا کہ روکھڑی صاحب! آپ کا بل ہے، آپ اس کو oppose کریں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: میں نے یہ نہیں کہا۔

رانا ثناء اللہ خان: یہ on record ہے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ آپ نے کہا کہ روکھڑی صاحب oppose کریں۔ اگر record میں یہ نہ ہو، آپ مستعفیٰ ہو جائیں یا میں ہوتا ہوں۔

جناب سپیکر! record check کریں۔ چلیں اس بات پر آ جائیں۔ میں کہتا ہوں کہ آپ نے کہا کہ oppose کریں۔ میں کہتا ہوں کہ اس بات پر آپ میرے ساتھ bet کر لیں۔ آپ نے کہا ہے کہ oppose کریں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! تشریف رکھیں۔

وزیر صحت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: چودھری محمد اقبال صاحب!

وزیر صحت: جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر آپ کی توجہ اس بات کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ خود رانا ثناء اللہ صاحب کے ارشادات میں ان کے سوال کا جواب موجود ہے۔ انہوں نے ابھی ابھی فرمایا ہے کہ راجہ صاحب Leader of the House کو represent کر رہے ہیں تو جب وہ ہاؤس کے اندر Leader of the House کو represent کر رہے ہیں تو He is acting Leader of the House. وہ اگر کسی منسٹر کی توجہ اس کے business کی مبذول کرا رہے ہیں تو جناب والا! میں آپ سے یہ سمجھنا چاہوں گا کہ اس میں غلطی کیا ہو گئی؟

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! چودھری محمد اقبال صاحب نے بڑی مناسب بات کی ہے۔ میں بالکل یہ بات کہتا ہوں کہ راجہ صاحب as Law Minister Leader of the House کو represent کرتے ہیں اور انہوں نے کہا کہ ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس قسم کی کوئی

instruction passکریں۔ انہوں نے instruction passکی کہ آپ بل کو opposeکریں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: میں نے opposeکرنے کا نہیں کہا۔

رانا ثناء اللہ خان: راجہ صاحب! آپ نے کہا ہے۔ tape checkکر لیتے ہیں۔ جناب سپیکر! آپ tape checkکر لیں جی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں۔ پھر رانا صاحب کی عقل پہ رونا آتا ہے۔ اس recordingپر وہی بات recordہوتی ہے جو میں نے آپ سے مخاطب ہو کر کرنی ہے۔ اگر میں یہاں بیٹھے ہوئے روکھڑی صاحب سے کوئی بات کر رہا ہوں تو اس کا record کیسے ہوگا؟

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! ریکارڈ ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! نہیں ہو سکتا۔ کیوں اس معزز ایوان کو مذاق بناتے ہیں۔ recordingاس بات کی ہوتی ہے جو ایوان میں کہی جائے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: تشریف رکھیں۔ پلیز تشریف رکھیں۔ روکھڑی صاحب! پلیز۔ (قطع کلامیاں)

رانا صاحب! اس ایوان کے اندر جو بھی بات ہوئی۔ ہم کافی دیر سے سنتے آ رہے ہیں، اپوزیشن میں بیٹھے ہوئے کچھ دوست کہتے تھے کہ جی، وزراء بااختیار نہیں ہیں اور آج روکھڑی صاحب کی بات سے واضح ہو گیا کہ وزراء بااختیار ہیں اور اپنی مرضی کرتے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

وزیر زراعت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، لودھی صاحب!

وزیر زراعت: جناب سپیکر! رانا صاحب کو کوئی صورت نظر نہیں آتی تو پھر یہ اٹھتے ہیں اور یہ backwardگلیوں سے اٹھ کر یہاں پر آ کر بات کرتے ہیں۔ یہ اس کے بارے میں بات کر رہے ہیں جو سب سے زیادہ جاگتا ہے اور سب سے زیادہ کام کرتا ہے۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ میں بھی جاگ رہا ہوں، پنجاب گورنمنٹ بھی جاگ رہی ہے، چیف منسٹر بھی جاگ رہا ہے اور صدر پاکستان بھی جاگ رہا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

MR. SPEAKER: Now we take up the bill clause by clause.

CLAUSE 3

MR. SPEAKER: Now Clause 3 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 3 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 4

MR. SPEAKER: Now Clause 4 of the Bill is under consideration. Since there is no

amendment in it, the question is:

"That Clause 4 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 5

MR. SPEAKER: Now Clause 5 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 6 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 6

MR. SPEAKER: Now Clause 6 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 6 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 7

MR. SPEAKER: Now Clause 7 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 7 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 8

MR. SPEAKER: Now Clause 8 of the Bill is under consideration.

Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 8 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 9

MR. SPEAKER: Now Clause 9 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 9 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 2

MR. SPEAKER: Now Clause 2 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 2 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

CLAUSE 1

MR. SPEAKER: Now Clause 1 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

"That Clause 1 of the Bill, do stand part of the Bill."

(The motion was carried.)

PREAMBLE

MR. SPEAKER: Now the Preamble of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

That the Preamble of the Bill, do stand part of the Bill.

(The motion was carried.)

LONG TITLE

MR. SPEAKER: Now Long Title of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

That the Long Title of the Bill, do stand part of the Bill.

(The motion was carried.)

MR. SPEAKER: Mrs Humaira Awais Shahid Sahiba!

MRS HUMAIRA AWAIS SHAHID: Sir, I move:

"That the Punjab Prohibition of Private Money Lending Bill 2003 be passed."

MR SPEAKER: The motion moved is:

"That the Punjab Prohibition of Private Money Lending Bill 2003 be passed."

The motion moved and the question is:

"That the Punjab Prohibition of Private Money Lending Bill 2003 be passed."

(The motion was carried.)

The Bill is passed.

(نعرہ ہائے تحسین)

رپورٹ

(توسیع)

جناب سپیکر: جناب محمد عظیم گھمن پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر I کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں۔ میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ توسیع کی تحریک پیش کریں۔

حکومت پنجاب کے حسابات برائے سال 03-2002 اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

جناب محمد عظیم گھمن: شکریہ۔ جناب سپیکر۔ میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ

''حکومت پنجاب کے حسابات برائے سال 03-2002 اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر I کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 07-06-22 تا 07-11-26 تک توسیع کر دی جائے۔''

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

''حکومت پنجاب کے حسابات برائے سال 03-2002 اور ان پر آڈیٹر

جنرل آف پاکستان کی رپورٹ کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبرI
کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 22-06-07 تا
26-11-07 تک توسیع کر دی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی اور سوال یہ ہے کہ:
"حکومت پنجاب کے حسابات برائے سال 2002-03 اور ان پر آڈیٹر
جنرل آف پاکستان کی رپورٹ کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبرI
کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 22-06-07 تا
26-11-07 تک توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

تعزیت

رکن اسمبلی انصر بریار اور راجہ شفقت خان عباسی کی والدات کے لئے دعائے مغفرت

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔جناب سپیکر! ہمارے ساتھی انصر بریار صاحب کی والدہ کا انتقال ہوا تھا اور راجہ شفقت خان عباسی صاحب کی والدہ کا انتقال ہوا تھا۔ان کے لئے دعائے مغفرت کرائی جائے۔

جناب سپیکر: دعائے مغفرت کی جائے۔

(اس مرحلہ پر ہاؤس میں دعائے مغفرت کی گئی)

سید احسان اللہ وقاص: پوائنٹ آف آرڈر۔

پوائنٹ آف آرڈر

جناب سپیکر: سید احسان اللہ وقاص صاحب!

پرائیویٹ ممبرز بل پاس ہونے پر رکن اسمبلی حمیرا اویس شاہد کو مبارکباد کا پیش کیا جانا

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! اس اسمبلی کی ساڑھے چار سالہ تاریخ میں پہلی مرتبہ کسی کا پرائیویٹ ممبرز بل پاس ہونے پر میں محترمہ حمیرا اویس شاہد صاحبہ کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اس سے پہلے کوئی نہیں ہوا۔ ہمارا جب بھی کوئی بل جاتا ہے تو یہ کہہ دیتے ہیں کہ گورنمنٹ کی منظوری آئے گی، کابینہ کی منظوری آئے گی۔ یہ پہلا بل پاس ہوا ہے۔ میں دل کی گہرائیوں سے ان کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا ثناء اللہ خان صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر پر جس طرح میرے بھائی احسان اللہ وقاص صاحب نے محترمہ حمیرا اویس شاہد صاحبہ کو مبارکباد اس بل کے پاس ہونے پر پیش کی ہے۔ میں نہ صرف ان کو مبارکباد پیش کرتا ہوں بلکہ جس کمیٹی نے اس بل کو recommend کیا، اس کمیٹی کے تمام ممبران کو بھی مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اس ہاؤس میں بیٹھے تمام ممبران کو بھی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اس میں اپوزیشن کا اہم role ہے کہ اپوزیشن نے یہاں پر بیٹھے وزراء کو اس طرح سے [**] کر دیا کہ وہ اس کو oppose کرنا ہی بھول گئے۔ یہ واحد بل ہے کہ جس کی administrative department نے مخالفت کی ہے۔ آخری میٹنگ جو 28 تاریخ کو ہوئی تھی اس میں administrative department نے یہ plea لی تھی کہ کابینہ کی منظوری اس بل کے لئے حاصل نہیں کی جا سکی لہذا اس کو recommend نہ کیا جائے لیکن اس کے باوجود کمیٹی کے ممبران نے ایک daring step لیا اور انھوں نے یہ بل ہاؤس کو recommend کیا اور آج ہاؤس کے ممبران نے without Government approval بل کو پاس کیا اور اس میں اپوزیشن نے یہ اہم role ادا کیا کہ وزراء کو [**] کا شکار کر دیا۔

جناب سپیکر: آپ روکھڑی صاحب کو بھی مبارکباد دیں۔ ان کا بھی role ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس [**] پر میں تمام وزراء کو مبارکباد دیتا ہوں اور بالخصوص ارشد لودھی صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: میں[**]کالفظ کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

آج کے اجلاس کا ایجنڈا مکمل ہو گیا ہے۔ لہذا اب اجلاس بروز بدھ مورخہ 13۔جون 2007 صبح 10:00 بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

209

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ، 13-جون 2007

تلاوت قرآن پاک وترجمہ

سوالات

(محکمہ جات امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ اورزکوٰۃ وعشر)

نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات

سرکاری کارروائی

مسودہ قانون (ترمیم) کچی آبادیاں پنجاب مصدرہ 2007

211

صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھویں اسمبلی کا تیسواں اجلاس

بدھ،13۔جون2007

(یوم الاربعاء،27۔جمادی الاول1428ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز،لاہور میں صبح 10بج کر20منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر چودھری محمد افضل ساہی منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری نور محمد نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم o

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ o

رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ

وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۝١٧ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝١٨
مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝١٩ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۝٢٠
فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٢١ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَ
الْمَرْجَانُ ۝٢٢ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٢٣
وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۝٢٤ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ
رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٢٥ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝٢٦ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ
ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝٢٧ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٢٨

سورة الرَّحمٰن آیات17 تا 28

وہی دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا مالک (ہے)(17)تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟ (18)اسی نے دو دریا رواں کئے جو آپس میں ملتے ہیں (19)دونوں میں ایک آڑ ہے کہ (اس سے) تجاوز نہیں کر سکتے (20)تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟(21)دونوں دریاؤں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں (22)تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟(23)اور جہاز بھی اسی کے ہیں جو دریا میں پہاڑوں کی طرح اونچے کھڑے ہوتے ہیں (24)تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ

گے ؟(25) جو (مخلوق) زمین پر ہے سب کو فنا ہونا ہے (26) اور تمہارے پروردگار ہی کی ذات (بابرکت) جو صاحب جلال وعظمت ہے باقی رہے گی (27) تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟ (28)

وما علینا الا لبلاغ o

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ آج محکمہ جات امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ اور زکوٰۃ وعشر سے متعلق سوالات پوچھے جائیں گے اور ان کے جوابات دیئے جائیں گے۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

پوائنٹ آف آرڈر

جناب سپیکر: جی، ارشد محمود بگو صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

حکومتی یقین دہانی کے باوجود سیاسی مخالفین کی گرفتاریاں جاری

(۔۔۔جاری)

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! ایک تو ہم آپ کے شکر گزار ہیں کہ آپ نے اپنی ذاتی دلچسپی سے کل لاء منسٹر اور حکومت کو مجبور کیا کہ انھوں نے جتنے لوگوں کو گرفتار کیا ہے اس حوالے سے ہمارے ساتھ بیٹھ کر بات کر لیں۔ کل ڈیڑھ بجے کا ٹائم ہوا تھا لیکن سی۔ ایم صاحب کی میٹنگ تھی اور وہ چلے گئے۔ آج ہماری صبح ساڑھے نو بجے ان سے میٹنگ ہوئی ہے، میں، رانا ثناء اللہ خان صاحب، رانا آفتاب احمد خان صاحب، سید احسان اللہ وقاص صاحب کچھ دوست ان سے ملے ہیں۔ انھوں نے یہ ہمیں لسٹ دی ہے جس میں انھوں نے کہا ہے کہ یہ 47 لوگ ہیں جن کا انھوں نے فرمایا ہے کہ ہم نے ان کو چھوڑ دیا ہے لیکن میں انتہائی افسوس کے ساتھ راجہ صاحب سے یہ درخواست کر رہا ہوں کہ جو بیوروکریسی ہے اور اس ملک میں اس وقت جو یہ صورتحال create ہو رہی ہے، یہ ایک ہمارے سابق ہوم سیکرٹری اعجاز شاہ رہ چکے ہیں جو غالباً آئی۔ بی کے انچارج ہیں یہ سارا کیا دھرا ان کا ہے۔ وہ جنرل پرویز مشرف صاحب کے دوست ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: آپ ان کو discuss نہ کریں۔ آپ میٹنگ میں جو بات ہوئی ہے وہ کریں، لاء منسٹر صاحب نے میٹنگ میں جو بات کی ہے وہ کریں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں میٹنگ کے حوالے سے ہی بات کر رہا ہوں کہ یہ کون سبوتاژ کر رہا ہے؟ میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ لسٹ جو لاء منسٹر صاحب کو دی گئی ہے، میں نے ابھی فون کر کے confirm کیا ہے، اس میں سیالکوٹ سے دو افراد کو یہ کہتے ہیں کہ ہم نے رہا کیا ہے۔ ایک مفتی عارف حسین ہیں اور ایک مولانا غلام فرید ہیں۔ یہ مضحکہ خیز بات جو لاء منسٹر صاحب کو انھوں نے misguide کیا ہے میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ مفتی عارف حسین کو ڈیڑھ ہفتہ پہلے سیالکوٹ پولیس نے گرفتار کیا تھا اور ایک دن رکھ کر دوسرے دن خود ہی چھوڑ دیا ہے اور یہ لسٹ جو وزیر قانون صاحب کو انھوں نے دی ہے، یہ اس کی تصدیق کر لیں کہ انھوں نے یہ لسٹ ان کو تھما دی ہے کہ یہ آدمی ہم نے چھوڑنے ہیں۔ میں یہ افسوس کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ آج بھی اخبارات ملاحظہ فرمالیں کہ آج بھی انھوں نے کافی لوگ پکڑے ہیں، ٹیلیفون ہمیں بھی آرہے ہیں، پیپلز پارٹی کے لوگوں کو بھی آرہے ہیں اور (ن) لیگ کے لوگوں کو بھی آرہے ہیں۔ جہاں آپ نے یہ مہربانی کی ہے میں آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ کوئی occasion نہیں ہے، نارووال سے وہاں کے امیر ہیں، پرنسپل حافظ طاہر اسلم صاحب جو کالج چلاتے ہیں ان کو نارووال سے پکڑ کر ساہیوال بھیج دیا ہے۔ وہاں سے ان کے دو تین نائب امیر ہیں ان کو پکڑ کر انھوں نے ادھر بھیج دیا ہے۔ اب ان کو نارووال سے کیا خطرہ ہے؟ نارووال کہاں اور فیصل آباد کہاں۔ میں یہ کہوں گا کہ یہ لسٹ جو وزیر قانون نے دی ہے یہ انھوں نے ان کو misguide کیا ہے۔ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ ان لوگوں کو دو ہفتے پہلے پکڑا تھا اور خود بخود ہی پولیس نے چھوڑ دیا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ کل ان کی ہمارے ساتھ commitment ہوئی ہے اور کل کے بعد اگر یہ کسی آدمی کو چھوڑتے تو پھر وہ لسٹ ہمیں فراہم کرتے تب ہم اس بات کو مان لیتے کہ انھوں نے آپ کی اور وزیر قانون کی بات کو own کیا ہے لیکن انتہائی افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ لاء منسٹر کے ساتھ جو ہماری میٹنگ ہوئی ہے انھوں نے اس میں یہ فرمایا ہے کہ آج بجٹ پر سی۔ ایم کی پریس کانفرنس ہے اس کے بعد میں نے ان سے یہ ٹائم لیا ہے۔ تین بجے میری ملاقات ہونی ہے۔ میں نے بھی لسٹ دے دی ہے، ایم ایم اے کی طرف سے جتنے لوگوں کو انھوں نے پکڑا ہے۔ اس پر یہ جواب دے دیں۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔ وہ لسٹ دوبارہ recheck کروالیں گے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! جو باتیں میں نے گزارش کی ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: بگو صاحب! باتیں تو میٹنگ میں کافی ہوئی ہوں گی۔

جناب ارشد محمود بگو: نہیں، یہ تو لسٹ کے حوالے سے ہے۔یہ لسٹ تو ابھی انھوں نے ہمیں دی ہے۔

رانا آفتاب احمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا آفتاب احمد خان صاحب!

رانا آفتاب احمد خان: شکریہ۔جناب سپیکر! آپ کے حکم کے مطابق ہماری جو میٹنگ ہوئی ہے۔ راجہ صاحب کو ہم نے پیپلز پارٹی کی طرف سے پوری لسٹ provide کی ہے کہ جو لوگ under MPO3,MPO16 ہیں یا کوئی مقدمات والے ہیں۔ میری راجہ صاحب سے درخواست یہ ہے کہ صرف یہ نہیں، ہمارا مؤقف یہ ہے کہ اس کی ضرورت کے علاوہ Constitution میں آپ fundamental rights کی violation کو بھی چھوڑ دیں، فیصل آباد 16 تاریخ کو، اس وقت بھی، آپ کے علم میں بھی ہے، کل آپ سے بھی بات ہوئی تھی کہ ایک ایم۔پی۔اے رہا ہوا ہے، وہ ایڈوائزر رہا ہے، اس کی والدہ کا انتقال ہو گیا اور ادھر چھاپے پڑ رہے ہیں۔ میں نے ان کو instances بھی quote کئے ہیں۔اب ہمارا مؤقف یہ ہے کہ آپ ان کو direction دیں کہ ابھی فیصل آباد میں کسی کے گھر پر چھاپہ ماریں اور نہ کسی کو گرفتار کریں کیونکہ میرے ذہن میں یہ apprehension ہے کہ یہ ابھی جانے کے بعد کل بجٹ تک اور پھر 16 تاریخ تک یہ پکڑتے رہیں گے۔ ہمارے ایم پی اے شاہد انجم ہیں ان کے چچا کو گرفتار کر لیا ہے۔ابھی تک گرفتاریاں جاری ہیں۔ ہمیں لاء منسٹر صاحب اس ہاؤس پر کوئی assurance دیں کہ مزید ان چھاپوں اور گرفتاریوں کو بند کیا جائے اور MPO3 کے تحت جو Detention Orders ہیں وہ withdraw کئے جائیں۔ باقی جو MPO16 کے جو لوگ ہیں وہ ہم ضمانت کروالیں گے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ شیخ صاحب! تشریف رکھیں۔جی، وزیر قانون!

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! میری بھی اس سے relevant بات ہے۔

جناب سپیکر: جی، تشریف رکھیں، پلیز تشریف رکھیں۔وہی باتیں بار بار repeat کرنی ہیں؟ وزیر قانون!

جناب سپیکر: شیخ صاحب! یہ بات میٹنگ میں بھی ہوئی ہے۔آپ تشریف رکھیں وزیر قانون صاحب کو جواب دینے دیں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! دو منٹ کی بات ہے۔ عزیز پہلوان صاحب کی بیٹی کو رات اٹھا کر لے گئے ہیں۔ اس بیٹی کی کچھ روز بعد شادی ہے اور اس کو ساری رات تھانے میں رکھا گیا ہے۔

جناب سپیکر: میٹنگ میں یہ ساری باتیں وزیر قانون صاحب کو بتائی گئی ہیں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! ہم نے نہیں بتایا۔ یہ on the floor of the House کرنے والی بات ہے۔ آپ ملاحظہ فرمائیں کہ یہ ایک گھر میں raid کرتے ہیں جس کے سربراہ عزیز پہلوان فوت ہو چکے ہیں اس کی بیٹی کو پولیس اٹھا کر لے گئی ہے جس کی ایک ہفتے بعد شادی ہے۔ اس سے زیادہ کیا غنڈہ گردی اور بدمعاشی کیا ہو سکتی ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! کل آپ نے حکم دیا تھا اور آپ کے حکم کے مطابق کل ہم نے ڈیڑھ بجے ملنا تھا لیکن کل ہماری ملاقات نہیں ہو سکی۔ آج صبح ساڑھے نو بجے ہماری میٹنگ ہوئی ہے۔ میں نے اس میٹنگ میں 57 لوگوں کی ایک فہرست معزز ممبران کو دی ہے جن کے آرڈرز ہم نے withdraw کئے ہیں۔ اس میں وہ لوگ بھی ہو سکتے ہیں جو کہ گرفتار ہیں اور وہ بھی ہو سکتے ہیں کہ جن کے Detention Orders ہم نے جاری کئے ہیں لیکن وہ ابھی تک گرفتار نہیں ہوئے۔ ہم نے جن لوگوں کے آرڈرز withdraw کئے ہیں میں نے وہ فہرست دی ہے۔ ارشد بگو صاحب فرما رہے ہیں کہ ایک نام وہ ہے کہ جن کو گرفتار ہی نہیں کیا گیا، یا پہلے گرفتار کر کے چھوڑ دیا گیا۔ It means ہم نے اس کا Detention Order withdraw کر لیا۔ لہذا یہ 57 لوگ ہیں۔ اسی طرح 6 لوگ وہ ہیں جو کہ کل ہائی کورٹ نے رہا کئے ہیں۔ 7 لوگوں کی ابھی میرے پاس فہرست آئی تھی۔ میں نے ان سے یہ گزارش کی تھی کہ 60 کے قریب ایسے لوگ ہیں کہ جن کے ہم نے کل تک orders withdraw کر لئے ہیں۔ ایک تو یہ category ہے۔ دوسری میں نے ان سے یہ گزارش کی ہے کہ آپ ایم ایم اے، پاکستان پیپلز پارٹی اور پاکستان مسلم لیگ نواز گروپ کی طرف سے ہمیں ایک فہرست دے دیں کہ آپ کے کون کون سے لوگ گرفتار ہیں تاکہ ہم ان کو verify کروالیں۔ ان میں سے جو لوگ 60 سال سے اوپر ہوئے آپ کے حکم کے مطابق انہیں رہا کر دیا جائے گا۔ اسی طرح جو لوگ مقدمات میں ملوث ہیں ان کی ایک علیحدہ category ہے۔ ایسے لوگ کہ جن کے بارے میں ابھی ہم pre-empt کر رہے ہیں کہ وہ کسی ایسی subversive

activities میں شامل ہو سکتے ہیں، جن کے Detention Orders ہم نے دیئے ہوئے ہیں ان کے متعلق میں پرسوں پھر ان کے ساتھ بیٹھ کر بات کر لوں گا۔ میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ جو آپ کے حکم کے مطابق ہمارا negotiation کا process شروع ہوا ہے۔ یہ انشاء اللہ تعالیٰ continue رہے گا۔ ہم ان کو ساتھ لے کر چلیں گے۔ جہاں کہیں یہ point out کریں گے کہ زیادتی ہو رہی ہے انشاء اللہ تعالیٰ اس کا ازالہ ضرور کیا جائے گا۔ میری اب صرف گزارش یہ ہے کہ اگر positive انداز میں ہم آگے بڑھ رہے ہیں تو ہمیں اسے continue رکھنا چاہئے۔ جس طرح ابھی شیخ اعجاز صاحب نے ایک بات کی ہے۔ پہلے یہ بات میٹنگ میں بھی ہوئی ہے۔ احسان اللہ وقاص صاحب نے یہ بات کی تھی اور میں نے ان کو یقین دلایا تھا کہ جس بھی پولیس افسر نے یہ زیادتی کی ہے انشاء اللہ تعالیٰ اس کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔ شکریہ

قائد حزب اختلاف: جناب سپیکر! وزیر قانون صاحب نے یقین دہانی کروائی ہے، یہ اچھی بات ہے۔ جناب والا! یہ جو چھاپے مارے جا رہے ہیں اس بارے میں حکومت کا کیا مؤقف ہے، کیا پورے پنجاب میں آج سے یہ چھاپے بند ہو جائیں گے یا continue رہیں گے اور کیا یہ پکڑتے جائیں گے، ہم سے بات کرتے جائیں گے اور پھر لوگوں کو چھوڑتے جائیں گے؟ میں وزیر قانون صاحب کا اس بارے میں clear مؤقف چاہوں گا۔ پولیس پورے پنجاب میں جو چھاپے مار رہی ہے کیا وہ آج بند ہو جائیں گے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں گزارش یہ کرتا ہوں کہ جو لوگ مقدمات میں ملوث ہیں ان کے متعلق categorically میں کوئی commitment دے سکتا ہوں اور نہ ہی ہمارے محترم قائد حزب اختلاف کوئی commitment لے سکتے ہیں اس لئے کہ جو شخص قانون کی خلاف ورزی کرے گا اس کے خلاف کارروائی ہو گی۔ ہم ان لوگوں کے حوالے سے بات کر رہے ہیں کہ جن کے ہم نے Detention Orders جاری کئے ہوئے تھے۔ وہ فہرست اب مجھے مل گئی ہے، ہم اسے review کریں گے۔ میں پرسوں بھی آپ کے ساتھ بیٹھ کر اس حوالے سے بات کروں گا اور آپ کو یقین دلاتا ہوں، پھر اس بات کو دہراتا ہوں کہ یہ سارا عمل اب positive nod پر آگے چل رہا ہے، آپ اسے آگے چلنے دیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ overall ہوم ڈیپارٹمنٹ کی جو ایک پالیسی ہے اس کے لئے بھی میں آج تین بجے ہوم ڈیپارٹمنٹ میں میٹنگ لوں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کو بھی ہم review کریں گے اور آپ کو اعتراض کا موقع نہیں ملے گا۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! راجہ صاحب نے اس کو بڑا legal لیا ہے۔ جن لوگوں کے خلاف criminal cases ہیں ان کی رہائی کے بارے میں تو ہم نہیں کہہ سکتے مگر اگر ایک سیاسی ورکر کو MPO-16 کے تحت صرف اس لئے پکڑا گیا ہے کہ اس نے اشتعال انگیز تقریر وغیرہ کی ہے یا MPO-3 کے تحت Detention Orders جاری کئے جاتے ہیں۔ تو ہم ان لوگوں کو چھوڑنے کی بات کر رہے ہیں۔ میری apprehension یہ ہے کہ 16-تاریخ کو چیف جسٹس صاحب فیصل آباد تشریف لا رہے ہیں اور حکومت لوگوں کو pressurize کر رہی ہے تاکہ لوگ گھروں سے باہر نہ نکل سکیں، اسی وجہ سے ورکرز کو پکڑا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب نے کہا ہے کہ تین بجے کے بعد ان کی ہوم سیکرٹری کے ساتھ اس حوالے سے میٹنگ طے ہے۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! کل بجٹ پیش ہو رہا ہے جس کے باعث اس پر بات نہیں ہو سکے گی، آگے 16 تاریخ آ جانی ہے تو پھر فائدہ کوئی نہیں ہو گا۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! وزیر قانون صاحب آج تین بجے ہوم سیکرٹری سے اس بارے میں میٹنگ کر رہے ہیں۔

محترمہ نور النساء ملک: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ فرمائیں!

محترمہ نور النساء ملک: جناب سپیکر! راجہ صاحب پچھلے تین دنوں سے یہ کہہ رہے ہیں کہ اپوزیشن پارٹیوں کو کھلی چھٹی ہے وہ جیسے چاہیں چیف جسٹس صاحب کا استقبال کریں مگر حالات اس کے برعکس ہیں۔ وہاں فیصل آباد میں غنڈہ گردی کی جا رہی ہے۔ یہ حکومت کی بوکھلاہٹ کا ثبوت ہے کہ آدھی رات کو عورتوں کے گھروں پر بھی چھاپے مارے جا رہے ہیں۔ 7 سے 9۔ جون تک لگاتار تین دن میرے گھر، کلینک اور میرے عزیزوں کے گھروں پر چھاپے مارے گئے ہیں اور میرے عزیزوں کو جس طرح گاڑیوں میں بٹھا کر لے جایا جا رہا ہے یہ سیدھا سیدھا غنڈہ گردی کا مظاہرہ ہے۔ میں ان سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ یہ کن چارجز کے تحت مجھے اور میرے عزیزوں کو ہراساں کر رہے ہیں، ان کے پاس کیا چارجز ہیں؟ انھوں نے میری آنٹی کے تین ماہ کے لئے Detention Orders جاری کئے ہیں حالانکہ ان کی عمر 60 سال سے زیادہ ہے اور وہ دل کی مریضہ ہیں۔ میں ان

سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ ہم ایسی کون سی سرگرمیوں میں ملوث ہیں کہ یہ ہمیں اس طرح ہراساں اور پریشان کر رہے ہیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! محترمہ جو کہ فیصل آباد سے ہماری ساتھی ایم پی اے ہیں، ان کے بارے میں کوئی Detention Order جاری کئے گئے ہیں اور نہ ہی ان کو گرفتار کیا جائے گا۔ باقی یہ اپنی آنٹی کا نام مجھے بتا دیں میں اس حوالے سے معلومات لے لوں گا۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! محترمہ کی آنٹی کا نام ''ڈاکٹر زبیدہ ملک'' ہے جو کہ سابق ایم پی اے اور ہماری ڈویژنل صدر رہیں۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب! ڈاکٹر زبیدہ ملک صاحبہ کے بارے میں کچھ کیجئے گا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جی، بہتر ہے۔

سوالات

(محکمہ جات امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ اور زکوٰۃ وعشر)

نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

جناب سپیکر: اب ہم سوالات شروع کرتے ہیں۔ پہلا سوال ملک اصغر علی قیصر صاحب کا ہے۔ وہ تشریف نہیں رکھتے، سوال dispose of ہوا۔ اگلا سوال سید احسان اللہ وقاص صاحب کا ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! سوال نمبر 6304۔

جناب سپیکر: کیا اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے؟

سید احسان اللہ وقاص: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

خصوصی ماہرین پرورش حیوانات سے بہتر استفادہ اور متعلقہ دیگر مسائل کی تفصیل

*6304: **سید احسان اللہ وقاص:** کیا وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ میں 30 سے زائد خصوصی ماہرین پرورش حیوانات جنہوں نے

مختلف شعبوں میں تخصیص (Specialties) کیا ہوا ہے میں سے بیشتر کو ان کے متعلقہ تخصیص (Specialties) کی بجائے محض انتظامی عہدوں پر فائز کر دیا گیا ہے اور ان کی Specialty سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جا رہا؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ محکمہ ہذا میں پی ایچ ڈی کرنے والے افراد کو یکمشت صرف پانچ ہزار روپے انعام دیا جا رہا ہے جبکہ دیگر اداروں میں ایک لاکھ سے تین لاکھ روپے تک ادا کئے جاتے ہیں؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ محکمہ میں امور پرورش حیوانات کے خصوصی ماہرین کی اعلیٰ تربیت کا کوئی اہتمام نہیں ہے کیا ان امور کے لئے کوئی خصوصی شعبہ قائم کیا گیا ہے، کیا یونیورسٹی آف اینیمل ہسبینڈری سے اعلیٰ تربیت دلانے کا کوئی اہتمام ہے اور یونیورسٹی کو اپنے عملی مسائل سے آگاہ کر کے اعلیٰ تحقیق کے ذریعہ ان کے سدباب کا کیا انتظام کیا گیا ہے؟

وزیر آبپاشی، امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ:

(الف) یہ درست نہ ہے کہ محکمہ میں 30 سے زائد خصوصی ماہرین برائے پرورش حیوانات سے ان کی تخصیص (Specialties) کے مطابق فائدہ نہیں اٹھایا جا رہا اور ان کو انتظامی عہدوں پر فائز کر دیا گیا ہے۔ اس کے برعکس حقیقت یہ ہے کہ یہ خصوصی ماہرین اپنی تخصیص (Specialties) کے مطابق تکنیکی عہدوں پر بھی کام کر رہے ہیں اور مختلف ریسرچ انسٹیٹیوٹس میں بھی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

(ب) محکمہ میں پی ایچ ڈی تعلیم رکھنے والے افسران فنانس ڈیپارٹمنٹ کے نوٹیفکیشن نمبر FD.SR.1/9-3/86 بتاریخ 03-08-09 کے تحت پانچ ہزار روپے ماہانہ وصول کر رہے ہیں۔

(ج) خصوصی ماہرین پہلے ہی اعلیٰ تربیت یافتہ ہوتے ہیں۔ تاہم محکمہ اس وقت بھرپور کوشش کر رہا ہے کہ یونیورسٹی آف ویٹرنری اینڈ اینیمل سائنسز لاہور کے تعاون سے مستقبل کے ماہرین کو فیلڈ سے متعلقہ مسائل پر ریسرچ کرائی جائے تاکہ بعد ازاں اس ریسرچ سے بھرپور استفادہ کیا جا سکے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب! لیکن جواب کون دے گا؟ کیونکہ وزیر صاحب تو تشریف نہیں

رکھتے۔

وزیر آبپاشی، امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ: جناب سپیکر! میں اس کا جواب عرض کروں گا۔

جناب سپیکر: چیمہ صاحب جواب دیں گے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! چیمہ صاحب تو اس محکمہ کے وزیر نہیں ہیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! کوئی وزیر بھی جواب دے سکتا ہے۔ آپ ضمنی سوال کریں چیمہ صاحب جواب دیں گے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب والا! ساڑھے چار سال کے عرصے میں ایک دفعہ بھی وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ نے ہاؤس میں جواب نہیں دیئے۔ وہ کبھی عمرہ پر چلے جاتے ہیں اور کبھی بیمار ہو جاتے ہیں۔ میں ریکارڈ کی بات کر رہا ہوں کہ ساڑھے چار سال کے عرصے میں ایک دفعہ بھی انھوں نے ہاؤس میں جواب نہیں دیئے۔ اگر آپ ثابت کر دیں کہ انھوں نے یہاں جواب دیا ہے تو میں ہر سزا کے لئے تیار ہوں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ کو تو جواب چاہئے، ضروری نہیں کہ وہی جواب دیں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب! اگر انھوں نے ہاؤس میں جواب نہیں دینا تو پھر یہ وزیر کس لئے بنے ہوئے ہیں؟

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! اگر کوئی وزیر صاحب کسی وجہ سے absent ہوں تو پارلیمانی سیکرٹری جواب دیتا ہے اور اگر پارلیمانی سیکرٹری بھی موجود نہ ہوں تو پھر کسی دوسرے وزیر کا جواب دینے کے لئے notify کیا جاتا ہے۔ کیا ان کا notification ہوا ہے کہ یہ بزنس take up کر سکتے ہیں؟

جناب سپیکر: یقیناً notification ہوا ہو گا، بغیر notification کے تو وہ جواب نہیں دے سکتے۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! روایات یہ ہیں کہ جب ایسا notification ہوتا ہے تو وہ اس ہاؤس میں باقاعدہ circulate ہوتا ہے کہ یہ بزنس فلاں وزیر صاحب کو refer ہوا ہے جبکہ اس

حوالے سے ہمیں تو ابھی تک کوئی notification نہیں ملا۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب! notification کی کاپی معزز ممبر کو مہیا کر دی جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! وہ عمرہ پر تشریف لے گئے ہیں، کل شام notify ہوا ہے آج ہم ان کو کاپی دے دیں گے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! آپ Custodian of the House ہیں۔ جناب! ساڑھے چار سال کے عرصہ کے دوران ایک دفعہ بھی وزیر صاحب سوالات کے جوابات نہ دیں تو اس سے بڑی ستم ظریفی اور کیا ہو سکتی ہے۔ انھوں نے کبھی جوابات نہیں دیئے، یہ ثابت کر دیں تو میں ابھی ہاؤس سے اٹھ کر باہر چلا جاؤں گا اور سب کے سامنے ان سے معافی بھی مانگوں گا۔ انھوں نے ایک دفعہ بھی سوالات کے جوابات نہیں دیئے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! ابھی آپ ضمنی سوال کریں۔

سید احسان اللہ وقاص: چلیں، اب میں چیمہ صاحب کے احترام میں ضمنی سوال پوچھ لیتا ہوں۔

وزیر صحت: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ احسان اللہ وقاص صاحب اس ہاؤس کے اندر بڑا contribute کرتے ہیں لہذا ہم ان کو ہاؤس سے باہر نہیں دیکھنا چاہتے۔ اس شرط پر ہم بات نہیں کرتے لیکن انھوں نے ہاؤس میں آکر جواب دیئے تھے۔ آپ کا ریکارڈ اس بات کا گواہ ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، شاہ صاحب! آپ ضمنی سوال کریں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میں نے جو سوال پوچھا ہے اسی کی دوبارہ وضاحت چاہوں گا کیونکہ اس کا specific جواب نہیں دیا گیا۔ اس محکمہ کے اندر 30 کے قریب Ph.Ds ہیں جنھوں نے مختلف جگھوں سے Ph.D کی ہوئی ہے اور میرے ذاتی علم میں ایک دو افراد ہیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ کون سے جز کی بات کر رہے ہیں؟

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! انھوں نے Ph.Ds کو EDO جیسی اسامیوں پر تعینات کیا ہوا ہے۔ میں specifically یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا اس محکمے نے کوئی ایسا ریسرچ سیل بنایا ہوا ہے جہاں پر Ph.Ds اور اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ جانوروں کی اعلیٰ نشوونما کے حوالے سے خالصتاً تحقیق کر کے بتائیں کہ یہ یہ کام ہو رہا ہے اور کیا یہ ممکن ہے کہ انھوں نے انتظامی عہدوں پر جو Ph.Ds فائز کئے ہوئے ہیں ان کو ریسرچ سیل میں بھیجا جائے؟

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، وزیر آبپاشی!

وزیر آبپاشی، امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ: جناب سپیکر! انھوں نے پوچھا تھا کہ 30 کے قریب سپیشلسٹ کو انتظامی امور پر لگا یا گیا ہے اور انھیں ٹیکنیکل عہدوں پر نہیں لگا یا گیا۔ میں تھوڑا سا بتانا چاہتا ہوں کہ یہ سارا محکمہ ہی ٹیکنیکل ہے۔ اس وقت اس میں 30 کے قریب Ph.Ds حضرات ہیں جن میں ڈائریکٹر جنرل ریسرچ کے پاس 13 کے قریب کام کر رہے ہیں اور وہ سب ریسرچ پر ہی کام کر رہے ہیں اور ڈائریکٹر جنرل ایکسٹینشن کے پاس 17 Ph.Ds ہیں۔ یہ ٹوٹل 30 بنتے ہیں ان میں کچھ لوگ انتظامی امور پر کام کر رہے ہیں اور باقی ریسرچ پر کام کر رہے ہیں۔ اس وقت محکمے کے پاس لاہور میں ویٹرنری ریسرچ انسٹیٹیوٹ موجود ہے۔ بارانی لائیو سٹاک پروڈکشن ریسرچ انسٹیٹیوٹ خیری مہرک ضلع اٹک میں ہے۔ راولپنڈی میں ویٹرنری ریسرچ انسٹیٹیوٹ ہے، Buffalo Research Institute ہے۔ یہ مختلف ریسرچ انسٹیٹیوٹ ہیں جہاں پر وہ لوگ کام کر رہے ہیں اور بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میں نے چار سال پہلے یہ سوال پوچھا تھا اور انھوں نے اس کے جواب میں فرمایا تھا کہ محکمہ اس وقت بھرپور کوشش کر رہا ہے کہ یونیورسٹی آف ویٹرنری اینڈ اینمل سائنسز لاہور کے تعاون سے مستقبل کے ماہرین کو فیلڈ سے متعلقہ مسائل پر ریسرچ کرائی جائے۔ انھوں نے تین سال پہلے یہ جواب دیا ہے کہ ریسرچ کرائی جائے تو میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا ریسرچ کرانے کا عمل شروع ہو گیا ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر آبپاشی!

وزیر آبپاشی، امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ: جناب سپیکر! اس پر عمل شروع ہو گیا ہے اور اس حکومت کی بہتر کارکردگی ہے کہ ایک ویٹرنری کالج کو یونیورسٹی آف ویٹرنری اینڈ اینمل سائنسز کا درجہ دیا گیا ہے۔ اب وہ یونیورسٹی قائم ہو چکی ہے اور وہاں ریسرچ ہو رہی ہے۔ اس کا ایک یونٹ جھنگ میں قائم ہو گیا ہے اور وہاں پر بھی کام شروع ہو چکا ہے۔ فیصل آباد زرعی یونیورسٹی میں بھی اس کی تحقیقات شروع کی گئی ہیں۔ ملتان، راولپنڈی اور بہاولپور میں بھی ان کی faculties کا قیام عمل میں لائے ہیں۔ اسی طرح بہاولپور میں اسلامیہ یونیورسٹی اور راولپنڈی میں ایرڈ یونیورسٹی

میں ان کا قیام عمل میں لایا گیا ہے اور وہاں پر مکمل ریسرچ ہو رہی ہے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ 17Ph.Ds حضرات کو انتظامی عہدوں پر لگایا گیا ہے۔ میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا حکومت کوئی ایسا ارادہ رکھتی ہے کہ جو 17 Ph.Ds حضرات انتظامی عہدوں پر کام کر رہے ہیں ان کو وہاں سے ہٹا کر ریسرچ پر لگایا جائے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر آبپاشی!

وزیر آبپاشی، امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ: جناب سپیکر! جو انتظامی امور پر کام کر رہے ہیں اگر دیکھا جائے تو وہ بھی ایک ریسرچ کا کام ہو رہا ہے چونکہ بنیادی طور پر یہ محکمہ بھی جانوروں اور پولٹری کی ریسرچ پر ہی کام کر رہا ہے۔ انتظامی امور کے ساتھ ساتھ ان کی مکمل گائیڈ لائن اسی چیز پر ہے اس لئے ایسا کوئی ارادہ نہیں کہ ان کو further disturb کیا جائے۔

جناب سپیکر: وہ انتظامی امور کے ساتھ ساتھ ریسرچ پر بھی کام کر رہے ہیں۔

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! میرا تو سادہ سا سوال ہے کہ کیا وہ ان Ph.Ds حضرات کو انتظامی عہدوں سے ہٹا کر صرف ریسرچ پر لگانا چاہتے ہیں یا نہیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر آبپاشی!

وزیر آبپاشی، امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ: جناب سپیکر! انھوں نے جس شعبے میں Ph.D کی ہوئی ہے اگر کسی خاص تحقیقاتی مسئلے کے حوالے سے ضرورت ہو گی تو انشاء اللہ تعالیٰ ان سے یہ کام لیا جائے گا۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! اس پر کافی ضمنی سوالات ہو گئے ہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میرا ایک relevant سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! ریسرچ کی بات ہو رہی ہے۔ بہاولپور میں 64 لاکھ ایکڑ رقبے

پر مشتمل چولستان ہے اور وہاں کم و بیش 8 لاکھ جانور موجود ہیں لیکن وہاں شدید مشکلات ہوتی ہیں۔ جب بارشیں نہیں ہوتیں تو ان کے لئے چارہ نہیں ہوتا اور اتنی بڑی تعداد میں جانوروں کو شہروں میں تو لایا نہیں جا سکتا۔ یہ معاملہ سالہا سال سے اسی طرح چل رہا ہے اور وہاں پر کوئی مثبت ڈویلپمنٹ نظر نہیں آتی۔ چونکہ میرا تعلق وہاں سے ہے اس لئے میں وزیر موصوف سے یہ ضمنی سوال کرنا چاہتا ہوں کہ چولستان میں جہاں 8 لاکھ کے قریب جانور ہیں ان کی ویلفیئر، ان کی بہتری اور مزید بڑھوتری کے لئے حکومت کی کیا منصوبہ بندی ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر آبپاشی!

وزیر آبپاشی، امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ: جناب سپیکر! وہاں جوگیت پیر میں ایک لائیو سٹاک فارم ہے اور چولستان کی مخصوص گائے پر ریسرچ بھی ہو رہی ہے اور اسے محفوظ کرنے کے لئے بھی اقدامات اٹھائے جا رہے ہیں۔ اس حوالے سے چولستانیوں کو پوری گائیڈ لائن دی جاتی ہے اور ان کو بہتر طریقے سے قرضہ جات بھی دیئے جاتے ہیں تاکہ وہ چولستانی نسل کو محفوظ کر سکیں اور حکومت ان کے لئے چارہ جات بھی مہیا کرتی ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ چودھری اصغر علی گجر صاحب!

چودھری اصغر علی گجر: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں گزارش کرتا ہوں کہ پاکستان کے اندر اتنی ریسرچ ہونے کے باوجود یہ پیشہ منافع بخش نہیں ہے۔ یہاں پر جو دودھ کی فیکٹریاں چل رہی ہیں یا ہمیں بازار سے جو دودھ مل رہا ہے۔ میرا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ اس دودھ میں تیزاب، یوریا کھاد اور دنیا بھر کی گندگی اور غلاظت ملا کر ان فیکٹریوں میں دیتے ہیں اس کے بعد یہ فیکٹریاں ہمیں -/40 سے -/45 روپے کلو کے حساب سے فراہم کرتی ہیں۔ اتنے تمام کام کے باوجود کیا پاکستان کے اندر کوئی ایسا لائیو سٹاک فارم ہے جو منافع کی طرف جا رہا ہو؟

جناب سپیکر: جی، وزیر آبپاشی!

وزیر آبپاشی، امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ: جناب سپیکر! چونکہ بنیادی طور پر لائیو سٹاک فارم ریسرچ فارمز ہوتے ہیں اور جہاں پر ریسرچ ہوتی ہے وہاں اس کے منافع کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ وہاں کے لئے حکومت رقم مخصوص کرتی ہے تاکہ ریسرچ ہو سکے۔ اگر دیکھا جائے تو حکومت نے 03-2002 میں اس کے لئے 57 ملین روپیہ ADP میں رکھا تھا اور آج 08-2007

میں اس کا 1391 ملین روپیہ ADP میں رکھا گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت اس میں ذاتی طور پر دلچسپی لے رہی ہے اور اس محکمے کو بہتر سے بہتر کیا جا رہا ہے اور اس سلسلے میں دس گنا زیادہ رقم دی جا رہی ہے۔ حکومت نے اس کو بہتر کرنے کے لئے 18 اضلاع میں سپورٹ سروس لائیوسٹاک پروگرام شروع کیا ہوا ہے۔ اس کے تحت لوگوں کو ویکسینیشن کے حوالے سے پوری آگاہی دی جاتی ہے کہ کس طرح اپنے جانوروں کو رکھنا ہے اور کس طرح بہتر کرنا ہے۔

چودھری اعجاز احمد سماں: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: پلیز! تشریف رکھیں، کافی بات ہو گئی ہے۔ اب منسٹر صاحب کو بات کرنے دیں۔

وزیر آبپاشی، امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ: حکومت تحصیل ہیڈکوارٹرز ہسپتال کو upgrade کر رہی ہے۔ موبائل ویٹرنری ڈسپنسریز کا قیام عمل میں لے آئے ہیں اور لوگوں کو سہولتیں دی جا رہی ہیں۔ اسی طرح یونین کونسل کی سطح پر سول ڈسپنسریز establish کی جا رہی ہیں اور ٹیکنیکل سٹاف کو موٹر سائیکل فراہم کئے جا رہے ہیں تاکہ وہ آسانی سے کسانوں تک جا سکیں۔ یہ ساری activities اس بجٹ میں رکھ دی گئی ہیں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ اگلا سوال ملک اصغر علی قیصر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: on his behalf سوال نمبر 5281۔

جناب سپیکر: اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

چک شاہ نواز، پاکپتن، 03-2002، تقسیم زکوٰۃ اور بے قاعدگیوں کی تفصیل

*5281: ملک اصغر علی قیصر: کیا وزیر زکوٰۃ و عشر از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) چک شاہ نواز (امر سنگھ) ضلع پاکپتن شریف، 03-2002 میں جن لوگوں کو زکوٰۃ تقسیم کی گئی ان کے نام و پتا جات کی تفصیل سے آگاہ کریں نیز زکوٰۃ کمیٹی کے چیئرمین کا نام بھی تحریر کریں؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ چک شاہ نواز (امر سنگھ) ضلع پاکپتن 2003 میں حق داروں کو زکوٰۃ

تقسیم نہیں کی گئی؟

(ج) کیا محکمہ چک شاہ نواز (امر سنگھ) میں زکوٰۃ کی تقسیم میں بے قاعدگیوں کی انکوائری کروانے کو تیار ہے؟

وزیر زکوٰۃ و عشر:

(الف) مقامی زکوٰۃ کمیٹی چک شاہ نواز امر سنگھ میں یکم جولائی 2002 سے لے کر 30-جون 2003 کے دوران بمطابق ریکارڈ مندرجہ ذیل مستحقین کو زکوٰۃ کی مختلف مدات میں سے امداد دی گئی ہے۔

گزارہ الاؤنس:

غلام بی بی بیوہ محمد صادق، صغراں بی بی بیوہ محمد صادق، اللہ جوئی بیوہ بخشایا، مریم بی بی بیوہ جلال دین، محمد اسلم ولد اللہ دتہ معذور، محمد نواز ولد انور، عطا محمد ولد غلام محمد، شوکت علی ولد نواب دین، منظور احمد ولد محمد موسیٰ، منظور احمد ولد غلام محمد

چھوٹی بحالی: مبلغ پانچ ہزار روپے

لیاقت علی ولد رحمت علی

مستقل بحالی:

انور بی بی بیوہ احمد علی-/20,000 روپے، زبیدہ بی بی بیوہ محمد رشید-/10,000 روپے، شوکت علی ولد نواب دین-/30,000 روپے، محمد رفیق ولد فضل دین قوم بھٹی -/20,000 روپے، محمد صابر ولد محمد صدیق قوم پٹھان-/20,000 روپے، محمد انور ولد سلطان احمد-/30,000 روپے

مقامی زکوٰۃ کمیٹی چک شاہ نواز امر سنگھ کے چیئرمین کا نام جاوید اقبال ولد حاکم علی ہے۔

مقامی زکوٰۃ کمیٹی کے فراہم کردہ ریکارڈ کے مطابق مذکورہ بالا تمام مستحقین مقامی زکوٰۃ کمیٹی چک شاہ نواز میں رہائش پذیر ہیں۔

(ب) جی نہیں، کیونکہ مقامی زکوٰۃ کمیٹی نے باقاعدہ طور پر مستحقین کی درخواستیں قواعد کے مطابق منظور کیں۔

(ج) محکمہ کے ریکارڈ میں مذکورہ زکوٰۃ کمیٹی کے خلاف کوئی درخواست نہ ہے تاہم اگر فاضل ممبر کسی خاص بدعنوانی کی نشاندہی کریں تو محکمہ کارروائی کرنے کو تیار ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں ضمنی سوال پوچھنا چاہتا ہوں کہ جب ہسپتالوں کے اندر کوئی نادار غریب مریض علاج کے لئے آتا ہے تو وہاں موجود سوشل ویلفیئر دفتر سے ایک فارم لے کر پُر کرتا ہے۔ سوشل ویلفیئر والے ڈیمانڈ کرتے ہیں کہ اس فارم کے ساتھ کمپیوٹرائزڈ شناختی کارڈ کی کاپی لگائی جائے۔ آپ کے علم میں ہے کہ ابھی دیہات میں عوام کی ایسی بڑی تعداد ہے جن کے پاس کمپیوٹرائزڈ شناختی کارڈ نہیں ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کا ضمنی سوال کیا ہوا؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: کیا محکمہ اس بات کے لئے تیار ہے کہ کم از کم ہسپتالوں میں اس طرح کے جو نادار غریب مریض ادویات کے لئے apply کرتے ہیں ان کے لئے کمپیوٹرائزڈ شناختی کارڈ کی پابندی waive off کی جائے۔ باقی اور بہت ساری مدات ہیں جن میں حکومت کمپیوٹرائزڈ شناختی کارڈ مانگتی ہے وہ ٹھیک ہے لیکن صحت کے شعبے میں یہ ریلیف دیا جائے اور پرانے شناختی کارڈ کو بھی entertain کیا جائے۔ کیا محکمہ اس کے لئے تیار ہے؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر زکوٰۃ و عشر!

وزیر زکوٰۃ و عشر: شکریہ۔ جناب سپیکر! ویسے تو یہ سوال dispose of ہو چکا ہے اور اب ہم اگلے سوال پر آ گئے ہیں۔ بہر حال چونکہ یہ پبلک کے مفاد کی بات ہے۔ ہر جگہ verification کے لئے شناختی کارڈ کی ضرورت ہوتی ہے اور اب تو یہ اتنا ضروری ہو گیا ہے کہ اس کے بغیر کوئی سرکاری چیز دی ہی نہیں جا سکتی۔ اس وجہ سے اسے بنانا ہی ضروری ہے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ شناختی کارڈ نہ لگائیں میں تو کہہ رہا ہوں کہ 60 فیصد آبادی کے شناختی کارڈ نہیں بنے اس لئے کم از کم جو غریب اور نادار ہسپتالوں میں علاج کے لئے آتے ہیں اگر ان کے پاس پرانا شناختی کارڈ بھی ہو تو خدا کے لئے اسے entertain کر لیا جائے۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! ڈاکٹر صاحب کا یہ سوال ہے کہ کیا محکمہ پرانے شناختی کارڈ کو entertain کرنے کے لئے تیار ہے؟

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب سپیکر! متعلقہ ایم ایس اور وہاں کی کمیٹی competent ہے اور وہ مریض کو

دیکھ کر اس کا علاج کر سکتے ہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں بہاولپور کی بات کر رہا ہوں کہ وہاں BVH میں ایسے کیسز refer ہوتے ہیں تو وہ انکار کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کمپیوٹرائزڈ شناختی کارڈ آئے گا تب آپ کو امداد ملے گی۔ National Identity Card آئے گا تو پھر آپ کو امداد ملے گی۔ میری اس سلسلے میں submission یہ ہے کہ محکمہ اس کے لئے across the board پورے پنجاب کے لئے آرڈر جاری کرے کہ کم از کم ہسپتالوں میں نادار مریضوں کے لئے کمپیوٹرائزڈ شناختی کارڈ کی پابندی ختم کریں اور پرانا شناختی کارڈ بھی entertain کریں۔

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب والا! پالیسی فیڈرل گورنمنٹ بناتی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہم اپنی تجویز ان کو ارسال کر دیں گے۔

جناب سپیکر: جی، حاجی محمد اعجاز!

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! انہوں نے یہاں لکھا ہے کہ گزارا الاؤنس ان لوگوں کو دیا گیا ہے۔ میرا ان سے یہ سوال ہے کہ گزارا الاؤنس کتنا دیا گیا ہے؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ انہوں نے لکھا ہے کہ مستقل بحالی کے لئے بھی رقم دی گئی ہے۔ کسی کو دس ہزار کسی کو بیس ہزار اور کسی کو تیس ہزار دیا گیا ہے۔ کیا اس رقم کو دینے کے بعد کوئی چیک کرنے کا طریقہ رکھا گیا ہے کہ جس مقصد کے لئے رقم دی جا رہی ہے یہ اسی مقصد کے لئے استعمال کی جا رہی ہے؟

جناب سپیکر: وزیر زکوٰۃ و عشر!

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب والا! جو گزارا الاؤنس ہے وہ پانچ روپے فی کس مقرر ہے جو بحالی کی رقم ہے اس میں جو کمی بیشی ہے وہ محکمہ جو اپنا کاروبار کرتا ہے اس کے ساتھ یہ رقم دی جاتی ہے۔ اس کا باقاعدہ آڈٹ ہوتا ہے اور قانون کے مطابق ان کو پیسے دیتے ہیں۔

جناب سپیکر: ملک اصغر علی قیصر صاحب!

ملک اصغر علی قیصر: جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ آپ کے زکوٰۃ کے جو فنڈز ہیں وہ تحصیلوں کو بی ایچ یو یا جو بنیادی صحت کے مراکز ہیں ان کو دیئے جاتے ہیں۔ فیصل آباد کے جو دو بڑے ہسپتال ہیں ان کو مرکزی زکوٰۃ کونسل فنڈز جاری کرتی ہے۔ میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ پنجاب گورنمنٹ کی طرف سے بڑے ہسپتالوں کو فنڈز جاری کرنے پر کوئی قدغن ہے؟ فیصل آباد

کے جو دو بڑے ہسپتال ہیں، فیصل آباد آپ کا بھی شہر ہے وہاں پر لوگوں کو اتنا ذلیل کیا جاتا ہے کہ پہلے وہ کہتے ہیں زکوٰۃ کمیٹی سے فارم لے کر اپنے استحقاق کی attestation کروا کر آئیں۔ ان کا مریض ہسپتال میں مر رہا ہوتا ہے۔ آپ نے جو یہ ادارے بنائے ہیں یہ ان کے لواحقین کو فارموں کے چکر میں ڈال دیتے ہیں۔ میری یہ گزارش ہے کہ deserving مریضوں کا علاج بغیر کسی کے پوچھے کیا جائے اور ان کو دوائیاں ہسپتال سے ہی مہیا کی جائیں۔

جناب سپیکر: وزیر زکوٰۃ و عشر!

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب سپیکر! میں آپ کی رولنگ چاہوں گا کہ جو سوال dispose of ہو چکا ہے اس پر ضمنی سوال ہو سکتا ہے۔

جناب سپیکر: کب dispose of ہو چکا ہے؟

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب والا! یہ سوال تو dispose of ہو چکا ہے۔

جناب سپیکر: نہیں یہ سوال 5281 ہے اور اس سے پہلے 5240 تھا۔

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب والا! یہ سوال نمبر 5240 کے متعلق ضمنی سوال کر رہے ہیں اور وہ سوال dispose of ہو چکا ہے۔

جناب سپیکر: ہم دوسرے سوال کی بات کر رہے ہیں۔

وزیر زکوٰۃ و عشر: وہ پہلے کے متعلق ضمنی سوال کر رہے ہیں۔

ملک اصغر علی قیصر: جناب والا! میرا پہلا سوال تھا میں نے اس کے متعلق ضمنی سوال کیا اور آپ نے کہا ابھی موقع دیتے ہیں۔

جناب سپیکر: نہیں وہ تو پھر dispose of ہو چکا ہے اس پر تو ضمنی سوال نہیں ہو سکتا۔ اگلا سوال سید احسان اللہ وقاص صاحب کا ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: سوال نمبر 6305۔

پولٹری کی مصنوعات / گوشت کی قیمتوں اور ٹرکی / ڈک کی فارمنگ سے متعلق تفصیلات

*6305: سید احسان اللہ وقاص: کیا وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ از راہ نوازش

بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) صوبہ میں پولٹری کی مصنوعات / گوشت کی قیمتوں میں ہوش ربا اضافہ کو روکنے کے لئے کیا اقدامات کئے جارہے ہیں؟

(ب) صوبہ پنجاب میں Turky اور Duck کی فارمنگ کی حوصلہ افزائی کے لئے کیا اقدامات کئے گئے ہیں اس وقت ان پرندوں کے کتنے فارم سرکاری و غیر سرکاری شعبہ میں قائم کئے گئے ہیں؟

(ج) کیا صوبہ پنجاب سے پولٹری کی مصنوعات بیرون ملک بھی ایکسپورٹ کی جاتی ہیں مقامی ضروریات کی اہمیت کے پیش نظر سپلائی بڑھانے کے لئے کیا اقدامات کئے جارہے ہیں؟

وزیر آبپاشی، امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ

(الف) صوبہ میں پولٹری کی مصنوعات / گوشت کی قیمتوں میں ہوش ربا اضافہ کو روکنے کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات کئے ہیں۔

1۔ حکومت پنجاب نے مرغیوں کے گوشت کی پیداواری لاگت کم کرنے کے لئے پنجاب پولٹری ایڈوائزری بورڈ کے توسط سے مقامی حکومت کو بجلی کے ٹیرف میں کمی اور سویابین کی مقامی کاشت کی ترویج پولٹری فیڈ کے اجزاء اور مشینری کی درآمد پر ڈیوٹی کی شرح میں خاطر خواہ کمی کرنے کی سفارشات کی ہیں۔ان پر عملدرآمد سے مرغبانی کی صنعت کو درپیش مسائل حل ہوں گے اور پیداواری لاگت میں خاطر خواہ کمی ہوگی جس سے گوشت کی قیمتوں میں اضافہ رک جائے گا۔

2۔ پولٹری کی بڑھوتری کے لئے حکومت نے آسان شرائط پر قرضہ جات کا اجراء بھی کردیا ہے۔

(ب) حکومت پنجاب نے ڈک اور ٹرکی فارمنگ کے لئے ترقیاتی منصوبے برائے سال 2003-04 ٹرکی فارمنگ مالیت 18.60 ملین روپے اور ڈک فارمنگ مالیت 32.275 ملین روپے کی لاگت سے تجویز کئے تھے مگر مرغیوں میں ایوین انفلوئنزا کی بیماری کے خدشات کے پیش نظر یہ دونوں منصوبے ختم کردیئے گئے اس وقت صوبہ میں ڈک اور ٹرکی فارمنگ کے لئے کوئی فارم موجود نہیں ہے جبکہ غیر سرکاری سطح پر پنجاب کے مختلف اضلاع میں تجرباتی طور پر ڈک اور ٹرکی فارمنگ کا آغاز ہوا تھا لیکن ڈک اور ٹرکی کے گوشت اور انڈوں کی طلب نہ ہونے کی وجہ سے ڈک اور ٹرکی فارم بند

ہو گئے۔

(ج) ہاں۔ صوبہ پنجاب سے ایک روزہ چوزہ اور زرخیز انڈے جو مقامی ضروریات سے زائد ہوتے ہیں باہر کے ممالک برآمد کئے جاتے ہیں۔ انڈے اور مرغی کے گوشت کی مقامی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے نجی سطح پر پولٹری کی ترقی اور ترویج کے لئے حکومت پنجاب خاطر خواہ کوشش کر رہی ہے۔ اس سلسلے میں مرغیوں کے امراض کی روک تھام، پولٹری فارمنگ کے بارے میں فنی تربیت اور مرغیوں کی مختلف مسائل پر تحقیقی کام سرانجام دیا جارہا ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

سید احسان اللہ وقاص: جناب والا! جز(الف) میں نے پوچھا تھا کہ صوبہ میں پولٹری کی مصنوعات /گوشت کی قیمتوں میں ہوش ربا اضافہ کو روکنے کے لئے کیا اقدامات کئے جا رہے ہیں؟ اب تین سال بعد یہ جواب دیا گیا ہے کہ کچھ اقدامات کئے گئے ہیں اور کچھ چیزیں اس جواب میں لکھی گئی ہیں۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس کا رزلٹ کیا نکلا ہے، کیا پولٹری کی مصنوعات کی قیمتوں میں کوئی کمی ہوئی ہے جبکہ پولٹری کا گوشت تو پہلے سے بھی بہت مہنگا ہو گیا ہے؟

جناب سپیکر: آپ کا ضمنی سوال کیا ہوا؟

سید احسان اللہ وقاص: میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ان کے جو اقدامات ہیں اس سے کوئی خاطر خواہ رزلٹ حاصل نہیں ہوا۔ کیا کوئی ایسے اقدامات ان کے ذہن میں ہیں جس کے نتیجے میں گوشت کی قیمتیں کم ہو سکیں؟

وزیر آبپاشی، امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ: جناب والا! جواب میں بتایا گیا ہے کہ پنجاب پولٹری ایڈوائزی بورڈ کی وساطت سے فیڈرل گورنمنٹ کو کچھ سفارشات پیش کی گئیں تھیں جس میں بجلی کے ٹیرف میں کمی اور سویابین کی مقامی کاشت کی ترویج پولٹری فارم کے اجزاء اور مشینری کی درآمد پر ڈیوٹی کی شرح میں خاطر خواہ کمی کرنے کی سفارشات تھیں۔ اس فیڈرل بجٹ میں صرف مشینری کی درآمد پر ڈیوٹی کی شرح میں کمی کی گئی ہے باقی ماندہ تجویزوں پر غور نہیں کیا گیا۔ اس پر پنجاب گورنمنٹ اپنے لیول پر کام کر رہی ہے لیکن اصل میں ڈیمانڈ اور سپلائی کی بات ہوتی ہے ڈیمانڈ کے مطابق سپلائی اگر بہتر ہو گی تو خود بخود پولٹری فیڈ سستی ملے گی۔ اس سلسلے میں یہ

بتادوں کہ سال02-2001میں ان پولٹری فارموں کی تعداد15ہزار کے قریب تھی جبکہ اب اس کی تعداد20ہزار سے تجاوز کرچکی ہے۔یہ حکومت کی بہتر حکمت عملی کے تحت ہی ہے کہ لوگوں نے پانچ ہزار سے زیادہ ہیچریز اور پولٹری فارم بنائے ہیں۔جیسے جیسے زیادہ فارم بنیں گے سپلائی زیادہ ہو گی تو پھر سپلائی اینڈ ڈیمانڈ کے اصول کے تحت پیداوار زیادہ ہونے سے پولٹری بھی سستی ہو جائے گی۔

جناب سپیکر: سید احسان اللہ وقاص!

سید احسان اللہ وقاص: جناب والا! عرض یہ ہے کہ وزیر موصوف یہ فرما رہے ہیں کہ سپلائی اینڈ ڈیمانڈ کے مطابق فیصلہ ہوتا ہے۔جو چیز وہ سپلائی کریں اگر اس پر گورنمنٹ کے ٹیکس اتنے زیادہ ہوں تو ظاہر ہے وہ چیز مہنگی ہو گی اور ان کی costبھی زیادہ ہو گی۔پاکستان میں پولٹری انڈسٹری ٹیکسٹائل انڈسٹری کے بعد دوسری بڑی انڈسٹری ہے۔اربوں روپے لوگوں نے اس میںinvest کئے ہوئے ہیں لیکن گورنمنٹ نے کبھی اس کو انڈسٹری نہیں سمجھا اس کا نتیجہ آپ یہیں سے دیکھ سکتے ہیں کہ تین سال پہلے انہوں نے یہ جواب دیا کہ ایڈوائزری بورڈ نے یہ سفارشات فیڈرل گورنمنٹ سے کی ہیں اور ان تین سال کے عرصے میں کسی ایک سفارش پر بھی عملدرآمد نہیں کروا سکے ہیں اس لئے میری یہ گزارش ہے کہ پولٹری کی وہ چیزیں جس سے پولٹری کی نشوونما ہوتی ہے ان پر جو ٹیکس عائد کئے گئے ہیں جب تک وہ کم نہیں کریں گے اس وقت تک قیمتیں کم نہیں ہوں گی۔سپلائی اور ڈیمانڈ کا مسئلہ نہیں ہے۔خود انہوں نے جو سفارشات کی ہیں ان پر بھی عملدرآمد نہیں کروا سکے ہیں۔

جناب سپیکر: حکومت ان تجاویز پر غور کر رہی ہے اور کیا پولٹری کی قیمتیں کم کی جا سکتی ہیں؟

وزیر آبپاشی، امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ: جناب والا! فیڈرل گورنمنٹ کو سفارشات کی گئی ہیں اور اس پر عملدرآمد کروانا فیڈرل گورنمنٹ کا ہی کام ہے۔ہم اپنی پولٹری ایڈوائزری بورڈ کی وساطت سے فیڈرل گورنمنٹ کو اپنی سفارشات ارسال کر دیں گے۔

جناب سپیکر: شیخ اعجاز احمد!

شیخ اعجاز احمد: شکریہ۔جناب سپیکر! جناب والا اس سوال کا جز(ج)ملاحظہ فرمائیں جس کا انہوں نے جواب دیا ہے کہ صوبہ پنجاب سے ایک روزہ چوزہ اور زرخیز انڈے جو مقامی ضروریات سے زائد

ہوتے ہیں باہر کے ممالک برآمد کئے جاتے ہیں۔انڈے اور مرغی کے گوشت کی مقامی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے نجی سطح پر پولٹری کی ترقی اور ترویج کے لئے حکومت پنجاب خاطر خواہ کوشش کر رہی ہے۔

جناب والا!یہاں پر یہ وزیر موصوف کے لئے relevant ہے کہ حکومت پنجاب خاطر خواہ کوشش کر رہی ہے ۔ اس سلسلے میں مرغیوں کے امراض کی روک تھام کے لئے ، پولٹری فارمنگ کے بارے میں فنی تربیت اور مرغیوں کی مختلف مسائل پر تحقیقی کام سرانجام دیا جارہا ہے۔

جناب سپیکر! میرا اس سلسلے میں ضمنی سوال یہ ہے کہ حکومت پنجاب اس سلسلے میں جو خاطر خواہ کوشش کر رہی ہے وزیر موصوف وہ بتادیں اور اس سلسلے میں امراض کی جو روک تھام ہے اور پولٹری فارمز کی جو اپ گریڈیشن ہے اس کے حوالے سے جو تحقیقی کام ہو رہا ہے وہ کب سے شروع ہے اور اب کن مراحل میں پہنچ چکا ہے ان تحقیقی کاموں پر کن لوگوں کو مامور کیا گیا ہے؟

جناب سپیکر: وزیر آبپاشی!

وزیر آبپاشی، امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ: جناب والا!حکومت پولٹری کی پیداوار بڑھانے کے لئے جو اقدامات کر رہی ہے اس سلسلے میں حکومت نے راولپنڈی میں ایک پولٹری ریسرچ انسٹیٹیوٹ بنایا ہوا ہے اس کا نیٹ ورک پورے پنجاب میں پھیلایا ہے۔اس ادارے میں پولٹری کے فروغ کے لئے مختف سروسز مہیا کی گئی ہیں جس میں پولٹری فارم کے آغاز سے لے کر اس کے ٹریننگ پروگرام تک مختلف دورانیہ کے ٹریننگ کورسز کا اجراء کیا جاتا ہے۔تمام بیماریوں کی تشخیص کے لئے پورے پنجاب میں مختلف لیبارٹریز کا اجراء کیا گیا ہے۔مختلف بیماریوں کی روک تھام کے لئے فیلڈ میں پولٹری فارمز اور دیہات میں حفاظتی ٹیکہ جات اور جراثیم کش ادویات کا سپرے وغیرہ کیا جاتا ہے۔لوگوں کو پولٹری فارم کے کام کی سوجھ بوجھ کے لئے فری لٹریچر تقسیم کیا جاتا ہے۔اس کے علاوہ مرغیوں کی پیداوار بڑھانے کے لئے حکومت environmentally controlled farm system کو بھی promote کر رہی ہے اور اس سلسلے میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ 8۔مئی 2006 کو جب برڈ فلو کا حملہ ہوا تھا تو اس وقت گورنمنٹ نے اپنے VRI Centre لاہور میں اس کی ویکسین بنائی اور اب تک 40 لاکھ 62 ہزار doses supply کی جاچکی ہیں اور اس کو برڈ فلو کے حوالے سے دیکھا جائے تو یہ سروسز 2007 تک ہو رہی ہیں اور تقریباً

صرف 49 برڈ فلو کیسز کی شناخت ہوئی اور ان کو پوری حفاظتی تدابیر کے ساتھ زمین میں دفنایا گیا اور متاثرہ فارموں پر سپرے بھی کیا گیا۔ اس کے علاوہ جن لوگوں کا نقصان ہوا تھا اس میں گورنمنٹ نے compensation بھی دیا تو یہ ایک بڑا احسن اقدام ہے کہ برڈ فلو کے حوالے سے ویکسین زیادہ میں -/7 روپے کی تھی وہ گورنمنٹ نے صرف 50 پیسے میں تیار کر کے مہیا کی ہے تو اس سے اور زیادہ کیا ہو سکتا ہے۔ پچھلے سال تقریباً 70 لاکھ روپیہ متاثرین کو as a compensation دیا گیا۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! اس میں میری گزارش یہ ہے۔۔۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! کافی detail کے ساتھ جواب آ گیا ہے۔ چودھری اصغر علی گجر صاحب۔۔۔ شیخ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ یہ کوئی مناظرہ تھوڑا کروانا ہے انہوں نے آپ کے ضمنی سوال کا بڑی detail کے ساتھ جواب دیا ہے۔ ایک ایک سوال پر اگر آپ آدھ گھنٹہ لگا دیں گے تو باقی ماندہ سوالوں کا کیا بنے گا۔ جی، اصغر علی گجر صاحب!

چودھری اصغر علی گجر: جناب سپیکر! ایک دن کا چوزہ -/5 روپے میں بھی فروخت ہوتا ہے اور وہی ایک دن کا چوزہ -/30 روپے میں بھی فروخت ہوتا ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس سے پولٹری کے اندر بڑا بحران پیدا ہوتا ہے تو کیا گورنمنٹ یہ نہیں کر سکتی کہ ایک دن کے چوزے کی قیمت مقرر کر دے کہ ان کا خرچہ کتنا ہے، انہیں profit کتنا دینا چاہئے تاکہ اس میں استحکام آ سکے؟ یہ ایک دن کے چوزے کی قیمت fix کر دیں۔

جناب سپیکر: جی، وزیر آبپاشی!

وزیر آبپاشی، امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ: جناب سپیکر! چودھری صاحب کی بڑی اچھی تجویز ہے انشاء اللہ تعالیٰ اس پر عمل کروایا جائے گا۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ (قطع کامیاں)

حاجی صاحب! کافی ضمنی سوال ہو گئے ہیں۔ ایک گھنٹہ ٹوٹل ٹائم ہے اس طرح سے کافی سوال رہ جاتے ہیں۔ جی، فرمائیں!

حاجی محمد اعجاز: شکریہ۔ جناب سپیکر! انہوں نے اپنے جز (الف) میں پولٹری کی بہتری کے حوالے سے فرمایا ہے۔ میرا ان سے ضمنی سوال یہ ہے کہ پولٹری کی پیداوار بڑھانے کے لئے کیا گورنمنٹ آف پنجاب بلاسود قرضے جاری کرنے کا کوئی ارادہ رکھتی ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر آبپاشی!

وزیر آبپاشی، امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ: جناب سپیکر! اس حوالے سے قرضہ جات بنک دیتے ہیں۔ گورنمنٹ فارمرز کو پوری services provide کرتی ہے۔ تمام اضلاع میں لائیو سٹاک آفیسرز یہ provide services کرتے ہیں۔ اسی طرح پولٹری کے حوالے ہمارے ریسرچ انسٹیٹیوٹس میں جو ماہرین بیٹھے ہوئے ہیں وہ feasibility reports تیار کر کے services بنا کر بنک میں دی جاتی ہیں اور جو بنک کے معیار کے مطابق ہوتا ہے بنک ان کا process کر کے انہیں loaning وغیرہ کرتا ہے۔

جناب سپیکر: جی، next ہیں۔ سید مجاہد علی شاہ صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! سوال نمبر 6924، On his behalf۔

جناب سپیکر: On his behalf۔ ڈاکٹر وسیم اختر صاحب!

ضلع پاکپتن، 2003 تا حال، زکوٰۃ فنڈز اور تقسیم کی تفصیل

*6924: سید مجاہد علی شاہ: کیا وزیر زکوٰۃ و عشر از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) سال 2003 سے آج تک ضلع پاکپتن کو کتنی رقم زکوٰۃ کی مد میں موصول ہوئی تفصیل سال وار فراہم کی جائے؟

(ب) اس فنڈ سے کتنی رقم بطور زکوٰۃ غرباء میں تقسیم کی گئی اور کتنی رقم دفتری اخراجات، سرکاری ملازمین کی تنخواہوں / ٹی اے، ڈی اے، گاڑیوں کی مرمت پر خرچ ہوئی؟

(ج) ان سالوں کے دوران اس ضلع میں زکوٰۃ کی کتنی رقم کی خُورد بُرد کا انکشاف ہوا تفصیل فراہم کریں؟

(د) زکوٰۃ کی اس رقم کی خُورد بُرد کے سلسلہ میں جن سرکاری ملازمین کے خلاف محکمانہ قانونی کارروائی کی گئی، ان کے نام اور جو ان کو سزا دی گئی اس کی تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیر زکوٰۃ و عشر:

(الف) ضلع پاکپتن کو زکوٰۃ کی مد میں سال 2003 سے آج تک موصول ہونے والی رقم کی سال وار تفصیل درج ذیل ہے:۔

2003-04 7,86,68,492/- روپے
2004-05 7,88,61,868/- روپے
2005-06 /- 5,54,49,358روپے

(ب) اس فنڈ سے غرباء میں-/187333866روپے کی رقم تقسیم کی گئی جبکہ دفتری اخراجات، ملازمین کی تنخواہوں اور گاڑیوں کی مرمت پر-/9847214 روپے کی رقم خرچ ہوئی، سال وار تفصیل تتمہ (الف) برائے ملاحظہ ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

(ج) ان سالوں کے دوران خُورد بُرد ہونے والی رقم کی سال وار تفصیل درج ذیل ہے:۔

سال	خُورد بُرد شدہ رقم
2003-04	-/56,500روپے

کیس محکمہ انسداد رشوت ستانی میں زیر تفتیش ہے۔

سال	خُورد بُرد شدہ رقم
2004-05	-/80,000روپے

رقم برآمد کر کے کمیٹی توڑ دی گئی۔مالی سال2005-06اور2006-07کی پہلی ششماہی قسط میں کسی قسم کی خُورد بُرد نہ ہوئی ہے۔

(د) مذکورہ بالا خُورد بُرد میں کوئی سرکاری ملازم ملوث نہ تھا تاہم مالی سال2003-04میں مقامی زکوٰۃ کمیٹی46/E.Bکے چیئرمین نے-/56,500روپے کی رقم خُورد بُرد کی۔ محکمہ نے اسے عہدے سے برطرف کر کے کیس انٹی کرپشن کے حوالے کر دیا۔مالی سال 2004-05مقامی زکوٰۃ کمیٹی16/E.Bکے چیئرمین نے-/80,000روپے خُورد بُرد کئے بعدازاں محکمہ نے ریکوری کر کے کمیٹی توڑ دی۔

جناب سپیکر:کوئی ضمنی سوال؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر:جناب سپیکر!میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہ سوال27-05-05کو محکمے کو بھیجا گیا اور25-07-05کو اس کا جواب آیا۔اس میں اس کے جز(د)میں انہوں نے لکھا ہے کہ مقامی زکوٰۃ کمیٹی46/E.Bکے چیئرمین نے-/56,500روپے کی رقم خورد برد کی۔محکمے نے اسے عہدے

سے برطرف کر کے کیس انٹی کرپشن کے حوالے کر دیا۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ یہ کیس انٹی کرپشن کو دیا گیا ہے یہ کیس کس stage پر ہے کیونکہ اس کیس کو 2 سال ہو گئے ہیں؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر زکوٰۃ و عشر!

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب سپیکر! اس کیس کی پچھلے ماہ تاریخ تھی۔ ابھی آئندہ تاریخ fix نہیں ہے لیکن محکمہ اس کی پیروی کر رہا ہے۔

جناب سپیکر: ان کا سوال یہ ہے کہ یہ کس stage پر ہے۔

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب سپیکر! کیس ابھی عدالت میں ہے اور اس کی نئی تاریخ ابھی fix نہیں ہوئی۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ فرزانہ راجہ صاحبہ!

محترمہ فرزانہ راجہ: جی، شکریہ۔ جناب سپیکر! میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہ رہی ہوں کہ جہاں پر زکوٰۃ و عشر کمیٹیاں بنی ہوئی ہیں تو وہاں پر بہت سی ایسی بیوہ خواتین کے نام لسٹوں میں شامل کر لئے جاتے ہیں جن کے علم میں بھی نہیں ہوتا کہ ان کا نام لسٹوں میں شامل کیا گیا ہے اور باوجود اس کے کہ ان کا تعلق اچھے خاصے کھاتے پیتے گھرانوں سے ہے اور ان کے نام پر جو پیسے ملتے ہیں وہ زکوٰۃ و عشر کمیٹیوں کے چیئرمینوں اور دیگر متعلقہ لوگوں کی جیبوں میں چلے جاتے ہیں تو ان کے پاس check and balance کا کیا سسٹم ہے کہ وہ check کریں کہ یہ پیسے صحیح مستحق لوگوں تک پہنچ رہے ہیں اور اس کے ساتھ میں ان سے یہ سوال بھی پوچھتی ہوں کہ زکوٰۃ و عشر کمیٹی کے جو چیئرمین مقرر کئے جاتے ہیں انہیں کس criteria کے تحت تعینات کیا جاتا ہے۔ کیا وہ باکردار لوگ ہیں، کیا وہ اس طرح کرپشن میں involve نہیں ہوں گے کیونکہ اس طرح کی میرے پاس بہت سی complaints آئی ہیں؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر زکوٰۃ و عشر!

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب سپیکر! یہ ضمنی سوال relevant نہیں بنتا۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: جی، شیخ اعجاز احمد صاحب!

شیخ اعجاز احمد: شکریہ۔ جناب سپیکر! ویسے تو وزراء کی کارکردگی گزشتہ ساڑھے چار سال سے سوالیہ نشان بنی ہوئی ہے اور اب منسٹر موصوف نے جو جواب دیا ہے کہ یہ ضمنی سوال relevant نہیں ہے۔ اس سے آپ ملاحظہ فرمالیں کہ منسٹر موصوف چیئر کے اختیار استعمال کرنے جا رہے ہیں۔ جس

سوال کو آپ کو irrelevant کہنا چاہئے تھا اس کے بارے میں وہ فرما رہے ہیں۔ انہوں نے یہ جو فہرست بھجوائی ہے ہم شروع دن سے یہ کہہ رہے ہیں کہ زکوٰۃ و عشر کمیٹیوں کے ذریعے انہوں نے سیاسی رشوت کا بازار گرم کیا ہوا ہے۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! آپ ضمنی سوال کریں۔ (قطع کلامیاں)

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! میں اپنے ضمنی سوال کی طرف آ رہا ہوں۔ کسی نے کہا تھا کہ:

ظفر میں نے کیا وکیل اسے
جو کوئی مشورہ نہیں دیتا

تو منسٹر موصوف جواب ہی دینے سے قاصر ہیں۔ میری یہ گزارش ہے کہ اگر آپ خلفائے راشدین کا دور دیکھیں تو نبی پاک ﷺ کے دور میں جب یہ ذمہ داریاں ڈالی جاتی تھیں۔۔۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! آپ تقریر تو نہ کریں، آپ ضمنی سوال کریں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! میں وہی کرنے لگا ہوں۔ جب ذمہ داریاں ڈالی جاتی تھیں تو صحابہ کرام چھپتے پھرتے تھے۔ اب جس صاحب پر انہوں نے ذمہ داری ڈالی، جن کا نام یہاں پر جاوید اقبال بتایا گیا ہے اور اس چیئرمین کے خلاف انہوں نے کارروائی کی اور کمیٹی توڑ دی گئی۔ میرا ان سے ضمنی سوال یہ ہے کہ وہ چیئرمین کس کی سفارش پر بنایا گیا تھا اور اس نے جو رقم خورد برد کی اور محکمے کی طرف سے اس کے خلاف اب تک کیا کارروائی کی گئی ہے اور وہ کارروائی کس stage پر ہے وزیر موصوف کو یہ بھی نہیں پتا کہ وہ کیس کہاں پر ہے؟

جناب سپیکر: منسٹر زکوٰۃ و عشر!

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب سپیکر! شیخ صاحب نے کمیٹیوں کے متعلق سوال کیا ہے جبکہ یہ سوال کمیٹیوں کے متعلق ہے ہی نہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے پہلے بھی اسی کے متعلق سوال کیا تو میں نے عرض کیا تھا کہ یہ کیس عدالت میں زیر سماعت ہے اور محکمہ اس کی پیروی کر رہا ہے۔ جب عدالت کی طرف سے کوئی فیصلہ آئے گا تو پھر میں آگاہ کروں گا۔

جناب سپیکر: ابھی ان کا سوال یہ ہے کہ جس چیئرمین کا اس سوال میں ذکر کیا گیا ہے کہ اس نے اتنی رقم خورد برد کی تو ان کا سوال یہ ہے کہ جب آپ نے اس کو چیئرمین بنایا تو اس کا طریق کار کیا تھا؟

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب سپیکر! چیئرمین ضلعی زکوٰۃ کمیٹی مقرر کرتی ہے۔ اس میں ایک گزیٹڈ آفیسر

ہوتا ہے۔ ایک عمائدین میں سے ہوتا ہے اور ایک محکمے کا بندہ ہوتا ہے۔ تین بندوں پر مشتمل کمیٹی ہوتی ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، چودھری جاوید احمد صاحب!

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں اپنے بھائی سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ اس دور حکومت میں واقعی فنڈز بہت زیادہ گئے ہیں اور ہمارا محکمہ بہت اچھا کام کر رہا ہے۔ ان کے VTIs خصوصی طور پر ہماری بچیوں اور بچوں کو ٹریننگ دے رہے ہیں لیکن میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ پسماندہ اضلاع کے لئے خصوصی فنڈز مختص کر سکتے ہیں یا یہ کس بنیاد پر یہ ہر ضلعے کے لئے فنڈز مختص کرتے ہیں؟ ہمارا علاقہ انتہائی غریب اور پسماندہ ہے۔ وہاں پر غریبوں کی فلاح و بہبود کی بہت زیادہ ضرورت ہے؟ اس لئے میں گورنمنٹ کی پالیسی کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ گورنمنٹ کی پالیسی کیا ہے؟

وزیر زکوٰۃ وعشر: جناب سپیکر! فیڈرل زکوٰۃ کونسل تمام فنڈز آبادی کے لحاظ سے تقسیم کرتی ہے۔ پہلے تمام صوبوں میں اور پھر تمام اضلاع میں تقسیم کرتی ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! پنجاب زکوٰۃ کونسل بھیجتی ہے کہ اس ضلعے کو اتنا اتنا فنڈ ملتا ہے۔ فیڈرل زکوٰۃ کونسل پورا بجٹ بناتی ہے۔ اس حساب سے پنجاب زکوٰۃ کونسل allocate کرتی ہے۔ میری یہ گزارش ہے کہ پسماندہ اضلاع اور بالخصوص ایک خصوصی فنڈ مختص کرنے کے لئے زیادہ فنڈز مختص کرنے کے لئے یہ سفارشات بھیجیں۔

جناب سپیکر: کیا آپ پسماندہ اضلاع کے لئے مرکزی زکوٰۃ کمیٹی کو سفارش کرنے کے لئے تیار ہیں؟

وزیر زکوٰۃ وعشر: ہم فیڈرل زکوٰۃ کونسل کو بھیج سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اگلا سوال سردار شوکت علی ڈوگر صاحب کا ہے، وہ تشریف فرما نہیں ہیں اس لئے یہ سوال dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال سید مجاہد علی شاہ صاحب کا ہے، وہ تشریف نہیں رکھتے اس لئے یہ سوال dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال سمیع اللہ خان صاحب کا ہے، وہ تشریف نہیں رکھتے اس لئے یہ سوال dispose of کیا جاتا ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! حفیظ اللہ خان نوانی صاحب کا سوال رہ گیا ہے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔حفیظ اللہ خان نوانی صاحب کا سوال ہے۔جی، خان صاحب!

جناب حفیظ اللہ خان: سوال نمبر 8865۔

لائیو سٹاک فارم ماہنی تحصیل منکیرہ سے متعلقہ تفصیلات

*8865: جناب حفیظ اللہ خان: کیا وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا حکومت دوسرے اضلاع کی طرح ضلع بھکر میں موبائل ڈسپنسریاں چلانے کا ارادہ رکھتی ہے؟

(ب) لائیو سٹاک فارم ماہنی تحصیل منکیرہ میں تعینات افسران اور اہلکاران کے نام، پتا جات، ڈومیسائل، تعلیمی قابلیت اور عرصہ تعیناتی بیان کریں؟

(ج) فارم کا سال 06-2005 کے کل اخراجات اور آمدنی کی تفصیل بیان کریں؟

وزیر آبپاشی، امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ:

(الف) موبائل ویٹرنری ڈسپنسریز کا قیام وزیر اعلیٰ کے لائیو سٹاک سپورٹ پروگرام کے تحت عمل میں لایا گیا ہے اور جب بھی ضلع بھکر میں مذکورہ پروگرام شروع ہو گا تو موبائل ویٹرنری ڈسپنسری کا قیام عمل میں لایا جائے گا۔

(ب) لائیو سٹاک فارم رکھ ماہنی تحصیل منکیرہ میں تعینات افسران اور اہلکاران کے نام، پتا جات، ڈومیسائل، تعلیمی قابلیت اور عرصہ تعیناتی کی تفصیل ضمیمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) لائیو سٹاک فارم رکھ ماہنی تحصیل منکیرہ کی سال 06-2005 کی آمدنی -/6,57,894 روپے تھی جبکہ کل اخراجات -/60,31,837 روپے کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

HEAD OF A/C		DEV
NON-DEV		Pay NIL Rs.2,282,619/-
Contingencies	Rs 9,74,500/-	Rs. 2,792,718/-
Total	Rs.974,500/-	Rs.5,075,337/-

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال۔

جناب حفیظ اللہ خان: جناب سپیکر! میں نے جز (ب) میں تحصیل منکیرہ کے لائیو سٹاک فارم رکھ

ماہنی میں تعینات افسران اور اہلکاروں کے نام اور عرصہ تعیناتی کا پوچھا ہے۔ اس میں ایک مقبول خان صاحب کا نام لکھا ہوا ہے، وہ آفس سپرنٹنڈنٹ ہیں اور ان کا عرصہ تعیناتی چھ ماہ لکھا ہے۔ ان کا ڈومیسائل ضلع کوہاٹ کا ہے، یہ میرے حلقے میں تعینات ہیں۔ یہ پہلے کلرک تھے اور وہیں تعینات تھے، اس کے بعد بطور ہیڈ کلرک بھی وہیں تعینات تھے۔ اب یہ موصوف ترقی کر کے آفس سپرنٹنڈنٹ ہو گئے ہیں۔ ان کا یہ لکھا گیا ہے کہ یہ چھ ماہ سے تعینات ہیں۔ میرے خیال میں ان کو اس لحاظ سے 25/30 سال ہو گئے ہیں۔

جناب سپیکر: کیا آپ پوچھنا چاہ رہے ہیں کہ ان کو کتنا عرصہ ہوا ہے؟

جناب حفیظ اللہ خان: ان کا criteria کیا ہے۔ یہ تو 25/30 سال سے تعینات ہیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر آبپاشی!

وزیر آبپاشی، امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ: جناب سپیکر! اس میں جو ڈسٹرکٹ لیول کے آفیسر ہوتے ہیں۔ یہ ڈسٹرکٹ لیول کی پوسٹ ہے۔ اس کا ڈومیسائل کوہاٹ کا ہے۔ اس کی حال ہی میں آفس سپرنٹنڈنٹ ترقی ہوئی ہے۔ اس کا آفس سپرنٹنڈنٹ تعیناتی کا عرصہ چھ ماہ ہے۔ گورنمنٹ ٹرانسفر پالیسی کے تحت آفیسر کی تین سال کا تعیناتی عرصہ دیکھا جاتا ہے۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! انھوں نے کہا ہے کہ ان کا ڈومیسائل کوہاٹ کا ہے۔ کیا کسی صوبائی سروس میں دوسرے صوبے کے ڈومیسائل کے حامل فرد کو یہ ملازمت دے سکتے ہیں؟ یہ میرا ضمنی سوال ہے۔

وزیر آبپاشی، امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ: جناب سپیکر! اس سلسلے میں، میں مکمل وضاحت نہیں کر سکتا کیونکہ یہ میرا اپنا محکمہ نہیں ہے لیکن یہ بالکل بجا بات ہے کہ دوسرے صوبے سے اسے باقاعدہ اجازت لینی پڑتی ہے۔ میں چیک کر لیتا ہوں کہ اس کی اجازت ایک صوبے سے دوسرے صوبے میں آنے کے لئے ہے یا نہیں۔ اگر documents میں اس کی اجازت ہوگی تو اس کو اجازت دی گئی ہوگی۔

جناب سپیکر: سید احسان اللہ وقاص صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جز (ج) میں یہ بتایا گیا ہے کہ رکھ ماہنی کے لائیو سٹاک فارم کی 06-2005 کی آمدنی -/657,894 روپے ہے اور وہاں کا خرچ -/

6031837روپے ہے۔اس ساٹھ لاکھ روپے کے خرچ کی جو تفصیل انھوں نے دی ہے اس میں payپر تقریباً23لاکھ روپے خرچ ہوا ہے،Contingenciesپر تقریباً27لاکھ روپے خرچ ہوئے ہیں۔ابھی چودھری اصغر علی گجر صاحب فرما رہے تھے کہ کوئی لائیو سٹاک فارم بتائیں جو منافع پر جا رہا ہو۔آپ اس سے ہمارے لائیو سٹاک فارمز کی حالت کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آمدنی ساڑھے چھ لاکھ روپے ہے اور سالانہ خرچ ساٹھ لاکھ روپے ہے پھر حکومت یہ دعوے کرتی ہے کہ ہم نے بڑے پیسے دیئے ہیں جو پیسے دیتے ہیں وہ اسی طرح لوٹ مار کی نذر ہو جاتے ہیں۔اس فارم کی حالت کو بہتر بنانے اورprofitableبنانے کے لئے حکومت کیا اقدامات کر رہی ہے ؟

جناب سپیکر:جی،وزیر آبپاشی!

وزیر آبپاشی،امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ:جناب سپیکر!اس سلسلے میں،میں نے پہلے بھی واضح کیا ہے کہ لائیو سٹاک فارمز تجرباتی فارم ہیں۔یہاں پر تجربات ہوتے ہیں اور جہاں پر ریسرچ ہوتی ہے تو وہاں پر خرچہ آتا ہے۔اس کوprofitکے حوالے سے نہیں دیکھا جاتا۔لائیو سٹاک فارم رکھ ماہنی کی زمین 9171ایکڑ ہے اور اس میں سے 1575 ایکڑ رقبہ آباد ہے اور7500ایکڑ سے زیادہ رقبہ غیر آباد ہے۔اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ naturallyاس کی آمدنی کیسے زیادہ ہو سکتی ہے۔یہ ریت کے ٹیلوں پر مشتمل ہے اور یہ زمین آباد نہیں ہو سکتی اس لئے وہاں پر صرف breedingکے لئے جانور رکھے گئے ہیں۔اس سال بارش بھی وہاں پر کم ہوئی ہے اور خشک سالی رہی ہے اس لئے وہاں پر فصل کی پیداوار کم ہوئی ہے اور آمدنی بھی کم ہوئی ہے۔

سید احسان اللہ وقاص:جناب سپیکر!انھوں نے جواب درست نہیں دیا۔اگر وہاں پر ڈویلپمنٹ کی ضرورت ہے تو ڈویلپمنٹ کے اخراجات زیادہ ہونے چاہئیں تھے جبکہ ڈویلپمنٹ کے اخراجات -/974,000روپے ہیں اور نان ڈویلپمنٹ کے اخراجات27 لاکھ روپے ہیں۔یہ اس فارم کو بہتر بنانے کے لئے کیا کوششیں کر رہے ہیں۔یہ کہہ رہے ہیں کہ وہاں پر غیر آباد رقبہ ہے تو یہ رقبے کو آباد کریں اور ڈویلپمنٹ کے اخراجات زیادہ کریں وہاں پر تو ساری کی ساری خُورد بُرد ہو رہی ہے تنخواہوں میں اور نان ڈویلپمنٹ میں27 لاکھ بلکہ 28لاکھ روپے خرچ کر دیئے گئے ہیں۔یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم اس کو بہتر بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔یہ تو الٹا اس کا بیڑہ غرق کر رہے ہیں۔

وزیر آبپاشی،امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ:جناب سپیکر!میں واضح کر دوں کہ اس سال کے مالی بجٹ میں170 ملین کی لاگت سے یہاں پر منصوبہ شروع کیا جا رہا ہے جو کہ اس کی

بہتری کے لئے کیا جارہا ہے اور جو اقدامات گورنمنٹ اٹھا رہی ہے اور پوری کوشش کر رہی ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اگلا سوال محترمہ طلعت یعقوب صاحبہ کا ہے۔

محترمہ طلعت یعقوب: جناب سپیکر! سوال نمبر 8948۔

بھونیکی ضلع قصور۔ لائیو سٹاک کی اراضی اور فصلوں سے ہونے والی آمدن کی تفصیل

*8948: **محترمہ طلعت یعقوب:** کیا وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ لائیو سٹاک ایکسپیریمنٹ سٹیشن بھونیکی ضلع قصور کے پاس 1079 ایکڑ اراضی ہے؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو اس سٹیشن پر سال 05-2004 اور 06-2005 میں کون کون سی فصلیں کاشت کی گئی ہیں اور ہر فصل سے کتنی کتنی آمدن ہوئی ہے؟

وزیر آبپاشی، امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ:

(الف) یہ درست ہے کہ لائیو سٹاک ایکسپیریمنٹ سٹیشن بھونیکی ضلع قصور کے پاس 1079 ایکڑ اراضی ہے۔

(ب) اس سٹیشن پر سال 05-2004 اور 06-2005 میں جو جو فصلیں کاشت کی گئی ہیں اور ان کی آمدن کی تفصیل درج ذیل ہے:

سال 2004-05		سال 2005-06	
نام فصل	آمدن روپے	نام فصل	آمدن روپے
سدابہار	116,800/-	سدابہار	-----
کماد	132,000/-	کماد	326,900/-
سوانک باجرہ	----	جوار----	----
جوار	----	مونجی	415,000/-
مونجی	257,500/-	مکئی	144,000/-
مکئی	----	برسیم	----
برسیم	26,000/-	رایا کینولہ	144,400/-
رایا کینولہ	82,070/-	گندم	/- 3,509,332
گندم	4,360,930/-	جوی	422,800/-
جوی	960,000/-	----	----

بانس	42,000/-	----		----
میزان	5,977,300/-		میزان	4,962,432/-

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

محترمہ طلعت یعقوب: میرے سوال کے جز(ب) کے جواب میں کہا گیا ہے کہ سال 2004-05 میں -/5977300 روپے آمدن ہوئی جبکہ سال 2005-06 میں -/4962432 روپے آمدن ہوئی تو میرا اس سلسلے میں ضمنی سوال یہ ہے کہ سال 2005-06 میں زیادہ آمدن کی بجائے کم آمدن ہونے کی وجوہات کیا ہیں۔ آپ اس کو جمع تفریق کر کے دیکھ لیں کہ اس کی آمدن میں کتنا فرق آتا ہے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر آبپاشی!

وزیر آبپاشی، امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ: جناب سپیکر! اس سلسلے میں، میں واضح کر دیتا ہوں کہ پہلے یہاں ہر قسم کی نسلوں کو بہتر کرنے کے لئے ریسرچ کی جاتی تھی۔ اب 2004-05 سے یہاں پر Buffalo Research Institute کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ یہاں پر jersey اور frozen نسل کی گائے قادر آباد میں شفٹ کر دی گئی ہیں۔ اگر دیکھیں تو جواب میں واضح چیز ہے کہ 2004-05 میں چارہ جات میں بھی آمدنی ہوئی۔ سدا بہار چارہ کی آمدن -/1,16,800 روپے ہوئی لیکن 2005-06 میں سدا بہار کو فروخت نہیں کیا گیا جس سے یہ چیز واضح ہوتی ہے کہ چارہ جات کو اگلے سال نہیں بیچا گیا اور جانوروں کی ضرورت کے لئے چارہ زیادہ لگایا گیا تو اس لئے اس کی آمدن کم ہوئی۔ اگر آپ دیکھیں تو سال 2004-05 میں گندم میں -/43,60,930 روپے آمدن ہوئی اور یہ پانچ سو ایکڑ پر گندم لگائی گئی تھی جبکہ اگلے سال چارہ جات زیادہ لگانے کی وجہ سے گندم چار سو ایکڑ پر لگائی ہے جس سے -/35,09,332 روپے آمدن آئی۔ اگر اعداد و شمار کو پوری طرح سے دیکھ لیا جائے تو اس سے میرا جواب واضح ہو جاتا ہے کہ چارہ جات زیادہ لگانے کی وجہ سے اگلے سال آمدن کم ہوئی ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، محترمہ!

محترمہ طلعت یعقوب: جناب سپیکر! اس میں تو بہت واضح فرق ہے۔ میں نے کم آمدن ہونے کی وجوہات بیان فرمائی ہیں اس لئے اس میں تقریباً -/10,14,868 روپے کا فرق آتا ہے۔ میں نے

اس فرق کی وجوہات منسٹر صاحب سے دریافت کی ہیں۔

وزیر آبپاشی، امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ: جناب سپیکر! میں نے بتایا ہے کہ گندم میں -/43,60,930 روپے آمدن ہوئی ہے جو پانچ سو ایکڑ پر تھی اور اگلے سال 35 لاکھ ہوئی جو 400 ایکڑ پر تھی جس کا فرق صاف ظاہر ہے۔ اسی طرح سدا بہار کو ہم نے اگلے سال فروخت ہی نہیں کیا۔ اگر آپ اس کو calculate کریں تو میرا جواب واضح ہو جاتا ہے۔

جناب سپیکر: اب وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

وزیر آبپاشی، امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ: جناب سپیکر! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

وزیر زکوٰۃ و عشر: جناب سپیکر! میں بھی بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

فیصل آباد 2002 تا 2004، ہسپتالوں کے لئے زکوٰۃ فنڈ کی فراہمی

*5240: ملک اصغر علی قیصر: کیا وزیر زکوٰۃ و عشر از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) مالی سال 03-2002 اور 04-2003 میں صحت کے ادارہ جات کی امداد کے لئے ضلع فیصل آباد کو کتنی رقم فراہم کی گئی؟

(ب) اس امداد کے لئے کتنی درخواستیں موصول ہوئیں؟

(ج) کتنے اداروں کی امداد کی گئی؟

(د) کتنے اداروں کی درخواستیں مسترد ہوئیں؟

(ہ) ان کی منظوری دینے والی اتھارٹی کا نام، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(و) اس مد میں سے مالی امداد کے لئے کن کن documents اور تصدیق کی درخواست دہندہ کو کروانا ضروری ہے؟

وزیر زکوٰۃ و عشر:

(الف) ضلع زکوٰۃ کمیٹی فیصل آباد کو صحت کے ادارہ جات کے لئے سال 03-2002 میں -/89,51,780 روپے موصول ہوئے سال 04-2003 میں -/90,48,572 روپے موصول ہوئے، جبکہ ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹرز اور الائیڈ ہسپتال کو قومی سطح کے ہسپتال ہونے کی بنیاد پر مرکزی زکوٰۃ کونسل براہ راست فنڈ جاری کرتی ہے۔

(ب) صحت کی مد سے امداد کے لئے ہیلتھ ویلفیئر کمیٹی جڑانوالہ، سمندری اور تاندلیانوالہ کے تینوں ہسپتالوں کی ہیلتھ ویلفیئر کمیٹیوں کی طرف سے درخواستیں موصول ہوئیں۔

(ج) مرکزی زکوٰۃ کونسل کے منظور کردہ قواعد و ضوابط کے مطابق ضلع فیصل آباد کے 11 دیہی صحت مراکز 168 بنیادی مراکز صحت اور تین تحصیل ہیڈکوارٹرز ہسپتالوں کو امداد دی گئی، وضاحت کی جاتی ہے دیہی مراکز اور بنیادی صحت مراکز کو مقامی زکوٰۃ کمیٹیوں کے ذریعہ مرکزی زکوٰۃ کونسل کے منظور کردہ قواعد و ضوابط اور شرح کے مطابق رقم جاری کی جاتی ہے جس میں درخواست کے حصول کی ضرورت نہ ہے۔

(د) کسی ہسپتال کی درخواست مسترد نہیں ہوئی۔

(ہ) صحت کی مد میں موصولہ ہیلتھ ویلفیئر کمیٹیوں کے کیسوں کی منظوری ضلع زکوٰۃ کمیٹی دیتی ہے۔ ضلعی زکوٰۃ کمیٹی کے چیئرمین اور ممبران کی تفصیل تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ کمیٹی 13 میں دو ممبران سرکاری ہوتے ہیں۔ ضلع زکوٰۃ افسر گریڈ 17 اور ڈسٹرکٹ آفیسر (ریونیو) گریڈ 18 کا ہوتا ہے جبکہ باقی ممبران اعزازی ہوتے ہیں۔

نام چیئرمین / ممبران ضلع زکوٰۃ کمیٹی فیصل آباد

1۔چودھری محمد اشرف	چیئرمین ضلعی زکوٰۃ وعشر کمیٹی فیصل آباد
2۔میاں عبدالرؤف	غیر سرکاری ممبر تحصیل تاندلیانوالہ
3۔چودھری حبیب اللہ	غیر سرکاری ممبر تحصیل جڑانوالہ
4۔میاں فرمان علی	غیر سرکاری ممبر تحصیل سمندری
5۔چودھری محمد شریف	غیر سرکاری ممبر تحصیل فیصل آباد سٹی
6۔چودھری محمد شفیق (ایڈووکیٹ)	غیر سرکاری ممبر تحصیل فیصل آباد صدر
7۔مسز فرخندہ یاسمین	غیر سرکاری ممبر تحصیل فیصل آباد سٹی
8۔مسز یاسمین منور	غیر سرکاری ممبر تحصیل فیصل آباد سٹی

9۔ارشاد متین ضلع زکوٰۃ آفیسر سرکاری ممبر BPS-17

10۔ڈسٹرکٹ آفیسر (ریونیو) ایضاً BPS-18

(و) صحت کی مد سے مالی امداد کے لئے درخواست دہندہ کو لوکل زکوٰۃ کمیٹی سے استحقاق فارم برائے علاج معالجہ تصدیق کرواکر متعلقہ ہیلتھ ویلفیئر کمیٹی کے دفتر میں جمع کروانا ہوتا ہے۔ اس کے ہمراہ درخواست گزار کو شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی لف کرنا ضروری ہے۔ مستحق کو کتنی رقم تک علاج معالجہ کی سہولت فراہم کرنی ہے اس کا فیصلہ ہیلتھ ویلفیئر کمیٹی کرتی ہے جو درج ذیل افراد پر مشتمل ہے۔

میڈیکل سپرنٹنڈنٹ	چیئرمین
سینئر ڈاکٹر	ممبر
چیئرمین ضلع زکوٰۃ کمیٹی یا اس کا نمائندہ	ممبر
سوشل ویلفیئر آفیسر	ممبر / سیکرٹری

جنوری 2006 تا حال۔ یونیورسٹی آف ویٹرنری اینڈ اینیمل سائنسز لاہور میں بھرتی کی تفصیل

*8850: سردار شوکت علی ڈوگر: کیا وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) یکم جنوری 2006 سے آج تک یونیورسٹی آف ویٹرنری اینڈ اینیمل سائنسز لاہور میں جن افراد کو بھرتی کیا گیا، ان کے نام، عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت، تجربہ، ڈومیسائل اور پتا جات کی تفصیل بتائیں؟

(ب) مینجر، ایسوسی ایٹ پروفیسر اینیمل ری پروڈکشن، اسسٹنٹ پروفیسر شماریات اور پروفیسر اینیمل ری پروڈکشن کی اسامیوں پر تعیناتی کے لئے تعلیم اور تجربہ کی تفصیل بتائیں؟

(ج) اگر ان اسامیوں پر بھرتی سے قبل اخبارات میں اشتہار دیا گیا تھا تو ان کی نقل فراہم کی جائے؟

(د) ان اسامیوں پر اگر کسی کو بھرتی کیا گیا ہے تو ان افراد کے نام، عہدہ، تعلیمی کوائف، تجربہ، گریڈ اور ڈومیسائل کی تفصیل بتائیں، نیز ان کی تعلیمی اسناد اور تجربہ کی فوٹو کاپیاں فراہم کریں؟

وزیر آبپاشی، امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ:

(الف) یکم جنوری 2006 سے اکتوبر 2006 تک یونیورسٹی آف ویٹرنری اینڈ اینیمل سائنسز لاہور میں جن افراد کو بھرتی کیا گیا، ان کے نام، عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت، تجربہ، ڈومیسائل اور پتاجات کی تفصیل بطور ضمیمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) ایسوسی ایٹ پروفیسر اینیمل ری پروڈکشن، اسسٹنٹ پروفیسر شماریات اور پروفیسر اینیمل ری پروڈکشن کی اسامیوں پر تعیناتی کے لئے تعلیم اور تجربہ کی تفصیل ضمیمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے جبکہ یونیورسٹی میں مینجر کی کوئی پوسٹ نہ ہے۔

(ج) ان اسامیوں پر بھرتی سے قبل درج ذیل اخبارات میں اشتہار دیا گیا تھا۔ ضمیمہ (ج) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

1۔ روزنامہ "ڈان" مورخہ 14۔ستمبر 2005
2۔ روزنامہ "ڈان" مورخہ 23۔فروری 2006
3۔ روزنامہ "جنگ" مورخہ 24۔فروری 2006
4۔ روزنامہ "خبریں" مورخہ 17 مارچ 2006

مذکورہ اشتہارات بطور ضمیمہ (ج) ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔ واضح کیا جاتا ہے کہ ایسوسی ایٹ پروفیسر اینیمل ری پروڈکشن اور پروفیسر اینیمل ری پروڈکشن کی اسامیاں یکم جنوری 2006 سے قبل ہی مشتہر کی گئی تھیں اور بھرتی بھی یکم جنوری 2006 سے قبل مکمل کر لی گئی تھی۔

(د) مندرجہ بالا اسامیوں میں سے صرف ایک اسامی اسسٹنٹ پروفیسر (شماریات) پر بھرتی کی گئی ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے جبکہ ایسوسی ایٹ پروفیسر، اینیمل ری پروڈکشن اور پروفیسر اینیمل ری پروڈکشن کی اسامیاں یکم جنوری 2006 کے بعد پر نہیں گئی ہیں کیونکہ یہ اسامیاں جنوری 2006 سے قبل ہی پر کی جا چکی تھیں اور مینجر کی اسامی کا یونیورسٹی ہذا میں وجود ہی نہ ہے:۔

نمبر شمار	نام	عہدہ	گریڈ	تعلیم	تجربہ	ڈومسائل	پتا
1۔	مسٹر لیاقت علی	اسسٹنٹ پروفیسر (شماریات)	18	ایم فل (شماریات)	محکمہ ایجوکیشن حکومت پنجاب میں 13 سالہ تجربہ بشمول 5 سالہ تجربہ	پنجاب (لاہور)	گیلان ہاؤس سمی ٹاؤن میاں عزیز پل مغل پورہ لاہور

سکیل نمبر 17 میں

مسٹر لیاقت احمد اسسٹنٹ پروفیسر شماریات کے تمام کوائف، تعلیمی اسناد اور تجربہ کی فوٹو کاپیاں بطور ضمیمہ (د) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔

ضلع پاکپتن، 05-2004، بحالی سکیم کے لئے زکوٰۃ فنڈز اور امداد کی تفصیل

*6925: سید مجاہد علی شاہ: کیا وزیر زکوٰۃ و عشر از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) مالی سال 05-2004 میں بحالی سکیم کی مد میں ضلع پاکپتن کو کتنی رقم فراہم کی گئی؟

(ب) بحالی سکیم کے لئے کتنی درخواستیں موصول ہوئیں، کتنے افراد کی اس مد سے امداد کی گئی اور کتنے افراد کی درخواستیں مسترد ہوئیں؟

(ج) ان کی منظوری دینے والی اتھارٹی کا نام و عہدہ کی تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیر زکوٰۃ و عشر:

(الف) مالی سال 05-2004 میں بحالی سکیم کی مد میں ضلع پاکپتن کو -/2,37,05,000 روپے فراہم کئے گئے۔

(ب) مستقل بحالی سکیم میں 1500 درخواستیں موصول ہوئیں جن میں سے 1056 افراد کی امداد کی گئی ہے اور 444 درخواستیں مسترد ہوئیں۔

(ج) درخواستیں مقامی زکوٰۃ کمیٹی کو جمع کروائی جاتی ہیں یہ کمیٹی موزوں مستحقین کے فارم ضلع زکوٰۃ کمیٹی کو ارسال کرتی ہے۔ ضلع زکوٰۃ کمیٹی بجٹ اور مستحقین کی ترجیحات کے مطابق فہرستیں بنا کر صوبائی زکوٰۃ کونسل سے منظوری حاصل کرتی ہے۔ کونسل کے ممبران کے نام و عہدہ جات درج ذیل ہیں:۔

نام	عہدہ
1۔ سید محمد حامد سیکرٹری زکوٰۃ و عشر پنجاب	چیئرمین / سیکرٹری کونسل
2۔ جناب حافظ زبیر احمد ظہیر	ممبر صوبائی زکوٰۃ کونسل
3۔ جناب ڈاکٹر محمود الحسن عارف	۔ایضاً۔
4۔ جناب پروفیسر محمد نسیم احمد چیمہ	۔ایضاً۔
5۔ جناب میاں عبدالستار ایڈووکیٹ	۔ایضاً۔
6۔ جناب مولانا احمد علی قصوری	۔ایضاً۔
7۔ محترمہ بیگم حامد رانا	خاتون ممبر

8۔ محترمہ زرینہ تبسم رانا	۔ایضاً۔
9۔ سیکرٹری خزانہ حکومت پنجاب	سرکاری ممبر
10۔ سیکرٹری سوشل ویلفیئر حکومت پنجاب	۔ایضاً۔
11۔ سیکرٹری لوکل گورنمنٹ حکومت پنجاب	۔ایضاً۔

محکمہ زکوٰۃ و عشر لاہور۔ سال 05-2004 کا بجٹ اور اخراجات

*8138: جناب سمیع اللہ خان: کیا وزیر زکوٰۃ و عشر ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) محکمہ زکوٰۃ و عشر ضلع لاہور کے مالی سال 05-2004 اور 06-2005 کے بجٹ کی تفصیل دی جائے؟

(ب) ان سالوں کے دوران کتنی رقم سرکاری افسران / ملازمین کے ٹی۔اے / ڈی۔اے اور تنخواہوں پر خرچ ہوئی؟

(ج) ان سالوں کے دوران کتنی رقم سرکاری گاڑیوں کے لئے پٹرول / تیل کی خرید اور کتنی رقم گاڑیوں کی مرمت پر خرچ ہوئی؟

وزیر زکوٰۃ و عشر:

(الف) ضلع زکوٰۃ کمیٹی لاہور کو مالی سال 05-2004 اور 06-2005 کے دوران -/1,45,98,829 روپے کا بجٹ فراہم کیا گیا، اس کی سال وار اور مد وار تفصیل تتمہ (الف) برائے ملاحظہ درج ذیل ہے:۔

بجٹ ڈسٹرکٹ زکوٰۃ کمیٹی لاہور برائے سال 05-2004

نمبر شمار	نام مدات	رقم
1۔	تنخواہیں افسران / لازمین مع الاؤنسز	54,36,944/-
2۔	ٹی اے / ڈی اے	25,200/-
3۔	پوسٹیج / ٹیلی گراف	15,000/-
4۔	ٹیلی فون	70,000/-
5۔	سوئی گیس	2,000/-
6۔	پانی	2,000/-
7۔	بجلی	35,000/-
8۔	ہاٹ اینڈ کولڈ	2,000/-

9-	رینٹ آفس بلڈنگ	1,56,000/-
10-	ریٹ اینڈ ٹیکس	3,000/-
11-	پٹرول	82,000/-
12-	سٹیشنری	10,41,200/-
13-	پرنٹنگ	5,000/-
14-	اخبار	2,000/-
15-	یونیفارم	1000/-
16-	دیگر Others	31,600/-
17-	ٹرانسپورٹ مرمت	50,000/-
18-	مشینری مرمت	15,000/-
19-	فرنیچر مرمت	10,000/-
20-	مجموعہ	69,84,944/-

بجٹ ڈسرکٹ زکوٰۃ کمیٹی لاہور برائے سال 06-2005

نمبر شمار	نام مدات	رقم
1-	تنخواہیں افسران / ملازمین مع الاؤنسز	54,40,695
2-	ٹی اے / ڈی اے	27,100
3-	پوسٹیج / ٹیلی گراف	12,862
4-	ٹیلی فون	45,000
5-	سوئی گیس	6,000
6-	پانی	2,000
7-	بجلی	32,724
8-	ہاٹ اینڈ کولڈ	4590
9-	رینٹ آفس بلڈنگ	1,56,000
10-	ریٹ اینڈ ٹیکس	10,000
11-	پٹرول	91,448
12-	سٹیشنری	10,40,800
13-	پرنٹنگ	7,000
14-	اخبار	3235
15-	یونیفارم	1150
16-	دیگر۔ Others	36,448/-
17-	ٹرانسپورٹ مرمت	39,310
18-	مشینری مرمت	16,648

19۔	فرنیچر مرمت		8724
		مجموعہ	76,13,885
		دوسرا مجموعہ	69,84,944
		کل مجموعہ	145,98,829

(ب) مذکورہ بالا مدت کے دوران سرکاری افسران اور ملازمین کی تنخواہ اور ٹی اے / ڈی اے پر خرچ شدہ رقم درج ذیل ہے:۔

سال	تنخواہ	ٹی اے / ڈی اے	کل میزان
2004-05	5339086/- روپے	23628/-روپے	53,62,714/-روپے
2005-06	51,58,846/-روپے	25,290/-روپے	51,84,136/-روپے

(ج) مذکورہ مدت کے دوران سرکاری گاڑیوں کے لئے تیل / ڈیزل کی خرید اور گاڑیوں کی مرمت پر خرچ شدہ رقم درج ذیل ہے:۔

سال	پٹرول / تیل	مرمت	کل میزان
2004-05	82,000/-روپے	50,000/-روپے	132000/-روپے
2005-06	91,448/-روپے	39310/-روپے	1,30,758/-روپے

جہیز فنڈ کی رقم میں اضافے اور نکاح نامہ پیشگی جمع کروانے کا مسئلہ

*8224: **محترمہ عذرا بانو:** کیا وزیر زکوٰۃ و عشر از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ جہیز فنڈ میں نکاح نامہ پیشگی جمع کروانے کی شرط عائد کی گئی ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ جہیز فنڈ میں اس وقت صرف دس ہزار روپے دیئے جا رہے ہیں؟

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت پیشگی نکاح نامہ کی شرط ختم کرنے اور جہیز فنڈ کی رقم کو مزید بڑھانے کو تیار ہے، اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو وجوہات کیا ہیں؟

وزیر زکوٰۃ و عشر:

(الف) جی ہاں! یہ درست ہے۔ تقسیم زکوٰۃ کے قواعد و ضوابط کے مطابق مقامی زکوٰۃ کمیٹی کا چیئرمین نکاح نامہ وصول کرنے کے بعد جہیز فنڈ کی رقم کا چیک جاری کرنے کا مجاز ہے۔

(ب) جی ہاں! یہ درست ہے کہ جہیز فنڈ میں 10 ہزار روپے کی رقم دی جاتی ہے۔

(ج) تقسیم زکوٰۃ کے قواعد و ضوابط مرکزی زکوٰۃ کونسل تشکیل دیتی ہے صوبائی زکوٰۃ انتظامیہ ان قواعد و ضوابط پر عملدرآمد کروانے کی پابند ہے۔

حکومت پنجاب نے قبل ازیں بھی نکاح نامہ کی پیشگی شرط ختم کرنے اور رقم بڑھانے کی سفارش کی تھی جسے مرکزی زکوٰۃ کونسل نے منظور نہ کیا تاہم حکومت دوبارہ مرکزی زکوٰۃ کونسل سے اس بارے میں سفارش کرے گی۔

ضلع سیالکوٹ۔ویٹرنری ہسپتالوں/ڈسپنسریوں اور سٹاف سے متعلقہ تفصیل

*8949: محترمہ طلعت یعقوب: کیا وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ضلع سیالکوٹ میں ویٹرنری ہسپتالوں/ڈسپنسریوں کی کل تعداد کیا ہے اور کس کس جگہ واقع ہیں؟

(ب) ضلع سیالکوٹ کے ویٹرنری ہسپتالوں/ڈسپنسریوں میں تعینات ملازمین کے نام، عہدہ، پتاجات اور عرصہ تعیناتی کی تفصیل بیان کی جائے؟

وزیر آبپاشی، امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ:

(الف) ضلع سیالکوٹ میں واقع 23 ویٹرنری ہسپتالوں اور 2 ویٹرنری ڈسپنسریوں کے محل وقوع کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

(I) ویٹرنری ہسپتال:

سیالکوٹ، رندھیر، کلووال، پھوکلیان، گوندل، کوٹلی لوہاراں، راجہ ہرپال، وریو، ڈسکہ، بڈھا گورائیہ، لوڑھیک، سمبڑیال، کوٹ دینہ، بیتراہ، وڈالہ سندھواں، پسرور، بن باجوہ، جودھالہ، قلعہ کالروالہ، خانپور سیداں چونڈہ، ڈھونیکی، گنگال

(II) ویٹرنری ڈسپنسری:

ڈھوڈا، پڑتانوالی

(ب) ضلع سیالکوٹ کے ویٹرنری ہسپتالوں/ڈسپنسریوں میں تعینات ملازمین کے نام، عہدہ، پتاجات اور عرصہ تعیناتی کی تفصیل ضمیمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

بہاولپور سال 06-2005۔زکوٰۃ فنڈز اور بحالی سکیم کے تحت ادائیگی کی تفصیل

*8550: محترمہ پروین مسعود بھٹی۔کیا وزیر زکوٰۃ و عشر ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع بہاولپور کو مالی سال 07-2005 کے دوران کتنی رقم زکوٰۃ کی مد میں فراہم کی گئی؟

(ب) اس عرصہ کے دوران بہاولپور کے جن لوگوں کو بحالی سکیم کے تحت زکوٰۃ کی مد سے ادائیگی کی گئی ان کے نام، پتا جات مع رقم کی تفصیل دی جائے؟

(ج) زکوٰۃ و عشر فنڈ سے مستحقین کے زکوٰۃ فنڈ لینے کا طریق کار کیا ہے؟

(د) چیئرمین زکوٰۃ و عشر، D.Z.O اور عملے کے دفتری اوقات کار کیا ہیں؟

وزیر زکوٰۃ و عشر:

(الف) ضلع بہاولپور کو مالی سال 06-2005 کے دوران زکوٰۃ کی مد میں -/897,77,292 روپے کی رقم فراہم کی گئی۔

(ب) اس عرصہ کے دوران ضلع زکوٰۃ کمیٹی بہاولپور سمیت کسی بھی ضلع کو بحالی سکیم کے تحت فنڈز فراہم نہیں کئے گئے۔ فاضل ایوان کو آگاہ کرنا مناسب ہے کہ صوبہ کو مرکزی زکوٰۃ انتظامیہ کی جانب سے زکوٰۃ فنڈ مختلف مدات کے تحت موصول ہوتا ہے۔ مستقل بحالی سکیم زکوٰۃ کی مد میں مالی سال 06-2005 کے دوران مرکز کی جانب ہی سے کوئی فنڈ جاری نہ کیا گیا تھا۔ تاہم -/5000 روپے (چھوٹی بحالی) سے معمولی نوعیت کے کاروبار کرنے کے لئے جن مستحقین نے استفادہ کیا ان کی تفصیل تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) زکوٰۃ و عشر فنڈ سے مستحقین کے زکوٰۃ لینے کے طریق کار کی مدوار تفصیل تتمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) ضلع زکوٰۃ افسر اور دیگر عملہ کے اوقات کار صبح 8:00 بجے سے سہ پہر 3:00 بجے تک ہیں جبکہ چیئرمین ضلع زکوٰۃ کمیٹی کے لئے دفتری اوقات کی قید نہیں رکھی گئی تاہم عمومی طور پر چیئرمین صاحبان بھی چند گھنٹے روزانہ دفتری امور سرانجام دیتے ہیں۔

لائیو سٹاک فارم سرائے مہاجر بھکر سے متعلقہ تفصیلات

*8987: جناب حفیظ اللہ خان: کیا وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) لائیوسٹاک فارم سرائے مہاجر ضلع بھکر میں کیا کیا فصل کاشت کی جاتی ہے، تفصیل بیان کریں؟

(ب) گزشتہ سال فارم سے کتنا دودھ حاصل کیا گیا اور کہاں فروخت کیا گیا ریٹ کیا تھا، تفصیل بیان کریں؟

(ج) اس سال محکمہ لائیوسٹاک ضلع بھکر میں کیا کیا کام ہو رہا ہے، کیا کیا سہولیات مہیا کی جارہی ہیں؟

وزیر آبپاشی، امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ:

(الف) فائن وول سیپ فارم 205 ٹی ڈی اے سرائے مہاجر ضلع بھکر میں درج ذیل فصلات کاشت کی جاتی ہیں۔

خریف 06-2005 گوارہ، جنتر، باجرہ اور کوریا گراس

خریف 07-2006 گوارہ، مونگی، باجرہ، کوریا اور جوار

ربیع 06-2005 گندم، چنے اور چارہ لوسن وغیرہ

ربیع 07-2006 گندم، چنے اور چارہ لوسن وسرسوں وغیرہ

(ب) گزشتہ سال 06-2005 میں فارم سے کل 46484 کلوگرام دودھ حاصل ہوا جس میں سے 27,577 کلوگرام دودھ مقامی مارکیٹ میں -/11 روپے فی کلوگرام اور سٹاف فارم ہذا میں 6,593 کلوگرام بحساب -/5 روپے فی کلوگرام فروخت کیا گیا جبکہ 12,314 کلوگرام دودھ بچھڑوں کو پلایا گیا۔

(ج) فارم ہذا کے عملہ نے سال 06-2005 میں کل 75600 جانوروں کو مختلف متعدی بیماریوں سے بچانے کے لئے ٹیکے لگائے اور اس سال نومبر تک 19,975 جانوروں کو ٹیکے لگائے جا چکے ہیں۔ ضلع بھکر میں جانوروں میں متعدی امراض کے خلاف ویکسی نیشن کی جارہی ہیں۔ بیمار جانوروں کا علاج معالجہ کیا جارہا ہے۔ عوام کو جانوروں کے علاج معالجہ کے لئے بہتر سہولیات دی جارہی ہیں۔ ضلعی حکومت کے تحت مبلغ دس لاکھ

روپے سے ادویات کی خرید کا ٹینڈر دیا جا چکا ہے جبکہ ڈیرا-II کے تحت مبلغ 25لاکھ روپے سے ادویات /کرم کش ادویات خرید کی جا رہی ہیں۔ ضلعی حکومت نے سالانہ ترقیاتی پروگرام کے لئے مبلغ-/5430000روپے مختص کئے ہیں تاکہ ویٹرنری ڈسپنسریز کا قیام عمل میں لایا جائے، فارم ہذا سے اب تک برائے نسل کشی 6نر بیل درج ذیل پرائیویٹ بریڈروں کو فروخت کئے گئے ہیں:

1۔ حاجی ولی محمد سکنہ چک نمبر54/TDA ڈسٹرکٹ بھکر مورخہ 05-09-13 کو ایک عدد بیل فروخت کیا گیا۔

2۔ ظفر اقبال سکنہ 205/TDA سرائے مہاجر بھکر کو مورخہ 05-12-27 کو ایک عدد بیل فروخت کیا گیا۔

3۔ الطاف حسین سکنہ چک نمبر 57/ML ضلع بھکر کو مورخہ 07-02-13 کو تین عدد بیل فروخت کئے گئے۔

4۔ محمد رفیق سکنہ چک نمبر 205/RDA ضلع بھکر کو مورخہ 05-10-27 کو ایک عدد بیل فروخت کیا گیا۔

5۔ مزید یہ کہ 182 نر چھترے بھی فارم ہذا سے مقامی حسب ضابطہ لوگوں کو فروخت کئے گئے ہیں۔

سیالکوٹ۔ محکمہ زکوٰۃ کے سٹاف اور دینی مدارس کی مالی امداد کی تفصیل

*9070: جناب ارشد محمود بگو: کیا وزیر زکوٰۃ و عشر ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) مالی سال 05-2004 میں دینی مدارس کی امداد کی مد میں ضلع سیالکوٹ کو کتنی رقم فراہم کی گئی؟

(ب) مالی امداد کے لئے دینی مدارس سے کتنی درخواستیں موصول ہوئیں؟

(ج) کتنے مدارس کی امداد کی گئی نام اور جگہ بتائیں؟

(د) اس وقت ضلع سیالکوٹ میں محکمہ زکوٰۃ کے جو افسران اور اہلکاران کام کر رہے ہیں ان کے نام، عہدہ اور جگہ تعیناتی کی تفصیل سے آگاہ فرمائیں؟

وزیر زکوٰۃ و عشر:

(الف) ضلع زکوٰۃ کمیٹی سیالکوٹ کو مالی سال 05-2004 کے دوران دینی مدارس کی امداد کے

لئے 6051670 روپے فراہم کئے گئے۔

(ب) آٹھ دینی مدارس کی جانب سے درخواستیں موصول ہوئیں۔

(ج) آٹھ مدارس ہی کی امداد کی گئی ان کے نام اور جگہ درج ذیل ہیں۔

1۔ جامع صدیقیہ رنگ پورہ سیالکوٹ
2۔ دارالعلوم نقش بندیہ مجددیہ کالج روڈ سیالکوٹ۔
3۔ دارالعلوم مجددیہ تلونڈی عنایت خان تحصیل پسرور۔
4۔ ادارہ نور الھدا جامعہ تعلیم القرآن دولم کاہلواں تحصیل پسرور۔
5۔ مدرسہ جامعہ نعیمیہ رضویہ ریلوے روڈ پسرور۔
6۔ دارالعلوم جامعہ عتیقہ کلاس والا تحصیل پسرور۔
7۔ دارالعلوم جامعہ محمدیہ نقشبندیہ بیبت پور پسرور۔
8۔ مدرسہ جامعہ غوثیہ رضویہ سوکن ونڈ تحصیل پسرور۔

(د) محکمہ زکوٰۃ سیالکوٹ کے افسران اور اہلکاروں کے نام، عہدہ جات اور جگہ تعیناتی کی تفصیلات تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔

صوبہ میں حیوانات پر تشدد کی روک تھام کے حکومتی اقدامات

*9213: جناب ارشد محمود بگو: کیا وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پنجاب میں حیوانات پر بے رحمی سے تشدد کیا جاتا ہے، اگر یہ درست ہے تو حکومت اس سلسلہ میں کیا اقدامات اٹھا رہی ہے؟

(ب) جنوری 2005 تا جنوری 2006 محکمہ برائے انسداد بے رحمی حیوانات نے جن لوگوں کے خلاف کارروائی کی ہے، اس کی تفصیل بیان کریں؟

(ج) ان میں سے کتنے چالان جرمانہ کے بعد ختم ہو چکے ہیں اور کتنے عدالتوں میں زیر التواء ہیں؟

(د) ضلع سیالکوٹ میں سوسائٹی برائے انسداد بے رحمی حیوانات کا دفتر کہاں ہے اس میں عملہ کی تفصیل بتائیں؟

وزیر آبپاشی، امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ:

(الف) یہ بات درست ہے کہ حیوانات پر ہر قسم کا تشدد کیا جاتا ہے حکومت پنجاب اپنے ذیلی

ادارے سوسائٹی برائے انسداد بے رحمی حیوانات کے ذریعے سے جانوروں پر ہونے والے ہر قسم کے ظلم کو روکنے کی بھرپور کوشش کر رہی ہے اور ساتھ ساتھ عوام میں شعور بھی اجاگر کر رہی ہے۔

(ب) جنوری2005سے جنوری2006تک سوسائٹی نے32,051چالان کئے جن میں سے 18,980چالان پیش ہو چکے ہیں جبکہ 13,071چالان زیرالتواء ہیں۔

(ج) سوسائٹی نے32,051 چالان کئے جن میں سے18,980چالان پیش ہو چکے ہیں جبکہ 13,071چالان زیرالتواء ہیں۔

(د) ضلع سیالکوٹ میں سوسائٹی برائے انسداد بے رحمی حیوانات کا دفتر سول ویٹرنری ہسپتال مرے کالج روڈ میں ہے جہاں پر ایک جونیئر انسپکٹر اور دو گارڈز موجود ہیں۔

ضلع بہاولپور۔جولائی تادسمبر2006محکمہ لائیوسٹاک میں بھرتی سے متعلقہ تفصیل

*9220:ڈاکٹر سید وسیم اختر:کیاوزیرامور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) بہاولپور ضلع میں یکم جولائی2006تا31۔دسمبر2006مختلف شعبوں میں کس کس پوسٹ پر کتنی کتنی بھرتیاں ہوئیں؟

(ب) کتنے امیدوار ضلع بہاولپور سے اور کتنے دیگر اضلاع سے بھرتی کئے گئے ہر بھرتی کئے جانے والے کے نام اور ضلع کی فہرست ایوان میں پیش کی جائے؟

وزیرآبپاشی،امورپرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ:

(الف) ڈسٹرکٹ آفس لائیوسٹاک ضلع بہاولپور میں یکم جولائی2006 تا31۔دسمبر2006 مندرجہ ذیل پوسٹوں پر تعیناتی عمل میں لائی گئی ہے:۔

نام اسامی	تعداد اسامیاں	تعداد بھرتی	ریمارکس
ویٹرنری اسسٹنٹBS-06	13	13	بھرتی شدہ اہلکاروں کے نام اور ولدیت مع ڈومیسائل ضمیمہ (الف)ایوان کی میز پر رکھ دیاگیاہے۔
اے آئی ٹیکنیشنBS-06	23	17	بھرتی شدہ اہلکاروں کے نام اور ولدیت مع ڈومیسائل ضمیمہ (الف) پر موجود ہیں۔

			بھرتی شدہ میں سے تین نے حاضری نہیں دی۔
ڈرائیور BS-04	01	01	بھرتی شدہ اہلکار کا نام اور ولدیت مع ڈومیسائل ضمیمہ (الف) پر موجود ہے۔
کیٹل اٹنڈنٹ BS-01	19	19	بھرتی شدہ اہلکاروں کے نام اور ولدیت مع ڈومیسائل ضمیمہ (الف) پر موجود ہیں۔
چوکیدار / سینٹری ورکر BS-01	20	20	بھرتی شدہ اہلکاروں کے نام اور ولدیت مع ڈومیسائل ضمیمہ (الف) پر موجود ہیں۔

(ب) 76 اسامیوں کے برخلاف 70 اہلکار بھرتی کئے گئے جن میں سے 3 اے آئی ٹیکنیشن نے حاضری رپورٹ نہ دی ہے اس طرح سے 67 اہلکار بھرتی ہوئے ہیں جن میں سے 57 کا ڈومیسائل ضلع بہاولپور کا ہے جبکہ دس کا تعلق دیگر اضلاع لودھراں، وہاڑی، خانیوال اور مظفر گڑھ سے ہے، تفصیل کے لئے ضمیمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

گوجرانوالہ۔ محکمہ کو فراہم کردہ فنڈز، سہولیات اور ترقیاتی منصوبوں کی تفصیل

*9229: چودھری زاہد پرویز اور لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): کیا وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) اس وقت ضلع گوجرانوالہ میں محکمہ ہذا کے تحت کیا کیا کام ہو رہا ہے، کیا سہولیات فراہم کی جا رہی ہیں؟

(ب) سکیل وار عملہ کی تفصیل بتائی جائے؟

(ج) سال 2005-06 میں حکومت کی طرف سے فراہم کردہ فنڈز کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(د) ان سالوں کے دوران مکمل کردہ ترقیاتی منصوبوں کے نام اور لاگت کی تفصیل بتائیں؟

وزیر آبپاشی، امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ:

(الف) محکمہ ہذا کے تحت مندرجہ ذیل کام ہو رہے ہیں:۔

1) بیمار اور زخمی جانوروں کو علاج معالجہ کی سہولت فراہم کرنا

2) مصنوعی نسل کشی کے ذریعے بریڈنگ کی سہولت فراہم کرنا

3) لائیوسٹاک کی ترقی کے لئے فارمرز کو مشورے دینا اور نئی ٹیکنالوجی متعارف کروانا

4) جانوروں کی نمائش اور مقابلے کروانا تاکہ لوگوں میں لائیوسٹاک کا شوق پیدا ہو
5) جانوروں کو متعدی بیماریوں سے محفوظ کرنا
6) مذبح خانہ میں گوشت کا معائنہ کرنا
7) فارمرز کو ضروری تربیت فراہم کرنا

(ب) سکیل وار موجود عملہ کی تفصیل اور خالی اسامیوں کے لئے ضمیمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

(ج) 06-2005 میں کل -/4,43,43,000 روپے فراہم کئے گئے جس میں تنخواہ عملہ کے لئے -/3,39,85,000 روپے اور دیگر اخراجات کے لئے -/1,03,58,000 روپے مختص تھے۔

(د) گوجرانوالہ ضلع میں سپورٹ سروسز فار لائیو سٹاک فارمرز پراجیکٹ کے تحت 54 ویٹرنری ڈسپنسریز کی تعمیر 47.480 ملین روپے کی لاگت سے ہونا ہے۔ جن میں سے 29 ڈسپنسریز اس وقت 21.644 ملین روپے کی لاگت سے محکمہ بلڈنگز کی زیر نگرانی تعمیر کی جارہی ہیں جبکہ باقی ماندہ 25 ڈسپنسریز کے لئے جگہ وغیرہ کی نشاندہی محکمہ لائیوسٹاک نے کر دی ہے اور فنڈز کے ریلیز ہوتے ہی محکمہ بلڈنگز تعمیراتی کام شروع کرائے گا۔ واضح رہے کہ یہ سکیم آئندہ مالی سال 08-2007 میں بھی جاری رہے گی۔ 54 ڈسپنسریز کی تفصیل کے لئے ضمیمہ (ب) برائے ملاحظہ ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

ویٹرنری ریسرچ انسٹیٹیوٹ غازی روڈ لاہور کینٹ سے متعلقہ تفصیلات

*9272: حاجی محمد اعجاز: کیا وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ویٹرنری ریسرچ انسٹیٹیوٹ غازی روڈ لاہور کینٹ کتنے رقبہ پر مشتمل ہے؟

(ب) اس ریسرچ انسٹیٹیوٹ پر گریڈ 17 کے تعینات ملازمین کے نام، عہدہ، گریڈ اور تجربہ بتائیں؟

(ج) اس ریسرچ انسٹیٹیوٹ میں کس قسم کی ریسرچ کی جاتی ہے؟

(د) اس ریسرچ انسٹیٹیوٹ پر کون کون سے جانور رکھے گئے ہیں؟

(ہ) اس ریسرچ انسٹیٹیوٹ کی سال 05-2004 اور 06-2005 کی کارکردگی بتائیں؟

وزیرآبپاشی، امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ:

(الف) ویٹرنری ریسرچ انسٹیٹیوٹ غازی روڈ لاہور کینٹ 22۔ایکڑ (176 کنال) پر مشتمل ہے۔

(ب) ویٹرنری ریسرچ انسٹیٹیوٹ غازی روڈ لاہور کینٹ کے گریڈ 17 پر تعینات ملازمین کی لسٹ ضمیمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) جانوروں / پولٹری کی مختلف امراض کی تشخیص اور ان کے تدارک کے لئے حفاظتی ٹیکہ جات بنائے جاتے ہیں مزید برآں پولٹری / لائیوسٹاک میں نئی نئی پھیلنے والی امراض پر تحقیق کی جاتی ہے جو پروڈکٹ یہ ادارہ بناتا ہے، اس کی بہتری کے لئے مزید تحقیق کی جاتی ہے ادارہ ہذا کی لیبارٹری میں بنائی گئی ویکسین اور تحقیق کے نتیجے میں آج ہمارا ملک لائیوسٹاک کی موذی مرض (Rinderpest) (ماتا) سے فری ہونے والے ممالک میں شامل ہو گیا ہے۔ ایچ۔ایس (گل گھوٹو) کی ویکسین پر بھی تحقیقی کام جاری ہے تاکہ لائیو ویکسین بنائی جائے اور فارمز کو اس موذی بیماری سے چھٹکارا دلایا جاتا ہے۔

برڈ فلو جو کہ پولٹری انڈسٹری کو بہت نقصان پہنچانے والی بیماری ہے نہ صرف اس کی ویکسین بنائی گئی بلکہ آئل بیس ویکسین بنانے پر بھی تحقیق جاری ہے۔

PPR جو بھیڑ، بکریوں کی ایک نئی بیماری ہے اس پر تحقیق کے نتیجے میں حفاظتی ٹیکہ جات بنائے گئے ہیں جس کے نتیجہ میں لائیوسٹاک انڈسٹری کو بہت فائدہ پہنچے گا۔ اس سارے کام کی انجام دہی کے لئے ادارہ ہذا میں ایک جدید لائبریری اور سائنسی مقالہ جات (جرنلز) موجود ہیں اس کے علاوہ تمام جدید سہولیات مثلاً انٹرنیٹ وغیرہ سے بھی استفادہ کیا جاتا ہے۔

(د) پولٹری اور لائیوسٹاک کی نئی پیدا ہونے والی امراض کی تشخیص اور تجربات کے لئے ادارہ ہذا میں تجرباتی مقاصد کے لئے گنی پگ، خرگوش، سفید چوہے، بھیڑ، گدھے، سانڈ رکھے گئے ہیں۔ حصول خون وسیرم کے لئے بیل رکھے گئے ہیں۔ رانی کھیت کی ویکسین بنانے کے لئے اور مختلف وائرس آئی سولیٹ کی بڑھوتری کرنے کے لئے مرغیاں استعمال ہوتی

ہیں۔ علاوہ ازیں گنی پگ، سفید چوہے اور خرگوش پنجاب کی تمام یونیورسٹیوں میں تجربات کے لئے مہیا کئے جاتے ہیں۔

(ہ) ریسرچ پراجیکٹس برائے سال 2004-05 اور 2005-06 کی لسٹ منسلک ضمیمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

سال 2004-05 میں سات قسم کی بیکٹیریل ویکسین تیار ہوئیں اور فیلڈ میں استعمال کے لئے 28506480 خوراکیں (ٹیکہ جات) مہیا کئے گئے اور اسی طرح چھ قسم کی وائرل ویکسین تیار ہوئیں اور فیلڈ میں استعمال کے لئے 80766500 خوراکیں (ٹیکہ جات) مہیا کئے گئے۔ چھ قسم کے تشخیصی انٹی جن تیار ہوئے اور 84000 خوراکیں (ٹیکہ جات) فیلڈ میں استعمال کے لئے دیئے گئے۔ تشخیص امراض کے سلسلہ میں 2844 نمونہ جات برائے تشخیص امراض ادارہ ہذا میں Process کئے گئے۔ جانوروں میں تشخیص امراض کے لئے 75 دورے کئے گئے اور یہ دورے عوام کی فلاح و بہبود کو مد نظر رکھتے ہوئے کئے گئے، فارمرز ٹریننگ کے لئے 95 لوگوں کو تربیت دی گئی۔ ہاؤس جاب کے لئے 30 لوگوں کو اور In-Service ٹریننگ کے لئے 37 لوگوں کو تربیت دی گئی۔

سال 2005-06 میں سات قسم کی بیکٹیریل ویکسین تیار ہوئیں اور فیلڈ میں استعمال کے لئے 40289880 خوراکیں (ٹیکہ جات) مہیا کی گئیں اور اسی طرح چھ قسم کی وائرل ویکسین تیار ہوئیں اور فیلڈ میں استعمال کے لئے 80173300 خوراکیں (ٹیکہ جات) مہیا کی گئیں۔ چھ قسم کے تشخیصی انٹی جن تیار ہوئے اور 26450 خوراکیں (ٹیکہ جات) استعمال کے لئے دی گئیں۔ تشخیص امراض کے سلسلہ میں 2091 نمونہ جات برائے تشخیص امراض ادارہ ہذا میں Process کئے گئے اور جانوروں میں تشخیص امراض کے لئے 63 دورے کئے گئے اور یہ دورے عوام کی فلاح و بہبود کو مد نظر رکھتے ہوئے کئے گئے، فارمرز ٹریننگ کے لئے 69 لوگوں کو تربیت دی گئی، ہاؤس جاب کے لئے لوگوں کو اور In-Service ٹریننگ کے لئے 37 لوگوں کو تربیت دی گئی۔

ویٹرنری ریسرچ انسٹیٹیوٹ غازی روڈ لاہور

عرصہ 2005-06 کی گرانٹس اور استعمال

*9273: حاجی محمد اعجاز: کیا وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ویٹرنری ریسرچ انسٹیٹیوٹ غازی روڈ لاہور کو سال06-2005اور07-2006کے دوران کتنی گرانٹ فراہم کی گئی؟

(ب) ان سالوں کے دوران کتنی رقم گریڈ17کے افسران کی تنخواہوں اور ٹی اے/ڈی اے پر خرچ ہوئی؟

(ج) ان سالوں کے دوران کتنی رقم ریسرچ کے مقاصد پر خرچ ہوئی، نیز ان سالوں کے دوران اس سٹیشن کی ریسرچ کیOut Putبیان کریں؟

(د) ان سالوں کے دوران کتنی رقم اس ریسرچ انسٹیٹیوٹ کی گاڑیوں پر خرچ ہوئی؟

وزیر آبپاشی، امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ:

(الف) سال06-2005میں-/6,27,86,000روپےاور07-2006میں-/7,59,61,000 روپے کا بجٹ فراہم کیا گیا۔

(ب) سال06-2005کے دوران گریڈ17کے افسروں کی تنخواہ کی مد میں-/50,51,064 روپے اور ٹی اے/ڈی اے کی مد میں-/3,24,440روپے خرچ کئے گئے جبکہ مالی سال07-2006میں31۔جنوری تک تنخواہوں پر-/40,05,123روپےاور ٹی اے /ڈی اے پر-/5,000روپے خرچ ہوئے ہیں۔

(ج) سال06-2005میں ادارہ ہذا کو آپریشنل بجٹ میں-/18468000روپے دیئے گئے، جس میں سے70فیصد بیالوجیکل پروڈکشن، 15فیصد بیماریوں کی تشخیص اور 15فیصد ریسرچ سٹڈی پر خرچ ہوئے۔ سات قسم کی بیکٹیریل ویکسین تیار ہوئیں اور فیلڈ میں استعمال کے لئے40289880خوراکیں (ٹیکہ جات) مہیا کئے گئے اور اسی طرح چھ قسم کی وائرل ویکسین تیار ہوئیں اور فیلڈ میں استعمال کے لئے80173300خوراکیں (ٹیکہ جات) مہیا کئے گئے۔چھ قسم کے تشخیصی انٹی جن تیار ہوئے اور26450خوراکیں (ٹیکہ جات) استعمال کے لئے دی گئیں۔ تشخیص امراض کے سلسلہ میں2091 نمونہ جات برائے تشخیص امراض ادارہ ہذا میںProcessکئے گئے اور جانوروں میں تشخیص امراض کے لئے63دورے کئے گئے اور یہ دورے عوام کی فلاح و بہبود کو مدنظر

رکھتے ہوئے کئے گئے، فارمرز ٹریننگ کے لئے 69 لوگوں کو تربیت دی گئی۔ ہاؤس جاب کے لئے 30 لوگوں کو اور In-service ٹریننگ کے لئے 37 لوگوں کو تربیت دی گئی۔
سال 07-2006 میں آپریشنل بجٹ کی مد میں مبلغ -/24912000 روپے دیئے گئے جس میں سے 70 فیصد بیالوجیکل پروڈکشن، 15 فیصد بیماریوں کی تشخیص اور 15 فیصد ریسرچ سٹڈی پر خرچ کئے جائیں گے۔ 31۔ جنوری تک 62924220 حفاظتی ٹیکہ جات تیار کر لئے گئے ہیں۔

(د)

سال	گاڑیوں کی مرمت پر خرچ رقم	پٹرول پر خرچ رقم
2005-06	-/579731 روپے	-/1390596 روپے

سال 07-2006 میں 28۔ فروری تک گاڑیوں کی مرمت پر -/50000 روپے اور پٹرول پر -/1074000 روپے خرچ ہوئے ہیں۔

بفیلو ریسرچ انسٹیٹیوٹ پتوکی۔ تعینات ملازمین، ریسرچ اور متعلقہ دیگر تفصیلات

*9359: لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): کیا وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) بفیلو ریسرچ انسٹیٹیوٹ پتوکی میں تعینات ملازمین کے نام، ولدیت، ڈومیسائل، پتاجات، عہدہ اور گریڈ بتائیں؟

(ب) ریسرچ سے وابستہ ملازمین کی تفصیل نیز وہ کس کس شعبہ میں ریسرچ کی ڈگری رکھتے ہیں؟

(ج) ان میں سے کتنے ملازمین کے خلاف کس کس بناء پر محکمانہ اور قانونی کارروائی چل رہی ہے؟

(د) ان میں سے کتنے ملازمین کے زیر استعمال سرکاری گاڑیاں ہیں ان گاڑیوں کے نمبر اور ماڈل بتائیں نیز ان کے سال 06-2005 اور 07-2006 کے مرمت اور تیل کے اخراجات بتائیں؟

وزیر آبپاشی، امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ:

(الف) بفیلو ریسرچ انسٹیٹیوٹ پتوکی میں تعینات ملازمین کے نام، ولدیت، ڈومیسائل، پتاجات، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل ضمیمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) ریسرچ سے وابستہ ملازمین اور جس شعبہ میں ریسرچ ڈگری رکھتے ہیں کی تفصیل ضمیمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) بفیلو ریسرچ انسٹیٹیوٹ پتوکی میں تعینات ملازمین میں سے کسی کے خلاف کوئی بھی محکمانہ اور قانونی کارروائی نہیں چل رہی ہے۔

(د) اس ادارہ کے زیر استعمال گاڑیوں کی مکمل تفصیل اور سال 2005-06 اور 2006-07 کے مرمت اور تیل کے اخراجات کی تفصیل ضمیمہ (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

کلورکوٹ ضلع بھکر۔ سیمن پروڈکشن یونٹ سے متعلقہ تفصیلات

*9409: شیخ تنویر احمد: کیا وزیر امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) سیمن پروڈکشن یونٹ کلورکوٹ، ضلع بھکر کب قائم کیا گیا تھا اس یونٹ کے قیام کے مقاصد کیا تھے؟

(ب) اس وقت اس یونٹ میں کون کون سے جانور رکھے گئے ہیں؟

(ج) اس یونٹ کے سال 2004-05 اور 2005-06 کے اخراجات اور آمدن بتائیں؟

(د) اس یونٹ کے لئے کتنا رقبہ کس کس جگہ ہے؟

وزیر آبپاشی، امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ:

(الف) سیمن پروڈکشن یونٹ کلورکوٹ ضلع بھکر 1993-94 میں قائم ہوا۔ اس یونٹ پر بیماری سے پاک اعلیٰ نسل کے سانڈ پالنا اور ان سے مادہ تولید حاصل کرنا ہے۔ اس کے علاوہ نسل کشی کے ذریعے ملک میں گوشت اور دودھ کی پیداوار بڑھانا شامل ہے۔

(ب) سیمن پروڈکشن یونٹ کلورکوٹ ضلع بھکر میں 26 عدد ساہیوال اور 64 عدد نیلی راوی نسل کے سانڈ ہیں۔

(ج) 2004-05 میں آمدن -/47,19,500 روپے جبکہ سال 2005-06 میں -/69,28,200 روپے تھی، خرچہ کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

سال 2004-05 سال 2005-06

تنخواہ آفیسر	190160/-روپے	267280/-روپے
تنخواہ سٹاف	1647540/-روپے	1918050/-روپے
الاؤنس	1105100/-روپے	1402670/-روپے
اشیاء سٹور کی خرید	3224500/-روپے	2820031/-روپے
گاڑی/مشینری مرمت	493800/-روپے	344424/-روپے
خرچہ ڈیزل	749900/-روپے	914545/-روپے
کل میزان	74,11,000/-روپے	76,67,000/-روپے

(د) اس یونٹ کا کل رقبہ 360 ایکڑ ہے جو کہ چک نمبر 42/ML کے 210 ایکڑ اور چک نمبر 44/ML کے 150 ایکڑ پر مشتمل ہے۔

جہلم/راولپنڈی۔ ویٹرنری ہسپتالوں اور ان سے متعلقہ دیگر تفصیلات

*9410: شیخ تنویر احمد: کیا وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) جہلم اور راولپنڈی میں محکمہ امور پرورش حیوانات کی کتنی ڈسپنسریاں اور ہسپتال ہیں؟

(ب) سال 06-2005 اور 07-2006 کے ان کے اخراجات بتائیں؟

(ج) ان ڈسپنسریوں اور ہسپتالوں میں جانوروں کے امراض کی کون کون سی ادویات میسر ہیں؟

(د) سانپ اور کتے کے کاٹے کی ویکسین کن کن ہسپتالوں میں دستیاب ہیں؟

وزیر آبپاشی، امور پرورش حیوانات وڈیری ڈویلپمنٹ:

(الف) راولپنڈی میں 13 ہسپتال، 25 ڈسپنسریاں، 4 اے آئی سنٹر اور 12 اے آئی سب سنٹر ہیں، جبکہ جہلم میں 410 ہسپتال، 12 ڈسپنسریاں اور 34 ویٹرنری سنٹرز ہیں۔

(ب) سال 06-2005 میں راولپنڈی میں 30 لاکھ روپے کا خرچہ کیا گیا جبکہ سال 07-2006 میں بھی 30 لاکھ 629 روپے مختص ہیں اور ادویات کی خریداری ہو چکی ہے، سال 06-2005 میں جہلم میں 10 لاکھ روپے کا خرچہ کیا گیا جبکہ سال 07-2006 میں 10 لاکھ روپے مختص ہیں اور ادویات کی خریداری آخری مراحل میں ہے۔

(ج) راولپنڈی کے ہسپتالوں، ڈسپنسریوں میں دستیاب ادویات کے لئے ضمیمہ (الف)

برائے ملاحظہ ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے اور جہلم کے ہسپتالوں، ڈسپنسریوں میں دستیاب ادویات کے لئے ضمیمہ (ب) برائے ملاحظہ ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

(د) سانپ اور کتے کاٹے کی ویکسین ہسپتالوں اور ڈسپنسریوں میں دستیاب نہیں تاہم جانوروں میں کتے کاٹے کی ویکسین ویٹرنری ریسرچ انسٹیٹیوٹ لاہور کینٹ میں دستیاب ہے اور حسب ضرورت حاصل کی جاسکتی ہے۔

غیر نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

THE UNIVERSITY OF ANIMAL SCIENCES, LAHORE THE NUMBER OF STUDENTS, TEAHCERS & RECRUITMENTS etc

603:MADAM SHAHEEN ATTIQ-UR-RAHMAN: Will the Minister for Livestock and Dairy Development be pleased to state that:-

(a) Is it a fact that in the University of Animal Sciences, Lahore the total number of students are about 430 and the Teaching staff is over230?

(b) If it is true that average i.e.1:2, as compare to same Institutions are high.

(c) Who were the members of the recruitment Committee?

(d) The recruitment are made through the P.P.I.C or otherwise?

(e) Has any person fine-tuned that nepotism & close relative were held at bay.

(f) How many of those recruited are on probation & those who have been quickly regularized?

(g) Has the Administration Deptt. Checked if the education qualification & experience of above are correct?

(h) The number of these recruited how many have fane

abroad.

وزیر آبپاشی، امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ:

(الف) دوران تعلیمی سال 07-2006 یونیورسٹی آف ویٹرنری سائنسز، لاہور میں طلباء کی کل تعداد 1864 اور کل منظور شدہ تدریسی عملہ کی تعداد 120 جبکہ موجودہ تدریسی عملہ کی تعداد 109 ہے۔

(ب) موجودہ طلباء اور تدریسی عملہ کا یونیورسٹی آف ویٹرنری اینڈ اینیمل سائنسز، لاہور میں تناسب 1:17 ہے۔

(ج) یونیورسٹی آف ویٹرنری اینڈ اینیمل سائنسز، لاہور مجریہ قانون 2002 کے پہلے Statutes کے پیراگراف (1)6 کے تحت سلیکشن بورڈ مندرجہ ذیل ممبران پر مشتمل ہو گا:۔

1۔وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر منظور احمد	چیئرمین
2۔جناب محمد اکرم، رکن پنجاب پبلک سروس کمیشن	ممبر
3۔ڈین متعلقہ تدریسی شعبہ یا ڈویژن کا ڈائریکٹر یا کالج کا پرنسپل جیسی بھی صورت ہو	ممبر
4۔متعلقہ تدریسی شعبے کا چیئرمین ہو	ممبر
5۔ڈاکٹر حلیم الحسنین (سنڈیکیٹ کا نمائندہ) سابقہ رکن اینیمل سائنسز، پی اے آر سی اور ایف۔اے۔او/یو این ڈی پی چیف ٹیکنیکل مشیر	ممبر
6۔پروفیسر ڈاکٹر مرزا اظہر بیگ (سنڈیکیٹ کا نامزد) ممتاز رکن (پروفیسر و ڈین ریٹائرڈ یونیورسٹی آف ایگریکلچر فیصل آباد)	ممبر
7۔چودھری سخاوت علی (سنڈیکیٹ کا نامزد) ممتاز رکن (سیکرٹری ریگولیشنز) ریٹائرڈ حکومت پنجاب و سابق ممبر پنجاب پبلک سروس کمیشن	ممبر

(د) یونیورسٹی آف ویٹرنری اینڈ اینیمل سائنسز، لاہور کے آرڈیننس مجریہ 2002 کے پیراگراف نمبر (1)6 کے تحت تشکیل شدہ سلیکشن بورڈ کی سفارشات پر تمام تعیناتیاں یونیورسٹی آف ویٹرنری اینڈ اینیمل سائنسز، لاہور کے آرڈیننس مجریہ 2002 کی شق نمبر (s)(2)23 کے تحت بذریعہ سنڈیکیٹ عمل میں لائی جاتی ہے۔

(ہ) سلیکشن بورڈ کی طرف سے مسترد شدہ کئی امیدواران نے ہائر ایجوکیشن کمیشن، قومی احتساب بیورو، چانسلر، وزیر اعلیٰ پنجاب اور لاہور ہائی کورٹ لاہور کو کئی مواقع پر رجوع

کیا تاہم تفتیش کے بعد کوئی بھی ایسا کیس منظر عام پر نہیں آیا، جس سے ظاہر ہو کہ تعیناتی اقرباء پروری اور قریبی رشتہ داری کی بناء پر عمل میں لائی گئی ہے، چونکہ تمام تعیناتیاں وضع کردہ طریق کار کے مطابق خالصتاً میرٹ کی بنیاد پر کی جاتی ہیں۔

(و) اب تک 127 اساتذ کرام کی تعیناتی عمل میں لائی گئی ہے۔ تمام اساتذہ کی تقرری وضع کردہ طریق کار کے مطابق مجاز اتھارٹی یعنی سنڈیکیٹ کے ذریعہ عمل میں لائی گئی ہے، جیسا کہ تمام اسامیوں کو قومی اخبارات میں مشتہر کرنے کے بعد یونیورسٹی سلیکشن بورڈ نے ان کا انٹرویو کیا۔ کل 127 اساتذہ کرام 56 میں سے 110 کو ریگولر بنیادوں پر تعینات کیا گیا ہے اور 2 سالہ پروبیشن پر رکھا گیا ہے جبکہ بقیہ 17 افراد کو عارضی طور پر (جن کی مستقل تعیناتی کے امکانات ہیں) تعینات کیا گیا ہے اور انہیں ایک سال کے پروبیشن پر رکھا گیا ہے ان میں سے کوئی بھی وضع کردہ قواعد وضوابط کو بالائے طاق رکھتے ہوئے فوری طور پر ریگولر نہیں کیا گیا ہے۔

(ز) تمام کاغذات یونیورسٹی سلیکشن بورڈ کی طرف سے چیک و تجزیہ کئے جاتے ہیں اور اساتذہ کرام کی تقرری کو سنڈیکیٹ منظور کرتی ہے، سنڈیکیٹ کی تشکیل (06-08-31 تک) اس طرح ہے۔

1۔ وائس چانسلر چیئر مین

2۔ سیکرٹری حکومت پنجاب، لائیو سٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ یا اس کا نمائندہ جس کا عہدہ ایڈیشنل سیکرٹری سے کم نہ ہو۔

3۔ سیکرٹری، حکومت پنجاب، فنانس ڈیپارٹمنٹ یا اس کا نمائندہ جس کا عہدہ ایڈیشنل سیکرٹری سے کم نہ ہو۔

4۔ سیکرٹری، حکومت پنجاب، محکمہ زراعت یا اس کا نمائندہ جس کا عہدہ ایڈیشنل سیکرٹری سے کم نہ ہو۔

5۔ سیکرٹری، حکومت پنجاب، محکمہ جنگلات، جنگلی حیات و ماہی پروری یا اس کا نمائندہ جس کا عہدہ ایڈیشنل سیکرٹری سے کم نہ ہو۔

6۔ ہائرایجوکیشن کمیشن کا ایک نمائندہ

(ح) 127 تقرر شدہ اساتذہ میں سے ہائرایجوکیشن کمیشن کے پروگرام اوورسیز سکالرشپ کی بنیاد پر اور 12 اساتذہ اوپن میرٹ پر مختلف ممالک میں پی ایچ ڈی کے لئے بیرون ملک جا چکے ہیں۔

مختلف محکموں میں ایک ہی پوسٹ کے لئے دوھرے معیار کا جواز

639: **محترمہ شاہین عتیق الرحمن:** کیا وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سیکرٹری تعلیم نے مختلف یونیورسٹیوں کے وائس چانسلرز کی اسامیوں کے لئے 21۔اگست 2006 کے اخبارات میں اشتہار دیا ہے، جس میں عمر کی بالائی حد 65 سال مقرر کی گئی ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ سیکرٹری لائیوسٹاک نے لائیوسٹاک یونیورسٹی کے وائس چانسلر کی اسامی کے لئے 6۔اگست 2006 کے ایک روزنامہ میں اشتہار دیا ہے، جس میں عمر کی کوئی حد مقرر نہیں کی گئی ہے؟

(ج) اگر جز بالا (ب) کا جواب اثبات میں ہے تو اس دوھرے معیار کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر آبپاشی، امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ:

(الف) یہ سیکرٹری تعلیم کے متعلقہ ہے۔

(ب) یہ درست نہ ہے کہ سیکرٹری لائیوسٹاک نے یونیورسٹی آف ویٹرنری اینڈ اینیمل سائنسز، لاہور کے وائس چانسلر کی اسامی کی تقرری کے لئے از خود 6۔اگست 2006 کے ایک روزنامہ میں اشتہار دیا ہے، جس میں عمر کی کوئی حد مقرر نہیں کی گئی ہے، بلکہ درست یہ ہے کہ گورنر پنجاب / چانسلر نے موزوں فرد بطور وائس چانسلر، یونیورسٹی آف ویٹرنری اینڈ اینیمل سائنسز لاہور کے انتخاب کے لئے مسٹر غیاث الدین سابق سیکرٹری لائیوسٹاک اور ڈائریکٹر جنرل سول سروسز اکیڈمی لاہور کی سربراہی میں درج ذیل Search Committee تشکیل فرمائی تھی جس نے باہمی صلاح و مشورہ اور دیگر یونیورسٹیوں کے اشتہارات کا مطالعہ کرنے کے بعد 6۔اگست 2006 کو روزنامہ "جنگ" لاہور اور "ڈان" لاہور میں اشتہار دیا تھا جس میں عمر کی کم از کم حد 50 سال مقرر کی گئی تھی۔

نمبر شمار	نام اور عہدہ	پوزیشن
1۔	مسٹر غیاث الدین، سابق سیکرٹری لائیوسٹاک اور ڈائریکٹر جنرل	کنوینر

سول سروسز اکیڈمی لاہور

2۔ ڈاکٹر خالد آفتاب، وائس چانسلر، ممبر
GCU، لاہور

3۔ ڈاکٹر محمد افضل، سابقہ اینیمل ہزبینڈری کمشنر ممبر
گورنمنٹ آف پاکستان ڈائریکٹر جنرل

4۔ سیکرٹری، گورنمنٹ آف پنجاب، لائیوسٹاک اینڈ ڈیری ڈویلپمنٹ ممبر/سیکرٹری
ڈیپارٹمنٹ لاہور

(ج) چانسلر/گورنر کسی بھی یونیورسٹی میں وائس چانسلر کو چار سال کے لئے مقرر کرتا ہے، جبکہ کسی بھی یونیورسٹی میں وائس چانسلر کی تقرری کے لئے عمر کی بالا حد مقرر نہیں کی گئی ہے۔

افزائش حیوانات فارم اوکاڑہ۔ بھرتی کے منتظر افراد کے تعیناتی آرڈرز کا اجراء

645: **محترمہ انجم سلطانہ:** کیا وزیر امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ افزائش حیوانات فارم بہادر نگر اوکاڑہ میں مختلف اسامیوں کی بھرتی کے لئے درخواستیں طلب کر کے ٹیسٹ/انٹرویو لیا گیا؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ابھی تک کامیاب ہونے والے امیدواروں کو تعیناتی آرڈر جاری نہیں کئے گئے ہیں، کب تک آرڈر جاری کئے جائیں گے؟

وزیر آبپاشی، امور پرورش حیوانات و ڈیری ڈویلپمنٹ:

(الف) یہ درست ہے کہ افزائش حیوانات فارم بہادر نگر میں مختلف اسامیوں کی بھرتی کے لئے درخواستیں طلب کر کے ٹیسٹ/انٹرویو لیا گیا تھا۔

(ب) یہ بھی درست ہے کہ ابھی تک کامیاب ہونے والے امیدواروں کو تعیناتی آرڈر جاری نہیں کئے گئے جو کہ مستقبل قریب میں قواعد و ضوابط کی کارروائی مکمل ہونے پر جاری کئے جائیں گے۔

میاں محمد لطیف پنوار راجپوت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

میاں محمد لطیف پنوار راجپوت: جناب سپیکر! بہاولپور میں پانی کے حوالے سے ایک چھوٹا سا معاملہ ہے جو میں منسٹر آبپاشی کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں۔ معاملہ یہ ہے کہ پچھلے پچاس سال سے اپر پنجاب کی جتنی بھی نہریں ہیں وہ ساری کی ساری پورا سال چل رہی ہیں اور دوسری طرف اگر جنوبی پنجاب خصوصاً بہاولپور میں دیکھا جائے تو وہاں کی نہروں کو ششماہی بنیادوں پر چلایا جا رہا ہے، ایک تو سب سے بڑی زیادتی یہ ہے۔ بہاولپور بیلٹ گندم اور کپاس کے لحاظ سے بہت اہم ہے اور پورے پنجاب کو بمپر کراپ فراہم کرتا ہے۔ اب ایک تو زیادتی یہ تھی کہ اپر پنجاب کی نہریں پورا سال چل رہی ہیں اور ہمارے جنوبی پنجاب میں ششماہی چل رہی ہیں۔ اب مزید بہاولپور کے اندر انہوں نے سب سے بڑا ظلم یہ کیا ہے کہ وہاں پر چلنے والے موگہ جات کا 56 فیصد پانی مزید گھٹا دیا گیا ہے اور سیکرٹری آبپاشی نے یہ سٹیٹمنٹ دی ہے کہ ہم موگوں کو پہلی اور صحیح حالت میں لے کر آ رہے ہیں۔

جناب سپیکر: مولانا صاحب! بجٹ سیشن آ رہا ہے اس میں سن لیں گے۔ پلیز! تشریف رکھیں۔

میاں محمد لطیف پنوار راجپوت: جناب سپیکر! یہ بہت اہم مسئلہ ہے اور وہاں پر ایک نان ٹیکنیکل آدمی کو لگا دیا گیا ہے۔ پلیز! منسٹر صاحب سے جواب پوچھ لیں۔

تحاریک استحقاق

جناب سپیکر: آگے بجٹ سیشن آ رہا ہے آپ اس میں کھل کر بات کر لیجئے گا۔ پلیز تشریف رکھیں۔ اب ہم تحاریک استحقاق ٹیک اپ کرتے ہیں۔ یہ تحریک چودھری تسنیم ناصر صاحب کی ہے۔ یہ move ہو چکی ہے جو آج کے لئے pending تھی۔

چودھری تسنیم ناصر: جناب سپیکر! راجہ بشارت صاحب نے کہا تھا کہ میں اس کا جواب دوں گا۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب تشریف نہیں رکھتے۔ اسے پھر pending کر دیتے ہیں۔

چودھری تسنیم ناصر: جناب سپیکر! مسئلہ یہ ہے کہ یہ ہاؤس میں پیش ہوئی ہے اور اس کو ڈیڑھ مہینہ ہو گیا ہے۔

جناب سپیکر: ان کی C.M کے ساتھ کوئی میٹنگ تھی وہ بتا کر گئے ہیں۔

چودھری تسنیم ناصر: جناب سپیکر! یہ کمیٹی کو refer کر دیں۔

جناب سپیکر: یہ تحریک 17-تاریخ تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔

محترمہ پروین مسعود بھٹی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ! فرمائیں۔

محترمہ پروین مسعود بھٹی: جناب سپیکر! ابھی زکوٰۃ و عشر کے منسٹر بیٹھے ہوئے تھے جو ان سے متعلقہ ایک پوائنٹ ہے۔ میں یہ عرض کرنا چاہوں گی کہ ضلعی زکوٰۃ کمیٹی کے جو چیئرمین ہیں انہیں ٹائم کا پابند نہیں کیا گیا اور اکثر جب بھی سوال کیا جائے تو لکھا ہوتا ہے کہ ان کو پابند نہیں کیا گیا۔ یہ زکوٰۃ عشر کمیٹی کا محکمہ غریبوں کے لئے بنا ہے۔ وہ امیروں کے لئے نہیں ہے کہ آئے، چیک کیا اور گاڑی میں بیٹھ کر چلے گئے۔ وہ بے چارے کتنا پیسا لگا کر آتے ہیں اور جب زکوٰۃ و عشر کمیٹی کے چیئرمین موجود ہی نہیں ہوتے تو ان غریبوں کو کتنے کتنے چکر لگانے پڑتے ہیں۔ پلیز ان کے نوٹس میں لائیں۔

جناب سپیکر: محترمہ! ابھی منسٹر صاحب باہر تشریف لے گئے ہیں۔ اگلی تحریک استحقاق محترمہ نور النساء ملک صاحبہ کی ہے۔ جی، محترمہ! تحریک پڑھیں۔

ایس ایچ او تھانہ سول لائن فیصل آباد کا معزز خاتون رکن اسمبلی کے گھر پر غیر قانونی چھاپہ

محترمہ نور النساء ملک: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتی ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ مورخہ 7 اور 8-جون 2007 کی درمیانی شب بوقت 12.30 بجے سول لائن تھانہ فیصل آباد کا SHO سیف اللہ بھٹی ہمراہ کئی پولیس اہلکاران نے دو سرکاری گاڑیوں میں میری رہائش پر ریڈ کیا۔ اونچی آواز میں مجھے اور میرے خاوند کو پکارنے لگا۔ جب گھر میں سے کوئی باہر نہ آیا تو دروازوں کو ٹھڈے مارنے لگا، پولیس اہلکاروں کی اور دروازوں کی آوازیں سن کر اہل محلہ بھی جمع ہو گئے تو انہوں نے بتایا کہ ایم پی اے صاحبہ گھر پر نہ ہیں۔ جس پر SHO صاحب مزید غصہ میں آ گئے اور میرے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کئے اور دیوار پھلانگنے کی کوشش کی۔ جب مجھے اس واقعہ کی اطلاع ملی تو دوسرے روز میں نے خود SHO صاحب سے ٹیلیفون پر رابطہ کیا

اور رات گئے گھر پر آنے کی وجہ پوچھی تو SHO صاحب غصہ میں آ گئے اور کہنے لگا کہ آپ کو سبق سکھانے آیا تھا۔ جواباً کہا کہ میں نے کون سی غلطی کی ہے کہ آپ مجھے سبق سکھانے آئے تھے، کیا میرے خلاف کوئی ایف آئی آر درج ہے تو مجھے بتائیں میں خود تھانے آ جاتی ہوں تو اس پر اس نے کہا کہ آپ کو گرفتار کرنے آیا تھا مگر آپ بچ نکلیں اور میرے خلاف نازیبا الفاظ استعمال کرتا رہا۔ جن کو تحریر کرنا میرے لئے مناسب نہ ہے۔ مورخہ 9۔جون 2007 کو مذکورہ SHO نے ہمارے کلینک پر تقریباً 12.00 بجے دوپہر دوبارہ ریڈ کیا اور میرے خاوند کے چھوٹے بھائی عمر دراز کو گرفتار کر لیا۔ جب اس واقعہ کی مجھے اطلاع ملی تو میں نے فوراً SHO سے رابطہ کیا اور اپنے دیور کی گرفتاری کی وجہ پوچھی تو SHO صاحب بگڑے ہوئے لہجے میں بولے کہ جب تک آپ کو گرفتار نہیں کر لیتا اس وقت تک ایسا ہی ہوتا رہے گا۔ اس پر میں نے کہا کہ شریف شہریوں کے گھر اس طرح ریڈ کرنا مناسب نہ ہے۔ اس بات پر SHO صاحب مزید غصہ میں آ گئے اور میرے بارے میں ایک مرتبہ پھر نازیبا اور غلیظ زبان استعمال کرنے لگا۔ بغیر مقدمہ کے SHO کا میرے گھر اور کلینک پر ریڈ کرنا اور وجہ پوچھنے پر SHO کا ایک خاتون ایم پی اے کے خلاف نازیبا الفاظ استعمال کرنے سے نہ صرف میرا بلکہ اس پورے مقدس ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہذا میری اس تحریک کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: محترمہ! لاء منسٹر صاحب چیف منسٹر صاحب کے پاس گئے ہیں وہاں کوئی میٹنگ تھی اور وہ مجھے بتا کر گئے ہیں۔ لہذا یہ تحریک 17 تاریخ تک pending کر لیتے ہیں۔

محترمہ نور النساء ملک: جناب سپیکر! اسے کمیٹی میں بھیج دیں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! اس تحریک میں کوئی شک کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ اسے کمیٹی کو refer کر دیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! ابھی تو اس کا جواب ہی نہیں آیا۔

رانا آفتاب احمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا آفتاب احمد صاحب!

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! آپ نے اور اس پورے معزز ایوان نے ایک فاضل ممبر کی

تحریک استحقاق سنی ہے تو میرا خیال ہے کہ آپ کا یہ اختیار ہے کہ آپ اس کو کمیٹی کو refer کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: راناصاحب! اس کا جواب تو آلینے دیں۔

راناآفتاب احمد خان: جناب سپیکر! کوئی بھی معزز رکن یہاں پر اپنی تضحیک کے لئے ایسی بات نہیں کرتا۔

جناب سپیکر: 17۔تاریخ کون سی دور ہے اس کا جواب تو آنے دیں۔ یہ تحریک 17۔تاریخ تک pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک استحقاق محترمہ زیب النساء قریشی صاحبہ کی ہے۔ جی، محترمہ!

کبوتر منڈی ڈسپنسری ملتان کے میڈیکل آفیسر کا معزز خاتون رکن اسمبلی کے ساتھ نامناسب رویہ

محترمہ زیب النساء قریشی: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتی ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ میں نے بذریعہ تعمیر پنجاب پروگرام (ایم پی اے فنڈ) کبوتر منڈی ڈسپنسری، ملتان میں ایک تشخیصی بلاک معہ آلات فراہم کرایا تھا۔ جس میں ایک ایکسرے روم ایک کمرہ لیبارٹری اور ایک کمرہ الٹرا ساؤنڈ/ای سی جی کے لئے مختص ہے۔ گزشتہ دنوں علاقے کے معززین نے شکایت کی کہ ڈسپنسری میں الٹرا ساؤنڈ مشین ایک غیر تربیت یافتہ ڈاکٹر استعمال کر رہے ہیں اور مریض سے مبلغ -/25 روپے وصول کر رہے ہیں جس کا کوئی ریکارڈ موجود نہ ہے اور یہ سراسر غیر قانونی ہے جبکہ تشخیصی بلاک اور آلات کی فراہمی کا مطلب ہی اہل علاقہ کو طبی سہولیات مفت فراہم کرنا تھا اور یہی وزیر اعلیٰ پنجاب کا صحت کے بارے میں وژن ہے۔ محترم المقام! ان شکایات کی تصدیق کے لئے میں نے متعلقہ ڈسپنسری کا بتاریخ 07-06-05 بروز منگل 11.30 پر دورہ کیا میرے ہمراہ علاقے کے لوگ بھی تھے۔ مجھے یہ دیکھ کر حیرانی ہوئی کہ تشخیص بلاک کے تمام کمرے لاک ہیں اور مشین (الٹرا ساؤنڈ) ڈاکٹر اسلم میڈیکل آفیسر نے اپنے کمرے میں رکھی ہوئی تھی اور وہیں مریضوں کا الٹرا ساؤنڈ کر رہا تھا۔ دوسرے لوگوں کی ادھر آمدورفت تھی اور بیٹھے بھی ہوئے تھے۔ میں نے متعلقہ ڈاکٹر سے کہا جب ان آلات کے لئے جگہ مخصوص ہے ان نازک آلات کو وہیں موجود ہونا چاہئے تاکہ نقصان کا احتمال کم سے کم ہو اور لوگوں کو سہولتیں تادیر میسر آسکیں۔ علاوہ

ازیں میں نے ان سے پیسوں کے ریکارڈ کے بارے میں معلوم کیا جو اس مد میں مریضوں سے لئے جا رہے تھے تو ڈاکٹر اسلم میڈیکل آفیسر نے میرے ساتھ میرے حلقہ کے لوگوں کے سامنے انتہائی گھٹیا اور بھونڈہ رویہ اختیار کیا میرے بارے میں چیختے ہوئے انتہائی غلیظ زبان استعمال کی اور ڈاکٹر نے کہا میں اٹھارویں گریڈ کا آفیسر ہوں۔ میں نے بڑے ایم این اے، ایم پی اے دیکھے ہیں، ان کی اوقات کیا ہوتی ہے؟ ڈاکٹر مذکورہ نے انتہائی مشتعل انداز اختیار کرتے ہوئے مجھے کمرے سے نکل جانے کا کہا اور یہ کہا کہ اپنی مشین اٹھا کر توڑ دو یا آگ لگا دو اور میرے بارے میں انتہائی لغو زبان استعمال کرتے ہوئے مجھے پریس کی دھمکیاں دیں اور جماعتی وابستگی کے حوالے سے دھمکایا۔

جناب والا! ڈاکٹر مذکور کے بدتمیزانہ رویے میں ڈسپنسر نیاز بلوچ برابر کا شریک رہا۔ ڈاکٹر اسلم نے کہا کہ اگر آئندہ ادھر آئیں تو نتائج کی ذمہ دار آپ خود ہوں گی اور میرا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ محترم المقام! میں نے تمام حالات آپ کے سامنے رکھے اور بحیثیت ایک عوامی نمائندہ میرا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہذا میری اس تحریک کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر صحت!

وزیر امداد باہمی: جناب سپیکر! وہ میٹنگ میں گئے ہوئے ہیں لہذا اس کو pending فرمالیں۔

جناب سپیکر: وزیر صاحب تشریف فرما نہیں ہیں لہذا اس کو 17۔ تاریخ تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔

محترمہ زیب النساء قریشی: جناب سپیکر! میری گزارش ہے کہ آپ اس کو کمیٹی کے سپرد کر دیں۔ آپ دیکھیں کہ اگر وہ اس طرح کا رویہ رکھیں گے تو ہم کیسے کام کریں گے۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: میں نے اس کو pending کر دیا ہے 17۔ تاریخ کو دیکھیں گے۔ اب ہم تحریک التوائے کار take up کرتے ہیں۔

محترمہ فرزانہ راجہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ فرمائیں!

محترمہ فرزانہ راجہ: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں اس ایوان میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ ایک طرف تو

نعرہ لگایا جاتا ہے کہ women empowerment, enlightening and moderation اور خواتین کو ان کے حقوق دلانا، ان کو empower کرنا اور جناب! آج آپ کے سامنے دو خواتین تحریک استحقاق لائی ہیں اور یہ خواتین وہ ہیں جنہوں نے اس ملک اور خصوصاً اس صوبے کی جو نصف آبادی 50 فیصد ہے ان کے حقوق کی رکھوالی کرنی ہے، ان کے حقوق کے لئے آواز اٹھانی ہے۔ اگر ان کے حقوق پامال ہیں اور ان کا استحقاق مجروح ہو تو پھر دوسری خواتین کے لئے یہ کیسے کام کر سکیں گی یا ان کے لئے کیسے آواز اٹھا سکیں گی؟

جناب سپیکر! بڑے شرم کی بات ہے کہ خواتین کے ساتھ اس طرح سے پولیس گردی اور بدتمیزی کی جائے جو کہ خواتین کی نمائندگی کر رہی ہیں۔ میں آپ سے گزارش کرتی ہوں کہ اگر اس طرح کی کوئی بھی تحریک استحقاق لائی جائے تو آپ کو چاہئے کہ اس کو pending کرنے کی بجائے آپ اس کو expect کریں اور دوسرے لوگوں کے لئے message دیں۔

جناب سپیکر: محترمہ! ابھی ان کا جواب بھی نہیں آیا متعلقہ وزراء بھی تشریف نہیں رکھتے۔ 17۔ تاریخ کو اس کو دیکھ لیں گے۔

محترمہ فرزانہ راجہ: جناب سپیکر! خواتین کے لئے آپ یہاں پر آواز اٹھا رہے ہیں اور آپ ان کا ساتھ دے رہے ہیں اور آپ کو یہ ضرور کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر: شکریہ

محترمہ پروین سکندر گل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ پروین سکندر گل: جناب سپیکر! میں نے آپ کی توجہ ایک اہم مسئلہ کی طرف دلانی ہے۔ گزشتہ سال بھی آپ سے گزارش کی تھی کہ باہر ڈرائیوروں اور دوسرے لوگوں کے لئے کوئی سایہ نہ ہے اور آپ نے اسمبلی سیکرٹریٹ کو حکم دیا تھا کہ پانی کا بھی انتظام کریں اور ان کے بیٹھنے کا بھی انتظام کریں۔ باہر اس قدر گرمی ہے، پچھلے سال بھی تھی اور اب بھی ہے۔ اس کے علاوہ پچھلے چار سالوں سے مائیک کا بھی کہتے رہے ہیں آج تک اس پر بھی عملدرآمد نہیں ہوا۔ مائیک کے لئے بھی آپ نے حکم دیا تھا۔ کبھی کسی کی آواز سمجھ نہیں آ رہی ہوتی اور خاص طور پر باہر جو غریب آدمی ہیں وہ کھڑے بھی نہیں ہو سکتے اور بیٹھ بھی نہیں سکتے۔ ہم چار چار گھنٹے اسمبلی میں رہتے ہیں اور وہ باہر

پریشان حال کھڑے ہوتے ہیں ان کے لئے کوئی انتظام نہیں ہے۔

جناب سپیکر: باہر ٹینٹ بھی لگے ہوئے ہیں، کرسیاں بھی لگی ہوئی ہیں اور پانی کا بھی بندوبست کیا گیا ہے۔آپ باہر جا کر چیک کر لیں۔ مجھے سیکرٹریٹ کی طرف سے بتایا گیا ہے کہ ٹینٹ بھی ہیں، کرسیاں بھی ہیں اور پانی کا انتظام بھی ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! ابھی محترمہ زیب النساء صاحبہ نے ہیلتھ کے متعلق تحریک استحقاق دی تھی تو ڈاکٹر فرزانہ بیٹھی ہیں، پارلیمانی سیکرٹری ہیں میری درخواست ہے کہ وہ ویسے تو نعرے مارتی ہیں ان سے ہی جواب لے لیں۔

جناب سپیکر: میں ابھی اس کو pending کر چکا ہوں، 17 تاریخ کو دیکھ لیں گے۔ ملک محمد اقبال چنڑ!

جناب محمد وقاص: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب محمد وقاص: جناب سپیکر! جس طرح گل صاحبہ نے ڈرائیوروں کی بات کی ہے میں اس کا خود گواہ ہوں۔ میں نے visit بھی کیا ہے وہاں پر تین پانی کی مشینیں لگی ہوئی ہیں لیکن تینوں خراب ہیں۔ ان میں بجلی ہے اور نہ صحیح پانی آ رہا ہے بلکہ پانی میں سے بو آ رہی ہے۔ دوسری بات یہ کہ وہاں پر ان کے لئے سائے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ وہ ہمارے بھائی ہیں۔

جناب سپیکر: وہاں باہر کوئی ٹینٹ لگا ہوا ہے یا نہیں؟

جناب محمد وقاص: نہیں، جناب! وہاں پر کوئی ٹینٹ نہیں لگا ہوا البتہ ایک ٹینٹ پولیس کے لئے لگا ہوا ہے۔ کل یہ ہوا کہ کچھ ڈرائیور سائے میں بیٹھ گئے تو پولیس والوں نے انہیں وہاں سے ہٹایا کہ یہاں نہ بیٹھیں تو اس طرح ان کے درمیان ایک جھگڑا سا بھی ہوا۔ وہ ہمارے بھائی ہیں۔

جناب سپیکر: کل تک اس کا بندوبست ہو جائے گا۔ جی، ملک محمد اقبال چنڑ!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ تشریف رکھیں۔ ہاؤس کو چلنے دیں۔ جی، چنڑ صاحب!

اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے انجینئر نگ کالج میں پاکستان انجینئر نگ کونسل کی منظوری کے بغیر انجینئر نگ اور کمپیوٹر کی کلاسوں کا اجراء

ملک محمد اقبال چنڑ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور میں 1999 میں کالج آف انجینئر نگ قائم کیا گیا تھا۔ اس کے قیام سے آج تک اس انجینئر نگ کالج سے ہزاروں کی تعداد میں بچے چار سالہ بی ایس سی انجینئر نگ کا کورس پاس کر چکے ہیں۔ جبکہ یہ انجینئر نگ کالج ابھی تک پاکستان انجینئر نگ کونسل سے منظور شدہ نہیں ہے جبکہ اس یونیورسٹی میں حال ہی میں کمپیوٹر انجینئر نگ کے چار سالہ کورس کرانے کا پروگرام بھی شروع کیا ہے۔ اس کالج سے تعلیم حاصل کرنے والے بچوں سے کروڑوں روپے فیس کی مد میں اس کی انتظامیہ وصول کر چکی ہے جبکہ اس کالج کی انتظامیہ نے پاکستان انجینئر نگ کونسل ایکٹ 1975 ترمیم شدہ آرڈیننس 2006 کی سیکشن 27 کے تحت کمپیوٹر انجینئر نگ کی کلاسز بھی بغیر اجازت کے شروع کر رکھی ہیں اور غریب اور پسماندہ علاقہ کے بچوں سے کروڑوں روپے فیس کی مد میں وصول کر رہے ہیں اس کالج کی طرف سے بی ایس سی انجینئر نگ کی جاری کردہ ڈگری جس پر چانسلر (گورنر پنجاب) کے دستخط ہوتے ہیں، کو تسلیم نہ کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ کالج جو کہ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور میں کام کر رہا ہے۔ اس کی یونیورسٹی کی انتظامیہ نے اسے پاکستان انجینئر نگ کونسل سے رجسٹرڈ نہ کروایا ہے۔ اس طرح اس کالج سے فارغ التحصیل بچوں کو حصول روزگار میں کافی مشکلات کا سامنا ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم!

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم: جناب سپیکر! ابھی تک اس کا جواب موصول نہیں ہوا لہذا اس کو pending کر دیا جائے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک 21۔جون تک pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک بھی ملک محمد اقبال چنڑ صاحب کی ہے۔

ٹی ایم اے بہاولپور کے ٹھیکیدار کا کسانوں سے غیر قانونی پارکنگ فیس وصول کرنا

ملک محمد اقبال چنڑ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ TMA بہاولپور نے اے سی کو چز سٹینڈز میں ٹریکٹر ٹرالی کھڑی کرنے کے لئے جگہ مختص کر رکھی ہے۔ جہاں پر ریت سے بھری ٹرالیاں کھڑی کی جاتی ہیں اور اس جگہ پر ٹرالیاں کھڑی کرنے والوں سے بیس روپے پارکنگ فیس وصول کی جاتی ہے۔ جس کا باقاعدہ ٹھیکہ TMA، بہاولپور سے منظور شدہ ہے۔ اس کے علاوہ بہاولپور شہر میں آنے والی کسی بھی ٹریکٹر ٹرالی سے فیس وصول نہیں کی جا سکتی مگر ٹھیکیدار شہر میں داخل ہونے والی ٹریکٹر ٹرالی سے زبردستی بیس روپے وصول کر رہا ہے۔ کاشتکار لوگ جو اپنی زرعی اجناس اور سبزیاں فروخت کرنے اور تیل وغیرہ خریدنے کے لئے ٹریکٹر ٹرالی لے کر آتے ہیں ان سے بھی زبردستی ٹھیکیدار فیس وصول کر رہا ہے جبکہ ٹھیکیدار صرف ریت کی ٹریکٹر ٹرالیوں سے پارکنگ فیس وصول کر سکتا ہے۔ اس طرح یہ ٹھیکیدار TMA کے افسران سے ملی بھگت سے غریب کاشتکاروں کو لوٹ رہا ہے۔ جس کے خلاف کوئی ایکشن نہیں لیا جا رہا ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: یہ بھی 21۔جون تک pending کر لیتے ہیں کیونکہ منسٹر صاحب وزیر اعلیٰ صاحب کی میٹنگ میں گئے ہوئے ہیں لہذا یہ motion بھی 21۔جون تک pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک شیخ علاؤالدین صاحب کی ہے۔ ان کی request آئی ہے تو ان کی motion بھی 21۔جون تک pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک چودھری زاہد پرویز اور لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ) کی move ہو چکی ہے اور اس کا جواب آنا تھا جو کہ ایجوکیشن سے متعلقہ ہے اور اس کا نمبر 222 ہے جس میں حافظ آباد کے ایک پرائمری سکول کی چار دیواری کا مسئلہ ہے۔ جی، پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم!

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم: جناب سپیکر!اس کا جواب موصول نہیں ہوا تو از راہ مہربانی چند دنوں کے لئے pending کر لیا جائے۔

جناب سپیکر: یہ motion بھی 21۔جون تک pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 223 شیخ اعجاز احمد صاحب کی ہے۔ جی، شیخ صاحب!

صوبہ میں شوگر ملز کا پیشگی اطلاع دیئے بغیر کرشنگ بند اور گنے کی قیمت کم کرنا

شیخ اعجاز احمد: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ صوبہ پنجاب کی درجنوں شوگر ملوں نے پیشگی اطلاع دیئے بغیر ہی گنے کی کرشنگ بند کر دی ہے جس کی وجہ سے کاشتکار مسائل کا شکار ہو گئے ہیں کیونکہ ابھی تک گنے کی مکمل کٹائی نہیں ہوئی اور وہ اپنا گنا ٹرالیوں میں لاد کر ایک سے دوسری شوگر ملز کے گیٹ پر جاتے ہیں تو انہیں ٹکا سا جواب ملتا ہے کہ ملز بند کر دی گئی ہیں حالانکہ پنجاب شوگر کین ایکٹ کے تحت شوگر ملز بند کرنے سے 15 روز پہلے باقاعدہ کرشنگ بند کرنے سے متعلق نوٹس تشہیر کیا جانا ضروری ہے مگر یہاں تو الٹی ہی گنگا بہتی ہے۔ کسانوں اور کاشتکاروں کو تو پوچھتا ہی کوئی نہیں۔ یہی نہیں بلکہ شوگر ملز مالکان حکومت کی طرف سے گنے کی سرکاری مقرر کردہ قیمت -/60 روپے کی بجائے -/40 روپے فی من خرید رہے ہیں جو کہ سراسر گنے کے کاشتکاروں کے حقوق پر ڈاکا ڈالنے کے مترادف ہے۔ اچانک کرشنگ سیزن ختم کرنے اور قیمت کم دینے پر گنے کے کاشت کار سراپا احتجاج ہیں لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر صنعت!

وزیر صنعت: جناب سپیکر! یہ وزیر خوراک سے متعلقہ ہے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر خوراک!

وزیر خوراک: جناب سپیکر! محکمہ کی طرف سے ابھی جواب نہیں آیا لہذا اسے pending کر دیا جائے۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ 10-اپریل کو یہ move ہوئی اور 21-اپریل کو یہ circulate ہوئی تو ہم شروع دن سے یہ گزارش کرتے آئے ہیں کہ جس طرح دوسرے ممالک میں ان کی اسمبلیوں کے لئے ایک پارلیمانی کیلنڈر طے کیا جاتا ہے جس کے حوالے سے ایک ماہ یا ڈیڑھ ماہ بعد اسمبلی meet کرتی ہے تو اس سے تمام محکمہ جات کی کارکردگی بہتر رہتی ہے اور تمام محکمے active رہتے ہیں جس سے لوگوں کے مسائل حل ہوتے رہتے ہیں اور اگر یہی پریکٹس ہمارے اس صوبے میں آج سے پہلے جاری کی جاتی کیونکہ اب میں یہ پڑھ رہا ہوں اور آپ نے pending فرما دی ہے تو گنے کا کرشنگ سیزن بھی ختم ہو چکا ہے اور گنے کے کاشتکاروں کے ساتھ جو زیادتی ہونی تھی وہ بھی ہو چکی ہے اور وہ بھی رو دھو کے بیٹھ چکے ہیں تو اب ہم اجلاس ہی 6/6 ماہ بعد بلائیں گے تو اس کے بعد ایسی تحاریک التوائے کار آئیں گی تو پھر کیا لوگوں کے مسائل حل ہونے ہیں اور کیا ہم نے گڈ گورننس صوبوں کے لوگوں کو دینی ہے؟

جناب سپیکر: یہ motion 21 June تک pending کی جاتی ہے۔

محترمہ خالدہ منصور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ!

محترمہ خالدہ منصور: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہاں اپنے شہر فیصل آباد کے ایک اہم مسئلے کی طرف نشاندہی کرنا چاہتی ہوں کہ فیصل آباد ایک صنعتی شہر ہے اور وہاں پر محنت کش بہت زیادہ ہیں۔ کچھ عرصہ سے وہاں کے لوگ ٹی بی کے مرض کا شکار ہو رہے ہیں اگر کچی آبادیوں یا پسماندہ علاقوں کا سروے کروایا جائے تو ہر تیسرے گھر میں ٹی بی کا ایک مریض موجود ہے لیکن شہر کا مسئلہ یہ ہے کہ وہاں دو بڑے الائیڈ اور سول ہسپتال ہیں لیکن ان دونوں ہسپتالوں میں جانے والے ٹی بی کے مریضوں کو ڈاکٹر صاحبان ادویات دیئے بغیر ہی واپس بھیج دیتے ہیں۔ میری گزارش یہ ہے کہ فیصل آباد کا یہ ایک بڑا اہم مسئلہ ہے کہ جو لوگ دور دراز کے علاقوں سے ہسپتال آتے ہیں تو انہیں بغیر ادویات کے ہی واپس بھیج دیا جاتا ہے تو ان پر رحم کیا جانا چاہئے۔ آج جب زکوٰۃ و عشر کے سوالوں کے جوابات دیئے جا رہے تھے تو اس میں بتایا گیا کہ ہسپتال میں ادویات کے فنڈز دیئے جاتے ہیں تو

فیصل آباد میں صرف دو ٹی بی ہسپتال ہیں ان میں سے ایک این جی اوز چلا رہی ہے جبکہ دوسرا غلام محمد آباد میں واقع ڈسٹرکٹ حکومت کے تحت چل رہا ہے لیکن شہر کی ضروریات ان ہسپتالوں سے بہت زیادہ ہیں۔ میری گزارش یہ ہے کہ ڈاکٹر فرزانہ صاحبہ یہاں پر تشریف فرما ہیں تو وہ اس بات کا جواب دیں کہ کیا یہ ممکن نہیں کہ الائیڈ و ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹرز ہسپتال میں جانے والے ٹی بی کے مریضوں کو بغیر ادویات کے واپس نہ بھیجا جائے بلکہ انہیں فوری طور پر ادویات دے کر ٹی بی ہسپتال refer کیا جائے۔ بہت شکریہ

سرکاری کارروائی

مسودہ قانون

(جو متعارف ہوا)

مسودہ قانون (ترمیم) کچی آبادیاں پنجاب مصدرہ 2007

MR SPEAKER: The Punjab Katchi Abadis (Amendment) Bill 2007. Minister for Cooperatives!

MINISTER FOR COOPERATIVES: Sir, I move to introduce the Punjab Katchi Abadis (Amendment) Bill 2007.

MR SPEAKER: "The Punjab Katchi Abadis (Amendment) Bill 2007 has been introduced in the House under Rule 91(5) of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997 and is referred to the Standing Committee on Local Government & Rural Development for report up to 31st July 2007. "

رپورٹ

(جو پیش ہوئی)

جناب سپیکر: ڈاکٹر سامیہ امجد مجلس قائمہ برائے وائلڈ لائف کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنا چاہتی ہیں۔ میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ رپورٹ پیش کریں۔

مسودہ قانون (ترمیم) تحفظ، محافظت، نگہداشت وانتظام جنگلی حیات پنجاب مصدرہ 2007 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے وائلڈ لائف کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا

ڈاکٹر سامیہ امجد: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں

The Punjab Wildlife Protection, Preservation, Conservation and Management (Amendment) Bill 2007 (Bill No.3 of 2007)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے وائلڈ لائف کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتی ہوں۔

جناب سپیکر: رپورٹ پیش ہوئی۔

آج کے اجلاس کا ایجنڈہ مکمل ہو گیا ہے لہذا اب اجلاس بروز جمعرات مورخہ 14۔جون 2007 دن 11:30 تک ملتوی کیا جاتا ہے۔

285

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ، 14۔جون 2007

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ

سرکاری کارروائی

1۔ گوشوارہ سالانہ بجٹ برائے سال 08-2007

2۔ گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 07-2006

3۔ مسودہ قانون مالیات پنجاب مصدرہ 2007

287

صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھویں اسمبلی کا تیسواں اجلاس

جمعرات، 14-جون 2007

(یوم الخمیس، 28-جمادی الاول 1428ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں سہ پہر 3 بج کر 30 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر چودھری محمد افضل ساہی منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ
فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿40﴾ وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿41﴾
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿42﴾
اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿43﴾
اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿44﴾ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ
يُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿45﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ
اَدْهٰى وَاَمَرُّ ﴿46﴾

سورۃ القمر آیات 40 تا 46

اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے؟ (40) اور قوم فرعون کے پاس بھی ڈر سنانے والے آئے (41) انہوں نے ہماری تمام نشانیوں کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو اس طرح پکڑ لیا جس طرح ایک قوی اور غالب شخص پکڑ لیتا ہے (42) (اے اہل عرب) کیا تمہارے کافر ان لوگوں سے بہتر ہیں یا تمہارے لئے (پہلی) کتابوں میں کوئی فارغ خطی لکھ دی گئی ہے (43) کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری جماعت

بڑی مضبوط ہے (44)عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے(45)ان کے وعدے کا وقت تو قیامت ہے اور قیامت بڑی سخت اور بہت تلخ ہے(46)

وماعلینا الا البلاغo

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے آج کا دن جناب گورنر پنجاب نے قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت سال 1997 کے قاعدہ 134(1) کے تحت بجٹ پیش کرنے کے لئے مقرر کیا ہے لہذا میں وزیر خزانہ سردار حسنین بہادر دریشک کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ بجٹ تقریر کا آغاز کریں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

قائد حزب اختلاف: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، قاسم ضیاء صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

قائد حزب اختلاف: جناب سپیکر! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے موقع فراہم کیا۔ آج چونکہ بجٹ پیش ہو رہا ہے۔ میں یہ کہنا چاہوں گا کہ آج بڑے دنوں کے بعد ہمارے لیڈر آف دی ہاؤس چودھری پرویزالٰہی صاحب ہاؤس میں تشریف لائے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

میں یہ کہنا چاہوں گا کہ اس بجٹ کے موقع پر پچھلے دس پندرہ دنوں سے غریب عوام کو گرفتاریوں، چھاپوں کی صورت میں جو تحفہ دیا جارہا ہے یہ انہی کا خاصا ہے۔ (شیم، شیم)

میں وزیر اعلیٰ سے کہنا چاہوں گا کہ وزیر اعلیٰ صاحب کم از کم اتنا ظلم کریں جتنا کل کو سہہ سکیں کیونکہ اگر آپ میں دم ہے تو آج بھی مال روڈ پر ریلی نکلی ہے، آج بھی کارکن سڑک پر آئے ہیں لیکن آپ میں اتنی جرأت اور ہمت نہیں ہوئی کہ آپ کم از کم ان کارکنوں کو روک سکیں اور نہ ہی آج کارکنوں کا راستہ روکا جاسکتا ہے۔ میں وزیر اعلیٰ صاحب سے کہنا چاہوں گا کہ آج ایک دفعہ پھر یہ سوچ لیں کہ جو کچھ کراچی میں ہوا، اس سے بڑھ کر 16۔تاریخ کو جب چیف جسٹس صاحب فیصل آباد جارہے ہیں تو کیا یہ اس تاریخ کو دہرانا چاہتے ہیں؟ اسی لئے کارکنوں کو گرفتار کیا جارہا ہے۔ ایک طرف روایات کی بات کی جاتی تھی، مجھے یاد ہے وہ دن جس دن یہ لیڈر آف دی ہاؤس بنے تھے، انھوں نے یہاں کھڑے ہو کر کہا تھا کہ آئیے رواداری کی سیاست کو پروان چڑھاتے ہیں۔ ہم نے ان سے اس وقت بھی کہا تھا کہ ہم آپ کا ہر طرح سے ساتھ دیں گے لیکن کیا ان کا ساتھ اس لئے دیں کہ یہ صحافیوں پر تشدد کریں، ان کا ساتھ اس لئے دیں کہ یہ ٹیچروں پر تشدد کریں اور ان کا ساتھ اس لئے دیں کہ سیاسی کارکنوں کو گھروں سے گرفتار کریں؟ (شیم، شیم)

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! یہ کس طرح کا پوائنٹ آف آرڈر ہے؟

قائد حزب اختلاف: جناب سپیکر! میں نے کل بھی وزیر قانون صاحب سے کہا تھا کہ ان چھاپوں اور

کارکنوں کی گرفتاریوں کو بند کیا جائے۔ ابھی جب وزیر اعلیٰ صاحب ہاؤس میں داخل ہوئے تو ٹریژری بنچز نے تالیاں بجا کر ان کو welcome کہا لیکن میں انہیں کہنا چاہتا ہوں کہ جب یہ تنہا ہوں گے، جب وہاں سے گھنٹی بجے گی تو ان میں سے ایک بھی ان کے ساتھ کھڑا نہیں ہو گا اور ایک بھی ان کے لئے تالیاں نہیں بجائے گا۔ (شور و غل)

جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آج وزیر اعلیٰ صاحب کیوں نہیں یہاں پر اعلان کرتے کہ یہ چھاپے بند ہوں گے اور یہاں پر جو گرفتاریاں ہو رہی ہیں ان کو بند کیا جائے گا؟ ہم سے جھوٹے وعدے کئے گئے اور ہمیں یہ کہا گیا کہ ہم آرڈرز withdraw کر رہے ہیں۔ ہر روز یہاں پر چھاپے مارے جا رہے ہیں اور آج بھی کارکنوں کو ہراساں کیا جا رہا ہے۔ اگر اتنی ہمت اور جرأت ہے تو جب ہم جلوس نکالتے ہیں پھر سڑکوں سے ہمیں پکڑیں۔ یہاں تو ان کے آنے کی ہمت نہیں ہوتی اور جتنے کرپٹ پولیس ایس ایچ اوز تھے وہ سارے انھوں نے تعینات کئے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

قائد حزب اختلاف: میں یہ کہنا چاہوں گا کہ کیا یہ تحفہ دے رہے ہیں، کیا یہ قوم کو پیغام دے رہے ہیں اور کیا یہ روایات کی باتیں کرنے والے نفرت کی سیاست کو فروغ دے رہے ہیں؟

جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے کہنا چاہوں گا کہ آج وزیر اعلیٰ پرویز الٰہی کو انھوں نے عذاب الٰہی کے نام سے یاد کرنا شروع کر دیا ہے کیونکہ انھوں نے لوگوں کو تنگ کرنا شروع کر دیا ہے۔ (شور و غل)

جناب سپیکر: جناب وزیر خزانہ!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں قاسم ضیاء صاحب کے پوائنٹ آف آرڈر کا جواب دینا چاہتا ہوں کہ جو کچھ لیڈر آف دی اپوزیشن نے کہا ہے میں اس کا جواب دینا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں۔ وزیر قانون!۔۔۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں بھی بات کرنا چاہتا ہوں۔ میرے بعد وزیر قانون صاحب اکٹھا ہی جواب دے دیں۔

جناب سپیکر: ارشد محمود بگو صاحب، سمیع اللہ خان صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ میں نے floor وزیر قانون کو دیا ہے۔ آپ وزیر قانون کی بات سن لیں۔ ان کی بات کا جواب آپ سن لیں۔ پلیز سن

لیں۔تشریف رکھیں۔انہیں جواب دینے دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر!میں گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ گزشتہ چار دن سے جب سے یہ اجلاس شروع ہوا ہے تو یہ مسلسل اس طرح کر رہے ہیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر!ان کو بٹھایا جائے۔جب لیڈر آف دی اپوزیشن نے بات کی ہے تو ہم نے انہیں سنا ہے۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف اپنی نشستوں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور نعرے لگانے شروع کر دیئے)

جناب سپیکر: جی،راجہ صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر!میں عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ گزشتہ چار دن سے جب سے اسمبلی کا اجلاس شروع ہوا۔۔(شور وغل)

جناب سپیکر: آپ سب تشریف رکھیں۔یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔میں نے floorوزیر قانون کو دیا ہے۔یہ بات کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔آرڈر پلیز۔آرڈر پلیز۔سمیع اللہ خان صاحب!میں نے floorوزیر قانون کو دیا ہے۔آپ تشریف رکھیں۔آپ تشریف رکھیں۔جی، وزیر قانون!(شور وغل)

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر!میں گزارش یہ کرنا چاہتا تھا کہ جب سے یہ اجلاس شروع ہوا ہے اس دن سے لے کر کل تک ہر روز جب اجلاس شروع ہوتا ہے تو اپوزیشن گرفتاریوں کے حوالے سے بات کرتی ہے۔آپ اس بات کے شاہد ہیں کہ پہلے روز جس دن اجلاس شروع ہوا انھوں نے بات کی اور اسی دن آپ کے حکم کے مطابق ہم نے ٹریژری بنچز کی طرف سے ایک positiveرویہ اپنایا اور ان کو کہا کہ آپ اپنے اپنے حلقے کے لوگوں کے ہمیں نام دے دیں۔

معزز ممبران حزب اختلاف: [****]

جناب سپیکر: آرڈر پلیز،آرڈر پلیز۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: اگر میں جھوٹ بول رہا ہوں تو آپ اپنے ان دوستوں سے پوچھیں کہ جن کو کل رہا ہونے والے لوگوں کی میں نے فہرستیں دیں۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

محترمہ فرزانہ راجہ: لیکن جو لوگ آج گرفتار کئے گئے ہیں ان کا کیا ہوا؟

جناب سپیکر: محترمہ! آپ تشریف رکھیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! اگر کوئی جرم کرے گا تو وہ گرفتار ہو گا۔ اب اگر کسی جماعت کی یہ بدقسمتی ہے کہ جو جرائم پیشہ فرد ہے وہ اس جماعت میں ہے اس کو گرفتار کیا جائے اور اس کو سیاسی کارکن کہا جائے تو اس میں میرا کوئی اختیار نہیں ہے۔ مجرموں کو چھوڑنے کا میرے پاس کوئی اختیار نہیں ہے۔ میں عرض یہ کرنا چاہتا تھا۔ اب آپ تسلی سے میری بات سنیں۔ آپ حوصلہ رکھیں اور بات سننے کا حوصلہ پیدا کریں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: میں نے لاء منسٹر کو floor دیا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! آپ کے حکم کے مطابق میں نے کل ان سے بات کی اور انھوں نے مجھے فہرستیں دیں۔ میں آپ کی خدمت میں صرف ایک بات بنیادی طور پر عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اس معزز ایوان کا ہر رکن اس بات کا گواہ ہے کہ انھوں نے کہا کہ ہزاروں کارکنوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ سینکڑوں کارکنوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ میں صرف اس لسٹ کی بات کرتا ہوں جو کل ان تینوں جماعتوں کے قائدین نے مجھے دی ہے اس کے مطابق سو سے زیادہ بندہ نہیں بنتا۔

معزز ممبران حزب اختلاف: [****] (شور و غل)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

رانا آفتاب احمد خان: یہ [**] بول رہے ہیں۔ 119 آدمیوں کی فہرست تو صرف میں نے ان کو دی ہے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! میں نے انہیں floor دیا ہوا ہے۔ وہ جواب دے رہے ہیں، آپ کی بات کا جواب دے رہے ہیں۔

رانا آفتاب احمد خان: [****]

وزیر قانون و پارلیمانی امور: میں [**] بول رہا ہوں؟ میں بتاتا ہوں۔

معزز ممبران حزب اختلاف: [****]

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب سپیکر: یہ الفاظ کارروائی سے حذف کئے جاتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں راناآفتاب صاحب سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ رات ساڑھے گیارہ بجے آپ نے مجھے فون کیا اور ان کے توسط سے کیا کہ کوئی فاروق نام کا آدمی ہے اس کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ رات پونے بارہ بجے چیف منسٹر صاحب کی اجازت سے ہم نے اس کو release کیا۔ یہ جھوٹ ہے؟ آپ مجھے بتائیں، آپ نے مجھے فون کیا، انھوں نے مجھے فون کیا۔ میں عرض یہ کرنا چاہتا ہوں۔ (قطع کلامیاں)

راناآفتاب احمد خان: جناب سپیکر! رانافاروق صاحب اس ہاؤس کے ممبر رہے ہیں، وہ ایک سیاسی کارکن ہیں۔ یہ وہ آدمی ہے کہ جس نے ضیاء الحق جیسے آمر کے خلاف کئی سالوں تک لڑائی لڑی۔ وہ ڈرنے والا نہیں ہے لیکن انھوں نے اس کی ماں کا سوئم بھی نہیں ہونے دیا اور اسے گرفتار کر لیا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: راناصاحب! اب آپ حوصلہ پیدا کریں۔ میری بات سنیں، بات سننے کا حوصلہ پیدا کریں۔ اگر آپ اونچا بولیں گے تو آپ سے زیادہ اونچا بولنے والے لوگ ادھر بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر: فاروق نامی آدمی کو گرفتار کیا گیا تھا اور وزیر اعلیٰ صاحب کے حکم سے اسے چھوڑ دیا گیا ہے۔ سمیع اللہ خان صاحب! پلیز تشریف رکھیں، سنیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ یہ اگر جمہوری رویہ نہیں اپنائیں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس میں ان کا اپنا نقصان ہے۔ میں نے کل بھی یہ کہا تھا کہ گزشتہ ساڑھے چار سال سے ماسوائے ہٹ دھرمی کی سیاست کے انھوں نے کوئی دوسرا کام نہیں کیا۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف اپنی نشستوں سے اٹھ کھڑے ہوئے
اور بے ضمیرو حیا کرو، سیاسی کارکن رہا کرو کے نعرے لگانے شروع کر دیئے)

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! گزشتہ ساڑھے چار سال سے ان کی یہ کوشش رہی ہے کہ یہ اسمبلیاں اپنی آئینی مدت پوری نہ کریں لیکن ان کی خواہشات کے برعکس آج اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہم پانچواں بجٹ پیش کرنے جا رہے ہیں۔ یہ رواداری کی سیاست کی بات کرتے ہیں۔ میں رات قاسم ضیاء صاحب کو ایک چینل پر سن رہا تھا جو کہہ رہے تھے کہ ہماری جماعت جب برسراقتدار تھی تو اس نے کراچی میں امن قائم کیا۔ آج تک آپ اپنی قائد کے بھائی کے قاتلوں کو

تو trace نہیں کر سکے، پھر کون سا امن آپ نے قائم کیا ہے؟ خدا کے لئے تھوڑا سا حقائق کو بھی تسلیم کریں۔ آپ کس رواداری کی سیاست کی بات کرتے ہیں؟

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف حیا کرو سیاسی کارکن رہا کرو،
لاٹھی گولی کی سرکار نہیں چلے گی، گرتی ہوئی دیوار کو ایک دھکا اور دو، گو مشرف گو،
عذاب الٰہی پرویز الٰہی کے کتبے اٹھا کر نعرے لگاتے رہے)

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار جیوے جیوے پرویز الٰہی کے نعرے لگاتے رہے)

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! آج بھی میں آپ کے سامنے اپنے قائد کے اس عزم کو دہرانا چاہتا ہوں کہ جو اس ملک میں چور ہے، اچکا ہے یا جرائم پیشہ لوگ ہیں ان کو ہم نہیں چھوڑیں گے لیکن اگر جائز طور پر ان کے کوئی grievances ہیں تو ہم ان کو دور کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن یہ کوئی طریق کار نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کچھ بھی کر لیں۔ یہ 16۔ تاریخ کے حوالے سے بات کر رہے تھے۔ اسی صوبے میں 5۔ تاریخ گزر گئی، 16 بھی گزر جائے گی اور میں ان کو چیلنج کرتا ہوں کہ یہ چیف جسٹس صاحب کو جتنا مرضی گھنٹہ گھر دکھانا چاہتے ہیں دکھائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ فیصل آباد میں ایک پتا بھی نہیں ٹوٹے گا۔ یہ دکھائیں ان کو گھنٹہ گھر جتنا دکھانا چاہتے ہیں۔ میں گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہم نے رواداری کی سیاست کو فروغ دیا ہے۔ آج بھی میری ان سے استدعا ہے۔

(اس مرحلہ پر محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری پلے کارڈ اٹھائے ہوئے اپوزیشن بنچز کے سامنے آ گئی اور پلے کارڈ کا رخ حکومتی بنچز کی طرف کیا جس پر لکھا تھا "بے ضمیر و حیا کرو، سیاسی کارکن رہا کرو")

وزیر قانون و پارلیمانی امور: یہ میری بہن نے ایک بے ضمیر والا پلے کارڈ اٹھا رکھا ہے۔ اسی ایوان میں انھوں نے ایک خاتون کا نام point out کیا اور ایوان سے جانے سے پہلے ہم نے اس کے آرڈرز withdraw کئے۔ یہ رواداری کی سیاست نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ یہ چودھری پرویز الٰہی کا شکریہ ادا کریں۔

معزز ممبران حزب اختلاف: [****]

وزیر قانون و پارلیمانی امور: یہ جھوٹ نہیں ہے۔ آپ نے شکریہ ادا کیا تھا۔ آپ نے مجھے فون کیا

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

تھا۔ میں آخر میں یہی عرض کرنا چاہوں گا کہ ان کے واک آؤٹ کا وقت آیا ہوا ہے۔ آپ جتنا مرضی کہہ لیں۔ ان کی جتنی مرضی بات ہم مان لیں انھوں نے واک آؤٹ کرنا ہے اس لئے کہ گزشتہ ساڑھے چار سال انھوں نے صرف اور صرف واک آؤٹ کی سیاست کی ہے اس لئے میں آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ وزیر خزانہ کو موقع دیا جائے کہ وہ بجٹ پیش کریں۔ شکریہ

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف نے بلند آواز میں "عذاب الٰہی پرویز الٰہی، حیا کرو سیاسی کارکن رہا کرو، گو مشرف گو، ظلم کے ضابطے ہم نہیں مانتے" کے نعرے لگانے شروع کر دیئے)

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، بگو صاحب! تشریف رکھیں، پلیز! تشریف رکھیں۔ رانا صاحب! تشریف رکھیں۔ بگو صاحب! پلیز تشریف رکھیں۔ آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ رانا صاحب! میری گزارش سن لیں۔ (قطع کلامیاں)

آرڈر پلیز، آرڈر پلیز۔ رانا صاحب! پلیز خاموشی اختیار کریں۔ قاسم ضیاء صاحب نے جو پوائنٹ آف آرڈر raise کیا وہ valid نہیں ہے اور جو پوائنٹ آف آرڈر وزیر قانون صاحب نے raise کیا ہے وہ بھی valid نہیں ہے۔ میں مزید کسی کو پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور اب وزیر خزانہ صاحب سے کہوں گا کہ وہ بجٹ پیش کریں۔ جی، وزیر خزانہ صاحب!

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف اپنی نشستوں کے سامنے آ گئے اور "گو مشرف گو، حیا کرو سیاسی کارکن رہا کرو، ظلم کے ضابطے ہم نہیں مانتے، گرتی ہوئی دیوار کو ایک دھکا اور دو، عدلیہ کی آزادی تک جنگ جاری رہے گی" کے نعرے لگانے شروع کر دیئے)

سرکاری کارروائی

سالانہ بجٹ برائے سال 08-2007 پر وزیر خزانہ کی تقریر

وزیر خزانہ: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں اس رب ذوالجلال کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے مجھے یہ اعزاز بخشا کہ آج اس معزز ایوان میں پنجاب حکومت کا میزانیہ برائے سال 08-2007 پیش کر رہا ہوں۔ میں اس باری تعالیٰ کا بے حد شکر گزار ہوں جس نے مسلم لیگ کی اس منتخب حکومت کو یہ شرف بخشا کہ پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ تسلسل کے

ساتھ پانچواں بجٹ پیش کرے۔

جناب سپیکر!

2۔ موجودہ سیاسی و معاشی استحکام ملک کی تاریخ میں سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔ مجھے یہ کہنے دیجئے کہ اس کا سہرا جنرل پرویز مشرف کی مدبرانہ قیادت و جمہوری روایات سے وابستگی، وزیراعظم پاکستان جناب شوکت عزیز کی دوررس انتظامی اور معاشی حکمت عملی اور چودھری پرویزالٰہی کی فہم و فراست اور لیڈرشپ کے سر ہے۔

جناب سپیکر!

3۔ آپ کو یاد ہوگا کہ اپنی پہلی بجٹ تقریر میں، میں نے وزیراعلیٰ پنجاب کی حکومتی پالیسی کے 4 بنیادی مقاصد(core objectives)ایوان کے سامنے پیش کئے تھے۔ ان میں(i)غربت کا خاتمہ(ii)سماجی خدمات یعنی عوام کو سہولتوں کی فراہمی(iii)اقتصادی ترقی اور(iv)علاقائی تفریق کا خاتمہ شامل تھے۔

جناب سپیکر!

4۔ پاکستان کی تاریخ گواہ ہے کہ سبز باغ دکھانے والی حکومتوں کو عوام نے جلد رخصت کر دیا۔ ہمیں فخر ہے کہ ہم عوام کے حقیقی نمائندے ہیں۔ ہم اپنے عوام کو احتساب کا سب سے بڑا ادارہ اور پلیٹ فارم سمجھتے ہیں۔ قائدانہ صلاحیتوں کا بھرپور استعمال کرتے ہوئے وزیراعلیٰ پنجاب چودھری پرویزالٰہی نے اپنی حکومت کے core objectives کے حصول کے لئے ایک طویل مدتی پالیسی وژن 2020 کی صورت میں اپنائی۔ اس وژن میں پنجاب کی سماجی اور معاشی ترقی کے اہداف مقرر کئے گئے تاکہ صوبہ کے عوام کے معیار زندگی میں حقیقی تبدیلی لائی جا سکے۔

جناب سپیکر!

5۔ آج میں اس معزز ایوان میں دل کھول کر بات کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ ہر سال جب ہماری حکومت بجٹ کا اعلان کرتی تو ہمیں غیر ضروری تنقید کا نشانہ بنایا جاتا۔ بعض فاضل ارکان بجٹ کو اعداد کا ہیر پھیر قرار دیتے اور بعض ہمارے عوامی فلاح و بہبود کے لئے متعین کردہ ان اہداف کو ناقابل یقین سمجھتے لیکن ہم نے ہر مالی سال کے اختتام پر یہ ثابت کیا کہ ہم نے نہ صرف اپنے اہداف کو حاصل کیا بلکہ ان میں توقع سے زیادہ کامیابی

حاصل کی۔ آج وقت آگیا ہے کہ ہم اپنی مجموعی کارکردگی سے یہ ثابت کریں کہ کون صحیح تھا اور کون غلط۔

جناب سپیکر!

6۔ مجھے وہ وقت یاد ہے کہ جب ایک سابق حکومت نے کچھ گھوسٹ سکولوں کی نشاندہی کرتے ہوئے دعویٰ کیا کہ انھوں نے تعلیم کے شعبے میں بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ انھیں احساس تک نہ تھا کہ پنجاب کا ایجوکیشن سیکٹر کتنے گھمبیر مسائل سے دوچار ہے۔ صوبے کی شرح خواندگی قومی شرح خواندگی کی اوسط سے بھی کم تھی۔ عام آدمی کے لئے تعلیم کا حصول مشکل اور اس کا معیار ابتر تھا۔ سکولوں میں نئے داخل ہونے والے طلباء کا تناسب کم اور سکولوں کو خیر باد کہنے والوں کا تناسب زیادہ تھا۔ سکولوں کی عمارات ناکافی اور اساتذہ کی غیر حاضری کی شرح زیادہ تھی۔ خواتین کی شرح خواندگی میں تیزی سے کمی واقع ہو رہی تھی۔

جناب سپیکر!

7۔ ایک وقت وہ بھی آیا جب ایک سابق حکومت نے آئیوڈین ملے نمک کو متعارف کرایا اور یہ سمجھ لیا کہ انھوں نے ہیلتھ سیکٹر کے مسائل کا طلسماتی حل تلاش کر لیا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ حقیقت اس کے برعکس تھی۔ تعلیمی شعبہ کی طرح ہیلتھ سیکٹر بھی شدید بحران کا شکار تھا۔ عام شہریوں کے لئے طبی سہولیات نہ صرف کم بلکہ غیر معیاری تھیں۔ دیہی علاقوں میں طبی سہولیات کا فقدان تھا۔ بنیادی مراکز صحت اور دیہی مراکز صحت میں ڈاکٹروں، نرسوں اور پیرا میڈیکل سٹاف کی شدید قلت تھی۔ ضلعی اور ٹیچنگ ہسپتالوں میں بھی صورتحال کچھ مختلف نہیں تھی۔ ایمرجنسی میں حالت یہ تھی کہ تین تین مریضوں کے لئے صرف ایک بیڈ دستیاب تھا۔ ادویات اور آلات کی بھی کمی تھی۔ نوزائیدہ بچوں اور زچگی کے دوران خواتین کی شرح اموات پریشان کن حد تک زیادہ تھی۔

جناب سپیکر!

8۔ اپنی حکومت کی کارکردگی کا سابق حکومتوں کی کارکردگی کے ساتھ موازنہ کرنے کے لئے اپنی طرف سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ اس ضمن میں اعداد و شمار اور زمینی حقائق ہی کافی ہیں۔

جناب سپیکر!

9۔ ملاحظہ فرمائیں کہ:

- ❖ 2002 میں پنجاب میں شرح خواندگی 47 فیصد تھی جو ہمارے دور حکومت میں بڑھ کر 62 فیصد ہو گئی ہے۔
- ❖ 2002 میں پرائمری تعلیم کی شرح داخلہ 45 فیصد تھی جو ہمارے دور حکومت میں بڑھ کر 70 فیصد ہو گئی ہے۔
- ❖ 2002 میں لڑکوں کے مقابلے میں لڑکیوں میں اعلیٰ تعلیم کا تناسب 0.78 تھا جو 2007 تک بڑھ کر 0.93 ہو گیا۔
- ❖ 2002 میں سرکاری ہسپتالوں میں فری ایمرجنسی علاج کا تصور ہی موجود نہیں تھا۔ آج صوبے کے تمام بڑے ہسپتالوں میں ایمرجنسی علاج اور دوائیاں بالکل مفت فراہم کی جارہی ہیں۔
- ❖ 2002 میں پنجاب کے بنیادی مراکز صحت ویرانوں کا منظر پیش کرتے تھے آج ان مراکز میں ڈاکٹروں، نرسوں، پیرا میڈیکل سٹاف اور وافر ادویات کی موجودگی ہماری حکومت کی صحت عامہ کے لئے commitment کی عکاس ہے۔
- ❖ 2002 میں 12 سے 23 ماہ کی عمر کے صرف 57 فیصد بچوں کو مہلک بیماریوں سے بچاؤ کے حفاظتی ٹیکے لگائے گئے جبکہ 2007 میں اس عمر کے 76 فیصد بچوں کو مہلک بیماریوں سے تحفظ دیا گیا۔
- ❖ 2002 میں شرح اموات زچہ 350 فی لاکھ تھی 2007 میں یہ شرح کم ہو کر 257 فی لاکھ رہ گئی۔
- ❖ 2002 میں 24 فیصد خواتین کو زچگی کے دوران تربیت یافتہ عملہ کی سہولت میسر تھی جبکہ 2007 میں یہ سہولت 43 فیصد ہو گئی۔
- ❖ 2002 میں واٹر سپلائی اینڈ sanitation کے شعبے کی کل رقم صرف 600 ملین روپے تھی 2007 میں اس شعبے میں 17600 ملین روپے مختص کئے گئے۔
- ❖ 2002 میں صرف 6 فیصد دیہی آبادی کو پینے کا صاف پانی واٹر سپلائی سکیم کے ذریعے میسر تھا جبکہ 2007 میں 19 فیصد دیہی آبادی کو پینے کے صاف پانی کی

سہولت مہیا کی گئی اور 91 فیصد لوگوں کو ہینڈ پمپ کے ذریعے پینے کا صاف پانی مہیا کیا گیا۔

- ❖ 2002 میں 31 فیصد دیہی آبادی کو فلش ٹائلٹ کی سہولت میسر تھی جبکہ 2007 تک ہم نے یہ سہولت 50 فیصد دیہی آبادی کو مہیا کر دی۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

10۔ ہماری حکومت نے جب وژن 2020 میں Economic Growth Rate کا سالانہ ہدف 7 سے 8 فیصد متعین کیا تو ہمارے بعض مخالف حلقوں نے اسے ناقابل عمل قرار دیتے ہوئے اس فیصلے کو تمسخر کا نشانہ بنایا۔ اسی طرح جب ہم نے سالانہ 10 لاکھ روزگار کے نئے مواقع پیدا کرنے کا ہدف دیا تو حزب اختلاف کے فاضل ممبران نے اسے مذاق سمجھا۔ جب ہم نے علاقائی غربت میں کمی کرنے اور جنوبی پنجاب کے لئے زیادہ ترقیاتی وسائل فراہم کرنے کا مژدہ سنایا تو اس کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ غربت میں کمی لانے کی بات کو بھی حزب اختلاف نے ہنسی مذاق میں اڑانے کی کوشش کی لیکن ہم ثابت قدمی سے اہداف حاصل کرتے گئے۔

جناب سپیکر!

11۔ آج ہمیں اپنے مقرر کردہ اہداف کے حصول پر فخر ہے۔ مجھے اجازت دیجئے کہ میں 2002 سے اب تک کی معاشی کارکردگی کا جائزہ پیش کروں۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ:

- ❖ 2002-1991 میں پنجاب میں معیشت کی اوسط شرح نمو 4.2 فیصد سالانہ تھی جبکہ 07-2003 میں ہماری اوسط شرح نمو بڑھ کر 8 فیصد سالانہ ہو گئی ہے۔
- ❖ 2002 میں فی کس آمدنی 30,821 روپے تھی جو 2007 میں بڑھ کر 59,219 روپے یعنی تقریباً دگنا ہو گئی ہے۔
- ❖ 2002 میں پنجاب میں صرف 4 لاکھ 53 ہزار نئی ملازمتیں پیدا کی گئیں جبکہ ہمارے دور حکومت میں 2003 تا 2007 کے دوران نئی پیدا ہونے والی ملازمتوں کی سالانہ اوسط 14 لاکھ 50 ہزار رہی۔

❖ 2002 میں پنجاب کی آبادی کے تقریباً 34.1 فیصد افراد غربت کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کرنے پر مجبور تھے۔اب یہ شرح 21.1 فیصد رہ گئی ہے۔

جناب سپیکر!

12۔ تمسخر اڑانے والے ہمارے ناقدین سے آج میں یہ بھی پوچھنا چاہوں گا کہ:

❖ ساڑھے بارہ ایکڑ تک کے زمینداروں کو زرعی انکم ٹیکس سے مستثنیٰ کس نے کیا؟

❖ کس حکومت نے کاشتکاروں کے لئے اجناس کی امدادی قیمتوں میں اضافہ اور خریداری کو یقینی بنایا؟

❖ وہ کون سی حکومت ہے جس نے آبیانہ کے لئے یکساں شرح مقرر کی اور کسانوں کو نہری پٹواری کے نظام سے چھٹکارا دلایا؟

❖ کس حکومت کو یہ توفیق نصیب ہوئی کہ وہ ایک لاکھ سے زیادہ بے زمین کسانوں کو زمین فراہم کرے؟

❖ کس دور حکومت میں Livestock کے شعبہ سے منسلک کسانوں کے لئے 6.1۔ارب روپے کے آسان قرضہ جات کا اجراء ہوا؟

❖ کس حکومت کو یہ شرف نصیب ہوا کہ مستحقین میں 17۔ارب روپے کی زکوٰۃ تقسیم کرے؟

❖ وہ کون سی حکومت ہے جس نے ڈیڑھ لاکھ ضرورت مندوں کی مفت پیشہ ورانہ تربیت کا انتظام کیا؟

جناب سپیکر! مجھے فخر ہے کہ یہ تمام انقلابی فلاحی اقدامات پاکستان مسلم لیگ کی حکومت نے کئے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

13۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ ہم نے تعلیم کے شعبہ میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کو سہولیات فراہم کیں جن میں:

❖ تعلیمی ریفارم پالیسی کا اجراء۔

❖ سرکاری سکولوں میں میٹرک تک مفت تعلیم۔

❖ دسویں جماعت تک درسی کتب کی مفت فراہمی۔

- کم خواندگی والے 15 اضلاع میں بچیوں کو وظیفہ۔
- 63,882 سرکاری سکولوں میں missing facilities کی فراہمی۔
- ٹیچرز ٹریننگ کے جدید نظام کا اجراء۔
- اور 50,000 سکول اساتذہ کی بھرتی جیسے اقدامات شامل ہیں۔

صحت کے شعبہ میں ہمارے نمایاں اقدامات یہ ہیں:

- شعبہ صحت کی ریفارم پالیسی کا اجراء۔
- جنوبی پنجاب میں ملتان انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی کا قیام۔
- فیصل آباد اور وزیر آباد میں بھی انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی کی تعمیر۔
- یونیورسٹی آف ہیلتھ سائنسز اور کنگ ایڈورڈ میڈیکل یونیورسٹی کا قیام۔
- دو نئے میڈیکل کالجز کا اجراء۔
- نرسنگ کی تعلیم کی اپ گریڈیشن۔
- پنجاب ایمرجنسی سروس (Rescue 1122) کا اجراء۔
- سکول ہیلتھ پروگرام کا اجراء۔
- حفاظتی اور معالجی ہیلتھ سروسز کو یکجا کرنا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

14۔ یوں تو ہماری حکومت نے تمام شعبہ ہائے زندگی میں بہتری لانے کے لئے کئی اقدامات کئے ہیں لیکن میں قلت وقت کی وجہ سے ان کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا لیکن چند کلیدی اقدامات کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں۔ یہ بھی بتاتا چلوں کہ وزیر اعلیٰ پنجاب اپنی حالیہ پریس کانفرنس میں حکومت کے ان تمام اقدامات کا تفصیلی جائزہ پیش کر چکے ہیں جو پنجاب کی تعمیر و ترقی کے حامل ہیں۔ وزیر اعلیٰ کے خطاب کی دستاویز تمام معزز اراکین کی بجٹ دستاویز میں شامل ہے۔

جناب سپیکر!

15۔ ہمارے دور حکومت میں کئی ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے گئے ہیں جن کی مثال پنجاب کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ یہ تمام اقدامات حکومت کی ایک جامع گورننس ریفارم پالیسی کا حصہ ہیں۔ تفصیل یوں ہے:

- پنجاب کے طویل المیعاد معاشی اور سماجی وژن کی اشاعت (وژن 2020)
- درمیانی مدت کی ترقیاتی حکمت عملی کا اجراء (پنجاب اکنامک رپورٹ)
- پنجاب کے مختلف اضلاع میں سماجی اور معاشی سہولتوں میں تفاوت کی نشاندہی (Multiple Indicator Cluster Survey)
- غربت میں کمی کے لئے جامع حکمت عملی کا اجراء۔ (Poverty Focused Investment Strategy)
- سول سروس ریفارمز کے لئے پبلک پالیسی اور چینج مینجمنٹ ونگ کا قیام۔
- سرکاری ملازمین کی پیشہ ورانہ تربیت کے لئے مینجمنٹ اینڈ پروفیشنل ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ کا قیام۔
- لاء اینڈ آرڈر کی بہتری کے لئے پولیس پٹرولنگ پوسٹس کے نظام کا قیام۔
- خصوصی پراسیکیوشن سروس کا اجراء۔
- ٹریفک کے نظام کی بہتری کے لئے ٹریفک وارڈن سکیم کا اجراء۔
- بھیک مانگتے بچوں کے تحفظ کے لئے چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو کا قیام۔
- اغوا برائے تاوان کی سرکوبی کے لئے سپیشل سیل کا قیام۔
- جیلوں کے نظام کی بہتری کے لئے جیل ریفارمز کا اجراء۔
- مزدور بھائیوں کی فلاح کے لئے پنجاب سوشل سکیورٹی ہیلتھ مینجمنٹ کمپنی کا قیام۔
- تیز تر معاشی ترقی کے لئے پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ کی پالیسی کا اجراء۔ اس پالیسی کے تحت کئے گئے اقدامات کی تفصیل کچھ یوں ہے:
- پنجاب انڈسٹریل اسٹیٹ اینڈ مینجمنٹ کمپنی کا قیام (سندر انڈسٹریل اسٹیٹ کا قیام)
- فیصل آباد انڈسٹریل اسٹیٹ اینڈ مینجمنٹ کمپنی کا قیام۔ (M-3 Industrial Estate and Value Addition City)
- زرعی مارکیٹنگ کی بہتری کے لئے پنجاب ایگریکلچر مارکیٹنگ کمپنی کا قیام۔
- بیرونی سرمایہ کاری سے:

  زید سنٹر فیروزپور روڈ کا تعمیری منصوبہ۔

  لاہور سپورٹس سٹی کا تعمیری منصوبہ۔

  فیئر ماؤنٹ ہوٹل کا منصوبہ۔

نئے شہر لاہور کا تعمیری منصوبہ۔

میٹرو اور میکرو چین سٹورز کا اجراء۔

پیرووال میں لائیوسٹاک فارم کا قیام۔

- ❖ فیروزپور روڈ پر سوفٹ ویئر ٹیکنالوجی پارک کا تعمیری منصوبہ۔
- ❖ لینڈ ریکارڈ کی کمپیوٹرائزیشن کے منصوبے کا اجراء۔
- ❖ گاڑیوں کی رجسٹریشن کا کمپیوٹرائزڈ نظام۔
- ❖ سیالکوٹ لاہور موٹروے کا منصوبہ۔
- ❖ سیالکوٹ لاہور موٹروے پر تین صنعتی زونز کا منصوبہ۔
- ❖ سیالکوٹ لاہور موٹر وے پر تین غیر ملکی سائنس اور ٹیکنالوجی یونیورسٹیوں کا منصوبہ۔
- ❖ معذور بچوں کی دیکھ بھال اور خصوصی تعلیم کے لئے سپیشل ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کا اجراء۔
- ❖ ریکارڈ تعداد میں پبلک سیکٹر میں جنرل اور میڈیکل یونیورسٹیوں کا قیام۔
- ❖ ریکارڈ تعداد میں پرائیویٹ سیکٹر یونیورسٹیوں کو چارٹر فراہم کرنا۔
- ❖ ماحولیات کے تحفظ کے لئے گرین پروگرام کا اجراء۔
- ❖ 37,232 کلومیٹر نئی سڑکوں کی تعمیر۔
- ❖ زراعت کے شعبہ کے فروغ کے لئے ریسرچ کے نئے نظام کی ترویج۔
- ❖ سیاحت کے فروغ اور جنگلی حیات کے تحفظ کے لئے لال سوہانرا میں بین الاقوامی معیار کے وائلڈ لائف پارک کا منصوبہ۔
- ❖ دیہات میں غربت میں کمی کے لئے لائیوسٹاک کے شعبے پر بھرپور توجہ۔
- ❖ پنجاب کے قدیم آبپاشی نظام کی جدید خطوط پر بحالی (اس کے لئے 120۔ارب روپے پر محیط دس سالہ منصوبہ تیار کیا جا چکا ہے جس پر کام جاری ہے)
- ❖ انہار پر ہائیڈل پاور سٹیشن کا قیام (پانچ منصوبوں پر عملدرآمد جاری ہے)
- ❖ اپنے ثقافتی ورثے کے تحفظ اور فروغ کے لئے لاہور والڈ سٹی پراجیکٹ کا آغاز۔

❖ پنجاب کے بڑے شہروں میں بنیادی سہولیات کی فراہمی کے لئے 42۔ارب روپے کے پیکج کا اجراء۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

16۔ ان تمام کامیابیوں کا کریڈٹ موجودہ عوامی لیڈر شپ کو جاتا ہے جس کی قیادت میں پنجاب حکومت نے عوام کی خوشحالی اور ترقی کے لئے تاریخی اقدامات کئے۔

جناب سپیکر!

17۔ ہماری حکومت کی تمام تر اصلاحات اور ان کے نتیجے میں حاصل ہونے والے ثمرات ہماری بہترین Financial Management کے مرہون منت ہیں۔ یاد کیجئے 1999-2000 کا وہ بجٹ جس میں Current Revenue Surplus صرف 2۔ارب روپے تھا اور وہ بھی Capital Expenditure کی نذر ہو گیا اور اس طرح 13۔ارب روپے کا مختصر سالانہ ترقیاتی پروگرام مہنگے قرضوں سے تشکیل دیا گیا۔

جناب سپیکر!

18۔ یہ ہماری ہی حکومت کا طرہ امتیاز ہے کہ خود انحصاری کا وہ خواب جو عوام کو دکھایا جاتا تھا لیکن کبھی پورا نہ ہوا آج ایک حقیقت بن کر ابھرا ہے۔ہمارے دور حکومت میں پنجاب کے ریونیو سرپلس میں بتدریج نمایاں اضافہ ہوا۔آپ کو جان کر خوشی ہو گی کہ بجٹ 2007-08 میں ریونیو محاصل 356.17۔ارب روپے سے زائد تجویز کئے گئے ہیں جبکہ جاری اخراجات 243.48۔ارب روپے سے زائد ہوں گے۔اس طرح ہماری حکومت پنجاب کے ترقیاتی پروگرام کے لئے 112.68۔ارب روپے سے زائد کے وسائل اپنے ریونیو سرپلس سے فراہم کرے گی۔

جناب سپیکر!

19۔ ریونیو اکاؤنٹ کی طرح کرنٹ Capital اکاؤنٹ میں 14.59۔ارب روپے سے زائد اور پبلک اکاؤنٹ میں 14.77۔ارب روپے سے زائد بچت متوقع ہے۔اس طرح بجٹ 2007-08 میں مجموعی طور پر 142۔ارب روپے سے زائد سرپلس وسائل متوقع ہیں۔ یہ تمام اضافی وسائل ہماری خود انحصاری کی دلیل اور ہمارے ترقیاتی پروگرام کے تسلسل اور استحکام کے ضامن ہیں۔ باور رہے کہ رواں مالی سال کا مجموعی سرپلس

91۔ارب روپے سے زائد تجویز کیا گیا تھا جو دوران سال بڑھ کر 128۔ارب روپے سے تجاوز کر گیا۔ اس اضافے سے پنجاب کے ترقیاتی عمل کو مزید تیز کرنے کی غرض سے استعمال میں لایا گیا۔

جناب سپیکر!

20۔ ہماری حکومت کی اسی مالی کارکردگی کی وجہ سے پنجاب کے سالانہ ترقیاتی پروگرام کا حجم حیرت انگیز اضافے سے بڑھا ہے۔ کہاں 2000-1999 کا 13۔ارب روپے کا ترقیاتی بجٹ اور کہاں 100۔ارب روپے کا ترقیاتی بجٹ جو رواں مالی سال میں تجویز ہوا لیکن پنجاب کے عوام اور ان کی امنگوں پر پورا اترنے کے لئے 100۔ارب روپے بھی کافی نہیں۔ آج میں نہایت مسرت سے اعلان کرتا ہوں کہ حکومت پنجاب کا ترقیاتی بجٹ برائے سال 08-2007، 150۔ارب روپے تجویز کیا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر!

21۔ 17۔ جون 2004 کی اپنی بجٹ تقریر میں، میں نے اس عزم کا اعادہ کیا تھا کہ اخراجات اور ترقیاتی اخراجات کے تناسب میں بتدریج اضافہ ہماری حکومت کا ایک اہم مالی ستون ہو گا۔ یاد رہے کہ 03-2002 میں یہ تناسب 18.4 فیصد تھا جو 07-2006 میں بڑھ کر 36 فیصد اور 08-2007 میں بڑھ کر 42 فیصد ہو جائے گا۔

جناب سپیکر! گو یہ ہمارے اس دور کا آخری بجٹ ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ ہماری کارکردگی کی پذیرائی جو عوام نے کی ہے اس کی بدولت ہم اس ہاؤس میں دوبارہ آئیں گے۔ میرا یہ دعویٰ ہے کہ اپنے نئے دور حکومت میں ہم اس تناسب کو 50 فیصد تک بڑھا دیں گے۔ آئیے سالانہ ترقیاتی پروگرام 08-2007 میں مختص شدہ رقوم پر نظر ڈالیں۔

جناب سپیکر!

22۔ انسانی وسائل کی ترقی ہماری حکومت کی ترقیاتی پالیسی کا اہم ترین جز ہے۔ اسی پالیسی کے تحت:

- سوشل سیکٹرز کے لئے 44۔ارب روپے سے زائد مختص کئے گئے ہیں جو پچھلے سال کے مقابلے میں 57 فیصد زائد ہیں۔ انفرادی شعبہ جات میں مختص شدہ رقوم اور پچھلے مالی سال کے مقابلے میں فیصد اضافہ کی تفصیل یوں ہے:

- تعلیم 21۔ارب 480 ملین روپے اضافہ 72 فیصد
- صحت 6۔ارب 500 ملین روپے اضافہ 51 فیصد
- فراہمی آب و نکاسی 6۔ارب 500 ملین روپے اضافہ 25 فیصد

تعلیم کے ذیلی شعبوں میں مختص شدہ رقوم کی تفصیل یوں ہے:

- سکول ایجوکیشن 8۔ارب 488 ملین روپے
- ہائر ایجوکیشن 9۔ارب 936 ملین روپے
- سپیشل ایجوکیشن 954 ملین روپے (یاد رہے کہ پچھلے سال 600 ملین روپے مختص ہوئے)
- لٹریسی 1.2۔ارب روپے
- سپورٹس 902 ملین روپے

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

- عمدہ انفراسٹرکچر کی فراہمی معاشی ترقی کا ایک لازم جز ہے۔ حکومت نے روڈ سیکٹر میں 14۔ارب روپے سے زائد اور Irrigation سیکٹر میں 11۔ارب روپے تجویز کئے ہیں۔ اس کے علاوہ اربن ڈویلپمنٹ کے شعبہ میں 3.8۔ارب روپے سے زائد رقم تجویز کی گئی ہے۔
- پروڈکشن سیکٹرز ہماری معیشت کی روح اور عوام کی بہتر زندگی کی ضمانت ہیں۔ پروڈکشن کے انفرادی شعبہ جات میں مختص شدہ رقوم اور پچھلے سال کے مقابلے میں فیصد اضافے کی تفصیل یوں ہے:
- زراعت 2.8۔ارب روپے اضافہ 154 فیصد
- لائیوسٹاک 1.2۔ارب روپے اضافہ 100 فیصد
- صنعت، فنی تعلیم، معدنیات 2.2۔ارب روپے اضافہ 113 فیصد
- پنجاب کی معیشت میں خدمات (سروسز) کے شعبے کا حصہ 50 فیصد سے زائد ہے۔ یہی وہ شعبہ ہے جو روزگار فراہم کرنے میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ اس سیکٹر کے ذیلی شعبہ جات میں مختص شدہ رقوم اور پچھلے سال کے مقابلے میں اضافے کی تفصیل یوں ہے:

❖ انفارمیشن ٹیکنالوجی 1.2۔ارب روپے سے زائد اضافہ 56 فیصد
❖ کامرس اینڈ انوسٹمنٹ 900 ملین روپے اضافہ 80 فیصد
❖ ایمرجنسی سروس 1.8۔ارب روپے اضافہ 100 فیصد
❖ ٹورازم، لیبر، ٹرانسپورٹ 227 ملین روپے اضافہ 51 فیصد

دیگر انتظامی اور رفاہی شعبہ جات میں مختص شدہ رقوم کی تفصیل یوں ہے:

❖ ماحولیات ایک ارب روپے سے زائد
❖ اطلاعات وثقافت 450 ملین روپے
❖ انصاف تک رسائی 400 ملین روپے
❖ منصوبہ بندی وترقیات 2.9۔ارب روپے سے زائد
❖ اس کے علاوہ صوبے میں سپیشل انفراسٹرکچر کی فراہمی جس میں لارج سٹی پیکج، لاہور رنگ روڈ، سیالکوٹ لاہور موٹر وے، لاہور ماس ٹرانزٹ اور دیگر بڑے منصوبے شامل ہیں ان کے لئے 40۔ارب روپے مختص کئے گئے ہیں۔
❖ مقامی حکومتوں کی ترقیاتی ضروریات کے پیش نظر ان حکومتوں کے لئے 14۔ارب روپے مختص کئے گئے ہیں جو پچھلے سال کی نسبت 2۔ارب روپے زیادہ ہیں۔
❖ خواتین کی ترقی اور اپنے اقلیتی بھائیوں کی فلاح و بہبود کے لئے جاری بجٹ میں بالترتیب 500 ملین روپے اور ایک ارب روپے مختص کئے گئے ہیں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

23۔ یہ ہمارے ترقیاتی پروگرام کی خصوصیت رہی ہے کہ پسماندہ علاقہ جات پر خصوصی توجہ کی جائے۔ اسی پالیسی کے پیش نظر ہماری حکومت نے جنوبی پنجاب کو ان کی آبادی کے تناسب سے قطع نظر زیادہ وسائل فراہم کئے ہیں۔ اسی طرح پوٹھوہار اور بارانی علاقوں کو بھی ترجیحی بنیادوں پر وسائل مہیا کئے جا رہے ہیں۔

جناب سپیکر!

24۔ ہمارے سیاسی مخالفین یہ سوچ رہے ہوں گے کہ اتنے بڑے ترقیاتی بجٹ کے اخراجات غریب عوام پر ٹیکس لگا کر پورے کئے جائیں گے مگر عوام جانتے ہیں کہ چودھری پرویز الٰہی کی مدبرانہ قیادت میں چلنے والی حکومت ایسا ہرگز نہیں کر سکتی۔ میں اعلان کرتا

ہوں کہ آئندہ مالی سال کوئی نیا ٹیکس لگایا جا رہا اور نہ ہی موجودہ ٹیکسوں کی شرح میں کسی اضافہ کی کوئی تجویز ہے۔ بلکہ فنانس بل 2007 میں جو تجاویز پیش کی گئی ہیں ان کا تعلق عوام کو ریلیف دینے اور پنجاب میں مالیات اداروں کو زیادہ سے زیادہ کاروبار کرنے کی ترغیب دینے سے ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

25۔ اب میں پنجاب فنانس بل 2007 میں دی گئی تجاویز کی تفصیل بیان کرتا ہوں۔

پہلی تجویز مالیاتی دستاویزات یعنی

- Debenture
- Participation Term Certificate اور
- Term Finance Certificate

پر سٹیمپ ڈیوٹی میں مزید کمی سے متعلق ہے۔ پہلے ان دستاویزات پر سٹیمپ ڈیوٹی کا اطلاق سالانہ بنیاد پر کیا گیا تھا۔ اب یہ ڈیوٹی صرف ایک دفعہ ان دستاویزات کے اجراء کے وقت وصول کی جائے گی۔

دوسری تجویز Promissory Note (پرونوٹ) پر سٹیمپ ڈیوٹی کی شرح میں کمی سے متعلق ہے۔

جناب سپیکر!

26۔ آپ کو یاد ہوگا کہ فنانس بل 2006 میں Promissory Note پر سٹیمپ ڈیوٹی کی شرح 0.20 فیصد سالانہ سے کم کرکے 0.02 فیصد سالانہ مقرر کی گئی تھی لیکن ڈیوٹی کی زیادہ سے زیادہ حد مقرر نہ کی گئی جس کی وجہ سے مالیاتی منڈی پر منفی اثرات سامنے آئے۔ اس کی تصحیح کے لئے Promissory Note پر سٹیمپ ڈیوٹی کی زیادہ سے زیادہ حد ایک لاکھ روپے مقرر کرنے کی تجویز ہے۔

تیسری تجویز الیکٹریسٹی ڈیوٹی کے نفاذ میں پیدا ہونے والے قانونی سقم کو دور کرنے سے متعلق ہے۔

جناب سپیکر!

27۔ مجوزہ ترمیم سے پہلے الیکٹریسٹی ڈیوٹی کا اطلاق انرجی چارجز پر ہوتا تھا۔ بجلی کے نئے ٹیرف کے نفاذ سے انرجی چارجز اور دیگر تمام سرچارج variable charges میں

مدغم کر دیئے گئے ہیں اور قانون کے مطابق الیکٹریسٹی ڈیوٹی کا اطلاق اب variable charges پر ہوتا ہے۔ چونکہ نئے نافذ شدہ variable charges اور سابق انرجی چارجز میں بہت زیادہ تفاوت تھا اس لئے یہ تجویز ہے کہ الیکٹریسٹی ڈیوٹی کی رواں شرح میں اس طرح کمی لائی جائے جس سے عوام پر الیکٹریسی ڈیوٹی کی مد میں ایک فالتو پیسے کا بوجھ بھی نہ پڑے۔ شرح میں کمی کی تفصیل یوں ہے۔

نمبر شمار	ڈیوٹی کی نوعیت	موجودہ شرح	مجوزہ شرح
1۔	گھریلو استعمال	7فیصد	1.5فیصد
2۔	دفتری یا تجارتی استعمال	3فیصد	1.5فیصد
3۔	صنعتی استعمال	3فیصد	1فیصد
4۔	ٹیوب ویل برائے زرعی استعمال	4فیصد	1فیصد
5۔	بجلی کی سپلائی جہاں میٹر (مستقل) نہ لگا ہو	4فیصد	1.5فیصد

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

28۔ کل وزیر اعلیٰ پنجاب نے اپنے سالانہ پری بجٹ پالیسی خطاب میں معاشرہ کے مختلف طبقات کے لئے ریلیف پیکیج کا اعلان کیا۔ یہ پیکیج جن مراعات پر مشتمل ہے ان کا دوبارہ ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

- ❖ سرکاری ملازمین کی تنخواہ میں 15 فیصد اضافہ اور ریٹائرڈ سرکاری ملازمین کی پنشن میں 15 تا 20 فیصد اضافہ۔
- ❖ بجلی سے چلنے والے زرعی ٹیوب ویلوں کے بلوں میں رعایت۔
- ❖ صوبے کے 6 لاکھ 46 ہزار غریب ترین خاندانوں کے لئے 500 روپے ماہانہ فی کنبہ نقد امداد کا تاریخی اعلان۔
- ❖ کچی آبادیوں کی رجسٹریشن کی حتمی تاریخ کو 1985 سے بڑھا کر 31۔دسمبر 2006 تک کرنے کا فیصلہ اور 30۔ ستمبر 2007 تک ان آبادیوں کے مکینوں کو مالکانہ حقوق دینے اور حکومتی خرچ پر ان کچی آبادیوں میں بنیادی سہولیات زندگی کی فراہمی کا اعلان۔ حکومت کے اس فیصلے سے تقریباً 3 لاکھ 70 ہزار افراد کو فائدہ پہنچے گا۔

❖ دیہی علاقوں میں غریب ترین افراد کی مستقل اقتصادی بحالی کے لئے فی کس دو کنال مفت اراضی اور چھوٹے قرضوں کی فراہمی کی نئی سکیم کا اجراء جس کے تحت ان افراد کو لائیو سٹاک اور کچن گارڈن جیسی معاشی سرگرمیوں کے ذریعے خود روزگاری کے مواقع میسر آ سکیں گے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

29۔ میں معزز ایوان کو بتانا چاہوں گا کہ اس ریلیف پیکیج کی کل مالیت 25۔ارب روپے سے زائد ہے جسے بجٹ 08-2007 کا حصہ بنا دیا گیا ہے۔ میں یہاں پر یہ بھی واضح کردوں کہ ہنر مند اور نیم ہنر مند مزدور بھائیوں کی کم از کم اجرت میں بھی 15 فیصد اضافے کا فیصلہ کیا گیا ہے اور اس پر عملدرآمد کو یقینی بنانے کے لئے پنجاب مینیمم ویجز بورڈ (Punjab Minimum Wages Board) کو ضروری نوٹیفکیشن جاری کرنے کی ہدایت کر دی گئی ہے۔

جناب سپیکر!

30۔ میں مسلم لیگ کی حکومت کا عوام دوست اور غریب دوست بجٹ اور اس سے منسلک فنانس بل 2007 ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔آمین۔

پاکستان پائندہ باد

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: اب وزیر خزانہ گوشوارہ سالانہ بجٹ برائے سال 08-2007 پیش کریں۔

گوشوارہ سالانہ بجٹ برائے سال 08-2007 کا پیش کیا جانا

FINANCE MINISTER: I present the Annual Budget Statement for the year 2007-08.

جناب سپیکر: گوشوارہ سالانہ بجٹ برائے سال 08-2007 پیش کر دیا گیا ہے۔ اب وزیر خزانہ گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 07-2006 پیش کریں۔

گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 2006-07 کا پیش کیا جانا

FINANCE MINISTER: Now I present the Supplementary Budget Statement for the year 2006-07.

جناب سپیکر: گوشوارہ ضمنی بجٹ برائے سال 2006-07 پیش کر دیا گیا ہے۔ اب وزیر خزانہ گوشوارہ زائد بجٹ یعنی (Excess Budget Statement) بابت سال 2000-01 پیش کریں۔

گوشوارہ اضافی بجٹ برائے سال 2000-01 کا پیش کیا جانا

FINANCE MINISTER: I present the Excess Budget Statement for the year 2000-01.

جناب سپیکر: گوشوارہ زائد بجٹ یعنی (Excess Budget Statement) بابت سال 2000-01 پیش کر دیا گیا ہے۔

مسودہ قانون

(جو متعارف ہوا)

MR SPEAKER: Minister for Finance to introduce the Punjab Finance Bill 2007.

مسودہ قانون مالیات پنجاب مصدرہ 2007

FINANCE MINISTER: I introduce the Punjab Finance Bill 2007.

MR. SPEAKER: The Punjab Finance Bill 2007 has been introduced.

آج کے اجلاس کا ایجنڈا مکمل ہو گیا ہے۔ لہذا اب اجلاس بروز اتوار مورخہ 17۔ جون 2007 سہ پہر تین بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔ اس روز سالانہ بجٹ پر عام بحث کا آغاز ہو گا۔ عام بحث کے لئے چار یوم یعنی 17 تا 20۔ جون 2007 مختص کئے گئے ہیں۔

311

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ، 17۔ جون 2007

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ

سرکاری کارروائی

سالانہ بجٹ برائے سال 08-2007 پر عام بحث کا آغاز

313

صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھویں اسمبلی کا تیسواں اجلاس

اتوار، 17۔جون2007

(یوم الاحد، یکم جمادی الثانی1428ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں سہ پہر3بج کر7منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر چودھری محمد افضل ساہی منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم o

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ

وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿١٧﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿١٨﴾
مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ﴿١٩﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿٢٠﴾
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢١﴾ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَ
الْمَرْجَانُ ﴿٢٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٣﴾
وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿٢٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ
رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٥﴾ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ
ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٨﴾

سورة الرَّحمٰن آیات17 تا 28

وہی دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا مالک (ہے)(17) تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ (18) اسی نے دو دریا رواں کئے جو آپس میں ملتے ہیں (19) دونوں میں ایک آڑ ہے کہ (اس سے) تجاوز نہیں کر سکتے (20) تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ (21) دونوں دریاؤں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں (22) تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ (23) اور جہاز بھی اسی کے ہیں جو دریا میں پہاڑوں کی طرح اونچے کھڑے ہوتے ہیں (24) تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ

گے؟(25)جو(مخلوق)زمین پر ہے سب کو فنا ہونا ہے(26)اور تمہارے پروردگار ہی کی ذات(بابرکت)جو صاحب جلال وعظمت ہے باقی رہے گی(27)تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟(28)

وما علینا الا البلاغ o

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔اب ہم تحاریک استحقاقات take up کرتے ہیں۔

رانا آفتاب احمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی،فرمائیں!

تعزیت

پیپلز پارٹی گجرات کے ورکر سرمد منصور کی وفات پر دعائے مغفرت

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر!میں جناب کی توجہ چاہوں گا کہ آپ نے اخبار میں پڑھا ہوگا کہ ہم دو چار روز سے غیر قانونی حراستوں کے حوالے سے بات کر رہے تھے۔ ہمارے ایک آفس بیرر سرمد منصور جن کا تعلق گجرات سے تھا ان کو گرفتار کیا گیا اور وہاں پر کہا گیا کہ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس کے باوجود ڈی ایس پی نے ان کو زبردستی کوٹ لکھپت جیل میں پہنچا دیا۔وہاں پر بھی جب ہمارے عہدے دار گئے اور انہوں نے کہا کہ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے آپ ان کا علاج کروائیں تو ڈاکٹر نے کہا کہ He is hail and hearty وہاں پر جوان کی موت واقع ہوئی ہے۔ زندگی موت تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے مگر یہ جو واقعہ ہوا ہے یہ دانستہ طور پر ایک آدمی کو غیر قانونی طریقے سے رکھنے کی وجہ سے ہوا ہے اس کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟

جناب سپیکر: شکریہ۔آپ کا یہ پوائنٹ آف آرڈر valid نہیں ہے لیکن ابھی چونکہ بجٹ پر بحث ہونی ہے تو آپ بحث میں اس بات کا بھی ذکر کر دیں۔آپ تشریف رکھیں۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر!ہم اس کے لئے دعائے مغفرت کرنا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی،دعائے مغفرت کریں۔

(اس مرحلہ پر پیپلز پارٹی کے ورکر سرمد منصور کے لئے دعائے مغفرت کی گئی)

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی،فرمائیں!

پوائنٹ آف آرڈر
دوران اجلاس ایوان میں اجنبی شخص کے داخل ہونے کے بارے میں
جناب سپیکر سے رولنگ کا مطالبہ

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! جس روز بجٹ پیش ہوا اس روز جو صورتحال اس ہاؤس میں create ہوئی اگر اس کا ذکر نہ کیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس ہاؤس پر جو بھاری ذمہ داری آپ کی وساطت سے عائد ہوتی ہے اس سے درگزر کرنے کے جرم میں شاید ہم میں سے کوئی شخص بھی بری الذمہ نہ ہو۔ ایک تو میں اس پر یہ رولنگ چاہوں گا کہ کیا کوئی اجنبی جو اس ہاؤس کا فاضل ممبر نہیں ہے اور جس کا تعلق اسمبلی سیکرٹریٹ سے نہیں ہے کیا وہ اسمبلی premises میں آ سکتا ہے۔ اس پر میں آپ کی رولنگ چاہوں گا۔

جناب سپیکر: جی، بالکل نہیں آ سکتا۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! آپ اس دن کی کارروائی ٹی وی پر ملاحظہ فرمالیں کہ اسی روز اقبال نامی ایک شخص جو کہ وزیراعلیٰ پنجاب کے فوٹوگرافر ہیں وہ ممبرز کو باقاعدہ ہدایات دے رہے تھے کہ اس طرح کریں، اس طرح کریں، اس طرح کریں۔

جناب سپیکر: بگو صاحب! آپ نے اس وقت نشاندہی کرنی تھی۔ اب کیسے پتا چل سکتا ہے؟

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! ٹی وی پر بھی آیا ہے آپ ٹی وی چلا کر دیکھ لیں۔ پچھلے 55 سال سے ایسا کبھی بھی نہیں ہوا ہے کہ کوئی اجنبی ہاؤس کے اندر داخل ہو سکے۔ دوسرا میں کئی دفعہ کہہ چکا ہوں کہ آپ کا احترام اور عزت چاہے کسی کا تعلق اپوزیشن سے یا گورنمنٹ پارٹی سے ہے وہ یکساں طور پر آپ پر blind trust بھی کرتا ہے اور آپ کی عزت و احترام بھی کرتا ہے۔ اس دن اگر آپ کو یہ موقع دیا جاتا، گورنمنٹ یہ پروگرام بنا کر آئی تھی جس طرح چودھری ظہیر الدین میرے بڑے محترم بھائی ہیں، یہ اس دن ایکٹر ڈائریکٹر کا پارٹ ادا کر رہے تھے اور زاہدہ سرفراز کو باقاعدہ ہدایات دے رہے تھے کہ جاؤ پکڑو۔

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس دن بھی ہاؤس کو پُرامن رکھنے کی ذمہ داری آپ پر ڈال دی جاتی تو میں کہتا ہوں کہ یہ ہاؤس بڑے پرامن طریقے سے چلتا لیکن میں یہ کہوں گا کہ وزیراعلیٰ پنجاب یہاں پر موجود تھے۔ پچھلے چار سال سے اتنے بڑے بڑے issues یہاں پر ہوئے ہیں اور جب آپ نے چاہا کہ یہ ہاؤس پُرامن ہو جائے یہ ہاؤس پُرامن ہو گیا۔ اگر اس دن بھی ہمیں بات کرنے کی اجازت دے دی جاتی۔ قائد حزب اختلاف نے بات کی ہے اور ہم بھی بات کرنا چاہتے تھے اور راجہ صاحب نے جو تیلی لگا کر شرارے پھینکنے میں سمجھتا ہوں کہ وہ ٹھیک نہیں۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ بگو صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ کافی بات ہو گئی ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! صرف ایک منٹ میں، میں اپنی بات مکمل کر لیتا ہوں۔ میں آخر میں رضا گیلانی صاحب، کیانی صاحب اور پارلیمانی سیکرٹری ایجوکیشن چوہدری ارشد صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے ہماری بہن زاہدہ سرفراز کے عتاب سے ہماری بہن عظمیٰ بخاری کو بچالیا۔ انہوں نے بڑا زور دیا تھا اور یہ تین تین آدمیوں سے بھی نہیں رک رہی تھیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! میں ان ہی کے ارشادات کے حوالے سے چند ایک گزارشات کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے مجھے کہا کہ یہ ایک ایکٹر، ڈائریکٹر کا رول ادا کر رہے تھے۔ میں یہاں پر موجود تھا اور ہمارا کام صرف یہ تھا کہ جب یہ سپیکر کا گھیراؤ کرنے کے لئے آگے آتے تھے، ان کی ایک لسٹ ہے ہم ان کو اس سے آگے آنے نہیں دیتے تھے ورنہ یہ کسی قسم کا کوئی ابہام یا جیسا کہ rough language میں کہا جا سکتا ہے کہ یہ کوئی اور گند پیدا کرتے۔ ہم نے ان کو وہاں پر روکا۔ یہ ڈائریکٹر کی بات کرتے ہیں میں یہ کہوں گا کہ باہر بیٹھے ہوئے ریموٹ کنٹرول سے جو ڈائریکشن ہوتی ہے تو اس سے بعض اوقات غلط کریکٹر سلیکٹ ہو جاتے ہیں، غلط ایکٹر سلیکٹ ہو جاتے ہیں وہ اپنی طرف سے ہیرو سمجھ کر کرتے ہیں لیکن وہ ولن کا رول ادا کرنے کے لئے چل پڑتے ہیں۔ ان کی صورتحال یہ ہے کہ یہ ہماری بہن کو تو کہہ رہے ہیں لیکن اپنی بہن کے بارے میں یہ نہیں کہا کہ جب ان کا ایک ہاتھ تھک جاتا تھا تو یہ ان کا ہاتھ پکڑ لیتے تھے۔ یہ مناسب نہیں ہے وہ کیا کہہ رہیں تھیں وہ تو ایک خاتون کو روک رہی تھیں کہ ایک خاتون کی طرف سے اس قسم کا obnoxious

attitude نہیں ہونا چاہئے۔ وہ تو صرف اس کو یہ کہہ رہی تھی کہ بہن یہ نہ کرو، بہن یہ نہ کرو۔ آپ یہ بھی چاہتے ہیں کہ وہ ایسا نہ کریں۔ یہ اس پر بھی معترض ہیں کہ اگر ہماری بہن غلط کام کر رہی ہے تو اگر اس کو کہا جائے کہ مہربانی ہے یہ نہ کریں۔ بس میں یہی گزارش کرنا چاہتا ہوں اور تیلی لگانے کے لئے تو ان کے پاس ماچسوں سے جیبیں بھری ہوتی ہیں۔

محترمہ زاہدہ سرفراز: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: محترمہ! براہ مہربانی آپ تشریف رکھیں۔

جناب سمیع اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: خان صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ میری معزز ایوان سے گزارش ہے کہ 14۔تاریخ کو جو کچھ ہوا، جس کا حوالہ ارشد محمود بگو صاحب دے رہے تھے۔ میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کس طرف سے زیادتی ہوئی، کس طرف سے نہیں ہوئی وہ سب نے دیکھا، صحافیوں نے دیکھا کہ ابتداء کس طرف سے ہوئی اور میں نے تقریباً 1988 سے لے کر آج تک اس دن جو ہاؤس میں بدامنی اور بے سکونی ہوئی، جس طرح کے کارڈ لکھے ہوئے دکھائے گئے، میں نے کبھی نہیں دیکھے۔ یہ ایوان کے اندر معزز اراکین اسمبلی کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ، جیسے ارشد محمود بگو صاحب نے کہا کہ ہمیں Chair کا بڑا احترام ہے۔ Chair کے احترام کے علاوہ اپنے ساتھیوں کے احترام کے علاوہ ایک بات ہمیں ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ جب ہم اس مقدس ایوان میں پہلے دن آئے تھے اور جو ہم نے حلف اٹھایا تھا، اس حلف میں یہ الفاظ بھی ہیں جہاں یہ لکھا ہوا ہے کہ میں اپنے فرائض اور کارہائے منصبی نہایت ایمانداری، دیانتداری، پاکستان کے دستور، قانون اور اسمبلی قواعد کے مطابق ادا کروں گا۔ آپ صرف یہی دیکھ لیں کہ اپنا اپنا رول پچھلے ساڑھے چار سالہ عرصے میں دیکھ لیں اور جس چیز کا ہم نے حلف دیا ہے، اس حلف کا پاس کرتے ہوئے آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ کیا اسمبلی قواعد و ضوابط کے مطابق ہم نے اس دن یا اس سے پہلے جتنے سیشن بھی ہوئے ہیں، اسمبلی قواعد و ضوابط کے مطابق اپنا بزنس سرانجام دیا ہے اور یہ فیصلہ میں آپ پر ہی چھوڑتا ہوں۔ وہ بہت چھوٹا سا کاغذ کا ٹکڑا ہے، اگر ہم اسے صرف کاغذ کا ٹکڑا سمجھ کر پڑھ لیں تو یہ بات تو سامنے نظر آ رہی ہے کہ اسمبلی قواعد کی پاسداری اس ایوان میں بیٹھ کر نہیں کرتے اور جو ہمارے اندرونی معاملے ہیں کہ ہم انتہائی ایمان داری، دیانت داری جو سامنے نظر آنے والی چیز ہے اگر اس پر عمل نہیں کرتے تو پھر ایمان داری اور دیانت داری کو تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کیا ہوتی ہے بہر حال اس میں کس کا

قصور زیادہ ہے اور کس کا کم ہے۔ میں اس بحث میں نہیں جانا چاہتا تو بہر حال ہمیں آئندہ کے لئے احتیاط کرنی چاہئے۔ میری یہ آپ سب لوگوں سے گزارش ہے۔

جناب سمیع اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے رولنگ دے کر پورے ہاؤس کو اپنے الفاظ میں تلقین بھی کی ہے۔ میں اس پر بات نہیں کروں گا کہ اس ملک میں اگر کوئی اور حلف کی پاسداری نہیں کرتا تو یقینی بات ہے کہ اس مثال کو اس ہاؤس کے ممبرز کو نہیں بنانی چاہئے اور ہمیں اپنے اٹھائے گئے حلف کی پاسداری کرنی چاہئے۔

جناب سپیکر! جب الیکشن ہوتے ہیں تو ایک پارٹی اقتدار میں آجاتی ہے اور یقینی بات ہے کہ وہ سارے اختیارات استعمال کرتی ہے جبکہ دوسری پارٹی اپوزیشن میں بیٹھ جاتی ہے۔ اس کے پاس آپ کی وساطت سے صرف ایک حق ہوتا ہے کہ اس کو اظہار رائے کی آزادی ہوتی ہے۔ آج میں کہنا چاہوں گا کہ ساڑھے چار سال اپوزیشن کو اظہار خیال کے حوالے سے آپ کا کردار مثالی رہا ہے اور بے شک آپ نے بعض پوائنٹ آف آرڈر کو سن کر اس پر بات مکمل کر کے اس پوائنٹ آف آرڈر کو valid قرار نہیں دیتے رہے لیکن اس سے اپوزیشن کو ایک یہ اطمینان رہا کہ اس کی آواز اس ہاؤس کے تمام ممبران نے بھی سنی اور آپ کی وساطت سے وہ مسئلہ پریس میں بھی گیا اور عوام تک بھی پہنچا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جب یہ بجٹ سیشن شروع ہوا تو اس میں پہلے دن سے پنجاب بھر میں سیاسی کارکنوں کی گرفتاریاں، میں اسی اظہار رائے کی آزادی جو اس ہاؤس میں ہے، اس پر بات کرنا چاہوں گا، اس پر ہم نے احتجاج شروع کیا اور جب بجٹ تقریر کے دن۔۔۔

جناب سپیکر: سمیع اللہ صاحب! آپ اس کا اپنی بجٹ تقریر میں ذکر کر لیں کیونکہ آپ کی باری تو آنی ہے ناں۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! چونکہ میں بجٹ پر تقریر نہیں کر رہا بلکہ میں تو پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر رہا ہوں۔ بے شک آپ میرا پوائنٹ آف آرڈر سن کر valid قرار نہ دیں لیکن مجھے بات تو کر لینے دیں۔

جناب سپیکر: سمیع اللہ صاحب! یہ پوائنٹ آف آرڈر بنتا نہیں ہے۔ اس طرح تو پوائنٹ آف آرڈر ہی

چلتے جائیں گے۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! صرف ایک منٹ میں مکمل کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں لیکن ٹائم بھی دیکھ لیں کہ 3:25 ہو چکے ہیں۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! مسئلہ یہ ہے کہ جس کی نشاندہی پوری اپوزیشن اور خصوصاً قائد حزب اختلاف نے پہلے دن بھی کی اور جب بھی پوائنٹ آف آرڈر اس سیشن میں کیا کہ سیاسی کارکنوں کی بُری طرح سے تذلیل کر کے انہیں گرفتار نہ کرو۔ میں آج اس ایوان میں یہ ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کا نتیجہ ہے کہ سرمد نامی ہمارے عہدیدار کی پنجاب حکومت کے شعوری اقدامات کے نتیجے میں ہلاکت ہوئی ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! چونکہ جناب نے بڑی وضاحت کے ساتھ سارے معاملات کا احاطہ کیا ہے اس لئے میں کوئی دوسری بات نہیں کروں گا۔ میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ رانا آفتاب اور سمیع اللہ صاحبان نے جس طرح پنجاب حکومت کی شعوری اور لاشعوری طور پر involvement کی بات کی ہے تو میں ان سے یہ استدعا کرنا چاہتا ہوں کہ وہ مرحوم کے لواحقین سے بھی ذرا بات کر لیں کیونکہ جو کچھ انہوں نے تحریری طور پر دیا ہے تو اگر آپ ملاحظہ فرمانا چاہیں تو میرے پاس تشریف لے آئیں اور میں آپ کو بتا دیتا ہوں اس لئے اس پر بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ ریکارڈ دیکھ لیں اس کے بعد بات کر لیں گے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ افسوسناک واقعہ ہے اور اس کی مختلف سطحوں پر انکوائریاں بھی ہو رہی ہیں اور انشاء اللہ جو بھی اس کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا اس کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔

تحاریک استحقاق

جناب سپیکر: اب ہم تحاریک استحقاق لیتے ہیں۔ یہ تحریک استحقاق چودھری تسنیم ناصر کی ہے۔ ان کی طرف سے request آئی ہے کہ کل تک pending کر لیں۔ اگلی تحریک استحقاق محترمہ نورالنساء ملک صاحبہ کی ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: بگو صاحب! تشریف رکھیں۔ لاء منسٹر صاحب نے یہی فرمایا ہے کہ رانا آفتاب صاحب اور سمیع اللہ صاحب نے فرمایا ہے کہ ذرا مدعی فریق سے بھی بات کر لیں کہ ان کا کیا مؤقف ہے اور انہوں نے تحریری طور پر دیا ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میری requestیہ ہے کہ اس ہاؤس کی انکوائری کمیٹی بنالیں اور آپ کا یہ استحقاق ہے۔ حکومت کا کیا کام ہے؟

جناب سپیکر: بگو صاحب! جوڈیشل انکوائری تو ہونی ہی ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہ کس بات کی انکوائری کر رہے ہیں۔ میری گزارش یہ ہے کہ انہوں نے کس حوالے سے انکوائری کا فارمولہ استعمال کیا ہے اس کی وضاحت فرمادیں؟

جناب سپیکر: یہ انکوائری تو ہوگی کہ اس کی موت کیسے واقع ہوئی ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! یہ اچھے بھلے وکیل ہیں اور انہیں پتا ہے کہ جب جیل میں کسی کی موت واقع ہوتی ہے تو پہلے inquest report بنتی ہے جس پر انکوائری شروع ہوتی ہے اور اس کے بعد سارے معاملات کی تو ہم اس کی انکوائری کر رہے ہیں آپ کو پتا نہ ہو تو میں کیا کر سکتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ نور النساء ملک صاحبہ!

محترمہ نور النساء ملک: جناب سپیکر! میں اپنی تحریک استحقاق پیش کر چکی ہوں اور اس کا جواب آنا تھا۔

جناب سپیکر: لاء منسٹر صاحب اس دن نہیں تھے اس لئے محترمہ آپ دوبارہ پڑھ دیں۔

ایس ایچ او تھانہ سول لائن فیصل آباد کا معزز خاتون رکن اسمبلی کے گھر پر غیر قانونی چھاپہ

(۔۔۔جاری)

محترمہ نور النساء ملک: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتی ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا

متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ 7اور 8۔ جون 2007 کی درمیانی شب 12:30 بجے سول لائن تھانہ فیصل آباد کا ایس ایچ او سیف اللہ بھٹی ہمراہ پولیس اہلکاران نے دو سرکاری گاڑیوں میں میری رہائش پر ریڈ کیا۔ اونچی آواز میں مجھے اور میرے خاوند کو پکارنے لگا۔ جب گھر میں سے کوئی باہر نہ آیا تو دروازوں کو ٹھڈے مارنے لگا۔ پولیس اہلکاروں کی اور دروازوں کی آوازیں سن کر اہل محلہ بھی جمع ہو گئے تو انہوں نے بتایا کہ ایم پی اے صاحبہ گھر نہ ہیں جس پر ایس ایچ او صاحب مزید غصہ میں آ گئے اور میرے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کئے اور دیوار پھلانگنے کی کوشش کی۔ جب مجھے اس واقعہ کی اطلاع ملی تو دوسرے روز میں نے خود SHO صاحب سے ٹیلی فون پر رابطہ کیا اور رات گئے گھر پر آنے کی وجہ پوچھی تو SHO صاحب غصہ میں آ گئے اور کہنے لگا کہ آپ کو سبق سکھانے آیا تھا۔ جواباً کہا کہ میں نے کون سی غلطی کی ہے کہ آپ مجھے سبق سکھانے آئے تھے کیا میرے خلاف کوئی ایف آئی آر درج ہے تو مجھے بتائیں میں خود تھانے آ جاتی ہوں۔ اس پر اس نے کہا کہ آپ کو گرفتار کرنے آیا تھا مگر آپ بچ نکلی اور میرے خلاف نازیبا الفاظ استعمال کرتا رہا جن کو تحریر کرنا میرے لئے مناسب نہ ہے۔ مورخہ 9۔ جون 2007 کو مذکورہ SHO نے ہمارے کلینک پر تقریباً 12:00 بجے دوپہر دوبارہ ریڈ کیا اور میرے خاوند کے چھوٹے بھائی عمر دراز کو گرفتار کر لیا۔ جب اس واقعہ کی مجھے اطلاع ملی تو میں نے فوراً SHO سے رابطہ کیا اور اپنے دیور کی گرفتاری کی وجہ پوچھی تو SHO صاحب بگڑے ہوئے لہجے میں بولے کہ جب تک آپ کو گرفتار نہیں کر لیتا اس وقت تک ایسا ہی ہوتا رہے گا۔ اس پر میں نے کہا کہ شریف شہریوں کے گھر اس طرح ریڈ کرنا مناسب نہ ہے۔ اس بات پر SHO صاحب مزید غصہ میں آ گئے اور میرے بارے میں ایک مرتبہ پھر نازیبا اور غلیظ زبان استعمال کرنے لگا۔ بغیر مقدمہ کے SHO کا میرے گھر اور کلینک پر ریڈ کرنا اور وجہ پوچھنے پر SHO کا ایک خاتون ایم پی اے کے خلاف نازیبا الفاظ استعمال کرنے سے نہ صرف میرا بلکہ اس پورے مقدس ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے لہذا میری اس تحریک کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: شکریہ۔ جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ میں categorically واضح کرنا چاہتا ہوں کہ میں اس کو oppose نہیں کروں گا لیکن اتنا میں ضرور چاہوں گا کہ اگر اس کو کل تک pending کر دیا جائے تو اس متعلقہ افسر اور سینئر آفیسر کو بلا کر

کم از کم میں اس بات کی تسلی ضرور کرنا چاہتا ہوں کہ یہ واقعہ ہوا کیوں ہے؟ دیکھیں! ایک بات سمجھ آتی ہے کہ اگر کسی کے Detention Orders ہوں یا کسی مقدمہ میں مطلوب ہو اس کے گھر قانون کے مطابق raid کیا جا سکتا ہے لیکن ایک ہماری محترم رکن اسمبلی جن کے خلاف Detention Orders ہیں اور نہ یہ کسی مقدمے میں ملوث ہیں تو ان کے گھر raid کیوں کیا گیا ہے۔ اگر محترمہ یہ چاہتی ہیں کہ اس معاملہ کی باقاعدہ تحقیق ہونی چاہئے مجھے یہ کل تک مہلت دیں، لیکن میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ میں اس کو oppose نہیں کر رہا اس لئے اگر آپ کل تک اس کو pending فرمالیں تو میں باقاعدہ حقائق جان کر اس کو concede کروں گا آپ اس کو admit فرمالیں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے محترمہ! اس کو کل تک pending کر دیتے ہیں۔

محترمہ نورالنساء ملک: جناب سپیکر! لاء منسٹر کا یہ کہہ دینا کہ کیونکہ ان کے خلاف کوئی Detention Orders نہیں ہیں اس کے باوجود ان کے گھر پر raid کیا گیا ہے اس کے بعد کون سی گنجائش رہ جاتی ہے کہ یہ اس ایس ایچ او سے پوچھ گچھ کریں۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ! ابھی تک ان کے پاس رپورٹ نہیں آئی اس کو کل تک کے لئے دیکھ لیتے ہیں۔

محترمہ نورالنساء ملک: جناب سپیکر! اس کو کمیٹی کے سپرد کریں وہاں اس کی investigation کی جائے۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہ تحریک دو تین دن پہلے پیش ہوئی تھی اور اس دن لاء منسٹر نہیں تھے۔ ایک خاتون اور وہ کوئی بہت بڑا افسر نہیں ہے۔

جناب سپیکر: بگو صاحب! جواب آنے میں کیا حرج ہے؟ محکمے کا مؤقف تو سن لیں ناں۔۔۔ یہ تحریک کل تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔

اگلی تحریک محترمہ زیب النساء قریشی کی ہے۔ یہ تحریک بھی move ہو چکی ہے اس کا جواب آنا تھا۔ چودھری محمد اقبال صاحب!

کبوتر منڈی ڈسپنسری ملتان کے میڈیکل آفیسر کا معزز خاتون رکن اسمبلی کے ساتھ نامناسب رویہ

(---جاری)

وزیر صحت: جناب سپیکر! میں ہاؤس میں بڑا positive رویہ رکھنے والا وزیر ہوں۔ میں نے اس موشن کو پڑھا ہے۔ ایک تو محترمہ نے اس ڈسپنسری کے لئے فنڈ دیئے ہیں اور ان کا وہاں جانا ان کا استحقاق تھا تو جس بھی شخص نے یہ غلطی کی ہے اس کے لئے میں نے محترمہ سے گزارش کی تھی کہ اگر آپ چاہیں تو میں اس کو بلا کر آپ سے بات کروا دیتا ہوں لیکن وہ اس پر agree نہیں ہوئی اس پر میرا رویہ یہ ہے کہ میں اس کی مخالفت نہیں کرتا۔

جناب سپیکر: یہ تحریک میں in order قرار دیتا ہوں اور اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کرتا ہوں۔ اگلی تحریک جناب اللہ وسایا خان عرف چنوں خان پارلیمانی سیکرٹری کی طرف سے ہے۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! کیا پارلیمانی سیکرٹری تحریک move کر سکتا ہے؟

جناب سپیکر: جی، کر سکتا ہے۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! پھر حکومت کا حال دیکھ لیں کہ پارلیمانی سیکرٹری کا یہ حال ہے۔

جناب سپیکر: وہ تشریف نہیں رکھتے، لہذا تحریک dispose of ہوئی۔ اگلی تحریک میاں افتخار حسین چھچھر کی ہے، تشریف نہیں رکھتے لہذا تحریک dispose of ہوئی۔

سرکاری کارروائی

بحث

سالانہ بجٹ برائے سال 08-2007 پر بحث

جناب سپیکر: اب ہم سالانہ بجٹ بابت سال 08-2007 پر بحث شروع کرتے ہیں۔ بحث کا آغاز قائد حزب اختلاف قاسم ضیاء صاحب کی تقریر سے ہوگا۔ اس سے پہلے کہ میں ان کو تقریر کی دعوت دوں جملہ اراکین اسمبلی سے گزارش ہے کہ جو اراکین اس بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں وہ اپنے نام کی چٹیں مجھے بھجوا دیں۔ جی، قاسم ضیاء صاحب!

قائد حزب اختلاف: شکریہ۔ جناب سپیکر! آپ نے مجھے آج بجٹ 08-2007 پر بحث کے آغاز کا موقع دیا۔ میں آپ کے توسط سے وزیر اعلیٰ پنجاب کو مبارکباد پیش کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے بڑی محنت، لگن اور مہارت سے ہمارے اس صوبہ پنجاب کو پولیس اسٹیٹ بنا دیا ہے۔ ایک طرف پڑھا لکھا پنجاب کے نعرے ہیں اور دوسری طرف پولیس تشدد برداشت کرتے ہوئے ہمارے اساتذہ۔ ایک طرف تو کہتے ہیں کہ ہم نے امن وامان قائم کرنا ہے پچھلے سال بھی آپ کو یاد ہوگا میں نے اپنی اس بحث کی آغاز میں کہا تھا پولیس کہ فنڈ 20۔ارب روپے کر دیا گیا ہے جو اپوزیشن کو دبانے کے لئے استعمال ہوگا۔ پچھلے سال پولیس کے لئے جو 20۔ارب روپے کا فنڈ تھا revise بجٹ میں 27.7۔ارب روپے خرچ کیا گیا۔ آج جتنا کرائم چارٹ ہے آپ دیکھ لیں کہ صوبہ میں لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے کتنی بہتری ہوئی ہے حالانکہ کسی کا جان ومال محفوظ نہیں ہے۔ ابھی آپ کے سامنے پولیس کے ایس ایچ او کی حالت ہے کہ کس طرح سے ایم پی اے کے گھروں میں جا کر چھاپے مارے جا رہے ہیں، کس طرح سے کارکنوں کو حراساں کیا جا رہا ہے اب تو انہوں نے بغیر کسی قانون کے ایک اور آرڈر کے ذریعے ٹریفک کے حوالے سے جو پولیس وارڈن لگانے کی بات کی ہے اور سولہ سولہ ہزار روپے ان کو تنخواہیں دے رہے ہیں ان کے لئے کوئی پولیس کا سٹرکچر ہے، کوئی ترقی کا عمل ہے اور نہ ہی ان کے لئے کوئی پالیسی بنائی گئی ہے۔

جناب سپیکر! ہمارے صوبے کو جو پولیس اسٹیٹ بنایا گیا ہے یہ اسی وجہ سے بنایا گیا ہے کہ طاقت کے بل بوتے پر اپوزیشن کو دبایا جائے۔ یہاں اگر میں بات کروں پولیس لاء کو ٹھیک کرنے کی تو شاید اس صوبے میں disorder زیادہ پروموٹ ہو رہا ہے اور اس وقت سارے کا سارا صوبہ بدامنی اور لاقانونیت میں جل رہا ہے۔

جناب سپیکر! میں یہاں یہ بات بھی کہنا چاہوں گا کہ جب سے یہ حکومت بنی ہے انہوں نے دنیا اور پاکستان کی عوام کو لوکل باڈیز اور devolution پلان کے بارے میں بتایا کہ یہ ہمارا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اس سے بھی حکومت پنجاب سوتیلی ماں جیسا سلوک کر رہی ہے۔ اگر آپ development بجٹ کی مد میں 150۔ارب روپے جو پچھلے سال 100۔ارب روپے تھا آج اس کو 150۔ارب روپے کر کے رکھا گیا ہے۔ یہاں پر یہ بات بڑی واضح ہے کہ لوکل باڈیز کا کام یا ضلعی حکومتوں کا کام عوام کو بنیادی سہولتیں فراہم کرنا ہے لیکن ان کی حالت یہ دیکھئے کہ پچھلے سال 100۔ارب میں سے 12۔ارب روپیہ انہوں نے صرف 12 فیصد کے حوالے سے لوکل باڈیز کو دیا

تھا تاکہ وہ اپنا development کا کام کر سکیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ سو میں سے بھی 50۔ارب روپے لوکل باڈیز کو دینا چاہئے تھا۔کیونکہ جب آپ گراس روٹ کی بات کرتے ہیں، جب آپ لوکل لیول کی بات کرتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ لوکل لیول پر جتنا بہتر کام یونین کونسل کی سطح پر ہو سکتا ہے وہ شاید سنٹرلی پنجاب سے نہیں ہو سکتا لیکن اس سال 150۔ارب روپے کا بجٹ تو کر دیا گیا لیکن اس میں سے صرف 14۔ارب روپیہ پچھلے سال جو بارہ فیصد تھا اس کو کم کرکے اب ساڑھے نو فیصد لوکل باڈیز کو دیا گیا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ الیکشن آنے والا ہے اور وزیر اعلیٰ صاحب پنجاب میں اپنا خود ساختہ چودھرانہ نظام اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں ورنہ ہوتا یہ کہ لاہور کا ناظم میاں عامر محمود اس کو اگر زیادہ فنڈ مل جائے گا تو اس کی popularity زیادہ ہو گی لوکل باڈیز زیادہ کام کریں گے تو شاید آنے والے الیکشن میں وزیر اعلیٰ صاحب کو دقت پیش آئے۔

جناب سپیکر! میں اس میں یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ انہوں نے جو 356 بلین روپے کا ٹوٹل ریونیو بجٹ show کیا ہے اس میں 16۔ارب روپیہ تو وہ ہے جو غازی بروتھا کی رائلٹی show کی گئی ہے۔میں پچھلے چار سال سے چیخ چیخ کر کہہ رہا ہوں کہ پنجاب کا جو آئینی حق ہے وہ ہمارا وزیر اعلیٰ لینے میں ناکام ہوا ہے۔اب وہ غازی بروتھا کی رائلٹی جمع ہو کر 16۔ارب روپے بن چکی ہے جو پچھلے سال تک ملی ہے اور نہ ہی آئندہ ملے گی۔اصل میں یہ ریونیو بجٹ 356 کا نہیں بلکہ ان کو 340 بلین روپے کا کہنا چاہئے کیونکہ وہ 16۔ارب روپے ان کو ملنا نہیں ہے۔میں آپ کو ایک اور مزہ کی بات بتانا چاہتا ہوں کہ یہ حکومت جھوٹ پر جھوٹ بول رہی ہے وہ جو پبلک اکاؤنٹ ہے۔۔۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! ہاؤس ان آرڈر کرائیں یہ مداخلت کر رہے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز، آرڈر پلیز۔۔۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! آپ اندازہ لگائیں کہ جب منسٹر فنانس پڑھ رہے تھے تو اس وقت کی مداخلت اور اس وقت کی مداخلت میں آپ ذرا مقابلہ کر لیجئے۔۔۔یہ کیا چاہتے ہیں اور کس قسم کی بات کرتے ہیں۔ہم سب آرام سے سن رہے ہیں ان کے تو اپنے پیچھے سویٹر بنانے والا حال ہو رہا ہے اور یہ ہماری بات کر رہے ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! چودھری ظہیر صاحب نے جو یہ فرمایا ہے کہ جب ہمارے وزیر خزانہ بجٹ پیش کر رہے تھے تو جس طرح یہ شور کر رہے تھے تو یہ ہماری طرف سے دیکھ لیں۔ آپ موازنہ کر لیں ہم بھی شور کر رہے تھے اور یہ بھی شور کر رہے تھے چونکہ یہ زیادہ تھے اس لئے زیادہ شور کر رہے تھے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ قاسم ضیاء صاحب!

قائد حزب اختلاف: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں کہہ رہا تھا کہ ریونیو بجٹ میں تو ان کو سولہ بلین غازی بروتھا کا نہیں ملنا وہ آپ کے سامنے ہے جو ہمارے پنجاب کا آئینی حق ہے باقی تمام صوبے اپنی اپنی رائلٹی لے رہے ہیں، صرف پنجاب ان کی نااہلی کی وجہ سے اپنی یہ غازی بروتھا کی رائلٹی ابھی تک نہیں لے سکا۔ دوسری طرف چونکہ ڈویلپمنٹ بجٹ 150-ارب روپے کا دے چکے ہیں اب یہ سمجھتے ہیں کہ اس کی shortfall کیسے پورے ہو گی، وہاں بھی قوم سے جھوٹ بولا گیا کہ جو پبلک اکاؤنٹس تھے ان میں سے 16-ارب روپیہ جو remittances میں ہے وہ اپنے پاس رکھ لیا گیا ہے وہ اس لئے میرے ان بھائیوں ایم پی ایز کو نہیں بتایا گیا کہ کہیں وہ اپنے لئے ڈویلپمنٹ کے لئے اس کو extra نہ مانگ لیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ وہ جو 16-ارب روپیہ پبلک اکاؤنٹس میں پڑا ہے وہ لوکل باڈیز کو دینا چاہئے تاکہ لوکل باڈیز کے ذریعے بہتر کام ہو سکے۔

جناب سپیکر! ان کا جو ڈویلپمنٹ بجٹ ہے اس میں آپ ملاحظہ فرمائیے کہ پچھلے سال تین پراجیکٹس پر سیالکوٹ لاہور موٹروے، رنگ روڈ لاہور اور ماس ٹرانزٹ پراجیکٹ لاہور کے لئے 23-ارب روپیہ رکھا گیا، انھوں نے بڑا کہا کہ ہم نے پچھلے سال میں ڈویلپمنٹ کا کام بڑا کر دیا ہے۔ 9 مہینے تک کی ان کی اپنی پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کی جو رپورٹ ہے اس کے مطابق صرف 47-ارب روپیہ اس سو میں سے خرچ کیا جا چکا تھا۔ میں جناب فنانس منسٹر سے پوچھنا چاہوں گا کہ کیا جو حکومت 9 مہینے میں صرف 47-ارب روپیہ خرچ کر سکتی ہے تو باقی 53-ارب روپیہ اگلے تین مہینے میں کدھر گیا؟ یا تو اس کو دکھانے کے لئے ریلیز کر دیا گیا کہ ہم نے خرچ کر دیا ہے لیکن actual کسی سکیم پر وہ خرچ نہیں ہوا۔ میں چاہوں گا کہ جب یہ اپنی بات کریں تو مجھے بتائیں کہ وہ 53-ارب روپیہ کہاں گیا؟ اسی حوالے سے میں کہنا چاہوں گا کہ جو حکومت ایک سال میں صرف 47-ارب روپیہ خرچ کر سکے گی وہ اب 150-ارب روپیہ کیسے خرچ کرے گی؟ جہاں تک تین پراجیکٹس کی بات ہے، رنگ روڈ لاہور، سیالکوٹ موٹروے اور ماس ٹرانزٹ پراجیکٹ، اس مد میں پچھلے سال 23-ارب روپیہ

رکھا گیا تھا،ان کا اپنا ریکارڈ کہہ رہا ہے کہ 4-ارب کسی اور مد میں shift کر دیا گیا۔ 19-ارب صرف ریلیز کر دیا گیا کیونکہ ان پراجیکٹس میں سے ابھی تک لینڈ ایکوزیشن بھی سٹارٹ نہیں ہو سکی اور صرف اس کو ریلیز کرکے انھوں نے فنڈز حکومت کو ریلیز کر دیئے ہیں۔اب اس پراجیکٹ کے لئے 40-ارب روپیہ مزید رکھ دیا گیا ہے تو جو حکومت 23-ارب روپیہ خرچ نہیں کر سکی وہ 59-ارب روپیہ کیسے اگلے سال میں خرچ کرے گی؟

جناب سپیکر!اس کے علاوہ آپ کو پتا ہے کہ ہمارے پنجاب کی 70 فیصد آبادی زراعت کے ساتھ منسلک ہے۔یہاں پر پھر ایک مذاق میں سمجھتا ہوں کہ جیسے میں نے پہلے کہا غلط بیانی کی گئی، بجٹ کو چھپایا گیا، ہیرا پھیری کی گئی، اس میں پھر جناب وزیر اعلیٰ نے اپنی pre-budget statement میں کہا کہ پنجاب بنک سے ہم نے 7-ارب کی کاشتکاروں کو credit limit دی ہے جبکہ ریکارڈ دیکھتے ہیں تو اپریل تک صرف 4-ارب دیا گیا ہے تو 3-ارب روپیہ کا جھوٹ ان غریب کسانوں مزدوروں کے ساتھ بولا گیا کہ جو اپنا خون پسینہ ایک کرکے ہمارے لئے روزگار کماتے ہیں۔

جناب سپیکر!یہاں پر میں یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ سبسڈی کے حوالے سے کاشتکاروں کو۔۔۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: پڑھ کر آیا کریں۔

قائد حزب اختلاف: یہ notes ہیں، پڑھا نہیں ہوا، نہ لکھا ہوا ہے۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ میری معزز اراکین اسمبلی سے گزارش ہے کہ پلیز! خاموشی کے ساتھ اپوزیشن لیڈر کو سنیں۔

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔(قطع کلامیاں)

آرڈر پلیز۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر! یہ اپوزیشن لیڈر کو interrupt کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ تشریف رکھیں۔ میں نے شاہ صاحب کو floor دیا ہے۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! آپ کو پتا ہے کہ یہ tradition رہی ہے اور precedent بھی ہے کہ جب اپوزیشن لیڈر بات کر رہا ہو تو اس کو interrupt نہیں کیا کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب! میں نے کہہ دیا ہے۔

سید ناظم حسین شاہ: چودھری ظہیر صاحب ہمارے بڑے پرانے پارلیمنٹیرین ہیں اور اس وقت ان کے پاس منسٹری کا بھی بڑا important portfolio ہے تو کچھ عہدے کی بھی requirements ہوتی ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے، میرے بھائی ہیں، ان سے یہی گزارش کروں گا کہ کم از کم ہمارا خیال نہ کریں اپنے عہدے کا تو خیال کر لیں۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ میں نے گزارش کر دی ہے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! کوئی بیس پچیس کے قریب quotations آتی ہیں، ان میں سے دو تین quotations بھی یہاں پر پھینکی نہیں ہیں اور صرف اسی حد تک محدود رہے۔ میں تو صرف یہ بات کر رہا ہوں کہ یہ disturb اس لئے feel کر رہے ہیں کہ انھوں نے بجٹ پڑھا نہیں ہے۔ ان کی disturbance میری طرف سے نہیں ہے۔ ان کی disturbance یہ ہے کہ انھوں نے کچھ دیکھا نہیں، پڑھے بغیر سارے کے سارے آ گئے ہیں اور صرف اسی بات پر کہ غلط ہے، غلط ہے کر رہے ہیں، اس لئے میں بات کر رہا تھا۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ پلیز! آپ ان کو خاموشی سے سن لیں۔ جی، خان صاحب!

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! جہاں تک میرا خیال ہے کہ چونکہ ان کو ایک خاص لگاؤ اور انس جو ہے وہ آپ کے ساتھ ہے، وہ اپنی ان حرکتوں سے میں کہوں گا کہ آپ کے لئے problems create کر رہے ہیں، چونکہ ایک خاص تعلق آپ کا ان کے ساتھ ہے، وہ اپوزیشن لیڈر کو disturb نہیں کر رہے۔ ہاؤس چونکہ آپ چلاتے ہیں اور اگر ہاؤس کو کوئی disturb کرتا ہے، میرے خیال میں ہاؤس سے باہر بھی ان کو آپ سے خاص پیار ہے اور ہاؤس کے اندر بھی آپ کو disturb کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ قاسم ضیاء صاحب!

قائد حزب اختلاف: جناب سپیکر! چودھری ظہیر صاحب نے کہا کہ میں نے بجٹ پڑھا نہیں ہے، اگر پڑھا نہیں ہے تو میں انہی کی دی ہوئیں figures سے باتیں کر رہا ہوں۔ یہ انہی کی کتابوں میں سے اپنے تھوڑے سے notes بنائے ہیں۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج آپ کے سامنے ہے۔ لاہور میں آپ سب رہتے ہیں۔ ماس ٹرانزٹ پروگرام کی کہاں نشاندہی ہوئی ہے؟ کہاں لاہور رنگ روڈ کے لئے زمین acquired کی گئی ہے؟ اگر چودھری صاحب سمجھتے ہیں کہ یہ ہوا ہے تو پھر ایوان کو بتائیں کہ کون سی زمین acquired ہوئی ہے اور کتنا پیسا اس میں خرچ ہوا ہے اور کس جگہ ماس ٹرانزٹ پروگرام لاہور میں شروع کیا گیا ہے جبکہ ایک سال گزر گیا ہے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: میں آپ کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔ سب کچھ بن رہا ہے، بن چکا ہے، سگیاں انٹرچینج سے لے کر نیازی انٹرچینج تک اور ہربنس پورہ تک یہ سب کچھ بن رہا ہے اور بن چکا ہے اور یہ portion complete ہو چکا ہے، جو acquisition ہو رہی ہے اس کے لئے دفعہ 4 اور 6(11) کے سارے notices ہو چکے ہیں۔ انھوں نے دیکھا ہی کچھ نہیں ہے، پڑھا ہی کچھ نہیں ہے۔ آپ دیکھیں کہ کتنی رنگ روڈ مکمل ہو چکی ہے اور یہ اندر کی ٹریفک کا جو تمام بہاؤ ہے وہ شہر کے اندر سے off ہو جائے گا۔ ان کو پتا نہیں ہے۔ اتنے زیادہ بڑے بڑے پراجیکٹس شروع ہیں۔ ایک فنانس مینجمنٹ کا پراجیکٹ ہے۔ ہمارا یہاں پر جو وزیر اعلیٰ ہے وہ ایک role model وزیر اعلیٰ ہے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! میری گزارش یہ ہے کہ آپ اپوزیشن لیڈر کی تقریر ذرا خاموشی سے سنیں۔ جب فنانس منسٹر نے wind up کرنا ہے، اگر آپ سمجھتے ہیں کہ فنانس منسٹر صحیح جواب نہیں دے سکتے تو بیشک آپ wind up کر لیں، پلیز ان کو خاموشی کے ساتھ سنیں۔

قائد حزب اختلاف: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں زراعت کے حوالے سے بات کر رہا تھا کہ ادھر بڑی سبسڈی کی سرنگی بجائی گئی کہ ہم نے بجلی پر 25 فیصد سبسڈی ایگریکلچر ٹیوب ویل کو دے دی ہے۔ میں یہاں یہ کہنا چاہوں گا کہ پنجاب میں تقریباً 9 لاکھ ٹیوب ویل ہیں۔ ان میں سے صرف 80 ہزار بجلی پر چلتے ہیں، باقی سارے ڈیزل پر چلتے ہیں۔ یہ 80 ہزار ٹیوب ویل جو ہیں یہ بھی بڑے فارمرز یا بڑے لینڈ اونرز کے ہیں، غریب آدمی موٹر انجن پر چلاتا ہے یا اس نے جو اپنے bore کرائے ہوئے ہیں ان پر چھوٹا انجن لگاتا ہے اور وہ ڈیزل سے چلتے ہیں۔ یہ جو سبسڈی دی گئی ہے یہ پھر امیروں کے لئے کہ وہ جو بڑے بڑے زمیندار، جاگیردار جن کی زمینیں بہت زیادہ ہیں اگر میں figures دیکھوں تو 94 فیصد فارمر ہمارے پنجاب میں وہ ہے کہ جس کے پاس 12½ ایکڑ سے کم زمین ہے۔ اس کے پاس تو ٹیوب ویل نہیں ہے لیکن یہ سبسڈی اگر دیتے ہیں تو پھر امیروں کے لئے، بڑے بڑے وہ جو co-operate farming کر رہے ہیں شاید یہ اپنے دوستوں کے لئے

مراعات دی گئی ہیں۔

جناب سپیکر! ایگریکلچر کے حوالے سے پچھلے چار سالہ دور میں ریسرچ کا بڑا شور ڈالا گیا، میں آج یہ بتانا چاہوں گا کہ جب یہ حکومت وجود میں آئی، جب اس حکومت نے اقتدار سنبھالا تو اس وقت چھ سو ملین کا سیڈ امپورٹ ہو رہا تھا۔ آج تک انھوں نے کون سی ترقی کی ہے کہ جس سے ہماری کوالٹی یا quantity بہتر ہو؟ انھوں نے اس میں کون سی ایسی ریسرچ کی product نئی بنائی ہے؟ اصل میں آج، یہ میں شرم سے کہوں گا کہ آج 3۔ارب روپے کی سیڈ ہم امپورٹ کر رہے ہیں، ہم 600 ملین سے 3۔ارب پر چلے گئے ہیں اور ایک طرف یہ کہتے ہیں کہ ہم ریسرچ کی باتیں کر رہے ہیں۔ ہم نے بڑی ریسرچ کی ہے، ہم ایگریکلچر کو بڑی مراعات دے رہے ہیں۔ یہ وہ سیکٹر ہے کہ جس کے ساتھ ہمارے اس صوبے کی 70 فیصد آبادی منسلک ہے۔ اگر یہ رعایت نہیں دے سکتے، ان کو کوئی credit نہیں دے سکتے اور ان کے لئے ریسرچ نہیں کر سکتے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس حوالے سے کیا کام کریں گے؟

جناب سپیکر! دوسری طرف بڑا راگ الاپا گیا کہ ہم نے PAMPCO بنا دیا ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ آج بھی جو ہمارے post harvest losses ہیں وہ vegetables and fruits میں 40 فیصد کے قریب ہیں۔ اس میں اگر آپ دیکھیں تو ان کے پاس کوئی cold chains ہیں نہ کوئی انھوں نے فارمرز کی ایجوکیشن کی ہے۔ میں پچھلے سال بھی کہتا رہا کہ ٹیکنیکل ایجوکیشن سنٹرز بنائیے۔ آپ اپنے فارمرز کو educate کیجئے، اپنے دور دراز علاقوں میں ایسے ٹیکنیکل انسٹیٹیوشنز بنائیے جس سے زراعت سے منسلک لوگوں کو ٹیکنیکل انفارمیشن اور technical know-how provide کی جائے لیکن انھوں نے آج تک ایسا کوئی کام نہیں کیا۔ ایک طرف poverty alleviation کی بات کرتے ہیں اور دوسری طرف دیکھئے کہ 50 فیصد جو ایگریکلچر ہے وہ لائیو سٹاک ہے۔ لائیو سٹاک کے حوالے سے پاکستان اور پنجاب خاص طور پر دنیا میں پہلے پانچ ملکوں میں دودھ کے حوالے سے گنا جاتا ہے لیکن ان کی اپنی نااہلی یہ ہے کہ آج دودھ کی قیمت گندم اور کاٹن دونوں کو ملا کر بھی اس سے زیادہ ہے تو پنجاب میں جہاں پر ہماری agricultural based economy ہے اس کے حوالے سے انھوں نے کیا مراعات دی ہیں؟ مجھے تو یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ جو PAMCO کو 3 کروڑ روپیہ ہر سال دیا گیا ہے، میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اب اگلے سال PAMCO نے ختم ہو جانا ہے اور ایک سکیم بھی PAMCO اس ہاؤس میں صوبہ پنجاب کے لئے

نہیں لا سکا تو یہ صوبے کا سارے کا سارا پیسا ضائع کر دیا گیا۔

جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ صاحب نے بڑے بلند دعوے کئے ہیں۔ بزرگوں سے سنا تھا کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے لیکن چہرہ ضرور ہوتا ہے جو کہ وہ دنیا کو دکھا دیتے ہیں۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے 04-2003 کی بجٹ statement میں کہا تھا کہ ہم 10 لاکھ نوکریاں دیں گے۔ اس وقت ان کا development کا بجٹ 40۔ارب روپے کا تھا۔ میں مانتا ہوں کہ 40۔ارب روپے کے against جب development کا کام ہوتا ہے تو jobs create ہوتی ہیں۔ جب کھدائی ہوتی ہے تو لوکل لیول پر Jobs creates ہوتی ہیں لیکن سال بعد جب کام ختم ہو گا تو اگلے سال وہ jobs ختم ہو جائیں گی۔ یہ کلیم کر رہے ہیں کہ آج تک انھوں نے ساڑھے 58 لاکھ Jobs دی ہیں حالانکہ وزیر اعلیٰ نے 2003 میں کہا تھا کہ اس سال 10 لاکھ Jobs دی ہیں۔ اگلے سال بھی 10 لاکھ jobs دیں گے۔ آج چونکہ الیکشن کا سال ہے، بڑے بڑے فگرز دکھانے ہیں لہذا اس سال انھوں نے جو اپنی pre budget statement دی ہے اس میں کہا گیا ہے کہ 04-2003 میں ہم نے 14 لاکھ نوکریاں دی تھیں۔ اگر یہ درست ہے تو پھر اس وقت کیوں واویلا نہیں کیا گیا کہ ہم نے 14 لاکھ Jobs دی ہیں؟ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک اور جھوٹ ہے جو کہ قوم کے ساتھ بولا جا رہا ہے یا پھر اس وقت بولا گیا تھا۔ یہ مجھے اس بات کا جواب دیں کہ کیا 04-2003 میں انھوں نے 10 لاکھ jobs دی تھیں؟ ایک سال دس لاکھ jobs create ہوتی ہیں اور اگلے سال یہ ختم ہو جاتی ہیں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ پنجاب میں جو ساڑھے 58 لاکھ jobs دینے کی بات کی گئی ہے وہ غلط ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ جی اتنی investment ہو گئی ہے۔ جب ہمارا بجٹ 40۔ارب روپے کا تھا تو ہم نے 10 لاکھ jobs دی ہیں اور اب چونکہ 150۔ارب روپے کا ہوا ہے تو شاید اس سال 20 لاکھ jobs create ہوں گی۔ یہ سراسر غلط بیانی ہے۔ اگر آپ کے پاس موبائل فون ہو تو اکثر لوگوں کے messages آپ نے پڑھے ہوں گے جس میں یہ message بڑا اہم ہے کہ Which is the most difficult job? اور اس کا جواب To find a job ہوتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب کی بھی یہی حالت ہے۔ اگر میں ان کی بات درست تسلیم کر لوں کہ جی investment کے ساتھ ہی jobs create ہوتی ہیں تو ٹیکسٹائل سیکٹر جس میں تقریباً 360۔ارب روپے کی investment ہوئی ہے۔ اس میں بھی jobs کم ہو رہی ہیں اس لئے کہ اس کا وہ سیکٹر جو کہ زیادہ jobs create کرتا تھا بند ہو رہا ہے۔ ان کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے نٹ ویئر، گارمنٹس، سپننگ

ملز وغیرہ تو بند ہو رہی ہیں۔آپ خود دیکھ لیں کہ پنجاب میں جننی نٹ ویئر، سپننگ اور گارمنٹس کی فیکٹریاں ہیں وہ بند ہو رہی ہیں۔یہ ایک طرف کہتے ہیں کہ ہم poverty alleviation کر رہے۔ اس بارے میں انھوں نے اپنی statement میں ورلڈ بنک کے وائس پریذیڈنٹ کی statements کے حوالے دیئے ہیں کہ جی انھوں نے یہ کہا، وہ کہا لیکن شاید یہ بھول گئے کہ جب وزیر اعلیٰ صاحب بیٹھے ہوئے تھے اور وائس پریذیڈنٹ ورلڈ بنک نے کہا تھا کہ ہاں پاکستان میں poverty alleviation 34 سے 24 فیصد پر آئی ہے۔ جبکہ یہ کلیم کرتے ہیں کہ ہماری poverty 34 alleviation سے 21 فیصد پر آئی ہے۔Whereas وائس پریذیڈنٹ نے یہ کہا تھا کہ پاکستان کی ratio کے حوالے سے بھی پنجاب کے رورل ایریاز میں کم اوسط نیچے آئی ہے۔تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس چیز کو تو بھول جاتے ہیں جو کہ وائس پریذیڈنٹ ورلڈ بنک ان کے بارے میں ان کو آئینہ دکھاتا ہے۔

جناب سپیکر! میں ان کی کس کس چیز کا ذکر کروں۔ میں ان کے ریلیف پیکج پر بات کرتا ہوں۔اس میں آپ دیکھیں کہ قوم کے ساتھ کیسا مذاق کیا گیا ہے۔یہ کہتے ہیں کہ ہم نے 25۔ارب روپے کا ریلیف پیکج دیا ہے۔ سنٹر گورنمنٹ نے سکیم بنائی کہ تنخواہوں اور پنشن میں 15 فیصد اضافہ ہو گا۔اب اس 15 فیصد کی مد میں جو 13۔ارب روپیہ یہ سرکاری ملازمین اور پنشنرز کو دے رہے ہیں اس کو یہ اپنا ریلیف پیکج consider کر رہے ہیں۔اب وہ 13۔ارب روپیہ یہ ریلیف پیکج میں ڈال رہے ہیں کیا یہ سرکاری ملازمین کو خیرات دے رہے ہیں، کیا ان کو گرانٹ دے رہے ہیں اور کیا inflation کی وجہ سے ان کا حق نہیں ہے کہ ان کی تنخواہیں بڑھائی جائیں؟ ان کی اپنی سکیم کیا ہے؟ یہ تو سنٹر گورنمنٹ کی سکیم ہے جو انھیں implement کرنی پڑ رہی ہیں۔اب 25۔ارب روپے میں سے اگر میں وہ 13۔ارب روپے نکال دوں تو باقی 12۔ارب روپے بچتے ہیں۔اب اس میں اور مزے کی بات دیکھئے کہ جو ٹیوب ویلز کی 3۔ارب روپے کی سبسڈی ہے وہ بھی اسی ریلیف پیکج میں ڈالی گئی ہے۔یہ ریلیف کس کو دیا گیا ہے؟ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ وہ بڑے بڑے زمینداروں اور جاگیرداروں کو دیا گیا ہے۔

وزیر زراعت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، لودھی صاحب فرمائیں!

وزیر زراعت: جناب سپیکر! بڑے ادب سے گزارش کروں گا۔ میری عادت تو نہیں ہے کہ قائد حزب اختلاف کو interrupt کروں لیکن یہ بالکل irrelevant بات کر رہے ہیں۔ میں گزارش کروں گا کہ ہماری حکومت نے ٹیوب ویلز پر سبسڈی دی ہے۔ 75 فیصد لوگ دیہات میں آباد ہیں اور 25 فیصد ریلیف ٹیوب ویلز پر دیا گیا ہے جو کہ حکومت پاکستان اور پنجاب حکومت کا سب سے بڑا کام ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ قائد حزب اختلاف شاید تیاری نہیں کر سکے لہذا انھیں وقت دے دیں تاکہ یہ کل دوبارہ تیاری کر کے آئیں اور facts and figures کے حساب سے یہاں بات کریں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ تشریف رکھیں۔ جی، قاسم ضیاء صاحب!

قائد حزب اختلاف: جناب سپیکر! شاید لودھی صاحب سوئے ہوئے تھے۔ میں نے تو پہلے ہی آپ سے کہا ہے کہ ٹیوب ویلز کی سبسڈی 25 فیصد ہے۔ میں نے انھیں یہ بھی عرض کیا ہے کہ 9 لاکھ کے قریب ٹیوب ویلز ہمارے صوبہ پنجاب میں نصب ہیں جن میں سے صرف 80 ہزار ٹیوب ویلز بجلی پر چلتے ہیں۔ یہ 80 ہزار ٹیوب ویلز کس کے ہیں؟ یہ بڑے زمینداروں کے ہیں۔ میں یہی عرض کر رہا ہوں کہ کسی غریب زمیندار کو تو ریلیف نہیں ملا۔ میں زرعی ٹیوب ویلز ہی کی بات کر رہا ہوں۔

وزیر زراعت: جناب سپیکر! قائد حزب اختلاف لاہور کی گلیوں میں رہتے ہیں۔ دیہات کا ان کو کوئی علم نہیں ہے۔ ہمارے صوبے میں 6، 7 اور 12 ایکڑ پر بھی ٹیوب ویلز لگے ہوئے ہیں جن کو اس حکومت نے سبسڈی دی ہے۔

جناب سپیکر: جی، قاسم ضیاء صاحب!

قائد حزب اختلاف: جناب سپیکر! میں اس بحث میں نہیں جاتا۔ میں بات ریلیف پیکیج کی کر رہا تھا۔ میں نے یہ کہا ہے کہ انھوں نے جو سبسڈی دی ہے اسے سبسڈی میں بھی کلیم کر رہے ہیں اور ریلیف میں بھی کلیم کر رہے ہیں۔ وہی پیسے سبسڈی کے لئے رکھتے ہیں اور وہی پیسے ریلیف میں رکھ کر کہتے ہیں کہ جی ہم نے بڑا تیر چلایا ہے، دو جگہ ہم اس کا فائدہ لے رہے ہیں چونکہ الیکشن کا سال ہے اس لئے یہ سارا بجٹ انھوں نے الیکشن کو مدنظر رکھتے ہوئے بنایا ہے اسی لئے شاید آخری سال میں انھیں کچی آبادیوں کا خیال آیا ہے۔ اس سے پہلے آج تک کچی آبادیوں کے لئے کوئی مراعات نہیں رکھی گئیں۔ ان کی حکومت کے اس آخری سال میں ریلیف پیکیج میں کچی آبادیوں کو 3 بلین

دینے کی بات کی گئی ہے کہ ان کو ہم مالکانہ حقوق دیں گے۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ چار سال بعد آج پانچویں سال کیوں یاد آیا کہ کسی غریب کی کچی آبادی کو مالکانہ حقوق دے دیئے جائیں اس لئے کہ الیکشن کا سال ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب تک الیکشن آئے گا تب تک یہ ریلیف ملے گا اور نہ کچی آبادی والے ان کو ووٹ دیں گے۔

جناب سپیکر! تیسری بات جس پر یہ بڑا اترا رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ عذاب الٰہی میں مبتلا عوام کے ساتھ ایک اور مذاق ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے ساڑھے چھ لاکھ خاندان identify کر لئے ہیں۔ ہم ان کو -/500 روپے دیں گے۔ اگر ایک خاندان میں پانچ لوگ بھی ہوں تو میرا خیال ہے کہ اڑھائی روپے فی کس، ایک شخص، ایک انسان کے حصے آتے ہیں۔ اس سے شاید وہ غریب آدمی یہ تو کر لے کہ غربت اور مہنگائی سے تنگ آ کر وہ دو ماچسیں خرید لے اور اپنے آپ کو آگ لگا لے لیکن اپنا پیٹ نہیں بھر سکے گا۔ یہ قوم کے ساتھ کیا مذاق ہے کہ -/500 روپے ایک فیملی یا خاندان کو دینے کی یہ بات کرتے ہیں۔

جناب سپیکر! ایجوکیشن کی بات کرتے ہیں کہ 47 سے ہم 63 فیصد تک اٹھا کر لے گئے ہیں۔ 47 فیصد تو 02-2001 میں تھا۔ جب میں ان کے فگرز دیکھتا ہوں تو جہاں gradual increase ہے وہاں یہ ہر سال کا ہمیں چارٹ دیتے ہیں لیکن جہاں gradual increase نہیں ہے وہاں 2001 سے اٹھا کر سیدھا 2007 پر لاتے ہیں کہ ہم نے پچھلے چار سالوں میں یہ کیا ہے۔ یہاں پر میں یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ ان کی جو اپنی enrollment ratios ہیں وہ بھی اس کے ساتھ match نہیں کرتیں جو کہ یہ قوم اور دنیا کو show کر رہے ہیں۔ حالانکہ اساتذہ اور سکولوں کی حالت زار آپ کے سامنے ہے اور بچوں کے لئے پڑھنے کی facilities بھی آپ کے سامنے ہیں۔ اس کے علاوہ جو پیسے اشتہارات پر خرچ ہوئے ہیں وہ بھی آپ کے سامنے ہیں۔

جناب سپیکر! میں یہاں پر یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ اگر آپ ان کی ریلیف گرانٹ کی بات کریں تو میں نے اس میں یہ بھی دیکھا ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب کا جو صوابدیدی فنڈ ہے اس میں کسی VVIP movement کے لئے بہاولپور میں 60 لاکھ روپے خرچ کئے گئے ہیں۔ اب وہ کون سی VVIP movement ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب 60 لاکھ روپے جس کے لئے بہاولپور میں دیتے ہیں۔ کون سے ہیلی کاپٹر کے پرزوں کی بات ہے جسے ٹھیک کروانے کے لئے وزیر اعلیٰ اپنے صوابدیدی فنڈ سے 9 کروڑ روپیہ دیتے ہیں۔ صوابدیدی فنڈ تو کسی غریب کی مدد یا ڈویلپمنٹ کام کے

لئے ہوتا ہے۔

جناب سپیکر! انھوں نے یہ بھی کہا کہ ہم عوام کو پینے کے لئے صاف پانی مہیا کر رہے ہیں۔ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ نے اس حوالے سے جو اعداد و شمار دیئے ہیں اگر وہ دیکھے جائیں تو اس حوالے سے یہ 9 ماہ میں صرف 47۔ارب روپے کا کام کر سکتے ہیں اس کے بعد باقی تین ماہ کا انھوں نے صرف releaseہی کیا ہے ورنہ آپ آج بھی میرے ساتھ چل کر لاہور میں دیکھیں اور اب تو یہ رپورٹس بھی آ گئی ہیں کہ فلٹر شدہ پانی بھی پینے کے قابل نہیں ہے تو یہ دور دراز علاقوں کی کیا بات کریں گے۔

جناب سپیکر! میں آخر میں یہ کہنا چاہوں گا کہ یہ سارا اعداد و شمار کا ہیر پھیر ہے۔ غلط بیانی ہے اور اعداد و شمار کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا ہے چونکہ یہ الیکشن کا سال ہے اس لئے حکومت یہ دکھانا چاہتی ہے کہ ہم کچی آبادیوں کو پکا کر رہے ہیں۔ ہم ڈویلپمنٹ کا بہت زیادہ کام کر رہے ہیں جو یہ کر نہیں سکے۔ لہذا میں یہ سمجھتا ہوں کہ سارے کا سارا بجٹ ایک غلط بیانی پر مبنی ہے اور ان اعداد و شمار میں بھی ہیرا پھیری کی گئی ہے۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ سید احسان اللہ وقاص صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں نے قطعی طور پر قائد حزب اختلاف کو interrupt نہیں کیا۔ میں ان کی تقریر کے دوران بے شمار دفعہ سوچ رہا تھا اور میرے بھائی رانا آفتاب احمد خان صاحب نے مجھے لکھ کر بھی بھیجا کہ آپ کس سوچ میں گم ہو؟ میں یہ سوچ رہا تھا کہ صوبے میں پہلی پوزیشن لیڈر آف دی ہاؤس کی ہوتی ہے اور اس کے بعد لوگ متبادل کے طور پر قائد حزب اختلاف کی طرف دیکھتے ہیں۔ ایک طرف حکومت پنجاب کی طرف سے 150۔ارب روپے کا ڈویلپمنٹ کا بجٹ اور اس کے علاوہ پورے چار سال کا وژن اور ان چار سالوں میں ہم نے جو جو ڈویلپمنٹ کے کام کئے ان کی بات تھی۔

دوسری طرف آج پنجاب کے لوگ یہ امید کر رہے تھے کہ اپوزیشن کی طرف سے متبادل کے طور پر کیا تجاویز آئیں گی، کیا اپوزیشن چاہتی ہے کہ اس صوبے کی عوام کو یہ یہ ملنا چاہئے؟ انھوں نے کہہ دیا کہ ایگریکلچر میں یہ کیا ہے۔

جناب والا! یہ ہم نے کیا ہے۔آپ کیا چاہتے ہیں کہ کیا ہونا چاہئے؟ پھر کہا کہ حکومت نے ایجوکیشن میں یہ کیا۔ فرض کر لیجئے ہم نے غلط کیا۔آپ کیا چاہتے ہیں کہ کیا ہونا چاہئے؟ لہذا کوئی solution کوئی متبادل وژن، کوئی متبادل سوچ تو ان کی طرف سے آنی چاہئے تھی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس میں ناکام رہے ہیں۔

قائد حزب اختلاف: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر!۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میری بات سن لیں۔ گزشتہ ساڑھے چار پانچ سال سے جس طرح اپوزیشن نے سیاسی طور پر عوام کو مایوس کیا ہے اسی طرح انھوں نے آج پھر اپنی اسی تاریخ کو قائم رکھا ہے اور ایک دفعہ پھر پنجاب کی عوام کو مایوس کیا ہے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔قاسم ضیاء صاحب!

قائد حزب اختلاف: جناب سپیکر! حکومت پورے سال میں مختلف مدوں میں جو پیسا collect کرتی ہے یا وفاقی حکومت سے جو پیسا لیتی ہے اس حوالے سے انھوں نے قوم کے ساتھ جو جھوٹ بولا ہے وہ عوام کو بتانا میرا فرض تھا۔ جہاں تک ان کی بات ہے کہ ہمیں بتاتے۔ ہمارے ساتھ بیٹھتے تو میں ایک مثال دے کر آپ کو بتانا چاہوں گا کہ پچھلے کئی دنوں سے۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! یہ بیٹھتے کہاں ہیں یہ تو واک آؤٹ پر ہوتے ہیں۔آج ان کی طرف سے پنجاب کے کسانوں کو پیغام جانا چاہئے تھا کہ اگر کل آپ اقتدار میں آئیں گے تو پھر ان کے لئے کیا کریں گے۔آج پنجاب کی عوام کو آپ کی طرف سے پیغام جانا چاہئے تھا کہ اگر آپ بر سر اقتدار آئیں گے تو تعلیم کے میدان میں آپ کیا کریں گے، آپ نے کیا وژن دیا ہے اور آپ نے ماسوائے تنقید کے کوئی مثبت بات کی ہے؟

جناب سپیکر: جناب قاسم ضیاء!

قائد حزب اختلاف: جناب سپیکر! جو راجہ صاحب فرما رہے ہیں۔ الیکشن آرہے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ ہم قوم کو بتائیں گے کہ ہم کیا چاہتے ہیں۔ ہم یہ بتائیں گے کہ ہم قوم کو کیا دینا چاہتے ہیں۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: عوام نے آپ کو منتخب کر کے اسمبلی میں بھیجا ہے اس لئے آج اسمبلی کے floor سے عوام کو پیغام جاتا کہ آپ عوام کے لئے یہ کرنا چاہ رہے ہیں۔آج یہاں سے پیغام جانا

چاہئے۔آپ کہاں سے پیغام دیں گے ؟

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ سید احسان اللہ وقاص!

راناآفتاب احمد خان: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: راناصاحب!آپ اپنی باری پر بات کرنا۔

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: یہ وقفہ سوالات نہیں ہے۔آپ تشریف رکھیں۔ جی، شاہ صاحب آپ بات شروع کریں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر!اگر آپ اجازت دیں تو میں تقریر سے پہلے ایک چھوٹا سا پوائنٹ آف آرڈر پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب!آپ اپنی تقریر میں بات کر لینا۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر!میں پوائنٹ آف آرڈر پر ایک بات کرنا چاہتا ہوں کہ آج کے اخبارات میں ملعون راشدی کے حوالے سے یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ اسے برطانیہ میں سر کا خطاب دیا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک شخص جو گستاخ رسول ہے، جس نے نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کر کے پورے عالم اسلام کے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی ہے۔اس شخص کو سر کا خطاب دینا برطانوی حکومت کا ایک شرمناک قدم ہے اور ہم سب اس کی مذمت کرتے ہیں۔

معزز ممبران: ہم اس کی تائید کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، پورا ہاؤس آپ کی بات کی تائید کرتا ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جی، بڑی مہربانی۔ اس میں یہ بھی تائید کی گئی ہے کہ ہم برطانوی حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اس سے سر کا خطاب واپس لیا جائے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب!اب آپ بجٹ پر آئیں۔

سید احسان اللہ وقاص: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب سپیکر!ہمارے فاضل وزیر خزانہ نے جو 356۔ارب روپے کا بجٹ پیش فرمایا ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑی بڑی رقوم دکھانے کا ایک بجٹ ہے۔ہمارے ملک میں ہمارے سابق وزیر خزانہ جناب شوکت عزیز نے اعداد و شمار کی[***]

جناب سپیکر: میں یہ الفاظ کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب والا! جعلی اور غلط اعداد و شمار کی بنیاد پر یہ بجٹ بنایا گیا ہے۔اب الیکشن کے انعقاد میں تین ماہ رہ گئے ہیں اس لئے اس بجٹ میں بڑے بڑے اعداد و شمار دکھا کر لوگوں کو جھوٹی تسلیاں دینے کی کوشش کی گئی ہے۔خود وزیر اعلیٰ صاحب نے اعلان کیا تھا کہ جو سرکاری ملازم ریٹائر ہوگا اسے ہاؤسنگ سکیم کے ذریعے مکانات فراہم کریں گے لیکن اس پورے بجٹ میں اس کے لئے ایک روپیہ بھی مختص نہیں کیا گیا۔تنخواہوں میں 15 فیصد اضافہ کیا گیا ہے جبکہ گزشتہ تین چار ماہ کے دوران بنیادی اشیاء ضرورت کی قیمتوں میں 25 سے 30 فیصد اور بعض چیزوں میں 50 فیصد تک اضافہ ہو چکا ہے۔چاول کی قیمت 24/25 روپے سے بڑھ کر 50/55 روپے کلو تک ہو چکی ہے۔گھی -/60 روپے سے بڑھ کر -/100 روپے سے بھی اوپر جا چکا ہے۔اسی طرح باقی چیزوں کی قیمتوں میں بھی بے پناہ اضافہ ہو رہا ہے لہذا تنخواہوں میں جو 15 فیصد اضافہ ہے یہ تو محض اشک شوئی بھی نہیں کرتا۔

جناب سپیکر! یہ اعلان کرنا کہ زرعی ٹیوب ویل کی بجلی پر ایکسائز ڈیوٹی کم کر رہے ہیں یہ ان دیہاتیوں اور کاشتکاروں کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے جن کو ایک دن میں 24 گھنٹوں کے اندر 18/18 گھنٹے بجلی ہی میسر نہیں آتی اور پھر انہیں یہ کہنا کہ ہم آپ کو رعایت دیں گے۔حکومت پہلے اس چیز کا تو اہتمام کرے کہ لوگوں کو ان کی سب سے اہم بنیادی ضرورت بجلی تو میسر آسکے۔

جناب والا! اس بجٹ میں کچی آبادیوں کی رجسٹریشن 1985 سے بڑھا کر 2006 تک کرنے کا بھی اعلان کیا گیا ہے۔ہم چار سال کے عرصے کے دوران مسلسل یہ کہتے رہے کہ قبضہ مافیا اور لینڈ مافیا سرکاری زمینوں پر قبضہ کر رہا ہے لیکن اس وقت ہماری کسی نے نہ سنی اور اپوزیشن کی اس بات کو ہوا میں اڑایا جاتا رہا۔دراصل اب یہ اسی قبضہ مافیا اور لینڈ مافیا کو قانونی تحفظ مہیا کرنے کے لئے اور ڈائریکٹوریٹ آف کچی آبادی میں پھر لوٹ مار کا ایک نیا بازار گرم کرنے اور لوٹ کھسوٹ کا پروگرام شروع کرنے کے لئے یہ سارا کچھ کیا گیا ہے۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب سپیکر! دیہاتوں میں دو کنال زمین کی تقسیم کا وعدہ بھی سیاسی ورکرز کو مطمئن کرنے اور اسے نوازنے کے لئے سکیم محسوس ہوتی ہے۔ یہ اعلان کیا گیا ہے کہ 6 لاکھ 46 ہزار غریب خاندانوں کو پانچ سو روپیہ ماہانہ فراہم کئے جائیں گے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جس حکومت کی طرف سے on the floor of the House یہ اعلان کیا گیا تھا کہ زلزلہ سے متاثرہ ایک لاکھ خاندان کو -/3000 روپے ماہانہ دیئے جائیں گے لیکن میں یہ بات دعویٰ سے کہتا ہوں کہ میری اطلاع کے مطابق 18 خاندان ہیں جن کو صرف ایک دفعہ -/3000 کے حساب سے یہ ادائیگی کی گئی ہے۔ اس کے بعد کسی نے ایک روپے کی بھی ادائیگی نہیں کی۔ جس حکومت نے ایک لاکھ لوگوں کے ساتھ -/3000 ماہانہ کا وعدہ کیا اور پھر ان کی اپنی پارلیمانی پارٹی کے اندر مختلف معزز اراکین اسمبلی اور مختلف وزراء نے دس دس خاندانوں کی کفالت اپنے ذمہ لینے کا اعلان کیا لیکن وہ سارے کے سارے وعدے جھوٹے ثابت ہوئے اور کسی کو ایک روپیہ بھی نہیں دیا گیا۔ جو حکومت ایک لاکھ خاندانوں کو -/3000 روپے ماہانہ دینے کا وعدہ کر کے اس پر عمل نہیں کر سکتی تو وہ 6 لاکھ 46 ہزار خاندانوں کی کہاں مدد کر سکے گی۔

جناب سپیکر! پولیس کے لئے پچھلے بجٹ میں 20۔ارب روپے رکھا گیا تھا اور موجودہ بجٹ میں یہ بڑھا کر تقریباً 29.5۔ارب روپے کر دیا گیا ہے۔ پولیس کے اندر جو اب تک بدقسمتی سے ہم عذاب بھگتتے آ رہے ہیں وہ مختلف سیاسی حکومتوں کے دور میں میرٹ سے ہٹ کر بھرتی تھی۔ اس وقت بھی اس حکومت کے دور میں بھی میرٹ سے ہٹ کر بہت بڑی تعداد میں محکمہ پولیس میں بھرتیاں کی گئی ہیں جس سے پولیس کے رہے سہے معیار کو بھی تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ لوگ جاتے ہیں پیسے دیتے ہیں اور جا کر بھرتی ہو جاتے ہیں۔ ہمارے پولیس سٹیشن لوٹ مار، قبضہ مافیا اور منشیات کے سرپرستوں کے ادارے بنے ہوئے ہیں۔ وہاں پر عام آدمیوں کو کوئی انصاف نہیں ملتا۔ جب تک پولیس ڈیپارٹمنٹ کے اندر structural changes نہیں لائی جاتیں اور ان کا مزاج نہیں بدلا جاتا۔ نیچے سے لے کر اوپر تک پولیس کی ٹریننگ کو تبدیل کر کے ایک نئی پولیس نہیں بنائی جاتی آپ ان کو جتنے مرضی اربوں روپے دے دیں یہ عوام کے لئے ایک عذاب کی صورت میں مسلط رہیں گے۔ عوام کو ان سے کوئی benefit حاصل نہیں ہو گا۔

جناب سپیکر! پچھلے بجٹ میں محکمہ جیل کے لئے 16۔ارب 68 کروڑ روپے رکھے گئے تھے موجودہ بجٹ میں 19۔ارب روپے مختص کر دیئے گئے ہیں۔ میں یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ جیلوں

کے اندر کھانے کا معیار بہتر ہوا ہے لیکن جب تک جیل کے عملے کی اچھی تربیت نہیں کی جائے گی ان کے temperament کو آپ change نہیں کریں گے، جیل میں اصلاح کے ادارے آپ نہیں بنائیں گے اور جیل کے پورے سسٹم کو بہتر نہیں بنائیں گے اس وقت تک اس طرح سے ان کو پیسے دیتے چلے جانا پیسوں کو ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ جیلوں کے اندر جتنے لوگ قیدی ہیں یا حوالات میں ہیں ان کے پورے سسٹم کو کمپیوٹرائزڈ کر دیا جائے گا۔ آفیسرز کی ٹریننگ کی جائے گی اور کرپشن کو کم کرنے کی کوشش کی جائے گی لیکن اس وعدے پر بھی عملدرآمد نہیں کیا گیا۔

جناب سپیکر! سیکرٹریٹ اور ایڈمنسٹریشن کے لئے سابق بجٹ میں 74 کروڑ روپے رکھے گئے تھے جو revised budget میں 58 کروڑ روپے کر دیئے گئے ہیں اور اب پھر 98 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ ایڈمنسٹریشن کے اخراجات کو کم کرنا ہر بجٹ کی بنیادی ضرورت اور تقاضا ہونا چاہئے۔ سیکرٹریٹ کی گاڑیوں کے اخراجات بہت زیادہ ہیں مختلف افراد کے پاس دس دس گاڑیوں کے بیڑے ہیں۔ جب تک ان اخراجات کو آپ کنٹرول نہیں کریں گے عوام کی حالت کو بہتر نہیں بنایا جا سکتا۔

جناب سپیکر! لیبر افیئرز کے لئے پچھلے بجٹ میں 90 کروڑ روپے رکھے گئے جو revise کرکے 94 کروڑ روپے ہو گئے اور اب موجودہ بجٹ میں 114 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ عام لیبر کی جو حالت ہے وہ بہت ہی پریشان کن ہے اور عام کارکن بدترین حالات میں زندگی گزار رہا ہے۔ ہمارے معاشرے کا عام مزدور اور خاص طور پر بھٹہ مزدور، آپ خود اخبارات میں بھی دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے گردے بیچ رہے ہیں۔ ان کی زندگی برباد ہو چکی ہے لیکن ان کی کوئی سرپرستی کرنے والا نہیں ہے۔ لیبر ڈیپارٹمنٹ کے افسران اور انسپکٹرز مختلف فیکٹریوں کی pay list پر ہیں اور بعض سے وہ منتھلیاں وصول کرتے ہیں جس کی وجہ سے عام مزدور کو کوئی تحفظ حاصل نہیں ہوتا۔

جناب سپیکر! شالامار باغ اور لاہور فورٹ کے لئے پچھلے بجٹ میں 15 کروڑ روپے مختص تھے موجودہ بجٹ میں 18 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ دونوں جگہیں بڑی مثالی ہیں اور مثالی ثقافتی ورثہ ہیں لیکن بدقسمتی سے۔۔۔

جناب سپیکر: پلیز! دو منٹ میں wind up کریں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب والا! میں اپنی بات کو دو منٹ میں سمیٹتا ہوں۔ میری یہ گزارش ہے کہ ان کی poor maintenance کی وجہ سے اور ٹورازم کو attract نہ کرنے کی وجہ سے ہوا ہے۔ اتنی بڑی رقم ہم خرچ کر رہے ہیں اور وہاں سے کوئی خاص آمدنی نہیں ہو رہی۔ ٹورسٹ کو attract کرنے کے لئے صرف ہوائی جہازوں سے چھلانگیں لگا کر free fall jump لگا کر tourists کو attract نہیں کیا جا سکتا۔ کسی کی گود میں بیٹھ کر چھلانگ لگانے سے tourists attract نہیں ہوں گے۔ اگر آپ نے سیاحوں کو attract کرنا ہے تو شالامار باغ اور لاہور کے قلعہ کو جو ہمارے اسلاف کی شاندار نشانیاں ہیں ان کو بہتر بنانا چاہئے اور اس کے لئے کوششیں کرنی چاہئیں۔

جناب سپیکر! میں عرض کرتا ہوں کہ لائیو سٹاک کے لئے بجٹ میں پیسے رکھے گئے ہیں لیکن عالم یہ ہے کہ ہم انڈیا سے گوشت امپورٹ کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! تعلیم کے لئے بھی ایک بڑی رقم مختص کی گئی ہے وزیر تعلیم سے درخواست ہے کہ وہ کسی وقت تو گپیں نہ لگایا کریں اور توجہ سے بات سن لیا کریں۔ ان سے میں درخواست کرتا ہوں کہ ایجوکیٹرز کی تنخواہیں جو چپڑاسیوں سے بھی کم رکھی گئی ہیں۔ خدا کے لئے استاد کو استاد کا مقام دیں اور ان کی تنخواہوں کو بڑھائیں۔ میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ missing facilities کے نام پر تمام اضلاع کو ایک بڑی رقوم تو فراہم کی گئی لیکن اس میں اپوزیشن کے حلقوں کو پوری طرح سے نظرانداز کر دیا گیا۔ اپوزیشن کے حلقے انڈیا یا افغانستان میں نہیں ہیں وہ بھی اسی پاکستان کا حصہ ہیں۔ اگر ہمارے حلقوں کے اندر سکولوں کی اصلاح نہیں ہو گی، بچوں کو facilities نہ مہیا ہوں گی تو پھر اس بجٹ کا یہ افسوس ناک پہلو ہو گا۔ میں آپ کی وساطت سے وزیر تعلیم سے یہ گزارش کروں گا کہ خصوصی توجہ دے کر کتب کی فراہمی کو بھی یقینی بنائیں۔ بعض سکولوں میں بجلی تک موجود نہیں ہے اور لاہور میں سینکڑوں کی تعداد میں ایسے سکول ہیں جہاں پر بجلی نہیں ہے ان کی حالت کو بہتر بنائیں۔ کتنی شرمناک بات ہے کہ پیپلز کالونی گوجرانوالہ میں گورنمنٹ گرلز ڈگری کالج میں جہاں پر بچیاں ڈگری کی تعلیم حاصل کر رہی ہیں ان کے لئے بھی کوئی فرنیچر موجود نہیں ہے اور وہ بے چاری زمین پر بیٹھ کر پڑھتی ہیں۔ میں وزیر تعلیم سے درخواست کروں گا کہ جس ملک کے اندر ڈگری کالج کی بچیاں زمین پر ننگے فرش پر بیٹھ کر پڑھیں اور پھر آپ یہ کہیں کہ ہمارا "پڑھا لکھا پنجاب" ہے۔ یہ نعرہ صرف اخباروں کی حد تک تو ہو گا نیچے نظر نہیں آئے گا۔

جناب سپیکر! میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ special infrastructure کے لئے بڑی رقوم رکھی گئی ہیں لیکن اصل مسئلہ ہماری انتظامیہ کی طرف سے لوٹ مار کا نظام ہے۔ یہ طے کیا گیا اور اسی ایوان کے floor پر میں نے یہ گزارش کی تھی کہ پل بنائے جاتے ہیں توڑے نہیں جاتے۔ مسلم ٹاؤن پر ایک پل توڑ دیا گیا وہاں پر پہلے ایک انڈر پاس 7 کروڑ روپے کا منظور کیا گیا اور اب 44 کروڑ روپے کی لاگت سے ایک انڈر پاس تعمیر کیا جا رہا ہے۔ اگر اسی طرح سے لوٹ مار مچی رہے گی آپ جتنے پیسے بھی دیتے رہیں اس سے عوام کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔

جناب سپیکر! مقامی حکومتوں کے لئے جو بڑی رقوم رکھی گئی ہیں وہاں پر بھی لوٹ مار کی انتہا ہو گئی ہے، کوئی کوالٹی نہیں ہے۔ آج ایک گھنٹہ بھی بارش نہیں ہوئی ہے اور آدھے شہر کی سڑکیں ٹوٹ گئی ہیں اور برباد ہو گئی ہیں کیونکہ ہمارے ٹی ایم اوز اور بیشتر ناظمین اور ٹاؤن ناظمین جو ہیں وہ سارے کے سارے اس لوٹ مار کا حصہ بنے ہوئے ہیں اور انہوں نے لوٹ مچائی ہوئی ہے۔

جناب سپیکر! میں آخر میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس صوبہ پر 2 کھرب 66۔ارب روپے کا قرض ہے اور اس میں سے غیر ملکی قرضے کی رقم ایک کھرب 92۔ارب روپے ہے۔ اس مرتبہ پھر تقریباً 9۔ارب روپے باہر سے قرضہ لیا گیا ہے۔ یہ دعوے کرنا کہ ہم نے کشکول توڑ دیا ہے۔ ہم یہ نہیں کریں گے اور وہ نہیں کریں گے اس صوبے کے ہر بچے کو بھی مقروض بنایا جا رہا ہے۔ خدا کے لئے قرضے لے لے کر سرکاری افسروں کے پیٹ نہ بھریں ورنہ ان بڑی بڑی رقوم کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا جب تک کہ آپ کوئی ایسی ایڈمنسٹریشن نہ بنائیں جو دیانتداری کے ساتھ affectively کام کرنے والی ہو اور اس کے اثرات نچلی سطح تک اور عام آدمی کی سطح تک پہنچیں۔ عام آدمی تو غربت کی سطح سے نیچے زندگی گزار رہا ہے اور آپ بڑی بڑی figures کے بجٹ بناتے رہیں اس کا کسی کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ بہت بہت شکریہ۔ وآخر دعونا عن الحمد للہ رب العالمین o

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، ارشد محمود بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! بہت بہت شکریہ۔ ہر سال routine کے ساتھ جب بجٹ پیش ہوتا ہے تو پاکستان میں بسنے والے 14 کروڑ عوام اس بجٹ کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھتے ہیں اور خصوصی طور پر وہ لوگ جو ملازمین ہیں جو گورنمنٹ ملازمین ہیں اور گورنمنٹ کے اداروں میں کام کرتے ہیں اور خصوصی طور پر جو گریڈ سولہ سے نیچے کام کرتے ہیں ان کی آس بندھتی ہے اور ان کے اندر ایک امید پیدا ہوتی ہے کہ اس بجٹ میں ہمیں وہ کچھ دیا جائے گا جس کی

خواہش ہمارے اندر چلبلا رہی ہے لیکن جب یہ بجٹ پیش ہوتا ہے اور ہم ہر سال اس پر بحث کرتے ہیں اور ہر سال ہم ان figures پر detail سے discussion کرتے ہیں لیکن اس کا عملی طور پر جو نتیجہ ہوتا ہے وہ صفر ہوتا ہے۔

جناب سپیکر! میں کہتا ہوں کہ عملی طور پر صورتحال یہ ہے کہ آج ہمارے ملک کے استاد کو چاہئے تھا کہ وہ سکول کے اندر بچوں کو تعلیم دیتا، وہ آج معاشی طور پر kill ہو چکا ہے اور وہ اپنی معاشی صورت حال کو بہتر کرنے کے لئے سڑکوں پر کھڑا ہو کر احتجاج کر رہا ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اس بجٹ میں اس استاد کو کچھ دیا جاتا جو قوم کا مستقبل بناتا ہے، جو قوم کو ایک نئی امید دلاتا ہے لیکن اس بجٹ میں جو ایک بہت بھاری بھر کم بجٹ بنایا گیا ہے اس میں ان اساتذہ کے لئے کوئی relief نہیں رکھا گیا۔

جناب سپیکر! جس طرح میرے بھائی احسان اللہ وقاص صاحب نے Educators کے بارے میں کہا ہے۔ ظلم کی بات ہے کہ انہوں نے جو یوٹیلٹی سٹورز بنائے ہیں۔ پچھلے دنوں انہوں نے Education Department میں ریٹائرڈ نائب صوبیداروں کو نوکریاں دی ہیں اور ان کی تنخواہ -/9000 مقرر کی گئی ہے لیکن ظلم کی بات یہ ہے کہ ہم روز اخبارات میں کہتے ہیں کہ یہ پڑھا لکھا پنجاب ہے۔ ہم اس کو پڑھا لکھا پنجاب بنانا چاہتے ہیں لیکن اسی پڑھے لکھے پنجاب میں ایک Educator کی تنخواہ -/4600 روپیہ ہے۔ میں وزیر تعلیم اور موجودہ حکومت سے کہتا ہوں کہ خدا کے لئے اس قوم کا مستقبل بنانے والے استادوں کی اگر آپ معاشی حالت ٹھیک نہیں کریں گے تو یہ ملک ترقی کی طرف رواں دواں نہیں ہو سکتا۔

جناب سپیکر! دوسری بات یہ ہے کہ آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ پچھلے چار سالوں میں وزیر اعلیٰ پنجاب کی کتاب کی صورت میں modeling کروائی گئی ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب ایک غریب بچے کو کتاب دے رہے ہیں اور اس modeling پر 19 کروڑ روپیہ خرچ ہوا اور پھر education پر یہ ظلم ہوا کہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے education پر کروڑوں اور اربوں روپے لگائے ہیں لیکن عملی طور پر کچھ نہیں ہوا۔ میں recently یہ بات کرتا ہوں کہ جماعت پنجم کے انہوں نے بورڈ کے exams لئے ہیں اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس پنجاب میں جب دو پیپرز رہ گئے تو وہ پیپرز leak out ہو گئے اور پھر اس کے بعد ظلم یہ ہوا کہ پورے پنجاب کے بورڈ کے آٹھویں جماعت کے بورڈ کے امتحان postpone کر دیئے گئے۔ پورے پنجاب میں 6 لاکھ بچوں

نے وہ امتحان دینا تھا اور اس ملک کو کھانے والوں نے کیا کیا کہ 16 لاکھ پیپرز چھپوائے گئے اور جن لوگوں نے اس کو monitor کرنا تھا اس پر کروڑوں روپے خرچ کئے گئے لیکن آج وہ پیسے جو زمین میں دفن کر دیئے گئے ہیں یا لوگوں کی جیبوں میں چلے گئے ہیں ان کی جواب دہی کے لئے کوئی آدمی بھی تیار نہیں ہے۔

جناب سپیکر! میں تعلیم کے ساتھ ظلم اس لئے کہتا ہوں کہ پرائیویٹ سکولز نے فروری میں exams لئے اور 31۔مارچ کو انہوں نے result out کر دیا۔ سارے بچے انہی پرائیویٹ سکولوں میں دوبارہ داخل ہو گئے ہیں اور سرکاری سکولوں میں کیا ہوا کہ مئی میں انہوں نے امتحان لیا، جون میں اس کا result out ہوا۔ آپ یقین کریں کہ میں EDO Education Sialkot سے خود ملا ہوں، ہیڈ ماسٹروں سے ملا ہوں وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک بچہ بھی داخل نہیں ہوا۔ ہمارے پاس جو بچے تھے وہ بھی چلے گئے ہیں اس لئے کہ اس ملک میں تعلیم کا بیڑا غرق کرنے کی جو سازش کی جا رہی ہے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دے رہا۔

جناب سپیکر! یہ کیسا ملک ہے کہ جس میں جون میں result out ہو رہا ہے، جب مارچ میں result out ہوتا تھا ایک مہینہ classes ہوتی تھیں اس کے بعد چھٹیاں ہو جاتی تھیں، بچوں کو چھٹیوں کا کام دیا جاتا تھا اور بچوں کو کتابیں مل جاتی تھیں لیکن اس پنجاب گورنمنٹ کی منطق ہمیں سمجھ نہیں آئی کہ آج اگر ایک بچے کا 30۔جون کو result out ہوتا ہے تو پنجاب گورنمنٹ اسے کتابیں نہیں دیتی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم آپ کو ستمبر میں کتابیں دیں گے اور ستمبر میں بھی انہیں کتابیں نہیں دی جاتیں۔ میں نے پچھلے سیشن میں بھی وزیر تعلیم کی توجہ اس جانب مبذول کروائی تھی کہ خدا کے لئے اگر آپ اس قوم پر رحم اور ہمدردی کرنا چاہتے ہیں تو جب جون میں result out ہوا ہے تو انہیں اس وقت کتابیں فراہم کریں لیکن ابھی تک ان کی صورتحال یہ ہے کہ سکولوں کے فرشوں پر بارش کے پانی کی وجہ سے کتابیں تباہ ہو جائیں گی لیکن وہ پڑھنے کے لئے بچوں کو نہیں دی جا رہیں۔ مجھے پنجاب گورنمنٹ کی یہ منطق سمجھ نہیں آئی۔ میں یہ کہتا ہوں چاہئے تو یہ تھا کہ آج پنجاب کا ہر شخص عملی طور پر یہ نعرہ مارتا کہ جب سے یہ بجٹ آیا ہے میری حالت سدھر گئی ہے لیکن خدا کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ پرسوں اخبار میں ایک عورت کے متعلق پڑھا، جس کے 5 بچے تھے اور اس نے صرف اس لئے خودکشی کر لی کہ اس کا خاوند کام نہیں کر سکتا تھا، وہ فارغ تھا اور اس کے پاس بچوں کو کھلانے کے لئے پیسے نہیں تھے۔ اس ماں سے اپنے بچوں کا درد نہیں دیکھا گیا اور اس نے خود

کشی کر لی۔

جناب سپیکر! میں کہتا ہوں کہ یہ کیسا پنجاب ہے کہ ایک ماں اپنے سامنے بچوں کو بلکتا ہوا دیکھ رہی ہے اور وہ ان کے منہ میں روٹی نہیں ڈال سکتی۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم بے روزگاروں کو -/500 روپیہ دیں گے۔ یہ تو begging ہے۔ وزیر خزانہ نے پچھلے سیشن میں کہا تھا کہ ہم 16 لاکھ نئی اسامیاں پیدا کر رہے ہیں اور لوگوں کو نوکریاں دیں گے۔ میں ان سے درخواست کروں گا کہ یہ اپنی اختتامی تقریر میں فرمادیں کہ انہوں نے کتنے لوگوں کو بھرتی کیا ہے لیکن صرف بجٹ کی کتاب میں یہ دکھایا گیا ہے کہ ہم نے یہ دے دیا ہے، ہم نے وہ دے دیا ہے، ہم نے پنجاب کے گھر گھر میں روشنی کر دی ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ ہمارے جو 4 سال گزرے ہیں ہم نے پنجاب کے لوگوں کو بھوک ،افلاس اور بے روزگاری کے علاوہ کچھ نہیں دیا اور میں یہ عملی طور پر کہتا ہوں۔ یہ میری نہیں بلکہ یہ World Bank اور International Media کی رپورٹ ہے کہ اس وقت جو لوگ غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں ان کی تعداد 1.5 کروڑ سے زیادہ ہے۔

جناب سپیکر! میں کہتا ہوں کہ یہ کیسا پنجاب ہے اور وزیر خزانہ نے ہمیں یہ کیسا بجٹ دیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ ہم مزدور کو 3.5 ہزار سے 5 ہزار روپیہ ماہانہ آمدن دیں گے لیکن عملی طور پر کسی فیکٹری یا کسی ادارے میں کسی مزدور کو 2/3 ہزار سے زیادہ تنخواہ نہیں دی جاتی۔ ان کو چاہئے تھا کہ وہ مزدور جس کی وجہ سے اس صوبے کی فیکٹریوں کی چمنیاں روشن ہو رہی ہیں اور جو اس ملک کی صنعت کو چلا رہے ہیں یہ ان کے گھروں میں کم از کم چولہے جلتے رہنے دیتے لیکن آج عملی طور پر یہ صورتحال ہے کہ پنجاب کا ہر فرد، چاہے وہ کسان ہے، چاہے وہ مزدور ہے، چاہے وہ ملازم پیشہ آدمی ہے، میں وزیر خزانہ سے درخواست کروں گا کہ خدارا! وہ پانچ، ساڑھے پانچ ہزار میں اس گھر کا ایک بجٹ بنا کر دکھائیں کہ جس میں کسی شریف آدمی کا، کسی مزدور آدمی کا اور کسی عام آدمی کا ایک مہینے کا چولہا جل جائے۔ اگر مجھے یہ بجٹ تیار کر کے دے دیں گے تو میں انہیں salute کروں گا۔

جناب سپیکر! میں جہاں پر اتنی تنقید کر رہا ہوں مجھے چاہئے کہ حکومت پنجاب نے جو اچھے کام کئے ہیں انہیں بھی appreciate کروں۔ انہوں نے Patrolling Police بنائی ہے جس کی وجہ سے روڈز پر جو ڈکیتیاں ہوتی تھیں ان میں بہت واضح فرق ہے۔ انہوں نے جو پڑھے لکھے لوگ بھرتی کئے ہیں ان کی وجہ سے Patrolling کی صورتحال میں بہت زیادہ بہتری آئی ہے اور یہ بہت اچھا اقدام ہے۔

جناب سپیکر! دوسرا انہوں نے ایمرجنسی میں medicines فراہم کی ہیں۔ جو لوگ ایمرجنسی میں جاتے تھے ان کے پاس جیب میں پیسے نہیں ہوتے تھے اور انہیں دوائی دینے کے لئے کوئی تیار نہیں ہوتا تھا میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب گورنمنٹ کا یہ اقدام قابل تعریف ہے کہ اگر کوئی آدمی زخمی حالت میں یا ایمرجنسی میں وہ کسی ہسپتال میں جاتا ہے تو وہاں اسے free medicines مل جاتی ہیں۔

جناب سپیکر! اب لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال جو اتنی گھمبیر بنی ہوئی ہے۔ ہم یہاں اپوزیشن والے کہتے ہیں کہ گورنمنٹ لاء اینڈ آرڈر میں fail ہو چکی ہے، یقیناً اس وقت صورتحال یہ ہے کہ میرے شہر سیالکوٹ میں روز کم و پیش 40 کے قریب چوریاں اور ڈاکے ہوتے ہیں۔ ان میں 50/75 فیصد تک مقدمے رجسٹرڈ نہیں ہوتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے پولیس کو بہت زیادہ فنڈ دیا ہے لیکن وہ اپر کلاس جو آفیسر کلاس ہے ان کو انھوں نے بہت زیادہ فنڈز دیئے ہیں۔ میں ان سے درخواست کروں گا کہ اگر اس ملک میں لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال کو بہتر کیا جائے تو پڑھے لکھے بچوں کو کانسٹیبل بھرتی کریں۔ تھانوں کو نچلی سطح پر کانسٹیبل کی سطح پر بہتر کریں۔ وہاں حالات کو بہتر کرنے کے لئے نفری کو بڑھائیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اگر ایسے حالات پیدا کر دیئے جائیں تو یہ لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال کافی بہتر ہو سکتی ہے۔

جناب سپیکر! میں آخر میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور ان سے درخواست کرتا ہوں کہ خدارا! اس ملک میں یہ دعوے کریں، ہم مخالفت کریں اور یہ حمایت کریں اور اس پر ہم بات کو ختم کر دیں یہ ٹھیک نہیں ہے۔ عملی طور پر پنجاب میں کچھ ہونا چاہئے۔ اگر کچھ ہو گا تو لوگ انھیں اور ہمیں داد تحسین دیں گے اور اگر کچھ نہ ہوا تو پھر یہ الیکشن آنے والے ہیں تو لوگ ہمیں گریبانوں سے پکڑیں گے اور پھر وہ جو ہمارا حشر کریں گے وہ دیکھنے کے قابل ہو گا۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ محترمہ مصباح کوکب صاحبہ!

محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! آپ نے تقریر سے پہلے رولنگ دی تھی کہ پہلے دن جب ہم اس مقدس ایوان میں تشریف لائے تو حلف میں یہ بھی تھا کہ میں اپنے کارہائے منصبی نہایت ایمانداری سے اور اسمبلی قواعد و ضوابط کے مطابق ادا کرتا رہوں گا۔ اس حلف کا پاس رکھتے ہوئے سب خود ہی اندازہ لگا لیں اور آئندہ سے احتیاط کرنی چاہئے۔

جناب سپیکر! میں تو سوچ میں پڑ گئی کہ وقت کتنی جلدی پر لگا کر اڑ گیا ہے۔ 25۔ نومبر 2002 کو پیر کا دن تھا اور صبح 10 بجے کا وقت تھا جب ہم سب لوگ اس ہاؤس میں حلف کے لئے تشریف لائے۔ پھر اس ایوان میں پہلا بجٹ ہم نے 14۔ جون 2003 کو پیش کیا، دوسرا بجٹ 17۔ جون 2004 کو پیش ہوا پھر تیسرا بجٹ 9۔ جون 2005 کو پیش ہوا، چوتھا بجٹ پھر 14۔ جون 2006 کو پیش ہوا اور الحمد اللہ پانچواں اور آخری بجٹ پھر اس ایوان میں 14۔ جون 2007 کو پیش ہوا۔

جناب سپیکر! جس اسمبلی کو سب سے کمزور اسمبلی کہا جاتا تھا وہ تو سب سے مضبوط اسمبلی ثابت ہوئی ہے۔ اس ایوان میں، میں آپ کی وساطت سے اس پورے ایوان کو مبارکباد پیش کرتی ہوں جس میں پانچوں بجٹ پیش کئے گئے ہیں۔ یہ پہلی اسمبلی ہے جس میں خواتین کو مناسب نمائندگی دی گئی ہے۔ یہ نمائندگی بھی vocal اور affective نمائندگی ہے۔ اس ایوان میں خواتین چاہے حکومتی بنچوں پر بیٹھی ہوں یا اپوزیشن کے بنچوں پر بیٹھی ہوں سب خواتین نے ہی پوری طرح سے حصہ لیا ہے۔ انھوں نے اس ایوان میں یہ ثابت بھی کر دیا ہے کہ خواتین بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کر سکتی ہیں۔ میں توقع کروں گی کہ اگلی اسمبلی میں کسی خاتون کو ڈپٹی سپیکر بھی بنا دیا جائے۔ جس کے دو فائدے ہوں گے ایک تو ہاؤس میں ڈسپلن رہے گا اور دوسرا کورم کا مسئلہ بھی ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔

جناب سپیکر! ایک وہ دن تھا جب قوم مایوسی اور ناامیدی کے دہانے پر کھڑی تھی ملک کی اقتصادی صورتحال انتہائی دگرگوں تھی۔ پاکستان کو ڈیفالٹ قرار دیئے جانے کی خبریں بڑے زور وشور کے ساتھ گردش کر رہی تھیں اور بیرونی ممالک بھی ہمارے ساتھ تعلقات استوار کرنے کی بجائے منقطع کرنے کے بارے میں سوچ رہے تھے۔ ایسے میں ایک مرد آہن نے اس ڈوبتی ہوئی ناؤ کو سہارا دیا۔ آج میں آپ اور ہم سب جو اس ایوان میں موجود ہیں اور اس ایوان سمیت دیگر قانون ساز ادارے جو اپنی مدت مکمل کرنے جا رہے ہیں اسی مرد آہن کی مرہون منت ہیں۔

جناب سپیکر! ہماری حکومت عوام کی نمائندہ جماعت ہے۔ عوام کی امنگوں کی ترجمان ہے۔ عوام کی مشکلات سے بخوبی آگاہ ہے اور عوام کی دشواریوں کو مدنظر رکھتے ہوئے حکمت عملی وضع کرتی ہے اور پالیسیاں ترتیب دیتی ہے۔ جس کی واضح مثال آپ نے اس بجٹ میں دیکھی کہ وہ لوگ جو انتہائی کسمپرسی کی حالت میں زندگی بسر کر رہے تھے ان کا ڈیٹا اکٹھا کیا گیا ہے کہ جو غربت کی

لکیر سے نیچے زندگی گزار رہے تھے۔ انھیں -/500 روپے ٹوکن امداد دینے کا اعلان کیا ہے جس کی بلاشبہ اس مہنگائی کے دور میں اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے لیکن ایک بہت اچھے کام کی ابتداء تو ہوئی ہے ورنہ تاریخ گواہ ہے کہ اس سے پہلے روٹی کپڑا مکان کے صرف نعرے ہی لگتے رہے ہیں لیکن حقیقت میں عوام کے لئے کچھ نہیں کیا گیا۔

جناب سپیکر! سرکاری ملازمین کی تنخواہوں اور ریٹائرڈ ملازمین کی پنشن میں اضافہ فیڈرل گورنمنٹ کے طریق کار کے مطابق کیا گیا ہے جس سے ان کی فنانشل پوزیشن بھی بہتر ہو جائے گی اور محنت کش جو ہماری ملکی ترقی کا اہم ستون ہیں ہم نے انھیں بھی نظرانداز نہیں کیا۔ ہم ان کو بھی ان کی محنت کا بہتر معاوضہ دے رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میڈیا جو ریاست کا چوتھا ستون ہے۔ سرکاری ملازمین اور محنت کشوں کی تنخواہوں میں تو ہر سال اضافہ ہو جاتا ہے لیکن میڈیا سے وابسطہ افراد کی تنخواہوں میں اضافہ ہوتا ہے اور نہ ہی ان کی تنخواہوں میں سالانہ اضافہ کے لئے کوئی باقاعدہ طور پر قوانین موجود ہیں۔ اس لئے میں چاہوں گی کہ اس ایوان میں متفقہ طور پر یہ تجویز کیا جائے اور یہ سفارش کی جائے کہ ویج بورڈ پر عملدرآمد کرنے سمیت سالانہ بنیادوں پر ان کی تنخواہوں میں بھی اضافہ کے لئے کوئی اقدامات کئے جائیں۔

جناب سپیکر! ہماری حکومت نے انصاف کی فراہمی کے لئے بڑے انقلابی اقدامات کئے ہیں۔ حال ہی میں پنجاب پبلک ڈیفینڈر سروس کا قیام بھی عمل میں لایا گیا ہے جس کے ذریعے غریب افراد جو اپنے خرچ پر وکیل نہیں کر سکتے ان کو حکومت مفت امداد فراہم کرے گی۔ اس طرح ہمارے کافی وکلاء بھی accommodate ہو جائیں گے اور غریب آدمی کو بھی وکیل کی مفت سہولت گورنمنٹ فراہم کرے گی۔ ہماری حکومت عدالتی ڈھانچے کو بھی مضبوط کرنے کے لئے دھیان دے رہی ہے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب نے پچھلے دنوں اعلان کیا ہے کہ جوڈیشل آفیسرز اور اہلکاران کو ان کی تنخواہ کے دسویں حصے کے برابر الاؤنس دیا جائے گا۔ ان کو لانے اور لے جانے کے لئے پول ٹرانسپورٹ کی بھی سفارش کی ہے اور approval بھی ہو گئی ہے۔ سینئر سول ججز کو بھی گاڑیاں دینے کا اعلان کیا ہے۔ یہ ہماری گورنمنٹ کا ایک انقلابی قدم ہے۔ میں ایک چھوٹا سا واقعہ آپ کو سناتی کہ لاہور میں ایک سول جج تھے، وہ ویگن میں اپنا جوڈیشل کام نمٹانے کے لئے کورٹ تشریف لا رہے تھے تو اسی ویگن میں ایک شخص کھڑا ہوا تھا اس نے کہا کہ جج صاحب مجھے

-/15 روپے تو ادھار دیجئے میرے پاس ٹوٹے ہوئے پیسے نہیں ہیں۔ میں نے آپ کی کورٹ میں پیش ہونا ہے کل میں نے آپ کے ریڈر کو -/50 روپے تاریخ لینے کے لئے دیئے تھے۔ میں اس سے لے کر آپ کو دے دوں گا۔ اس صورتحال میں وہ ججز کورٹ میں بیٹھ کر کیا کام نمٹاتے ہوں گے۔ وہ جوڈیشل آفیسر اس وقت لاہور میں نہیں ہیں اور لاہور سے باہر سینئر سول جج ہیں اس لئے میں سمجھتی ہوں کہ ہماری حکومت کا یہ بہت انقلابی قدم ہے کہ جو اس نے جوڈیشل آفیسرز کے لئے بھی اس طرح کے اقدامات کئے ہیں لیکن میں درخواست کروں گی کہ یہ کہیں التواء کا شکار نہ ہو جائیں۔ اس کو جلدی ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر! بجٹ میں electricity duty میں کمی کی گئی ہے۔ یقیناً اس سے consumers کو بل میں کافی ریلیف ملے گا یہ قابل تحسین قدم ہے۔ میں وزیر خزانہ کی توجہ چاہتی ہوں کہ Punjab Finance Act 1964 کی دفعہ 13 کے تحت electricity duty وصول کی جاتی ہے۔ اس کے 6th شیڈول میں list provide کی گئی ہے جو electricity duty سے مستثنیٰ ہیں یعنی اس میں قانونی گنجائش موجود ہے کہ حکومت کسی بھی طرح کے consumers کو ڈیوٹی سے مستثنیٰ قرار دے سکتی ہے۔ میں شیڈول پڑھ دیتی ہوں کہ Electricity duty section 13 ہے جس میں second proviso میں یہ گنجائش موجود ہے کہ:

> That for reasons to be recorded Government may by notification in the official gazette exempt any other consumer or class of consumers from the operation of the section.

اس میں تین طرح کے لوگوں کو exempt کیا گیا ہے۔ اس کے 6th شیڈول میں ہے کہ کن کو exempt کیا گیا ہے۔

1. Federal, Provincial and Local Governments same in respect of Provinces and premises use for residential purposes.
2. Local Authorities in respect of Public lighting.
3. Mosques, Churches and other places of public worship

جناب سپیکر! اس میں، میں گورنمنٹ سے یہ درخواست کرتی ہوں کہ وہ صارفین جو ایک سو یونٹ سے زیادہ بجلی استعمال نہیں کرتے اور انتہائی غریب کلاس سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کو بھی electricity duty سے مستثنیٰ قرار دے دیا جائے۔

جناب سپیکر! میری دوسری درخواست یہ ہے کہ ٹرانسپورٹ وہ اہم ترین مسئلہ ہے جس سے ہر working women روزانہ دوچار ہوتی ہے اور روزانہ کے مسائل working women کی شدید ذہنی، جسمانی اذیت کا باعث بنتے ہیں۔ میری درخواست ہے کہ خواتین کے لئے علیحدہ سے ٹرانسپورٹ کا انتظام بھی کر دیا جائے۔

جناب سپیکر! دیہی علاقوں میں غریب ترین افراد کی مستقل بحالی کے لئے چھوٹے چھوٹے قرضوں کی فراہمی کے لئے ہماری حکومت نے نئی سکیم کا اجراء کیا ہے جو کہ بڑا خوش آئند ہے۔ ہماری وہ خواتین جو دیہاتوں اور قصبوں میں ایک سو گتوں پر لیس لپیٹنے کے -/36 روپے لیتی ہیں، ایک ہزار ماچس کی ڈبیاں بھرنے پر -/20 روپے لیتی ہیں، قمیضوں کے ایک درجن کالر لگانے پر 2.5 روپے جوتیوں کے ایک جوڑے پر موتی لگانے کے -/10 روپے لیتی ہیں۔ وہ اس اقتصادی بحالی کی سکیم سے چھوٹے چھوٹے قرضے لے کر دیہاتوں میں، قصبوں میں بکری فارمز اور ڈیری فارمز بنا سکتی ہیں۔ جس سے ان کی آمدن زیادہ ہو گی لیکن اس کے لئے ان کی آگاہی کا پروگرام چلانے کی ضرورت ہے کیونکہ ان خواتین کو اس طرح کے کاروبار کا پتا نہیں۔

جناب سپیکر! سوشل سیکٹر میں تعلیم، زراعت پر بھی concentrate کیا گیا ہے کیونکہ وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی کا خواب خوشحال پنجاب ہے۔ لوگوں کو ہر طرح کی سہولت دینا ان کا خواب ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ وہ پورا بھی کر رہے ہیں۔ موجودہ حکومت نے 54 سال کے پیدا کردہ مسائل اور مشکلات کے حل کے لئے بہت سے اقدامات کئے ہیں اور کر رہی ہے جس کے ثمرات عوام تک پہنچنا شروع ہو گئے ہیں۔ ہماری حکومت دستیاب وسائل کی بنیاد پر پنجاب کی خوشحالی کے سفر کا نقشہ مرتب کر کے میدان عمل میں آئی اور کامیابی سے سفر طے کر رہی ہے۔ مالی سال 2007-08 کا بجٹ بیلنس بجٹ ہے، بہت اچھا بجٹ ہے، عوام دوست بجٹ ہے۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ آج جو کہ پانچواں اور آخری بجٹ اس ہاؤس میں پیش کیا جا رہا ہے۔ ہم سب مل کر یہ عہد کریں کہ عالم اسلام پاکستان کے استحکام اور اس خوبصورت پرچم کی سربلندی کے لئے ہم اس پر کوئی حرف نہ آنے دیں۔ میں اپوزیشن سے بھی توقع کرتی ہوں کہ پنجاب کے عوام کے بہترین مفاد میں

بنائے گئے بجٹ پر مثبت تجاویز دیں، اچھی چیزوں کو سراہیں کیونکہ اسلامی تعلیمات میں ہمیں دو طرح کی تعلیم دی گئی ہے ایک حقوق العباد اور دوسرا حقوق اللہ ہیں۔ رب ذوالجلال نے فرمایا ہے کہ حقوق اللہ تو میں معاف کر سکتا ہوں لیکن حقوق العباد نہیں۔ یہاں بیٹھ کر آج سے یہ عہد کر لینا چاہئے کہ شور شرابے کی روایت کو ختم کر دیں اور عوام کے حقوق کی بات کریں کیونکہ عوام کا ہم پر جو حق ہے اس کو پورا کرنا ہمارا فرض ہے اور جو فرض ہوتا ہے وہ قرض ہوتا ہے اس قرض کو آج سے ہی ہمیں ادا کر دینا چاہئے ایسا نہ ہو کہ کل خدا کے حضور ہمیں شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے۔ پاکستان زندہ آباد۔

جناب سپیکر: شکریہ

سید احسان اللہ وقاص: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! ہمارے اس ہاؤس کی جو معزز خواتین ممبران ہیں ان میں سرکاری بنچوں پر بیٹھنے والی خواتین سے خصوصاً اور اپوزیشن بنچوں پر بیٹھنے والی خواتین سے میں درخواست کروں گا کہ اسلام آباد میں ایک سابق وزیر کے ہاتھوں ایک معزز کنیڈین نیشنل خاتون قتل ہوئی ہیں۔ یہ اس پر آواز بلند کریں تاکہ آئندہ وزیروں کے ہاتھوں کوئی اور خاتون قتل نہ ہو۔ آپ مہربانی کریں اور اس کا ضرور اہتمام کریں۔ اس بارے میں ہماری خواتین کوشش کریں تاکہ وزیروں کے ہاتھوں آئندہ کوئی خاتون قتل نہ ہو۔

جناب سپیکر: محترمہ نشاط افزاء صاحبہ!

محترمہ نشاط افزاء: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

جو در ستم پہ جھکا دے سر جو لگا دے تالے زبان کو
مجھے مصلحت نہ سکھاؤ تم میرے دین میں یہ حرام ہے
میرے سر پہ لاکھوں ہوں سولیاں میرے ہاتھ چاہے قلم کرو
میں کہوں گی وہی حرف حق جو زبان خلق و عوام ہے

جناب سپیکر! وزیر خزانہ نے پانچویں بار حسب معمول مراعات کا ایک پر فریب دلکش بجٹ پیش کرنے کی ایک بھرپور کاوش کی ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ہر سال یہ حکومت پچھلے بجٹ بڑھ چڑھ کر عوام کو خوشحالی اور ترقی کی نوید سنانا اور عوام کو گمراہ کن سنہرے خواب دکھانا ان کا معمول بن چکا ہے مگر ان خوابوں کو یہ تعبیر آج تک نہیں دے سکے۔ ان کے سابق ریکارڈ

کو سامنے رکھا جائے تو یہ حقیقت صرف آنے والے الیکشن میں عوام کو جل دے کر ورغلانے کی ایک نئی پر فریب ترغیب ہے بڑے رنگین اور پر کشش جال بن کر بچھائے گئے ہیں۔

جناب سپیکر! وزیر خزانہ نے اربوں کا ایک بڑا خوبصورت ترقی والا بجٹ پیش کیا ہے جیسے انھوں نے پنجاب میں دودھ کی نہریں بہا دی ہیں اور عوام کو جنت کے نقشے دکھائے ہیں کہ ہم آپ کو جنت میں لے جا رہے ہیں۔

جناب والا! میں اس حکومت کے ساڑھے چار سالہ دور میں ترقی کا ایک مختصر سا نقشہ آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی جسارت کر رہی ہوں۔ اس حکومت نے امداد کی صورت میں لامحدود بیرونی فنڈز حاصل کئے کبھی طالبان کا خوف دلا کر، کبھی دہشت گردی کی روک تھام کے نام پر اور کبھی زلزلہ زدگان کی امداد کی صورت میں۔ بیشمار امدادی چیزیں اس کے علاوہ 63۔ارب ڈالر کی خطیر رقم آئی۔ اس کے علاوہ اس حکومت نے اپنی [*****]

جناب سپیکر: میں یہ الفاظ کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

محترمہ نشاط افزاء: اپنے ہزاروں معصوم بے گناہ لوگوں کو دہشت گردی کا لیبل لگا کر محض امریکہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ان کے ہاتھوں اربوں ڈالر میں فروخت کیا۔ جس کا صدر نے خود اپنی کتاب میں تسلیم کیا ہے اور قوم کے سامنے بھی کیا ہے۔

اٹھیں گے جبینوں سے اک دن یہ حجاب آخر
آفاق سے آئے گا نالوں کا جواب آخر

اس وقت آپ دیکھیں گے کہ جب آپ حشر کے میدان میں کھڑے ہوں گے۔ ورلڈ بنک سے 103 ملین ڈالر کے مزید تعلیمی ترقیاتی فنڈ، 130 ملین ڈالر طبی سہولیات کا سالانہ فنڈ، 63۔ارب ڈالر کے ان تمام ترقیاتی فنڈز سے کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ غربت میں کوئی کمی آئی ہے؟ کیا ملک کا انفراسٹرکچر بہتر ہوا ہے۔ ان گنت اربوں ڈالر کی بیرونی امداد، خزانہ لبالب بھرنے کا دعویٰ، عوام فاقوں پر مجبور۔ یہ امداد، یہ فنڈز کہاں پر خرچ ہوئے اس کا بریک ڈاؤن دیا جائے۔ لاتعداد وسائل میں پھنسے ہوئے عوام، مہنگائی بے روزگاری سے بے دم نڈھال، بجلی کا سنگین بحران پانی کی شدید

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

قلت، کبھی آٹا، کبھی گھی، کبھی چینی نایاب، پسماندہ علاقوں کے 70 فیصدی عوام کے لئے طبی سہولتوں کی عدم فراہمی، شہروں میں 1520 مریضوں کے لئے صرف ایک نرس، آپ ترقی کا نقشہ دیکھیں کہ 1520 مریضوں کے لئے صرف ایک نرس اور 1260 مریضوں پر صرف ایک ڈاکٹر، اقوام متحدہ یونیسف رپورٹ کے مطابق اس وقت 5 کروڑ عوام ناخواندہ ہیں اور 8 لاکھ بچے سکول سسٹم سے یکسر محروم ہیں۔ گزشتہ 8 سالوں میں بجلی کی زبردست ضرورت کے باوجود اور پریشانی کے باوجود اس کی پیداوار میں ایک میگاواٹ کا اضافہ بھی نہیں کیا جاسکا۔ پورے ملک میں بجلی کی سنگین ترین صورتحال ہے۔ پرویز مشرف اور ان کے حواری پچھلے 8 سال سے یہ دعوے کرتے آئے ہیں کہ ہم پانچ بڑے ڈیم بنائیں گے مگر وہ اپنے 8 سالہ طویل دور حکومت میں ڈیم تو کیا ایک جھیل یا ایک تالاب بھی آج تک نہیں بنا سکے اور لوگوں کو 8 سال سے یہی باتیں کر رہے ہیں کہ ہم ڈیم بنا رہے ہیں، ہم پانی بنا رہے ہیں، ہم بجلی پیدا کر رہے ہیں۔ یہ سب جھوٹ، فریب اور سبز باغ ہیں۔ عوام پینے کے صاف پانی کی ایک ایک بوند کو ترس رہے ہیں، ملاوٹ شدہ گندہ پانی پی پی کر آدھا ملک ہیپاٹائٹس کا شکار ہو چکا ہو۔ وزیراعلیٰ پنجاب نے چند مخصوص اضلاع میں اس کے فری علاج کا اعلان کر رکھا ہے اور باقی مراعات بھی صرف اپنے لوگوں کے اضلاع میں دی ہوئی ہیں۔

جناب والا! پسماندہ علاقوں میں جیسا کہ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں اس بیماری میں 80 فیصد لوگ بری طرح مبتلا ہیں۔ وزیر صحت چودھری محمد اقبال کے پچھلے ماہ ٹوبہ ٹیک سنگھ جانے پر ان کو اس موذی مرض کی خطرناک صورتحال سے پوری طرح آگاہ کیا گیا مگر ان کے کان تک جوں تک نہیں رینگی۔

محترمہ زینت خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ زینت خان: جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہوں گی کہ میری بہن مسلسل مصائب والام کا یہاں پر اظہار کر رہی ہیں جو باتیں جب بیتی ہوتی ہیں یا اپنے اوپر بیتی ہوتی ہیں ان کو پڑھنے کی ضرورت تو پیش نہیں آتی وہ تو روزمرہ کی باتیں ہوتی ہیں۔ یہ مسائل کا ذکر پڑھ کر کر رہی ہیں اگر یہاں پر کوئی مسائل ہوں گے تو یہ اس سے متاثر ہوں گی تو ان کی تصویر خود ہی بن جائیں گی ان کو پڑھنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ مسائل کو پڑھ پڑھ کر بیان کر رہی ہیں، وہ کوئی مسائل نہیں ہوتے جو پڑھ کر بیان کئے جائیں۔ یہ تقریر پڑھ کر بیان کر رہی ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ

محترمہ نشاط افزاء: جناب سپیکر! اعداد و شمار کو زبانی یاد نہیں رکھا جا سکتا وزیر خزانہ بھی تو یہاں بیٹھ کر تقریر پڑھتے ہیں تو ہم اعداد و شمار زبانی کیسے یاد رکھ سکتے ہیں۔ آپ ہر بات پر کھڑی ہو جاتی ہیں۔

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! ٹریژری بنچز اس بات کو یاد رکھیں کہ جب ادھر سے کوئی بندہ تقریر کرے گا تو اس کو بھی اسی طرح سے interrupt کیا جائے گا۔

جناب سپیکر: احسان صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ محترمہ آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

محترمہ نشاط افزاء: جناب سپیکر! بے حسی کی یہ انتہا ہے کہ بیت المال اور زکوٰۃ سے بھی غریب لوگوں کا علاج نہیں کروایا جا رہا۔ یہ ہے ہماری حکومتی نور، توں کی ترقی کی رفتار۔ عوام کی ترقی، خوشحالی اور فلاح و بہبود کا ہر دعویٰ صرف حکومت کے بڑے بڑے وعدوں پر مشتمل ہے۔

ہیں کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں یہ دھوکہ یہ بازی گر کھلا

جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ نے -/500 روپے فی خاندان ماہوار جو غربت فنڈز رکھا ہے وہ بھی صرف (ق) لیگ کے ہی جان پہچان اور سفارشی لوگوں تک بمشکل پہنچے گا۔ جیسا کہ زکوٰۃ اور بیت المال کے اربوں روپے ان کے چیئرمینوں، عزیز و اقارب تک ہی محدود رہے ہیں جبکہ غریب بیوہ، یتیم بچے دھکے کھاتے پھرتے ہیں۔ کسی کو آج تک کچھ نہیں دیا گیا۔ حکومت کی ترقی اور خوشحالی کی تمام تر دلیلوں کے باوجود کہ ملکی معیشت تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے خزانہ 14 بلین ڈالر سے بھر چکا ہے، ترقی کے ثمرات غریبوں تک پہنچنے لگے ہیں۔

جناب سپیکر: محترمہ دو منٹ میں wind up کریں۔

محترمہ نشاط افزاء: جناب سپیکر! بجٹ میں غریبوں کی خوراک کے حصول کے لئے اربوں روپے فراہم کئے گئے ہیں اگر سرکاری اعداد و شمار کے مطابق یہ رقم سو فیصد دیانتداری سے تقسیم کی جائے تو غریب عوام کو فی کس صرف اور صرف -/2 روپے حصے میں آتے ہیں کہ مظلوم لوگ ایک روٹی بھی ماہوار نہیں لے سکتے۔ دوسری اشیائے ضرورت کے لئے بھی جو رقوم رکھی گئی ہیں ان کا بھی بعینہ یہی حال ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ برا حال ہے۔ اربوں کروڑوں کی امدادی ترقیاتی پیکجز تقریروں، بیانوں، پریس کانفرنسوں کے سننے والوں پر تو آپ رعب ڈال سکتے ہیں مگر حقیقت سے ان کاغذی

پیکجز سے ترقی ہو سکتی ہے اور نہ ہی کوئی بہتری لائی جا سکتی ہے۔ عرصہ پانچ سال سے یہ حکومت ضروریات زندگی کی بڑھتی ہوئی اشیاء کی قیمتوں کو تو کنٹرول کر نہیں سکی اور اب پانچ ہزار یوٹیلٹی سٹورز بنانے کا ایک پرفریب اور جھانسہ۔۔۔

عہد کو چاہئے ایک عمر عصر ہونے تک
کون جیتا ہے تیری زلف کے سر ہونے تک

جناب سپیکر! یہ حکومت اپنے پانچ سالہ دور حکومت میں عوام کو بنیادی ضروریات زندگی، پانی بجلی، گیس، اشیائے خورد و نوش تو مہیا کر نہیں سکی۔ یہ فلائی اوور، یہ سڑکوں کی ادھیڑ، اکھیڑ، یہ انڈر گراؤنڈ ترقی کے تشہیری بیانوں، وعدوں وعیدوں سے پیٹ بھرا نہیں کرتے اور نہ ہی بھوک مٹائی جا سکتی ہے۔ یہ کون سی ترقی کی بات کر رہے ہیں جو صرف ان کے بیانوں اور تقریروں اور گمراہ کن تشہیروں میں ہے یا ان کے سبز باغ دکھانے میں۔ غور فرمائیں کہ اقتصادی اور معاشرتی ترقی حکومتی دعوؤں سے غریب طبقے کی زندگی پر کیا اثر پڑا ہے۔ مزدور طبقہ جو 150/200 روپے کی دہاڑی کے لئے گرمیوں کی کڑکتی دھوپ اور سردیوں کی ٹھٹھرتی سردی میں مارا مارا پھرتا ہے اور گندے نالوں کے کناروں پر جھونپڑیوں اور کیڑوں مکوڑوں کی بھرمار میں رہنے والے ننگے غریب لوگوں کی زندگی میں کیا تبدیلی آئی ہے، کیا ان ماؤں بہنوں کی تکالیف اور مشکلات میں کمی ہوئی جو آج انٹرنیٹ اور کیبل کے زمانے میں ایک گھڑا پانی کے لئے پندرہ پندرہ بیس بیس میل سفر کر رہی ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ محترمہ آپ کو کافی وقت ملا ہے۔

محترمہ نشاط افزا: جناب والا! ہمیں کبھی کبھی تو موقع ملتا ہے۔ ہمیں کچھ تو کہنے دیں۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ نشاط افزاء: جناب سپیکر! میں عرض کر رہی تھی کہ دور دراز طبی سہولیات نہ ہونے سے سسک سسک کر بچے مر رہے ہیں۔ کیا یہ چودہ بلین ڈالر دیہاتوں کے ان مظلوم بچوں کو سکول کی چھت مہیا کر سکے ہیں جو ابھی تک سکول کے درختوں کی چھاؤں تلے اینٹوں پر بیٹھ کر پڑھتے ہیں۔ نہیں یہی ہے سچا کڑوا سچ، ہزاروں ہیں شکوے میں کیا کیا بتاؤں۔ انسانی حقوق کی تمام تر محرومیوں اور نظام کی تمام تر بد عنوانیوں، ناانصافیوں سے عوام گھٹ گھٹ کر مر رہے ہیں پھر بھی چرچا ہے مسیحائی کا۔ بجلی کا بدترین بحران تو ملک کی ساٹھ سالہ تاریخ میں آج تک دیکھنے میں نہیں آیا، بجلی پانی سے محروم کر

کے کیا یہ حکومت ہمیں پتھروں کے تاریک دور میں لے جانا چاہتی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ آج ملک کی تاریخ میں بد ترین معاشی بد حالی کا شکار ہے۔ایسے حالات تو کبھی ان پچھلی حکومتوں کے وقت میں بھی نہیں تھے بقول ان کے جن کا خزانہ خالی تھا۔

گماں تم کو کہ رستہ کٹ رہا ہے
یقین مجھ کو ہے کہ منزل کھو رہے ہو تم

جناب سپیکر!عرصہ چار سال سے یہ حکومت متواتر دعوے کرتی آئی ہے کہ ہم نے اپنی جیبیں نہیں بھریں بلکہ خزانہ بھرا ہے۔مگر شاید یہ اپنی پارسائی کے ڈھنڈورے پیٹتے وقت بھول جاتے ہیں کہ چینی کا سکینڈل، سیمنٹ کا سکینڈل، ٹائروں کی خرید و فروخت کا سکینڈل، سٹیل مل کا سنگین سکینڈل یہ سب اس حکومت کے اہم کارنامے ہیں۔

اتنی ناں بڑھا پاکی داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ،۔۔۔

جناب سپیکر: شکریہ۔محترمہ فرزانہ نذیر!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔شکریہ۔جناب سپیکر!یہ بجٹ کئی لحاظ سے اہمیت کا حامل ہے مثلاً یہ تمام طبقوں کے مفادات کی ترجمانی کرتا ہے، غریبوں کو ریلیف دیتا ہے۔اس طرح یہ عوام دوست بجٹ ہے۔اس لحاظ سے بھی یہ ایک اہم دستاویز ہے کہ یہ نہ صرف تسلسل سے پیش کیا جانے والا پنجاب کا پانچواں بجٹ ہے بلکہ اس لئے بھی کہ یہ بھرپور اکثریت سے منظور ہو کر اس حکومت پر انشاء اللہ اعتماد کا اظہار ہو گا۔صحت مند معاشرے کے لئے ہر شہری کا صحت مند ہونا اولین شرط ہے۔یہ حکومت کا فرض ہے کہ عوام کی جسمانی اور ذہنی نشوونما کے لئے بہترین سہولتیں مہیا کرے اسی وجہ سے اور اسی مقصد کے لئے پنجاب حکومت نے شعبہ صحت کا بجٹ تشکیل دیتے وقت مندرجہ ذیل اہداف مقرر کئے ہیں:

1۔ مینجمنٹ پر مشتمل بہترین ہیلتھ مینجمنٹ کا قیام
2۔ بنیادی طبی سہولیات کی اصلاح اور موجودہ سہولیات سے بھرپور استفادہ کرنا۔
3۔ منصوبہ بندی، بجٹ سازی اور تخمینہ سازی کی استعداد بڑھانا۔
4۔ ڈیٹا اینالسز ریسرچ پر مبنی منصوبہ بندی کرنا۔

5۔ طبی سہولیات کی فراہمی کے لئے کمیونٹی کی شرکت یعنی پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ کو یقینی بنانا۔

تعلیم اور صحت وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الہیٰ کی اولین ترجیحات ہیں اس کے پیش نظر ان شعبوں میں ریکارڈ فنڈز مہیا کئے گئے جن سے شارٹ ٹرم اور لانگ ٹرم منصوبہ جات شروع کئے گئے۔ صحت کے شعبے میں حکومت نے ایک واضح پالیسی کے تحت دو مرحلوں میں پروگرام پیش کئے۔ جب پنجاب حکومت برسر اقتدار آئی تو شعبہ صحت میں کوئی انفراسٹرکچر ہی نہیں تھا جبکہ دوسری طرف آبادی میں بڑھتا ہوا اضافہ دباؤ ڈال رہا تھا۔ ہم نے مرحلہ وار پروگرام شروع کیا اور مناسب پلاننگ کی جس کے مطابق سب سے پہلے بنیادی ڈھانچہ مکمل کرنے کا فیصلہ کیا اور ساتھ ہی ساتھ بہترین طبی سہولتوں کی فراہمی کے لئے ضروری اصلاح بھی شروع کر دی گئی۔ بنیادی ڈھانچہ مکمل کرنے کے لئے موجودہ حکومت نے فراخدلی سے فنڈز مہیا کئے اور ان فنڈز کی فراہمی اتنی زیادہ مقدار میں ہے کہ اس کی مثال کبھی ملی ہے اور نہ ملے گی۔ بنیادی ڈھانچہ مکمل ہو چکا ہے اور کوالٹی طبی سہولیات فراہم کی جارہی ہیں۔

جناب سپیکر! جنرل ہسپتال میں ایمر جنسی اور گنگا رام ہسپتال میں 39 کروڑ روپے کی لاگت سے بہترین ایمر جنسی کا قیام ہماری محنت اور کمٹمنٹ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ حکومت کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس نے ایمر جنسی میں مفت علاج کا اہتمام کر کے مفت ادویات کی فراہمی کو یقینی بنایا اور اس بات کا اعتراف ہمارے حزب اختلاف والے بھی کریں گے کہ ہسپتالوں میں ایمر جنسی وارڈ میں طبی سہولیات کی فراہمی بین الاقوامی معیار کے عین مطابق ہے جہاں اب تک 70 لاکھ مریضوں کا علاج ہو چکا ہے اور 800 ملین روپے کی ادویات فری فراہم کی گئی ہیں۔ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ شعبہ صحت میں مزید بہتری کی گنجائش نہیں بلکہ ہم خوب سے خوب تر کی تلاش میں ہیں۔

جناب سپیکر! اسی طرح حکومت نے ایمبولینس سروس یعنی 1122 ریسکیو کا اجراء کر کے بہترین کارنامہ سرانجام دیا ہے اور اس کے لئے 1.8۔ارب روپے کی کثیر رقم allocate کی گئی ہے۔ جدید سہولیات سے لیس یہ سروس بلا تخصیص ایمر جنسی اور کسی بھی آفت کی صورت میں ایک نجات دہندہ سروس ہے اور پنجاب کے مختلف اضلاع میں اس کا دائرہ وسیع کیا جارہا ہے اور میرا خیال ہے کہ اس سے ہمارے اپوزیشن والے بھی انکار نہیں کر سکتے بلکہ بگو صاحب نے ابھی اسے سراہا بھی ہے لیکن پتا نہیں کہ دل سے کیا یا اوپر اوپر سے ہی کیا ہے۔

جناب سپیکر! ہماری حکومت نے ہسپتالوں میں طبی سہولیات کو مزید بہتر بنانے کے لئے حکومتی کنٹرول کو کم کرتے ہوئے بورڈ آف مینجمنٹ کا قیام کیا ہے جو کہ کمیونٹی ممبران پر مشتمل ہے۔ اب ہسپتال کے انتظامی پروفیشنل ایڈمنسٹریٹو اورpatient related معاملات کے بارے میں تمام فیصلے حکومت کی بجائے بورڈ ہی کرتے ہیں۔

جناب سپیکر! کثیر مالیات کے بے شمار منصوبوں کو پک اینڈ ڈاؤن کرنے کے لئے ہم نے ہسپتالوں میں ری انجینئرنگ پراسیس اور جلد ہیH.M.I.S یعنی ہسپتال مینجمنٹ اور انفارمیشن سروسزpatient record اور مینجمنٹ سسٹم بھی شروع کر دیا گیا ہے جس سے انشاء اللہ بہت جلد شعبہ طب میں کئے گئے بے مثال اخراجات کا اثر عام لوگوں تک محسوس ہونا شروع ہو جائے گا۔

جناب سپیکر! پنجاب حکومت نے ہیلتھ پالیسی مرتب کرتے وقتmillennium development goals کو مدنظر رکھا ہے جس کا مقصد بچوں کی شرح اموات میں کمی، ماں کی صحت، H.I.V، ایڈز اور دوسری بیماریوں کا تدارک ہے۔ اس کے تحت ایک جامع ریفارم پالیسی ترتیب دی گئی ہے۔ میری مراد جو کہM.D.G.As کے اہداف کے مطابق ہے خصوصاً معاشرہ کے غریب اور نادار طبقہ کے لئے۔ اس کے باوجود کہ ضلعی حکومتوں کا قیام عمل میں آ چکا ہے مگر ہماری حکومت نے پرائمری اور سیکنڈری سطح پر طبی سہولیات کی فراہمی ہدف بنا کر فنڈز مہیا کئے ہیں۔ اس ضمن میں حکومت نے ہیلتھ سیکٹر ریفارم پروگرام شروع کیا جس کے تحت مختلف سطح پر طبی سہولیات فراہم کی گئیں۔

جناب سپیکر! 02-2001 میں 817 ملین روپے سے بجٹ کو بڑھا کر 08-2007 میں 6.5 ارب روپے کر دیا گیا ہے۔ شعبہ صحت میں یہ ایک ریکارڈallocation ہے جو کہ پچھلے سال کی نسبت 51 فیصد زیادہ ہے۔ کوئی معاشرہ اس وقت تک ترقی کا دعویٰ نہیں کر سکتا جب تک اس ملک کی بیشتر آبادی یعنی عورت تعلیم یافتہ نہ ہو،economically empowered اور مختلف سطحوں پر فیصلوں میں شامل نہ ہو۔ اس سلسلے میں ہم نے بچیوں کی تعلیم کو نہ صرف لازمی قرار دیا ہے بلکہ ان کے لئے وظائف کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔ ہم نے عورتوں کوempowered کرنے کے لئے مثبت اقدامات اٹھائے ہیں اس کے لئے کثیر بجٹallocate کیا گیا ہے تاکہ عورت بھی بزنس مین بنے بالکل اسی طرح جس طرح خاتون اول ہمارے نبی پاک ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھیں تاکہ ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خواتین بھی ایک بہترین

بزنس مین بن سکیں۔

جناب سپیکر! میں ان بنچوں پر بیٹھے ہوئے اپنے بہن بھائیوں سے گزارش کرنا چاہتی ہوں کہ جن کے پاس دلیل کی طاقت ہوتی ہے وہ آہستہ بولتا ہے اور جس کے پاس بولنے کے لئے کچھ نہیں ہوتا ہے وہ شور شرابہ مچاتا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

آپ سب معاشرے پر ذرا نظر دوڑائیں۔ان بزرگوں کو دیکھیں جن کی پنشن میں 20 فیصد اضافہ کیا گیا ہے۔ان سے جا کر پوچھیں کہ کیا وہ اس پر خوش نہیں ہیں یا ان غریب کسانوں سے پوچھیں جنہیں زرعی ٹیوب ویل کے بلوں میں رعایت دی گئی ہے۔ان غریب خاندانوں کی خوشی کا اندازہ لگائیں جو اس کے علاوہ بیت المال سے بھی لے سکتے ہیں اور زکوٰۃ فنڈ سے بھی لے سکتے ہیں۔ایک ایڈیشنل -/500 روپے صرف ان کو پیش کیا گیا تاکہ انہیں پتا چلے کہ حکومت کا رجحان غریب عوام کی طرف کتنا زیادہ ہے اور ہر وقت ان سے متعلق سوچتی رہتی ہے اور عملاً کرتی بھی ہے۔

جناب سپیکر! ہمیں خوشی ہے کہ اگر اپوزیشن ممبران سابق ادوار حکومتوں کے اعداد و شمار کے مطابق ہم سے موازنہ کرتے تو اور بات تھی۔اپوزیشن کو سراہنا چاہئے کہ یہ حکومت کتنی تندہی سے کام کر رہی ہے مگر یہاں تو بالکل الٹ حال ہے جیسے رینالڈ چرچل جو کہ انیسویں صدی کے انگلش statement تھے۔وہ فرماتے ہیں کہ The duty of the opposition is just to oppose وجہ جو بھی ہو اپوزیشن نے تو تنقید برائے تنقید کرنا ہے اس لئے میں بھی ایک شعر عرض کرنے کے لئے مجبور ہوں

بصارتوں کے لئے چاہئے بصیرت بھی
یہی شعور میرے نقطہ چیں نہیں رکھتے

جناب سپیکر: شکریہ

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جناب ارشد محمود بگو پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ تھوڑے دن پہلے اخبارات میں ایک عالم دین نے ایک فتویٰ جاری کیا ہے۔یہ شاہ صاحب اور محترمہ ڈاکٹر فرزانہ نذیر کا ٹیلی ویژن میں ایک دوسرے سے ٹاکرا ہوا تھا تو انہوں نے وہاں پر یہ کہا تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد

عورتوں کو جتنے حقوق دیئے ہیں وہ جنرل پرویز مشرف نے دیئے۔ تو وہ کفر کا فتویٰ ان پر لگا تھا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب سپیکر! ان کو تو عقل ہے ہی نہیں۔ یہ کان رکھتے ہیں، آنکھ رکھتے ہیں اور نہ ہی دماغ رکھتے ہیں۔ میں نے یہ کہا تھا کہ نبی اکرم ﷺ کی سنت پر چلتے ہوئے پرویز مشرف صاحب نے اسمبلیوں میں عورتوں کو فوقیت دی ہے۔ جیسے حضور اکرم ﷺ جب حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف رکھتی تھیں تو اپنی چادر بچھا دیتے تھے۔ جب حضرت دائی حلیمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں تو ان کے لئے چادر بچھا دی۔ یہ تھا حضور اکرم ﷺ کے دل میں عورت کا احترام۔ اس طرح نہیں ہے کہ اٹھ اٹھ کر فضول باتیں کرنا اور دانت نکالنا۔ پہلے اسلامیات سیکھیں پھر بات کریں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ تشریف رکھیں۔ محترمہ طاہرہ منیر صاحبہ !

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ جو ارشد بگو صاحب نے کہا ہے یہی انہوں نے وہاں اس وقت کہا تھا یہ اپنا بیان بدل رہی ہیں۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ طاہرہ منیر صاحبہ!

محترمہ طاہرہ منیر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! مجھے بجٹ پر بحث کرنے کے لئے آپ نے موقع فراہم کیا۔ بجٹ کسی بھی ملک کی معاشی صورتحال کا عکاس ہوتا ہے مگر افسوس ہمارے ملک میں سالانہ بجٹ اعداد و شمار کا گورکھ دھندا اور جھوٹے دعوؤں کا پلندا بن کر رہ گیا ہے۔ بجٹ میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ ملکی معیشت بہتری کی جانب گامزن ہے لیکن حکومت کے تمام دعوؤں کے باوجود عوام کی زندگی میں کوئی بہتری نظر نہیں آتی۔ سٹیٹ بنک اپریل 2007 کی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ اپریل کے مہینے میں 47 فوڈ آئٹمز کی قیمتوں میں اضافہ ہوا ہے اور یہ قیمتیں دس سے سو فیصد تک بڑھی ہیں۔ اس میں بڑی بڑی چیزیں آٹا، چاول، گوشت، بڑا گوشت، دودھ، مٹی کا تیل اور گھی وغیرہ ہیں۔ آٹا جو 2002 میں -/11 روپے فی کلو تھا وہ 2006 میں -/15 اور 2007 میں -/16 روپے کلو تک پہنچا ہوا ہے۔ چاول -/18 روپے سے -/37 اور اب -/50 اور -/55 روپے فی کلو ہے۔ اسی طرح چھوٹا گوشت -/121 روپے سے 2006 میں -/230 روپے فی کلو تک پہنچا اور اب 2007 میں -/250 تک ہے۔ بڑا گوشت پہلے -/36 روپے تھا 2006 میں -/100 روپے اور اب یہ -/110 روپے کلو فروخت ہو رہا ہے۔ اسی

طرح دودھ کی قیمت میں-/20روپے سے-/27روپے اور اب-/25روپے فی لٹر اضافہ ہوا ہے۔ گھی کا کنستر جو2006 میں صرف ایک ہزار روپے کا تھا اب وہ-/1200تا-/1500روپے تک پہنچ گیا ہے اور پچھلے سال سے36فیصد گیس کی قیمت میں اضافہ ہوا ہے اور حکومت نے اس کا حل یہ پیش کیا کہ یوٹیلٹی سٹور کھولے جائیں گے اور اس میں اضافہ کیا جائے گا تو میں یہ پوچھتی ہوں کہ یوٹیلٹی سٹورز میں کیا یہ مناسب قیمتیں مل رہی ہیں؟ بلکہ یوٹیلٹی سٹورز میں کئی چیزیں مہنگی ہیں۔

(اذان عصر)

جناب سپیکر: محترمہ!اگر آپ اپنی بات دو تین منٹ میں ختم کر لیں گی تو ٹھیک ہے ورنہ پھر نماز کے بعد کر لیتے ہیں۔

محترمہ طاہرہ منیر: ٹھیک ہے۔ پھر نماز کے بعد کر لوں گی۔

جناب سپیکر: اب وقفہ نماز ہوتا ہے اور ہاؤس آدھ گھنٹہ کے لئےadjourn کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلہ پر نماز عصر کے وقفہ کے لئے ہاؤس کی کارروائی آدھ گھنٹہ کے لئے ملتوی کی گئی)

(اس مرحلہ پر وقفہ نماز کے بعد جناب چیئرمین نذر فرید کھوکھر 5:50 پر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئرمین: وقفہ نماز سے پہلے محترمہ طاہر منیرہ صاحبہ تقریر کر رہی تھیں؟ محترمہ طاہرہ منیر صاحبہ آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

محترمہ طاہرہ منیر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔جناب سپیکر!1999 میں حکومت 3کھرب قرضہ کے بوجھ تلے دبی ہوئی ہے 2006 میں یہ قرضہ 4.4کھرب تک جا چکا ہے۔ جی ڈی پی کاgrowth rate بڑھنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ملک کے غریب عوام امیر ہو گئے ہیں۔ آجر اور اجیر کی زندگیوں میں زمین و آسمان تک فرق ہے۔ سٹیٹ بنک آف پاکستان اور دیگر مالیاتی اداروں اور ماہرین نے اس بات پر شدید تشویش کا اظہار کیا ہے کہ قرض کے بعد پاکستانی معیشت کا بڑا انحصار غیر ممالک سے بھیجی گئی رقوم پر ہے اور اگر کسی وجہ سے یہ رقوم آنا بند ہو گئی تو پاکستان کی معیشت بڑی مشکلات کا شکار ہو جائے گی۔اب یہ کہا جا رہا ہے کہ نئی صنعتوں کے قیام سے بے روزگاری میں کمی واقع ہو جائے گی۔

جناب سپیکر! موجودہ حکومت نے نئی صنعتیں تو کیا لگائی ہیں انہوں نے تو پرانی صنعتوں

کو بھی بیچ کھایا ہے۔ بے شمار بہترین اور منافع بخش ادارے تباہ کر دیئے گئے ہیں۔ لاکھوں آدمی بے روز گار ہو گئے ہیں۔ عوام یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ نج کاری سے حاصل ہونے والی اربوں روپے کی رقم کہاں گئی اور ان اداروں کی فروخت سے حاصل ہونے والی رقوم سے قرض لینے کی رفتار میں کوئی کمی یا قرض واپس کرنے کی رفتار میں کوئی اضافہ بھی نظر نہیں آیا۔

جناب سپیکر! یہ درست ہے کہ بے تحاشا روپے کی ریل پیل ہے۔ لیزنگ پر کاریں لی جا رہی ہیں گھریلو اشیاء کی بھر مار ہے لوگ خوشحال نظر آتے ہیں مگر consumer banking کی بدولت ہماری معیشت پہلے سے بھی کمزور ہو گئی ہے۔ کیونکہ ہمیں ان اشیاء کی درآمد کے لئے ہر سال اربوں ڈالر کا زر مبادلہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ ہم ہر چیز باہر سے منگوانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں جس کی ہمیں ضرورت بھی نہیں ہوتی اور سمندر پار سے ہمارے بھائیوں کی خون پسینے کی آمدنی جو ہے وہ اس طرح کی چیزوں پر صرف ہو رہی ہے۔ اداروں میں ایک ایسی معاشی پالیسی کو ٹھونس دیا گیا ہے جس سے کمرشل اداروں اور بنکوں کا منافع بے تحاشا بڑھ رہا ہے۔ سٹاک ایکسچینج پر ایک گروہ مسلسل رہتا ہے اور جس وقت چاہے وہ اس کو crash بھی کر دیتا ہے۔ اس طرح 50 ہزار اساتذہ کی بھرتی کی گئی ہے اور پڑھا لکھا پنجاب اساتذہ کے بغیر چل بھی نہیں سکتا لیکن یہ جو contract پر بھرتی کئے گئے اساتذہ ہیں ان کو صرف -/5000 روپے تنخواہ ملتی ہے۔ آج کے اس دور میں ان کی ٹرانسفر ہو سکتی ہے اور نہ ہی ان کی ترقی ہو سکتی ہے۔ پچھلی دفعہ بھی جب پندرہ فیصد تنخواہیں بڑھائی گئی تھیں وہ ان کو نہیں دیا گیا تھا۔ پانچ ہزار روپے ماہانہ ہے جو کہ روزانہ کے -/166 روپے بنتے ہیں۔

جناب سپیکر! ہمارے گھروں میں عام طور پر ایک دو کمانے والے ہوتے ہیں اور چار پانچ کھانے والے ہوتے ہیں۔ اگر اس طرح کی ایک فیملی ہو اور سولہ روپے کلو کے حساب سے اگر چار کلو آٹا لگا لیا جائے تو -/64 روپے کا تو آٹا ہی ہو گیا گھی آپ -/20 روپے کا لگا لیں چائے کی پتی دودھ دال سبزی گوشت بھی درکار ہیں اور صرف -/166 روپے۔ اس کے علاوہ چھت بھی درکار ہے تعلیم اور صحت کے لئے بھی رقم درکار ہے سوئی گیس پانی اور بجلی کا خرچ علیحدہ ہے۔ یہ مجھے -/166 روپے روزانہ میں ان اساتذہ کا بجٹ بنا کر دکھا دیں جو قوم کے معمار ہیں اور جو قوم کے معماروں کو تعلیم دینے والے ہیں۔ اسی طرح ٹیکس چوری میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ پچھلے سال 713۔ارب روپے جمع کردہ ٹیکس میں سے 575۔ارب روپے غریب اور متوسط طبقے نے ادا کئے تھے۔ حکومت کو چاہئے کہ وہ صرف امیر طبقے کو ہی مراعات سے نہ نوازے بلکہ مناسب ٹیکس بھی وصول

کرے۔امیروں کو تو مراعات ہی مراعات ہیں اور ٹیکس متوسط لوگ دے رہے ہیں غریب لوگ دے رہے ہیں۔ بلکہ ٹیکسوں کی بھرمار نے چھوٹے صنعتکاروں کو پریشان کر رکھا ہے۔ بجلی اور گیس کے بلوں میں تسلسل سے اضافہ مصنوعات کی پیداواری لاگت پر منفی اثر ڈال رہا ہے۔116 ٹیکسٹائل یونٹس بند ہو چکے ہیں۔مزید یونٹ بند ہونے کا خدشہ ہے۔ضرورت سے زائد ٹیکسوں کی وجہ سے صنعتی پیداوار کی لاگت بڑھتی ہے۔ زرعی لوازمات کی قیمت میں بھی 2 سو فیصد کا اضافہ کر دیا گیا ہے اور کاشتکاری پنجاب میں جو کہ ایک زرعی صوبہ ہے گھاٹے کا سودا بن کر رہ گئی ہے۔ برآمدات اور درآمدات کے فرق میں 800۔ارب روپے تک پہنچ گیا ہے۔ بڑے پیمانے پر مینو فیکچرنگ کی شرح میں کمی یہ ظاہر کرتی ہے کہ حکومت کو اندرون ملک صنعت سے کوئی سروکار ہی نہیں۔اسی طرح آپ دیکھیں کہ غریب خواتین جو ہیں جو کہ ایک پسا ہوا طبقہ ہے ان کے لئے گھریلو صنعتوں کی حوصلہ افزائی کی بہت ضرورت ہے۔

چوہدری اعجاز احمد سماں: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

چوہدری اعجاز احمد سماں: شکریہ۔جناب چیئرمین! گزارش یہ ہے کہ چار ایم پی ایز بھوک ہڑتال کر کے باہر سیڑھیوں میں بیٹھے ہیں۔ میں چاہتا ہوں حکومتی بنچوں سے کسی کو بھیج کر ان کو اندر بلوا لیں۔

جناب چیئرمین: آپ ان کے نام بھی بتادیں کہ کون بیٹھے ہوئے ہیں۔

چوہدری اعجاز احمد سماں: جناب والا! جناب حسن مرتضیٰ، رانا آفتاب احمد خان، محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری بیٹھے ہوئے ہیں۔ان کے کوئی ترقیاتی فنڈز release نہیں ہوئے آپ ان پر کوئی مہربانی فرما دیں۔

جناب چیئرمین: میرے خیال میں شاہ صاحب آپ چلے جائیں۔ چونکہ دو سادات خاندان کے ایم پی ایز باہر تشریف رکھتے ہیں اس لئے آپ ان کو لے کر آئیں۔

(اس مرحلہ پر سید اختر حسین رضوی اور جناب ارشد محمود بگو اپوزیشن ممبران کو بلانے کے لئے باہر تشریف لے گئے)

جناب چیئرمین: آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

محترمہ طاہرہ منیر: شکریہ۔جناب سپیکر!تو میں یہ کہہ رہی تھی کہ ہماری غریب خواتین جو ہمارے ملک کا پسا ہوا طبقہ ہے ان کی حوصلہ افزائی ہو سکتی ہے اگر چھوٹی صنعتوں پر، گھریلو صنعتوں پر حکومت توجہ دے۔بلکہ میں تو یہ بھی کہوں گی کہ ان کے لئے زیادہ فنڈز رکھے جائیں تاکہ وہ خواتین باعزت طریقے سے اپنی روزی کما سکیں۔اس سلسلے میں کچھ تجاویز بھی دینا چاہوں گی۔سب سے پہلے تو سٹیٹ بنک کی 20۔مارچ کی جو رپورٹ ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ غیر پیداواری اخراجات 54.4۔ارب روپے ہیں اس لئے پنجاب حکومت کو بھی چاہئے کہ وہ اپنے غیر پیداواری اور غیر ضروری اخراجات کو کم کرے۔ڈیڑھ کروڑ کی گاڑی کی بجائے چھوٹی گاڑیاں بھی استعمال کی جا سکتی ہیں۔دوسرا میرا پوائنٹ یہ ہے کہ تعلیم اور صحت کے شعبوں میں بجٹ کی رقم میں سو فیصد اضافہ کیا جانا چاہئے۔بلکہ تعلیم کے شعبے میں مجموعی پیداوار کا 6 فیصد اور صحت پر مجموعی پیداوار کا 4 فیصد خرچ کیا جانا چاہئے۔خواتین کے لئے جو رقم رکھی گئی ہے وہ ناکافی ہے لہذا اس کے لئے زیادہ رقم رکھی جانی چاہئے۔اسی طرح زرعی صارفین کے لئے بجلی کا سابقہ ٹیرف بحال کیا جائے تاکہ کاشتکاروں کو بجلی سستے داموں مل سکے۔اسی طرح میری اگلی تجویز یہ ہے کہ بنیادی اشیائے صرف کی قیمتوں کو بیس فیصد تک کم کر کے ان کو تین سال کے لئے منجمد کر دیا جائے۔اسی طرح این ایف سی ایوارڈ کا بھی فوری طور پر اعلان کیا جائے اور کاروباری لاگت کو کم کرنے کے لئے پٹرول گیس اور بجلی کے نرخوں میں بھی کمی کی جائے۔شکریہ

جناب چیئرمین: اب چودھری جاوید احمد صاحب بجٹ پر بحث کریں گے۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): شکریہ۔جناب چیئرمین! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ذات کا شکر گزار ہوں جس نے ہمیں یہاں پر پانچویں بجٹ پر بحث کرنے کا موقع عطا فرمایا اور میں یہاں پر اپنی حکومت کو بھی اپنے اس معزز ایوان کے تمام ممبران کو اور صدر پاکستان کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ ہماری اسمبلیاں اپنی مدت پوری کر رہی ہیں اور ہمیں پانچویں بجٹ کا موقع مل رہا ہے۔میرا تعلق پاکپتن سے ہے اور پاکپتن کی پہچان حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی ہستی ان کا مزار مبارک ہے اور دوسری وجہ۔۔۔

جناب چیئرمین: آرڈر پلیز!

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): ہمارے پاکپتن کی پسماندگی تھی۔ابھی پسماندگی یا پسماندگی کے

تاریک اندھیروں سے روشنی کی طرف ہمارا سفر شروع ہوا ہے۔ میں یہاں پر اپنی بجٹ تقریر کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہوں۔ میں تشنگیوں کے حوالے سے کچھ عرض کروں گا اور کچھ achievements کے حوالے سے۔

جناب چیئرمین! میرے نقطہ نظر سے کہ کاش! یہ بجٹ یا تمام بجٹ جو ہمارے اس ہاؤس میں پیش ہوئے ہیں، اس ہاؤس میں پیش ہونے سے پہلے تمام کمیٹیز کے پاس جاتے۔ وہاں پر یہ thrash out ہوتے، وہاں پر formulation of policies ہوتیں اور پھر اس کے بعد ہاؤس میں آتے تو ایک مثالی جمہوریت کی صحیح روایات کو ہم آگے لے کر چلتے لیکن یہ ممکن نہ ہو سکا۔ جو routine کی ہماری پہلے جمہوری روایات تھیں اسی حساب سے ہم چلتے رہے۔

جناب چیئرمین! میں دوسری یہ گزارش پیش کرنی چاہوں گا کہ کاش! ہماری اپوزیشن ایل ایف او، فیصل آباد یا سیالکوٹ کے مسائل سے نکل کر یہاں پر متبادل تجاویز دیتی تو ہمارے جیسے نئے آنے والے ممبران بھی کچھ ان سے سیکھتے اور ہمارے پنجاب کے عوام کو ایک متبادل راستہ اور سوچ ملتی کہ ہماری بہتری کے کئی اور طریقے بھی ہیں لیکن یہ credit ہماری حکومت اور ہمارے وزیراعلیٰ صاحب کی قیادت کو جاتا ہے کہ یہ جن کے vision کو counter نہیں کر سکے یا ادھر سے کوئی متبادل تجاویز نہیں آ سکیں۔

جناب چیئرمین! میں یہ بھی خواہش رکھتا تھا کہ ہمارے پنجاب کی پولیس ہو یا پاکستان کی، وہ مثالی کارکردگی بناتی کہ کسی کے ساتھ ناانصافی نہ ہو سکتی۔ بدقسمتی سے ہماری پولیس تمام تر وسائل مہیا ہونے کے باوجود امن وامان قائم نہیں کر سکی جو کہ اس کی ذمہ داری تھی۔ مجھے پورا یقین ہے کہ اب وزیراعلیٰ صاحب کی ہدایات کے مطابق وہ اپنا یہ mission ضرور پورا کرے گی اور پنجاب کو امن کا گہوارہ بنائے گی۔

جناب چیئرمین! میں یہ بھی خواہش رکھتا تھا کہ پرائیویٹ سکولز کے لئے یہاں پر کوئی legislation ہوتی کیونکہ ان میں پڑھنے والے بچے بھی ہمارے پاکستانی ہیں ان کے لئے بھی ہم سہولیات مہیا کر سکتے اور ان بچوں کو بھی ہم قومی دھارے میں شامل کر سکتے۔

جناب چیئرمین! میں نے اپنی سب سے پہلی بجٹ تقریر میں ایک تجویز دی تھی کہ پنجاب کا اپنا ایک چینل ہونا چاہئے۔ میڈیا کی طاقت کا اندازہ تو اب ہم سب کو ہو گیا ہے تو آج میں اپنی اس تجویز کو دوبارہ سے دہراتا ہوں کہ پنجاب کا اپنا ایک ٹی وی چینل ہونا چاہئے جہاں سے نہ

صرف اپنی حکومت کا مؤقف ہم عوام کو بتا سکیں بلکہ پنجاب کے وہ حقیقی مسائل جو ابھی تک اجاگر نہیں ہو سکے وہ تمام پاکستان، تمام دوسرے صوبوں بلکہ دنیا کو دکھا سکیں اور ان کا حل ڈھونڈا جا سکے۔

جناب چیئرمین! اس کے بعد میں مقامی سطح پر ان achievements کا ذکر کرنا چاہوں گا جو صرف اور صرف موجودہ دور حکومت میں ممکن ہوئیں۔ ماضی میں یہ کبھی ہوا تھا نہ آج تک وہاں پر ان چیزوں کی مثال ملتی ہے۔ میں اس پر اپنے وزیراعلیٰ صاحب کا انتہائی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے تاریخی کام کئے۔ ہمارے صدر پاکستان نے ہمارے ضلع پاکپتن کو سوئی گیس مہیا کر دی۔ ہمارے وزیراعلیٰ صاحب نے one way سڑکیں بنائی ہیں، ہسپتال کی upgradation ہوئی ہے، وہاں پر 7 پل بنے ہیں جو کہ میرے خیال میں پنجاب کی تاریخ کا منفرد واقعہ ہے کہ ایک ہی شہر جس کے دونوں طرف نہریں بہہ رہی ہوں اور اس کے 7 پل بننے والے ہوں جو کہ انگریز دور کے بنے ہوئے تھے انہیں بدلا گیا ہے اور نئی تعمیر ممکن ہوئی ہے۔ وہاں پر کامرس انسٹیٹیوٹ کی بلڈنگ near completion ہے انشاء اللہ چھٹیوں کے بعد وہاں پر نئی کلاسز شروع ہوں گی۔ میری یہ درخواست ہے کہ اس کامرس انسٹیٹیوٹ کو کامرس کالج کا درجہ دیا جائے تاکہ وہاں پر بی کام کلاسز شروع ہو سکیں۔ گرلز کالج میں تقریباً 4 کروڑ روپے کا کام ہوا ہے یہ اعزاز بھی ہماری حکومت کو جاتا ہے کیونکہ وزیراعلیٰ صاحب کی شفقت سے ہی وہ ممکن ہو سکا کہ ہماری بچیاں ہمارے ہی علاقے میں تعلیم حاصل کر سکیں۔

جناب چیئرمین! یہ پہلی حکومت ہے جس نے ان سکولوں پر توجہ دی جن میں غریب عوام کے بچے پڑھتے ہیں ان پر توجہ دی کہ انہیں بھی وہی سہولتیں میسر آ سکیں جو کہ ہمارے امیر لوگوں کے بچوں کو پرائیویٹ سکولوں میں ملتی تھیں۔ Missing facilities کے نام پر یہ ایک ایسا انقلابی کام ہوا ہے جس کا میں ذاتی طور پر گواہ ہوں کہ میرے سکولوں میں بچوں کی تعداد اتنی زیادہ بڑھ گئی ہے جہاں پر پہلے لوگ بچے پڑھانے کے لئے شرماتے تھے آج خوشی سے وہاں پر جا کر بچے داخل کرتے ہیں کہ نہ صرف انہیں کتابیں مفت مل رہی ہیں بلکہ ان کو بیٹھنے کے لئے desks ہیں، لائبریریز ہیں، labs ہیں، toilets ہیں، بچیوں کے سکولوں میں چار دیواریاں، کمرے اور بجلی ملی ہے لیکن ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے اور جب وزیراعلیٰ صاحب کا پڑھا لکھا پنجاب کا پروگرام مکمل ہو گا تو انشاء اللہ تمام سکولوں میں وہ facilities مل جائیں گی لیکن اس پر میں اپنے وزیراعلیٰ کو جتنا خراج تحسین پیش کروں گا اتنا ہی کم ہے۔

جناب چیئرمین! اس کے ساتھ ساتھ سپیشل بچوں کے لئے اس حکومت نے جو انقلابی قدم اٹھایا اور پہلی دفعہ توجہ دی، اس سے نہ صرف یہ کہ ہمارے پاکپتن میں سپیشل بچوں کے لئے پرائمری سکول بن گیا تھا بلکہ اب اس کو ہائی سکول کا درجہ دے دیا گیا ہے اور اس کی بلڈنگ near completion ہے۔

جناب چیئرمین! میں ساتھ ساتھ وہاں پر کچھ کام جو ہونے والے ہیں ان کا بھی ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارا علاقہ بلکہ پاکستان تب تک ترقی نہیں کر سکتا جب تک ہم علم میں آگے نہیں بڑھتے اور علم میں بڑھنے کے لئے ہمیں higher education چاہئے۔ وہاں پر سائنس اور ٹیکنالوجی یونیورسٹی کی اشد ضرورت ہے۔ لاہور سے سیالکوٹ کی طرف جو موٹر وے بن رہا ہے اس پر اگر تین یونیورسٹیاں بن رہی ہیں تو میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب ہمیں بھی ایک سائنس اور ٹیکنالوجی یونیورسٹی ضرور دیں گے۔

جناب چیئرمین! اس کے ساتھ ساتھ ہمارے ہاں پاکپتن، ساہیوال، اوکاڑہ اور بہاولنگر میں کوئی ہوم اکنامکس کالج نہیں ہے۔ میری یہ گزارش ہے کہ وہاں پر ہوم اکنامکس کالج بنایا جائے تاکہ ہمارے ارد گرد کے اضلاع یا ہمارے ضلع کی بچیوں کو بھی پڑھنے کی وہی سہولیات میسر ہوں جن سے نہ صرف وہ تعلیم حاصل کر سکیں بلکہ اچھی خاتون خانہ بھی ثابت ہوں۔

جناب چیئرمین! ہمارے دو اضلاع کو کھادر نہر سیراب کرتی ہے جو زراعت میں انتہائی اہم رول ادا کرتی ہے، وہ ششماہی ہے اور ششماہی میں بھی میں پانی پورا نہیں آتا۔ ہمارے ہاں زرعی ٹیوب ویل بھی زیادہ لگنے کی وجہ سے زیر زمین پانی کی سطح بہت نیچے چلی گئی ہے۔ میں پچھلے 5 سال سے یہ گزارش کر رہا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ آئندہ اس پر ضرور غور ہو گا کہ اس کو سالانہ بنیادوں پر پانی مہیا کیا جائے۔

جناب چیئرمین! اس کے علاوہ میں یہ بھی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ صاحب اور صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف صاحب نے اپنے 17۔مارچ کے دورہ پاکپتن میں جتنے اعلانات فرمائے تھے وہ پاکپتن کی تاریخ اور اس کی پسماندگی کو دور کرنے کے لئے تھے لہذا ان تاریخی اعلانات پر عملدر آمد بھی ممکن کروایا جائے۔ میں یہ گوش گزار کرنا چاہوں گا کہ وہاں پر ضلعی ہیڈ کوارٹر ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے ہمارا شہر بین الاقوامی حیثیت رکھتا ہے لیکن بد قسمتی سے وہاں سے لوگ فیض لینے تو جاتے رہے، ماضی کی حکومتیں جا کر اعلانات تو کرتی

رہیں لیکن عملدرآمد کی کسی کو توفیق نہیں ہوئی۔ یہ پہلی حکومت، پہلے وزیر اعلیٰ اور پہلے صدر صاحب ہیں جنہیں یہ اعزاز حاصل ہوا ہے کہ جنہوں نے وہاں پر جا کر نہ صرف فیض حاصل کیا بلکہ کچھ دے کر بھی آئے اور مجھے پورا یقین ہے کہ ان اعلانات پر عمل ہونے سے ہمارے اس علاقے کی حالت سنورے گی اور وہ بہتری کی جانب اپنا سفر شروع کر سکے گا۔

جناب چیئرمین! میں اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری حکومت کو جو یہ اعزاز جاتا ہے کہ گیس آج کل ایک بنیادی ضرورت ہے وہ ہمارے ضلع کو اگر مہیا کی گئی ہے تو ہمارے ارد گرد کے دیہات بلکہ قبولہ کو بھی پاکپتن سے گیس مہیا کی جائے گی۔

جناب چیئرمین! اب میں گزارش کروں گا کہ ہمارے ہاں ٹیکنیکل ٹریننگ انسٹیٹیوٹ کے قیام کا اعزاز بھی ہماری حکومت کو جاتا ہے کہ جس نے منظور کیا۔ اب اس کا کام شروع ہونے والا ہے ورنہ اس سے پہلے ہمارے پاکپتن میں کوئی ٹیکنیکل ادارہ نہ تھا۔ یہ ٹیکنیکل انسٹیٹیوٹ اور کامرس کالج بننے سے ہمارے بچے جب پڑھ لکھ کر آگے نکلیں گے تو خود بخود علاقے کی حالت بھی سنواریں گے اور پاکستان کا نام بھی روشن کریں گے۔

جناب چیئرمین! میں یہاں پر اپنی حکومت کو ایک اور حوالے سے بھی خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ کچی آبادیوں کے بہت سے مسائل تھے۔ یہ پہلی حکومت ہے جس نے نہ صرف 1985 سے بلکہ دسمبر 2006 تک کے کچی آبادی میں رہنے والے لوگوں کو مالکانہ حقوق دیئے ہیں بلکہ ساتھ ہی ساتھ وہاں پر سہولیات مہیا کرنے کے لئے فنڈز بھی مہیا کئے ہیں۔

جناب چیئرمین! یہ وہ حکومت ہے جس نے غریبوں کا سوچا ہے اور ان کے بھلے کے لئے کام کر رہی ہے۔ میں پنجاب کے بجٹ پر بات کرتے ہوئے اپنے وزیر خزانہ اور اپنی حکومت کو بھی مبارک باد پیش کرتا ہوں جنہوں نے ایک تاریخی اور انقلابی بجٹ پیش کیا جس میں 150۔ارب روپے سے زائد ترقیاتی کاموں کے لئے مختص کئے۔ اس میں انہوں نے 14۔ارب روپے سڑکوں کے لئے ہیں جو کہ میں سمجھتا ہوں کہ میرے علاقے میں سڑکوں کی حالت بہتر ہوئی ہے اور پورے پنجاب میں بہتر ہو رہی ہے۔ میں کل گوجرانوالہ گیا ہوا تھا وہاں پر بھی سڑکوں پر کام جاری تھا۔ پچھلے دنوں کسی دوسرے ضلع میں بھی جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں پر بھی کام جاری تھا۔ ان فنڈز سے نہ صرف سڑکیں بنتی ہیں بلکہ وہاں پر روزگار کے مواقع بھی پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح سے سینی ٹیشن کے لئے 6.5۔ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ خصوصاً زراعت کے ترقی کے لئے 25 فیصد زمینداروں کو ان کے

بجلی کے بلوں میں ریلیف دیا گیا ہے کاش یہ پچاس فیصد ہوتا لیکن یہ جو ملا ہے ہم اس پر بھی شکریہ ادا کرتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ یہ ریلیف مزید بڑھے گا کیونکہ اگر ہماری زراعت ترقی کرے گی تو ہمارے شہر ترقی کریں گے۔ ہمارا یہ تصور کہ اگر زراعت کو پیچھے چھوڑ کر انڈسٹریلائزیشن کر لیں گے تو یہ ممکن نہیں ہے۔ ہماری ٹوٹل انڈسٹری کا 80 فیصد زراعت پر مشتمل ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب تک زراعت اور دیہاتوں کو ترقی نہیں دیں گے ہمارا یہ ملک یا صوبہ ترقی نہیں کر سکتا۔ اس حوالے سے میں پاکپتن کے لئے بھی یہ گزارش کرتا ہوں کہ وہاں پر سوائے زراعت کے کوئی اور ذریعہ روزگار نہ ہے وہاں پر انڈسٹریلائزیشن کے لئے کوئی انڈسٹریل اسٹیٹ بنائی جائے تاکہ وہاں پر بھی روزگار کے مواقع پیدا ہوں اور وہ علاقہ بھی ترقی میں برابر کا شریک ہو سکے۔ غریبوں کے لئے جو -/500 روپے کی امداد رکھی گئی ہے۔ ان حالات میں اس مہنگائی کے دور میں یہ بہت کم ہے لیکن پھر بھی ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب نے سوچا جس پر میں انہیں خراج تحسین پیش کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ اس کو آئندہ دور میں بڑھائیں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ ہماری حکومت کو اعزاز جاتا ہے کہ ساڑھے بارہ ایکڑ پر زرعی ٹیکس اور پانچ مرلہ کے مکانات پر پراپرٹی ٹیکس بھی معاف کیا، چھوٹے، غریب کسانوں اور غریب گھروں کے مالکان کے لئے جن کے چھوٹے چھوٹے گھر ہیں ان کے لئے یہ بہت بڑا ریلیف ہے، میں سمجھتا ہوں کہ یہ اعزاز بھی ہمارا ہی ہے لیکن ایک مسئلہ کمرشلائزیشن فیس کا جو میں نے پہلے بھی discuss کیا ہے جسے TMAs چارج کر رہے ہیں، یہ میں وزیر خزانہ اور راجہ صاحب کے نوٹس میں بھی لانا چاہتا ہوں، کیونکہ ہمارے پسماندہ علاقوں سے جو کاروبار کرنے والے لوگ ہیں وہ discourage ہو رہے ہیں اور مجھے امید ہے کہ اس مسئلے کو حل کرنے میں ہماری حکومت ضرور قدم اٹھائے گی۔ میں ساتھ ہی ساتھ ایک اور بھی مسئلے کی طرف توجہ دلانا چاہوں گا۔

جناب چیئرمین: چودھری صاحب! پلیز! وائنڈ اپ کریں۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب چیئرمین! میرے ضلع میں سے کسی اور نے تقریر نہیں کرنی ہے تو kindly شفقت فرمائیں کہ مجھے ٹائم زیادہ دیں۔ میں حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ایک ایسے مسئلے کی طرف توجہ دلانا چاہ رہا ہوں کہ وہ نہ صرف ہمارے پاکپتن کو بلکہ ہمارے پاکستان اور پنجاب کو اس سے بہت فائدہ ہو سکتا ہے، بہت سے اور مواقع اپنا نام روشن کرنے کے مل سکتے ہیں۔ اقلیتوں کے حوالے سے ہماری حکومت پنجاب، صدر صاحب اور فیڈرل حکومت

کافی کوششیں کر رہی ہے اس حوالے سے بھی اس میں بہت سی اچھی چیزیں ہیں کہ سکھوں کی جو مقدس کتاب ہے اس میں more than 35 percent کلام حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور تقریباً تمام سکھ ان سے بہت عقیدت رکھتے ہیں۔ بابا گرونانک بھی تقریباً تین سال پاکپتن میں قیام کر چکے ہیں، اس حوالے سے امریکہ اور یورپ سے سکھ آتے ہیں اس لئے میری محکمہ اوقاف کے حوالے سے یہ گزارش ہے کہ وہاں پر نہ صرف دربار پر ایک حجرہ بنا کر اس کو باباجی کے نام سے منسوب کر کے بابا گرونانک کی بیٹھک منسوب کیا جائے جس سے تمام لوگوں کو آنے کی ترغیب ملے گی بلکہ ساتھ ہی ساتھ اگر ان کے لئے حسن ابدال اور ننکانہ صاحب کی طرح کوئی ہوٹل resort یا motel وغیرہ بنا دیا جائے تو وہاں پر بہت سارے لوگوں کے آنے سے نہ صرف زرمبادلہ پاکستان کو ملے گا بلکہ پاکپتن کا نام روشن ہوگا، پنجاب کے لوگوں کی جو مہمانداری ہے اس حوالے سے میزبانی کر کے اپنے صوبے اور پاکستان کا نام روشن کر سکیں گے۔ مجھے پورا یقین ہے کہ میری اس تجویز پر بھی عمل ہوگا۔ میں آخر میں اپنے وزیر اعلیٰ صاحب کو پراسیکیوشن ڈیپارٹمنٹ بنانے پر اور اس کے علاوہ جتنے بھی انقلابی قدم اٹھائے ہیں ان تمام پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب محمد ایوب خان سلدیرا: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: یہ تقریر ختم ہو لینے دیں ان کے بعد آپ بات کر لیجئے گا۔

جناب محمد ایوب خان سلدیرا: جناب چیئرمین! میں صرف ایک منٹ لوں گا۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

جناب محمد ایوب خان سلدیرا: جناب چیئرمین! میں آپ کی وساطت سے گزارش کرنا چاہوں گا خاص طور پر اپنے بھائی چودھری جاوید اور تمام ممبران کی خدمت میں کہ یہ پری بجٹ ڈسکشن نہیں ہے، ہم وہ تجاویز نہ دیں جن پر عمل نہیں ہو سکتا۔ جو بجٹ ہو چکا ہے آپ اس پر discuss کریں اور اس کے بارے میں اپنی تجاویز دیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی، چودھری صاحب!

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب چیئرمین! میں اپنے معزز ممبر کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اپنے اس بھائی کے گوش گزار بھی کرنا چاہوں گا لیکن آخر میں اپنی تقریر کو wind up کرتے ہوئے یہ گزارش کرنی چاہوں گا کہ میں اس ہاؤس کے تمام ممبران کو ایک بار پھر مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ

جنہوں نے مل جل کر اس کو پانچ سال چلایا اور اپنا حصہ ڈالنے کی کوشش کی اور جمہوری روایات کو آگے بڑھایا۔ جس طرح ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب نے تحمل اور بردباری کے ساتھ اس ایوان کو چلانے کے لئے ہر ممکن کوششیں کی ہیں اور ملک میں جمہوریت کو فروغ دینے کی کوشش کی ہے اس پر میں راجہ صاحب اور دیگر ممبران کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ شکریہ

جناب چیئرمین: شکریہ۔ شاہ صاحب! باقی دوست آ گئے ہیں؟

سید حسن مرتضیٰ: جناب چیئرمین! وزیر صاحب تشریف لے گئے تھے تو میں نے باہر احتجاجی دھرنا دیا ہوا تھا۔ میرے کچھ مطالبات تھے پہلے بھی یہاں کافی دفعہ گزارش کرنے کی کوشش کی، اس میں کبھی تلخیاں بھی ہوئیں۔ راجہ صاحب نے بڑی مہربانی فرمائی اور مجھے یہ بھی کہا کہ آپ مجھے چیمبر میں مل لیں لیکن کافی دفعہ ملاقات کے بعد بھی میرے مطالبات پورے نہ ہو سکے۔ اس سلسلے میں آج میں نے دھرنا دیا جو یہی ایک راستہ تھا، اس پر رضوی صاحب تشریف لے گئے اور انہوں نے کہا کہ آپ اندر آئیں، بات کریں اور ہم آپ کے مطالبات پر بڑا ہمدردانہ غور کریں گے۔

جناب چیئرمین! میری تحصیل چنیوٹ پنجاب میں رقبے اور ریونیو کے حساب سے سب سے بڑی تحصیل ہے۔ جتنا ریونیو وہاں سے حاصل ہوتا ہے میرے خیال میں کسی تحصیل کا بھی نہیں ہوتا ہو گا۔ ہماری تحصیل کی نسبت چھوٹی چھوٹی جو تحصیلیں تھیں وہ اب ضلعے بن گئے ہیں لیکن ہماری اتنی بڑی تحصیل آج تک ضلع سے محروم ہے۔ ہمیں فیصل آباد جانے کے لئے جو دوسرا ضلع ہے وہ 17 کلومیٹر سفر بنتا ہے اور ہمیں اپنے ضلع میں جانے کے لئے 80 کلومیٹر کا سفر طے کرنا پڑتا ہے۔

جناب چیئرمین: شاہ صاحب! اگر آپ کی بات بجٹ تقریر کے حوالے سے relevant ہے تو اس پر بات کرنے کے لئے اپنا ٹائم لے لیں تو بہتر ہے۔

جناب سمیع اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب چیئرمین! اس میں گزارش یہ ہے کہ حسن مرتضیٰ صاحب نے اپنے نقطہ نظر سے باہر ایک دھرنا دیا اور یہاں ہاؤس سے شاہ صاحب اور بگو صاحب گئے اور ان کو منا کر

لائے۔ وہ صرف اپنے مطالبات ہاؤس کے علم میں لانا چاہتے ہیں۔

جناب چیئر مین: میں اس بارے میں یہ کہوں گا کہ شاہ صاحب، رضوی صاحب کے ساتھ مل کر لاء منسٹر صاحب کو مل لیں تو میں یہ چاہوں گا کہ وہ ان کے معاملات پر ہمدردانہ غور کریں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب چیئر مین! میری بات ریکارڈ ہو جائے اس کے بعد جیسے آپ کہیں گے میں کروں گا۔

جناب چیئر مین: جی، فرمائیں!

سید حسن مرتضیٰ: جناب چیئر مین! کل چیف جسٹس آف پاکستان ہمارے پاس تشریف لے کر آئے۔ جب وہ لاہور میں تشریف لائے تھے تو اس سے بھی زیادہ بہت بڑا استقبال تھا اور پریس کی طرف سے میرے خیال میں نہ ہونے کے برابر کوریج تھی۔ میری یہ گزارش ہے کہ جیسے پہلے حکومت دعوے کرتی تھی کہ ہمارا پریس آزاد ہے انہیں آزاد کیا جائے۔ بے شک ان کا پیمرا آرڈیننس واپس لے لیا گیا ہے لیکن ابھی تک ان پر وہ پابندیاں برقرار ہیں۔ کل آپ نے بھی شاید دیکھا ہو کہ ٹیلیویژن پر کوئی کوئی clips دو دو گھنٹے کے بعد دکھاتے تھے جبکہ پچھلی دفعہ براہ راست کوریج آتی رہی تھی۔ میرا یہ مطالبہ ہے کہ جمہوریت تب ہی مضبوط ہو سکتی ہے جب صحافت آزاد ہوگی۔

جناب چیئر مین: شاہ صاحب! شکریہ۔ آپ کی تمام بات سن لی ہے۔ پریس آزاد ہے اور وہ آپ کے معاملات اور بات کو سن رہے ہیں تو اس بارے میں وہ اپنا لائحہ عمل خود اختیار کریں گے۔ آپ تشریف رکھیں۔ اب میں احسان الحق نولاٹیا صاحب کو دعوت دیتا ہوں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب چیئر مین! یہ کب ہوگا؟

جناب چیئر مین: آج سیشن کے بعد رضوی صاحب اور لاء منسٹر صاحب کے ساتھ آپ بات کر لیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب چیئر مین! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے جو کوریج کا اعتراض کیا ہے اس کا اعتراض چیف جسٹس صاحب کو ہونا چاہئے تھا لیکن ان کو اعتراض کیوں ہے؟

سید حسن مرتضیٰ: جناب چیئر مین! یہ آہستہ آہستہ پیچھے کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ انہیں کہیں کہ اپنی سیٹ پر آئیں، اپنی صفوں میں ہی رہیں۔ انہوں نے آہستہ آہستہ اس دروازے سے ہو کر ہمارے پیچھے ہی آ جانا ہے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔پلیز تشریف رکھیں۔جی، نولاٹیا صاحب! آپ بات کریں۔

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب چیئرمین! شکریہ

جیتے جی ہر کوئی مجھ پر ہی تنقید کرے
اور مر جاؤں تو ہر شخص میری تقلید کرے
میں تو کہتا ہوں کہ تو ابر کرم ہے لیکن
کاش صحرا میرے الفاظ کی تائید کرے

جناب چیئرمین! موجودہ حکومت نے 471۔ارب کا بجٹ پیش کیا ہے اس میں Provincial Consolidated Fund, Public Accounts and Capital Receipts تینوں کو شمار کر کے یہ بجٹ پیش کیا ہے۔نوے فیصد سے زیادہ بجٹ گلوٹین کی نذر ہو جاتا ہے جس پر کوئی بحث نہیں ہو سکتی اور وہ ہاؤس سے پاس کر دیا جاتا ہے۔کسی بھی ترقی یافتہ ملک میں جب ایک ایک روپے پر مکمل بحث نہیں ہو جاتی وہ ملک کبھی بھی ترقی نہیں کر سکتا۔ترقی یافتہ ممالک میں سے U.K میں بجٹ پاس ہونے سے نوے دن پہلے اس پر بحث ہوتی ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، راجہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! میں معزز رکن سے معذرت چاہتا ہوں کہ میں نے ان کو interrupt کیا ہے۔انہوں نے ابھی فرمایا ہے کہ 90 فیصد بجٹ گلوٹین کی نذر ہو جاتا ہے کیونکہ اس پر بحث نہیں ہو سکتی تو میں ان سے یہ گزارش کروں گا کہ تھوڑا سا اظہار خیال اس بات پر بھی فرمادیں جو 100 فیصد اس بات کا شکار ہو جاتا ہے جس کو آپ سنتے بھی نہیں ہیں۔

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب چیئرمین! راجہ صاحب نے جو باتیں کی ہیں میں انشاء اللہ اس بارے میں بات کروں گا کہ چار سالوں سے آج تک بجٹ کے اندر میں نے جو باتیں کی ہیں انہوں نے اپنی وائنڈ اپ تقریر میں کبھی بھی میرے کسی سوال کا جواب نہیں دیا۔آج میری ساری باتیں راجہ صاحب یہاں لکھیں گے اور راجہ صاحب ان باتوں کا جواب دیں گے، میں چیلنج کرتا ہوں کہ یہ بجٹ غریب دشمن بجٹ ہے، میں لفظوں سے اسے ثابت کروں گا۔پوری دنیا کے اندر بجٹ پر بحث کے لئے U.K میں 90 دن، جرمنی میں 120 دن، رومانیہ میں 90 دن، Finland میں

120 دن، سویڈن میں 90 دن، انڈیا میں 90 دن، آسٹریلیا میں 90 دن اور کینیڈا میں 90 دن ہوتے ہیں۔ یہ باتیں تیزی سے بتانے کا مقصد یہ ہے کہ جب حکومت صرف 15 دن آٹھ کروڑ عوام کے 471 ارب روپے کے بجٹ پر بحث کرنے کے لئے موقع دیتے ہیں تو یہ گریز کرتے ہیں کہ وہ معاشی خرابیاں جو یہ آٹھ کروڑ عوام کو دے رہے ہیں وہ کہیں سامنے نہ آ جائیں۔ بجٹ کے معاملات کو عوام کے سامنے لانے کے لئے گریز کرنا کبھی بھی بہتر معاشی بندوبست نہیں ہو سکتا۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "گریز کشمکش زندگی سے مردوں کی" اگر شکست نہیں ہے تو اور کیا ہے شکست۔ چار سالوں میں راجہ صاحب نے میرے کسی بجٹ کے معاملے پر بات نہیں کی۔ اب جو باتیں میں کروں گا اس کا یہ جواب دیں گے۔

جناب چیئرمین: نولاٹیا صاحب! رولز کے مطابق پورا موقع دیا جاتا ہے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب چیئرمین! رولز میں جتنے دن دیئے گئے ہیں وہ دیتے ہیں۔ ہم رولز کی violation کیسے کریں؟ دوسری بات یہ ہے کہ ان کی بات کا کیا جواب دیں۔ ہر بجٹ تقریر میں یہ کہتے ہیں کہ اگلا بجٹ پیش نہیں ہوگا اور جب اگلا بجٹ پیش ہوتا ہے تو اس کا جواب ہے کہ پیش ہو رہا ہے۔ یہ لوگ وہ ہیں کہ:

آنے والے کسی طوفاں کا رونا رو کر
ناخدا نے ساحل پر ڈبویا ان کو

جناب چیئرمین: معزز اراکین اسمبلی سے درخواست ہے کہ وہ بجٹ تقریر میں interruption نہ کریں۔ جو صاحب تقریر کر رہے ہوں ان کو بولنے دیں اور رولز کے مطابق میں نے یہ کہہ دیا تھا کہ رولز میں جو دن مقرر ہیں اس کے مطابق ہی یہاں پر سارا بزنس چلتا ہے۔ اس لئے نولاٹیا صاحب! اگر رولز کے خلاف کوئی بات ہو تو وہ بتادیں۔

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب چیئرمین! رولز میں یہ کہیں نہیں لکھا ہوا کہ پندرہ دن سے زیادہ بحث نہیں ہوگی۔ میں نے نوے فیصد اس لئے کہا ہے۔۔۔

چودھری اعجاز احمد سماں: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، سماں صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

چوہدری اعجاز احمد سماں: شکریہ۔ جناب چیئرمین! نولاٹیا صاحب کا نوے دن بتانے کا مقصد صرف یہ تھا کہ ان ممالک میں بجٹ متعلقہ محکمے کی concerned standing committee کو بھیج دیا جاتا ہے۔ پورا ہاؤس ہر محکمے کا پورا بجٹ پڑھ سکتا ہے اور نہ اس پر لوگ بحث کرتے ہیں۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ ایسی تجاویز آئندہ رولز میں شامل کر لی جائیں تاکہ بجٹ کو ہر سٹینڈنگ کمیٹی اپنے متعلقہ محکمے کے متعلق صحیح طرح پڑھ سکے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ وزیر خزانہ اس بات کا اپنی بجٹ تقریر میں اگر مناسب ہوا تو جواب دیں گے۔ جی، نولاٹیا صاحب! اپنی تقریر جاری رکھیں۔

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب چیئرمین! انہوں نے 471۔ارب روپے کا بجٹ پیش کیا ہے جس میں Capital Receipts اور پبلک اکاؤنٹس کی رقم بھی شامل ہے۔ ان کی آٹھ سالہ بہتر معاشی بندوبست کا منہ بولتا ثبوت یہ ہے کہ اس وقت پنجاب کے آٹھ کروڑ عوام 338۔ارب روپے کے مقروض ہیں، ٹوٹل بجٹ کا جو حجم ہے اس کا 72 فیصد ہمارے صوبے کا قرضہ ہے اور 28 فیصد باقی ہمارے صوبے کے لئے بچتا ہے۔ اگر قرضوں کو زیادہ سے زیادہ کر کے ADP اور بجٹ کے حجم کو زیادہ کر دیا جائے تو میرے خیال میں یہ بہتر معاشی نظام کبھی نہیں ہوا کرتا۔ میں یہاں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ انہوں نے جو غیر ملکی قرضے اور ان کی مد میں ایک سال کا سود ہے وہ انہوں نے 192۔ارب روپے دینے ہیں اور اندرونی قرضے جن کے اندر ایک سال کا سود ہے وہ 109۔ارب روپے دینے ہیں، جو انہوں نے GP fund کی مد میں ایک سال میں ملازمین کو دینا ہے اس کی رقم تقریباً 4۔ارب روپے ہے اور پنشن کی مد میں ایک سال میں 6۔ارب روپے دینے ہیں۔

جناب چیئرمین! جس قوم کا 72 فیصد ٹوٹل بجٹ کا حجم اس کے قرضوں کے برابر ہو، مجھے یہ بتائیں کہ ان کی آٹھ سالہ معاشی ترقی کا یہ عالم ہے جس کو یہ کہتے ہیں کہ ہمارے بجٹ کا حجم تاریخ میں موجود تمام بجٹوں سے بہت زیادہ ہے۔ یہ وہی بات ہے کہ:

قرض کی پیتے تھے مے اور کہتے تھے کہ ہاں
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

جناب چیئرمین! یہ مرزا غالب کی طرح قرض کی مے پی پی کر اس قوم کی بہتری کے لئے

کام کرنا چاہتے ہیں۔ابھی اس کے اندر میں نے قرضوں کی وہ مد شامل نہیں کی جو Contingent liabilities کے اندر آتی ہے۔یہ ان کی Debt management پالیسی ہے کہ جس کے اندر یہ کہتے ہیں کہ ہم نے مہنگے قرضے جو اندرونی تھے وہ ہم نے بیرونی سستے قرضے لے کر ادا کئے ہیں حالانکہ جو بات کہنی چاہئے کہ جو چھوٹی مدت کے قرضے تھے وہ انہوں نے واپس کر کے لمبی مدت کے قرضے لئے ہیں۔جو اندرونی قرضے تھے جو ہم فیڈرل گورنمنٹ یا کسی ادارے سے لیتے تھے اس کی بجائے اب انہوں نے ہمیں معاشی طور پر ایشیئن ڈویلپمنٹ بنک اور ورلڈ بنک کا غلام بنا دیا ہے۔یہاں پر یہ کہتے ہیں کہ ہم نے کشکول توڑ دیا ہے۔پہلے کشکول لے کر یہ لوگ پاکستان کی گلیوں میں پھرتے تھے اب پاکستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ صوبہ پنجاب نے بین الاقوامی اداروں سے، فنانشل انسٹیٹیوشنز سے بھی قرضے لینے کی عادت ڈال دی ہے اور اب ہم وہ کشکول جو حکومت پنجاب پاکستان سے قرضے لیتی تھی اب یہ پوری دنیا سے قرضے لیتے ہیں جو میں نے فگرز بتائے ہیں کہ اس وقت پنجاب کی عوام کے جو بین الاقوامی قرضے ہیں وہ 192-ارب روپے ہیں اور اندرونی 109-ارب روپے ہیں۔اس کے اندر ایک سال کا سود جو ہم پر واجب الادا ہے وہ بھی ہم نے واپس کرنا ہے۔اچھے بجٹ کی کیا کیا علامتیں ہوتی ہیں اس بارے میں تجاویز دیتا ہوں کہ اچھا بجٹ پیش کیا جانا چاہئے تھا betterment of recoveries کہ جو ٹیکسز پہلے موجود ہیں یہ اس کو تناسب کے ساتھ بتائیں کہ گزشتہ ادوار سے یہ ریکوریوں میں کتنی بہتری لائے ہیں۔اگر یہ اس میں کوئی خاطر خواہ بہتری لائے ہیں تو اس کو ہم کہتے ہیں کہ یہ ایک اچھا بجٹ ہے۔اگر انہوں نے پروڈکشن میں اضافہ کیا ہے اگر انہوں نے قرضوں کے بغیر بجٹ کے سرپلس میں اضافہ کیا ہے اور اگر انہوں نے ایکسپورٹس کو بڑھایا ہے تو پھر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ بجٹ کے اندر betterment ہے لیکن جو انہوں نے debt management services کی بات کی ہے اس میں انہوں نے ایک ہی بات کہی ہے کہ آج سے پہلے جو قرضے واپس کئے جاتے تھے ان میں اصل رقم 29 فیصد ہوتی تھی اور 71 فیصد ہم سود کی مد میں ادا کرتے تھے لیکن جو انہوں نے نئی پالیسی دی ہے ان کو چاہئے تھا کہ جو رقم واپس کی جاتی ہے سود کی مد میں اور اصل زر کی مد میں اس کا مقابلہ اسی کے ساتھ کر کے دیتے کہ ہمیں ہماری نئی پالیسی کے مطابق ہم اس percentage کو کم سطح پر لے آئے ہیں اصل زر زیادہ دے رہے ہیں اور ہم سود کم دے رہے ہیں۔ انہوں نے گزشتہ حکومتوں کی یہ بات تو بتا دی ہے کہ انہوں نے 71 فیصد قرضے سود کی مد میں واپس کئے ہیں اور 29 فیصد اصل زر کے واپس کئے ہیں اس کی بجائے ایک بات پر انہوں نے زور دیا ہے

کہ ہم نے مہنگے چھوڑ دیئے ہیں سستے لے لئے ہیں۔ہماری قوم شاید پہلے دس سال تک قرضوں میں رہتی اب انہوں نے 42-2041 تک ہماری قوم کو قرضوں کے نیچے دبا دیا ہے اس کو قرضوں کی ادائیگی کی betterپلاننگ کبھی نہیں کہا جا سکتا اور یہ کہنا کہ ہم نے قرضوں کو ختم کرنا ہے اس کی بجائے اس کی پالیسی کی خوبی کو بار بار بیان کرتے ہیں۔میں یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ 80 فیصد بجٹ collection سے پہلے ہی چوری کر لیا جاتا ہے جس کے لئے ہماری پنجاب حکومت نے recoveries کو بہتر کرنے کے لئے کوئی بات نہیں کی۔

جناب سپیکر!یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ بجٹ عوام دوست بجٹ ہے، یہ غریب دوست بجٹ ہے،اب انہوں نے یہ کہا ہے کہ 90۔ارب روپے ہم اکٹھا کریں گے، فیڈرل کی receipts جو ہمیں ملیں گی ڈائریکٹ ٹیکسز کے اندر اور 142۔ارب روپے ہم indirect taxes سے اکٹھا کریں گے۔پھر Provincial Receipts میں کہتے ہیں کہ 13۔ارب روپے direct taxes سے اور 24۔ارب روپے indirect taxes سے۔یقین کیجئے کہ ان کی پلاننگ یہ ہے کہ 35۔ارب روپے ہمارا بجٹ فیڈرل سے اور 40۔ارب روپے صوبے سے direct taxes سے آئے گا اور 65۔ارب روپے اور 60۔ارب روپے indirect taxes سے آئیں گے۔

جناب سپیکر! direct taxes وہ ہیں جو انکم پر لگتے ہیں کسی ادارے یا کسی فرد کی یا اس کے کیپیٹل پر لگتے ہیں اور indirect taxes یوٹیلٹیز پر لگتے ہیں جس گھر کو انہوں نے پانچ سو روپیہ غریب سمجھ کر دیا ہے۔

جناب چیئرمین: wind up کریں۔

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! جس گھر کو انہوں نے پانچ سو روپیہ غریب سمجھ کر دیا ہے اس میں سے بھی وہ غریب آدمی جب ضروریات زندگی کی چیزیں خریدے گا وہ بھی سو روپیہ پھر ٹیکس کی مد میں واپس کرے گا کسی بھی ملک کی better economic condition کے لئے 80 فیصد direct taxes ہوتے ہیں اور 20 فیصد in direct taxes ہوتے ہیں۔ان کی better management یہ ہے کہ 65 فیصد ٹیکسز indirect غریب عوام سے لئے جاتے ہیں اور 35 فیصد ادھر سے لئے جاتے ہیں۔میں امید رکھتا ہوں کہ راجہ صاحب اپنی better economic planning کے لئے direct taxes اور indirect taxes کے حوالے سے جواب ضرور دیں گے کہ یہ عوام دوست بجٹ ہے یا غریب دشمن بجٹ ہے۔

جناب سپیکر! انہوں نے انکم ٹیکس کے اندر betterment کے بجائے اس پر compromise کر لیا ہے کہ اگر انکم ٹیکس چوری ہوتا ہے، ہمیں نہیں ملتا تو ہم اپنے بجٹ کا انحصار indirect taxes کی طرف جائے گا۔

جناب چیئرمین: نولاٹیا صاحب wind up کریں۔

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! 16 لاکھ انکم ٹیکس دینے والوں میں سے 9 لاکھ سے زیادہ لوگ سرکاری ملازم ہیں۔ اب دیکھیں کہ پورے پاکستان میں سے صرف چھ یا سات لاکھ لوگ ہیں جو انکم ٹیکس کے نیٹ میں رجسٹرڈ ہیں۔ اب وہ کتنا ٹیکس دیتے ہیں کہ 10 یا 20 فیصد لوگ ٹیکس دیتے ہیں اور 90 فیصد لوگ جو رجسٹرڈ ہیں وہ بھی ٹیکس ادا نہیں کرتے۔ اب کیا میں اس چیز کو بہتر معاشی ترقی کہوں کہ جس میں اس وقت indirect taxes کی طرف چلا جائے جب direct taxes کی وصولی کے اندر حکومت ناکام ہو جائے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ آپ کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ میں آپ کو تین دفعہ wind up کرنے کے لئے کہہ چکا ہوں۔

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! ابھی وقت پڑا ہے اور زیادہ debaters بھی نہیں ہیں اس لئے بات کرنے دیں۔

وزیر ٹرانسپورٹ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

وزیر ٹرانسپورٹ: جناب چیئرمین! انکم ٹیکس صوبے کا ٹیکس ہے یا مرکز کا؟ میں یہ پوچھنا چاہ رہا ہوں۔

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب چیئرمین! مرکز کے divisible pool سے ہمارا حصہ آئے گا جو directly ہمارے صوبے کی economy کو affect کرتا ہے وہ چاہے مرکز کی طرف سے چوری ہو یا صوبے کی طرف سے چوری ہو وہ چوری ہماری ہو رہی ہے۔ پانچ سالوں میں مرکز اور صوبے نے ٹیکس فری بجٹ دیا اب دیکھیں کہ ڈیزل ساٹھ فیصد بڑھا ہے۔

جناب چیئرمین: آپ ایک منٹ میں وائنڈ اپ کریں۔

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! آئل پروڈکٹس کی قیمت گزشتہ پانچ سالوں میں ساٹھ فیصد سے زیادہ بڑھی ہے اور حکومت یہ کہتی ہے کہ ہم نے کوئی ٹیکس نہیں لگایا۔ اب یہ کرتے کیا ہیں کہ انہوں نے اوگرا (آئل اینڈ گیس ریگولیٹری اتھارٹی) بنائی اس کے ذریعے انہوں نے اس کو اس کے ساتھ منتھی کر دیا۔ پٹرول کے ایک لٹر میں عوام پر -/26 روپے ٹیکس ہے۔ کیا یہ indirect tax نہیں ہے ہم اس کو کیسے ٹیکس فری بجٹ کہہ سکتے ہیں۔ جب اوگرا کے ذریعے سے اور بجلی کے ٹیرف کے ذریعے سے عوام کی جیبوں میں سے ٹیکس کی مد میں جو رقم جاتی ہے اس کو شامل کر کے پھر یہ کیسے ٹیکس فری بجٹ کہہ سکتے ہیں۔

جناب چیئر مین: نولاٹیا صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ اب میں جناب محمد وقاص صاحب کو دعوت دیتا ہوں۔

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! اب تو کم ممبر ہیں اور وقت بھی ہے۔

جناب چیئر مین: میرے پاس بہت ممبرز کے نام ہیں۔

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! مجھے تھوڑا سا وقت دیں۔

جناب چیئر مین: آپ پہلے بھی پانچ منٹ زیادہ لے چکے ہیں۔

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! میں بس wind up کر رہا ہوں۔

جناب چیئر مین: بس جلدی wind up کر لیں۔

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! انہوں نے receipts کا جو estimate لگایا ہے میں صرف چار مدات کی طرف وزیر خزانہ اور ریونیو منسٹر کی توجہ دلاؤں گا۔ انہوں نے کہا ہے کہ ہم ٹرانسفر آف پراپرٹی پر ٹیکس کی مد میں 271۔ارب روپیہ اکٹھا کریں گے۔ یوٹریشن فیس کے اندر 4۔ارب 53 کروڑ روپیہ اکٹھا کریں گے، سیلز کی مد میں 8۔ارب روپیہ اکٹھا کریں گے۔ یہ جو انہوں نے فگر بتائی ہے کہ 271۔ارب روپے کی اس میں پنجاب کے 35 اضلاع کی ایک سال کی انکم انہوں نے دی ہے۔ اب لاہور میں کیا ہوتا ہے کہ دو کروڑ کا گھر تیس لاکھ میں رجسٹری ہوتا ہے اور اس کی ایک فیصد رجسٹری فیس اور دو فیصد سٹیمپ ڈیوٹی اور دو فیصد CVP tax ہے CVP کی مد میں انہوں نے ایک۔ارب 50 کروڑ روپیہ رکھا ہے۔

جناب سپیکر! میں چیلنج کر کے کہتا ہوں کہ ہاؤس ایک کمیٹی بنا دے اور لاہور شہر کی جولائی کی رجسٹریوں کی پڑتال کر لیں اگر اس میں سے 80 فیصد ٹیکس کی چوری ثابت نہ ہو تو میں کہتا ہوں کہ میں اپنی سیٹ سے resign کر جاؤں گا۔ وہ ملک جس کا 80 فیصد ٹیکس چوری کر لیا جاتا ہو۔۔۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ آپ تشریف رکھیں۔

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! بس آخری بات کرنا چاہتا ہوں۔ میں قائد ایوان چودھری پرویز الٰہی کے نام ایک آخری بات کرنے لگا ہوں کہ:-

سنا تھا جشن ہو گا اور گھر گھر روشنی ہو گی
نہیں معلوم یہ تقریب کب تک ملتوی ہو گی
دلوں کو نور بخشو تاکہ گھر گھر روشنی پھیلے
چراغوں سے اگر ہوگی تو کتنی روشنی ہو گی
تقاضا وقت کا اقبال کیا ہے میں سمجھتا ہوں
میں اپنے ہونٹ سی تو لوں مگر یہ خودکشی ہو گی
یہ بے مقصد سفر اب ختم ہو جاتا تو اچھا تھا
نہ تم سے رہبری ہو گی نہ ہم سے پیروی ہو گی

جناب سمیع اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

جناب سمیع اللہ خان: آپ نے ہر مقرر کے لئے ایک timer جو کہ آپ کے پاس ہے اس پر bell دیتے ہیں اور ایک timer ہاؤس میں چودھری ظہیر الدین صاحب کی شکل میں موجود ہے کیونکہ جب نولاٹیا صاحب تقریر کر رہے تھے تو آپ نے کہا کہ ایک منٹ۔ وہ وہاں سے آوازیں دے رہے ہیں کہ جی ایک منٹ پورا ہو گیا ہے۔ اب یہ دوسرا timer جو کہ ہاؤس میں ہے میرا خیال ہے کہ اسے بند کیا جائے اور جو آپ کے پاس timer ہے اسی کو مقرر follow کریں نہ کہ اسے جو ہاؤس میں موجود ہے۔

جناب چیئرمین: سمیع اللہ صاحب! بات یہ ہے کہ میں نے ہر مقرر کے لئے دس منٹ رکھے ہیں جبکہ نولاٹیا صاحب نے 20 منٹ بات کی ہے حالانکہ 10 منٹ ایک مقرر کے لئے رکھے ہیں۔ اب

میں جناب محمد وقاص صاحب کو دعوت دیتا ہوں۔

جناب محمد وقاص: الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین وآل آلہ وآصاحبہ اجمعین "سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ۔" صدق اللہ مولنا العظیم۔ جناب چیئرمین! جب وزیر خزانہ صاحب نے 14۔جون کو اپنا بجٹ پیش کیا اور بجٹ تقریر کی تو وہ 08-2007 کے بجٹ سے زیادہ پچھلے پانچ سال کی ان کی کارکردگی تھی اور یہ ان کے زیبا بھی ہے اور اس لحاظ سے یہ اس ایوان کا اعزاز بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس حکومت کو پورے پانچ سال دیئے اور ان کو وسائل اور ذرائع دیئے اور اگر یہ کوشش کرتے اور اپنے ان وسائل اور ذرائع کو استعمال کرتے تو پنجاب کے اندر ایک انقلاب لا سکتے تھے۔ ان پانچ سالوں کا اگر میں تجزیہ کروں تو ایک اندازے کے مطابق تعلیم، صحت اور ترقی یافتہ کاموں کی مد میں کم و بیش 7 کھرب روپے خرچ کرنے کا حکومت کا دعویٰ ہے لیکن بر سر زمین اگر آپ حقائق کو دیکھیں کہ ان پانچ سالوں میں مہنگائی کی کیا صورتحال ہوئی ہے، غربت کی کیا صورتحال ہوئی ہے، بے روزگاری کی کیا صورتحال ہوئی ہے اور پنجاب کے اندر امن و امان کی کیا صورتحال ہے؟ تو نظر یوں آتا ہے کہ اتنا بڑا سرمایہ اور اتنی خطیر رقم گویا ضائع ہو گئی ہے اور بر سر زمین اس کی ہمیں کوئی صورتحال نظر نہیں آتی۔

جناب چیئرمین! ایک یہ بات کہی جاتی ہے کہ آج اس سال یعنی ہمارا جو مالی سال ہے، پاکستان میں فی کس آمدن 946 ڈالر ہے اور اگر اس آمدن کو سالانہ سے ماہانہ تقسیم کریں تو پاکستانی روپے میں ہر ایک فرد کو -/4600 روپے ملنے چاہئیں اور اگر پانچ افراد کی فیملی ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے ماہانہ -/2200 ہزار روپے ملنے چاہئیں لیکن جب آپ کسی غریب آدمی سے جس کے گھر کے پانچ افراد ہوں تو اس سے بات کریں کہ تمہیں -/2200 روپے ملنے چاہئیں تو وہ آپ کو اور مجھ سے کہے گا کہ تم تو مجھ سے ایک سنگین مذاق کر رہے ہو لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ اعداد و شمار بالکل درست ہیں اور وہ اس لئے درست ہیں کہ پاکستان کے اندر اتنے وسائل موجود ہیں کہ اگر انہیں منصفانہ طریقے سے تقسیم کیا جائے، ان میں ہر ایک شخص کو یکساں مواقع دیئے جائیں تو ہر ایک آدمی کو ہر پانچ افراد کی فیملی کو ماہانہ 20/22 ہزار روپیہ دیا جا سکتا ہے لیکن پاکستان کے سارے وسائل پر 2 فیصد طبقہ قابض ہے اور باقی 98 فیصد عوام بھوکے مر رہے ہیں، وہ فاقہ کشی کر رہے ہیں اور وہ خودکشیوں پر مجبور ہیں اس لئے کہ سرمایہ دار، جاگیر دار، ملٹری و سول بیوروکریسی پاکستان کے وسائل پر قابض ہو گئی ہے۔ لینڈ مافیا پاکستان کے وسائل پر قابض ہو گیا ہے اور وہ پاکستان کے عوام کو

جینے نہیں دے رہا۔

جناب چیئرمین! گزشتہ پانچ سالوں میں اگر میں صحت کی مد کو لوں تو 30۔ارب روپے سے زیادہ اس صوبے میں صحت کی مد میں خرچ کیا گیا ہے لیکن آپ نے اسی ایوان میں ایک تحریک التواء کو discuss کیا کہ ایک غریب آدمی کے دو بچوں کو سانپ نے ڈس لیا اور وہ بے چارہ شیخوپورہ سے لے کر لاہور تک ہر ہسپتال میں مارا مارا پھرتا رہا اور بالآخر اس کے دونوں بچے سانپ کے ڈسنے کی وجہ سے مر گئے لیکن کسی ہسپتال میں اس کے لئے ویکسینیشن نہیں تھی۔30۔ارب روپیہ ہم نے ضائع کر دیا۔ میں اپنے حلقہ انتخاب کی بات کرتا ہوں کہ اس کی 10 لاکھ آبادی ہے لیکن یہاں کوئی ایک بھی سرکاری ہسپتال نہیں ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، محترمہ!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب چیئرمین! ایک طرف تو ہم فری ایمرجنسی سروسز میں ہر ایک چیز مہیا کر رہے ہیں anti-snake venhom پاکستان میں available نہیں ہوتا اور وہ باہر سے آتا ہے اور اس وقت shortage تھی تو it was just by chance اور اس پر یہ کیا کہہ گئے مگر یہ سی ٹی سکین، ایم آر آئی اور دوسری چیزیں ہم مفت فراہم کر رہے ہیں۔یہاں پر دو دو لوگوں کو ہارٹ اٹیک ہوئے اور میں خود انہیں ہسپتال لے کر جاتی رہی اور انہیں فری سروسز مہیا کرتے رہے۔[******]

جناب چیئرمین: محترمہ فرزانہ صاحبہ! آپ تقریر میں مداخلت نہ کریں۔یہاں پر انہیں حق حاصل ہے کہ وہ جو بات کرنا چاہتے ہیں وہ کہیں۔اس ایوان میں اس قسم کے الفاظ بھی استعمال نہیں کرنے چاہئیں۔ کسی ممبر کے متعلق ایسی بات نہیں کہنی چاہئے تو میں ان کے یہ الفاظ حذف کرتا ہوں۔وہ بات کر رہے ہیں تو آپ بھی اور ان کے ساتھی بھی سن رہے ہیں اور پریس بھی سن رہا ہے کہ کیا سچ ہے اور کیا غلط ہے تو یہ آپ ان پر چھوڑیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب چیئرمین آپ اس طرح فیصلہ نہ کریں اور اگر کوئی اس طرح چرب زبانی سے آپ کو جھوٹ موٹ بتا دے تو آپ ہمارے کئے پر پانی پھروا رہے ہیں۔ ہم

---

* بحکم جناب چیئرمین الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

عوام کو کیا بتائیں، جو دن رات ہم محنت کرتے ہیں؟ وہ آرام سے آتے ہیں اور تنخواہیں لے کر گھر چلے جاتے ہیں۔ جو رات دن ہم ہسپتالوں میں visit کرتے ہیں اس کا بھی تو خیال کریں۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

جناب ارشد محمود بگو: گزارش یہ ہے کہ ایک تو ڈاکٹر فرزانہ نذیر کو یہ بتائیں کہ جب Chair بول رہی ہو اور کوئی بات کر رہی ہو تو خاموشی سے سنتے ہیں۔ آپ نے دیکھا کہ آپ انہیں کہہ رہے ہیں کہ خاموش ہو جائیں لیکن وہ مسلسل بولتی جا رہی ہیں تو صبح سپیکر صاحب نے چودھری ظہیر صاحب کو کہا ہے کہ انہیں کہیں کہ یہ وزیر خزانہ نہیں ہیں بلکہ یہ ہیلتھ پارلیمانی سیکرٹری ہیں۔ ان کی بھی حالت یہ ہے کہ کسی ہسپتال میں جائیں تو وہ وہاں سے ان کو نکال دیتے ہیں کہ چلیں بی بی! آپ باہر جائیں۔ کم از کم یہ کچھ تو خیال کریں۔

جناب چیئرمین: جی، وقاص صاحب!

جناب محمد وقاص: جناب چیئرمین! اگر میں اپنی محترمہ بہن کی بات کا جواب دینا چاہوں تو دے سکتا ہوں لیکن ان کی دماغی حالت دیکھ کر میں ان سے عرض کر رہا ہوں۔ میں اپنی بات کو جاری رکھتا ہوں کہ اس ایوان میں یہ بات آئی تھی الحمد للہ میں سچا آدمی ہوں اور جھوٹ نہیں بولتا اور اس ایوان میں وزیر موصوف نے اس کو admit کیا تھا لیکن میں اسے مزید آگے نہیں بڑھاتا۔ میں اپنے حلقہ انتخاب کی بات کر رہا تھا کہ واہ کینٹ اور ٹیکسلا جہاں سے میں منتخب ممبر ہوں کہ اس پورے حلقے میں کوئی سرکاری ہسپتال نہیں ہے تو آپ اس سے اندازہ لگا لیں کہ پنجاب کے اندر ہم اربوں روپیہ خرچ کر رہے ہیں لیکن اس کی out put کیا ہے؟

جناب چیئرمین! اس وقت پولیس پر پانچ سالوں میں ایک کھرب روپے خرچ کئے گئے ہیں۔ 20۔ارب روپیہ سالانہ اور اس سال 29۔ارب روپے کم و بیش ایک کھرب روپیہ پنجاب کی پولیس پر خرچ کیا گیا ہے لیکن آپ دیکھیں کہ اسی پنجاب کے اندر ڈکیتیاں، چوریاں اور پنجاب کے اندر یہ بھی واقعہ ہم نے دیکھا اور تاریخ میں شاید پہلا ہو کہ جیل کے اندر ججوں کو مار دیا گیا، کچہریوں کے اندر فائرنگ ہوتی رہی، عدالتوں کے اندر ملزموں نے دوسرے لوگوں کو مار دیا۔ پنجاب کی صورتحال یہ ہے کہ یہاں وزراء کے گھروں میں چوریاں ہوئیں اور ان سے گاڑیاں چھینی گئیں۔

یہاں پنجاب میں چودھری پرویز الٰہی کی حکومت ہے تو صدر پاکستان پر دو دفعہ قاتلانہ حملہ بھی ہوا۔یہ پنجاب کی امن وامان کی صورتحال ہے جس پولیس پر آپ ایک کھرب روپیہ خرچ کر رہے ہیں اور ان پولیس والوں کو سیاسی کارکنوں [*****]

جناب چیئرمین: یہ الفاظ کارروائی سے حذف کئے جاتے ہیں۔

جناب محمد وقاص: کوٹ لکھپت جیل میں پیپلز پارٹی کے کارکن اسی تشدد کے نتیجے میں فوت ہوئے ہیں۔اسی لاہور میں جب ایک سیاسی کارکن کو پکڑنے گئے اور وہ نہیں ملے تو ان کی بہن اور والدہ کو اٹھا کر جیل میں لے گئے اور جس کو چاہتے ہیں اس کی عزت اٹھا لیتے ہیں یہ پولیس انہوں نے پالی ہی اسی لئے ہے کہ اس سے سیاسی انتقام لیا جائے اور اس کے ذریعے اپنے اقتدار کو زیادہ مضبوط کیا جائے۔

جناب چیئرمین! میرا جو حلقہ انتخاب ہے میں پھر اس کی طرف آتا ہوں 1986 میں 120 کانسٹیبل کی پوسٹیں انہوں نے رکھی تھیں آج تک وہی ہیں لیکن مزے کی بات یہ ہے کہ آج بھی ان میں 30 پوسٹیں خالی ہیں یہ پھر کیسے امن وامان قائم کر سکتے ہیں، یہ کیسے چوریاں اور ڈکیتیاں روک سکتے ہیں۔یہ پولیس کو سیاسی طور پر استعمال کرتے ہیں اور جو اس کی کمی ہے اس کو پورا نہیں کرتے اور عوام کو انہوں نے ڈاکوؤں اور چوروں کے ہاتھ میں دے دیا ہے۔

جناب سپیکر! تعلیم پر اس سارے عرصہ پانچ سال میں 60۔ارب روپے کے لگ بھگ missing facilities اور سکولوں کی اپ گریڈیشن کے نام پر خرچ ہوا ہے لیکن میرے ساتھ چلیں میں آپ کو اپنے حلقہ انتخاب میں اور ضلع راولپنڈی میں سکولوں کی ایسی عمارتیں دکھاؤں گا جن کی چھتیں گر رہی ہیں اور ان کے نیچے بچے پڑھ رہے ہیں۔ایسے سکولوں کی نشاندہی کروں گا جن کی چار دیواری ہے، ایسے کالجز اور سکولوں کی نشاندہی کروں گا جہاں بچوں کے لئے ٹائلٹ و باتھ ہیں، جہاں پینے کے لئے پانی ہے اور نہ ہی جہاں پر بجلی ہے لیکن یہ پیسا کہاں خرچ ہو رہا ہے؟ پھر اگر یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس سال 21۔ارب روپیہ تعلیم کے لئے رکھا ہے لیکن پنجاب بھر کے ٹیچرز سڑکوں پر آئے ہوئے ہیں اور سراپا احتجاج ہیں وہ کہتے ہیں کہ پچھلے سال انہوں نے بجٹ پر ہمارے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ ہم الاؤنس دیں گے لیکن وہ آج تک نہیں دیا۔اس کے نتیجے میں لاکھوں بچوں کا امتحان رہ گیا ہے اور 20 لاکھ بچوں کا امتحان رہ گیا ہے اور ان کا سال ضائع ہونے کا خدشہ ہے لیکن ہماری

* بحکم جناب چیئرمین الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

حکومت ہے کہ اس میں سب اچھا ہے اور اچھی ہوائیں چل رہی ہیں اور یہ اگلا انتخاب جیتنے کی باتیں کر رہے ہیں۔

میرے انتہائی محترم جناب چیئرمین! میں آج آخری بجٹ کے موقع پر یہ بات بھی ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ چودھری پرویز الٰہی اور ان کے خاندان کے بارے میں سنا تھا کہ یہ بڑی رواداری فیملی ہے ان کے اندر اور ان کی سیاست میں بڑی رواداری ہے اور یہ لوگوں کو ساتھ لے کر چلتے ہیں لیکن انہوں نے مجھے براہ راست سیاسی انتقام کا نشانہ بنایا۔ پانچ سال میں ایک پیسا اور ایک پائی بھی ترقیاتی فنڈ کے لئے مجھے جاری نہیں کیا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ چودھری پرویز الٰہی صاحب ضمنی الیکشن میں آئے تھے اور انہوں نے اپنے candidate کے حلقے میں اس کے حق میں جلسہ کیا تھا اور دس کروڑ گرانٹ کا اعلان بھی کیا تھا لیکن ان کی بدقسمتی کہ وہ candidate ہار گیا اور انہوں نے وہاں سے منہ موڑ لیا اور ابھی جب جنرل پرویز مشرف صاحب تین چار مہینے پہلے ٹیکسلا گئے تو پرویز الٰہی صاحب نے وہاں جا کر پھر اپنا وہی گلا دہرایا کہ میں پہلے بھی آیا تھا اور آپ نے میرے candidate کو ووٹ نہیں دیا تھا جبکہ میں نے آپ کو بہت ساری گرانٹیں بھی دی تھیں۔ اپنے دل پر انہوں نے وہ بات لے لی اور اس کے نتیجے میں پانچ سال تک میرے ترقیاتی فنڈ روکے لیکن میں ریکارڈ کے لئے یہ بات کہنا چاہتا ہوں اور میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں اپنے حلقے کی عوام کو کہ انہوں نے پنجاب بھر میں ضمنی الیکشن میں پندرہ سیٹوں پر الیکشن ہو رہا تھا چودہ سیٹوں پر (ق) لیگ جیتی تھی لیکن ایک پر مجھے جتایا اور اپنے باشعور ہونے کا ثبوت دیا۔ الحمد للہ وہ باشعور عوام اب بھی حقائق کو مد نظر رکھے گی اور انشاء اللہ فیصلہ حق اور انصاف کا ہو گا۔

جناب سپیکر! میں اپنی بات کو آخری touch دیتا ہوں اور آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ 14۔ تاریخ کو جب بجٹ سیشن کا افتتاح ہو رہا تھا تو قاری صداقت صاحب نے قرآن پاک کی ایک آیت تلاوت کی۔ سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ یُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۔ عنقریب یہ جتھہ شکست کھائے گا اور پیٹھ پھیر کر بھاگے گا۔ انشاء اللہ۔ وما علینا الا البلاغ۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: پوائنٹ آف آرڈر

جناب چیئرمین: جی، محترمہ!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب چیئرمین! قرآن پاک کی آیت specially نبی اکرم ﷺ پر اتری تھی۔ یہ کون ہوتے ہیں کہ ادھر direct کر دیں یا ادھر direct کر دیں انہیں

سمجھائیں اسلام کے بارے میں۔یہ اسلام کے جانشین اور ٹھیکیدار نہیں ہیں۔

سید احسان اللہ وقاص: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، شاہ صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: جناب چیئرمین! قرآن حکیم میں آتا ہے لَعْنَتَ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ اب یہ قرآن شریف کی آیت ہے اب اس کو تو یہ نہیں نکال سکتے جب جھوٹ بولتے ہیں تو لَعْنَتَ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ تو ہوگا اس میں اب ان کو اس بات پر کیا اعتراض ہے۔قرآن شریف میں جو لکھا ہوا ہے وہ ہم پڑھتے ہیں اس پر ان کو تکلیف ہونا شروع ہو جاتی ہے۔صورتحال یہ ہے کہ ہیلتھ منسٹری کی جو حالت تھی وہ اتنی ناگفتہ بہ تھی کہ چیف منسٹر مجبور ہو گیا اس کا منسٹر چینج کیا اب ان کو تو وہ چینج کر نہیں سکتے۔

جناب چیئرمین: شاہ صاحب! تشریف رکھیں۔۔۔

سید احسان اللہ وقاص: ان کو تو وہ چینج کر نہیں سکتے کیونکہ یہ پارلیمانی سیکرٹری ہیں اس لئے انہوں نے بطور تحفہ پنجاب اسمبلی کے لئے رکھا ہوا ہے وہ منسٹر کو چینج کر سکتے تھے وہ انہوں نے کر دیا لیکن اب یہ تحفہ ہمارے نصیب میں رکھا ہے اللہ کرے جب اسمبلی ختم ہو گی تو اس تحفے سے ہماری بھی جان چھوٹ جائے گی۔

جناب چیئرمین: جی، چودھری طالب حسین! محترمہ! آپ تشریف رکھیں یہ بجٹ پر تقریریں ہو رہی ہیں مذہب پر نہیں۔

چودھری طالب حسین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب چیئرمین! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے تقریر کرنے کا موقع دیا۔میں چودھری پرویز الٰہی صاحب اور ان کی ٹیم اور خاص طور پر وزیر خزانہ حسنین بہادر دریشک صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے پنجاب کا ایک متوازن اور عوام دوست پانچواں بجٹ پیش کیا ہے۔یہ اس وژن کا تسلسل ہے جو چودھری پرویز الٰہی نے پنجاب کے عوام کے ساتھ commitment کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ میں اپنے پنجاب کو "پڑھا لکھا پنجاب" اور "خوشحال پنجاب" بناؤں گا اس حکمت عملی سے اور تسلسل کے ساتھ اپنے بجٹ میں وہ ترقیاتی سکیمیں ڈالتے رہے جس سے پنجاب میں آج غربت کے خاتمے کا عندیہ ہے کہ غربت میں کمی ہو رہی ہے اور پنجاب کے ہر شعبہ ہائے زندگی میں نمایاں ترقی ہو رہی ہے۔

جناب چیئر مین! میں آپ کو بتانا چاہوں گا کہ وہ ترجیحات جو قائد ایوان نے سب سے پہلے طے کی تھیں وہ تعلیم، صحت، زراعت اور صنعت تھیں۔ میں باری باری یہ بتانا چاہوں گا کہ کیسی حکمت عملی بنا کر پنجاب کو ترقی کے راستے پر گامزن کر دیا گیا ہے۔ میں یہ خوشی سے بتانا چاہوں گا کہ پنجاب میں ان سکولوں کو جن میں بچے نہیں جاتے تھے آج وہاں پر شرح خواندگی 62 فیصد تک پہنچ چکی ہے اور وہ سکول جن کی چار دیواریاں، پینے کا پانی، بجلی اور چھت مہیا نہیں تھی آج 63 ہزار سے زیادہ سکولوں کو وہ سہولتیں میسر ہو چکی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ پنجاب میں بہت زیادہ سکول اپ گریڈ کر کے تعلیم کے وہ مواقع پنجاب کی عوام کو ان کے گھروں اور گاؤں میں فراہم کرنے کے لئے تمام اقدامات کئے جا چکے ہیں۔

جناب چیئر مین! پنجاب کا قائد عوام چوہدری پرویز الٰہی نے ''پڑھا لکھا پنجاب'' کا خواب دیکھا تھا آج وہ خواب ایک حقیقت بنتا ہوا نظر آ رہا ہے میں داد تحسین دیتا ہوں ایسے visionary leadership کو کہ جنہوں نے پنجاب کی ترقی کے لئے جو سب سے پہلے ضروری چیز سمجھی وہ تعلیم کا شعبہ تھا اور اس کے بعد ہماری 70 فیصد آبادی جو دیہات میں رہتی ہے ان کے لئے زراعت کے شعبے کو ترقی دی ان کسانوں کو ترقی دی جن پر ساڑھے بارہ ایکڑ سے کم پر ٹیکس لگا ہوا تھا وہ واپس لے کر ان کی حوصلہ افزائی کی اور پٹواری کلچر سے نہری پانی کا فلیٹ ریٹ کر کے چھٹکارا دیا اس کرپشن کو روکا جو پٹواری کرتے تھے۔ میں اس سے آگے چلتے ہوئے یہ کہوں گا کہ ہیلتھ کے شعبے میں پنجاب حکومت نے بہت زیادہ ریفارم کی اور آج الحمد للہ دیہی آبادی میں ڈاکٹر موجود ہیں، ادویات مل رہی ہیں، ایمرجنسی میں دوائی مفت مل رہی ہے اور اب پورے پنجاب میں یہ نظر آ رہا ہے کہ صحت priority کی بنیاد پر چوہدری پرویز الٰہی نے ہر کسی کو یہ سہولت مہیا کر دی ہے۔

چوتھی اہم جو بات ہے وہ صنعتی ترقی ہے جو چوہدری پرویز الٰہی نے مزدور کو مزدوری دینے کے لئے، ہنر مند کو اس کی اجرت دینے کے لئے سندر سٹیٹ لاہور میں بنائی جو ایک مثالی کارنامہ ہے جس سے لاکھوں لوگوں کو روزگار ملا ہے۔

جناب چیئر مین! ان پانچ سالوں میں چوہدری پرویز الٰہی نے بیروزگاروں کو روزگار دیا۔ لاہور میں ایمرجنسی ریسکیو 1122 بنائی جس سے لاہور میں بڑا ریلیف ہوا، ٹریفک وارڈن بنا اور میگا پراجیکٹ، رنگ روڈ جس کی بڑے عرصہ سے ضرورت تھی اس کی بھی تعمیر شروع کرائی یہ ان کا ایک عظیم کارنامہ ہے جو آنے والے لوگ ہمیشہ اسے یاد رکھیں گے۔

جناب چیئرمین! اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بات بڑی خوشی سے بتانا چاہتا ہوں کہ چودھری پرویزالہیٰ نے داروغہ والا سے واہگہ بارڈر تک جو جی ٹی روڈ بنائی وہ ہمارا بھارت کے ساتھ وہ راستہ بحال کر دیا جو شیر شاہ سوری صاحب نے جو راستہ بنایا تھا آج وہ بحال ہو گیا اور اس کے جانشین چودھری پرویزالہیٰ ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین! میں آپ کے علم میں یہ بھی لانا چاہوں گا کہ چودھری پرویزالہیٰ نے جو گرین پروگرام شروع کیا ہے وہ بڑا احسن اور قابل تحسین ہے جس سے آج pollution سے چھٹکارا مل رہا ہے۔ وہ شہر جو بیماریوں اور polluted air سے بھرا ہوا تھا آج الحمدللہ صاف، شفاف اور تازہ ہوا میں ہم سانس لے رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! میں یہ دعوے سے کہتا ہوں کہ جس استحکام، دلیری، جرأتمندی اور حکمت عملی سے چودھری پرویزالہیٰ اپنے پنجاب کی عوام کو خوشحالی اور ترقی کی طرف لے کر گئے ہیں اس کی مثال نہیں ملتی۔ ہزاروں مخالفین نے ان کے راستے روکے، ہزاروں تنقیدیں کی گئیں۔ ہر سال بجٹ کے موقع پر الفاظ کا گورکھ دھندہ بجٹ کو کہا گیا لیکن مخالفین ناکام ہوئے اور چودھری پرویزالہیٰ کامیاب ہوا جس نے عوام کو آج ترقی کے راستے پر گامزن کیا اور غربت کے خاتمے میں قدم بڑھایا۔ میں یہ کہنا چاہوں گا کہ ہم پنجاب کے لوگ اور خاص طور پر لاہور کے چودھری پرویزالہیٰ کے ان اقدامات کی بھرپور تائید اور تصدیق کرتے ہیں کہ انشاءاللہ آنے والا کل پنجاب کی عوام کے لئے ایک خوشحالی اور پڑھے لکھے پنجاب کا پیغام ہے۔ شکریہ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین: جناب نفیس احمد انصاری صاحب، ان کے بعد اپوزیشن کے کسی بھی معزز ممبر کا میرے پاس اور کوئی نام نہیں ہے۔ اگر اپوزیشن کی طرف سے کسی اور صاحب نے تقریر کرنے کے لئے نام دینا ہو تو وہ دے سکتے ہیں۔

بابو نفیس احمد انصاری: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب چیئرمین! پنجاب کی تاریخ کا اس سال کا بجٹ 350- ارب روپے سے زیادہ ہے۔ ہمارے خوبصورت وزیر خزانہ نے بڑی خوبصورت تقریر کی اور الفاظ کے گورکھ دھندوں سے یہ ثابت کیا کہ یہ ایک تاریخی بجٹ ہے اور اس میں ترقیات کے لئے بہت کچھ رکھا گیا ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ پولیس کو پہلے کے معاملات میں تقریباً 30- ارب روپے سے نوازا گیا ہے لیکن پچھلے سال کی اس کی کارکردگی دیکھیں تو وہ انتہائی مایوس کن ہے۔ میں اپنے شہر کی مثال دیتا ہوں کہ جہاں سٹریٹ کرائمز میں اتنا اضافہ ہو گیا ہے کہ روز آئے

دن وارداتیں ہو رہی ہیں لیکن ان کا سراغ تک نہیں ملتا۔ سب سے بڑی واردات اس حد تک ہوئی کہ خصوصی عدالت کے جج پر قاتلانہ حملہ ہوا جس میں تین اہلکار شہید ہوئے لیکن اس کا آج تک پتا نہیں چلا۔ کتنے ظلم کی بات ہے کہ ہم لوگ سول سوسائٹی میں رہتے ہیں، شہری شعور اتنا بڑھ گیا ہے لیکن اس کے باوجود کہ ایک شہر میں ایک بم دھماکہ ہوتا ہے لیکن اس کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا اور اس کی تفتیش پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچتی۔

جناب چیئرمین! میں گزارش کرتا ہوں کہ آج کا عام شہری مہنگائی کی سخت لپیٹ میں ہے۔ آج کی اشیاء کو اگر پچھلے سال کی اشیاء سے تقابل کریں تو مہنگائی سو فیصد سے بھی زیادہ بڑھ گئی ہے۔ میں صرف چینی کی مثال دیتا ہوں کہ وہ -/50 روپے فی کلو تک پہنچی۔ اس کے علاوہ پچھلے سال -/45 روپے فی کلو گرام گھی ملتا تھا لیکن اس وقت -/90 اور -/100 روپے کے درمیان اس کی فی کلو گرام قیمت ہو رہی ہے اور سٹاکسٹ جو ہے وہ اس کو اور جمع کرتا جا رہا ہے۔ اس طرح دالیں اور دوسری روزمرہ کے استعمال کی اشیاء جتنی بھی ہیں وہ ایک غریب عوام کی دسترس سے باہر ہو رہی ہیں۔ ایک ویلفیئر سٹیٹ کے لئے ایک بنیادی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ اس کے لئے کوئی فنڈ فراہم کرے، چیک اینڈ بیلنس رکھے اور مہنگائی پر کنٹرول کرے لیکن مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ حکومت پنجاب اس سلسلے میں بری طرح ناکام ہو چکی ہے اور آئے دن ذخیرہ اندوزوں پر کوئی کڑی نظر رکھے ہوئے ہے اور نہ ہی کسی اور چیز پر جس کی وجہ سے جو ذخیرہ اندوز ہیں وہ کروڑوں سے ارب پتی ہوتے جا رہے ہیں اور غریب عوام پس رہی ہے۔ میری حکومت پنجاب سے یہ اپیل ہو گی کہ مہنگائی کو کنٹرول کرنے کے لئے خصوصی توجہ دی جائے تاکہ عام آدمی زندہ رہ سکے۔

جناب چیئرمین! دوسرا مسئلہ عام یہ ہے کہ بے روزگاری نے اس ملک کو سخت ترین طریقے سے اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اس حد تک کہ ہماری جو نجکاری پالیسی ہے وہ بھی انتہائی خطرناک ہے۔ میں ملتان کی ایک مل کی مثال دیتا ہوں کہ وہاں ایک فرٹیلائزر فیکٹری تھی جو ایک کھرب روپے کی مالیت کی تھی اسے 14۔ارب روپے میں دے دیا گیا ہے اور اس میں نجکاری کمیشن نے جو کیش پے منٹ وصول کی وہ صرف 4.5۔ارب روپے ہے۔ یہ ظلم اس حد تک ہو رہا ہے کہ یہ فیکٹری جس شخص نے خریدی ہے وہ اس وقت ضلع کونسل کا ناظم ہے لیکن حد یہ ہے کہ وہاں چھ ہزار مزدور کام کرتے تھے لیکن صورتحال اب یہ ہے کہ مستقل مزدوروں کی تعداد صرف 200 کے قریب ہے۔ ڈیلی ویجز پر لوگ رکھے جا رہے ہیں۔ وہاں آج کل مہنگائی کے دور میں -/70 روپے ڈیلی

دیئے جارہے ہیں۔ کتنے ظلم کی بات ہے اور وہ ارب سے کھرب پتی بن رہے ہیں۔ اس کے علاوہ نہ صرف یہ بلکہ موجودہ حکومت نے کمال مہربانی پر اس پر اتنا رحم کیا ہے کہ عارف حبیب گروپ اور فاطمہ گروپ آف انڈسٹری صادق آباد میں ایک مل لگارہے ہیں جنھوں نے وعدے کے مطابق 2006 میں اپنا کام شروع کرنا تھا لیکن ابھی تک انھوں نے کام شروع نہیں کیا ہے اور وزیراعظم نے انہیں relaxation دی ہے، یہ بھی انتہائی ایک ظلم کا مقام ہے کہ ان نجکاروں کو ہمارے اوپر مسلط کیا جارہا ہے اور یہ اربوں روپیہ کمارہے ہیں اور یہ اربوں روپیہ ملک سے باہر جارہا ہے۔ یہ غور طلب بات ہے۔ ان کا بھاگتے ہوئے پتا بھی نہیں چلنا۔ میری گزارش یہ ہے کہ نجکاری پالیسی پر نظر ثانی کی جائے۔

جناب چیئرمین! میری اگلی گزارش یہ ہوگی کہ ملتان اس وقت سیوریج کے گندے پانی میں ڈوب رہا ہے۔ صورتحال اتنی مخدوش ہے کہ فنڈز جتنے بھی آتے ہیں وہ خورد برد ہو جاتے ہیں یا وہ مکمل طور پر استعمال نہیں ہوتے۔ بدقسمتی یہ ہے کہ ملتان شہر کے ایم این ایز اور ایم پی ایز کی اکثریت کا تعلق اپوزیشن سے ہے اور اپوزیشن کو آپ کی طرف سے کوئی فنڈز نہیں ملے لیکن ظلم یہ ہے کہ جو فنڈز ہمارے نام پر استعمال ہوئے وہ ہمارے حلقوں میں نہیں ہوئے بلکہ دوسرے حلقوں میں ہوئے جس کی تحقیق ہونا بہت ضروری ہے اور میں آپ کی وساطت سے حکومت پنجاب سے یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ ہمارے فنڈز کی تحقیق کی جائے کہ ان فنڈز کا استعمال اگر ہوا ہے، پہلے تو ہوا نہیں، وہ رقم خورد بُرد ہوئی ہے اور اگر ہوا ہے تو کس جگہ ہوا ہے اور اس میں کتنی کمیشن ہوئی ہے؟

جناب چیئرمین! sanitation کی غلط منصوبہ بندی کی وجہ سے جس طرح میں نے گزارش کی کہ میرا اپنا حلقہ 70 فیصد گندے پانی میں ڈوبا ہوا ہے اور پانچ سے چھ فٹ تک پانی وہاں کھڑا رہتا ہے جس سے ہیپاٹائٹس جیسی بیماریاں پھیل رہی ہیں۔ وہاں پانچ سے چھ فٹ تک پانی کھڑا رہتا ہے۔ جس سے Hepatitis جیسی بیماریاں پھیل رہی ہیں، گیسٹرو کی بیماریاں پھیل رہی ہیں لیکن اس پر کوئی توجہ نہیں دی جارہی حالانکہ وہاں پر تین ادارے کام کررہے ہیں۔ ضلعی حکومت کے علاوہ وہاں پر ایم ڈی اے بھی ہے، وہاں پر واسا بھی ہے لیکن یہ تینوں ادارے بری طرح ناکام ہو چکے ہیں۔ لہذا میری وزیر خزانہ سے گزارش ہوگی کہ اس معاملے میں خصوصی طور پر فنڈز فراہم کئے جائیں اور یہ فنڈز ضلع کونسل کو نہ دیئے جائیں بلکہ یہ فنڈز صوبائی حکومت کے تحت کسی ایماندار شخص کے ذریعے خرچ کئے جائیں۔

حضور والا! ضلعی نظام میں جو یونین ناظمین ہیں وہ اتنی کرپشن کر رہے ہیں کہ جس کا حساب کوئی نہیں ہے۔ چار چار دفعہ payments ہو گئی ہیں جبکہ کام ایک دفعہ بھی نہیں ہوا۔ یونین کونسل کے ناظم نے اس کی علیحدہ payment کی ہے، نائب ناظم نے علیحدہ کی ہے، ایم پی اے فنڈز سے علیحدہ payment ہوئی ہے، ایم این اے فنڈز سے payment ہوئی ہے اور اس کے علاوہ خصوصی فنڈز بھی دیئے گئے ہیں۔ یعنی پانچ پانچ جگہ payments ہوئی ہیں لیکن موقعے پر کوئی کام نہیں ہوا۔ میں نے اس سلسلے میں محکمہ انسداد رشوت ستانی سے رجوع کیا ہے جہاں پر کیس pending ہے۔ میری گزارش ہو گی کہ اس حوالے سے حکومت پنجاب ایک اعلیٰ سطحی کمیشن قائم کرے جو کہ ملتان شہر کے ترقیاتی فنڈز کا خصوصی آڈٹ کرے تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو سکے۔

جناب والا! میں ایجوکیشن کے حوالے سے بات کرتے ہوئے عرض کروں گا کہ ایجوکیشن کی صورتحال بہت گندی ہے۔ میرے شہر میں، خصوصی طور پر میرے حلقے میں اکثر سکولوں کی بجلی due to non-payment of electricity bills منقطع ہے۔ ہماری بچیاں دور دراز کے علاقوں کے سکولوں میں پڑھنے کے لئے جاتی ہیں۔ موجودہ حکومت نے اپنے پانچ سالہ دور میں وہاں ایک بھی سکول قائم نہیں کیا اور خاص کر بچیوں کا کوئی سکول قائم نہیں کیا گیا۔ بچیوں کا سکول وہاں کی ایک بنیادی ضرورت ہے لہذا میری گزارش ہو گی کہ وہاں پر بچیوں کی تعلیم کے لئے ایک اعلیٰ اور معیاری سکول قائم کرنے کے لئے خصوصی طور پر فنڈز مختص کئے جائیں۔

جناب والا! اسی طرح صحت کے شعبے میں بھی improvement کی ضرورت ہے۔ ہمارے ہاں نشتر میڈیکل کالج ہے جو کہ ایشیاء کا ایک بہت بڑا ہسپتال ہے لیکن اسے بہت کم فنڈز فراہم کئے گئے ہیں۔ میری گزارش ہو گی کہ اسے خصوصی طور پر مزید فنڈز عطا کئے جائیں تاکہ جو مریض وہاں آئیں، خاص کر غریب مریضوں کا مفت علاج ہو سکے۔ وہ آپ کی حکومت کو دعائیں دیں گے۔ یہ سہولتیں مہیا کرنا آپ کا فرض ہے۔

جناب والا! آج سے چھ سال پہلے وہاں ایک Judicial Complex بننا تھا جس کے verbally funds allocate کئے گئے تھے۔ اس کے لئے زمین بھی مختص کر دی گئی تھی لیکن ابھی تک ہمارے اس Judicial Complex کا مسئلہ حل نہیں ہوا۔ نہ ہی اس کے لئے فنڈز ملے ہیں جس کی وجہ سے ہماری ڈسٹرکٹ کورٹس میں بہت سے مسائل ہیں۔ وہاں پر سول جج صاحبان

چھوٹے چھوٹے، باتھ روم سائز کے کمروں میں اپنا گزارہ کر رہے ہیں۔ میری یہ گزارش ہے کہ Judicial Complex کے لئے فنڈز فراہم کئے جائیں۔

(اذان مغرب)

بابو نفیس احمد انصاری: جناب چیئرمین! کیا حکم ہے؟ کیا میں اپنی تقریر continue رکھوں؟

جناب چیئرمین: آپ ایک دو منٹ میں wind up کر لیں۔

بابو نفیس احمد انصاری: جناب والا! شکریہ۔ حضور والا! میری گزارش یہ ہو گی کہ پاکستان کی گھریلو صنعت پارچہ بافی اس وقت شدید مشکلات کا شکار ہے۔ یہ سب سے بڑی گھریلو صنعت ہے جس سے لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں عوام کا روزگار وابستہ ہے۔ اس سلسلے میں میری یہ گزارش ہو گی کہ اس صنعت کو خصوصی طور پر قرضے فراہم کئے جائیں اور انھیں rebate پر بجلی فراہم کی جائے تاکہ وہ اپنا کاروبار جاری رکھ سکیں۔ بہت بہت شکریہ

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، ارشد محمود بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ صبح سید احسان اللہ وقاص صاحب نے ایک بڑے ہی اہم مسئلہ سلمان رشدی جسے برطانیہ حکومت نے "سر" کا خطاب دیا ہے کی طرف مبذول کروائی تھی۔ ہم مسلمان ہیں اتنے اچھے مسلمان بھی نہیں ہیں، درمیانے سے مسلمان ہیں لیکن حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہمارا جو تعلق ہے شاید وہ ہماری نجات کا ذریعہ بن جائے تو میری آپ کی وساطت سے وزیر قانون سے درخواست ہے کہ اس بارے میں ایک متفقہ قرارداد آنی چاہئے اور بڑے اچھے طریقے سے یہ پیغام برطانیہ حکومت کو جانا چاہئے۔ مغرب مسلمان کے ساتھ ڈائیلاگ نہیں کرنا چاہتا۔ وہ دن بدن ایسی situation create کر رہے ہیں کہ مسلمان اور ان کے درمیان کوئی خلیج پیدا ہو جائے۔

جناب چیئرمین: حکومتی اراکین نے صبح اس بات کا اظہار کیا تھا کہ وہ اس کی تائید کرتے ہیں تو میں یہ چاہوں گا کہ وزیر قانون صاحب اور حزب اختلاف کے دوست مل کر اس پر ایک مشترکہ قرارداد لے آئیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جی بہتر ہے، اس حوالے سے ہم لائحہ عمل طے کر لیتے ہیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب چیئر مین! یہاں پر جب شاہ صاحب نے اس حوالے سے فرمایا تو ہم نے ان کی تائید کی ہے لیکن میں عرض کروں گا کہ ان کی لندن میں بیٹھی ہوئی قیادت میاں نواز شریف اور محترمہ بے نظیر صاحبہ جب لندن میں جائیں تو وہاں پر سلمان رشدی اور برطانوی حکومت کے خلاف جلوس نکالیں۔

سید احسان اللہ وقاص: ٹھیک ہے لیکن میں اپنے حکومتی دوستوں سے کہوں گا کہ یہ لندن میں اپنے اتحادی الطاف حسین کے ساتھ مل کر سلمان رشدی کے خلاف جلوس نکالیں۔

جناب چیئر مین: اب نماز مغرب کے لئے 15 منٹ کا وقفہ کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلہ پر نماز مغرب کے لئے ہاؤس 15 منٹ کے لئے adjourn کر دیا گیا)

(اس مرحلہ پر وقفہ برائے نماز مغرب کے بعد جناب چیئر مین نذر فرید کھوکھر 7 بج کر 38 منٹ پر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئر مین: محترمہ زاہدہ سرفراز صاحبہ بجٹ پر بحث کریں گی۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب والا! پانچ منٹ انتظار فرمالیں معزز اراکین کو آنے دیں۔

جناب چیئر مین: آٹھ بجے ہاؤس بھی adjourn کرنا ہے۔ محترمہ! آپ شروع کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے بہبود آبادی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب چیئر مین! اجلاس کے شروع ہوتے ہی ارشد بگو صاحب نے کہا کہ زاہدہ سرفراز صاحبہ سے ان سب نے عظمیٰ بخاری صاحبہ کو بچا لیا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ کیا میں عظمیٰ بخاری صاحبہ کو لوٹنے جارہی تھی کہ انہوں نے عظمیٰ صاحبہ کو میرے سے بچا لیا۔ ان سے پوچھا جائے؟ دوسری بات یہ ہے کہ جب کسی کو چھیڑا جائے اور کہا جائے کہ آ بیل مجھے مار تو کیا بیل مارے گا نہیں۔ عظمیٰ صاحبہ نے پوسٹر اٹھا رکھا تھا مجھے اس بات کی بھی خوشی ہوتی اگر عظمیٰ صاحبہ بھی یہاں پر موجود ہوتیں اور پوری اپوزیشن بھی موجود ہوتی۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ ان سب بھائیوں کی غیرت کو کیا ہوا ہے۔

جناب چیئر مین: محترمہ! اس وقت ان میں سے کوئی موجود نہیں ہے آپ بجٹ پر تقریر کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے بہبود آبادی: جناب والا! ہمیں اس وقت بھی بات نہیں کرنے دی جاتی جب ہمارا سوال ہو رہا ہوتا ہے تو پھر ہم کب اپنی بات کریں۔ میں یہ عرض کروں گی کہ انہوں نے پوسٹر اٹھا رکھا تھا کہ "بے ضمیر و حیا کرو" یہ ہمیں جو کچھ بھی کہہ لیں ان کا کہنا سر آنکھوں پر اگر ہمیں

یہ بے حیا کہیں تو آپ یہ بتائیں کہ یہ ہم کس طرح سے برداشت کر سکتے ہیں۔ صاحب چلیں میں بجٹ ہی کی طرف آ جاتی ہوں۔

جناب چیئرمین! جب -/150 روپے کے ترقیاتی بجٹ کا خوبصورت بجٹ کا جناب قاسم ضیاء، جناب ارشد بگو، سید احسان اللہ وقاص صاحب پر اتنا pressure پڑا ہے کہ آج ان کی تقریروں میں وہ گھن گرج تھی ہی نہیں جو پہلے ساڑھے چار سال سے موجود تھی۔ قاسم ضیاء صاحب نے کہا کہ میں نے پچھلی مرتبہ بھی کہا تھا کہ پولیس کو جو فنڈز دیا جارہا ہے یہ صرف اپوزیشن کو دبانے کے لئے دیا جارہا ہے۔ اپوزیشن ابھری ہی نہیں تو اس کو دبانے کی کیا ضرورت ہے۔ جو اپوزیشن پہلے ہی زمین کے ساتھ لگی ہوئی ہے ہم اس کو دبانے کے لئے اپنی طاقت کیوں استعمال کریں گے۔

جناب چیئرمین! میں سمجھتی ہوں کہ موجودہ پنجاب کی حکومت نے وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی کی سرپرستی میں 2002 کے بجٹ سے موجودہ ترقیاتی بجٹ اتنا بڑھا دیا ہے کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ ساڑھے چار سال کے طویل عرصے میں اللہ کے فضل سے یہ ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔ صوبہ پنجاب میں ساڑھے چار سالوں میں 2 لاکھ 32 ہزار افراد کو روزگار ملا۔ شرح خواندگی 42 فیصد سے بڑھ کر 67 فیصد ہو گئی اور ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی کا یہ عزم ہے کہ میں انشاء اللہ 2020 تک صوبے کو جہالت سے پاک کر دوں گا۔

جناب چیئرمین! موجودہ بجٹ میں تعلیم اور عام آدمی کی مالی امداد کی طرف خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ پچھلے ساڑھے چار سالوں میں صوبے میں 2 لاکھ 70 ہزار طلباء میں مفت کتابیں تقسیم کی گئی۔ 15 اضلاع میں 11 لاکھ طالبات میں 2 کروڑ 70 لاکھ روپے کے وظائف تقسیم کئے گئے۔ سکولوں کو 19۔ ارب روپے کی لاگت سے ضروری سہولتیں فراہم کی گئیں۔ 50 ہزار نئے ٹیچرز بھرتی کئے گئے اور وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی کا کہنا ہے کہ اگلے سال تک مزید 25 ہزار ٹیچرز بھرتی کئے جائیں گے۔

جناب چیئرمین! جہاں تک ریٹائرڈ سرکاری ملازمین کی رہائش کا مسئلہ ہے انہیں رہائش فراہم کرنے کے لئے منصوبہ زیر عمل ہے۔ کچی آبادی کے مکینوں کو 31۔ دسمبر 2007 تک تمام شہری سہولتیں دے کر regular کر دیا جائے گا اور انشاء اللہ تعالیٰ 31۔ دسمبر تک ان کچی آبادی کے مکینوں کو ان گھروں کا مالک بنا دیا جائے گا۔ اس طرح سے وہ بے گھری اور تکلیف کی زندگی سے گزر کر ان لوگوں میں شامل ہو جائیں گے جو گھروں کے مالک ہیں۔

جناب چیئرمین! یہ بات واضح ہے کہ مسلم لیگ (ق) کی حکومت نے ہمیشہ عوام کی امنگوں اور امیدوں کے مطابق tax free اور عوام دوست بجٹ پیش کیا۔ پچھلے ساڑھے چار سال وزیر اعلیٰ پنجاب چوہدری پرویزالٰہی کی سرپرستی میں عام آدمی کی مالی مدد، تعلیم اور روزگار کی فراہمی کے حوالے سے مثالی رہا۔ چوہدری پرویزالٰہی وزارت اعلیٰ کے لئے ایک طویل مدت سے home work کر رہے تھے چنانچہ جب انہوں نے اقتدار سنبھالا تو ان کے پاس ہر شعبے کے لئے حقیقت پسندانہ پروگرام موجود تھے اور اقتدار سنبھالتے ہی اس پر انہوں نے عملدرآمد شروع کر دیا۔ جہاں تک تعلیم کے شعبے کا تعلق ہے ان کے تعلیمی پروگرام کو پوری دنیا میں داد ملی ہے۔ تمام عالمی ادارے جو تعلیم سے تعلق رکھتے ہیں انہوں نے ان کے تعلیمی پروگرام کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ چین اور دیگر ممالک نے چوہدری پرویزالٰہی کے پروگرام سے استفادہ حاصل کیا ہے۔ جہاں تک صحت کا تعلق ہے انہوں نے ہسپتالوں میں عام آدمی کے حالات بہتر کئے ہیں۔ انہوں نے فائر بریگیڈ اور ہنگامی امداد کے مراکز قائم کئے ہیں۔ ایمبولنس کی جدید گاڑیاں اور سروس فراہم کی ہے جن میں فوری طبی امداد کا سامان موجود ہے۔

جناب چیئرمین! حادثات کا شکار ہونے والے مریضوں کی دعائیں ہمیشہ چوہدری پرویزالٰہی کے ساتھ رہیں گی کہ جنہیں جائے وقوعہ پر ہی ایمبولنس میں فوری طبی امداد ملنی شروع ہو جاتی ہے۔ یہ بہت بڑی بات ہے کیونکہ جو لوگ حادثات کا شکار ہوئے وہی لوگ جانتے ہیں کہ یہ کتنی بڑی بات ہے۔ اسی طرح سے فائر بریگیڈ کی بھی جدید گاڑیاں فراہم کی گئی ہیں۔ ٹریفک وارڈن کا نظام رائج کیا گیا ہے۔ شاہراہوں پر پولیس چوکیاں قائم کی گئی ہیں۔

جناب چیئرمین! موجودہ بجٹ میں چوہدری پرویزالٰہی غربت کے انتہائی نچلے درجے پر زندگی بسر کرنے والے شہریوں کے لئے انتہائی پرجوش دکھائی دیتے ہیں۔ اس حکومت نے پہلی مرتبہ غربت کے انتہائی نچلے درجے پر زندگی بسر کرنے والے شہریوں کو تلاش کر کے ان کی فہرستیں مرتب کی ہیں اور انہیں معاشی اعتبار سے اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کا پروگرام بنایا ہے۔ میں یہاں پر ارشد بگو صاحب کی اس بات کا بھی جواب دینا چاہوں گی۔

جناب چیئرمین! جب ہمارے منسٹرز راجہ بشارت صاحب یا چوہدری ظہیر صاحب بات کرتے ہیں تو یہ مذاق اڑاتے ہیں کہ ہمیں یہ لوگ interrupt کر رہے ہیں جبکہ چوہدری ظہیر صاحب اور راجہ بشارت صاحب بالکل بجا فرماتے ہیں کہ یہ بجٹ پڑھ کر نہیں آئے۔ انہوں نے مذاق

اڑاتے ہوئے کہا کہ -/500 روپیہ ماہوار ایک شخص کو دینا اللہ واسطے والی بات ہے۔ چودھری پرویزالٰہی کا یہ مقصد نہیں ہے بلکہ ان کا مقصد یہ ہے اور انہوں نے یہ وضاحت کی ہے کہ میرا مقصد یہ ہے کہ جو شخص ایک دن مزدوری نہیں کر سکتا، اسے مزدوری نہیں ملتی یا کسی شخص کے گھر میں اچانک ایک دن کے لئے دوائی کے پیسے نہیں تو یہ -/500 روپیہ اسے کام دے گا۔ اس کا مقصد انتہائی غریب شہریوں کو ایمرجنسی کی صورت میں فوری سہارا دینا ہے اس کے لئے اس بجٹ میں 4۔ارب روپے کی خطیر رقم رکھی گئی ہے اور اس کی تقسیم کا بھی ایسا منصوبہ بنایا گیا ہے کہ اس رقم کو ان خاندانوں تک پہنچانے میں کوئی خیانت نہ ہو سکے۔ ایک سروے کے مطابق یہ خاندان 6 لاکھ اور 42 ہزار ہیں۔ ان کی فہرستیں تیار کی جا چکی ہیں، ان کے شناختی کارڈ تیار کئے جا چکے ہیں اور مختلف طریقوں سے ان کی غربت کی تصدیق کی جا چکی ہے۔ ایک عام آدمی کی مدد کا یہ ایک بہت بڑا قدم ہے۔ اس کے بعد ان کا منصوبہ یہاں پر ختم نہیں ہو جاتا۔

جناب چیئرمین! چودھری پرویزالٰہی نے اس کے بعد ان کی بحالی کا منصوبہ بنایا ہے۔ ان کی بحالی کے منصوبے کے مراحل میں ان خاندانوں کے صحت مند افراد کو چن کر انھیں ہنر سکھانا ہے۔ ان کو روزگار کے وسائل مہیا کرنے ہیں جن میں دودھ دینے والے جانور، گوشت والے جانور فراہم کرنا ہیں۔ اس کے علاوہ چھوٹے کاروبار کے لئے قرضے فراہم کرنا ہے۔ آپ سن لیں کہ اس کے بعد اس منصوبے کا تیسرا مرحلہ ان کو ان کے گھر فراہم کرنا ہے۔

جناب چیئرمین! وزیراعلیٰ پنجاب چودھری پرویزالٰہی صاحب ہر شعبے میں ترقیاتی کام سرانجام دے رہے ہیں مگر انھوں نے جو راستہ اختیار کیا ہے وہ کسی کو نصیب نہیں ہوا بہت سے حکمران پہلے آئے جنھوں نے غربت اور افلاس ختم کرنے کے نعرے لگائے مگر کسی نے عملی اقدام نہ کیا یہ اللہ تعالیٰ کی چودھری پرویزالٰہی پر خاص رحمت ہے کہ اس نے ان کو ان کی دیرینہ خواہش کے مطابق کہ میں ایک عام آدمی کی خدمت کر سکوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو موقع فراہم کیا کہ وہ یہ منصوبہ پیش کر سکیں۔ اس صوبے کے لاکھوں افراد کی دعائیں وزیراعلیٰ پنجاب چودھری پرویزالٰہی کی کامیابی کے لئے ہمیشہ ساتھ رہیں گی۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب چیئرمین! جو بات ہو رہی تھی اسی سے متعلقہ بات جو کہ میں آپ اور ہاؤس کے علم میں لانا چاہتی ہوں کہ ریسکیو 1122 کے بارے میں پہلے ڈاکٹر فرزانہ نذیر صاحبہ نے بات کی اور اب میری بہن بھی بات کر رہی تھیں۔ میں صرف ایک مثال آپ کی خدمت میں گوش گزار کرنا چاہتی ہوں کہ قدسیہ لودھی جو کہ پہلے منسٹر تھیں اور جب ان کی والدہ کا انتقال ہوا تب بھی وہ منسٹر تھیں۔ اس وقت ہاؤس میں بیٹھی ہوئی کئی ایسی بہنیں ہیں جو اس واقعہ کی گواہ ہیں کہ قدسیہ لودھی بے ہوش ہو گئیں تھیں جب ان کی والدہ کو جنازے کے لئے لے جایا گیا۔ نسیم لودھی صاحبہ جو کہ اب بھی منسٹر ہیں انھوں نے ریسکیو 1122 پر فون کئے، پروین گل صاحبہ نے فون کئے اور پندرہ منٹ تک ریسکیو 1122 پہنچی نہیں تھی اور جب ہم محترمہ نسیم لودھی صاحبہ کی گاڑی میں قدسیہ لودھی کو ڈال کو ہسپتال لے کر گئے۔ یہ ریسکیو 1122 کی بات ہے۔ میں باقی باتیں اپنی تقریر میں تو کروں گی لیکن جو جہالت کی بات ہے تو جناب میری گزارش فنانس منسٹر صاحب سے یہ بھی ہو گی کہ جو جہالت ہاؤس کے اندر ہے اس کو بھی ختم کرنے کے لئے کچھ اقدامات کئے جائیں باقی جہالت صوبے سے جو ختم ہو گی وہ تو ہو گی۔

جناب چیئرمین: معزز ممبران سے درخواست ہے کہ جب کوئی ممبر تقریر کر رہا ہو تو اس کی تصحیح کرنے کی ضرورت نہیں ہے صرف وزیر خزانہ اس کا جواب دیں گے تو آپ پوائنٹ آف آرڈر پر ایسی باتوں سے گریز کریں تو بہتر ہو گا۔ اب میں چودھری نذر حسین گوندل صاحب کو دعوت دیتا ہوں۔

چودھری نذر حسین گوندل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب چیئرمین! میں پنجاب کا عوام دوست اور عوامی ترقیاتی اخراجات کا عندیہ دیتے ہوئے ایک بیلنس بجٹ پیش کرنے پر وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب، جناب حسنین بہادر دریشک وزیر خزانہ اور پنجاب کابینہ کے تمام اراکین کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اس کے ساتھ ہی فنانس ڈیپارٹمنٹ کے تمام افسران و اہلکاران پی اینڈ ڈی کے افسران و اہلکاران اور اسمبلی کے افسران و اہلکاران کا انتہائی مشکور ہوں کہ انھوں نے شب و روز کوشش کے بعد ایک اچھا اور متوازن بجٹ پیش کیا اور اس میں معاونت کی۔

جناب والا! کوئی بھی بجٹ کسی سال کا بھی جب پیش ہوتا ہے تو اس میں اصل دیکھنے والی چیزیں یہ ہوتی ہیں کہ اس بجٹ سے عام لوگوں کو کیا فائدہ پہنچتا ہے اور عام لوگوں کے لئے جو فائدے والی بات ہوتی ہے وہ ان کی ابتدائی ضرورتوں کی فراہمی کی بات ہوتی ہے کہ ان لوگوں کو پینے کا صاف پانی، چلنے کے لئے سڑکیں، پڑھنے کے لئے بہترین سکول و کالج اور ساتھ ہی ان کو طبی

سہولتیں فراہم کرنے کے علاوہ ان کی جتنی بھی ابتدائی ضرورتیں ہوتی ہیں وہ اس بجٹ میں کس لحاظ سے اور کس قدر فراہم کی گئی ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ 08-2007 کا پنجاب کا بجٹ وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب کا گزشتہ چار سالوں کا ایک تسلسل ہے۔ جس کی بنیاد پر ہر سال ترقیاتی مد میں اخراجات کے لحاظ سے دیکھا جائے تو ہر سال مسلسل اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ پچھلے سال 100۔ارب روپیہ ڈویلپمنٹ کے لئے اس لحاظ سے خرچ کیا گیا تھا جو کہ عوام کی فلاح و بہبود کے لئے ہے تو اس بجٹ میں الحمدللہ 150۔ارب روپیہ رکھا گیا ہے جو کہ لوگوں کی ابتدائی سہولتیں پوری کرنے کے لئے ان کو انہی مدوں میں اخراجات کے سلسلے میں فراہم کیا جائے گا جس کا ڈائریکٹ فائدہ عام لوگوں کو پہنچے گا۔

جناب والا! آپ ہر لحاظ سے دیکھیں کہ جب تعلیم کی بات کی جاتی ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایسا ممکن نہیں ہوا کہ ہم نے سو فیصد تعلیمی سہولتیں ہر لحاظ سے عوام کو دے دی ہیں لیکن اگر آپ نے اس وقت کو دیکھنا ہے تو پچھلے تسلسل کو بھی دیکھا جائے کہ 1999 میں کیا صورتحال تھی اور 03-2002 کے بجٹ سے لے کر آج اگر ہم 08-2007 کا بجٹ پیش کر رہے ہیں تو اس میں تعلیمی لحاظ سے عام لوگوں کو دینے کے لئے کیا رکھا گیا ہے اور اس سے پہلے چار سالوں میں ہم نے کیا خرچ کیا ہے۔

جناب والا! سابق ادوار میں سکول تو بنتے گئے لیکن ان کی چار دیواری کا خیال رکھا گیا بلڈنگ کا خیال رکھا گیا اور نہ ہی ان کو ابتدائی سہولتیں سکول میں مہیا کی گئیں۔ الحمدللہ وزیر اعلیٰ پنجاب کے وژن کے مطابق اور ان کی دی ہوئی سکیم کے مطابق ہر سال پنجاب میں 7۔ارب سے 9۔ارب روپے تک missing facilities کی صورت میں خرچ ہو رہا ہے اور ہر حلقے میں سکولوں میں چار دیواری، چھت، پینے کا پانی، ٹائلٹ اور جتنی بھی ابتدائی ضرورتیں ہیں وہاں فراہم کی گئی ہیں۔۔۔

جناب چیئرمین: اجلاس کا وقت آدھ گھنٹہ بڑھایا جاتا ہے۔

چودھری نذر حسین گوندل: اس سلسلے میں، میں یہ سمجھتا ہوں کہ سکولوں میں بچوں کے پڑھنے کے لئے ایک بہتر ماحول دیا گیا ہے ایک بہتر فضاء قائم کی گئی ہے پہلے میٹرک پی ٹی سی اساتذہ بچوں کو پڑھایا کرتے تھے۔ آج الحمدللہ وہاں بی اے، بی ایڈ اساتذہ بچوں کو تعلیم دے رہے ہیں۔ اس میں ساتھ ہی ساتھ اساتذہ کی جو کمی تھی اس میں بھی 70 فیصد نئی تقرریاں کر کے اس کمی کو پورا کیا جا

رہا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اس بجٹ کے مطابق اخراجات جب مکمل ہوں گے تو ہمارے پرائمری سکولوں میں 100 فیصد اساتذہ کی تقرریاں مکمل ہو جائیں گی۔ اس کے علاوہ آپ ملاحظہ فرمائیں کہ بچوں کی فیسیں میٹرک تک معاف کی گئی ہیں۔ میٹرک تک مفت کتابیں مہیا کی جا رہی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ان کو دیگر سہولتیں جتنی بھی ممکن ہوئی ہیں وہ فراہم کی جا رہی ہیں۔

جناب والا! آپ ملاحظہ فرمائیں کہ ان بچوں کی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کے تعلیمی ادارے جب بڑھتے ہیں تو ہر یونین کونسل لیول پر دور دراز دیہات میں نئے سکولوں اور کالجوں کا اجراء کیا جا رہا ہے۔ اس تعلیم کے ساتھ ساتھ ملاحظہ فرمائیں کہ ہائر ایجوکیشن میں پہلے جتنی بھی یونیورسٹیاں پنجاب میں قائم تھیں، اب ہر یونیورسٹی مختلف اضلاع میں اپنے سب کیمپس قائم کر رہی ہے جس کے مطابق آپ دیکھیں کہ پنجاب یونیورسٹی ہے، ٹیکسلا یونیورسٹی ہے، ملتان یونیورسٹی ہے، بہاولپور اسلامیہ یونیورسٹی ہے تمام پنجاب کے مختلف اضلاع میں یہ سب کیمپس قائم کر رہی ہیں تاکہ بچوں کو درست طور پر اور ان کے گھروں کے نزدیک ہائر ایجوکیشن دی جا سکے اور عام بچے بھی اس تعلیم سے استفادہ کر سکیں۔

جناب والا! اس کے علاوہ ٹیکنیکل ایجوکیشن کو ملاحظہ فرمائیں کہ ہر تحصیل میں پہلے تو کئی ایسے ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر تھے کہ جہاں پولی ٹیکنیک انسٹیٹیوٹ نہیں تھا اب گورنمنٹ کی پالیسی کے مطابق ہر سب ڈویژن میں پولی ٹیکنیک انسٹیٹیوٹ قائم کیا جا رہا ہے ٹیکنیکل ٹریننگ سنٹرز مختلف جگہوں پر قائم کئے جا رہے ہیں اور ووکیشنل ٹریننگ انسٹیٹیوٹ قائم کئے جا رہے ہیں تاکہ وہ لوگ جو کہ اعلیٰ عام تعلیم حاصل نہیں کر سکتے وہ ووکیشنل تعلیم حاصل کریں۔ اس کے علاوہ سپیشل بچوں کے لئے ہر سب ڈویژن میں سپیشل ایجوکیشن کے سکول قائم کئے جا رہے ہیں ان کو گاڑیاں فراہم کر دی گئی ہیں اور کوئی تحصیل ایسی نہیں ہے کہ جہاں سپیشل بچوں کے لئے سکول مع ٹرانسپورٹ موجود نہ ہوں۔

جناب چیئرمین! آپ ہیلتھ کو ملاحظہ فرمائیں کہ ہر BHU اور RHC کو upgrade کیا جا رہا ہے اور ہر THQ اور DHQ میں جتنی بھی سہولتیں ہیں وہ فراہم کی جا رہی ہیں اور جدید طبی سہولتیں ریجنل وار دی جا رہی ہیں۔ بہت بڑے ہسپتال جو ابتدائی طبی سہولت سے لے کر بہت اہمیت کے حامل ہیں وہ مختلف اضلاع میں ریجنل وار قائم ہو رہے ہیں۔ اس کے علاوہ جب ہم زراعت کی بات کرتے ہیں تو یہ پہلی حکومت ہے جس نے زراعت پر انکم ٹیکس معاف کیا اور کسانوں

کو ترقی دینے کے لئے، ان کی آمدنی فی ایکڑ بڑھانے کے لئے اور زراعت کو ترقی دینے کے لئے بجلی کے ریٹ میں کمی کی ہے۔ کھاد میں سب سے زیادہ اگر سبسڈی دی گئی ہے تو اسی حکومت کے دور میں دی گئی ہے۔ زراعت کو ترقی دینے کے لئے جتنے اقدام کئے گئے ہیں پہلے کبھی کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ آپ ملاحظہ فرمائیں کہ عام لوگوں کی حالت بہتر کرنے کے ساتھ ساتھ پنجاب کی معاشی حالت بہتر کرنے کے لئے کانکنی میں حکومت پنجاب اپنے خرچ سے مختلف mining areas کو ڈویلپمنٹ کرنے کے لئے جس سے ہم لوگوں کا ہی فائدہ ہے اور یہ پہلی دفعہ اس حکومت نے کیا ہے کہ سڑکیں mining areas تک خود حکومت پنجاب بنا کر دے رہی ہے تاکہ وہاں سے کول کی پروڈکشن درست ہو، نمک کی پروڈکشن درست ہو اور ہمارا پنجاب ترقی کر سکے۔ اس کے علاوہ آپ سیر و سیاحت کی طرف دیکھیں کہ عام لوگوں کو یہ سہولتیں بہم فراہم کرنے کے لئے مختلف جگہوں پر جہاں بھی پنجاب میں کوئی spot ہے ان کو develop کیا جا رہا ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ وزیراعلیٰ چودھری پرویز الٰہی صاحب اور ان کی کابینہ نے جتنی بھی تگ و دو کی ہے اس کا عام لوگوں تک فائدہ کیا پہنچا ہے، میں اپنے حلقے کی بات کرتا ہوں کہ تحصیل پنڈ دادنخان پی پی۔27 مکمل میرا حلقہ ہے، میں یہ سچی بات کرتا ہوں کہ 2003 میں salt drainage کی وجہ سے وہاں زیر زمین پانی کڑوا ہے۔ 2002 میں وہاں 80 فیصد آبادی ایسی تھی جن کو پینے کا پانی مہیا نہیں ہو رہا تھا، 2003 میں ہی چودھری پرویز الٰہی صاحب نے ڈیرہ پروگرام کے تحت تین کروڑ روپے فوری جاری کئے اور ہم نے ابتدائی وقتی طور پر پانی کی سہولتیں بہم پہنچائیں۔ آج الحمدللہ تحصیل پنڈ دادنخان میں 35 کروڑ روپے کی ایک واٹر سپلائی جو پنجاب میں سب سے بڑی سپلائی ہے وہ وہاں قائم ہو رہی ہے جس کے لئے 15 کروڑ روپے سے پہلا فیز مکمل ہو رہا ہے اور سیکنڈ فیز 20 کروڑ روپے کا انشاء اللہ تعالیٰ اس سال کے بعد شروع ہو گا۔ اس کے علاوہ ہماری جتنی واٹر سپلائیز عرصہ دراز سے بند پڑی تھیں، 15 کو ہم نے اسی سال اور کچھ کو اگلے سال rehabilitate کرنے کے لئے دو کروڑ روپیہ فوری طور پر جاری کیا جن پر وہ واٹر سپلائی سکیمیں rehabilitate ہو رہی ہیں۔

جناب چیئرمین! اس کے علاوہ سب ڈویژن لیول پر آپ ملاحظہ فرمائیں کہ 12 کروڑ روپے کا پولی ٹیکنیکل انسٹیٹیوٹ قائم ہوا ہے، پانچ کروڑ روپے کا سیوریج سسٹم پنڈ دادنخان شہر میں شروع ہوا ہے۔ پانچ کروڑ روپے کا سول ہسپتال کھیوڑہ شہر میں شروع ہوا ہے۔ اس کے علاوہ کالجز میں بلڈنگز کا تعمیر ہونا، شہر میں سٹیڈیم تعمیر کرنا اور اس کے علاوہ بہت بڑا کام جو کہ ضلع منڈی

بہاؤالدین، ضلع سرگودھا، ضلع جہلم اور چکوال کے چار اضلاع کو ملانے کے لئے دریائے جہلم پر ایک بہت بڑا پل کا مطالبہ جو کہ عرصہ دراز سے چلا آ رہا تھا اس پر میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں اس حکومت، جنرل پرویز مشرف صاحب اور چودھری پرویز الٰہی صاحب کو کہ جنہوں نے ایک ارب 15 کروڑ روپے کا پل نہ صرف منظور کیا بلکہ موجودہ بجٹ میں اس کے لئے رقم بھی جاری کر دی۔ یہ کام ہوتے ہیں جو لوگوں کو موقع پر نظر آتے ہیں جن کو لوگ دیکھتے ہیں تو پھر وہ اس حکومت کے ترقیاتی کاموں کا تصور کرتے ہیں۔ لوگوں کے لئے وسائل کے مطابق سہولتیں گھر پر مہیا کرنا جو کہ حکومت مہیا کر رہی ہے یہ کسی اور کے بس کی بات نہیں تھی۔ یہ ممکن اسی وقت ہوتا ہے اگر آج ایک سب ڈویژن لیول پر 2۔ارب روپے تک خرچ ہو رہا ہے تو یہ کس طرح ممکن ہے، یہ ایک وژن اور کام کرنے کا طریق کار ہوتا ہے، یہ وسائل اکٹھے کرنے کی ایک لگن ہوتی ہے۔ ایک اصول اور ذہن میں منصوبہ ہوتا ہے اور اسی منصوبے کے تحت یہ رقمیں آتی ہیں اور پھر یہ علاقے میں خرچ ہوتی ہیں۔ یہ وہی منصوبہ ہے جو وژن چودھری پرویز الٰہی صاحب کا ہے اور یہ وہی منصوبہ ہے جو جنرل پرویز مشرف صاحب کی اپنی سوچ سمجھ اور طریق کار ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جہاں اسی طور پر پنڈ دادنخان کے ساتھ ساتھ یہاں پر جنوبی پنجاب کی بات ہوتی ہے وہاں پر آپ ملاحظہ فرمائیں کہ جتنے بھی اضلاع ہیں وہ بے شک بہاولپور ہو، بہاولنگر ہو، رحیم یار خان، ملتان ڈویژن کے تمام اضلاع ہوں یا ڈیرہ غازی خان کے اضلاع ہوں وہاں جتنی بھی 32 سب ڈویژنیں ہیں ان سب کو سپیشل گرانٹ دی جا رہی ہے تاکہ وہ اپنی ابتدائی سہولتیں عوام کو فراہم کرنے کے لئے کام کر سکیں۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ حکومت پنجاب نے جتنی بھی کارکردگی کے لحاظ سے اپنی گنجائش کے مطابق عوام کی خدمت کی ہے، سابق بجٹوں میں اس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہی تسلسل، یہی طریق کار اور یہی سوچ رہے تو محرومیاں دور ہوں گی، ترقی ہو گی اور عام آدمی کو فائدہ ہو گا اور آسائشیں ملیں گی۔ بہت بہت شکریہ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین: شکریہ۔ مرزا فرقان علی مغل صاحب!

مرزا فرقان علی مغل: شکریہ۔ جناب چیئرمین! 08-2007 کا بجٹ موجودہ اسمبلی نے پیش کیا، ہم سب لوگ اس بات پر قائد ایوان وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب کی دانشمندانہ قیادت کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ جیسا کہ بجٹ میں مختلف شعبہ جات کے لئے رقوم کی فراہمی کی گئی ہے یہ حکومت کے ایک وژن کو حاصل کرنے کا، اس کے گول کو حاصل کرنے کا ایک طریق کار ہے

جو اس اسمبلی کے پہلے بجٹ سے لے کر آج تک ایک وژن بنایا گیا۔ قائد ایوان نے اپنی ٹیم کی مشاورت سے ایک ویژن بنایا اور الحمد للہ اب آپ دیکھیں کہ on ground اس کے نتائج آنا شروع ہو گئے ہیں۔ جب ہم اللہ کی مہربانی سے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم کوئی ماضی کے سیاستدانوں کی طرح ڈگڈگی بجا کر سیاسی مداریوں کی طرح عوام سے ووٹ نہیں مانگیں گے بلکہ اپنی کارکردگی کی بنیاد پر ووٹ مانگیں گے تو یہ بات بالکل بے جا نہیں ہے۔ ہماری عوام الحمد للہ اتنی باشعور ہے کہ وہ یہ موازنہ کرنے میں حق بجانب بھی ہے اور کر بھی رہی ہے کہ پچھلے 55 سال میں جو ترقیاتی حوالوں سے جس طریقے سے لوگوں کو بے وقوف بنایا گیا، ان کے جذبات سے کھیلا گیا اور پچھلے ساڑھے چار پانچ سال میں جو کچھ کیا گیا وہ بھی ان کے سامنے ہے۔

جناب چیئرمین! صحت پر اگر ہم نظر ڈالیں تو اس میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ایمرجنسی میں مفت ادویات کی فراہمی جو ہر شخص کو سہولت حاصل ہے۔ مختلف ہسپتالوں میں نئے بلاکس کا قیام، کہیں ایمرجنسی وارڈز کی تعمیر ہو رہی ہے، کہیں برن یونٹس کی تعمیر ہو رہی ہے، کہیں نئی مشینری اور نئے equipments انسٹال ہو رہے ہیں۔ اسی طرح بنیادی مراکز صحت اور رورل ہیلتھ سنٹرز کو اپ گریڈ کیا جا رہا ہے اور on ground وہ اپ گریڈ ہو رہے ہیں یہ کوئی سیاسی نعرہ نہیں ہے بلکہ عوام کی سہولت کے لئے یہ سب کچھ کیا جا رہا ہے۔ میڈیکل کالجز میں سیٹوں کی تعداد کو بڑھایا گیا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے استفادہ کریں اور ڈاکٹر بن کر اس ملک و قوم کی خدمت کر سکیں۔ اس بجٹ میں چونکہ صحت کے حوالے سے کافی زیادہ رقوم ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب نے allocate کی ہیں اب آگے یہ ان کی ٹیم کا اور ان کے ساتھ انتظامیہ کا کام ہے کہ اس کے ثمرات عوام تک کیسے پہنچیں گے۔ مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ چیف منسٹر پنجاب کے جو نظریات اور خیالات ہیں ان کو سامنے رکھتے ہوئے یقیناً جو پہلے سے آج تک بہتری آتی جا رہی ہے انشاء اللہ اس بجٹ میں مزید بہتری آئے گی۔ یہاں میں وزیر صحت کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا کہ خصوصی طور پر جیسا کہ ایمرجنسی میں مفت ادویات آج کل مہیا کی جا رہی ہیں، میں ان سے گزارش کروں گا کہ اب قدم اور آگے بڑھائیے اور اس کے سکوپ کو وسیع کیجئے۔ اب اگلا قدم ہمارا یہ ہونا چاہئے کہ پنجاب کے تمام ہسپتالوں میں تمام لوگوں کو آپریشن تھیٹرز میں آپریشن کے لئے تمام ادویات اور آلات کی فراہمی بھی مفت ملنی چاہئے۔

اس کے علاوہ ہمارے ہاں ایک آئے دن issue اخبارات میں بھی ہائی لائٹ ہوتا ہے۔
گردہ کے متعلق میں یہاں پر عرض کروں گا کہ Dialysis کی سہولت زیادہ سے زیادہ اگر ہم اپنے عوام کو مہیا کر سکیں، یہ ان کی اتنی بڑی خدمت ہوگی کیونکہ کسی ایک فیملی میں کسی ایک شخص کے kidney failure کا مطلب یہ ہے کہ اس خاندان میں کسی ایک فرد کو نشے کی لت پڑ گئی ہے یعنی اس کے گھر کا اثاثہ تک فروخت ہو جاتا ہے اور اس خاندان کو اتنی زیادہ تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ جس کو وہی محسوس کر سکتا ہے جو اس تکلیف سے گزرتا ہو اس لئے میری گزارش ہے کہ زیادہ سے زیادہ Dialysis کی سہولت کی فراہمی حکومت یقینی بنائے تاکہ لوگوں کو زیادہ سے زیادہ فوائد حاصل ہوں۔ ہیپاٹائٹس کے لئے حکومت کا ایک پروگرام ہے ان کی medicine کی فراہمی کے لئے میں گزارش کروں گا کہ صوبائی سطح پر بھی اس کو زیادہ موثر طریقے سے اس پر کام کیا جائے تاکہ ہیپاٹائٹس کی روک تھام ہو سکے اور اس کے مریضوں کو ریلیف مل سکے۔ اس کے علاوہ ہمارے سرکاری ہسپتالوں میں جو ہماری کلینیکل اور پتھالوجیکل لیبارٹریوں کو مزید اپ گریڈ کیا جائے۔ اگر ہم آج سے پانچ سال سے پہلے کے حالات کا موازنہ کریں تو واقعی ہی اس میں دن رات کا فرق ہے۔ جہاں کبھی سی ٹی سکین کا تصور نہیں ہوتا تھا آج وہاں ایم آر آئی بھی نصب کی جا چکی ہے یعنی ہر طرح کی کوشش کی گئی ہے اور میں اس موقع کی وساطت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس مناسبت سے یہ عرض کروں گا کہ بے شمار فنڈز فراہم کئے جا رہے ہیں، وسائل دیئے جا رہے ہیں اب ضرورت ہے تو ہمارے میڈیکل سے وابستہ افراد، ہمارے ڈاکٹرز، پیرا میڈیکس کی dedication کی ضرورت ہے اب ان کو چاہئے کہ وہ اپنے کردار و عمل میں ایک ایسی لگن ایک ایسا جذبہ پیدا کریں کہ عوام کو حقیقی معنوں میں وہ ریلیف ملے جو چیف منسٹر چودھری پرویز الٰہی کا وژن ہے۔ اس کے علاوہ یہاں پر میں یہ گزارش کروں گا کہ ہسپتالوں میں ہمارے ہاں جو چھٹی کا concept ہے۔ میرے خیال کے مطابق جب کسی کو بیماری آتی ہے تو وہ یہ نہیں دیکھتی کہ جناب! آج چھٹی ہے یا آج ورکنگ ڈے ہے۔ اس پر بھی توجہ دی جائے اور اتوار والے دن بھی کم از کم OPD میں یہ معاملات اس طریقے سے manage کئے جائیں کہ مریض وہاں سے استفادہ کر سکے اور بجائے اس کے کہ صبح آٹھ بجے سے لے کر دو بجے تک یہ OPD ورک کرے۔ وزیر صاحب اس پر توجہ دیں کہ کم از کم لوگوں کو سات آٹھ بجے شام تک یہ سہولت ہو۔ اس کے علاوہ آج کل ہمارے ہسپتال پھیل چکے ہیں ان میں نئے وراڈز بن چکے ہیں۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ ان کی بہتر management کے لئے ان کو چھوٹے یونٹس میں

divide کیا جائے ان کو sectors میں divide کیا جائے تاکہ ہر سیکٹر میں مکمل توجہ ہو۔

جناب سپیکر! یہاں پر تعلیم کے حوالے سے پہلے بھی بات چیت ہوتی رہی ہے۔ آپ دیکھیں کہ ای ایس آر پروگرام الحمد للہ بڑی کامیابی کے ساتھ دن بدن آگے بڑھ رہا ہے۔ آپ دیکھیں کہ پنجاب میں 63 ہزار سے زیادہ تعلیمی ادارے ہیں ان میں 80 فیصد سے زیادہ تعلیمی ادارے ایسے ہیں جن کو درست کرنے کی ضرورت ہے۔ اب ایک سال میں یا چھ مہینے میں یہ سب کچھ نہیں ہو سکتا لیکن پچھلے تین سال میں اگر ہم حقیقت پسندانہ جائزہ لیں تو بہت کچھ کیا گیا ہے اور ہو بھی رہا ہے۔ یہاں ہمیں اپنے ٹیچرز کی عزت نفس کی طرف خاص طور پر توجہ دینی پڑے گی، ان کی تنخواہوں کو اس لیول پر لے جانا پڑے گا کہ جہاں پر پوری dedication کے ساتھ ہماری اس قوم کی تعمیر کر سکیں۔ ہمارے بچوں کو تعلیم دے سکیں۔ اس کے علاوہ یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ نئے کالجز بھی بن رہے ہیں، ہائیر ایجوکیشن کمیشن کا اپنا ایک سلسلہ بڑے اچھے انداز میں آگے بڑھ رہا ہے اور بے شمار ایسے فیلڈ، ہیں بے شمار ایسے معاملات ہیں کہ جہاں ایجوکیشن کی بہتری کی طرف قدم بڑھائے جا رہے ہیں۔ یہاں وزیر تعلیم تشریف فرما ہیں ان کی خدمت میں عرض کروں گا کہ بہت بڑا مسئلہ ہے۔ بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سکینڈری ایجوکیشن ہر دو سال کے بعد اپنی پالیسی تبدیل کرتا ہے۔ خدارا! اس کو harmonize کیجئے اس کو uniform بنائیے۔ اسی طرح سلیبس کا ایک دیرینہ مسئلہ ہے اس کو uniform بنائیے، اس کو harmonize کیجئے اس کے علاوہ میں آخر میں اپنی بات کو wind up کرتے ہوئے یہاں پر یہ عرض کروں گا کہ جہاں تک Sanitation Water Supply کا تعلق ہے، یہ کوئی لفاظی نہیں یا کوئی سیاسی مبالغہ آرائی نہیں ہے۔ جب میں اپنے حلقے میں الیکشن کی مہم کے لئے گیا تھا تو کم از کم میرے حلقے میں 50 مقامات ایسے تھے کہ جہاں لوگ اپنے گھروں میں میت کو بھی نہیں رکھ سکتے تھے کہ سیوریج کا اتنا گندہ پانی ان کے گھروں کے سامنے جمع ہوتا تھا کہ لوگ وہاں آ نہیں سکتے۔ آج الحمد للہ سارے مقامات ٹھیک ہو چکے ہیں۔ ملتان کے حوالے سے میں عرض کروں گا کہ ہمارے ایک فاضل دوست ایم پی اے صاحب نے یہاں پر کہا تھا اور ملتان کی ایسی تصویر کشی کی تھی کہ جیسے ملتان ایک قبائل قرون موسیٰ کا منظر پیش کر رہا ہو گا۔ آج اور پانچ سال پہلے کے ملتان میں زمین آسمان کا فرق آیا ہے۔ پچھلے پچاس سال میں بھی اتنے ترقیاتی کام نہیں ہوئے تھے جتنے اس موجودہ حکومت نے پچھلے پانچ سال میں کام کئے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی میں اپنی بات کو ختم کرتے ہوئے آپ کا کرایہ بھی ادا کروں گا اور کہوں گا کہ reality on ground کو

دیکھا جائے، on ground reality کچھ اور ہے اور سیاسی شعبدہ بازیاں کچھ اور ہیں۔ اگر ہم تحمل سے اور ٹھنڈے دل کے ساتھ اور ٹھنڈے مزاج کے ساتھ اگر ہم اپنی عوام کی خدمت کو سامنے رکھتے ہوئے اگر ہم اس ہاؤس میں بیٹھے ہوئے تمام دوست اپنی ذمہ داری پوری کریں تو وہ زیادہ بہتر نتائج لاسکتی ہے۔ شکریہ

جناب چیئرمین: محترمہ سجیلہ انصر باجوہ صاحبہ!

محترمہ سجیلہ انصر باجوہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بہت شکریہ۔ جناب چیئرمین! کہ آپ نے مجھے بجٹ 08-2007 پر بحث کا موقع دیا۔ میں وزیر خزانہ جناب حسنین بہادر دریشک اور کابینہ کے تمام ممبرز کو اتنا متوازن بجٹ پیش کرنے پر نہایت مبارک پیش کرتی ہوں۔ آج جو ہم سب کو بجٹ پر بات کرنے کا موقع مل رہا ہے میں یہ کہوں گی کہ اس پر ہم اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے یہ اللہ تعالیٰ ہی کی خاص مہربانی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت ہے کہ پاکستان مسلم لیگ کی حکومت ہے اور خاص طور پر پنجاب کی خدمت کے لئے اپنا ایک مربوط اور جامع پروگرام بجٹ 08-2007 کی صورت میں عوام کے سامنے پیش کر چکی ہے۔

جناب چیئرمین! یہ پاکستان مسلم لیگ کا مسلسل پانچواں بجٹ ہے جو کہ پاکستان کی تاریخ میں ایک مثال ہے اور یہ پہلی مرتبہ ہوا ہے کہ کوئی بھی حکومت مسلسل پانچواں بجٹ اسمبلی میں اس طرح پیش کر رہی ہے۔ اس طرح کے اعزاز صرف انہی حکومتوں کو حاصل ہوا کرتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی کوئی خاص ہی رحمت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی مہربانی سے یہ ممکن ہوا ورنہ ہماری اپوزیشن کے ارکان تو پہلے دن سے ہی اسمبلیوں کے ٹوٹنے کے خواب دیکھ رہے تھے جو کہ شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے اور نہ ہوں گے لیکن ہم سب اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر اپنا خاص فضل کیا اور ہمیں پاکستان کی خدمت کرنے کا موقع عطا کیا۔

جناب چیئرمین! پاکستان مسلم لیگ پاکستان کی بانی جماعت ہے یہ وہ جماعت ہے کہ جس نے اپنا تن من دھن سب کچھ پاکستان کی تعمیر کے لئے خرچ کر دیا اس لئے پاکستان مسلم لیگ کی بنیادیں بہت گہری اور بہت مضبوط ہیں اور یہ ہمیشہ باقی رہنے والی جماعت ہے۔ اس کی ساکھ کو نقصان پہنچانا اتنا آسان نہیں کہ جتنا یہ لوگ سوچتے ہوں۔ ہم لوگ خوش قسمت ہیں کہ ہمیں جنرل پرویز مشرف اور چودھری پرویز الٰہی صاحب جیسی قیادت نصیب ہوئی ہے اور ہم ان قائدین کی سرپرستی میں کام کر رہے ہیں جو کہ نہ صرف یہ جانتے ہیں کہ قیادت کیسے کرنی ہے بلکہ وہ یہ بھی

جانتے ہیں کہ قیادت سے وابستہ امیدوں کو کیسے پورا کرنا ہے۔

جناب چیئرمین! بجٹ 08-2007 ہر لحاظ سے عوام کی امیدوں کی ترجمانی کر رہا ہے۔وزیراعلیٰ پنجاب نے اپنی حکومت پالیسی کے چار بنیادی مقاصد بڑے دانشمندی سے طے کئے۔یہ مقاصد ان کی قائدانہ صلاحیتوں کی عکاسی کر رہے ہیں۔یہ مقاصد یہ تھے غربت کا خاتمہ سماجی،خدمت یعنی عوام کو سہولتوں کی فراہمی ،اقتصادی ترقی اور علاقائی تفریق کا خاتمہ کرنا،ان مقاصد کے حصول کے لئے وزیراعلیٰ پنجاب نے وژن 2020 پیش کر کے عوام کی معاشی اور سماجی ترقی کے لئے ایک مربوط منصوبہ تیار کیا اور اس پر عملدرآمد مسلسل جاری ہے اور موجودہ بجٹ انہی مسلسل کاوشوں کی ایک نہایت سنجیدہ کاوش ہے۔

جناب چیئرمین! ایجوکیشن اور ہیلتھ کے شعبوں کی اہمیت سے کوئی بھی ملک انکار نہیں کر سکتا۔جن ممالک نے ان دونوں شعبوں کو سنجیدگی سے سوچا اور ان کے لئے کام کیا وہ آج ترقی کی راہ پر گامزن ہیں۔انہی باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے حکومت پنجاب نے بھی ایجوکیشن اور ہیلتھ سیکٹر میں انقلابی اقدامات کرنے کا جو عزم اٹھایا تھا اس کے پیش نظر انہوں نے مربوط پروگرام بنائے ہیں جن میں ایجوکیشن ریفارمز پروگرام اور ہیلتھ سیکٹر ریفارمز پروگرام شامل ہیں۔ہیلتھ سیکٹر ریفارم پروگرام کی کارکردگی آپ سب کے سامنے ہے۔

جناب چیئرمین! پہلی دفعہ پنجاب میں ایک انقلابی پروگرام سامنے آیا ہے جس سے عوام بھرپور فائدہ اٹھا رہے ہیں۔اس سلسلے میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ میٹرک تک تعلیم کی مفت فراہمی، درسی کتب کی ترسیل،اس کے علاوہ missing facilities یہ تمام انقلابی اقدامات ہیں اور اس سے پہلے کبھی کسی حکومت نے ایسے اقدامات نہیں کئے۔انہی اقدامات کے پیش نظر ہم دیکھ رہے ہیں کہ پنجاب میں میٹرک تک شرح خواندگی 47 فیصد سے بڑھ کر 62 فیصد ہو گئی ہے اور پرائمری تعلیم کی شرح 45 فیصد سے بڑھ کر 70 فیصد ہو گئی ہے۔بچیوں کی تعلیم کو ہمیشہ سے والدین کے لئے ایک بوجھ سمجھا جاتا تھا اور اسی لئے والدین اپنی بچیوں کو سکول میں بہت کم بھیجتے تھے اور وہ چاہتے تھے کہ ان کے بیٹے تعلیم حاصل کر لیں اور بیٹیاں گھر کے کام کاج میں اپنی ماں کا ہاتھ بٹائیں۔پہلی دفعہ اس سوچ کو وزیراعلیٰ پنجاب کے پڑھے لکھے پنجاب کے خواب نے change کیا ہے اور اب لوگ بڑی خوشی سے اپنی بچیوں کو بھی تعلیم حاصل کرنے کے لئے مدارس میں بھیج رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! جہاں تک ہیلتھ سیکٹر کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں بھی ہیلتھ سیکٹر ریفارم پروگرام نے بہت انقلابی اقدامات کئے ہیں اور پہلی دفعہ بنیادی مراکز صحت کو activate کیا گیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ پہلی دفعہ غریب آدمی بھی صوبے کے سرکاری ہسپتالوں سے ایمرجنسی سے مفت ادویات حاصل کرنے لگا ہے۔

جناب چیئرمین! جہاں تک زرعی شعبے کا تعلق ہے تو زرعی شعبے میں حکومت کی حکمت عملی شروع سے ہی کسان دوست رہی ہے یہی وجہ ہے کہ حکومت نے کاشتکاروں کے لئے اجناس کی امدادی قیمتوں میں اضافہ اور خریداری کو یقینی بنایا ہے اور ایک لاکھ سے زیادہ بے زمین کسانوں کو زمین فراہم کی گئی ہے۔

جناب چیئرمین! حکومت پنجاب نے 08-2007 کا ترقیاتی بجٹ 150۔ارب روپے تجویز کیا ہے تاکہ عوامی فلاح و بہبود کے بنائے گئے منصوبوں کو بھرپور طریقے سے کامیاب بنایا جا سکے۔ تعلیم، صحت، فراہمی آب و نکاسی، روڈ سیکٹر اور مقامی حکومتوں کی ترقیاتی ضروریات کے پیش نظر بجٹ میں خطیر رقوم رکھی گئی ہیں۔

جناب چیئرمین! بجٹ 08-2007 میں کوئی نیا ٹیکس لگایا گیا ہے اور نہ ہی موجودہ ٹیکسوں کی شرح میں کوئی اضافہ کیا گیا ہے۔ ہمیشہ کی طرح اس بجٹ میں بھی سرکاری ملازمین کو اہمیت دیتے ہوئے ان کی تنخواہ میں 15 فیصد اضافہ کیا گیا ہے اور وفاقی طرز پر پنشنروں کی پنشن میں بھی 15 سے 20 فیصد اضافہ کا اعلان کیا گیا ہے جو کہ ایک خوش آئند قدم ہے۔

جناب چیئرمین! سب سے زیادہ پسا ہوا طبقہ جو کہ زندگی کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے سے بھی قاصر رہتا ہے اور جس طبقے کو ماضی میں ignore کیا جاتا رہا ہے اور کسی بھی حکومت نے کوئی بھی ایسا قابل تعریف تاریخی فیصلہ نہیں کیا کہ ان کے حالات زندگی میں کوئی مستقل بہتری آ سکے۔ اس سے طبقاتی کشمکش پیدا ہوئی جس سے بہت سے مسائل نے جنم لیا۔ انہی کو مدنظر رکھتے ہوئے حکومت پنجاب نے 6 لاکھ 46 ہزار غریب ترین خاندانوں کے لئے -/500 روپے ماہانہ فی کنبہ نقد امداد کا تاریخی اعلان کیا ہے۔ ان تمام منصوبوں کے علاوہ بجٹ میں اور بھی بہت سے ایسے اقدامات تجویز کئے گئے ہیں جو وقتی اور عوامی ضرورت ہیں۔

جناب چیئرمین! بجٹ کا پیش ہونا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ماضی میں بھی بہت سی حکومتیں آئیں اور انہوں نے اپنے اپنے وسائل اور ذہنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنی اپنی

تجاویز عوام کے سامنے پیش کیں اور ان پر کم یا زیادہ عملدرآمد بھی ہوا لیکن حکومت پنجاب وزیراعلیٰ پنجاب کی قیادت میں عملی سیاست پر یقین رکھتی ہے یہی وجہ ہے کہ جو بھی اقدامات تجویز کئے گئے ہیں ان پر عملدرآمد کیا جاتا ہے۔

جناب چیئرمین! جب سے حکومت برسراقتدار آئی ہے تو مفاد عامہ کے جو بھی اقدامات تجویز کئے گئے ہیں، ان کو عمل کی کسوٹی پر پرکھنے کے لئے حکومت کی مشینری ہمہ وقت سرگرداں ہے۔ اب رہی بات ہماری حکومت پر اعتراضات کی تو وہ ایسی بات ہے کہ ایک بھرپور تعلیمی، صنعتی، معاشی اور معاشرتی انقلاب کے بعد بھی یہ اعتراضات باقی ہی رہیں گے کیونکہ اس وقت انقلاب معاشرہ کی جتنی ضرورت ہے اتنی ہی ذہنی انقلاب کی بھی ضرورت ہے اور ذہنی انقلاب اسی صورت میں آسکتا ہے جب ہر فرد مثبت سوچنا شروع کردے اور اپنے اپنے عمل میں خود کو دیکھے کہ میں کیا کر رہا ہوں اور اپنے عمل کا خود ہی احتساب کرے۔ جب ہر بندہ اپنے عمل کا خود احتساب کرے گا اور بحیثیت قوم مجموعی طور پر ذہنی انقلاب برپا ہو جائے گا تو اس دن پاکستان واقعی صحیح معنوں میں ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہو جائے گا۔ میں اپنے اپوزیشن بہن بھائیوں سے درخواست کرتی ہوں کہ آئیے ہم سب مل کر اس دن کو لانے کی کوشش کریں جس دن ہم خود احتسابی کا آغاز کر دیں گے۔ پھر پاکستان کی سالمیت اور ترقی کو کوئی خطرہ نہیں ہوگا لیکن شرط یہ ہے کہ ہم ایمانداری اور خلوص نیت سے پاکستان کے حامی بن کر حکومت کا ساتھ دیں۔ بہت شکریہ

جناب چیئرمین: اب اجلاس کا وقت ختم ہوتا ہے اور اجلاس پیر مورخہ 18- جون کی صبح 10 بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔

409

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ، 18۔ جون 2007

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ

سرکاری کارروائی

سالانہ بجٹ برائے سال 08-2007 پر عام بحث جاری رہے گی

411

صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھویں اسمبلی کا تیسواں اجلاس

سوموار، 18- جون 2007

(یوم الاثنین 2- جمادی الثانی 1428ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10 بج کر 10 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر چودھری محمد افضل ساہی منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری محمد علی قادری نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم o

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا
مَا اكْتَسَبَتْ ۭ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ
رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَي الَّذِيْنَ
مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ
وَاعْفُ عَنَّا ۪ وَاغْفِرْ لَنَا ۪ وَارْحَمْنَا ۪ اَنْتَ مَوْلٰىنَا
فَانْصُرْنَا عَلَي الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ٢٨٦

سُوْرَةُ الْبَقَرَة آیت 286

اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ اچھے کام کرے گا تو اس کو ان کا فائدہ ملے گا بُرے کرے گا تو اسے ان کا نقصان پہنچے گا۔ اے پروردگار! اگر ہم سے بھول یا چوک ہو گئی ہو تو ہم سے مؤاخذہ نہ کیجئو۔ اے پروردگار! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالیو جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔ اے پروردگار! جتنا بوجھ اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں اتنا ہمارے سر پر نہ رکھیو۔ اور (اے پروردگار) ہمارے گناہوں سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے۔ اور ہم پر رحم فرما۔ تو ہی ہمارا مالک ہے اور ہم کو کافروں پر غالب فرما (286)

وما علینا الا البلاغo

تحاریک استحقاق

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اب ہم تحاریک استحقاق ٹیک اپ کرتے ہیں۔ یہ تحریک استحقاق چودھری تسنیم ناصر صاحب کی طرف سے ہے۔ یہ move ہو چکی ہے اور اس کا جواب آنا ہے۔ جی، لاء منسٹر صاحب!

ایس ایچ او تھانہ صدر جہلم اور ایس ایس پی جہلم کا معزز رکن اسمبلی کے خلاف جھوٹے مقدمے کا اندراج

(---جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! اس کا جواب آ گیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ معاملہ طے بھی ہو چکا ہے لیکن اس کے باوجود جس طرح معزز رکن چاہتے ہیں آپ فیصلہ کر لیں لیکن یہ معاملہ طے ہو چکا ہے اور ان کی دادرسی ہو چکی ہے لیکن پھر بھی میں اس کو oppose نہیں کرتا اور جس طرح یہ insist کرتے ہیں تو ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: جی، چودھری صاحب!

چودھری تسنیم ناصر: جناب سپیکر! میری درخواست یہ ہے کہ جو معاملات طے ہوئے ہیں وہ تو ریج کرائم راولپنڈی نے میری درخواست پر کئے ہیں۔ سوال یہ پیدا نہیں ہوتا کہ معاملہ گورنمنٹ کی طرف سے یا انصاف ملنے کی وجہ سے ہوا ہے۔ یہاں پر سارا ہاؤس، اپوزیشن کے بھائی بھی اور منسٹرز صاحبان بھی بیٹھے ہوئے ہیں کہ ایک اے ایس آئی، ایک سب انسپکٹر، ایک ایس پی صاحب کو منسٹر صاحب خود سپورٹ کر رہے ہیں۔ آپ ہاؤس کا ایک معیار قائم کریں میں بار بار تو یہ بات نہیں کر سکتا۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! منسٹر صاحب نے oppose تو نہیں کیا ہے۔ انہوں نے تو کہا ہے کہ معاملہ طے ہو چکا ہے۔

چودھری تسنیم ناصر: جناب سپیکر! ان کو ایک مرتبہ بھی یہاں پر نہیں بلایا گیا اور ظلم کی بات یہ ہے

کہ میں سمجھتا ہوں کہ مجھے اگر انصاف نہیں ملا تو کوئی بات نہیں، میں نے اس چیز کو خود face کیا ہے اور جو کروانے والے تھے یہ آپ کو بھی پتا ہے اور سارا ہاؤس جانتا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! تشریف رکھیں۔ میں یہ تحریک in order قرار دیتا ہوں اور استحقاق کمیٹی کے سپرد کرتا ہوں۔ اگلی تحریک محترمہ نور النساء ملک صاحبہ کی ہے۔ یہ بھی پیش ہو چکی ہے اس کا جواب آنا تھا۔

ایس ایچ او تھانہ سول لائن فیصل آباد کا معزز خاتون رکن اسمبلی کے گھر پر غیر قانونی چھاپہ

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور: شکریہ۔ جناب سپیکر! اس کا نہ صرف جواب آگیا ہے بلکہ کل میں نے اس معزز ایوان میں یہ گزارش کی تھی کہ متعلقہ افسران کو بھی میں بلاؤں گا۔ اس وقت میرے چیمبر میں متعلقہ ایس ایچ او اور ایس پی بھی موجود ہے۔ میں نے کل categorically کہا تھا کہ جو کچھ محترمہ فرما رہی ہیں میں اس کو درست تسلیم کرتا ہوں اور میں قطعی طور پر اس تحریک کو oppose نہیں کروں گا لیکن میری صرف گزارش یہ ہے کہ آپ بھی اور یہ معزز ایوان بھی اس بات سے اتفاق کرے گا کہ سزا اس کو ملنی چاہئے جس کا قصور ہو۔ محترمہ نے جس ایس ایچ او کا نام لکھا ہے اور جہاں پر ان کی رہائش ہے وہ علاقہ اس ایس ایچ او کے علاقے میں ہی نہیں ہے۔ محترمہ کی رہائش پیپلز کالونی میں ہے اور ایس ایچ او سول لائنز کا ہے جس کے خلاف انہوں نے تحریک استحقاق دی ہے۔ محترمہ نے کلینک کا فرمایا ہے تو ان کا کلینک ہی نہیں ہے، انہوں نے کہا کہ میرے دیور کو گرفتار کیا گیا لیکن ریکارڈ کے مطابق ان کے دیور کو کہیں بھی گرفتار نہیں کیا گیا۔ میں صرف آپ سے استدعا یہ کرنا چاہتا تھا کہ اس وقت دو متعلقہ افسران میرے پاس موجود ہیں، اس وقت پیپلز پارٹی کے سینئر رکن رانا آفتاب صاحب، سمیع اللہ خان صاحب اور محترمہ بھی موجود ہیں تو یہ میرے ساتھ ابھی بیٹھ جائیں، ہم ابھی اس معاملے کو طے کر لیتے ہیں۔ اگر اس ایس ایچ او کا وہاں پر ریڈ کرنا، اس کا وہاں پر جانا ثابت ہو تو ہم اس کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن تحریک استحقاق کے حوالے سے میں یہ کہوں گا کہ سزا صرف اس شخص کو ملنی چاہئے جس کا کوئی قصور ہو۔ جب اس کا علاقہ نہیں بنتا تو وہ وہاں پر ریڈ کے لئے کیسے جائے گا۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔ محترمہ! وہ ایس ایچ او گیا ہی نہیں، اس نے کوئی ریڈ ہی نہیں کیا۔

محترمہ نورالنساء ملک: جناب سپیکر! سب سے پہلے تو مجھے اس بات کا اچھی طرح اندازہ تھا کہ لاء منسٹر صاحب اپنی سابق روایات کو کبھی بھی فراموش نہیں کریں گے اور یہاں پر ایم پی ایز کو ہی جھوٹا قرار دیا جائے گا۔ مگر سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہی اس ایس ایچ او کی سب سے بڑی زیادتی ہے کہ اس کا علاقہ نہ ہونے کے باوجود اس نے میرے گھر پر ریڈ کیا اور دوسرا یہ کہہ رہے ہیں کہ اس نے نہیں کیا۔ میری خود اس سے دو دفعہ بات ہوئی ہے اس نے اس بات کو admit کیا کہ وہ آیا تھا اور اس نے ریڈ کیا تھا۔ اس کے بعد کس بات کی گنجائش رہ جاتی ہے کہ یہ کہتے ہیں کہ یہ اس کا علاقہ نہیں ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ! وہ لاء منسٹر صاحب کے چیمبر میں بیٹھا ہوا ہے۔

محترمہ نورالنساء ملک: جناب سپیکر! آپ اس کو کمیٹی کے سپرد کریں اگر وہ بے قصور ہو گا تو اس کو ادھر سے معافی مل جائے گی یہ کیا طریقہ ہے کہ اس کو چیمبر میں مل لیں۔ براہ مہربانی! اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کریں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! چونکہ محترمہ کی تحریک استحقاق ہے۔ سب سے پہلے تو میں اس بات پر احتجاج کرتا ہوں جو محترمہ نے کہا ہے کہ حسب روایت میں نے ہمیشہ ممبران کے استحقاق کا خیال رکھا ہے لیکن اگر کوئی بات غلط ہو تو اس کو غلط کہنا پڑتا ہے۔ اگر محترمہ بطور رکن ذمہ داری کے ساتھ بات کر رہی ہیں تو میں اس کو تسلیم کرتا ہوں لیکن بطور وزیر تسلی کرنے کے بعد بات کر رہا ہوں انہیں بھی اس بات کو تسلیم کرنا چاہئے اور میں ان کو یہ دعوت دیتا ہوں کہ حلفاً وہ ایس ایچ او کہے گا اور اگر حلفاً نہیں کہے گا تو ہم اس کے خلاف کارروائی کریں گے۔

جناب سمیع اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! چار سال سے تحریک استحقاق میں دونوں طرح سے یہ روایت ہے کہ وزیر صاحب متعلقہ آدمی کو چیمبر میں بلا لیتے ہیں اور ممبر جا کر بات کر لیتا ہے یہ بھی روایت ہے، دوسری روایت یہ بھی ہے جس طرح محترمہ فرما رہی ہیں کہ اس کو کمیٹی کے سپرد کر دیں۔ دو سال پہلے میری بھی ایک تحریک استحقاق تھی اس میں ہم نے غلط نام لکھ دیا تھا اور وہ تحریک استحقاق

آپ نے in order قرار دی اور وہ کمیٹی میں چلی گئی۔ وہاں پر اس آفیسر نے کہا کہ میں نہیں تھا کوئی اور تھا۔ راجہ صاحب درست فرما رہے ہیں یہ in order قرار دے دیں۔

جناب سپیکر: خان صاحب! ایس ایچ او آیا ہوا ہے۔

جناب سمیع اللہ خان: اگر وہ in order قرار دے دیں اس کے بعد بھی یقینی بات ہے کہ اگر وہ حلفاً کہتا ہے تو وہ کمیٹی میں بھی یہ بات کہہ سکتا ہے۔

جناب سپیکر: میری عرض یہ ہے کہ جس نے ایک فعل کیا ہی نہیں تو اس کو خواہ مخواہ کیوں ادھر بلایا جائے۔ میرا خیال ہے کہ رانا آفتاب احمد خان صاحب ساتھ بیٹھ جاتے ہیں۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! مجھے آپ کی رولنگ پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آپ کی رولنگ ہمیں accept کرنی چاہئے مگر جیسا کہ فاضل رکن کہتی ہیں کہ میں بات نہیں کرنا چاہتی۔ کمیٹی میں بھی تو بات ہی ہونی ہے۔

جناب سپیکر: کمیٹی نے بھی تو اس کو سننا ہے ابھی وہ آیا بیٹھا ہے آپ سن لیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: میرے خیال میں ابھی بیٹھ کر بات کر لیتے ہیں۔

چوہدری اعجاز احمد سماں: پوائنٹ آف آرڈر۔ میری خود ان سے دو دفعہ بات ہو چکی ہے۔

جناب سپیکر: جی، آپ تشریف رکھیں میں نے ان کا مؤقف سنا ہے۔ محترمہ! آپ وزیر صاحب کے چیمبر میں تشریف لے جائیں۔ اگلی تحریک میاں افتخار حسین چھچھر صاحب کی طرف سے ہے۔ وہ تشریف فرما نہیں ہیں اور ان کی طرف سے چٹ آئی ہے اس لئے یہ تحریک کل تک pending کی جاتی ہے۔

سرکاری کارروائی

بحث

سالانہ بجٹ برائے سال 08-2007 پر بحث

(---جاری)

جناب سپیکر: اب سالانہ بجٹ بابت سال 08-2007 پر بحث کا آغاز مورخہ 17۔جون 2007 کو ہوا تھا آج بھی بحث جاری رہے گی جو اراکین بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں وہ اپنے ناموں کی چٹیں

میرے پاس بھجوادیں۔ابھی تک جو نام میرے پاس آیا ہے وہ صرف ایک نام ہے وہ جناب عامر عثمان عادل کا ہے۔جی، بریگیڈیر (ریٹائرڈ) محمد حسن صاحب!

بریگیڈیر (ریٹائرڈ) محمد حسن: اللہ کے پاک نام سے شروع جو بڑا مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے۔درود و سلام حضرت محمد ﷺ پر۔

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ یہ بجٹ فنانس منسٹر نے بڑی محنت اور لگن کے ساتھ تیار کیا ہے اور یہ بھی ان کو اعزاز ہے کہ انہوں نے بڑے اعتماد سے، بڑے confidence کے ساتھ پانچویں دفعہ یہ بجٹ پیش کیا۔ میں اس پر ان کو مبارکباد دیتا ہوں۔ میں اپنے حلقے کے حوالے سے کچھ گزارشات کرنے کے بعد بجٹ پر بھی comments دوں گا۔ ہمارے علاقے گوجرخان سے پانچ جگہوں سے گیس ملتی ہے لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ گوجرخان کے باسیوں کو گیس نہیں مل رہی۔ ہماری گیس باقی علاقوں کو بھی ضرور ملے لیکن گوجرخان کا بھی حق ہے۔اگر وزیر خزانہ صاحب کچھ پیسے اس مد میں رکھ سکتے ہیں۔ میرے حلقے میں اس وقت ساڑھے تین کروڑ روپے کی بجلی کی کمی ہے اور میں نے پچھلی دفعہ بھی یہی گزارش کی تھی اور آپ کو پتا ہے کہ اپوزیشن کی وجہ سے ہمیں فنڈز بھی نہیں دیئے وہ ان کی بہت مہربانی ہے۔یہ اپوزیشن کو نہ دیکھیں اگر لوگوں کو کچھ مراعات دے سکتے ہیں تو ان کو دینی چاہئیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ ہمارا علاقہ پوٹھوہار اور خاص طور پر گوجرخان ٹوٹا پھوٹا علاقہ ہے اور میں کئی دفعہ پہلے بھی یہ گزارش کر چکا ہوں کہ یہ انتہائی موزوں ہے چھوٹے چھوٹے بند باندھ کر ڈیمز بنانے کے لئے اور یہاں پر ہزاروں ڈیمز بننے چاہئیں جس سے واٹر لیول بھی اوپر آئے گا اور ایگریکلچر بھی ترقی کرے گی۔ ہمارا علاقہ بنیادی طور پر فوجی علاقہ ہے۔یہاں کے لوگ فوج میں جایا کرتے تھے لیکن آج کل فوج میں بھی بندش ہو گئی ہے تو ان کے گزراوقات کے لئے فوج رہ گئی ہے اور نہ ایگریکلچر ہے۔ صرف ایک survival رہتا ہے کہ اگر اس علاقے میں کچھ انڈسٹریز قائم کی جائیں۔ میں نے last time بھی گزارش کی تھی کہ اگر منگلا چکوال سیکٹر کو انڈسٹریل ایریا ڈکلیئر کیا جائے یا کچھ ایریا وہاں پر انڈسٹری کے لئے مختص کیا جائے تو وہاں کے عوام کو آنے والے دس، پندرہ، بیس سال کے لئے گزراوقات کے لئے روزگار مہیا ہوں گے۔

جناب سپیکر! میں بارہا کہہ چکا ہوں کہ خطہ پوٹھوہار میں کوئی ایجوکیشن انسٹیٹیوٹ نام کا نہیں ہے اور گوجرخان میں تعلیم کے نام پر آٹھ سو کنال زمین مختص پڑی ہوئی ہے۔ وزیر تعلیم

یہاں پر تشریف رکھتے ہیں میں کئی دفعہ کہہ چکا ہوں کہ یہاں پر ایک یونیورسٹی بنی چاہئے جس سے سارے لوگ مستفید ہوں لیکن ابھی تک کچھ نہیں ہوا۔ گوجر خان تحصیل ہمارے ضلع کی سب سے بڑی تحصیل ہے۔ وہاں پر ایک بہت بڑی منڈی ہے انتظامی طور پر اس میں بڑی کمیاں ہیں اگر اس کو ضلع کا درجہ دیا جائے تو یہ انتظامی کمزوریاں دور ہو سکتی ہیں۔

جناب سپیکر! میں بجٹ کے متعلق کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔ ہمارے وزیر خزانہ صاحب ایک بڑی humble, loyal obedient and self respecting personality کے مالک ہیں اور اسی وجہ سے

This side or that, side everybody loves and respects him with all his ideas. This time his attitude has been aggressive. I don't know whatever the reason is because he has projected the 5 years achievement of the Government. He has showed lot of aggression in this.

میں یہ کہتا ہوں کہ پانچ سال گزرے ہیں ان پانچ سالوں میں بہت کچھ ہوا ہے۔ ان پانچ سالوں میں پیسے بھی آئے ہیں، لوگوں نے بھی کام کیا ہے۔ بڑے eminent اور بڑے قابل منسٹرز بھی یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں اور سب نے ہر مد میں کام کیا ہے اور سچی بات یہ ہے کہ ہمارے پاس اتنے وسائل نہیں ہیں کہ سارے کام ہو جائیں لیکن اگر ایک طریقہ اپنایا جائے اور سلسلہ چلتا رہے تو ضرور یہ صوبہ ترقی کی راہ پر گامزن ہو گا لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ تمام تر دعووں کے باوجود ہمارے ہاں بہت کمی رہی۔ عمران مسعود صاحب یہاں پر تشریف فرما ہیں وہ میرے برخوردار بھی ہیں، میرے عزیز بھی ہیں اور میرا ان سے رشتہ بھی ہے میں ناامیدی کے ساتھ کہتا ہوں کہ پچھلے پانچ سال کے دوران جتنی بری حالت تعلیم کے شعبے میں ہوئی ہے شاید آنے والے ایجوکیشن منسٹر اللہ کرے یہی بنیں شاید یہ حالت ٹھیک ہو لیکن صورتحال یہ ہے کہ یہاں پر اتنے دعوے کئے گئے کہ بڑی enrollment ہوئی، بڑے ٹیچرز بھرتی کئے گئے، بڑی سہولیات دی گئیں۔ وہاں پر اسی لحاظ سے ایجوکیشن بتدریج نیچے گئی اور ایک پڑھا لکھا پنجاب ان پڑھ پنجاب میں تبدیل ہو چکا ہے۔ یہ تو کہتے ہیں کہ ہم نے ترقی کی ہے۔ میرے حلقے میں ایک گورنمنٹ ہائی سکول ہے سٹاف نہ ہونے کی وجہ سے وہ دسویں سے نویں پر آیا، نویں سے اس وقت آٹھویں پر آ گیا اور اگلے سال شاید ساتویں پر بھی

چلا جائے گا۔ لوگ اتنے بگڑ رہے ہیں کہ مجھے جا کر انہوں نے ادھر سے پکڑا اور کہا کہ ہم نے آپ کو کس لئے اسمبلی میں بھیجا تھا کہ ہمارا سکول دسویں سے آٹھویں پر چلا جائے۔

خدارا! عمران مسعود صاحب ایک دفعہ اسمبلیاں ختم ہونے سے پہلے میرے پاس آئیں تو میں ان کو اپنے حلقہ پی پی۔4 کے کسی ایک سکول میں وزٹ کرواؤں گا کہ ہم کس کسمپرسی کی حالت میں رہ رہے ہیں۔ وہاں پر کھنگر میں ایک پرائمری سکول ہے جو پچھلے چار سال کے دوران سٹاف نہ ہونے کی وجہ سے ملیامیٹ ہو گیا، ختم ہو گیا اور آج وہاں پر ایک بچہ بھی نہیں ہے اور ایک ٹیچر تنخواہ لے رہا ہے۔ میرے اپنے گاؤں کا ایک چھوٹا سا سکول ہے۔ 2002 میں اس میں 143 بچیاں پڑھتی تھیں اور اب صرف 57 بچیاں رہ گئی ہیں۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ انہوں نے کہاں پر ایجوکیشن کی enrollment بڑھائی ہے اور کہاں پر تعلیم کو اوپر لے کر گئے۔ صورتحال یہ ہے کہ جو پانچ سال کے دوران تعلیمی نظام میں تبدیلیاں در تبدیلیاں ہوئی ہیں ان تبدیلیوں کی وجہ سے تعلیم کا کچھ نہیں رہا امتحانوں کا سسٹم تبدیل کر دیا گیا ہے اس دفعہ 20 لاکھ بچوں کو پانچویں اور آٹھویں جماعت کے امتحان سے محروم کیا گیا۔ اس وقت صورتحال یہ ہے کہ میرے حلقے میں 43 ہائی سکول ہیں جن میں سے صرف 6 میں ہیڈ ماسٹر ہیں اور پچھلے پانچ سال میں عمران مسعود صاحب ان 43 سکولوں کو ہیڈ ماسٹر نہیں دے سکے۔ جو ایڈہاک کام کر رہے ہیں انہیں کیوں نہیں promote کیا گیا اور میں ہر دفعہ چیختا چلاتا رہا۔ 13 لٹریسی سنٹر چل رہے ہیں اور انہیں پچھلے ڈیڑھ سال سے تنخواہ نہیں مل رہی۔ میں نے عمران مسعود صاحب کو بھی کہا اور پارلیمانی سیکرٹری بیٹھے ہیں، انہیں بھی کہا، سیکرٹری ایجوکیشن کو بھی کہا لیکن ان لوگوں کو تا حال تنخواہ نہیں مل رہی اور پھر اس ایجوکیشن سسٹم نے moral character کا بیڑہ غرق کیا کہ میرے حلقے کے 43 سکولوں میں ایک ایک نائب قاصد بھرتی ہونا تھا اور ان ناخداؤں نے ان ہیڈ ماسٹروں کو جو 18,19,20 سکیل کے لوگ ہوتے ہیں جن کے پاس میں اور آپ بچے تعلیم و تربیت کے لئے بھیجتے ہیں، ان لوگوں سے peon اور sweeper کا blank appointment letter لیا اور انہوں نے اپنے ہاتھ سے فارم بھرے کہ یہ ہمارے من پسند لوگ ہیں اور ہم انہیں بھرتی کرتے ہیں۔ اب اس ہیڈ ماسٹر کے moral character کو دیکھیں کہ جس نے blank letter پر دستخط کر دیئے وہ میرے اور آپ کے بچوں کی تربیت کیا کرے گا۔ یعنی اس طرح کی ایجوکیشن سیکٹر میں کمی ہوئی کہ کچھ نہیں رہا۔ انہوں نے شروع میں کہا تھا کہ آٹھویں کا امتحان نہیں ہو گا بعد میں انہیں خیال آیا اور امتحان لے لیا اور جب دیکھا کہ یہ غلطی

ہوئی ہے کہ آٹھویں کا امتحان لے لیا ہے تو انہوں نے فیل ہونے والوں کو بھی پاس کر دیا اور جو پاس تھے وہ بھی پاس کر دیئے اور جنہوں نے امتحان نہیں دیا تھا انہیں بھی پاس کر دیا۔ ان بچوں کو یہ نویں میں لے گئے اور نویں میں جا کر انہوں نے کہا کہ A to Z گریڈ ہوں گے اور زیرو نمبر لینے والا بچہ پاس ہو جائے گا۔ بچہ تو پاس ہو گیا لیکن اس کے پلے کچھ نہیں پڑا اور اگلے ہی سال انہوں نے کہا کہ 33 فیصد نمبر لینے والے بچے دسویں میں promote ہوں گے لیکن وہ کیا ہے کہ آج دن تک وہ بچے گلی ڈنڈا کھیل رہے ہیں اور تعلیم کے معیار میں ان کا صفایا ہو گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کاغذوں پر achievements بہت ہیں لیکن بد قسمتی سے فزیکلی at least in my area the condition is very disappointing.

جناب سپیکر! پچھلے سال میرے 43 سکولوں میں سے صرف 6 سکولوں کے 20 فیصد بچے میٹرک میں پاس ہوئے اور باقی بچے زیرو سے 20 فیصد کے درمیان فیل ہوئے۔ جہاں یہ معیار ہو کہ چھ سکولوں میں بچے 20 فیصد پاس ہوں اور باقی نیچے ہوں تو وہاں پر کون سی تعلیم ہے اور کون سا ہم آگے بڑھ رہے ہیں اور کون سا ہم کام کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! زراعت کے سیکٹر میں بھی بہت کچھ کہا گیا اور بہت دعوے ہوئے لیکن لودھی صاحب تشریف نہیں رکھتے ہیں مگر ان دعوؤں کے باوجود ہمارا صوبہ ایک زرعی صوبہ ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہم نے ٹماٹر، آلو، پیاز اور سب سے بڑا چینی کا کرائسز بھی face کیا ہے اور پچھلے پانچ سالوں میں لاکھوں ٹن ہم نے اجناس بھی درآمد کی ہے تو ہم فخر سے یہ کہہ رہے ہیں کہ ایگریکلچر سائیڈ پر اتنا لگا دیا ہے۔

جناب سپیکر! اس میں کوئی شک نہیں کہ لاء اینڈ آرڈر پر اربوں روپے اس حکومت نے خرچ کئے ہیں کہ پولیس pickets بنی اور ہزاروں پولیس والوں کو بھرتی کیا گیا لیکن اسی تناسب سے بہت زیادہ کرائم ریٹ بڑھا ہے۔ ان دو دنوں میں جب آپ نے چھٹی فرمائی تو میں وہاں پر گیا۔ رکھ موڑ پر رات کے ایک بجے کے قریب ڈاکا پڑا اور 6/7 بندوں نے آکر گھر والوں کو لوٹا، مارا اور سب کچھ کیا اور اگلی ہی رات ایک ساتھ والے گاؤں ٹول برٹھ پر ڈاکا پڑا اور آج یہ حال ہے کہ مین روڈ سے سائیڈ روڈ پر آپ پہلے تو رات کو جانا پسند نہیں کرتے تھے اور آج دن میں بھی سائیڈ روڈ پر نہیں جا سکتے۔ ہر طرف لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہے اور ایسے لگتا ہے کہ اس ملک میں ڈاکوؤں، چوروں اور لٹیروں کا راج ہے اس حکومت کا نہیں ہے۔ بد قسمتی سے میں فزیکلی on ground پوزیشن بتا رہا ہوں کہ پولیس والا اس وقت کچھ کام کرنے کے لئے کار آمد ہے اور نہ ہی حکومت والے

اس طرف کوئی قدم اٹھا رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میں یہ کہتا ہوں کہ جس ملک کے اندر انصاف نہیں ہو گا وہ ملک قائم نہیں رہ سکتا۔ انصاف کے بغیر آپ کس طریقے سے ایک معاشرے کو پروان چڑھاتے ہیں۔ دوسری جنگ عظیم میں چرچل نے کہا تھا کہ اگر میری عدالتیں کام کر رہی ہیں تو میں جرمنی سے اپنے ملک کو بچالوں گا اور انہوں نے بچا لیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ بے انصاف کی حکومت کسی صورت قائم نہیں رہ سکتی، ظالم کی حکومت قائم رہ سکتی ہے۔ ہم آج اگر انصاف اپنے ملک میں نہیں لائیں گے تو میں اور آپ ہم سارے ہاتھ ملتے رہ جائیں گے اور یہاں پر کوئی ایسی قوم آ جائے گی جو اس ملک کو انصاف دے گی۔ یہ ملک چل نہیں سکے گا۔ خدارا! کسی ایسے راستے پر چلیں جہاں اس ملک کو ہم انصاف دے سکیں۔ اس وقت لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال اتنی دگرگوں ہے کہ کوئی بندہ اس وقت مین روڈ سے باہر نہیں جا سکتا۔ راتوں تک لوگ جاگتے رہتے ہیں کہ پتا نہیں ہمارے ساتھ کیا ہو گا۔ یہ کون لوگ ہیں کہ اتنی پولیس ہونے کے باوجود جو آج یہ صورتحال پیدا کر رہے ہیں۔ یہ ہماری قوم کے وہ نوجوان لوگ ہیں جو چرس، افیون، شراب، ڈاکے، چوری اور جوئے سب کے اوپر جا رہے ہیں اور اس حکومت کے پاس کوئی جواب نہیں کہ ان جرائم کو کنٹرول کریں۔ کنٹرول تو ہو سکتا تھا اچھی تعلیم دینے سے، کنٹرول اس طریقے سے نہیں ہو سکتا تھا کہ آپ تعلیم کی دھجیاں بگاڑ کر لوگوں کے moral character کے ساتھ کھیل کر ہیڈ ماسٹر تک کے لوگوں کو ان کے moral character کو ختم کریں۔

جناب سپیکر! پولیس کی بھرتیاں ہوئیں kindly مجھے تھوڑی سی بات کرنے دیں کیونکہ میں بہت تھوڑا اسمبلی میں بولا ہوں اور صرف پتے کی ایک بات کرتا ہوں کیونکہ میں کسی پر تنقید کرتا ہوں اور نہ کسی کے حق میں بولتا ہوں۔ پولیس کی بھرتیوں کے حوالے سے راولپنڈی میں ایک بازار گرم ہوا اور راجہ صاحب تشریف نہیں رکھتے اور انہیں سارا پتا ہے کہ وہاں پر 50/40, 50/40 ہزار روپے میں ایک ایک سپاہی کانسٹیبل بھرتی ہوا اور جو لوگ 50 ہزار روپے دے کر بھرتی ہوئے وہ کون سے بچے ہیں جو کل اس ملک کے لئے ایمانداری سے کام کریں گے۔ انہوں نے ساری زندگی رشوت اور بے ایمانیاں کرنی ہیں۔ یہ سارے ایس ایچ او وہ پیدا کریں گے جنہوں نے اس صوبے کے ساتھ لٹیرا پن کرنا ہے۔

جناب سپیکر! آپ کے دو بچے اللہ کے فضل سے میرے بچے کے ساتھ فوج میں گئے۔ وہ سارے میرٹ پر گئے ہیں اور آپ کے بچے آج یہ فخر کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ہم فلاں سندھ اور فلاں پنجاب کے سپوت ہیں اور ہم اس ملک کے لئے جان دیں گے۔ یہ لٹیرے جو50/60ہزار روپے رشوت دے کر بھرتی ہوئے ہیں، یہ کس فخر کے ساتھ اس ملک کی خدمت کریں گے اور اس ملک کو بچائیں گے اور اس ملک کے لئے جانیں دیں گے اور کون سا انصاف یہ لے کر آئیں گے ؟ پھر انہوں نے یہ ظلم کیا، کیوں میرٹ کی دھجیاں اڑائی گئیں ؟ آخری رات انہوں نے ہزار کے حساب سے بیٹھ کر ایک دفتر میں میرٹ پر آنے والوں کو ہٹا کر اپنے من پسند لوگوں کو ڈال لیا۔ یہ کون سے لوگ ہیں ؟ ان کے لوگ ہیں اور ان کے نہیں ہیں۔ اس وقت ایک مسلم لیگی حکومت ہے تو پورا صوبہ اس مسلم لیگ کا ہے۔ ہم آپ کو بطور سپیکر اور پرویز الٰہی کو وزیر اعلیٰ مانتے ہیں۔ کیوں ناانصافی ہو؟ کیوں میرے یا بہت سارے ان لوگوں کے فنڈز روک رکھے ہیں، کیا میں اس مقصد کے لئے مشرقی پنجاب میں مہندر سنگھ کے پاس جاتا کہ میرے حلقے کے لئے فنڈز دیں۔ میں تو وزیر اعلیٰ کو کہتا ہوں کہ وہ میرا وزیر اعلیٰ ہے اور انہوں نے پہلی دفعہ یہاں بیٹھ کر کہا تھا کہ میں بغیر تفریق کے اپوزیشن کو فنڈز دوں گا لیکن کون سی وہ hurdle ان کے سامنے پیش آئی کہ وہ اڑھائی کروڑ روپے ہمیں نہیں دیا اور بد نصیبی یہ ہے کہ ادھر کچھ لوگوں کو دیا ہے۔ کون سی من پسندی تھی کہ اپوزیشن کے کچھ لوگوں کو تو دے رہے ہیں اور کچھ کو نہیں دے رہے۔ خدارا! کچھ تو انصاف کی چیز سامنے آنی چاہئے تھی تاکہ ہم آج یہ کہہ سکتے کہ ہم نے مل کر اس ملک کو چلایا اور اس ملک کے ساتھ چلے ہیں۔

جناب سپیکر! سوشل سیکٹر میں آتا ہوں کہ پہلے بھی کہا ہے کہ اتنی کرپشن ہے کہ مجھے ایک British born لڑکی جس نے پاکستانیوں کے لئے ایک لیٹر لکھا ہے اور sorry میں لایا نہیں۔ اس نے کہا کہ خدارا! ایک بات کریں کہ قائد اعظم کے ساتھ اس مسلم لیگ کو منسلک نہ کریں۔ میں آگے بتاتا ہوں کہ کیوں؟ اس نے کہا کہ اس ملک کے اندر قائد اعظم کی تصویر چل رہی ہے، قائد اعظم کی مسلم لیگ نہیں چل رہی۔ آج آپ پٹواری کے پاس چلے جائیں کہ عام آدمی پٹوار کلچر میں اتنا زیادہ پھنسا اور دھنسا ہوا ہے کہ وہ بے چارہ اپنا ایک جائز کام بھی نہیں کروا سکتا۔ آج ایک پٹواری فوتیدگی کے انتقال پر 50ہزار روپیہ لے رہا ہے اور حقیقت میں جو جائیداد بچوں کی ہوتی ہے اور ایک باپ مر گیا تو پٹواری کہتا ہے کہ 50ہزار روپے مجھے دے دیں۔ ادھر ہم کہتے ہیں کہ ہماری فیس تو -/200 روپے سرکاری ہے اور ہمیں کیا پتا کہ پٹواری لیتا ہے یا نہیں۔ آج کوئی پٹواری یا تحصیلدار اپنے

دفتر میں بیٹھ کر کام نہیں کرتا۔آپ زمین خریدتے ہیں توپٹواری اور تحصیلدار آپ کے گھر میں آ کرانتقال چڑھا کر جاتا ہے اور آپ سے کیا لیتا ہے وہ تو آپ اور مجھے بخوبی پتا ہے۔پٹواری کلچر نے اس ملک کو تباہ کیا ہوا ہے۔پولیس کی ہر روز آپ باتیں سنتے رہتے ہیں۔پولیس میں کوئی کام نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ آپ پیسے نہیں دیں گے تو کام نہیں ہوگا۔پولیس کی ڈیوٹی ریلوے پھاٹک پر لگی ہوئی ہے اور میں صبح شام جاتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ ٹرکوں والے کھڑے ہوتے ہیں اور پیسے دے رہے ہوتے ہیں۔جب میں انہیں کہتا ہوں کہ آپ یہ کیوں کر رہے ہیں؟ تو وہ کہتے ہیں کہ "اساں پیسے تاں لے رہے آں کہ ایہناں کول ڈاکومنٹس نہیں ہیں" لیکن ماننے کے لئے کوئی تیار نہیں۔اگر میں ایس پی تک جاتا ہوں تو کہتے ہیں کہ یہ پیسے کہاں لیتے ہیں۔آپ بتائیں کہ کون پیسے لیتا ہے۔بدنصیبی یہ ہے کہ آپ، میں اور ہم سب اس ملک کے رہنے والے ہیں اور ہم اتنے گئے گزرے ہوگئے ہیں کہ ہم برائی کو بُرا کہنے کے لئے تیار نہیں تو اس کلچر کو کون ٹھیک کرے گا۔پانچ سال میں ہم نے کیا قدم اٹھایا۔آپ سپیکر تھے آپ پانچ پانچ، دس دس بندوں کا سنڈیکیٹ بناتے اور کہتے کہ ایک ایک برائی کو نکالنے کے لئے بتائیے کہ اس برائی کو کیسے دور کیا جاسکتا ہے؟ اب بھی وقت ہے کہ ہمیں ان برائیوں کو دور کرنا چاہئے۔ون ونڈو آپریشن لانا چاہئے کوئی کمپیوٹرائزڈ سسٹم لانا چاہئے جس سے یہ کرپشن دور ہو۔کرپشن ہر دور، ہر معاشرے میں، ہر گورنمنٹ اہلکار کے ساتھ منسلک ہے اور ہمارا کوئی کام ہو نہیں رہا ہے۔

جناب سپیکر! زکوٰۃ منسٹر تشریف نہیں رکھتے، جب بھی الیکشن آیا انہوں نے اپنی کمیٹیاں بنائی ہیں میں ایک یونین کونسل کے زکوٰۃ کمیٹی کے پریذیڈنٹ کا نام آپ کو بتاتا ہوں، نام تو نہیں بتاتا لیکن اس کے کرتوت بتاتا ہوں کہ سخت شرابی آدمی ہے ایک دن اس نے اتنی شراب پی کہ لوگوں نے اس کو اٹھا کر گاؤں کے باہر پھینک دیا لوگ سمجھے کہ یہ مر گیا ہے جب دیکھا تو وہ زکوٰۃ کا پریذیڈنٹ پڑا ہوا تھا۔ایسے شرابی بندے کو صرف پارٹی کی بناء پر زکوٰۃ کا چیئرمین لگایا ہوا ہے۔خدارا! مجھے آپ ابھی بھی اختیار دے دیں میں جا کر دیکھتا ہوں کہ کتنے لوگ اس کے اہل ہیں جو زکوٰۃ کے چیئرمین بن سکتے ہیں۔میں سب سے پہلے ان سے دعائے قنوت سنوں گا کہ سناؤ دعائے قنوت کہ کیا آپ کو آتی ہے اور کیا اس کے معنی آتے ہیں؟ وہ مسلمان بھی نہیں ہے تو وہ زکوٰۃ کا چیئرمین بن کر کیا کرے گا جس کو اسلام کی چیزوں کا پتا نہیں کہ زکوٰۃ کس پر واجب ہوتی ہے اور کہاں سے آتی ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ مجھے اس اسمبلی میں پچھلے پانچ سالوں میں بہت ٹیلنٹ نظر آیا۔جو یہاں پچھلے بنچوں پر

نوجوان بیٹھے ہوئے ہیں ان میں ایمانداری بھی ہے فنانس منسٹر کی طرح ان میں محنت بھی ہے، لگن بھی ہے اور جذبہ بھی ہے۔ اگر یہ سلسلہ چلے اور میری طرح کے سفید داڑھیوں والے جو آگے بیٹھے ہوئے ہیں اگر ان کو پیچھے کر دیا جائے اور ان کو آگے لایا جائے تو یہ ملک چل سکتا ہے ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ملک کو چلنا چاہئے۔ شکریہ

جناب سپیکر: کیا اپوزیشن کی طرف سے کوئی معزز رکن بات کرنا چاہتا ہے؟ کیونکہ ابھی تک میرے پاس مزید نام کی چٹ نہیں ہے۔

حاجی محمد اعجاز: جی، جناب سپیکر! میں کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، حاجی محمد اعجاز صاحب! ان کے علاوہ کوئی اور بھی بات کرنا چاہ رہے ہیں تو اپنے نام کی چٹ مجھے بھجوا دیں۔

حاجی محمد اعجاز: نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم امابعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! میں سب سے پہلے تو گورنمنٹ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے پانچواں بجٹ پیش کیا بلکہ بجٹ پیش کرنے کا دعویٰ کیا۔ وزیر تعلیم عمران صاحب تشریف فرما ہیں۔ بریگیڈیر صاحب نے اس مد میں بہت سی باتیں کی ہیں لیکن میں صرف اپنے حلقے کی بات کرنا چاہتا ہوں۔ یہاں بہت شور مچایا گیا کہ سکولوں میں جو missing facilities ہیں ان کو پورا کیا جائے گا لیکن بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ پورے پانچ سال گزرنے کے باوجود میرے حلقہ میں بہت سے ایسے سکولز ہیں جن میں ابھی تک فرنیچر نہیں ہے، جن میں ابھی تک باتھ روم کی سہولت میسر نہیں ہے، جن میں ابھی تک پینے کا پانی نہیں ہے پتا نہیں جو اربوں روپے یہ تعلیم کے لئے رکھ رہے ہیں یہ کہاں استعمال کر رہے ہیں۔ ایجوکیٹرز رو رہے ہیں کہ ہمیں ریگولر کیا جائے۔ میرے حلقے میں کئی سکولز ایسے ہیں جہاں پورا اسٹاف، پینے کا پانی، بجلی، بجلی کے پنکھے اور بچوں کے بیٹھنے کے لئے بنچ نہیں ہیں۔ میں صرف ایک سکول کا نام لیتا ہوں یاسمین سیکنڈری ہائر سکول، وہ بچیوں کا سکول ہے وہاں اس قدر زیادہ بچیاں ہیں جو زمین پر بیٹھتی ہیں ڈیسک نہیں ہیں، چیئرز نہیں ہیں، پینے کا پانی نہیں ہے، یہاں تک کہ باتھ روم کی سہولت بھی نہیں ہے۔ اب مجھے یہ بتائیں کہ پانچ سال گزرنے کے باوجود دعویٰ تو یہ کیا جاتا ہے کہ تعلیم کے لئے کھربوں روپے رکھے گئے ہیں لیکن لاہور جیسے شہر میں جو پنجاب کا دارالخلافہ ہے یہاں بہت سے ایسے سکولز ہیں جہاں missing facilities پوری نہیں کی گئی۔ ہر سال یہ کہا جاتا ہے کہ تعلیم کے لئے اتنا بجٹ رکھا گیا ہے۔

جناب سپیکر! میرے حلقہ میں ایک سکول ہے اس کا نام ہے ملت بوائز ہائی سکول جو مغلپورہ شاہ کمال روڈ پر موجود ہے 1996 میں وہاں ملک ریاض صاحب ہیڈ ماسٹر تھے وہ بچوں کو اس طرح سے تعلیم دیتے تھے کہ ان کے دور میں ایسے بچے تعلیم میں آگے آئے جنہوں نے سات سو سے زیادہ نمبر لئے اور تمام بچوں نے فرسٹ ڈویژن حاصل کی کوئی بچہ فیل نہیں ہوا۔ اس کی وجہ کیا تھی وہ یہ تھی کہ وہ بچوں کو پڑھاتے تھے اگر کسی بچے نے کہا کہ مجھے بخار ہے تو وہ کہتے تھے کہ بچوں کو سکول لاؤ میں خود ڈاکٹر سے چیک کرواتا ہوں اگر بخار ہے تو انہوں نے دوائی لے کر دی ہے اور ساتھ یہ بھی کہا کہ بیٹا یہاں بیٹھ جاؤ اور بیٹھ کر پڑھو اور اگر پڑھ نہیں سکتے تو خالی سنو کہ میں کیا پڑھا رہا ہوں۔ 97-1996 کے بعد آج تک جب سے وہ ہیڈ ماسٹر وہاں سے تبدیل ہوئے ہیں اس سکول کا ایک بچہ بھی فرسٹ ڈویژن حاصل نہیں کر سکا۔ کیا ان ہیڈ ماسٹر نے تعلیم گھول کر پلا دی تھی؟ نہیں بلکہ انہوں نے پڑھایا تھا۔ ایک طرف تو ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم تعلیم کو فری کر رہے ہیں، کتابیں دے رہے ہیں یہ اپنی مرضی کے سکولوں کو کتابیں دے رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ایسا نظام تعلیم ہونا چاہئے کہ بچے پڑھیں اور پڑھ کر فرسٹ ڈویژن حاصل کریں زیادہ نمبر حاصل کریں اور اچھے تعلیمی اداروں میں جائیں۔ یہاں یونیورسٹی پرائیویٹ سیکٹر میں بن رہی ہیں لیکن آپ دیکھیں ہمارے پاکستان سے، بنگلہ دیش سے، انڈیا سے لاکھوں کی تعداد میں بچے UK میں جاتے ہیں اور وہاں جا کر یونیورسٹیوں میں داخلے لیتے ہیں وہاں سے پڑھ کر آتے ہیں۔ کیا ہم یہاں پر ایسا نظام نہیں بنا سکتے کہ دوسرے ملکوں کے بچے ہمارے ملک میں آئیں؟ یہاں آئیں اور تعلیم حاصل کریں اور جوان ملکوں کی معیشت ترقی کر رہی ہے وہ ہماری معیشت ترقی کرے۔ ہم کیوں ایسا نظام نہیں بنا سکتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

جناب سپیکر! لاء اینڈ آرڈر کی بات کی گئی۔ پچھلے پانچ سالوں سے موجودہ گورنمنٹ جناب پرویز الٰہی صاحب لاکھوں، اربوں، کھربوں کے حساب سے پولیس کو پیسا دے رہے ہیں لیکن پولیس کے کرائم کا یہ حال ہے کہ اگر کوئی وائٹ کالر آدمی تھانے میں پرچہ درج کروانے جائے تو اس کا پرچہ درج نہیں ہوتا بلکہ اگر کوئی دوسرا آدمی جاتا ہے تھوڑے بہت پیسے دیتا ہے تو اس کی ایف آئی آر فوراً درج کر لی جاتی ہے۔

جناب سپیکر! سٹریٹ کرائم لاہور میں عام ہے کسی گلی میں چلے جائیں پتا چلتا ہے کہ ابھی یہاں سے موبائل فون چھین لیا گیا کسی خواتین کا پرس چھین لیا گیا۔ ڈکیتیاں، چوریاں عام ہیں اور

مویشی عام چرائے جاتے ہیں اور ان سب کو کسی نہ کسی وڈیرے کی سرپرستی حاصل ہوتی ہے۔ ہم اگر اربوں روپے وہی کسی اصلاحی کاموں پر لگائیں تو میرا خیال ہے کہ پولیس کی بجائے وہ بہتر ہو سکتا ہے۔ پولیس کو ہم نے بہت strong کر دیا ہے۔ پولیس افسران اپنی مرضی کرتے ہیں ابھی میری بہن نے آپ کے سامنے ذکر کیا کہ اس کے ساتھ کیا زیادتی ہوئی۔ ہم ایک طرف تو پولیس کو سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! پانچواں بجٹ آیا اور آنے سے پہلے سیاسی گرفتاریاں شروع ہو گئیں لیکن شکر ہے میرا خیال ہے کہ آج کل شاید نہیں ہو رہیں لیکن کافی دنوں تک یہ بات اسمبلی میں چلتی رہی اور اسمبلی کا ماحول بھی کچھ خراب ہوا اور وہ اسی وجہ سے ہوا کہ سیاسی لوگوں کو گرفتار کیا جا رہا تھا۔ گورنمنٹ کا یہ فرض بنتا ہے کہ پولیس کو سیاسی مقاصد کے لئے استعمال نہ کریں۔

جناب سپیکر! پاکستان کی 70 فیصد آبادی دیہات میں رہ رہی ہے اور ہم کسان کو کیا دے رہے ہیں؟ کوئی ریلیف نہیں دے رہے ہیں۔ ٹماٹر -/40 روپے کلو، -/30 روپے کلو اور پچھلے دنوں -/80 روپے کلو تھا۔ اگر ہم کسان کو کچھ سہولت دیں گے اسے کھاد سستے داموں مہیا کریں گے اگر بجلی فری دیں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ کسان بھی ہمیں اس کی output دے گا اور ہمیں مارکیٹ سے بہتر سبزی مل سکے گی۔ پاکستان میں انڈیا سے بے شمار ٹماٹر آ رہا ہے لیکن اس کے باوجود ابھی بھی قیمت -/30 اور -/40 روپے کلو ہے۔ آج کل کے موسم میں ٹماٹر -/10 روپے اور -/5 روپے کلو ہوتا تھا لیکن یہ کیا وجہ ہے ہمیں اس پر غور کرنا چاہئے ہمیں کسان کو ریلیف دینا چاہئے جیسے انڈیا کے پنجاب میں کسان کو بجلی بالکل مفت دی جاتی ہے وہ جتنا مرضی بجلی استعمال کرے ٹیوب ویل چلائے وہ پروڈکشن مہیا کرے۔ کیا ہم ایسا نہیں کر سکتے؟ اگر ہم بہت سی مدوں میں یہ کہتے ہیں کہ ہم کسانوں کو ریلیف دے رہے ہیں بے زمین کسانوں کو زمین دے رہے ہیں تو ہمیں یہ بجلی کی بنیادی سہولت بھی دینی چاہئے۔ اب بجلی تو ہمارے پاس ہے ہی نہیں تو ہم دیں گے کیا؟ لاہور جیسے شہر میں روزانہ دس بارہ گھنٹے لوڈ شیڈنگ کی جاتی ہے لاہور والے رو رہے ہیں، تڑپ رہے ہیں اور کراچی کی صورتحال دیکھ لیں تو وہاں کیا ہے؟ وہاں روزانہ سڑکوں پر مظاہرے ہو رہے ہیں۔ ہمیں اپنی معیشت پر خاص توجہ دینی چاہئے۔

جناب سپیکر! پچھلے سال 2006 میں لاہور قصور روڈ شروع کی گئی تھی جس کو ابھی تک مکمل نہیں کیا گیا۔ پچھلے دنوں گورنمنٹ نے ایک سکیم BOT شروع کی تھی یعنی Build

Operate and Transfer میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان میں ایسی strong پارٹیاں موجود ہیں جن کو اگر آگے لایا جائے اور ان سے کہا جائے کہ آپ اس روڈ کو بنائیں۔ بے شک بنا کر اس پر کوئی ٹیکس لگالیں تاکہ لوگوں کو آنے جانے کے بہتر ذرائع حاصل ہو سکیں۔ میں وزیر خزانہ سے یہ گزارش کروں گا کہ اس بات پر توجہ دیں کہ BOT کے تحت پارٹیوں کو آگے لائیں ان سے روڈز بنوائیں بے شک وہ روڈ پر ٹیکس لگالیں کوئی ٹول وغیرہ کا سسٹم کرلیں اس طرح سے لوگوں کو بہتر ذرائع آمدورفت مل سکے گی۔

جناب سپیکر! بریگیڈیر صاحب نے زکوٰۃ کی بات کی میں بھی اس پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ زکوٰۃ بہت ذمہ دارانہ کام ہے اگر کوئی آدمی زکوٰۃ کا چیئرمین بنتا ہے اور وہ حقدار تک زکوٰۃ نہیں پہنچاتا تو کل قیامت کے دن اس سے پوچھ گچھ ہوگی۔ اس سے پوچھا جائے گا کہ جو گورنمنٹ تھی جو صاحب اختیار لوگ تھے انہوں نے آپ کو ایک چیز کا چیئرمین بنایا آپ کو زکوٰۃ کا چیئرمین بنایا۔ آپ نے کیوں حقدار کو زکوٰۃ نہیں دی؟ یہاں تو حقدار کو زکوٰۃ دینے کی بجائے اپنے لوگوں کو نوازا جاتا ہے۔ ابھی بریگیڈیر صاحب نے بتایا کہ ایسے آدمی کو زکوٰۃ کا چیئرمین بنایا گیا ہے جو شرابی ہے، شراب تو ویسے ہی حرام ہے اور جو شراب پیتا ہے اس کی تو دعا ہی قبول نہیں ہوتی۔ گورنمنٹ کا یہ فرض بنتا ہے کہ دیکھ بھال کر لوگوں کو چیئرمین بنائے۔ جس وقت الیکشن آتے ہیں تو الیکشن سے پہلے اپنی مرضی کی زکوٰۃ کمیٹیاں بنائی جاتی ہیں اور ان سے پھر ووٹ مانگے جاتے ہیں۔ ایسا کردار ادا نہیں ہونا چاہئے بلکہ اچھے طریقے سے میں سمجھتا ہوں کہ لوگوں کی جانچ پڑتال کر کے پھر ان کو چیئرمین بنایا جانا چاہئے۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، وزیر صحت!

وزیر صحت: جناب سپیکر! بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے اپنی گزارشات پیش کرنے کا موقع عنایت فرمایا۔ مسلم لیگ کی پہلی منتخب حکومت ہے کہ جس نے اپنی آئینی مدت پوری کی ہے۔ سب سے پہلے تو میں آپ کو اور اس پورے ایوان کو اس بات کی مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ آپ نے سارے ادوار دیکھے ہیں، 85 سے میں اور آپ اس ہاؤس کے ممبر رہے ہیں۔ ہمیں دو دو، تین تین سال بعد الیکشن لڑنے پڑے ہیں اور پانچ سال میں ہم نے دو دو الیکشن لڑے ہیں تو سب سے پہلے تو میں آپ کو، اپنی جماعت اور صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ جنہوں نے ہمیں مدت پوری کروائی ہے۔ ہم نے جمہوری صدر بھی دیکھے ہیں کہ جنہوں نے دو دو، تین تین سال بعد

اسمبلیاں توڑیں اور اپنی ہی پارٹی کی اسمبلیاں توڑیں لیکن یہ میں سمجھتا ہوں کہ ہم سارے بڑی مبارکباد کے مستحق ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!اس کے بعد میں تھوڑا سا آپ کو وزیر خزانہ نے جو اس بجٹ کو ہماری حکومت کا آخری بجٹ کہا ہے تھوڑا سا ان سے اختلاف کی جسارت کروں گا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہماری کارکردگی اور ہماری قیادت کی مانیٹرنگ اور ان کی جو گائیڈ لائن ہے اور ان کی جو وژن ہے اس کی وجہ سے میں اس کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آنے والے ہماری جماعت کے دور حکومت کا یہ پیشگی بجٹ ہوگا، یہ اس دور کا پیشگی بجٹ ہے اور اس سے انشاء اللہ performance ظاہر ہوگی۔

معزز ممبران حزب اختلاف: ماشاء اللہ، ماشاء اللہ۔

وزیر صحت: جناب سپیکر! ہماری حکومت کے قائد اور وزیراعلیٰ پنجاب کے وژن، کابینہ کی مشاورت، ہمارے ممبران کا تعاون اور ہمارے ورکرز کی جو سپورٹ ہے اس سے ہم نے جو وژن ٹو نٹی ٹو نٹی long term policy کے لئے دیا ہے اس پر ہماری حکومت نے اہداف مقرر کئے ہیں اور اہداف کی کارکردگی بتاتی ہے کہ وہ کتنی performance میں آئی اور کس پر عمل ہوا ہے اور کس پر عمل نہیں ہوا۔ وہ دیکھنے والی باتیں ہیں کہ ہم نے کیا کیا ہے۔

جناب سپیکر! ہم بھی بڑے لچھے دار نعرے سنتے رہے ہیں اور ہم نے ایسی جماعتوں کا دور بھی دیکھا کہ جو روٹی، کپڑا اور مکان کے نعروں پر آئیں اور جنھوں نے بڑے لچھے دار نعرے لگائے کہ ہم عوام کو روٹی، کپڑا اور مکان دیں گے۔ انھوں نے دیا کیا ہے کہ غریب، غریب تر ہوتا گیا اور مزدور کی کارخانہ دار سے لڑائی کرائی۔ مزارع کی زمیندار کے ساتھ لڑائی کرائی۔ مالک مکان کی کرائے دار کے ساتھ لڑائی کرائی، اس طرح ملک میں افراتفری کا سامان پیدا ہوا۔ ہم نے کوئی ایسا لچھے دار نعرہ نہیں لگایا۔ آپ اس پورے بجٹ کا فوکس دیکھیں تو اس پورے بجٹ میں کم آمدنی والے اور غریب آدمی پر فوکس ہے۔ میں اس کی آگے آپ کو تفصیل بیان کرتا ہوں۔ اس میں ہمارا کوئی ذاتی ایجنڈا نہیں ہے۔ ہم نے صرف عوام کی بھلائی کے لئے کام کرنا ہے اور کام کیا ہے اور اسی کام کے اوپر انشاء اللہ اگلا الیکشن لڑنا ہے۔

جناب سپیکر! long term policy 2020 کا جو vision ہے اس میں کسی قوم کی تقدیر بدلنے کی جو اولین شرط ہوتی ہے وہ ہوتی ہے قوم کا شعور بیدار کرنا، وہ کس طرح ہوتا ہے؟ وہ دو چیزوں سے ہوتا ہے، ایک تو قوم کو تعلیم دی جائے اور پھر اس کے بعد اس کی صحت کا خیال رکھا

جائے اور ہماری حکومت کی یہی دو ترجیحات ہیں جن کے اوپر ہماری حکومت نے کام کیا ہے۔اس میں اگر آپ بجٹ کی figures دیکھیں،وزیر خزانہ بڑی تفصیل سے اس کا جواب بھی دیں گے۔ میں اس وقت صرف تھوڑی سی figures آپ کو عرض کروں گا۔

جناب سپیکر! تعلیم کے لئے 21.48۔ارب روپیہ سال رواں سے 72 فیصد زیادہ ہے۔ صحت کے لئے 6.50۔ارب روپیہ سال رواں سے 51 فیصد زیادہ ہے۔واٹر سپلائی اور نکاسی آب کے لئے 6.50۔ارب روپیہ سال رواں سے 25 فیصد زیادہ ہے۔یہ رقوم رکھنے کا مقصد کیا ہے کہ قوم کو تعلیم یافتہ کیا جائے۔ابھی میرے محترم دوست بریگیڈیر صاحب فرمارہے تھے کہ تعلیم کا بُرا حال ہو گیا ہے۔ میں ادھر بیٹھے ہوئے تمام حضرات سے گزارش کرتا ہوں کہ جن کا روٹی، کپڑا اور مکان والی پارٹی سے خاص طور پر تعلق ہے،ان سے سوال کرتا ہوں کہ کسی حکمران کو توفیق نہیں ہوئی کہ پہلی جماعت سے دسویں تک تعلیم مفت کر دیں،کیوں نہیں کی گئی؟ان کو کرنی چاہئے تھی اگر وہ تعلیم کے خیر خواہ ہیں اور ملک کے اندر تعلیم پھیلانا چاہتے ہیں۔یہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویزالہیٰ کے کھاتے میں نیکی آئی کہ انھوں نے پہلی جماعت سے دسویں جماعت تک مفت تعلیم شروع کی ہے اور جو لاہور کے بڑے لوگ ہیں وہ ایک صاحب مجھ سے پوچھتے تھے، ان کے لڑکے Choueifat اور Aitcheson میں پڑھتے ہیں، مجھے پوچھنے لگے کہ چودھری صاحب آپ کی حکومت نے یہ کون سا بڑا تیر مارا ہے کہ پہلی جماعت سے دسویں تک مفت تعلیم کر دی ہے۔اس میں جو فیس ہے وہ تو ایک لڑکے کی دس بیس روپے ہوتی ہے۔ میں نے کہا کہ آپ میرے اور سپیکر صاحب کے گاؤں میں جو بندہ رہتا ہے اس سے پوچھیں کہ -/20 روپے کی اہمیت کیا ہے اور اگر اس کے پانچ بچے سکول میں پڑھتے ہیں اور اس کو -/100 روپیہ مہینہ دینا پڑتا ہے تو اس سے آپ پوچھیں کہ -/100 روپے کی اہمیت کیا ہے؟ پھر آپ کو اندازہ ہو گا کہ وزیر اعلیٰ نے کون سا کارنامہ کیا ہے۔آپ کو کارنامہ نظر نہیں آتا۔اس طرح کی ہمارے اوپر تنقید ہوتی ہے لیکن جو بندہ ان لوگوں کو جو پسے ہوئے تھے ان کو اٹھانے کی کوشش کرے، میں سمجھتا ہوں کہ یہی لیڈر شپ ہے اور یہی لیڈر شپ لوگوں کو پسند آتی ہے۔اس کے علاوہ شرح خواندگی کے اندر ان اقدامات سے کیا ہوا؟ 47 فیصد سے 62 فیصد تک شرح خواندگی ہو گئی ہے۔ پرائمری سطح پر داخلہ 45 فیصد سے 70 فیصد تک چلا گیا ہے۔ ابھی بریگیڈیر صاحب بتا رہے تھے کہ اس میں ہوا کیا ہے؟ لڑکوں کے مقابلے میں لڑکیوں کا تناسب سکولوں میں میڈیکل کالجوں میں زیادہ بڑھ گیا ہے

اور میں یہ باقاعدہ figures کے ساتھ بات کر رہا ہوں۔اس سے ہوا کیا ہے کہ جو لوگ بے چارے اپنے مالی حالات کی وجہ سے پڑھ نہیں سکتے تھے انھوں نے بھی پڑھنا شروع کر دیا ہے اور drop of rate جو کہ بہت زیادہ تھا وہ کم ہو گیا ہے۔ہمارے جو وزیر تعلیم ہیں وہ بھی انشاء اللہ اس کی بات کریں گے۔

جناب سپیکر! پھر جس شعبے سے میرا تعلق ہے میں اس کی طرف آتا ہوں۔آپ نے بھی بڑے ادوار دیکھے اور میں نے بھی بڑے dynamic قسم کے چیف منسٹرز صاحب کے ساتھ کام کیا۔یہ کہتے ہیں کہ پرانی حکومتیں۔پرانی حکومتوں نے بھی بڑا اچھا کام کیا، ہم اس پر تنقید نہیں کرتے لیکن یہ کوئی بات کسی کے کھاتے میں آتی ہے اور کوئی کسی کے کھاتے میں نہیں آتی۔ Basic Health Units بڑی ہی کاوشوں کے ساتھ اور بڑی ہی تندہی سے ان پر بڑی اچھی بلڈنگیں بنائی گئیں اور بڑی اچھی ان کی رہائشیں بنائی گئیں لیکن وہاں پر ڈاکٹر نام کی چیز، پیرامیڈکس نام کی چیز اور دوائی کی نام کی کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی۔کوئی ڈاکٹر تھا، کوئی نرس تھی، کوئی پیرامیڈکس تھے اور نہ ہی کوئی دوائی تھی۔یہ کھاتہ اور یہ noble cause جو ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ نے وزیراعلیٰ چودھری پرویز الٰہی کے حصہ میں لکھی ہوئی تھی۔اب 82 سے 85 فیصد جو ہمارے BHUs ہیں وہ آباد ہیں، وہاں پر آپ کو ڈاکٹرز ملیں گے، وہاں پر آپ کو دوائیاں ملیں گی، وہاں پر آپ کو نرسیں اور پیرامیڈکس ملیں گے اور ہوا کیسے؟ کوئی الہ دین کا چراغ چودھری صاحب نے نہیں جلایا۔کیا کیا ہے؟ چوبیس ہزار آٹھ سو روپیہ ایم او کو جو پہلے دن وہاں جا کر کام کرتا ہے، رورل ہیلتھ سنٹر میں اس کو تنخواہ ملتی ہے اور اگر اس کا پورا پیکج گنیں تو وہ تیس ہزار تک چلا جاتا ہے۔اس کو loaning facility دی ہے، اگر کوئی پلاٹ خریدنا چاہے تو اس کو loaning facility دی ہے اور اس loan پر جو interest پڑے گا وہ بھی گورنمنٹ آف پنجاب دے گی۔اس کو اور کیا incentive چاہئے؟ جزا اور سزا کے بغیر کوئی مذہب بھی نہیں چلتا، دنیاداری تو کیا، مذہب بھی نہیں چلتا، اگر مجھے پتا نہ ہو کہ میں صبح نماز پڑھوں گا ٹھنڈے پانی سے وضو کر کے تو مجھے جنت ملے گی تو شاید میں اتنی تکلیف نہ کروں۔وہ بندہ اس لئے کرتا ہے کہ اس میں incentive ہوتا ہے۔اس طرح دنیاداری میں اگر incentive نہیں ہو گا تو بندہ کام کوئی بھی نہیں کرے گا۔ڈاکٹر نے وہاں جانا شروع کر دیا ہے اس لئے کہ ان کو ایک تو تنخواہ معقول دی گئی ہے، دوسرا چودھری پرویز الٰہی صاحب نے 25 marks اس ڈاکٹر کے لئے جو دو سال تک BHU میں کام کرے گا۔اس کو پبلک سروس

کمیشن کی طرف سے 25 marks دیئے جائیں گے تاکہ وہ پکی نوکری میں آسکے اور 25 marks اس کو incentive دیا گیا ہے اس وجہ سے ڈاکٹروں نے وہاں پر جانا شروع کر دیا ہے۔ پھر وہاں پر دوائیاں مفت دی جارہی ہیں۔ اس کو پھر ہم نے ریفرنس سسٹم بنایا ہے کہ BHU میں جو مریض ٹھیک نہیں ہو سکتا وہ ڈاکٹر اس کو RHC میں refer کرے گا، اگر اس کا علاج وہاں نہیں ہو سکتا تو پھر اس کو تحصیل ہیڈ کوارٹر میں refer کرے گا، اگر اس کا علاج وہاں بھی نہیں ہو سکتا تو پھر اس ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر میں بھیجے گا اور اگر کوئی بہت زیادہ serious مریض ہے تو ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر والا جو ایم۔ ایس ہے وہ اس کو ٹیچنگ ہسپتال میں refer کر دے گا۔ یعنی یہ چیزیں decentralize کی گئی ہیں تاکہ لوگوں کو gross root level پر facilities ملیں اور وہ جو میں نے پہلے بات کی ہے کہ ہماری حکومت نے پسے ہوئے لوگوں کا خیال کیا ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جن کو آپ بھی جانتے، میں بھی جانتا ہوں اور پورا ایوان بھی جانتا ہے کہ جن بے چاروں کے پاس سپیشلسٹ کی فیس نہیں ہے اور وہ لوگ ہیں جن کے پاس گاڑیاں نہیں ہیں، پٹرول نہیں ہے کہ وہ اپنے مریضوں کو لاہور لا سکیں۔ ان کو ہماری حکومت نے gross root level پر ایک primary health care provide کی ہے۔ اس کے علاوہ آپ کسی ٹیچنگ ہسپتال کی ایمر جنسی میں چلے جائیں۔ سب سے بڑی ایمر جنسی میو ہسپتال کی ہے اور میو ہسپتال میں میرا خیال ہے کہ اتنے مریض آتے ہیں کہ شاید پاکستان میں اس سے بڑی ایمر جنسی کوئی نہیں ہے، کسی صورت میں بھی نہیں ہے۔ اس میں کیا ہو رہا ہے؟ ساری کی ساری دوائیاں مفت مل رہی ہیں۔ اس میں پانچ سے دس ہزار روپے تک کا انجکشن جو ہارٹ اٹیک کی صورت میں لگتا ہے وہ بھی مفت مل رہا ہے۔ آج تک کسی حکمران نے یہ کام نہیں کیا۔ میں ابھی اس کے figures منگوا رہا تھا تو اس میں ایک لاکھ تیس ہزار روپیہ، یہ ریکارڈ کی بات ہے، آپ چیک کر لیں کہ اوسط ڈیلی اخراجات ہیں اور یہ صرف میو ہسپتال کے ہیں۔ پھر ہم یہ میو ہسپتال میں ہی نہیں کر رہے بلکہ جتنے بھی ٹیچنگ ہسپتال ہیں ان سارے کے ساروں میں ہم کر رہے ہیں۔ میں ایک اور بات آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں، ہمارے ایک دوست ٹریژری بنچز کے آج آئے نہیں انھوں نے یہ کہا تھا کہ آپ اس کام کو آگے کیوں نہیں بڑھاتے؟ اس کو اس طرح سے ہم آگے بڑھا رہے ہیں کہ میو ہسپتال کے اندر نہ صرف ایمر جنسی میں بلکہ سارے کارڈیالوجی کے آپریشن بلکہ سارے کے سارے آرتھوپیڈک کے آپریشن مفت شروع ہو گئے ہیں اور پورے کا پورا علاج اس وقت میو ہسپتال میں مفت ہو رہا ہے، دوائیاں مل رہی

ہیں اور مریضوں کی take care کی جارہی ہے اور سارے ٹیچنگ ہسپتالوں کی ایمرجنسی دوائی مفت دے رہی ہے۔ اگر کسی بندے کا ایکسیڈنٹ ہو جاتا ہے تو راستے میں پتا نہیں اس کے پاس پیسے ہوتے ہیں کہ نہیں ہوتے اور سارے کے سارے جو DHQs ہیں ان کو بھی ہم اس level پر لا رہے ہیں ابھی تک لائے نہیں ہیں لیکن ان کو ہم لا رہے ہیں اور سارے کے سارے جو DHQs ہیں ان کو بھی ہم اس لیول کے اوپر لا رہے ہیں جو ابھی تک لائے نہیں لیکن ان کو ہم آہستہ آہستہ لا رہے ہیں۔ جوں جوں وسائل اجازت دیں ہم DHQs کی ایمرجنسی میں بھی ساری کی ساری مفت دوائی شروع کریں گے۔ انشاءاللہ وزیراعلیٰ پنجاب کا 2020 کے vision کے مطابق یہ پروگرام ہے۔

جناب سپیکر! پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی واحد ادارہ تھا جس میں پورے پاکستان سے سارے دل کے مریض علاج کرواتے ہیں۔ آپ دیکھیں کہ اس ہسپتال کے اوپر کتنا پریشر تھا۔ مہینہ مہینہ دل کا آپریشن کرنے کے لئے باری نہیں آتی تھی۔ اس کو ہم نے de-centralize کیا ہے۔ ساؤتھ کا بڑا شور ہوتا ہے کہ ساؤتھ میں کام نہیں ہوتا۔ اگر آپ ملتان میں جا کر دیکھیں تو ملتان انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی کی state of the art building بنی ہے۔ اس کو ہم well-equipped کر رہے ہیں۔ وہاں پر ایمرجنسی، OPD شروع ہو گئی ہے اور انشاءاللہ تھوڑی دیر بعد ہم اسے پورا operational کریں گے۔ ہم نے یہ پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی لاہور سے بہتر ادارہ ملتان کے اندر بنایا ہے۔ اگر آپ دیکھیں تو That is worth seeing اس کے علاوہ اسی طرح کا ادارہ فیصل آباد میں بھی بن رہا ہے۔ وہ تقریباً مکمل ہو گیا اور جلد operative ہونے والا ہے۔ اسی طرح کا ایک ادارہ وزیر آباد میں بھی بن رہا ہے یعنی ہم چیزیں decentralize کر کے گراس روٹ لیول تک پھیلا رہے ہیں تاکہ عام آدمی کی صوبہ پنجاب کے کونے کونے میں health care کی جائے اور ہر بندے کا علاج اس طریقے سے کیا جائے کہ اسے لاہور نہ آنا پڑے۔ یہ ہماری حکومت کا 2020 vision ہے جس کے اہداف کو پوری طرح سے حاصل کیا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ دو نئے میڈیکل کالج بنائے گئے ہیں۔ ایمرجنسی کی سروس 1122 شروع کی گئی ہے جو کہ ایک انٹرنیشنل لیول کی سروس ہے۔ کل ایک صاحب اعتراض کر رہے تھے کہ جی وہ 15/20 منٹ تک آتی نہیں ہے۔ جناب ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اگر کوئی بندہ کال کرتا ہے تو وہ 7 منٹ میں وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ یہ ایک well-equipped ایمبولینس ہے۔ اس میں سارا انتظام ہے، ڈاکٹر ہوتا ہے، ادویات ہوتی ہیں، اس میں ایمرجنسی کا سارا treatment

ہو سکتا ہے، مریض کو اس کے اندر first aid مل سکتی ہے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب نے یہ انٹر نیشنل لیول کی سروس پہلے لاہور میں شروع کروائی تھی اور اب ہم اسے مزید 11 اضلاع میں پھیلا رہے ہیں۔ اسی طرح ہم آگے اس کو پنجاب کے تمام DHQs میں پھیلائیں گے یہ ہمارا پروگرام ہے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ کل یہاں پر بڑا مذاق اڑایا گیا کہ -/500 روپے ماہانہ فی خاندان دیا گیا ہے تو کیا اس سے اس فیملی کے سارے مسائل حل ہو جائیں گے؟ یہاں پر کہا گیا کہ یہ تو ایک مذاق ہے۔ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ ہماری حکومت وہ حکومت ہے جو کم آمدنی والے، غریب آدمی اور پسے ہوئے طبقے کو دوسرے کے برابر لانا چاہتی ہے اور ان کی uplift کا خیال کر رہی ہے۔ کہتے ہیں کہ اندھیروں کو کوسنے کی بجائے دیا جلانا چاہئے۔ ہم نے کم از کم دیا تو جلایا ہے۔ روشنی تو دی ہے کہ اس کی کچھ نہ کچھ مدد کی جائے۔ پانچ سو کے حساب سے تین مہینے کا -/1500 روپے کا چیک دیا جائے گا تاکہ اس آدمی کو بار بار چکر نہ لگانے پڑیں۔ میں کہتا ہوں کہ حکومت نے اس طبقہ کے لئے یہ ایک concern show کیا ہے جو کہ واقعی حقدار ہے۔ پہلے ہم نے سستا آٹا سکیم چلائی۔ جب میرے پاس محکمہ فوڈ تھا تو بڑی کامیابی کے ساتھ آٹا سکیم چلتی رہی ہے۔ اب ہم نے -/500 روپے مہینہ دینا شروع کیا ہے تو اس پر مذاق نہیں اڑانا چاہئے بلکہ اسے support کرنا چاہئے اور اس کو آگے بڑھانے کے لئے حوصلہ افزائی کرنی چاہئے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ یہاں پر ہمارے قائد حزب اختلاف کی یہ بات سن کر مجھے بڑا افسوس ہوا۔ ابھی بھی ہمارے بھائی حاجی اعجاز صاحب کہہ رہے تھے بہت سے ایسے ملک ہیں کہ جہاں پر بجلی کا بل نہیں ہے۔ اگر حکومت نے پہلا دیا جلایا ہے، incentive دیا ہے کہ ٹیوب ویلز کے اوپر 25 فیصد سبسڈی دی جائے گی تو اس پر ہمارے قائد حزب اختلاف فرما رہے تھے کہ یہ تو بڑے لوگوں کو دی گئی ہے۔ آپ اور میں جانتے ہیں، ہم خود زمیندار ہیں۔ 90 فیصد وہ زمیندار ہیں جو کہ گزارہ یونٹ پر گزارہ کرتے ہیں۔ اسے ہم subsystem unit کہتے ہیں یعنی ساڑھے 12 ایکڑ پر ٹیوب ویلز لگے ہوئے ہیں تو یہ بڑے زمینداروں کی مدد کیسے ہو گئی؟ 25 فیصد زمیندار کے لئے بہت بڑا incentive ہے۔ میں مونجی کا کاشتکار ہوں، جو لوگ مونجی لگاتے ہیں ان کو پتا ہے کہ کتنا بڑا بل آتا ہے۔ مجھے ایک دوست ملے، وہ کہنے لگے کہ میں نے ریٹائر منٹ کے بعد کاشتکاری شروع کر دی ہے اور چودھری صاحب! میں نے آپ کے ضلعے میں مونجی لگائی ہے۔ تو میرا نوکری کا سارے کا سارا بنک بیلنس میری موٹر کھا گئی ہے۔ یعنی اتنا بل آتا ہے تو حکومت پاکستان نے 25 فیصد

کی rebate دی ہے جس میں ساڑھے بارہ فیصد حکومت پنجاب نے دینا ہے اور ساڑھے بارہ فیصد وفاقی حکومت نے contribute کرنا ہے۔ اتنی بڑی rebate پر مذاق اڑایا جا رہا تھا۔ I am sorry for that. اس طرح کا رویہ نہیں ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ پکے کھالوں کا پروگرام ہے جسے صدر پاکستان خود head کر رہے ہیں۔ یہ ایک بہت ہی مفید پروگرام ہے، اس میں water saving ہے۔ اس کے علاوہ لیزر لیولنگ کا پروگرام ہے۔ آپ خود زمیندار ہیں۔ یونین کونسل کی سطح تک یہ لیزر لیولنگ مہیا کئے گئے ہیں تاکہ زمین ہموار ہو، اس میں بہتر کاشتکاری ہو سکے، فصل زیادہ ہو اور پانی کی saving ہو سکے۔ آپ کو علم ہے کہ پانی کی کتنی کمی ہے، نہری پانی پورا نہیں آتا اور لوگ ٹیوب ویلز سے کام چلاتے ہیں۔ پانی اور فصل کا رشتہ اس طرح کا ہے جیسا کہ خون اور بدن کا رشتہ ہوتا ہے۔ اگر پانی پورا نہ ملے تو فصل نہیں ہوتی تو حکومت پاکستان نے اور خاص طور پر حکومت پنجاب نے اس طرح کے پروگرام بنائے ہیں۔ اس سکیم کو ہر یونین کونسل کی سطح تک پھیلایا گیا ہے۔ اسی طرح جناب! سرکاری ملازمین کے لئے کالونیاں اور پینے کے صاف پانی کی فراہمی کو بھی ہر یونین کونسل کی سطح تک یقینی بنایا جا رہا ہے۔ اس میں بھی صدر پاکستان خود دلچسپی لے رہے ہیں، وہ خود اس کو monitor کر رہے ہیں۔ یہ ساری کارروائیاں ان لوگوں کے لئے کی جا رہی ہیں جو کہ neglected تھے۔ ان پروگرامز پر بھی ہماری اپوزیشن داد دینے کی بجائے کہتی ہے کہ حکومت تو کچھ کر ہی نہیں رہی۔

جناب والا! اس کے علاوہ پولیس کو بڑا ہدف تنقید بنایا گیا ہے کہ پولیس کچھ نہیں کر رہی۔ اسی دور کے اندر نہ صرف سپاہی، نہ صرف ایس ایچ او بلکہ ایس پی صاحبان نے بھی جام شہادت نوش کیا۔ انھوں نے ڈاکوؤں کے ساتھ لڑتے ہوئے اپنی جانیں تک پیش کیں۔ اس کا معاوضہ بھی وزیراعلیٰ پنجاب نے بڑھایا ہے۔ آج تک کسی اور حکمران نے نہیں بڑھایا۔ ان کی فیملی کو جو رقم دیتے ہیں اس میں بھی اضافہ وزیراعلیٰ چودھری پرویز الٰہی نے کیا ہے کسی اور نے نہیں کیا۔ میں پھر اس بات پر آؤں گا کہ ہماری حکومت کا فوکس کم آمدنی والے لوگوں کو uplift کرنا ہے۔ ہماری حکومت نے -/2000 روپے فی سپاہی تنخواہ بڑھا دی ہے۔ وہ سپاہی جو بے چارہ 24 گھنٹے ڈیوٹی دیتا ہے، اسے چھٹی نہیں ملتی، وہ اپنی فیملی کو take care نہیں کر سکتا۔ اس کو رات دن ڈیوٹی دینی پڑتی ہے جبکہ اس کی تنخواہ تھوڑی سی ہے۔ جب ہم سو رہے ہوتے ہیں تو وہ رات کو سڑکوں کے اوپر پہرہ دے رہا ہوتا ہے۔ اس سپاہی کی ہماری حکومت نے -/2000 روپے تنخواہ بڑھائی ہے۔ ہماری حکومت کا تو

فوکس ہی چھوٹا طبقہ ہے جسے ہم uplift کرنا چاہتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی دعاؤں سے ہماری حکومت پھر ضرور آئے گی۔

MR. SPEAKER! Thank you very much, I am very grateful to you.

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ رانا ثناء اللہ خان صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔ جی، رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر آپ کی اور اس معزز ہاؤس میں بیٹھے ہوئے ممبران کی توجہ اس جانب مبذول کروانی چاہتا ہوں کہ چودھری صاحب ہمارے بھائی ہیں، ہمارے لئے بڑے باعث احترام ہیں۔ انھوں نے یہ فرمایا ہے کہ ہم نے تو وہ حکومتوں بھی دیکھی ہیں جو کہ بڑی لچھے دار تقریریں کرتے تھے اور اس کے بعد پھر انھوں نے خود بھی ایک لچھے دار تقریر شروع کر دی حالانکہ جب وہ لچھے دار تقریریں ہوا کرتی تھیں اور جو حکومتیں کیا کرتی تھیں چودھری صاحب ان میں بھی موجود تھے اور اب بھی موجود ہیں۔ اب آنے والے دور میں پھر چودھری صاحب کہیں گے کہ ہم نے بڑی لچھے دار تقریریں سنی تھیں اور پھر اس کے بعد معلوم نہیں کون سی تقریر فرمائیں گے۔ مجھے ذرا یہ فرمادیں۔۔۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! شکریہ۔ تشریف رکھیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب! میری بات تو مکمل ہونے دیں۔ آپ اتنی جلدی نہ کریں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ کی بات مکمل ہو گئی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب! میں ان سے دو باتیں پوچھنی چاہتا ہوں۔ یہ اپنی تقریر میں ادھر ادھر بھی گئے، انھوں نے -/500 روپے میں غریب کے گھر کا دیا بھی جلا دیا، چولہا بھی جلا دیا۔ پھر یہ کھالے پکے کرنے چلے گئے پھر کہیں اور طرف چلے گئے۔ ان کے پاس محکمہ صحت کا چارج ہے۔ پچھلے سال ہیلتھ کے development بجٹ میں سے ایک ارب روپیہ خرچ نہیں ہوا۔ وہ کیوں خرچ نہیں ہوا؟ اس بات کی وضاحت چودھری صاحب فرمادیں۔ دوسرا یہ ہے کہ۔۔۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! میری بات سنیں۔

رانا ثناء اللہ خان: میں صرف مختصراً دو باتیں کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! پہلے میری بات سن لیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کا پوائنٹ آف

آرڈر valid نہیں ہے۔ انھوں نے بجٹ پر تقریر کی ہے۔ آپ کی جب باری آئے گی تو ان چیزوں کی آپ نشاندہی کر لینا۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! فیصل آباد انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی کے لئے اس بجٹ میں ایک روپیہ بھی نہیں رکھا گیا۔

جناب سپیکر: دیکھیں! یہ Question Hour تو نہیں ہے۔ محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ!

وزیر صحت: جناب سپیکر! رانا صاحب نے میرے حوالے سے بات کی ہے لہذا میں وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! یہ تو پھر بحث برائے بحث ہو جائے گی۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! مجھے اپنی بات تو مکمل کر لینے دیں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! بات مکمل ہو گئی ہے۔ آپ نے point raise کر دیا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! چودھری صاحب نے فرمایا ہے کہ فیصل آباد انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی ابھی شروع ہو جائے گا یہ بات انھوں نے پچھلے سال بھی کہی تھی لیکن اس بجٹ میں انھوں نے اس کے لئے ایک روپیہ بھی نہیں رکھا تو یہ شروع کیسے ہو جائے گا یہ پھر لچھے دار تقریر نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

جناب سپیکر: جی، چودھری صاحب!

وزیر صحت: جناب والا! آپ نے بڑا صحیح فرمایا کہ یہ کوئی سوال و جواب کا سلسلہ نہیں ہے۔ یہ جب اپنی تقریر کریں گے تو اس میں جو مرضی کہہ دیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں رانا ثناء اللہ نہیں ہوں کہ پیپلز پارٹی چھوڑ کر (ن) میں چلا جاؤں۔ میں کبھی پیپلز پارٹی میں رہا اور نہ ہی ان کی ٹکٹ پر میں نے کبھی الیکشن لڑا ہے۔ میں نے روٹی، کپڑا اور مکان کی بات کی ہے۔ اس پارٹی کے بارے میں بات کی ہے کہ میں جس میں کبھی رہا اور نہ ہی میرا مستقبل میں اس پارٹی میں جانے کا ارادہ ہے تو پھر رانا صاحب نے اعتراض کیا کیا ہے؟ مجھے تو ان کے اعتراض کی سمجھ نہیں آئی۔ باقی رانا صاحب جب اپنی تقریر میں بات کریں گے تو پھر ہم جواب دیں گے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! بہت مہربانی۔ جناب! بات کرنے سے پہلے چودھری اقبال

صاحب کی خدمت میں صرف یہ عرض کرنا چاہتی ہوں کہ محکمہ صحت کی کارکردگی بہت اچھی چل رہی تھی لیکن ایک پروفیشنل ڈاکٹر کو ہٹا کر چودھری صاحب کو صحت کا وزیر بنا دیا گیا ہے۔ ابھی ان کو یہ محکمہ سنبھالے ہوئے جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہیں اور آج وہ صحت کا credit لینے کی کوشش کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! اب میں بجٹ کے بارے میں بات شروع کرتی ہوں۔ بجٹ ہمیشہ کسی قوم یا معاشرے کی معاشی پالیسیوں کا آئینہ دار ہوتا ہے کہ آپ کے ذخائر کتنے ہیں، آپ کے پاس reserves کتنے ہیں اور آپ اس کو کس طرح سے خرچ کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے جب یہ بجٹ پڑھا تو مجھے یوں لگا جیسے میں کسی بہت ہی جو developed ملک ہے اور اس کے کسی بہت ہی developed قسم کے ایک صوبے کے بارے میں بجٹ پڑھ رہی ہوں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ اس گورنمنٹ کو خود تو نظر آتا نہیں اور اگر ہم بتانے کی کوشش کریں تو کہتے ہیں کہ تنقید کرتے ہیں۔ حکومت نے سبز باغ دکھانے کی کوشش کی ہے لیکن ان کا المیہ یہ ہے کہ انھوں نے اپنی تمام economic policies کو انٹرنیشنل مارکیٹ کے ساتھ associate کر دیا ہے جس کی مثال پٹرولیم اور آئل کی قیمتیں ہیں اگر کہیں انٹرنیشنل مارکیٹ میں آئل کی قیمت بڑھتی ہے تو ہمارے ہاں خواہ مخواہ ہی گھی -/10 روپے کلو بڑھ جاتا ہے۔ پاکستانی معیشت اس قابل نہیں ہے کہ وہ بین الاقوامی جھٹکے برداشت کر سکے اس لئے انھیں بین الاقوامی پریشر کے ساتھ اپنے آپ کو چلانا پڑتا ہے۔

جناب سپیکر! اس دفعہ بھی یوٹیلٹی سٹورز کا نعرہ لگایا گیا۔ اگر میں ہاؤس کی memory کو تھوڑا سا refresh کروں تو یہ نعرہ پچھلی دفعہ بھی لگایا گیا تھا۔ پچھلے بجٹ میں بھی یوٹیلٹی سٹورز بنانے کی بات کی گئی تھی۔ مجھے یہ بتا دیں کہ یہ جو کام پچھلے چار سال میں نہیں کر سکے یہ چار ماہ میں کیسے کریں گے؟ پانچ ہزار یوٹیلٹی سٹورز کی جو بات کی گئی ہے اگر میں اس کی تھوڑی سی تفصیل میں جاؤں کہ پاکستان کی آبادی 16 کروڑ ہے۔ اگر میں پنجاب کو صرف 8 کروڑ دوں اور اسے 8 کروڑ کی آبادی سے multiply کروں تو ایک دن میں ایک یوٹیلٹی سٹور پر 1600 بندوں کو entertain کرنا پڑے گا۔ اگر یہ پانچ ہزار یوٹیلٹی سٹور بن جائیں تو پھر مجھے یہ بتایا جائے کہ ایک دن میں یوٹیلٹی سٹور پر 1600 بندہ کیسے entertain ہو گا؟ اگر میں یہ خواب دیکھ لوں کہ پانچ ہزار یوٹیلٹی سٹورز بن جائیں تب یہ حالت ہے۔

جناب سپیکر! ابھی چودھری صاحب غریبوں کے بہت دعوے کر رہے تھے اور ان کے دل

میں غریبوں کے لئے بہت درد ہے۔ میں ان سے صرف یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ کیا آپ کو وہ غریب نظر آتے ہیں، کیا آپ کو وہ غریب عورتیں نظر آتی ہیں جو اپنے چار یا پانچ بچوں کے ساتھ joint suicides کر رہی ہیں، جو اجتماعی خودکشیاں ہو رہی ہیں کیا آپ کو وہ نظر آتی ہیں، کیا آپ کو یہ پتا چل رہا ہے کہ صرف غربت کی وجہ سے لوگ اپنے اعضاء بیچ رہے ہیں؟ کیا آپ کو یہ نظر آ رہا ہے کہ اس ملک اور اس صوبہ پنجاب میں بچے فروخت ہو رہے ہیں؟ صرف غربت کی وجہ سے لوگ اپنے بچے فروخت کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم غربت ختم کرنے لگے ہیں دراصل یہ غریب ختم کر کے ہی غربت ختم کرنے لگے ہیں۔ ان کی یہ پالیسی ہے کہ غریب ختم کر دو تو غربت اپنے آپ ختم ہو جائے گی۔ انھوں نے جو -/500 روپے ریلیف کی بات کی ہے اور پھر کہتے ہیں کہ مذاق اڑاتے ہیں۔ مذاق نہ اڑائیں تو اور کیا کریں؟ آپ پچھلے چار سال میں مہنگائی میں تو 600 فیصد اضافہ کریں اور ریلیف پانچ سو روپیہ دیں تو کیا یہ شرم کی بات نہیں ہے، کیا کسی غریب آدمی کی غربت کا مذاق اڑانے کی بات نہیں ہے کہ 600 فیصد مہنگائی بڑھانے کے بعد اب 500 روپیہ ریلیف دینے کی بات کرتے ہیں؟ اس ملک میں پہلے بیت المال، زکوٰۃ و عشر کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے اور جیسے غریبوں کے ساتھ وہاں مذاق کر رہے ہیں اسی طرح ایک نئی strategy create کرنے کی کوشش کی ہے کیا اس سے غریبوں کے مسائل حل ہو جائیں گے؟ ایک طرف تو اس غریب طبقے کی بات تھی جن کے مسائل کی طرف میں نے بات کی ہے۔ اس ملک کے اندر ایک اور غریب طبقہ ہے۔ وہ غریب طبقہ وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ ہے جس کے اندر 2084 ملازمین ہیں۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں محترمہ کو interrupt نہیں کرنا چاہتا تھا۔ یہ غریبوں سے مذاق کی بات کر رہی تھیں۔ جیسے چودھری اقبال صاحب نے فرمایا کہ غریبوں کو -/500 روپیہ دیا گیا ہے اس سے غریبوں کی کسی نہ کسی طریقے سے مدد ہوئی ہے اور یہ بجٹ میں بھی ہے۔ ہم نے تو غریب کو -/500 روپیہ دیا ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ اگر غریب کو -/5 روپے بھی دیئے جائیں تو اس سے بھی ان کی مدد ہو گی۔ بقول ان کے کہ غریب کو روٹی ہی نہیں ملتی لیکن وہ لوگ بھی ہیں جو بیرون ممالک بیٹھ کر اپنی سالگرہ کا کیک کاٹ کر غریبوں کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا ثناء اللہ خان!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! راجہ صاحب نے بڑی قابل اعتراض بات کی ہے۔ یہ کہہ رہے ہیں کہ -/500 کیا -/5 روپے بھی دیں تو اس کی مدد ہو گی۔ آج کل -/5 روپے تو سڑک پر فقیر کو دیتے ہیں۔ کیا یہ پورے ملک کے غریبوں کو فقیر بنانا چاہتے ہیں اور کیا ان کو سڑکوں پر لانا چاہتے ہیں؟ وہ لوگ محنت کش ہیں۔ وہ حرام کی کمائی نہیں کھاتے۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: یہ امداد ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: اور نہ ہی غریب اپنا ضمیر بیچ کر کھاتے ہیں۔ وہ مزدوری کر کے محنت کر کے کھاتے ہیں۔ وہ آپ سے پانچ پانچ روپے لے کر گداگری کریں گے اور نہ ہی وہ فقیر ہیں کہ آپ ان کو پانچ پانچ روپے دیں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ رانا صاحب ملکی وسائل کے مطابق ہی مدد کرنی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس ملک میں کیا ہے؟ اس ملک میں کوئی آدمی ضمیر بیچے اور جو مرضی بن جائے۔ اگر وہ غریب لوگ اپنے ضمیر کو زندہ رکھ کر محنت مزدوری کر کے اپنا گزارہ کرتے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ پلیز تشریف رکھیں۔

رانا ثناء اللہ خان: تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے وزراء کو ایسی باتیں نہیں کرنی چاہیئں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جو باہر بیٹھ کر کیک کاٹے گئے ہیں اس بارے میں بھی فرما دیں۔ کیا وہ غریبوں کے ساتھ مذاق نہیں ہے؟

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! ابھی آپ کی باری آنی ہے اس وقت بات کر لینا۔ پلیز تشریف رکھیں۔

رانا ثناء اللہ خان: سارے خزانے ان کے لئے ہیں۔ سارے رقبے ان کے لئے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! پلیز تشریف رکھیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! انھوں نے یہ بات کر کے کروڑوں غریبوں کی توہین کی ہے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! پلیز تشریف رکھیں۔ جی، چودھری صاحب!

وزیر صحت: جناب سپیکر! مجھے یہ سمجھ نہیں آئی کہ رانا صاحب پیپلز پارٹی تو چھوڑ کر آ گئے ہیں پھر انھیں پیپلز پارٹی کا اتنا غصہ کیوں لگ رہا ہے؟

جناب سپیکر: جی، محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! یہ بے شک اسی طرح ترلے لیتے رہیں لیکن پھر بھی پیپلز پارٹی APC میں شرکت نہیں کرے گی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحبہ پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں پیپلز پارٹی میں بھی تھا تو میں اپنے ضمیر کی سیاست کرتا تھا۔ آج بھی اپوزیشن کی سیاست کر رہا ہوں اور ضمیر کی آواز پر لبیک کہہ رہا ہوں۔ چودھری صاحب! میں نے کبھی اس وقت بے ضمیری کی تھی اور نہ کبھی آج کی ہے۔ آپ اور مجھ میں یہی فرق ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، ڈاکٹر فرزانہ صاحبہ!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں معزز ممبر صاحبہ کو تھوڑا سا ماضی کی طرف سیر کروانا چاہتی ہوں۔

جناب سپیکر: ان کو بات کرنے دیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب سپیکر! ان کے دور میں راشن ڈپو تھے۔ چالیس چالیس ہزار لوگوں کے لئے راشن ڈپو بنایا تھا اور وہاں پر ایک لمبی قطار ہوتی تھی جہاں سے کسی کو پاؤ چینی ملتی تھی اور باقی ان کے ورکرز ہی لے جاتے تھے لیکن ہم نے تو یوٹیلٹی سٹور بنائے ہیں جہاں پر عوام کو سستے داموں چیزیں ملیں گی۔ ہم نے وہ سٹور اپنے ورکروں کو allocate نہیں کرنے۔ انھوں نے تو لوٹ مچائی ہوئی تھی۔ راشن ڈپو کس کا کھلا ہے؟ پیپلز پارٹی کے ورکر کا۔ یہ ذرا اپنے دور کو ضرور دیکھ لیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں تو سمجھتی تھی کہ تھوڑا سا آگے جا کر میری تقریر پر کچھ لوگ چیخیں چلائیں گے لیکن یہ تو پہلے سے ہی شروع ہو گئے۔ میری تقریر تو پہلے سن لیں۔ میں اپنی محترمہ بہن کی تو کسی بات کا جواب اس لئے نہیں دیتی کیونکہ ان کو جواب دینا بنتا نہیں ہے۔

جناب سپیکر: جی، آپ بجٹ پر بات کریں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! یہ ابھی ڈپو یاد کرا رہی تھیں۔ یہ زیادہ دور نہ جائیں بلکہ اپنا سستا آٹا سکیم یاد کر لیں۔ جس پر وزیر اعلیٰ صاحب کی تصویر چھپی اور میں نے خود اپنی آنکھوں سے اس کے تھیلے سڑکوں پر رلتے ہوئے دیکھے۔ یہ تو تصویریں چھاپ کر غریبوں کو چودھری پرویز الٰہی صاحب کی شکل یاد کرا رہے تھے کہ ہمارے چودھری صاحب کی شکل دیکھ لیں اور یاد کر لیں کہ یہ چودھری پرویز الٰہی اس صوبے کے وزیر اعلیٰ ہیں۔ میں نے ان کی تقریر میں interruption نہیں کی تھی حالانکہ ان کی بہت سی باتیں قابل اعتراض تھیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ جی، بی بی!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: مہربانی۔ جناب سپیکر! میں نے ایک طبقے کی بات کی۔ اب دوسرا غریب طبقہ وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ والا ہے۔ جس نے ایک مہینے پہلے گورنر صاحب اور وزیر اعلیٰ صاحب کے لئے 2۔ارب روپے کے دو جہاز خریدنے کے ٹینڈر کئے ہیں۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ جس صوبے میں ایک طرف تو غربت کی وجہ سے خودکشیاں ہو رہی ہوں۔ غریب غربت سے مر رہا ہو اور وہاں کے وزیر اعلیٰ کو جہاز خریدنے سے فرصت نہیں ہے۔ پہلے جہاز میں کیا خرابی ہے اور آپ ایسے کون سے کام کر رہے ہیں کہ آپ کو نئے جہاز کی ضرورت پڑ گئی ہے؟

جناب والا! وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ کے 2084 ملازمین میں سے 18 ماشیے ہیں۔ جب میں نے بک پڑھی تو میں حیران ہو گئی کہ یہ کون سی category ہے جو وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ میں رکھی گئی ہے۔ ابھی جو میری بہن چیخ، چلا رہی تھیں جنہوں نے میرے بعد تقریر فرمانی ہے ان کے لئے صرف ایک بات کہنا چاہتی ہوں اور ان کے نالج کے لئے دو تین figures دے رہی ہوں۔ اگر دیکھا جائے تو ایک آدمی کی average آمدنی -/3000 روپے بنتی ہے لیکن میں ان کو مشکل میں

نہیں ڈالتی اس لئے جس بندے کی پانچ ہزار روپے تنخواہ ہے اور اس کے پانچ بچے ہیں۔ وہ اس کا بجٹ بنا کر دکھا دیں چونکہ خواتین اپنے گھر کا بجٹ بنانے میں ماہر ہوتی ہیں۔ لہذا میری ان سے گزارش ہے کہ جو خاتون بھی تقریر کے لئے کھڑی ہو وہ پانچ ہزار کا بجٹ ضرور بنائے جس کے لئے میں کچھ figures دے دیتی ہوں کہ -/35 روپے کلو دودھ، -/30 روپے چینی، -/120 روپے بڑا گوشت، -/25 روپے ٹماٹر، -/80 روپے دال ماش، -/50 روپے دال چنا، -/190 روپے 20 کلو آٹا اور -/100 روپے گھی آپ ادھر بیٹھ کر جو figures سنا رہی ہیں جب کھڑی ہوں گی تو پھر مجھے بجٹ بنا کر بھی دکھائیے گا تب میں مانوں گی کہ آپ خواتین یہاں بیٹھ کر خواتین کی کیسے نمائندگی کرتی ہیں۔ میں اپنی ناکامی تسلیم کرتی ہوں کہ میں کسی 7 افراد کے کنبے کا -/5000 روپے میں بجٹ بنانے سے قاصر ہوں۔۔۔

جناب سپیکر: پلیز! wind up کریں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! آپ نے کسی بھی مقرر کے لئے ٹائم کی restriction نہیں فرمائی۔ آپ نے سب کو بیس بیس، پچیس پچیس منٹ دیئے ہیں اس لئے میری گزارش ہے کہ اگر مقررین کی بہت لمبی لسٹ نہیں ہے تو مجھے بھی مزید موقع دیا جائے۔ مجھ سے پہلے بریگیڈیر صاحب نے تعلیم پر کافی تفصیل کے ساتھ گفتگو کی ہے۔ یہاں کہا گیا کہ پنجاب ترقی کر گیا۔ پنجاب پڑھا لکھا ہو گیا۔ آپ مجھے اس پڑھے لکھے پنجاب کے بارے میں بتا دیں کہ جس کے ٹیچر آج مال روڈ پر protest کر رہے ہیں۔ جس کے ٹیچر آج بھی اپنے مطالبات پورے ہونے کے لئے احتجاج کر رہے ہیں۔ اگر ٹیچرز ہی مطمئن نہیں ہوں گے تو کس کو پڑھائیں گے پڑھا لکھا پنجاب کیسے بنے گا اور کون پڑھے گا آپ کے پاس؟ جہاں تک missing facilities کی بات ہے میری وزیر تعلیم صاحب سے گزارش ہو گی کہ مجھے صرف یہ بتائیں کہ پچھلے پانچ سال میں ڈسٹرکٹ لاہور کی آبادی کتنی بڑھی ہے اور اس میں آپ نے کتنے نئے سکولز بنائے ہیں جو موجودہ سکولز ہیں ان میں missing facilities کی تو میں بات کرتی ہی نہیں۔ چونکہ آج بھی لاہور میں آپ کو یاد ہو گا کیونکہ آپ کی موجودگی میں ہی بات ہوئی تھی والٹن جو کہ لاہور کینٹ کا ایک posh area ہے اس میں جناب کی موجودگی میں ہی وہاں پر یہ سوال آیا تھا جس میں بچیوں کو بیرکس کے اندر تعلیم دی جا رہی ہے۔ اگر لاہور کینٹ والٹن کے اندر گرلز سکول کا یہ حال ہے تو میں راجن پور مظفر گڑھ اور لیہ کی تو بات ہی نہیں کرتی وہاں کے سکولوں کا تو میں بہتر طور پر اندازہ کر سکتی ہوں۔ اگر لاہور کی یہ حالت ہے تو

وہاں پر کیا حالت ہوگی۔

جناب والا! کون سا ایک ایسا ماڈل ڈسٹرکٹ آپ نے بنایا ہے کون سا ایک ایسا ماڈل سکول بنا دیا ہے جس کو ہم فخر سے کہہ سکیں کہ یہاں "پڑھا لکھا پنجاب" پروگرام پورا ہو رہا ہے یعنی ایک طرف آپ بے دھڑک پیسے لے رہے ہیں پیسوں کی ان پر بارش ہو رہی ہے اور غیر ملکی investment آپ کے پاس آ رہی ہے لیکن مجھے سمجھ نہیں آتی کہ وہ پیسا جا کہاں رہا ہے اور وہ لگ کہاں رہا ہے۔

جناب والا! اس بجٹ میں جہاں ایک credit لینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ کل بھی اس پر بات ہوئی کہ اس ملک میں ہمارے پنجاب کا جو بجٹ ہے اس میں 192۔ارب روپے foreign debts ہیں اور 109۔ارب روپے کے internal debts ہیں۔ میری وزیر خزانہ صاحب سے گزارش ہوگی کہ جب وہ بحث کو wind up کریں تو مجھے یہ بتائیں کہ ان debts پر کتنا سود لیا جا رہا ہے یہ کون سے ڈیپارٹمنٹ استعمال کریں گے، کن پراجیکٹس پر یہ پیسے استعمال ہوں گے، کیا آپ کے جہاز خریدنے اور نفری بڑھانے کے جو رواں اخراجات ہیں، کیا یہ اس کے لئے استعمال ہوں گے یا واقعی کوئی پراجیکٹ ہے جس پر آپ نے استعمال کرنے ہیں؟ اتنے لمبے چوڑے آپ نے قرضے لئے ہیں جو کہ 72 فیصد بنتے ہیں۔ ہمارے پنجاب کے بجٹ کا 72 فیصد یہ رقم بنتی ہے۔ میں یہ کہنے میں بالکل حق بجانب ہوں کہ اس وقت پنجاب کے ہر بندے کو مقروض کر دیا گیا ہے اور یہ قرض جو ہے یہ حکمران اپنے فائدوں کے لئے استعمال کریں گے۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ wind up کریں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب والا! مجھے اپنی بات تو مکمل کرنے دیں۔

جناب سپیکر: جی، جلال دین ڈھکو صاحب!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب آپ نے کسی کو interrupt نہیں کیا۔

جناب سپیکر: آپ کو پندرہ منٹ ہو گئے ہیں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب والا! کوئی لمبی چوڑی لسٹ نہیں ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ! میرے پاس لسٹ ہے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: پلیز دو منٹ اور دے دیں۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: بہت شکریہ۔ جناب! آپ ہمیشہ بہت co-operate کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: کافی وقت ہو گیا ہے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب والا! آپ ہمیشہ co-operative رہے ہیں میں آج بھی یہی توقع کرتی ہوں کیونکہ پورے سال میں ایک دن بولنے کے لئے آتا ہے۔ اس میں آپ یہ جنرلوں والا ڈنڈا نہ چلایا کریں تو مہربانی ہو گی۔

جناب والا! اس ملک میں پولیس کو ہم جتنا پیسا دے رہے ہیں۔ میں صرف دو سالوں کی بات کروں گی کہ پنجاب کے اندر 22 suicidal attacks ہوئے ہیں۔ اس کی numeration میں آپ کو بتا سکتی ہوں کہ لاہور میں کتنے ہیں اور باقی کتنے ہیں کیونکہ ٹائم نہیں ہے اس لئے میں اس کو touch نہیں کروں گی اور جناب! جو اس میں important بات ہے پنجاب پولیس کا credit ہے کہ "جیو" پر جو حملہ ہوا ہے اس کے اندر بھی خیر سے ہماری پنجاب پولیس involve تھی۔ جس پر صدر صاحب نے کہا کہ ان کے خلاف سازش ہوئی ہے یہ سازش بھی پنجاب پولیس نے کی تھی تو اس پر بھی ہمیں دیکھنا چاہئے۔

جناب سپیکر! دوسرا یہ ہے کہ ایک recent report جو ہے، چلیں میں پولیس ڈیپارٹمنٹ کو چھوڑ دیتی ہوں اور وومن کے حوالے سے بات کروں گی۔ پولیس کے حوالے سے میں کٹ موشن پر بات کروں گی۔ وومن کے حوالے سے پھر افسوسناک بات یہ ہے کہ اس بجٹ میں بھی پھر خواتین کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ بغیر کسی پروگرام کے بغیر کسی چیز کے پہلے سال سپورٹس سٹیڈیم کی بات کی جس پر میں نے آپ کی موجودگی میں ہاؤس کے اندر جہانیاں گردیزی صاحب سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے تو صرف اعلان کیا تھا بجٹ کے اندر کوئی رقم تو نہیں رکھی تھی۔ وہ سپورٹس سٹیڈیم بھی آج تک نہیں بنا۔

جناب والا! GRAP Programme کی بات کی وہ GRAP Programme ہم آج بھی ہم لے کر چل رہے ہیں اور اس کا کہیں سر پیر نہیں ہے۔ اس GRAP Programme کی recruitment ابھی تک نہیں ہوئی جس GRAP Programme میں عورتوں کی حالت بدلنی ہے۔ سال 2006 میں 157 عورتوں نے suicide کیا ہے 6607 rape cases درج کئے گئے ہیں اور 600 عورتیں غیرت کے نام پر قتل کی گئی ہیں۔ یہ پنجاب کی عورت کا حال ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔آپ تشریف رکھیں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب والا!اب میں wind up کر رہی ہوں۔جہاں تک development fund کی بات ہے تو جناب میں صرف ایک جملے میں wind up کروں گی کہ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ 2007 کا الیکشن ڈویلپمنٹ فنڈ پر ہوگا تو وہ احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں۔ اس ملک میں الیکشن اب دو فورسز کے درمیان ہونا ہے Anti Musharraf اور Pro Musharraf اور اس وقت ووٹ پر ٹھپا لگاتے ہوئے ان کے ترقیاتی کام نالی گلیوں کو کسی نے نہیں دیکھنا بلکہ اس وقت لوگوں نے یہ دیکھنا ہے کہ اس ملک کا نجات دہندہ کون ہے اور اس ملک کو تباہی کے دہانے کس نے لا کھڑا کیا ہے۔بہت شکریہ اور مہربانی۔

جناب سپیکر: جی، جلال دین ڈھکو صاحب!

شیخ اعجاز احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: شیخ اعجاز احمد پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

شیخ اعجاز احمد: شکریہ۔جناب سپیکر!جب اجلاس شروع ہوا تو میں نے پوائنٹ آف آرڈر raise کیا تھا اور جناب نے اس بات کا وزیر قانون صاحب سے جواب بھی مانگا تھا۔راجہ بشارت صاحب چونکہ ابھی تشریف لائے ہیں تو میں آپ کی وساطت سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں اور ان کو مبارکباد بھی دینا چاہتا ہوں کہ تمام تر حکومتی جبر اور پولیس کی رکاوٹوں کے باوجود فیصل آباد کے عوام، وکلاء اور تمام سیاسی جماعتیں بھی مبارکباد کی مستحق ہیں کہ انہوں نے چیف جسٹس آف پاکستان کا فیصل آباد میں شاندار استقبال کیا۔

جناب سپیکر: یہ پوائنٹ آف آرڈر valid نہیں ہے۔پلیز تشریف رکھیں۔جلال دین ڈھکو صاحب!

شیخ اعجاز احمد: جناب والا! مسلم لیگی ورکر جو وفات پا چکے ہیں ان کی نوجوان بیٹی کو جن کی پندرہ روز بعد شادی تھی ان کو اٹھا لیا گیا اور ساڑھے تین بجے چھوڑا گیا۔وزیر قانون صاحب نے کہا تھا کہ میں انشاء اللہ تعالیٰ اس ایس ایچ او کو اور اے ایس پی کو معطل کروں گا اور ایوان کے floor پر انہوں نے یہ وعدہ کیا تھا۔ان سے پوچھ لیں کہ وہ ایس ایچ او اسی تھانے میں کام کر رہا ہے۔اگر ہمارے گھروں میں لوگوں کی بیٹیاں محفوظ نہیں ہیں تو یہ بجٹ اور یہ تمام ساری باتیں بے معنی ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: اجلاس کے بعد آپ وزیر قانون صاحب کے پاس تشریف لے جائیں اور یہ ساری باتیں

ان کے نوٹس میں لائیں۔۔۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! آپ ان سے پوچھ لیں۔ یہ ایک اہم واقعہ ہے ان سے صرف یہ پوچھ لیں کہ انہوں نے اس پر کیا کیا ہے بس اتنی سی بات یہ بتادیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ اجلاس کے بعد راجہ صاحب کی اور بہت سی مصروفیات ہوتی ہیں۔

جناب سپیکر: اجلاس کے بعد آج ایڈوائزری کمیٹی کی میٹنگ بھی ہے وہاں پر بھی یہ بات ہو جائے گی۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! وہاں پر تو یہ بات ہی نہیں کرتے۔ ایک اور بات فیصل آباد کے حوالے سے میں آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں۔ آپ کا بھی تعلق فیصل آباد سے ہے۔ یہ جو چیف جسٹس کا معاملہ ہے یا عدلیہ کی آزادی کے لئے جو تحریک چل رہی ہے۔ فیصل آباد ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن کا ایک مطالبہ یہ بھی تھا کہ وہاں پر ہائی کورٹ کا بنچ بننا چاہئے۔ ہائی کورٹ کے بنچ کو وہاں پر بنانے یا دینے کے ناتے وہاں کے وکلاء کو خریدنے کی کوشش کی گئی اور اس کے لئے جو مذاکرات تھے کہتے ہیں کہ راجہ صاحب نے بھی متحرک ہو کر حصہ لیا اور ایک میٹنگ کہتے ہیں کہ سپیکر ہاؤس میں بھی ہوئی وہاں پر اس قسم کی باتیں ہو رہی ہیں لیکن ہم خراج تحسین پیش کرتے ہیں فیصل آباد کے وکلاء کو کہ انہوں نے بکنے سے انکار کر دیا۔

جناب سپیکر: یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ شکریہ۔ آپ تشریف رکھیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! آپ کے ایک غیر جانب دار منصب اور سپیکر ہاؤس کی غیر جانبداری تو مسلمہ ہے۔۔۔

جناب سپیکر: آپ چیمبر میں آئیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! راجہ صاحب وہاں پر بھی گھس کر کیسے کیسے کام کرتے ہیں آپ اس کا بھی خیال کریں اور ان کا سپیکر ہاؤس میں داخلہ بند کریں۔

جناب سپیکر: دیکھیں جہاں تک سپیکر ہاؤس کی بات آپ نے کی ہے۔ میں تو آج سے تقریباً تین سال پہلے سے اس کوشش میں ہوں کہ فیصل آباد میں ہائی کورٹ کا بنچ بننا چاہئے۔ اس حد تک تو آپ کی بات درست ہے۔ باقی وزیر قانون صاحب کا جہاں تک تعلق ہے یقیناً جب میں چاہوں گا تو

وزیر قانون صاحب کو کہوں گا یا وزیر اعلیٰ کو کہوں گا اور میں نے کس کو کہنا ہے کہ بینچ بننا چاہئے لیکن چیف جسٹس کے آنے یا نہ آنے سے اس بینچ کا تو کوئی تعلق نہیں ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: تعلق اس طرح ہے کہ انہوں نے ان سے کہا تھا کہ چیف جسٹس کی ریلی کو آپ منسوخ کر دیں تو ہم آپ کو بینچ دے دیتے ہیں اور انہوں نے اس سلسلے میں میٹنگ بھی سپیکر ہاؤس میں کی ہے۔آپ شاید وہاں پر نہیں ہوں گے تو بعد میں انہوں نے اس ہاؤس کو اس مقصد کے لئے استعمال کیا۔اب وہ ریلی تو ہو گئی ہے اور وہاں کے وکلاء نے بکنے سے انکار کر دیا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! وہاں کے لوگوں کا حق ہے اور وزیر قانون صاحب سے کہیں وہ اناؤنس کریں۔

جناب سپیکر: جی، جلال دین ڈھکو صاحب!

جناب جلال دین ڈھکو: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں گا کہ۔۔۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب پلیز ہاؤس کی کارروائی کو چلنے دیں۔اجلاس کے بعد ایڈوائزری کمیٹی کی میٹنگ ہے اس میں بات کر لیں گے۔راجہ صاحب بھی وہاں پر موجود ہوں گے۔جلال دین ڈھکو صاحب!

جناب جلال دین ڈھکو: شکریہ۔جناب سپیکر! میں وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی کا مشکور ہوں کہ جو انہوں نے پنجاب کو۔۔۔

ایک معزز ممبر: بسم اللہ تو پڑھ لیں۔

جناب جلال دین ڈھکو: بسم اللہ میں نے پہلے پڑھ لی ہے شاید آپ نے نہ سنی ہو۔

جناب سپیکر: ڈھکو صاحب! آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

جناب جلال دین ڈھکو: میں جناب وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے پنجاب کو جو بجٹ دیا ہے یہ نہایت متوازن اور عوام دوست بجٹ ہے۔اس حکومت نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں میں ان پر بھی روشنی ڈالوں گا اور بعد میں اپنی تجاویز بھی پیش

کروں گا۔ میں 1985 سے اس اسمبلی میں آ رہا ہوں۔ سابق ادوار میں پہلی حکومتیں بھی دیکھیں لیکن جو کارہائے نمایاں اس حکومت نے کئے ہیں وہ روز روشن کی طرح عیاں ہیں، پورے پنجاب اور ہر آدمی کے سامنے ہیں۔ عملی اقدامات اٹھائے گئے ہیں۔اپوزیشن کو بھی پتا ہے کہ حکومت پنجاب نے اور چودھری پرویزالٰہی نے غریب لوگوں کے لئے جو اقدامات کئے ہیں ان میں 12.5 ایکڑ زمین پر زرعی انکم ٹیکس معاف کیا جو کہ ایک بہت بڑا قدم ہے۔جب پاکستان بنا تو اس وقت اس ملک کی شرح خواندگی 22/23 فیصد تھی اور سابق ادوار میں وہ زیادہ نہ بڑھ سکی، 27 فیصد تک پہنچی، 30 فیصد تک پہنچی، 35 فیصد تک پہنچی اور اب شرح خواندگی 62 فیصد ہے جو کہ موجودہ حکومت کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔اس کے بعد اس حکومت نے دسویں جماعت تک تمام طلباء کو مفت کتابیں تقسیم کیں اور دسویں جماعت تک تمام فیسیں بھی معاف کیں۔یہ بھی شرح خواندگی بڑھانے میں ایک بہت بڑا اقدم ہے۔50 ہزار اساتذہ بھرتی کئے یہ بھی شرح خواندگی بڑھانے میں ایک بڑا اقدم ہے۔اس کے بعد تعلیم کے معاملے میں اس دفعہ 21۔ارب روپیہ رکھا گیا ہے اور مجھے یقین کامل اور امید واثق ہے کہ شرح خواندگی اور بڑھے گی اور جب شرح خواندگی بڑھے گی تو ملک میں ترقی ہو گی، لوگ پڑھ لکھ جائیں گے اور ملک ترقی کرے گا۔

جناب سپیکر! میں یہ بھی گزارش کرتا چلوں کہ موجودہ حکومت نے کچی آبادیوں کے لئے مالکانہ حقوق کا جو فیصلہ کیا ہے یہ قابل ستائش ہے۔حکومت وقت نے 6 لاکھ غریب لوگوں کے لئے -/500 روپیہ فی خاندان دینے کا فیصلہ کیا ہے اور یہ سابق حکومتوں نے نہیں کیا۔یہ تو -/5 روپے کی بات کر رہے تھے، -/500 روپیہ فی خاندان ہر ماہ دینا یہ بھی ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔

جناب سپیکر! اس کے بعد میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ موجودہ حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ زرعی ٹیوب ویلوں کے بجلی کے بلوں میں کمی کی جائے یہ بھی اس حکومت کا ایک کارنامہ ہے۔اس حکومت نے زراعت، تعلیم اور پھر پنشن میں 15/20 فیصد اضافہ کیا ہے۔اس ضمن میں، میں یہ گزارش کروں گا کہ موجودہ حکومت نے جو عملی اقدامات اٹھائے ہیں وہ روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔یہ ایسی چیزیں ہیں جس کا ہر آدمی کو پتا ہے کہ حکومت جو اقدامات اٹھا رہی ہے یہ قابل تحسین ہیں۔

جناب سپیکر! میں اس کے ساتھ ساتھ چند تجاویز بھی پیش کروں گا۔یہ ملک زرعی ملک ہے اور یہاں کی 80 فیصد آبادی کا زراعت پر انحصار ہے۔زراعت اس ملک کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی

حیثیت رکھتی ہے اور تمام تر معیشت کا دارومدار زراعت پر ہے۔ اگر زراعت کو بہتر نہ بنایا گیا تو پھر حال یہ ہوگا کہ ہم import کرتے رہیں گے اور export نہ کر سکیں گے جس کی وجہ سے ہمارے ملک کی معیشت دن بدن کمزور ہوتی چلی جائے گی تو ملک کی ترقی رُک جائے گی اور ہمارا ملک پسماندہ ممالک میں شامل ہو جائے گا۔ اس کے لئے میں چند ایک تجاویز پیش کرتا ہوں۔ میری ایک تجویز یہ ہے کہ یہاں پر ہر فصل کے لئے زون مقرر کئے جائیں۔ ایک آدمی کا ایک مربع زمین کا ہے اس میں 5 ایکڑ کماد کاشت کرتا ہے، 5 ایکڑ گندم کاشت کرتا ہے، 5 ایکڑ کپاس کاشت کرتا ہے، کچھ مکئی کاشت کرتا ہے۔ یہ سسٹم کسی ملک میں ہے اور نہ ہی یہ اچھا سسٹم ہے۔ ہمارے پڑوسی ملک ہندوستان میں جا کر دیکھیں وہاں پر ہر فصل کے لئے زون مقرر ہیں تو میں حکومت وقت سے یہ تجویز کروں گا کہ یہاں پر بھی ہر فصل کے لئے ان اضلاع میں زون مقرر کئے جائیں جہاں پر گندم بروقت کاشت ہو تاکہ اس کی پیداوار بڑھ سکے اور ہم اسے export کر سکیں۔

کماد بروقت کاشت ہو، یہ نہیں کہ چاول کاٹ کر ہم گندم کاشت کرنی شروع کر دیں۔ ایسا کرنے سے اس ملک کی پیداوار کم ہوگی اور زراعت میں تعمیر و ترقی رک جائے گی۔ میں یہ تجویز کروں گا کہ یہ خطہ پنجاب جس کو انگریز جاتے ہوئے سونے کی چڑیا کہہ گیا تھا یہ کہیں پیتل کی چڑیا نہ بن جائے، یہ بن رہی ہے۔ میری تجویز شامل کریں اور یہاں پر ہر فصل کے زون مقرر کئے جائیں تاکہ پیداوار بڑھ سکے۔

جناب سپیکر! میری دوسری تجویز یہ ہے کہ بجلی کے ٹیوب ویل لگانے کے لئے 2/2 سال تک کنکشن نہیں ملتے۔ لوگ دھکے کھاتے پھرتے ہیں۔ ہمارے پڑوسی ملک میں آج ٹیوب ویل کے لئے درخواست دو تو 7 دنوں میں بجلی کا ٹیوب ویل نصب کر دیا جاتا ہے تو کم از کم ایک ماہ میں بجلی کا ٹیوب ویل نصب ہونا چاہئے اور بجلی کے flat rate مقرر ہونے چاہئے اور بلوں کی nominal قیمت ہو۔ یہ نہ ہو کہ 20/20,30,30/50,50 ہزار روپے بل آ جائیں۔ میں تجویز پیش کرتا ہوں کہ بجلی کا بل 2 ہزار سے نہیں بڑھنا چاہئے اس سے پیداوار بڑھے گی۔ جہاں پر زیر زمین پانی کڑوا ہے وہاں پر نہری پانی زیادہ دے دیا جائے اور جہاں پر زیر زمین پانی میٹھا ہے وہاں پر بجلی کے ٹیوب ویل لگنے چاہئیں تاکہ ملک کی پیداوار بڑھ سکے۔

جناب سپیکر! اس کے ساتھ ساتھ میں یہ گزارش بھی کرتا چلوں کہ کھاد کی قیمتوں میں ہر حال میں کمی کی جائے۔ کھاد اتنی مہنگی ہو چکی ہے کہ عام کاشتکار خرید نہیں سکتا۔ Pesticide میں

ملاوٹ پر سنگین سزا مقرر کی جائے تاکہ یہ ختم ہو سکے اور خالص ادویات اس خطہ پنجاب میں فراہم ہو سکیں۔

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! سنجیدگی کا عالم یہ دیکھیں کہ بجٹ کے اوپر تقریر ہو رہی ہے اور ہمارے فنانس منسٹر بھی یہاں موجود نہیں ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ لاء منسٹر صاحب جواب دیں گے۔ یہ امرت دھارا ہیں۔ ماشاء اللہ ان کی قابلیت کا تو کسی کو شک وشبہ نہیں ہے۔ یہ پہلے بھی ماشاء اللہ لاء منسٹر تھے، اب بھی لاء منسٹر ہیں۔ اب یہ تو establish لاء منسٹر ہو گئے۔ میرے خیال میں آئندہ گورنمنٹ میں بھی یہی لاء منسٹر ہوں گے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر! میں یہ کہہ رہا ہوں کہ بجٹ ایک اہم چیز ہوتی ہے۔ مجھے بھی کچھ دوست کہہ رہے تھے کہ تقریر کریں تو میں نے یہی کہا کہ کس لئے کریں؟ نہ کسی نے اس بات کا نوٹس لینا ہے اور اگر کسی طرف سے کوئی اچھی تجویز بھی آئے گی جو انہیں پسند بھی ہو تو اس کے اوپر بھی عملدرآمد نہیں ہونا۔ میں نے صرف آپ کے نوٹس میں لانے کے لئے یہ point of order کیا ہے کہ یہ budget speech ہے اور فنانس منسٹر صاحب ہی یہاں پر موجود نہیں ہیں تو باقی اس میں کون سنجیدہ ہو گا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! فنانس منسٹر مجھے بتا کر wash room تک گئے ہیں اور میں ان کی جگہ پر باقاعدہ نوٹس لے رہا ہوں۔ ہمارے معزز رکن نے جتنی باتیں فرمائی ہیں میں باقاعدہ ان کے نوٹس لے رہا ہوں۔ جب وہ آئیں گے تو میں یہ نوٹس ان کو پیش کر دوں گا۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! ہم تو لاء منسٹر کی اہلیت اور قابلیت کے قائل ہیں۔ راجہ صاحب! ویسے تو شریف الدین پیرزادہ صاحب established Law Advisor ہیں، آپ بھی ماشاء اللہ صوبہ پنجاب میں Law Advisor بھی رہیں گے اور Law Minister بھی رہیں گے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب، وزیر خزانہ واش روم تک گئے ہیں۔ وہ آ جاتے ہیں۔ جی، جلال دین ڈھکو صاحب!

جناب جلال دین ڈھکو: جناب سپیکر! میں زراعت پر بات کر رہا تھا اور تجاویز دے رہا تھا۔ میری دوسری گزارش یہ ہے کہ زراعت کو ترقی دینے کے لئے یہاں پر زراعت کا عملہ جو بڑے بڑے ایوانوں میں بیٹھا ہے قطعی طور پر باہر نہیں جاتا فیلڈ اسسٹنٹ بھی یونین کونسل پر حاضر نہیں ہوتا۔ یہاں پر زراعت کے منسٹر موجود نہیں ہیں لیکن میں یہ گزارش کروں گا کہ کم از کم فیلڈ اسسٹنٹ تو یونین کونسل ہیڈ کوارٹر پر باقاعدگی سے حاضری دے تاکہ وہ ان کاشتکاروں کو باقاعدگی سے زرعی اجناس کے بارے میں بتا سکے کہ بروقت کاشت کرنے کے لئے کون کون سا موسم موزوں ہے، کون کون سی کھاد موزوں ہے، کون کون سی ادویات موزوں ہیں یہ باتیں تو پڑھا لکھا آدمی ایک فیلڈ اسسٹنٹ بتا سکتا ہے۔ بڑے آدمی تو یہاں ایوان زراعت میں بیٹھے ہیں جہاں کوئی جاتا ہی نہیں ہے۔ اس عملے کی اول تو ضرورت ہی نہیں ہے۔ میں تو یہ کہوں گا کہ یہ عملہ بے فائدہ ہے جو زراعت کے لئے یہاں لاہور میں موجود ہے۔ زراعت کی ترقی کے لئے جو عملہ ہر ضلعے میں موجود ہے وہ باہر فیلڈ میں جائیں اور لوگوں کو بتائیں کہ کون کون سی ادویات، کون کون سی کھاد کس کس موسم میں کون کون سی فصل کے لئے بہتر ہو سکتی ہے۔ یہ بھی میری تجویز ہے کہ عملے کے لئے بھی ذرا ہدایات جاری کریں تاکہ وہ لوگوں کو فیلڈ میں جا کر بتائیں اور اپنے دفتروں میں نہ بیٹھا کریں۔

جناب سپیکر! زراعت کے لئے پانی کا نظام بڑا ضروری ہے پانی کے بغیر زراعت ادھوری ہے دنیا کا سب سے بڑا نہری نظام جو اس وقت پنجاب میں رائج ہے لیکن اب اس وقت یہ نظام کافی نہیں ہے اس سے فصلیں پوری پیدا نہیں ہو رہیں، آپ لائننگ کرا رہے ہیں اور نالے آپ پکے کرا رہے ہیں لیکن اس کے باوجود پانی کی کمی کے پیش نظر زراعت میں کافی دقت اور قلت ہے۔ پانی کی یہ کمی ڈیم بنانے سے پوری ہو سکتی ہے یا پھر نہری ٹیوب ویل لگانے سے پوری ہو سکتی ہے۔ خدا کرے کالا باغ ڈیم بنے اور اس ملک کی تعمیر و ترقی میں اہم کردار ادا کر سکے اگر کالا باغ ڈیم خدانخواستہ نہیں بنتا اور کوئی مجبوریاں ہیں تو اور ڈیم بنائے جائیں جب ڈیم بن گئے تو بجلی اور پانی کی کمی پوری ہو گی کیونکہ ڈیم کے علاوہ بجلی کی کمی پوری نہیں ہو سکے گی۔ یہ بھی میری ایک تجویز ہے۔

جناب سپیکر! میں تعلیم پر ایک دو باتیں کروں گا۔ تعلیم کے لئے اس حکومت نے بڑے اچھے اقدامات اٹھائے ہیں میں نے پہلے بیان بھی کیا ہے لیکن اساتذہ کی کمی کے پیش نظر وزیر تعلیم بھی تشریف فرما ہیں سکولوں میں اساتذہ کی کمی اس وقت بھی موجود ہے پچاس ہزار اساتذہ

کی ضرور بھرتی کی گئی ہے لیکن اس کے باوجود کئی ہائی سکولوں میں ہیڈ ماسٹرز موجود نہیں ہیں۔ منسٹر صاحب اس کا خود نوٹس لیں اور ان کو ہدایات جاری کریں کہ ہر سکول میں عملہ کی کمی کو پورا کیا جائے تاکہ تعلیمی مسائل پوری طرح حل ہو سکیں۔ یہ حکومت کی پالیسی بھی ہے اور عام آدمی کا خیال بھی ہے لیکن میرا خیال یہ ہے کہ سکول ٹیچر کو اپنے گھر میں تعینات نہ کیا جائے وہ اچھی طرح نہیں پڑھا سکتا وہ ہر وقت بچوں سے اپنا کام کروائے گا، اپنا سبز چارہ کٹوائے گا، اپنے مکان کی چھتیں ٹھیک کروائے گا لیکن وہ پڑھائے گا نہیں۔ سکول ٹیچر کو کم از کم گھر سے دور رکھنا چاہئے۔ میں نے پچھلے بجٹ میں بھی یہ گزارش کی تھی کہ میں نے عملی طور پر دیکھا ہے کہ جو سکول ٹیچرز اپنے گھر پر تعینات ہیں وہ اچھے طریقے سے توجہ کے ساتھ لڑکوں کو تعلیم نہیں دیتے وہ اپنے گھریلو مسائل پہلے حل کرتے ہیں اور اس کے بعد وہ بچوں کو تعلیم دیتے ہیں۔ یہ بھی میری گزارش ہے کہ لڑکیاں ضرور اپنے گھروں پر تعینات رہیں لیکن مرد سکول ٹیچرز کو کم از کم اپنے گھروں سے تبدیل کر کے ساتھ والے سکولوں میں بھیجا جائے۔ یہ بھی میری تجویز ہے اور میرے خیال میں اگر آپ عملی طور پر دیکھیں گے تو آپ کو محکمہ بھی بتائے گا کہ سکول ٹیچرز جو اپنے گھروں میں تعینات ہیں وہ اچھی طرح تعلیم نہیں دیتے۔

جناب سپیکر! اس کے بعد میں محکمہ صحت کے بارے میں بات کروں گا۔ صحت کے بارے میں پچھلے بجٹ پر بھی میں نے بات کی تھی کہ دیہاتوں میں RHCs اور BHUs بن تو گئے اور بلڈنگز بہت اچھی بنی ہیں لیکن حالات یہ ہیں کہ جو لاکھوں روپے کی ادویات جاتی ہیں وہ ادویات ڈاکٹر صاحب ڈسپنسر صاحب مل کر بیچ لیتے ہیں اور غریبوں کو تقسیم کم کرتے ہیں اس کا بھی تدارک کیا جائے۔ اس کے لئے میں ایک تجویز پیش کرتا ہوں کہ وہاں پر جو ناظم وقت ہے حلقے کا ناظم ہے وہ اور ای ڈی او ہیلتھ مل کر ہر ماہ چیک کریں اور چیک کر کے رپورٹ کریں۔ اگر وہ guilty ثابت ہوں اور ان پر کرپشن ثابت ہو جائے تو ان کے لئے سنگین سزا ہونی چاہئے اور ان کو کم از کم نوکری سے نکالا جائے۔

جناب سپیکر! میرا آخری پوائنٹ امن عامہ سے متعلق ہے۔ ہر حکومت کا اولین فرض ہے کہ اپنے خطہ میں، اپنے صوبہ میں، اپنے ملک میں امن قائم کرے۔ امن کے لئے موجودہ حکومت نے اچھے اقدام اٹھائے ہیں پٹرولنگ پوسٹیں بنائی ہیں اور کافی عملہ بھرتی کیا ہے۔ پولیس میں کافی بھرتیاں ہوئی ہیں جگہ جگہ پٹرولنگ پوسٹیں اور چیک پوسٹیں بنی ہیں لیکن مجھے اور آپ کو بھی علم

ہے کہ اگر ایک ایس ایچ او چاہے اور اس کی مرضی ہو کہ چوری، ڈکیتی روکنی ہے تو رک جائے گی۔ اس ایس ایچ او پر ڈی پی او سختی کرے اور ایس ایچ اوز کو بتائے کہ جس حلقے اور تھانے میں چوری زیادہ ہے اور وہ روک نہیں سکتے تو ان کو dismiss کیا جائے یا سنگین سزا دی جائے۔ میرا ایمان ہے کہ ایس ایچ او چاہے تو چوری نہیں ہو سکتی۔ اگر علاقے کا تھانیدار اپنے حلقے میں چوری کو روکے تو وہاں پر چوری نہیں ہو سکتی اور یہ اخلاقی جرائم خود پولیس والے کی کوتاہی، غفلت یا کرپشن کی وجہ سے ہو رہے ہیں۔ مہربانی کر کے امن عامہ قائم کریں بہت ضروری ہے۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ چودھری جاوید حسن گجر صاحب!

چودھری جاوید حسن گجر: جناب سپیکر! شکریہ۔ بجٹ کے اوپر کافی دوستوں نے کل سے اپنے خیالات کا اظہار کر لیا ہے اور اپوزیشن، گورنمنٹ نے کافی facts and figures سے بات کی لیکن میں یہ چاہوں گا کہ ہم جو یہاں پر عوام سے ووٹ لے کر آئے ہیں۔ ہم صرف اس لئے نہیں آئے کہ ہم ایک دوسرے کے اوپر اعتراضات کریں کہ گورنمنٹ اپوزیشن پر اعتراض کرے اور اپوزیشن گورنمنٹ پر اعتراض کرے۔ ہمیں کچھ ایسے اقدامات بھی عوام کے لئے کرنے چاہئیں اور کرنے ہوں گے اور اس اسمبلی کو جاتے جاتے کچھ ایسے اقدامات کرنے چاہئیں تاکہ اس اسمبلی کو آنے والے وقت میں بھی یاد رکھا جائے۔

جناب سپیکر! زرعی پالیسی جو انھوں نے دی اور فنانس منسٹر صاحب نے جو آمدن اور اخراجات ہیں اگر ٹائم ملا تو میں اس پر بات کر لوں گا لیکن کچھ تجاویز ہیں وہ یہ ہیں کہ جہاں پر محکمہ زراعت کو ڈویلپ کرنے کا تعلق ہے تو وہاں میں یہ تجویز دوں گا کہ ایگریکلچر گریجویٹ جو فارغ ہیں اور ان کو نوکریاں نہیں ملتیں کچھ کو سفارشات کی وجہ سے نہیں ملتیں اور کچھ لوگوں کے نمبر کم ہیں اس لئے نہیں ملتیں تو ہمارے پڑوسی ملک میں یہ پالیسی ہے لہذا میں یہ تجویز دوں گا اور آپ کی وساطت سے یہاں گورنمنٹ کے منسٹرز اور لاء منسٹر صاحب بھی بیٹھے ہیں۔ میں ان کے نوٹس میں بھی لاؤں گا کہ ایگلریکلچر گریجویٹ کے لئے ایک پالیسی بنائی جائے تاکہ ہمارے ملک کی جو پیداوار ہے اس کو بڑھانے میں ہماری مدد ملے گی اور ہمارے جتنے بھی ایگریکلچر گریجویٹ ہیں ان کو ساڑھے بارہ ایکڑ زمین الاٹ کی جائے لیکن وہ مستقل بنیاد پر الاٹ نہ ہو اس کو ایک مخصوص ٹائم دیا جائے اور اسے کہا جائے کہ آپ نے یہ سیڈ پروڈیوس کرنا ہے، ایک کو دیا جائے کہ آپ نے یہ سیڈ پروڈیوس کرنا ہے دوسرے کو کہا جائے کہ آپ نے یہ سیڈ پروڈیوس کرنا ہے اور اس پروڈکشن کو گورنمنٹ

واپس اٹھائے اور واپس اٹھانے سے پھر دوبارہ مارکیٹ میں آئے۔ اس سے یہ ہو گا کہ گورنمنٹ بھی اس سے کما لے گی، ایگریکلچر گریجویٹ کی کمائی بھی ہو جائے گی کیونکہ ہمارا پروڈکشن کا جو سیڈ ونگ ہے وہ انتہائی کمزور ہے سوائے کاٹن سیڈ کے پاکستان میں کچھ نہیں بنتا۔ جتنی سبزیاں ہیں ان کا سیڈ بھی باہر سے آتا ہے، ہمارے چنیوٹ میں بھنڈی کا سیڈ دس سال پہلے ایک فارمر نے پروڈیوس کرنا شروع کیا اس نے اس سیڈ کو -/20 روپے کے حساب سے بھنڈی کو مارکیٹ میں دیا اور جو انڈیا سے امپورٹ کرنے والا آدمی تھا اس نے اس کو -/6 روپے بیگ دیا یعنی جو پاکستان میں -/20 روپے کلو بھنڈی کا سیڈ پڑ رہا تھا لیکن اس نے -/6 روپے میں امپورٹ کر کے -/6 روپے میں مارکیٹ میں done کر دیا اور جو لوکل پروڈکشن تھی وہ ختم ہو گئی۔ میں اپنے تمام دوستوں سے یہ کہوں گا کہ سیڈ پروڈیوس کے سلسلے میں پروڈکشن جو سب سے بڑا صوبہ تھا وہ بلوچستان تھا۔ پورے انڈیا کو صرف بلوچستان سیڈ پروڈیوس کرتا تھا لیکن آج بلوچستان بھی nil ہے اور پنجاب بھی nil ہے۔ میں حکمرانوں سے یہ گزارش کروں گا کہ اس تجویز پر عمل کریں اور ایگریکلچر گریجویٹس کو مختلف لوگوں کو مختلف الاٹمنٹس علاقوں کے حساب سے دی جائیں اور اگر وہ ٹیوب ویل ایریا ہو تو اس پر سبسڈی بھی دی جائے تاکہ ہماری ایگریکلچر پروڈکشن بڑھ سکے۔ دالیں اور سبزیاں مہنگی ہونے کی وجہ صرف یہی ہے کہ ایگریکلچر ڈیپارٹمنٹ اس کے اوپر پروموشن نہیں کرتا۔ میں وزیر زراعت سے یہ بھی کہوں گا کہ جہاں پر انہوں نے لائیوسٹاک اور دوسری چیزوں پر پرنٹ میڈیا اور ٹی وی کے ذریعے سے پروموشن کی ہے تو میں یہ کہوں گا کہ دالیں اور سبزیوں کو پروڈیوس کرنے کے لئے جو expenses ہیں ان کو fix کیا جائے تاکہ اس کے سیڈ پروڈیوس کرنے کا سلسلہ بڑھ سکے اور ہم اپنی سبزیوں اور دالوں کی مہنگائی کو کنٹرول کر سکیں۔

جناب سپیکر! دوسری بات یہ ہے کہ ابھی خانیوال میں پنجاب گورنمنٹ نے آرمی کو چار ہزار ایکڑ زمین الاٹ کی ہے جو بہت ہی productive area ہے۔ جن لوگوں نے چار ہزار ایکڑ تقسیم کرنے میں مدد کی ہے میں چاہوں گا کہ فنانس منسٹر صاحب اس کا نوٹس لیں کہ ایک ڈی ڈی او (آر) کو ایک انعام کی شکل میں ایک مربع الاٹ کیا گیا ہے اور پٹواری کو آدھا مربع الاٹ کیا گیا ہے کہ ان لوگوں نے چار ہزار ایکڑ تقسیم کرنے کے لئے مدد کی ہے لہذا یہ ان کا انعام ہے۔ مزا تو تب ہے کہ وہ لوگ اپنی جیب سے دیں۔ میں آپ کی وساطت سے منسٹر صاحب سے کہوں گا کہ یہ چار ہزار ایکڑ ان کو ضرور دیں لیکن اس ایریا میں دیں جہاں پر ان کو پہلے دیا جا رہا ہے، چولستان کے علاقے

میں جو دیا جا رہا ہے اس میں دیں تاکہ ہمارا جو productive area ہے وہاں پر ہم اپنی پروڈکشن بڑھا سکیں۔

وزیر کالونیز: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

وزیر کالونیز: جناب سپیکر! میں معزز ممبر کی خدمت میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ حکومت پنجاب کی طرف سے جو زمین فوج کو دی جاتی ہے ان کے ہیڈ کوارٹر کو دی جاتی ہے اور پھر اس کی تقسیم ہیڈ کوارٹر سابق فوجیوں کو یا وہ لوگ جو شہداء ہوتے ہیں ان کو دی جاتی ہے اور ان کے ویلفیئر کے لئے دی جاتی ہے۔ ڈی ڈی او (آر) یا پٹواری کو اس زمین میں سے زمین الاٹ نہیں کی جاتی۔ اگر ایسی کوئی بات ہے تو میں معزز ممبر سے گزارش کروں گا کہ وہ ہمارے نوٹس میں لائیں، ہم اس پر کارروائی کریں گے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، گجر صاحب!

چوہدری جاوید حسن گجر: جناب سپیکر! میں منسٹر صاحب سے یہ کہوں گا کہ میں آپ کو اس بندے کا نام بھی دے دوں گا اور خانیوال سے میں سارے facts and figures منگوا کر دوں گا۔ میں یہ کہوں گا کہ جہاں پر 717 agriculture receipts ملین روپے ہے تو وہاں پر اخراجات ایگریکلچر ڈیپارٹمنٹ پر 16 ہزار 578 کئے جا رہے ہیں، یہ جو اتنا فرق ہے وہ فنانس منسٹر صاحب ہمیں اپنی تقریر میں بتائیں کہ یہ اس فرق کو کیسے مکمل کر سکیں گے۔

دوسرا یہ ہے کہ جنرل پبلک سروسز پر آپ نے 149.765 ملین روپے دیا ہے اور public ordinary safety awareness پر 34713.907 ملین روپے دیا ہے۔ میں یہ کہوں گا کہ اگر پبلک ایڈمنسٹریشن یا پبلک سروسز کو accommodate کرنے کی یہ حالت ہے اور لاقانونیت کی آپ یہ حالت دیکھ لیں اور پولیس کو جتنا آپ accommodate and mobilize کر رہے ہیں اتنے ہی جرائم اور سٹریٹ کرائمز بڑھتے جا رہے ہیں۔ ابھی کل کی بات ہے مجھے آج صبح میڈیا کے کسی نمائندے نے بتایا کہ کل پسرور تھانہ صدر میں 100 لوگوں نے حملہ کر کے اپنے سات ملزمان کو چھڑا لیا ہے تو میں یہ کہوں گا کہ اگر ہم جنرل پبلک سروسز اور ایڈمنسٹریشن کو اتنا accommodate کر رہے ہیں تو کم از کم اس کا بھی نوٹس لیا جائے کہ اتنی

لاقانونیت کیوں ہے؟

جناب سپیکر! اس کے بعد ایجوکیشن کی بات کرتا ہوں کہ اس پر انہوں نے بے شمار receipts and estimates رکھے ہیں۔یہاں پر میں آپ کی وساطت سے ایجوکیشن منسٹر صاحب سے یہ درخواست کروں گا کہ پرائیویٹ سکولوں کو پابند کیا جائے کہ جب وہ اپنے ٹیچرز اور سٹاف کو ہائیر کرتے ہیں تو وہ ایم اے اور بی ایڈ کے بغیر نہ ہوں۔ پرائیویٹ سکولوں کے رزلٹس کا آپ حساب لگالیں کہ یہ بعض اوقات کسی جگہ پر گورنمنٹ سکولوں سے بھی بد تر آیا ہے اور جتنے بھی طلباء ٹاپ کر رہے ہیں وہ سارے گورنمنٹ سکولوں کے ہیں، پرائیویٹ سکولوں کے نہیں ہیں۔

جناب سپیکر! اسی طرح میں صحت کے متعلق عرض کروں گا کہ صحت کے حوالے سے آئے دن ان کی سپلائی بڑھتی جا رہی ہیں اور گورنمنٹ کے بلز بڑھاتے جا رہے ہیں لیکن اتنا نہیں کرتے کہ یہ ادویات کی کوالٹی چیک کر لیں۔ ادویات کی یہ پوزیشن ہے کہ کسی بھی ہسپتال میں جائیں یا رورل ایریا کے کسی بھی ہسپتال میں چلے جائیں تو وہاں پر ادویات کے پورے کے پورے سٹور بھرے ہوئے ہیں۔ جتنی سپلائیز جاتی ہیں اسی طرح ہی وہاں رہتی ہیں یعنی سارا سٹاک پورا سال پڑا رہتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک دفعہ میں نے ایک ڈاکٹر سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ ہمارے پاس جو سرنج سپلائی ہوئی ہے وہ نام up to mark ہے اور جتنی بھی ادویات ہیں ان کی کوالٹی ٹھیک نہیں ہے۔

جناب سپیکر! میں آپ سے یہ درخواست کروں گا کہ جتنی میں نے اپنی گزارشات یا اپنی تجاویز دی ہیں ان کا سختی سے نوٹس لیا جائے۔ آخر میں، میں یہ ضرور کہوں گا کہ ایگریکلچر کا سب سے بڑا ونگ فرٹیلائزر کا ہے، ہمارے inputs جتنے سستے ہوں گے اتنی ہی ہماری output بڑھے گی۔ میں آپ سے یہ request کروں گا کہ آپ ایک ایسی کمیٹی بنائیں جو فرٹیلائزرز کی ادویات یوریا کھاد یا ڈی اے پی جو ہے اس کے ریٹس کو fix کریں تاکہ ایک زمیندار کو ریٹ کم ملے اور پروڈکشن زیادہ ملے۔ اسی لحاظ سے اریگیشن سسٹم کے لئے ٹیوب ویلوں کی electricity کے ریٹس کو fix کریں اور سبسڈی دینے میں کوئی ایسی مدد کریں کہ جس میں ہمارا چھوٹے سے چھوٹا کسان اور بڑے سے بڑا کسان اس سہولت سے فائدہ اٹھا سکے اور اس کی ایگریکلچر پرڈوکشن بڑھ سکے۔ اگر یہ پروڈکشن بڑھے گی تو ہمارا ملک، ہمارا پنجاب اور باقی صوبے بھی صحیح چل سکیں گے اور ہمارے ملک میں خوشحالی آئے گی۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ محترمہ لبنیٰ طارق صاحبہ!

جناب محمد وقاص: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، وقاص صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب محمد وقاص: شکریہ۔ جناب سپیکر! کل پنجاب اسمبلی کی طرف سے ایک متفقہ قرارداد آئی اور آج اخباروں میں اس کا ذکر ہے، الحمد للہ سلمان رشدی کے بارے میں بہت بہتر صورتحال تھی لیکن مجھے حیرت ہوئی کہ پاکستان پیپلز پارٹی پنجاب کے صدر شاہ محمود قریشی صاحب نے یہ بیان دیا ہے کہ وہ برطانیہ کا اندرونی معاملہ ہے۔ مجھے اس پر افسوس بھی ہے اور احتجاج بھی کہ رسول اکرم ﷺ کا معاملہ تو ہر مسلمان کا معاملہ ہے۔ میں پیپلز پارٹی والوں کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ذوالفقار علی بھٹو نے 1973 کے آئین میں ختم نبوت کی amendment کی اور وہ میں سمجھتا ہوں کہ شاید ان کی نجات کا ذریعہ بن جائے۔ میں انہیں یہ یاد دلاتا ہوں کہ اس دور میں پیپلز پارٹی کے جلسوں میں امریکہ مخالف نعرے لگائے جاتے تھے اور وہاں امریکہ کا جھنڈا جلایا جاتا تھا۔ آج پیپلز پارٹی والوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اپنے اقتدار کے لئے امریکہ اور برطانیہ کی طرف دیکھ رہے ہیں اور انہیں خوش کرنے کے لئے اس اہم موضوع پر بات نہیں کرتے۔

جناب سپیکر: شکریہ

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

سید ناظم حسین شاہ: جناب والا! میرے معزز رکن نے جس بیان کا حوالہ دیا ہے یہ اخبار میں misreporting بھی ہو سکتی ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ شاہ محمود قریشی صاحب ایسا کوئی بیان دیں گے اور نہ ہی پیپلز پارٹی کی پالیسی ہے۔ پیپلز پارٹی کی ہمیشہ پالیسی رہی ہے کہ کسی بھی ایسے نظام کو جس میں جمہوریت نہ ہو تو وہ سپورٹ نہیں کرتے اس لئے جیسا کہ خود انہوں نے اس چیز کا اعتراف کیا ہے اور 1970 کا ذکر کیا ہے اس وقت میں بھی ممبر تھا۔ اس وقت بھی بالکل مخالف نعرے لگتے تھے اور آج بھی ہماری پالیسی یہی ہے مگر جہاں تک parleys ہے وہ سیاست اور جمہوریت کا حسن ہوتے ہیں۔ جہاں تک deal کی بات ہے وہ deal نہیں ہے اور یہ بیان بھی شاہ محمود قریشی صاحب نے نہیں دیا ہوگا۔ یہ misreporting ہوا ہوگا میرے خیال میں اس کی تردید آ جائے گی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے کالونیز: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

پارلیمانی سیکرٹری برائے کالونیز: جناب سپیکر! شاہ صاحب جو فرما رہے ہیں کہ misreporting ہو گی تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ issue اتنا sensitive ہے کہ انہیں on the floor of the House یہ سٹیٹمنٹ دینی چاہئے اور تردید کرنی چاہئے۔ یہاں پر پیپلز پارٹی کے جتنے دوست بیٹھے ہیں وہ تردید کریں کہ شاہ محمود قریشی صاحب نے کوئی سٹیٹمنٹ نہیں دی اور ہم کل کی قرارداد کو متفقہ طور پر endorse کرتے ہیں۔ On the floor of the House یہ ان کو کرنا پڑے گا۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! کل کی جو بات ہے ہم بالکل اس سے متفق ہیں۔ جو قرارداد پاس ہوئی ہے اس پر بالکل متفق ہیں اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہے اور بنیادی طور پر مسلمان ہونے کے ناطے یہ ہمارا فرض ہے۔ جو اصحاب رسول کا مخالف ہو وہ بھی کبھی مسلمان نہیں ہو سکتا۔ میں آپ کو ایک واقعہ بتاتا ہوں کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب خلیفہ وقت تھے تو انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے محمد کو مصر کا گورنر لگایا۔ مگر یہاں پر یہ باتیں مولوی ہمیں نہیں بتاتا، کوئی بھی نہیں بتاتا یہ نہج البلاغہ میں ہے اگر آپ چاہیں تو میں وہ کتاب بھی یہاں پر مہیا کر سکتا ہوں۔ ایسی باتیں ہو جایا کرتی ہیں۔ ہم اس بات پر بالکل متفق ہیں کہ جو قرارداد پاس ہوئی ہے، اس پر ہم متفق ہیں اور اس پر آج دوبارہ بھی کہتے ہیں کہ یہ قرارداد پاس ہونی چاہئے۔ جہاں تک خبر کی بات ہے یہ misreporting ہے اور بالکل ایسی بات نہیں ہو گی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے کالونیز: جناب سپیکر! شاہ صاحب ابھی بھی اصلی issue کو سائیڈ پر کر گئے ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ شاہ محمود قریشی صاحب نے یہ جو سٹیٹمنٹ دی ہے۔ اس سٹیٹمنٹ کو عام سٹیٹمنٹ نہ لیں۔ یہ اس ڈیل کا حصہ ہے جس ڈیل کی کوشش ہو رہی ہے میں یہ کہتا ہوں کہ یہ یہاں پر تردید کریں اور categorically شاہ محمود قریشی صاحب کی طرف سے اس کی تردید آنی چاہئے۔ وہ ایک بہت بڑی پارٹی کے لیڈر ہیں، پنجاب کے لیڈر ہیں اور اس قسم کی سٹیٹمنٹ پوری مسلم امہ کے لئے نقصان دہ ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ آج ادھر وعدہ کریں کہ یہ لوگ اس کی تردید کروائیں گے اگر یہ تردید کی بات نہیں کرتے تو میں اسی پر یہاں سے واک آؤٹ کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: کلو صاحب! بات تو سن لیں، پہلے بات تو سن لیں۔ جی، شاہ صاحب!

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! میرے معزز رکن نے جو بات کی ہے انہوں نے کہا کہ اس کی تردید ہو۔ اسی سے ہمیشہ لاعلمیاں اور بدگمانیاں پیدا ہوتی ہیں۔ جب تک ہم ان سے بات نہ کریں اور اگر انہوں نے یہ سٹیٹمنٹ دیا ہے میں on the floor of the House یہ کہتا ہوں کہ اگر انہوں نے یہ سٹیٹمنٹ دیا ہے تو میں اس کی پرزور طریقے سے تردید کروں گا۔ میرا یہ خیال ہے کہ انہوں نے یہ سٹیٹمنٹ نہیں دیا ہوگا۔ یہ شرارتاً disinformation ہے۔

چودھری اعجاز احمد سماں: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

چودھری اعجاز احمد سماں: جناب سپیکر! شاہ محمود صاحب آل رسول ہیں اور گدی نشین ہیں ان سے ایسی بات ممکن ہی نہیں ہو سکتی۔ اگر وہ گدی نشین نہ بھی ہوں کوئی مسلمان اس بات پر سمجھوتہ نہیں کر سکتا۔ اس کو ہم endorse کرتے ہیں اور وعدہ کرتے ہیں کہ یہ متفقہ قرارداد تھی اور متفقہ رہے گی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ تشریف رکھیں۔ بہت بات ہو چکی ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب سپیکر! میں نے بات کرنی ہے۔

جناب سپیکر: آپ نے کیا بات کرنی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب سپیکر! میں بھی مسلمان ہوں میں نے بات کرنی ہے۔

جناب سپیکر: جی، آپ مسلمان ہیں تو آپ نے کیا بات کرنی ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب سپیکر! رسول ﷺ کے لئے ہماری جان بھی حاضر ہے اور شاہ محمود قریشی کیا چیز ہے۔ انہیں شرم نہیں آتی کہ شاتم رسول کے حوالے سے اس قسم کی commitment کرتے ہوئے۔ آج بھی غازی علم دین شہید زندہ ہے اور آج بھی فاطمہ بنت اندلس زندہ ہے اس لئے فوری طور پر معافی مانگی جائے۔ یہ جسٹس کے معاملے میں تو بڑی قطاریں اور جلوس نکالتے تھے ابھی کیوں نہیں میڈیا پر آ کر پوری قوم سے معافی مانگتے ورنہ میں یہاں سزا کا مطالبہ کرتی ہوں کیونکہ نبی پاک کی شان میں گستاخی برداشت نہیں کی جائے گی۔

سید ناظم حسن شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: صدیقی صاحب! آپ بھی تشریف رکھیں۔ براہ مہربانی! آپ تشریف رکھیں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ شاہ صاحب پیپلز پارٹی کے پرانے رہنما ہیں جبکہ شاہ محمود قریشی تو ابھی چار دن پہلے پیپلز پارٹی میں شامل ہوئے ہیں وہ ہمیشہ ہر سرکاری درباری پارٹی میں شامل رہے ہیں۔ اگر ناظم شاہ صاحب پیپلز پارٹی کی طرف سے تردید کر رہے ہیں تو ہمیں ان کی تردید کو تسلیم کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ کلو صاحب! میرے خیال میں جو آپ نے پوائنٹ raise کیا تھا اس کی بڑی تفصیل کے ساتھ شاہ صاحب کی طرف سے اس کا جواب آیا ہے۔ پہلی چیز تو یہ کہ ایک قرار داد جو متفقہ طور پر اس ہاؤس نے پاس کی۔ یہ تو نہیں کہ دوسرے دن کوئی اکیلا آدمی یا دو آدمی کہیں کہ قرار داد واپس لیتے ہیں۔ یہ کسی کو اختیار نہیں ہے۔ قرار داد متفقہ طور پر پاس ہوئی اور آج بھی آپ نے حوالہ دیا۔ شاہ محمود قریشی کا پیپلز پارٹی کے حوالے سے تو شاہ صاحب نے کہا کہ آج بھی اس معزز ایوان میں بیٹھے ہوئے پیپلز پارٹی کے تمام اراکین کل جو قرار داد پاس ہوئی اس کی حمایت کرتے ہیں اور انہوں نے کہا کہ مسلمان ہوتے ہوئے مجھے لگتا ہے کہ اخبار میں جو خبر ہے شاید اس میں کوئی صداقت نہ ہو تو انہوں نے کہا کہ میں بات کروں گا۔ اگر کوئی ایسی بات ہے تو وہ تردید کریں گے اگر ان کی طرف سے یہ بیان آیا ہے تو میں اس کی پرزور مذمت کرتا ہوں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بعد کوئی اور بات کرنے کی ضرورت نہیں۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحب فرمائیں!

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب سپیکر! عرض ہے کہ مجلس عمل کا جو کردار ہے وہ صرف اس زمین پر شر پھیلانے کا ہے۔ یہ شر پسند لوگ ہیں ان کی دہری پالیسیاں ہوتی ہیں۔ ایک طرف تو بے نظیر کے ترلے کرتے ہیں کہ مہربانی کروا ے پی سی میں جاؤ [*******]

جناب سپیکر: یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔ آپ تشریف رکھیں۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر شاہ محمود صاحب نے یہ بیان دیا ہے تو کل تردید دلوائیں گے اور اگر انہوں نے بیان نہیں دیا تو پھر مجلس عمل کے اس رکن کے خلاف جھوٹ بولنے پر اس معزز ایوان میں قرارداد مذمت پاس ہونی چاہئے۔

جناب سپیکر: انہوں نے تو اخباری خبر کا حوالہ دیا ہے۔

جناب محمد وقاص: جناب سپیکر! اخبارات میں جب تمام سیاسی لیڈروں کے بیانات آئے تھے تو شاہ محمود قریشی صاحب کا بیان میں نے خود پڑھا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ بے نظیر کو ایم ایم اے سے اتنا خوف ہے کہ رسول ﷺ کے بارے میں بھی وہ بات نہیں سننا چاہتیں اور پیپلز پارٹی کے لوگ کہتے ہیں کہ کہیں امریکہ والے ہمیں ایم ایم اے کے ساتھ نہ سمجھ لیں۔ انہوں نے تو رسول اللہ ﷺ کی عصمت پر بھی compromise کر لیا ہے یہ کیسی باتیں کرتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب سپیکر! ساری قوم کو پتا ہے کہ انہوں نے دو نمبر کی سیاست کی ہے ان کا کردار بھی دو نمبر رہا ہے۔ ہم ہر ایک کے ساتھ مل سکتے ہیں لیکن جہاں مجلس عمل بیٹھے ہم بالکل وہاں پر بیٹھ ہی نہیں سکتے اس لئے کہ ان کی ساری زندگی میں دو نمبر سیاست چمک رہی ہے۔ انہوں نے منافقت کی ہے، انہوں نے دو نمبر سیاست کی ہے، جنرل کو ایک طرف باہر نکل کر گالیاں دیتے ہیں اور اندر جا کر اس کو ووٹ دیتے ہیں۔ اسی پرویز مشرف کو وردی پر ان لوگوں نے ووٹ دیا، پیپلز پارٹی نے ووٹ نہیں دیا۔ اب یہ چودھری بنے پھرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم جمہوریت کے بہت بڑے علمبردار ہیں۔ شاہ محمود صاحب نے یہ بیان نہیں دیا اگر دیا ہے تو کل تردید آئے گی اور اگر تردید نہ آئی اور ان کا یہ بیان ثابت ہو گیا تو میں اسمبلی کی نشست سے مستعفٰی ہو جاؤں گا۔ وہ ایسا کام کر ہی نہیں سکتے اور اگر یہ جھوٹ ثابت ہوا تو مجلس عمل شر پھیلانے پر کل پورے ایوان سے اور پوری قوم سے معافی مانگے گی۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! اگر ہمارے ساتھی نے غلط بات کی ہے تو ہم بالکل معافی مانگیں گے لیکن اگر یہ ان کی تردید نہ لا سکے، کل کے اخبارات میں تردید نہ آئی تو ان کو اسمبلی سے اٹھا کر باہر پھینک دیں گے۔ (قہقہے)

جناب سپیکر: وہ خود ہی کہہ رہے ہیں کہ میں استعفٰی دے دوں گا۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب ارشد محمود بگو: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ ہم نے ساڑھے چار سال کا عرصہ بطور اپوزیشن بڑے اچھے طریقے سے گزارا ہے یہ پیپلز پارٹی بلکہ یہ ق لیگ والے بھی ہمارے بھائی، دوست اور ساتھی ہیں اور ہم نے بڑے اچھے طریقے سے یہ وقت گزارا ہے۔ ہم کوئی ایسا ماحول یہاں پر پیدا نہیں کرنا چاہتے۔ ایک چھوٹی سی بات ہوئی جو پروفیسر وقاص صاحب نے کی اور اس کی بڑی خوب صورت انداز میں ناظم شاہ صاحب نے وضاحت کی۔ جہاں تک ڈاکٹر صدیقی صاحب کا تعلق ہے تو یہ non serious آدمی ہیں اور کبھی بھی انہوں نے یہاں پر serious بات نہیں کی تو ان کی باتوں کا ہم برا بھی نہیں مناتے۔ آج انہوں نے اس ہاؤس میں کھڑے ہو کر جو statement دی ہے اور اگر یہ کل اس پر عملدرآمد کر دیں گے تو میں سمجھوں گا کہ یہ ڈاکٹر صدیقی ہی ہیں اور ان کا پیپلز پارٹی سے ہی تعلق ہے۔

محترمہ نشاط افزاء: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ!

محترمہ نشاط افزاء: شکریہ۔ جناب سپیکر! ڈاکٹر فرزانہ نذیر اٹھ کر کہہ رہی ہیں کہ یہ پیپلز پارٹی والے کھڑے ہو کر یوں یوں کر رہے ہیں تو میں ان سے پوچھنا چاہ رہی ہوں کہ محترمہ! ابھی کل ہی آپ لہک لہک کر، جھوم جھوم کر، جب مشرف کے گانے گا رہی تھیں تو آپ کہہ رہی تھیں کہ خدا اور اس کے رسول کے بعد مشرف کو جگہ ہم دیتے ہیں تو آپ کو بھی اس بات پر اپنے ضمیر میں جھانکنا چاہئے کہ کن کے ساتھ آپ مشرف کو ملا رہی تھیں؟ آپ کو شرم سے ڈوب مرنا چاہئے کہ آپ خاتم المرسلین رسول پاک ﷺ کی شان کے خلاف یہ بات کر رہی تھیں اور ہم تو ان کے پاؤں کی جوتی بھی نہیں ہیں اور آپ ان کو مشرف کے ساتھ ملانے کے لئے کھڑی ہوئی تھیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب سپیکر! ایک وضاحت کرنی ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: شکریہ۔ جناب سپیکر! سب سے پہلے تو مجھے محترمہ فرمائیں کہ کون سے چینل پر میرا انٹرویو تھا اور یہ کب دیکھ رہی تھیں؟ اگر دیکھ رہی تھیں تو ان کے کان کھلے

تھے یا بہرے تھے۔ اگر بہرے تھے تو پھر انہیں یہ بات کرنی نہیں چاہئے۔ میں نے کل بھی کہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی شان کے خلاف کوئی بات سننا گوارہ ہی نہیں کرتے۔ میں نے یہ کہا تھا کہ نبی پاک ﷺ نے عورت کو وہ مقام دیا ہے کہ ظلمت اور غلاظت کے گڑھوں سے نکالا اور مشرف صاحب ان کی سنت پر عمل کرتے ہوئے عورتوں کو ترجیح دے رہے ہیں جھومنا اور ناچنا پیپلز پارٹی والوں کا کام ہے۔

جناب سمیع اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب سمیع اللہ خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! ابھی پوائنٹ آف آرڈر پر بات ہو رہی تھی تو میں نیچے بیٹھا تھا کہ میں نے شاہ محمود قریشی صاحب سے فون پر بات کی ہے تو ان کا فون پر مؤقف سننے کے بعد میں یہ بالکل ذمہ داری سے کہتا ہوں کہ وہ اس بیان کی تردید کر رہے ہیں اور میرا خیال ہے کہ یہ کافی ہے کہ انہوں نے یہ بیان نہیں دیا۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ لبنیٰ طارق صاحبہ!

محترمہ لبنیٰ طارق: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! سب سے پہلے میں اپنی حکومت کو مبارکباد پیش کروں گی جس نے پاکستان کی تاریخ میں تقریباً 30/35 سالہ سیاسی ادوار میں پہلی مرتبہ ہماری حکومت کو کریڈٹ جاتا ہے کہ پانچ سالہ مدت مکمل کرنے جا رہی ہے جس کا تمام تر کریڈٹ صدر مشرف، ہمارے پارٹی لیڈران چودھری شجاعت حسین اور چودھری پرویز الٰہی صاحبان کے سر جاتا ہے جن کی مدبرانہ قیادت سے پاکستان معاشی، اقتصادی اور سیاسی طور پر مستحکم ہوا ہے اور جس سے پاکستان کا وقار اقوام عالم میں بلند ہوا ہے۔

جناب سپیکر! صوبائی بجٹ 08-2007 پنجاب کی تاریخ کا پہلا ٹیکس فری بجٹ ہے جو کہ تین کھرب 56-ارب 55 لاکھ روپے کا ہے اور اس بجٹ میں حکومت نے خاص طور پر کم آمدنی والے لوگوں کو سہولتیں دی ہیں۔ جس میں تمام سرکاری ملازمین کی تنخواہیں 15 فیصد بڑھائی گئی ہیں اور ریٹائرڈ ملازمین کی پنشن میں بھی 15 سے 20 فیصد تک اضافہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ صوبہ بھر کے تمام غریب ترین خاندانوں کو فوکس کیا گیا ہے اور ان کا criteria چیک کر کے کہ غربت کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کر رہے تھے کو -/500 روپے ماہانہ دینے کا اعلان کیا گیا ہے حالانکہ ہمارے

ابھی اپوزیشن بھائیوں کی طرف سے اعتراض کیا گیا کہ یہ -/500روپے تو -/5روپے کے برابر ہیں تو میں ان سے یہ کہنا چاہوں گی کہ ایک غریب آدمی کے لئے -/500روپے تو کیا -/5روپے بھی بہت معنی رکھتے ہیں۔ جس کے پاس چولہا جلانے یا ان کے گھر میں راشن لینے کو پیسے نہیں ہوں گے تو ان کے لئے -/500روپے کی بھی بہت اہمیت ہے۔

جناب سپیکر! خاص طور پر چھوٹے کاشتکاروں کی سہولت کے لئے بجلی سے چلنے والے ٹیوب ویلوں کے بلوں میں کمی اور رعایت دی گئی ہے جس سے براہ راست انہیں فائدہ ہوگا۔ اس کے علاوہ کچی آبادیوں کے مکینوں کو 30۔ ستمبر 2007 تک مالکانہ حقوق دیئے جائیں گے اور دیہی علاقوں میں غریب ترین لوگوں کو دو کنال مفت اراضی تقسیم کی جائے گی۔

جناب سپیکر! تعلیم، صحت اور زراعت تینوں ایسے شعبے ہیں جو کسی بھی ملک و قوم کی ترقی میں ریڑھ کی ہڈی کی سی حیثیت رکھتے ہیں مگر افسوس ماضی میں ان پر کوئی خاص توجہ نہیں دی گئی لیکن ہمارے قائد چوہدری پرویز الہیٰ نے اپنا وژن 2020 پیش کیا جس کے تحت پنجاب کی تمام آبادی مکمل طور پر خواندہ، خوشحال اور صحت و روزگار کی سہولتوں سے مستفید ہوگی۔

جناب سپیکر! اگر ہم اپنی حکومت کے پچھلے پانچ سالہ دور کو دیکھیں تو ہم یہ فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ ہماری حکومت نے ان تمام شعبوں میں ریکارڈ ترقیاتی کام کئے ہیں۔ ماضی میں ہم تعلیم کے میدان میں بہت پیچھے تھے۔ بہت سے ایسے طلبہ جو کہ فیس ادا نہیں کر سکتے تھے، ان کی تعلیم ادھوری رہ جاتی تھی، اس کے علاوہ بہت سے ایسے علاقے تھے جہاں پر سکولز نہیں تھے یا ہائی سکولز نہیں تھے اور تعلیمی اداروں کی کمی کی وجہ سے ان بچوں کی اور ان طالبات کی تعلیم ادھوری رہ جاتی تھی مگر یہ کریڈٹ بھی ہماری حکومت کو ہی جاتا ہے کہ جس نے تمام سکولوں میں میٹرک تک تعلیم مفت کی، مفت سلیبس مہیا کیا اس کے علاوہ بے شمار مڈل سکولوں کو اپ گریڈ کر کے ہائی سکولز کا درجہ دیا گیا۔ تقریباً 25ہزار سکولوں میں missing facilities دی گئیں جبکہ بے شمار ایسے گھوسٹ سکول تھے جہاں سردی یا گرمی کے موسم میں باہر ہی بیٹھ کر تعلیم حاصل کرتے تھے۔ وہاں ٹاٹ سسٹم تھا اور لیٹرینوں کا انتظام تھا اور نہ فرنیچر تھا اور 25ہزار سکولوں میں ایسی missing facilities پوری کی گئیں۔ بہت سارے نئے ڈگری کالجز بنائے گئے اور چھ نئی یونیورسٹیاں پرائیویٹ سیکٹرز میں شروع کی گئی ہیں۔

جناب سپیکر! یہ وہ کارنامے ہیں جن کی وجہ سے ہماری حکومت میں شرح خواندگی کا

ریٹ کافی بڑھا ہے۔اس کے علاوہ سپیشل ایجوکیشن وہ ادارہ ہے جس پر ماضی میں کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ سپیشل افراد جن کی پرورش کرنا ماں باپ کے لئے بھی ایک انتہائی مشکل اور کٹھن پراسیس تھا، ہماری حکومت میں خاص طور پر میں اس کا کریڈٹ چودھری پرویز الٰہی صاحب کو پیش کروں گا جنہوں نے ایسے افراد کے لئے بھی سوچا کہ ان کو بھی معاشرے کا کارآمد شہری بنانے اور ان کو تعلیم اور اس کے ساتھ ساتھ ووکیشنل ٹریننگ provide کرنی ہے تاکہ وہ آگے جا کر معاشرے میں کارآمد شہری بن سکیں لہذا اس کے لئے ایک الگ سے سپیشل ایجوکیشن کا ڈیپارٹمنٹ بنایا گیا اور تمام بچوں کو فری ایجوکیشن مہیا کی جا رہی ہے، فری سلیبس دیا جا رہا ہے، ان کے گھروں کے قریب مفت ٹرانسپورٹیشن دی جا رہی ہے اور ان کے ٹیچرز جو سپیشل ایجوکیشن میں ایسے افراد کو teach کرنے والوں کو ڈبل تنخواہ پر بھرتی کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! پورے صوبے میں 90 نئے ادارے بنائے گئے ہیں۔یہاں میں وزیراعلیٰ اور اپنے سپیشل ایجوکیشن کے منسٹر طاہر علی جاوید صاحب سے گزارش کروں گی کہ رحیم یار خان ڈسٹرکٹ میں سپیشل ایجوکیشن کا ادارہ نہیں ہے مگر اس دفعہ میں نے چیف منسٹر صاحب کو request کی تھی اور انہوں نے approve کیا تھا لہذا میری کوشش اور وزیراعلیٰ سے request ہے کہ وہ اس سال اسی مدت میں یہ ادارہ رحیم یار خان میں قائم کریں کیونکہ وہاں کے سپیشل افراد کے لئے ایسا کوئی ادارہ نہیں ہے۔

جناب سپیکر! یہ وہ پالیسیاں ہیں جن کی وجہ سے 2002 میں شرح خواندگی 47 فیصد تھی اور اب 62 فیصد ہو گئی ہے۔اس کے علاوہ اگر آپ ہیلتھ سیکٹر ریفارم میں دیکھیں تو صحت کے شعبے میں ہماری حکومت کی بھرپور توجہ رہی ہے۔تمام صوبہ کے ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹرز ہسپتالوں کو اپ گریڈ کیا گیا ہے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ ان کی ایمرجنسی کو اپ گریڈ کیا گیا ہے اور اگر آپ لاہور کے ہسپتالوں کی ایمرجنسی میں چلے جائیں تو وہاں امیر و غریب کی تفریق ختم کر دی گئی ہے اور کوئی بھی مریض چلا جائے تو اسے فوری طور پر فری ٹریٹمنٹ دیا جا رہا ہے۔وہاں کا سٹاف بڑا مستند اور best specialist ڈاکٹرز ہیں اس کے علاوہ ایمرجنسی ریسکیو سروس 1122 شروع کی گئی ہے اگر کسی کو کوئی بھی ایمرجنسی آ جاتی ہے، کوئی ایکسیڈنٹ ہوتا ہے یا کسی مریض کا مسئلہ بنتا ہے تو دس منٹ کے اندر اندر اس تک پہنچ سکتے ہیں۔یہ ریسکو سروس 1122 پہلے لاہور میں تھی اب فیصل آباد میں بھی اس کا inauguration ہوا ہے اس کے علاوہ ضلع گوجرانوالہ، گجرات،

رحیم یار خان، بہاولپور اور ملتان میں بھی یہ سروسز شروع کی جارہی ہیں۔اس کے علاوہ تمام رورل ایریا میںBHUsکو اپ گریڈ کیا گیا ہے اور 11 نئے ٹیچنگ ہاسپٹلز بنائے گئے ہیں اور ہیلتھ سیکٹرز میں بے شمار اس طرح کے کام ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر! اب میں جنوبی پنجاب کے حوالے سے بات کروں گی کیونکہ میرا تعلق ضلع رحیم یار خان سے ہے جو کہ جنوبی پنجاب میں ہے۔یہاں میں اپنے اپوزیشن کے بھائی جو جنوبی پنجاب سے ہیں جنہوں نے کبھیacceptنہیں کیا کہ چیف منسٹر آف پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب نے وہاں پر کیا کیا کام کئے ہیں بلکہ انہوں نے ہمیشہ اسمبلی میںopposeکیا ہے مجھے بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ وہاں رہتے ہیں اور انہیں پتا ہے کہ وہاں پر کتنا کام ہوا ہے۔اس دفعہ وزیر اعلیٰ پنجاب وہاں سے منتخب ہوئے ہیں انہوں نے وہاں سے منتخب ہونے کا حق ادا کیا ہے۔انہوں نے جنوبی پنجاب کے لوگوں کا حق ادا کیا ہے اور اس سے پہلے ان کو پتا ہے کہ وہاں پر کتنے ترقیاتی کام ہوئے ہیں اگر یہ نہacceptکریں اور "میں نہ مانوں" والی پالیسی اختیار کرتے رہیں تو پھر ہم کیا کر سکتے ہیں؟

جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ صاحب نے جنوبی پنجاب میں آبادی کے تناسب سے قطع نظر اس کے پسماندہ علاقوں میں 11 فیصد زیادہ فنڈز مہیا کئے ہیں۔اس کے علاوہ اگر آپ دیکھیں کہ ملتان میں کارڈیالوجی سنٹر کا قیام، رحیم یار خان میں شیخ زید میڈیکل کالج کا اجراء اور طالبات کی مزید تعلیم کے لئے بہاولپور اسلامی یونیورسٹی کی برانچ رحیم یار خان میں شروع کی گئی ہے۔اس سے پہلے دیکھیں کہ وہاں کے جو سٹوڈنٹس تھے ان کو میڈیکل ایجوکیشن کے لئے اور ماسٹر کے لئے لاہور ملتان اور بہاولپور جانا پڑتا تھا مگر اب انہیں ضلع رحیم یار خان میں ہائیر ایجوکیشن بھی مہیا کی جارہی ہے۔اس کے علاوہ 7.5 ملین سے ڈرینیں جو اب واٹر سپلائی سکیموں پر کام شروع کیا گیا ہے تاکہ وہاں کے لوگوں کو پینے کا صاف پانی مہیا کیا جاسکے۔

جناب سپیکر! صدر پاکستان کا جو پکے کھالوں کا پروگرام جس کے تحت آجtail endتک پانی ضلع رحیم یار خان میں پہنچایا جارہا ہے میں سمجھتی ہوں کہ اس میں وہاں کے لوگوں کے لئے بہت بڑیblessingہے کیونکہ میرا اپنا گاؤں ایک ٹیل پر ہے جو ضلع رحیم یار خان کا بالکل آخری سٹیشن کا ہے ہم نے خود اس پرابلم کوfaceکیا ہے جو پانی وارابندی کے تحت آتا تھا اس کو لوگ چوری بھی کر لیتے تھے اور بااثر زمیندار اپنے اپنے ایریا میں لے جاتے تھے لیکن اب سب کو یکساں طور پر پانی

مہیا کیا جا رہا ہے اور پانی کی چوری میں کافی کمی آئی ہے۔ اس کے علاوہ میرے جنوبی پنجاب کے بھائیوں کو سیاحت کے حوالے سے facilitate کرنے کے لئے بھی ہماری حکومت نے اقدامات کئے ہیں تاکہ اگر ان کو بہت زیادہ ٹینشن نہ ہو کہ وزیر اعلیٰ صاحب یہاں پر کچھ نہیں کر رہے تو ان کو سیر و تفریح کا موقع بھی دیا جا رہا ہے لہذا وہاں پر فورٹ منرو کے مقام پر مری کا alternate سٹیشن بنایا جا رہا ہے تاکہ ان کو سیاحت کے حوالے سے بھی facilitate کیا جائے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب جاوید حسن گجر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، جاوید حسن گجر صاحب!

چودھری جاوید حسن گجر: جناب سپیکر! محترمہ ممبر صاحبہ نے مجھے رحیم یار خان کے سلسلے میں تھوڑا سا پوائنٹ آؤٹ کیا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یا تو یہ بیٹھی نہیں تھی میں نے تو ضلع رحیم یار خان کی کوئی بات کی ہی نہیں اس کو میں نے ٹچ ہی نہیں کیا۔ دوسری بات میں یہ کہوں گا کہ یہ اپوزیشن کو ذہن میں رکھ کر فورٹ منرو کی بات کر رہی ہیں میں ان سے آپ کی وساطت سے یہ گزارش کروں گا اور باقی دوستوں سے بھی یہی کہوں گا کہ اگر فورٹ منرو کی طرف وزیر اعلیٰ کا دھیان گیا ہے تو صرف جاوید حسن گجر کی وجہ سے گیا ہے۔ کیونکہ سی اینڈ ڈبلیو کے چیئر مین اگر یہاں بیٹھے ہوئے ہوں تو ان سے پوچھ لیں کہ جس دن یہ نیو مری کا پراجیکٹ تھا اور کمیٹی میں discuss ہوا تھا اور وہاں پر سیکرٹری سی اینڈ ڈبلیو بھی تھے جو کسی کی بات ہی نہیں مانتے تھے میں نے اس دن بھی یہ کہا تھا اور یہاں بھی اس فورم پر کھڑا ہو کر میں نے یہی کہا تھا کہ اگر آپ نے مری کا رش کم کرنا ہے اور جو مری کا پراجیکٹ بنا رہے ہیں اس کو چھوڑ کر فورٹ منرو کا پراجیکٹ شروع کیا جائے آپ بے شک میری پرانی تقریر اٹھا کر دیکھ لیں۔ فاضل ممبر یہ نوٹ کر لیں کہ وزیر اعلیٰ اگر گیا ہے تو یہ صرف جاوید حسن گجر کی تقریر کی وجہ سے گیا ہو گا۔

جناب سپیکر: محترمہ! جنوبی پنجاب میں جو ڈویلپمنٹ ہوئی ہیں ان کے بارے میں ذکر کر رہی ہیں وہ کوئی خود کریڈٹ تو نہیں لے رہی ہیں بلکہ گورنمنٹ نے جو جنوبی پنجاب میں ڈویلپمنٹ کی ہے وہ خواہ آپ کے کہنے پر کی ہیں یا کسی اور کے کہنے پر کی ہیں یا حکومت کی اپنی سوچ ہے محترمہ تو صرف ذکر کر رہی ہیں کہ وہاں پر کیا ڈویلپمنٹ ہوئی ہیں۔ شکریہ۔ جی، محترمہ! آپ ذرا wind up کریں۔

محترمہ لبنیٰ طارق: جناب سپیکر! میں نے اسی لئے ان کی طرف اشارہ کر کے کہا ہے اگر آپ کو نیو

مری پراجیکٹ پر اعتراض تھا آپ نے کہا کہ ہمیں جنوبی پنجاب والوں کو سیاحت کے لئے کوئی مواقع فراہم نہیں ہیں اسی لئے میں نے آپ کی طرف اشارہ کر کے کہا ہے کہ آپ کو facilitate کیا جا رہا ہے لہذا آپ شکر گزار ہوں پنجاب گورنمنٹ کے۔

جناب سپیکر! بہاولپور میں ایک resort بنایا جا رہا ہے اس کے علاوہ فورٹ منرو کے مقام پر کیبل کار کے منصوبے پر بھی کام شروع کیا جا رہا ہے۔ ہمارا ملک ایک زرعی ملک ہے لہذا ہماری حکومت نے زرعی ترقی کے لئے متعدد فیصلے کئے ہیں جن میں کاشتکاروں کی حوصلہ افزائی کے لئے زرعی اجناس کی قیمتوں میں اضافہ، ساڑھے بارہ ایکڑ زرعی زمین پر ٹیکس کی چھوٹ، زرعی قرضوں میں پانچ فیصد مارک اپ میں کمی اور اس کے علاوہ آبیانے کا فلیٹ ریٹ مقرر کیا گیا ہے۔ آج جو ٹیل تک پانی پہنچ رہا ہے اس سے پانی کی چوری میں کمی ہوئی ہے۔ پٹواری کلچر کے خاتمے کے لئے زمینوں کے معاملات کمپیوٹرائزڈ کئے جا رہے ہیں۔ یہاں پر وزیراعلیٰ پنجاب سے گزارش کروں گی رحیم یار خان جو کہ خالصتاً زرعی ایریا ہے جس کا انحصار زیادہ تر زراعت پر ہے وہاں پر ایک زرعی کالج ہے جس کو زرعی یونیورسٹی کا درجہ دیا جائے جس کا میں نے پہلے بھی ایک دفعہ ذکر کیا تھا کیونکہ رحیم یار خان کے زرعی کالج کے جو سٹوڈنٹس ہیں ان کو فیصل آباد زرعی یونیورسٹی جانا پڑتا ہے وہاں جا کر اپنے ماسٹر لیول کی تعلیم مکمل کرنا پڑتی ہے۔ لہذا میری تمام ایم پی ایز اور ایم این ایز سے بھی گزارش ہے کہ وہ اس معاملے کو وزیراعلیٰ صاحب تک پہنچائیں اور اس میں آپ سب ساتھ دیں۔

جناب سپیکر! اب میں خواتین کے حوالے سے بات کروں گی کہ آج ہم اتنی بڑی تعداد میں خواتین جو grass root level سے لے کر آج اسمبلی کے floor پر اپنے اپنے ایریاز کی، اپنے لوگوں کی اور خواتین کے حقوق کے بارے میں بات کر رہی ہیں اور جس طریقے سے وہ اپنے مسائل کو سامنے لا رہی ہیں اس کا تمام تر کریڈٹ صدر پاکستان پرویز مشرف صاحب کو جاتا ہے جنھوں نے پاکستان میں پہلی دفعہ خواتین کو 33 فیصد نمائندگی دی۔ اس طرح پسماندہ اور ہر ایریاز سے خواتین سامنے آئیں اور انھوں نے اپنی بات اسمبلیوں میں کی اور نہ صرف انھوں نے اپنی بات کی بلکہ اس سے ان کی انتہائی اچھی کارکردگی رہی۔ اس کے علاوہ چودھری پرویز الٰہی صاحب جنھوں نے ہمیں پارٹی ٹکٹ دیئے اور یہ موقع فراہم کیا، میں سمجھتی ہوں کہ خواتین نے بڑے اچھے طریقے سے اس کام کو نبھایا۔ اگر ہم دیکھیں کہ نیشنل اسمبلی میں وومن پروٹیکشن بل پاس ہوا ہے، اس کے علاوہ چودھری شجاعت صاحب نے بے شمار فرسودہ رسومات کے خلاف ایک بل پاس کرایا جس سے

میں اپنی اپوزیشن پارٹیز کی خواتین کی بھی شکر گزار ہوں کہ جنھوں نے اس میں تمام گورنمنٹ پارٹی کی خواتین کا بھی ساتھ دیا اور اس بل کو پاس کروایا اور اب ایک اور بل قرآن سے شادی، وٹہ سٹہ اور ونی جیسی فرسودہ رسومات کے خاتمے کے لئے پیش کیا گیا ہے اس کو بھی ہم لوگوں نے پاس کروانا ہے۔

جناب سپیکر! آخر میں، میں اپنی حکومت وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب، ان کی کیبنٹ کو اور خاص طور پر جو ہمارے فنانس منسٹر حسنین بہادر دریشک صاحب، لاء منسٹر راجہ بشارت صاحب اور اسمبلی کے تمام ارکان جن کی کاوشوں سے آج ہماری اسمبلی نے یہ پورا tenure مکمل کیا ہے مبارکباد پیش کرتی ہوں اور ہم امید کرتے ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ آنے والے سالوں میں ہماری حکومت کو یہ پھر موقع ملے گا۔(آمین، ثم آمین)(نعرہ ہائے تحسین)

محترمہ طاہرہ منیر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ!

محترمہ طاہرہ منیر: جناب سپیکر! ابھی میری محترمہ بہن لبنیٰ طارق صاحبہ نے کہا ہے کہ حکومت نے نیشنل اسمبلی میں تحفظ نسواں کا جو بل پیش کروایا ہے وہ غیر اسلامی ہے، اسلام کے مطابق تو نہیں پیش کروایا جس کے لئے یہ وہ کریڈٹ لے رہی ہیں۔ وہ غیر اسلامی بل ہے۔

جناب سپیکر: چلیں، وہ ادھر اسمبلی میں دیکھ لیں گے جنھوں نے پاس کرنا ہے، جنھوں نے ووٹ دینے ہیں وہ دیکھ لیں گے کہ غیر اسلامی ہے یا اسلامی ہے۔

محترمہ لبنیٰ طارق: آپ فیصلہ کرنے والی کون ہیں کہ وہ بل اسلامی ہے یا غیر اسلامی ہے؟

جناب سپیکر: جی، محترمہ پروین مسعود صاحبہ!

محترمہ پروین مسعود بھٹی: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں تقریر تو کرنے لگی ہوں لیکن اس کا فائدہ اس لئے نہیں ہے کہ کسی نے یہ بات تو سننی ہے، آپ ہاؤس میں ایک تو یہ دیکھ لیں کہ لوگ کتنے بیٹھے ہوئے ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ بجٹ آنے سے پہلے پری بجٹ پر ہم سے تجاویز لی جاتیں اور ان کو تجاویز کو بجٹ میں شامل کیا جاتا۔

جناب سپیکر: محترمہ! فنانس منسٹر صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، دوسرے وزراء بیٹھے ہوئے ہیں، آپ سامنے دیکھیں معزز اراکین اسمبلی سب کو نظر آ رہے ہیں کہ وہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ پلیز! اپنی بات

شروع کریں۔

محترمہ پروین مسعود بھٹی: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔جناب سپیکر! پہلے ہوتا تھا کہ بجٹ تقریر آنے سے پہلے لوگوں کو بہت انتظار ہوتا تھا کہ بجٹ آئے گا تو ان کی خوشحالی ہوگی لیکن اب لوگوں کا یہ حال ہے کہ انھوں نے اس میں کوئی دلچسپی نہیں لی۔انھوں نے بجٹ کی تقریر نہیں سنی بلکہ بہت سے لوگوں کو یہ کہتے سنا کہ فائدہ تو کچھ نہیں ہے، حکومت نے بجٹ آنے سے پہلے ہی مہنگائی کر دی ہے۔

جناب سپیکر! عوام کو اس چیز سے کوئی دلچسپی نہیں کہ خزانہ بھرا ہوا ہے یا خالی ہے۔عوام کو تو یہ چاہئے کہ ان کو اشیائے صرف سستے داموں بازار میں مل سکیں۔جن یوٹیلٹی سٹورز کا ڈھونگ رچایا گیا ہے، آپ مجھے بتائیں کہ کتنے یوٹیلٹی سٹورز پر لوگ جا کر چیزیں خریدتے ہیں؟ ایک غریب آدمی پہلے اپنی دیہاڑی چھوڑے، اس کے بعد دور دراز جا کر وہ یوٹیلٹی سٹور پر چیزیں خریدے، وہاں جو دکاندار ہے وہ یہ کہتا ہے کہ آپ اگر پانچ سو کی چیزیں لیں گے تو تب آپ کو دو کلو چینی ملے گی۔یہ عوام کے ساتھ ظلم ہے اور یہ دھوکا ہے کہ یوٹیلٹی سٹورز پر سستی اشیاء ملیں گی۔یہ implement کیوں نہیں کروا سکتے؟ پورے ملک میں سستی اشیاء کیوں نہیں ہوئیں؟ چاہئے تو یہ تھا کہ ہر سٹور پر چیزیں سستی ملتیں اور محکمے کے لوگ اس کو چیک کرتے اور وہ اپنی اشیاء کے ریٹس آویزاں کرتے۔میرے آنکھوں دیکھا حال ہے کہ جس وقت کوئی دکاندار لسٹ آویزاں کرتا ہے تو اس کے بعد یہ دہرا نظام جو ہے اس نے ملک کا ویسے ہی بیڑہ غرق کر دیا ہے۔اس دہرے نظام کی وجہ سے ایک ناظم وہاں سفارش لے کر پہنچ جاتا ہے کہ یہ دکاندار اس کا اپنا بندہ ہے اور وہ سفارش قبول کر لی جاتی ہے۔ان چیزوں کو دیکھ کر یہ کہا ہی نہیں جا سکتا کہ یہ جو بجٹ ہے یہ عوام دوست ہے۔میں تو کہوں گی کہ یہ بجٹ عوام کش ہے۔

جناب سپیکر! پچھلے دنوں بجلی کا بحران جو دیکھنے میں آیا وہ سب کے سامنے ہے۔بوڑھے، بچوں کے علاوہ خواتین گرمی کی شدت کی وجہ سے بیہوش ہو گئیں اور پانی کا یہ عالم ہے کہ لاہور جیسے شہر کو بھی پینے کا صاف پانی میسر نہیں۔یہاں پر اس وقت ایم پی اے ہوسٹل کا ایک نام ہے لیکن اس میں بھی پینے کا صاف پانی نہیں، زنگ آلود پانی وہاں پر آ رہا ہے۔غریب آدمی کے جینے کا یہاں پر کیا جواز ہے کہ اگر امیروں کا یہ حال ہے تو پھر غریبوں کا تو اللہ ہی حافظ ہے۔ہمارا ملک ایک زرعی ملک ہے جہاں 80 فیصد لوگوں کا انحصار زراعت پر ہے لیکن اب اریگیشن میں اس وقت جو رقم رکھی گئی ہے وہ 61 فیصد ہے، صرف 11 فیصد چھوٹے ڈیموں کے لئے رکھا گیا ہے۔ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ جگہ

جگہ جس طرح آج کل دیہاتوں میں ابھی بھی کھالوں پر لڑائیاں ہوتی ہیں، پانی کے بٹوارے پر لڑائیاں ہوتی ہیں، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ زراعت میں بہتری لانے کے لئے چھوٹے چھوٹے ڈیم بنائے جاتے جہاں سے بوقت ضرورت پانی کی کمی پوری کی جاسکتی۔

جناب سپیکر! چولستان کے حوالے سے میں بات کروں گی کہ میرے ایک وزیر موصوف بیان فرمارہے تھے کہ چولستان میں ہم نے بہت زیادہ ڈویلپمنٹ کی ہے۔ چولستان کا ابھی بھی وہی حال ہے کہ گرمی کے موسم میں وہ لوگ اپنی نقل مکانی کرتے ہیں اور شہروں کی طرف آتے ہیں۔ ان کے جتنے بھی جانور ہوتے ہیں وہ ان کو اونے پونے داموں بیچتے ہیں اور اپنا ذریعہ معاش بناتے ہیں۔ ابھی آج کل بھی وہ اسی طرح سے جی رہے ہیں۔ میرا تعلق چونکہ بہاولپور سے ہے، میں جانتی ہوں کہ چولستان کے کیا حالات ہیں وہاں پر ابھی تک پانی کا صحیح انتظام نہیں ہو سکا۔ میں نے بجٹ کی کتابیں پڑھی ہیں اور ان میں بھی کوئی ایسا پراجیکٹ نہیں ہے کہ آئندہ چند سالوں میں بھی چولستان کے حالات درست ہو سکیں۔

جناب سپیکر! تعلیم کی طرف آئیں تو سمجھ سے باہر ہے کہ وزیر تعلیم بڑے منجھے ہوئے وزیر ہیں، تجربہ کار ہیں، میاں شہباز شریف کا دور انھوں نے دیکھا ہے اور ان کے ساتھ رہے ہیں لیکن آج تعلیم کے محکمے میں دیکھیں کہ جس طرح کی وہ بد حواسیاں کر رہے ہیں سمجھ سے باہر ہے۔ نظام تعلیم تو ایک طرف رہ گیا ہے، سلیبس ہی ہر سال بدل دیا جاتا ہے۔ نویں کا امتحان پہلے اکٹھا ہو جاتا ہے، نویں دسویں کا امتحان اکٹھا ہو رہا ہے اور اس کے بعد دوسرے سال ہی اس کو پھر دوبارہ سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ سلیبس میں تبدیلیاں بار بار آتی ہیں۔ پہلے ہوتا تھا کہ ایک بچہ جب سکول میں داخل ہوتا تھا تو اس کے چھوٹے بہن بھائی بھی وہ کتابیں لے کر پڑھ لیا کرتے تھے لیکن اب حالات یہ ہیں کہ ایک سال کے بعد جب سلیبس تبدیل ہوتا ہے تو اس بچے کو بھی پتا نہیں ہوتا کہ اس نے کیا پڑھا ہے؟ پہلے مائیں خود پڑھا دیا کرتی تھیں اب ٹیوشن فیس الگ دینی پڑتی ہے۔ ہمارا نظام تعلیم ان پانچ سالوں میں درست نہیں ہو سکا، یہ حکومت مہنگائی کو کنٹرول کر سکی، نظام تعلیم کو درست کر سکی اور نہ ہی صفائی ستھرائی کے انتظام کو درست کر سکی تو پھر کس بات پر میری بہنیں ابھی مبارکباد دے رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ ہم مبارکباد دیتے ہیں کہ یہ بجٹ بہت اچھا ہے۔ بجٹ اچھے کے ساتھ implementation بھی ہونی چاہئے۔

جناب سپیکر! میں اپنی بہن کو جو ابھی ترقیاتی فنڈز کے حوالے سے کہہ رہی تھی کہ

بہاولپور میں بہت زیادہ ترقی ہوئی ہے اور فورٹ منرو کی انھوں نے ایک سیر و تفریح کی جگہ بنا دی ہے، جو پہلی چیزیں ہیں ان کو تو درست کریں، لال سوہانرا پارک جو بہاولپور کا پارک ہے، میاں نواز شریف کے دور میں بہترین سیر و تفریح کی جگہ تھی، اب وہاں جا کر دیکھیں کہ انھوں نے اس کا ستیاناس کیا، اس کی طرف توجہ ہی نہیں ہے۔ پہلے پرانی چیزوں کو درست کریں تو پھر نئی چیزوں کی طرف توجہ دیں۔

جناب سپیکر! اسی طرح میں نظام تعلیم کی طرف دوبارہ آتی ہوں کہ انھوں نے اب چھٹیاں کیں، حکومت نے فیصلہ کیا کہ گرمیوں کی چھٹیاں امتحانوں کے بعد کریں گے اور اس میں ذرا بھی gap نہیں دیا تاکہ بچے نئی کتابیں لے کر ان کو پڑھیں۔ انگریز ان سے بہتر سسٹم بنا تا تھا، ان کے اصول بھی اچھے تھے، اپنے لئے تو انھوں نے مئی، جون کے مہینے منتخب کئے لیکن پاکستان کے لئے انھوں نے مارچ میں امتحانات کا طریقہ وضع کیا۔ مارچ میں امتحانوں کے بعد اپریل میں چھٹیاں ہو جاتیں۔ مئی، جون جو سخت گرمی کے مہینے ہیں ان میں بچے کہیں جا بھی سکتے تھے اور آرام بھی کر سکتے تھے۔ آج یہ حالات ہیں کہ ابھی جون میں انھوں نے چھٹیاں کی ہیں لیکن پرائیویٹ سکولوں میں کہیں بھی اس پر implement نہیں ہوا۔ کیا حکومت کا صرف سرکاری سکولوں، غریبوں کے سکولوں پر ہی زور چلتا ہے؟ مجھے بتائیں کہ کیا پرائیویٹ سکولوں نے آپ کے کہنے کے مطابق چھٹیاں کیں؟ کیا وہ آپ کی دی ہوئی کتابیں پڑھا رہے ہیں؟

جناب سپیکر! ہمارا ملک ایک اسلامی ملک ہے۔ ہمیں اپنی روایات بھی برقرار رکھنی چاہیئں۔ آج کل پرائیویٹ سکولوں نے Oxford کا نصاب تعلیم شروع کیا ہوا ہے۔ لوگ بھاری فیسیں ادا کر کے بھی ان سکولوں میں اپنے بچوں کو داخل کروانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ مجھے بتائیں کہ کیا سرکاری سکولوں کے بچوں کی وہ value ہے جو کہ ایک پرائیویٹ سکول کے بچے کی ہے؟ سرکاری سکولوں میں معیار تعلیم کا گراف اتنا کیوں گر گیا ہے؟ سرکاری سکولوں کی حالت آج بھی وہی ہے جو کہ آج سے پانچ سال پہلے تھی۔ اتنا پیسا تعلیم کے شعبہ میں لگانے کے بعد بھی بچوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے، وہاں پر صحیح طرح سے ٹائلٹ ہیں اور نہ ہی سکولوں میں پینے کا صاف پانی میسر ہے۔ جناب! پہلے تو آپ ان missing facilities کو پورا کریں۔ ابھی میری بہن فرما رہی تھی کہ اسلامیہ یونیورسٹی میں پرویز الٰہی صاحب نے بہت زیادہ تبدیلیاں کی ہیں۔ اسلامیہ یونیورسٹی کے جتنے منصوبہ جات ہیں یہ سارے کے سارے میاں نواز شریف صاحب کے دور حکومت کے

منصوبہ جات ہیں۔ وہ علیحدہ بات ہے کہ ان کو ملک سے باہر بھیج دیا گیا اور اس کے بعد یہ سارا credit موجودہ حکومت نے لے لیا ہے۔ میں چونکہ خود وہاں کی رہنے والی ہوں اور ایک ایک بات کو جانتی ہوں۔

جناب سپیکر! چونکہ حکومتی بنچوں پر بیٹھنے والی خواتین بہت زیادہ خوشامد کرتی ہیں اس لئے انھیں بہت زیادہ وقت دیا جاتا ہے جبکہ ہمیں کم وقت دیا جاتا ہے۔ اسی لئے میں نے اپنی تقریر کم تیار کی ہے کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ آپ نے ٹوک دینا ہے۔ پچھلے سال بھی یہی ہوا تھا کہ ابھی میں نے آدھی تقریر کی تھی تو آپ نے بٹھا دیا لہذا میں نے جو چند باتیں کرنی تھیں وہ کر دی ہیں۔ اگر ان کے حوالے سے کوئی اصلاح ہو جائے تو بہت اچھی بات ہے۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ محترمہ ارشاد صفدر صاحبہ!

محترمہ ارشاد صفدر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! شکریہ کہ آپ نے مجھے بولنے کا موقع دیا۔ پنجاب کی تاریخ کا ایک ریکارڈ، فلاحی، ترقیاتی اور عوامی بجٹ پیش کرنے پر میں وزیراعلیٰ پنجاب، چودھری پرویز الٰہی اور حسنین بہادر دریشک صاحب کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے کہ موجودہ اسمبلیاں نہ صرف اپنی مدت پوری کر رہی ہیں بلکہ پنجاب میں پچھلے ساڑھے چار سال میں اتنی ترقی ہوئی ہے کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ جس کا سہرا صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف اور چودھری پرویز الٰہی صاحب کو جاتا ہے۔ سابق ادوار میں اس ملک کو لوٹنے والوں نے جس بے دردی سے ملکی خزانہ لوٹا آج پاکستان کی سرزمین بھی انھیں جگہ نہیں دے رہی۔ ان کے مقابلے میں آج پاکستان کا خزانہ دولت سے مالا مال ہے۔ زرمبادلہ کے ذخائر میں ریکارڈ اضافہ ہوا ہے اور ملکی معیشت مضبوط ہو چکی ہے۔ پنجاب میں ترقیاتی کاموں کا جال بچھ رہا ہے۔ یہ صرف اور صرف پنجاب حکومت کی اچھی پالیسیوں کا نتیجہ ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! ہماری حکومت نے تمام شعبہ ہائے زندگی میں بہتری لانے کے لئے کئی اقدامات کئے ہیں۔ میں ان کے اعداد و شمار میں نہیں جاؤں گی کیونکہ وہ سب کچھ بجٹ بک میں موجود ہے۔ ہمارے دور حکومت میں کئی ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے گئے ہیں جن کی مثال نہیں ملتی مثلاً ساڑھے 12 ایکڑ تک کے زمینداروں کو زرعی انکم ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ یہ ہماری حکومت کا کارنامہ ہے کہ کاشتکاروں کے لئے اجناس کی امدادی قیمتوں میں اضافہ اور ان کی اجناس کی خریداری کو یقینی بنایا گیا ہے۔ آبیانہ کے لئے یکساں شرح مقرر کی گئی ہے۔ کسانوں کو نہری پٹواری

کے نظام سے چھٹکارا دلایا گیا ہے۔ ایک لاکھ سے زیادہ بے زمین کسانوں کو زمین فراہم کی گئی ہے۔17۔ارب روپے کی زکوٰۃ مستحقین میں تقسیم کی گئی۔ڈیڑھ لاکھ ضرورتمندوں کے لئے مفت پیشہ ورانہ تربیت کا انتظام کیا گیا۔ سرکاری سکولوں میں میٹرک تک مفت تعلیم اور درسی کتب کی فراہمی کو یقینی بنایا گیا۔

جناب سپیکر! ماحولیات کے تحفظ کے لئے گرین پروگرام کا قیام اور دیہات میں غربت میں کمی لانے کے لئے لائیو سٹاک کے شعبے میں بھرپور توجہ دی گئی۔پسماندہ علاقہ جات پر خصوصی توجہ دی گئی۔اس پالیسی کے پیش نظر ہماری حکومت نے جنوبی پنجاب کو ان کی آبادی کے تناسب سے قطع نظر زیادہ وسائل فراہم کئے ہیں۔

جناب سپیکر! سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں 15 فیصد تک اضافہ کیا گیا اور ان کی پنشن میں 15 سے 20 فیصد تک اضافے کا اعلان کیا گیا۔ زراعت کے لئے ٹیوب ویلوں پر 25 فیصد تک سبسڈی دی گئی۔

جناب سپیکر! یہ مسلم لیگ ہی کی حکومت ہے جس نے 6 لاکھ 46 ہزار غریب ترین خاندانوں کے لئے -/500 روپے ماہانہ فی کنبہ نقد امداد کا تاریخی اعلان کیا ہے۔ کچی آبادیوں کے مکینوں کو مالکانہ حقوق دیئے۔ حکومتی خرچ پر ان کو بنیادی سہولیات فراہم کرنے کا اعلان بھی کیا ہے۔یہ ہماری مسلم لیگ کی ہی حکومت ہے جس نے ایک عوام دوست بجٹ پیش کیا ہے۔

جناب سپیکر! اپنے علاقے ماموں کانجن کا میں ایک اہم مسئلہ بیان کروں گی کہ ماموں کانجن شہر میں ایک سیم نالہ گزرتا ہے۔ جس میں فیصل آباد کی تمام فیکٹریوں کا زہریلا پانی شامل ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے ماموں کانجن کی زمین کا میٹھا پانی کڑوا ہو چکا ہے اور فضا خراب ہو چکی ہے۔اس مسئلہ کو میں وزیراعلیٰ پنجاب، چودھری پرویز الٰہی صاحب کے نوٹس میں بھی لائی ہوں۔ میری گزارش ہے کہ الیکشن سے پہلے اس مسئلے کو حل کیا جائے اور اس پر کام شروع ہو جائے تو ہمارے علاقے کا ایک بہت بڑا اور دیرینہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔

جناب سپیکر! ملک کی صنعتی اور زرعی ترقی کے لئے کالا باغ ڈیم ایک بہت بڑا منصوبہ ہے۔ بجلی کا جو حالیہ بحران ہے اس کا حل صرف اور صرف کالا باغ ڈیم ہے۔آج ہمارے صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف صاحب اور وزیراعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی نے اپنی مجموعی کارکردگی سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ صحیح کون ہے اور غلط کون ہے۔

جناب سپیکر! میں آخر میں ایک شعر اپنے اپوزیشن کے بھائیوں اور بہنوں کی نذر کروں گی:

کس میں جرأت ہے کہ لائے ہماری پرواز میں کوتاہی
ہم پروں سے نہیں حوصلوں سے اڑا کرتے ہیں
بہت بہت شکریہ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: شکریہ۔ اب میرے پاس اپوزیشن کی طرف سے کوئی نام نہیں ہے۔ اگر کوئی معزز رکن اپوزیشن کی طرف سے بجٹ پر بات کرنا چاہتا ہے تو اپنے نام کی چٹ میرے پاس بھجوا دے۔ شیخ علاؤالدین صاحب!

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! شکریہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں وزیراعلیٰ چودھری پرویز الٰہی اور وزیر خزانہ جناب حسنین دریشک کو 3 کھرب 94۔ ارب روپے کے ٹیکس فری بجٹ کا اعلان کرنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ خصوصی طور پر معاشرے کے نچلے طبقوں کو سامنے رکھتے ہوئے یہ ایک تاریخی بجٹ ہے جس میں ایک کھرب 50۔ ارب روپے صرف ترقیاتی کاموں کے لئے رکھے گئے ہیں جو کہ پچھلے سال سے بھی تقریباً 50۔ ارب روپے زاید ہیں۔ ایک انتہائی قابل تحسین بات یہ ہے کہ اس بجٹ میں 25۔ ارب روپے کے ریلیف پیکج کے ساتھ ساتھ تقریباً 20 فیصد ملازمین کے لئے تنخواہوں اور پنشن میں اضافہ کیا گیا ہے۔ مزید قابل تحسین بات یہ ہے کہ 4۔ ارب روپے تقریباً 6 لاکھ 42 ہزار افراد جو غریب طبقہ سے ہیں کے لئے رکھے گئے ہیں اور اس کے ساتھ ہی 385 کچی آبادیوں کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں۔ یہ بھی تاریخ میں پہلی دفعہ ہوا ہے کہ دیہاتوں میں دو کنال زمین غریب عوام کو دینے کے لئے رکھی گئی ہے اور خود روزگار سکیم کے لئے بھی رقوم رکھی گئی ہیں۔ ایک اور قابل تحسین بات یہ ہے کہ کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا گیا۔ اگر بجٹ کو ایک glance کی طرح دیکھا جائے تو پتا چلے کہ بجٹ میں اس بات پر خصوصی توجہ دی گئی ہے کہ ایک طرف غربت مٹانے کے اقدامات کئے جا رہے ہیں اور دوسری طرف متوازن ڈویلپمنٹ کو بھی مدنظر رکھا گیا ہے۔ ہر علاقہ کو نہ صرف اس کا حق مل سکے گا بلکہ کہیں بھی لوگوں میں احساس محرومی پیدا نہ ہوگا۔

جناب سپیکر! یہ مزید قابل تعریف بات ہے کہ 42۔ ارب روپیہ صوبہ کے اپنے وسائل سے حاصل کیا جائے گا اور بجٹ میں سدرن پنجاب کو بھی اہمیت دی گئی ہے اور اس کے لئے 15 فیصد

direct shareرکھا گیا ہے۔ اگر بجٹ کے سوشل سیکٹر پر نظر رکھی جائے تو یہ بات بھی اطمینان بخش ہے کہ پچھلے سال سے 48 فیصد زائد حصہ تعلیم، صحت، واٹر سپلائی اورmaintenanceکو دیا گیا ہے۔ تعلیم کے لئے پچھلے سال سے 72 فیصد زائد رقم رکھی گئی ہے جو کہ اب 21۔ارب روپے ہو گی جس میں سے 5۔ارب روپیہ ورلڈ بنک سے لیا جائے گا اور ایجوکیشن سیکٹر ریفارم پروگرام کو بھی کامیابی سے چلایا جائے گا۔ یہ بات بھی بڑی خوش آئند ہے کہ ہر ضلع میں دو کالجز کوupgradeکیا جائے گا اور دو کمزور ترین کالجز کو انتہائی انقلابی طور پر اچھے کالجوں کی تمام سہولتوں کے برابر لایا جائے گا۔ ہیلتھ سیکٹر میں بھی پچھلے سال سے 51 فیصد زیادہ رقم رکھی گئی ہے اور اس سال تقریباً 150 رورل ہیلتھ سنٹر اور 2500 بنیادی ہیلتھ سنٹر مکمل ہوں گے جو نہایت خوشی کی بات ہے۔

جناب سپیکر! بے سہارا بچوں کے لئے بھی ماڈل ہومز بنائے جائیں گے اس کے ساتھ ساتھ بے سہارا لوگوں کے لئے تین اضلاع میں بلڈنگ بنائی جائیں گی۔ لوکل گورنمنٹ اور کمیونٹی ڈویلپمنٹ کی مد میں 7۔ارب روپے رکھے گئے ہیں جس میں سے تقریباً 2۔ارب روپے تعمیر پنجاب پروگرام کے لئے اور 2۔ارب روپے لوکل گورنمنٹ اور 2۔ارب روپے کمیونٹی ڈویلپمنٹ کے لئے ہوں گے۔ دس تحصیل میونسپلز کو بہترین انفراسٹرکچر کے لئےselectکیا گیا ہے جس میں تحصیل چونیاں کا ہونا بھی ضروری تھا۔ سڑکوں کی تعمیر کے لئے خطیر رقم یعنی 14۔ارب روپے رکھی گئی ہے اس کے ساتھ ساتھ تقریباً 700 کلومیٹر ایسی سڑکیں بھی ہیں جن کو کشادہ کیا جائے گا۔ آبپاشی کے لئے 11۔ارب روپے رکھے گئے ہیں جو کہ خوش آئند بات ہے۔ تین سو کلومیٹر کینال چینل اور تونسہ بیراج کیupgradationکے لئے بھی رقم موجود ہے جو کہ قابل تحسین ہے۔TEVTAکے لئے تقریباً پونے 2۔ارب روپے رکھے گئے ہیں جو کہ خاص طور پر پنجاب کے نوجوانوں کے لئے ایک خوشخبری ہے۔Environment Departmentکے لئے بھی ایک ارب 15 کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے جو کہ موجودہ حالات میں اشد ضروری تھی۔

جناب سپیکر! یہاں پر میں حضرت علی کرم اللہ وجہ کا ایک بہت ہی اہم فرمان بتانا چاہتا ہوں جو انھوں نے گورنر مصر مالک بن عصر کے نام ایکguideline foreverکی حیثیت سے دیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ دیکھو خاص الخاص میں وہی تمہاری نگاہوں میں مقبول ہوں جو تمہارے سامنے زیادہ سے زیادہ کڑوی بات تم سے کہہ سکتے ہوں۔ ان کاموں میں تمہارا ساتھ دینے سے انکار کر دیں جو خدا کو ناپسند ہیں۔ اہل تقویٰ اور صدق کو اپنا مصاحب بنانا انھیں

ایسی تربیت دینا کہ وہ جھوٹی تعریف نہ کریں۔ تعریف سے انسان غرور میں آ جاتا ہے مختصراً یہ کہ درباری زبان بولنے والوں کو ناپسند فرمایا۔ مزید فرمایا کہ خود پسندی کا شکار نہ ہونا، نفس کی جو بات پسند آ جائے اس پر بھروسہ نہ کرنا، خوشامد پسندی سے بچنا، عربی گھوڑا رکھنا، اپنا وزن خود اٹھانا۔ چودہ سو سال گزرنے کے باوجود آج بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمودات ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔

جناب سپیکر! اب میں ان تجاویز کا ذکر کرنا چاہوں گا جو میرے خیال میں بجٹ کی بنیاد ہونا چاہیئں۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ بجٹ میں اخراجات کی مد میں جو رقومات ہیں چاہے وہ ڈویلپمنٹ کے لئے ہوں یا کسی اور مد کے لئے وہ بتدریج اور مستقل بنیادوں پر خرچ ہونی چاہیئں۔ عملی طور پر مالی سال کے پہلے چھ ماہ میں بہت کم اخراجات کئے جاتے ہیں اور دوسرے حصہ میں جب مالی سال ختم ہونے والا ہوتا ہے half hazard اخراجات کئے جاتے ہیں جس کا بڑا نقصان کام کی کوالٹی، معیار کی کمی اور دوسری کئی برائیوں میں نکلتا ہے۔ ان تمام چیزوں کو دیکھنے کے لئے پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ میں ایک regular vigilant wing کا ہونا ضروری ہے۔ ملک کے تمام ٹیکسٹائل گروپوں نے بھارت، چائنا اور دوسرے ممالک سے کاٹن درآمد کر کے ہمارے محنتی کسان کا جو نقصان کیا ہے اس سے ایک طرف تو ملک کا قیمتی زرمبادلہ ضائع ہوا ہے اور دوسرا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ APTMA نے WTO میں anti tempting laws کے تحت ان ممالک کی کوئی شکایت نہ کی کیونکہ ٹیکسٹائل مالکان کو خفیہ rebate کی شکل میں بے شمار فائدہ ہوا ہے جسے چیک کرنا ناممکن تھا اور اب ملکی کسان ان کے رحم و کرم پر ہیں۔

جناب والا! سٹیٹ بنک آف پاکستان نے اپنی رپورٹ میں زرعی ترقی کو صرف 2.5 فیصد declare کیا ہے جس کا 5 فیصد سے کم ہونا انتہائی خطرناک ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دیہی علاقوں میں غربت بڑھے گی۔ زرعی معاملات میں مرکزی حکومت کے فیصلوں میں پنجاب کی رائے لینا بہت ضروری ہے لیکن اس پر طرفہ تماشا دیکھئے کہ ٹیکسٹائل مل مالکان 30۔ارب روپے کا پیکیج لینے کے باوجود مزید مراعات مانگ رہے ہیں۔ دوسری طرف پرائیوٹائزیشن پالیسی ناکام ہو چکی ہے۔ پرائیوٹائزیشن پالیسی سے عوام کو بہت نقصان ہوا ہے۔ اگر اسے مختصر طریقے سے دیکھا جائے تو سیمنٹ، کھاد، شوگر یا کوئی بھی چیز جو پرائیوٹائز ہوئی ہے اس کی قیمتیں عوام کی پہنچ سے باہر ہو گئی ہیں۔ یہ ایک انٹرنیشنل طریق کار ہے کہ balanced marketing کے لئے ہر صنعت کا

کم از کم 25فیصد production share حکومت کے پاس رہنا چاہئے تاکہ صنعت کاروں کا عوام دشمن pool بنتے ہی حکومت فوری طور پر اس آئٹم کو float کر دے اور عوام تک پہنچا کر ریٹس کو مناسب بنیادوں تک لے آئے۔ کھاد، شوگر اور سیمنٹ میں قوم کو جو تکلیف اٹھانا پڑ رہی ہے یہ کوئی راز کی بات نہ ہے۔ الحمد للہ امسال گندم کی پیداوار 27 ملین ٹن ہوئی ہے اور اگر اب -/425 روپے فی چالیس کلو گرام دیکھا جائے تو یہ رقم تقریباً 2 کھرب 30 روپے بنتی ہے لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ایک مخصوص لابی نے گندم کی برآمد پر زور دیا اور تقریباً 5 لاکھ ٹن گندم پلک جھپکتے ہی برآمد کر دی۔ گو مرکزی حکومت نے اس کے بعد پابندی لگائی لیکن پھر بھی 5 لاکھ ٹن گندم برآمد کر دی گئی جس کا فوری نتیجہ یہ نکلا کہ فلور ملوں نے retail میں آٹے کی قیمت فوری طور پر بڑھا دی۔ غور کیجئے کہ دسمبر 2007 اور جنوری 2008 تک آٹے کی قیمت کیا ہو گی؟ معزز اراکین اسمبلی کو یہ سن کر بھی حیرانگی ہو گی کہ ملک میں کھاد کمپنیوں کو 1.50 ڈالر MMBIP کے حساب سے سوئی گیس فراہم کی جا رہی جبکہ دیگر انڈسٹریز کو یہی گیس 4.40 ڈالر MMBIP کے حساب سے دی جا رہی ہے۔ اس طرح دوسری انڈسٹریز کے مقابلے میں کھاد کمپنیوں کو اربوں روپے کی سبسڈی دی جا رہی ہے لیکن اس کا پنجاب کے کسان کو قطعاً کوئی فائدہ نہ ہے۔ جس حساب سے کھاد مل رہی ہے وہ سب آپ کے سامنے ہے۔ ایک تکلیف دہ امر زرعی ادویات کی درآمد ہے۔ یہ import کرنے والی کمپنیاں ایک مافیا کے تحت ملک میں ایسا بیج آنے ہی نہیں دی رہیں جن کو کیڑا نہ لگ سکے۔ حالانکہ اب یہ تمام دنیا میں available ہے۔۔۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ فاضل ممبر پڑھ کر تقریر کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! پلیز تشریف رکھیں۔

شیخ علاؤالدین: میں حسن مرتضیٰ صاحب کو بتانا چاہتا ہوں کہ اس کے اندر collections ہیں اور یہ صرف points ہیں۔ میں عرض کر رہا تھا کہ اب تمام دنیا میں ایسے بیج available ہیں جن کو کیڑا نہیں لگتا اور یہ ہماری زراعت کے لئے نہایت ہی ضروری ہے۔ ہمارے ملک میں short term منافع کو ترجیح دی جاتی ہے۔ مہنگائی کی ایک وجہ پٹرول اور ڈیزل کے اوپر ٹیکسز ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق ملک میں ڈیڑھ کروڑ میٹرک ٹن ایندھن خرچ کیا جا رہا ہے جس میں ڈیزل 80 لاکھ میٹرک ٹن، پٹرول 20 لاکھ میٹرک ٹن، مٹی کا تیل 15 لاکھ میٹرک ٹن اور لائٹ ڈیزل 40 لاکھ میٹرک ٹن ہے۔ پٹرول کی ex-refinery prices 26 روپے 87 پیسے ہے لیکن یہ ایک تلخ

حقیقت ہے کہ ان حالات میں تمام کمپنیاں ایک pool کے ذریعے عوام اور خاص طور پر کسانوں کو لوٹ رہی ہیں۔ استدعا ہے کہ کسانوں کو کم قیمت پر ڈیزل مہیا کرنا بہت ضروری ہے۔ اگر حکومت PSO کے منافع کو سامنے رکھے اور اس کا صرف آدھا منافع کسانوں میں بانٹ دے تو ڈیزل کی قیمت -/10 روپے فی لٹر کم ہو سکتی ہے۔۔۔

(اذان ظہر)

جناب سپیکر: اب آدھے گھنٹہ کے لئے نماز ظہر کا وقفہ کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلہ پر وقفہ برائے نماز ظہر کے لئے ایوان کی کارروائی آدھے گھنٹے کے لئے ملتوی کر دی گئی)

(اس مرحلہ پر وقفہ نماز کے بعد جناب چیئر مین ملک نذر فرید کھوکھر ایک بج کر 33 منٹ پر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئر مین: معزز رکن اسمبلی شیخ علاؤالدین صاحب کی تقریر جاری تھی اگر وہ لابی میں موجود ہیں تو تشریف لے آئیں اور اپنی بقیہ تقریر کریں۔ جی، شیخ صاحب!

شیخ علاؤالدین: جناب چیئر مین! اس حالت میں آپ بتائیں کہ کیا تقریر کریں، کوئی ممبر ہی موجود نہیں ہے۔ میری ساری calculated تقریر ہے اور اس میں تمام فگرز ہیں۔

جناب چیئر مین: شیخ صاحب! منسٹر صاحب تشریف فرما ہیں وہ آپ کے تمام فگرز نوٹ کریں گے۔ اپوزیشن کی طرف سے بگو صاحب بھی تشریف رکھتے ہیں اور ہماری بہنیں بھی موجود ہیں۔ آپ شروع کریں گے تو انشاء اللہ سارے دوست آ جائیں گے۔

شیخ علاؤالدین: یہاں کوئی بندہ تو ہے کوئی نہیں اور میری ساری تقریر calculated ہے اس کا کیا فائدہ ہو گا۔

جناب چیئر مین: شیخ صاحب! آپ شروع کریں۔

شیخ علاؤالدین: جناب چیئر مین! پٹرول کی ایکس ریفائنری قیمت -/26 روپے 87 پیسے فی لٹر ہے اور یہ تلخ حقیقت ہے کہ تمام تیل کمپنیاں پول کے ذریعے عوام کو لوٹ رہی ہیں۔ ان حالات میں عوام اور خاص طور پر کسان کو ریلیف کیسے پہنچ سکتا ہے۔ کسانوں کے لئے ڈیزل کی قیمت کم کی جائے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ صرف PSO کے منافع سے اگر آدھا منافع کسانوں کو ریلیف دینے کے لئے بانٹ دیا جائے تو فی لٹر ڈیزل کی قیمت -/10 روپے کم ہو سکتی ہے۔ ختم ہونے والے سال میں

100۔ارب روپے کا ADP بجٹ نو ماہ گزرنے کے باوجود 60 فیصد سے زیادہ خرچ نہ ہو سکا تھا اور اس میں سے کچھ محکمے ایسے بھی تھے جو کچھ بھی نہ خرچ کر سکے۔بقایارہ جانے والے تین ماہ میں تقریباً 35۔ارب روپیہ big city land acquisition کی مد میں ٹرانسفر کیا گیا جس کی میرے خیال میں اس وقت ضرورت تھی جبکہ لینڈ ایکوزیشن کے تمام مراحل پورے ہو جاتے، کورٹ پروسیڈنگز اور دوسرے معاملات طے ہو جاتے۔یہ معاملہ اور یہ پیسا اگر ترقیاتی کاموں میں ہی رہتا یا reserve pool میں چلا جاتا تو زیادہ بہتر تھا۔ تعلیم کی مد میں خرچ کیا جانے والا بے شمار پیسا وہ نتائج نہیں دے سکا جو اب تک آ جانے چاہئیں تھے۔ جس کی ایک بڑی وجہ تعلیمی میدان میں ان اساتذہ کی بہت بڑی تعداد میں نہ ہونا ہے جو مجبوراً اس فیلڈ کو اپنائے ہوئے ہیں یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ہمارے بیشتر سکولوں میں اہم مضامین پڑھانے والے اساتذہ نہ ہیں، پرائیویٹ اکیڈمیاں booming business کر رہی ہیں اور والدین کو لوٹ رہی ہیں جو ان کے آگے بے بس ہیں۔ صوبہ کے بڑے شہروں کے علاوہ ہر شہر ہر علاقے کے سکول میں فوری طور پر اس مکروہ صورتحال کا تدارک کرنا ضروری ہے ورنہ معیار تعلیم بہتر نہ ہو سکے گا۔یہ بھی ایک عجیب معاملہ ہے کہ پانچویں کلاس سے پہلے 30 percent drop out ہے یعنی 30 فیصد بچے سکول سے بھاگ جاتے ہیں جو معاشی وجہ کے ساتھ ساتھ سکولوں میں مارپیٹ کا عام ہونا ہے۔ پچھلے دنوں Dawn اخبار میں ایک تصویر چھپی تھی جس میں میانوالی کے ایک سکول میں پوری کلاس کو ہی مرغا بنایا ہوا تھا۔اس وقت ترجیحاً لوگوں کو سادگی کی طرف لانے کی ضرورت ہے۔

جناب سپیکر! میں یہاں پر تھوڑی سی پھر calculation پیش کرنا چاہتا ہوں جو کہ حقیقت ہے اور باعث تشویش بھی ہے۔ پچھلے چار سالوں میں 1400۔ارب روپے کے قرضے بنکوں نے مڈل کلاس کو دیئے تھے جن سے گاڑیاں، پلاٹ اور موٹر سائیکلیں خریدی گئی ہیں۔بے پناہ شرح سود کی وجہ سے ان لوگوں کے لئے ان قرضوں کی ادائیگی بہت مشکل بنی ہوئی ہے اور اب یہ لوگ نہ صرف نفسیاتی مریض بن گئے ہیں بلکہ ان کے گھروں میں جھگڑے بھی ہو رہے ہیں۔ ہماری معیشت میں اتنی جان ہی نہ تھی کہ اس کو برداشت کر سکتی۔اب اگر ہم اس سے پیچھے دیکھیں یعنی 1984 سے 2002 تک کو دیکھیں تو ان کل 18 سالوں میں بنکوں سے اس کلاس کو ملنے والے قرضے صرف 921۔ارب تھے اب صرف چار سالوں میں 1400۔ارب روپیہ قرضہ دیا گیا ہے جس کا ایک نتیجہ یہ بھی نکلا ہے کہ تمام بڑے شہروں میں سڑکیں تنگ پڑ گئی ہیں۔ قوم کو مصنوعی زندگی کچھ ایسی پسند آئی

کہ ایک طرف fast food chains اربوں روپے کا بزنس کر رہی ہیں جو قوم کی food habits کی تباہی کے ساتھ ساتھ اربوں روپے کا قیمتی زر مبادلہ ناقابل یقین منافع کے ساتھ باہر بھیجا جا رہا ہے۔اس کے علاوہ ایک اور بات جو پچھلے کچھ سالوں سے دیکھنے میں آئی ہے وہ عمرہ کی نفلی عبادات جو اس لحاظ سے شروع کی گئی ہیں کہ اب ان میں بنک بھی شامل ہو گئے ہیں یعنی عمرے جیسی عبادت کے لئے بھی بنکوں نے اپنا پیسا دینا شروع کیا ہے جو یہ بھی ایک تکلیف دہ امر ہے۔

جناب والا! 9/11 کے بعد تقریباً 2۔ارب ڈالر جو زر مبادلہ کی شکل میں ملک میں آیا تھا انہی اللوں تللوں میں خرچ ہو رہا ہے۔اس وقت ہمارے ملک میں بنک 35 سے 40 فیصد سالانہ منافع کما رہے ہیں اور یہ تمام بنک پچھلے تین سالوں میں اپنا invested capital واپس لے چکے ہیں۔ میں یہاں پر صرف ایک مثال پیش کروں گا کہ HBL یعنی حبیب بنک کو جتنی رقم میں بیچا گیا۔اس کے خریداروں نے منافع کی شکل میں صرف دو سال میں وصول کر لیا۔اب ہمیں غور کرنا چاہئے کہ آخر دنیا کے بڑے بڑے بنک پاکستان میں ہمارے ملک کے چھوٹے چھوٹے بنکوں کو کیوں خریدنا چاہ رہے ہیں۔یونین بنک اور پرائم بنک ان کی مثال ہیں۔یہ ایک ناقابل یقین قیمت پر خریدے گئے ہیں اور دنیا کے بڑے بنکوں نے ان کو خریدا ہے اس کی وجہ بڑی صاف ہے کہ دنیا بھر میں بنکنگ کا profit margin پاکستان جیسا کہیں بھی نہ ہے جس کی بنیادی وجہ لوگوں میں دکھاوے اور show off کی عادت ہے اور اپنے وسائل سے زیادہ خرچ کرنا عام بات ہے۔ہمارا بچت ریٹ صرف 6 فیصد ہے جبکہ بھارت کا تیس فیصد ہے۔یہ سب دیکھنے کے بعد ان علاقوں میں ہمارے خاص طور پر شہری علاقوں میں بنک پوری طرح نہ صرف لوگوں کو مختلف ترجیحات سے اپنی طرف راغب کر رہے ہیں بلکہ معاشرے میں تمام گناہوں کا ازالہ بھی اب عمرہ جیسی نفلی عبادت کو بنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ کیا کسی نفلی عبادت کے ذریعے کسی کے حق کو مارا جا سکتا ہے؟ حق حقدار کا ہے اور اصول اصول کے ساتھ ہے۔

جناب سپیکر! میں ایک بات اور عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آج کل ہر آدمی کو جس بے چارے کی تنخواہ چار ہزار ہے اس کو بھی کریڈٹ کارڈ پیش کئے جا رہے ہیں کریڈٹ کارڈ ایک ایسی بیماری ہے جو کہ فارغ وقت میں ہر آدمی کے پاس جس کے پاس کوئی cash نہ بھی ہو، کریڈٹ کارڈ اس کو پریشان کرتا ہے کہ اور کچھ نہیں تو چلو hotelling ہی کرو اور پھر کریڈٹ کارڈ پر لیا جانے والا سود ناقابل یقین حد تک زیادہ ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ملک میں بڑے شہروں میں سی کلاس

ریسٹوران میں بھی شام کو کوئی خالی میز نہیں ملتی۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ حکومت جو ایک natural guardian ہے آج ملک میں ان معاملات کو سنبھالنے کی طرف کوئی توجہ نہیں دے رہی تاکہ لوگوں کو کم از کم ایسی عادات سے نجات مل سکے جو کہ قرضے کی بنیاد پر اپنائی جا رہی ہیں۔

جناب والا! ملک کو اس وقت 12۔ ارب ڈالر کے تجارتی خسارے کا سامنا ہے اس کی وجہ سمجھنے کے لئے کسی سقراط، بقراط کو لانے کی ضرورت نہ ہے۔ ایک چکر اپنے شہر کی کسی بھی مارکیٹ میں لگالیں آپ کو کروڑوں ڈالر کی ایسی درآمدات مل جائیں گی جو ایسے substandard ملکوں سے آرہی ہیں جن کی قوم کو قطعاً ضرورت نہ ہے۔ میں یہاں پر دو تین آئٹموں کا ذکر کرنا چاہوں گا۔ آپ مصنوعی پھولوں کو دیکھیں کہ ان کی کیا ضرورت ہے لیکن یہ کروڑوں روپے کی تعداد میں ایک ایسے ملک سے آرہے ہیں جس کی ایکسپورٹ اس وقت دنیا بھر میں بہت اوپر جا چکی ہے اور وہ سینکڑوں بلین ڈالر کا سرپلس لئے بیٹھا ہے۔ کیا ہماری قوم اس قسم کے اللے تللوں کو چلا سکتی ہے، برداشت کر سکتی ہے۔ ہوم اپلائنسز کی طرف دیکھیں تھرڈ کلاس سامان تعیش یہاں تک کہ وہ فروٹ جو کبھی ہم سوچ بھی نہیں سکتے وہ ایک ایسے ملک سے آرہا ہے جس کا فوڈ سٹینڈرڈ بھی کچھ نہیں ہے۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہندوستان سے آرائشی سامان، عورتوں کے کپڑوں میں وہ کچھ منافع لیا جارہا ہے اور کچھ کپڑے اور کچھ چیزیں ایسی ہیں کہ جن پر ایک ہزار فیصد تک profit لیا جارہا ہے لیکن یہ تمام چیزیں یہاں استعمال ہو رہی ہیں۔ عوام کو دینی تعلیمات، حلال و حرام کی تمیز، ناجائز آمدن سے آنے والی نسلوں پر اثرات بتانا بہت ضروری ہیں۔

جناب سپیکر! 60 سال گزرنے کے باوجود آج بھی متروکہ ہندو جائیداد جعلی اور فراڈ کلیموں کے ذریعے اِدھر اُدھر ہو رہی ہیں۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ مئی 1975 میں ختم ہونے والے قانون بحالیات کے بعد کھربوں روپے کی یہ جائیدادیں آج بھی کیسے ادھر سے ادھر ہو رہی ہیں۔ ان ہاتھوں کا سب کو پتا چلنا بہت ضروری ہے اور کچھ لوگوں کو ہے بھی کہ پچھلی حکومتوں کے دور میں قانون مخبری کی دفعہ 10 اور 11 کو آخر کن حالات میں ختم کیا گیا تھا۔ آخر وہ دفعہ 10 اور 11 فوری طور پر restore کیوں نہیں ہو سکتی تاکہ اس ملک خداداد کی کھربوں روپے کی جائیداد کو بھیڑیوں کے حوالے کرنے سے بچایا جا سکے۔ میری گزارش ہے کہ اس میں کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف ایک ٹربیونل بنایا جائے جس کی اپیل صرف ہائیکورٹ سنے۔ میں آپ کو اور اس معزز ایوان کو یقین دلاتا ہوں کہ صرف دفعہ 10 اور 11 کے دوبارہ restore ہونے سے

بے پناہ فائدہ ہو گا۔

جناب والا! حضرت شاہ ولی اللہ کے اس حکیمانہ قول کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جس معاشرے میں تقسیم دولت کا نظام غیر منصفانہ ہو گا اس میں ایک جانب دولت کے انبار ہوں گے، عیاشیاں، بد معاشیاں، خرمستیاں ہوں گی دوسری جانب فکر واعتیاز کا دور دورہ ہو گا اور انسانوں کی اکثریت بار برداری کے جانوروں کی طرح زندگی گزارنے پر مجبور ہوں گے۔ اب ہو گا یہ کہ اللہ تعالیٰ سے امیر بھی غافل اور غریب بھی غافل۔ ان حالات میں نظام عدل اور اجتماعیت کے قیام کے بغیر انسانوں کی بہتری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ناجائز ذرائع سے کمائی ہوئی دولت کے نقصانات فوری ہوں گے اور آئندہ آنے والی نسلوں پر بھی ہوں گے جس سے بچنا بہت ضروری ہے۔

جناب سپیکر! پولیس پر اس سال بھی 34۔ارب روپے خرچ کئے جائیں گے جو بہت اچھی بات ہے لیکن کثیر رقومات خرچ کرنے کے باوجود آخر مطلوبہ نتائج سامنے کیوں نہیں آرہے جبکہ پولیس کے بہت سے سینئر افسران انتہائی پاکیزہ اور دیانتدار ہیں اس کی وجہ پولیس میں تھانے کی سطح پر ٹاؤٹوں کی حکومت ہے۔ میں نے اکثر دیکھا ہے کہ ان ٹاؤٹوں کے سامنے صوبے کے آئی جی تک بے بس ہیں۔ تھانوں میں ٹاؤٹوں کا عمل دخل کا یہ عالم ہے کہ وہ ہر کیس کا ٹھیکہ مع subordinate judiciary کے طے کر لیتے ہیں۔ فریقین میں سے جس کا ٹاؤٹ زیادہ پہنچا ہوا ہو اس کی جیت ہو جاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ عدالتوں پر ان un ending litigation کے اثرات ہیں اور اعلیٰ عدالتوں پر ان کا بے پناہ پریشر ہے۔ معاشرے کے یہ معزز ٹاؤٹ قہوہ خانوں، منشیات کے اڈوں، جواء خانوں، شراب خانوں، میچ فکسنگ اور یہاں تک کہ جعلی کوکا کولا اور پیپسی کولا کے کاروبار میں ملوث ہیں۔ ان کے پاس بے پناہ ناجائز پیسا ہے اور یہ نچلی سطح پر تھانوں میں انصاف کے عمل میں بہت بڑی رکاوٹ ہیں اور یہ مسئلہ پنجاب میں ایک کینسر کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ جب تک ان ٹاؤٹوں کا ہر علاقے اور تھانے سے قلع قمع نہ کیا گیا تو 34۔ارب روپے تو کیا 34 کھرب روپے بھی بے کار ہوں گے۔ پولیس کے دیانتدار اور سنیئر عہدیدار کے مطابق اس وقت محکمہ پولیس کے نچلی سطح پر خود پولیس کے اندر ہزاروں کنفرم ڈکیت موجود ہیں۔ یہ بھی ایک المیہ ہے کہ ہر کرپٹ کے ساتھ کوئی نہ کوئی سیاسی سایہ موجود ہے جو اس سیاستدان کا اپنا ایجنڈا تیزی سے نمٹاتا ہے۔ سیاسی بنیادوں پر پوسٹنگ اور ٹرانسفر ز ان تمام افسروں کی سروس فائل میں black sheets کے ساتھ درج ہونی چاہئے تاکہ اس ناسور کا خاتمہ ہو سکے۔

جناب سپیکر! دعا ہے کہ خدا اس ملک میں کسی کو مریض نہ کرے اور کسی کو کوئی مرض نہ ہو۔ دوائیوں کی قیمتیں اور پھر نقلی دوائیوں کی بہتات ایک ایسا مافیا کنٹرول کر رہا ہے جسے توڑنا ناممکن ہو چکا ہے۔ ابھی کل ہی سندھ کے سینئر وزیر نے جب بجٹ پیش کیا تو اس کے بعد after budget پریس کانفرنس میں، میں نے خود دیکھا کہ انہوں نے یہ تسلیم کیا جو کہ میں نے پہلے ہی اس معزز ایوان کے سامنے کئی دفعہ کہا ہے کہ ہاں ہندوستان میں جو دوائی -/6 روپے کی ہے وہ ہمارے ہاں -/60 روپے کی ہے۔ یہ کل اور لوگوں نے بھی دیکھا ہو گا اور معزز اراکین اسمبلی یہ سن کر حیران ہوں گے کہ ہمارے ملک میں ایلوپیتھک دوائیوں کی رجسٹریشن برطانیہ سے بھی زیادہ ہو چکی ہے یعنی ایک ہی دوائی مختلف ناموں سے بیچی جا رہی ہے، وہی دوائی -/14 روپے کی ہے اور وہی دوائی -/140 روپے کی ہے۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ زیادہ تر سینئر ڈاکٹر فارماسیوٹیکل کمپنیوں کے ساتھ ملے ہوئے ہیں، بے حساب پیسا لے رہے ہیں اور ان کے ساتھ ساتھ ایسے کلینیکل لیبارٹریز بھی اپنا منحوس کام کر رہی ہیں جن کے پاس کوئی اچھے پتھالوجسٹ نہیں ہیں صرف چند میٹرک پاس لوگ وائٹ اوور آل پہن کر خود مریضوں کو لوٹ رہے ہیں۔

جناب والا! یوٹیلٹی سٹورز ناکام ہو چکے ہیں اور ان کی ناکامی بھی حکومت پنجاب کے کھاتے میں پڑتی ہے۔ حالانکہ یہ فیڈرل گورنمنٹ کا subject ہے۔ میری اس میں گزارش ہے کہ ہر علاقے میں راشن ڈپوؤں کا نظام فوری طور پر رائج کیا جانا چاہئے۔ جن کو کنبے کی بنیاد پر جو کہ برٹش لاء کے تحت prepartition ایک طریق کار تھا اور جو کامیابی سے چلتا رہا ہے اس کو دوبارہ چلایا جائے۔ ہم سب نے سستا راشن سکیم کے تحت اس کا حشر دیکھ لیا ہے۔ جس میں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ پٹواریوں، سیکرٹری یونین کونسلوں اور پرچون فروشوں نے مل کر ریکارڈ کرپشن کی اور عوام کو کچھ بھی نہ ملا۔

جناب والا! اب تھوڑا سا میں اپنے صحافی بھائیوں کے بارے میں ذکر کرنا چاہتا ہوں یہ امر بڑا تشویش کا باعث ہے کہ ایم کیو ایم کی طرف سے پنجاب کے صحافیوں کو دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ میں حیران ہوں کہ آخر صحافیوں نے کیا گناہ کیا ہے؟ وہ حقائق لوگوں تک پہنچانے کے لئے اپنی جان، ہر چیز کی پروا کئے بغیر یہ کچھ کرتے ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اس ایوان سے ان کو پوری طرح کا تحفظ دیں اور اس کے ساتھ ساتھ وفاقی حکومت سے ایک بار پھر سفارش کریں کہ ساتواں ویج بورڈ ایوارڈ

فی الفور نافذ کیا جائے اور آٹھویں ویج بورڈ ایوارڈ کے لئے بلا تاخیر تشکیل دی جائے۔ اخبارات کے سرکاری و نجی اشتہارات کو ویج بورڈ کے نفاذ کے ساتھ مشروط کیا جائے۔ میں سیلز ٹیکس کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ایک حقیقت ہے۔۔۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

جناب ارشد محمود بگو: گزارش یہ ہے کہ شیخ علاؤالدین صاحب ہمارے بھائی ہیں اور بڑی مفید باتیں فرما رہے ہیں لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ ماشاء اللہ کوئی دس بیس بڑے بڑے صفحات کا تھدا پکڑا ہوا ہے۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ انہیں آدھا ٹائم آج دے دیں، آدھا کل دے دیں اور آدھا پرسوں دے دیں۔ تین دن تقریر ہوتی رہے گی اور جب کوئی تقریر کرنے کے وقت موجود نہ ہو تو شیخ صاحب کو موقع دے دیا جائے۔

چودھری اعجاز احمد سماں: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

چودھری اعجاز احمد سماں: گزارش کراں گا کہ اے ممبر دا breach of privilege اے کہ او شام تک یا سویر تک مسلسل بولن اور چیئر اجازت دے تے اونہاں نوں بولنا چائیدا اے کیونکہ اوہ ساری معیاری گلاں کر رئے نیں۔

جناب چیئرمین: میرے پاس اس وقت مقررین کی لسٹ میں صرف دو لوگ ہیں باقی کسی اور ممبر نے نام نہیں دیا ہوا۔ اپوزیشن کی طرف سے کوئی نہیں ہے۔ اب وہ مکمل کر رہے ہیں اور وہ ساری تقریر figures پر کر رہے ہیں اس لئے انہیں پیپر دیکھنے کی اجازت دی گئی ہے اور احسان اللہ وقاص صاحب نے بھی اس بات کو پوائنٹ آؤٹ کیا تھا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے کالونیز: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

پارلیمانی سیکرٹری برائے کالونیز: میرے بھائی شیخ علاؤالدین صاحب نے اپنی تقریر کے دوران جو اعداد و شمار put کئے ہیں اور جو حقائق یہ سامنے لائے ہیں تو مجھے افسوس ہے اور میں نے انہیں کہا تھا کہ بھئی! آپ یہ تقریر نہ کریں اس لئے کہا تھا کہ ہماری اسمبلی اور ہمارے لوگوں کا یہ مزاج نہیں

ہے کہ ہم حقائق اور اعداد و شمار پر کوئی بات کر سکیں تو میں صرف یہ عرض کرتا ہوں کہ بگو صاحب کی کارکردگی ماشاء اللہ بہت اچھی رہی ہے لیکن ان کو یہ بالکل اس طرح ڈائریکٹ attack نہیں کرنا چاہئے۔ چیئر کو dictate نہیں کرنا چاہئے اور چیئر نے اگر انہیں allow کیا ہے اور وہ پوری طرح اعداد و شمار کے ساتھ بات کر رہے ہیں تو انہیں کوئی حق نہیں ہے کہ چیئر کو dictate کریں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! میں نے dictate تو نہیں کیا۔ یہ رولز آف بزنس کے تحت ہاؤس چل رہا ہے۔ سب سے زیادہ وقت اپوزیشن لیڈر کو دیا جاتا ہے، ڈپٹی اپوزیشن لیڈر کو دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد ٹائمنگ کی صورتحال پر ہمیں تو کوئی اعتراض نہیں کیونکہ ہم تو شام تک بیٹھنے کے لئے تیار ہیں لیکن ہر فاضل ممبر کے لئے ٹائم مخصوص کیا جاتا ہے کہ وہ اتنے ٹائم میں تقریر کرے گا۔ یہ سارے facts اپنی پارلیمانی پارٹی میں طے کریں۔ یہ ساری تقریر تو گورنمنٹ کے خلاف کر رہے ہیں تو یہی تقریر پرویز الٰہی صاحب کے سامنے یہ کریں اور انہیں بتائیں کہ جناب! آپ نے یہ کیا ہے اور یہ یہ کیا ہے تاکہ یہ مسئلہ ہی ختم ہو جائے۔ یہاں ہمارے کان کھانے سے بہتر ہے کہ جہاں ان کی داد فریاد ہونی ہے وہاں یہ کچھ کریں۔

چودھری اعجاز احمد سماں: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

چودھری اعجاز احمد سماں: شکریہ۔ جناب چیئرمین! میں on oath اے کہہ سکناں کہ جیہڑی ساڈی برانچ اے اوہدے وچوں چند افسراں نے مینوں اے کیہا، میں کسے کم گیا ساں کہ شیخ علاؤالدین صاحب دی کوئی تحریک التوائے کار، کوئی سوال جیہڑا سرکار دے خلاف ہووے او قبول نئیں کرنا۔ میں قرآن تے ہتھ رکھ کے ہاؤس دے وچ اے کہن نوں تیار آں۔ اگر چیئر ایہناں نوں اجازت دے تے ایہناں نوں شام تک یا سویر تک وی بولن دی اجازت ہونی چاہیدی اے اور اے ساڈے فائدے وچ اے۔

جناب چیئرمین: جی، شیخ صاحب!

شیخ علاؤالدین: میں ایک بات کا جواب دوں گا کہ اس پوری تقریر میں کوئی حکومت کے خلاف بات نہیں ہے اور یہ صرف تجاویز ہیں اور ارشد بگو صاحب آج استعفیٰ دیں یا پھر میں کہتا ہوں کہ اس پوری تقریر میں مجھے ایک لفظ بتائیں جو حکومت پنجاب کے خلاف ہے اور میں آپ جیسی شخصیت سے یہ

اندازہ ہی نہیں کر سکتا تھا۔یہ calculated ہے اور میں نے صبح پانچ پانچ بجے تک بیٹھ کر یقین کریں budgeting کر کے اس کو نکال کر لایا ہوں تو میں نے گورنمنٹ کے خلاف تو کوئی بات نہیں کی اور آپ کو کیا ہمدردی ہے۔میری گورنمنٹ سے جناب! یہ more loyal than the king کیسے بن گئے آج۔انہوں نے کیا لینا ہے۔

میاں محمد لطیف پنوار راجپوت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئر مین: جی، فرمائیں!

میاں محمد لطیف پنوار راجپوت: جناب چیئر مین! دونوں سے استعفٰی لے لیں اور فیصلے کے لئے کمیٹی تشکیل دے دیں۔

جناب چیئر مین: استعفٰی والی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔آپ تشریف رکھیں۔جی، شیخ صاحب!

شیخ علاؤالدین: جناب چیئر مین! serious بات ہو رہی ہے۔اب میں آپ کو یہ بتاتا ہوں کہ پنجاب کے لئے میں نے یہ بات ابھی کرنی ہے۔مجھے بگو صاحب بتادیں کہ سیلز ٹیکس کنزیومر ٹیکس ہے یا VAT ہے۔مجھے ابھی بتادیں۔میں عوام کے مفاد میں بات کر رہا ہوں۔

جناب چیئر مین: یہ ان کا خیال ہے اس لئے آپ صحیح تجاویز دے رہے ہیں تو آپ تجویز دیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب چیئر مین! سیلز ٹیکس حقیقت میں ایک کنزیومر ٹیکس ہے۔۔۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئر مین: جی، فرمائیں!

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئر مین! وہ فرما رہے ہیں کہ سیلز ٹیکس پنجاب سے متعلق ہے۔سیلز ٹیکس کا پنجاب سے کوئی تعلق ہے؟ میں تو یہ کہہ رہا ہوں اور میں نے تو انہیں ہمدردانہ مشورہ دیا ہے کہ یہ مہربانی کریں اور پرویز الٰہی صاحب کے ساتھ پارلیمانی میٹنگ کر کے وہاں یہ تجاویز دیں۔یہاں ہمیں سنانے سے تو کوئی فائدہ نہیں ہے۔یہ گورنمنٹ کے آدمی ہیں اور گورنمنٹ کو وہاں تجاویز دیں تاکہ گورنمنٹ ان پر ہمدردانہ غور کر سکے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے کالونیز: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئر مین: جی، فرمائیں!

پارلیمانی سیکرٹری برائے کالونیز: بگو صاحب فرمارہے ہیں کہ یہاں اعداد و شمار کی بات نہیں ہونی چاہئے بلکہ چودھری پرویزالٰہی صاحب کو جاکر تجویز دینی چاہئے۔ بگو صاحب کو یہ بتائیں کہ یہ فورم اسی لئے ہے۔ ہم ایم پی اے اسی لئے بن کر آئے ہیں کہ اس فورم پر بات کریں۔ انہیں بتائیں کہ یہ اعداد و شمار یاد کرنا بھی سیکھ لیں۔ یہ آرٹس کے پڑھے ہوئے طالبعلم ہیں اور وہ آرٹس کی تقاریر کرنا جانتے ہیں۔ ان کو figures ہضم نہیں ہورہیں۔ ان کے پلے کچھ نہیں پڑرہا کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟

جناب چیئرمین: میں معزز ممبران کو یہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ بجٹ پر بحث تک رہیں۔ جی، شیخ صاحب!

شیخ علاؤالدین: شکریہ۔ جناب چیئرمین! سیلز ٹیکس حقیقت میں کنزیومر ٹیکس ہے، فوری طور پر پنجاب کے حوالے کیا جائے۔ اب ذرا بگو صاحب بھی مہربانی کرکے توجہ دیں، تاکہ فیڈرل kitty میں پنجاب کی contribution کا حقیقی اندازہ ہو سکے جو کہ حقیقتاً بہت زیادہ ہے سندھ اور ایم کیو ایم کا یہ دعویٰ غلط ثابت ہو سکے کہ وہ بڑا contributor ہے۔ میں یہ بتاتا ہوں کہ میں نے یہ کیوں لکھا ہے۔ اگر بگو صاحب کبھی باہر گئے ہوں، انگلینڈ گئے ہوں تو ہمیں ائیرپورٹ پر اپنا VAT واپس ملتا ہے۔ مجھے یہ بتانے میں خوشی محسوس ہوگی کہ VAT ہمیں اس لئے ملتا ہے جس کو وہ Value Added Tax---

جناب چیئرمین: شیخ صاحب! کسی دوست کا نام لئے بغیر ڈائریکٹ صرف چیئر کو مخاطب کریں۔

شیخ علاؤالدین: نہیں، جناب! یہ بڑی زیادتی ہے کہ میں اپنے صوبے کو defend کرنا چاہتا ہوں۔ میں اس لئے یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ پنجاب کے 8 کروڑ عوام گھی سے لے کر ہر چیز پر سیلز ٹیکس دے رہے ہیں جو کہ پنجاب کے کھاتے میں پڑنا چاہئے۔ ہماری contribution زیادہ ہے اور سندھ کا اور ایم کیو ایم کا یہ دعویٰ جو وہ ہر تقریر میں الطاف صاحب بھی کرتے ہیں، وہ غلط ہے کہ پنجاب کی contribution کم ہے اس لئے سیلز ٹیکس ہمیں ڈائریکٹ ملنا چاہئے اور اس کا collector بھی ہمیں ہونا چاہئے۔ کالا باغ ڈیم کے بغیر زراعت اور بجلی کی ضروریات پوری ہونا ناممکن ہے۔ اس سلسلے میں کسی بھی قسم کی مخالفت کی پرواہ نہ کی جائے لیکن ہم کیا کہیں کہ وزیراعلیٰ سندھ تک جن کا تعلق بھی ہماری جماعت سے ہے، کالا باغ ڈیم کے مخالف ہیں:۔

جب اپنے نہ ہوئے تو بیگانوں سے کیا کہنا

پہلے ہی قوم کو تین دریاؤں سے ہاتھ دھونا پڑے ہیں اور اب خدا نہ کرے کہ کالا باغ ڈیم کے نہ بننے سے ہمارا ملک بھی ایتھوپیا یا صومالیہ بن جائے۔ ہمیں سبق لینا چاہئے کہ بھارت میں دریائے نوردا پر جو ڈیم بنایا ہے وہ کسی بھی این جی او اور کسی بھی سیاسی شخصیت کی مخالفت کے باوجود بنایا ہے۔

جناب والا! اب میں اپنے حلقے کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہوں گا میں نے کافی چیزیں بیچ میں چھوڑ دی ہیں۔ چھانگا مانگا ریلوے کراسنگ برج جو چار چار گھنٹے پھاٹک پر بند رہتا ہے اور بہاولپور کے عوام تک کے لئے مصیبت کا باعث آج تک شروع نہ ہو سکا ہے۔ جناب صدر محترم جنرل پرویز مشرف اور محترم وزیر اعلیٰ پنجاب کے بار بار کہنے کے باوجود یہ چھانگا مانگا ریلوے کراسنگ برج آج تک شروع نہ ہو سکا جس کا شروع کیا جانا فوری ضروری ہے۔ تحصیل چونیاں کا ہسپتال آج تک اپ گریڈ نہ ہو سکا ہے مجھے تو ہمیشہ سے اس ہسپتال کو دیکھنے کے بعد لاہور کا گھوڑا ہسپتال بھی اس سے بہتر لگتا ہے۔ چونیاں اور چھانگا مانگا شہر کو پینے کے صاف پانی کی فراہمی بھی بہت ضروری ہے۔ اشتمال اراضی کا قانون پورے پنجاب میں ہے لیکن چونیاں میں لوگوں کی نسلوں کے لئے unending litigation کا باعث بن چکا ہے اور لوگوں کی کروڑوں روپے کی جائیداد litigation میں پڑی ہوئی ہے۔ ذرا غور کیجئے کہ دس دس ایکڑوں کے مالک اس منحوس اشتمال اراضی قانون کی وجہ سے پچھلے بیس سال سے زمینوں سے محروم کر دیئے گئے ہیں اور مزدوری پر مجبور ہیں۔ اس اشتمال سے فوری طور پر نجات ملنی چاہئے اور اس کا فوری طور پر کچھ نہ کچھ قانونی حل نکلنا چاہئے۔ ایک مثال چونیاں کا پرانا ہسپتال جو کہ سول کورٹ کی ایک جعلی ڈگری کے ذریعے لیا گیا ہے کی بھی فوری طور پر بازیابی ضروری ہے۔ عدالت سے ایکس پارٹی ڈگریوں کی بنیاد پر جو محکمہ مال کے کاغذات میں عمل دخل کرایا جا رہا ہے اس کا محاسبہ ضروری ہے۔ حکومت کا یہ فیصلہ کہ ہر ضلع سے دو کالجوں کو اپ ڈیٹ کیا جائے گا نہایت خوش آئند ہے۔ میری گزارش ہو گی کہ اس کا آغاز چونیاں کے گورنمنٹ کالج فار بوائز اینڈ گورنمنٹ کامرس کالج فار بوائز سے کیا جائے۔ انڈسٹریل نقطہ نظر سے بھی چونیاں ایک آئیڈیل حیثیت رکھتا ہے ماضی میں بھی چونیاں کے نام پر انڈسٹریل زون ملتان روڈ پر بنا کر چونیاں کے عوام کے ساتھ زیادتی کی گئی ہے جس کا فوری طور پر ازالہ ضروری ہے۔ آپ نے مجھے وقت دیا آپ کا بہت بہت شکریہ

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئر مین: جی، جاوید صدیقی صاحب!

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب چیئر مین! بہت شکریہ۔ میں ایک اہم مسئلہ کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ میرے پاس 6۔جون کی اخبار "ڈان" ہے اور سارے اخبارات کی کٹنگز بھی ہیں۔ خانیوال پولیس نے پانچ صحافی گرفتار کئے ہیں جن کا نام محمد ایوب نیازی، عرفان احمد ملک، لال خان، رانا عبدالستار اور مرزا ناصر ہیں۔ پولیس نے ان پانچوں صحافیوں کو پکڑ کر ان پر پرچہ دیا ہے اور ننگا کر کے ان پر تشدد کیا ہے پورے پاکستان کی تمام اخباروں میں اس کی رپورٹیں ہیں۔ ان میں 62 سالہ ایوب نیازی ہیں جو "نوائے وقت" کے وہاں پر رپورٹر ہیں ان پر اتنا تشدد کیا گیا تھا کہ ان کا پیشاب بھی بیچ میں ہی نکل گیا ہے۔ جب یہ اگلے دن ضمانت کے لئے گئے ہیں اور ضمانت پر رہا ہوئے ہیں تو ان کو دوبارہ ایک اور پرچہ 372,337,149,148 پی پی سی کے تحت گرفتار کر کے بند کر دیا گیا ہے چونکہ آج کل عدالتیں آزاد ہیں ذرا ضمانت ہو گئی ہے۔ میری آپ سے گزارش یہی ہے کہ صحافیوں کے ساتھ اس طرح کا سلوک، یہ تھانہ مخدوم پور پہوڑا اور ضلع خانیوال ہے۔ وہاں کے ایس ایچ او، ڈی ایس پی اور ڈی پی او کے خلاف احتجاج بھی کیا ہے۔ میں آپ کے توسط سے حکومت پنجاب کے توجہ اس طرف دلانا چاہتا ہوں کہ چھوٹے دیہات کے صحافیوں کے ساتھ، اگر لاہور کے کسی صحافی کے ساتھ کوئی اونچی آواز میں بات بھی کرتا تو شاید اس وقت بہت بڑا مسئلہ کھڑا ہو جاتا لیکن خانیوال میں ان پانچ صحافیوں کو پکڑ کر تھانے کی حوالات میں بند کر کے چلو اگر انہوں نے کوئی جرم کیا ہو گا تو ایف آئی آر ہو گئی ہے اس کا عدالت فیصلہ کرے گی لیکن برہنہ کر کے ان پر تشدد کرنا اور ان کے ساتھ زیادتی کرنا یہ بہت بڑا ظلم ہے لہذا اس کی انکوائری ہونی چاہئے تاکہ صحافت کے ساتھ اس طرح کی بدسلوکی نہ ہو سکے۔

جناب چیئر مین: جی، شکریہ۔ آپ تشریف رکھیں۔ جی، نیازی صاحب!

جناب عبدالرزاق خان: جناب چیئر مین! خانیوال کے صحافیوں کے بارے میں جو یہ بات ہو رہی ہے اس بارے میں، میں بات کرنا چاہوں گا کیونکہ میں بھی خانیوال سے تعلق رکھتا ہوں۔ خانیوال ہمارا ایسا علاقہ تھا جو بڑا پر امن تھا جس میں ہمیں کبھی کوئی وکلاء صاحبان کی طرف سے کوئی شکایت تھی اور نہ ہی ہمیں صحافی صاحبان کی طرف سے۔ Unfortunately جو کچھ بھی ہوا ہے اور جو کچھ میرے معزز بھائی نے کہا ہے یہ صحیح ہے اور درست ہے اور یہ سارے کا سارا ادھر کی پولیس نے mishandle کیا ہے۔ اس پر واقعی کوئی ایکشن لیا جائے تاکہ یہ چیز یہیں پر ہی ٹھپ ہو جائے اور

آگے نہ بڑھ سکے۔

چودھری جاوید حسن گجر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئر مین: جی۔

چودھری جاوید حسن گجر: شکریہ۔ جناب چیئر مین! بات یہ ہے کہ صوبہ پنجاب کے خلاف پہلے بھی تین صوبے باتیں کرتے ہیں۔ ایک طرف ہم بڑا صوبہ اور بڑا بھائی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو میں آپ کی وساطت سے آپ سے اور دوسرے بھائیوں سے یہ کہوں گا کہ بجٹ تقاریر کے درمیان کسی صوبے کا یا کسی جماعت کا نام نہ لیا جائے اور جو شیخ صاحب نے سندھ اور ایم کیو ایم کے الفاظ کہے ہیں میں آپ سے کہوں گا کہ ان کو delete کروایا جائے تاکہ تعصب نہ پھیل سکے۔

جناب چیئر مین: جاوید صدیقی صاحب اور نیازی صاحب نے جو بات کی ہے میں آپ دونوں حضرات سے یہ کہوں گا کہ آپ لاء منسٹر صاحب سے مل لیں وہ اس سلسلہ میں انشاء اللہ صحافی حضرات کے لئے جسٹس ensure کریں گے۔

دوسری بات جو پوائنٹ آؤٹ ہوئی ہے اگر ہم یہاں کسی صوبے کو یا کسی دوسری گورنمنٹ کو ڈسکس کرنے سے avoid کریں تو بہتر ہے۔ تو میں جو باتیں شیخ صاحب نے خاص طور پر کسی دوسرے صوبے سے متعلق کوئی تنقیدی باتیں اگر کی ہیں تو میں ان کو حذف کرتا ہوں۔

شیخ علاؤالدین: جناب چیئر مین! اگر سندھ کا سینئر منسٹر اپنی بجٹ تقریر میں یہ کہے کہ ہمیں فلاں فلاں فیڈرل حصہ ملنا چاہئے اور فلاں سیل ٹیکس میں ہمارا حق ہے۔

جناب چیئر مین: وہ آپ کی جائز بات ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب چیئر مین! آپ میری بات سنئے کہ میں نے ایک جماعت کے بارے میں یہ کہا ہے جو صحافیوں نے مجھے ہی نہیں بلکہ سب ممبران کو کہا ہے کہ ایم کیو ایم ہمیں دھمکیاں دے رہی ہے اور انہوں نے in writing کہا ہے میرے پاس in writing موجود ہے تو میں ان صحافیوں کا بھی آخر نمائندہ ہوں وہ ہمارے بھائی ہیں میں نے ان کے بارے میں یہاں بات کی ہے میرا خیال ہے کہ میرے معزز بھائی کو اس میں کوئی پرابلم نہیں ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر! دوسری میں نے جو ایم کیو ایم کے بارے میں بات کی ہے ہم سب جانتے ہیں وہ ہر دفعہ یہ کہتے ہیں کہ سندھ زیادہ پیسا کما رہا ہے اور سندھ کا فیڈرل بجٹ میں زیادہ حصہ ہے۔

ہمارے محترم وزیر خزانہ بیٹھے ہیں ان کی اس پر ریسرچ ہے وہ آج کل پڑھ رہے ہیں اور اس کو کافی جانتے ہیں وہ ہر میٹنگ میں کہتے ہیں کہ ہمارا ریونیو زیادہ ہے جبکہ میرا مؤقف یہ ہے کہ پنجاب اس کا end user ہے اور پنجاب اس کو استعمال کرتا ہے اور آپ ایک collector کو کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ پیسا زیادہ کماتا ہے اس میں حذف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

رپورٹیں

(جو پیش ہوئیں)

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے شیخ صاحب! تشریف رکھیں شکریہ۔ ابھی کچھ رپورٹیں ہیں۔ چودھری اعجاز احمد سماں مجلس قائمہ برائے امور داخلہ کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ رپورٹیں پیش کریں۔

مسودات قانون (ترمیم اول) محتاج اور بے آسرا بچگان پنجاب، مسودہ قانون (ترمیم) انضباط کنٹرول لاؤڈ سپیکر اینڈ ساؤنڈ ایمپلی فائر پنجاب اور مسودہ قانون فارینسک سائنس ایجنسی مصدرہ 2007 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے امور داخلہ کی رپورٹوں کا ایوان میں پیش کیا جانا

چودھری اعجاز احمد سماں: شکریہ۔ جناب چیئرمین!

1. The Punjab Destitute and Neglected Children (First Amendment) Bill 2007 (Bill No.1 of 2007)
2. The Punjab Regulation and Control of Loud Speakers and Sound Amplifiers (Amendment) Bill 2007 (Bill No.2 of 2007)
3. The Punjab Forensic Science Agency Bill 2007 (Bill No.4 of 2007)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے امور داخلہ کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب چیئر مین: رپورٹیں پیش ہوئیں۔

سالانہ بجٹ برائے سال 08-2007 پر بحث

(---جاری)

جناب چیئر مین: اب میں شہلا شاہد بٹ صاحبہ کو کہتا ہوں کہ وہ budget speech کریں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئر مین! کلو صاحب سے تقریر کروالیں۔

جناب محمد وارث کلو: جناب چیئر مین! میں جانتا ہوں کہ شاید میں اتنا نہ بول سکوں جتنا یہ ارشد بگو صاحب بولتے ہیں۔

جناب چیئر مین: میں بگو صاحب اور وارث کلو صاحب سے گزارش کروں گا کہ یہ آپس میں کراس ٹاک نہ کریں۔

جناب محمد وارث کلو: جناب چیئر مین! میں ان کی بات کا جواب دے رہا ہوں۔

جناب چیئر مین: ہر بات کا جواب دینا ضروری نہیں ہوتا۔

جناب محمد وارث کلو: جناب چیئر مین! میں تو کراس ٹاک نہیں کرتا لیکن وہاں ان بنچوں پر بیٹھ کر اگر کوئی cross talk کرے گا، اگر کوئی ridicule کرے گا تو اس کا جواب دینا ہمارے لئے ضروری ہے تو میں صرف یہ عرض کر رہا ہوں کہ ان کے sarcastic remarks کے بدلے میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ میں پہلے بھی تقریر کرتا ہوں، اب پھر تقریر کروں گا اور مجھے ان سے notes لینے کی بھی ضرورت نہیں ہو گی۔ میں فی البدیہہ تقریر کروں گا، شاید اتنی اچھی نہ کر سکوں جتنی بگو صاحب کرتے ہیں لیکن جو میرا مافی الضمیر ہو گا وہ میں اچھے طریقے سے یہاں بیان کروں گا۔ شکریہ

جناب چیئر مین: شکریہ۔ میں چاہوں گا کہ ان چار دنوں میں جو بھی تقریر کرے وہ بجٹ پر بحث کرے۔ اس کے علاوہ جو تقریریں ہیں ان سے avoid کیا جائے۔ ہر بات کے جواب میں تقریر سے بھی پرہیز کیا جائے اور بلاوجہ کسی کو اس بات پر اکسایا بھی نہ جائے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئر مین! بعض چیزیں از راہ تفنن بھی ہو جاتی ہیں۔ اگر انھوں نے یہ محسوس کیا ہے تو میں ان سے معذرت چاہتا ہوں۔ اس حوالے سے کوئی ان کو degrade کرنے کے لئے یا کسی اور انداز میں، میں نے ان کو نہیں کہا۔ یہ ماشاء اللہ پہلے بھی بولتے ہیں، بڑا اچھا بولتے

ہیں اور ہم سے اچھا بولتے ہیں۔ میں نے تو یہ صرف ان کو ادھر سے تھوڑا ساازراہ تفنن کہا ہے کہ وارث کلو صاحب کو ٹائم دے دیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ اب میں شہلا بٹ صاحبہ کو تقریر کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سوشل ویلفیئر: جناب چیئرمین! بہت شکریہ۔ بجٹ تقریر سے پہلے میں ایک request کرنا چاہوں گی کہ کیونکہ پاکستان کے حوالے سے یا ہماری اسمبلی کے حوالے سے ہم تمام ممبرز کامن ویلتھ پارلیمنٹیرین ایسوسی ایشن سے بھی منسلک ہیں تو جو ریزولیوشن نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے کل متفقہ طور پر پیش ہوئی اور منظور ہوئی ہے، میں چاہتی ہوں، میری request ہوگی کہ وہ تمام کامن ویلتھ پارلیمنٹیرین ایسوسی ایشن کو بھی forward کی جائے تاکہ اپنے اس issue کو ہم internationally highlight کر سکیں وگرنہ میں نہیں سمجھتی کہ ایک دوسرے کو سنا کر یہ مسئلہ جو ہے ہم اس کے ساتھ انصاف کر سکیں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین! جہاں تک بجٹ پر comments کے حوالے سے میں کوئی بات کر سکوں تو یقیناً اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک تاریخ ساز بجٹ ہے اور اس میں جو تاریخی طور پر فنڈ مختص کیا گیا ہے جیسا کہ کل مالیت اس کی 393- ارب کا ٹیکس فری بجٹ پیش کرنا کبھی بھی ایسا پاکستان کی ہسٹری میں نہیں ہوا اور مجھے امید ہے کہ یہ آئندہ بھی کسی حکومت کے لئے بہت آسان نہیں ہوگا کہ اتنا اچھا بہترین بجٹ پیش کیا جا سکے۔ اس کو اگر overall دیکھا جائے تو میں سمجھتی ہوں کہ یہ جو بجٹ پیش کیا گیا ہے اس کا mainly اور typical ایک aim اور focus اسی پر رہا ہے کہ غریب کو کس طرح بہترین طریقے سے accommodate کیا جا سکے۔ ان کو کس طرح بہتر طور پر facilitate کیا جا سکے کیونکہ اس کے جتنے بھی salient features ہیں وہ اسی طرح کے ہیں کہ جو پسا ہوا طبقہ ہے اس کو کس طرح سے uplift ملے، ان کی انکم میں کس طرح سے اضافہ کیا جا سکے۔ جیسا کہ مثال کے طور پر کہا جا سکے کہ غریب دیہاتیوں کو زمین کی مفت تقسیم اور یہ ایک ایسا اقدام ہے کہ یہ بہت آسان بات نہیں ہے۔ اس کے لئے ایک بہت بڑا زمین کا ایک حصہ اور ان کو تقریباً دو کنال فی کس کے حساب سے دینا یہ بہت بڑا ایک اعلان ہے، میں سمجھتی ہوں کہ جب اس پر عملدرآمد شروع ہوگا تو کوئی بھی بے زمین نہیں رہے گا۔ دو کنال سے مراد یہی ہوگا کہ وہ وہاں پر چھوٹی موٹی فارمنگ کے حوالے سے یا وہ وہاں پر اپنا ایک لائیو سٹاک کا بزنس شروع کر سکتے ہیں۔ ان کو خود روزگار سکیم کے تحت چھوٹے قرضے بھی دیئے جائیں گے تو اس سے ان کی آمدنی میں اضافہ کرنے کا بہت اچھا موقع

میسر آئے گا۔میں سمجھتی ہوں کہ یہ حقائق پر مبنی اور ایک realistic budget ہے، یہ بالکل کوئی خواب وخیال کی بات نہیں ہے۔

جناب سپیکر! میں غریب دوست بجٹ کے حوالے سے یہ بات کہوں گی کہ غیر ہنر مند اور ہنر مند لوگوں کے لئے ان کی تنخواہوں میں جو اضافہ یاان کی جو اجرت میں اضافہ کیا گیا ہے وہ -/4600روپے ماہوار ایک مناسب اضافہ ہے اور یہ تمام چیزیں مل کر یقیناً فی کس آمدنی میں اضافے کا باعث بنیں گی۔تقریباًپچھ لاکھ غریب خاندانوں کو جو -/500روپیہ وظیفہ ہے وہ یقیناً ہمارے اپوزیشن کے لینڈلارڈ کے لئے شاید یہ کوئی بہت بڑی رقم نہ ہو لیکن جن غریب لوگوں کے لئے ایک وقت کی روٹی بھی میسر نہیں ہے میں سمجھتی ہوں کہ کم ازکم ان کے لئے مہینے میں اس رقم سے دو تھیلے آٹے کے آسکتے ہیں۔اس لحاظ سے میں سمجھتی ہوں کہ یہ ایک مناسب وظیفہ ہے، اس میں انشاء اللہ امید رکھتی ہوں کہ آئندہ آنے والے بجٹوں میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔میں سمجھتی ہوں کہ یہ ابھی ایک ریلیف کاآغاز ہے اور یہ تمام چیزیں ملاکر کل 25۔ارب روپے کاایک ریلیف جو دیا جارہا ہے یہ غریب اور پسے ہوئے لوگوں کے لئے ہی دیا جارہا ہے۔زکوٰۃ کی مد میں ابھی تک جو 17۔ارب روپیہ مستحقین میں تقسیم کیاجاچکاہے اس سے میں سمجھتی ہوں کہ بہت زیادہ ریلیف حکومت کا پہلے جو ٹارگٹ رہاہے کہ غریب پسے ہوئے طبقے کو زیادہ سے زیادہ ریلیف ملے۔

جناب سپیکر! ہماری جو زراعت ہے اس سلسلے میں ہماری حکومت کے جو اقدامات ہیں کہ ٹیوب ویلوں کے بلوں میں جو سبسڈی دی جائے گی اس حوالے سے یقیناً ہمارے جو کاشتکار ہیں وہ پوری طرح سے مستفید ہوں گے اور پنشن میں 15سے 20فیصد جو اضافہ ہے وہ بہت مناسب ہے، گوکہ اتنا مناسب بھی نہیں ہے کہ جس سے ہم سمجھیں کہ بہت ہی کوئی آسانی میسر آگئی ہے لیکن اس لحاظ سے میں ضرور کہوں گی کہ یہ نہ ہونے سے بہتر ہے، میری اس میں ایک تجویز یہی ہو گی کہ گریڈ 17یا گریڈ16تک کے جو افسران ہیں ان کی تنخواہوں میں زیادہ اضافہ کر دیا جائے اور onward کرنے کی مجھے نہیں لگتا کہ کوئی خاص ضرورت ہے توزیادہ سے زیادہ ممکن یہی ہونا چاہئے کہ گریڈ17یا گریڈ16تک کے جو ملازمین ہیں ان کی تنخواہوں میں چاہئے ڈبل اضافہ کر دیاجائے تو وہ مناسب ہے۔

جناب سپیکر! ایجوکیشن سیکٹر میں یقیناً ہمارے صوبہ کاایک مثالی کردار رہاہے کیونکہ ہم اسی وقت بہترین ہنر مند پیدا کر سکتے ہیں، بہترین روزگار حاصل کرنے کے لئے بہترین افرادی قوت

تشکیل دے سکتے ہیں جب تک کہ ایک پڑھی لکھی قوم تشکیل نہ پا سکے۔اس لحاظ سے 63ہزار سے زیادہ سکولوں کو missing facilities کی مد میں uplift دیا گیا ہے۔یہ ایجوکیشن کے لحاظ سے بہت ہی بڑا انقلابی قدم ہے جس کی وجہ سے جو شرح خواندگی ہے وہ 47فیصد سے بڑھ کر 62فیصد ہو گئی ہے۔یہ حکومت پنجاب کا یقیناً بہت بڑا انقلابی قدم ہے۔

جناب سپیکر!ہیلتھ سیکٹر میں بھی BHUs جو کہ کبھی اپوزیشن کے زمانے میں جانوروں کا اصطبل ہوا کرتے تھے اور اب اللہ کا شکر ہے کہ وہاں پر ادویات بھی میسر ہیں، وہاں ڈاکٹر بھی میسر ہیں اور پیرامیڈیکل سٹاف بھی میسر ہے۔ اس محکمے کو مزید بہتر کرنے کے لئے میں یہ ضرور تجویز کروں گی کہ ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کے پاس ابھی بھی بہت ساری زمینیں مہیا ہیں کہ جہاں پر BHUs بننا باقی ہیں، اگر وہ این جی اوز کو شامل کر کے ان کو وہ زمین دے دیں اور وہاں پر CCBs کے through BHUs مزید بہتر طور پر بنائے جا سکیں تو میں سمجھوں گی کہ یہ ایک بہت بڑی کاوش ہو گی۔

جناب سپیکر!لائیو سٹاک کی مد میں جو ایک ارب روپیہ رکھا گیا ہے یہ بھی ایک بہت بڑی رقم ہے اس سے یقیناً آمدنی میں اضافہ ہو گا اور غریب لوگوں کو اس سے زیادہ سے زیادہ سہولتیں میسر آئیں گی۔

جناب سپیکر!اس کے علاوہ میں ایک بات یہ ضرور کہوں گی کہ 500ملین روپے خواتین کی بہبود کے لئے رکھے گئے ہیں۔ہماری بعض بہنیں کہتی ہیں کہ 500ملین روپے سے خواتین کی بہتری میں کیا فرق پڑے گا؟میں سمجھتی ہوں کہ یہ تمام جو بجٹ ہے اس کے اندر مختص کی گئی رقم ہے، جیسے ایجوکیشن سیکٹر میں جو مختص کی گئی رقم ہے یا ہیلتھ سیکٹر میں مختص کی گئی رقم ہے اور اس کے علاوہ جو اربوں روپیہ مختص کیا گیا ہے وہ کوئی مردوں کے لئے نہیں رکھا گیا۔اس میں خواتین کا حصہ تو ہے ہی لیکن یہ خاص طور پر جو 500ملین روپے رکھا گیا ہے یہ بہت بڑی رقم ہے اور اسے ایڈیشنل ایک بونس سمجھئے۔اس میں تو میں سمجھتی ہوں کہ ہماری حکومت خراج تحسین کی مستحق ہے۔ورنہ میں سمجھتی ہوں کہ جو ہماری بعض بہنوں نے کہا کہ سڑکیں بنانے کے لئے اتنی رقم رکھنے کی کیا ضرورت ہے، اس سے عورتوں کی بھلائی کیسے ہو سکتی ہے؟میں یہ سمجھتی ہوں کہ 37ہزار کلومیٹر نئی سڑکیں بننے کے لئے جو رقم مختص کی گئی ہے، یقیناً میرا اپنا تعلق بھی ایک رورل ایریاء سے ہے، میرا اپنا حلقہ نیابت بھی رورل ہے اور وہاں رات کے ٹائم ٹرانسپورٹ کبھی میسر نہیں

ہو سکتی۔اس کی وجہ یہی ہے کہ وہاں سڑکیں نہیں ہیں، وہاں سٹریٹس نہیں ہیں۔ اگر یہ انفراسٹرکچر وہاں موجود ہو گا، اگر رات کو کسی خاتون کو کوئی ایمرجنسی پیش آ جاتی ہے، کسی خاتون کو دوران زچگی اگر اس کو کہیں ایمرجنسی میں ہسپتال لے جانا پڑتا ہے تو وہاں پر ٹرانسپورٹ موجود نہیں ہوتی اور یہی وجہ ہوتی ہے کہ دوران زچگی اور دوران بیماری کئی خواتین ایمرجنسی میں پہنچنے سے پہلے ہی فوت ہو جاتی ہیں جس کا نقصان پورا خاندان برداشت کرتا ہے۔اس حوالے سے میں چند گزارشات اپنے وزیر خزانہ سے ضرور کروں گی۔ میں نے پورا بجٹ دیکھا، اس کی تمام موٹی موٹی کتابیں میں نے کھنگالیں لیکن مجھے سوشل ویلفیئر کو نظر انداز کر دینے پر بہت ہی دکھ اور رنج ہوا۔اس کی وہی گھسی پٹی سکیمیں تھیں کہ دو تین شلٹرز ہوم بن رہے ہیں۔ پچھلے چار سالوں سے ہم یہی دیکھتے چلے آ رہے ہیں۔ فنڈز کی کمی کی وجہ سے یہ مکمل ہونے میں آئے ہیں اور نہ ہی اس میں مزید کوئی بہتری آ سکی ہے۔اس حوالے سے مجھے بڑا افسوس ہوا ہے کہ سوشل ویلفیئر کے بے شمار ایسے ذیلی ادارے ہیں جو کہ بہترین طریقے سے کام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن ان کے لئے وسائل بالکل مفقود ہیں۔ جیسے "کاشانہ shelter less" بچیوں کا ادارہ ہے جو کہ صرف لاہور میں ہے۔اب اگر دوسرے شہروں یا اضلاع کی بچیاں shelterless ہیں تو ہم انھیں کہاں رکھ سکتے ہیں؟ اگر یہ سمجھتے ہیں کہ انھیں دارالامان میں رکھیں تو ان کی انفارمیشن کے لئے میں کہوں گی کہ دارالامان میں صرف ایسی خواتین رہ سکتی ہیں جن کے حوالے سے کوئی جوڈیشل انکوائری چل رہی ہو یا وہ اس طرح کے process سے گزر رہی ہوں۔ دوسری shelterless بچیوں کو ہم ایسے اداروں میں نہیں رکھ سکتے۔ دارالفلاح ہمارے پاس ایک اچھا ادارہ ہے جہاں پر shelterless families رہ سکتی ہیں لیکن وہ بھی چند اضلاع تک محدود ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ تمام اضلاع تک اس کا دائرہ کار بڑھائیں تاکہ اس محکمے کے ذریعے ہم بھی صوبے کی بہتری کے لئے اپنی contribution دے سکیں۔

جناب چیئرمین! اسی طرح سے عافیت کی ڈیمانڈ بہت زیادہ ہے۔ مجھے یہ افسوس کی بات لگتی ہے کہ عافیت سوشل ویلفیئر کا ایسا ادارہ ہے جس میں ایسے بزرگ حضرات کو رکھا جاتا ہے جن کو ان کے بچے disowned کرتے اور انھوں نے انھیں گھر سے نکال رکھا ہے۔اس عمر میں، اس ضعیفی میں ان کے رہنے، سر چھپانے کو کوئی جگہ نہیں۔ یہ صرف لاہور یا پھر چند دوسرے اضلاع میں واقع ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ایسے ادارے ہر ضلع میں ہوں تاکہ اس عمر میں ضعیف اور بزرگ لوگ دھکے کھانے کی بجائے حکومتی سطح پر انھیں کوئی shelter/protection میسر آ سکے۔اس

محکمہ کو ignore کرنا آپ نے روایت بنا لیا ہے۔ خدارا! اس جانب توجہ دیں۔ سمجھا یہ جا رہا ہے کہ شاید چائلڈ پروٹیکشن بیورو کو سوشل ویلفیئر کی مد میں پیسا دیا جا رہا ہے۔ وہ ایک بالکل separate ادارہ ہے، independently کام کرتا ہے اس کا محکمہ سوشل ویلفیئر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ بھی سمجھ لیا جاتا ہے کہ شاید Women Development Department سوشل ویلفیئر ہے۔ یہ بات بالکل غلط ہے، اس کا سوشل ویلفیئر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ سوشل ویلفیئر اپنی انفرادیت کی وجہ سے ایک بہت ہی اہم ادارہ ہے۔ ہم اس کا network پورے صوبے کے اندر مزید مستحکم کرنا چاہتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ اس کے لئے properly کوئی سکیمز وغیرہ approved نہیں کی گئیں وہی سکیمیں ہیں جو کہ پچھلے چار سال سے چلی آ رہی ہیں۔ ہماری حکومت نے ایجوکیشن سیکٹر میں جتنی ریفارمز کی ہیں اس حوالے سے میں یہ ضرور کہوں گی کہ اساتذہ کا سڑکوں پر آنا یقیناً ہمارے لئے باعث شرم ہے۔ ایک طرف ہم دعویدار ہیں کہ ایجوکیشن سیکٹر میں ہم نے اتنا اچھا کمال کیا ہے دوسری طرف ہم مڈل تک کے امتحان hold نہیں کروا سکے۔ اب میٹرک کے امتحانات آنے والے ہیں، پتا نہیں ان میں اساتذہ کا کیا رویہ ہوگا؟ یقیناً ان کی demands کو ماننا بہت ہی ضروری ہے۔ اس سلسلے میں ان کی تنخواہوں میں موثر اضافہ کیا جانا چاہئے۔

جناب چیئرمین! لوکل گورنمنٹ کے حوالے سے 14۔ارب روپے کے فنڈز رکھے گئے ہیں جو کہ ایک بڑی رقم ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ خواتین کونسلرز کا اعزازیہ بھی اس میں سے مختص کیا جائے کیونکہ خواتین کونسلرز ایک بہت بڑا network ہے جو سیاسی طور پر اس نظام کو مؤثر کرنے کے لئے بہت بڑا کردار ادا کر سکتی ہیں لیکن جب تک انھیں کوئی اعزازیہ نہیں دیا جائے گا تو وہ اپنے اس کردار کو ادا کرنے سے قاصر رہیں گی۔

جناب والا! میں یہ بات ضرور کہوں گی کہ ہماری حکومت کی طرف سے ہیلتھ سیکٹر میں بھی بہت اچھی reforms آئی ہیں۔ BHUs کو uplift کیا گیا ہے، بڑی سہولیات دی گئی ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ میں کہوں گی کہ ہسپتالوں میں جو مردہ خانوں کی حالت ہے خدارا! اس کے لئے بھی کچھ سوچنا چاہئے۔ انتہائی بے حرمتی سے، انتہائی گری ہوئی حالت میں وہاں پر لاشیں پڑی ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ لاہور کے بہت بڑے بڑے ہسپتالوں میں ہم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ مردہ خانوں میں جانوروں کی طرح، چھیچھڑوں کی طرح لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ ان کے اوپر کیڑے مکوڑے اور چھپکلیاں پھر رہی ہیں۔ تو اس کی طرف خصوصی طور پر توجہ دینی ضروری ہے

تاکہ مردہ خانوں کی حالت بہتر بنائی جا سکے۔

جناب چیئرمین! Secondly I say کہ سیالکوٹ لاہور موٹر وے حکومت پنجاب کا ایک بہت بڑا میگا پراجیکٹ ہے جس کے لئے تقریباً 23۔ارب روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔یہ منصوبہ تین سال میں تکمیل ہو گا اور انشاء اللہ تعالیٰ اس کی تکمیل پر بہت بڑا انقلاب برپا ہو گا لیکن اس کے لئے جو جگہ acquire کی گئی ہے وہ بہت fertile area ہے۔اگر اس کا تھوڑا روٹ تبدیل کر دیا جائے وہاں پر ایسے علاقے بھی موجود ہیں کہ جہاں پر کاشتکاری کم ہو رہی ہے، وہاں پر کوئی بھی فصل کاشت نہیں ہوتی وہاں سے اس کو گزارا جائے یعنی اس کی روٹ میں تھوڑی تبدیلی لائی جائے۔

جناب چیئرمین! اسی طرح سیالکوٹ کے حوالے سے ایک بہت بڑے issue کی بات کرتے ہوئے میں عرض کروں گی کہ ہمارے سیالکوٹ میں "ساگا سپورٹس" نے بین الاقوامی طور پر سپورٹس کے حوالے سے نام کمایا ہے۔اس کا جو NIKE کے ساتھ جھگڑا چلا ہے اس کی وجہ سے ان کے تمام آرڈرز منسوخ ہو گئے۔یقیناً پاکستان کے خلاف یہ ایک سازش تھی۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس سے 10 ہزار خاندان directly and indirectly متاثر ہوئے ہیں۔ان کی uplift and rehabilitation کے لئے ، ان کی بہتری کے لئے اور ان کو adjust کرنے کے لئے اقدامات اٹھائے جائیں۔لیبر کالونیوں میں ان کا جو حصہ تھا وہ ان سے واپس لیا جا رہا ہے۔ پہلے وہ خاندان وہاں سے quit کر دیئے گئے اور اب لیبر کالونی کا وہ حصہ ان سے withdraw کروایا جانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔میں سمجھتی ہوں کہ ان کے حق کو بحال رکھنے کے لئے ہماری صوبائی حکومت اپنی آواز بلند کرے، نہ صرف آواز بلند کرے بلکہ میں چاہتی ہوں کہ ان کی rehabilitation کے لئے مناسب وظیفہ مختص کیا جائے۔

جناب والا! میں آخر میں صرف یہی کہوں گی کہ ہماری حکومت نے جس تناسب سے فی کس آمدنی میں اضافہ کیا ہے، ہمیشہ positive سیاست کی ہے اور ہر حالت میں عوام کی بہتری کے لئے نہ صرف بہترین بجٹ پیش کئے ہیں بلکہ ان کی utilization سو فیصد کی گئی ہے جس کی وجہ سے 150۔ارب روپیہ ترقیاتی مد میں رکھا گیا ہے۔ پچھلے سال 100۔ارب روپیہ تھا جو کہ اب بڑھا کر 150 ارب روپیہ کر دیا ہے۔اس کا مطلب ہے کہ حکومت پنجاب انتہائی محنت، لگن اور سنجیدگی کے

ساتھ عوام کی بہتری اور بھلائی کے لئے کام کرنے میں مخلص ہے۔ شکریہ

جناب چیئرمین: مہربانی، محترمہ گلشن ملک صاحبہ!

محترمہ گلشن ملک: جناب چیئرمین! شکریہ۔ اپنی حکومت، وزیر خزانہ حسنین بہادر دریشک اور وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویزالٰہی کو پانچواں بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ یہ پانچواں بجٹ پیش کرنا ہماری حکومت کا ایک بہت بڑا کانامہ ہے کیونکہ اس سے پہلے جو حکومتیں آئیں انھوں نے بڑے بڑے دعوے کئے کہ ہم یہ کریں گے، ہم وہ کریں گے۔ روٹی، کپڑا اور مکان کے نعرے لگائے گئے مگر ہماری حکومت نے جو کچھ کہا وہ کر کے دکھایا۔ آپ ایجوکیشن کو لے لیں۔ میٹرک تک تعلیم مفت، 63 ہزار سکولوں کو وظائف، کتابیں اور کاپیاں وغیرہ مفت دے رہے ہیں بلکہ ہمارے علاقے میں تو ٹیلیویژن پر اشتہار آرہے ہیں کہ وہ بچے جن کے پاس پیسے نہیں ہیں اور وہ سکول میں داخل ہونا چاہتے ہیں تو ہم ان کے لئے یونیفارم، کتابیں، کاپیاں سب کچھ مہیا کریں گے۔ اس اشتہار میں سکولوں کے نام بھی ساتھ دیئے جا رہے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین! اسی طرح آپ محکمہ صحت دیکھ لیں۔ اگر صحت ہے تو زندگی ہے، صحت نہیں تو کچھ نہیں۔ ہماری حکومت نے شعبہ صحت کے لئے جو اقدامات اٹھائے ہیں آج تک کسی حکومت نے نہیں اٹھائے۔ ایمرجنسی میں ادویات مفت مہیا کی جارہی ہیں۔ آپریشن مفت کئے جا رہے ہیں۔ اس سے پہلے غریب لوگ جب ایمرجنسی میں جاتے تھے تو انھیں ایک بڑی پرچی پکڑا دی جاتی تھی کہ جاؤ یہ باہر سے ادویات لے کر آؤ۔ کسی غریب کے پاس پیسے ہوتے تھے اور کسی کے پاس نہیں مگر دوائی تو لانا پڑتی تھی مگر اب یہ سلسلہ نہیں ہے۔ اب ہر گورنمنٹ کے ہسپتال میں دوائی free ہے، آپریشن فری ہیں حتیٰ کہ دل کے آاپریشن بھی free کئے جاتے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! صحت کے لئے 1122 کا اجراء بہت بڑا قدم ہے۔ فون کرنے کے بعد دس منٹ میں ایمبولینس آجاتی ہے اور مریض کو لے کر ہسپتال پہنچ جاتی ہے۔ 125 نئے ہیلتھ سنٹرز کا اجراء کیا جا رہا ہے۔

جناب والا! اب میں زراعت کے متعلق بات کروں گی کہ ساڑھے بارہ ایکڑ اراضی پر پہلے ہی ٹیکس معاف تھا۔ پانچ مرلے کے گھروں پر ٹیکس بھی معاف ہے۔ اب انھیں کم نرخوں پر قرضے دیئے جا رہے ہیں تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ فصلیں کاشت کر سکیں۔ کچی آبادیوں کو مالکانہ حقوق دیئے جا رہے ہیں۔ اس سے پہلے کسی بھی حکومت نے کچی آبادیوں کو مالکانہ حقوق نہیں دیئے تھے لیکن ہماری

حکومت نے کچی آبادیوں کو مالکانہ حقوق دیئے ہیں۔

جناب والا! پولیس کا نظام بہتر کرنے کے لئے بہت زیادہ کانسٹیبل بھرتی کئے گئے ہیں اور ٹریفک کا نظام بہتر کرنے کے لئے بہت زیادہ وارڈن بھرتی کئے گئے ہیں۔ آپ موٹروے پر سفر کریں اور 130 پر کال کریں گے تو اسی وقت وارڈن پولیس حاضر ہو جائے گی اور آپ کو کوئی بھی تکلیف ہو گی یا ٹائر وغیرہ پنکچر ہو تو وہ آپ کی مدد کریں گے۔ اگر 15 پر کال کریں تو فوراً پولیس حاضر ہو جاتی ہے۔ پہلے لوگوں کو یہ سہولت نہیں تھی لیکن اب ہماری حکومت نے لوگوں کو یہ سہولت دی ہے۔

جناب والا! ڈویلپمنٹ کے لئے پہلے 100۔ ارب روپیہ تھا لیکن اس سال بڑھا کر 150۔ ارب روپے کر دیا گیا ہے۔ ڈویلپمنٹ کے جتنے کام ہماری حکومت میں ہوئے ہیں وہ پہلے کبھی بھی نہیں ہوئے۔ سڑکوں اور گلیوں کا جال بچھا ہوا ہے اور بے شمار underpasses بنائے گئے ہیں یہ سارا کارنامہ ہماری ہی حکومت کا ہے جس نے اتنے کام کئے ہیں۔ تقریباً ساڑھے چھ لاکھ خاندان کے لئے جو 500 روپیہ ماہوار کا ریلیف دیا گیا ہے یہ ایک نیا قدم ہے اور ہمارے وزیر اعلیٰ نے ان کے لئے 2۔ ارب روپے مختص کئے ہیں۔ میں اپنی حکومت کو ان تمام کاموں کے لئے خراج تحسین اور مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ میں کوئی لمبی چوڑی باتیں نہیں کرنا چاہتی وہ آپ سب نے کی ہیں۔ میں صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ ہماری حکومت نے جو کام کئے ہیں وہ سب کے سامنے ہیں اور ان پر میں ایک بار پھر اپنی حکومت کو مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین: شکریہ۔ محترمہ صفیہ جاوید چودھری صاحبہ!

محترمہ صفیہ جاوید چودھری: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب چیئرمین! آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع دیا۔ میں سب سے پہلے تو معزز ایوان کو مبارکباد پیش کرتی ہوں کہ آج اس کے سامنے اس کی پارلیمانی مدت کی تکمیل کے سال کا بجٹ زیر بحث ہے اور بالخصوص میں مسلم لیگ کی منتخب حکومت اور وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب کی مدبرانہ قیادت کو خراج تحسین پیش کرتی ہوں کہ جن کی بدولت صوبہ بھر میں تعمیر و ترقی کا عمل بغیر کسی تعطل کے روبہ عمل ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ عوامی ترقی اور خوشحالی کا یہ سفر جاری و ساری رہے گا۔

جناب چیئرمین! بجٹ محض حکومتی آمدنی اور اخراجات کے تخمینہ جات کا نام ہی نہیں بلکہ میرے نزدیک بجٹ اس معاشی حکمت عملی کا نام ہے جو عوام کی خوشحالی و ترقی کا ضامن ہو۔ کسی بھی

حکومت کی معاشی حکمت عملی، سیاسی قیادت کی دور اندیشی اور حکومتی پالیسیوں کی آئینہ دار ہوتی ہے۔اس لحاظ سے ماضی کی حکومتوں کے برعکس موجودہ حکومت کا یہ بجٹ محض آمدنی اور اخراجات کے تخمینہ جات کی دستاویز نہیں بلکہ وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویزالٰہی کی حکومتی پالیسیوں کے ان بنیادی مقاصد کی عکاس ہے جو انھوں نے موجودہ حکومت کے پہلے بجٹ کے لئے طے کئے تھے۔ خوش آئندہ بات یہ بھی ہے کہ یہ بجٹ موجودہ حکومت کے ترقیاتی پروگراموں کے تسلسل کی ایک دلیل ہے۔

جناب چیئرمین!موجودہ حکومت نے نہ صرف سماجی اور معاشی پسماندگی کی بنیادی وجوہات کا پتا لگایا بلکہ ایک قابل عمل طویل مدتی ترقیاتی پروگرام وضع کرنے کی ضرورت کو بھی محسوس کیا۔اس سلسلے میں وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویزالٰہی صاحب نے پالیسی وژن 2020 پیش کیا۔ ان کا یہ وژن عملی طور پر نہ صرف صوبے اور قومی سطح پر بلکہ عالمی سطح پر بھی ایک role model کی حیثیت رکھتا ہے۔ سوشل سیکٹر ڈویلپمنٹ ریفارمز پروگرام میں ورلڈ بنک کی فراخدلانہ فنڈنگ اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ تعلیم اور صحت کے شعبہ جات خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ موجودہ حکومت نے تعلیم اور صحت کی پالیسی ریفارمز کی بدولت عوام کے لئے مفت تعلیم اور علاج کی سہولیات کا خاطر خواہ انتظام کیا ہے اور ان شعبہ جات میں ماضی کے مقابلے میں کہیں زیادہ فنڈز مختص کئے گئے ہیں۔ سرکاری سکولوں میں میٹرک تک مفت تعلیم، بچیوں کے لئے ماہانہ تعلیمی وظائف، دسویں جماعت تک درسی کتب کی فراہمی، اساتذہ کی تربیت کا جدید نظام، سکول ہیلتھ پروگرام اور یونین کونسل کی سطح پر بنیادی مراکز صحت میں صحت کی بہتر سہولیات یقینی بنانا ایسے اقدامات ہیں جن کی مثال ماضی میں نہیں ملتی۔

جناب والا!وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویزالٰہی کا خواب "پڑھا لکھا پنجاب" ایک حقیقت بنتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ تعلیمی شعبہ سے متعلق موجودہ اعداد و شمار بڑھتی ہوئی شرح خواندگی کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔ میں وزیر خزانہ حسنین بہادر دریشک صاحب اور پوری کابینہ کو عوامی ترقی اور خوشحالی کا ضامن بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتی ہوں اور مسلم لیگ کی قیادت کی فہم و فراست اور عوام دوستی کو سلام پیش کرتی ہوں۔ بہت شکریہ (نعرہ ہائے تحسین)

رپورٹیں

(توسیع)

جناب چیئرمین: جی، شکریہ۔ محترمہ مصباح کوکب صاحبہ تحاریک استحقاق کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتی ہیں۔ میں انھیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ توسیع کی تحریک پیش کریں۔

تحاریک استحقاق بابت سال 2004,2006 اور 2007 کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ): بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب چیئرمین! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ:

"تحاریک استحقاق نمبر 71 اور 72 بابت سال 2004، تحاریک استحقاق نمبر 2,32,33,34,37 بابت سال 2006 اور تحاریک استحقاق نمبر 3,5 اور 16 بابت سال 2007 کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 15۔ ستمبر 2007 تک توسیع کر دی جائے۔"

جناب چیئرمین: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"تحاریک استحقاق نمبر 71 اور 72 بابت سال 2004، تحاریک استحقاق نمبر 2,32,33,34,37 بابت سال 2006 اور تحاریک استحقاق نمبر 3,5 اور 16 بابت سال 2007 کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 15۔ ستمبر 2007 تک توسیع کر دی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی اور اب سوال یہ ہے کہ:

"تحاریک استحقاق نمبر 71 اور 72 بابت سال 2004، تحاریک استحقاق نمبر 2,32,33,34,37 بابت سال 2006 اور تحاریک استحقاق نمبر 3,5 اور 16 بابت سال 2007 کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 15۔ ستمبر 2007 تک توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ): شکریہ

سالانہ بجٹ برائے سال 08-2007 پر عام بحث

(۔۔۔جاری)

جناب چیئرمین: اب عبدالرزاق نیازی صاحب بجٹ پر بحث کریں گے۔

جناب عبدالرزاق خان: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب چیئرمین! آپ کی مہربانی کہ آپ نے بجٹ پر بات کرنے کے لئے ٹائم دیا۔ میں اس بجٹ پیش کرنے پر وزیراعلیٰ پنجاب چودھری پرویزالٰہی اور وزیر خزانہ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے اتنا اچھا بجٹ پیش کیا۔ میں سب سے پہلے ایگریکلچر سیکٹر کے بارے میں تھوڑا سا عرض کروں گا۔ ایگریکلچر کے لئے 2۔ارب 80 کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس حکومت کی کامیابی ہے۔

جناب والا! 07-2006 میں ٹوٹل ADP کا 2 فیصد تھا لیکن اب اسے بڑھا کر 3 فیصد کر دیا گیا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ انشاء اللہ آئندہ ہماری حکومت منتخب ہو کر آئی تو انشاء اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ یعنی 4 تا 5 فیصد کیا جائے گا کیونکہ ایگریکلچر ہماری backbone ہے۔ ایگریکلچر سیکٹر ہمارے ملک میں کافی عرصے سے neglect ہو چکا تھا۔ اس حکومت نے ایگریکلچر سیکٹر میں کافی کچھ کیا ہے۔ ایگریکلچر کے سلسلے میں ٹیوب ویل پر 25 فیصد کی subsidy دی گئی ہے۔ یہ ایک خوش آئند بات ہے۔ ہمارے ایک بھائی نے یہاں اسمبلی کے floor پر کہا کہ یہ رقم بڑے بڑے زمینداروں کے پاس چلی جائے گی۔ یہ چیز میں ان پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اس کا 97 تا 98 فیصد کے قریب ہمارے کاشتکار جو بارہ ایکڑ سے چھوٹے زمیندار ہیں اور یہ 25 فیصد subsidy کا فائدہ ان چھوٹے کاشتکاروں کو ہوگا۔ دو تین فیصد بڑے زمیندار ہیں باقی سارے کے سارے چھوٹے زمیندار ہیں اور اس کو لوگوں نے کافی welcome بھی کیا ہے۔ انھوں نے کہا ہے کہ آپ نے ہمیں یہ relief دیا ہے جو 25 فیصد آپ subsidy دے رہے ہیں یہ بہت اچھی بات ہے۔ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ 1.5 بلین اس میں گورنمنٹ کی contribution ہوگی۔

جناب چیئرمین! آبپاشی کے لئے 11۔ارب روپے اس بجٹ میں رکھے گئے ہیں۔ ہمارا محکمہ آبپاشی اور اس کا کینال سسٹم throughout neglect ہوا ہے۔ جب سے انگریز ہمیں یہ

سسٹم بنا کر دے گئے تھے اس کے بعد آبپاشی کے اوپر کبھی کوئی کام نہیں ہوا۔اس گورنمنٹ نے اس چیز کو take up کیا ہے۔صدر صاحب نے ہمیں 28۔ارب روپے water courses کے لئے دیا تھا جس میں سے تقریباً اڑھائی ہزار water courses رہ گئے ہیں جو کہ دسمبر کے آخر تک انشاء اللہ مکمل ہو جائیں گے۔اس کے بعد ایگریکلچر سیکٹر کے متعلق عرض کروں گا۔وزیر اعلیٰ صاحب کے حکم سے ہر یونین کونسل میں اور پنجاب میں تقریباً دو ہزار پانچ سو کے قریب یونین کونسلز بنتی ہیں۔ہر یونین کونسل میں ایک لیزر provide کرنے کا کہا ہے جس کا 50 فیصد حکومت ادا کرے گی۔یہ ساری باتیں زراعت کے فائدے کے لئے ہیں اور ultimately ان سب کا فائدہ غریب کاشتکار کی طرف جائے گا۔

جناب والا!ایجوکیشن کے بارے میں بھی کچھ عرض کرنا چاہوں گا۔تعلیم کے لئے 21 بلین روپے مختص کئے گئے ہیں یعنی یہ 72 فیصد کی increase ہے۔میرا حلقہ دیہاتی ہے rural sector میں آتا ہے اور میں یہ بھی عرض کرنا چاہوں گا کہ وہاں پر ایسے ایسے سکول بھی تھے کہ جن کی عمارتیں تک نہیں تھیں۔بچے درختوں کے نیچے بیٹھ کر تعلیم حاصل کرتے تھے اور اس طرح یہ سکول چلتے تھے۔آج فخر کے ساتھ ہم یہ کہتے ہیں کہ اس گورنمنٹ نے ان سب سکولوں کو جن کے پاس عمارات نہیں تھیں ان سب سکولوں میں جن کے پاس فرنیچر نہیں تھا اور خاص طور پر گرلز سکولوں میں جہاں پر چار دیواری بھی نہیں تھی۔bathrooms نہیں تھے یہ ساری کی ساری چیزیں missing facilities کے head کے تحت ان کو provide کی گئی ہیں۔آج اگر آپ ان سکولوں کو جا کر دیکھیں ان کی حالت دیکھیں اور ان کو اگر پہلے سے compare کریں تو آپ کو ایک واضح achievement نظر آئے گی کہ اس حکومت نے کیا achieve کیا ہے۔21۔ارب روپے جو کہ تعلیم کی مد میں رکھا گیا ہے یہ سارے کے سارے گورنمنٹ سکولوں کے لئے ہے اور گورنمنٹ سکولوں میں مڈل کلاس کے لوگوں کے بچے پڑھتے ہیں یا پھر غریب لوگوں کے بچے ہوتے ہیں۔یہ سارے کا سارا فائدہ بھی اسی طبقے کو پہنچے گا۔

جناب چیئرمین!اس کے بعد محکمہ صحت کے متعلق عرض کروں گا کہ health کے لئے 6۔ارب 500 ملین رکھے گئے ہیں that means کہ 51 percent increase ہے۔یہاں پر ہمارے معزز اراکین نے اس پر بات کی۔میں عرض کروں گا کہ ٹیچنگ ہسپتالوں کی ایمرجنسی میں آپ کو free medical aid treatment and medicine ملتی ہیں۔کوئی تین سال پہلے

کا ایک چھوٹا سا واقعہ میں آپ کو بیان کرتا ہوں۔ مجھے ہارٹ اٹیک ہوا اور میں ایمر جنسی میں گیا۔ ڈاکٹروں نے اس وقت کہا کہ اس کا stunt تبدیل کرنا ہے۔ میرے بیٹے نے کہا کہ آپ procedure start کریں۔ انہوں نے کہا نہیں آپ پہلے اس کے پیسے جمع کروائیں گے اور پھر ہم اس کے بعد ان کا stunt ڈالیں گے۔ میرا بیٹا اپنے گھر بھاگ کر گیا اس نے پیسوں کا بندوبست کیا پیسے جمع کروائے اور اس کے بعد انہوں نے procedure start کیا۔ اس delay میں ایک آدمی کی جان ضائع ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد میں نے چیف منسٹر صاحب سے بات کی میں نے کہا کہ جناب ایمر جنسی کے لئے کوئی مہربانی کریں کوئی نہ کوئی ایسا پیسا اس مد میں رکھیں کہ مریض کا فوری طور پر علاج شروع کیا جا سکے۔ چلیں اتفاق سے میرے گھر میں پیسے پڑے تھے اور میرا بیٹا جا کر لے آیا اور اس نے جمع کروا دیئے۔ خدانخواستہ کوئی ایسا آدمی آتا ہے جس کے پاس پیسے نہیں ہوتے تو کیا پھر ڈاکٹر اس کا علاج نہیں کریں گے۔ اس کے نتیجے میں آج اس گورنمنٹ نے جس پر ہمیں فخر ہے اس نے وہاں پر فنڈز provide کئے۔ اگر کوئی ایسا مریض ایمر جنسی میں آتا ہے اس کا treatment کیا جائے گا۔ کوئی ایسا مریض ایمر جنسی میں آتا ہے اس کا stunt ڈالنا ہے اس کو operate کرنا ہے جو بھی آپ نے کرنا ہے اس کا علاج شروع کریں۔ اس کے بعد اگر اس کے پاس پیسے ہوں گے تو وہ دے دے گا اور اگر پیسے نہیں ہوں گے تو free treatment کے تحت اس کا علاج ہو جائے گا۔

میں اس کے ساتھ health کے سلسلے میں اپنی بھی ایک تجویز دینا چاہتا ہوں کہ ہمارے جتنے بھی rural areas ہیں وہاں پر جو بیسک ہیلتھ سنٹرز ہیں، یہاں پر ایک معزز رکن نے کہا کہ آج وہاں پر ڈاکٹر بھی موجود ہیں دوائیاں بھی موجود ہیں کچھ نہ کچھ لوگ اس سے استفادہ بھی حاصل کر رہے ہیں لیکن یہ بھی ناکافی ہے۔ جتنے بھی BHUs جو rural areas میں ہیں ان کو upgrade کر کے رورل ہیلتھ سنٹرز کا درجہ دیا جائے کیونکہ یہ far flung areas ہیں اور اکثر لوگوں کو heart attacks وغیرہ ہوتے ہیں، کوئی اور بیماری ہوتی ہے، غریب لوگ ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ہر کوئی نہیں afford کرتا کہ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہاسپٹلز میں جائے۔ اگر وہاں پر ان کو اچھے ڈاکٹرز available ہوں تو ان کا علاج ان کے اپنے گھر کے نزدیک ہی ہو جائے گا۔

جناب چیئرمین! دوسرا میں گورنمنٹ کو اس چیز پر مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ ملتان، فیصل آباد اور وزیر آباد میں تین نئے کارڈیالوجی انسٹیٹیوٹس بنائے گئے ہیں جن کی بہت ہی ضرورت تھی۔ انتہا تو یہ تھی کہ ملتان جیسے Divisional Headquarter میں آج تک کارڈیالوجی کا سنٹر

نہیں تھا۔ چیف منسٹر صاحب نے مہربانی کرتے ہوئے initiative لیا اور وہاں پر کارڈیالوجی سنٹر دیا ہے جس سے لوگ بہت فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! پولیس کو اس بجٹ میں بڑا پیسا دیا گیا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ پہلے پولیس والے کہتے تھے کہ ہمارے پاس اخراجات کے لئے فنڈز نہیں ہوتے۔ کہیں انوسٹی گیشن پر جانا ہے، کہیں واردات ہوئی ہے اس کی انکوائری کے لئے جانا ہے ان کے پاس conveyance نہیں ہوتی تھی لیکن آج انہیں ہر چیز مہیا کی گئی ہے۔ اس بجٹ میں ان کے لئے ایک ارب روپیہ رکھا گیا ہے لیکن پولیس کی کرپشن ادھر کی ادھر ہی ہے۔ میں چونکہ گورنمنٹ بنچز سے بات کر رہا ہوں اس لئے میرے اپوزیشن والے بھائی بڑے خوش ہوں گے لیکن حقائق یہ ہیں ہمیں اس بارے میں کچھ نہ کچھ سوچنا ہوگا۔ پولیس کو جتنا free hand دیا گیا ہے اس پر کچھ نہ کچھ check and balance ہونا چاہئے۔ ابھی صحافی صاحبان کے بارے میں ایک واقعہ آپ لوگوں کے سامنے آیا ہے وہ بھی یہی ہے۔ I will say کہ پولیس کی high handedness کی وجہ سے یہ واقعہ ہوا ہے ورنہ یہ نہ ہوتا۔ اس قسم کے کئی واقعات ہوئے ہوں گے لیکن اس پر مزید بات کرنا کوئی صحیح نہیں ہوگا۔

جناب سپیکر! ہمارے rural areas میں اس گورنمنٹ کے دور میں روڈز کے سلسلے میں بڑا کام ہوا ہے۔ ہمارے کچھ ایسے ایسے چکوک تھے جن کو جانے کے لئے کوئی راستہ نہیں تھا۔ آج ہم فخر کے ساتھ کہتے ہیں کہ اس گورنمنٹ نے ان سب کو روڈز بھی provide کئے ہیں اور ان چکوک کے اندر سیوریج، سولنگ اور نالیاں بھی provide کی گئی ہیں۔ آج ان چکوک کی حالت ہی اور ہے۔ اس بجٹ میں روڈز کے لئے 14۔ارب روپے کے جو فنڈز رکھے گئے ہیں میں اپنی گورنمنٹ سے یہ گزارش کروں گا کہ ہمارا اولڈ جی ٹی روڈ کچا کھوہ کی حالت بہت ہی بری ہے اور میں تقریباً 4/5 سال سے کوشش کر رہا ہوں۔ کبھی ہمیں کہا جاتا ہے کہ یہ فیڈرل گورنمنٹ کا ہے، فیڈرل گورنمنٹ والوں سے این او سی لے لیا، ہمارے چیف منسٹر صاحب ابھی واپس آ گئے ہیں تو میں یہ بھی امید کرتا ہوں کہ اس کے اوپر بھی کوئی غور کریں گے اور ہمارا یہ مسئلہ حل کریں گے۔ اس کے ساتھ ہی میں اجازت چاہوں گا۔ مہربانی۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ اگلے مقرر کو دعوت دینے سے پہلے میں اجلاس کے وقت میں 15 منٹ توسیع کرتا ہوں۔ اب محترمہ سعدیہ ہمایوں صاحبہ بجٹ پر بحث کریں گی۔

محترمہ سعدیہ ہمایوں: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بہت شکریہ۔ جناب چیئرمین! آپ کی وساطت سے سب سے پہلے میں Leader of the day فخر پنجاب، بانی جمہوریت، مسلم لیگی حکومت کے سربراہ چودھری پرویز الٰہی صاحب کو خراج تحسین پیش کرنا چاہوں گی جنہوں نے اپنی سیاسی بصیرت اور روش کو برقرار رکھتے ہوئے 30 سال بعد پانچواں مسلسل ٹیکس فری عوامی بجٹ پیش کیا۔ ان کے ساتھ وزیر خزانہ حسنین بہادر دریشک اور تمام سرکردہ وزراء کو مبارکباد پیش کروں گی جن پر وزیر اعلیٰ پنجاب نے ہمیشہ اعتماد اور اعتبار کیا اور انہوں نے ان کے اعتبار کو ہمیشہ اونچا کیا اور میں یہ بات کہنے میں عاری نہیں ہوں کہ پانچ سال کے بعد یہ حکومت حقیقی طور پر عوامی نمائندہ حکومت ہونے کی دعویدار ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین! اس میں کوئی شک نہیں کہ چودھری پرویز الٰہی نے ان پانچ سالوں میں جو اقدامات اٹھائے ہیں وہ پاکستان اور پنجاب کی تاریخ میں پہلے کسی نے نہیں اٹھائے۔ عوام نے ان اقدامات کو پذیرائی دی۔ ہر شعبے کو ترقی میں آخری حد تک لے جانے کی جو کوشش کی گئی اس کے ثمرات اب واضح طور پر لوگوں کو نظر آنا شروع ہو گئے ہیں۔ یہ بالکل بجا ہے کہ کوئی بھی کام راتوں رات ممکن نہیں ہے۔ ہر چیز کو انتہا تک پہنچانے کے لئے وقت کی ضرورت ہے اس کے لئے پانچ سال بھی قلیل عرصہ ہے۔ اگر آنے والے وقت میں یہ پالیسیاں چلتی رہیں تو میں سمجھتی ہوں کہ پاکستان کی تاریخ میں آج تک پنجاب کی جو ترقی نہیں ہو سکی وہ شاید آنے والے سالوں میں بہت جلدی ہو اور یہ اقدامات کاغذی کارروائی تک نہیں رکھے گئے بلکہ لوگوں کو ground reality نظر آئی۔ جب ہم وزیر اعلیٰ صاحب کے objectives کے متعلق بات کرتے ہیں تو سب سے پہلے ہے سماجی خدمات یعنی عوام کو سہولتوں کی فراہمی تو میں نہیں سمجھتی کہ پنجاب کا کوئی بھی ایسا انسان ہو گا جو یہ کہے گا کہ اس میں کوئی جھوٹ ہے۔ اس میں اگر آپ کسی بھی ڈیپارٹمنٹ کو دیکھیں۔ ایجوکیشن کو دیکھیں۔ گورنمنٹ سکولوں میں مفت ایجوکیشن اور missing facilities کی فراہمی۔ ہیلتھ سیکٹر کو دیکھیں تو ایمرجنسی میں فری دوائیوں کی فراہمی، 1122 کا قیام اور ملتان وغیرہ میں کارڈیالوجی سنٹرز کا قیام۔

جناب چیئرمین! میں اس کے ساتھ ساتھ تھوڑا سا یہ بھی کہوں گی کہ ہم لوگوں نے یہ جو اقدامات شروع کر دیئے ہیں لیکن ایمرجنسی میں شاید اس کو غلط طریقے سے استعمال کیا جا رہا ہے کیونکہ وہاں پر غریبوں کو اتنی توجہ اور care نہیں مل رہی جس کے وہ مستحق ہیں اس لئے میں یہ

کہوں گی کہ ایم ایس اور اے ایم ایس حضرات کی ایسی ٹریننگ ہو کہ وہاں پر بلا تفریق غریب اور امیر کو attend کیا جائے اس کے علاوہ آپ ایگریکلچر کو دیکھیں، اریگیشن دیکھیں، زکوٰۃ دیکھیں اور دوسرے محکمہ جات کو دیکھیں ان میں بھی وزیر اعلیٰ صاحب نے بہت سارے ایسے اقدامات کئے جس سے زمینداروں اور کاشتکاروں کو فائدہ ہو سکے جو کہ اس سے پہلے نہیں ملا گو کہ اس سلسلے کو اس chain کو چلتے چلتے مضبوط ہونے کے لئے ٹائم لگے گا۔ میں واٹر اینڈ سینی ٹیشن ڈیپارٹمنٹ کی بات کروں گی۔

اس مد میں وزیر اعلیٰ پنجاب نے پانچ سالوں میں جس جس ضلع میں بھی گئے اور جس جس علاقے میں گئے انھوں نے بہت کثیر رقم وہاں مہیا کی واٹر سپلائی پائپ اور سینی ٹیشن کے لئے ابھی بھی 17600 ملین روپے کی رقم دے کر انسان دوستی کا ثبوت دیا ہے۔ میں آپ کی وساطت سے خزانہ سے یہ درخواست کروں گی کہ میرے علاقہ شاہدرہ ٹاون کا پچاس سال سے ایک دیرینہ مسئلہ ہے جو اس سے متعلقہ ہے۔ ہماری لاکھوں کی آبادی ہے اور ہمیں ابھی بھی پینے کا صاف پانی میسر نہیں ہے۔ میں آپ کی وساطت سے ان سے درخواست کرتی ہوں میں نے پہلے بھی بہت دفعہ انھیں کہا ہے امید ہے کہ یہ آخری سال ہے اور اس ADP میں اس کو شامل کیا جائے گا اور میرے علاقے کو ڈسپوزل سٹیشن مہیا کیا جائے گا جو کہ میرے علاقہ کے لوگوں کی اور ہم لوگوں کی اپنی ضرورت ہے۔ اگر یہ خواہش پوری ہوتی ہے اور اس عوامی مطالبے پر عمل ہوتا ہے تو میں سمجھتی ہوں کہ وزیر اعلیٰ کے عظمت کا یہ ایک اور ثبوت ہوگا۔ اگر ہم وزیر اعلیٰ کے دوسرے core objectives کو دیکھیں جو اقتصادی اور معاشی ترقی سے متعلق ہے تو میں اس میں مرد آہن کو کریڈٹ دوں گی جن کے نعروں میں سے ایک نعرہ ہمیشہ اقتصادی ترقی اور معاشی ترقی رہا ہے اور انھی کے اس خواب کو وزیر اعلیٰ پنجاب نے اپنا خواب بنایا اور اس کی تکمیل کی۔ اس سلسلے میں پانچ سالوں میں بہت سارے ڈیپارٹمنٹس متعارف کرائے گئے، سپیشل ایجوکیشن، انوائرنمنٹ، کامرس اینڈ انویسٹمنٹ اور دیگر ڈیپارٹمنٹس متعارف کرائے گئے جس سے عوام کو تیز تر معاشی ترقی مل سکے۔ ان اقدامات میں بہت زیادہ فنڈنگ کی گئی اور اسی کا نتیجہ یہ ہے کہ ٹیکس فری بجٹ دینا اور ٹیکس لگائے بغیر ان ڈیپارٹمنٹس کو چلانا میں سمجھتی ہوں کہ اس حکومت کو سہرا لگنا چاہئے۔

جناب چیئر مین! میں یہ کہوں گی کہ غربت کے خاتمہ کے لئے وزیر اعلیٰ نے poverty focused investments strategy بنائی اور ہر ڈیپارٹمنٹ میں روزگار کا جو اجراء کیا گیا اور

جس کی مد میں سالانہ سولہ لاکھ روزگار عوام کو مہیا کئے گئے ان میں پولیس پٹرولنگ و پوسٹس، خصوصی پراسیکیوشن سروس کا قیام کے لئے پراسیکیوشن ڈیپارٹمنٹ بنایا گیا اور اس میں نوکریاں دی گئیں، ٹریفک وارڈن سکیم متعارف کرائی گئی، چائلڈ پروٹیکشن بیورو کو لائے، سوشل سکیورٹی ہیلتھ اینڈ مینجمنٹ کمپنی کا قیام، میٹرو اور میکرو چین سٹورز جس نے بہت ساری بے روزگاری کو cover کیا، نئے شہر لاہور کا جو تعمیری منصوبہ ہے، لائیو سٹاک کے شعبے پر بھرپور توجہ اور اس کے ساتھ ساتھ پنجاب کے بڑے شہروں میں بنیادی سہولیات کی فراہمی کے لئے 142۔ارب روپے کا جو پیکج دیا گیا ہے اور جو ڈویلپمنٹ پیکج دیا گیا ہے میں سمجھتی ہوں کہ اس سے پہلے پاکستان کی تاریخ میں نہیں ملتے۔ میں سمجھتی ہوں کہ ہر ذی شعور انسان کو جو پنجاب کا شہری ہے اس کو ان اقدامات کی تعریف کرنی چاہئے جو کہ اس سے پہلے نہیں دیئے گئے تنقید کرنا ہمیشہ سے آسان رہا ہے لیکن عملی طور پر کام کرنا کسی چیز کو منظر عام پر لانا اتنا ہی مشکل رہا ہے لیکن وزیر اعلیٰ نے اس مشکل کو ختم کیا ہے۔ وہ وزیر اعلیٰ جو گلی گلی اور کوچہ کوچہ جا کر لوگوں سے ذاتی طور پر مل کر ان کے مسئلے ڈھونڈتے ہیں اور موقع پر اسی وقت ان کے حل کا حکم بھی دیتے ہیں۔ میں انوائرنمنٹ کے حوالے سے بات کروں گی کہ Green Fund Programme کو ایک ارب کا جو فنڈ دیا گیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بہت بڑا قدم ہے کہ نئے متعارف ہونے والے شعبے کو فنڈ دیا گیا ہے لیکن چونکہ ابھی بھی پنجاب کے 35 ڈسٹرکٹ میں اس کے دفاتر نہیں ہیں گو کہ حال ہی میں تقرریاں شروع ہوئی ہیں اور ابھی بھی دفاتر سے یہ محکمہ محروم ہے۔ میں وزیر خزانہ پنجاب سے درخواست کروں گی کہ اس محکمے کو take up کرنے کے لئے بہت ضروری ایکشن لیا جائے کیونکہ میں سمجھتی ہوں کہ ہر ڈیپارٹمنٹ کی جو بنیاد ہے وہ انوائرنمنٹ ہی ہے۔ جب تک اس کے دفاتر ہر ڈسٹرکٹ میں اور لوگوں کی پہنچ میں نہیں ہوں گے تو اس وقت تک آپ اپنے فنڈ کو بہترین طریقے سے استعمال نہیں کر سکتے۔

جناب چیئرمین! میں آخر میں صدر پاکستان، وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی اور تمام ٹیم کا شکریہ ادا کروں گی گو کہ اس ٹیم کا ہم بھی حصہ ہیں۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ جو بھی اقدامات جو بھی کام ان پانچ سالوں میں ہوئے ہیں میں ان کی جتنی بھی تعریف کروں وہ کم ہے۔ اس دعا کے ساتھ کہ اللہ ہمیں ان بھگوڑے لیڈروں سے نجات دے جو کہ آنے والے وقت میں پاکستان کی پنجاب کی تاریخ بدلنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ جنھوں نے پہلے کچھ نہیں کیا آنے

والے آئندہ سالوں میں وہ کیا کریں گے۔ کچھ بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ پنجاب کے عوام پر ہمیشہ رحمت رکھے، کرم رکھے اور پھر ہمیں ان لیڈروں سے بچائے اور پاکستان کو اپنی رحمت کے سائے تلے چلائے۔ پاکستان پائندہ آباد۔ بہت شکریہ

جناب چیئرمین: محترمہ نگہت سلیم خان صاحبہ!

محترمہ نگہت سلیم خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! آپ کا شکریہ کہ آپ نے مجھے بجٹ 08-2007 پر تقریر کرنے کا موقع دیا۔ میں سب سے پہلے وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی اور ان کی کابینہ اور وزیر خزانہ حسنین دریشک صاحب کو مبارکباد پیش کرتی ہوں کہ جنھوں نے عوام دوست، کسان دوست، صحت دوست، غریب دوست اور ٹیکس فری سرپلس بجٹ پیش کیا۔ مسلم لیگ کی اس منتخب حکومت کو یہ شرف حاصل ہے کہ انھوں نے پاکستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ تسلسل کے ساتھ پانچواں بجٹ پیش کیا۔ اس کا سہرا مسلم لیگ کی حکومت کے سر پر جاتا ہے۔ موجودہ سیاسی و معاشی استحکام پاکستان کی تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھا جائے گا۔ اس کا سہرا صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف کی قیادت وزیر اعظم شوکت عزیز کی پالیسیوں اور چودھری پرویز الٰہی کی لیڈر شپ کے سر پر ہے۔

جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ پنجاب عوام کا درد دل میں رکھتے ہیں اور اسی درد کو پیش نظر رکھتے ہوئے انھوں نے بجٹ میں بے شمار مراعات دیں۔ وزیر خزانہ حسنین دریشک صاحب نے مالی سال 08-2007 کے لئے 3 کھرب 93۔ارب 48 کروڑ 72 لاکھ اور 87 ہزار کا ٹیکس فری بجٹ پیش کیا جو اس بنیاد پر تشکیل دیا گیا کہ اس سال مختلف قسم کے ٹیکسوں محصولات براہ راست ہونے والی ٹرانسفرز اور گرانٹ سے ملنے والی رقوم 356.17۔ارب روپے پر محیط ہو گی جو کہ مالی سال 07-2006 میں انھی مدات کے تحت حاصل ہونے والی آمدنی سے 30 فیصد زیادہ ہے۔

جناب سپیکر! سماجی بہبود اور عوام کی اقتصادی فلاح کے لئے 150۔ارب روپے کی رقم رکھی گئی ہے جو کہ اس بات کا ثبوت ہے کہ موجودہ حکومت پنجاب ترقیاتی پروگرام اور عوامی فلاحی منصوبوں کو بہت زیادہ اہمیت دیتی ہے اور جو مسلم لیگی حکومت ہے وہی عوام کی حقیقی نمائندہ ہے اور اسی لئے جو سبز باغ دکھانے والی حکومتیں ہیں ان کو عوام نے بہت جلدی رخصت کر دیا۔

جناب چیئرمین! سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں 15 فیصد اضافہ اور پنشن میں 20 فیصد کا اضافہ محدود طبقہ میں جو بڑھتی ہوئی مہنگائی اور افراط زر کی وجہ سے دباؤ کا شکار ہے ان کو

ریلیف ملا۔ ہنر منداور غیر ہنر مند کارکنوں کے لئے اجرت کم از کم 15 فیصد، دیہاتوں میں فی کس دو کنال اراضی کو مفت کرنا اور لاکھوں خاندانوں کو -/500 روپے وظیفہ دیا جانا یہ ہماری حکومت کا ہی کارنامہ ہے۔ اس -/500 روپے ماہانہ وظیفے کی وجہ سے لاکھوں لوگوں کو فائدہ حاصل ہو گا۔ تعلیم اور صحت دو ایسے شعبے ہیں جن کی اہمیت کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ان شعبوں کی ترقی کی طرف ماضی میں توجہ نہیں دی گئی لیکن موجودہ حکومت پچھلے کئی سالوں سے اس میں مسلسل بہتری لانے کے لئے کوشاں ہے۔ آئندہ مالی سال میں تعلیم کے بجٹ کے لئے 104۔ ارب روپے مختص کئے ہیں جو کہ پچھلے سال کے تعلیمی بجٹ کے مقابلے میں 20۔ ارب زیادہ ہیں۔ اس اعتبار سے اس کو تعلیمی بجٹ بھی کہا جا سکتا ہے اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہو گا۔

جناب چیئر مین! عوام کو صحت کی زیادہ سے زیادہ سہولتیں فراہم کرنے کے لئے سرکاری ہسپتالوں میں سہولتوں کا قیام، BHUs کو اپ گریڈ کرنا اور ان کی طرف توجہ دینا، دیہاتوں میں پرچی پر لوگوں کو مفت ادویات کی فراہمی اور اس کے علاوہ ایک فون کال پر پانچ سے سات منٹ پر فری ایمبولینس جو آپ کے دروازے پر پہنچ جائے گی یہ پنجاب حکومت کا کارنامہ ہے۔ میں وزیر اعلیٰ پنجاب کو خراج تحسین پیش کروں گی کہ پچھلے دنوں انہوں نے فیصل آباد میں 1122 کا افتتاح کیا کیونکہ فیصل آباد جیسے شہر میں بھی اس کی بہت زیادہ ضرورت تھی اور لاہور کے بعد فیصل آباد میں اس کا افتتاح کیا گیا۔ 1122 کو نہ صرف پنجاب کی عوام سراہتے ہیں بلکہ دوسرے صوبے بھی اس کو وزیر اعلیٰ کا کارنامہ سمجھتے ہیں، اس کے علاوہ برطانیہ میں بھی اس کو سراہا گیا کہ یہ وزیر اعلیٰ کا ایسا کارنامہ ہے جس کو تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔ زراعت ملکی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے اور خاص طور پر ہمارا پنجاب معیشت کے ماتھے کا جو جھومر ہے وہ زراعت ہے۔

جناب چیئر مین: اجلاس کا وقت 15 منٹ بڑھایا جاتا ہے۔

محترمہ نگہت سلیم خان: جناب چیئر مین! موجودہ حکومت نے زراعت میں بہتری لانے کے لئے کسان کو بے شمار مراعات فراہم کی ہیں تاکہ کسان خوشحال ہو اور اس کی وجہ سے پاکستان خوشحال ہو۔ زرعی طور پر پاکستان مستحکم ہوا ہے اور آپ یہ دیکھیں کہ گندم پہلے سے زیادہ ہوئی ہے اور یہ وزیر اعلیٰ کی کاوشوں کی وجہ سے ہے جو کہ کسانوں کو ریلیف دیا گیا ہے۔ ان وسیع تر اقدامات کے پیش نظر اگر اپوزیشن کے بعض حلقوں میں اسے انتخابی بجٹ قرار دیا جاتا ہے تو اس میں کوئی تعجب کی

بات نہیں ہے کیونکہ اپنی کارکردگی کی بنیاد پر ہی عوام سے ووٹ لینا ہر سیاسی پارٹی کا حق ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ہماری پارٹی اپنی کارکردگی کی بنیاد پر ہی عوام سے ووٹ لے گی۔

جناب والا! بجٹ میں کوئی نیا ٹیکس لگایا گیا اور نہ ہی پرانے ٹیکسوں میں کوئی اضافہ کیا گیا بلکہ ٹیکسوں میں کمی کی گئی ہے اور پھر بھی اتنا اچھا بجٹ پیش کرنا ہماری حکومت کا ہی کارنامہ ہے۔ میں ایک تجویز دینا چاہوں گی کہ اے ڈی پی میں واسا کی سکیمیں add کی گئی ہیں اور واسا میں واٹر سپلائی اور سیوریج سکیمیں بالکل ساتھ ساتھ attached ہوتی ہیں تو ہمارے پورے پنجاب میں لوگوں کو صاف پانی میسر نہیں ہے جس سے گیسٹرو جیسے مسائل اس وجہ سے پیدا ہوتے ہیں کہ جب واٹر سپلائی کا کام ہوتا ہے تو کوئی خاص پلاننگ سے نہیں ہوتا۔ میں یہ کہنا چاہوں گی کہ ہم اتنا سارا پیسا دیتے ہیں جو ضائع جاتا ہے کہ جب واٹر سپلائی اور سیوریج کی لائنیں ساتھ ساتھ ڈالی جاتی ہیں تو وہ پانی mix ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے لوگوں کو بیماریاں لگتی ہیں اور لوگ وہی گندا پانی پیتے رہتے ہیں۔ میں یہ تجویز دینا چاہوں گی کہ اس قسم کا اقدام کیا جائے کہ واٹر سپلائی کی لائنیں underground ڈالنے کی بجائے باہر ڈالی جائیں کیونکہ ہمارا جو دیرینہ مسئلہ ہے وہ کبھی بھی اس طرح سے حل نہیں ہوگا کیونکہ دونوں لائنیں قریب ہوتی ہیں اور leakage کی وجہ سے پانی mix ہو جاتا ہے اس لئے اس قسم کی پلاننگ کی جائے اور ماہرین کی رائے شامل کی جائے تاکہ ہمارا یہ مسئلہ حل ہو اور لوگ گیسٹرو جیسے مسائل اور دوسرے بے شمار مسائل جن سے پیٹ کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں ان سے لوگوں کو نجات حاصل ہو۔

جناب چیئرمین! اس کے علاوہ میں ایک اور بھی تجویز دینا چاہوں گی کہ ایجوکیشن سیکٹر میں بے شمار پیسا حکومت پنجاب خرچ کر رہی ہے۔ کوئی شک نہیں کہ ہماری اچھی پالیسیوں کی وجہ سے سکولوں میں انرولمنٹ میں اضافہ ہوا ہے، فیسیں نہیں لی جا رہیں، کتابیں مفت دی جا رہی ہیں اور missing facilities کا بھی فائدہ ہوا ہے لیکن اس میں سب سے بڑا جو مسئلہ ہے وہ یہ ہے کہ سکولوں میں ٹیچرز کا اضافہ نہیں کیا گیا۔ جس طرح سے ڈیڑھ سو بچے کو ایک استاد پڑھا رہا ہے تو جو ہم ایجوکیشن میں سہولتیں دے رہے ہیں لیکن ٹیچر کے نہ ہونے کی وجہ سے اتنا benefit نہیں جائے گا تو میں یہ گزارش کرنا چاہوں گی کہ جہاں پر ٹیچرز کی کمی ہے وہاں ٹیچرز کی اتنی تعداد ہونی چاہئے کہ 50 یا 80 بچے ایک ٹیچر کے پاس ہوں تو دوسرا سیکشن بن جانا چاہئے۔ ہم نے انرولمنٹ میں تو اضافہ کر دیا لیکن ہم اپنے معیار کو بہتر نہیں کر سکے۔ اگر ہم ٹیچرز بھرتی کر دیں گے تو اس سے ہمارا

معیار بہتر ہو جائے گا۔ میں وزیر اعلیٰ پنجاب کی اس لئے بھی مشکور ہوں کہ انہوں نے خصوصی شفقت فرماتے ہوئے میرے حلقے کے لئے گورنمنٹ گرلز ڈگری کالج سیف آباد دیا ہے۔ میں آخر میں یہی کہنا چاہوں گی کہ ہم نے جو بھی مختلف ڈیپارٹمنٹس کے لئے اے ڈی پی میں پیسا رکھا ہے تو اس میں وزیر اعلیٰ کوئی ایسا cell بنادیں کہ چیک اینڈ بیلنس رکھا جائے اور جو منصوبہ جات شروع ہوں توان پر سختی سے عملدرآمد کرایا جائے تاکہ عوام کو اس کا زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل ہو سکے۔ میں آخر میں پھر اپنے وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی، وزیر خزانہ حسنین دریشک اور ان کی کابینہ کو مبارکباد پیش کرتی ہوں جنہوں نے بہت اچھا عوام دوست، کسان دوست، الیکشن دوست اور ٹیکس فری بجٹ پیش کیا۔ شکریہ

ملک اصغر علی قیصر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئر مین: جی، قیصر صاحب!

ملک اصغر علی قیصر: جناب چیئر مین! محترمہ نے ابھی اپنی تقریر میں کہا ہے کہ پہلے سے رائج شدہ ٹیکسوں کو کم کر دیا گیا ہے۔ ذرا یہ وضاحت کر دیں گی کہ کون سے ٹیکس وزیر اعلیٰ نے یا وزیر خزانہ نے بجٹ میں کم کئے ہیں۔

جناب چیئر مین: یہ ان کا خیال ہے۔ انہوں نے تقریر کر دی ہے۔ اب آپ اپنی بحث میں اس کا خود ذکر کر لیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئر مین: جی۔ ملک محمد احمد خان صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور: جناب چیئر مین! ہاؤس میں غلط بیانی نہیں کرنی چاہئے۔ انہیں کہیں کہ یہ اپنی تقریر میں جو کہنا چاہیں کہہ سکتے ہیں اس کا جواب وزیر خزانہ دیں گے۔ جو ٹیکس کم کئے ہیں یہ ثابت کریں گے۔

جناب چیئر مین: میں نے یہی کہا ہے کہ یہ بجٹ پر بحث ہے اس میں مقرر جو بھی کہنا چاہے وہ کہہ سکتا ہے۔ اس کا rebuttal اگر کوئی دینا چاہے تو اپنی تقریر میں کر لے۔ اب میرے خیال میں اراکین کی جو فہرست تھی جو بجٹ پر بحث کرنا چاہتے تھے وہ ختم ہو چکی ہے اس لئے اب اجلاس کل بروز منگل مورخہ 19۔جون 2007 صبح دس بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔ کل بھی سالانہ بجٹ

پر عام بحث جاری رہے گی۔ عام بحث کے لئے20۔جون2007 تک دن مختص کئے گئے ہیں۔اب اجلاس کی کارروائی کل مورخہ 19۔جون2007 صبح دس بجے تک کے لئے ملتوی کی جاتی ہے۔

515

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،19۔جون2007

تلاوت قرآن پاک وترجمہ

سرکاری کارروائی

سالانہ بجٹ برائے سال 08-2007 پر عام بحث جاری رہے گی

517

صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھویں اسمبلی کا تیسواں اجلاس

منگل، 19۔جون 2007

(یوم الثلاثۃ 3۔جمادی الثانی 1428ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10 بج کر 28 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر چودھری محمد افضل ساہی منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری عبدالماجد نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم o

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم o

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ
إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ
وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٢٤﴾ وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ
الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ
الْعِقَابِ ﴿٢٥﴾

سُوْرَۃُ الأنفَال آیات 24 تا 25

مومنو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم قبول کرو جب کہ رسول اللہ تمہیں ایسے کام کے لئے بلاتے ہیں جو تم کو زندگی (جاوداں) بخشتا ہے۔ اور جان رکھو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حامل ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہ تم سب اس کے روبرو جمع کئے جاؤ گے (24) اور اس فتنے سے ڈرو جو خصوصیت کے ساتھ انہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں گنہگار ہیں۔ اور جان رکھو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے (25)

وما علینا الا البلاغ o

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اب ہم تحاریک استحقاق کو لیتے ہیں۔

شیخ اعجاز احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

تعزیت

معزز رکن اسمبلی جناب ریاض شاہد کے بھائی کی وفات پر دعائے مغفرت

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! شکریہ۔ ہماری صوبائی اسمبلی کے ممبر ریاض شاہد کے بھائی فریاد صاحب وفات پا گئے ہیں ان کے لئے مغفرت کی دعا کی جائے۔

جناب سپیکر: جی، دعا کی جائے۔

(اس مرحلہ پر دعائے مغفرت کی گئی)

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ سیالکوٹ سے میرا تعلق ہے اور میرے حلقے میں کینٹ کا ایریا بھی آتا ہے، پچھلے تین چار مہینوں سے وہاں پر بڑی عجیب صورتحال ہے وہاں پر پاک فوج نے اپنے باوردی جوانوں کو رکشے لے کر دے دیئے ہیں اور وہ اللہ کے فضل سے وہاں پر رکشے چلا رہے ہیں۔ ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں ہے کہ وہ رکشے چلاتے ہیں یا کچھ اور چلاتے ہیں لیکن تعجب اور فکر کی بات یہ ہے کہ پرائیویٹ رکشے چلانے والے جب کوئی سواری شہر سے کینٹ میں داخل ہوتے ہیں تو وہ ان کے رکشوں کو باقاعدہ روک کر سوئے مار کر ان کے ٹائر پنکچر کرتے ہیں اور ان کو پکڑ لیتے ہیں۔

جناب سپیکر! دوسرا اس ملک میں جب تک رول آف لاء نہیں ہو گا تب تک کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ ایم پی وہاں پر یہ کر رہی ہے کہ جو پرائیویٹ لوگ پکڑے جاتے ہیں اور جن کا چالان کرتے ہیں وہ خود چالان کی چٹ دیتی ہے اور کہتی ہے کہ ایم پی ہیڈکوارٹر میں آ کر پیسے جمع کروائیں اور دو دو، تین تین ہزار روپیہ وہ جمع کرواتے ہیں جبکہ قانون یہ ہے کہ آرمی independently کسی کو پکڑ نہیں سکتی۔ اگر انہوں نے چالان کرنے ہوتے ہیں تو وہ officially ٹریفک پولیس ان کے ساتھ کھڑی ہوتی ہے جو یہ ساری کارروائی کرتی ہے۔ میں آپ کی وساطت سے راجہ صاحب سے یہ

کہوں گا کہ میں اپنے لیول پر تو کوشش کر چکا ہوں لیکن میری کوئی آواز وہاں پر سنی نہیں گئی۔ حکومت اگر اپنے لیول پر صرف یہ کر دے کہ قانون جو کہتا ہے اس کے مطابق اس کو کیا جائے۔

تحاریک استحقاق

جناب سپیکر: بگو صاحب! یہ پوائنٹ آف آرڈر valid نہیں ہے لیکن میں لاء منسٹر سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ اس معاملہ کو دیکھ لیں۔ یہ تحریک استحقاق محترمہ نورالنساء ملک صاحبہ کی طرف سے ہے۔ یہ move ہو چکی ہے اور آج تک کے لئے pending تھی۔ جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! بات ہو گئی تھی اور انہوں نے فرمایا تھا کہ اس کو 22 تاریخ تک pending فرما لیا جائے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک 22۔ تاریخ تک pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک میاں افتخار حسین چھچھر صاحب کی ہے۔ جی، میاں صاحب! اپنی تحریک پڑھیں۔

ایس ایچ او تھانہ حجرہ شاہ مقیم (اوکاڑہ) کا معزز رکن اسمبلی کے ساتھ ہتک آمیز رویہ

میاں افتخار حسین چھچھر: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے معاملہ یہ ہے کہ مورخہ 14۔ جون 2007 کو اجلاس کے بعد میرے حلقہ کے کافی لوگوں کا مجھے فون آیا ہے کہ SHO حجرہ شاہ مقیم سردار جمیل، موضع کھرل کلاں کے دوستوں پر جھوٹا مقدمہ درج کرنا چاہتا ہے اور FIRE/ARM انجری کا میڈیکل موجود ہے لیکن پرچہ نہیں دیا جا رہا۔ واقعہ کے باوجود ملزمان سرعام پھر رہے ہیں اور مزید دھمکیاں دے رہے ہیں۔ مقدمہ نمبر 43/07 اور مقدمہ نمبر 201/07 تھانہ حجرہ شاہ مقیم کے ملزمان گرفتار نہیں کئے جا رہے۔ حالانکہ عدالت سے ان کی ضمانت قبل از گرفتاری دو مرتبہ خارج ہو چکی ہے۔ میں نے کم از کم 15 مرتبہ SHO صاحب تھانہ حجرہ شاہ مقیم کو فون کیا لیکن سردار جمیل SHO نے بات کرنا پسند نہ کی۔ بلکہ یہ پیغام دیا کہ وہ بات نہیں کرنا چاہتا۔ مورخہ 15۔ جون 2007 کو جب صبح دوبارہ پھر رابطہ کی کوشش کی تو آخر کار 20/25 مرتبہ فون ملانے کے بعد سردار جمیل، ایس ایچ او تھانہ حجرہ شاہ

مقیم سے رابطہ ہوا۔ فون ملتے ہی اس نے مجھ سے کہا کہ آپ مجھے فون کریں اور نہ ہی میں آپ کا فون سننا چاہتا ہوں۔ میں نے آپ کے دوستوں پر مقدمہ نمبر 481/07 درج کر دیا ہے۔ لہذا آپ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ۔ میری اوپر تک پہنچ ہے اس کے بعد اس نے فون بند کر دیا۔ میں اپنے طور پر افسران بالا سے اس رویہ کے سلسلے میں رابطہ کی کوشش کرتا رہا لیکن افسران نے کوئی نوٹس نہ لیا۔ ایس ایچ او سردار جمیل کے اس رویہ کی وجہ سے میرا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہذا میری اس تحریک کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! یہ مجھے ابھی ملی ہے اس کا جواب موصول نہیں ہوا ہے لہذا اس کو 22۔تاریخ تک pending کر دیں۔

جناب سپیکر: چونکہ اس کا جواب موصول نہیں ہوا لہذا اس کو 22۔تاریخ تک pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک جناب اعجاز احمد سیہول پارلیمانی سیکرٹری برائے ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن ان کی طرف سے بھی درخواست آئی ہے کہ اس کو 20۔ تاریخ تک pending کر لیں۔ لہذا یہ تحریک بھی 20۔تاریخ تک pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک میاں خالد محمود صاحب کی ہے ان کی طرف سے بھی درخواست آئی ہے کہ یہ بھی 20 تاریخ تک pending کر لیں لہذا یہ تحریک بھی 20۔تاریخ تک pending کی جاتی ہے۔

سرکاری کارروائی

بحث

سالانہ بجٹ برائے سال 08-2007 پر بحث

(---جاری)

جناب سپیکر: اب ہم سالانہ بجٹ بابت سال 08-2007 پر بحث کا آغاز جو 17۔جون 2007 کو ہوا تھا اس پر مزید بحث شروع کرتے ہیں اور میں تمام اراکین سے گزارش کرتا ہوں کہ جو معزز اراکین بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں وہ اپنے نام کی چٹیں مجھے بھجوا دیں۔ ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب!--- وہ تشریف نہیں رکھتے، چودھری تسنیم ناصر صاحب!--- تشریف فرما نہیں ہیں، محترمہ شمیم اختر صاحبہ!--- تشریف نہیں رکھتیں، چودھری الطاف حسین صاحب!

چودھری الطاف حسین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! آپ نے مجھے بجٹ پر بحث کرنے کا موقع فراہم کیا۔ سب سے پہلے تو میں اس معزز ایوان میں 356۔ارب روپے کا ٹیکس فری، عوام دوست بجٹ برائے سال 08-2007 پیش کرنے پر اپنے محبوب قائد وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب اور وزیر خزانہ سردار حسنین بہادر دریشک صاحب کو مبارکباد اور خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر! صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف صاحب کو بھی خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ جن کی مدبرانہ قیادت، جمہوری روایات، فہم و فراست اور نڈر لیڈر شپ نے ملک کو دلدل سے نکال کر ایک ترقی کے راستے پر لا کھڑا کیا ہے اور وہ راستہ دکھایا کہ جس پر آگے چل کر انشاء اللہ یہ ملک ہر میدان میں ترقی کرے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے جمہوری ادارے بھی انشاء اللہ مضبوط ہوں گے۔ یہ اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ آج ہماری حکومت تسلسل کے ساتھ پانچواں بجٹ پیش کر رہی ہے۔ میں وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب کو بھی خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ جن کی فہم و فراست، عوام دوست پالیسیوں کی وجہ سے پنجاب ہر میدان میں آگے بڑھا ہے اور ترقی کی راہ پر گامزن ہوا ہے اور یہ بجٹ وزیر اعلیٰ صاحب کے وژن 2020 کی عکاسی بھی کرتا ہے۔

جناب سپیکر! ہمیں فخر ہے کہ ترقی کی راہ پر جو انقلابی اقدامات ہوئے ہیں یہ ہماری مسلم لیگ کی حکومت نے کئے ہیں اور اس کا کریڈٹ بھی پاکستان مسلم لیگ کو جاتا ہے۔ یہ بھی کریڈٹ ہماری حکومت کو جاتا ہے کہ خود انحصاری کا وہ خواب جو عوام کو دکھایا جاتا تھا لیکن بد قسمتی سے کبھی پورا نہ ہو سکا تھا لیکن آج اللہ کی مہربانی سے وہ خواب بھی ایک حقیقت بن کر سامنے آیا ہے۔

جناب سپیکر! پنجاب کی تعمیر و ترقی کے لئے حکومت پنجاب کا ترقیاتی بجٹ برائے سال 08-2007 کے لئے 150۔ارب روپے رکھا گیا ہے جو میں سمجھتا ہوں کہ اتنی خطیر رقم سے پنجاب کے ہر شعبہ میں انشاء اللہ ترقی آئے گی جو کہ پچھلے مالی سال کی نسبت کافی زیادہ ہے۔ اس بجٹ میں تعلیم کے لئے 72 فیصد اضافہ ہوا ہے تو اسی طرح صحت کے شعبہ میں بھی 51 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ فراہمی آب و نکاس میں بھی 25 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ تعلیم میں سکول ایجوکیشن کے لئے 8۔ارب 488 ملین روپے رکھے گئے ہیں اسی طرح ہائر ایجوکیشن کے لئے 9۔ارب 936 ملین روپے رکھے گئے ہیں۔ سپیشل ایجوکیشن کے لئے پچھلے سال 600 ملین روپے تھے جنہیں بڑھا کر 954 ملین روپے کر دیا گیا ہے۔ لٹریسی کے لئے 1.2۔ارب روپے اور سپورٹس کے لئے

902 ملین روپے رکھے گئے ہیں۔اسی طرح روڈ سیکٹر کے لئے 14۔ارب روپے، نہری نظام کی بہتری کے لئے 11۔ارب روپے، زراعت کی ترقی کے لئے 2.8۔ارب روپے جو کہ 154 فیصد اضافہ ہے۔اسی طرح لائیو سٹاک کے لئے 1.2۔ارب روپے جس میں 100 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ صنعت و فنی تعلیم کے لئے 2.2۔ارب روپے جو کہ 113 فیصد اضافہ کیا ہے۔ اسی طرح باقی شعبہ جات کے لئے بھی پچھلے سال کی نسبت اضافہ کے ساتھ رقوم رکھی گئی ہیں۔

جناب سپیکر! میں جنوبی پنجاب کے ایک پسماندہ ترین ضلع لیہ سے تعلق رکھتا ہوں جہاں پر زندگی کی سہولیات نہ ہونے کے برابر تھیں۔ میں اپنے قائد وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ جن کی فہم و فراست اور لیڈر شپ نے علاقائی تفریق کو ختم کیا اور اس احساس کو بھی ختم کر دیا جو جنوبی پنجاب کے عوام علیحدہ صوبہ یعنی سرائیکی صوبہ کے متعلق سوچا کرتے تھے۔ سابق حکومت میں جنوبی پنجاب سے صدر بھی بنے، گورنر بھی بنتے رہے اور اعلیٰ عہدوں پر بھی لوگ آتے رہے لیکن بد قسمتی سے انہوں نے کبھی بھی جنوبی پنجاب کی ترقی کے متعلق نہیں سوچا اور یہ بھی کریڈٹ ہماری حکومت اور وزیر اعلیٰ پنجاب کو جاتا ہے کہ انہوں نے جنوبی پنجاب کی ترقی کے لئے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ جنوبی پنجاب میں اتنے میگا پراجیکٹ دیئے گئے کہ جنوبی پنجاب اور اپر پنجاب میں ترقی کے میدان میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا اور ہم سمجھتے ہیں کہ جنوبی پنجاب کو زیادہ حصہ دیا گیا۔اسی طرح جنوبی پنجاب کے میگا پراجیکٹس میں سے تھل کینال کی ری ماڈلنگ ہوئی ہے جو کہ پورے تھل کو سیراب کر رہی ہے تو یہ ایک احسن قدم ہے جس کا سہرا ہماری حکومت کو جاتا ہے۔

جناب سپیکر! تونسہ بیراج کی ری ماڈلنگ کے لئے اربوں روپے کا بجٹ لگایا گیا ہے جو کہ جنوبی پنجاب کی ترقی کا اہم جزو ہے۔لاہور میں کارڈیالوجی سنٹر کا قیام تھا جو کہ پورے پنجاب کے کسی اور ضلع میں نہیں تھا تو اس طرح ملتان میں بھی کارڈیالوجی یونٹ اور ہسپتال قائم کیا گیا جس سے جنوبی پنجاب میں صحت کے میدان میں لوگوں کو بڑی سہولیات میسر ہوئیں۔ ہمارے حلقوں میں ریکارڈ ترقیاتی کام ہوئے ہیں جو کہ سابق 25 سالہ دور کی نسبت ہم سمجھتے ہیں کہ ہماری پانچ سالہ حکومت نے الحمد للہ زیادہ کام کئے ہیں تو یہ ترقیاتی کام اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہماری حکومت کو اس بات کا کریڈٹ جاتا ہے کہ ترقیاتی کام کثیر تعداد میں ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر! اس بجٹ میں عوام کے ریلیف کے لئے قابل ذکر بجٹ رکھا گیا ہے اور قابل

ذکر اقدامات کئے گئے ہیں جس میں ایک تو سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں 15 فیصد اضافہ کیا گیا ہے اور ریٹائرڈ سرکاری ملازمین کی پنشن میں 15 سے 20 فیصد تک اضافہ کیا گیا ہے۔ بجلی کے زرعی ٹیوب ویل کے بلوں میں رعایت دی گئی ہے اسی طرح 6 لاکھ 46 ہزار غریب خاندانوں کو -/500 روپے ماہانہ امداد ایک احسن قدم ہے۔ کچی آبادیوں۔۔۔

محترمہ پروین مسعود بھٹی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ پروین مسعود بھٹی: جناب سپیکر! میرے فاضل ممبر بہت زیادہ قصیدے اپنی حکومت کے گا رہے ہیں اور ابھی جنوبی پنجاب سے متعلق کہہ رہے ہیں تو میں یہی سمجھتی تھی کہ جنوبی پنجاب میں ہمارا ضلع بہاولپور بھی پسماندہ ہے تو جب وہاں پر بارش ہوتی ہے تو سڑکوں پر پانی کھڑا ہو جاتا ہے کیونکہ وہ ایک پسماندہ علاقہ ہے لیکن میں نے لاہور شہر کی سڑکیں دیکھی ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: یہ پوائنٹ آف آرڈر valid نہیں ہے، آپ تشریف رکھیں۔ جی، چودھری الطاف حسین!

چودھری الطاف حسین: جناب سپیکر! جنوبی پنجاب کی ترقی میں میں اور تو کوئی مثال نہیں دیتا میں اپنے ضلع کی ایک مثال دیتا ہوں کہ صحت کے میدان میں جس طرح تین کارڈیالوجی ہسپتال قائم کئے گئے جس میں لاہور کے بعد ملتان، وزیرآباد اور اسی طرح فیصل آباد میں بھی قائم کئے گئے۔ میں اس بات کا یہ ثبوت دیتا ہوں کہ میرا ضلع جو کہ جنوبی پنجاب کا پسماندہ ترین ضلع ہے اس میں بھی ایک کارڈیالوجی یونٹ وزیراعلیٰ پنجاب نے بنایا جو اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ جنوبی پنجاب کی ترقی میں کس طرح اقدامات ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر! کچی آبادیوں کے لئے لوگوں کو مالکانہ حقوق دینے کے لئے رجسٹریشن کی حتمی تاریخ 1985 سے بڑھا کر 31۔دسمبر 2006 کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے اور ان کی بنیادی سہولیات زندگی کے لئے خطیر رقم رکھی گئی ہے جس سے پنجاب کے 370,000 افراد کو انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔ دیہات میں غریبوں کے لئے دو کنال اراضی اور چھوٹے قرضوں کی فراہمی سے انشاء اللہ خود روزگار کے مواقع ملیں گے۔

جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے محترم وزیر خزانہ اور وزیراعلیٰ پنجاب کو یہ تجاویز

دینا چاہوں گا کہ اس بجٹ میں تعلیم کے لئے 21۔ارب 840 ملین روپے رکھے گئے ہیں اس سے اساتذہ کی بھرتی زیادہ سے زیادہ کی جائے اور اس کے لئے خطیر رقم رکھی جائے۔اگر ہم سکول بنادیں گے، کالج بنادیں گے لیکن جب اس میں پڑھانے والے ہی نہیں ہوں گے تو پھر یہ کام کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اس لئے اساتذہ کی بھرتی کے لئے خطیر رقم رکھی جائے۔

جناب والا! میری دوسری تجویز یہ ہوگی کہ فنی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ دی جائے۔ملک اور پنجاب میں ٹیکنیکل ادارے قائم کئے جائیں جہاں بچوں کو ہنر کی تعلیم دی جائے تاکہ یہ بچے ہنر مند ہونے کے بعد ملک پر بوجھ نہ بنیں بلکہ اپنے لئے اور اپنی قوم کے لئے کچھ کر سکیں۔ اسی طرح ضلع لیہ جوکہ میرا ضلع ہے میں گزارش کروں گا کہ اس میں ایک زرعی کالج کا قیام کیا جائے کیونکہ ہمارا علاقہ زیادہ تر زراعت پر انحصار کرتا ہے وہ زرعی علاقہ ہے اس لئے میں چاہوں گا کہ وہاں ایک زرعی کالج کا قیام عمل میں لایا جائے۔

جناب والا! صحت کے لئے اس بجٹ میں 6۔ارب 500 ملین روپے رکھے گئے ہیں اس میں سابق سال کی نسبت 51 فیصد اضافہ ہوا ہے تو اس میں بھی میں یہ عرض کروں گا کہ جتنے بھی BHUs بنے ہوئے ہیں ان کو اپ گریڈ کرکے ان کو RHC کا درجہ دیا جائے اور ان میں RHC کی سہولیات فراہم کی جائیں کیونکہ ہمارے پنجاب میں 70 فیصد آبادی دیہات سے تعلق رکھتی ہے تو غریب لوگوں کے لئے سب سے بڑا مسئلہ ان کے لئے زندگی موت کا ہوتا ہے۔زچگی کے دوران ان کو پرابلم ہوتی ہیں اس دوران بہت سی اموات واقع ہو جاتی ہیں تو اس کے لئے میں کہوں گا کہ تمام RHC میں یہ سہولت ہو اور اس سہولت کو یقینی بنایا جائے۔صحت کے میدان میں کارڈیالوجی یونٹ جوکہ ملتان، وزیرآباد، فیصل آباد میں قائم ہوئے ہیں تو میں یہ گزارش کروں گا کہ لیہ کو جو یونٹ مہیا کیا گیا ہے اس میں تمام سہولیات فراہم کی جائیں اور اس کو بھی اپ گریڈ کیا جائے۔

جناب والا! سڑکوں کے لئے 14۔ارب روپے کی خطیر رقم رکھی گئی ہے تو میں روڈ سیکٹر میں بھی یہ گزارش کروں گا کہ اپر پنجاب کو جنوبی پنجاب سے ملانے کے لئے ضلع لیہ کی ایک سڑک جوکہ اٹھارہ ہزاری سے فتح پور ضلع لیہ کو ملاتی ہے تو اس کی بھی توسیع کی جائے۔میں آخر میں اپنے وزیر خزانہ حسنین بہادر دریشک، وزیراعلیٰ پنجاب چودھری پرویزالٰہی اور ان کی ٹیم کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے ٹیکس فری بجٹ پیش کیا۔

جناب سپیکر: شکریہ۔جی، محترمہ صغیرہ اسلام صاحبہ!

محترمہ صغیرہ اسلام: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! آج جس بجٹ پر آپ نے بحث کی اجازت دی ہے میں سب سے پہلے تو منسٹر صاحب سے یہ پوچھنا چاہوں گی کہ یہ بجٹ کی کاپی جو میرے ہاتھ میں ہے اس کو دیکھ کر یہ اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کہ یہ کس صوبے کا بجٹ ہے۔ اس بجٹ میں جو سنہرے حروف لکھے گئے ہیں مجھے دکھ اس بات پر ہے کہ منسٹر صاحب کو جس ڈھٹائی کے ساتھ یہ بات کہتے ہوئے ذرا بھی درد محسوس ہوا، انہیں تکلیف محسوس ہوئی اور نہ ہی انہیں شرمندگی محسوس ہوئی کہ اس ملک میں جو غربت ہے وہ صرف 21.1 فیصد تک رہ گئی ہے۔ مجھے دکھ اس بات پر ہے کہ جس ملک میں غربت کی شرح اس حد تک ہو جہاں پر غریب لوگ مہنگائی اور غربت کے ہاتھوں تنگ آ کر خودکشیاں کر رہے ہوں، جہاں لوگ مہنگائی اور غربت کے ہاتھوں تنگ آ کر اپنے جسم کے اعضاء گردے بیچ رہے ہوں، جہاں پر لوگ غربت کے ہاتھوں تنگ آ کر اپنا خون بیچ کر اپنے بچوں کے لئے روزی کا انتظام کریں، جہاں لوگ اپنے بچوں کو فروخت کرنے کے لئے اشتہار لگاتے ہیں۔ میرے بھائی نے کس غربت کی بات کی ہے۔ میرا خیال ہے کہ انہیں صرف یہ بتایا گیا ہے کہ یا پھر ان کے گھر کی غربت ختم ہو گئی ہو گی اس ملک سے غربت بالکل ختم نہیں ہوئی۔ مجھے دکھ ہے کہ آپ عوام کے نمائندے تھے آپ کو اس floor پر وہ بات کرنی چاہئے تھی جو سچی تھی اور حقیقت پر مبنی تھی۔ وزیر خزانہ نے اہل پنجاب کو جس بہار کی نوید سنائی ہے مجھے دکھ ہے اور میں کہتی ہوں کہ:

میں نے دیکھی ہیں ہر پھول کی آنکھیں پر نم
کون کہتا ہے کہ گلشن میں بہار آئی ہے

جناب سپیکر! آپ کو کس جگہ بہار کی نوید سنائی دی ہے آپ کس بہار کی نوید عوام کو سنانا چاہتے تھے۔ پاکستانی حکومت کے معاشی اعداد و شمار پر ورلڈ بنک نے اپنی تازہ رپورٹ میں پاکستانی حکومت کو انتباہ کیا ہے کہ اگر حکمرانوں نے اپنی عیاشیوں پر بے دریغ پیسا خرچ کرنا بند نہ کیا یا اس طرح ائر کنڈیشنڈ ٹینٹوں میں بیٹھ کر جلسے کرنے بند نہ کئے یا اس طرح اربوں روپے کے جہاز خریدنے بند نہ کئے یا اس طرح اربوں روپے کی بلٹ پروف گاڑیاں خریدنا بند نہ کیں تو وہ لوگ جو غربت کی خط لکیر سے تھوڑا سا نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں کروڑوں لوگ غربت کی خط لکیر سے بھی نیچے چلے جائیں گے جو ملک میں موجود ہیں اس لئے میں وزیر خزانہ سے یہ درخواست کروں گی کہ اپنے [******]

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب سپیکر: میں یہ الفاظ کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر! میں نے غلط بات نہیں کی۔ آپ چیئر کی کرسی پر ہیں آپ انصاف سے بات کریں کہ کیا یہ جو غریبوں کا پیسا عیاشیوں پر خرچ ہو رہا ہے کیا یہ غریبوں کی حالت بہتر کرنے پر خرچ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ آپ تو اس ہاؤس کی چیئر پر بیٹھے ہیں آپ کو عوام کی بات کرنی چاہئے آپ حکمرانوں کی بات نہ کریں۔ جب بھی کسی جگہ پر بات ہوتی ہے تو میں ہمیشہ یہ بات کہتی ہوں کہ ہمارے سپیکر بہت اچھے طریقے سے اس ہاؤس کو چلا رہے ہیں۔ میں اس بات پر آپ کو مبارکباد بھی دینا چاہتی ہوں کہ پانچ سالوں میں جس اچھے طریقے سے آپ نے اس ہاؤس کو چلایا ہے واقعی آپ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ ابھی میرے بھائی نے کھڑے ہو کر وزیر اعلیٰ سے لے کر پورے منسٹروں تک کی بہت تعریف کی کاش کہ وہ ایک لفظ اس عظیم لیڈر کے نام پر بھی کہہ دیتے جنہوں نے اس کرسی پر بیٹھ کر اس ہاؤس کو بہت خوش اسلوبی سے چلایا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! 15 فیصد تنخواہوں میں اضافہ کر کے یہاں پر میرے بھائی وزیر خزانہ جو بیٹھے ہوئے ہیں وہ اپنے آپ کو کھلا اور بڑا موٹا محسوس کر رہے ہیں کہ انہوں نے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ 15 فیصد تنخواہوں میں اضافہ ہوا اور 120 فیصد مہنگائی میں اضافہ ہوا۔ اس ملک کی بدقسمتی ہے کہ باہر کی حکومتوں میں ایک دفعہ بجٹ آتا ہے اور جو قیمتیں متعین کر دی جاتی ہیں اس کے بعد ایک پیسا قیمت نہیں بڑھتی۔ آج صبح کی اخبار میں گھی کے کنستر پر -/10 روپے فی کنستر قیمت بڑھائی گئی، دال چنا جو ہے اس کی قیمت بھی بڑھا دی گئی تو یہ بجٹ پیش کرنے کا فائدہ کیا ہے؟ ہر روز غریب عوام پر ایک نیا بجٹ لاگو کر دیا جاتا ہے۔ یہ اس حکومت کا کارنامہ ہے کہ جب یہ حکومت بنی تھی تو گوشت کی قیمت -/120 روپے کلو تھی، اب گوشت کی قیمت -/300 روپے کلو ہے۔ گھی -/55 روپے کلو تھا، آج اس کی قیمت -/100 روپے کلو ہے۔ دال ماش -/45 روپے کلو تھی، آج -/90 روپے کلو ہے۔ اسی طرح آٹے کا دس کلو کا تھیلا -/100 روپے کی بجائے -/160 روپے کلو تک پہنچ گیا ہے۔ میں وزیر خزانہ سے یہ عرض کروں گی کہ کم از کم وہ یہ دیکھیں کہ چیزوں کی قیمتیں جہاں آپ نے 15 فیصد تنخواہوں میں اضافہ کیا ہے، کیا یہ بہتر ہوتا کہ آپ غریبوں کے لئے بھی اسی طرح اضافہ کرتے جیسا کہ آپ نے منسٹروں کی تنخواہوں میں اضافہ کیا ہے۔ بڑے جو بیوروکریٹ ہیں، جو آپ کو یہ بجٹ لکھ کر دیتے ہیں وہ ائیر کنڈیشنڈ کمروں میں بیٹھتے ہیں، ان کے پاس میڈیکل کی سہولت موجود ہے، ان کو بل نہیں دینے پڑتے، انہیں کرائے نہیں دینے پڑتے۔ ایک

غریب آدمی جس کی تنخواہ میں آپ نے 15 فیصد اضافہ کیا ہے اس کو وہ تمام کچھ دینا پڑتا ہے اور اپنی جیب سے خرچ کرنا پڑتا ہے۔ آپ یہ -/500 روپے کا بجٹ بنا کر دیکھیں۔ آپ نے یہ جو -/600 روپے مزدور کی تنخواہ میں اضافہ کیا ہے، میں وزیر خزانہ سے یہ پوچھنا چاہوں گی کہ ان کے بچے اگر باہر نکلیں تو وہ ایک ہزار روپے کی آئس کریم کھا کر واپس آ جائیں اور غریب کے بچوں کے لئے ان کا دل اتنا چھوٹا ہے کہ غریب کے لئے انھوں نے صرف -/600 روپے بڑھایا ہے۔ مجھے اس بات پر بہت دکھ ہے۔ آپ کو چاہئے تھا کہ ان مزدوروں کی تنخواہوں کے لئے، غریبوں کی تنخواہوں کے لئے کم از کم آپ دس ہزار روپیہ مقرر کرتے تاکہ وہ بھی زندگی میں کوئی بہتر سانس لے سکتے اور آپ کو دعائیں دیتے۔ آپ بہت چھوٹے ہیں ابھی سے اتنی بد دعائیں نہ لیں کہ زندگی آپ کے لئے بہت مشکل ہو جائے۔

جناب سپیکر! آپ نے پھر ایک دفعہ یوٹیلٹی سٹوروں کا شوشہ چھوڑا ہے، پہلے بھی آپ نے یہی فرمایا تھا، کیا آپ نے ان یوٹیلٹی سٹوروں کو کبھی چیک کیا تھا یا کہ محکمے کے کسی آدمی نے جا کر ان یوٹیلٹی سٹوروں کو دیکھا تھا، ان کے اوپر غیر معیاری، کم وزن کی ناقص چیزیں ملتی تھیں اور ایک ایک سٹور جو تھا وہ ان روپوش علاقوں میں تھا جہاں تک پہنچنے کے لئے غریب عوام دس دس میل کا فاصلہ طے کر کے وہاں تک پہنچتے تھے اور گھنٹوں لائنوں میں لگنے کے بعد وہ پتھروں سے بھری ہوئی دالیں لے کر آتے تھے، ناقص چینی لے کر آتے تھے، یہ تو ان یوٹیلٹی سٹوروں کا حال تھا۔ اب آپ نے ایک ہزار یوٹیلٹی سٹور کھولنے کا وعدہ کیا ہے جبکہ آپ کی حکومت میں تو صرف چار ماہ باقی رہ گئے ہیں، آپ کن یوٹیلٹی سٹوروں کی بات کرتے ہیں، ایک سال آپ کے پاس کہاں ہے؟ یہ آپ عوام کو جھوٹ اور فریب جو دیتے ہیں، میں درخواست کروں گی کہ یہ جھوٹ نہ بولیں اور جو حقیقت ہے اس سے عوام کو آگاہ کیا جائے۔

جناب سپیکر! موجودہ حکومت نے امیر اور غریب کے درمیان فرق میں اس قدر اضافہ کر دیا ہے کہ غریب لوگ اب ایک ایسے بے رحم اور خونی انقلاب کے انتظار میں ہیں جو چہرے نہیں بلکہ نظام کو بدلنے کا سبب بن جائے۔ آج سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے استحصال کی وجہ سے صورتحال کچھ یوں ہے:

گھر گئی جھونپڑی میری عمارت کے سائے میں
کچھ لوگ میرے حصے کا سورج بھی کھا گئے

جناب سپیکر!اس وقت ایجوکیشن منسٹریہاں پر موجود نہیں ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے ان کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہوں گی کہ انھوں نے خواندگی کی شرح کے لئے جس طریقے سے یہ فرمایاہے کہ 47فیصد سے 62فیصد ہو گئی ہے، منسٹر صاحب نے اس میں ان سکولوں کا ذکر نہیں کیا جن کی چار دیواری نہیں ہے، بجلی نہیں ہے، پانی کی سہولتیں میسر نہیں ہیں اور جن میں بیٹھنے کے لئے فرنیچر موجود نہیں ہے۔ میں وزیر خزانہ سے یہ درخواست کروں گی کہ پچھلے سال بھی ہم نے ایجوکیشن منسٹر سے درخواست کی تھی کہ بچوں کو جب جون کے مہینے میں چھٹیاں ہوتی ہیں تواس وقت کتابیں دی جائیں تاکہ تین ماہ یہ بچے آوارہ سڑکوں پر مت پھریں لیکن چونکہ حکومت چاہتی ہے کہ غریبوں کے بچے کبھی آگے نہ بڑھ سکیں، یہ حکومت کی ایک پالیسی ہےاور یہ پالیسی کہاں سے آتی ہےامریکہ سے آتی ہے۔ پچھلے سال بھی ہم نے یہ بات کہی تھی اور اس سال بھی میں یہی بات دہراتی ہوں کہ کتابیں بچوں کو جون کے مہینے میں دی جائیں تاکہ تین ماہ بچے وہ کتابیں پڑھیں اور اپناوقت ضائع نہ کریں۔ پھر میں درخواست کروں گی کہ اساتذہ کی تنخواہوں میں اضافہ کیاجائے تاکہ وہ معاشی طور پر خوشحال ہو سکیں۔ ایک ایڈہاک کی بنیاد پر جو ٹیچر ہے اس کی تنخواہ -/4025روپے ماہانہ ہے جوکہ سراسر زیادتی ہے۔استاد ایک ایسا چراغ ہے جس سے ہزاروں چراغ جلتے ہیں۔

جناب سپیکر!میری ایک یہ بھی درخواست ہے کہ تمام ملک میں پرائمری تک ہر بچے کے لئے، ہر مرد اور عورت کے لئے تعلیم مفت ہونے کے ساتھ لازمی قرار دی جائے تاکہ ہو سکتاہے کہ انہی بچوں میں شعور آجائے اوران میں آگے بڑھنے کا حوصلہ پیدا ہو سکے۔یہاں بھی میں ایک بات کرتی چلوں کہ بیوروکریٹ کی پروموشن پانچ سال کے بعد ہو جاتی ہے لیکن اساتذہ جو اس ملک کے معماروں کو ان کے پاؤں پر کھڑا کرتے ہیں ان کی پروموشن بیس سالوں میں بھی نہیں ہوتی اور یہ انتہائی بدقسمتی ہے۔یہ پڑھےلکھے پنجاب کا حال ہے۔یہاں پر ماڈلنگ پر کروڑوں روپیہ خرچ کیاگیا ہے۔ مجھے دکھ اس بات پر ہے کہ بیس سالوں کے بعد بھی ان کی پروموشن نہیں ہوتی اور جب ان کی پروموشن نہیں ہوگی تو وہ سیٹیں خالی نہیں ہوں گی اور جو اتنی بڑی رقم ہے وہ یونہی پڑی رہتی ہے اور پھر خزانے میں جمع ہو جاتی ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ!دومنٹ میںwind upکریں۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر!پہلے آپ نےbellنہیں بجائی۔دیکھیں، میری بات سنیں، جب

وہ بول رہے تھے تو آپ نے bell نہیں بجائی اور ابھی بھی آپ bell نہیں بجائیں گے جب تک کہ میں اپنی بات پوری نہ کر لوں اور پھر بولنے والے بھی اتنے لوگ نہیں ہیں کہ جو آپ کو میرے سننے میں دقت ہو۔ میں منسٹر صاحب سے یہ کہوں گی کہ لاہور میں اسلامیہ کالج فار بوائز، سمن آباد کالج، اسلامیہ کالج کوپر روڈ، سول لائنز کالج۔ اسلامیہ کالج فار بوائز میں کلاسیں برآمدے میں ہوتی ہیں۔ دوسرے کالجوں میں بیٹھنے کا فرنیچر ہے، ان کے پاس پینے کا ٹھنڈا پانی ہے، لیبارٹریوں میں پریکٹیکل کا مناسب سامان ہے اور نہ ہی لائبریریوں میں جدید تعلیم کی کتابیں موجود ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں اساتذہ کے لئے سیٹیں خالی پڑی ہیں، میں حکومت سے درخواست کروں گی کہ ان تمام سیٹوں پر جہاں پر اساتذہ نہیں ہیں وہاں پر اساتذہ کی بھرتی کی جائے تاکہ لوگوں کو روزگار بھی مل سکے اور سکولوں کی حالت بھی بہتر ہو سکے۔

جناب سپیکر! یہاں پر بھیک مانگنے والے بچوں کے تحفظ کے لئے چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو کے قیام کا منسٹر صاحب نے فرمایا تھا تو میں ان سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا اس سے غریبوں کے بچوں نے بھیک مانگنا چھوڑ دی؟ میں یہ عرض کروں گی کہ آپ یہ بات کیوں نہیں سوچتے کہ وہ آخر کون سی وجہ ہے جس کی وجہ سے یہ غریب بچے بھیک مانگنے پر مجبور ہیں۔ یہ مہنگائی ہے، یہ بے روزگاری ہے یا یہ وہ مافیا ہے، میں آپ کی توجہ چاہوں گی کہ صبح کے ٹائم ایک پجارو گاڑی آتی ہے جس کے اندر یہ بچے بھرے ہوتے ہیں، مختلف سٹاپوں پر ان کو اتار دیا جاتا ہے اور شام کے وقت وہی گاڑی دوبارہ ان بچوں کو وہاں سے اٹھاتی ہے، وہ کون لوگ ہیں؟ یہ پتا کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے اور میں پورے وثوق کے ساتھ یہ بات کہہ رہی ہوں کہ جوان لڑکیاں جن کی عمر پندرہ یا سولہ سال کے قریب ہے، مزنگ کے ایک سٹاپ پر آپ چلے جائیں، بسوں پر جب یہ چڑھتی ہیں تو یقین کریں کہ شرم سے بندے کی آنکھیں جھک جاتی ہیں کہ یا اللہ یہ ملک ہے جہاں پر حکمران اپنی ذاتوں پر کروڑوں روپیہ خرچ کر رہے ہیں اور اس ملک کی پندرہ پندرہ سال کی جوان بچیاں ویگنوں اور بسوں میں ٹھوکریں کھاتی پھر رہی ہیں۔

جناب والا! لائیو سٹاک کی بات ہوئی۔ اس وقت گوشت کی پیداوار کے لحاظ سے دنیا میں پاکستان پانچویں نمبر پر ہے۔ مجھے دکھ ہے کہ ہمارے ملک کا صحت مند گوشت باہر کے ملکوں میں جاتا ہے جبکہ انڈیا سے غیر معیاری، جھٹکے والا گوشت پاکستان میں آتا ہے۔ میں حکومت اور آپ سے درخواست کروں گی کہ انڈیا سے اس طرح کا گندا گوشت نہ منگوایا جائے کیونکہ وہ ذبح کیا ہوا گوشت

نہیں ہوتا۔ ہم تو انڈیا سے آلو بھی منگواتے ہیں، ٹماٹر اور پیاز بھی منگواتے ہیں۔ جب وزیر زراعت لودھی صاحب سارا سال یونہی سوئے رہیں تو پھر ملک میں پیداوار کا یہی حال ہو گا۔ اب بھی وہ گھر میں سوئے ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر! صحت کے شعبے میں 6۔ارب 500 ملین روپے کا اضافہ کیا گیا ہے جو کہ ایک اچھا قدم ہے۔ میرے خیال میں اس وقت صحت کے وزیر بھی تشریف فرما نہیں ہیں۔ صحت کے حوالے سے جتنا پیسا بھی خرچ ہوا وہ صرف لاہور کے ہسپتالوں میں لگا ہے۔ جتنی ادویات دی گئیں وہ صرف امیروں کو دی گئی ہیں، بڑے بڑے عہدیداروں کو دی گئی ہیں۔ غریب آدمی کو ایک ڈسپرین کی گولی تک نہیں دی جاتی۔ لاہور سے باہر کے ہسپتالوں کو توجہ کی ضرورت ہے۔ میرے اپنے ضلع میں جو ڈسٹرکٹ ہسپتال ہے وہ بھوت بنگلے کا عکس پیش کرتا ہے۔ آپ کبھی اس کے سرجیکل، میڈیکل وارڈ میں جا کر دیکھیں، یقین کریں وہاں پر مچھروں کی بہتات ہے، گندگی کے ڈھیر ہیں۔ وہاں کے باتھ رومز میں پانی کی ٹوٹیاں تک نہیں لگی ہوئیں۔ ان ہسپتالوں کا یہ حال ہے جن پر آپ کروڑوں روپے خرچ کر رہے ہیں۔ صرف لاہور کے اوپر پوجا پاٹ مت پھیرا کریں، باقی اضلاع میں بھی جا کر دیکھا کریں، وہاں پر بھی غریب لوگ رہتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، بی بی! شکریہ۔ کافی بات ہو گئی ہے۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر! صرف دو منٹ۔ جناب والا! بھاشا ڈیم کے لئے رقم مختص کی گئی ہے حالانکہ ابھی تک اس کا ڈیزائن بھی تیار نہیں ہوا۔ ماہرین کے مطابق ڈیزائن کی تیاری میں مزید ایک سال لگے گا۔ جنرل مشرف قوم سے کالا باغ ڈیم تعمیر کرنے کے بلند بانگ دعوے کرتے رہے لیکن 2007 میں اس پر انھوں نے کچھ بھی نہیں کہا۔

جناب سپیکر! امریکہ پاکستان کی سرزمین کو امریکی زمین سمجھ کر استعمال کرتا رہا، فضائی اڈے، زمینی راستے سب کچھ امریکہ کے استعمال میں رہے۔ ہر اس شخص کو جسے ہم نے امریکہ کے لئے خطرناک سمجھا پکڑ کر امریکہ کے حوالے کر دیا اور امریکہ نے اس کا بھاری معاوضہ ادا کیا جو کہ ہمارے حکمرانوں کے غیر ملکی دوروں، ملک کے اندر سکیورٹی، جلسوں اور جلوسوں پر بے انتہا خرچ کرنے کے بعد بھی کچھ بچ گیا جس سے ہم نے اپنا خزانہ بھر لیا کیونکہ ہم نے کشکول توڑ دیا ہے۔

جناب سپیکر! جو ترقیاتی بجٹ منظور ہوا اس کے سلسلے میں یہ عرض کروں گی کہ ترقیاتی کاموں کی رفتار بہت سست رہی۔ اس کی وجہ بیوروکریسی کا ایسے عوامی فلاح کے پروگراموں کی راہ

میں رکاوٹ ڈالنا تھی اور دوسری رکاوٹ ڈالنے والے خود راجہ بشارت صاحب تھے۔ انھوں نے اپوزیشن کے ارکان کو فنڈز نہ دینا بہتر سمجھا، بے شک وہ فنڈز واپس چلے گئے لیکن انھوں نے اپوزیشن کو فنڈز نہ دیئے۔ ان کے لئے سارے ممبرز برابر تھے، کسی ممبر نے اپنا ذاتی گھر نہیں بنانا تھا۔ اگر یہ پیسے سب کو برابر دے دیئے جاتے تو یہ عوام کی فلاح کے کام آتے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ محترمہ! تشریف رکھیں۔ محمد عثمان عادل صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ ہمیں جو documents of budget دیئے گئے ہیں۔ اس میں یہ ایک Estimate of Charged Expenditure and Demands for Grants Current Expenditure. ہے۔ یہ تقریباً 243 ارب روپے کا ہے یعنی گورنمنٹ function کرنے کا خرچہ جسے اخراجات جاریہ کہا جاتا ہے۔ تو اس میں page-1913 تک اس کی تفصیلات ہیں لیکن یہ جو بک page-53 تک جاتی ہے۔ اب لازمی بات ہے کہ اس میں Vol-II ہونا چاہئے جس میں باقی تفصیل ہو۔ اس دن جو بیگ میں لے کر گیا تھا میں نے اس میں دیکھا تو اس میں Vol-II نہیں تھا۔ اب یہ بیگ میں نے یہاں سے منگوایا ہے اس میں بھی چیک کیا ہے لیکن اس میں بھی Vol-II غائب ہے، اس میں بھی نہیں ہے تو اس کے متعلق وزیر خزانہ صاحب وضاحت فرمادیں کہ آیا یہ miss ہو گیا ہے، یہ تفصیلات کہاں پر ہیں؟ ہم ان کو کہاں سے consult کریں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! شاید اس set میں نہ ہو otherwise اس کا Vol-II ہے۔ Estimates of Charged Expenditure and Demands for Grants کا Vol-II بھی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: آگے اس میں Demands for Grants کے نیچے کیا لکھا ہے؟

MINISTER FOR FINANCE: Estimate of Charged Expenditures and Demands for Grants Development.

رانا ثناء اللہ خان: یہ تو Development ہے جبکہ میں Current Expenditure کی بات کر رہا ہوں۔

وزیر خزانہ: یہ Current Expenditure کا Vol-II بھی موجود ہے۔ میں اسے آپ کی طرف بھجوا دیتا ہوں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبر کو متعلقہ Volume-II دیا گیا)

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں اسے دیکھ لیتا ہوں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے آپ دیکھ لیں۔ جناب عامر عثمان عادل صاحب!

جناب عامر عثمان عادل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! شکریہ

کبھی ہم لو چراغوں کی ہوا سے مانگ لیتے ہیں
کبھی لمحات جیون کے قضا سے مانگ لیتے ہیں
نہیں سجدے کئے ہم نے کبھی شاہوں کی چوکھٹ پر
ہمیں جتنی ضرورت ہو خدا سے مانگ لیتے ہیں

جناب سپیکر! آج کا یہ ایوان اور یہاں براجمان سارے اراکین چاہے ان کا تعلق اپوزیشن سے ہے یا ٹریژری بنچز سے اس بات پر خوش ہیں کہ ہمارے اس ایوان کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ایک ایسے ملک میں جہاں دستور یہ بن چکا ہو کہ جمہوریت کی بساط وقت سے پہلے لپیٹ دی جائے۔ اسمبلیوں پر شب خون مارا جائے وہاں بلاشبہ یہ کسی اعزاز سے کم نہیں کہ ہماری اس اسمبلی کو پانچواں بجٹ پیش کرنے کا اعزاز حاصل ہوا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! حسب روایت بجٹ پر اپوزیشن کے بھائیوں اور بہنوں نے اپنا حق اختیار استعمال کرتے ہوئے تنقید بھی کی ہے۔ کاش! وہ imported تعصب کی عینک اتار کر اس بجٹ کو دیکھتے۔ ہماری باتوں پر بھلے اعتبار نہ کرتے۔ آج کل ان کی ساری ہمدردیاں میڈیا کے ساتھ ہیں۔ وہ اور کچھ نہ کرتے حکومت پنجاب کے اس بجٹ کے بارے میں پاکستان کے سارے پرنٹ میڈیا کے اداریوں کو پڑھ لیتے اور ان اداریوں میں لکھی ہوئی یہ باتیں پڑھ لیتے کہ بلاشبہ حکومت پنجاب نے جو بجٹ پیش کیا ہے، حکومت پنجاب نے جو دیانت داری سے، صدق دل سے اس ملک میں زرعی شعبے میں، تعلیمی شعبے میں، صحت کے شعبے میں انقلاب برپا کرنے کی کاوشیں کی ہیں تو شاید انھیں اعتبار آ جاتا۔

جناب سپیکر! ہمارا بجٹ اور اس کی جو خوبی ان اداریوں میں بیان کی گئی ہے اس میں اس بات پر کھل کر خراج تحسین پیش کیا گیا ہے کہ تعلیم کے بجٹ کو آئیڈیل حد تک لے جایا گیا ہے اور

تاریخ میں پہلی بار غریبوں کو دو کنال اراضی مفت دینے کا اعلان کیا گیا ہے۔ ہمیشہ کی طرح پچھلے سال بھی ایسا ہی ہوا تھا کہ اپوزیشن کے ساتھیوں نے وزیر اعلیٰ پنجاب کی ذات پر تابڑ توڑ حملے کئے تھے اور اس برس بھی اس ایوان کے اندر وزیر اعلیٰ پنجاب کی ذات کے حوالے سے بڑے نازیبا الفاظ استعمال کئے گئے اور یہاں تک کہہ دیا گیا کہ "عذاب الٰہی" ہے۔ یہ کیسا عذاب ہے کہ جب وزیر اعلیٰ پنجاب ضلع کونسل کے ممبر کی حیثیت سے وزیر اعلیٰ پنجاب کے عہدے تک پہنچتے ہیں تو ان کو سارے مسائل کا ادراک ہوتا ہے جو کہ ایک عام آدمی کو پیش ہوتے ہیں تو جب ایک معمولی سی کال پر جاں بلب مریض کے لئے ریسکیو 1122 کی گاڑی اس کی دہلیز پر پہنچ جاتی ہے تو میرے بھائی اس کو عذاب الٰہی کا نام دیتے ہیں۔

جناب سپیکر! اگر پنجاب کا وہ بچہ جو صرف فیس ادا نہ کرنے کے باعث تعلیم حاصل کرنے سے محروم رہ جاتا تھا اگر آج وہ مفت تعلیم حاصل کرتا ہے تو میرے ساتھی اسے عذاب الٰہی کا نام دیتے ہیں۔ اگر کسی بے گھر، بے زمین غریب کو دو کنال اراضی مفت دینے کا اعلان کر دیا جاتا ہے تو وہ اسے عذاب الٰہی کا نام دیتے ہیں۔ اگر پہلی بار وزیر اعلیٰ پنجاب سارے اعداد و شمار اکٹھے کر کے تصدیق کر کے کہ کون مستحق ہے 6 لاکھ 82 ہزار خاندانوں کو کم از کم -/500 روپے فی مہینہ دینے کا اعلان کرتے ہیں تو اسے عذاب الٰہی کا نام دے دیا جاتا ہے لیکن ہمارے قائد چودھری پرویز الٰہی نے یہ فرق واضح کر دیا ہے کہ:

تذلیل کے حربوں سے رنجور نہیں ہوتا
تحسین کے جملوں سے مغرور نہیں ہوتا
جو بات کہی اس سے انکار نہیں ہوتا
خوف حراست سے مستور نہیں ہوتا

جناب والا! فرق ملاحظہ فرمائیے۔

حق بات بھی کہتا ہے پھر ظلم بھی سہتا ہے
اس ملک میں رہتا ہے مفرور نہیں ہوتا

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اپوزیشن نے اپنا حق استعمال کیا۔ انھوں نے اپنی ترکش میں چھپے زہر اور نفرت میں بجھے ہوئے سارے تیر استعمال کر لئے۔ انھوں نے سنگ باری بھی کر لی لیکن خاندانی

روایات کے امین اور وضع داری کے پاسدار وزیر اعلیٰ پنجاب نے ان کا جواب نہیں دیا بلکہ 2002 سے لے کر 2007 تک ان کے اٹھائے ہوئے سارے اقدامات آج زبان حال سے پکار کر میرے ساتھیوں کے برسائے ہوئے سارے پتھروں کا جواب اس طرح دیتے ہیں کہ:

میرے ہاتھ میں قلم ہے میرے ذہن میں اجالا
مجھے کیا دبا سکے گا کوئی ظلمتوں کا پالا
مجھے فکر امن عالم تمھیں اپنی ذات کا غم
میں طلوع ہو رہا ہوں تو غروب ہونے والا

جناب سپیکر! آج بجٹ پیش ہو چکا اس کے محاصل پر بھی بات ہو چکی۔ اس پر تنقید بھی ہو چکی۔ میں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس بجٹ کے اندر 15 فیصد تنخواہیں بڑھائی گئیں اور پنشنوں میں بھی اضافہ کیا گیا لیکن ایک ایسا طبقہ ہے جس کی بات کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ وہ اساتذہ ہیں جنھوں نے ہمیں انسان بنایا۔ زانو تلمیذ طے کرائے اور آج ہم ان کی بدولت ہی ان ایوانوں میں پہنچنے کے قابل ہوئے ہیں لیکن افسوس کی بات ہے کہ وہ اساتذہ آج اپنے مطالبات کے لئے سڑکوں پر آنے کے لئے مجبور ہیں۔ میں آپ کے توسط سے وزیر اعلیٰ پنجاب اور وزیر خزانہ سے استدعا کروں گا کہ ان اساتذہ کے تمام جائز مطالبات جلد از جلد پورے کئے جائیں۔ میں اس سے پہلے بھی ماضی میں گزارش کر چکا ہوں کہ اساتذہ کے لئے اساتذہ کالونیاں بنائی جائیں۔ اضلاع اور تحصیلوں کے اندر بے شمار بنجر اراضی پڑی ہے اس اراضی کو کام میں لا کر اساتذہ کے لئے رہائشیں بنائی جائیں تاکہ وہ معاشی بوجھ سے آزاد ہو کر آنے والی نسلوں کو زیور علم سے آراستہ کر سکیں۔

جناب سپیکر! آج میں اس ایوان کے اندر ایک اور بات بھی کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مدت ہوئی ہم پچاس ساٹھ برسوں سے عام آدمی کا ذکر سنتے چلے آئے ہیں۔ یہ وہی عام آدمی ہے جس کے ووٹوں سے ہم اعلیٰ ایوانوں تک پہنچتے ہیں۔ یہ وہی عام آدمی ہے جس کے گرد ہماری سیاست گھومتی ہے۔ ہم ایک ہی بات کی رٹ لگائے رکھتے ہیں کہ عام آدمی کے لئے کام کرتے ہیں۔ اگر آج ہم اپوزیشن والے اور حکومتی بنچوں والے بھی اپنے آپ کو ذرا سی دیر کے لئے اپنے ضمیر کے کٹہرے میں کھڑا کر کے، عوام کی عدالت میں کھڑا کر کے سوال کریں کہ کیا آج اس عام آدمی کے شب و روز میں کوئی تبدیلی آئی ہے؟ اگر ہم رائے عامہ کے دروازے پر دستک دیتے ہیں تو آواز کچھ یوں آتی ہے۔

سب وہی ہیں دریچے تو ہوا کیوں نہیں آتی
چپ کیوں ہے درختوں کی صدا کیوں نہیں آتی
گل کھلنے کا موسم ہے تو کیوں نہیں کھلتے
خاموش ہیں پیڑ صبا کیوں نہیں آتی
سنتے ہیں کہ منظر ہے بدلنے کو چمن کا
پھر اس کی گواہی کی ندا کیوں نہیں آتی
کیوں ایک سے لگتے ہیں یہاں سبھی موسم
خوشبو کسی موسم سے جدا کیوں نہیں آتی

جناب سپیکر! یہ عوام اس وقت کے منتظر ہے جب وہ وقت بدلے گا اور ان کے آنگنوں میں کرب کی پھیلی دھوپ چھاؤں میں ڈھل جائے گی۔ آج پاکستان کے اندر ایک معاشی فرق کیوں ہے؟ آج ایک امیر، امیر تر کیوں ہوتا چلا جا رہا ہے اور غریب غریب تر کیوں ہوتا چلا جا رہا ہے؟ غریب کے بچے نے تو کبھی کھیلنے کے لئے چاند مانگنے کی آرزو نہیں کی۔ اس غریب کو تو کھیلنے کے لئے مٹی کے کھلونے بھی میسر نہیں ہیں۔

جناب سپیکر! آج میرے پاکستان، میرے پنجاب کی کتنی بیٹیاں ہیں جن کے ہاتھوں پر شگنوں کی مہندی نہیں لگتی اور ان کے بالوں میں چاندی اتر آیا کرتی ہے۔ آج وہ کتنے غریب ہیں جن کے دلوں میں بے شمار آرزوئیں لبوں پر آنے سے پہلے ہی دم توڑ جایا کرتی ہیں؟ آج وہ کتنے غریب ہیں جو اپنے پیاروں کو، جو اپنے جگر گوشوں کو اپنے ہاتھوں میں مرتا ہوا دیکھتے ہیں؟ اپنے گردے بھی بیچ ڈالتے ہیں اپنے مکان بھی بیچ ڈالتے ہیں لیکن کچھ بن نہیں پڑتا۔ آج وقت اس بات کی ضرورت محسوس کرتا ہے کہ ہم اپنی سیاست جس میں عوام کا نام لیتے نہیں تھکتے اگر آج ہم نے ان ایوانوں میں بیٹھ کر اس عام آدمی کی زندگی کے شب و روز بدلنے کی کاوش نہ کی تو یقین جانئے آنے والا وقت ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گا چونکہ آج یہ اس اسمبلی کا آخری بجٹ ہے تو میں اس پورے ایوان سے بڑی دردمندی کے ساتھ ایک بات کہنا چاہوں گا کہ ہم نے ان پانچ برسوں سے اس ایوان کے اندر بہت ساری باتیں کیں۔ نظام کی خرابی کا رونا رویا۔ ہم نے پولیس اور بیوروکریسی کو بھی کوسا لیکن آج ہم ذرا سی دیر کے لئے اپنے آپ سے بھی یہ سوال کر لیں اور یہ سبز ہلالی پرچم، قائد کی یہ تصویر اور یہ مقدس ایوان ہم سے اس بات کا بھی سوال کرتا ہے کہ ہم دیانتداری کے ساتھ سوچیں کہ

ہمارے ہاتھ کس نے روکے ہیں؟ آج ہمارے پاس وقت بھی ہے ہم ایوانوں کے اندر بھی بیٹھے ہیں تو آج ہم ایسا عمل کیوں نہیں کرتے کہ ہر طالع آزما کے ہاتھ رک سکیں۔ ہم کوئی ایسا قانون کیوں نہیں پاس کر لیتے کہ آنے والے وقت میں کسی طالع آزما کو کسی ڈکٹیٹر کو جمہوریت پر شب خون مارنے کی ہمت نہ ہو۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! آج میں یہ بات بھی کہنا چاہوں گا کہ اگر ہم سب مل کر اس بات کا عزم کر لیں کہ چاہے وہ قرارداد کی صورت میں ہو، چاہے وہ کسی مسودہ قانون کی صورت میں ہو کہ آئندہ بھلے کوئی بھی حکومت ہو، کسی سیاسی چٹ پر کسی تھانے میں کوئی ایس ایچ او نہ لگے۔ جب ہم ایسا کر لیں گے تو یقین جانئے کہ کسی پولیس والے کو جرأت نہیں ہو گی کہ ہمارے حلقوں میں کسی عام آدمی کی تھانے میں تذلیل کرے۔ جب ہم یہاں اس بات کا عزم کر کے اٹھیں گے کہ ہماری چٹ پر کسی پٹواری کا تبادلہ نہ ہو تو یقین جانئے کہ پاکستان میں وہ دن بھی آ جائے گا کہ جہاں کسی پٹواری کو یہ جرأت نہ ہو گی کہ کسی غریب کو اس کی عمر بھر کی پونجی سے محروم کر دے۔

جناب سپیکر! جب ہم قرارداد کی صورت میں اس ایوان سے یہ مسودہ قانون منظور کر لیں گے کہ بھلے پاکستان یا پنجاب کے اندر کوئی بھی سیاسی حکومت آ جائے ہم اس روایت کو جنم دیں کہ جب نوکریاں دی جائیں تو اس کا معیار سیاسی وابستگی کو نہ بنایا جائے بلکہ اپنے نوجوانوں کو میرٹ پر نوکریاں دی جائیں پھر ہم یہ گلہ نہیں کر سکیں گے کہ بیوروکریسی کرپٹ ہے، بیوروکریسی ہمارے نظام کی راہ میں روڑے اٹکاتی ہے۔

جناب سپیکر! آج نظام حال ہم سے بھی اصلاح کا مطالبہ کرتا ہے۔ ہم لیڈر کہلاتے ہیں، قوم ہمیں سیاستدان کہتی ہے۔ قوم ہمیں اپنا رہنما مانتی ہے تو پھر آج کا ایوان ہم سے متقاضی ہے کہ ابھی تو ہمارے پاس وقت ہے۔ آؤ ہم ان ساری کہنہ روایات کو ترک کر دیں اور ایک روشن صبح کی طرف چلیں جہاں ہم آنے والی نسلوں کو ایک ایسا روشن پاکستان دے جائیں جہاں کہیں میرٹ کا خون نہ ہوتا ہو، جہاں کسی کے حق کو غصب نہ کیا جاتا ہو اور جہاں یہ روایت نہ ہو کہ ہر اچھے کام کو بھی تعصب کی عینک سے بُرا قرار دیا جاتا ہو۔

جناب سپیکر! میری دلی دعا ہے کہ وہ دن ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں کہ ہم اپنی آنے والی نسلوں کو ورثے میں اندھیرے نہ دیں بلکہ ہم ان کو اجالے دے جائیں۔ پیارے پاکستان میں وہ وقت بھی آ جائے جہاں ایک لہلاتا سر سبز و شاداب پنجاب ایک خوشحال پاکستان کی نوید بن جائے۔

آئیے سب مل کر دعا کریں کہ:

موج بڑھے یا آندھی آئے دیا جلائے رکھنا ہے
گھر کی خاطر سب دکھ جھیلے گھر تو آخر اپنا ہے

جناب سپیکر: شکریہ۔ سمیع اللہ خان صاحب!

پوائنٹ آف آرڈر

محترمہ صبا صادق: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، صبا صادق صاحبہ پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

برطانیہ کا شاتم رسول سلمان راشدی کو سر کا خطاب دینے پر امت مسلمہ کا احتجاج

محترمہ صبا صادق: جناب سپیکر! میں آپ کی اور آپ کے توسط سے ایوان کو توجہ دلانا چاہوں گی کہ کل ایوان میں جناب شاہ محمود قریشی صاحب کے بیان کے حوالے سے ایک بات ہوئی تھی جس میں انھوں نے کہا تھا کہ یہ برطانیہ کا اندرونی معاملہ ہے۔ اس پر اپوزیشن والوں نے ایوان میں یہ یقین دہانی کرائی تھی کہ اس بیان کی تردید آئے گی۔ میں ان سے پوچھتی ہوں کہ یہ پاکستان کا نام لیتے ہیں، یہ اسلام کا نام لیتے ہیں۔ کیا ہماری ذات اور ہماری سیاست کسی چیز سے بڑھ کر ہے؟ میں ان کے بیان کی سخت مذمت کرتی ہوں اور میں پنجاب کے عوام کی طرف سے بھی مذمت کرتی ہوں کہ ان کا کردار اور بیان دیکھیں۔ ان کے لیڈر کا بیان دیکھیں؟ جس ہستی کے لئے دو جہاں بنائے گئے ان کے خلاف گستاخی کرنے والے شاتم رسول کو جب سر کا خطاب دیا تو پاکستان کی حکومت نے پورا stand لے کر اس کی مذمت کی اور کہا کہ یہ برطانیہ کا اندرونی معاملہ نہیں ہے بلکہ یہ پوری امت مسلمہ کا معاملہ ہے اور پاکستان جو ہے اس حوالے سے پورا سٹینڈ لے گا اور ہم نے پورا سٹینڈ لیا۔ ان سے پوچھیں یہ نام لیتے ہیں پاکستان کا یہ نام لیتے ہیں اسلام کا کیا ان کی سیاست صرف اقتدار کی خاطر ہے۔ اگر ہمارے ملک میں اسلام رائج ہے تو ہماری جان بھی قربان ہے۔ اسلام اور سنت کے اوپر ہماری جان بھی قربان ہے۔ پورے ہاؤس کے توسط سے میں چاہوں گی کہ پیپلز پارٹی کے اراکین اس چیز کی وضاحت کریں کہ ان کے لیڈر نے اس قسم کا بیان دے کر پورے مسلمانوں کے دلوں کو ٹھیس پہنچائی

ہے اور اس چیز کا جواب انہیں یہاں پر دینا پڑے گا اور پورے پنجاب کی عوام کو ہی نہیں پورے پاکستان کی عوام ان کے اس بیان پر سراپا احتجاج ہیں۔

جناب سمیع اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ سمیع اللہ خان صاحب!

جناب سمیع اللہ خان: جناب والا! چونکہ پیپلز پارٹی پنجاب کے صدر شاہ محمود قریشی صاحب کے حوالے سے محترمہ نے بات کی ہے اور جو الفاظ استعمال کئے ہیں کہ ان کا "کردار" میں سمجھتا ہوں کہ جو بندہ بات کرتا ہے اس کو بات کرنے سے پہلے سوچ لینا چاہئے۔ وہ بڑی محترم خاتون ہیں بہن کا درجہ رکھتی ہیں ورنہ اس ہاؤس میں ان کا جو سفر ان بنچز سے وہاں تک کا ہے۔ اگر اس کردار کی کہانی میں بیان کروں تو میرا خیال ہے کہ میں خود۔۔۔(قطع کلامیاں)

اتنا کریں جتنا آپ خود برداشت کر سکیں اس لئے ان کے کردار پر تو میں بات نہیں کروں گا ہاں پاکستان پیپلز پارٹی۔۔۔

جناب سپیکر: جو point انہوں نے raise کیا ہے اس پر پلیز بات کریں۔

جناب سمیع اللہ خان: ہاں! اس پر ہی میں بات کر رہا ہوں۔ پاکستان پیپلز پارٹی نے۔۔۔

محترمہ صبا صادق: یہ دین کی بات ہے۔

جناب سمیع اللہ خان: میں نے آپ کی بات بڑے آرام سے سنی ہے۔ میں نے خاموشی سے آپ کی بات سنی ہے۔ پاکستان پیپلز پارٹی نے نہ صرف قومی اسمبلی میں بلکہ جس جس ہاؤس میں بھی اس issue کے حوالے سے بات ہو رہی ہے، قومی اسمبلی میں بھی پیپلز پارٹی مسلم لیگ (ن) پوری اپوزیشن اور حکومت کی طرف سے متفقہ قرارداد اس حوالے سے آئی ہے۔ کل میں نے اس ہاؤس میں کہا تھا پیپلز پارٹی کا بھی بطور مسلمان وہی مؤقف ہے اور ہم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ آج کی دنیا میں کسی شخص کو یہ حق قطعاً نہیں دیا جا سکتا۔ حضور اکرم ﷺ کی شخصیت سے عزیز کسی مسلمان کے لئے دنیا میں کوئی اور شخصیت نہیں ہو سکتی لیکن ہم تو یہاں یہ بھی کہتے ہیں کہ دیگر جو مذہبی اکابرین ہیں ان کے بارے میں بھی آج کی دنیا میں ہم کسی شخص کو یہ حق نہیں دے سکتے کہ کوئی ایسا جملہ کوئی ایسا لفظ لکھا جائے جس سے اس شخصیت کی توہین کا پہلو نکلتا ہو۔ اس حوالے سے ہم بالکل واضح طور پر حکومت برطانیہ اور خصوصی طور پر جنرل پرویز مشرف کے ذاتی دوست ٹونی بلیئر کی مذمت کرتے

ہیں کہ جس نے اس شاتم رسول کو "سر" کا خطاب دیا۔ اگر آپ پنجاب ہاؤس اور پنجاب اسمبلی کی بات کرتے ہیں تو یہ اعزاز اپوزیشن بنچوں کو حاصل ہے کہ ان بنچز سے قرار داد مذمت کے حوالے سے بات ہوئی اور یقینی طور پر اس issue پر حکومتی بنچوں کے جذبات بھی وہی ہیں اور شاہ محمود قریشی صاحب سے بھی میں نے کل بات کی تھی۔ میں نے ہاؤس میں ذاتی طور پر وضاحت کی تھی اور بتایا تھا کہ انہوں نے کہا ہے کہ میں نے کوئی ایسی سٹیٹمنٹ نہیں دی۔ بطور مسلمان، یقینی بات ہے کہ ہم سب مسلمان ہیں لیکن کچھ لوگوں کی نسبت اولیاء کرام سے ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میری تو نسبت ایسی ہے کہ میں اس طرح کے بیان کا سوچ بھی نہیں سکتا اور میں سمجھتا ہوں کہ ان کی اس سٹیٹمنٹ کے بعد ہاؤس میں بھی بڑی ذمہ داری سے سٹیٹمنٹ دی۔۔۔

جناب سپیکر: قریشی صاحب کی طرف سے اس کی تردید آ گئی ہے۔

جناب سمیع اللہ خان: تردید آ گئی ہے۔

معزز ممبران: نہیں آئی۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! میں اس سلسلے میں وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب والا! میری بات سنیں۔ دو طرح سے ہے ایک تردید تو وہ ہے جو ہاؤس میں بات ہوئی چونکہ قاسم ضیاء صاحب موجود نہیں تھے وہ ایک میٹنگ میں تھے۔ میری ڈیوٹی لگی اور انہوں نے مجھے فون کیا اور کہا کہ ہاؤس میں جا کر میری طرف سے تردید کر دیں۔

جناب سپیکر: وہ تو کل آپ نے یہاں سٹیٹمنٹ دے دی تھی۔ آپ ان سے کہیں کہ اخبارات میں تردید کر دیں۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! دیکھیں شاہ محمود قریشی صاحب اس ہاؤس کے ممبر نہیں ہیں اس ہاؤس میں مسئلہ آیا ہے وہ ہماری پارٹی سے متعلقہ ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ریس سے بھی زیادہ۔۔۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب والا! یہ naughty boy آ گئے ہیں۔

جناب سپیکر: سن لیں ان کی بات۔

جناب سمیع اللہ خان: ان سے کہیں کہ میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں اور میں وضاحت کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر: اس کے بعد چودھری صاحب! آپ کو موقع دوں گا۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب والا! بات یہ ہے کہ اس ہاؤس میں بات ہوئی اور مسئلہ چونکہ اس ہاؤس میں اٹھا ہے اور اخبارات سے زیادہ اہم یہ ہاؤس ہے۔ اس ہاؤس میں شاہ محمود صاحب آکر اپنی تردید نہیں دے سکتے وہ اپنی پارٹی۔۔۔

جناب سپیکر: ہاؤس میں تردید کی بات میں نہیں کر رہا۔ اخبارات میں تردید دے دیں۔ ہاؤس میں تو وہ آ ہی نہیں سکتے۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! اپنی پارٹی کی وساطت سے وہ تردید اس ہاؤس میں کر چکے ہیں۔ میں نے کل بھی تردید کی ہے اور آج بھی تردید کر رہا ہوں۔ میرے خیال میں یہی پارلیمانی روایات ہیں کہ کسی شخص کے بارے میں اگر کوئی نکتہ اعتراض ہو تو اس ہاؤس میں اس پارٹی کے جو نمائندے ہیں وہ اگر ان کی طرف سے تردید دیتے ہیں تو میرے خیال میں پارلیمانی روایات یہ ہیں کہ۔۔۔

جناب سپیکر: ہاؤس کی روایات کی حد تک تو بات ٹھیک ہے لیکن اگر وہ اخبارات میں تردید دے دیں تو اس میں کیا قباحت ہے؟

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! آپ کی جو یہ ہدایت ہے یہ چیئر کے حوالے سے ہے اور اس پر بھی انشاء اللہ تعالیٰ عمل ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: مہربانی۔ چودھری ظہیر الدین صاحب!

وزیر مواصلات و تعمیرات: شکریہ۔ جناب سپیکر!۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ایک بڑی واضح سی بات ہو گئی تھی۔ یہ بات کر رہے ہیں کہ وہ اس ہاؤس کے ممبر نہیں ہیں۔ بہت سے ایسے اشخاص جو ہمارے سیاسی ساتھی ہیں اور سیاسی اکابرین میں سے ہیں ان کی وضاحتیں یہ یہاں پر مانگتے رہے ہیں۔ آج انہوں نے ایک ملفوف سی بات کرنے کے لئے ہماری ایک محترمہ ممبر نے بات کی تو اور بات شروع کر کے ان کے کردار پر بات لے آئے۔ ایسی باتیں کر کے کون کہاں سے سفر کر کے گیا ان ہی کی طرف دیکھ لیجئے گا ان کا اپنا سفر کیسے شروع ہوا تھا لیکن یہ مسئلہ ایسا ہے کہ اس بارے میں جو ہمارے دوسرے اکابرین ہیں، مذہب کے اکابرین کے بارے میں انہوں نے بات کر دی ہے ان کے بارے میں بھی بات نہیں کی جانی چاہئے۔ ہم تو پورے یورپ کو مسلمان کرنے کے داعی

ہیں۔خاتم رسالت جن کے بارے میں ہمارا ایمان ہے کہ حضرت محمد ﷺ۔

محمد ﷺ کا جہاں پر عاشقا ہے
وہی ٹکڑا زمین کا آتما ہے

اس بارے میں آپ یہ کہہ رہے ہیں۔ہم مشکور ہیں ایم ایم اے کے ساتھی سید احسان اللہ وقاص صاحب کے کہ انہوں نے جب نشاندہی کی ہم اسی وقت ان کے ساتھ شامل ہوئے اور متفقہ قرارداد پیش ہوئی۔ہم نے یہ بھی کہا کہ قرارداد کے علاوہ ہماری آپ سے گزارش ہے کہ شوقیہ باہر رہنے والے لیڈران آپ کو یہاں پر جلوس نکالنے کے لئے کہتے ہیں ان سے کہیں کہ ایک چھوٹی سے "جلوسی" ناموس رسالت کے لئے وہاں پر بھی نکال لیں۔انہوں نے یہ بات کرنے کی بجائے اس کی تردید بھی نہیں کی۔انہوں نے بیان ہاؤس سے باہر دیا ہے اور اخبارات میں چھپا ہے۔اب وہ وہاں پر بیان دیں کہ میں نے غلطی کی اور یہ بات مانیں کہ میں نے غلطی کی۔یہ وہ قیادت ہے کہ جو کہتی کچھ اور ہے اور کرتی کچھ اور ہے۔وہ بیان انہوں نے یورپ کے لئے چھپوایا ہے، وہ بیان انہوں نے امریکیوں کے لئے چھپوایا ہے اور اب وہ اس بیان کی تردید نہیں کر رہے۔ایم ایم اے والوں پر چڑھائی کرتے ہیں جنہوں نے اپوزیشن کی لاج رکھی ہوئی ہے اور بڑھ چڑھ عوام کی کر بات کرتے ہیں۔ان کی جو بھی ساکھ بنتی ہے یہ ان لوگوں کی وجہ سے ہے۔جو ان کے لئے کام کرتے ہیں یہ ان کو بھی ملعون قرار دیتے ہیں۔ان کو چاہئے کہ خدا کے واسطے ناموس رسالت کی بات ہے اس پر تو کوئی تاویلیں پیش نہ کریں۔شرمسار ہوں اور قوم سے معافی مانگیں۔

جناب سپیکر: جناب ارشد محمود بگو!

چوہدری صبغت اللہ (ایڈووکیٹ): جناب والا! اپوزیشن کی اٹھان دیکھ کر میرا بھی بات کرنے کو دل کر رہا ہے۔

جناب سپیکر: ان کے بعد آپ کو موقع دیا جائے گا۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ چاہوں گا۔ایک تو ہمارے محترم بھائی چوہدری ظہیر الدین صاحب جو ہیں، میں نے پہلے بھی بڑے ادب سے ان کی خدمت میں عرض کی تھی کہ جہاں پر کوئی شر پھیلانے کی بات ہوتی ہے تو پھر ان کا جوش وجذبہ دیکھنے والا ہوتا ہے۔یہ پچھلے تین روز سے اپوزیشن میں پھوٹ ڈالنے کی بڑی کوشش کر رہے ہیں، کل وقاص صاحب

نے توجہ دلائی کہ شاہ محمود قریشی صاحب کی یہ سٹیٹمنٹ آئی ہے اور اس کے بعد ڈاکٹر جاوید صدیقی صاحب نے کہا کہ میں اس کی تردید لاؤں گا اور اگر میں تردید نہ لایا تو مستعفی ہو جاؤں گا۔ اسی اثناء میں سمیع اللہ خان صاحب یہاں پر تشریف لے آئے اور انہوں نے یہاں پر ہاؤس میں بتایا اور اس وقت میرے خیال میں صبا صادق صاحبہ بھی نہیں تھیں اور چودھری ظہیر الدین صاحب بھی چلے گئے تھے۔ انہوں نے یہاں ہاؤس میں کھڑے ہو کر کہا تھا کہ میری شاہ محمود قریشی صاحب سے بات ہوئی ہے اور انہوں نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ میں نے یہ سٹیٹمنٹ نہیں دی یعنی اس کی تردید کر دی۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ اپنی پارٹی کو اس ہاؤس میں representکرتے ہیں۔ اگر انہوں نے تردید کر دی ہے تو ان کی تردید کے حوالے سے تو کوئی بیان شائع نہیں ہوا۔ شاہ محمود قریشی صاحب نے تو کوئی سٹیٹمنٹ نہیں دی کہ میں نے کسی کو اختیار نہیں دیا کہ وہ میرے behalf پر تردید کریں۔ تردید کا مطلب ہے تردید ہو گئی۔ اپوزیشن کی طرف سے قومی اسمبلی میں اور سندھ اسمبلی میں جو قرار دادیں متفقہ طور پر آئی ہیں۔ وہاں پر پیپلز پارٹی، ساری اپوزیشن پارٹیوں اور گورنمنٹ کی پارٹیوں نے اس کی مذمت کی ہے لہذا سارا ہاؤس اور سارا ملک اس پر سراپا احتجاج بنا ہوا ہے۔ یہ ہمارے ایمان کا حصہ ہے اور ایمان کے حوالے سے یہ کوئی نمائش نہیں ہے یا یہ کوئی سیاست چمکانے والی بات نہیں ہے۔ ہم میں سے ہر آدمی مسلمان ہے چاہے اس کا پیپلز پارٹی سے تعلق ہے، چاہے حکومتی پارٹی سے تعلق ہے۔

جناب سپیکر! حضور نبی کریم ﷺ ہماری جان سے زیادہ ہمیں عزیز ہیں۔ ہمارا ایمان غارت ہو جاتا ہے اگر ہم حضور نبی کریم ﷺ کے حوالے سے کوئی بات سنیں اور اس پر خاموشی اختیار کر لیں۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی خریداری کے لئے ایک مائی سوتر کی ایک اٹی لے کر چلی گئی تھی۔ ہم نے اس لئے احتجاج کیا ہے اور اس میں اپنا حصہ ڈالا ہے کہ شاید قیامت کے روز ہماری بھی بخشش ہو جائے لہذا اس کو issue نہ بنایا جائے۔ یہ بات تو ختم ہو چکی ہے۔

جناب سپیکر: بگو صاحب! آپ کی یہ بات تو ٹھیک ہے کہ ہاؤس کی حد تک تو اس کی تردید آ گئی ہے اور اپوزیشن لیڈر تو تھے نہیں، شاہ محمود قریشی کے behalf پر سمیع اللہ خان صاحب نے کہا کہ قریشی صاحب سے ٹیلی فون پر میری بات ہوئی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ ہم نے کوئی ایسی statement نہیں دی۔ یہ مسئلہ قومی اسمبلی میں بھی اٹھایا گیا، ادھر بھی اٹھایا گیا بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ پنجاب

نہیں، پورے پاکستان میں لوگوں نے اخبار میں آنے والی اس statement کے حوالے سے بہت بُرا محسوس کیا ہے۔ تو میں یہ عرض کرنا چاہ رہا ہوں کہ جب ایوانوں میں بھی تردید ہو گئی ہے تو شاہ محمود قریشی صاحب ماشاء اللہ مسلمان ہیں اور ان کا ایک مذہبی گھرانے سے تعلق ہے تو وہ کسی اخبار میں تردید کر دیں اس میں کیا قباحت ہے۔ سمیع اللہ صاحب! آپ ان سے کہیں کہ وہ خود اخبار میں تردید کر دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں گزارش یہ کرنا چاہتا تھا کہ آپ کا فرمانا بالکل درست ہے کہ ان کی طرف سے categorically ایک تردید آ جانی چاہئے لیکن میں سمیع اللہ صاحب کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ یہ confusion اس لئے پیدا ہوتا ہے کہ جب پیپلز پارٹی کے دوست تھوڑا سا wavering attitude رکھتے ہیں تو پھر confusion پیدا ہو جاتا ہے۔ اب جس طرح قومی اسمبلی کی بات کی گئی ہے کل قومی اسمبلی میں بالکل یہ معاملہ اٹھایا گیا لیکن کل قومی اسمبلی کی کارروائی کی جو reporting ہوئی ہے اس میں بھی محترمہ فوزیہ حبیب صاحبہ نے باقاعدہ point of order پر کھڑے ہو کر کہا کہ جی قرارداد کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور باقاعدہ یہ report ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ قرارداد کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اگر آپ رشدی کے خلاف قرارداد منظور کریں گے تو اس کو اور importance اور تشہیر ملے گی اس لئے اس معاملے کو دبا دیا جائے تاکہ اس کو تشہیر نہ مل سکے۔ یہ قومی اسمبلی میں ان کی on record statement ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب اس قسم کا waivering اور کمزور attitude اپنایا جاتا ہے تو پھر عوام کے ذہن میں ابہام پیدا ہونا لازمی امر ہوتا ہے اس لئے میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جس طرح ابھی ارشد بگو صاحب نے فرمایا سمیع اللہ صاحب ہمارے لئے قابل احترام ہیں انہوں نے جو بات کی وہ نہ صرف ہمیں بلکہ پورے ہاؤس کو قبول ہے۔ انہوں نے اپنے جذبہ ایمانی کے تحت ایک statement دی اور ذمہ داری اٹھائی لیکن جس طرح آپ نے حکم دیا اگر یہ مہربانی کر کے شاہ محمود قریشی صاحب کی طرف سے اخبار میں statement دلوا دیں جس طرح کہ اس معزز ایوان میں کل بھی کہا گیا تھا تو یہ issue ختم ہو جائے گا۔ نہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ اس بات پر بضد رہیں کہ ہم نے تردید نہیں کرنی یا شاہ محمود قریشی صاحب کی طرف سے تردید نہیں آتی تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ آج ہم

رشدی کی مذمت کر رہے ہیں، کل اس شخص کی بھی مذمت کی جا سکتی ہے جو رشدی کی حمایت کر رہا ہے۔ تو یہ کی جا سکتی ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی ruling کے بعد یہی بات مناسب ہے کہ موقع دیا جائے کہ کل ان کی طرف سے اخبارات میں categorically تردید آ جانی چاہئے۔ شکریہ (قطع کلامیاں)

بریگیڈیر (ر) (ستارہ امتیاز) جاوید اکرم: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، بریگیڈیر صاحب!

بریگیڈیر (ر) (ستارہ امتیاز) جاوید اکرم: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں مشکور ہوں کہ آپ نے ایک ایسے مسئلے پر ٹائم دیا جو نہ صرف بجٹ سے بلکہ سب چیزوں سے زیادہ اہم ہے۔ مجھے بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ سمیع اللہ صاحب نے معاملے کو الجھانے اور side track کرنے کی کوشش کی حالانکہ میرے ذہن میں بطور پارلیمنٹیرین ان کا ایک image تھا وہ آج چکنا چور ہو کر رہ گیا۔ ایک ایسی ہستی جس کے دم کرم سے یہ دنیا اور دونوں جہان قائم ہیں۔ کروڑوں اور اربوں درود احمد کبریا، احمد مجتبیٰ، امام الانبیائ، خاتم النبیین، رحمت دو جہاں، سرور کونین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر۔ میرے ذہن میں کل تک شاہ محمود قریشی صاحب کا بھی image بہت اچھا تھا۔ وہ ایک بہت بڑی پارٹی کے لیڈر ہیں اور اس ملک میں اس پارٹی کو چلا رہے ہیں خواہ وہ ریموٹ کنٹرول ہی سے چلا رہے ہیں لیکن چلا رہے ہیں۔ انہوں نے جو بیان دیا ہے وہ میں سمجھتا ہوں کہ ہماری نہیں، اس ایوان کی نہیں بلکہ پوری مسلم امہ کی توہین کی گئی ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں اور اس پر بحث کا کوئی پہلو باقی نہیں بچتا۔ میں اپنے وفاقی وزیر اعجاز الحق صاحب کو بہت سا سلام اور appreciate کرتا ہوں جنہوں نے بڑا کھل کر یہ بیان دیا ہے کہ تمام اسلامی ممالک کو برطانیہ سے اپنے سفارتی تعلقات منقطع کر لینے چاہئیں۔ (قطع کلامیاں) کریں گے۔ پہلے میری بات سن لیں اور سننے کا حوصلہ رکھیں۔ ہم بہت سنتے ہیں آج میں ایک ہی topic پر بولنا چاہتا ہوں ذرا حوصلے سے سنیں۔ تو شاہ محمود قریشی صاحب اتنے بڑے لیڈر جب اسلامی دشمنی پر اتر آئے اور راجہ بشارت صاحب تو کہتے ہیں کمزور، میں کہتا ہوں کہ اس قسم کا منافقانہ بیان دیں تو ہمارا خون کھولنے لگتا ہے تو میں کوئی لمبی یا سیاسی تقریر نہیں کرنا چاہتا بلکہ خالصتاً مذہبی بنیادوں پر یہ point of order پیش کرتا ہوں کہ میں سمیع اللہ صاحب کے بیان کا احترام کرتا ہوں اور مانتا ہوں تو یہ شاہ محمود قریشی صاحب جو بہت بڑے ہیں ان سے کہیں کہ جس پریس میں

انہوں نے پہلے بیان دیا ہے اس پریس اور انٹرنیشنل پریس پر آکر اپنے بیان کی تردید کریں ورنہ ادھر یہ معاملہ ختم نہیں ہوگا۔ ادھر رشدی کے خلاف ساری دنیا چل رہی ہے ادھر پورا پاکستان ان کے خلاف ہوگا۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! شاید آپ سمیع اللہ خان صاحب کی پوری بات سن نہیں سکے انہوں نے کہا ہے کہ ایوان کے اندر انہوں نے اور پوری پارٹی نے تردید کر دی۔ انہوں نے کہا ہے کہ ہم انہیں کہیں گے کہ آپ خود بھی اس بیان کی تردید کریں۔ انہوں نے پیپلز پارٹی کے behalf پر on the floor of the House commitment کی ہے۔

بریگیڈیر (ر)(ستارہ امتیاز) جاوید اکرم: جناب سپیکر! یہ معاملہ اس وقت تک چلتا رہے گا جب تک نیشنل اور انٹرنیشنل پریس میں یہ بات نہیں آجاتی۔ شکریہ

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب!

سید ناظم حسین شاہ: جناب والا! عرض یہ ہے کہ راجہ بشارت صاحب اور بریگیڈیر صاحب نے بھی بات کی ہے۔ ہم خدائے بزرگ و برتر کی حیثیت سے واقف نہیں تھے۔ ہمیں کس نے واقف کرایا؟ حضور نے واقف کرایا۔ اگر ہم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہ کہیں تو پھر ہمارا ایمان کمزور ہے اور ہم مسلمان بھی نہیں رہتے۔ جہاں تک شاہ محمود صاحب کا تعلق ہے انسانیت کی معراج حضور ﷺ کے افکار ہیں۔ ہمیں وہیں سے درس اور سبق ملا تو ہم اس بات سے کیسے انکاری ہو سکتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ کل ایوان میں بھی بات ہوئی۔ آج صبح شاہ محمود صاحب سے بھی میری بڑی تفصیلی بات ہوئی۔ انہوں نے کہا میں نے قطعاً یہ نہیں کہا۔ مجھ سے ایک اخباری رپورٹر نے پوچھا، میں نے اسے یہی کہا کہ ہم رشدی کی مذمت کرتے ہیں اس پر انہوں نے کہا کہ آپ کیا ایکشن لیں گے۔ شاہ صاحب نے کہا کہ ہم مذمت کرتے ہیں ایکشن ہم کیا لیں کیونکہ یہ برطانیہ گورنمنٹ کا معاملہ ہے۔ یہاں پر ہم اس کی مذمت کریں اور آپ کل کا بھی بیان دیکھ لیں ہم جب متفقہ طور پر اس ہاؤس میں مزحمت کرتے ہیں۔ آپ کل کا بیان بھی دیکھ لیں جو آج کے اخبار روزنامہ ''جنگ'' میں چھپا ہے۔ میں نے بھی خبر پڑھی ہے آپ بھی پڑھ لیں یہاں پر جو میں نے بات کی، جاوید صدیقی صاحب نے بات کی اس کی بالکل رپورٹنگ نہیں ہے جبکہ رپورٹنگ شاہ محمود قریشی کے خلاف ہے اس لئے اگر جان بوجھ

کر intrigue کے تحت یہ کیا جا رہا ہے تو اس کا بھی آپ کو نوٹس لینا چاہئے۔ باقی جہاں تک ہمارا تعلق ہے پوری پارٹی نے متفقہ طور پر اس کی مذمت کی کرتے ہیں، پہلے بھی کرتے تھے، آج بھی کرتے ہیں اور آئندہ بھی کریں گے۔ ہم کیسے اس سے انکاری ہو سکتے ہیں مگر جہاں تک ان کی تردید کا تعلق ہے تو میں نے انھیں تردید کا کہا تو انھوں نے کہا کہ میں نے اپنے سیکرٹری کو کل سے کہا ہوا ہے کہ یہ تردید لگوائے اگر تردیدی بیان نہیں آیا تو انشاء اللہ تعالیٰ کل آ جائے گا۔ جب ہم ایوان میں کہہ رہے ہیں۔ وہ ہماری پارٹی کے پنجاب کے صدر ہیں۔ ہم وہ لوگ نہیں ہیں ہم weather cock نہیں ہیں کبھی ادھر کبھی ادھر۔

ہم جہاں جھک جاتے ہیں وہاں سے سر اٹھایا نہیں کرتے
انھیں تو عادت ہے کہ ہر در پر جھکا دیتے ہیں جبیں

جناب والا! تو ہم جو بات کر رہے ہیں پوری ذمہ داری کے ساتھ کر رہے ہیں اور میں اس ہاؤس میں کہہ رہا ہوں۔ میں کیا، ہماری پوری پارٹی اس کی مذمت کرتی ہے۔ وہ تردید بھی آئے گی۔ بریگیڈیر صاحب کے خدشات مذہبی طور پر اپنی جگہ پر ہیں ایک مسلمان کو ایسا ہونا بھی چاہئے۔ راجہ بشارت صاحب کا مسلمان کی حیثیت سے ایک درد ہے تو وہ ہونا بھی چاہئے ہم اس سے انکاری نہیں ہیں۔ ہمیں بھی یہی درد ہے ہم کیسے ان کی آل سے ہوتے ہوئے ان کی شان کے خلاف ہوں۔ ارشد بگو صاحب کہہ رہے تھے کہ ہمیں زندگی سے زیادہ پیارے ہیں بالکل ہر مسلمان کا فرض ہے بلکہ اگر تقابل ہو اور وہ زندگی سے پیار کرتا ہے تو وہ مسلمان بھی نہیں ہے۔ ہمیں بھی زندگی سے زیادہ ان کی عزت و ناموس کا احساس ہے اور ہم ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔ یہ قطعاً misreporting ہے اور شرارتاً یہ بات کی گئی ہے۔ اس چیز کا بھی نوٹس لیں اور ثبوت کے طور پر میں یہی کہتا ہوں کہ روزنامہ "جنگ" کو آج آپ پڑھ لیں کہ میں نے کل جو بات یہاں کی، جاوید صدیقی صاحب نے بات کی اور سمیع اللہ صاحب نے بات کی تو اس کی قطعاً کوئی رپورٹنگ نہیں ہے۔ شکریہ

جناب سپیکر: اب یہ بات طے پا گئی ہے کہ کل شاہ محمود قریشی صاحب کی طرف سے تردید آ جائے گی۔ میرا خیال ہے کہ اس کے بعد کوئی ضرورت نہیں ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، ملک صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور: جناب سپیکر! جس طرح آپ فرما رہے ہیں کہ کل تردید آ جائے گی تو اس کے بعد یہ پوائنٹ آف آرڈر لینا بنتا تو نہیں ہے لیکن ناظم شاہ صاحب کی بات کے ساتھ میں جناب کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ شاہ محمود قریشی پیپلز پارٹی پنجاب کا صدر ہے۔ شاہ محمود قریشی کی سٹیٹمنٹ کوئی غیر ذمہ درانہ سٹیٹمنٹ نہیں اور اس طرح نہیں سمجھی جائے گی کہ وہ شاہ محمود قریشی نے اپنے طور پر کوئی سٹیٹمنٹ دی ہے۔ پیپلز پارٹی کا ایک ونگ انگلینڈ میں بھی موجود ہے اور پورا سلسلہ موجود ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو سیاسی جماعتیں کسی ملک میں ہوں تو وہ اس ملک کی نظریاتی اساس کی محافظ ہوتی ہیں۔ اگر شاہ محمود یہ سمجھتے ہیں کہ برطانیہ نے ان کو سر کا یا knighthood کا خطاب دیا اور انھوں نے کہا کہ یہ برطانیہ کا اپنا اندرونی معاملہ ہے تو ان کے اس ملک کے اندر جہاں کا یہ اندرونی معاملہ کہہ رہے ہیں وہاں پر مسلم ووٹرز کی تعداد 2.7 فیصد ہے۔ اس کے اندر پیپلز پارٹی claim کرتی ہے کہ ہمارے لوگ موجود ہیں اور وہ لیبر پارٹی کو سپورٹ بھی کرتی ہے۔ لیبر پارٹی آج وہاں پر اپنی حکومت بنا کر بیٹھی ہے اور ٹونی بلیئر کی سپورٹ میں پیپلز پارٹی کے وہ لوگ جو Bradford کے اندر ہیں جو Latin کے اندر ہیں جو South hall کے اندر ہیں ان کے نمائندہ لوگوں نے لیبر پارٹی کی حمایت کی اور انھوں نے ٹونی بلیئر کو وہاں پر اس کے الیکشن کے اندر پیپلز پارٹی نے اس کا ساتھ دیا۔ میں on the floor of the House آپ کی وساطت سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ شاہ محمود قریشی نے شاید standing verses کو پڑھا نہیں جو اس نے اس کے اندر لکھا ہے اور جو knighthood کا ہے تو یہ دو نظریات کی لڑائی ہے۔ اگر شاہ محمود قریشی صاحب سمجھتے ہیں کہ یہ برطانیہ کا اندرونی معاملہ ہے اور بحیثیت پیپلز پارٹی کے صدر کے وہ یہ سٹیٹمنٹ دیتے ہیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ as a whole پیپلز پارٹی کی ایک policy ہو سکتی ہے۔ یہ پیپلز پارٹی کی ملک دشمنی کی وہ پالیسی ہو سکتی ہے اگر ان کا صوبائی صدر اتنی غیر ذمہ درانہ سٹیٹمنٹ دے سکتا ہے اور آج ناظم شاہ صاحب جو کہ ہمارے بزرگ ہیں ہم ان کی بات کے ساتھ اختلاف نہیں کر سکتے انھوں نے on the floor of the House کہہ دیا ہے کہ وہ کل تردید کریں گے لیکن کم از کم خدارا! اس ملک کی نظریاتی اساس کی حفاظت کرنے کے لئے اپنی جماعت کے ان ذمہ دران کو تو کہئے کہ جن کا تعلق ہم مذہبی گھرانوں سے سمجھتے تھے۔ ان کے والد مخدوم سجاد حسین قریشی کو ہم جانتے ہیں وہ ایک مذہبی آدمی تھے تو کیا شاہ محمود قریشی اقتدار کے لالچ میں اتنا بھوکا

ہو گیا ہے کہ وہ اس معاملے پر کہنے لگے ہیں کہ یہ برطانیہ کا اپنا معاملہ ہے تو وہ اس کو سر کا خطاب دیں۔ کیا شاہ محمود قریشی اپنی دینی تعلیمات کو بھول گیا ہے کیا اقتدار کی ہوس میں برطانیہ اور مغرب سے اقتدار مانگنے کے چکر میں پڑ گئے ہیں کہ وہ یہ کہیں کہ یہ ان کا اندرونی معاملہ ہے۔ میں شاہ صاحب سے یہ گزارش کروں گا کہ اپنی پارٹی کی پالیسی لائن کو دیکھیں۔ ہم شاہ محمود قریشی کے خلاف قرارداد پاس کریں گے۔ ان کو اپنے نظریات تو واضح ہونے چاہئیں۔

جناب سپیکر: یہ بات طے ہو گئی ہے کہ کل انشاء اللہ تردید آ جائے گی۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ ملک محمد احمد صاحب میں ماشاء اللہ جوانی کا جوش بھی ہے، ذہین بھی ہیں، فطین بھی، ہونہار بھی ہیں اور چکنے چکنے پات بھی ہیں مگر شاید وہ یہ بھی بھول گئے ہیں کہ ان کے والد محترم بھی پیپلز پارٹی میں ہمارے ساتھ رہے ہیں۔ شاید ان کو پیپلز پارٹی کی پالیسی سے اختلاف تھا۔ یہ ٹھیک ہے کہ جوش خطابت میں یہ اپنے نمبر ضرور بنائیں مگر اس میں یہ بھی دیکھیں کہ جب ہم نے تردید کی، میں نے بھی آج بات کی تو it is presumed کہ جب ایک معزز ممبر اس ہاؤس میں بات کرتا ہے تو اس کی بات کو مانا جاتا ہے کہ وہ صحیح کہہ رہا ہے۔ میں نے جب یہ بات کہی کہ میں نے صبح ان سے یہ بات کی ہے اور تفصیل سے بات کی ہے اور انھوں نے کہا ہے کہ میں نے تردید دے دی ہے اور اس کا حوالہ میں نے آپ سے یہ بھی عرض کیا ہے کہ آپ روزنامہ "جنگ" کو دیکھ لیں کہ اس میں جو کل کی رپورٹنگ ہوئی ہے وہ پوری رپورٹنگ نہیں ہوئی اس سے پتا چلتا ہے کہ intrigue کیا ہے مگر جہاں تک پالیسی کا مطلب ہے تو بارہا کہا جاتا ہے۔

جناب سپیکر! اس بات کے آپ بھی گواہ ہیں کہ پیپلز پارٹی کو 1977 کے بعد پنجاب میں کب اقتدار ملا ہے۔ جب پیپلز پارٹی کا اقتدار تھا تو احمدیوں کو اس وقت اقلیت قرار دیا گیا تھا۔ پیپلز پارٹی کے لئے پہلی بات یہ ہے کہ سوشلزم ہماری سیاست اور اسلام ہمارا دین ہے۔ ہم اسلام سے کیسے منحرف ہو سکتے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ کچھ لوگ پالیسی کو سمجھ نہ سکے۔ جب بات روٹی کپڑا اور مکان کی کی جاتی ہے تو اس میں بھی معاشی تحفظ کی بات کی جاتی ہے۔ کون سا مذہب ہے کہ جو الہامی مذہب ہے۔ مجھے بتائیں کہ جس میں معاشی تحفظ کی بات نہیں کی گئی۔ پیپلز پارٹی واحد جماعت ہے جو معاشی تحفظ کی بات کرتی ہے۔ انھوں نے پیپلز پارٹی کی پالیسی کی بات کی ہے اور ہمیں حرف تنقید بنایا ہے۔

جناب والا! آپ یہ دیکھیں کہ 1977 کے بعد آج تک پیپلز پارٹی کو کب اقتدار ملا ہے۔

آپ یہ بھی دیکھ لیں کہ کریڈٹ آج تک نہیں ملا۔1993 میں آپ کہیں تو اس میں coalition Govt. تھی اور وٹو صاحب وزیر اعلیٰ تھے اس لئے بات یہ ہے کہ ان کو اقتدار ملا ہے، یہ اقتدار میں رہے ہیں اور ہمیشہ اقتدار میں رہے ہیں۔ان کا اس سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! ہم 1977 میں بھی پیپلز پارٹی کے خلاف آزاد الیکشن جیت کر آئے تھے اس وقت بھی ہمارا پیپلز پارٹی سے تعلق نہیں تھا۔ ہم ملک کی نظریاتی اساس کی حفاظت چاہتے ہیں اور اس کے لئے خدا کے واسطے اپنے صدر کو کہیں کہ یہ ان کا اندرونی معاملہ نہیں ہے یہ ہمارا معاملہ ہے۔ ہم مسلمان اس بات پر یک زبان ہو کر کہیں کہ شاتم رسول ﷺ کو سر کا خطاب دینے والے کو اگر کوئی شخص گٹیئر سی کرے گا تو ہم سمجھیں گے کہ وہ بھی شاتم رسول ﷺ کا ساتھی ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب چیئرمین! میری گزارش یہ ہے کہ پنجاب اسمبلی دولت مشترکہ کی پارلیمانی یونین کی ممبر ہے اور باقی تینوں صوبائی اسمبلیاں اور قومی اسمبلی بھی ممبر ہیں۔ میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ پنجاب اسمبلی میں متفقہ طور پر اس رائے کا اظہار کیا گیا ہے اور ملعون رشدی کے حوالے سے اس بارے میں پورے جذبات دولت مشترکہ کے سیکرٹریٹ کو ارسال کئے جائیں اور برطانوی گورنمنٹ کو بھی ارسال کئے جائیں تاکہ ان تک ہمارے جذبات پہنچ سکیں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! پہلے بھی یہ بات ہوئی تھی کہ ایک proper Resolution لے آئیں، باقی ساری اسمبلیوں میں قرارداد آئی ہے تو یہاں پر بھی مہربانی فرمائیں۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب کے ساتھ بیٹھ کر طے کر لیں۔ جی، سمیع اللہ خان صاحب!

جناب سمیع اللہ خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! کسی بھی ریاست کے معاملات کو چلانے کے لئے ایک مقدس دستاویز ہوتی ہے اس کو اس ملک کا آئین کہتے ہیں۔ اس کے بعد دوسرا document جس کو آئین کے بعد عزت، احترام اور ایک تقدس دیا جاتا ہے وہ بجٹ کا document ہوتا ہے۔ میں ایک مغالطے کی تصحیح کرنا چاہوں گا کہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر بجٹ کا سائز بڑا ہو گا تو وہ ملک بہت خوشحال ہو گا اور بجٹ کے بڑے سائز ہونے کی وجہ سے اس کے اثرات

اس ملک اور اس صوبہ کے غریب عوام تک پہنچیں گے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایک معاشی مغالطہ ہے جو اس ملک اور اس صوبہ کے بندے بجٹ تیار کرتے ہیں ان کے ذہنوں میں ہے۔

(اس مرحلہ پر جناب چیئرمین ملک نذر فرید کھوکھر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئرمین: جی، جناب سمیع اللہ خان!

جناب سمیع اللہ خان: جناب چیئرمین! بڑے بجٹ کا قطعاً مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس ملک کی یا اس صوبہ کی جو غریب عوام ہے اس کے اثرات اس تک پہنچیں گے۔ بجٹ چاہے چھوٹے سائز کا ہو اگر اس صوبہ اور اس ملک میں دکھاوے کی جمہوریت ہو گی، اگر اس ملک میں عدلیہ کو پابند رکھا جائے گا، اگر اس صوبہ میں قانون کی بے توقیری ہو گی، اگر اس صوبہ میں فرسودہ ریاستی ڈھانچہ ہو گا اور سب سے بڑھ کر اگر اس صوبہ میں جو انتظامی مشینری ہے وہ نہ صرف کرپٹ بلکہ نااہل ہو گی تو آپ اس سے بھی دس گنا بڑے سائز کا بجٹ تیار کر لیں تو اس کے اثرات کبھی بھی نچلے طبقوں تک نہیں پہنچ سکتے۔

جناب چیئرمین! دوسری بات جو میں آپ کی وساطت سے کرنا چاہتا ہوں کہ پاکستان کی تاریخ میں دو ادوار ایسے آئے ہیں کہ جب وطن عزیز میں ڈالروں کی بارش ہوئی ہے۔ پہلا دور 1980 تھا افغانستان کے issue پر اور دوسرا دور 9/11 کے issue کے بعد۔ ان دونوں ادوار میں ڈالروں کی بارش ہوئی اور ہمارے ملک کے اکنامک مینجرز نے ان ڈالروں کو جس طرح استعمال کیا اس کا آج اس ملک کے سنجیدہ اکانومسٹ کہتے ہیں کہ وہ ماڈل جو 1980 میں تھا وہ بھی ایک bubble اکانومی کا ماڈل تھا اور جو آج کی اکانومی ہے یہ بھی ایک bubble اکانومی ہے۔ جب یہ دور ختم ہو گا، جب یہ ڈالروں کی نوازشات ختم ہوں گی تو آپ کو یہ صوبہ اور یہ ملک پھر اسی حالت میں ملے گا جب آزادی کے بعد اس ملک کی حالت تھی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے صوبہ پنجاب کی بنیاد زراعت ہے اور کوئی صوبہ اپنی بنیاد یا ریڑھ کی ہڈی کو ترقی دیئے بغیر خوشحال نہیں ہو سکتا۔ اس حوالے سے میں سمجھتا ہوں کہ سروسز کا شعبہ آپ کسی صوبے میں جتنا مرضی بڑھا لیں وہ کبھی دیرپا معیشت کو استوار نہیں کر سکتا جب تک کہ آپ پنجاب میں زراعت کے شعبہ کو مضبوط نہیں کریں گے۔ اس کو مضبوط کر کے آپ سروسز کے شعبہ کو بھی ترقی دیں، انڈسٹری کو بھی ترقی دیں، سیاحت کو بھی فروغ دیں لیکن اگر آپ کی بنیاد ٹھیک نہیں ہو گی تو اس لئے اوپر کے تمام شعبہ جات کو bubble کہا جاتا ہے کہ یہ پانی کے بلبلے ہیں اور یہ پانی کے بلبلے کی طرح ختم ہو جاتے ہیں۔ زراعت کی ترقی میں دو بڑی

چیزیں اہم ہیں، ایک تو یہ کہ جو قابل کاشت رقبہ ہے اس میں کتنا اضافہ ہوا اور پچھلے سات سال کے اکنامک سروے کے مطابق یہ شرمناک حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے کہ قابل کاشت رقبہ میں ہم ایک ایکڑ رقبے کا بھی اضافہ نہیں کر سکے۔

جناب چیئرمین! تیسری بات یہ کہ کاشتکاروں کو inputs سستے داموں فراہم کئے جائیں۔ اکنامک سروے کا پیپر میرے پاس ہے کہ آج حالت یہ ہے 1999 سے لے کر 2007 تک یہ سات سال بنتے ہیں ان سالوں میں گندم کا جو اضافہ ہے وہ 1.23 فیصد سالانہ ہے، چاول کی پیداوار میں اضافہ 0.59 فیصد ہے اور گنے کی پیداوار میں اضافہ 1.8 فیصد ہے۔ یہ اضافہ ہماری crops میں ہے اور باقی جو چیزیں غربت میں اضافہ کر سکتی ہیں وہ تو اپنی جگہ پر ہیں، ان میں کوئی بھی اضافہ دو فیصد کو نہیں چھو رہا لیکن صرف ایک factor یعنی اس صوبہ کی population growth 2.2 percent ہے، آپ کی ساری پیداوار جس میں گنا، چاول، گندم ہیں ان سب کی پیداوار میں سالانہ اضافہ 1.5 فیصد ہے جبکہ population growth 2.2 percent ہے اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ جتنے انسان جنم لے رہے ہیں اس حوالے سے ہماری پیداوار میں اضافہ کم ہے۔ یقینی بات ہے کہ اس کا لازمی نتیجہ اس صوبہ میں غربت کی شرح میں اضافہ سے نکل سکتا ہے۔ اعداد و شمار کے جادوگر جو بجٹ بناتے ہیں وہ اگر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اتنے کروڑ افراد غربت کی لکیر سے نیچے آ گئے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ بالکل غلط بیانی کرتے ہیں۔

جناب چیئرمین! چوتھی بات جو میں آپ کی وساطت سے کرنا چاہتا ہوں کہ اب اس حکومت کی priority دیکھیں کہ زراعت کے لئے انہوں نے تقریباً 2۔ارب 80 کروڑ روپیہ رکھا اور جب یہ سال ختم ہو گا تو اس میں سے بھی ایک ڈیڑھ ارب روپیہ خرچ ہو گا۔ انہوں نے زراعت کو کیا اہمیت دی اس کا موازنہ اس سے کریں کہ پنجاب کے سرکاری دفاتر میں جو اس سال نئے تعمیر ہونے ہیں ان کے لئے اتنی رقم رکھی گئی ہے، پہلے بھی ماشاء اللہ بہت زیادہ ہیں اور اب دیکھیں کہ سرکاری دفاتر کی تعمیر کے لئے موجودہ بجٹ میں 2۔ارب 17 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں اور تقریباً اتنی ہی رقم زراعت کے لئے رکھی گئی ہے۔ پولیس کے دفاتر کے لئے ایک ارب 17 کروڑ روپے مزید رکھے گئے تاکہ پولیس مزید اپنے دفاتر بنائے۔ اس کے علاوہ گورنر ہاؤس کے بارے میں پنجاب کی عوام ہمیشہ یہ خیال رکھتی ہے کہ ایک بندہ وہاں بیٹھتا ہے وہ چاہے جس دور میں بھی ہو، اس کے لئے اتنا وسیع و عریض سسٹم ہے جو پنجاب کے عوام پر بوجھ ہے لیکن حیرت ہے اس حکومت کی کہ

جس نے priority پر گورنر ہاؤس میں نئے دفاتر کی تعمیر کے لئے دو کروڑ 31 لاکھ روپے کی رقم رکھی ہے جو پہلے ہی بہت وسیع وعریض ہے۔ اس کے علاوہ صوبہ میں بہت سارے سیکرٹریٹ ہیں لیکن سی ایم سیکرٹریٹ ایسا ہوتا ہے جس کی طرف باقی سیکرٹریٹ اور ڈیپارٹمنٹ کی نظریں ہوتی ہیں۔ سی ایم سیکرٹریٹ کو مثالی ہونا چاہئے اس کے لئے 14 کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔ اب باقی سیکرٹریٹ دیکھ رہے تھے کہ اگر سی ایم سیکرٹریٹ سے یہ پیغام جائے کہ ہم نے 14 کروڑ روپے رکھے تھے ہم نے بچت کی ہم نے 10 کروڑ روپیہ خرچ کیا اور چار کروڑ روپیہ اس صوبہ کے خزانہ میں واپس بھیجا تو دوسرے ڈیپارٹمنٹ بھی یہ سبق لیتے کہ اگر وزیراعلیٰ بچت کر رہا ہے تو ہمیں بھی اپنے اپنے شعبے میں بچت کرنی چاہئے لیکن حالت یہ ہے کہ 14 کروڑ روپیہ رکھا اس میں پھر دو کروڑ کا یا پانچ کروڑ روپے کا نہیں بلکہ پورے بیس کروڑ روپے کا اضافہ کیا اور 14 کروڑ روپے کی جو رقم رکھی گئی تھی اس بجٹ میں 34 کروڑ روپیہ سی ایم سیکرٹریٹ پر خرچ کیا گیا یہ حالت ہے اس صوبہ کے حکمرانوں کی کہ وہ اپنی عیاشیوں اور اپنے اخراجات کو کس حد تک بڑھاتے ہیں اور باقی قوم کو سبق دیتے ہیں کہ وہ سادگی اختیار کریں۔

جناب چیئرمین! اس کے بعد میں اس ڈاکومنٹ بجٹ تقریر پر بات کرنا چاہوں گا۔ اس میں دو فقرے جن کی نشاندہی کر کے میں اپنی بات کو ختم کروں گا کہ انہوں نے پہلے صفحے پر لکھا کہ موجودہ سیاسی اور معاشی استحکام ملک کی تاریخ میں سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔ اس ملک کی معیشت کا پوسٹمارٹم تو کل شیخ علاؤالدین صاحب نے بڑے خوبصورت انداز سے کر دیا کہ اس ملک کی جو معیشت ہے اس پر میں بات نہیں کروں گا کہ جس طرح سنہری حروف سے انہوں نے اس کا پوسٹمارٹم کیا ہے وہ سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے نہ کہ یہ ڈاکومنٹ۔

جناب چیئرمین! میں دوسری بات ضرور کرنا چاہوں گا کہ اس ملک کا جو سیاسی استحکام ہے وہ سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔ اس بجٹ تقریر میں ہے کہ اس ملک میں جو سیاسی استحکام ہے اس کی صرف تین چار مثالیں دوں گا، اس سیاسی استحکام کی پہلی مثال کہ اس ملک کے چیف جسٹس کو اس ملک کا چیف آف آرمی سٹاف بلا کر محبوس رکھتا ہے اور پھر اس پر اس کے اہلخانہ پر جو بیتتی ہے آج وہ پاکستان کے کروڑوں عوام جانتے ہیں، عدلیہ کو جس طرح سے پابند سلاسل کرنے کی کوشش کی گئی۔ وہ پہلی مثال ہے اس ملک کے سیاسی استحکام کی، دوسری مثال کہ جس طرح بلوچستان میں اکبر بگٹی کا قتل کیا گیا اور آج بلوچستان میں اکبر بگٹی۔۔۔

جناب چیئرمین: خان صاحب! wind up کریں۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب والا! مجھے صرف دو باتیں کرنی ہیں۔ بلوچستان میں اکبر بگٹی کے قتل کے بعد ہم نے اس ہاؤس میں کہا تھا کہ بلوچستان پھر بہت انتشار کا شکار ہو گا۔ جناب! پچھلے دنوں آج اس ملک کے ان فوجی جوانوں کو جن کو ان کی مائیں، اس ملک کی سرحدوں کے لئے بھیجتی ہیں اور انتظار کرتی ہیں کہ وہ سرحدوں میں دشمن ملک سے لڑتے ہوئے شہادت کا رتبہ پائیں۔ آج اپنے ہی ملک کے شہریوں کے ہاتھوں ان کی شہادت ہوئی ہے۔ ہم کہتے تھے کہ بلوچستان کو اس طرح سے دھمکیوں سے ڈیل مت کرو۔

جناب چیئرمین! تیسری بات یہ کہ 12۔ مئی کو کراچی میں جس طرح اس ملک میں سیاسی استحکام کو مضبوط بنانے کی کوشش کی گئی ہے، جس طرح خون کی ہولی کھیلی گئی اور آخر میں پنجاب میں جو سیاسی کارکنوں کی گرفتاریاں کی گئیں اور میں آخری بات کہہ کر آپ سے اجازت چاہوں گا کہ اس میں لکھا ہے کہ پانچ سالہ تسلسل جنرل پرویز مشرف کی مدبرانہ قیادت کا شاہکار ہے۔

جناب چیئرمین! پارلیمانی جمہوریت میں وزیر اعظم لیڈر ہوتا ہے لیکن یہ ڈاکومنٹ دیکھیں اس میں لیڈر دو بندوں کو لکھا گیا۔ ایک پرویز مشرف کی قیادت دوسری چودھری پرویز الٰہی کی لیڈرشپ لیکن جو اس ملک کا وزیر اعظم ہے اس ڈاکومنٹ میں اس کو صرف اکنامک مینجر جس کو ہم کہتے تھے، آج انہوں نے اپنے ڈاکومنٹ میں تسلیم کیا ہے کہ وہ سرکاری ملازم ہے پہلے وہ ورلڈ بنک کا ملازم تھا آج وہ جنرل پرویز مشرف کا ملازم ہے۔ اس کے لئے قیادت اور لیڈرشپ کی توفیق پنجاب حکومت کو نہیں ہوئی اور آخری بات کہ پانچ سال کا تسلسل ہم سمجھتے ہیں یہ وہ پرویز مشرف کی جمہوری روایات سے وابستگی نہیں بلکہ (ق) لیگ کی پاکستان کی تاریخ میں تابعداری کی انتہا ہے۔

جناب چیئرمین! جس وقت میر ظفر اللہ جمالی کو وزیر اعظم شپ سے ہٹایا گیا تو یقین مانیں اگر (ق) لیگ کے ایم این اے اس ہاؤس میں کھڑے ہو کر جنرل مشرف کو یہ message دیتے کہ جمالی ہمارا قائد ہے، ہم اس کے ساتھ ہیں۔ خدا کی قسم! ان اسمبلیوں کا بوریا بستر اسی دن لپیٹا جانا تھا اور اس صوبہ کے وزیر اعلیٰ چودھری پرویز الٰہی صاحب نے اس سے ایک سبق حاصل کیا۔ آپ دیکھ لیں کہ ظفر اللہ جمالی کی برخاستگی سے پہلے چودھری پرویز الٰہی اتنے تسلسل کے ساتھ یونیفارم کی بات نہیں کرتے تھے، وردی کی بات نہیں کرتے تھے، اس کے بعد انہوں نے کہا ایک بار، دو بار نہیں بلکہ

دس بار بھی اگر پرویز مشرف کو یونیفارم سمیت منتخب کرنا پڑا تو کریں گے۔ انہوں نے ایک سبق حاصل کیا کہ انہوں نے وردی کا راگ الاپنا شروع کر دیا۔

جناب چیئرمین: آپ کا وقت ختم ہو گیا ہے آپ تشریف رکھیں۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب چیئرمین! بس آخری بات ہے۔ اس ہاؤس میں (ق) لیگ کے اراکین کی حالت یہ ہے کہ اگر جنرل پرویز مشرف اس ہاؤس میں ڈاکٹر فرزانہ نذیر کو وزیراعلیٰ کے لئے nominate کرتے مجھے کامل یقین ہے کہ (ق) لیگ کی اکثریت نے ڈاکٹر فرزانہ نذیر کو اس صوبہ کا وزیراعلیٰ بننے کے لئے ہاتھ کھڑے کرنے تھے اور آخری شعر کے ساتھ کہ اس ہاؤس میں بیٹھے وزراء اقتدار کے لئے جھنڈوں اور ڈنڈوں کے لئے کس حد تک جا سکتے ہیں۔ آخری شعر کے ساتھ اختتام کروں گا۔

یہ طالبان وزارت، یہ لیڈران کرام
تلاش جاہ میں جو کچھ ہو وہی کر لیں
نئے جنم میں یقین ہو اگر وزارت کا
خدا گواہ ہے یہ آج خودکشی کر لیں

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین: شکریہ۔ نئے مقرر کو دعوت دینے سے پہلے میں یہ کہنا چاہوں گا کہ جتنی باتیں سمیع اللہ خان صاحب نے عدلیہ اور فوج کے حوالے سے کی ہیں چونکہ ان دونوں کو یہاں پر زیر بحث نہیں لایا جا سکتا اس لئے وہ باتیں ان کی تقریر سے حذف کرتا ہوں اور جو indecent باتیں ایک سیاستدان دوسرے سیاستدان کے لئے کرتا ہے یا ایک پارلیمنٹیرین دوسرے پارلیمنٹیرینز کے لئے کرتا ہے اس سے اس کی اپنی سب کی ہوتی ہے۔ میں ایسے الفاظ بھی تقریر سے حذف کرتا ہوں۔

رپورٹیں

(توسیع)

جناب چیئرمین: اب چودھری جاوید احمد مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ توسیع کی تحریک پیش کریں۔

مسودہ قانون پنجاب جوڈیشل اکیڈمی مصدرہ 2007 کے بارے میں
مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹ
ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): شکریہ۔ جناب چیئرمین! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"The Punjab Judicial Academy Bill 2007 (Bill No.5 of 2007)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں 31۔جولائی 2007 تک توسیع کر دی جائے۔"

جناب چیئرمین: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"The Punjab Judicial Academy Bill 2007 (Bill No.5 of 2007)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں 31۔جولائی 2007 تک توسیع کر دی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی کہ اور اب سوال یہ ہے کہ:

"The Punjab Judicial Academy Bill 2007 (Bill No.5 of 2007)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں 31۔جولائی 2007 تک توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب چیئرمین: جناب جوزف حاکم دین مجلس قائمہ برائے تعلیم کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ توسیع کی تحریک پیش کریں۔

مسودہ قانون علی انسٹیٹیوٹ آف ایجوکیشن لاہور مصدرہ 2006 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے تعلیم کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

جناب جوزف حاکم دین: شکریہ۔جناب چیئرمین! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"The Ali Institute of Education Lahore (Bill No.16 of 2006)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے تعلیم کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31۔جولائی 2007 تک توسیع کر دی جائے۔"

جناب چیئرمین: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"The Ali Institute of Education Lahore (Bill No.16 of 2006)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے تعلیم کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31۔جولائی 2007 تک توسیع کر دی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی کہ اور اب سوال یہ ہے کہ:

"The Ali Institute of Education Lahore (Bill No.16 of 2006)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے تعلیم کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31۔جولائی 2007 تک توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! پچھلے کئی عرصے سے یہ روٹین ہے کہ یہاں پر جو رپورٹیں ہیں ان میں توسیع کے لئے یہاں پر تحریک پیش کی جاتی ہے۔ میں نے پہلے بھی جناب سپیکر سے درخواست کی تھی کہ کم از کم اس توسیع کی reasons تو بتائی جائیں کہ اس میں کیوں توسیع کی

جائے۔ بعض بل 6/6 مہینے سے pending پڑے ہیں اس میں چار مہینے کی اور توسیع کر دیں گے۔
جناب سپیکر! شاید یہ اسمبلی ہی چار مہینے رہتی ہے کہ نہیں۔ میری گزارش یہ ہے کہ کم از کم ان کمیٹیوں کو یا جن کے پاس یہ بل ہوتے ہیں ان سے یہ توضاحت مانگ لی جائے کہ وہ کیوں اس میں توسیع چاہتے ہیں اور اس کی reasons کو بھی اسمبلی میں پیش کریں تاکہ ان reasons کی بنیاد پر ان کی میعاد میں توسیع کی جائے۔ شکریہ

جناب چیئرمین: بگو صاحب! آپ کے اعتراض کی رولز کے حوالے سے گنجائش نہیں ہے۔ رولز میں صرف اس حد تک ہے کہ جب ایوان میں کوئی رپورٹ پیش کی جائے تو اس رپورٹ پر بحث ہو سکتی ہے تو اس کی reason کے لئے آپ کو اور ہاؤس کو اس میں ترمیم کرنی ہو گی کہ اس کی reason بیان کی جائے۔ ابھی موجودہ رولز کے مطابق صرف رپورٹ جب وہ پیش کی جائے تو اس پر بات ہو سکتی ہے، بحث کی جا سکتی ہے لیکن reasons بیان کرنے کے لئے ہمارے رولز میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! پھر چیئر ہی اس کی اجازت دے دیا کرے۔ میری تو درخواست یہ ہے کہ کم از کم یہ ہم سے permission لیتے ہیں کہ اس میں توسیع فرما دی جائے تو آپ ہم سے پوچھتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ جی ٹھیک ہے توسیع کر دی جائے۔

جناب چیئرمین: بگو صاحب! یہ بھی رولز کا تقاضا ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: ٹھیک ہے لیکن میری گزارش ہے کہ کم از کم یہ تو ہونا چاہئے کہ کمیٹیاں اپنی ورکنگ کو بہتر بنائیں۔

جناب چیئرمین: یہ ہاؤس کی ڈیوٹی ہے اور ہماری ذمہ داری ہے کہ یہ ہاؤس ترمیم لائے اور رولز میں ترمیم ہو تو پھر آپ کی تجویز پر غور ہو سکتا ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! آپ نے یہ بات کر دی تو میں یہ گزارش کروں گا کہ اس کے لئے ڈپٹی سپیکر صاحب کی سربراہی میں ایک کمیٹی بنی تھی اور اس کمیٹی نے تقریباً اپنا کام مکمل کر لیا ہے اور صبح بھی جناب سپیکر کی سربراہی میں بزنس ایڈوائزری کمیٹی کی میٹنگ میں discuss ہوئی تھی تو شاید آپ بھی وہاں پر موجود تھے اور میں نے اس وقت بھی یہ گزارش کی تھی کہ اس کمیٹی نے اپنا کام مکمل کر دیا ہے۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ سیکرٹریٹ سے پوچھ لیں کہ

انہوں نے اس کمیٹی میں اپنی کوئی رپورٹ پیش کی ہے۔ مجھے ڈپٹی سپیکر صاحب نے یہ بتایا تھا کہ اس کمیٹی نے رولز میں ترمیم کے حوالے سے اپنی سفارشات مکمل کر کے جناب سپیکر کو بھجوا دی ہیں۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ اس سلسلے میں کوئی پیشرفت ہو کیونکہ قومی اسمبلی نے اپنے رولز میں بڑے اچھے طریقے سے تبدیلی کر لی ہے اسی لئے یہ کمیٹی بھی بنی تھی کہ ہمارے رولز میں جو ایسی ویسی تھوڑی سی باتیں ہیں تو ان کے متعلق اچھے طریقے سے رولز میں ترمیم کر دی جائے۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ اس سلسلے میں کمیٹی کی رپورٹ سے متعلق سیکرٹریٹ سے پوچھ لیا جائے کہ وہ کس پوزیشن میں ہے اور کمیٹی کو آپ ڈائریکشن دے دیں کہ اگر انہوں نے ایک مہینے کے اندر رپورٹ پیش نہ کی تو وہ رپورٹ جناب سپیکر کو یا اس ہاؤس کو پیش کریں تاکہ وہ فائنل ہو جائے۔

جناب چیئرمین: کمیٹی کو یہ کہا جائے گا کہ اگلے سیشن میں اس رپورٹ کو پیش کر دیں۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ) پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ) شکریہ۔ جناب سپیکر! بگو صاحب نے پوائنٹ raise کیا ہے تو میں اسی سلسلے میں بات کرنا چاہتا ہوں کہ بگو صاحب نے بالکل صحیح فرمایا کہ ہمیں reasons دینا چاہئیں۔ یہ پہلے بھی ہاؤس میں زیر بحث آیا تھا۔ میں اپنے بھائی کو آپ کے اور اس ہاؤس کے توسط سے یہ بتانا چاہتا ہوں اور اس معزز ایوان کے علم میں بھی یہ لانا چاہتا ہوں کہ لاء اینڈ پارلیمانی افیئر کی کمیٹی میں بہت اہم بل آتے ہیں، قانون سازی ہوتی ہے اور اس حوالے سے اداروں کا وجود آتا ہے اور جس طرح پراسیکیوشن ڈیپارٹمنٹ بنا تھا اس میں ہماری کمیٹی نے دن رات محنت کی لیکن ہمارے رولز ایسے ہیں کہ ہمیں ایک ماہ میں دو سے زائد میٹنگ کرنے کی اجازت نہیں ہے لیکن اگر ان دونوں میٹنگ میں پورے بل کو thrash out نہ کیا جائے، زیر بحث نہ لایا جائے یا وہاں ایک ایک نکتے اور ایک ایک لفظ پر بحث ہوتی ہے۔ یہ ہماری کمیٹیوں کو کریڈٹ جاتا ہے اور اس میں اپوزیشن کے ممبران بھی ہیں اور حکومتی بنچز کے بھی ہیں کہ وہ کسی معاملے کو lightly نہیں لیتے۔ صرف انگوٹھا چھاپ نہیں ہیں، وہ ایک ایک چیز پر بحث کر کے اس کو اچھی فارمیشن میں لاتے ہیں اور وہ اس لئے لاتے ہیں کہ قانون سازی اور ادارے بنتے ہیں وہ for a time period نہیں ہوتے، وہ عوام کے لئے ہوتے ہیں اور عرصہ دراز کے لئے انہوں نے قائم رہنا ہوتا ہے۔ اس کے لئے رولز اور دیگر

ساری چیزیں دیکھنا پڑتی ہیں لیکن ہمارے رولز ایسے ہیں کہ ہم صرف وہی معاملہ زیر بحث لا سکتے ہیں جو یہاں سے refer کیا جاتا ہے اور ایک ماہ میں دو سے زیادہ میٹنگ نہیں کر سکتے۔ اگر ہمیں یہ اجازت ہو کہ ہم ایک ماہ میں زیادہ میٹنگ کر سکتے ہیں یا اس کا عرصہ مقرر کر دیا جائے یا اس میں اگر مزید ترمیم لائے۔

جناب چیئرمین: چودھری صاحب رولز کے مطابق ایک ماہ میں دو سے زیادہ میٹنگز نہیں ہو سکتیں لیکن ایک میٹنگ کے بارے میں کوئی تعین نہیں ہے اور آپ اسے day to day جب تک آپ کا وہ معاملہ ختم نہ ہو، اس کو pending کرتے ہوئے میٹنگ کے دن بڑھا سکتے ہیں۔ میٹنگ دو دفعہ ہو سکتی ہے لیکن دن کی کوئی قید نہیں ہے اس لئے اگر آپ چاہیں تو ایک دو تین دن سے زیادہ بھی meet کر سکتے ہیں۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ) جناب چیئرمین! اس میں مسئلہ یہ آتا ہے کہ ہماری کمیٹیاں اتنی زیادہ ہیں اور اتنی زیادہ قانون سازی ہونا ہوتی ہیں اور باقی ہر ڈیپارٹمنٹ نے بھی میٹنگ کرنا ہوتی ہیں تو ہر کمیٹی کی میٹنگ کے لئے ٹائمنگ ہوتی ہے اور اس حوالے سے ہمارے پاس ٹائم مخصوص ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ unlimited ہم اس کمیٹی روم کو اپنے قبضے میں رکھیں۔ ایک دن بڑھ سکتا ہے کہ دو دن میٹنگ کر سکتے ہیں لیکن ہمیں schedule کے مطابق ہی میٹنگ کرنا ہوتی ہے کیونکہ اگر میری کمیٹی کی میٹنگ دو دن ہو گی تو باقی کمیٹیوں کا کام suffer ہوگا۔ اس حوالے سے میں یہ گزارش کروں گا کہ اس کا پوری طرح سے جائزہ لے کر اس کے رولز میں اگر ترمیم لانی ہے تو پورے طور پر لے کر آئیں اور suo moto اختیارات بھی ان کمیٹیوں کو دیں۔

جناب چیئرمین: Suo moto اختیارات چونکہ صوبائی اسمبلی کے پاس نہیں ہیں بہر حال آپ earliest possible time میں---

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ) جناب چیئرمین! اسی ہاؤس نے دینا ہے اور ایڈوائزری کمیٹی کی رپورٹ کے پچھلے پانچ سالوں سے ہم منتظر ہیں۔

جناب چیئرمین: وہ بھی ترمیم کے ذریعے ہوگا تو آپ سے یہ درخواست ہے کہ جو بھی کمیٹیاں جس subject پر کام کر رہی ہیں وہ earliest possible time میں اپنی رپورٹس پیش کرنے کی کوشش کریں۔ شکریہ۔ جی، شیخ صاحب!

شیخ علاؤالدین: جناب بہتر تو یہ تھا کہ سمیع اللہ صاحب بیٹھے ہوتے تو میں بات کرتا لیکن میں ایک بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ آج اخبارات نے چیف منسٹر سندھ کے بارے میں میری طرف سے جو کہا گیا اور جو کل آپ نے اس پر اپنی رولنگ دی تھی۔ بات یہ تھی کہ چیف منسٹر سندھ نے کالا باغ ڈیم کی مخالفت کی، میں نے صرف یہ کہا تھا کہ کالا باغ ڈیم ہمارے لئے، سندھ کے لئے اور سب کے لئے ضروری ہے اور وہ اپنا ہونے کے باوجود مخالفت کرتے ہیں لیکن آپ کو یہ سن کر اس وقت بھی شاید حیرانگی ہوئی ہوگی کہ پیپلز پارٹی کے جو دو دوست ادھر بیٹھے تھے، انہوں نے اس کو ایک اور رنگ دے کر پیش کیا اور آپ نے صحیح یا غلط یہ میں اس وقت نہیں کہتا، آپ نے ان معاملات کو جو کہ ایک اہم معاملہ تھا، کو حذف کر دیا۔ اب ہوا یہ کہ ہماری پارٹی یا ہمارا لیڈر پرویز الٰہی اتنی تلخ باتیں بھی سن لیتا ہے کہ یہ سوچ نہیں سکتے۔ انہوں نے جس کے کہنے پر کل کالا باغ ڈیم کے معاملے پر مخالفت کی اور یہ کہہ کر مخالفت کی کہ میں نے صوبہ سندھ کے خلاف کوئی بات کی ہے۔ مجھے آج یہ اس معزز ایوان کے سامنے کہہ دیں کہ کالا باغ ڈیم پر ان کی پالیسی کیا ہے؟ سمیع اللہ صاحب ابھی یہ کہہ رہے تھے کہ زراعت کو بڑی ضرورت ہے، ملک کو بڑی ضرورت ہے، پنجاب کو بڑی ضرورت ہے۔ کالا باغ ڈیم تو یہ خود نہیں بننے دینا چاہتے اور یہ ان کے کہنے پر چلتے ہیں۔ ہماری پارٹی میں آپ کو بھی معلوم ہے کہ جو کچھ ہم بات چیت کر لیتے ہیں۔ پرویز مشرف صاحب نے چار چار گھنٹے میں خود عینی شاہد ہوں کہ کراچی میں بیٹھ کر ان کے وہاں جو تمام لوگ ہیں، ان سے بات چیت کی ہے، صحافیوں سے بات چیت کی ہے لیکن آج تک یہ پارٹی اپنا مؤقف اس پر کلیئر نہیں کر سکی۔ ان کے اپنے حالات یہ ہیں کہ من تیرا حاجی بگویم تو مرا ملا بگو۔ کہتے یہ مجھے ہیں۔ میں تو ہر بات کہہ دیتا ہوں لیکن میں اپنی بات جو کہتا ہوں وہ positive figure میں کہتا ہوں۔ سمیع اللہ صاحب تشریف لے آئیں تو اس کا مجھے جواب چاہئے کہ کالا باغ ڈیم پر ان کا مؤقف کیا ہے؟ اصل مسئلہ تو کالا باغ ڈیم ہے۔

جناب چیئرمین: شیخ صاحب! آپ کا پوائنٹ آف آرڈر valid نہیں ہے۔

شیخ علاؤالدین: Valid ہے اور اس لئے ہے کہ انہوں نے میرا نام لیا ہے۔ نہیں جناب! میں اس پر واک آؤٹ کرتا ہوں اگر میرا پوائنٹ آف آرڈر valid نہیں ہے چونکہ انہوں نے میرا نام لیا ہے اور کل انہوں نے کالا باغ ڈیم کی وجہ سے چیف منسٹر کو درمیان میں کھینچا ہے اور آج اخبار میں میری وہ خبر ہے تو میں ان کو کیوں نہ کہوں۔ یہ جواب دیں ورنہ میں اس پر واک آؤٹ کروں گا۔ ان کو میں کیوں نہ کہوں یہ جواب دیں ورنہ I am going میں اس پر واک آؤٹ کروں گا۔ یہ کوئی

بات ہے؟ وہ کالا باغ ڈیم پر آج تک نہیں بولے۔ پیپلز پارٹی کالا باغ ڈیم پر اپنا مؤقف بتائے کہ کیا کہنا چاہتی ہے؟

جناب چیئر مین: دیکھیں جی، آج کسی اپوزیشن کے ممبر نے، کسی جماعت کے ممبر نے اس بجٹ کی discussion میں کیا یہ کہا ہے کہ وہ کسی ڈیم کو یا کالا باغ ڈیم کو oppose کرتے ہیں؟ تو آج چونکہ discussion ہو رہی ہے بجٹ پر تو بجٹ کے حوالے سے بات ہونی چاہئے۔

شیخ علاؤالدین: جناب چیئر مین! انہوں نے عجیب طریقہ استعمال کیا انہوں نے یہ کہا کہ میں نے چیف منسٹر سندھ کو کیوں کہہ دیا او بھئی! چیف منسٹر سندھ بھی ہماری ہی (ق) لیگ کا ہے۔ ان کو کیا پرابلم ہو رہی تھی اس میں۔ اصل میں ان کو مسئلہ کالا باغ ڈیم کا تھا کہ میں نے ان کو کہا، پیپلز پارٹی کالا باغ ڈیم پر اپنی پوزیشن واضح کرے کہ ان کی پوزیشن کیا ہے؟ ابھی معاملہ صاف ہو جاتا ہے۔ دوسرا میں آپ کو بتاؤں رحیم یار خان تک یہ سندھی بہروی میں بولتے ہیں اور رحیم یار خان سے ادھر یہ راگ موار شروع کر دیتے ہیں۔ ان کی وہاں پالیسی کچھ اور ہے یہاں پالیسی کچھ اور ہے۔

جناب چیئر مین: شیخ صاحب! شکریہ۔ آپ نے تفصیل سے اپنی بات کر لی۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئر مین: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئر مین! کیا چیئر کو مخاطب کر کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ جناب! میں اس کو نہیں مانتا میں اس پر آپ کی رولنگ چاہوں گا۔

جناب چیئر مین: جی، سمیع اللہ خان صاحب!

جناب سمیع اللہ خان: جناب چیئر مین! انہوں نے کالا باغ ڈیم پر ہمارا مؤقف جاننا چاہا ہے تو یقینی بات ہے کہ اس ملک کے ڈیم ہوں، سڑکیں ہوں یا میگا پراجیکٹ ہوں ان کو بنیادی طور پر بنانا حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہیں اور سیاسی جماعتیں جو اپوزیشن میں ہوتی ہیں ان کا اپنا مؤقف ہوتا ہے۔ اب کوئی ڈیم، میگا پراجیکٹ رنگ روڈ ہے اگر ہم یہ کہیں کہ اس میں یہ یہ خامیاں ہیں اگر پنجاب حکومت کی commitment رنگ روڈ سے ہے تو وہ اس کو بنائے گی۔ ہم اس میں سو بار کہتے ہیں کہ انہوں نے یہ نقشے تبدیل کر لئے ہیں انہوں نے فلاں کر لیا ہے لیکن بنیادی طور پر یہ حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

جناب چیئرمین! شیخ علاؤالدین بہت سمجھدار ہیں کالا باغ ڈیم کا جواب جو ہے جیسا کہ میں نے کہا کہ میگا پراجیکٹ بنانا جیسے گوادر کا پورٹ بن رہا ہے اس میں جو بھی جس کا مؤقف ہو یعنی کسی بھی پراجیکٹ کو بنانا حکومت وقت کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ سیاسی جماعتیں اس میگا پراجیکٹ کی حمایت کرتی ہیں کچھ اس کو oppose کرتی ہیں اسی طرح ڈیم کا معاملہ ہوتا ہے۔

جناب چیئرمین: چونکہ بحث ڈیم کی نہیں ہو رہی ہے بلکہ بجٹ کی ہو رہی ہے اس لئے میرا خیال ہے بجٹ پر ہی رہنا چاہئے۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب چیئرمین! مجھے قطعاً کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہے اپنی پارٹی کا مؤقف پیش کرنے میں لیکن یہ بہت بہتر ہوتا اگر شیخ علاؤالدین صاحب چودھری پرویز الٰہی کی وساطت سے، جنرل پرویز مشرف کو آج آٹھ سال ہو گئے ہیں وہ جب اپنی رٹ کو establish کرنے پر آتے ہیں جیسا کہ اکبر بگٹی کو قتل کرنا ہے۔۔۔

جناب چیئرمین: آپ اپنا مؤقف بیان کریں ان کو مشورہ نہ دیں۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب چیئرمین! اکبر بگٹی کو قتل کرنا ہے تو پیپلز پارٹی سے نہیں پوچھا جاتا، اس ملک میں کوئی اور چیز بنانی ہے، وردی کے ساتھ غیر آئینی صدر رہنا ہے تو پیپلز پارٹی کی بات نہیں مانی جاتی۔ صرف کالا باغ ڈیم ایسا ہے کہ۔۔۔

سالانہ بجٹ برائے سال 08-2007 پر بحث

(۔۔۔جاری)

جناب چیئرمین: جی، آپ تشریف رکھیں، ہاؤس کی کارروائی چلنے دیں۔ میں بگو صاحب کے پوائنٹ آف آرڈر پر صرف اتنا کہنا چاہوں گا کہ سپیکر کی رولنگ ہوتی ہے اور جو بات ہوتی ہے وہ ہاؤس پر binding ہوتی ہے اگر کوئی ممبر اس کو اپنے طور پر نہیں مانتا تو اس کو کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ بہر حال وہ ان پر binding ہے کہ وہ اس کو مانیں اس کے علاوہ میں اور کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ اب میں بجٹ بحث کی دعوت دیتا ہوں جناب جوزف حاکم دین کو کہ وہ بحث کریں۔

محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ): جناب چیئرمین! میں ایک منٹ بات کرنا چاہتی ہوں۔

جناب چیئرمین: محترمہ! ابھی آپ تشریف رکھیں ان کی تقریر کے بعد آپ کو موقع دوں گا۔

جناب جوزف حاکم دین: جناب چیئر مین! آپ کا شکریہ کہ میں بھی بجٹ کے بارے میں کچھ بول سکوں۔ چودھری پرویز الٰہی وزیراعلیٰ پنجاب اور جناب حسنین بہادر دریشک وزیر خزانہ مبارکباد کے مستحق ہیں جنہوں نے فری ٹیکس بجٹ 08-2007 پیش کیا جو اپنی مثال آپ ہے۔ بجٹ میں لوگوں کو بہت سی سہولتیں دی گئی ہیں تاکہ لوگ اس سے فائدہ اٹھا سکیں اور ان کے مسائل میں کمی ہو سکے۔ فری ٹیکس بجٹ پیش کرنا اتنا آسان نہیں ہوتا اس کے لئے وسائل بھی درکار ہوتے ہیں جب وسائل ہوں گے۔۔۔

جناب چیئر مین: میری ممبران سے درخواست ہے کہ یہ ان کے فرائض منصبی میں شامل ہے کہ وہ بجٹ کی بحث یا ہاؤس کی کارروائی کو پوری توجہ سے سنیں اور اس پر غور کریں۔ جی۔

جناب جوزف حاکم دین: جب وسائل ہوں گے تو عوام کے لئے سہولتیں بھی اس قدر زیادہ ہوں گی۔ پاکستان مسلم لیگ کی حکومت نے ایک اچھا بجٹ پیش کر کے عوام کے دل جیت لئے ہیں اور چودھری پرویز الٰہی وزیراعلیٰ پنجاب کے تدبر، فہم و فراست اور گڈ گورننس کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ وہ صوبہ پنجاب کی ترقی کے لئے دن رات کوشاں ہے۔ بجٹ پنجاب کے عوام کی سیاسی اور معاشی استحکام کے لئے راہیں استوار کرے گا۔ جب عوام خوشحال ہوں گے تو پنجاب کی ترقی ہو گی، اس کی مضبوطی ہو گی، معاشی و اقتصادی طور پر صوبہ میں استحکام آئے گا، غربت کا خاتمہ ہو گا، عوام کا معیار زندگی بلند ہو گا اور یہ ایک اچھا اقدام ہے جو کہ خوشی کی علامت ہے۔ میں یہ بات کرتا جاؤں کہ کسی بھی ملک کی ترقی کا راز تعلیم پر ہوتا ہے۔ موجودہ حکومت نے اس شعبہ میں خطیر رقم رکھی ہے سکولوں اور کالجز کا قیام، یونیورسٹیز کا قیام، پرائیویٹ سیکٹرز میں اتنی ساری یونیورسٹیوں کی اجازت دینا اس حکومت کا کارنامہ ہے حکومت عوام کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنا چاہتی ہے۔ اسی حکومت نے اساتذہ کی appointments کیں، سکولوں اور کالجوں میں missing facilities کو مہیا کرنا اسی حکومت کا کام ہے، بچوں کو کتابیں مفت دی اور فیس معاف کرنا یہ سب سہولتیں عوام کو معاشرے میں ایک باعزت شہری بنانے کے لئے ضروری ہیں۔ پرائیویٹ اداروں کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ پرائیویٹ ادارے اپنے طور پر پورے صوبے میں گراں قدر خدمات سرانجام دے رہے ہیں کوئی معاشرہ تعلیم کے بغیر ترقی نہیں کر سکتا پنجاب حکومت کی پالیسیوں کی وجہ سے rate of literacy میں اضافہ ہوا ہے۔

جناب سپیکر! صحت کے شعبے کو بھی سامنے رکھتے ہوئے میں اتنا کہوں گا کہ ہسپتالوں کا قیام عوام کی صحت کے لئے ناگزیر ہے۔ عوام کو ہسپتالوں میں فری ادویات کا ملنا ایک نیک فال ہے اور یہ اسی حکومت کا کارنامہ ہے کہ اس نے کارڈیک سنٹرز قائم کئے، ٹراما سنٹرز قائم کئے تاکہ لوگ وہاں جاکر اپنا علاج کرا سکیں۔ میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس سے پیشتر کئی حکومتیں آئیں جنہوں نے اس سیکٹرز میں بالکل کچھ کام نہیں کیا یہ پہلی حکومت ہے جس نے اس سیکٹر میں گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ مہلک بیماریوں سے بچوں کو بچانے کے لئے حفاظتی ٹیکوں کا انتظام کرنا اس حکومت کا کام ہے۔ ایگریکلچر کے شعبے کو دوام بخشنے کے لئے ساڑھے بارہ ایکڑ زمین پر ٹیکس کی معافی، کاشتکاروں کے لئے اجناس کی امداد میں اضافہ، یکساں آبیانہ مقرر کرنا اس حکومت نے کیا ہے اور ایک لاکھ سے زیادہ بے زمین کسانوں کو زمینیں بھی دینا اس حکومت کا کام ہے۔

جناب چیئرمین! میں لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے بھی بات کرنا چاہتا ہوں کہ پولیس پٹرولنگ پوسٹ قائم کرنا بھی اسی حکومت کا یہ سارا کام ہے تاکہ عوام محفوظ ہو اور ان کے سفر میں سہولت ہو اور وہ بغیر کسی خوف کے سفر کر سکیں۔ غرض کہ ہر شعبہ زندگی میں خاطر خواہ رقم رکھی گئی ہے جو پنجاب کے عوام کی ترقی کے لئے نہایت ضروری ہے۔ یہاں یہ بات کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ سیالکوٹ لاہور موٹروے کا منصوبہ ترقی کی راہیں کھولے گا اس منصوبے کے حوالے سے تین صنعتی زون قائم کئے گئے ہیں۔ تین غیر ملکی سائنس اور ٹیکنالوجی کی یونیورسٹیاں اسی روڈ پر، اسی شاہراہ پر اور اسی موٹروے پر قائم ہوں گی تو اس منصوبے سے ترقی کی راہیں کھلیں گی۔ یہ منصوبہ حکومت پنجاب کی ترقی کا ضامن ہے۔ چودھری پرویز الہیٰ وزیراعلیٰ پنجاب نے ہر شعبہ زندگی میں بھرپور انداز سے خیال رکھا ہے تاکہ کوئی شعبہ بغیر ترقی کے نہ رہ سکے۔ میں تو یہاں تک بھی کہوں گا کہ وزیراعلیٰ پنجاب نے ہر شعبہ زندگی کے لوگوں کا خیال رکھا ہے۔ اکثریتی عوام کے ساتھ اقلیتوں کو بھی ترقی سے نوازا ہے۔ ہر اقلیتی ایم پی اے کو پچاس لاکھ روپے کی رقم ہر سال دی تاکہ وہ اقلیتی عوام کو فلاح و بہبود اور ترقی کی طرف گامزن کر سکیں۔ اس کے علاوہ تین کروڑ روپے کی خطیر رقم جو دوسرے ایم پی اے صاحبان کو دی وہ اقلیتی نمائندوں کو بھی دی ہے۔ میں اس floor پر وزیراعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الہیٰ کا اقلیتی عوام کی طرف سے شکر گزار ہوں جنھوں نے اقلیتی عوام کی فلاح و بہبود اور ان کی ترقی کے لئے اتنی خطیر رقم دی تاکہ ہم ان کی فلاح و بہبود کے لئے استعمال کر سکیں۔ اقلیتیں وزیراعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الہیٰ اور چودھری شجاعت حسین صدر پاکستان مسلم

لیگ کے شکر گزار ہیں کہ جنھوں نے ہر سطح پر اقلیتوں کے مفادات کا خیال رکھا ہے اور ان کی مدد فرمائی۔ اس بجٹ میں ایک ارب روپیہ اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے لئے رکھا گیا ہے۔ اسی کے ساتھ پانچ سو ملین خواتین کی فلاح و بہبود کے لئے رکھا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ میری بہن ایم پی ایز جو ہیں وہ اس بجٹ میں سے اپنی بیوہ خواتین کے لئے بھی رقم مختص کریں گی۔ چودھری پرویز الہیٰ وزیر اعلیٰ پنجاب کی ہدایت پر اقلیتی یونٹ قائم کر دیئے گئے ہیں تاکہ اقلیتی عوام جنرل الیکشن میں اپنے ووٹ کا استعمال پاکستان مسلم لیگ کے لئے کریں۔ اقلیتیں جناب جنرل پرویز مشرف صدر پاکستان کی کوششوں کو سراہتی ہیں جو پاکستان کے استحکام، اس کی ترقی اور اس کو مضبوط سے مضبوط بنانے کے لئے کر رہے ہیں۔ اقلیتیں انہیں یقین دلاتی ہیں کہ وہ ہر قدم پر جناب جنرل پرویز مشرف صدر پاکستان کے ساتھ ہیں۔

جناب چیئرمین! پنجاب کی حکومت نے تنخواہوں میں پندرہ فیصد سرکاری ملازموں کا جو اضافہ کیا ہے یہ ایک اچھا اقدام ہے۔ پانچ سو روپیہ ساڑھے چھ لاکھ غریب خاندانوں میں بھی امداد کے طور پر استعمال ہو گا۔

جناب چیئرمین: wind up کریں۔

جناب جوزف حاکم دین: جی، میں wind up کرتا ہوں۔ صرف ایک دو منٹ مجھے مزید دے دیں۔ کچی آبادیوں کی رجسٹریشن کی میعاد بڑھا کر 1985 سے 2006 تک جو ہے یہ اکیس سال کا دورانیہ بنتا ہے، یہ ایک نیک قدم اٹھایا ہے۔ زیادہ لوگوں کو مالکانہ حقوق ملیں گے اور ان کے علاقوں میں اچھے کام ہوں گے۔ یہ کارنامہ صرف اور صرف وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الہیٰ کا ہے۔ چودھری پرویز الہیٰ کے لئے میرے پاس ایک شعر ہے۔ شاعر مشرق سر علامہ اقبال کا شعر ہے کہ:

تو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیرا
تیرے سامنے آسماں اور بھی ہیں

جناب چیئرمین: جی، شکریہ

جناب جوزف حاکم دین: جناب چیئرمین! ایک منٹ مجھے دے دیں۔ میں wind up کرتا ہوں۔ غریب لوگوں کو دیہی علاقوں میں دو کنال زمین مفت دینا بھی اسی حکومت کا کارنامہ ہے۔ چھوٹے کاشتکاروں کو خصوصی قرضے بھی ملیں گے۔ میں آخر میں یہ کہوں گا کہ یہ ایک عوام دوست اور

غریب دوست بجٹ ہے۔ دوبارہ وزیر اعلیٰ پنجاب اور وزیر خزانہ کو ایک بہترین بجٹ پیش کرنے پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

آخر میں وزیر قانون جناب محمد بشارت راجہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جب بھی اقلیتی عوام کے حوالے سے مسائل ان کے سامنے پیش کئے تو انھوں نے خصوصی توجہ دی اور انہیں حل کیا۔ وزیر خزانہ کے لئے پنجاب کے عوام کی طرف سے میں ایک درخواست کرتا ہوں کہ فیڈرل میں تو ٹیچرز کے لئے ٹیچنگ الاؤنس کا اضافہ کیا گیا کیونکہ They are the makers of minds and souls. We should respect our teachers. ہمیں اپنے ٹیچرز کا احترام کرنا چاہئے۔ میں وزیر خزانہ اور وزیر اعلیٰ پنجاب سے یہ استدعا کرتا ہوں کہ ان کے لئے ٹیچنگ الاؤنس کا بندوبست کیا جائے بلکہ ان کو ٹیچنگ الاؤنس دیا جائے۔ شکریہ کہ آپ نے میری تقریر کو سنا اور مجھے وقت دیا۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی، مصباح صاحبہ! آپ کچھ کہنا چاہ رہی تھیں؟

محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ): جناب چیئرمین! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ سٹینڈنگ کمیٹیز جو بنائی جاتی ہیں وہ اسمبلی کے بزنس کی مدد کے لئے بنائی جاتی ہیں اور یہ اس وقت activate ہوتی ہیں جب اسمبلی کی طرف سے کوئی بزنس ان کی طرف refer ہوتا ہے لیکن اب ساڑھے چار سال ہو چکے ہیں اور بہت ساری کمیٹیز ایسی ہیں کہ جب ان کا ایک دفعہ چیئرمین منتخب ہوتا ہے تو اس کے بعد سے آج تک ان کا کوئی اجلاس نہیں ہو سکا۔ میری یہ درخواست ہے کہ اب جو آگے تھوڑا سا وقت رہ گیا ہے، جس طرح قومی اسمبلی میں suo moto ایکشن لے کر اسمبلی کی کمیٹیز اپنا اجلاس بلا سکتی ہیں اسی طرح آپ رولنگ دے دیں کہ آئندہ جو وقت رہ گیا ہے اس میں یہاں کی کمیٹیز کے جو چیئرمین اور چیئرپرسن ہیں وہ suo moto ایکشن لے کر کمیٹی کے اجلاس بلا سکیں۔ شکریہ

جناب چیئرمین: جی، شکریہ۔ رولز کے خلاف رولنگ چیئرمین نہیں دے سکتا۔ بہر حال اگر آپ چاہتی ہیں کہ ایسی کمیٹیاں جن کا کوئی بزنس نہیں ہے جس کی وجہ سے میٹنگ نہیں ہو سکی تو آپ 28 اور 29۔ تاریخ کو جو پرائیویٹ ممبرز ڈے ہے اس میں ان کمیٹیوں کے بارے میں کوئی ریزولیوشن، کوئی ایسا کام ہاؤس میں پیش کر دیں تو ان کو کام مل جائے گا۔ پھر ان کی میٹنگ ہو جائے گی۔ شکریہ

جناب سمیع اللہ خان: جناب چیئرمین!۔۔۔

جناب چیئرمین: جی، سمیع اللہ خان صاحب!

جناب سمیع اللہ خان: جناب چیئرمین! میں محترمہ کی بات جو کہ انھوں نے یہاں کی ہے اس کی بھرپور تائید کرتا ہوں کہ انھوں نے بالکل درست point raise کیا ہے لیکن ایک گزارش کروں گا کہ اس ہاؤس کو اور موجودہ حکومت کو تقریباً ساڑھے چار سال ہو گئے ہیں۔ اب وہ کمیٹیاں جن کا صرف ایک اجلاس ہوا، اب حکومت کا جو مقصد نظر آتا ہے وہ یہی ہے کہ ایسی کمیٹیوں کا پہلا اجلاس ہو، اس میں چیئرمین چنا جائے، اس کو گاڑی مل جائے، اس کو مراعات مل جائیں اور اس کے بعد جیسے انھوں نے کہا ہے کہ چار سال میں ان کا کوئی بزنس نہیں ہوا۔ میں سمجھتا ہوں کہ حکومت نے یہ کمیٹیاں جن کا چار سال میں کوئی اجلاس نہیں ہوا اس لئے بنائی ہیں کہ کچھ لوگوں کو نوازا جا سکے۔

جناب چیئرمین: خان صاحب! آپ کا یہ پوائنٹ آف آرڈر جو ہے اس کو تو میں پہلے decide کر چکا ہوں کہ بزنس آپ ممبر حضرات جو دیں گے تو پھر اس کے مطابق کمیٹی کام کرے گی۔ اس کے پاس بزنس ہو گا تو میٹنگ ہو گی اس لئے آپ اگر چاہتے ہیں کہ کوئی کمیٹی جس نے کوئی کام نہیں کیا ہے، جس کے پاس بزنس نہیں ہے تو اس کو آپ اس ہاؤس میں کوئی بزنس provide کریں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب چیئرمین! بزنس تو اس ہاؤس سے approve ہوتا ہے، اب جب ہاؤس سے کوئی بزنس نہیں جائے گا، ویسے وہ جو کمیٹی ہے، اس نے یہ recommend کیا ہے، میں نے یہ amendment دی تھی اور کمیٹی نے مہربانی کی کہ میری اس amendment کو accept کیا ہے کہ suo moto کا اختیار دیا گیا ہے جس طرح قومی اسمبلی میں دیا گیا ہے۔ وہ آپ نے جو مہربانی کی ہے کہ اگلے اجلاس میں ہر صورت اس کمیٹی کی رپورٹ پیش کر دی جائے تاکہ یہ اسمبلی approve کرے۔ یہ بہت اچھی بات ہے، اللہ کرے اگلا اجلاس ہو جائے، کوئی اور افواہیں سننے میں آ رہی ہیں لیکن اگر اگلا اجلاس ہو گیا تو پھر ٹھیک ہے۔

جناب چیئرمین: انشاء اللہ۔ جی، عظمیٰ بخاری صاحبہ کچھ کہنا چاہ رہی ہیں؟

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب چیئرمین! بالکل ابھی جیسے بجٹ کی تقریریں آج ہم سارے دن کی سن رہے ہیں، کل بھی سنا، پرسوں بھی سنا، جس طرح حکومت کی کارکردگی بیان کی جا رہی ہے اور حکومت کی کارکردگی کے جو دعوے کئے جا رہے ہیں اس میں ایک کریڈٹ میں گورنمنٹ کو اور دینا چاہتی ہوں اور اس کریڈٹ کا جو گواہ اور ضامن ہے وہ یہ پنجاب اسمبلی کی بلڈنگ ہے۔ یہاں بہت سی

اسمبلیاں آتی اور جاتی رہیں۔ اس ہاؤس کے اندر بہت لوگ آئے اور گئے لیکن اس اسمبلی کی یہ کارکردگی بھی ان کے credit میں ہے کہ اس اسمبلی میں اتنے بڑے بڑے جھوٹ بولے گئے، اتنی بڑی غلط بیانیوں سے کام لیا گیا کہ اسمبلی کی چھت کے اوپر دراڑیں پڑ گئی ہیں جس کو اخباروں نے quote کرنا شروع کر دیا ہے۔ اس حکومت کی کارکردگی اور ان کے جھوٹوں کو اب پنجاب اسمبلی کی چھت بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ میں اس پر حکومت کو مبارکباد پیش کرنا چاہتی ہوں۔

جناب چیئرمین: میں محترمہ اور باقی تمام ممبران سے یہ کہوں گا کہ کسی بھی ممبر کے متعلق اس قسم کے ریمارکس نہ دیئے جائیں۔ اگر آپ اپنے ساتھیوں کے متعلق ایسی بات کہیں گے کہ یہ جھوٹ بولتے ہیں یا انھوں نے یہ جھوٹ بولا یا ان کے جھوٹ کی وجہ سے یہ ہو رہا ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب! جھوٹ کی بجائے غلط بیانی کا لفظ استعمال کر لیا جائے۔

جناب چیئرمین: اگر آپ غلط بیانی کہیں تو اس کا بھی وہی مطلب ہے۔ آپ سب معزز ممبران ہیں قطع نظر اس سے کہ آپ کا تعلق کس پارٹی سے ہے اور دوسرے ممبرز کس پارٹی سے ہیں۔ آپ سب ایک community ہیں اور آپ ایک طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ لہذا آپ اپنے طبقے کو degrade کرنے کی بات نہ کریں تو زیادہ بہتر ہو گا۔ اس سے آپ کارروائی میں مخل ہوتے ہیں اور جس سے غیر ضروری delay بھی ہوتی ہے۔ اب میں شیخ اعجاز صاحب کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اپنی بجٹ تقریر شروع کریں۔ جی، شیخ صاحب!

شیخ اعجاز احمد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! شکریہ کہ آپ نے مجھے بجٹ پر اظہار خیال کا موقع دیا۔ پنجاب اسمبلی کا یہ پانچواں بجٹ جو یہاں پر پیش ہو چکا ہے اور ہمارے معصوم وزیر خزانہ نے پہلے چار بجٹ پیش کئے ہیں اور آج یہ انھوں نے پانچواں بجٹ پیش کیا۔ کھربوں روپے کا یہ پانچواں بجٹ جو کہ انھوں نے صوبہ پنجاب کے مظلوم، محکوم اور بنیادی سہولتوں سے بے بہرہ عوام کو دیا ہے۔ ٹریژری بنچز کی جو حالت ہے وہ کچھ یوں ہے:

ہمیں تو گردشِ حالات پر رونا آیا
رونے والے تجھے کس بات پر رونا آیا

جناب چیئرمین! اپوزیشن کے بارے میں تو یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ان کے حالات گردش میں رہتے ہیں لیکن یہاں پر وزراء کا بھی عجیب عالم ہے۔ جو سرکاری سواریاں ہیں ان کو جتنا خوف اس وقت ہے شاید پہلے کبھی نہ تھا۔ یہ صرف اس کے جو measures تھے وہ opt کر لیتے تو وہ جہاز سے چھلانگیں نہ لگاتے بلکہ صرف seat belts باندھ لیتے تو ان کا گزارا ہو جاتا تھا لیکن وزراء جو ہیں وہ بھاگے پھرتے ہیں، پریشان حال ہیں کیونکہ یہ بجٹ ان کا آخری بجٹ ہے اور ملک کے جو معروضی و سیاسی حالات ہیں وہ اس قدر دگرگوں ہیں کہ آنے والا وقت ان کے لئے شرمندی اور پریشانی کا سامان لے کر آنے والا ہے۔ اس سے زیادہ ان کے پاس کوئی چیز نہیں ہے۔

جناب چیئرمین! اگر آپ گزشتہ سات سالوں کی مہنگائی بالعموم اور گزشتہ تین سالوں کی مہنگائی کو بالخصوص ماپیں تو آپ کو حالات کا اندازہ ہو جائے گا اور پھر گزشتہ تین ماہ کی مہنگائی کو دیکھیں تو آپ اور اس پورے معزز ایوان کو اس بات کی سمجھ آ جائے گی کہ تنخواہوں میں اضافہ صرف 15 فیصد ہوا ہے جبکہ مہنگائی 200 فیصد بڑھی ہے۔ گزشتہ تین ماہ کے آپ فگرز اٹھا کر دیکھ لیں۔ ہماری جو basic needs ہیں ان میں کتنا ہوش ربا اضافہ ہو چکا ہے۔ اس کے بعد تنخواہوں میں صرف 15 فیصد اضافہ کرنا میں سمجھتا ہوں کہ یہ مذاق اڑایا گیا ہے۔ کل وزیر قانون صاحب نے یہ فرمایا کہ جی -/500 روپے ایک مزدور کو دینے کی بات کر رہے ہیں۔ ان کو چاہیے -/5 روپے ہی دے دیئے جائیں تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ ہمارے ملک کا مزدور، ہمارے ملک کا کسان صبح سے لے کر شام تک ان ایوانوں کے لئے اور ملک پاکستان کی معیشت کو بہتر کرنے کے لئے اپنا خون اور پسینہ بہاتا ہے۔ ہمارے وزیر قانون ان کی تضحیک اس لہجے میں کرتے ہیں کہ ان کو اگر بھکاریوں کی طرح -/5 روپے بھی دے دیئے جائیں تو کوئی بات نہیں ہے۔

جناب چیئرمین! ملک پاکستان کے عوام، ملک پاکستان کے لوگ، صوبہ پنجاب کے لوگ موجودہ حکمرانوں سے پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ سات سالہ دور اقتدار میں ہمارے لئے کیا کیا گیا ہے؟ یہاں پر اس سے قبل بات ہوئی جس پر چیئر نے یہ ارشاد فرمایا کہ جی یہاں پر dignitaries کے بارے میں بات نہیں ہو سکتی۔ آپ ان dignitaries کا حوالہ نہ دیں تو جناب! اگر میرے صوبہ کے وزیر خزانہ کسی dignitary کا اس انداز سے اپنی تقریر میں ذکر کریں گے تو پھر اپوزیشن بنچز سے اس کا reaction آنا یا اس پر بات ہونا معیوب نہیں ہے کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ کوئی مقدس گائے نہیں ہے کہ جن کے بارے میں بات نہیں ہو سکتی۔ یہ آپ وزیر خزانہ صاحب کی تقریر

کا دوسرا point ملاحظہ فرمائیں۔ انھوں نے فرمایا ہے کہ ”مجھے یہ کہنے دیجئے کہ اس کا سہرا جنرل پرویز مشرف کی مدبرانہ قیادت و جمہوری روایات سے وابستگی، انتظامی و معاشی حکمت عملی پر ہے“ یہ ان کی تقریر کے الفاظ ہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ وزیر خزانہ اگر یہ فرماتے کہ مجھے کہہ لینے دیجئے یا اگر یہ کہنے کا حوصلہ نہیں رکھتے تو ہم الحمد للہ رکھتے ہیں تو پھر مجھے ہی کہہ لینے دیجئے کہ جنرل پرویز مشرف کی مدبرانہ قیادت کی بجائے اگر وہاں پر یہ add کیا جائے کہ ”ان کی ظالمانہ قیادت“ تو یہ انتہائی قرین انصاف اور حقیقت کے قریب ہوگا۔ ”ظالمانہ قیادت، بزدلانہ قیادت“ اور ان کی جمہوری روایات سے وابستگی نہیں ہے بلکہ ان کی وابستگی تو صرف جرنیلی روایات سے ہے۔

محترمہ شاہینہ اسد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: آپ تشریف رکھیں۔ ساری بات سننے کے بعد جو بات قابل اعتراض ہوگی میں اسے کارروائی سے خود ہی حذف کر دوں گا۔ ہاؤس میں سب کو اجازت ہے کہ وہ جو بات کہنا چاہیں کہیں۔ اگر کوئی ایسی بات ہوتی ہے کہ جو ہاؤس میں نہیں کہی جا سکتی تو اس پر میں اپنی رائے دوں گا۔ آپ سنیں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! شکریہ۔ میں آپ کا مشکور ہوں، یہ جو ہماری خاتون ممبر کھڑی ہوئی تھیں، صرف یہ ریکارڈ کروانے کے لئے کہ وہ جنرل پرویز مشرف کی پالیسیوں کی بڑی حامی ہیں۔ جب میں آگے چلوں گا اور اگر ہماری حکومتی خواتین ممبرز کا ضمیر جاگ رہا ہوگا تو وہ لازمی اس بات کو acknowledge کریں گی۔ تو میں بات یہ کر رہا تھا کہ یہاں پر لکھا ہوا ہے کہ ”جنرل پرویز مشرف کی مدبرانہ قیادت و جمہوری روایات سے وابستگی“ اگر یہاں پر یہ add کر لیا جائے کہ ”ظالمانہ قیادت، منافقانہ قیادت اور بزدلانہ قیادت“ اور اس کے بعد آگے لکھا گیا ہے کہ ”جمہوری روایات سے وابستگی“ یہ کتنا بڑا جھوٹ ہے کہ ایک جنرل کبھی جمہوری روایات کا پاسدار ہو سکتا ہے؟ کبھی نہیں ہو سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی تربیت ہی ایسی ہوتی ہے۔

(اذان ظہر)

جناب چیئرمین: شیخ صاحب! آپ پانچ منٹ avail کر چکے ہیں اور پانچ منٹ باقی ہیں۔ اگر آپ نماز کے بعد تقریر کر لیں تو بہتر ہوگا۔

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! میں کوشش کروں گا کہ نماز سے پہلے wind up کر لوں۔

جناب چیئرمین: آپ پانچ منٹ میں اپنی تقریر مکمل کر لیں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! براہ کرم پانچ منٹ کی قدغن نہ لگائیں چونکہ پانچ منٹ میں تو تقریر نہیں ہو سکے گی۔ اگر آپ حکم فرماتے ہیں تو نماز کے وقفے کے بعد تقریر کر لوں گا۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! ابھی نماز ظہر کے لئے وقفہ کیا جائے۔

جناب چیئرمین: جی، اب وقفہ برائے نماز ظہر کیا جاتا ہے۔ آدھ گھنٹہ کے بعد پھر ہاؤس کی کارروائی شروع کی جائے گی۔

(اس مرحلہ پر نماز ظہر کے لئے ایوان کی کارروائی آدھ گھنٹہ کے لئے ملتوی کر دی گئی)

(اس مرحلہ پر نماز ظہر کے وقفہ کے بعد جناب چیئرمین جناب نذر فرید کھوکھر
کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئرمین: شیخ اعجاز صاحب! اپنی تقریر کو جاری رکھیں۔

شیخ اعجاز احمد: شکریہ۔ جناب چیئرمین! نماز ظہر کے وقفے سے قبل جرنیلی روایات اور ظالمانہ قیادت کی بات ہو رہی تھی تو میں وہیں سے اپنی بات شروع کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین! میں نے جو اپنی گزارشات یہاں پر رکھی ہیں اور میں نے اگر یہ بات کہی ہے تو مجھے یہ کہنے دیجئے تو میں یہ بات on the floor of the House ثابت بھی کرتا ہوں کہ کیا یہ جنرل مشرف کی ظالمانہ قیادت نہیں تھی اور ہمارے لئے کتنے افسوس اور شرم کی بات ہے کہ آرٹیکلز لکھے گئے انٹرنیشنل میڈیا چیختا رہا پکارتا رہا اور یہ کہا گیا کہ پاکستان وہ ملک ہے جس میں چیف جسٹس آف پاکستان انصاف کا طالب ہے اور چیف آف دی آرمی سٹاف اپنے دفاع کا طالب ہے۔

جناب چیئرمین! اس سے زیادہ شرمندگی کی کیا بات ہو سکتی ہے کہ Justice for Chief Justice کا نعرہ جس ملک کے اندر لگ جائے اور وہ جابرانہ منافقانہ اور ظالمانہ قیادت نہیں تو کیا ہے کہ جس قیادت نے اسلام آباد میں بیٹھ کر ایم کیو ایم جو کہ ملک کی منظم دہشت گرد تنظیم ہے وہ کسی جماعت کا نام نہیں وہ کسی سیاسی جماعت کا نام نہیں بلکہ وہ سیکٹر کمانڈروں کی وہ ٹیم ہے جس نے پورے کراچی کو خون میں نہلا دیا اور ایک طرف کراچی کی سڑکوں پر ملک پاکستان کے معصوم عوام کا خون بہایا جا رہا تھا اور دوسری جانب اسلام آباد کی شاہراہ دستور پر موجودہ حکمران ہارس اینڈ کیٹل شو منعقد کرتے ہیں جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہاں پر لوگوں کا جم غفیر تھا یا وہاں پر ریلی تھی۔

محترمہ ماہا راجہ ترین: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، بی بی!

محترمہ ماہا راجہ ترین: جناب چیئرمین! ہارس اینڈ کیٹل شو کے الفاظ کارروائی سے حذف کئے جائیں۔ وہاں پر معزز اراکین اسمبلی بھی موجود تھے اور اس ایوان کا جو استحقاق ہے وہ مجروح ہوتا ہے کہ وہاں پر جو جم غفیر تھا، جو عوام کا ایک جلسہ تھا کروڑوں لوگ وہاں پر آئے ہوئے تھے۔ اس کو یہ ہارس اینڈ کیٹل کہنا چاہتے ہیں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! میں نے جو الفاظ ہارس اینڈ کیٹل شو استعمال کئے ہیں میں اس کو بھی یہاں categorically ثابت کرتا ہوں۔ میں کوئی بات ایسی نہیں کروں گا جو میں ثابت نہ کر سکوں۔

جناب چیئرمین: آپ topic سے متعلق بات کریں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! میری گزارشات یہ ہیں کہ میں نے ہارس اینڈ کیٹل شو کے الفاظ استعمال کئے ہیں وہاں پر جس طرح بندوں کو خرید کر لوگوں کو پٹواریوں کے ذریعے، تحصیلداروں کے ذریعے اور علاقہ کے ایس ایچ اوز کے ذریعے گاڑیوں میں بھر کر وہاں پر لایا گیا۔ اگر وہ ہارس اینڈ کیٹل شو نہیں تھا تو اور کیا ہے کہ ملک پاکستان کا صدر اور شید اٹلی وہاں پر تقریر کر رہا ہے اور قوم کا منہ اس طرف ہے اور دوسرے کا منہ اس طرف ہے تو اس کی تقریر پر کوئی کان نہیں دھر رہا اور وہاں پر مکے لہرائے گئے یہ نظارہ میڈیا نے وہاں پر دکھایا اور جب صدر پاکستان۔۔۔

جناب محمد ایوب خان سلدیرا: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، ایوب صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب محمد ایوب خان سلدیرا: جناب چیئرمین! میرے بھائی جس جذباتی انداز میں تقریر فرما رہے ہیں میں نے پہلے بھی آپ کی وساطت سے یہاں گزارش کی تھی کہ یہ بجٹ پر discussion ہو رہی ہے، باقی تمام معاملات جو گورنمنٹ کے ہیں اگر اپوزیشن اس کو discuss کرنا چاہتی ہے تو ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن متعلقہ موضوع پر جس دن ہاؤس میں اجازت ہو اس دن وہ ضرور کریں لیکن اب بجٹ کے حوالے سے بات کریں اور موضوع کو ملحوظ خاطر رکھیں۔

جناب چیئر مین: شکریہ۔ تشریف رکھیں۔ یہ بجٹ پر تقریر ہے لیکن ان کا اپنا ٹائم دس منٹ ہے اس میں اگر وہ بجٹ کے علاوہ کچھ اور کہتے ہیں تو وہ اپنا وقت ضائع کرتے ہیں، یہ ان کی اپنی مرضی ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئر مین: جی۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئر مین! ہمارے بھائی نے پرسوں بھی پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑے ہو کر کہا تھا کہ یہ جو بجٹ سے ہٹ کر بات کر رہے ہیں یہ رولز کے خلاف ہے۔ میں بتاتا ہوں کہ ایک رولز ہوتے ہیں اور ایک روایات ہوتی ہیں تو یہاں پر ہماری جو روایات ہیں وہ یہی ہیں کہ بجٹ تقریر ایک ایسی تقریر ہوتی ہے جس میں ہر issue پر فاضل ممبر اپنا اظہار رائے کرتے ہیں۔ جب یہ بھائی اپنے موقع پر بولیں گے تو یہ ہر قسم کی بات کریں، جس جس ممبر پر یہ اعتراض کرنا چاہتے ہیں اعتراض کریں لیکن یہ ہمارے ہاؤس کی روایات ہیں اور انہی روایات کو ہمیں اپنانا چاہئے۔ شکریہ

جناب چیئر مین: شکریہ۔ جی، شیخ صاحب!

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئر مین! میرے بھائی نے کہا کہ آپ بجٹ پر رہیں تو میں ان کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا کہ جب ملک پاکستان کا ڈکٹیٹر حکمران اسلام آباد کی سڑکوں پر اپنی B ٹیم کے ذریعے جو کراچی میں خون کی ہولی کھیلے گا تو پھر facts and figures بے معنی ہو جائیں گے۔ پھر یہ نہیں ہو گا کہ ان ضخیم کتابوں میں کیا لکھا ہے اور وہاں پر کیا ہو رہا ہے؟ کیا یہ بجٹ کی بات نہیں ہے کہ 275۔ارب روپے ڈیفنس کے بجٹ میں اضافہ کیا گیا ہے، پولیس کی مد میں آپ نے اربوں روپے کا اضافہ کیا ہے، ان کو یہ ساری تنخواہیں قوم کے خون اور پسینے کی کمائی کے ساتھ دی جاتی ہیں اور جب آپ پولیس کو یہ حکم دیں گے کہ آپ نے ایم کیو ایم کو بالکل ہاتھ نہیں لگانا۔ آپ نے یا میرے کسی بھائی نے یہ دیکھا ہے کہ ایم کیو ایم کے جھنڈے لے کر وہاں کے دہشت گرد لوگ سول ایوی ایشن اتھارٹی کو بھی چیلنج کر دیں اور ائیر پورٹ کے اندر گھومتے پھریں۔ کیا سندھ پاکستان کا حصہ نہیں ہے، کیا وہاں پر صوبائی اسمبلی کام نہیں کرتی، کیا انہوں نے پولیس کے لئے بجٹ نہیں رکھا تھا؟ تو اسی بجٹ میں تنخواہیں لے کر جنہیں قوم اور ہمارے لوگوں کی حفاظت کرنی تھی لیکن انہوں نے تنخواہیں لینے کے باوجود اپنے فرائض سے کوتاہی برتی اور اس دن کوئی writ of the Government نہیں تھی۔ آج ٹی وی کے اوپر چھ گھنٹے مسلسل فائرنگ دکھائی گئی، پورے میڈیا

نے یہ دکھایا ہے، انٹرنیشنل میڈیا میں ہماری سب کی ہوئی تو یہ کیا بجٹ سے متعلقہ نہیں ہے؟

جناب چیئرمین! آئیں خزانے کو تقسیم کرنے کی روایت میں آپ کو بتاتا ہوں۔ چلیں آپ چشم تصور کو واہ کیجئے اور خزانے کو تقسیم کرنے کے لئے ایک خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور میں چلئے اور دیکھئے کہ ان کے بچوں کی عید کے لئے ان کے پاس کپڑے نہیں ہیں تو ان کی بیوی یہ کہتی ہے کہ خلیفہ محترم! آپ یہ کریں کہ آپ خزانے سے دو ماہ کی ایڈوانس تنخواہ لے لیں تاکہ ہمارے بچوں کے کپڑے آ سکیں اور ہم اپنے بچوں کی عید کی خوشیوں میں شریک ہو سکیں تو خلیفۃ المسلمین جو ایک بہت بڑی ریاست کو govern کر رہے تھے تو وہ بیت المال کے محافظ کے پاس جاتے ہیں اور محافظ سے کہتے ہیں کہ میرا گزارا تنخواہ سے نہیں ہوتا اور عید سر پر ہے تو براہ مہربانی آپ مجھے دو ماہ کی ایڈوانس تنخواہ دے دیں تو پھر محافظ خزانہ خلیفہ کو پاس بٹھاتا ہے اور بڑے ادب سے یہ گزارش کرتا ہے کہ جناب خلیفہ محترم! یہ جو آپ فرما رہے ہیں، آپ کو اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ آپ دو ماہ زندگی بسر کر سکیں گے، آپ دیکھیں کہ ایک طرف تو یہ عالم ہے اور دوسری طرف عالم یہ ہے کہ وزیراعلیٰ پنجاب جہاز خرید رہے ہیں اور کروڑوں روپیہ ایوان صدر اور وزیراعظم ہاؤس پر لگانے کی بات کی جارہی ہے۔ اگر مجھے کوئی حلقے کا بندہ، مظلوم، پسا ہوا پنجاب کا رہنے والا باہر رو کر یہ کہتا ہے کہ میرا پیغام اپنی اسمبلی میں دیجئے، میرا پیغام جناب چیئرمین کو دیجئے، میرا پیغام آپ منتخب لوگوں کو دیجئے اور کہئے کہ یہ جو ظلم روا رکھا جارہا ہے اس سے بچائیں۔ پہلے جو بجٹ آیا اس میں انہوں نے جو گل کھلائے وہ آپ کے سامنے ہیں۔

پہلوں کہیڑا ظلم توں گھٹ کیتا سی
تے چھج وچ پا کے سانوں چھٹ دتا ای
کھلی دے وانگ ساڈی منج کٹی او
تے بجھیاں دے بھیڑ وانگوں وٹ دتا ای
تے پہلے آپ آساں دی پنیری بیج کے اک اک بوٹا فیر پٹ دتا ای
تے دتا سی رمال جو قرآن چک کے

[******] اس کے بارے میں، میں یہ کہہ رہا ہوں کہ:

* بحکم جناب چیئرمین الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

کھیڑیاں دے نال ہیرے راضی ہو گئی ایں
تے تھک کے زمین اتے چک لتا ای

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب چیئرمین! ان کے یہ الفاظ حذف کئے جائیں۔

جناب چیئرمین: کسی معزز رکن کے متعلق یا صدر پاکستان کے متعلق indecent اور جو غیر پارلیمانی الفاظ استعمال کئے گئے ہیں ان کو حذف کیا جاتا ہے۔ جی، شیخ صاحب!

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! ہماری تقریریں گزشتہ ساڑھے چار سال سے حذف ہوتی آ رہی ہیں۔

جناب چیئرمین: صرف لفظ حذف ہوتے ہیں۔

شیخ اعجاز احمد: میں یہ گزارش کر رہا ہوں کہ اگر آج بھی آپ نے ہم پر یہ مہربانی فرما دی ہے تو کوئی بات نہیں۔ یہ جو جمہوریت کے اوپر قد غنیں لگائی جا رہی ہیں اور یہ جو ملک پاکستان کے عوام پر ظلم ڈھایا جا رہا ہے۔

جناب چیئرمین: شیخ صاحب! میں آپ کو یہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ آپ کے دس منٹ مکمل ہو گئے ہیں پلیز دو منٹ میں wind up کریں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! گزارش یہ ہے کہ ٹائم ہمارا پورا نہیں ہوا بلکہ ٹائم تو چودھری ظہیر صاحب کا پورا ہو چکا ہے۔

جناب چیئرمین: نومبر میں سب کا پورا ہو جائے گا۔

شیخ اعجاز احمد: ان کا ٹائم پورا ہو چکا ہے۔ آپ یقین مانیں کہ یہ بے چارے چھپتے پھر رہے ہیں اور ان کے Boss نے جو خون کی ہولی کراچی میں کھیلی ہے، مجھے آپ یہ بتائیں کہ جتنا مرضی یہ وفاقی بجٹ پیش کر لیں، اربوں روپے کا بجٹ ان پینتالیس خاندانوں میں تقسیم کر دیں تو کیا کسی کا بیٹا واپس آ سکتا ہے، کیا کسی کا سہاگ جو لٹ چکا ہے جس کو جنرل مشرف کے کہنے پر سیکٹر کمانڈروں نے گولیاں ماری ہیں کیا اس عورت کا سہاگ واپس آ سکتا ہے، کسی ماں کا وہ بیٹا جو تڑپتا رہا اور اس کو اٹھانے کے لئے کوئی نہیں آیا کیا وہ واپس آ سکتا ہے؟

وزیر مواصلات و تعمیرات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، چودھری ظہیر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: ان کو محترمہ کی بات یاد نہیں کہ وہ گاڑی کے اندر بیٹھے ہوئے شہریوں پر فائرنگ کروا رہی تھی۔ یہ ہم سے وہ باتیں یہاں پر کروانا چاہتے ہیں لیکن ہم نہیں کرنا چاہتے چاہے میری بات کو حذف کر دیں لیکن یہ کس قسم کے باعزت اور باغیرت لوگ ہیں کہ وہ ان کو کہتی ہیں کہ میں ان کی شکل دیکھنا نہیں چاہتی، میں ان کے ساتھ بیٹھنا نہیں چاہتی۔ یہ ان کی گولیاں چلانے کی وکالت کر رہی ہیں۔

جناب چیئرمین: بگو صاحب آپ سے اور معزز اراکین اسمبلی سے درخواست ہے کہ ہاؤس کی کارروائی کو چلنے دیں اور یہ غیر ضروری گفتگو ہے اس کو بند کیا جائے۔ شیخ صاحب کی تقریر ختم ہو لینے دیں وہ wind up کر رہے ہیں۔ جی، شیخ صاحب! wind up کریں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! میں نے چودھری صاحب کو ایک مرتبہ پہلے بھی مبارکباد دی تھی کہ انہوں نے وہاں پر پہلا سیکرٹریٹ کھولا تھا اور انہوں نے یہ کہا تھا کہ ہاں مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں جناب! ان کو وردی سمیت اور بغیر وردی کے بھی قبول کرنے کو تیار ہوں۔ یہ تو ماشاءاللہ ایک پولیٹیکل پارٹی کے صوبہ پنجاب کے جنرل سیکرٹری ہیں اور ان کا عالم یہ دیکھیں کہ یہ کہتے ہیں کہ میں اب بھی کہتا ہوں۔ ہمیں ان کے حال پر رونا آ رہا ہے۔ ان کی حالت یہ ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! پوائنٹ آف آرڈر۔ ہاؤس کا وقت بڑا قیمتی ہے اس کو ضائع نہ کریں۔ چودھری ظہیر الدین صاحب تیسری دفعہ interrupt کر رہے ہیں۔ چار دن ہو گئے ہیں اور یہ ان کی بد قسمتی ہے کہ آپ نے بھی ان کو وارننگ دی، جناب سپیکر نے بھی پان کو وارننگ دی۔ اس کے باوجود ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہو رہی۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ انہیں گھنٹے کے لئے ہاؤس سے باہر بھجوا دیں۔

جناب چیئرمین: بگو صاحب! آپ سب لوگ صاحب رائے ہیں اور اپنی رائے جو آپ قائم کرتے ہیں اس پر سپیکر اثر انداز نہیں ہو سکتا، چیئرمین اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ آپ اپنی رائے اپنے تک محدود رکھیں اور ہاؤس کی کارروائی چلنے دیں۔ شکریہ۔ جی، شیخ صاحب!

شیخ اعجاز احمد: شکریہ۔ جناب چیئرمین! بات وہی ہے جو میں نے آج اپنی تقریر میں کی تھی کہ یہ بے چارے اتنے پریشان حال ہیں اور ان کو پتا ہے اور یہ کہتے ہیں جمہوری انداز سے انہوں نے آنا ہے تو ان کے ایوانوں میں کھلبلی مچی ہوئی ہے کبیر واسطی سے لے کر اور (ق) لیگ کا جو حال ہے اور جب

جنرل نے یہ بات کہی تھی کہ لوٹو تمہیں میں نے اتنی مراعات دیں، تمہیں میں نے اتنا کچھ دیا اور ایک ہزار [***] ہونے کے باوجود تمہیں میرا دفاع نہیں کرنا آیا۔ کیا ان کی پارلیمانی پارٹی میں صدر پاکستان نے یہ تقریر نہیں کی۔ یہ باتیں on record ہیں۔

جناب چیئرمین: غیر پارلیمانی الفاظ حذف کئے جاتے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ آپ تقریباً سارے الفاظ حذف کئے جا رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: صرف غیر پارلیمانی لفظ [***] کے لفظ کو حذف کیا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: میرا خیال ہے کہ چودھری ظہیر الدین صاحب جو کر رہے ہیں اس کو حذف نہ کروائیں بلکہ پریس سے یہ request کریں کہ ان کی آج کی performance کل کے اخبارات میں نمایاں کر کے دیں کیونکہ یہ اس گلے کا ڈھونا ڈھو رہے ہیں جو جنرل پرویز مشرف نے ان [***] کو اکٹھا کیا تھا اور کہا تھا کہ [***] تم میرے لئے بولتے نہیں ہو، مجھے تنہا چھوڑ دیا ہے۔ آج چودھری ظہیر الدین صاحب کو خراج تحسین پیش کرنا چاہئے، ان کو شاباش دینی چاہئے انہوں نے تمام [***] کی سرپوری کر دی ہے اور آج بڑی اچھی performance دی ہے۔

جناب چیئرمین: تشریف رکھیں۔ رانا صاحب کے indecent الفاظ کو حذف کیا جاتا ہے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب چیئرمین! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے اس مسلم لیگ پارٹی کے ٹکٹ سے الیکشن لڑا ہے اور اپنے عوام سے اور اپنے حلقے کے لوگوں سے مینڈیٹ لے کر یہاں آیا ہوں اس وقت سے میرے خیالات میں، میرے سٹینڈ میں ذرا قسم کی کوئی لغزش ہے، کوئی چیز ہے اور نہ ہی میں نے کوئی ایسا کام کیا ہے۔ یہ مجھے کوئی بھی لقب دے سکتے ہیں تو

* بحکم جناب چیئرمین الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جو دشنام طرازی ان کی طرف سے ہوتی ہے ہمارے لئے ایک تمغے کا باعث ہوتی ہے جو یہ باتیں کہتے ہیں۔ایک بات جو دونوں نے کی ہے کہ صدر صاحب نے کہا کہ تم میرے لئے نہیں بولتے ہو، یہ بات اگلے دن ہی اخباروں میں آ گئی تھی کہ انہوں نے خود manipulate کیا ہے یہ بات انہوں نے نہیں کہی لیکن میں ایک بات یہ کہنا چاہتا ہوں کہ (ن) لیگ کے صدر ان سے مایوس ہو کر بار بار انگلی بے نظیر کی طرف کر رہے ہیں۔ان کو وہ کہتے ہیں کہ تم نے چار سال میں میرے لئے کچھ نہیں کیا، تم نے مجھے صوبہ پنجاب میں مار دیا ہے، مجھے پاکستان کے اندر تباہ کر دیا ہے اب میں اپنی پرانی دشمن کے پاؤں پکڑ رہا ہوں۔خدا کے لئے میرے ساتھ بیٹھ جاؤ میثاق جمہوریت میں۔۔۔

جناب چیئرمین: چودھری صاحب! تشریف رکھیں۔

لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) شجاعت احمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) شجاعت احمد خان: جناب چیئرمین! بات یہ کرنے والی ہے کہ بقول ان کے کہ ہماری سائیڈ سے کوئی بات کرتا ہے تو کہتے ہیں کہ وقت ضائع کر رہے ہیں۔ان سے یہ پوچھا جائے کہ کیا یہ پھل جھڑیاں جھڑ رہے ہیں۔کیا یہ پاکستان کی اکانومی یا بجٹ کے بارے میں کوئی مثبت تقریر کر رہے ہیں، کیا یہ کوئی تجاویز پیش کر رہے ہیں۔ان کے سر پر ایک "ہوا" سوار ہے وہ پرویز مشرف کا ہے۔حالانکہ ان کو یہ کریڈٹ دینا چاہئے کہ ایسا عظیم انسان جس نے جمہوریت کی طرف قدم بڑھایا اور انہی کی وساطت سے یہ لوگ یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں اور طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں۔سوٹ پہن کر آ جاتے ہیں اور یہاں پر وقت ضائع کرتے ہیں اور جب ہم بات کرتے ہیں تو ہمیں کہتے ہیں کہ یہ وقت ضائع کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ یہ جو وقت آنے والا ہے یہ ثابت کرے گا کہ جو ترقیاتی کام، جو ملک کی اکانومی کو uplift ملی ہے۔ہر قسم کی سڑکیں بنی ہیں، سکول بنے ہیں، جن کی چھتیں لیک کرتی تھیں۔میرا حلقہ گاؤں کا ہے اور میں کوئی غلط بات نہیں کر رہا۔رانا ثناء اللہ صاحب کو میرے ساتھ بھیجیں اور میں ان کو بتاؤں گا کہ کتنے سکول وہاں پر بنے ہیں، کتنی سڑکیں بنی ہیں۔۔۔

جناب چیئرمین: شکریہ

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، صدیقی صاحب!

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب چیئرمین! میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس وقت بات ہو رہی تھی کہ جنرل مشرف صاحب نے ریلی جو اسلام آباد میں تھی۔۔۔

جناب چیئرمین: صدیقی صاحب! یہ irrelevant ہے۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب چیئرمین! اسلام آباد میں جو ریلی تھی اس میں انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ کراچی میں بھی عوام نے طاقت دکھائی ہے۔ مطلب ان کے یہ لفظ تھے on record ہیں۔ میں نے خود سنے تھے انہوں نے کہا تھا کہ کراچی میں بھی عوام نے طاقت دکھائی ہے اس لئے آپ اس کو درست کر لیں کہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ یہاں پر بھی عوام نے طاقت دکھائی ہے اور کراچی میں بھی عوام نے طاقت دکھائی ہے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی، شیخ صاحب! آپ ایک منٹ میں wind up کریں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! میں بجٹ کے بارے میں wind up کرنے والا ہوں لیکن ان کو میری باتیں ناگوار گزر رہی ہیں۔ میں آخری بات کر کے اپنی تقریر کو wind up کرتا ہوں کیونکہ جو باتیں اب ہو رہی ہیں یہ ان کی طبع پر ناگوار گزر رہی ہیں اور چودھری صاحب بہت پریشان ہیں۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ حکومت آخری سانس لے رہی ہے اور لاء منسٹر صاحب کو پتا ہے کہ جو نزعی بیان ہوتا ہے وہ ہمیشہ سچا ہوتا ہے۔ ان کا جو نزعی بیان ہے ان کو چاہئے کہ وہ سچا دے دیں اور اس بات کو تسلیم کر لیں کہ آپ کی کارکردگی کو آپ کے Boss نے آپ کی پارلیمانی پارٹی میں criticize کیا اور آپ کے Boss کی کارکردگی کو پوری دنیا میں criticize کیا جا رہا ہے۔ لوگوں کو خون کی ہولی میں نہلایا گیا، چیف جسٹس آف پاکستان کے استقبال کو ختم کرنے کے لئے فیصل آباد کے اندر جو غنڈہ گردی کی گئی، جو پولیس گردی کی گئی اور جو لاہور کے اندر پولیس گردی کی گئی اور جو راجہ صاحب نے بیٹھ کر باقاعدہ اس تمام پولیس گردی کو manage کیا اور لاہور میں، میں نے پوائنٹ آف آرڈر raise کیا تھا کہ عزیز پہلوان جو کہ وفات پا چکے ہیں، جن کی بیٹی کی اس ماہ کے آخر میں شادی ہے، پولیس گردی کی انتہا یہ ہے کہ ڈی ایس پی اور ایس ایچ او ان کے گھر میں داخل ہو کر اس بیٹی کو لے جا کر تھانے میں سات گھنٹے رکھا جاتا ہے اور اس کے بعد اسے رہا کیا جاتا ہے اور پھر

میرے بھائی کہتے ہیں کہ آپ غیر متعلقہ ہوتے ہیں تو آپ جو بجٹ آج اس پولیس کو مزید دینا چاہ رہے ہیں وہ اس لئے دینا چاہ رہے ہیں کہ قوم کی بہو اور بیٹیوں کو ان کے گھروں سے اس طرح اٹھایا جائے۔ میں نے یہ گزارش راجہ صاحب سے بھی کی تھی اور آج انہوں نے بزنس ایڈوائزری کمیٹی میں کہا ہے کہ ہم اس کی انکوائری کروا رہے ہیں اور ایک آدھ روز میں انکوائری رپورٹ آنے کے بعد اس کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔ اگر ہم یہ بات کہتے ہیں کہ یہاں پر ظلم و بربریت کا بازار گرم ہے تو اس میں کوئی شک نہیں ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ بجٹ سے صوبہ کے عام آدمی کو کوئی ریلیف نہیں مل رہا بلکہ لوگ جھولیاں اٹھا کر ان کے لئے بددعائیں کر رہے ہیں اور ان کا وقت نزدیک ہے کہ ان کی رخصتی ہونے والی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئر مین: جی، فرمائیں!

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئر مین! آج خوش قسمتی سے آپ چیئر کر رہے ہیں تو آپ کا بھی تعلق وکلاء برادری سے ہے اور میرا بھی اس برادری سے تعلق ہے اور محترم راجہ صاحب کا تعلق بھی اسی برادری سے ہے۔ وکلاء برادری جو تحریک اس ملک میں عدلیہ کی آزادی کے لئے چلا رہی ہے تو اس میں فیصل آباد کے حوالے سے اس پوری تحریک کو سبوتاژ کرنے کے لئے اور وکلاء کو خریدنے کے لئے راجہ صاحب نے سپیکر ہاؤس میں مذاکرات کئے اور ان مذاکرات کے نتیجے میں یہ اعلان کیا کہ ہم آپ کو لاہور ہائی کورٹ کا بنچ دیں گے اور آپ کا یہ مطالبہ تسلیم کریں گے لیکن اس کے لئے آپ 16۔جون کو چیف جسٹس کی ریلی منسوخ کر دیں۔ بہر حال وہ 16۔جون کی ریلی تو منسوخ نہیں ہو سکی اور وہ ہو گئی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ راجہ صاحب نے وکلاء برادری میں سے ہوتے ہوئے اس برادری کی تحریک کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کی اور دوسرا پھر انہوں نے ایک وعدہ کیا تو میری ان سے یہ گزارش ہے کہ وہ ریلی تو ہو چکی ہے تو بنچ کے متعلق انہوں نے جو بات کی تھی تو میں سمجھتا ہوں کہ ان سے اس بارے میں جواب لے لیں کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ فیصل آباد کے تقریباً دو ہزار وکلاء اور پورے ڈویژن کی ایک کروڑ آبادی کا یہ مسئلہ ہے اور آپ بھی اس برادری سے تعلق رکھتے ہیں اور محترم راجہ صاحب سے اس بات کا جواب لیں کہ یہ سپیکر ہاؤس میں دو تین دن کیا کرتے رہے ہیں؟

جناب چیئر مین: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: شکریہ۔ جناب چیئرمین! میں آج بات نہیں کرنا چاہ رہا تھا اور میرا خیال تھا کہ جب کل باقی دوست بات کریں گے تو میں بھی آخر میں کر لوں گا لیکن میں دیکھ رہا تھا کہ آج بجٹ پر بحث کا تیسرا دن ہے لیکن ان تین دنوں میں ماسوائے تنقید کے کوئی دوسرا کام نہیں کیا گیا۔ حالانکہ جس دن لیڈر آف دی اپوزیشن نے بات کی تھی تو میں نے پوائنٹ آف آرڈر پر یہ کہا تھا کہ اپوزیشن کے متعلق عوام کا جو ایک مجموعی تاثر ہوتا ہے وہ یہ ہوتا ہے کہ یہ ایک شیڈو گورنمنٹ ہے اور مثال کے طور پر حکومت کا اگر کسی ایک چیز پر مؤقف آتا ہے، کسی بھی issue پر حکومت کا مؤقف آتا ہے تو وہاں پر اپوزیشن کی طرف سے جو مؤقف ہے اس کو شیڈو گورنمنٹ کے مؤقف کے طور پر لیا جاتا ہے اور بجٹ کے متعلق عام طور پر تاثر یہی لیا جاتا ہے کہ اگر حکومت نے بجٹ بناتے وقت کوئی کوتاہی یا غلطی کی ہے تو اپوزیشن اس کو پوائنٹ آؤٹ کرے گی اور اس کے متبادل تجویز دے گی۔ مثال کے طور پر 150۔ارب روپیہ ہم نے سالانہ ترقیاتی پروگرام کے لئے رکھا تو ان کو متبادل تجویز دینی چاہئے کہ نہیں یہ 150۔ارب روپے نہ رکھیں بلکہ آپ اس کو 200۔ارب روپے کر دیں یا 100۔ارب روپے کر دیں اور اس کی وجوہات یہ یہ ہیں۔ کوئی اس قسم کی تجویز نہیں آئی۔ میں نے تو یہ ایک مثال دی ہے کوئی تجویز اپوزیشن کی طرف سے اس حوالے سے آئی ہو کہ انہوں نے بجٹ میں یہ کوتاہی کی ہے۔

جناب چیئرمین! زراعت اس صوبے کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے اور جو کچھ حکومت نے زراعت کے لئے کیا تو کیا ان کی طرف سے کوئی متبادل تجویز آئی کہ اس میں اضافہ کیا جائے۔ کیا ہم نے لوکل گورنمنٹ کے لئے جو پیسے رکھے، تجویز آئی کہ نہیں اس کو بڑھا دیا جائے۔ میں گزارش یہ کر رہا تھا کہ کوئی متبادل تجویز نہیں آئی اور یقین کیجئے کہ میں انتہائی وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں اور پوری اپوزیشن بھی اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ انہوں نے قوم کو بحیثیت مجموعی مایوس کیا ہے کوئی متبادل تجویز نہ دے کر اور وہ خود محسوس کرتے ہیں اور جو اخبارات لکھ رہے ہیں وہ اپنی جگہ پر ہے۔ جو ایک عام آدمی پنجاب کا محسوس کر رہا ہے وہ اپنی جگہ پر ہے لیکن اپوزیشن خود محسوس کرتی ہے کہ ہم نے متبادل تجاویز نہ دے کر پنجاب کے عوام کو مایوس کیا ہے۔ اب یہاں پر بات بجٹ کی ہو رہی تھی تو یہاں پر ہم نے کراچی کا ذکر شروع کر دیا اور ہم نے فیصل آباد کی ریلی کا ذکر شروع کر دیا اور ہم نے اسلام آباد کی ریلی کا ذکر شروع کر دیا۔

جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ یہ سیاسی ایونٹ ہیں ٹھیک ہیں آتے ہیں اور گزر جاتے ہیں۔آپ کو یاد ہوگا کہ جب چیف جسٹس صاحب کا لاہور کا ایونٹ آیا تھا تو اس وقت یہ کہا جا رہا تھا کہ شاید خدا نخواستہ خدا نخواستہ اب حکومت جانے والی ہے۔26/28 گھنٹے لگ گئے اور جس دن وہ ایونٹ ختم ہوا it became non-event اس لئے کہ وہ چیف منسٹر چودھری پرویز الہیٰ کی بردباری کی وجہ سے، صبر کی وجہ سے، تحمل کی وجہ سے کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی گئی۔

جناب چیئرمین! بد قسمتی سے کراچی کا ایک واقعہ ہو چکا تھا اور اسی معزز ایوان میں ہمارے بھائیوں نے یہ کہا کہ کراچی میں جو خون کی ہولی کھیلی گئی ہے اب اس کو فیصل آباد میں دوبارہ کھیلنے کا پروگرام بنا لیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس نے ہماری مدد کی اور اللہ تعالیٰ نے ہماری دعاؤں کو قبول کیا، اللہ تعالیٰ نے ہماری محنت کو قبول کیا، اللہ تعالیٰ نے ہماری مثبت سوچ کو قبول کیا اور فیصل آباد کا ایونٹ بھی خیریت سے گزر گیا، نہیں تو یہ لوگ ایک issue چاہتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ کوئی ایسا issue آئے کہ سارا معاملہ ختم ہو لیکن میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ شیخ صاحب بھی کہہ رہے تھے کہ ساڑھے چار سال سے آپ ہمیں چپ کرا رہے ہیں یا ان کے ارشادات کو آپ حذف کروا دیتے ہیں تو ساڑھے چار سال سے یہ اس ہاؤس کی بات نہیں کی ہے، چیئر کی بات نہیں ہے۔ ساڑھے چار سال سے آپ نے قوم کے ساتھ کیا کیا ہے۔ ساڑھے چار سال سے آپ مسلسل یہ فرما رہے ہیں کہ حکومت جا رہی ہے، حکومت جا رہی ہے۔یہ آخری بجٹ ہے اور بس اور اگلے مہینے ختم ہونے والا ہے، فلاں تاریخ کو ختم ہونے والا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نیتوں کے حال بہتر جانتا ہے اور انسان کو ملتا وہی کچھ ہے جو اس کی نیت ہوتی ہے۔اگر نیت صاف ہے تو اس کا پھل ضرور ملتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ آج ساڑھے چار سال گزر چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ جس اسمبلی کو آپ نے روز اول سے تسلیم نہیں کیا آج اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے وہی اسمبلی اپنے پانچ سال مکمل کر رہی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ سارا ایک تسلسل ہے۔

جناب چیئرمین! اب رہی بات آپ کی فیصل آباد ریلی کی تو آپ نے کہا تھا کہ خون کی ہولی کھیلی جائے گی لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے معاملہ خیریت سے گزر گیا۔اب میں ایک سیاسی ورکر ہونے کے ناتے مجھ سے بھی سوال کیا جاتا ہے اور میں یقین اور وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ رانا ثناء اللہ صاحب، ارشد بگو صاحب، شیخ اعجاز صاحب اور یہ دوسرے جو بھی سیاسی لوگ ہیں اور سیاسی لوگوں سے ایک بنیادی سوال آج ایک عام آدمی یہ کر رہا ہے اور سوال یہ ہے کہ کیا وجہ ہے کہ

آج اگر وکلاء سڑکوں پر آ گئے ہیں تو عوام ان کے پیچھے لگ گئے ہیں اور سیاستدان جو گزشتہ ساڑھے چار سال سے سڑکوں پر مارے مارے پھر رہے ہیں، ان کی خاطر لوگ سڑکوں پر کیوں نہیں آئے؟ یہ ایک عام سوال ہے جو آج لوگ پوچھ رہے ہیں اور ایک عام آدمی نے مجھ سے بھی یہ سوال کیا ہے یار کیا وجہ ہے کہ وکلاء کی تحریک میں لوگ شامل ہو گئے ہیں اور سیاستدانوں کے پیچھے لوگ نہیں آئے؟ کوئی بھی سیاسی پارٹی، میں کسی کا نام نہیں لیتا بلکہ میں اپنے آپ کو شامل کر رہا ہوں کہ سیاستدانوں کے پیچھے لوگ نہیں آئے اور وکلاء کے پیچھے آ گئے۔

جناب چیئرمین! بنیادی وجہ کا ذکر آپ کے اس بجٹ میں ہے کہ گزشتہ ساڑھے چار سال کے دوران موجودہ حکومت نے لوگوں کی بہتری کے لئے پروگرام دیا اور جو منہ سے کہا اس کو پورا کر کے دکھایا اور یہ اس بجٹ میں موجود ہے اور اس کے برعکس اپوزیشن نے جو کچھ کہا اس سے انحراف کیا۔ انہوں نے قائدین کی واپسی کا کہا اور ساڑھے چار سال گزرنے کے باوجود آج تک وہ وعدہ پورا نہیں کر سکے، انہوں نے استعفوں کا کہا لیکن ساڑھے چار سال گزرنے کے باوجود آج تک اسمبلیوں سے استعفٰے نہیں دیئے اور میں یقین کے ساتھ اس معزز ایوان میں آج یہ بات انتہائی وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر ان موجودہ اسمبلیوں کی مدت ایک سال بڑھا دی جائے تو یہ پھر بھی استعفٰے نہیں دیں گے اور یہ ان اسمبلیوں کا حصہ رہیں گے۔ یہ بالکل رہیں گے کیونکہ انہیں اپنی سیٹیں عزیز ہیں اس لئے عوام کو ایک بڑا واضح فرق نظر آیا کہ ایک طرف وہ قیادت ہے جو commitment پوری کر رہی ہے ایک طرف وہ قیادت ہے جو commitment پوری نہیں کر رہی تھی تو لوگوں نے پھر ایک issue پر کہا کہ چلیں جو شخص گورنمنٹ کے ساتھ یا کسی issue پر جس نے کوئی سٹینڈ اٹھایا ہم اس کے ساتھ ہو جاتے ہیں اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ آپ اور پولیٹیکل لوگوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ آپ سے مایوس ہو کر لوگوں نے ایک راستہ اختیار کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کسی کو کوئی کریڈٹ نہیں جاتا اگر آج بھی پولیٹکل پارٹی نے اس قسم کی ریلیوں میں طریق کار اختیار کیا ہوا ہے کہ ایک جگہ ایک receive کرتا ہے، دوسری جگہ دوسرا receive کرتا ہے، تیسری جگہ تیسرا receive کرتا ہے۔ آج بھی یہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ اکٹھے نہیں ہو سکے اور عوام کو ایک united posture نہیں دے سکے جس کا ACP منہ بولتا ثبوت ہے کہ باوجود کوششوں کے باوجود لاکھ خواہشات کے اور آج جو خاص طور پر اخبار میں آیا ہے کہ باری لے لیتے ہیں پہلے توں فیر میں پہلے توں فیر میں۔۔۔(نعرہ ہائے تحسین)

معزز ممبران: شیم، شیم، شیم۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! کیا یہ political approach ہو سکتی ہے؟ جب میرے بھائی عوام کی بات کرتے ہیں جب میرے بھائی یہ بات کرتے ہیں کہ فیصلہ عوام کا ہے تو کیا عوام نے ہی کہا ہے کہ پہلے توں تے فیر میں ؟ عوام نے تو یہ نہیں کہا میں سمجھتا ہوں کہ اگر فیصلہ عوام پر چھوڑنا ہے تو پھر عوام کا فیصلہ الیکشن میں ہوگا جو کہ اپنے وقت پر ہوں گے۔ اب بات آتی ہے میرے بھائی نے کہا تھا وکلاء کے بنچ کی چونکہ انہوں نے سپیکر صاحب کے متعلق کہا تو Speaker has every right بطور سپیکر نہیں بلکہ بطور member of this House اور بطور representative of Faisalabad وہ ایک عوامی نمائندے ہیں ان کا فیصل آباد سے تعلق ہے۔ اگر کوئی ان کو فیصل آباد سے آکر ملتا ہے اس کی بات سننا اس کے ساتھ negotiate کرنا ان کا حق ہے۔ میں رانا صاحب سے عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ آپ بھی وکیل ہیں، میں بھی وکیل ہوں اور ارشد بگو صاحب بھی وکیل ہیں کیا یہ بات کوئی سیاسی کارکن کر سکتا ہے کہ ایک یونٹ سے دو دن پہلے جب اس event کا اتنا tempo بھی بنا ہو تو کوئی کسی کو کہہ سکتا ہے کہ وہ یونٹ کینسل کردے۔ میں سمجھتا ہوں کہ politically کیا ایک نارمل شخص بھی کسی سے اس بات کا مطالبہ نہیں کر سکتا لیکن یقین جانئے کہ آج بھی میں دیانتداری کے ساتھ یہ محسوس کرتا ہوں کہ فیصل آباد کا بنچ بننا چاہئے اور اس کے لئے میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں consensus develop کرنا چاہئے۔ رانا صاحب! آپ بھی وکیل ہیں آپ کا بھی فیصل آباد سے تعلق ہے میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں کہ فیصل آباد میں بنچ بننا چاہئے، فیصل آباد کے دوستوں کا یہ مؤقف درست ہے کہ یہ صرف وکیلوں کا مؤقف نہیں ہے بلکہ اس سے دو ڈویژنز کا مفاد وابستہ ہے لیکن آج بھی ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس معاملے consensus develop کر کے اس کا کوئی حل ہونا چاہئے۔ آپ یقین کیجئے کہ آج اگر گورنمنٹ، میں پھر اس بات کو دہرانا چاہتا ہوں کہ گورنمنٹ وکلاء کے اس issue کو اور بنچ کے issue کو ہم criticize نہیں کرنا چاہتے لیکن آج اگر وکلاء میں پھوٹ ڈالنا چاہیں، دھڑے قائم کرنا چاہیں یا کوئی بات کرنا چاہیں تو ہم ویسے شوشہ چھوڑ سکتے ہیں کہ ہم فیصل آباد بنچ قائم کرنے کا اعلان کرتے ہیں لاہور والے مخالفت کریں گے اور فیصل آباد والے حمایت کریں گے تو بجائے اس کے کہ ایک اچھا initiative، قابل تعریف initiative consider کیا جائے اگر وہ کسی انتشار کا شکار ہو جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ درست بات نہیں ہوگی اس لئے میں آپ سے چونکہ آپ کا لاہور

سے بھی تعلق ہے، آپ لاہور بار کے ممبر ہیں اور میں آپ سے استدعا بھی کرتا ہوں کہ آئیں مل کر اس میں consensus develop کریں between لاہور اور فیصل آباد بار۔ اگر لاہور بار اس کی مخالفت نہ کرے یقین کیجئے اگر سب سے زیادہ اس کی مخالفت ہو رہی ہے تو وہ لاہور بار کی طرف سے ہو رہی ہے۔ لاہور کے وکلاء یہ نہیں چاہتے ہیں کہ فیصل آباد میں بار ہو اور میں اس حد تک رانا صاحب کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مجھ سے زیادہ آپ کے علم میں ہونا چاہئے کہ فیصل آباد کی بار نے وہاں پر باقاعدہ ریزولیوشن پاس کیا ہے کہ لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کا جو سیکرٹری جنرل ہے وہ ہمارے فنکشن میں نہیں آئے گا۔ انہوں نے باقاعدہ ریزولیوشن پاس کیا ہے اس لئے آج بھی یہ ریکارڈ پر موجود ہے کہ لاہور ہائی کورٹ بار یا سیکرٹری جنرل جو ہیں انہوں نے 788 کے تحت آپ کے وہاں پر کوئی وکیل ہیں مجھے اس وقت ان کا نام یاد نہیں ہے ان کے خلاف پرچہ درج کروایا ہوا ہے اور وہ بے چارہ bail before arrest پر ہے اس لئے میں یہ محسوس کرتا ہوں اور یہ بات نیچرل ہے آپ کی ہمدردی بھی فیصل آباد کے وکیلوں کے ساتھ ہو گی لیکن جہاں پر بات criminal cases تک آ گئی ہوئی ہے وہاں گورنمنٹ یہ محسوس کرتی ہے کہ اس consensus کو develop کیا جائے اور آئیں مل کر، میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ سپیکر صاحب سے میں بھی بات کروں گا آپ بھی بیٹھیں ارشد بگو صاحب کو بٹھائیں اور جو ہمارے دوست وکیل ہیں ان کو بٹھائیں فیصل آباد سے وکیلوں کو بلائیں consensus develop ہو گا تو انشاء اللہ تعالیٰ ہم اس سلسلے میں پیشرفت کرنے کے لئے تیار ہیں اور بالکل تیار ہیں۔ میں آپ کو چیف منسٹر صاحب کے behalf پر یہ گارنٹی دیتا ہوں، آپ کو اعتماد دیتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ consensus کے بعد ہم اس سلسلے کو آگے بڑھانا چاہتے ہیں۔ ہم یہ نہیں چاہتے کہ برادری جو آج ایک طرف اپنی unity کا تاثر دے رہی ہے ہم کوئی اس قسم کی movement کریں تو وہ discredit ہمیں جائے کہ انہوں نے ان بھائیوں کو علیحدہ کرنے کے لئے یہ کیا ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس میں ہمیں مل کر آگے بڑھ کر کام کرنا چاہئے۔

جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ وکلاء کا یہ جو issue ہے آپ بھی اسی برادری سے ہیں، میں بھی اسی برادری سے ہوں یہ انشاء اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ جس طرح جا رہا ہے معاملہ عدالت میں ہے جو عدالت فیصلہ کرے گی گورنمنٹ کو بھی وہ قابل قبول ہو گا، وکلاء کو بھی قابل قبول ہو گا اور تمام فریقین کو بھی قابل قبول ہو گا اس لئے اس issue کو کسی پولیٹیکل پارٹی کے کریڈٹ کے کھاتے

میں نہیں ڈالنا چاہئے اس لئے کہ خود اگر politicize کر کے ہم کریڈٹ لینے کی کوشش کریں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ ایک کوارٹر نہیں دو کوارٹر نہیں بلکہ ہر کوارٹر سے جو وکلاء اور اس فورم سے ہیں ان کی طرف سے ہمیشہ اس بات کی تردید آتی ہے کہ اس کو politicize نہ کیا جائے اس لئے میری یہ استدعا تھی کہ اس کو politicize نہ کریں باقی ہمارے آپس میں معاملات چلتے رہیں گے۔ انشاء اللہ بجٹ کے حوالے سے میں پھر اپنی گزارشات کروں گا۔ شکریہ

جناب چیئرمین! معذرت کے ساتھ میں ایک اور گزارش کرنا چاہتا تھا صبح میری ارشد بگو صاحب سے ملاقات ہوئی تھی تو انہوں نے مجھ سے جو Detention Orders تھے ان کے متعلق پوچھا تھا کہ اس وقت ان کی کیا پوزیشن ہے تو اس وقت میں آپ کے توسط سے معزز ایوان اور اپنے بھائیوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ صوبائی حکومت نے جو maintenance of public order کے تحت جتنے بھی Detention Orders جاری کئے تھے وہ تمام ہم نے withdraw کر لئے ہیں۔ شکریہ

جناب چیئرمین: میں صرف ایک بات کرنا چاہتا ہوں کہ جو یہ چار دن بجٹ پر عام بحث کے لئے رکھے گئے تھے یہ سال کے بڑے اہم ترین دن ہیں ویسے تو ہر ممبر کا اپنا ذاتی حق ہے کہ وہ اپنے حصے کے ٹائم کو جس طرح صرف کرے اور جو باتیں چاہے یہاں discuss کرے لیکن زیادہ موزوں اور بہتر یہ ہوگا کہ بجٹ پر discussion کی جائے کیونکہ آپ جو مختلف آراء کے پولیٹیکل لوگ ہیں یہ کسی ایک رائے پر متفق ہو سکتے ہیں اور نہ ہی ایک دوسرے کو convince کر سکتے ہیں تو اگر آپ لوگ اس کے لئے چاہیں تو میں اس ہاؤس کا جو ٹائم ہے اس کے بعد ایک زیرو ٹائم رکھ کر آپ کی جنرل ڈسکشن کروا سکتا ہوں۔ میرے خیال میں اگر اس ڈسکشن کو یہیں پر ہی ختم کر دیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ آپ بڑے سینئر پارلیمنٹیرین ہیں اور راجہ صاحب بھی بڑے سینئر پارلیمنٹیرین ہیں آپ لوگ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ بہر حال میری رائے یہی ہے کہ اس بات کو یہاں ختم کیا جائے۔ رانا صاحب کی بات کے بعد ڈسکشن صرف بجٹ پر ہی ہوگی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے کوئی ایسی بات نہیں کی تھی جو کسی بھی بھائی کی دل آزاری کا باعث بنے۔

جناب چیئرمین: درست ہے۔ جی، رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! راجہ صاحب کی بات کی طرف آنے سے پہلے جو آپ نے فرمایا ہے کہ یہ چار دن بڑے انتہائی اہمیت کے حامل دن ہیں جن میں بجٹ پر ڈسکشن ہونی ہے۔ بات یہ ہے کہ ان دنوں کی اہمیت کو آپ جیسے بھی سمجھیں یہ بات آپ سے بھی اور راجہ صاحب سے بھی ہوتی رہی اور راجہ صاحب اس بات پر اس سال کے اوائل میں میرے ساتھ سو فیصد متفق تھے کہ جب تک آپ پری بجٹ ڈسکشن کے لئے اجلاس نہیں بلائیں گے اور تمام ممبرز سے input نہیں لیں گے اور ان کی آراء کے نتیجے میں بجٹ تشکیل نہیں پائے گا اس وقت تک یہ بیوروکریسی کا اور فنانس ڈیپارٹمنٹ کا فگرز کا گورکھ دھندا ہے، یہ لاکر آپ سب کے سامنے رکھ دیں اور اس کے بعد کہیں گے کہ انہوں نے پورا سال محنت کرکے جو فگرز تیار کی ہیں ان فگرز میں لوگ چار دن میں probe in کرلیں یہ بڑا مشکل ہے۔ راجہ صاحب اس بات پر متفق تھے کہ ہم پری بجٹ اجلاس بلائیں گے اور اس میں ساری ڈسکشن ہوگی اور ممبرز کی آراء کے مطابق بجٹ تشکیل پائے گا لیکن بہر حال بد قسمتی کہ یہ چوتھا یا پانچواں بجٹ ہے لیکن یہ کام نہیں ہو سکا اور جب تک یہ آنے والے ادوار میں بھی نہیں ہوگا اس وقت تک ممبران پر یہ الزام دینا کہ یہ محنت نہیں کرتے، یہ اس بات کا خیال نہیں کرتے، یہ کوئی تجاویز نہیں دیتے، یہ figures پر نہیں جاتے، میں سمجھتا ہوں کہ یہ بالکل الزام برائے الزام ہے۔ اس کی جو proceedings ہو رہی ہیں جب تک آپ اس کی preparation میں لوگوں کو شامل نہیں کریں گے تب تک ممکن ہی نہیں ہے کہ کوئی آدمی آپ کو تجاویز دے سکے یا اس کے اوپر کوئی بہت بہتر طور پر اس کا احاطہ کر سکے۔ اب میں راجہ صاحب کی بات پر آتا ہوں جو انھوں نے میرے پوائنٹ آف آرڈر پر بڑی مفصل بات کی ہے۔ میں ان کا انتہائی مشکور ہوں اور میں appreciate کرتا ہوں بلکہ میں اپنی طرف سے ہی نہیں بلکہ فیصل آباد بار کی طرف سے انھوں نے جو یہ gesture دیا ہے کہ وہ ذاتی طور پر بھی فیصل آباد میں ہائی کورٹ کے بنچ بنانے کے حق میں ہیں اور انھوں نے وزیر اعلیٰ پنجاب کی طرف سے بھی یہ بات کی کہ وہ بھی اس ضرورت کو تسلیم کرتے ہیں کہ فیصل آباد میں ہائیکورٹ کا بنچ بننا چاہئے۔ میں ان کی اس بات کو appreciate بھی کرتا ہوں اور ان کا مشکور بھی ہوں کہ انھوں نے یہ بات بالکل واضح طور پر کہی، جہاں تک انھوں نے یہ بات کی ہے کہ جو لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن ہے وہ اس بات کی مخالف ہے، یقیناً ان کا تھوڑا بہت professional interest ہے ان پر یہ بات ناگوار ہو گی لیکن آپ یہ دیکھیں کہ اس کے against کتنے لوگ متاثر ہو رہے ہیں اور گورنمنٹ کے اوپر کسی قسم کا اس میں بار نہیں ہے۔ آئین

بالکل واضح ہے کہ on the advice of the Cabinet گورنر نے notify کرنا ہے کہ ہائی کورٹ کے بنچ کس کس جگہ پر ہونے ہیں۔ اس میں قطعی طور پر اس قسم کے consensus کی بات نہیں اگر آپ یہ سمجھتے ہیں اور جیسا کہ آپ نے on the floor of the House کہا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ فیصل آباد ڈویژن کی ایک کروڑ عوام کا مطالبہ ہے، فیصل آباد کی بار کا مطالبہ ہے اور وہاں کی تاجر تنظیموں کا مطالبہ ہے بلکہ سول سوسائٹی کا مطالبہ ہے تو آپ کو چاہئے کہ آپ اس معاملے میں غیر مشروط طور پر اور وکلاء کی اس تحریک کو اس معاملے میں لائے بغیر وہاں پر بنچ کے قیام کو عمل میں لائیں۔ یہ آپ کا ایک مثبت قدم ہوگا، جب آپ یہ عمل کر گزریں گے تو یہ تاریخ کا ایک حصہ ہوگا۔ اب یہ تو وقتی معاملات ہیں کہ یہ بڑا مشکل عمل ہوگا اور اس میں، میں سمجھتا ہوں کہ لاء منسٹر کی ایک بہت بڑی contribution ہوگی اور میں یہ دعوے سے کہتا ہوں کہ انھوں نے آج جو سٹیٹمنٹ دی ہے یہ بھی ان کی بہت بڑی contribution ہے۔

جناب سپیکر! دوسرا راجہ صاحب نے کہا کہ بطور سیاسی کارکن لوگ مجھے بھی کہتے ہیں اور دوسروں کو بھی کہتے ہیں، بالکل انھوں نے درست کہا کہ واقعی لوگ یہ کہتے ہیں کہ اپوزیشن لوگوں کو باہر نہیں لا سکی جبکہ اب جو وکلاء کی تحریک ہے اس کے ساتھ لوگ باہر آ گئے ہیں۔ ایک تو میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس حکومت میں راجہ بشارت صاحب کو یہ توفیق ہوئی، یہ جرأت ہوئی کہ انھوں نے آج پہلی دفعہ یہ تسلیم کیا ہے کہ اس تحریک میں لوگ شامل ہیں اور واقعی شامل ہیں اس میں کوئی شک والی بات بھی نہیں ہے۔ حکومت کے باقی لوگوں کو بھی چاہئے کہ وہ بھی راجہ صاحب کی نظر سے دیکھیں، ان کے وژن سے دیکھیں اور اس بات کے اوپر تھوڑا سا غور کریں کہ اس تحریک میں لوگ اور پبلک شامل ہیں۔ اب وہ کہہ رہے ہیں کہ سیاستدان کیوں نہیں آگے لا سکے یا اپوزیشن کیوں نہیں آگے لا سکی؟ اس بات کو تسلیم کرنے میں جیسے راجہ صاحب نے بڑی straight forward بات کی ہے۔ میں نے اپنی پارٹی کی قیادت سے بھی بات کی اور میں خود ذاتی طور پر یہ رائے رکھتا ہوں کہ بات یہ ہے کہ لوگوں کو باہر لانے کے لئے اور لوگوں کو کسی تحریک میں شامل کرنے کے لئے لیڈرشپ کی ضرورت ہوتی ہے، لیڈرشپ کے بغیر لوگ باہر نہیں آتے اور اپوزیشن کی قیادت لوگوں کو میسر کیوں نہیں ہے؟

معزز ممبران حزب اقتدار: لیڈرشپ باہر بیٹھی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: وہ لمبی بحث ہو جائے گی کہ کون کس کو آنے نہیں دے رہا، کون غیر آئینی میری بات مکمل تو ہونے دیں ناں۔اب یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔اب راجہ صاحب! میری بات کو مکمل ہونے دیں۔۔۔(قطع کلامیاں)

وزیر قانون و پارلیمانی امور: بات یہ ہے کہ آپ اپنے دل کی باتیں کہیں۔لیڈرشپ جو ہے وہ باہر بیٹھی ہے اور ان کے بغیر لوگ موجودہ حکومت کی مخالفت میں باہر نہیں آنا چاہتے۔وہ آئیں، جرأت کریں، آئیں۔اپنی لیڈرشپ سے کہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: راجہ صاحب! آپ تو کہہ رہے ہیں کہ لیڈرشپ باہر بیٹھی ہے، میں کب کہہ رہا ہوں کہ باہر نہیں بیٹھی، میں بھی تو یہی بات کہہ رہا ہوں اور آپ کہہ رہے ہیں کہ وہ جرأت کریں تو آئیں۔بھئی! انھوں نے تو جرأت کی تھی اور وہ آئے تھے۔آپ یہاں پر on the floor of the House, on behalf of the Punjab Govt. یہ بیان دیں کہ لیڈرشپ آئے اور یہاں پر آکر، وہ ٹھیک ہے کہ اگر ان کے اوپر مقدمے ہیں تو آپ ان کو جیل لے جائیں، آپ ان کو عدالت لے جائیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: معاہدہ کر کے گئے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: کوئی معاہدہ نہیں ہو سکتا، کوئی معاہدہ نہیں ہو سکتا۔میری بات سنیں۔پاکستان پینل کوڈ میں آپ مجھے وہ پروویژن دکھادیں کہ پاکستان پینل کوڈ کے تحت کسی بھی مجرم کو خواہ اس کا قتل کا جرم ہو، وہ غدار کیوں نہ ہو؟ اسے موت کی سزا تو دی جا سکتی ہے لیکن اس کا fundamental right اس ملک میں رہنے کا snatch نہیں کیا جا سکتا۔آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ معاہدہ کر کے گئے ہیں۔کل کو آپ کسی آدمی کو فائر مار کر اس کو قتل کر دیں اور اس کے بعد معاہدہ نکال لیں کہ اس نے میرے ساتھ معاہدہ کر لیا تھا کہ مجھے قتل کر دیا گیا تو میرے اوپر مقدمہ نہ بنایا جائے۔بات یہ ہے کہ کسی طور پر بھی fundamental rights کے متعلق آئین بالکل واضح ہے اور fundamental rights میں جو سب سے پہلا right ہے وہ یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو by birth پاکستانی ہے وہ پاکستان میں جہاں چاہے رہ سکتا ہے۔وہ جو چاہے کاروبار کر سکتا ہے اور آپ کس طرح سے کسی آدمی کو یہ سزا دے سکتے ہیں یا کس طرح سے حکومت ایک آدمی کے ساتھ معاہدہ کر سکتی ہے کہ وہ اس کو ملک میں آنے نہ دے یا ملک سے باہر بھیج دے؟ پھر ایک قیدی جو چودہ ماہ سے

ایک حکومت کی قید میں ہو، اٹک قلعہ میں ہو وہ معاہدے کا فریق ہو کیسے سکتا ہے؟ کوئی ایسا معاہدہ جس میں independent opinion نہ ہو وہ معاہدہ لاء کی نظر میں wide ہے اس لئے کوئی معاہدہ نہیں ہے، کسی معاہدے کی کوئی آئینی، کوئی قانونی حیثیت نہیں ہے اور آپ کی حکومت جو ہے یا آپ کے جو جنرل مشرف ہیں وہ زبردستی غیر قانونی، غیر آئینی طور پر لیڈر شپ کو روکے ہوئے ہیں اور جب اس ملک کے عوام بھی طاقت بنیں گے تو پھر لیڈر شپ تو آئے گی لیکن جو انھوں نے بات کی میں اس کو درست تسلیم کرتا ہوں کہ لیڈر شپ جو ہے، یہ اب جو چھبیس گھنٹے یا بائیس گھنٹے کے ریکارڈ قائم ہو رہے ہیں، اسلام آباد سے لاہور تک یا اسلام آباد سے فیصل آباد تک، راجہ صاحب! میری بات آپ نوٹ کر لیں کہ یہ چھبیس اور بائیس گھنٹے کے ریکارڈ جو ہیں یہ لاہور ائرپورٹ سے لے کر داتا صاحب تک یہ چھبیس گھنٹے کا ریکارڈ ٹوٹ جائے گا جس دن میاں نواز شریف لاہور میں آیا۔ یہ میں آپ کو بتادوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

وزیر قانون و پارلیمانی امور: وہ دن آئیں۔

رانا ثناء اللہ خان: آئیں گے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: کب آئیں گے؟

رانا ثناء اللہ خان: آپ روک رہے ہیں۔ آپ اتنے بے قرار نہ ہوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ آئیں گے۔ آپ اتنے اداس نہ ہوں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! میں صرف اتنی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے اس سے پہلے بھی اسی معزز ایوان میں، اسی floor پر ان کے لئے ایک شعر پڑھا تھا کہ:

تیرے وعدوں پر کہاں تک میرا دل فریب کھائے
کوئی ایسا کر بہانہ کہ میری آس ٹوٹ جائے

میں نے یہی کہا تھا کہ ساڑھے چار سال سے سن سن کے یقین کریں کہ خدا کی قسم ہم سوچ میں مبتلا ہیں کہ پتا نہیں کس جرأت کے ساتھ اور پتا نہیں کہ کس عزم کے ساتھ اور کس حوصلے کے ساتھ repeatedly میں اب اگر کچھ کہوں گا تو پھر وہ غیر پارلیمانی لفظ ہو جائے گا۔ میں نہیں کہنا چاہتا لیکن یہ کس کو سناتے ہیں؟ ورکر ان کا آج ان سے پوچھتا ہے کہ یار! کب آئیں گے۔ چھوڑو اور اس بات کو مکاؤ۔ یقین کریں کہ ورکر دل سے یہ بات نکال چکا ہے کہ کس نے آنا ہے یا نہیں آنا؟ ہمیں

یقین ہے کہ کسی نے نہیں آنا۔

جناب چیئرمین! میں رانا صاحب سے صرف ایک سوال کرنا چاہتا ہوں کہ عدالتیں بھی موجود ہیں، سارے فورم موجود ہیں، آج تک کیوں نہیں جاتے؟ مطلب اس بات کو issue کیوں نہیں بناتے کہ ایک دفعہ attempt کریں، میں سمجھتا ہوں کہ بار بار attempt کریں۔ آپ کو کس نے روکا ہے؟ لیکن کوئی کرے تو سہی ناں، کوئی آگے چلے تو سہی؟ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ آپ کے کہنے پر کسی نے نہیں آنا۔ وہ آپ کے کاندھوں پر بوجھ ڈالتے ہیں، ابھی بھی رانا صاحب جو کہہ رہے ہیں کہ جب ہم مضبوط ہوں گے، کتنے مضبوط ہوں گے، ساڑھے چار سال سے تو آپ ان کے انتظار میں کھڑے ہیں اور ساری زندگی تو آپ نہیں کھڑے ہو سکتے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! دیکھیں۔۔۔

جناب چیئرمین: میرے خیال میں کافی بحث ہو گئی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! نہیں۔ آج میں سمجھتا ہوں راجہ صاحب بڑی فارم میں ہیں اور سچ بول رہے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! ڈسکشن کو شروع کرائیں۔

جناب چیئرمین: رانا صاحب! آپ دونوں فارم میں ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! راجہ صاحب ماشاء اللہ آج بڑا سچ بولنے کی فارم میں ہیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! انھوں نے 12 گھنٹے، 16 گھنٹے اور پھر 26 گھنٹے کی بات کی ہے۔ یہ انجن کی خوبی نہیں ہے، یہ سارے کا سارا کمال ڈرائیور کا ہے اور ڈرائیور کون ہے وہ بھی آپ کو پتا ہے۔ ایک چھوٹا سا سیکشن اسلام آباد سے لے کر چکوال تک کا ہے میں اس کے بارے میں سوال ان کے سامنے رکھتا ہوں۔ ایک limited access road ہے، دونوں طرف جالیاں لگی ہوئی ہیں، کوئی نہیں آ سکتا۔ کوئی چھوٹا موٹا جانور بھی اندر داخل نہیں ہو سکتا۔ راستے میں کوئی reception نہیں تھی۔ پون گھنٹے کا سفر ہے، ساڑھے چھ گھنٹے میں طے کیا۔ وہ ڈرائیور راستے میں کیا کرتا رہا ہے؟

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! اب میں ان کے سوال کا جواب دیتا ہوں۔

جناب چیئر مین: راناصاحب! ہر سوال کا جواب ضروری نہیں ہوتا۔

راناثناء اللہ خان: جناب چیئر مین! اب ان کو تو شاید پتا نہیں ہے، ویسے فیصل آباد کے حوالے سے ان کو پتا ہے کہ پل ڈنگر وجہاں سے فیصل آباد کی حدود شروع ہوتی ہے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: میں اسلام آباد سے چکوال تک کی بات کر رہا ہوں۔

راناثناء اللہ خان: میں وہ بھی بتاتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ موٹر وے کے حوالے سے ٹیلیویژن پر تھوڑی بہت ان کی footage چلی بھی ہے۔ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ جب وہ چکوال سے نکلے ہیں تو سینکڑوں لوگ پیدل ان کے ساتھ تھے۔ موٹر وے پر بھی لوگ پیدل ان کے ساتھ تھے، چنیوٹ سے لوگ ان کی گاڑی کے ساتھ پیدل آئے ہیں اور اس بات کی تصویریں موجود ہیں۔ اب ان لوٹوں کو اس بات کی سمجھ نہ آئے تو اس کا میں کیا کر سکتا ہوں؟

جناب سپیکر! اب میں راجہ صاحب کی بات پر آتا ہوں کہ راجہ صاحب آج ماشاء اللہ بڑی فارم میں ہیں اور یہ بڑا سچ بول رہے ہیں۔ مجھے ویسے پہلے ہی ان پر شک تھا۔ آج انھوں نے وہ معشوقوں والا شعر پڑھا ہے کہ "میری آس نہ ٹوٹ جائے" راجہ صاحب! آپ کی آس انشاء اللہ تعالیٰ نہیں ٹوٹے گی۔ وہ واپس آئیں گے اور جب وہ واپس آئیں گے تو آپ لوگ سب کے سب ادھر مال روڈ پر ہی ہوں گے۔ آپ لوگوں نے ان کا استقبال کرنا ہے۔ بالکل آپ کی آس نہیں ٹوٹے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسی سال اور اس الیکشن سے پہلے وہ اس ملک میں آئیں گے۔ جب political leadership آئے گی تو انشاء اللہ تعالیٰ لوگ ان کے ساتھ ہوں گے۔ آپ نے جو اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ اس تحریک میں لوگ شامل ہیں، اس پر میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

سید عبدالعلیم شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: لوگ آپ کے ساتھ نہیں ہیں۔

راناثناء اللہ خان: یہ لوگ جنرل پرویز مشرف کو کیوں نظر نہیں آ رہے؟ وہ کہتا ہے کہ میں ایوان صدر کی بالکونی میں کھڑا تھا مجھے تو کوئی بندہ ہی نظر نہیں آیا۔ بھئی! جنرل مشرف کو آپ بتائیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئر مین! پھر ان کو بُرا لگے گا۔ جب چیف جسٹس کا کہیں پروگرام ہوتا ہے تو ہمارے انتہائی محترم قابل احترام سیاست دان واسکٹیں پہن کر صبح سویرے پہنچ جاتے ہیں۔ انھوں نے 9 بجے نکلنا ہوتا ہے، ابھی وہ واش روم میں ہوتے ہیں لیکن یہ باہر فوٹو بنوانے

کے لئے پہلے سے موجود ہوتے ہیں۔ یار خدا کے لئے اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں، خود اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر تحریک چلائیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! اگر راجہ صاحب کو لوگ نظر آتے ہیں تو پھر یہ اپنے صدر کو بھی بتائیں۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے بندے نظر نہیں آتے۔ بات یہ ہے کہ وکلاء کی تحریک کے ساتھ لوگ ہیں چلئے یہی بات درست ہے اور اگر سیاسی کارکن یا سیاسی جماعتوں کا رول نہیں ہے تو پھر آپ کیوں بدنامی لیتے ہیں، کیوں لوگوں کو پکڑتے ہیں؟ آپ نے آج جو آرڈرز واپس لئے ہیں۔ وہ کس کے ہیں؟ آپ نے سینکڑوں لوگوں کو گرفتار کیا اور ہزاروں کی تعداد میں سیاسی کارکنوں کے گھروں میں ریڈ کئے۔ آپ کس کے لئے لوگوں کو سیالکوٹ سے پکڑتے ہیں اور میانوالی جیل بھیج دیتے ہیں۔ لاہور سے پکڑتے ہیں اور ڈیرہ غازی خان جیل میں بھیج دیتے ہیں۔ اگر کوئی سیاست دانوں کے ساتھ نہیں ہے، سیاسی جماعتوں کے ساتھ نہیں ہے یا سیاسی کارکنوں کے ساتھ نہیں ہے تو پھر آپ یہ گندا اور بدنامی کا کام کیوں کرتے ہیں؟

جناب چیئرمین: شکریہ۔ رانا صاحب! پلیز تشریف رکھیں۔ علیم صاحب! ذرا مختصر بات کریں۔

سید عبدالعلیم شاہ: جناب چیئرمین! میں آج ایک بڑے اہم issue کی طرف بات کرنا چاہتا ہوں جو ساڑھے چار سال سے چل رہا ہے اور ابھی بھی ڈسکس ہوا ہے۔

جناب چیئرمین: ساڑھے چار سال گزر گئے ہیں اور تھوڑا ٹائم رہ گیا۔ آپ اس issue کو چھوڑیں۔

سید عبدالعلیم شاہ: اس وقت سب سے اہم issue یہی چل رہا ہے اور اس پر ہمارے کافی سارے دوست بڑے پریشان ہیں اور بڑی محنت بھی کر رہے ہیں۔ اس بات کا ہمیں چیلنج بھی کرتے ہیں کہ میاں نواز شریف صاحب، شہباز شریف صاحب، معاہدہ ہوا یا نہیں ہوا۔ ہم کہتے ہیں ہوا اور یہ کہتے ہیں کہ نہیں ہوا، کورٹس میں آنا بھی، جانا بھی سب کچھ ہو رہا ہے۔

جناب چیئرمین: میرا خیال ہے کہ آپ اس issue پر بات نہ کریں۔

سید عبدالعلیم شاہ: جناب چیئرمین! میں شہباز شریف اور نواز شریف صاحب کو پاکستان آنے کا صرف طریقہ بتا رہا ہوں۔ یہ قصہ ہی ختم ہو کہ وہ آنا نہیں چاہتے، وہ آئیں انہیں کس نے روکا ہے؟ بقول ان کے کہ ان کا کوئی معاہدہ نہیں ہے اور fundamental rights میں جس طرح رانا صاحب کہہ رہے ہیں کہ وہ آ سکتے ہیں۔ چلیں مان لیا کہ انہیں پولیس یا گورنمنٹ واپس بھیجتی ہے۔

لانچز چلتی ہیں اور لانچ کے ذریعے میاں صاحب آ جائیں۔ وہ آئیں ہم دبئی سے لانچ کرا دیتے ہیں۔ وہ آئیں اور آکر کسی شہر میں چھپ جائیں، صبح stay order لے لیں۔ ہم ان کو گوادر سے اتار لیتے ہیں لیکن آئیں تو سہی۔

جناب چیئر مین: آپ تشریف رکھیں۔ اب میں جناب کرنل محمد عباس چودھری صاحب کو بجٹ پر تقریر کرنے کے لئے دعوت دیتا ہوں۔ کیا وہ تشریف رکھتے ہیں؟ تشریف نہیں رکھتے۔ شاید وہ جا چکے ہیں۔ محمد اشرف بٹ صاحب! اب صرف بجٹ پر بات ہوگی، سیاسی باتیں بہت ہو چکی ہیں۔

انجینئر محمد اشرف بٹ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب چیئر مین! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے بجٹ پر بات کرنے کا موقع دیا۔ بجٹ ایک ایسی دستاویز ہے جو سابق معلومات اور مستقبل کے اہداف و تخمینہ جات پر مشتمل ہوتی ہے۔ بجٹ کسی بھی حکومت کی سابق کارکردگی اور ترجیحات کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ اچھا اور متوازن بجٹ اسے کہا جاتا ہے کہ جس کے اندر حکومت کی سابق کارکردگی کا اظہار ہوتا ہے اور اس میں کم و بیش تمام شعبوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کی ترجیحات کو مقرر کیا جاتا ہے اور اخراجات کو کنٹرول کیا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بجٹ کسی بھی حکومت کی سابق سال کی کارکردگی کا مظہر ہوتا ہے۔ اگر مقرر کردہ اہداف کو حاصل کیا جائے یا کر لیا گیا ہو تو حکومت کی کارکردگی بہتر تصور کی جاتی ہے۔

جناب چیئر مین! سال 07-2006 کے revised بجٹ پر اگر نظر دوڑائی جائے تو یہ بات بڑے ہی اطمینان سے کہی جا سکتی ہے کہ موجودہ صوبائی حکومت کو وفاق کی جانب سے Federal Divisible Pool کی مد میں حاصل ہونے والی رقم کے علاوہ پراونشل ٹیکس اور non-tax کی مد میں حاصل ہونے والی آمدنی تخمینہ سے زیادہ رہی۔ اسی طرح صوبائی حکومت کے مختلف اداروں کے اخراجات بھی کم و بیش ہدف کے مطابق رہے جو کہ ایک بہتر expenditure management کی مثال ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ پچھلے سالانہ ترقیاتی پروگرام کا تخمینہ 100۔ارب روپے تھا اور اس کا revised estimate 137۔ارب روپے کا ہے۔ ہدف سے 37 فیصد زیادہ رقم کی فراہمی حکومت کی اس commitment کا اظہار ہے جس کے ذریعے وہ صوبہ کے عوام کا معیار زندگی بلند کرنے اور روزگار کی فراہمی کی کوششوں میں مصروف ہے۔

جناب سپیکر! بجٹ 08-2007 کے مطابق جنرل ریونیو receipts کا 72 فیصد فیڈرل ٹرانسفر سے حاصل ہوگا اور یہ وہ رقم ہے جو وفاقی حکومت مختلف direct اور indirect taxes کی

مد میں حاصل کرتی ہے اور اسے آبادی کی بنیاد پر صوبوں کے درمیان تقسیم کیا جاتا ہے۔ پچھلے سال کی نسبت اس مد میں تقریباً 25 فیصد اضافے کا تخمینہ ہے جو کہ نہایت ہی خوش آئند بات ہے۔

(اس مرحلہ پر جناب چیئرمین ملک جلال الدین ڈھکو کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئرمین: جی، انجینئر محمد اشرف بٹ!

انجینئر محمد اشرف بٹ: جناب چیئرمین! وفاق کی جانب سے اتنی بڑی ترسیل یقیناً صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف اور مرکز میں مسلم لیگی حکومت کی بہتر مالی پالیسیوں کا نتیجہ ہے۔ جس کے نتیجہ میں سال 08-2007 میں سالانہ ترقیاتی پروگرام کا حجم 150- ارب روپے تک ہوگا جو پچھلے سال کی نسبت پچاس فیصد سے زیادہ ہے۔ اتنی خطیر رقم کے استعمال سے ایک طرف جہاں صوبہ ترقی کی منازل طے کرے گا اور صوبے کے عوام کا معیار زندگی بلند ہوگا اور اس کے ساتھ ساتھ صوبہ کے اندر بے روزگاری میں کمی کا باعث بھی بنے گا۔

جناب چیئرمین! بجٹ 08-2007 میں پچھلے سال کی نسبت سوشل سیکٹر کی مد میں 57 فیصد کا اضافہ کیا گیا ہے۔ سوشل سیکٹر کے جو مختلف حصے ہیں اس کے اندر تعلیم کو نہایت ہی زیادہ اہمیت دی گئی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ تعلیم ایک ایسی چیز ہے کہ جس کی اہمیت سے کوئی شخص بھی انکار نہیں کر سکتا لہذا تعلیم کے شعبے کے اندر مزید ترقی دینے اور پنجاب کے عوام کی شرح خواندگی کو بہتر کرنے کے لئے پچھلے سال کی نسبت 72 فیصد اضافہ کیا گیا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ حکومت پنجاب جس نے پچھلے تقریباً 4 سال سے جو اپنی پالیسیاں دی ہیں ان کی بدولت صوبے کے اندر تعلیم کا معیار بہتر ہوا ہے۔ صوبہ کے اندر مختلف کالجز اور سکولز کی up-gradation کی گئی ہے۔

جناب والا! یہاں پر missing facilities کے حوالے سے بات ہوئی ہے کہ صوبے کے اندر مختلف سکولوں میں missing facilities بھی مہیا کی گئی ہیں۔

جناب والا! اب میں شعبہ صحت کے حوالے سے بات کروں گا کہ کسی بھی معاشرے کو اس وقت تک ترقی یافتہ معاشرہ نہیں کہا جا سکتا جب تک اس معاشرے میں رہنے والے افراد کو صحت کی بنیادی سہولتیں مہیا نہ کی جائیں۔ بجٹ 08-2007 میں صحت کے شعبے میں 51 فیصد اضافہ کیا گیا ہے۔ یہ اس بات کی عکاسی ہے کہ وزیراعلیٰ چودھری پرویز الٰہی صاحب کی صوبائی حکومت صوبے کے تمام افراد کو صحت کی بنیادی سہولتیں فراہم کرنے کا تہیہ کئے ہوئے ہے۔ بنیادی مراکز صحت اور رورل ہیلتھ سنٹرز کی حالت کو بہتر کرنا اور ان میں ڈاکٹروں اور ادویات کی فراہمی بھی اس

حکومت کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ میں یہاں پر وزیر خزانہ صاحب کو ایک تجویز دینا چاہوں گا کہ ہمارے صوبہ پنجاب کے اندر ایسے بے شمار افراد ہیں جو بیماری کی صورت میں اس قابل نہیں ہیں کہ وہ اپنا علاج کروا سکیں اور انھیں مفت ادویات بھی میسر نہیں ہیں۔ حکومت نے ایمر جنسی کی حد تک ایک بہت بڑا انقلابی قدم اٹھایا اور ایمر جنسی میں ادویات کی فراہمی کو یقینی بنایا لیکن میری تجویز ہے کہ ایسے مستحق افراد جن کا کوئی روزگار نہیں ہے یا عمر کے اس حصے میں ہیں کہ وہ کوئی ملازمت نہیں کر سکتے یا جن کی کمائی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے ان کے لئے ادویات کی مفت فراہمی کو یقینی بنایا جائے۔ میں سمجھتا ہوں حکومت کے اس قدم سے غرباء اور ایسا طبقہ جن کی آمدنی کم ہے ان میں جو احساس محرومی پیدا ہوتا ہے اس کا تدارک ہو سکے گا۔

جناب چیئر مین! پینے کا صاف پانی اور صاف ماحول ہر شہری کا بنیادی حق ہے اور ہر حکومت کا فرض ہے کہ وہ بلاتفریق تمام شہریوں کو یہ سہولیات پہنچائے۔ شہروں کے علاوہ دیہاتوں میں پینے کا صاف پانی اور نکاسی آب کی بہتری کے لئے پچھلے سال کی نسبت 25 فیصد تک کے اضافے کی تجویز ہے۔ حکومت کی ان کوششوں سے نکاسی آب اور فراہمی آب کے معاملے میں خاطر خواہ تیزی آئے گی اور عوام کا معیار زندگی بلند ہو گا۔

جناب والا! واٹر سپلائی اینڈ سینی ٹیشن کے سلسلے میں میری ایک تجویز ہے کہ نکاسی آب کی جو رقم رکھی گئی ہے اگر اس کو بڑھایا جائے تو پورے صوبہ اور بالخصوص شہری علاقوں میں نکاسی آب کے جو مسائل ہیں ان سے نمٹا جا سکے گا۔ ہر سال کروڑوں روپے کی سڑکیں صرف اسی وجہ سے ٹوٹتی ہیں کہ پانی کا نکاس بہتر نہیں ہوتا اور پھر بار بار ان سڑکوں کو بنایا جاتا ہے اور بار بار وہ ٹوٹتی ہیں۔

جناب والا! اس سال بجٹ میں انفراسٹرکچر کی بہتری کے لئے پچھلے سال کی نسبت 20 فیصد اضافہ کیا گیا ہے اور 32۔ ارب روپے سے زائد رقم مختص کی گئی ہے۔ بلاشبہ یہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہے جس سے صوبہ کے اندر شاہرات، پل، پبلک بلڈنگز اور شہری ترقی کے منصوبے پایۂ تکمیل تک پہنچیں گے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان قدرتی وسائل سے مالا مال ملک ہے یہاں کے لوگ بڑے محنتی ہیں۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ حکومت اربوں روپے مہیا کر رہی ہے وسائل بھی مہیا کر رہی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ دیکھنے والی بنیادی بات یہ ہے کہ کیا یہ رقم پوری طرح خرچ بھی ہوتی ہے یا نہیں۔ پچھلے سال ڈویلپمنٹ کے لئے 100۔ ارب کا بجٹ تھا اور اس سال 150۔ ارب کا ہے تو کیا یہ رقم حقیقی معنوں میں خرچ بھی کی جا رہی ہے یا لوگوں کی جیبوں میں جاتی ہے۔

جناب والا! آج کل پاکستان کو سب سے بڑا درپیش مسئلہ کرپشن کا ہے۔ پاکستان کے اندر وسائل کی کمی نہیں۔ پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے لیکن ہمارا سب سے بڑا مسئلہ کرپشن کا ہے۔ یہ 150۔ارب روپے ہوں، چاہے 200۔ارب روپے ہوں اگر وہی لوگ ان کو خرچ کریں گے جو آج تک خرچ کرتے آرہے ہیں۔ جن کے ذریعے یہ کام ہو رہا ہے تو میرے خیال میں اس سے خاطر خواہ فوائد حاصل نہیں ہو سکتے چونکہ ہم سالہا سال سے دیکھتے چلے آرہے ہیں کہ سڑکیں بنتی ہیں پھر ٹوٹتی ہیں۔ کام ہوتے ہیں پھر خراب ہو جاتے ہیں۔ اس کی صرف یہ وجہ ہے کہ ہمارے کام کرنے والی مشینری اس قابل نہیں ہے، وہ دیانتدار نہیں ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ سب سے بڑی خرابی ہے۔ اگر وسائل تھوڑے ہوں لیکن ان کو اچھی طرح سے manage کیا جائے اور انھیں دیانتداری سے استعمال کیا جائے تو ان سے زیادہ فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ اگر وسائل زیادہ بھی ہوں لیکن نیت صاف نہ ہو اور دیانتداری نہ ہو تو معاشرے میں بہتری نہیں لا سکتے۔

جناب چیئرمین! اب میں پروڈکشن سیکٹر کے حوالے سے بات کروں گا۔ اس میں زراعت کی مد میں ڈویلپمنٹ بجٹ میں ایک خاطر خواہ اضافہ کر کے اسے 1100 ملین روپے سے بڑھا کر 2800 ملین روپے کیا گیا ہے۔ زراعت کا شعبہ جو پہلے ہی خاصا زیر عتاب ہے اس پر زرعی انکم ٹیکس کا بوجھ بھی ڈالا گیا ہے۔ زرعی انکم ٹیکس کا حجم 1761 ملین بنتا ہے اگر اس کو پچھلے سال کی مختص شدہ رقم کے ساتھ ملا دیں تو کم و بیش یہ اتنا ہی بنتا ہے جتنا اس دفعہ بجٹ میں تخمینہ رکھا گیا ہے۔ یہ تقریباً 175۔ارب روپے بنتا ہے اگر ہم اس کو waive off کر دیں یا زرعی ٹیکس کو ختم کر دیں تو میرے خیال میں ہماری دیہی آبادی کے لئے ایک اچھا پیغام ہو گا۔ وہ لوگ جن کی آمدنی کم ہے اور ان کا سارا دارو مدار قدرت پر ہوتا ہے، آسمان اور موسم پر ہوتا ہے۔ لہذا میری تجویز ہے کہ زرعی ٹیکس ختم کیا جائے۔ میں اس کے ساتھ ساتھ یہ چاہوں گا کہ کسی بھی ملک اور کسی بھی معاشرے میں ماحول کو بہتر بنانے کے لئے درختوں کی بہت بڑی اہمیت ہے لیکن ہمارے ملک میں درختوں کو بڑی تیزی سے ختم کیا جا رہا ہے اور ماضی میں بھی کیا گیا۔ صحت مند ماحول پیدا کرنے کے لئے درخت نہایت ضروری ہیں۔ اس مد میں بجٹ میں پچھلے سال کی نسبت صرف 20 ملین کا اضافہ کیا گیا ہے جو کہ نہایت ہی کم ہے لہذا وزیر خزانہ سے گزارش ہے کہ Forestry کے لئے زیادہ رقم رکھی جائے تاکہ ہم ملک پاکستان اور بالخصوص صوبہ پنجاب میں ایک اچھا ماحول پیدا کر سکیں۔

جناب چیئرمین: بٹ صاحب! دو منٹ میں wind up کریں۔

انجینئر محمد اشرف بٹ: جی، درست ہے۔ اب میں ہیومن ریسورس ڈویلپمنٹ پر بات کرنا چاہوں گا۔ پاکستان ان ملکوں کی فہرست میں شامل ہے بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ شاید یہ ایک واحد ملک ہو جہاں پر 50 فیصد سے زائد لوگ 25 سال سے کم عمر کے ہیں۔ اس حساب سے ہمارے پاس ایک بہت بڑا ہیومن ریسورس موجود ہے لیکن میرے خیال کے مطابق اس کی ڈویلپمنٹ کے لئے وہ کام نہیں کیا جا رہا جو ہمیں کرنا چاہئے۔ آج ہمیں skilled لوگوں کی کمی کا سامنے ہے۔ ہمارے پاس foreign investment تو آ رہی ہے لیکن اسے handle کرنے کے لئے ہمارے ہاں لوگ نہیں ہیں۔ لہذا میری گزارش ہے کہ افرادی قوت کو بہتر بنانے اور انھیں کارآمد کرنے اور بالخصوص انھیں ہنرمند بنانے کے لئے بجٹ کے اندر اضافہ کیا جائے۔

جناب چیئرمین! ٹورازم ایک ایسا سیکٹر ہے جسے بہتر کر کے ہم اپنے صوبے کی آمدنی بڑھا سکتے ہیں اور وزیر خزانہ سے میری استدعا ہو گی کہ ٹورازم کے حوالے سے کچھ ایسے اقدامات کئے جائیں جن سے صوبہ پنجاب کے جو خوبصورت علاقے اللہ تعالیٰ نے ہمیں نوازے ہیں ہم انھیں expose کر سکیں اور لوگوں کو attract کر سکیں۔

جناب چیئرمین! آخر میں، میں بیت المال کے حوالے سے بات کروں گا کہ بیت المال کی مد میں خاطر خواہ اضافہ ہیں ہوا اس لئے میری یہ گزارش ہے کہ بیت المال کی مد میں اس طرح سے اضافہ کیا جائے کہ جو نادار اور بیوہ خواتین ہیں یا ایسے لوگ جن کے پاس تعلیم حاصل کرنے کے لئے وسائل نہیں ہیں وہ اس مد سے استفادہ کر سکیں۔ آخر میں وزیر خزانہ جناب حسنین بہادر دریشک اور اپنے قائد چودھری پرویز الٰہی وزیر اعلیٰ پنجاب کو ایک متوازن بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ شکریہ

جناب چیئرمین: چودھری عبدالغفور صاحب!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔ جناب اشتیاق احمد مرزا!

جناب اشتیاق احمد مرزا: جناب چیئرمین! شکریہ آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع دیا بجٹ 2007-08۔۔۔

جناب چیئرمین: ایک منٹ تشریف رکھیں۔ معزز اراکین سے گزارش ہے کہ پانچ پانچ منٹ میں اپنی بات مکمل کر لیں کیونکہ وقت بہت تھوڑا ہے۔

جناب اشتیاق احمد مرزا: جناب والا! آپ کی مرضی ٹائم بڑھالیں اور ابھی تو عام بحث کے لئے کل کا دن بھی ہے۔

جناب چیئر مین: جی، فرمائیں!

جناب اشتیاق احمد مرزا: جناب والا! میری گزارش یہ ہے کہ صوبائی وزیر خزانہ نے بجٹ 08-2007 جو پیش کیا ہے یہ اس صوبائی اسمبلی کا پانچواں بجٹ تھا اور مسلسل پانچواں بجٹ پیش ہونے کے پس پردہ جو محرکات ہیں کہ اس کی وجہ وردی ہے یا وزیر اعلیٰ پنجاب کے مسلسل یہ نعرے ہیں کہ ہم باوردی صدر آئندہ بھی ہر بار منتخب کرتے چلے جائیں گے۔ میں ان وجوہات کی بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔ مختصر بات یہ کرنا چاہوں گا کہ یہ جو پانچواں بجٹ پیش ہوا ہے اس میں جو خوش آئند چیز مجھے نظر آئی ہے اور غالباً ایک سال پہلے بھی میں نے اس بات کی نشاندہی کی تھی کہ پورے سال کی آمدن اور اخراجات کا تعلق ہوتا ہے اور عام بحث کے لئے صرف دو دن دیئے جاتے ہیں۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایک بہت اچھی بات ہے کہ عام بحث کے لئے چار دن رکھے گئے ہیں اور یہ پانچ سالوں میں پہلی دفعہ ہوا ہے۔ بجٹ میں جو ریونیو محاصل تقریباً 356۔ارب روپے ہیں۔ جو مجوزہ بجٹ کا حجم ہے وہ پیش کیا گیا ہے اور جو جاری اخراجات ہیں وہ غالباً 243۔ارب روپے کے ہیں۔

جناب سپیکر! یہ جو صوبائی وزیر خزانہ صاحب نے بجٹ کے حوالے سے جو تقریر کی تھی وہ میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے انتخابی بجٹ اور الیکشن بجٹ پیش کیا ہے۔ جب ہم پانچ سال کو collectively دیکھتے ہیں تو ایک چیز جو سامنے نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ جو current revenue receipts ہیں، میں پانچ سال کے حوالے سے بات کر رہا ہوں وہ کوئی غالباً 1200 سو یا 1250۔ارب روپے ہیں۔ جو current revenue expenditure ہیں یہ پانچ سال کی collectively بات ہے۔ یہ تقریباً 900۔ارب روپے بنتے ہیں یا 950۔ارب روپے بنتے ہیں۔ یہ جو figures ہیں ان کو سامنے رکھتے ہوئے ایک بات بڑی واضح ہے کہ پنجاب کی جو سول بیوروکریسی ہے تنخواہوں کی مد میں یا مختلف مدات میں جو اخراجات ہوئے ہیں وہ تقریباً 900۔ارب روپے ہوئے ہیں اور پانچ سالوں میں ترقیاتی کاموں کے حوالے سے جو رقوم provide کی گئی ہیں وہ صرف 300۔ارب یا 350۔ارب روپے ہیں۔ میں یہ بات صوبائی وزیر خزانہ کے نوٹس میں لاؤں گا کہ میں current revenue receipts اور صرف current revenue expenditures کی بات کر رہا ہوں

اور جو capital receipts ہیں اور جو capital expenditures ہیں میں ان کی بات نہیں کر رہا۔ایک بات جو اس سے واضح ہوتی ہے کہ پانچ سالوں میں جس میں آئندہ آنے والا سال بھی شامل ہے۔جو پنجاب میں ترقیاتی کاموں کے حوالے سے بات ہے وہ صرف 300 یا 350۔ارب روپے کی بات ہے۔مجھے انتہائی افسوس کے ساتھ یہ بات کہنی پڑتی ہے کہ پنجاب کے اندر پانچ سالوں میں مثلاً تعلیم کے حوالے سے یہ بہت بات کرتے ہیں، روزگار کے حوالے سے بھی بہت بات کرتے ہیں کہ جناب! سالانہ ساڑھے چودہ لاکھ نوکریاں یا روزگار کے مواقع provide کئے ہیں۔اگر ان figures کو آپ collectively دیکھتے ہیں تو یہ تقریباً ستر اسی لاکھ کے انہوں نے روزگار کے مواقع فراہم کئے ہیں۔میرے اپنے حلقہ نیابت جس میں تقریباً ایک لاکھ تیس ہزار ووٹرز ہیں جس کی آبادی سات آٹھ لاکھ کے قریب ہے وہ میرے سامنے ہے وہاں پر تو کسی کو روزگار کے مواقع فراہم نہیں کئے گئے۔پتا نہیں پنجاب کے کون سے علاقوں میں یہ روزگار کے مواقع ہیں کہ جن کا عام پنجابی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ہاں ایک بات بڑی clear ہے آج سے پانچ سال پہلے جو سڑکوں کے اشارے ہیں وہاں پر پہلے گداگر دو ہوتے تھے اب پانچ سالوں کے بعد وہاں پر گداگروں اور بھکاریوں کی تعداد 50،100 کے قریب ہو چکی ہے۔اگر انہوں نے پنجاب کے لوگوں کو بھکاریوں کی صورت میں اگر روزگار کے مواقع فراہم کئے ہیں تو مجھے اس سے کوئی انکار نہیں ہے لیکن باعزت روزگار کے حوالے سے میں انتہائی معذرت خواہ ہوں کہ پنجاب کا ایک عام آدمی پس کر رہ گیا ہے۔

جناب چیئرمین! بات یہ ہے کہ خوشحالی کے یہ دعوے کرتے ہیں۔میں ایمانداری سے بات کرتا ہوں کہ آج پنجاب میں پینے کا صاف پانی جو ان کی پہلی بجٹ تقریر میں ترجیح تھی، پینے کے صاف پانی کی بات تو دور کی بات آج پنجاب کے لوگوں کو پینے کا گندہ پانی بھی نہیں مل رہا۔اس کی ذمہ داری وفاق پر عائد ہوتی ہے یا پنجاب پر عائد ہوتی ہے کہ کشمیر کے اندر سے جو دریا ہماری زمینوں کو سیراب کرنے کے لئے آتے ہیں ان پر جو ڈیم بنائے جا رہے ہیں ہندوستان کی مدد سے افغانستان کے اندر دریائے کابل پر جو ڈیم بنایا جا رہا ہے مجھے جو future پاکستان کا نظر آ رہا ہے وہ ایک صحرا نظر آ رہا ہے۔اس کے حوالے یا ترقی کے حوالے سے جو یہ بات کرتے ہیں وہ سراسر بے بنیاد ہے۔

جناب چیئرمین! جہاں تک خوشحالی کی یہ بات کرتے ہیں میں ایک بات جانتا ہوں اور وہ مختصر سی ہے۔اس کے لئے ماہر معاشیات ہونا ضروری نہیں ہے کہ کوئی آدمی ماہر معاشیات ہو تو پھر ہی وہ بات کر سکتا ہے۔انہوں نے اپنی پہلی بجٹ کی نشری تقریر میں یہ کہا تھا کہ ہم نے افراط زر پر قابو پا لیا ہے لیکن افراط زر ہوتا کیا ہے؟ آج پنجاب کیا پورے پاکستان میں جو بنیادی سکے ہیں وہ ختم ہو چکے ہیں۔ایک چونی کی value نہیں ہے چونی کا سکہ اس وقت نہیں چل رہا۔آٹھ آنے کا سکہ بھی نہیں چل رہا ایک روپے کا سکہ نہیں چل رہا۔/2 روپے کا سکہ بھی نہیں چل رہا۔اس وقت جو آپ کا بنیادی یونٹ ہے وہ دس روپے ہے جو کہ ایک روپے کے برابر ہو گیا ہے۔اس ایوان میں بیٹھا ہوا ہر شخص اس بات کی تائید کرے گا کہ آپ جیب سے ایک ہزار روپے نکالیں تو وہ دو گھنٹے کے اندر ختم ہو جاتا ہے۔

جناب چیئرمین! جو خوشحالی کے یہ دعوے کر رہے ہیں وہ سب بے بنیاد ہیں۔دوسری بات میں اسی بجٹ کے حوالے سے کروں گا کہ 356۔ارب روپے کا جو بجٹ کا حجم انہوں نے پیش کیا ہے اور ترقیاتی کاموں کے حوالے سے یہ کہتے ہیں کہ ہم 150۔ارب روپے لگائیں گے۔یہ اظہر من الشمس بات ہے کہ 150۔ارب روپے میں سے کم از کم 30 سے 35 فیصد کرپشن کی نذر ہو جاتا ہے اور اس کے بعد پیچھے جو ان کے پاس رہے گا وہ 80 یا 90۔ارب روپے رہے گا تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ جیسے یہاں پر رانا صاحب نے بھی بات کی تھی کہ pre budget اجلاس ہونے چاہئیں تاکہ معزز ممبران اسمبلی کو یہ بات معلوم ہو کہ پنجاب کے غریب عوام کے خون پسینے کی جو کمائی ہے وہ کہاں پر جا رہی ہے اور کس طرح خرچ ہو گی۔

جناب چیئرمین! میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس ہاؤس میں بیٹھا ہر شخص پنجاب کی خدمت کے لئے اس ہاؤس میں آیا ہے۔ہر شخص یہ بھی چاہتا ہے کہ وہ پنجاب اور اس کے لوگوں کی خدمت کرے لیکن کچھ ایسی نادیدہ طاقتیں ہیں، قوتیں ہیں جو لوگوں میں شعور پیدا نہیں ہونے دیتیں۔ میں آپ کی وساطت سے پنجاب کے لوگوں کو یہ بات بتانا چاہتا ہوں کہ یہ 356۔ارب۔۔۔

جناب چیئرمین: اجلاس کا وقت 15 منٹ کے لئے extend کیا جاتا ہے

جناب اشتیاق احمد مرزا: جناب چیئرمین آپ کی وساطت سے پنجاب کے لوگوں کو یہ بات بتانا چاہتا ہوں کہ یہ 356۔ارب روپے پنجاب کے لوگوں کی جیبوں سے نکلے گا اور یہ 356۔ارب۔۔۔

MR CHAIRMAN: I welcome the delegation of Peoples Republic of Algeria in the Punjab Assembly.

(اس مرحلہ پر الجزائر کے پارلیمانی وفد کے اراکین ہاؤس
کے اندر سپیکر لابی میں تشریف لائے)

جناب اشتیاق احمد مرزا: جناب چیئرمین! میں آپ کی وساطت سے پنجاب کے لوگوں کو یہ بات بتانا چاہتا ہوں کہ پنجاب کے لوگو! یہ 356-ارب روپیہ آپ کی جیبوں سے نکل رہا ہے۔ یہ پیسا پنجاب کے لوگوں کی جیبوں سے نکلتا ہے جس میں سے 243-ارب روپیہ سول بیوروکریسی کے چکروں میں لگ جائے گا اور 30/40-ارب روپیہ کرپشن کی نذر ہو جائے گا اور اس کے بعد جو ground realities ہیں ان میں وہ 60/70-ارب روپے 8/9 کروڑ کی آبادی پر خرچ ہو گا جہاں ایجوکیشن کے مسائل ہیں اور صحت کے مسائل ہیں وہ اونٹ کے منہ میں زیرے کے مترادف ہے۔

جناب چیئرمین! خوشحالی کا دعویٰ کرنے والوں کو میں ایک بات یاد کرانا چاہتا ہوں کہ آج سے کتنے سال پہلے 1974 جب ذوالفقار علی بھٹو شہید کی حکومت تھی تو کراچی میں ایٹمی بجلی گھر لگا تھا۔ اس کے بعد آج تک پس پردہ یا سامنے رہ کر جن لوگوں نے حکومت کی ہے تو آپ 2007 میں پاکستان کا یہ حال اور مستقبل دیکھ لیں کہ لاہور، اسلام آباد اور راولپنڈی، جو اسلام آباد کا جڑواں شہر ہے وہاں پر 8/8 گھنٹے لوڈ شیڈنگ ہو رہی ہے۔ آپ وسطی پنجاب چلے جائیں وہاں پر 22/22 گھنٹے لوڈ شیڈنگ ہو رہی ہے۔ یہ کون سی خوشحالی کے دعوے کر رہے ہیں۔ انہوں نے کون سا ایسا کام کر دیا ہے کہ جس کی بنیاد پر یہ کہتے ہیں کہ ہم آئندہ الیکشن میں اپنی کارکردگی کی بنیاد پر جائیں گے۔ ہاں! ان کی کارکردگی وہ ضرور ہے کہ انہوں نے ہمیشہ جمہوریت کا خون کیا ہے اور ان لوگوں کا ساتھ دیا ہے کہ جنہوں نے رات کے اندھیرے میں جمہوریت پر شب خون مارا ہے۔ میں اس کے ساتھ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ بڑی مہربانی۔

MR. CHAIRMAN: Thank you very much. Dr. Muhammad Siddique!

DR. MUHAMMAD JAVED SIDDIQUI: Thank You. I also welcome the Parliamentary Delegation of Algeria from the opposition side in the Punjab Assembly.

جناب چیئر مین! آپ نے مجھے موقع دیا، بہت شکریہ۔ مجھے بجٹ پڑھنے کے بعد ایک شعر یاد آیا۔ میں اپنے پیارے، خوبصورت، نوجوان اور پیارے چھوٹے بھائی حسنین بہادر دریشک کی خدمت میں پیش کرتا ہوں:

ایڈے غربت دے صدمے نصیباں ڈتن
اوڈوں فرقت دی سانول سزا ڈے گیا
کوئی پچھے تے ہاہ بے مہابے کنوں
بخت کیا ڈیونا ہاہ تے کیا ڈے گیا
تے ہاڑھ مجبور ہاہ اپنی فطرت کنوں
میکوں ساون وی تتی ہوا ڈے گیا

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئر مین! پچھلے سال کے بجٹ میں Annual Development Programme 100۔ارب روپے کا تھا۔ اس مرتبہ کے بجٹ میں پنجاب حکومت 150۔ارب روپے کیا ہے یعنی انہوں نے اس بجٹ کے Annual Development Programme میں 50 فیصد اضافہ کیا ہے جس کے لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس عظیم کارنامے پر حکومت پنجاب مبارکباد کی مستحق ہے۔ آج تقریباً بجٹ کی یہ آخری تقریر ہے۔ ان کی طرف سے کئی مرتبہ یہ اعتراض آتا ہے کہ اپوزیشن صرف منفی باتیں کرتی ہے اور تعمیری تجاویز نہیں دیتی۔ میں اپنی پوری budget speech کے دوران شاید کوئی ایک یا دو فقرے سیاسی کروں لیکن باقی اپنی تقریر کو بجٹ کے اعداد و شمار اور تجاویز تک ہی محدود رکھنے کی کوشش کروں گا۔

جناب چیئر مین! اپوزیشن ممبر ہونے کے ناتے میرے فرائض میں شامل ہے کہ حکومت نے جہاں جہاں جو کچھ کمی رکھی ہے، کوتاہی کی ہے میں اسے پڑھوں، سمجھوں اور پھر اس point کو raise کروں اور ساتھ ساتھ proposal دوں کہ حکومت پنجاب نے فلاں فلاں جگہ یہ کمی رکھی ہے اس کو دور کرے۔ حکومتی بنچز کا یہ فرض ہوتا ہے کہ ان کی حکومت نے اپنے بجٹ میں جو اچھے کام شامل کئے ہیں انہیں وہ appreciate کریں۔ اگر میں صرف ان کی اچھائیوں کو appreciate کرنا شروع کر دوں تو میرا کردار اپوزیشن کی بجائے ایک حکومتی نمائندے کا ہو جائے گا لیکن ہم دونوں کا ایک اپنا اپنا فرض ہے لیکن اس کے باوجود بھی میں آج کی اس بجٹ تقریر کے دوران یہ

کوشش کروں گا کہ جو کچھ حکومت نے کیا ہے وہ بھی آپ کے سامنے رکھوں اور جو کچھ انہوں نے نہیں کیا، وہ بھی آپ کے سامنے رکھوں اور پھر فیصلہ اس ایوان اور پنجاب کی عوام پر چھوڑ دوں کہ وہ decide کرے کہ اگر حکومت نے اچھا کام کیا ہے تو وہ انہیں آنے والے الیکشن میں ووٹ دیں اور اگر حکومت نے اچھا کام نہیں کیا تو یقیناً اپنے ووٹ کے بیلٹ کے ذریعے اپنے عدم اعتماد کا اظہار کریں۔

جناب چیئرمین! آپ کو معلوم ہے کہ میرا تعلق گندم اور کاٹن پیدا کرنے والے کسانوں کے علاقے محروم پنجاب کی سرائیکی بیلٹ سے ہے۔ محرومیوں کو اجاگر کرنا میرا فرض بنتا ہے۔ میں نمائندہ منتخب ہو کر آیا ہوں مجھے لوگوں نے اس لئے ووٹ نہیں دیئے کہ میں ایوان میں جا کر وفاداریاں بدلوں، مشیر بنوں، وزیر بنوں، پارلیمانی سیکرٹری بنوں، مفادات حاصل کروں، سرکاری گاڑیاں لوں، سرکاری گھر لوں، اپنے بھائی کو ضلع ناظم بنواؤں۔ مجھے اور ہم سب کو عوام نے سب سے پہلا بنیادی حق یہ سونپا ہے کہ میں نمائندہ ہوں جہاں سے میں آیا ہوں میں نے اس علاقے کا حق نمائندگی ادا کرنا ہے۔ اگر حکومت تعمیری کام کر رہی ہے تو اس کو appreciate کرنا ہے اور اگر کوئی کمی رہ گئی ہے تو اس کو واضح کر کے انہیں راغب کرنا ہے اور ان سے درخواست کرنی ہے کہ کم از کم ان محرومیوں کو دور کریں تاکہ ہمارے مسائل حل ہوں۔

میں عجب یہ رسم دیکھی مجھے روز عید قرباں
وہ ذبحہ بھی کرے ہے وہی لے ثواب الٹا

جناب چیئرمین! شاعر کہتا ہے کہ میں نے ایک عجب رسم دیکھی ہے کہ عید کے دن جو قصائی مجھے ذبحہ کرتا ہے وہی ذبحہ بھی کرے ہے وہی لے ثواب الٹا۔ بجٹ کے اندر صورتحال یہ ہے جو میں ابھی بیان کرنے جا رہا ہوں وہ آپ سن لیں، فیصلہ یہ ہاؤس کرے گا۔ اس کے بعد بھی اگر یہ ہاؤس decide کرے کہ وسائل کا رخ جنوبی پنجاب کی طرف موڑ دیا گیا ہے تو یقیناً پھر میں سمجھوں گا کہ جن کتابوں سے پڑھ کر میں نے یہ سارے اعداد و شمار بتائے ہیں، میرے اپنے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے کہ جس سے میں information لوں۔

(اس مرحلہ پر الجزائر کے پارلیمانی وفد کے اراکین سپیکر گیلری
سے اٹھ کر ہاؤس سے باہر تشریف لے گئے)

جناب چیئرمین! یہ ضرور ہے کہ میں نے ان کتابوں کو پڑھا ہے اور پڑھنے کے بعد یہ

نوٹس بنائے ہیں۔ان کتابوں میں انگریزی میں لکھا ہوا ہے میں نے اردو میں لکھے ہیں اور وہی بیان کر رہا ہوں۔

جناب چیئرمین!میں سب سے پہلے اپنی بات کا آغاز صحت کے شعبے سے کرتا ہوں۔ صحت میں موجودہ حکومت کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے بے انتہا کارنامے سرانجام دیئے ہیں اور خواتین ممبران، وزراء اور چیف منسٹر بھی گاہے بگاہے ملتان کے کارڈیالوجی انسٹیٹیوٹ کے قیام کو پچھلے چار سال سے اپنا ایک سنہری کارنامہ گردانتے ہیں۔میں بھی پچھلے دو سالوں سے مبارکباد دے چکا ہوں۔اس سال بھی دی تھی کہ آپ کی مہربانی ہے۔دوسرے سال بھی مبارکباد دی تھی اور اب تیسرے سال بھی دے رہا ہوں لیکن آپ اعداد و شمار کو ملاحظہ فرمائیں کہ اگر ان تین ڈویژنوں کے اندر ایک ارب روپے کا ایک main project کارڈیالوجی انسٹیٹیوٹ اگر بنایا گیا ہے تو اس کے مقابلے پر وزیرآباد میں 1200 ملین کا بن رہا ہے، فیصل آباد میں 1300 ملین کا بن رہا ہے۔یہ کوئی ایسا اچھوتا کارنامہ سرانجام نہیں ہوا جو صرف ملتان کی دھرتی پر تو کیا گیا ہو کہیں اور نہ ہو۔وہ راولپنڈی میں بھی ہے، لاہور میں بھی ہے، وزیرآباد میں بھی بنا رہے ہیں اور فیصل آباد میں بھی بنا رہے ہیں۔چلو پھر بھی ہم نے دو مرتبہ پہلے ان کا شکریہ ادا کیا،اب بھی شکریہ ادا کر دیتے ہیں۔آپ یہ دیکھیں کہ اس کے مقابلے پر صرف لاہور میں کیا ہو رہا ہے یعنی ملتان کو ایک ارب روپے کا پراجیکٹ دے کر ہر بندہ کھڑا ہو کر یہ کہتا ہے، دیکھیں!ہم نے جنوبی پنجاب کو کارڈیالوجی انسٹیٹیوٹ دیا۔اب آپ دیکھ لیں کہ صرف لاہور میں کیا ہو رہا ہے۔پوسٹ گریجوایٹ میڈیکل انسٹیٹیوٹ لاہور 1071 ملین روپے، کینسر ہسپتال لاہور 1000 ملین روپے، پیڈیاٹرک ہسپتال لاہور 2244 ملین روپے، سروس انسٹیٹیوٹ میڈیکل سائنسز لاہور 1244 ملین روپے، جنرل ہسپتال کو 1000 ملین روپے، میو ہسپتال 1400 ملین روپے، equipments کی تیاری کے لئے پراجیکٹ لاہور میں 1000 ملین روپے، سروسز ہسپتال لاہور 1000 ملین روپے۔بھئی!آپ خدا کا خوف کریں ایک پراجیکٹ دینے کے بعد آپ نے یہ ہزاروں ملین کے منصوبے ایک لاہور میں مرکوز کر دیئے اور پھر آپ کہتے ہیں کہ وسائل کا رخ جنوبی پنجاب کی طرف موڑ دیا ہے۔

جناب چیئرمین!جو کچھ حکومت کر رہی ہے وہ میں بیان کر رہا ہوں۔آپ کمال دیکھیں کہ یہ کہتے ہیں کہ ہم ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال کی اپ گریڈیشن کریں گے، یہ اچھی بات ہے۔ ڈی جی خان میں جس کا قریبی ضلع میرے پیارے بھائی وزیر خزانہ صاحب کا بھی ہے۔ڈی جی خان

میں جب ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال اپ گریڈ کرتے ہیں اور 437 ملین روپے کا منصوبہ ہے تو 07-2006 میں 10 ملین روپے دیا ہے اور 08-2007 میں کہتے ہیں کہ 20 ملین روپے دیں گے جبکہ منصوبہ 437 ملین روپے کا ہے۔

چودھری محمد عظیم گھمن: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: گھمن صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔ جی، گھمن صاحب!

چودھری محمد عظیم گھمن: جناب چیئرمین! صدیقی صاحب جنوبی پنجاب کا فرما رہے ہیں۔ ہم جب سے پیدا ہوئے ہیں، پڑھے ہیں لکھے ہیں دیکھا ہے کہ صوبہ پنجاب ایک ہی ہے۔ مجھے یہ اعتراض ہے کہ یہ جنوبی پنجاب کا نام لیتے ہیں اور تعصب کی بات کرتے ہیں۔ ان کا معتصبانہ رویہ ہے۔ یہ الفاظ کارروائی سے حذف کئے جائیں۔

جناب چیئرمین: میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب چیئرمین! اگر گورنمنٹ آف پنجاب کی کتاب میں بیسیوں جگہ سدرن پنجاب کا لفظ ہو تو پھر کیا موصوف مجھ سے یا ہاؤس سے معافی مانگیں گے۔ گورنمنٹ آف پنجاب کی کتاب میں بیس جگہوں پر سدرن پنجاب لکھا ہوا ہے اور میں اگر وہ دکھا دوں تو پہلے جا کر اپنے چیف منسٹر صاحب کو سمجھائیں، پہلے وزیر خزانہ کو سمجھائیں پہلے گورنمنٹ آف پنجاب کو سمجھائیں کہ سدرن پنجاب کیوں ہے۔ اب سدرن پنجاب ایک حقیقت ہے۔ اب تعصب اپر پنجاب کر رہا ہے اور ہم نہیں کرنے دیں گے۔ انھوں نے ہمارے خزانوں کو لوٹا ہے اور ہماری کاٹن کو، ہماری گندم کو ہمیں لاہور کی سڑکوں سے بو آتی ہے۔ اگر حقوق مانگنا تعصب ہے تو ہم ان لوٹوں کو لٹیروں کو ڈاکوؤں کو ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دیں گے کہ وہ ہمیں literate کرے۔

جناب والا! دوسری بات یہ ہے کہ حق مانگنے کو تعصب کی بات کہتے ہیں۔ ہم حق مانگے گے اگر نہیں دو گے تو چھینیں گے اور اگر ہمیں نہیں رکھنا چاہتے تو ہمیں علیحدہ صوبہ چاہئے۔ آپ ہمیں علیحدہ کر دیں ہم ایسے پنجابی غاصبوں کے ساتھ رہنے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں جو حق نہیں مانگنے دیتے حق مانگتے ہیں تو کہتے ہیں کہ تعصب کرتے ہو۔ تمھارے اندر سننے کی جرأت نہیں ہے یہ ہمارے دیئے فنڈ کے اوپر ڈاکے مار رہے ہیں اور جب ہم بات کرتے ہیں تو ہمیں بات نہیں کرنے دیتے اور ہمیں بولنے تک نہیں دیتے۔

چودھری محمد عظیم گھمن: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: گھمن صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔ جی، گھمن صاحب!

چودھری محمد عظیم گھمن: جناب چیئرمین! سدرن پنجاب کا documentary نام ہے۔ وہ فنانشل ڈویژنز کے حوالے سے ہے صوبہ ایک ہی ہے۔ یہ جو دوسری بات کر رہے ہیں تو یہ debate کر لیں اور دن مقرر کر لیں کہ کس نے کتنے حکمرانوں کی صورت میں جس کا یہ جنوبی پنجاب نام لیتے ہیں، اس علاقے سے صوبے کے گورنر رہے، کتنے وزرائے اعلیٰ رہے اور کتنا اقتدار ان کے پاس رہا اور صدر بھی وہاں کے رہے لیکن ان لوگوں کے اپنے لوگوں نے اپنی جہالت کو قائم رکھنے کے لئے کچھ نہ کیا۔ میرے اندازے کے مطابق پہلے وزیر اعلیٰ چودھری پرویز الٰہی صاحب ہیں جو کہ پوٹھوہار کے علاقے سے یا اس علاقے سے ہو کر آئے ہیں اور جنھوں نے ان کو اتنے فنڈز دیئے ہیں کہ دونوں کو برابر اکٹھا کیا ہے۔

جناب چیئرمین: میں اپنی اس بارے میں رولنگ دیتا ہوں کہ پنجاب ایک ہی ہے اور جنوبی شمالی کوئی نہیں ہے۔ جی، صدیقی صاحب!

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب چیئرمین! لودھراں میں کہتے ہیں کہ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال 400 بلین روپے سے بنانا ہے۔ اس کے آخر میں لکھتے ہیں کہ یہ 2010 میں مکمل ہوگا۔ ڈی جی خان کا ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال بھی 2010 میں جا کر مکمل ہوگا۔ یہ 2003 سے یہ شروع ہے جبکہ شیخوپورہ میں ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال کی بات آتی ہے تو اس کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ اس کی بلڈنگ مکمل ہو چکی ہے۔ ملتان میں ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال کی بات آتی ہے تو کہتے ہیں کہ 2003 میں چیف منسٹر نے ملتان میں اناؤنس کیا تھا کہ ہم 200 بستروں کا ہسپتال بنائیں گے اور یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ 08-2007 میں 5 ملین روپے رکھا ہے۔ 400 ملین روپے یعنی 40 کروڑ روپے کے منصوبے میں سے کہتے ہیں کہ 08-2007 میں آپ کو 50 لاکھ روپے دیں گے جبکہ 40 کروڑ روپے کا منصوبہ ہے اور یہ 2010 میں جا کر مکمل ہوگا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! کتاب سامنے ہے اس کے اندر دیکھ لیں کہ شیخوپورہ کا جو ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال ہے وہ under completion لکھا ہوا ہے completed نہیں لکھا ہوا۔ وہ ongoing scheme ہے۔ یہ کتاب میں سے دیکھ لیں۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب چیئرمین! بلڈنگ بن گئی ہے۔ اگر آپ مجھے وقت دیں تو میں صفحہ بھی نکال کر دکھا دیتا ہوں۔ آپ تعلیم پر دیکھیں کہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے پڑھا لکھا پنجاب بنانا ہے۔ میں نے کہا کہ نہیں آپ نے پڑھا لکھا گجرات اور لاہور بنانا ہے۔ اس کی واضح مثال یہ ہے کہ آپ نے سات یونیورسٹیوں کے بل یہاں سے پاس کروائے ہیں۔ یونیورسٹیاں لاہور میں ہیں، گوجرانوالہ میں ہیں، گجرات میں ہیں، فیصل آباد میں ہیں، راولپنڈی میں ہیں اور سرگودھا میں ہیں۔۔۔

جناب چیئرمین: اجلاس کا وقت 15 منٹ کے لئے مزید بڑھایا جاتا ہے۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: اب اس کے بعد سات یونیورسٹیاں پہلے اس ہاؤس سے منظور کرواتے ہیں اور ایک بھی یونیورسٹی آپ نے جنوبی پنجاب کو نہیں دی لیکن اس کے باوجود آپ یہ دیکھیں کہ آپ نے دو اور انٹرنیشنل سٹینڈرڈ کی یونیورسٹیاں لاہور سیالکوٹ موٹروے کے اوپر قائم کرنی شروع کر دی ہیں۔ آپ نے ہزاروں ایکڑ پر مشتمل انڈسٹریل ایریا سیالکوٹ میں بنانا شروع کر دیا ہے اور اب ہمیں یہ کہتے ہیں کہ آپ یہ کرتے ہیں۔ آپ یہ اندازہ کریں کہ ٹرائیبل ایریا کی ایک پوری تحصیل ہے اس کے اندر کوئی ہائر سیکنڈری سکول نہیں ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ ہم نے "پڑھا لکھا پنجاب" بنانا ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ آپ 218 سکول بنا رہے ہیں جن میں ایک فیصل آباد میں 28 سکول آپ up grade کر رہے ہیں اور ملتان میں ایک ہے ڈی جی خان میں دو ہیں پورے سدرن پنجاب میں 218 میں سے آپ نے تین ڈویژنز ملتان، بہاولپور اور ڈی جی خان کے اندر 28 تعلیمی منصوبے رکھے ہیں جبکہ 190 آپ نے اپر پنجاب میں رکھے ہیں۔ اس کو چھوڑ دیں ضلع فیصل آباد میں 28 ہیں، ضلع گجرات میں 32 ہیں اور تین ڈویژنز کے 15 اضلاع میں 28 منصوبے ہیں۔ اب بھی آپ کہتے ہیں کہ آپ پڑھا لکھا پنجاب بنا رہے ہیں اور مجھے کہتے ہیں کہ میں حق بھی نہ مانگوں۔ آپ یہ دیکھیں کہ آپ نے ہائر ایجوکیشن کے لئے 10۔ارب روپے رکھے ہیں میں اس کو appreciate کرتا ہوں کہ آپ نے ہائر ایجوکیشن کے لئے پیسے رکھے ہیں وہ قابل تحسین قدم ہے لیکن آپ دیکھیں کہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے کہ 101 منصوبوں میں سے 20 جنوبی پنجاب کو دیئے ہیں۔ اس میں گوجرانوالہ ڈویژن کو 28 دے دیئے ہیں آپ کتابوں میں پڑھ لیں اور گن لیں۔ میں لاہور کی بات نہیں کرتا کہ یہ کہتے ہیں کہ صوبائی دارالحکومت ہے اس کی بات نہ کیا کریں ایک گوجرانوالہ ڈویژن میں 28 ملتان، بہاولپور ڈیرہ غازی خان تین ڈویژنز کے اندر 20 منصوبے یہ ساری باتیں میں اپنی سدرن پنجاب کے بھائیوں کو سنانا چاہتا ہوں کہ جن کے پاس اتنی فرصت نہیں ہے

کہ وہ کتابیں کھول کر کم از کم پڑھ سکیں۔ میں ان کو گائیڈ کرنا چاہتا ہوں۔ وہ اپنے حقوق کی خاطر مہربانی کریں اور اپنی حکومت کے آگے ڈٹ جائیں اور ان سے اپنا حق مانگیں اگر نہیں دیتے تو چھینیں۔ ان سے بات کریں کہ کیوں پڑھے لکھے پنجاب کا نعرہ لگا کر تم ہمارے علاقے ملتان، بہاولپور اور ڈی جی خان کو کیوں محروم کرنا چاہتے ہو۔

جناب چیئرمین! واٹر سپلائی کے منصوبے پینے کا پانی ہے۔ 4۔ارب روپے کی لاگت سے 4042 بلین روپے کی لاگت سے یہ جو منصوبے بنا رہے ہیں ان میں سے 3400 بلین روپے اپر پنجاب کو دیتے ہیں اور 650 بلین روپے جنوبی پنجاب کو دیتے ہیں یعنی 1/6 حصہ دیتے ہیں حالانکہ وہ علاقے ایسے ہیں کہ جہاں پر 15/15 میل تک پینے کا پانی نہیں ہے۔ وہاں پر عورتیں صبح ایک ایک، دو دو گھنٹے کا سفر کر کے ٹوبے سے جا کر پانی پیتے ہیں۔ ایسے بے شمار علاقے ہیں کہ جہاں پر انسان اور جانور ایک ہی جگہ پر ذخیرہ کردہ پانی کو پیتے ہیں۔ وہاں پر زیادہ ضرورت ہے یا لاہور، فیصل آباد اور گجرات کو زیادہ ضرورت ہے نہیں۔ پانی کی ضرورت ادھر ہے اور فنڈنگ کا استعمال آپ کے سامنے ہے۔ میں آپ کو ایک اور مثال دیتا ہوں کہ اسی طرح 1533 ملین روپے کی لاگت سے یہ بھی واٹر سپلائی کے منصوبے بنا رہے ہیں۔ آپ اس میں یہ دیکھیں کہ 1533 ملین روپے کے منصوبوں میں سے 1433 ملین روپے کے منصوبے اپر پنجاب میں بنائے جا رہے ہیں اور تین ڈویژنز میں 100 ملین روپے سے بنائے جا رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! جنوبی پنجاب کی آبادی ساڑھے تین کروڑ کی ہے اور اپر پنجاب کی آبادی پانچ کروڑ کی ہے۔ آپ کا ڈیڑھ گنا حصہ بنتا ہے۔ میں یہ مانتا ہوں کہ اگر ہمیں 100 ملین روپیہ دیا ہے تو آپ 150 لو لیکن آپ 1433 ملین روپے پینے کے پانی کے لئے لیتے ہو اور ہمیں 100 ملین روپے دیتے ہو جو دو منصوبے ہیں کہ بہاولنگر میں 30 ملین روپے کا اور رحیم یار خان میں 70 ملین روپے کا اور باقی سارا سدرن پنجاب کی چھٹی۔ میری مراد یہ ہے کہ یہ وہ اعداد و شمار ہیں کہ بھئی! جو میں آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں اور میری دست بدستہ اپیل ہے اور جب میں یہ باتیں کرتا ہوں تو آپ یہ کیوں کہتے ہیں کہ میں تعصب کی بات کرتا ہوں۔ میں آپ کو حلفاً کہہ رہا ہوں کہ لاہور میرے صوبے کا حصہ ہے، گجرات، فیصل آباد میرے صوبے کا حصہ ہیں۔ میری لاہور کے اوپر جان قربان کہ یہ میرے ملک کا حصہ ہے ہمیں پیارا ہے۔ بھئی میں تعصب پیدا نہیں کرتا بلکہ جو تعصب پیدا ہو رہا ہے اس کو ختم کرنے کی بات کرتا ہوں۔ وہاں شاعر کہتا ہے کہ:

میں ترسی میری روہی ترسی ترسی ہے ہر جائی
میں کوں آکھ ناں پنج دریائی

یہ شاعر کہتا ہے میں تو نہیں کہتا۔

سید مجاہد علی شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی۔

سید مجاہد علی شاہ: جناب چیئرمین! ڈاکٹر صاحب اپنے علاقے کے حقوق کے لئے باتیں کر رہے ہیں، حق مانگنا کوئی بری بات نہیں ہے۔یہاں پر یہ کھڑے ہو کر کہنا کہ یہ لوگ کتابیں نہیں پڑھتے اور میں کتاب پڑھ کر آیا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ ہر کوئی کتابیں پڑھتا ہے۔یہ کہنا کہ ہم appreciate بھی کرتے ہیں اور آج یہ اپوزیشن بنچ پر کھڑے ہیں اور حکومتی بنچوں سے جو کچھ یہ ڈیمانڈ کر رہے ہیں تو میں انہیں یہ کہوں گا کہ یہ اپنا رول اس طریقے سے ظاہر کریں اور اگر یہ حقوق کی بات کرتے ہیں تو سب سے پہلا حق یہ اپنی پارٹی لیڈر بے نظیر بھٹو سے مانگیں جنھوں نے پورے ملک کو بنجر کیا ہوا ہے، جب کالا باغ ڈیم کا نام لیتے ہیں تو وہ مخالفت کرتی ہے یہ وہاں کیوں نہیں بولتے، وہاں احتجاج کیوں نہیں کرتے اور وہاں اس پارٹی سے چھٹی کیوں نہیں کرتے جو کالا باغ ڈیم کی مخالف ہے جس کی وجہ سے پورا ملک بنجر ہو رہا ہے، جس کی وجہ سے پورے ملک میں لوڈ شیڈنگ ہو رہی ہے، جس کی وجہ سے اس وقت صنعتیں بگڑ رہی ہیں، جس کی وجہ سے ہڑتالیں ہو رہی ہیں، لوگ باہر نکل رہے ہیں، کراچی اور یہاں پر کیا ہو رہا ہے، وہاں ان کو غیرت نہیں آتی، کیا یہ ان سے بات نہیں کر سکتے ؟ یہ وہاں کھڑے ہو کر اپنی پارٹی کی لیڈر کے ساتھ بات کریں کہ آپ کے اس رویے کی وجہ سے مسئلہ پیدا ہو رہا ہے، آپ ملک کی لیڈر ہیں، آپ ملک کی بات کیوں نہیں کرتیں، آپ کیوں ہٹ دھرمی کا شکار ہوئی ہیں، کیوں سندھ کے لوگوں کو تعلیم دیتی ہیں کہ آپ کھڑے ہوں اور کالا باغ ڈیم نہ بننے دیں۔ جو یہ بات کرتے ہیں ہم ان کا ساتھ دیں گے اگر یہ اپنی پارٹی سے استعفیٰ دیں اور اپنی پارٹی لیڈرشپ کو یہ کہیں کہ کالا باغ ڈیم بنانے کا اعلان کرے۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: بگو صاحب! تشریف رکھیں۔ پہلے ہی کافی ٹائم ہو چکا ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ میں نے پہلے بھی یہ عرض

کیا تھا کہ یہ بجٹ سیشن ہے اور یہ ہماری روایات ہیں کہ یہاں پر جو فاضل ممبران بجٹ پر تقریر کرنا چاہتے ہیں ان کو موقع دیا جاتا ہے۔ شاہ صاحب کو بھی یا دوسرے دوستوں کو بھی موقع دیا جائے گا۔ اگر ان کو صدیقی صاحب کی تقریر پر اعتراض ہے تو بے شک انہی کی تقریر پر اپنے وقت پر تنقید کریں لیکن اب انہیں تقریر کرنے دیں، ان کو ہر بات کرنے کا حق ہے۔

جناب چیئرمین: شاہ صاحب! ٹائم کی کمی کے پیش نظر آپ confined رہیں، آپ بجٹ تقریروں پر confine رہیں۔ صدیقی صاحب! میں آپ سے گزارش کروں گا کہ آپ کو مانگنے کا طریقہ ہی نہیں آتا۔ آپ تعصبانہ نظریئے سے مانگتے ہیں، آپ جنوبی پنجاب اور شمالی پنجاب کو چھوڑیں، بجٹ پر بات کریں اور دو منٹ میں wind up کریں۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب چیئرمین! اگر interruption ہو گی تو پھر میرا ٹائم کیسے پورا ہو گا؟

جناب چیئرمین: ساڑھے تین بج رہے ہیں اور کافی ممبرز ابھی رہتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب چیئرمین!

ہزاراں مٹکے وِیچ گئے ہن ہزار ساغر پوتج گئے ہن
اساں جو منگے تے ساکوں آکھن ونڈ تج گئے ہن ونڈ تج گئے ہن

وہ میرے بھولے اور سادے سے بھائی ہیں ان کی بات کا جواب میں پھر کبھی دوں گا کیونکہ وہ مجھے اس موضوع سے ہٹانا چاہتے ہیں لیکن میں نہیں ہٹتا۔

جناب چیئرمین: صدیقی صاحب! پلیز دو منٹ میں wind up کریں۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب چیئرمین! 40۔ارب روپے سپیشل انفراسٹرکچر میں رکھے گئے ہیں۔ 150۔ارب روپے کا بجٹ ہے اور ان میں سے 40۔ارب روپے صرف دو منصوبوں کے لئے نکال کر دیئے گئے ہیں، 40۔ارب روپے ایک خطیر رقم ہے جو لاہور کی رنگ روڈ کے لئے اور لاہور سیالکوٹ موٹروے کے لئے یعنی کہتے ہیں کہ 30 فیصد حصہ دو۔ باقی آپ تقسیم کرتے ہیں اس پر بھی ہم چپ ہیں۔ جب ایک مد میں 7.5۔ارب روپے رکھتے ہیں تو اس میں آپ دیکھیں کہ 167 منصوبے حکومت پنجاب نے اس لاگت سے بنائے ہیں جن میں 134 اپر پنجاب میں ہیں، 33 لوئر پنجاب میں ہیں اور کمال یہ ہے جو میں on going بات کر رہا ہوں کہ ایک گوجرانوالہ ڈویژن میں

34 منصوبے ہیں اور ملتان، بہاولپور اور ڈیرہ غازی خان یعنی تین ڈویژنوں میں صرف 33 منصوبے ہیں۔اس میں یہ بھی دیکھ لیں ایک پروگرام چیف منسٹر ایکس ریلیٹڈ پروگرام ہے جو تقریباً 4۔ارب کی لاگت سے ہے اس میں بڑی دلچسپ کیفیت یہ ہے کہ 437 منصوبے بنائے ہیں جن میں سے 330 اپر پنجاب میں اور 107 جنوبی پنجاب میں رکھے ہیں لیکن کمال یہ ہے کہ گوجرانوالہ ڈویژن میں 106، ملتان، بہاولپور، ڈیرہ غازی خان میں 107 ہیں۔ حیران کن بات یہ ہے کہ ملتان میں ایک، مظفر گڑھ میں دو، لیہ میں تین، لودھراں میں ایک، ڈسٹرکٹ سیالکوٹ میں چالیس ہیں، یہ میں نہیں کہتا یہ کتابیں کہتی ہیں۔ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ ایک low income housing scheme ہے یہ سکیم وہاں ہوتی ہے جہاں غربت نسبتاً زیادہ ہو تو یہ کہتے ہیں کہ ہم 60 کروڑ کی لاگت سے low income housing schemes بنا رہے ہیں جو 10 لاکھ کی ملتان میں اور 10 لاکھ کی لودھراں میں باقی 59 کروڑ 80 لاکھ روپے اپر پنجاب میں لگا رہے ہیں، کوئی خدا کا خوف کریں۔یہاں سیاحت کے منسٹر میاں اسلم اقبال صاحب بیٹھے ہیں ان کی منسٹری واحد محکمہ ہے جس میں انہوں نے تقسیم کرتے وقت پہلے منصوبوں کی distribution دیکھی ہے وہ بالکل حق کے مطابق ہے اور اس پر میں اعتراض نہیں کر رہا۔جہاں جہاں نہیں دیا گیا اس حوالے سے میں عرض کر رہا ہوں کہ پنجاب میں 455 بلڈنگز بنائی گئی ہیں، 367 اپر پنجاب میں ہیں اور 88 تین ڈویژنوں میں ہیں اور ایک ضلع لاہور میں 134 بلڈنگز بنائی جا رہی ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ صوبائی دارالحکومت ہے ہم مانتے ہیں اور سر آنکھوں پر لیکن ملتان، بہاولپور اور ڈیرہ غازی خان کے 15 اضلاع کے اندر 88 اور ایک ضلع لاہور کے اندر 134 بلڈنگز بنائی جا رہی ہیں۔

جناب چیئرمین! میں بلدیات کی بات کرتا ہوں، انہوں نے کہا کہ ہم 1381 ملین کی لاگت سے upgradation of model villages کرنا چاہتے ہیں۔یہ ماڈل ولیجز دس اضلاع چکوال، اٹک، راولپنڈی، گوجرانوالہ، گجرات، سیالکوٹ، حافظ آباد، فیصل آباد اور جہلم میں بنا رہے ہیں۔ان دس اضلاع میں سے نو اضلاع اپر پنجاب کے ہیں اور جنوبی پنجاب کے تین ڈویژنوں میں سے وہاڑی کے اندر صرف ایک منصوبہ بن رہا ہے۔یعنی ایک گاؤں تین ڈویژنوں میں اپ گریڈ ہوگا یہ ہمارے ساتھ کیا مذاق ہے کیا ہمارا ایریا ایگریکلچر ایریا نہیں ہے؟

جناب چیئرمین! ہماری طرف بے روزگاری کا طوفان ہے۔ سندر اسٹیٹ لاہور میں اتنے

100 مربع پر بن رہی ہے، سیالکوٹ کے موٹروے کے اوپر تین تین ہزار ایکڑ پر انڈسٹریل زون بن رہا ہے، فیصل آباد کے اندر پتا نہیں کوئی M3 یا کونسا انڈسٹریل زون ہے جو اتنے لاکھ ایکڑ پر ہے۔ ملتان میں 1954 سے جو انڈسٹریل اسٹیٹ کی مین خریدی تھی اس میں ایک انچ کا اضافہ نہیں کیا گیا۔ چیف منسٹر صاحب نے ایک مہربانی فرمائی ہے کہ انہوں نے وہاں سیوریج بچھایا ہے، سڑکیں ٹھیک کرائی ہیں اور انہوں نے اس کو بہتر کر کے نیا فی بنا کر ایڈورٹائز کیا ہے جسے میں مانتا ہوں لیکن میری آپ سے request ہے کہ جنوبی پنجاب کی طرف بڑا صنعتکار نہیں جا رہا۔ اب حکومت پنجاب کا چیف منسٹر جو اس صوبے کا سربراہ ہے اس کا حق بنتا ہے کہ اس کے صوبے کا وہ حصہ جہاں پر صنعتکار، انڈسٹریلسٹ انوسٹمنٹ کرنے کے لئے تیار نہیں ہے اور وہاں بے روزگاری کا طوفان بڑھ رہا ہے اس کی طرف کوئی توجہ دیں اور کوئی incentive دے کر، مفت پلاٹ دے کر، کوئی بجلی میں چھوٹ دے کر یا گیس کے ریٹ میں کمی کر کے یعنی کسی نہ کسی مد میں سبسڈی دیں۔ کاٹن ہم پیدا کرتے ہیں اور سارا ٹیکسٹائل زون فیصل آباد کے اندر بنتا ہے اس سے ہمیں اعتراض نہیں ہے۔ میں یہ چاہ رہا ہوں کہ بڑھتے ہوئے بے روزگاری کے طوفان کو کنٹرول کرنے کے لئے آپ کم از کم صنعتکاروں کو incentive دے کر کوئی رعایتی پیکج دے کر اس طرف لے کر جائیں تاکہ وہاں جا کر معاملات بہتر ہوں اور وہاں پر بے روزگاری کا طوفان ختم ہو سکے۔

سید مجاہد علی شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: ٹائم کی کمی کے پیش نظر آپ پلیز تشریف فرمائیں۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب چیئرمین! میری آخری بات یہ ہے کہ ایشین ڈویلپمنٹ بنک کا ساڑھے سات ارب روپیہ 2003 میں حکومت پنجاب نے بھیجا ہے، کس کے لئے، لاکھ کوئی کہتا رہے مگر یہاں پر لکھا ہوا ہے کہ Southern Punjab Basic Urban Development Project ایشین ڈویلپمنٹ بنک نے مانا ہے، ورلڈ بنک نے مانا ہے جنوبی پنجاب کو، کوئی کیسے جھٹلا سکتا ہے اور آپ نے ان سے قرضے لئے ہیں وہ ایک حقیقت ہے اب اس کا 2003 کا پیسا 7.5۔ارب روپیہ جنوبی پنجاب کی 21 تحصیلوں کے لئے اور ملتان سٹی کے لئے واٹر سپلائی اور سیوریج کی مد میں آ چکا ہے۔

جناب چیئرمین: ہاؤس کا وقت 15 منٹ کے لئے extend کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب چیئرمین! آپ utilization of funds دیکھیں اس میں، میں یہ نہیں کہہ رہا کہ سارا قصور حکومت پنجاب کا ہے، اس میں اور بہت سے عوامل ہیں میں تو آپ کو پوائنٹ آؤٹ کر رہا ہوں کہ آپ اپنی حکومت کے اثر و رسوخ کو استعمال کرتے ہوئے ان فنڈز کی utilization کو speed up کرنے کی کوشش کریں اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ 2007، کے بجٹ میں سے 7.5۔ارب میں سے 2۔ارب روپے خرچ ہوا ہے۔ وزیر خزانہ اس بات کو نوٹ فرمائیں کہ 7.5۔ارب میں سے صرف 2۔ارب روپے خرچ ہوا ہے باقی ایک ارب 2007-08 میں خرچ ہوں گے، باقی دو ارب 2008-09 میں خرچ ہوں گے، پھر 2010 میں 2300 ملین روپے خرچ ہوں گے تو یہ مذاق نہیں ہے یعنی 2003 کا پیسا 7.5۔ارب روپیہ پڑا ہے۔ گورنمنٹ پیسے دے رہی ہے، اس پر ہم سود بھر رہے ہیں، مارک اپ پڑ رہا ہے اور کہتے ہیں کہ 8 سالوں میں utilization of funds ہو گی۔ میرے بھائی اس سے قومی ضیاع ہوتا ہے۔۔۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ آپ تشریف رکھیں۔ سردار فتح محمد خان بزدار!

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب سپیکر! بس آخری بات یہ ہے کہ اگر یہ ایسا کریں گے تو بول بالا تو حکومت پنجاب کا ہو گا میرا نہیں ہو گا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ حکومت پنجاب میری باتوں کو منفی انداز میں لینے کی بجائے مثبت انداز میں لے تاکہ وہاں پر ترقی کا عمل ہو اور بے روزگاری ختم ہو۔

جناب چیئرمین: شکریہ

سید مجاہد علی شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: آپ بجٹ پر تقریر فرمانا چاہتے ہیں۔

سید مجاہد علی شاہ: جناب چیئرمین! صدیقی صاحب کی تقریر ختم ہو چکی ہے اور بڑے جوش اور ولولے کے ساتھ تقریر فرمائی ہے۔ میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جن لوگوں نے، جن حکمرانوں نے ہمارے اس خطے کو ترقیاتی کاموں سے محروم رکھا یہ آج بھی ان کے پیروکار ہیں، انہی کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ کیا یہ اپنا احتساب کرنے کے لئے تیار ہیں؟

جناب چیئرمین: شکریہ

وزیر ٹرانسپورٹ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

وزیر ٹرانسپورٹ: جناب چیئر مین! صدیقی صاحب جو بھی بات کرتے ہیں اس پر عمل کرتے ہیں۔ یہ میرے اچھے دوست ہیں۔ میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کل انہوں نے ایک وعدہ کیا تھا کہ شاہ محمود قریشی جو ہیں جو انہوں نے کہا اگر وہ تردید نہیں آئی تو میں استعفیٰ دوں گا۔ مجھے معلوم ہے کہ یہ لازمی اس پر عمل کریں گے۔ آج ابھی تک تردید نہیں آئی تو یہ اپنی بات پر عمل کریں اور یہ یہاں کہیں کہ ہاں میں حاضر ہوں اور میں استعفیٰ دیتا ہوں۔ پھر میں کہوں گا کہ ان کی بات ٹھیک ہے ورنہ ان کی کوئی بات بھی ٹھیک نہیں ہے۔ (شور وغل)

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئر مین: جی، فرمائیں!

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئر مین! گزارش یہ ہے کہ صبح جناب سپیکر کی رولنگ آ گئی تھی انہوں نے صبح یہ رولنگ دے دی تھی کہ کل تردید آئے گی کیونکہ ان کے جو ذمہ داران تھے انہوں نے کہہ دیا تھا لہذا اس issue کو دوبارہ نہ چھیڑا جائے۔ جب رولنگ آ جائے اس کے بعد ہاؤس میں دوبارہ discussion نہیں ہو سکتی۔

جناب چیئر مین: چلیں ٹھیک ہے۔ جی، سردار فتح محمد بزدار!

سردار فتح محمد خان بزدار: جناب چیئر مین! بجٹ 08-2007 ایک اچھا بجٹ ہے جس میں ہر شعبہ کی ترقی کے لئے ریکارڈ رقم رکھی گئی ہے۔ اس بجٹ کو پیش کرنے پر حکومت پنجاب اور وزیر خزانہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ موجودہ حکومت کے دور میں جتنے ترقیاتی کام ہوئے اس سے پہلے کبھی نہیں کئے گئے۔ میرے حلقے میں دو تحصیلیں آتی ہیں ایک تحصیل تونسہ اور دوسری تحصیل ٹرائبل ایریا۔ ٹرائبل ایریا کے بارے میں میں ہمیشہ کہتا رہتا ہوں کہ پاکستان میں پنجاب میں سب سے backward ایریا ہے۔ اس کی حالت یہ ہے کہ شمال سے جنوب تقریباً 80 کلو میٹر کا سفر طے کرنا پڑتا ہے اسی طرح مغرب سے مشرق تک اتنا ہی فاصلہ ہے۔ اس علاقے میں کوئی روڈ نہیں ہے، بجلی نہیں ہے، تعلیم کی حالت خراب ہے، ہسپتالوں کی حالت خراب ہے، جناب وزیر اعلیٰ پنجاب کو دعوت دی گئی تھی کہ وہ ہمارے علاقے میں آئیں اور دیکھیں کہ اس علاقے کی کیا حالت ہے اس میں کوئی دلچسپی لے لیں۔ وہ وہاں پر تشریف لے آئے اور اپنی آنکھوں سے حالات کو دیکھا اور موقع پر انہوں نے اعلان کیا کہ دو سڑکیں بنائی جائیں گی۔ یہ سڑکیں بین الصوبائی روڈ ہیں جو کہ پنجاب اور بلوچستان

کو ملائیں گے۔ایک سڑک پر کام شروع ہو چکا ہے، دوسری پر کام شروع ہونے والا ہے۔

جناب والا! یہ علاقہ معدنیات کی دولت سے مالا مال ہے، اس میں یورینیم ہے اور دوسری معدنیات ہیں، تیل اور گیس کے ذخائر موجود ہیں لیکن آمدورفت کی سہولت نہ ہونے کی وجہ سے اس علاقہ کے لوگ اب یہاں سے نقل مکانی کر رہے ہیں کیونکہ ان کو روزگار نہیں ملتا۔ان کی بھیڑ بکریاں ختم ہو چکی ہیں۔ بے چارے دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ ہم حکومت سے یہ کہتے ہیں کہ مہربانی کرے اس سڑک کو جلد از جلد بنائے تاکہ یہاں پر اقتصادی کام شروع ہو سکے اور لوگ واپس آ جائیں۔اس کے بعد تحصیل تونسہ کا علاقہ ہے جو کہ نہایت ہی پسماندہ ہے۔اس علاقہ میں پہاڑ کے نیچے ایک علاقہ ہے جسے پچاد کہتے ہیں۔ دوسرا نہری علاقہ ہے، تیسرا دریائی علاقہ ہے۔پچاد علاقہ نہایت ہی پسماندہ ہے اس میں نہر نہیں ہے، اس میں بجلی نہیں ہے، پینے کا پانی نہیں ہے، اس علاقے میں آمدورفت کے لئے بہت کم سڑکیں ہیں اس علاقے میں پینے کا پانی لوگ دور دور سے سفر کر کے لے جاتے ہیں۔اس علاقے کو پانی دینے کے لئے ہینڈ پمپس منظور کئے جائیں اور حکومت ہی کی طرف سے لگائے جائیں تاکہ دو دو، چار چار گھر آپس میں مل کر اس کو استعمال کریں۔ جو واٹر سپلائی ماضی میں چل رہے تھے اور اب خراب ہو چکے ہیں ان کی مرمت کروائیں۔

جناب چیئرمین! یہاں کے لوگوں کو روزگار بہت کم ملتا ہے کیونکہ یہاں پر کوئی اقتصادی activity نہیں ہے لہذا گزارش کی جاتی ہے کہ اس علاقے میں بجلی کا جال بچھایا جائے اور لوگوں کو یہ اجازت دی جائے کہ یہاں پر انڈسٹری لگائیں کیونکہ پہاڑی علاقہ نزدیک ہے اس میں ایسی انڈسٹری جو کہ پہاڑی علاقہ سے پتھر بجلی مٹی اس سے related ہو یہاں پر کام کر سکیں کیونکہ جب تک کوئی اقتصادی ترقی نہ ہو، کارخانے نہ ہوں اس وقت تک ان لوگوں کی حالت بدل نہیں سکتی۔ تحصیل تونسہ کے علاقے میں نصف آبادی کو بجلی کی سہولت میسر نہیں ہے براہ مہربانی! اس پر بھی توجہ دی جائے۔ بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ ایم این اے صاحب جو سکیمیں لاتے ہیں وہ کسی حد تک آگے جانے سے رک جاتی ہیں وہ اس لئے کہ یہ فلاں کا علاقہ ہے، فلاں کا علاقہ ہے، اس کو بجلی نہیں دینی، یہ سسٹم نہیں ہونا چاہئے گورنمنٹ کی طرف سے یہ ہونا چاہئے کہ سب علاقوں کو سہولیات ملنی چاہئیں۔ ہم نے ایم پی اے فنڈز سے جن بستیوں کو، آبادیوں کو بجلی دینے کی سفارش کی ہے، فنڈز مہیا کئے گئے ہیں ان پر یہ قدغن لگایا گیا ہے کہ یہاں آبادی تھوڑی ہے۔جب تک بجلی نہ ہو گی سڑکوں پر کوئی activity نہیں ہو گی، کارخانے نہیں لگ سکتے، کوئی facility نہیں ہو گی تو

یہ کام نہیں ہو سکتا۔ لہذا یہ بھی گزارش ہے کہ ایم پی اے کے فنڈ پر یہ restriction نہ ہو۔ کم از کم آٹھ دس گھر جہاں پر ہوں وہاں پر بجلی پہنچائی جائے۔

جناب چیئرمین! پھر اس کے بعد رود کوہیوں کو کنٹرول کرنے کا مسئلہ ہے۔ حکومت نے ان کو کنٹرول کرنے کے لئے فنڈز دیئے ہیں اور دو تین سال پہلے ان کا سروے بھی ہو چکا ہے لیکن اس پر کوئی کام نہیں ہوا۔ رود کوہی کا علاقہ بہت لمبا چوڑا ہے اور اس میں لاکھوں ایکڑ رقبے ہیں جو کہ بنجر پڑے ہیں۔ زمیندار اپنے خرچ پر ہر سال ان کی لٹھ بندی کرتے ہیں تاکہ پانی divert ہو کر کھیتوں کی طرف آ جائے لیکن وہ ٹوٹ جاتے ہیں اور ان کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا لہذا رود کوہیوں کو کنٹرول کرنے کے لئے فوری طور پر کام شروع کروایا جائے۔ گندھا جات اور ان کے سسٹم کو ریگولرائزڈ کرنے کے لئے فوری طور پر بنایا جائے اور ان پر عمل کیا جائے تاکہ لوگ یہاں سے نقل مکانی نہ کریں۔

جناب چیئرمین! پنجاب میں سب سے بیک ورڈ ایریا ٹرائیبل ایریا اور تونسہ تحصیل ہے جو بھی انفراسٹرکچر ہے وہ ناکافی ہے اور انفراسٹرکچر کے بغیر کوئی علاقہ ترقی نہیں کر سکتا۔ جب تک اس طرف توجہ نہیں دی جاتی تو یہ علاقہ ترقی نہیں کر سکتا لہذا ہم حکومت سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ مہربانی کر کے اس علاقے کے ہر شعبہ، خصوصاً زراعت پر توجہ دی جائے، بجلی پر توجہ دی جائے، واٹر سپلائی پر توجہ دی جائے، خاص طور پر پہاڑی علاقوں میں چھوٹی بڑی سڑکوں کو تعمیر کیا جائے۔

جناب چیئرمین! میں آخر میں چودھری پرویز الٰہی صاحب کا نہایت تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے دو روڈ دے کر علاقے کی ترقی کو شروع کروایا ہے۔ اس علاقے کی ترقی اب شروع ہو گی۔ پاکستان کو بنے ہوئے 60 سال ہو گئے اب ہماری ترقی کا پہلا سنگ بنیاد یہ ہے کہ چودھری پرویز الٰہی نے یہ کام شروع کروایا ہے اور اب ہم امید کرتے ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ علاقہ بھی ترقی کرے گا اور ملک کے دوسرے حصوں کی طرح خوشحال ہو گا۔

جناب چیئرمین: اب محترمہ زیب النساء قریشی صاحبہ!

محترمہ زیب النساء قریشی: نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

ہزار بار نمودِ سحر ہوئی لیکن
کسی غریب کی دنیا میں روشنی نہ ہوئی

چمن کے رنگ و بو نے اس قدر دھوکے دیئے مجھ کو
کہ میں نے شوقِ گل بوسی میں کانٹوں پہ زبان رکھ دی

جناب چیئرمین!آج پھر حسب سابق بجٹ پیش کیا گیا اور یہی پاس کیا جائے گا۔ Figures کے حساب سے بڑی خوشنما باتیں سامنے آئیں لیکن جب معاشرے پر نگاہ دوڑائی جاتی ہے تو حالات خراب سے خراب تر نظر آتے ہیں۔ خودکشیاں، ڈاکے، چوریاں، چادر اور چار دیواری کا عدم تحفظ، سسکتی آدمیت، معاشرہ دوانتہاؤں کی طرف رواں دواں ہے۔ ہم وہ ثمرات اب تک حاصل نہ کر سکے جن کو حاصل کرنے کے لئے جا رہے تھے۔ کیا وجوہات ہیں؟ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اس بجٹ میں عوامی نمائندوں کی عدم شرکت ہے۔

جناب چیئرمین! بجٹ بیوروکریسی بناتی ہے اور انہیں یہ بھی پتا نہیں ہوتا کہ آج کل عوام کے کیا مسائل ہیں؟ ان کا تو عوام کے ساتھ قریب کا واسطہ ہی نہیں ہوتا۔ عوامی نمائندے شرکت کریں گے اور اپنی آراء اس میں دیں گے کہ اس سال ہمیں کون کون سے اہداف حاصل کرنے ہیں تو پھر ہی بہتر نتائج نکلیں گے۔

جناب چیئرمین! دوسری بات یہ ہے کہ بہت کم عرصے میں بجٹ کا پاس ہو جانا اور پاکستان واحد ملک ہے کہ جہاں اتنی جلدی بجٹ کے اوپر بحث کر کے اس کو پاس کر دیا جاتا ہے۔ میں ایک مثال پیش کروں گی کہ امریکہ میں بجٹ کے لئے دو کمیٹیاں ہوتی ہیں۔ پہلے ایک کے سامنے بجٹ پیش کیا جاتا ہے اور پھر اس کا دوسری کمیٹی جائزہ لیتی ہے کہ جب اس بجٹ کو عوام پر لگائیں گے تو اس کے کیا نتائج نکلیں گے؟ لیکن ہمارے ہاں ایسی کوئی بات نہیں ہے تو میں یہ سفارش کروں گی کہ ہمارے ہاں بھی اس طرح کی کمیٹیاں بنائی جائیں کہ جو اپنی سفارشات پیش کریں کہ اس دفعہ انہیں عوام کے لئے کیا بنانا ہے تاکہ معاشرہ خوشحال ہو۔

جناب چیئرمین! ترقی یہ نہیں ہے کہ ہم نئے شہر بنا لیں، بڑی بلڈنگز بنا لیں، ترقی اور خوشحالی یہ ہے کہ اس علاقے میں رہنے والے آسودہ زندگی بسر کر سکیں، امن محبت ہو اور کشمکش نہ ہو۔ میں یہ کہوں گی کہ بڑے شہروں کی بجائے چھوٹے علاقوں میں زیادہ سے زیادہ کالونیاں بنائی جائیں تاکہ لوگوں کو رہائش کی سہولت میسر آ جائے۔

(اس مرحلہ پر ملک نذر فرید کھوکھر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئرمین: جی، محترمہ!

محترمہ زیب النساء قریشی: جناب چیئرمین! میں یہ سفارش کروں گی کہ کمیٹیاں بنائی جائیں جو بیرونی ممالک میں پنجاب کی اشیاء کو متعارف کروائیں اور ان ممالک کی ضرورت کے مطابق وہاں ہمارے مال کو جو ہمارے محنت کش تیار کرتے ہیں وہاں پر یہ متعارف کروائیں اور وہاں سے وہ آرڈر لے کر آئیں تو گھر میں بیٹھ کر خواتین، بچے، بچیاں اور بے روزگار افراد ان کو تیار کریں اور پھر ان کی سپلائی وہاں کریں تاکہ ان کو روزگار حاصل ہو۔

جناب چیئرمین! اب میں پولیس کی بات کرتی ہوں کہ پولیس کے فنڈز میں 9۔ارب روپے بڑھا دیئے گئے ہیں لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ابھی ملک میں لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال بہتر نہیں ہوئی۔

جناب چیئرمین: ہاؤس کا وقت مزید 15 منٹ بڑھایا جاتا ہے۔

محترمہ زیب النساء قریشی: سڑکوں پر چلنے والے تو کجا گھروں میں رہنے والے لوگ بھی اپنے آپ کو محفوظ خیال نہیں کرتے۔ میں یہ کہوں گی کہ رقم بڑھانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا بلکہ پولیس کلچر کو تبدیل کرنا پڑے گا، اس کے کردار کو تبدیل کرنا پڑے گا اور ان کو اس طرح سے تربیت دینی پڑے گی کہ وہ اپنا کردار تبدیل کر لیں۔ آج ڈاکو اور چور اتنے دیدہ دلیر ہو چکے ہیں کہ ملتان میں بھی ہمارے ہاں اکثر گھروں میں ڈاکے اور چوریاں ہوتی رہتی ہیں لیکن اب انہوں نے وہاں لڑکیوں کو بے آبرو کرنا شروع کر دیا ہے اور انہیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا۔

جناب چیئرمین! محکمہ تعلیم کی طرف سے پڑھے لکھے پنجاب کے دعوے کئے جاتے ہیں لیکن سروے رپورٹ کے اعداد و شمار کے مطابق پنجاب کے 56233 سکولوں میں سے 26902 سکولز چار دیواری سے محروم ہیں، 12336 سکولز پینے کے صاف پانی سے محروم ہیں، 38414 سکولوں میں بجلی نہیں ہے، 31502 سکولوں میں بیت الخلاء نہیں ہیں جبکہ 4301 سکولوں کی عمارتیں نہیں ہیں۔ حافظ آباد میں 25 سے زائد سکول ہیڈ ماسٹر اور ہیڈ مسٹریس کے بغیر کام کر رہے ہیں تو کس طریقے سے آپ وہ نتائج حاصل کر سکیں گے اور "پڑھا لکھا پنجاب" پیش کر سکیں گے۔ تعلیمی پالیسیاں آئے دن تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ اس تعلیم سے کوئی خاطر خواہ نتائج کیوں نکل نہیں رہے۔ اساتذہ کا حال یہ ہے کہ وہ سڑکوں پر آ گئے ہیں اور ان کی کوئی عزت نہیں ہے پھر بتائیے کہ تبدیلی اور ترقی کیسے ہوگی اور تعلیم میں ان لوگوں کو لگا دیا جاتا ہے جنہیں اور کہیں نوکری نہیں ملتی تو میں یہ کہوں گی کہ اچھے اور قابل لوگ لگائے جائیں۔

جناب چیئر مین! دوسری بات پھر یہ ہے کہ ہمارے سکولوں کو کہا جاتا ہے کہ ان سکولوں کا مقابلہ کریں گے کہ جن کی پانچ پانچ ہزار روپے فیس ہے اور تمام تر سہولیات ہیں اور وہاں سے جو بچے پڑھ کر نکلیں گے تو وہ اس سرکل میں آ ہی نہیں سکتے اور وہ تو پیچھے ہی رہ جائیں گے۔ اس طرف توجہ کی جائے۔

جناب چیئر مین! صحت کے متعلق میں یہ کہنا چاہوں گی کہ صحت ایک انتہائی اہم حصہ ہے اور بہت زیادہ توجہ طلب ہے۔ پنجاب حکومت کو یہ یقینی بنانا چاہئے کہ ہر غریب آدمی کو ادویات فراہم کی جائیں، ان کا مفت آپریشن ہو اور آپ یہ کہیں گے کہ اتنے سارے اخراجات کیسے ہم کریں گے تو میں یہ کہوں گی کہ وی آئی پی کلچر کو ختم کر دیا جائے اور جو ادھر فضول خرچی ہوتی ہے وہ پیسا غریب لوگوں کو صحت مہیا کرنے کے لئے خرچ کیا جائے۔ اسی کے ساتھ میں یہ کہوں گی کہ ملتان میں چلڈرن کمپلیکس حکومت نے بنایا ہے اور اس کی پہلے بھی میں تعریف کر چکی ہوں اور پھر کرتی ہوں کہ یہ ایک حوصلہ افزاء اقدام ہے لیکن اس بجٹ میں اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ اس ہسپتال میں 450 مختلف خالی اسامیوں کو پُر کیا جائے اور ساتھ ہی میں یہ سفارش پیش کروں گی کہ چناب کلب میں ریسٹ ہاؤسز کو مریضوں کے لواحقین کے استعمال کے لئے فارغ کروائے جائیں تاکہ وہ وہاں بیٹھ جائیں۔ آپ کو پتا ہے کہ ملتان کے چلڈرن کمپلیکس میں بہت دور دراز سے لوگ آتے ہیں اور ملتان کی گرمی اپنی مثال آپ ہے تاکہ وہ سڑکوں پر پڑنے کی بجائے اور اس طرح پریشان ہونے کی بجائے ان ریسٹ ہاؤسز میں بیٹھ جائیں۔

جناب چیئر مین! دوسری بات میں یہ کہوں گی کہ ہیپاٹائٹس ایک مہلک مرض ہے جو بہت تیزی کے ساتھ پھیلتا جا رہا ہے اور اس کی روک تھام کے لئے حکومت کو بہت ضروری اقدامات کرنے چاہئیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ یونین کونسل کی سطح پر عوامی شعور کو بیدار کیا جائے کہ ہیپاٹائٹس سے کس طرح بچا جائے۔ ہسپتالوں کے تھیٹر میں ہیپاٹائٹس کے مریضوں کے آپریشن کے لئے الگ آلات ہوں اس کا کوئی الگ انتظام ہو جو کہ ابھی تک نہیں ہے۔ اس کو یقینی بنایا جائے کہ گائنی آپریشن تھیٹر اور خاص طور پر لیبر رومز میں ہیپاٹائٹس کے مریضوں کے لئے الگ بندوبست کیا جائے کیونکہ سروے کے مطابق ایک رپورٹ پیش کی گئی ہے کہ اگر اس پر توجہ نہ کی گئی تو تمام لوگ ہیپاٹائٹس کی مختلف قسموں میں مبتلا ہو جائیں گے۔

جناب سپیکر! ایک بات میں یہ کہوں گی کہ خاندانوں کو جو -/500 روپے دینے کا کہا گیا ہے اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا بلکہ میں یہ سمجھتی ہوں کہ یہ ایک سیاسی رشوت ہے اور قوم کو بھکاری بنانے کے مترادف ہے کیونکہ یہ صرف اپنے ہی لوگوں کو نوازنے کے لئے تقسیم کئے جائیں گے۔ دوسرا میں یہ کہوں گی کہ دیہات اور شہر میں ہر ضرورت مند عورت کو آسان شرائط پر بلاسود قرضے دیئے جائیں تاکہ وہ عورتیں اپنا کوئی کاروبار کر سکیں اور ان عورتوں کو ٹریننگ دی جائے تاکہ وہ بہتر انداز میں کام کریں۔ جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے کہ بیرونی دنیا میں منڈیاں تلاش کی جائیں تاکہ ان کا مال باہر نکل جائے۔ میں ایک سفارش یہ کروں گی کہ حکومت اخبارات کے کارکنوں کی حالت زار پر بھی توجہ دے اور ویج بورڈ ایوارڈ کے نفاذ کی کوشش کی جائے تاکہ اخباری کارکنوں کو اس مہنگائی کے دور میں درپیش معاشی مسائل کا خاتمہ ہو سکے۔ بھٹہ مزدوروں کی رجسٹریشن مکمل کی جائے اور انہیں آسان شرائط پر قرضوں کا اجراء کیا جائے تاکہ وہ مل کر کام کریں اور ان کو پیشگی ادائیگی کا نظام اور جبری مشقت کا خاتمہ ہو اور ان کی حالت بھی بہتر ہو جائے۔ وہ اپنے بھٹے بھی خود بنائیں وہاں محنت کریں تاکہ وہ بھی ایک خوشحال زندگی بسر کر سکیں۔

جناب چیئرمین! میرے پاس ایک رپورٹ ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ایشین ڈویلپمنٹ اور دیگر ذرائع سے حاصل کیا جانے والا بجٹ استعمال نہیں ہو سکا صرف کریڈٹ لینے کے چکر میں حکومت عوام کو مقروض کر رہی ہے اور پنجاب کا سماجی شعبہ اس میں سب سے زیادہ ناکام رہا ہے۔ تعلیم کے لئے مختص 7.58۔ارب روپے میں سے صرف 35 لاکھ روپے خرچ ہوئے ہیں۔ مذہبی امور کے ترقیاتی بجٹ میں سے ایک پیسا بھی خرچ نہیں ہوا۔ حکومت پنجاب نے گزشتہ بجٹ میں ترقیاتی اخراجات کی مد میں 117.125۔ارب روپے رکھا تھا اور 31۔جنوری 2007 تک کے لئے 88.32۔ارب روپے ترقیاتی کاموں کا حدف مقرر کیا گیا تھا خود حکومت پنجاب کے اعداد و شمار کے مطابق 31۔جنوری تک 85.13۔ارب روپے خرچ ہوئے ہیں جو حدف سے 3۔ارب روپے کم ہیں۔ عالمی اداروں کے قرضوں سے چلنے والا پڑھا لکھا پنجاب اور دوسرے پروگراموں کے ترقیاتی کاموں کے لئے بجٹ میں 7.58۔ارب روپے رکھے گئے تھے 31۔جنوری تک 4.41۔ارب روپے خرچ ہونے کا اندازہ لگایا گیا تھا لیکن صرف 35 لاکھ روپے خرچ ہوئے ہیں۔ پرائمری، ثانوی اور دیگر تعلیمی سرگرمیوں کے لئے تقریباً 1.788۔ارب روپے رکھے گئے تھے جن میں سے 92 کروڑ روپے خرچ ہوئے ہیں۔ پنجاب میں صحت کے لئے 4.181۔ارب روپے رکھے گئے تھے

31۔جنوری تک ایک ارب روپے خرچ ہوئے ہیں۔ ٹرانسپورٹ اور تعمیرات میں 51۔ارب روپے کا حدف رکھا گیا تھا 31۔جنوری تک 29.81۔ارب روپے کی جگہ صرف 10۔ارب روپے خرچ ہوئے۔ آبپاشی، زراعت، جنگلات اور ماہی گیری کے محکموں کے لئے کل 9.24۔ارب روپے کا حدف مقرر تھا جو 31۔جنوری تک 5.392۔ارب روپے خرچ ہونا تھے لیکن یہ محکمے 3.89۔ارب روپے خرچ کر سکے ہیں اور واٹر سپلائی کے لئے 5.20۔ارب روپے رکھے گئے تھے جو سات ماہ میں صرف 1.34۔ارب روپے خرچ ہوئے ہیں۔

جناب والا! میں یہ پوچھنا چاہوں گی کہ یہ تمام اخراجات کیوں نہیں کئے جبکہ آدھے سال میں اتنا خرچ کیا اور اتنا بچا دیا تو باقی کی رپورٹ کیا ہو گی؟ ظاہر ہے کہ ان کا قرضہ اور ان کا سود بھی ہمیں برابر ادا کرنا پڑتا ہے لیکن اس کے فائدے ابھی تک عوام تک نہیں پہنچ رہے ہیں۔

میں اپنی بات اس شعر پر ختم کرتی ہوں کہ:

رہنا ہے تو اس شان سے دنیا میں رہو تم
حق بات کو تو دار کے تختے پر کہو تم
انسان ہو انسان کی معراج بھی سمجھو
کل جس کو سمجھنا ہے اسے آج ہی سمجھو

بہت بہت شکریہ

سید حسن مرتضیٰ: جناب چیئرمین! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، فرمائیں!

سید حسن مرتضیٰ: جناب چیئرمین! کچھ دن پہلے میں نے باہر بھوک ہڑتال کی تھی اور آپ ہی کی مہربانی سے وزیر صاحب اور ارشد بگو صاحب تشریف لے گئے تھے اور مجھے اس وعدے پر واپس لے آئے تھے کہ آپ اندر آئیں اور اپنا مؤقف بیان کریں۔ میں نے عرض کی اور آپ نے فرمایا کہ آپ، رضوی صاحب اور ارشد بگو صاحب اکٹھے جا کر لاء منسٹر صاحب کو مل لیں تو میں پرسوں سے لاء منسٹر صاحب کو ڈھونڈ رہا ہوں۔ لاء منسٹر صاحب ساری عمر اسمبلی میں رہے ہیں وہ بھی نہیں مل رہے اور رضوی صاحب بھی نہیں مل رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: اس طرح ہے کہ آپ اور ارشد بگو صاحب مل لیں چونکہ لاء منسٹر صاحب کی موجودگی میں بات ہوئی تھی اس لئے آپ ان سے ملیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب! میں کہاں پر ملوں؟

جناب چیئرمین: وہ آپ کو کل مل جائیں گے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب! مل ہی نہیں رہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور: وہ کہیں گئے ہیں تقریباً چار پانچ بجے واپس آئیں گے تو مل لینا۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب! واپسی پر وہ اپنے گھر جائیں گے یا چار پانچ بجے وہ چیمبر میں آئیں گے؟ اجلاس ختم ہو جانا ہے آپ مجھے حکم دے دیں میں کل پھر کم از کم وہیں بیٹھ جاؤں جی۔ میں دو تین دن بھوکا رہتا میرا فیصلہ ہو جاتا تھا۔

جناب چیئرمین: کل وہ آپ کو انشاء اللہ مل جائیں گے۔

وزیر خزانہ: جناب چیئرمین! میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ لاء منسٹر صاحب واپس اسمبلی چیمبر تشریف لائیں گے کیونکہ میں نے بھی ان کو ملنا ہے اگر معزز رکن چاہیں تو آج بھی مل سکتے ہیں وہ واپس تشریف لائیں گے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب چیئرمین! اب مجھے یہ خطرہ ہے کہ آج یہ بھی نہ غائب ہو جائیں۔

جناب چیئرمین: نہیں وہ آج مل جائیں گے۔ عابد چٹھہ صاحب!

MR ABID HUSSAIN CHATTHA: Mr. Chairman, Sir, it is indeed my proud privilege to have this noble opportunity to express my views on the Annual Budget Statement that has already been presented before this august House. Review of the budget documents and those of the previous years leads to this conclusion that there is a remarkable progress in terms of allocations of different funds in almost all the important sectors and departments of the provincial economy. There is a mark increase in the flow of funds and a record Rs.150 billion Annual Development Plan has been earmarked for this year. This leads to this conclusion that there has been a positive and affective

macro-management of economy both at the national and provincial levels which has lead to an inflow of funds with which a huge developmental and non-developmental actives are being adequately funded. However, there are a few matters of concern that I would like to...

MR CHAIRMAN: The time is extended for 15 minutes.

MR ABID HUSSAIN CHATTHA: ... Raise and give some suggestion Obviously my first reference would be towards the looming power crisis that has gripped the country and has worsely affected the economic progress, trade and business that has been going on and continuing for the last 5 years. Mr. Chairman, sir, if this load shedding is not curtailed and efforts are not made in order to bridge the demand and supply gap in terms of power generation, I think it will negatively affect the growth rate and the business activities within the country and obviously Punjab Government would be of no exception. Although the responsibility for power generation rests with the Federal Government but I believe that the Punjab Government should come forward with a very vibrant and dynamic power policy which has already been initiated and I was reading in the Budget Speech that 2 or 3 projects in the hydel sector on the canals of Punjab are being finalized. However, I think that the seriousness of the condition demands that the Punjab Government should set up a special cell immediately with the objective to tap the wide hydel resources that are available within Punjab and this special cell should tap all the prospective investors that are in the market who are willing to finance these

projects and set up these projects. I think the hurdles, the bureaucratic hurdles, the red redtapism should be eradicated in this side and a special emphasis should be made so that in a shorter period of time, small hydel projects are initiated on war-footings. The beauty of the power policy within the Punjab is that all these projects are less than 50 mega watts for which lengthily feasibilities are not required. Short feasibilities and quick expediting of the proposals can be done if a special cell is formed within the Irrigation and Power Department and all energies are spent to generate power so that this demand and supply gap is bridged and it can lead towards a positive impact on the overall economy of the Province. I would also highly appreciate that for the first time, direct proposals for direct financial assistance to the poorest of the poor have been included in the budget. Apart from this measure for the last many years funds from the Zakat & Bait ul Maal are also being given to the poor but there are a few major administrative problems in the distribution of funds. I think a lot of funds are being diverted towards the administrative expenses in the running of these departments which need to be curbed because in this age of modernization all you need is a highly sophisticated electronic software programme in which the recipients can be identified on ground and the names should be put in there so that direct transfers can be made instead of issuing cheques and having elaborate administrative departments on the ground, I think these funds which are reserved for the poor must be spent on the rehabilitation and for

direct financial aid which must pass on to the poor without administrative officers interferences because we need to support the poorest of the poor in an age where inflation is around 8 percent and the prices of essential items are increasing. I think we should come forward with an open heart and take decisions for the benefit of the poorest of the poor so that they can survive in this age where inflation is at a higher level. I would also propose that delicacy and more involvement of agencies in terms of this financial assistance towards the poor should be eliminated and all these funds should be pooled into one programme and this will help in curtailing the administrative expenses and would also help to reserve more resources which can directly be applied towards the benefit of the poor. Also at the ground level there should be a mechanism that the recepients of this financial aid, their list should be displayed at the Union Council Offices so that public transparency should come in and the people of each village should know the people who are getting this financial assistance so that bogus entries should be eradicated and the real recepients should be identified. Another cause of concern for which I would like to give some suggestions is towards the execution and implementation of various schemes. Mr. Chairman, sir, this has been an issue, since the inception of Pakistan. In the past, the funds were not adequate and also the procedures were outdated and cumbersome but now with modern age of technology I think reforms should be initiated in order to make sure that all the money that is reserved for developmental activities is spent

swiftly and transparently in the most efficient manner for the benefit of the people. This will increase the public confidence and it will also benefit the Government if funds reserved for developmental activities is spent transparently and efficiently. For this I think the procedures need to be revamped and especially the system of awarding of contracts should be revaluated and a swift mechanism should be proposed because I have noticed that a small development scheme can even take 7 to 8 months before the funds actually reach out to the spot where they are spent. Another shortcoming which I observed is that there are a number of executing agencies which are doing the same thing. For instance, sanitation schemes are being done by the Union Councils themselves; they are also being done by the Tehsil Councils; they are also being done by the District Governments through the ADLG Office and at times even at the Federal level through Pak PWD. I think that there should be some mechanism that all these developmental activities are coordinated and there should be a development committee at the district level having representatives from all the tiers of the Government which can coordinate the developmental activities and this duplicacy of executing agencies should be curtailed so that it should be known at the grass root level that which is the sole agency which is responsible for a particular development work and so that its affective accountability can also take place. I think there is a need of the hour that people's representation at that level should be increased and people should be involved in the developmental activities by forming development

committees, constituting of the local inhabitants which can monitor the development works and which can report back to the Government agencies and to the representatives regarding the quality and efficient use of such resources. This is also important because for the last five years there has been a huge increase in the development funds for which the credit goes to the present Government but the capacity at the ground has not been developed to utilize those funds. So there is a need to concentrate in enhancing the capability and the capacity of the Government at that level so that all these funds are executed in a proper and efficient manner. At this point, I would also like to float to the Government to consider that there should be a scheme initiated by the Government at the ground root level where Union Complexes are built. What I mean by these complexes, is where all those facilities are being provided at the Union level can easily and affectively be hosted there. For example, the Patwari who gives the revenue records may have his office there; a police chowki should be hosted in the same premises; the facilities which the Union Council extends. The Union Council's office can be based there. Now the Federal Government is proposing to set up Utility Stores. Such Utility Stores can be based there. It can become a hub where the surrounding villages and people within the same Union Council can have a recourse because today these facilities are scattered from village to village and there is a shortage of Government buildings and Government land where they can be put together under one roof or at least under one walled premises. So such a

scheme can be very useful. Even the Parwaries who are posted at the Patwar Circles they do not have their offices within that Patwar Circle and usually most of them make their own offices at the city level or at the district headquarter. So the people still have to travel and locate where the Government functionaries are based.

MR CHAIRMAN: Chattha Sahib please wind up now.

MR ABID HUSSAIN CHATTHA: Ok. I will take five minutes more. I think that this is an important year. This is an election year and the election has to take place and it is important because political stability is the essence of economic development and unless we cannot achieve political stability, the fruits of economic development cannot be realized to their optimum level. So I earnestly hope that these elections will usher a new era of political stability and what political stability has been seen in the last five years will continue in the same manner so that the fruits of economic development continue to pass at the same speed and at the same level to the people of Pakistan. I hope that the new elections lead to a real and complete transition to democracy and the parliamentary supremacy is more affectively established specially the parliamentary committees become more powerful so that they become a symbol of monitoring the true aspirations of the people of Pakistan.

Lastly, Mr. Chairman, lot of funds had been placed last year and even in this budget for police reforms and for improving the law and order situation. I think it is the

fundamental duty of every Government to secure the life, liberty and property of the people and I believe that on ground achievements are still to be seen that how these reforms come up mostly in traffic and in curbing of menaces like dacoity and abduction for ransom and all that. For that the Government's writ needs to be more affectively established and ruthless accountability is the need of the hour to ensure that proper law and order situation prevails and this brings the dividends of economic prosperity and political stability to the people. Thank you Mr. Chairman. In the end I conclude with the Faiz Poetry.

آیئے عرض گزاریں کہ نگار ہستی
زہر امروز میں شیرینی فردا بھر دے

جناب چیئر مین: محمد اجمل چیمہ صاحب!

وزیر صنعت: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئر مین! شکریہ آپ نے مجھے وقت دیا تاکہ میں بھی کچھ بجٹ کے بارے میں کہہ سکوں۔ اس وقت پنجاب گورنمنٹ نے جو بجٹ پیش کیا ہے یقینی طور پر یہ ایک متوازن بجٹ ہے۔ موجودہ حالات میں اس سے بہتر بجٹ بنانا یا پیش کرنا میں سمجھتا ہوں ممکن نہیں تھا۔ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ اس میں ہر شعبے پر توجہ دی گئی ہے۔

جناب چیئر مین: اجلاس کا وقت آدھا گھنٹہ اور بڑھایا جاتا ہے۔

وزیر صنعت: میں صرف اپنے محکمہ کے حوالے سے آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ میں زیادہ تر بات انڈسٹریز پر کروں گا کہ پنجاب حکومت نے اس سے پہلے انڈسٹری کے لئے کیا کیا ہے اور آگے ہمارا انڈسٹریز کے بارے میں کیا پروگرام ہے۔

جناب والا! پچھلے سال محکمہ انڈسٹریز کے لئے 18 کروڑ روپے رکھے گئے تھے۔ اس سال انڈسٹریز کے لئے 40 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ یہ تقریباً 122 فیصد کا اضافہ ہے۔ اس کے علاوہ TEVTA کے لئے پہلے صرف چند کروڑ روپے مختص کئے جاتے تھے اس سال تقریباً 1600 کروڑ

روپے ٹیوٹا کے رکھے گئے ہیں۔ پنجاب حکومت نے دونوں محکموں کا یہ جو بجٹ بڑھایا ہے صرف اس لئے بڑھایا ہے کہ اس محکمہ کی جو پہلے کارکردگی تھی وہ بہت اعلیٰ تھی۔ پچھلے چار سالوں میں اللہ کے فضل سے انڈسٹری ڈیپارٹمنٹ نے جو کام کیا ہے اس کے ذریعے روزگار کے بہت سے نئے مواقع پیدا ہوئے ہیں۔ اس حوالے سے میں آپ کو چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔ لاہور میں ہم نے ایک سندر انڈسٹریل اسٹیٹ بنائی ہے جو تقریباً 1600 ایکڑ پر محیط ہے۔ اس میں اس وقت تک 10۔ارب روپے کے قریب investment ہو چکی ہے۔ اس وقت صوبے میں انڈسٹریز لگانے کی ڈیمانڈ اتنی زیادہ ہے کہ جب ہم نے یہ منصوبہ شروع کیا تو خیال تھا کہ یہ تین چار سال میں مکمل ہو گا لیکن اللہ کے فضل سے پہلے چھ ماہ میں ہی ہمیں اتنی درخواستیں آ گئیں کہ ہمارا پورے کا پورا انڈسٹریل اسٹیٹ لوگوں نے انڈسٹری لگانے کے لئے خرید لیا۔ اس وقت تک وہاں تقریباً 40 فیکٹریاں کام شروع کر چکی ہیں۔ جب یہ ساری فیکٹریاں مکمل ہو جائیں گی تو انشاء اللہ یہاں پر تقریباً 10 لاکھ لوگوں کو روزگار ملے گا۔

جناب چیئر مین! اسی طرح فیصل آباد کے قریب ایک ٹیکسٹائل سٹی بنایا گیا ہے جو کہ 3 ہزار 5 سو ایکڑ پر محیط ہے۔ وہاں پر بھی یقینی طور پر تقریباً 20 لاکھ لوگوں کو روزگار کے مواقع ملیں گے۔ وہاں بھی تیزی سے کام ہو رہا ہے اور خوشی کی بات یہ ہے کہ وہاں پر foreign investment بہت آ رہی ہے۔ چائنیز وہاں فیکٹری لگا رہے ہیں، جرمن وہاں فیکٹری لگا رہے ہیں جس کے ذریعے ملک میں بہت سی latest technology بھی آئے گی اور انشاء اللہ تعالیٰ export کا کام بھی بہت بڑھے گا۔

جناب چیئر مین! میرے دوست ڈاکٹر صاحب ابھی یہاں پر بیٹھے تھے شاید اب چلے گئے ہیں۔ میں صرف ان کو بتانا چاہتا تھا کیونکہ وہ کہہ رہے تھے کہ جنوبی پنجاب میں حکومت پنجاب نے کیا کیا ہے؟ ہم نے جنوبی پنجاب کے لئے خصوصی پروگرام رکھا تھا۔ ملتان انڈسٹریز اسٹیٹ کا انھوں نے ذکر کیا ہے لیکن یہ ذکر نہیں کیا کہ اس کی upgradation کرنے بعد وہ یقینی طور پر سارے کا سارا انڈسٹری اسٹیٹ fulfill ہو گیا۔ اس کے بعد ہم نے اس کے ساتھ 600 ایکڑ کا ایک اور نیا پلاٹ لیا ہے جس پر اس وقت تیزی کے ساتھ انڈسٹریز لگنا شروع ہو گئی ہیں۔

علاوہ ازیں وہاں پر جو علاقائی مصنوعات ہیں ان کو export کرنے کے لئے، انھیں فروخت کرنے کے لئے ہم نے mango packing کا ایک بہت اچھا پراجیکٹ لگایا ہے جس میں

latest مشینری install کی گئی ہے۔ جہاں پر mango treat ہو کر export ہو سکے گا۔ یہ ایک بہت بڑا منصوبہ ہے جو کہ پنجاب حکومت نے وہاں پر لگایا ہے۔ اس سے بہت زیادہ لوگوں کو روزگار ملے گا اور وہاں پر export بھی بڑھے گی۔ وہاں پر جو hand looms ہیں ان کے لئے ایک سپیشل پراجیکٹ بنایا گیا ہے کہ وہاں کی production کو export کیسے کیا جائے اور اس کی انٹرنیشنل مارکیٹ میں کیسے مارکیٹنگ کی جائے۔ اس حوالے سے بھی ہمیں اللہ کے فضل سے بہت سی کامیابیاں حاصل ہوئی ہیں۔ اسی طرح آپ لاہور میں آ جائیں۔ یہاں پر کوٹ لکھپت انڈسٹریل اسٹیٹ تھی۔ وہ تقریباً گڑھے بن چکے تھے۔ وہاں لوگوں کے لئے جانا مشکل تھا۔ اللہ کے فضل سے پنجاب گورنمنٹ نے تقریباً 40 کروڑ روپے کی لاگت سے اس انڈسٹریل اسٹیٹ کو اب ماڈرن انڈسٹریل اسٹیٹ بنا دیا ہے اور وہاں اب production بہتر طریقے سے ہو رہی ہے۔ وہاں کے لوگ یقینی طور پر یہ محسوس کر رہے ہیں کہ پنجاب گورنمنٹ نے ان کے لئے جو کام کیا ہے وہ یقینی طور پر ایک قیمتی تحفہ ہے۔

جناب چیئرمین! جب ہماری حکومت آئی تھی تو پنجاب میں بہت سے ایسے محکمے تھے جو کہ صرف انڈسٹریز کو بڑھانے، export کو بڑھانے کے کام میں ایک رکاوٹ تھے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب کے حکم پر ہم نے پورے صوبے کی ریسرچ کروائی اور تجویز کیا کہ بہت سے محکمے ایسے ہیں کہ جن کو یا تو ختم کر دینا چاہئے یا انھیں تبدیل کر دینا چاہئے۔ اس میں سب سے بڑا محکمہ سوشل سکیورٹی کا تھا۔ بہت سے لوگوں کو یہاں پر شکایت تھی کہ سوشل سکیورٹی ڈیپارٹمنٹ کے لوگ ان کو جا کر بہت تنگ کرتے تھے۔ اس میں ایک education cess تھا اس کا خرچہ 10 کروڑ روپے تھا جبکہ اس کی آمدن صرف 5 کروڑ روپے تھی۔ وہ محکمہ ہی تقریباً ختم کر دیا گیا ہے۔ سوشل سکیورٹی ڈیپارٹمنٹ کا جو طریق کار تھا وہ تقریباً 40 سالہ پرانا تھا اسے ٹھیک کر کے فوری طور پر self-assessment کا طریقہ اپنایا گیا جس سے محکمہ کی آمدن بھی بڑھی اور اس کے ساتھ ساتھ کام کرنے والے مزدوروں کا بھی بہت خیال رکھا جا رہا ہے۔ اللہ کے فضل سے اب ہمیں زیادہ آمدن آ رہی ہے جس کی وجہ سے مزدوروں پر زیادہ سے زیادہ پیسے خرچ ہو رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! میں آپ کو بتاتا چلوں کہ پنجاب گورنمنٹ کی کوششوں سے مزدوروں کے لئے جو اقدامات کئے گئے ہیں ان کی وجہ سے اس وقت پنجاب کے سوشل سکیورٹی ہسپتالوں میں تقریباً 5 ہزار کے قریب beds ہیں۔ جب ہماری حکومت آئی تھی تو اس وقت پورے پنجاب میں

1400 کے قریب beds تھے۔ صرف اس حکومت کی بہتر management کی وجہ سے اتنی بڑی تعداد میں سوشل سکیورٹی کے ہسپتال بھی بڑھے ہیں اور وہاں بستروں کی تعداد بھی بڑھی ہے۔

اس کے بعد فیصل آباد کے قریب ایک value added city بنایا گیا ہے جہاں پر صرف finished products export کی جائیں گی۔ 80 ایکڑ پر محیط ایک city مکمل ہو گیا ہے وہاں لوگ تیزی سے فیکٹریاں لگا رہے ہیں اور بہت سے لوگوں نے وہاں پر production بھی شروع کر دی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ جب وہ مکمل ہو جائے گا تو اس سے صرف وہ Items export ہوں گی جو کہ بالکل مکمل ہیں۔ raw cloth export نہیں ہوگا، grey/finished cloth export نہیں ہوگا مکمل طور پر value added products export ہوں گی۔

اس کے علاوہ چھوٹی صنعتوں کو قرضہ دینے کے لئے ہمارا محکمہ سمال انڈسٹریز کارپوریشن ہے۔ جب ہماری حکومت آئی تھی تو ہمارے پاس اس وقت صرف 50 کروڑ روپے تھے آج اللہ کے فضل سے ہمارے پاس 3۔ ارب روپیہ ہے۔ اس وقت ہم تقریباً 1500 چھوٹی صنعتیں اس صوبے میں معرض وجود میں لا چکے ہیں جو کہ سمال انڈسٹریز کارپوریشن کی کوششوں کی وجہ سے ممکن ہوئیں۔ اس سے اس وقت تک 30 ہزار لوگوں کو نئی jobs ملی ہیں۔ یہ بالکل چھوٹی چھوٹی صنعتیں ہیں، بالکل کاٹیج انڈسٹریز ہیں لیکن اللہ کے فضل سے ہمیں اس میں بہت زیادہ کامیابی حاصل ہوئی ہے اور ہم یہ بات دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ اس محکمہ کے return کا بہت اچھا طریق کار ہے۔ آپ بنکوں یا دوسرے اداروں میں چلے جائیں تو آپ دیکھیں گے کہ لوگوں کے بہت زیادہ پیسے ڈوبے ہیں لیکن ہماری 90 فیصد return کامیابی سے ہمارے پاس آ رہی ہے اور پھر یہ قرضے ان لوگوں کو دے رہے ہیں جنہوں نے چھوٹی چھوٹی صنعتوں میں خرچ کرنے ہیں اور ان صنعتوں میں jobs بھی create ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ سلسلہ پوری طرح کامیابی سے چل رہا ہے۔

اس کے بعد ہم نے لاہور گوجرانوالہ میں Export Processing Zone بنایا ہے اس کی اس علاقے میں بہت زیادہ ضرورت تھی۔ اب یہ Export Processing Zone مکمل ہو گیا ہے اور وہاں پر بہت زیادہ انڈسٹری لگ رہی ہے اور لوگوں نے وہاں export کرنا شروع کر دیا ہے۔

جناب والا! ابھی فیصل آباد کے دوست تو ایوان میں موجود نہیں ہیں حالانکہ انھیں بہت زیادہ اعتراض ہوتا ہے کہ فیصل آباد کے بارے میں کیا کیا گیا ہے۔ فیصل آباد ٹیکسٹائل کا گڑھ ہے۔ وہاں ٹیکسٹائل کا بہت زیادہ بزنس ہے۔ پچھلے چار سالوں میں فیصل آباد میں 6۔ ارب ڈالر کی نئی

مشینری لگی ہے۔ پہلی گورنمنٹ نے یہ پابندی لگائی ہوئی تھی کہ آپ جب نئی مشینری درآمد کرتے تھے تو اس پر بہت heavy duty ہوتی تھی لیکن اب وفاقی حکومت نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ نئی مشینری پر ڈیوٹی zero rebate کر دی جس وجہ سے اس ملک میں بہت سی نئی ٹیکنالوجی آئی ہے اور لوگوں نے انڈسٹری میں بہت زیادہ investment کی ہے۔ اگر کچھ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمیں دکھایا جائے کہ واقعی انڈسٹری لگی ہے یا نہیں تو ہم صرف یہ بات بتاتے ہیں کہ اس وقت سوئی گیس اور بجلی کے کتنے انڈسٹریل کنکشن لئے گئے ہیں۔ جب آپ ان کی تعداد دیکھیں گے تو یقینی طور پر ہر آدمی کو احساس ہوگا کہ واقعی اس ملک میں نئی انڈسٹری لگی ہے اور بہت سی نئی انڈسٹری لگ بھی رہی ہے۔ کوئی آدمی بھی ضرورت کے بغیر بجلی اور گیس کا انڈسٹریل کنکشن نہیں لے سکتا چونکہ اس کے fix charges ہوتے ہیں اس لئے یہ confirm ہے کہ صرف ان لوگوں نے ہی یہ کنکشن لئے ہیں جنھوں نے واقعی یہ انڈسٹری لگائی ہے۔

جناب والا! حکومت پنجاب نے دو سال پہلے گھریلو کاٹیج انڈسٹری کو float کرنے کے لئے ایک کروڑ روپے سے بغیر شخصی ضمانت کے قرضہ کے اجراء کی سکیم شروع کی تھی۔ جس کے تحت ہم نے لوگوں کو چالیس ہزار روپے کے حساب سے بغیر شخصی ضمانت پر قرضہ دینا شروع کیا تھا۔ اس میں ہمیں بہت کامیابی ہوئی ہے اس لئے ہم اس بجٹ میں وہ پراجیکٹ 6 کروڑ تک لے گئے ہیں۔ یقینی طور پر اس سے چھوٹے چھوٹے بہت روزگار کے مواقع پیدا ہوں گے۔

جناب چیئرمین! اس کے علاوہ وفاقی حکومت اور پنجاب حکومت مل کر پنجاب کے لئے لاہور میں ایک بہت ہی اچھا پراجیکٹ Lahore Expo Centre بنا رہی ہے۔ یہ 4۔ارب روپے کا پراجیکٹ ہے انشاء تعالیٰ یہ اس سال کے آخر تک مکمل ہو جائے گا اور پورے ملک کے لوگوں کو یہ سہولت ہو گی کہ وہ Expo Centre میں اپنی product show کر سکیں گے اور یہاں پر انٹرنیشنل قسم کے exhibitions ہوں گے۔ پنجاب اور لاہور میں یہ بہت بڑی کمی تھی اس لئے وفاقی اور صوبائی حکومت نے مل کر یہ منصوبہ بنایا ہے اور آپ دیکھیں گے کہ انشاء اللہ تعالیٰ پنجاب کے لوگوں کے لئے یہ ایک بہت بڑا تحفہ ہوگا۔

جناب والا! پہلے حکومت کے پاس صنعتوں کے بارے میں کوئی معلومات نہیں تھیں لیکن اب پنجاب میں جہاں جہاں بھی صنعتیں ہیں ان کا مکمل ریکارڈ ہمارے پاس موجود ہے۔ اگر اب معلوم کرنا ہو کہ گوجرانوالہ میں کون سی صنعتیں ہیں، ڈسکہ میں کون سی ہیں، گجرات میں کون سی

ہیں، فیصل آباد میں کون سی ہیں اور ملتان میں کون سی صنعتیں ہیں تو اس کا پورا database ہمارے پاس موجود ہے۔اگر کسی کو بھی ضرورت ہو تو حکومت یہ معلومات فراہم کر سکتی ہے۔

جناب چیئرمین! ابھی میری بہن تقریر کر کے چلی گئی ہیں میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ لوگوں کی چھوٹی چھوٹی products کو کیسے export کیا جائے اور اسے کیسے بڑھایا جائے۔ ہم نے ایک ڈالر شاپ کا پروگرام شروع کیا تھا امریکہ میں ایک بہت بڑی تقریباً 80/70 بلین ڈالر کی انڈسٹری ہے وہاں پر کچھ ایسے سٹور ہیں جو وہ چیزیں بیچتے ہیں جن کی قیمت صرف ایک ڈالر کے قریب ہوتی ہے۔ وہاں سے ہم تقریباً 700 آئٹمز لائے اور لوگوں کے لئے یہاں display کئے جس میں فیصل آباد، گوجرانوالہ، سیالکوٹ، لاہور اور باقی سب جگہوں پر بھی چیمبر آف کامرس میں وہ products display کیں اور انھیں بتایا کہ یہ وہ انڈسٹری ہے جس کے لئے بڑی رقم نہیں چاہئے بلکہ آپ چھوٹی چھوٹی رقم سے یہ products شروع کر سکتے ہیں اور یہ 100 فیصد exportable project ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس میں ہمیں بہت زیادہ کامیابی ہوئی ہے۔ اب بہت سے لوگ یہ چیزیں خرید بھی رہے ہیں اور export بھی کر رہے ہیں۔ اس وقت ان نئی products کی وجہ سے ہماری ایکسپورٹ 10 ملین ڈالرز کی شروع ہو گئی ہے جو آنے والے وقتوں میں مزید بڑھے گی۔

جناب چیئرمین: پلیز! wind up کریں۔

وزیر صنعت: جی، درست ہے۔ اس کے علاوہ بھی حکومت پنجاب نے انڈسٹری کے لئے بہت سے پراجیکٹ شروع کئے ہیں جس وجہ سے روزگار کے بہت زیادہ نئے مواقع پیدا ہوئے ہیں۔ یہ بات یقینی ہے کہ نئے روزگار انڈسٹری کے float کرنے کے بعد ہی ہوں گے کیونکہ گورنمنٹ کے پاس تو limited jobs ہیں۔ حکومت پنجاب کے وژن 2020 میں بھرپور کوشش کی جا رہی ہے کہ جہاں جہاں بھی cluster ہیں، جہاں جہاں بھی کسی قسم کی انڈسٹری ہے اسے وہاں ہی float کیا جائے۔ ہم سیالکوٹ میں سرجیکل انڈسٹری کو float کر رہے ہیں۔ سرگودھا میں کنو کی پیکنگ کو float کر رہے ہیں۔ وہاں پر پلاسٹک کے سوئچ بورڈ بنتے ہیں وہاں پر ہم نے ان کو composite centre بنا کر دیا ہے۔ لاہور میں آٹو موبائیل انڈسٹری بہت grow کر رہی ہے اس کے لئے حکومت پنجاب نے کوٹ لکھپت میں ایک سروس سنٹر بنا کر دیا ہے جہاں لوگ اپنی چھوٹی چھوٹی product تیار کر سکتے ہیں۔

جناب چیئرمین! اس سلسلے میں حکومت پنجاب کے پچھلے سالوں کے بجٹ بہت تیزی اور کامیابی کے ساتھ چلے ہیں۔ ہم نے اس سال TEVTA میں skilled labour کی ٹریننگ کا بہت اچھا پروگرام شروع کیا ہے۔ ہم نے کوشش کی اور پچھلے سال تقریباً 16000 ہزار لوگوں کو مختلف شعبوں میں trained کیا اور ہم نے اس سال صرف skilled training کے لئے اس کا بجٹ پچھلے سال سے تقریباً 130 فیصد بڑھا دیا ہے۔ اس مقصد کے لئے ہمارے پاس 1680 کروڑ روپے ہیں جو صرف skilled labour کے لئے رکھے ہیں۔ ہمارا پروگرام ہے کہ انشاء اللہ ہم نے اس سال ایک لاکھ skilled labour تیار کرنی ہے جو مختلف شعبوں میں جائے گی اور یقینی طور پر ان کے لئے روزگار کے مواقع موجود ہوں گے۔

جناب والا! میں آخر میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع دیا اور وزیراعلیٰ پنجاب چودھری پرویزالٰہی صاحب اور ان کی پوری ٹیم کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے بہت اچھا بجٹ بنایا ہے۔ شکریہ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین: شکریہ۔ میاں محمد اسلم صاحب!

میاں محمد اسلم (ایڈووکیٹ): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! چونکہ ضلع رحیم یار خان پنجاب کا آخری ضلع ہے اس لئے میری باری بھی آخر میں آئی ہے۔

جناب چیئرمین: آپ کے بعد کچھ لوگ ہیں اس لئے آپ نے جانا نہیں۔

میاں محمد اسلم (ایڈووکیٹ): جی، ٹھیک ہے۔ وزیر خزانہ صاحب نے جو اس سال کا بجٹ پیش کیا ہے اس پر بہت سارے دوستوں نے اظہار خیال کیا ہے۔ کسی نے اس بجٹ کو غریب نواز بجٹ کہا ہے، کسی نے عوام دشمن بجٹ کہا ہے اور کسی نے عوام دوست بجٹ کہا ہے لیکن میں اس بجٹ کو معاشی یا عوام دوست بجٹ تو نہیں کہوں گا بلکہ سیاسی بجٹ کہوں گا کیونکہ پچھلے سال ترقیاتی بجٹ 100۔ارب روپے تھا جسے اس سال بڑھا کر 150۔ارب روپے کر دیا گیا ہے۔ یہ الیکشن کا سال ہے یہ بجٹ صرف اس لئے رکھا گیا ہے کہ حکومتی ایم پی ایز کے حلقوں میں اسے خرچ کیا جا سکے۔

جناب والا! آپ دیکھیں کہ ہم اپوزیشن میں بیٹھ کر چار پانچ سال سے یہی کہہ رہے ہیں کہ حکومت نے ہمارے ترقیاتی فنڈز بند کئے ہوئے ہیں اور ہمارے فنڈز سرکاری ممبران کے حلقوں میں other than خرچ کئے ہیں لیکن آج تک ہماری کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔ میرا حلقہ 289 تحصیل خانپور ضلع رحیم یار خان ہے۔ حکومت نے تحصیل خانپور سے دو صوبائی وزیر لئے تھے لیکن

ایک کو مخدوم احمد محمود صاحب کی وجہ سے ہٹا دیا گیا وہاں سے ایک مرکزی وزیر بھی ہیں اور ایک پارلیمانی سیکرٹری ڈیفنس ہیں جو میرے ترقیاتی فنڈز استعمال کر رہے ہیں۔ مجھے آج تک missing facilities میں سے کوئی حصہ نہیں ملا۔ محکمہ تعلیم میں کوئی حصہ نہیں ملا۔ گرلز سکولوں کی چار دیواریاں نہیں ہیں۔ بلڈنگز نہیں ہیں، سڑکیں نہیں ہیں اور بجلی تک نہیں ہے۔ ہمارے علاقے کو بلاوجہ اور دانستہ طور پر ترقیاتی فنڈز سے محروم رکھا گیا ہے۔

جناب چیئرمین! وزیر خزانہ صاحب نے جو بجٹ بنایا ہے اس میں ان کے اپنے علاقے چاچڑاں سے راجن پور تک نشتر گھاٹ پل کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ اس کے علاوہ ہمارے چولستانی علاقے سرائیکی علاقے کو نظر انداز کیا گیا۔ چولستان جس میں پینے کا پانی تک میسر نہیں ہوتا۔ اس علاقے کے لئے کم از کم ٹھنڈے اور میٹھے پانی کا کوئی بندوبست کیا جاتا تو بہتر تھا یا چولستانی علاقے میں کوئی سکول وغیرہ کھولے جاتے تو وہ بھی بہتر تھا۔

جناب والا! ہمارے علاقے کی سیاسی طور پر بھی احساس محرومی ہے جس کو بری طرح سے نظر انداز کیا گیا ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ ہمیں چار پانچ سال میں کیا ملا؟ یہی ملا کہ تھانے مقدمے پرچے اور ہمارے بچوں پر مقدمات ہمارے عزیز و اقارب پر مقدمات ہم پر جھوٹے کیسیز جس کی بناء پر ہماری وہاں پر عزت افزائی نہ ہوئی۔

جناب چیئرمین! میں یہ عرض کروں گا کہ محکمہ آبپاشی کو دیکھ لیں کہ ہمارے ساتھ جو سرکاری حلقے ہیں ان کے موگے بڑے ہوں گے، ان کے سائز بڑے ہوں گے، ہمارے علاقوں میں نہروں میں پانی کی کمی ہو گی اور موگے بھی کم ہوں گے۔ اس کے علاوہ ہمارے علاقے میں سڑکیں بھی نہیں ہیں لیکن جو ساتھ والے حلقے ہیں، سرکاری حلقے ہیں ان میں سڑکیں دو کلو میٹر تین تین کروڑ روپے سے بنائی گئی ہیں۔ جو ہمارے ترقیاتی فنڈز ہیں وہ وہاں پر خرچ کر دیئے گئے ہیں۔ ڈسٹرکٹ گورنمنٹ نے بھی ہمیں missing facilities میں سے کوئی حصہ نہیں دیا اس لئے میں یہ عرض کروں گا کہ یہ سیاسی بجٹ اس لئے بنایا گیا ہے کہ آئندہ آنے والے الیکشن میں اپنے وزراء کو، اپنے ایم پی ایز کو اور اپنے ایم این ایز کو support کیا جائے اس لئے میں یہی کہوں گا کہ یہ بجٹ جو ہے سیاسی ہے۔ پنشن میں صرف 15 فیصد اضافہ کیا گیا ہے اور تنخواہ میں بھی 15 فیصد اضافہ کیا گیا ہے۔ ان کو چاہئے کہ مہنگائی کے پیش نظر اضافہ زیادہ کیا جائے۔ 100 فیصد جب مہنگائی بڑھی ہے تو کم از کم تیس فیصد پنشنوں میں اور سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ کیا جانا چاہئے

تھا۔اس کے علاوہ ترقیاتی فنڈز کے لئے جتنی رقم مختص کی گئی ہے اس کی بھی ہمیں یقین دہانی کروائی جائے تاکہ ہمارے حلقے میں بھی اور ہماری صوابدید پر یہ رقم خرچ کی جائے گی۔ شکریہ

جناب چیئرمین: اب میں ملک احمد سعید صاحب کو دعوت دیتا ہوں۔

ملک احمد سعید خان (ایڈووکیٹ): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین! سب سے پہلے تو میں وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب کو، وزیر خزانہ پنجاب جناب حسنین بہادر دریشک صاحب کو اور ان کی پوری ٹیم کو جنہوں نے یہ شاندار اور عوام دوست بجٹ 08-2007 ہاؤس میں پیش کیا۔ اس پر میں ان کو تہہ دل سے مبارکباد پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین! جہاں تک بجٹ کا تعلق ہے۔ بجٹ چاہے پنجاب کا ہو یا کسی کے گھر کا اس کی زندگی کے اندر ایک کلیدی کردار ہمیشہ سے موجود رہا ہے۔ اگر پچھلے ادوار کے ساتھ موجودہ دور حکومت کا موازنہ کیا جائے تو بلاشبہ پچھلے پانچ سال کے جو بجٹ بشمول یہ سال 08-2007 کا جو بجٹ پیش کیا گیا ہے اس میں ہر سال اضافہ کیا گیا اور عوام کو سہولیات فراہم کرنے کے لئے اور ان کے جو بنیادی مسائل ہیں ان کو حل کرنے کے لئے جو عملی کوششیں ہیں وہ ہمیں گراؤنڈ پر نظر آ رہی ہیں۔ بجٹ کے حوالے سے جو ہمارے main محکمہ جات ہیں جیسا کہ صحت، تعلیم، امن و امان، بے روزگاری، تعمیر و ترقی اور زراعت کے حوالے سے چند ایک تجاویز جو ہیں وہ وزیر خزانہ صاحب کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔ بلاشبہ اگر دیکھا جائے تو پنجاب کا جو بجٹ ہے وہ ایک ایسا بجٹ ہے جو اس سے پہلے تاریخ میں کبھی پیش نہیں کیا گیا۔ Categorically چند ایک تجاویز ہیں۔ سب سے پہلے ایجوکیشن سیکٹر کو اگر لیا جائے تو اس میں چودھری پرویز الٰہی صاحب کی مدبرانہ قیادت میں جو آج تک کام ہوئے ان میں سے missing facilities کے حوالے سے بے شمار سکولوں کے اندر چار دیواریاں ٹائلٹس، کلاس رومز اور دیگر سہولیات کی فراہمی جو ہے اس کو گراؤنڈ پر پچھلے چار سال کے دوران اور آئندہ جیسے آج کا بجٹ ہے اس میں بھی اس کے لئے پیسے رکھے گئے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ بچوں کو فری کتابیں فراہم کرنے کا جو پروگرام حکومت پنجاب کی طرف سے دیا گیا اور اس کے ساتھ ساتھ جو میٹرک تک فیس معاف کی گئی ہے وہ بھی میں سمجھتا ہوں کہ قابل صد تحسین ہے لیکن اس میں بھی میری گزارش ہے کہ اگر ہم ایجوکیشن سیکٹر کے اندر تعلیم و تربیت کے حوالے سے کوئی ایسا پروگرام بنایا جائے کہ ہمارا جو سلیبس ہے اس میں فنی تعلیم کو اہمیت دیں اور شامل کریں۔ اس سے آنے والے دنوں میں روزگار کے حوالے سے کافی پیشرفت ثابت ہو گی۔

جناب چیئرمین! ہیلتھ سیکٹر کو دیکھیں تو پچھلے ادوار کے اندر جو BHUs بنائے گئے تھے RHCs بنائے گئے تھے اور ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹرز اور تحصیل ہیڈکوارٹرز کی جو بلڈنگیں کھڑی کی گئیں وہ صرف بلڈنگز کی حد تک محدود ہو کر رہ گئیں ہیں لیکن موجودہ حکومت نے بلا شبہ یہ ان کو credit بھی جاتا ہے کہ وہاں پر ڈاکٹروں کی، نرسوں کی اور ادویات کی فراہمی کو یقینی بنا کر عوام کو صحت کی سہولت سے مستفید کیااس کے لئے بھی میں مبارکباد پیش کرنا چاہتا ہوں۔ چودھری پرویزالٰہی صاحب کواور وزیر خزانہ صاحب کوانہوں نے صحت کی مد میں جو پیسے رکھے ہیں اس سے بھی انشاء اللہ تعالیٰ ہم امید کرتے ہیں کہ عوام کو صحت کی سہولیات بہم پہنچائی جائیں گی۔اس سلسلے میں جناب والا! میری ایک چھوٹی سی گزارش ہے کیونکہ میرا تعلق ضلع قصور سے ہے تو ہمارا جو ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال ہے اس کے اندر کافی حد تک جو مسائل ہیں ان پر قابو پالیا گیا ہے لیکن ابھی اس کی حالت کو بہتر کرنے کے لئے کافی گنجائش ہے۔اس کی حالت کو بہتر بنانے کے لئے میں وزیر خزانہ سے یہ گزارش کروں گا کہ اس ضمن میں خصوصی طور پر مہربانی فرمائی جائے۔

جناب چیئرمین! ایگریکلچر سیکٹر کی اگر بات کریں تو اس سیکٹر کے اندر بھی ابھی بے شمار کام کرنے کی ضرورت موجود ہے۔ دیکھا جائے تو ہمارے صوبہ پنجاب میں ایگریکلچر کو ریڑھ کی ہڈی کا درجہ حاصل ہے۔اس مد میں، میں سمجھتا ہوں کہ حکومت پنجاب کو مزید کوشش کرنی چاہئے کہ جو بیج ہیں اور جو highly profiled قسم کی اس وقت ہم import کر رہے ہیں کوشش کی جائے کہ جائے کہ یہیں پر ایسی لیبارٹری بنائی جائے جو ہمارے زمینداروں کو بہتر بیج بہم پہنچانے میں ہمارے لئے مددگار ثابت ہو۔

جناب چیئرمین! اس کے ساتھ ساتھ جو pesticides ہیں، زرعی ادویات ہیں ان کے حوالے سے میں یہ ضرور کہنا چاہوں گا کہ ان کے اوپر check and balance کا کوئی ایسا سلسلہ کار مرتب کیا جائے کہ جس سے جو زمینداروں کا نقصان ہو رہا ہے اس کا ازالہ ہو سکے۔ جعلی ادویات فروخت کرنے والے جو ہمارے معاشرے میں ناسور بن چکے ہیں ان کے لئے یقینی طور پر سخت سزاؤں کا اجراء کیا جانا چاہئے اور ان کو کنٹرول کرنے کے لئے بھی عملی اقدامات کئے جائیں۔ اس سلسلے میں میری یہ گزارش ہے کہ حکومت پنجاب کی طرف سے بجلی پر جو subsidy کا اعلان کیا گیا ہے اس کے ساتھ ساتھ تیل اور کھاد کی قیمتوں کو بھی کنٹرول کرنے کے لئے اور ان کی قیمتوں میں کمی کرنے کے لئے اقدامات کئے جائیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ وزیر خزانہ صاحب اس سلسلہ

میں عملی اقدامات بھی کریں گے۔

جناب والا! ہمارا نہری نظام دنیا کا بہترین نہری نظام ہے لیکن میں یہ کہوں گا کہ بد قسمتی سے وہ اس وقت عدم توجہی کا شکار ہے۔ اس کے لئے ہمارے پاس فنڈز بھی موجود ہیں لیکن اس کے مانیٹرنگ سسٹم کو بہتر کرنے سے اس سے بہتر رزلٹ حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ میں وزیر خزانہ صاحب کو مبارکباد پیش کرنا چاہتا ہوں اور وزیر اعلیٰ پنجاب کی پالیسیوں کو بھی مبارکباد پیش کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے پنجاب کے اندر کچی آبادیوں کو مالکانہ حقوق دینے کے لئے ایک اہم اعلان کیا ہے اور ان غریب خاندانوں کے لئے جو غربت کی لائن سے نیچے کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ -/500 روپے سے ہم شاید وہ رزلٹ حاصل نہ کر سکیں جن کی توقع کی جا رہی ہے لیکن کم از کم کسی حکومت نے اگر عملی اقدام کیا ہے تو ہمیں اس کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے اس لئے اس پر بھی میں انہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین! یہ وہ چند گزارشات تھیں اور جو تجاویز میرے ذہن میں تھیں وہ میں نے وزیر خزانہ صاحب کے گوش گزار کی ہیں اور میں ان سے یہ امید کروں گا کہ وہ ان کو مد نظر رکھتے ہوئے موجودہ بجٹ کے اندر جو رقوم مختص کی گئی ہیں۔ ان کے پیش نظر ان تجاویز کو زیر غور رکھیں گے اور ان کے لئے کوئی عملی اقدامات بھی فرمائیں گے۔ بہت شکریہ

جناب چیئرمین: سید نذر محمود شاہ صاحب!

سید نذر محمود شاہ: نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بہت شکریہ۔ جناب چیئرمین! گو کہ بجٹ پر بحث کے آخری لمحات ہیں بہر حال میں سب سے پہلے جناب حسنین بہادر دریشک اور قائد پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب کو مبارکباد پیش کرنا چاہوں گا کہ جن کی قیادت کے اندر آج پنجاب ترقی کی منازل طے کر رہا ہے۔ اگر ہم اس بجٹ دستاویز کا بغور جائزہ لیں تو یہ محسوس ہوگا کہ یہ ترقی کے سفر کا وہ تسلسل ہے جو کہ اس موجودہ حکومت نے برسر اقتدار آکر شروع کیا اور آج ماشاءاللہ یہ پانچواں بجٹ پیش کر کے ہم اور ہماری حکومت سرخرو ہوئی۔ جب ہماری حکومت نے عنان اقتدار سنبھالی تو پہلے بجٹ سے لے کر اس بجٹ تک وہ بنیادی مسائل کہ جن سے ہمارے صوبے کے عوام دو چار تھے ان مسائل کو address کیا گیا اور ان کے حل کے لئے کوششوں کا آغاز کیا گیا۔ ان میں development of infrastructure، تعلیم، صحت، زراعت، لاء اینڈ آرڈر اور ان جیسے دیگر مسائل جنہیں address کیا جانا نہایت مناسب تھا اور بہت

پہلے ہو جانا چاہئے تھا یا کسی وجہ سے وہ اہداف حاصل نہیں کئے جا سکے تھے جو کہ ہونے چاہئیں تھے انہیں بنیاد بنا کر کام کا آغاز کیا گیا اور آج الحمد اللہ ہماری حکومت اس بات پر مبارکباد کی مستحق ہے کہ پنجاب کا ترقیاتی بجٹ 13- ارب روپے سے بڑھ کر آج 150- ارب روپے تک ہو چکا ہے اور لاکھ باتیں ہوں لیکن آج پورے پنجاب کے عوام یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اس دور کے اندر جو فقید المثال ترقی ہوئی ہے وہ پنجاب اور پاکستان کی تاریخ کے اندر پہلے کبھی نہیں ہوئی۔ جس حلقے یا جس ضلع کے اندر چلے جائیں آپ کو ایک development activity نظر آئے گی۔ کہیں پر سڑکیں بن رہی ہوں گی، کہیں پر ہسپتالوں کی buildings renovate ہو رہی ہوں گی، کہیں پر سکول بن رہے ہوں گے اور کہیں پر Water Supply and sanitation کی سکیمیں بن رہی ہوں۔ یہ انسانی زندگی کی وہ بنیادی ضروریات تھیں کہ آج دنیا کو چاند کے اوپر پہنچے ہوئے 50 سال سے زائد کا عرصہ بیت چکا ہے آج بھی ہمارے پنجاب کے دیہاتوں کے عوام ان سہولتوں سے محروم تھے۔ یہ وہ سہولتیں ہیں جو ان لوگوں کا بنیادی حق تھیں اور میں اس بات پر موجودہ حکومت پنجاب اور وزیر اعلیٰ پنجاب کو مبارکباد کا مستحق سمجھتا ہوں کہ انہوں نے کم از کم اس ترقی کے سفر کا آغاز کیا۔ گو یہ بات بھی کہی جاتی ہو گی کہ ابھی تک وہ مسائل حل نہیں ہوئے۔ ہاں، وہ مسائل حل نہیں ہو سکتے ان کو حل کرنے کے لئے ابھی بہت سی محنت، ابھی بہت سے وسائل، ابھی بہت سی ایسی چیزیں اور بہت سا وقت درکار ہے کہ 60 سال سے جو مسائل جمع ہوئے ہوئے تھے انہیں حل کرنے کے لئے بہت کچھ چاہئے لیکن ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ کم از کم اس ترقی کے سفر اور اس ترقی کے عمل کا ہم نے آغاز ضرور کر دیا ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ اس پنجاب کے عوام کی ترقی کی منزل پر پہنچ کر ختم ہو گا۔

جناب چیئرمین! جہاں پر سڑکیں بنتی ہیں اس علاقے کے اندر ترقی کا عمل جاری و ساری ہو جاتا ہے۔ بے روزگاری میں فرق پڑتا ہے۔

جناب چیئرمین: اجلاس کا وقت 15 منٹ بڑھایا جاتا ہے۔

سید نذر محمود شاہ: جناب چیئرمین! بے روزگاری میں فرق پڑتا ہے اور اس سے متعلقہ جتنے بھی شعبہ جات ہیں ان کے اندر عوام کو relief محسوس ہوتا ہے۔ اسی طریقے سے اگر ہم تعلیم کا ذکر کریں تو تعلیم جو کہ کسی بھی ملک اور معاشرے کی ترقی کے لئے بنیادی ضرورت ہے۔ اس حکومت نے اقتدار میں آکر سب سے پہلے جو بہترین کام شروع کیا وہ تعلیمی اداروں کی بحالی کا کام تھا۔ ESR

Programmeکا آغاز تھا کہ جن کے ذریعے پنجاب کے اندر ان تعلیمی اداروں کی حالت کو بہتر بنانے کے لئے کوششوں اور کاوشوں کا آغاز کیا گیا۔ گو کہ اس کے اوپر بہت زیادہ اعتراضات بھی اٹھائے گئے۔ پڑھا لکھا پنجاب کے نعرے کو مختلف طریقوں سے criticize بھی کیا گیا لیکن ہم تمام لوگ گواہ ہیں کہ ہمارے حلقوں کے اندر وہ ادارے اور وہ سکول کہ جن کے اندر ہمارے پنجاب کے غریب عوام کے بچے پڑھتے تھے وہ آج تک ان بنیادی سہولتوں سے محروم تھے۔ جس سکول کے اندر بچے کو بیٹھنے کے لئے جگہ میسر نہیں ہے، گرمی اور سردی سے بچنے کے لئے اسے چھت میسر نہیں ہے، جس سکول کے استاد کو بیٹھنے کے لئے کرسی دستیاب نہیں ہے، جس سکول کے اندر پینے کا پانی دستیاب نہیں ہے، جس سکول کی چار دیواری موجود نہیں ہے وہاں پر ہم یہ کیسے expect کریں کہ جہاں پر ہمارے بچوں کی عزت نفس مجروح ہوتی ہے وہ وہاں پر پڑھ کر آج کی اس جدید ترقی اور جدید سکولوں کے طلباء کا مقابلہ کریں گے تو کم از کم اس حکومت نے اس پروگرام کے ذریعے ان سہولتوں کو مکمل کر کے ان کی تکمیل کے لئے ایک سفر کا جو آغاز کیا اس سے یہ ضرور ممکن ہوا کہ آج ہمارے وہ ادارے ایک ادارے کی شکل پیش کر رہے ہیں جو کہ کبھی مویشیوں کی چراگاہیں تھیں، جو کہ کبھی اجناس کے سٹور تھے آج اگر ہم وہاں جا کر دیکھیں تو کم از کم محسوس یہ ہو گا کہ یہ واقعی ادارے ہیں کیونکہ وہاں پر ہم نے سہولتیں فراہم کیں۔

جناب چیئرمین! اسی طریقے سے مثالیں پیش کی جاتی تھیں کہ مغربی ممالک کے اندر تعلیم مفت ہے، صحت مفت ہے یا وہاں پر یہ سہولتیں دی جا رہی ہیں۔ ہمارے ناکافی وسائل کی وجہ سے گو کہ میں ان پر پچھلی حکومتوں کو بھی مورد الزام نہیں ٹھہراتا لیکن اس حکومت کو مبارکباد ضرور پیش کروں گا کہ انہوں نے ان وسائل کو اکٹھا کیا اور کوشش کی جس کے ذریعے یہ ممکن ہوا کہ پہلی جماعت سے لے کر دسویں جماعت تک سب سے پہلے فیسیں معاف کی گئیں، پھر دسویں جماعت تک کتب کی مفت فراہمی کا فیصلہ کیا گیا۔

جناب چیئرمین! ایک غریب کا بچہ جب پہلی جماعت سے دوسری جماعت میں جاتا ہے تو سب سے پہلے جو فکر دامن گیر ہوتی ہے وہ اس کی درسی کتب کی فراہمی، اس کی یونیفارم، اس کے پہننے کا جوتا، اس کا بستہ تو کم از کم ہماری اس حکومت کو یہ credit ضرور جاتا ہے کہ انہوں نے غریب کو اس ایک فکر سے آزاد کیا اور کم از کم اس کو درسی کتب مفت ملنی شروع ہو گئیں۔ اسی طریقے سے فیسیں معاف کی گئیں، بچیوں کے لئے خصوصاً Southern Punjab کے اندر،

پسماندہ اضلاع کے اندر کہ جہاں پر بچیوں کا drop out rate بہت زیادہ تھا اس کو کم کرنے کے لئے ماہانہ وظائف کا اجراء کیا گیا جس سے یہ ممکن ہوا کہ وہاں پر ان بچیوں کو بھی زیور تعلیم سے آراستہ ہونے کا موقع ملا۔

جناب چیئر مین! صحت کے حوالے سے میں سمجھتا ہوں کہ صحت کے لئے اس شعبے کے اندر بھی ترقی کے بے پناہ اقدامات کئے گئے۔ موجودہ Health Sector Reforms Programme کے ذریعے یہ ممکن ہوا کہ ہمارے BHUs & RHCs جو کہ برسوں سے اجڑے ہوئے تھے ان کے اندر بھی آج کچھ رونق نذر آ رہی ہے۔ ہم ہمیشہ اس بات کا گلہ کرتے رہے کہ ہمارے BHU & RHC کے اندر ڈاکٹر حضرات نہیں جاتے۔ آج حالت یہ ہو گئی ہے کہ ہمارے DHQs خالی پڑے ہیں اور وہاں جانے کے لئے کوئی تیار نہیں ہے۔ گورنمنٹ کے یہ ایسے اقدامات تھے کہ جن کے ذریعے حکومت نے یہ محسوس کیا کہ پنجاب کی 70 فیصد آبادی جو کہ دیہات کے اوپر مشتمل ہے جو عطائی اور ہومیوپیتھک ڈاکٹروں اور ایسے لوگ جن کے بنیادی کورسز نہیں ہیں وہ کریانہ سٹوروں کے اوپر بیٹھ کر ڈسپرین اور نیو لجین بیچ رہے ہیں ان سے بچانے کے لئے ایک package کا اعلان کیا گیا اور حالت یہ ہے کہ ماشاء اللہ ہمارے اضلاع کے اندر BHU تقریباً بحال ہو چکے ہیں۔ پچھلے دنوں بہاولپور کی ایک رپورٹ سامنے آئی وہاں پر BHU 72 تھے جن میں 100 فیصد ڈاکٹرز تعینات ہو چکے تھے اور اب DHQ خالی ہوتے جا رہے ہیں اور لوگ BHU کے اندر جا کر کام کرنے کو prefer کر رہے ہیں۔

جناب چیئر مین! زراعت کے حوالے سے سب سے پہلے ہماری حکومت نے زرعی ٹیکس کی معافی کا اعلان کیا۔ جس کے ذریعے سب سے پہلے یہ شور و غوغا اٹھا کہ یہ شاید زمینداروں اور جاگیرداروں کو relief دینے کے لئے اس کا فیصلہ کیا گیا ہے لیکن آپ نے بھی statistics دیکھے ہوں گے کہ اس سے اس پنجاب کے 97 فیصد غریب کاشتکاروں کو فائدہ اٹھانے کا موقع ملا۔ پھر سب سے پہلے پنجاب بنک اور پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک نے اپنے شرح سود کے اندر کمی کی اور یہ ایک ایسا قدم تھا جو کہ پاکستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ اٹھایا گیا۔ ہر دور میں ہر سال شرح سود کے اندر اضافے ضرور کئے جاتے رہے لیکن کبھی کمی کا نہ سوچا گیا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ credit بھی اس حکومت کو جاتا ہے اور پنجاب حکومت کو جاتا ہے کہ انہوں نے اس ایک نئے اور انوکھے عمل کا آغاز کیا کہ بعد میں وفاقی حکومت کو بھی اس کی تقلید کرنی پڑی اور ان کے بنکوں کو بھی اس کی شرح

سود کم کرنی پڑی۔

جناب چیئرمین! اسی طریقے سے کھالہ جات کی تکمیل ہوئی۔ Lazer Levellers سبسڈی ریٹ پر مہیا کئے گئے اور اب یونین کونسل سطح پر ایک Lazer Levellers مہیا کیا جا رہا ہے۔ اسی طریقے سے میں سمجھتا ہوں کہ اس بجٹ کی سب سے بہترین اور سب سے خوبصورت بات ٹیوب ویلوں کے بلوں کے ریٹ میں 25 فیصد سبسڈی ہے میں سمجھتا ہوں کہ غریب کاشتکار جو کہ پہلے مسائل کے انبار کے نیچے دبا ہوا ہے اس کی survival کے لئے یہ ایک بہت اچھا فیصلہ ہے۔ جس میں ہماری پنجاب حکومت بھی وفاقی حکومت کے برابر شیئر ڈال کر سبسڈی دے رہی ہے اس سے ہمارے صوبے کی زراعت انشاء اللہ تعالیٰ ضرور ترقی کرے گی لیکن وہاں پر میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر ہماری جو بیج تیار کرنے والی لیبارٹریز کو زیادہ متحرک کیا جائے سیڈ کارپوریشن کو زیادہ متحرک کیا جائے۔ اس وقت جو سب سے بڑا مسئلہ درپیش ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اسمبلیاں اور پارلیمانی ادارے قائم ہی اس لئے ہوئے ہیں کہ عوام کے معاملات کو صحیح طریقے سے حل کیا جا سکے۔ جب سے مجسٹریسی نظام ختم ہوا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ زراعت کے حوالے سے نقصان ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ پہلے ملاوٹ کرنے والے اور ذخیرہ اندوزی کرنے والے پر چیک اینڈ بیلنس ختم ہو چکا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس چیک اینڈ بیلنس کو بحال کرنے کے لئے اور اس پر تھوڑا سا اثر ڈالنے کے لئے مناسب قانون میں ترامیم کرنی چاہئیں تاکہ جو سہولت اور سبسڈی حکومت دے رہی ہے وہ غریب کاشتکار تک ضرور پہنچے۔

جناب چیئرمین! لاء اینڈ آرڈر کے بارے میں میرے کئی بھائیوں نے یہ بات کہی کہ پولیس اسٹیٹ بنانے کے لئے پولیس کو اتنے زیادہ فنڈز دیئے جا رہے ہیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج کے اس دور کے اندر جبکہ لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال نہایت ابتر ہے اور ہماری آبادی بہت بڑھ چکی ہے کرائم پہلے جو کبھی مویشی چوری اور گھروں کے اندر چوری تک محدود تھا آج وہ روڈ ڈکیتی اور جدید انداز کے اندر ڈکیتیاں ہو رہی ہیں ان کو counter کرنے کے لئے اور قابو کرنے کے لئے ایسے اقدامات کی سخت ضرورت تھی کہ جن اقدامات کے لئے ہماری حکومت نے take up کیا۔ پنجاب کے اندر پٹرولنگ پوسٹوں کا قیام میرے خیال میں نہایت مستحسن فیصلہ تھا کہ جس کی وجہ سے یہ ممکن ہوا کہ آج ہمارے پنجاب کے اندر جو ڈکیتیاں اور وارداتیں بڑھ رہی تھیں ان کو ماشاء اللہ کنٹرول کیا جا سکا ہے۔ اس سیکٹر میں جو فنڈز مختص کئے گئے تھے ان کے نتائج بھی سامنے آنا شروع ہو

گئے ہیں اور آئندہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ یہ نتائج ضرور سامنے آئیں گے۔

جناب چیئرمین! آخر میں، میں وزیر اعلیٰ پنجاب، وزیر خزانہ کو اور ان کی پوری ٹیم کو مبارکباد پیش کروں گا کہ انھوں نے اپنی پچھلی روایت کو مدنظر رکھتے ہوئے انھوں نے اس دفعہ بھی ایک نہایت متوازن اور اچھا بجٹ پیش کیا ہے۔ میری دعا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ پنجاب کے عوام اسی طریقے سے ترقی کی منازل طے کرتے رہیں گے۔ بہت شکریہ

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جناب غلام مرتضیٰ صاحب!

جناب غلام مرتضیٰ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بہت شکریہ۔ جناب سپیکر! آپ نے اپنے اختیارات کو خوب استعمال کیا ہے کہ میں نے بڑی دیر سے چٹ بھیجی تھی اس کو آپ آخر پر لے گئے لیکن پھر بھی میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے موقع دے دیا اگر وہ بھی نہ دیتے تو شاید میں پھر بھی بے بس ہی رہتا۔

جناب سپیکر! سب سے پہلے میں محترم وزیر اعلیٰ اور وزیر خزانہ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ پچھلے تین دن سے جو تقاریر ہو رہی ہیں ان میں حکومتی بنچوں سے ہر شخص نے مبارکباد دی ہے اور اپوزیشن کی طرف سے اعتراضات آئے ہیں لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ جس کو صوبے کی پوری عوام تسلیم کرتی ہے اور خاص طور پر دو سیکٹر ایسے ہیں کہ جن کو روز اول سے نظرانداز کیا جاتا رہا ہے۔ اگر تعلیم اور صحت کے شعبوں میں جا کر دیکھیں تو اس میں کوئی شک نہیں ہے اور میں ان figures میں نہیں جانا چاہتا جو پچھلے تین دن سے repetition ہو رہی ہے بار بار اس کو دہرانا بہتر نہیں ہے وہ on record بھی ہے اور ہر شخص نے اس کا ذکر کیا ہے۔ میں نے ان لوگوں کو دیکھا ہے کہ جو اپنے بچوں کی فیسیں ادا نہیں کر سکتے تھے اور اس وجہ سے ان کے بچے پڑھ نہیں سکتے تھے۔ ان بچوں کی ماؤں کو، والدین کو میں نے دعائیں دیتے دیکھا ہے۔ اسی طرح سے جن لوگوں کو صحت کی سہولتیں بالکل میسر نہیں تھیں یا وہ afford نہیں کر سکتے تھے ان کے لئے مفت ادویات کی فراہمی ان لوگوں پر احسان نہیں ہے یہ ان کا حق تھا جو کہ ان کو ملا ہے لیکن بڑی مدت کے بعد ملا ہے بہر حال ملا ہے تو اس کے لئے وہ چیف منسٹر صاحب کے لئے دعا گو ہیں اور میں بھی دعا گو ہوں کہ ان کی سربراہی میں ان کی قیادت میں یہ سارے اقدامات کئے گئے ہیں۔

جناب سپیکر! اسی طرح سے سپیشل ایجوکیشن سنٹر کو میں نے خود جا کر دیکھا ہے۔ میرا ایک چھوٹی سی تحصیل ہارون آباد سے تعلق ہے میں حیران ہوا کہ جس دن میں نے اس کے سپیشل

ایجوکیشن سنٹر کا دورہ کیا اور مجھے دیکھ کر خوشی ہوئی کہ ان بچوں کے A to Z اخراجات ان کو گھر سے لے کر آنا اور گھر تک چھوڑ کے آنا، ان کی ادویات، ان کی کتابیں، ان کے لئے دودھ کے ڈبے تک وہاں فراہم کئے گئے ہیں یہ بھی کوئی معمولی اقدام نہیں ہے۔اس میں واقعی اس گورنمنٹ کو کریڈٹ جاتا ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، آپ فرمائیں!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! حکومت کی دلچسپی کا یہ حال ہے کہ دو بندے ان کے بیٹھے ہوئے ہیں۔

وزیر سیاحت: جناب سپیکر! اپوزیشن کی دلچسپی کا بھی یہ حال ہے کہ یہ دو بندے بیٹھے ہوئے ہیں ہم تو پھر بھی ان سے زیادہ ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! آپ ہماری ratio بھی نکال لیں اور ان کی بھی ratio نکال لیں۔

جناب چیئرمین: آپ کا شکریہ کہ آپ نے نوٹ کیا ہے۔ مہربانی۔ شاہ صاحب یہاں پر جو بھی بات کی جاتی ہے وہ ریکارڈ ہوتی ہے اور وہ تاریخ کا حصہ بن جاتی ہے اس لئے جتنے زیادہ سے زیادہ ممبران اظہار خیال کریں گے تو اس سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ ضروری نہیں ہے کہ زیادہ لوگ بیٹھ کر سنیں۔ یہ بعد کی نسلیں بھی دیکھیں گی کہ ہمارے ممبران نے اس میں حصہ لیا اور انھوں نے بجٹ پر بحث کی تھی۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب چیئرمین! آنے والی نسلوں نے یہ بھی دیکھنا ہے کہ انھوں نے خرچ کیا کیا ہے۔ایک بندے نے بات کرنی ہے اور ایک نے سننی ہے دو بندوں کی بات ہے اور تیسرے کا یہاں پر کوئی کام ہے اور نہ کوئی ہاؤس میں موجود ہے اور خرچ اتنا ہو رہا ہے کہ اے سی چل رہے ہیں اور یہ سارے آفیشلز بیٹھے ہیں۔ان بے چاروں نے صبح پھر یہاں آنا ہے۔

وزیر سیاحت: جناب چیئرمین! راجہ بشارت صاحب کا انتظار کر رہے ہیں۔انھیں ہاؤس میں بیٹھنے کی کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ جیسے ہی راجہ بشارت صاحب آ جائیں گے یہ ادھر چلے جائیں گے۔ یہ فنڈز لینے کے لئے ان کا انتظار کر رہے ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: میں فنڈز لینے کے لئے نہیں بیٹھا۔ ہمارا کوئی اور مسئلہ ہے اگر چار سال نہیں ملے تو مجھے ان پانچ چھ مہینوں کا بھی کوئی فکر نہیں ہے۔ میرا کوئی اور اپنے علاقے کا مسئلہ ہے جو میں نے اس دن عرض کیا تھا۔ یہ موجود ہوتے نہیں ہیں۔ یہ ہاؤس میں موجود ہوتے ہوئے بھی غیر حاضر ہوتے ہیں اس لئے ان کو پتا نہیں کہ میں کس لئے بیٹھا ہوں۔ انھیں وجہ تو صحیح پتا ہونی چاہئے۔

جناب چیئر مین: شکریہ۔ جناب غلام مرتضیٰ صاحب!

جناب غلام مرتضیٰ: محترم ممبر نے کہا ہے کہ مجھے کوئی فکر نہیں ہے۔ میرے خیال میں یہ فکر ہونی چاہئے جن لوگوں نے منتخب کیا ہے ان کی توقعات آپ سے وابسطہ ہیں یہ آپ کا حق بنتا ہے۔ اگر گورنمنٹ آپ کو فنڈ دیتی ہے تو میں نہیں سمجھتا کہ اس کا کسی پر احسان ہے یہ لوگوں کی امانت ہے اور لوگوں تک یہ پہنچانا ہم لوگوں کا فرض ہے جب ہم بات نہیں کریں گے تو ظاہر بات ہے ہم اس فرض کو ادا نہیں کر پائیں گے۔

جناب چیئر مین! میں اپنی بات کو مختصر کرتا ہوں اگر آپ کو یہ ناگوار گزرتی ہے اور میں یہ چاہتا بھی نہیں کہ میں دوبارہ انھی باتوں کو repeat کروں کہ شاید جن سے تنگ آ کر سارے اٹھ کر چلے گئے ہیں کہ بار بار ایک ہی mono tone چلتی گئی ہے۔ میں چاہوں گا کہ یہ پانچ لوگ نہ جائیں۔ میں اپنی بات انتہائی مختصر کرتے ہوئے یہ گزارش کروں گا کہ اس گورنمنٹ کی ترجیحات میں صاف پانی کی فراہمی اولین ترجیحات میں شامل ہے لیکن میں پہلے اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہمارے جیسے علاقوں جن کو ہمیشہ نظر انداز کیا گیا ہے، ان دور دراز علاقوں کو نظر انداز کیا گیا تھا مگر اس دور میں واقعی جتنی ترقی ہوئی ہے ہم اس پر خوش ہیں لیکن جب موازنہ کیا جاتا ہے تو پھر واقعی تھوڑا دکھ اس بات پر ہوتا ہے کہ فنڈز کی تقسیم میں کمیاں نظر آتی ہیں۔۔۔

جناب چیئر مین: اجلاس کا وقت مزید دس منٹ تک بڑھایا جاتا ہے۔

جناب غلام مرتضیٰ: جناب والا! میں اس کی ایک مثال پیش کرتا ہوں کہ میں پچھلے تین سالوں سے ایک گزارش کرتا چلا آ رہا ہوں اور ہر سال میرے اس منصوبے کو اگلے سال تک کے لئے مؤخر اس لئے کیا جاتا ہے کہ یہ منصوبہ بڑا ہے۔ آپ کو یہ سن کر حیرانگی ہو گی کہ اربوں روپے کے اس بجٹ کو

جب میں دیکھتا ہوں اور اپنی اس واٹر سپلائی کی سکیم کے لئے جس کے لئے میں پچھلے تین سال سے کوشش کر رہا ہوں کہ بیس ہزار لوگوں پر مشتمل ایک آبادی ہے۔ میرے اس حلقے کی آبادی کا نام بھی فقیر والی ہے، جناب اتنا مسکین نام دیکھ کر تو ویسے ہی ترس آ جانا چاہئے کہ بیس ہزار لوگ اس طرح کا پانی پینے پر مجبور ہیں کہ آپ یقین کریں کہ اس پانی میں شائد آپ ہاتھ دھونا بھی پسند نہ کریں۔ اگر کوئی دھو بھی لے تو اس کو لازمی بات ہے کہ کوئی نہ کوئی جلدی بیماری لاحق ہو جائے۔ اس کو ہر سال کیوں مؤخر کیا جاتا ہے۔ اس سکیم کا 8.5 کروڑ روپے کا تخمینہ ہے جو کہ یہ بہت بڑی رقم ہے۔

جناب چیئرمین! جب اربوں اور کھربوں روپے کے بجٹ کو میں دیکھتا ہوں تو پھر مجھے دکھ ہوتا ہے کہ ان اربوں اور کھربوں میں ہارون آباد کی اس بیس ہزار افراد کی آبادی کے لئے کیا اتنا حصہ بھی میسر نہیں ہے کہ جو پینے کے صاف پانی کے لئے بھی میسر نہ آنے پر پیٹ کی بیماریوں اور بے شمار مہلک بیماریوں میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ اس پر مجھے شعر یاد آتا ہے کہ:

ہم نے دیکھا ہے بہار میں چمن کو جلتے
ہے کوئی خواب کی تعبیر بتانے والا

اتنے بڑے خزانے میں سے آٹھ ساڑھے آٹھ کروڑ کی سکیم کو ہم مکمل نہ کر سکیں۔

جناب چیئرمین! اس کے بعد تعلیم کے بجٹ میں ہر سال اضافہ کیا جاتا ہے، میری یہ تجویز ہے کہ پنجاب میں تقریباً دس ہزار ایسے ٹیچرز ہیں جن کو ہم معلمین کہتے ہیں جو مسجد مکتب سکولوں میں پڑھاتے ہیں جو دین کی تعلیم بھی دیتے ہیں اور دنیاوی تعلیم بھی دیتے ہیں۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ان ٹیچرز کی تنخواہ صرف 250/- روپے ماہانہ رکھی گئی ہے۔ ہم تو یہ رونا رو رہے ہیں کہ 4600/- روپے میں ایک شخص کا کوئی بجٹ بنا کر دکھا دے، وہ تو دور کی بات ہے لیکن 250/- روپے میں کون ایسا شخص ہے جو اس کا پورے مہینے کا بجٹ بنا کر دکھا دے۔ پھر ہم ان اساتذہ سے یہ توقع رکھیں کہ یہ ہمارے بچوں کو پڑھا کر ایک قابل شہری بنا دیں گے۔ یہ خواب اس طرح سے کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوگا جب تک ان چھوٹی چھوٹی کمیوں کو دور نہیں کیا جاتا۔ میری اس ایوان سے، چیف منسٹر صاحب اور منسٹر فنانس سے یہ گزارش ہے کہ ان لوگوں کی تنخواہ کو کم از کم اتنا ضرور کیا جائے کہ یہ اپنے مہینے کے اخراجات کو پورا کر سکیں۔

جناب والا! جس علاقے سے میرا تعلق ہے وہاں 80 فیصد سے زیادہ لوگوں کا انحصار زراعت پر ہے۔ وہاں اگر آپ revenue collection دیکھیں جو ٹیکسز کی صورت میں کی جاتی

ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ اس علاقے کو authorize کر دیں کہ ہم اپنے ٹیکسز اپنی بہتری پر خرچ کر لیں تو ہم گورنمنٹ سے ایک روپیہ مانگنے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں لیکن تکلیف یہ ہے کہ اربوں روپے کا ٹیکس وہاں سے وصول کرنے کے بعد کروڑوں کی رقم بھی وہاں نہیں دی جاتی۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس گورنمنٹ کے منصوبہ جات بہت اچھے ہیں لیکن جب implementation میں خرابی ہوگی تو پھر یہ سارے بجٹ کی دستاویزات اور منصوبہ جات کے سارے ثمرات عوام تک بہتر طریقے سے نہیں پہنچ پائیں گے۔

اس بجٹ میں آپ نے زراعت کے لئے بھی پیسے رکھے ہیں لیکن جب میں جا کر اپنے حلقے کے لوگوں کو بتاؤں گا کہ زراعت کے لئے اتنے ارب کا بجٹ رکھا گیا ہے تو وہ میری بات سننے کو تیار نہیں ہوں گے کیونکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے ہی وہ علاقہ Brackish underground water ہے اور اس کے لئے جو water allocation فی ہزار ایکڑ سے 3.6 کے فارمولے پر رکھی گئی ہے وہ پاکستان کے تمام علاقوں سے کم ہے حالانکہ جس علاقے کا زیر زمین پانی کڑوا ہو اس علاقے کا تو نہری پانی کا کوٹا زیادہ ہونا چاہئے۔ یہ عجیب قانون ہے کہ جہاں کا پانی کڑوا ہے ان کو نہری پانی اپنے حصے سے بھی کم دیا جاتا ہے۔ اب یہ ہوا ہے کہ جتنا پانی میسر تھا جس میں رو دھو کر وہ لوگ گزارا کر رہے تھے، پچھلے دنوں ایک ری ماڈلنگ کے نام سے ایک پراجیکٹ شروع ہوا اور اس میں کیا یہ گیا ہے کہ پانی کے جو outlets تھے ان کو اتنا زیادہ تنگ کر دیا گیا ہے کہ پچیس ایکڑ کا زمیندار صرف دو ایکڑ سیراب کر سکتا ہے، 23 ایکڑ اس کے بنجر پڑے ہیں۔ آپ مجھے بتائیں کہ ایک مربع کا مالک جو خود کو کبھی زمیندار کہلواتا تھا جب دو ایکڑ کی اس کے پاس آمدنی آئے گی تو لازمی بات ہے کہ وہ زمیندارا چھوڑ کر کہیں مزدوری کرنے کے لئے چلا جائے گا اور یہ حقیقت ہے کہ فورٹ عباس کے چوبیس گاؤں اس وجہ سے خالی ہو چکے ہیں کیونکہ وہ اب شہروں میں جا کر مزدوریاں کر رہے ہیں جو کبھی خود کو زمیندار کہلواتے تھے۔ اس حوالے سے میری یہ گزارش ہے کہ اس ری ماڈلنگ کا جو عذاب ان لوگوں پر نازل کیا گیا ہے اس کو rectify کیا جائے۔ یقیناً اس میں پنجاب کے لوگوں کی بہتری رکھی گئی تھی لیکن ڈسٹرکٹ میں جو ایکسیئن یا S.E بیٹھتے ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ ان لوگوں کو زیادہ سے زیادہ تنگ کیا جائے اور یہ شرمناک بات ہے اور ہر ممبر اس بات کو جانتا ہے کہ محکمہ نہر کے افسران کو رشوت دینے کے لئے مسجدوں میں اعلان کروایا جاتا ہے کہ آؤ لوگو! پیسے اکٹھے کرو، موگہ جات کا سائز ٹھیک کروانا ہے، ان سے پانی لینا ہے اس لئے پیسے اکٹھے کر کے اریگیشن کے افسران

کو دیئے جائیں۔

جناب والا! میں گزارش کروں گا کہ وہ لوگ اب اس قابل نہیں رہے، ان کے پاس اب اتنے پیسے نہیں رہے کہ ان افسران کو دیئے جائیں۔ ان موگوں کا سائز بننگ کرنے کا مقصد صرف یہی ہے کہ دوبارہ سے پھر پیسے لے کر آؤ۔ میں کہوں گا کہ اتنے بڑے بجٹ میں اس رشوت کی رقم کو allocate کیا جائے اور پنجاب گورنمنٹ کسانوں کے behalf پر ان افسران کو دے دے ورنہ وہ افسران ان لوگوں کو ریلیف دینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

جناب چیئر مین! پچھلے دنوں مجھے مولانا فضل الرحمٰن صاحب کا بیان پڑھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ صوبہ پنجاب کا نام کرپشن میں سب سے اوپر ہے اور صوبہ سرحد میں سب سے کم کرپشن ہے۔ میں نے پارلیمانی میٹنگ میں اس بات کا اشارہ دیا تھا اور میں ذاتی طور پر اس تجربے سے گزرا ہوں کہ پنجاب سے جتنی گاڑیاں چوری ہوتی ہیں، صوبہ سرحد کے گراجوں میں جا کر کھڑی ہو جاتی ہیں۔ دس لاکھ کی گاڑی یہاں سے چوری ہوتی ہے اور صوبہ سرحد کے کسی علاقے کبھی بنوں میں، کبھی پشاور میں جو گراج بنے ہوئے ہیں وہاں کھڑی ہو جاتی ہے۔ آپ وہاں جا کر خرید سکتے ہیں یعنی اپنی ہی گاڑی آپ وہاں جا کر دو تین یا چار لاکھ میں خریدیں کیونکہ میں اس تجربے سے ذاتی طور پر گزرا ہوں۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئر مین: جی، بگو صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئر مین! میری گزارش یہ ہے کہ غلام مرتضیٰ صاحب بڑی اچھی گفتگو کر رہے ہیں اور مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے۔ میں صرف ان کے knowledge کے لئے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو گاڑیاں چوری ہوتی ہیں وہ صوبہ سرحد میں نہیں جاتیں بلکہ جو tribal ایریاز ہیں جو مرکز کے زیر انتظام ہے وہاں یہ گاڑیاں جاتی ہیں۔

جناب غلام مرتضیٰ: یہ مجھے بتائیں کہ بنوں کس صوبے کا شہر ہے؟ بنوں سے میری اپنی دس لاکھ کی گاڑی چوری ہوئی ہے اور میں نے خود جا کر اپنی ہی گاڑی تین لاکھ میں خریدی ہے۔ یہ ایک مثال نہیں ہے میں آپ کو اس ایوان کے اندر اور بھی بے شمار مثالیں دے سکتا ہوں۔ حاجی طاہر مرحوم جو فوت ہو چکے ہیں ان کی گاڑی کا یہی قصہ ہے۔ مجھے تو بتاتے ہوئے شرم آتی ہے کہ ہم ممبران ہونے کے باوجود بھی محفوظ نہیں ہیں اور دوسرے لوگ تو بے چارے اپنی بات کسی کو سنا بھی نہیں

سکتے۔ میں کہوں گا کہ وہاں کے حالات کو بھی بہتر کیا جائے اور اس بات کو میں نے وزیراعلیٰ صاحب کے بھی گوش گزار کیا تھا کہ یہ شرمناک بات ہے، ہم محنت کرتے ہیں اور اپنی ہی گاڑیاں خریدنے کے بعد صوبہ سرحد میں جا کر ان پٹھانوں سے دوبارہ سے پھر خرید کر لاتے ہیں تو یہ معاملہ بھی لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال میں جاتا ہے لہذا اس کو بھی بہتر کیا جائے۔ میرے حلقے کے اپنے مسائل اپنی جگہ ہیں لیکن مجموعی طور پر بے شمار فیلڈز میں بہتری بھی آئی ہے، ہمارا تحصیل ہیڈکوارٹر بن رہا ہے سکولوں میں بھی اضافہ ہوا ہے لیکن جن کمیوں کا میں نے ذکر کیا ہے میں چیف منسٹر صاحب اور وزیر خزانہ سے بھی امید کرتا ہوں کہ وہ ان کمیوں کو بھی دور کریں گے تاکہ ہم ان کے لئے دعاگو رہیں۔ بہت شکریہ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین: اب اجلاس کل بروز بدھ مورخہ 20۔ جون 2007 صبح دس بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ کل سالانہ بجٹ پر عام بحث کا آخری دن ہے۔

سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات 2007

سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات 2007

(بدھ 20، جمعرات 21، جمعتہ المبارک 22، سوموار 25، منگل 26،

بدھ 27، جمعرات، 28، جمعتہ المبارک 29۔جون 2007)

(یوم الاربعاء 4، یوم الخمیس 5، یوم الجمع 6، یوم الاثنین 9، یوم الثلاثہ 10، یوم الاربعاء 11،

یوم الخمیس 12، یوم الجمع 13۔ جمادی الثانی 1428ھ)

چودھویں اسمبلی: تیسواں اجلاس

جلد 30 (حصہ دوم): شمارہ جات 8 تا 15

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

مندرجات

تیسواں اجلاس

بدھ، 20۔ جون 2007

جلد 30: شمارہ 8

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
1۔	ایجنڈا ------------	653
2۔	تلاوت قرآن پاک و ترجمہ ------------	655
	تعزیت	
3۔	شمالی وزیرستان میں دھماکہ سے شہید ہونے والوں کے لئے دعائے مغفرت ------------	656

	تحاریک استحقاق	
4۔	(کوئی تحریک پیش نہ ہوئی)	657

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
	سرکاری کارروائی	
	بجٹ	
5۔	سالانہ بجٹ برائے سال 08-2007 پر بحث (۔۔۔جاری)	657
	رپورٹیں (میعاد میں توسیع)	
6۔	نشان زدہ سوال نمبر 8671 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے انڈسٹریز کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع	716
7۔	تحریک استحقاق نمبر 6 بابت 2006 کے متعلق رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع	716
8۔	سالانہ بجٹ برائے سال 08-2007 پر بحث (۔۔۔جاری)	717
9۔	کورم کی نشاندہی	755
10۔	سالانہ بجٹ برائے 08-2007 پر بحث (۔۔۔جاری)	755
	جمعرات، 21۔جون 2007	
	جلد 30: شمارہ 9	
11۔	ایجنڈا	773
12۔	تلاوت قرآن پاک و ترجمہ	775
	تحاریک التوائے کار	
13۔	ٹی ایم اے بہاولپور کے ٹھیکیدار کا عملہ کی ملی بھگت سے کسانوں سے زبردستی غیر قانونی فیس وصول کرنا (۔۔۔جاری)	778

14۔ حافظ آباد کے گاؤں ٹھٹھ پناہ میں ٹریکٹر ڈرائیور کی غفلت سے سکول کے 9 بچوں کی ہلاکت ------------ 781

15۔ کاشتکاروں کو نوٹس دیئے بغیر شوگر ملوں کا کرشنگ بند کرنا ------------ 783

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
	سرکاری کارروائی	
	بجٹ	
16۔	سالانہ گوشوارہ بجٹ برائے سال 08-2007 کے مطالبات زر پر بحث اور رائے شماری ------------	785

جمعتہ المبارک، 22۔ جون 2007

جلد 30: شمارہ 10

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
17۔	ایجنڈا ------------	875
18۔	تلاوت قرآن پاک و ترجمہ ------------	877
	پوائنٹ آف آرڈر	
19۔	اجلاس تاخیر سے شروع ہونے کی وجہ سے کٹ موشنز پر بحث کے وقت کو بڑھانے کا مطالبہ ------------	878
	تحاریک استحقاق	
20۔	ایس ایچ او تھانہ سول لائن فیصل آباد کا معزز خاتون رکن اسمبلی کے گھر پر غیر قانونی چھاپہ (---جاری) ------------	878
21۔	ایس ایچ او تھانہ حجرہ شاہ مقیم (اوکاڑہ) کا معزز رکن اسمبلی کے ساتھ ہتک آمیز رویہ (---جاری) ------------	879
	تحاریک التوائے کار	

22۔	اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے انجنیئر نگ کالج میں پاکستان انجنیئرنگ کونسل کی منظوری کے بغیر انجنیئرنگ اور کمپیوٹر کی کلاسوں کا اجراء (۔۔۔جاری) ------------	880
23۔	انٹرنیٹ کلبز فحاشی اور جرائم کی آماجگاہ (۔۔۔جاری) ------------	882

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
24۔	محکمہ واسا فیصل آباد کے افسران واہلکاران کی نااہلی سے شہری آلودہ پانی پینے سے مختلف بیماریوں میں مبتلا ------------	883
25۔	صوبہ میں لاکھوں ایکڑ سرکاری اراضی پر بیوروکریسی کے تعاون سے بااثر افراد کا قبضہ اور حکومت کو سالانہ اربوں روپے کا نقصان ------------	886
26۔	لاہور میں کوکا کولا کمپنی میں دوران ڈکیتی کیشئر کا قتل ------------	887
27۔	سگیاں پل لاہور کے قریب ٹرک کی ٹکر سے ایک شخص کی ہلاکت ------------	888
	سرکاری کارروائی	
	بحث	
28۔	گوشوارہ سالانہ بجٹ برائے سال 08-2007 کے مطالبات زر پر بحث اور رائے شماری (۔۔۔جاری) ------------	890
	سوموار، 25۔ جون 2007	
	جلد 30: شمارہ 11	
29۔	ایجنڈا ------------	946
30۔	تلاوت قرآن پاک و ترجمہ ------------	948
	تعزیت	
31۔	کراچی میں طوفان اور سیلاب سے فوت ہونے والوں کے لئے دعائے مغفرت ------------	949

تحاریک استحقاق

32۔ ڈی پی او خوشاب کا معزز رکن اسمبلی کا فون سننے سے انکار ------------ 955

33۔ استحقاق کے باوجود جنرل ہسپتال کے ڈاکٹر منصور بختاوری
کا معزز رکن اسمبلی سے میڈیکل ٹیسٹ کی فیس وصول کرنا ------------ 956

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر

سرکاری کارروائی

مسودات قانون (جو زیر غور لائے گئے)

34۔ مسودہ قانون مالیات پنجاب مصدرہ 2007 ------------ 958

35۔ منظور شدہ اخراجات کا گوشوارہ برائے سال 08-2007
کا ایوان میں پیش کیا جانا ------------ 960

36۔ مسودہ قانون (ترمیم اول) محتاج اور بے آسرا بچے پنجاب مصدرہ 2007 ------------
960

مسودہ قانون (جو متعارف ہوا)

37۔ مسودہ قانون فارینسک سائنس ایجنسی مصدرہ 2007 ------------ 963

سوموار، 26۔جون 2007

جلد 30: شمارہ 12

38۔ ایجنڈا ------------ 964

39۔ تلاوت قرآن پاک و ترجمہ ------------ 966

تحاریک استحقاق

40۔ ایس ایچ او تھانہ حجرہ شاہ مقیم (اوکاڑہ) کا معزز رکن اسمبلی
کے ساتھ ہتک آمیز رویہ (۔۔۔جاری) ------------ 970

41۔ استحقاق کے باوجود جنرل ہسپتال کے ڈاکٹر منصور بختاوری
کا معزز رکن اسمبلی سے میڈیکل ٹیسٹ کی فیس وصول کرنا (۔۔۔جاری) ------------ 972

42۔ ڈائریکٹر کنسٹرکشن اینڈ ریونیو اور ایم ڈی واسا فیصل آباد
کا معزز رکن اسمبلی کے ساتھ ہتک آمیز رویہ ------------ 972

43۔ اراکین اسمبلی کی رخصت ------------ 973

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
	سرکاری کارروائی	
	بجٹ	
44۔	ضمنی بجٹ برائے سال 07-2006 اور اضافی بجٹ برائے سال 01-2000 پر بحث ------------	976

بدھ، 27۔جون 2007

جلد 30: شمارہ 13

45۔ ایجنڈا ------------ 1054

46۔ تلاوت قرآن پاک وترجمہ ------------ 1056

تحاریک استحقاق

47۔ استحقاق کے باوجود جنرل ہسپتال کے ڈاکٹر منصور بختاوری
کا معزز رکن اسمبلی سے میڈیکل ٹیسٹ کی فیس وصول کرنا (۔۔۔جاری) ------------ 1057

48۔ ڈائریکٹر کنسٹرکشن اینڈ ریونیو، ڈی ایم اے اور پی ایم ڈی واسا فیصل آباد

	کا معزز رکن اسمبلی کے ساتھ ہتک آمیز رویہ (۔۔۔جاری)	1058۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
49۔	آر ایچ سی خان بیلہ (رحیم یار خان) کے میڈیکل آفیسر کا معزز رکن اسمبلی کے ساتھ نامناسب رویہ	1059۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
	تحاریک التوائے کار	
50۔	رکشوں کی پیدا کردہ آلودگی سے شہریوں کی صحت کا متاثر ہونا (۔۔۔جاری)	1062۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
51۔	محکمہ انہار اسلام ہیڈ ورکس کی انتظامیہ کی جانب سے بند توڑنے سے سینکڑوں ایکڑ فصلیں اور کئی گھر تباہ	1064۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
52۔	سگیاں پل لاہور کے قریب تیز رفتار ٹرک کی ٹکر سے ایک شخص کی ہلاکت اور ٹریفک جام (۔۔۔جاری)	1067۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
53۔	محکمہ واسا فیصل آباد کے افسران واہلکاران کی نااہلی سے شہری آلودہ پانی پینے سے مختلف بیماریوں میں مبتلا (۔۔۔جاری)	1068۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
54۔	صوبہ میں لاکھوں ایکڑ سرکاری اراضی پر بیوروکریسی کے تعاون سے بااثر افراد کا قبضہ اور حکومت کو سالانہ اربوں روپے کا نقصان (۔۔۔جاری)	1069۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
55۔	سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور کے تحت قائم شدہ فوڈ ٹیسٹ لیبارٹریوں کا بوگس سرٹیفکیٹ جاری کرنا	1072۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
56۔	وزیرآباد ضلع گوجرانوالہ کے نواحی علاقہ میں ڈبل شاہ نامی آدمی کا رقم ڈبل کرنے کے بہانے سے لوگوں کو لوٹنا	1074۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
	سرکاری کارروائی	
	بحث	
57۔	ضمنی بجٹ برائے سال 07-2006 کے مطالبات زر پر بحث اور رائے شماری (۔۔۔جاری)	1081۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

58۔ منظور شدہ اخراجات کا ضمنی گوشوارہ برائے سال 07-2006
کاایوان کی میز پر رکھا جانا ------------1150
59۔ منظور شدہ اضافی بجٹ اخراجات کا گوشوارہ برائے سال 01-2000
کاایوان کی میز پر رکھا جانا ------------1151
60۔ قائد ایوان کا خطاب ------------1151

جمعرات، 28۔جون 2007

جلد 30: شمارہ 14

61۔ ایجنڈا ------------1162
62۔ تلاوت قرآن پاک و ترجمہ ------------1164

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
	سوالات (محکمہ جات ہاؤسنگ و شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ)	
63۔	نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات	1165
	پوائنٹ آف آرڈر	
64۔	وفاقی کابینہ کی جانب سے حج کرایوں میں اضافہ سے حجاج کرام کو پریشانی کا سامنا	1170
65۔	نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (---جاری)	1174
66۔	نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)	1199
	توجہ دلاؤ نوٹس	
67۔	گوجرانوالہ میں گٹر سے ملنے والی بچی کی نعش اور حکومتی کارروائی کی تفصیل	1227
68۔	کمشنر روڈ سیالکوٹ، کلینک پر ڈاکوؤں کی فائرنگ سے ایک شخص ہلاک اور ڈاکٹر کے اغواء پر حکومتی کارروائی کی تفصیل	1228

تحاریک استحقاق

69۔ استحقاق کے باوجود جنرل ہسپتال کے ڈاکٹر منصور بختاوری
کا معزز رکن اسمبلی سے میڈیکل ٹیسٹ کی فیس وصول کرنا(۔۔۔جاری) ------------------1232

تحاریک التوائے کار

70۔ علی ویو ہاؤسنگ سوسائٹی جنوبی چھاؤنی لاہور میں ڈاکوؤں کی فائرنگ
سے دو خواتین کی ہلاکت ------------1233

71۔ گول کپڑے والا بازار فیصل آباد میں مسلح افراد
کا تاجر سے نقدی چھین کر فرار ہونا ------------1235

پوائنٹ آف آرڈر

72۔ موضع سکھو کا، گوجر خان میں عصمت فروشی کروانے والے
گروہ کی تحقیق کرنے کا مطالبہ ------------1240

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر

تحاریک التوائے کار (۔۔۔جاری)

73۔ لاہور میں بڑے سکولوں کو پرائیویٹ کرنے پر اساتذہ کا احتجاجی مظاہرہ ------------1242

غیر سرکاری ارکان کی کارروائی

مسودہ قانون(جو زیر غور لایا گیا)

74۔ مسودہ قانون(ترمیم) بارانی زرعی یونیورسٹی راولپنڈی مصدرہ 2004 ------------------1248

قرار دادیں(مفاد عامہ سے متعلق)

75۔ پاکستان سٹیٹ آئل(پی ایس او) کو فروخت نہ کرنے کا مطالبہ ------------1253

76۔ واپڈا سے ٹی ایم ایز سٹریٹ لائٹ کے بل کمرشل کی بجائے
گھریلو قیمت پر وصول کرنے کا مطالبہ ------------1258

77۔ صوبہ میں متروکہ ہندو جائیداد کی لوٹ کھسوٹ روکنے کے لئے

	قانون مخبری کی دفعات 10/11 کو فوری بحال کرنے کا مطالبہ	1261-----------
78۔	پنجاب میں فلٹریشن پلانٹ نصب کرنے کا مطالبہ	1262-----------

جمعتہ المبارک، 29۔جون 2007

جلد 30: شمارہ 15

79۔	ایجنڈا	1266-----------
80۔	تلاوت قرآن پاک و ترجمہ	1268-----------
	سوالات (محکمہ جات سپورٹس، تحفظ ماحولیات، انفارمیشن ٹیکنالوجی اور سیاحت)	
81۔	نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات	1269-----------
82۔	نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)	1295-----------

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
	تحاریک استحقاق	
83۔	(کوئی تحریک پیش نہ ہوئی)	1305-----------
	تحاریک التوائے کار	
84۔	سنت نگر لاہور کی 4 سالہ بچی کی پتنگ کی ڈور سے ہلاکت	1306-----------
85۔	تھانہ نشتر کالونی لاہور کی حدود میں گندے نالے سے خاتون کی نعش کی برآمدگی	1310-----------
86۔	سیالکوٹ شہر کی ڈیفنس روڈ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہونے سے مسافروں	

کو پریشانی کا سامنا ------------1312

87۔ ڈیرہ بکھا بہاولپور کے موضع منگوائی کے کاشتکار کی بیوی
سے پولیس کی سرپرستی میں زبردستی زیادتی ------------1313

88۔ اعوان پورہ شاہ رکن عالم ملتان میں سرکاری پلاٹ پر قائم سکول
اور ڈسپنسری کو گرا کر بااثر افراد کا قبضہ ------------1316

غیر سرکاری ارکان کی کارروائی

مسودہ قانون (جو متعارف ہوا)

89۔ مسودہ قانون (ترمیم) صوبائی موٹر گاڑیاں مصدرہ 2007 ------------1318

قرار دادیں (مفاد عامہ سے متعلق)

90۔ چولستان کی قابل کاشت زمین مقامی بے زمین کاشتکاروں
میں تقسیم کرنے کا مطالبہ ------------1322

91۔ میڈیا کے کارکنوں کے معاشی تحفظ کے لئے ساتویں ویج بورڈ پر عملدرآمد
اور آٹھواں ویج ایوارڈ تشکیل دینے کا مطالبہ ------------1324

92۔ اُردو کو سرکاری زبان قرار دینے کے لئے فوری اقدامات کا مطالبہ ------------1331

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
93۔	اجلاس کے اختتام کا اعلامیہ	1333
94۔	انڈکس	

653

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ، 20۔جون 2007

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ

سرکاری کارروائی

سالانہ بجٹ برائے سال 08-2007 پر عام بحث جاری رہے گی

655

صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھویں اسمبلی کا تیسواں اجلاس

بدھ، 20- جون 2007

(یوم الاربعاء 4- جمادی الثانی 1428ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10 بج کر 10 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر چودھری محمد افضل ساہی منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ قاری عبدالماجد نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم o

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا
وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى
وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا
مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا
فَخُوْرَا ۙ (36) الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَ
يَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ

عَذَابًا مُّهِيْنًا (37)

سورۃ النّسآء آیات 36 تا 37

اور اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور رشتہ دار ہمسائیوں اور اجنبی ہمسائیوں اور رفقائے پہلو (یعنی پاس بیٹھنے والوں) اور مسافروں اور جو لوگ تمہارے قبضے میں ہوں سب کے ساتھ احسان کرو کہ اللہ (احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور) تکبر کرنے والے بڑائی مارنے والے کو دوست نہیں رکھتا (36) جو خود بھی بخل کریں اور لوگوں کو بھی بخل سکھائیں اور جو (مال) اللہ نے ان

کو اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے اسے چھپا چھپا کے رکھیں اور ہم نے ناشکروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے (37)

وما علینا الا البلاغ o

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اب ہم تحریک استحقاق take up کرتے ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، ارشد محمود بگو صاحب!

تعزیت

شمالی وزیرستان میں دھماکہ سے شہید ہونے والوں کے لئے دعائے مغفرت

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! آج اخبارات میں شمالی وزیرستان کے حوالے سے خبر آئی ہے۔ پہلے بھی شمالی وزیرستان میں ایک مدرسے پر حملہ ہوا تھا اور اس میں 83 بچے شہید ہوئے تھے اور یہ بھی اسی طرح کا ہی واقعہ ہوا ہے۔ شمالی وزیرستان میں 40 کلو میٹر پر ہوا ہے۔ ہماری فوج کے ترجمان کا بیان ہے کہ وہ بم بنا رہے تھے کہ اور دھماکہ ہو گیا، یہ ہو گیا اور وہ گیا۔

جناب سپیکر! اس میں جتنے غیر ملکی ذرائع ہیں انہوں نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ یہ حملہ اتحادی فوج نے کیا اور مقامی لوگوں نے بھی اس پر احتجاج کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ میزائل داغے گئے جس کے متعلق بعض اخبارات میں تحریر ہے کہ 40 لوگ شہید ہوئے اور ان میں بچے بھی تھے اور وہ ایک مدرسہ تھا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کا خون اتنا ارزاں ہو گیا ہے کہ پورے پاکستان، پورے عالم اسلام پر سناٹا چھایا ہوا ہے اور کوئی آدمی اس پر آواز بلند کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ جس فوج کو ہم اپنا خون دے دے کر پالتے ہیں وہی فوج یہ کہہ رہی ہے کہ چونکہ وہ بم بنا رہے تھے اس لئے یہ نقصان اس کے دھماکے کی وجہ سے ہوا ہے۔

جناب سپیکر! میں اس کی مذمت کرتا ہوں اور آپ کی خدمت میں یہ درخواست کرتا ہوں کہ ان مظلوم مرحومین کے لئے دعائے مغفرت فرمائی جائے۔

جناب سپیکر: جی، دعائے مغفرت کی جائے۔

(اس مرحلہ پر دھماکہ میں شہید ہونے والوں کے لئے دعائے مغفرت کی گئی)

ڈاکٹر سید وسیم اختر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر وسیم اختر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! یہ معاملہ تو آپ کے شہر فیصل آباد سے متعلق ہے لیکن چونکہ میڈیکل کالج سے متعلقہ ہے اور اتفاق سے وزیر صحت بھی تشریف فرما ہیں اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ یہ معاملہ یہاں پر raise کیا جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ فیصل آباد میڈیکل کالج میں ایک پروفیسر ڈاکٹر ریاض حسین ڈب صاحب ہیں۔ وہ independent medical college چلا رہے ہیں۔

تحاریک استحقاق

(کوئی تحریک پیش نہ ہوئی)

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ آپ نے budget speech کرنی ہے اس میں یہ point raise کر لیں۔ پلیز! تشریف رکھیں۔ یہ تحریک استحقاق جناب اعجاز احمد سہول صاحب کی طرف سے ہے، تشریف فرما نہیں ہیں۔ یہ تحریک dispose of ہوئی۔ Next تحریک استحقاق جناب خالد محمود صاحب کی ہے، تشریف نہیں رکھتے۔ تحریک dispose of ہوئی۔

سرکاری کارروائی

بحث

سالانہ بجٹ برائے سال 08-2007 پر بحث

(---جاری)

جناب سپیکر: اب ہم بجٹ پر بحث شروع کرتے ہیں اور میں ڈاکٹر وسیم اختر صاحب کو دعوت دیتا ہوں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! یہ موجودہ اسمبلی کا آخری بجٹ ہے اور بڑے تحسین کے ڈونگرے برسائے گئے ہیں۔ یقیناً ایک credit ہو سکتا ہے۔ میں سب سے پہلے انتہائی دردمندی، انتہائی نیک دلی اور انتہائی دیانتداری کے ساتھ یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ process of budget formation سے اسمبلی ممبران کو بالکل باہر رکھا جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں بجٹ میں دلچسپی اپوزیشن بنچوں میں رہتی ہے اور نہ حکومتی بنچوں میں رہتی ہے۔ پھر یہاں پر ایک سلسلہ شروع ہو جاتا ہے کہ گورنمنٹ بنچوں

والے اس کی تعریف کرتے ہیں کیونکہ انہیں ہدایت ہوتی ہے کہ انہوں نے تعریف کرنی ہے اور اپوزیشن والے اس کی مخالفت میں باتیں نکال نکال کر لاتے ہیں اور یہ ایک فضول سی بحث 5/6 دن جاری رہتی ہے اور اس کے بعد ایک پائی کی تبدیلی کے بغیر یہ بجٹ پاس ہو جاتا ہے اور عوام کو یہ مژدہ سنایا جاتا ہے کہ پنجاب اسمبلی نے اس بجٹ کو پاس کیا ہے۔

جناب سپیکر! جہاں پر advanced democracies ہیں وہاں اس کا ایک process ہے اور مختلف ممالک کے اندر اس کے مختلف process ہیں۔ یہاں ہاؤس میں پہلے بھی یہ بات آئی تھی اور راجہ بشارت صاحب نے بھی ایک دفعہ یہ بات agree کی تھی کہ ہم pre-budget session بلائیں گے جس میں تمام ایم پی اے صاحبان مسائل کے حوالے سے کوئی policy guideline دیں گے اور پھر اس کے نتیجے میں بجٹ سازی ہو گی۔ بعض ممالک کے اندر یہ کیفیت ہے کہ چھ سے نو مہینے پہلے بجٹ کا پراسس شروع ہو جاتا ہے اور جو سٹینڈنگ کمیٹیاں ہیں ان کے پاس پری بجٹ تجاویز feed کر دی جاتی ہیں۔ وہ اس پر بحث کرتے ہیں اور عوامی مسائل کو بھی سامنے رکھتے ہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یقیناً عوامی نمائندے ہی گراس روٹ لیول پر عوام کے مسائل کو سمجھتے ہیں۔ اگر یہ اسمبلی آپ کی سربراہی میں یہ پراسس کسی حوالے سے جاتے جاتے کچھ طے کر دے۔ آپ نے ماشاء اللہ پانچ سال بڑے اچھے طریقے سے اس ہاؤس کی کنوینر شپ کی ہے۔ میں یہ درخواست کروں گا کہ اگر جاتے جاتے اس میں کچھ طے کر لیں تو آنے والی اسمبلی زیادہ بااختیار بھی ہو گی اور باقاعدہ اس کی grip بھی سارے پراسس پر بہتر ہو گی۔ اس کے نتیجے میں وہ عوامی مسائل کے کے حل کے لئے بہترین inputs دے سکے گی۔

جناب والا! اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی عرض کروں گا کیونکہ بجٹ میں بہت ساری ٹرمز ہوتی ہیں۔ اگر میں یہاں کوئی ایک ٹرم بیان کروں تو یہاں پچاس فیصد سے زائد ممبران کو اس ٹرم کا معلوم بھی نہیں ہو گا۔ یہ اسی وجہ سے ہے کہ ہمیں اس پراسس میں شامل نہیں کیا جاتا اور جہاں تک میری براہ راست معلومات ہیں یہاں تک کہ بعض وزراء صاحبان کو بھی بجٹ کے حوالے سے اپنے محکمے کی پوری تفصیلات معلوم نہیں ہوتیں۔ میں اب اس بات پر آنا چاہتا ہوں کہ یہ بھی ایک المیہ ہے کہ over the years جن چیزوں سے براہ راست غریب عوام متاثر ہوتے ہیں اس کو بجٹ کے purview سے ہی بڑی ٹیکنیک سے نکال دیا گیا ہے مثلاً دو چیزیں ایک بجلی اور ایک پٹرول ایسی ہیں کہ ان کی قیمتوں میں چڑھاؤ کے نتیجے میں ہر چیز کی قیمت بڑھتی ہے اور غریب آدمی عام آدمی سے بہت بری طرح متاثر ہوتا ہے لیکن وہاں فیڈرل لیول کے اوپر بھی یہ ہوا ہے کہ بجلی

کے ریٹس کو قومی اسمبلی کے purview سے نکال دیا گیا ہے اور اسی طرح پٹرول کو بھی پارلیمنٹ کی دسترس سے اس کی قیمتوں کے ردوبدل سے باہر رکھا گیا ہے بظاہر تو یہ کہا جاتا ہے کہ انٹرنیشنل مارکیٹ کے حوالے سے جو ردوبدل ہوگا اور اگر کم ہوگا تو اس کی سہولت عوام کو فراہم کی جائے گی لیکن وقتاً فوقتاً ہم دیکھتے ہیں کہ انٹرنیشنل مارکیٹ میں ریٹ گرتے بھی ہیں تب بھی عوام کو اس کی سہولت نہیں دی جاتی۔ اس کے نتیجے کے اندر میں یہ سمجھتا ہوں کہ سالانہ بجٹ پیش کرنے کی جو حقیقی روح ہے وہ بری طرح مجروح ہوتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ وقتاً فوقتاً بہت سارے ضمنی بجٹ پنجاب کے اندر بھی آتے رہتے ہیں اور فیڈرل لیول کے اوپر بھی آتے رہتے ہیں۔ اس حوالے سے جو پوری بجٹ سازی ہے اور جو پورے ایک مہینے کی مشق ہے جو یہاں پر اسمبلی کرتی ہے وہ اس حوالے سے بے معنی ہو جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ جو بجٹ ڈاکومنٹ یہاں سے پاس ہو جاتا ہے میں پچھلے دو تین سال کا ریکارڈ بھی مختصراً آپ کی خدمت میں پیش کروں گا کہ یہ یہاں سے پاس ہو جاتا ہے اور اس کے بعد پتا نہیں اس کو کون سی ٹوکری میں ڈال دیا جاتا ہے اور پھر من مانے اخراجات اپنی مرضی کے ساتھ کئے جاتے ہیں اور پھر دوران اجلاس appropriation بھی اپنی مرضی کے ساتھ کی جاتی ہے اور اسمبلی کو اس میں بالکل اعتماد میں نہیں لیا جاتا اور جو سرپلس اخراجات ہوتے ہیں وہ ضمنی بجٹ کی صورت میں اسمبلی کے اندر پیش کر دیئے جاتے ہیں۔ اس پر ایک دن بحث ہوتی ہے اور اس کے بعد لامحالہ اسمبلی اس کو منظور کرنے کے اوپر مجبور ہوتی ہے۔ اس حوالے سے پچھلے پانچ سال کا ریکارڈ گواہ ہے اور اس سال کا ریکارڈ بھی موجود ہے کہ 25 سے 35 فیصد تک نارمل اخراجات جو بجٹ میں پاس ہوتے ہیں اس سے زائد کئے جاتے ہیں اور اسمبلی سے اس پر ٹھپہ لگوا لیا جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی اس بجٹ سازی کی روح کے خلاف ہے اور یہ bad financial management ہے۔ میرے ہاتھ میں 2004-05 کی annual statement ہے۔ اس میں آپ صفحہ نمبر 29 پر دیکھیں 7300 اس کا ہیڈ ہے اس میں ڈویلپمنٹ کا 43440000 expenditure estimate بجٹ میں پاس ہوا اور جو اخراجات انھوں نے کئے ہیں وہ 62,849,063/- روپے ہیں یعنی آپ دیکھیں کہ کم و بیش 33 فیصد زائد اخراجات ہماری گورنمنٹ نے lavishly اس کے اوپر کئے ہیں۔

جناب والا! اسی طرح میں یہ عرض کروں گا کہ receipts کے حوالے سے جو اندازے لگائے جاتے ہیں وہ انتہائی غلط ہوتے ہیں۔ 2003-04 کی بجٹ سٹیٹمنٹ میں انھوں نے receipts کے حوالے سے طے

کیا ہے کہ grants on Federal Govt. Revenue میں 2300000 لیکن as against this 105414 یعنی 50 فیصد کم receipts ہوئی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس حوالے سے کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ 05-2004 کے بجٹ کی گورنمنٹ نے اپنی سٹیٹمنٹ دی ہوئی ہے جس کی طرف میں refer کر رہا ہوں کہ گورنر سیکرٹریٹ کے لئے 153,159 بلین روپے رکھے ہیں اور جو اخراجات ہیں وہ 196 بلین روپے ہوئے ہیں یعنی اخراجات میں اتنا اضافہ ہوا ہے پھر اسی طرح وی آئی پی فلائٹس اور ایوی ایشن فلائٹس میں 26844 انھوں نے رکھے اور جو اخراجات کئے وہ 448148 کئے یعنی کئی سو گنا زیادہ اخراجات کئے گئے۔ اسی طرح اس سال چیف منسٹر سیکرٹریٹ کے لئے اور پی ایم یو کے لئے جو اسمبلی نے بجٹ پاس کیا اس میں 84353 رکھے گئے تھے اور جو اخراجات چیف منسٹر صاحب نے اور ان کے سیکرٹریٹ نے کئے ہیں وہ 227074 ہیں۔ یہ بھی کئی پانچ چھ گنا زیادہ اخراجات کئے گئے ہیں اور بعد میں ضمنی بجٹ کے ذریعے ان کو پاس کروایا گیا۔ اسی طرح ایس اینڈ جی اے ڈی کے حوالے سے اس میں لکھا ہے کہ 287523 اسمبلی نے پاس کیا تھا اور as against 672473 اخراجات ہوئے ہیں۔ اسی طرح 07-2006 کی annual budget statement میرے پاس ہے۔ اس کے اندر بھی اسی طرح ہے کہ جنرل ایڈمنسٹریشن میں 225209 رکھے ہیں اور 261434 اخراجات ہوئے ہیں۔ اسی طرح ایک اور جنرل ایڈمنسٹریشن کا ہیڈ ہے اس میں بھی انھوں نے 53431 رکھے اور اخراجات 86512 کئے۔ اسی طرح جنرل ایڈمنسٹریشن کے ایک اور ہیڈ میں 350372 یہ اسمبلی نے پاس کئے تھے اور انھوں نے 467713 اخراجات کئے یعنی اس طرح کوئی ڈیڑھ ڈیڑھ، دو دو گنا ہر ہیڈ کے اندر اس طرح کے اخراجات کئے جاتے ہیں جو اس بات کو بتانے کے لئے کافی ہے کہ یہ کیا ہے۔ اسی طرح establishment اور S&GAD کے لئے 07-2006 کے بجٹ کے اندر 346168 اسمبلی نے پاس کیا اور جو اخراجات ہوئے ہیں وہ 634154 ہیں یعنی یہ کم و بیش ڈبل اخراجات کئے گئے ہیں۔

جناب والا! اسی طرح اس سال کی جو annual budget statement ہے اس میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ اسی طرح کی چکر بازیاں اس بجٹ میں موجود ہیں صرف لاء اینڈ پارلیمینٹری افیئرز ڈیپارٹمنٹ جو کہ راجہ بشارت صاحب کا ہے یہ اپنی حدود کے اندر رہا ہے لیکن باقی سب جگہ اسمبلی نے جو allow کیا مثلاً یہاں پر جنرل ایڈمنسٹریشن کا یہاں پر 376700 لکھا ہے یہ اسمبلی نے پاس کیا اور انھوں نے 649193 اخراجات کئے یعنی پچھلے سال جو اسمبلی کی طرف سے اجازت دی گئی کہ اتنے اخراجات جنرل ایڈمنسٹریشن میں کرنے ہیں اس کے

against تقریباً ڈبل اخراجات کئے گئے۔ اسی طرح گورنر ہاؤس کے لئے 88867 اسمبلی نے پاس کیا اور 11183 اخرجات ہوئے۔ اسی طرح گورنر سیکرٹریٹ کی مد میں بھی اور یہ بہت سارے ہیڈز ہیں جن کو میں نے pick کیا ہے اس میں کم و بیش بہت سارے ہیڈز کے اندر ڈیڑھ سے دو گنا تک اخراجات جو اسمبلی پاس کرتی ہے اس سے زائد اس بجٹ میں کئے گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ساری جو مشق ہوتی ہے یہ فضول سی مشق لگتی ہے، بعد میں تو اس بجٹ پر کسی نے عمل کرنا نہیں ہے اور اپنی مرضی سے اخراجات کرنے ہیں۔ اس طرح کی مینجمنٹ انتہائی غلط ہے اور اس حوالے سے میں یہ بھی عرض کروں گا کہ اگر اتنی زیادہ financial mismanagement ہے وہ اس اسمبلی کے اجلاس کو مجروح کرنے کے برابر ہے یعنی ہم جو بجٹ پاس کرتے ہیں اس سے کئی گنا اخراجات اپنی مرضی سے کر لئے جاتے ہیں پھر ضمنی بجٹ میں اس کو پیش کر کے مہر لگا دی جاتی ہے۔ یہ بجٹ تقریر جو وزیر خزانہ صاحب نے کی ہے یا پچھلے سال کی تھی وہ بھی میرے سامنے ہے۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ پچھلے سال کی جو باتیں ہیں وہ ختم ہو جاتیں اور اس دفعہ نئی باتیں سامنے آتیں لیکن اپنے نمبر بنانے کے لئے اور کارکردگی کو ضرورت سے زائد show کرنے کے لئے بہت ساری پچھلی باتیں اس سال بجٹ تقریر کے اندر بھی انہوں نے شامل کر دی ہیں۔ کچھ اچھے کام ہوئے ہیں مثلاً پنجاب میں ایمرجنسی ایمبولینس سروس کا اجراء یقیناً یہ گورنمنٹ کا ایک اچھا قدم ہے اور میں اس کو appreciate بھی کرتا ہوں لیکن میری اس میں تھوڑی سی reservation یہ ہے کہ یہ جو گاڑیاں ریسکیو 1122 کے لئے خریدی گئی ہیں یہ مرسڈیز گاڑیاں ہیں۔ میں نے محکمہ صحت سے کچھ ریکارڈ نکلوایا ہے، یہ کسی خاص آدمی کو نوازنے کے لئے مرسڈیز گاڑیاں خریدی گئی ہیں حالانکہ Toyota کی سستی گاڑیاں بھی خریدی جا سکتی تھیں جو اچھی سروس دے سکتی ہیں، حالانکہ یہ گاڑیاں سستی بھی ہیں ان کے سپیئر پارٹس بھی سستے ہیں لیکن اس مرسڈیز ایمبولینس کی ایک ہیڈلائٹ ہی -/22000 کی ہے لیکن کچھ دوستوں کو نوازنے کے لئے اس طرح کے اقدامات کئے جاتے رہے ہیں۔ اس میں یہ بھی بات کی گئی ہے کہ پچھلے سال کے مقابلے میں ڈویلپمنٹ کا بجٹ 50 فیصد بڑھا ہے یعنی 100۔ارب روپے کا بجٹ پچھلے سال تھا اور اب ڈیڑھ سو ارب روپے کا کیا گیا ہے یقیناً یہ قابل تحسین ہے لیکن میں عرض کروں گا کہ اس کے ثمرات عوام تک نہیں پہنچتے کیونکہ پچاس فیصد کے قریب رقم سرکاری اہلکاروں کی کرپشن کی نذر ہو جاتی ہے۔ میں وقتاً فوقتاً اس بات کو اسمبلی میں اٹھاتا بھی رہا ہوں اور ایک دفعہ لوکل گورنمنٹ اور C&W کے حوالے سے میں نے بات کی کہ انجینئر صاحبان کی کمیشن لینے کی جو pet ratio ہے وہ اسے اپنا استحقاق سمجھتے ہیں اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ جائز کمائی ہے۔ اس کے علاوہ بھی وہ ٹھیکیداروں سے ڈیمانڈ

کرتے ہیں۔ مثلاً اگر ایک ہزار روپے کا کوئی ڈویلپمنٹ کا کام ہو رہا ہے تو عملی طور پر موقع پر اس کام پر -/500 روپے سے زائد خرچ نہیں ہوتا باقی سارا اس قسم کی چکر بازیوں میں ہی خرچ ہو جاتا ہے۔ میں وزیر خزانہ صاحب سے یہ عرض کروں گا کہ یہ جو کرپشن کا جن ہے جو تقریباً پچاس فیصد اخراجات کو کھا جانے والا ہے اس پر آپ کی گورنمنٹ نے پانچ سال میں کچھ بھی نہیں کیا۔ بلکہ مجھے یاد ہے کہ جب یہ پوائنٹ اٹھایا گیا تو راجہ بشارت صاحب نے مجھے کہا کہ ڈاکٹر صاحب! آپ ایسی ہی باتیں کرتے رہتے ہیں ایسی کوئی چیز فیلڈ میں موجود نہیں ہے۔ حالانکہ سارا ہاؤس گواہ ہے کہ یہ جو کرپشن کا جن ہے یہ ہمارے وسائل کو بری طرح سے کھاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح کے اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔

جناب والا! اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ انہوں نے اپنی حکومت کی کارکردگی کو سابق حکومتوں کی کارکردگی سے موازنہ کرنے کے لئے بہت سارے فگرز دیئے ہیں۔ مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے اس ضمن میں اعداد و شمار ہی کافی ہیں۔ مثلاً 2002 میں پنجاب میں شرح خواندگی 47 فیصد تھی اب 62 فیصد ہو گئی ہے۔ اسی طرح پرائمری تعلیم کی شرح داخلہ 45 فیصد تھی اب وہ 70 فیصد ہو گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہماری اکنامک پالیسی کے نتیجے میں جو نوکریاں generate ہوئی ہیں وہ چودہ لاکھ ہر سال ہوتی رہی ہیں۔ چیف منسٹر صاحب کی جو پری بجٹ تقریر ہے اس میں تو بالکل تخصیص کے ساتھ انہوں نے ہر سال کا data دیا ہوا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ یہ data کہاں سے آیا ہے اور اگر مجھے اس حوالے سے موقع ملے گا اور اگر منسٹر فنانس اس کا ہمیں break up دے دیں کہ کہاں کہاں یہ نوکریاں پیدا ہوئی ہیں تو اس سے ہماری بڑی رہنمائی ہو جائے گی۔ سب سے زیادہ پریشر اس وقت ہمارے پاس پبلک کی طرف سے آتا ہے کہ لوگوں کے پاس ملازمتیں نہیں ہیں، پڑھے لکھے بھی بے روزگار ہیں اور ان پڑھ بھی بے روزگار ہیں۔ کیفیت یہ ہے کہ بہاولپور میں میرے ساتھ دو کرسچین بھائی تھے انہوں نے کہا کہ سینیٹری ورکر کی اسامیاں خالی ہیں تو آپ ہمارے دو بندوں کی سفارش کر دیں تو میں انہیں ساتھ لے کر ڈائریکٹر سوشل سکیورٹی بہاولپور کے پاس چلا گیا جن سے میری پہلی ملاقات تھی تو انہوں نے مجھے کہا کہ ڈاکٹر صاحب بیٹھیں، چائے پیئیں۔ اس دوران انہوں نے اپنے سٹینو کو بلا کر کہا کہ سینیٹری ورکرز کے لئے جو درخواستیں آئی ہوئی ہیں وہ لے کر آؤ تو جب فائل آ گئی تو انہوں نے دو درخواستیں نکال کر میرے سامنے رکھیں اور کہا کہ یہ دو ایم اے پاس مسلمان نوجوان ہیں جنہوں نے درخواست دی ہے کہ ہمیں سینیٹری ورکر رکھا جائے۔ ڈائریکٹر صاحب نے کہا کہ میں نے ان کو specially بلوایا اور پوچھا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے کس پوسٹ کے لئے apply کیا ہے تو ان امیدواروں نے کہا کہ ہمیں معلوم ہے

کہ ہم نے روزانہ آپ کے دفتر میں جھاڑو لگانا ہے، گیلا کپڑا پھیرنا ہے اور مکمل صفائی کرنی ہے اس کے علاوہ اگر آپ کے دفتر کے نیچے جو گٹر ہے اگر وہ بلاک ہو جائے گا تو ہم نے گٹر کے اندر بھی اترنا ہے یعنی اس حوالے سے یہ کیفیت ہے۔ایک دفعہ میں ملتان میں ڈی ایس ریلوے کے پاس گیا انہوں نے چھوٹی چھوٹی نوکریوں کے لئے درخواستیں مانگی ہوئی تھیں۔ میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو میں نے ان سے پوچھا کہ ان درخواستوں کو مانگے چار پانچ مہینے ہو گئے ہیں لیکن آپ اس پر process کیوں نہیں کر رہے تو انہوں نے کہا کہ صورتحال یہ ہے کہ اڑھائی سو کے قریب پوسٹیں ہیں جن پر ہم نے induction دینی ہے اور کنٹریکٹ پر روزگار دینا ہے اور اس وقت جو میرے پاس درخواستیں ہیں وہ 23500 کے قریب ہیں اس لئے پچھلا ڈی ایس ریلوے بھی اس کو ہاتھ لگائے بغیر چلا گیا کہ اس میں کیسے وہ ہاتھ ڈالے، کس کس کو oblige کرے، کس کس کو رکھے اور کس کس کو نہ رکھے۔ پھر کہا کہ میری بھی یہی کیفیت ہے کہ میں ڈرتا ہوں کہ 23500 درخواستوں کو میں شارٹ لسٹ کیسے کروں، کس طرح میرٹ بناؤں کہ ایک ایک سیٹ پر دو دو سو بچہ آ جائے گا لیکن میرے پاس کل سیٹیں ہی 250 کے قریب ہیں۔یہ صورتحال ان کی بجٹ تقریر کے بالکل برعکس ہے۔اسی طرح انہوں نے کہا کہ 2002 میں پنجاب کی آبادی تقریباً 34.1 فیصد غربت کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کرتی تھی اب یہ 21.1 فیصد رہ گئی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر فنانس منسٹر صاحب اس حوالے سے کچھ فرما دیتے کہ یہ independent agencies ہیں جنہوں نے یہ statistical data اکٹھا کیا ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ زراعت میں بھی ایک statistical کا ادارہ کھلا ہوا ہے وہ گھر بیٹھے رہتے ہیں اور گھر یا دفتر میں ہی بیٹھ کر فگرز اکٹھے کر کے فائلیں حکومت کو پہنچا دیتے ہیں پھر یہ یہاں پر درج کر کے اپنی تقریر میں پیش کر دیتے ہیں۔ میں یہ چاہوں گا کہ جب وزیر خزانہ صاحب اپنی wind up تقریر کریں گے تو اس میں یہ حوالہ دیں جو انہوں نے ناخواندگی اور غربت کے حوالے statistics بیان کئے ہیں۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! wind up کریں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں تعلیم کے حوالے سے یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو کتابیں فراہم کرنے کا سلسلہ ہے یہ یقیناً اچھا ہے لیکن مجھے یہ معلوم ہے کہ یہ پیسے بھی باہر سے قرضوں کی صورت میں لئے ہوئے ہیں اور وہ قوم کو ہی ادا کرنا ہے۔ قوم کی طرف سے یہ ڈیمانڈ نہیں تھی کہ کتابیں دی جائیں بلکہ قوم کی طرف سے

ڈیمانڈ یہ ہے کہ اچھی خاصی تعداد میں ابھی بھی ایسے سکول موجود ہیں جہاں پر سہولیات موجود نہیں ہیں البتہ missing facilities کو دور کرنے کی ضرورت ہے۔یہاں پر ایک ادارہ پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن موجود ہے یہ بہت اچھا کام کر رہا ہے جس کے لئے میں وزیر تعلیم عمران مسعود صاحب کو مبارکباد دیتا ہوں۔(نعرہ ہائے تحسین)

اگر میرے اختیار میں ہوتا تو میں ذاتی طور پر ایجوکیشن کا سارے کا سارا بجٹ پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے حوالے کرتا کیونکہ وہ جو خدمت تعلیم کے حوالے سے کر رہے ہیں وہ بہت اچھی ہے اس میں ہمارے علاقے کے ساتھ جو کچھ ہوتا ہے اس کی کافی تفصیل جناب صدیقی صاحب نے کل بیان کی ہے کہ آپ نے چار ساڑھے چار سال میں سات یونیورسٹیاں بنائی ہیں اور بہاولپور میں ایک یونیورسٹی بھی نہیں بنی۔ لاہور میں بہت سارے انڈر پاس بنے ہیں میں چار سال سے تحریک التوائے کار دے دے کر تھک گیا ہوں۔اس وقت ظہیر صاحب موجود نہیں ہیں۔ایک سال پہلے جب میری تحریک التوائے کار آئی تو مجھے یہاں سے باہر لے گئے اور مجھے کہا کہ آئندہ آپ نے تحریک التوائے کار نہیں دینی اور میں commit کرتا ہوں کہ 2006-07 کے بجٹ میں آپ کو بھی انڈر پاس دیں گے لیکن وہ وعدہ بھی ایفاء نہ ہوا اور اب اگلا بجٹ آ گیا ہے اس پر انہوں نے کہا تھا کہ اگر آپ اس کو raise کریں گے تو میں اس کی commitment دوں گا کہ انشاء اللہ اس سال ہم آپ کو بہاولپور میں دو انڈر پاس دیں گے۔ مجھے معلوم ہے کہ اسمبلیوں کا کوئی پتا نہیں ہے اور مجھے یہی بہانہ کر دیں گے کہ جناب! اسمبلیاں ٹوٹ گئی ہیں اب ہم اس حوالے سے کچھ نہیں کر سکتے۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب! wind up کریں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب والا! بس ایک منٹ میں wind up کرتا ہوں۔ میں آخر میں اس حوالے سے بات کروں گا کہ صورتحال یہ ہے کہ بہاولپور کی تحصیل حاصل پور میں کچھ عرصہ پہلے اعلان کیا گیا تھا کہ کیڈٹ کالج بنے گا۔ وہ قصہ بھی قصہ پارینہ ہو گیا۔اسی طرح کافی عرصہ ہوا بہاولپور ایک انسٹیٹیوٹ آف ایڈوانس سائنس اینڈ ٹیکنالوجی اس کے لئے کافی ایکڑ زمین بھی identify کی گئی اور ایک ریٹائرڈ چیف آف نیول سٹاف ایڈمرل افتخار سروہی کا بطور ریکٹر تقرر بھی ہو گیا۔ ہم نے ان سے رابطہ بھی کیا اور انہوں نے کہا کہ مجھے ریکٹر تو بنا دیا گیا ہے ، زمین بھی identify کر دی گئی ہے لیکن گورنمنٹ کوئی فنڈ فراہم کرے گی تو پھر اس ادارے کو گراؤنڈ کے اوپر لایا جائے گا اور وہ خود بھی اس حوالے سے پریشانی کا شکار ہیں۔

جناب والا! بے روزگاری کے حوالے سے آخری بات میں یہ عرض کروں گا کہ بہاولپور کے ساتھ، جنوبی پنجاب کے ساتھ یہ المیہ ہے کہ جو پاکستان کی cash crop کاٹن بہاولپور میں، جنوبی پنجاب میں پیدا ہوتی ہے لیکن صورتحال یہ ہے کہ اس کی انڈسٹری کم و بیش ساری کی ساری لاہور میں، فیصل آباد اور کراچی میں لگتی ہے۔یہاں سے کاٹن کو لے جانا بھی پڑتا ہے بار برداری کے اخراجات علیحدہ ہوتے ہیں اور اس ضمن میں اگر یہ کر لیا جائے کہ وہاں پر کوئی facilitate کیا جائے بہاولپور میں، ڈی جی خان میں، ملتان میں تو شاید اس سے وہاں علاقے کی development بھی ہو جائے گی اور بہت سارے ترقیاتی کام بھی ہو جائیں گے۔ کچھ عرصہ پہلے روزنامہ ''خبریں'' والوں نے مجھے ملتان میں ایک سیمینار میں دعوت دی تھی اور انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کی محرومیوں کی وجہ کیا ہے۔ میں نے کہا کہ ہماری محرومیوں کی دو وجوہات ہیں۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ پاکستان میں پچھلے ساٹھ سال کے دوران آدھا عرصہ تو براہ راست فوج کی حکومت رہی ہے اور جو باقی عرصہ ہے وہ indirect فوج کی حکومت رہی ہے اور ہمارا جنوبی پنجاب بدقسمتی سے مارشل ایریا سے تعلق نہیں رکھتا اس لئے بہاولپور کا کوئی جنرل نہیں ہے۔ بیشتر جنرلز اپر پنجاب سے تعلق رکھتے ہیں وہ سارے وسائل وہاں پر لے جاتے ہیں اور دوسری محرومی کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے علاقے سے شہروں کو چھوڑتے ہوئے باقی سارے علاقے سے جاگیردارانہ background کے لوگ آتے ہیں۔یہاں پر گورنمنٹ بنچوں کی طرف سے یہ بات بھی آئی تھی کہ جنوبی پنجاب سے بہت سارے سردار، وڈیرے گورنر، وزیر اعلیٰ، صدر تک رہے ہیں اور آپ کے مسائل حل نہیں ہوئے۔ یہ بات اعجاز شفیع صاحب نے کی تھی۔ میں ان کی بات سے سو فیصد اتفاق کرتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہی بات اس حوالے سے ہے کہ جو جاگیردار ہیں وہاں سے منتخب ہو کر آتے ہیں اور جس بھی پارٹی میں ہوتے ہیں وہ ووٹ لے کر آ جاتے ہیں اور پھر اسلام آباد، لاہور اور لندن میں بیٹھے رہتے ہیں اور ہمارے وسائل کو address نہیں کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحب! شکریہ

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں آخری تجویز یہ دوں گا کہ اگر یہ حکومت ہمت کرے تو اس جاگیردارانہ نظام کا خاتمہ کرے اور land possession کی جو آخری حد ہے وہ ساڑھے بارہ ایکڑ کر دے اس کے نتیجے میں عام آدمی اسمبلی میں آئے گا اور اس کے نتیجے میں جنوبی پنجاب میں کوئی بہتری آئے گی۔ شکریہ

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، بگو صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! بڑا ہی اہم پوائنٹ آف آرڈر ہے کہ پچھلے دنوں میں نے اپنی تقریر میں بھی یہ کہا تھا کہ محکمہ تعلیم میں آٹھویں جماعت کے امتحان ملتوی ہو گئے ہیں اور پانچویں جماعت کے جو دو پیپرز leak out ہو گئے وہ بھی ملتوی ہو گئے۔ اب ان کی پالیسی یہ ہے کہ اگر کوئی بچہ آٹھویں کا بورڈ کا امتحان نہیں دے گا یا پانچویں کلاس کا بورڈ کا امتحان نہیں دے گا تو پھر آگے گورنمنٹ کے process میں نہیں جا سکتا۔

جناب سپیکر! میری آپ سے درخواست ہے کہ اس وقت confusion ہے۔ روزانہ سیالکوٹ سے ٹیلی فون آتے ہیں، یہاں پر بھی لوگ ہم سے پوچھتے ہیں کہ اس سلسلے میں گورنمنٹ کی پالیسی کیا ہے، کیا حکومت آٹھویں جماعت کا امتحان لینا چاہتی ہے یا نہیں لینا چاہتی؟ اس سلسلے میں میں آپ سے درخواست کروں گا کہ وزیر تعلیم جو تشریف فرما ہیں اور شاید تھوڑی دیر بعد بھاگ جائیں ان سے آپ اس سلسلے میں پوچھ لیں۔

جناب سپیکر: جی، وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! آپ نے ان کی سنجیدگی کا لیول تو دیکھ لیا ہے کہ اتنی اہم بات ہے اور یہ ہمیشہ اس کو مذاق کے رنگ میں اڑا دیتے ہیں۔ پانچویں اور آٹھویں کا امتحان ہونا تھا جو کہ نہیں ہوا اس کی دو وجوہات ہیں۔ ایک تو ہمارے ٹیچر حضرات نے پانچویں کا امتحان نہیں ہونے دیا۔ سنٹرز میں جا کر انہوں نے توڑ پھوڑ کی، بچوں کو باہر دھکے مار کر نکال دیا۔ انہوں نے والدین کو بھی بڑا پریشان کیا۔ ایک تو یہ وجہ ہے اور دوسری وجہ یہ تھی کہ ایک دن پہلے transportation میں پرچہ سڑکوں پر گر گیا اور وہ اخبارات کے ہاتھ لگ گیا اور انہوں نے وہ پرچہ چھاپ دیا۔ ہم نے وہ پرچہ دوبارہ نہیں دیا۔ ہمارے پاس چھ alternate papers ہوتے ہیں۔ ہم نے وہ پرچہ کینسل کر کے نیا پرچہ دے دیا۔ وہ پرچہ جو گر گیا تھا اس کی بھی انکوائری ہو رہی ہے اور میں ہاؤس کے سامنے انشاء اللہ تعالیٰ پیش بھی کروں گا اور میں اپنی تقریر میں بھی اس کے واقعات بتاؤں گا۔ فی الحال ہم نے ٹیچرز کے معاملات کو دیکھتے ہوئے پانچویں اور آٹھویں کا امتحان ختم کر دیا۔ یہ امتحان بورڈ کا نہیں ہوتا یہ صرف ہمارا انٹرنل امتحان ہے۔ بورڈ کا امتحان صرف دسویں اور بارہویں کا ہوتا ہے۔ یہ ہم assessment کرتے ہیں کہ ہمارا معیار تعلیم کیسا ہے۔ ہم جو پیسا لگاتے ہیں، ٹیچر کیسا پڑھا رہا ہے، نصاب کیسا ہے۔ یہ ہماری internal assessment ہوتی ہے۔ میں ہاؤس کی اطلاع کے لئے اور معزز ممبر کی اطلاع کے لئے اور عوام کے لئے ہم

نے پہلے ہی اخبارات کے ذریعے کہہ دیا ہے کہ بچے یہ امتحان دیں یا نہ دیں، بچے automatically promote ہو جاتے ہیں اس میں فیل پاس سسٹم نہیں ہوتا۔ یہ صرف ہماری assessment ہوتی ہے۔ فیل پاس صرف دسویں اور بارہویں میں ہوتا ہے لہذا ہم نے ایک سرکلر نکال دیا ہے کہ وہ امتحان دوبارہ نہیں لیں گے آئندہ جو امتحان ہو گا وہ لیں گے لہذا بچے promote ہو گئے ہیں اور چھٹیوں پر چلے گئے ہیں۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ محترمہ سامیہ امجد صاحبہ!

ڈاکٹر سامیہ امجد: شکریہ۔ سپیکر صاحب! اج دی ایس اچی سچی بھاگاں والی دودھ پت والے دانیاں سیانیاں تے پکے پیڈیاں دی پریں وچ جہڑا جھیڑا، جہڑا رولا، جہڑا سیاپا تسیں نیاں لئی، تنارے لئی تے ٹاکرے لئی اج پیش کیتا اے اوہدے اک آکھن دی ونڈ ہے بجٹ 08-2007 ایتھے بیٹھے سارے دے سارے لوکی اج سر جوڑ کے ایس واسطے بیٹھے ہن کہ ایہہ جہڑا بجٹ پنجواں تے تاریخی پیش ہویا اے۔ اوہدے وچ کتھے کتھے جھول اے تے کتھے کتھے چنگیاں گلاں نیں لیکن ساڈے لئی ایس وقت سب توں ضروری ایہہ وے کہ اگر کوئی جھول اے تے اوہنوں سدھا کریئے۔ میں اج دی تقریر پنجاب دی کسان خواتین دے ناں کرنا چاہنی آں تے ایسے واسطے اج جرأت کیتی اے کہ چلو پنجابی وچ اظہار خیال کیتا جائے تاکہ میرا جہڑا پیغام اے، اوہناں سوانیاں دا جہڑا پیغام اے، جہڑی کسان عورتاں نیں، جہدے اُتے سارے دا سارا اساڈی اوہ مزدور عورت دی جہڑی شان اے اوہدی۔ وجہ ایہہ وے کہ جہڑیاں وی عورتاں پڑھیاں لکھیاں ہن ڈاکٹر ہن، ٹیچر ہن، وکیل ہن اوہناں دی کل پندرہ فیصد کماندیاں ہن، چاہے تسیں جج لے لوو، چاہے تسیں لیڈی ڈاکٹراں لے لوو۔ اوہ پندرہ فیصد تو زیادہ خواتین نوں represent نئیں کردیاں ۔ ہاں اگر تسیں agriculture تے مزدور عورت نوں لوو تے اوتھے 68 فیصد عورت مزدور اے تے باقی جہڑے مرد ہن اوہ مزدوری کردے ہن، ایہدا مطلب ایہہ وے کہ اگر ایس ایوان وچ اوہناں عورتاں لئی آواز نئیں اٹھائی گئی تے انصاف نئیں ہویا۔ میں ایہہ چاہنی آں کہ ایہناں 68 فیصد کسان خواتین واسطے جہڑا لیبر۔۔۔

انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں: آج بڑی خوشی ہے کہ ڈاکٹر سامیہ امجد نے پنجابی میں شروع کیا ہے لیکن میں ان سے یہ درخواست کروں گا کہ جو انگریزی کے لفظ بول رہی ہیں وہ بھی پنجابی میں translate کر کے بولیں

تاکہ پنجابی کی پوری ترجمانی ہوسکے۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، محترمہ!

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میں اپنی کمزوری دا اعتراف کرنی آں لیکن میری کوشش نوں بہت زیادہ جانو کہ یں 68 نوں اٹھاٹھ فیصد نئیں آکھ سکی۔ اٹھاٹھ فیصد عورتاں دے واسطے میں ضرور ایہہ آکھنا چاہنی آں کہ جہڑے ساڈے لیبر دے قوانین ہن یا کسان خواتین دے قوانین ہن اوہناں دی جہڑی روز دی مزدوری اے اوہناں واسطے جہڑا سپیشل کوٹا ہونا چاہی دا اے، ہر قرضے وچ، مائیکروکریڈٹ وچ، ساڈے ٹریکٹراں دے جہڑے قرضے ہن اوہناں دے وچ اوہناں دے حصے نوں ودھان دی اج اپیل اے۔ کیونکہ میں ایہہ چاہنی آں کہ جنی وی ایہناں خواتین نوں اسیں شاباش دے لیئے۔ ساڈیاں اومزدور خواتین جنہاں دے پنڈے وے سڑ دے نیں تے انگلیاں دیاں پوراں وی دکھ دیاں نیں کپاہ دواں نوں چُگ کے، اوتھے کم کر کے۔۔۔

سید مجاہد علی شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب!

سید مجاہد علی شاہ: جناب سپیکر! محترمہ آج اس اسمبلی میں ایک نئی روایت قائم کر رہی ہیں۔ بے شک انہیں اجازت ہے تو کیا ہمیں بھی یہ اجازت ہو گی کہ ہم سرائیکی میں اپنی تقریر کر سکیں؟

جناب سپیکر: شاہ صاحب! جب آپ کو موقع دیا جائے گا تو پھر دیکھیں گے۔ جی، محترمہ!

ڈاکٹر سامیہ امجد: شکریہ۔ جناب سپیکر! اج جیہڑی گل تے میں تہاڈا دھیان لیاناں چاہندی آں اوہ ایہہ وے کہ انٹرنیشنل یا بین الاقوامی جیہڑے پروگرام شروع کیتے گئے سن پاکستان وچ او، صرف تے صرف ٹریننگ ول سن کہ ایناں دیاں ٹریننگاں کیتیاں جان تے ایہہ بہتر سیاستدان بن جاہے اوہ گریپ دا پروگرام سی یا GRBI دا سی جاہے اوہ gender sensitive بجٹ دی گل سی۔ اوہ بجٹ جیہڑے نیں اوہ اس حکومت نے پہلی وری شروع تے کیتے۔۔۔

جناب محمد وقاص: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب محمد وقاص: جناب سپیکر! ابھی خانزادہ شجاع صاحب اور میں دونوں یہ محسوس کر رہے تھے کہ پنجاب کے

کچھ علاقے اٹک کے اُس پار پشتو بھی بولی جاتی ہے تو پھر آپ ہمیں پشتو میں موقع دیں گے؟

جناب سپیکر: یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ آپ تشریف رکھیں۔ جی، محترمہ!

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میں اپنی باقی تقریر انگریزی وچ کرنی آں اگر پشتو بولن والیاں نوں سمجھ نئیں آ رہی تو

We were talking about the GRBI and the GRAP Programme and the Common Wealth Parliamentarians Programme. These were the programmes which internationally attached to Pakistan simply because we wanted to build the capacity of the women politicians and the women in general to have a better capacity to earn.

Sir, I would like to focus on that and when I focus on that we are proud to say that this is the Government which took the initiative of bringing millions of rupees into the gender sensitivity. We are trying to assess whether the budget is responding to the females at all or not.

سید مجاہد علی شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب!

سید مجاہد علی شاہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! مجھے اس بات پر انتہائی افسوس ہو رہا ہے کہ محترمہ اپنی قومی زبان کی طرف نہیں آ رہیں بلکہ یا تو پنجابی پر آ جاتی ہیں یا پھر انگریزوں سے متاثر ہیں اور ہمیں بھی متاثر کرنا چاہتی ہیں۔ ہمیں پتا ہے کہ یہ پڑھی لکھی ہیں اور ماشاء اللہ ڈاکٹر ہیں۔ انہیں انگریزی آتی ہو گی۔ خدا کے لئے ہمیں impress نہ کریں کہ آپ کو انگلش آتی ہے۔ مہربانی کریں اور اپنی قومی زبان میں بات کریں تو ہمیں زیادہ خوشی ہو گی۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آہستہ آہستہ قومی زبان کی طرف بھی آ جائیں گی اور آج محترمہ ساری بولیاں بولیں گی۔ جی، محترمہ! (نعرہ ہائے تحسین)

ڈاکٹر سامیہ امجد: میرے عزیزو! میری بات کو توجہ سے سننے والو !

حیات دکھ ہے، ممات دکھ ہے جدائی تو خیر آپ دکھ ہے
کہ ملنے والے جدائی کی رات میں مل رہے ہیں

یہ ہونا دکھ ہے نہ ہونا دکھ ہے
تمام دکھ ہیں دوام دکھ ہے

میرا خیال ہے کہ میں نے بارہا آج تک پانچ سالوں میں کافی حب الوطنی کا ثبوت دیا ہے لیکن اگر آپ چاہتے ہیں کہ آج بھی آپ مجھے آزمالیں تو میں حاضر ہوں۔ حب الوطنی ہی سہی، یہ وہ زبان ہے اور یہ وہ اظہار ہے، یہ وہ جذبے ہیں کہ چاہے سرائیکی میں کئے جائیں، پنجابی میں کئے جائیں، انگلش میں کئے جائیں، امریکنائزڈ میں کئے جائیں، آج بات ہو گی تو صرف خواتین ہی کی بات ہو گی۔ جس زبان میں آئیں وہ ہو گی اور جہاں تک پشتو کی بات ہے وہ مجھے نہیں آتی۔ وہ میرے بھائی کھڑے ہو کر ٹرانسلیٹ کر دیں تو بڑی مہربانی ہو گی۔

جناب سپیکر! بات کو میں جہاں لانا چاہ رہی ہوں وہ یہ ہے کہ یہ وہ وقت ہے دنیا میں جہاں پر gender sensitivity کی بات شروع ہوئی ہے کہ اگر ان مردوں نے بجٹ پیش کئے ہیں تو اس میں خواتین کا کیا حصہ رہا اور اس میں جو پراجیکٹس بنے تو اس میں خواتین کے کیا مفادات رہے؟ اس میں چار سیکٹرز جس میں ایجوکیشن، پاپولیشن ویلفیئر بھی شامل ہیں۔ اس gender sensitivity یا gender sensitivity budget یا gender sensitive budget statement میں اس کی assessment کی گئی اور ایک خطیر رقم اسی لئے رکھی گئی تاکہ پتا چلے کہ اس دور میں ہماری حکومت نے خواتین کا نام لیا تھا، ترامیم کی تھیں، ان کو نمائندگی دی تھی تو اس کا کیا بنا؟ یہ منہ بولتا ثبوت ہے کہ تین سال میں جس قدر کام خواتین کی capacity کو build کرنے کے لئے کیا گیا، وہ سامنے ہے اور اس gender sensitive budget کے متعلق پورے اضلاع کی ایک انوسٹی گیشن ٹیم نے یہ بتایا کہ نہ صرف سیاسی خواتین کو women سکول کے ذریعے ٹریننگ دی گئی بلکہ ہمارے وزیراعظم شوکت عزیز صاحب کے کہنے پر 150 ملین سپیشلائزڈ ٹریننگ اس لئے کی جا رہی ہے کہ سوشل ویلفیئر یا کاٹیج انڈسٹریز میں جو پرانے زمانے میں ٹریننگ دی جاتی تھی وہ اب outdated ہو گئی ہے اور نئی تجارتوں میں خواتین اور مردوں کو trained کیا جا رہا ہے تاکہ اس کا انفراسٹرکچر بہتر ہو جائے۔

جناب سپیکر! میں اپنی تقریر میں جس چیز کو فوکس کرنا چاہتی تھی وہ یہ ہے کہ جتنے بھی انٹرنیشنل

سٹینڈرڈ ہیں یا جتنے بھی خواتین کے لئے انٹرنیشنل پروگرام لائے گئے ہیں ان کو پنجاب حکومت نے link کیا۔ Women empowerment کی minister آشفہ ریاض فتیانہ ہنگامی طور پر اٹھ کر گئی ہیں اور فنانس منسٹری کو میں اس چیز کی داد دینا چاہتی ہوں کہ وہ کام جو کبھی 60 سال میں شروع ہی نہیں کیا گیا تھا، وہ خواتین جو صرف مزدور ہی رہ گئیں تھی، جن کی مزدوریاں کبھی پوری دی ہی نہیں گئی تھیں، جن کو کبھی trained کیا ہی نہیں گیا تھا، ان کو کمانے کے قابل سمجھا ہی نہیں گیا تھا، آج ان پر ایک خطیر رقم صرف اس لئے خرچ کی جارہی ہے کہ اگر وہ سیاست میں سامنے آئیں، انڈسٹری میں سامنے آئیں اور ڈاکٹری میں سامنے آئیں تو وہ بہت زیادہ کامیاب ہوئیں۔

جناب سپیکر! اہاں میں جو تجاویز دینا چاہتی ہوں وہ بہت اہم ہیں اور یہ ہیں کہ کامن ویلتھ بزنس وومن نیٹ ورک ایک ایسا ادارہ ہے جنہوں نے کئی ملکوں میں یہ کر کے دیکھا ہے کہ صرف capacity building یا ٹریننگ کے لئے جو پروگرامز بنائے جاتے ہیں وہ کافی نہیں ہیں، خواتین بہترین business women بھی ہیں اور women business اور Finance Ministry and Women Empowerment Ministry کو میں سفارش کرتی ہوں کہ افریقہ میں سمال کاٹیجز اور بزنس میں خواتین 61 فیصد کمائی کر سکتی ہیں تو یہاں پاکستان میں بھی اس طرف توجہ دی جائے اور ہمارے ایکسپورٹ پروموشن بیوروز اور women tribunals کو ان کے لئے بجٹ میں ایک ایسا substantial حصہ رکھا جائے کہ جب خواتین سامنے آئیں تو باہر کے ملکوں کی طرح وہ پاکستان میں بھی یہ ثبوت دے سکیں کہ وہ بہترین business women بھی ہیں۔ میں یہاں پر ایک مثال دوں گی کہ مدینہ ٹیکسٹائل ملز میاں چنوں کی مالک بھی عورت ہے، جس کی مزدور بھی عورت ہے اور جس میں کام کرنے والی تمام مینجرز بھی عورت ہیں۔ آپ جا کر دیکھیں کہ خواتین بزنس کے قابل ہیں۔ وہ وقت آ گیا ہے کہ جب خواتین سامنے آتی ہیں تو نہ صرف ٹریننگ میں ان کی GRBIs اور gender sensitive budget کو examine کیا جائے بلکہ بزنس کی طرف بھی ان کو لایا جائے تو یہ ہمارے پاکستان اور حکومت کی ایک نئی کامیابی ضرور ضرور رقم ہو گی۔

میں ایک political school کا ذکر ضرور کروں گی کہ آپ لوگوں کو اس چیز کی مبارکباد دینا چاہتی ہوں کہ اگر women political school جو کہ خواتین کو politically آگے بڑھنے میں اور ٹریننگ کرنے کے لئے ایک پروگرام شروع کیا گیا تھا، اس کی پذیرائی اس قدر ہوئی کہ پچھلے ہی دنوں مالدیپ میں کامن ویلتھ ایسوسی ایشن میں مالدیپ کی حکومت نے یہ request کی کہ ہمیں بتائیے کہ پنجاب میں اور

پاکستان میں یہ سکول کیسے کامیاب ہوا، ہم اس کو کاپی کرنا چاہتے ہیں۔ میں اس چیز کی داد دوں گی کہ ہاں! جب دنیا بھی سننے لگے کہ women representation پاکستان میں اگر ہوئی، جنرل مشرف نے کی، چودھری شجاعت حسین نے کی، چودھری پرویزالٰہی نے پنجاب میں substantially کی تو اس کی کامیابی کے جھنڈے اس بجٹ تقریر کے ذریعے میں رقم کرنا چاہتی ہوں کیونکہ نہ صرف یہ تاریخ مردوں کے لئے لکھی گئی کہ پانچ سال حکومت رہی بلکہ خواتین کے لئے بھی لکھی گئی کہ وہ کسی بھی طرح کہیں بھی پیچھے نہیں رہیں تھیں۔

جناب سپیکر! ان چند تجاویز کے ساتھ میں آپ کا بہت بہت شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ نے مجھے سب سے پہلے وقت دیا اور اس ایوان کا بھی شکریہ ادا کرتی ہوں کہ جس بھی زبان میں گفتگو کریں، ان مردوں کے دل ہم خواتین کے لئے ہمدردی رکھتے ہیں۔ انہی کی وجہ سے، انہی کے سہارے سے ہم آج یہاں تک کامیاب ہو کر بڑھی ہیں۔ شکریہ

جناب سپیکر: محترمہ شہناز سلیم صاحبہ!

محترمہ شہناز سلیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! اس حکومت کا پانچواں 356۔ ارب روپے کا بجٹ پیش ہوا ہے جسے غریب پرور اور عوام دوست کہا گیا ہے اور اس بجٹ کو بہتر پیش کر کے بہت ساری مبارکبادیں بھی وصول کی گئی ہیں لیکن میرے خیال میں اس بجٹ میں غربت ختم کرنے کے جو پروگرام دیئے ہیں اس کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ ان کی نظر میں چند ایک خاندان جو بہت غریب ہیں ان کے لئے -/500 روپے ماہانہ مقرر کیا ہے وہ 16.50 روپے روزانہ کے بنتے ہیں۔ اس 16.50 روپے سے کسی کا چولہا تو نہیں جل سکتا اس سے صرف ایک موم بتی ہی جل سکتی ہے اور اس رقم سے غریب کو فقیر ہی بنایا گیا ہے اس سے غریب کی کوئی امداد نہیں ہوئی۔ یہ رقم کسی کو دیتے ہوئے اور لیتے ہوئے بھی یہ احساس ہوتا ہے کہ یہ بہت ہی کم رقم ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے پنجاب کی خوشحالی کی بہت باتیں کی ہیں خاص طور پر جنوبی پنجاب کا بھی ذکر ہوا ہے لیکن جناب وزیر خزانہ کو پتا ہے کہ جنوبی پنجاب کی غربت کا یہ عالم ہے کہ وہاں کے والدین چھ بچوں میں سے چار بچے پالنے کے لئے دو بچے اونٹ ریس کے لئے خود اپنی مرضی سے بھیجنے کے لئے مجبور ہیں۔ انسانی اعضاء فروخت کر کے وہ اپنے بچوں کا کھانا پورا کر رہے ہیں۔ وہاں بچے بھی اس مجبوری کی وجہ سے فروخت ہو رہے ہیں کہ وہاں پر کھانے کی کمی ہے اور ان کی ضروریات زندگی پوری نہیں ہو رہی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ! صرف ایک منٹ کے لئے ٹھہر جائیں۔ مجھے یہ اطلاع دی گئی ہے کہ سلمان رشدی کو

برطانیہ کی طرف سے "سر" کا خطاب دینے کے اقدام کے خلاف صحافی حضرات 11 بجے واک آؤٹ کریں گے اور اسمبلی سیکرٹریٹ کی سیڑھیوں پر احتجاج کریں گے اور قرارداد مذمت پیش کریں گے۔جی، بی بی! اپنی تقریر جاری رکھیں۔

محترمہ شہناز سلیم: جناب سپیکر! اس کے علاوہ ہمارے بجٹ میں یہ بتایا گیا ہے کہ سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں پندرہ فیصد اضافہ ہوا ہے۔پندرہ فیصد اضافے کے ساتھ ساتھ تقریباً ساٹھ فیصد مہنگائی کا جو اضافہ ہوا ہے اس میں یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ مہنگائی کا 47 فیصد حصہ اشیائے خورد ونوش میں ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! آپ نے صحافی بھائیوں کی جس بات سے ایوان کو آگاہ کیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ اتنا emotional cause ہے پوری دنیا کے مسلمانوں کا کہ اگر صحافی بھائی اس بارے میں protest کر رہے ہیں تو آپ تھوڑی دیر کے لئے ہاؤس adjourn کریں تاکہ ہم بھی ان کو join کریں۔

جناب سپیکر: وہ تو ہم پہلے ہی قرارداد مذمت پاس کر چکے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! پھر آپ اس اطلاع کو اس ایوان میں اس طرح سے نہ دیتے اگر آپ نے دی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس protest میں ہمارا شامل ہونا بنتا ہے۔

جناب سپیکر: دیکھیں، ان کی طرف سے مجھے اطلاع دی گئی ہے میرا فرض بنتا تھا کہ میں یہ اطلاع ایوان کے روبرو پیش کروں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں صحافیوں کی اور آپ کی اس روایت کو یہاں پر quote کروں گا کہ جب بھی صحافیوں نے اپنے کسی personal cause کے لئے واک آؤٹ کیا ہے تو ہم نے ہاؤس کی کارروائی کو adjourn کیا، اسے روکا اور معزز ممبران کو باہر بھیجا تاکہ جا کر ان کو لے کر آئیں۔

جناب سپیکر: نہیں، وہ تو لے کر آئیں گے۔

رانا ثناء اللہ خان: اگر آج وہ اس مقصد کے لئے گئے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم ان کے ساتھ شامل ہوں تو میں یہ ایک positive gesture ہوگا اور اتنی دیر ہاؤس adjourn کرنے میں کوئی عار نہیں ہونا چاہئے۔
جناب سپیکر: ٹھیک ہے جو معزز اراکین اسمبلی شمولیت کے لئے جانا چاہتے ہیں تو وہ جا سکتے ہیں۔
رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس سے تاثر یہ ہوگا کہ جو بھائی، جو معزز رکن نہیں جائے گا اس کے بارے میں خواہ مخواہ ایسے ہی ایک negative impression ہوگا۔
جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ سب اراکین اسمبلی کو اجازت ہے کہ وہ جائیں اور ہاؤس دس منٹ کے لئے adjourn کیا جاتا ہے۔
رانا ثناء اللہ خان: شکریہ جی۔

(اس موقع پر صحافیوں سے یک جہتی کے لئے ہاؤس کی کارروائی 10 منٹ کے لئے ملتوی کی گئی)

(اس مرحلہ پر 11 بج کر 30 پر جناب سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر: جی، صحافی حضرات واپس آ گئے ہیں؟
جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔
جناب سپیکر: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! آج حکومت اور اپوزیشن کے سب لوگوں نے باہر سیڑھیوں میں کھڑے ہو کر صحافی بھائیوں کے ساتھ مل کر جو احتجاج کیا ہے اس پر مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات کتنی محبت اور اتحاد کی علامت ہے کہ چار سالہ اسمبلی میں دو بار گورنمنٹ اور اپوزیشن کے لوگوں نے اکٹھا احتجاج کیا۔ ایک بار جب نبی کریم ﷺ کے خاکے بنائے گئے اس میں وزیر اعلیٰ اور اپوزیشن لیڈر نے اس جلوس کی قیادت کی اور ہم سب اس میں شامل ہوئے اور پھر آج مشترکہ احتجاج کیا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ پر لاکھوں کروڑوں درود۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری یہ چھوٹی سی مساعی اپنی بارگاہ الٰہی میں قبول کر لے۔ شکریہ
معزز ممبران: آمین۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! آپ کی مہربانی اور آپ کے فیصلے کی وجہ سے یہ مشترکہ احتجاج ہوا ہے لیکن یہ باتیں بار بار آ رہی ہیں کہ شاید ابھی تک اسمبلی سے کوئی باضابطہ قرارداد مذمت پاس نہیں ہوئی لہذا استدعا ہے کہ اگر پہلے نہیں ہوئی تو پھر اب اس کا کوئی بندوبست ہو جائے۔

جناب سپیکر: جو قرارداد پاس ہوتی ہے وہ باضابطہ ہی ہوتی ہے۔ پورے ہاؤس نے متفقہ طور پر وہ قرارداد مذمت پاس کی ہے۔ ارشد محمود بگو صاحب نے جو بات کی ہے کہ صحافی حضرات نے احتجاج کیا۔ یہ بڑی خوش آئند بات ہے کہ پورا ایوان خواہ کسی دوست کا تعلق حکومتی بنچوں سے تھا یا اپوزیشن سے سب نے متفقہ طور پر صحافیوں کے ساتھ مل کر احتجاج کیا۔ میں یہ دیکھ کر دلی طور پر خوش ہوں۔ جیسے بگو صاحب نے کہا کہ دو مواقع ایسے آئے جن پر اپوزیشن اور حکومتی پارٹی نے یک جان ہو کر آج بھی احتجاج کیا اور اس سے پہلے بھی ایک بار ایسا موقع آیا تھا۔

ایوان میں چھوٹے موٹے معاملات چلتے رہتے ہیں اور ہاؤس کی یہ روایت بھی رہی ہے کہ گورنمنٹ کی طرف سے جو بھی بزنس آتا ہے اس پر اپوزیشن نے ہمیشہ تنقید ہی کرنی ہوتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر جائز حد تک اور دائرہ اخلاق میں رہ کر تنقید بھی کی جائے تو حکومت اسے خوش اسلوبی سے سنتی ہے اور اپوزیشن کی طرف سے جو اچھی تجاویز آتی ہیں ان پر عمل بھی ہوتا ہے۔ میں حکومتی بنچوں پر بیٹھے دوستوں سے بھی یہ کہوں گا جیسا کہ آپ سب کو معلوم ہے کہ یہ اسمبلی پانچ سال کے لئے منتخب ہوئی تھی اب اس کا پانچواں سال جا رہا ہے لہذا گزشتہ ساڑھے چار سالوں میں جو کچھ ہوا وہ بھول جائیں اور مزید ہاؤس کا ماحول بہتر بنانے کے لئے جیسے آج صحافیوں کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کیا ہے اسی طرح ہمارے رویوں میں تھوڑی بہت تبدیلی آنی چاہئے اور ہاؤس smoothly چلنا چاہئے۔ بہت مہربانی۔ جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے اس معزز ایوان کے تمام اراکین بشمول اپوزیشن اور بالخصوص صحافی برادری کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ ہم نے متفقہ طور پر اور متحد ہو کر پاکستان کے عوام اور بالخصوص پوری مسلم امہ کے مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی کی ہے۔ اس لحاظ سے آپ نے جن خیالات کا اظہار فرمایا ہے میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں کہ اپوزیشن نے بلا امتیاز اور بلا تفریق ہر اس issue سے ہمارے ساتھ اتحاد کیا اور اسی طرح پریس نے بھی ہمیشہ قومی مؤقف پر بھرپور طریقے سے اپنا اظہار کیا ہے۔ آج

بھی انھوں نے جو احتجاج کیا اس میں انھوں نے حکومتی اور اپوزیشن بنچز کو دعوت دی اور ہمارے تمام دوست بشمول حکومتی اور اپوزیشن بنچز سے ان کے ساتھ شامل ہوئے اور ہم نے مل کر یہ احتجاج ریکارڈ کروایا اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک انتہائی خوش آئند بات ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ آئندہ بھی قومی issues پر جہاں قومی یکجہتی کی ضرورت ہو گی ہم اسی طرح متحد رہیں گے۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، محترمہ!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صوبائی پیشہ ورانہ انتظامی ترقی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: بریگیڈیر صاحب! کافی بات ہو گئی ہے اب چلنے دیں۔ چونکہ آج بجٹ پر عام بحث کا آخری دن ہے اور میرے پاس کافی مقررین کے نام ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صوبائی پیشہ ورانہ انتظامی ترقی: جناب سپیکر! مجھے بات کرنے کا موقع دیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صوبائی پیشہ ورانہ انتظامی ترقی: جناب سپیکر! کل ایوان میں جو مسئلہ اٹھا تھا اس بارے میں آج اخبار میں شاہ محمود قریشی صاحب کی تردید آ گئی ہے۔ انھوں نے یہ بڑی اچھی بات کی ہے۔ سلمان رشدی کی بات ہو رہی ہے۔ اس حوالے سے پوری امہ اور اس ایوان کے دل دھڑکتے ہیں۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ پاکستان امریکہ کا فرنٹ لائن اتحادی ہے اور ہم نے بے پناہ جہادیوں کو بغیر کسی شرط کے امریکہ کے حوالے کیا ہے۔ آج جب سلمان رشدی امریکہ کی سرزمین پر براجمان ہے اور ہمیں اپنے دانت بھی دکھا رہا ہے اور اس کے حمایتی برطانیہ نے اسے سب سے بڑا اعزاز دیا ہے۔ میری استدعا ہے کہ اس ایوان کو ایک قرارداد پاس کرنی چاہئے اور صدر پاکستان سے یہ مطالبہ کرنا چاہئے کہ ہم سلمان رشدی کو واپس منگوائیں اور امریکہ سے مطالبہ کریں کہ ہم نے ان کے لئے بہت ساری قربانیاں دی ہیں اور آج ہمیں ضرورت ہے کہ سلمان رشدی کو امریکہ سے نکالا جائے اور پاکستان کے حوالے کیا جائے۔ صرف اس طرح protest کرنے اور قراردادیں پاس کرنے سے ہمارا مسئلہ حل ہو گا اور نہ ہی ہمیں کوئی اہمیت دے گا۔ اگر آپ واقعی اس معاملے کو اہمیت دلانا چاہتے ہیں تو پھر ہمیں اس ایوان سے یہ قرارداد صدر پاکستان تک پہنچانی چاہئے۔ شکریہ

جناب سپیکر: بریگیڈیر صاحب! آپ لاء منسٹر صاحب کے ساتھ بیٹھ جائیں ساتھ اپوزیشن کی طرف سے رانا ثناء اللہ خان، ارشد محمود بگو اور سمیع اللہ خان کو بھی لے لیں۔ آپ جو بھی فیصلہ کریں گے انشاء اللہ ہاؤس

اسے adopt کرے گا۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! شاید بریگیڈیر صاحب کو علم نہیں کہ سلمان رشدی کا تعلق پاکستان سے نہیں بلکہ بنیادی طور پر اس کا تعلق انڈیا سے ہے۔ اس قرارداد کے ذریعے انھیں یہ تو باور کرایا جاسکتا ہے کہ یہ ہمارا ملزم ہے کیونکہ اس نے ہمارے نبی محترم پر باتیں کی ہیں لہذا اسے ہمارے حوالے کیا جائے۔۔۔

جناب سپیکر: آپ لاء منسٹر صاحب کے ساتھ بیٹھ کر طے کر لیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جی، درست ہے۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: شکریہ۔ جناب سپیکر!

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! ابھی راجہ بشارت صاحب کہہ رہے تھے کہ قومی issue پر اپوزیشن کے ساتھ دینے پر انھیں بہت خوشی ہوئی ہے۔ میں آپ کی وساطت سے ان سے یہی عرض کروں گا کہ اختلافات تو ہمیشہ سیاست کا حسن ہوا کرتے ہیں اور اگر اپوزیشن نہ ہو تو ایوان مکمل نہیں ہوتا۔ جیسے اگر چوبیس گھنٹے دن ہو تو پھر دن کی قدر نہ ہو۔ دنیا میں ہمیشہ دو ہی طاقتیں رہی ہیں اچھائی اور برائی۔ یہ ملک کسی ایک شخص کی جاگیر نہیں ہے بلکہ ہم سب کا ہے تو پھر ہم قومی issues پر کیسے اکٹھے نہیں ہوں گے اور پھر یہ issue قومی سے بڑھ کر مسلم امہ کا ہے جس پر ہم سب اکٹھے ہیں اس لئے ارباب اقتدار کو بھی کچھ سوچنا چاہئے۔ جیسے قادر مطلق اللہ تعالیٰ نے اپنے مخالف ابلیس کو بھی برداشت کیا ہوا ہے۔ انسان تو اشرف المخلوقات ہے لہذا ان کو چاہئے کہ یہ بھی اپوزیشن کو برداشت کریں۔۔۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

معزز ممبران حزب اقتدار: ابلیس، ابلیس۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! میرے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ اچھا حکمران وہ ہوتا ہے جو سب کے لئے مساوی

بات کرے لیکن یہاں پر تو ہمیں تعصب کا شکار بنایا گیا ہے۔ مجھے بتایا جائے کہ ساڑھے چار سال میں اپوزیشن کے کس ممبر کو ترقیاتی فنڈز دیئے گئے ہیں۔ کیا ہمیں صرف اس بات کی سزا دی گئی ہے کہ ہم وفادار رہے۔ قرآن میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی قدر کرتا ہے جو ثابت قدم رہتا ہے۔ جو ادھر ادھر پھرتے رہتے ہیں یا منافقت کرتے رہتے ہیں ان کی اللہ کے نزدیک بھی کوئی قدر نہیں ہے۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب! شکریہ

سید ناظم حسین شاہ: اس لئے میرا کہنے کا مطلب یہی تھا کہ ہم قومی issues پر ہمیشہ ایک ہیں اور جب بھی قوم کو ضرورت ہو گی ہم اپنا خون دینے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔

جناب سپیکر: بہت مہربانی۔ محترمہ آپ فرمائیں!

سید ناظم حسین شاہ: جناب والا! آپ اخبارات پڑھ لیں انہوں نے اس issue کو بہت اچھالا تھا تو اب میں یہ وزیر قانون سے یہ توقع کر رہا تھا کہ یہ اس کی بھی appreciation کر دیں گے جو تردید آئی ہے۔

محترمہ شہناز سلیم: شکریہ۔ جناب سپیکر! میری بات ابھی مکمل ہونی ہے۔ یہاں بات ہو رہی تھی صوبے میں غربت کی۔ یہ مخالفت برائے مخالفت کی بات نہیں ہے یہ حقیقت ہے کہ ہمارے اضلاع میں، میں واضح طور پر یہ بات کہنا چاہتی ہوں کہ وہاں پر ماں باپ والدین خود ہی اپنے بچوں سے چائلڈ لیبر کروانے پر مجبور ہیں۔ بچے وہاں پر اس طرح کا کام کر رہے ہوتے ہیں کہ ایک انسان دیکھ کر حیرت زدہ رہ جاتا ہے اور وہ کام کر رہے ہوتے ہیں جو ان کے کرنے کے نہیں ہوتے۔

جناب والا! خودکشیوں کا بھی یہ عالم ہے کہ اس سال تنگ دستی کی وجہ سے 157 خواتین نے خودکشیاں کی ہیں۔ ایک اور بات میں کہنا چاہوں گی اور وہ یہ ہے کہ غربت کی ایک وجہ صوبے میں یہ بھی ہے کہ بنکنگ کے ذریعے لیزنگ پر اشیائے ضرورت دی جاتی ہیں اس کی وجہ سے بھی غربت میں اضافہ ہوا ہے۔ ایک تنخواہ دار شخص جب کوئی چیز بنک سے خرید لیتا ہے تو جب اسے ماہانہ قسط دینی پڑتی ہے تو اس کی وجہ سے اس کو بہت تنگی ہوتی ہے۔ یہ سلسلہ بھی ختم ہونا چاہئے۔ اس طرح سے حکومت نے تمام پنجاب کی عوام کو اپنا مقروض بنا لیا ہے۔

جناب والا! صوبے میں اور بھی بہت سے ایسے بحران ہیں جن کا ذکر کیا جائے تو وہ ضروری ہے۔ یہ بجلی کا بحران دیکھ لیں سات سالوں میں ایک میگاواٹ بجلی کا اضافہ نہیں ہوا۔ اسی طرح پانی کا بحران ہے آدھا صوبہ زنک زدہ گندا پانی پی رہا ہے جس کی وجہ سے ہیپاٹائٹس نے وباء کی صورت اختیار کر لی ہے۔ اس کے علاوہ

گردے کی تکلیفوں میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

جناب والا! ہم تعلیم کا بحران بھی کہہ سکتے ہیں۔اساتذہ کو دیکھ لیں جنہوں نے ایک قوم کو educate کرنا ہوتا ہے اور پورے صوبہ کو یعنی کہ پنجاب کو اس نے پڑھا لکھا بنانا ہے تو اس کا اپنا یہ حال ہے کہ استاد سڑکوں پر رل رہے ہیں اور ان کو اس بجٹ میں کوئی relief نہیں دیا گیا۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ health کے سلسلے میں بھی میری چند تجاویز ہیں اور وہ یہ ہیں کہ مریضوں کو جو ادویات دی جاتی ہیں اس کا طریق کار آسان بنایا جائے اور ادویات کی کوالٹی کو چیک کرنے کے لئے کوئی سسٹم ضرور بنایا جائے کیونکہ ادویات جو ان کو دی جاتی ہیں وہ اس کوالٹی کی نہیں ہوتیں جو ہونی چاہیئں۔اس کے علاوہ میں ایک بات اور بھی کہوں گی کہ فورٹ منرو کی کل ادھر بات ہو رہی تھی۔چوتھے بجٹ میں چیئر لفٹ اور ڈویلپمنٹ کے لئے یہاں پر وزیر خزانہ نے اعلان کیا تھا لیکن اب یہ پانچواں بجٹ ہے لیکن ایک فیصد وہاں پر ترقیاتی کام نہیں ہو سکا۔اس کے علاوہ ڈیرہ غازی خان کا میں نام نہیں لینا چاہتی تھی بہر حال میں یہ عرض کروں گی کہ وہاں پر پانی کی اتنی shortage ہے کہ شہر میں ہوتے ہوئے لوگ دور دراز سے بھرا ہوا پانی خرید کر پیتے ہیں جو آتے آتے مزید خراب ہو جاتا ہے۔اس کے علاوہ وہاں پر اٹامک انرجی کی وجہ سے وہ ضلع انتہائی مسائل کا شکار ہے۔کچھ لوگ شدید الرجی، اندھے پن اور abnormal بچے پیدا ہونے جیسے مسائل کا شکار ہیں۔میں آپ سے یہ request کروں گی کہ فیڈرل حکومت سے کہا جائے کہ اس سلسلے میں کوئی ریسرچ سنٹر بنائے تاکہ وہاں کے لوگوں کے لئے اس قسم کے مسائل ختم ہو جائیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔جی، محترمہ ثریا نسیم صاحبہ!

کرنل (ریٹائرڈ) سلطان سرخرو اعوان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، کرنل صاحب!

کرنل (ریٹائرڈ) سلطان سرخرو اعوان: شکریہ۔جناب سپیکر! جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں اور ہم یہ دعوے بھی کرتے ہیں کہ سیاست ایک مقدس پیشہ ہے اور اس میں کوئی شک بھی نہیں ہے۔یہ ملک، قوم اور عوام کی خدمت ہے لیکن آپ بھی جانتے ہیں اور ہم سب بھی جانتے ہیں کہ کچھ سیاسی حضرات کی حرکتوں کی وجہ سے یہ پیشہ بدنام ہو چکا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ جب ایک پارٹی آپ کو ٹکٹ دے اور آپ کو کندھوں پر اٹھائے آپ کے نعرے لگائے اور آپ ان سے ووٹ لے کر آئیں اور بعد میں اپنے مفادات کے لئے اس

کو change کرکے دوسری پارٹی میں جائیں تو آپ کے لئے یہ مناسب نہیں ہے آپ کو ایسا کرنا نہیں چاہئے۔۔۔

جناب سپیکر: کرنل صاحب! آپ نے اپنی بجٹ تقریر کر لی ہے یا کرنی ہے۔

کرنل (ریٹائرڈ) سلطان سرخرو اعوان: جناب والا! آپ میری بات سن لیں اور یہ بڑی ضروری بات ہے باہر ہم بدنام ہوتے ہیں because of۔۔۔

جناب سپیکر: آپ جب اپنی بجٹ تقریر کریں گے اس وقت یہ نشاندہی کریں۔

کرنل (ریٹائرڈ) سلطان سرخرو اعوان: جناب والا! آپ اور ہم سارے اس سے affected ہیں اس لئے ہمیں کرنا یہ چاہئے کہ پہلے تو ایک آدمی جب ایک پارٹی کو چھوڑتا ہے دوسری پارٹی کو لینا ہی نہیں چاہئے۔ کیونکہ اگر وہ اس سے بے وفائی کر رہا ہے تو اس سے کیا وفا کرے گا؟

جناب سپیکر: اچھی proposal ہے۔ پلیز تشریف رکھیں۔

کرنل (ریٹائرڈ) سلطان سرخرو اعوان: اس سلسلے میں کوئی تحریک ہونی چاہئے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ وزیر قانون صاحب سن رہے ہیں اور ساری کیبنٹ سن رہی ہے۔

کرنل (ریٹائرڈ) سلطان سرخرو اعوان: اس لئے میری گزارش ہے کہ اس کو متفقہ طور پر منظور کیا جائے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ آپ تشریف رکھیں۔ محترمہ ثریا نسیم صاحبہ!

کرنل (ریٹائرڈ) سلطان سرخرو اعوان: جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ۔۔۔

جناب سپیکر: کرنل صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ لاء منسٹر صاحب نے آپ کی بات سن لی ہے۔ محترمہ! بسم اللہ کریں۔

محترمہ ثریا نسیم: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! بہت شکریہ کو آپ نے مجھے اس معزز ایوان میں بات کرنے کا موقع فراہم کیا۔ سب سے پہلے میں وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی، وزیر خزانہ جناب حسنین بہادر دریشک اور اس معزز ایوان کو پانچواں عوام دوست اور ٹیکس فری بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتی ہوں۔

جناب سپیکر! زندگی کے مختلف شعبوں میں ہماری حکومت کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انقلابی اقدامات کئے جا رہے ہیں۔اس سلسلہ میں 1989 کا بجٹ سامنے رکھ کر اگر موجودہ بجٹ کا موازنہ کیا جائے تو یہ صاف نظر آئے گا کہ ملک میں ایک زبردست معاشی انقلاب برپا ہو چکا ہے۔ کسی بھی بجٹ پر سب سے اہم مثال صوبے کی ترقی ہے۔جب سے موجودہ حکومت اقتدار میں آئی ہے مختلف شعبہ ہائے زندگی میں انقلابی اقدامات کئے جا رہے ہیں اور ہماری حکومت نے اس چیز پر عمل کرتے ہوئے کہ۔۔۔

ماضی کو ہے بھلانا
آگے ہی آگے جانا

اس کے علاوہ کوئی بھی راستہ نہیں ہے۔وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی کی دور اندیش پالیسیوں کی وجہ سے صوبہ پنجاب نے پچھلے پانچ سال میں زندگی کے تمام شعبوں میں جو ترقی کی ہے اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔وزیر اعلیٰ کے vision 2020 کے انقلابی پروگرام میں جو targets رکھے گئے ہیں وہ صوبے کے عوام کی تقدیر بدل دیں گے۔vision 2020 کے مکمل ہونے تک سو فیصد روزگار سو فیصد شرح خواندگی ایک مکمل طور پر تربیت یافتہ work force صحت عامہ اور تعلیم کے میدان میں انقلابی اقدامات ہیں۔بچیوں کی تعلیم کا پروگرام صحت کے مراکز کا قیام اس کے علاوہ کارڈیالوجی سنٹرز، نرسنگ ٹریننگ سکولز اور ہسپتال۔ ڈاکٹروں اور صحت کے شعبہ میں کام کرنے والے کارکنوں کی تنخواہوں میں اضافہ ،اساتذہ کی تنخواہوں میں اضافہ ،نہروں اور آبپاشی کے نظام کی بہتری اور ترقی کے لئے سائنسی بنیادوں پر تاریخی اقدامات میں سے پانی کے تقسیم کے نظام میں بہتری آ رہی ہے۔پولیس کے نظام کی بہتری کے لئے تاریخ ساز اقدامات Rescue 1122 کا نظام،پولیس پٹرولنگ پوسٹوں کا نظام جس سے عوام کی مشکلات کا ازالہ ہوا ہے۔اس سے ان میں احساس تحفظ بڑھا ہے اور جرائم کم ہو رہے ہیں۔یہ سب اور اس کے علاوہ بہت سے اقدامات جو موجودہ حکومت اٹھا رہی ہے۔یہ ایک progressive society کی طرف بڑھتا ہوا خاموش انقلاب ہے۔میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ وزیر اعلیٰ اور حکومت پنجاب کی ان کوششوں میں برکت ڈالے۔میں سمجھتی ہوں کہ:

نمو پیدا نہ ہو جب تک ضمیر سبزہ گل میں
وطن کی خاک تجدید بہاراں کر نہیں سکتی

جناب والا! میں یہ کہتی ہوں کہ زبانی جمع خرچ بہت ہو گیا۔ہم بہت سا وقت ضائع کر چکے پنجاب کو

اللہ تعالیٰ نے اب ایسی لیڈرشپ عطا کی ہے جس کی نیت صاف ہے جو ستائش کی تمنا اور نہ صلہ کی پرواکئے بغیر عوام کی خدمت کر رہی ہے۔ جو کرپشن سے مبرا ہے اور تاریخ میں اپنا مقام بنانے کی خاطر عوام کے لئے کچھ کر گزرنے کا عزم رکھتی ہے۔ صوبے کے عوام کے لئے کچھ کرنا اس ایوان میں بیٹھے ہوئے ہر ممبر کا فرض ہے اور جو حکومت نیک نیت سے کام کر رہی ہے ہم سب کو اس کے ہاتھ مضبوط کرنے چاہیئں۔ ہمارے ملک میں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ سیاست مخالفت برائے مخالفت کا دوسرا نام بن کر رہ گئی ہے۔ ہم نے یہاں یہ طرفہ تماشہ بھی دیکھا کہ ایک پارٹی نے عوام کے لئے سڑکیں بنوائیں اور دوسری پارٹی نے راتوں رات اکھڑوا دیں۔ عوامی فلاح کو بالائے طاق رکھتے ہوئے صرف ذاتی اغراض کی خاطر سیاست کی۔ اس سے بری مثال شاید ہی کہیں نظر آئے۔ میں سمجھتی ہوں کہ بہت وقت گزر چکا اب ہمیں اس طرح کی سیاست کو خیرباد کہہ دینا چاہئے۔ اس طرح کی سیاست کو خیرباد کہتے ہوئے اصولی سیاست کو اپنانا چاہئے۔ میں اپنے اپوزیشن کے بھائیوں سے یہ کہنا چاہوں گی کہ:

تعصب چھوڑ ناداں دہر کے آئینہ خانے میں
یہ تصویریں ہیں تیری جن کو سمجھا ہے بُرا تو نے

جناب سپیکر! میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ یہ بجٹ ایک پارٹی اور حکومت کے بہت سے کارکنوں نے دن رات ایک کر کے بڑی محنت کے ساتھ اپنی صوابدید کے مطابق اور قوم کے بہترین مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے پورے سال کے لئے تجاویز مرتب کی ہیں۔ یہ انسانوں کا بنایا ہوا بجٹ ہے جو حرف آخر نہیں۔ میں اپوزیشن ممبران سے درخواست کروں گی کہ آپ اس میں اپنی تجاویز دیں۔ تنقید کرنا بہت آسان ہے۔ میں آپ لوگوں سے یہ بھی درخواست کروں گی کہ ان چند دنوں کے لئے روایتی سیاست کو پس پشت ڈال دیں اور اس کے لئے سارا سال پڑا ہے۔ اس وقت کی اہم ضرورت ہے کہ سر جوڑ کر بیٹھیں، عوامی مفاد کی خاطر بجٹ تجاویز پر غور کریں اور نیک نیتی کے ساتھ ان میں بہتری کی صورت نکالیں اور عوام کے بہترین مفاد میں اپنی تجاویز دیں۔

جناب سپیکر! میں سمجھتی ہوں اس وقت بجٹ تجاویز پر بحث کی بجائے نعروں اور دھمکیوں کی سیاست کرنا عوامی مفاد کے ساتھ غداری کے مترادف ہے۔ یہ کہنا کہ یہ بجٹ صرف الفاظ کا ہیر پھیر یا عوام کش ہے میں سمجھتی ہوں یہ ناانصافی ہے۔ آخر میں، میں وزیر اعلیٰ پنجاب کے لئے کہنا چاہوں گی کہ:

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ

غالب و کار آفرین کار کشا کار ساز

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، جناب محمد یار مونکا!

سید احسان اللہ وقاص: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب! فرمائیں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ یہ بجٹ اجلاس ہے اور اس میں حکومت کی طرف سے بڑی مقدار میں فنڈز فراہم کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے اور ہمارے ضلعی نظام کو بڑے پیمانے پر فنڈز فراہم کئے جا رہے ہیں اور بہت بڑی مقدار میں بڑھائے گئے ہیں۔ "ڈان" پاکستان کا ایک بڑا معتبر اخبار ہے اور قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے اس اخبار کو شروع کیا تھا۔ اس میں یہ خبر ہے Embezzlement of millions of rupees from development funds is Leyyah... اب انہوں نے پوری تفصیل دی ہے کہ 27 کلو میٹر کی ایک سڑک کے 27 حصے کر کے مختلف ٹھیکیداروں کو دے کر سارے فنڈز کی خورد برد کی جا رہی ہے۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اصل مسئلہ فراہمی فنڈز کا نہیں ہے بلکہ اصل مسئلہ فنڈز کے صحیح استعمال کا ہے۔ یہ سرکاری افسران اگر لوٹ کھسوٹ کر کے یہ سارے فنڈز کھا جائیں گے تو اس سے عوام تک تو کوئی relief نہیں پہنچے گا تو میری درخواست یہ ہے کہ منسٹر متعلقہ کو میں اخبار کی خبر پہنچا رہا ہوں وہ انکوائری کروائیں اور اس پر ایکشن لیں تاکہ یہ embezzlement نہ ہو سکے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، تشریف رکھیں۔ جناب محمد یار مونکا!

جناب محمد یار مونکا: شکریہ۔ جناب سپیکر! مورخہ 14۔جون 2007 کو وزیر خزانہ جناب حسنین بہادر دریشک نے صوبہ پنجاب کا پانچواں میزانیہ برائے سال 08-2007 پیش کیا اور اس میں بجٹ کا حجم 3 کھرب 56۔ارب 17 کروڑ 18 لاکھ 31 ہزار روپے دکھایا گیا۔ expenditures نکال کر development کے لئے ایک کھرب 50۔ارب روپے ظاہر کئے گئے جو کہ پچھلے سال سے بلاشبہ 50۔ارب روپے زیادہ ہیں یہ خوش آئند بات ہے۔

جناب سپیکر! 17۔جون سے آج تک بجٹ پر دونوں اطراف سے بحث ہوئی۔ ٹریژری بنچوں نے بجٹ کے حق میں دلائل دیئے اور اپوزیشن نے حسب دستور اس میں خامیوں کی نشاندہی کی۔ دو موقعوں پر جناب

وزیر قانون راجہ بشارت صاحب نے نشاندہی کی کہ اپوزیشن صرف بحث برائے بحث نہ کرے facts and figures کے ساتھ بات کریں اور جہاں پر deficiencies ہیں ان کی نشاندہی کریں اور متبادل تجاویز دیں۔

جناب سپیکر! میں اپنی تئیں کوشش کروں گا کہ جہاں حکومت کی خامیاں ہیں ان کا آئینہ کچھ دکھا سکوں۔ اس بجٹ کو عوام دوست، غریب دوست اور ٹیکس فری قرار دیا گیا۔ اگر یہ بجٹ اتنا ہی عوام دوست ہے، اتنا ہی غریب دوست ہے تو میں یہ پوچھتا ہوں کہ مہنگائی کا اژدھا جو پہلے بھی منہ کھولے ہوئے تھے جتنے بجٹ آئے مہنگائی اس سے زیادہ بڑھتی گئی۔ جہاں تک ٹیکس فری کی بات ہے، کوئی نیا ٹیکس بھی نہ لگے تو میری سمجھ سے باہر ہے کہ اتنی رقوم کہاں سے فراہم ہو جاتی ہیں تو اس کے لئے میں یہ بات کر رہا ہوں کہ تمام indirect taxes عوام کے کندھوں پر ڈال دیئے گئے ہیں اور وہ سیل ٹیکس، سیل ڈیوٹی اور امپورٹ ڈیوٹی کی شکل میں ہیں۔

جناب والا! اپوزیشن 04-2003 کے بجٹ سے لے کر آج تک یہ عندیہ دیتی رہی ہے کہ اس حکومت کی on ground خامیوں کی ایک وجہ Devolution Plan ہے۔ Devolution Plan کے تحت صوبہ پنجاب کے وزراء اور محکمہ جات کے پاس اختیارات بہت محدود ہیں ماسوائے محکمہ اریگیشن کے تمام محکمہ جات کا عمل دخل کسی نہ کسی طریقے سے ڈسٹرکٹ گورنمنٹس اور ٹی ایم ایز کے پاس ہے جس کے لئے ہم نے تجاویز دی تھیں کہ ٹی ایم ایز کو works supply کا اختیار دیا گیا ہے اس میں بیڑہ غرق ہو گیا ہے اور اس کے نتیجے میں حکومت نے اپنی ناکامی تسلیم کرتے ہوئے اس کا کچھ حصہ جو پبلک ہیلتھ انجینئرنگ کی شکل میں واپس محکمے کو کیا اور اسی طریقے سے محکمہ تعلیم میں اس کی ناکامی کا ایک یہ ثبوت ہماری طرف سے آیا جو ہم کہتے رہے کہ یہ ڈسٹرکٹ گورنمنٹس ناکام ہے اور ایجوکیشن کو اتنی خوش اسلوبی سے نہیں چلا سکتی تو حکومت مجبور ہوئی اور کالج ڈسٹرکٹ گورنمنٹ سے واپس لے لئے گئے۔

جناب سپیکر! بلڈنگز کے محکمے میں Devolution Plan کی وجہ سے افسروں کی فوج ظفر موج ضلع کی سطح تک نیچے بٹھایا گیا ان کے لئے بلڈنگز ناکافی تھیں اور صوبہ پنجاب جو ایک زرعی صوبہ ہے جس کا زراعت پر زیادہ انحصار ہے تو آج تک حکومت پنجاب وہ بلڈنگز مرمت کر رہی ہے یا بنا رہی ہے۔ ابھی تک بھی وہاں افسران زیادہ ہیں اور بلڈنگز کی کمی ہے۔ جب بھی نیچے کوئی رقم دی جاتی ہے تو اس کی implementation، اس کی utilization اور quality of work پر زیادہ خرچ ہوتا ہے تو بلاشبہ رقوم دی گئیں۔ یہ پیسے یا رقم جہاں

سے بھی آ رہی ہے اور جیسے بھی آ رہی ہے۔ پوری دنیا کے کسی ملک میں سیلز ٹیکس 5 فیصد سے زیادہ کسی چیز پر impose نہیں کیا جاتا۔ یہ واحد ملک پاکستان ہے جس میں 50 فیصد سے زیادہ لوگ غربت کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں تو ماچس سے لے کر بڑی سے بڑی چیز پر یہاں ٹیکس impose کیا گیا ہے۔

جناب والا! اب میں محکمہ جات کی تھوڑی سی تفصیل عرض کروں گا۔ محکمہ تعلیم کے لئے 21۔ارب 48 کروڑ 4 لاکھ 50 ہزار روپے مختص کئے گئے ہیں۔ 2003 سے آج تک تقریباً ہر ضلع اور خاص طور پر بہاولنگر میں تقریباً 15 کروڑ روپے حکومت کی طرف سے دیئے گئے ہیں، واجبی فنڈ ہیں لیکن اس میں، میں افسوس سے کہوں گا جیسے چیف منسٹر پنجاب کہتے ہیں کہ تعلیم سب کے لئے مگر وہاں تین حلقہ جات PP-279, 284 & 280 میں کوئی فنڈ نہیں دیا گیا جو سٹینڈنگ کمیٹی کے چیئرمین تھے انھوں نے اس حلقے سے نکال کر وہ فنڈز دوسرے حلقوں میں دیئے اور اس کا عالم یہ ہے کہ 04-2003 میں جو سکولوں کی عمارتیں بنی تھیں وہ آج تک مکمل نہیں ہو سکیں اور اس وقت حالت یہ ہے کہ فوج نے وہ اپنے قبضے میں لے لئے ہیں اور NLC کے ذریعے عملدرآمد ہو رہا ہے اور 2003-04,2004-05,2005-06 اور 07-2006 اللہ حافظ ہے کسی کو کوئی پتا نہیں ہے لہذا میں یہ گزارش کروں گا کہ محکمہ تعلیم کی کارکردگی اپنی جگہ پر ہے لیکن یہ تین حلقے جن میں کوئی فنڈ نہیں دیا گیا وہاں بسنے والی غریب بچیاں، غریب بچے بھی پنجاب کی بیٹیاں اور بیٹے ہیں وہ تعلیم سے محروم رہیں تو وہ اس کو کیسے غریب پرور بجٹ کہیں گے۔

جناب والا! مہنگائی کے توڑ کے لئے حکومت نے -/500 روپے فی خاندان دینے کا عندیہ دیا ہے اور یوٹیلٹی سٹورز پر انحصار کیا ہے۔ ایک طرف تو حکومت سٹیل مل آف پاکستان تک کو نیلام کرنے جا رہی ہے اور بڑے بڑے پراجیکٹ جیسے ٹیلیفون کا محکمہ، بنک ڈی نیشنلائز کئے جا رہے ہیں اور آپ غریب کو کیا بتا رہے ہیں کہ سٹورز آپ کھول رہے ہیں کیا حکومت اب ایک دکان کھول کر، ہٹی کھول کر، ترازو پکڑ کر لوگوں کو، عوام کو اشیائے ضروریہ بیچے گی۔ یہ وہ یوٹیلٹی سٹورز ہیں جو شہید ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے 1970 میں ان کا اجراء کیا تھا لہذا یہ ثابت ہوا کہ پچھلی حکومتوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے واپس انہی باتوں پر آ رہے ہیں۔

جناب والا! صحت کے لئے 6۔ارب 50 کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں۔ اس میں یہ دعویٰ کیا گیا تھا اور میرے بھائی ارشد بگو صاحب نے بھی تعریف کی ہے کہ آپ کے ایمرجنسی وارڈز میں علاج کی سہولت مفت مل رہی ہے۔ اس میں بلاشبہ میں یہ بات کروں گا اور کنجوسی نہیں کروں گا کہ بہاولنگر میں بھی کثیر رقم مختص کی گئی ہے۔ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر بہاولنگر کے ہسپتال پر کافی رقم خرچ ہوئی ہے اور اپ گریڈیشن ہو رہی ہے۔

تحصیل ہیڈ کوارٹر ہارون آباد اور فورٹ عباس کا ہسپتال 40339 بلین روپے سے لیکن جب اس کا impact نہ ہو آپ on ground دیکھیں کہ اس کا اثر کیا ہو رہا ہے۔ بہاولنگر ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال ایک بہت بڑا ہسپتال ہے اور ضلع بہاولنگر کی 20 لاکھ کی آبادی ہے۔ وہ غریب لوگ ایمرجنسی میں لاہور گوجرانوالہ یا گجرات میں تو نہیں آئیں گے۔ وہاں حالات ایسے پیدا کئے گئے ہیں کہ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال بہاولنگر میں دو ڈاکٹروں کی برادریوں کا غلبہ ہے اور ان کی آپس میں rift ہے آئے دن ان میں کبھی ڈانگ سوٹا چل رہا ہوتا ہے اور کبھی فائرنگ بھی ہوئی ہے اور تھانوں میں پرچے ہوتے ہیں۔ جب مریض وہاں جاتے ہیں تو دونوں دھڑوں کے ڈاکٹر اپنی میٹنگز میں مصروف ہوتے ہیں اور لائحہ عمل بنا رہے ہوتے ہیں۔ بہر حال میں کسی برادری کا نام نہیں لوں گا۔

جناب والا! ضلع بہاولنگر میں BHUs کی یہ حالت ہے کہ یہاں پر 76 یونین کونسلیں 2002 کے الیکشن سے پہلے تھیں ان میں چند کے سوا تمام میں سابق حکومتوں نے BHUs بنائے ہوئے تھے اور سب تحصیل ہیڈ کوارٹر پر ایک ایک RHC کام کر رہا تھا لیکن Devolution Plan کے بعد جو نئے لوکل گورنمنٹ کے الیکشن ہوئے اس میں ضلع کی 118 یونین کونسلیں بنا دی گئیں۔ یہ یونین کونسلیں صحیح طریقے سے نہیں بنی تھیں اور حکومت نے اپنے حساب سے بنائی تھیں کہ یہاں سے اپنے لوگ کامیاب کرانے تھے۔ اب صورتحال یہ بن گئی ہے کہ کئی یونین کونسلوں میں دو دو BHUs آ گئے ہیں اور زیادہ یونین کونسلیں اس سے محروم ہو گئی ہیں۔ جتنی یونین کونسلیں بنائی گئی ہیں ان کے لئے بلڈنگ بھی مہیا کی جانی چاہئے تھی لیکن حکومت پنجاب اس سلسلے میں ناکام رہی ہے۔ آج تک یونین کونسل کا کوئی ہیڈ کوارٹر نہیں بنا اور بہت سی یونین کونسلوں کے دفاتر BHUs میں جو میڈیکل آفیسر کی رہائش ہے وہاں بنے ہوئے ہیں لہذا ان حالات میں یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ پنجاب کے ہر غریب کو صحت کی سہولت میسر آ گئی ہے۔

جناب والا! انھوں نے good governance کا کہا ہے تو منڈی بہاؤالدین آپ ہی کا علاقہ ہے اور وہاں پرسوں جو نرسوں کے ساتھ سلوک ہوا ہے جس کا ہائیکورٹ نے suo moto نوٹس لیا ہے۔ جب یہ حالات ہوں، جب یہ زیادتیاں ہو رہی ہوں تو غریب عوام کو یہ حکومت کیا ریلیف دے سکتے ہیں۔

جناب والا! سڑکوں کے متعلق بھی بہاولنگر میں اس حکومت کے دور میں صرف ایک پراجیکٹ پر کام ہوا ہے اور ایک کا وعدہ کیا گیا ہے یہ ہے improvement and widening of road Bahawalnagar to Bhoka Pattan یہ سڑک 13-10-04 کو منظور ہوئی ہے اور اس کا

تخمینہ 1.70 بلین روپے ہے لیکن اس کے لئے اس سال 08-2007 کے لئے صرف دس لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ ہم اس سڑک کی کب امید کر سکتے ہیں کہ جو ہماری مین سڑک ہے اور پورے پنجاب میں انٹر ہونے کا ہمارے پاس ساہیوال سے بہاولنگر ایک ہی راستہ ہے تو یہ وہ سڑک ہے جہاں پر آئے روز ایکسیڈنٹ ہوتے ہیں۔

جناب والا! واٹر سپلائی کے لئے میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ 6۔ ارب 50 کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں تو TMAs کے حالات میں نے بتا دیئے ہیں اس میں facts and figures کے ساتھ میں یہ گزارش کر رہا ہوں کہ پچھلے چار سال میں میرے حلقے میں TMAs کے ذریعے سے دس واٹر سپلائز بنی ہیں مگر آج تک ایک بوند پانی بھی ان پائپوں میں سے نہیں نکلا جو عوام کو مل سکے۔ اسی طریقے سے ہارون آباد میں سولہ واٹر سپلائز بنی ہیں جن پر کثیر رقم خرچ ہوئی ہے لیکن ایک قطرہ پانی بھی ان میں سے آج تک نہیں نکلا۔ البتہ ایک ہارون آباد کی آبادی شاید تحصیل ہیڈ کوارٹر ہے اس کی 70 ہزار کی آبادی ہے اس کے لئے 29 ملین کا ایک پانی کا منصوبہ ہے جو کہ تین سال سے جاری ہے ابھی تک وہ 70 ہزار کی آبادی وہ پانی پینے پر مجبور ہیں جیسا کہ لاہور کا گندا میونسپل ویسٹ کا پانی جو گندے نالے سے دریائے راوی میں جاتا ہے، راوی سے بلوکی اور وہاں سے آگے۔ یہ پینے کا پانی جوڑ گی کا پانی ہے جو یہ آبادی پی رہی ہے۔ میں واٹر سپلائی کے لئے یہ کہوں گا کہ ابھی آدھا انجینئرنگ کے محکمے کے پاس آگیا ہے اور کچھ TMAs کے پاس ہے یہ تیتر رہا ہے اور نہ بٹیر رہا ہے۔ اس کے لئے میری یہ تجویز ہے کہ یہ تو 20/30 واٹر سپلائز ہیں یہ سب brackish area کی ہیں جہاں یہ واٹر سپلائی دے رہے ہیں۔ جہاں میٹھا پانی ہے وہاں میری تجویز ہے کہ آپ خرچہ کریں سیورتج دیں لیکن وہاں میٹھا پانی ہے وہاں لوگ اپنے پمپ لگا کر پانی اٹھا لیتے ہیں۔ بہاولنگر کا جو زیادہ علاقہ brackish ہے، صحرا ہے وہاں پر کڑوا پانی ہے، وہاں کے لوگ ہیپاٹائٹس اور گردے کی مختلف بیماریوں میں مبتلا ہو رہے ہیں تو پینے کے پانی کی سہولت ان کو ضرور دینی چاہئے۔ اگر حکومت پنجاب غریب عوام سے مخلص ہے تو میں آج چودھری پرویز الٰہی صاحب کو کہتا ہوں کہ وہ اعلان کر دیں کہ پورے پنجاب میں جہاں دیہاتی علاقوں میں واٹر سپلائز ہیں ان کے لئے مفت پانی دیا جائے گا تو یہ -/500 روپے والی بھیک جو فی خاندان آپ دے رہے ہیں تو یہ رقم ادھر لگا دی جائے تو ہر غریب آدمی کو کم از کم مفت پینے کا پانی مل جائے گا لیکن شائد اس حکومت کے نصیب میں نہیں ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ جب ہماری حکومت آئی تو ہم یہ کر کے دکھائیں گے۔

جناب والا! زراعت کا محکمہ وہ محکمہ ہے جو پنجاب کی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی ہے۔ اس بجٹ میں

اس محکمے کی کارکردگی سب سے ناقص ہے پچھلے چار سال سے ہم پیٹ رہے ہیں لیکن کوئی نئی ورائٹی نہیں آئی کوئی کسانوں کو کوئی سہولت نہیں دی گئی۔

جناب والا! ڈیزل دیکھ لیں۔ آپ پانچ فیصد بجلی پر جو سبسڈی دے رہے ہیں کتنے ٹیوب ویل ہیں جو بجلی پر چل رہے ہیں۔ ڈیزل کتنا مہنگا ہو گیا ہے تو جتنی سبسڈیز ہیں وہ آپ زراعت میں لائیں۔

جناب سپیکر: پانچ فیصد نہیں ہے بلکہ 25 فیصد ہے۔

جناب محمد یار مونکا: 25 فیصد بھی کم ہے۔ فلیٹ ریٹ -/2 روپے 25 پیسے، -/3 روپے لگا لیں ٹیوب ویل پر فلیٹ ریٹ کا مطالبہ حکومتی بنچوں کی طرف سے بھی ہو رہا ہے اور اپوزیشن کے بنچوں کی طرف سے بھی ہو رہا ہے۔ آپ نے چھوٹے کسان کو جو ریلیف دینا ہے تو وہ کس مد میں ہے۔ پنجاب کا غریب کسان ہی ہے جو ہر حال میں اور ہر صورت میں آپ کو غلہ مہیا کر رہا ہے، گنا مہیا کر رہا ہے اور گنے میں کیا ہوا ہے کہ حکومت کی writ کہاں گئی۔ آپ کا جو کرشنگ سیزن ہے جو 15۔ اکتوبر سے شروع ہوتا ہے اور 15۔ مارچ تک جاتا ہے تو مل آنرز نے آپ کے کہنے پر حکومت کے کہنے پر ملیں نہیں چلائیں۔ وہ کرشنگ سیزن دو مہینے پرے لے آئی ہیں تو اس میں کسان کو ہر حالت میں اونے پونے گنا دینا پڑتا ہے یعنی ادھر سے چینی ایکسپورٹ ہو رہی ہے اور ادھر سے امپورٹ ہو رہی ہے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا ہے کہ پاکستان سے انڈیا میں ایکسپورٹ کی اور سات آٹھ ماہ بعد یہاں crisis پیدا ہو گئے، انہوں نے اپنی چینی underground کر لی تو وہی چینی ہم نے واپس لی تو یہ کیا strategy ہے۔ زراعت پر میں تفصیل سے بات کٹ موشنز پر کروں گا۔

جناب سپیکر! اب ایک شاہکار محکمہ اریگیشن کا ہے جو بہت بڑا محکمہ ہے اور اس پر بہت سارا روپیہ خرچ ہو رہا ہے۔ 1960 سے پہلے ستلج کا پانی صاف تھا یہ پانی ہمارے head works پر آتا تھا، ہم اس کو لگاتے تھے۔ ہمارے خواب تھے کہ ہمارا جو رقبہ غیر آباد ہے یہ آباد ہو گا، یہاں لوگ بسیں گے اور خوشحالی آئے گی۔ 1960 میں جو Indus Water Treaty ہے یہ تین دریاؤں ستلج، راوی اور بیاس کا پانی ہندوستان کے پاس چلا گیا۔ کل میرے ایک معزز بھائی نے یہاں کالا باغ ڈیم پر بات کی تھی اور وہ پوچھ رہے تھے کہ پیپلز پارٹی کا کیا مؤقف ہے تو آج میں یہ بھی واضح کرتا چلوں کہ یہ وہ ڈیم ہے جس کی feasibility 1960 میں Indus Water Treaty میں شامل تھی۔ میں ان بنچوں سے آپ کے توسط سے پوچھتا ہوں کہ یہ کالا باغ ڈیم اس وقت کیوں نہیں بنا اور یہ منگلا اور تربیلا کیوں بن گیا۔ اگر یہ بحث چھڑ جائے گی تو بات بہت لمبی ہو جائے گی۔ آپ اس پر ایک

دن رکھ لیں ہم یہ ثابت کریں گے کہ تربیلا کیسے بنا؟ابھی کالا باغ ڈیم کے لئے ہمارا پیپلز پارٹی کا یہ مؤقف ہے کہ ہم آئین پر ایمان رکھنے والے لوگ ہیں کیونکہ آئین ہماری ایک مقدس کتاب ہے جو اس ملک کو چلانے کے لئے بنائی گئی ہے۔آئین کے آرٹیکل 153 سے لے کر 155 تک میرے معزز رکن پڑھ لیں تو اس میں Council of Common Interest کا ذکر ہے جو آج تک اس حکومت جنرل پرویز مشرف جس کی بڑی تعریفیں ہو رہی ہیں تو یہ آئینی requirement ہے کہ کوئی نیشنل issue ہے تو اس پر Council of Common Interest بنے اور اس میں ساروں صوبوں کے وزرائے اعلیٰ اور ہر صوبے سے برابر نمائندگی ہوتی ہے تو جو رپورٹ وہ دیں گے وہی رپورٹ پارلیمنٹ میں جائے گی اور اس کو national consensus کہا جائے گا۔یہ کہتے ہیں کہ پنجاب کے وزیر اعلیٰ سندھ کے چیف منسٹر کو منتیں کرتے رہے ہیں۔میں کہتا ہوں کہ کوئی منت کی ضرورت نہیں ہے you just have to follow the procedure اگر آپ آئین پر عمل کریں گے تو سارے مسائل کے اوپر consensus بھی پیدا ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: مونکا صاحب! پلیز دو منٹ میں wind up کر لیں۔

جناب محمد یار مونکا: جناب سپیکر! دریائے ستلج کا پانی جو بنگلا سے آنا شروع ہوا، جو رسول سے قادر آباد، قادر آباد سے بلوکی اور بلوکی سے سلیمانکی میں تو اس پر بڑی رقم خرچ ہوئی ہے۔بہاولنگر میں فورڈواہ ڈویژن پر 42 کروڑ روپے، صادقیہ پر 48 کروڑ روپے اور ہاکڑہ پر 52 کروڑ روپے خرچ ہوئے ہیں۔یہ جو ہماری carry over links ہیں ان کے اوپر اربوں روپے پچھلے چار سالوں میں خرچ ہوئے ہیں۔اس کا on ground affect کیا ہوا ہے کہ ہمارا خیال تھا کہ اس سے ہمارے پانی میں بہتری آئے گی۔ہمارے ضلع بہاولنگر کا جو sanctioned water ہے وہ 9127 کیوسک تھا، اس پر جو ساری محنت ہوئی ہے یا جو پلیں کشادہ کی گئی ہیں تو دو سال سے ہمارا جو sanctioned water الاؤنس ہے وہ 10900 کیوسک ہو گیا ہے۔اس میں صادقیہ کینال کا 6400 کیوسک سے بڑھا کر 6900 کیوسک اور فورڈ واہ کا 3400 سے چار ہزار کیوسک کر دیا گیا ہے۔اب یہ دیکھیں کہ پچھلے annual closure میں حکومت پنجاب کی طرف سے یہاں سے ایک نیا محکمہ جسے Punjab Monitoring and Implementation Unit (PMIU) کہتے ہیں، جس کے لئے کروڑوں روپے بجٹ میں رکھے ہیں، محکمہ نمودار ہوا۔ہماری یہ نہریں 1914 سے ڈیزائن ہوئی تھیں انگریز کے وقت ان پر gauges لگی تھیں۔

جناب والا! میں ایک مثال دے رہا ہوں کہ ہماری 360 کیوسک کی جو نہر ہے اس پر جب full سپلائی ہمیں دی جاتی تھی تو ڈیڑھ فٹ پانی اس سے نیچے ہوتا تھا۔ PMIU ادارہ جب گیا ہے تو انہوں نے کہا کہ gauges غلط ہیں، ڈسچارج پیپر غلط ہے تو انہوں نے اڑھائی فٹ gauge نیچے کر دی اور پانی ہمارا بڑھا کر 207 سے 351 کر دیا گیا۔

جناب والا! کیا وہ کیوسکس چھوٹے ہو گئے ہیں یا کوئی اور شاہکار ہے تو انہوں نے ہمارے ہاکڑہ ڈویژن اور فورڈواہ کے تمام موگے اونچے کر دیئے کہ ٹیل کو پانی دینا ہے اور یہ وارہ بندی ختم کرنی ہے۔ ہماری وہ امیدیں کہ ہم نئے رقبے آباد کریں گے، یہاں غریب کو فائدہ ملے گا اور روزگار ملے گا۔ جب پانی چھوڑا گیا تو 351 کیوسک کے against 200 کیوسک چھوڑا گیا تو ہمارے دو ڈویژنوں میں ہزاروں موگوں میں پانی جا نہیں رہا تھا اور ٹیلیں flood ہو گئیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ یہ کس طرح کی workmanship اور انجینئرنگ ہے۔ میرے بھائی عبداللہ وینس صاحب بیٹھے ہوئے ہیں ان کی نہر پر بھی ایسا ہوا تو کوئی موگے ٹھیک نہیں ہوئے جو انہیں چاہیئں تھے۔ وہاں ردعمل یہ ہوا کہ 80 لوگوں نے موگے توڑ دیئے لیکن ہم law abiding لوگ ہیں، ہاکڑہ یا فورڈواہ کو نہیں چھیڑا۔ ہم نے محکمہ سے مذاکرات کئے کہ یہ موگے غلط بن گئے ہیں آپ نیچے کر لیں۔ پہلے پانچ لاکھ روپے محکمے نے اوپر کرنے کے لئے خرچ کئے اور پھر اس کو نیچے کیا لیکن پانی اتنا ہی تھا کہ ٹیلیں تر گئیں اور ٹوٹ گئیں۔ لوگ Flood کی وجہ سے پھر بد دعائیں دینے لگ گئے کہ ہم ڈوب رہے ہیں۔ یہ تین دفعہ وہ موگے adjust کر چکے ہیں، میں یہ پوچھتا ہوں کہ انجینئرنگ کا کس طرح کا شاہکار ہے۔ انجینئر تو وہ ہوتا ہے جسے پتا ہو کہ اتنا پانی آ رہا ہے اور اتنا پانی ٹیل پر جانا ہے۔

جناب والا! جب PTV پر دیکھتے ہیں کہ "نہر دے اتے حکومت نے کمپیوٹر بٹھا دتا اے" میں کہتا ہوں کہ چودھری پرویز الٰہی خود بیٹھ جائیں یا کسی اور کو بٹھا دیں لیکن ہمارا جو حق ہے ہمیں وہ تو ملنا چاہئے۔ ضلع بہاولنگر میں ربیع میں اگر ہماری گندم کو ایک سے دو پانی بھی لگے ہوئے ہوں تو یہاں سے کوئی بھی بہاولنگر کا نمائندہ اٹھ کر کہہ دے کہ لگا ہے لیکن لوگوں نے کڑوے پانی ٹیوب ویل سے لگائے اور اللہ تعالیٰ نے موقع پر بارش دی لیکن حقیقت میں ایک سے دو پانی سے اوپر گندم کو نہیں لگا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ utilization کیا ہو رہی ہے اور اتنے بجٹ کو ہم کیا کریں۔

بے شک آپ وانا کی وجہ سے لے لیں، افغانستان کی وجہ سے لے لیں، دہشت گردی کی وجہ سے پیسے آ جائیں ہمیں کوئی غرض نہیں ہے، چاہے اللہ رحم کرے آپ ڈاکٹر قدیر کا سودا کر لیں اور میں مانتا ہوں کہ ان کے پاس

بڑا پیسا ہے لیکن دیکھیں کہ اس کا impact غریبوں پر کیا ہو رہا ہے، کیا آپ ان کو بھکاری بنانے جا رہے ہیں؟

جناب والا! محکمہ تعلیم کی کئی لوگوں نے تعریفیں کی ہیں لیکن میں صرف اپنے ضمیر کے مطابق بات کروں گا۔ میں خوشامد نہیں کر رہا، ان چار سالوں میں آپ کا conduct بہترین رہا ہے، آپ نے اپوزیشن کو بھی ٹائم دیا ہے لیکن ایک دو دفعہ آپ تھوڑا سا غصے میں بھی آئے ہیں لیکن کوئی بات نہیں، پانچ سال میں ایسا ہو جاتا ہے۔ میں آپ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں اور سلام کرتا ہوں۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ محترمہ شاہینہ اسد صاحبہ!

جناب سمیع اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، سمیع اللہ خان صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ اپنی تقریر کر چکی ہیں کسی اور کو بھی بات کرنے دیں۔ پلیز تشریف رکھیں۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! پچھلے تین دن سے اس ہاؤس میں اپوزیشن یہ کہہ رہی ہے کہ یہ 3 کھرب سے زیادہ کا جو بجٹ ہے اس کے اثرات غریب عوام تک نہیں پہنچیں گے لیکن کل ایک بڑا افسوسناک واقعہ ہوا کہ پولیس کے لئے 29۔ ارب روپے کا جو بجٹ رکھا گیا ہے اس کے اثرات بھی پولیس کا نچلا طبقہ جو کانسٹیبل کی سطح کا ہے اس تک نہیں پہنچیں ہیں۔ ایک کانسٹیبل جو پنجاب پولیس سے تعلق رکھتا ہے تو ہم سمجھتے ہیں کہ پنجاب پولیس کا بجٹ جو 29۔ ارب روپے ہے تو میری آپ کی وساطت سے اس محکمہ سے گزارش ہے کہ یہ جو صرف آئی جی، ڈی آئی جی حضرات کی عیاشیوں، گاڑیوں اور ان کے اللے تللوں پر خرچ ہوتا ہے اگر اس کی بجائے یہ 29۔ ارب روپے کے اثرات کانسٹیبلوں تک بھی پہنچیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس فورس میں ڈسپلن بھی آئے گا اور اس کی کارکردگی بھی بہتر ہوگی۔

جناب سپیکر: جی، گورنمنٹ سن رہی ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! چلنے دیں کیونکہ ابھی کافی مقررین بولنے والے ہیں۔ آپ نے اپنی بجٹ تقریر کر لی ہے، کافی ٹائم دیا گیا تھا۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! وفاقی وزیر خزانہ عمر ایوب صاحب کا یہ بیان آیا تھا کہ قومی اسمبلی میں حکومتی اور اپوزیشن ارکان نے بجٹ میں سے 91 تجاویز دی ہیں ان میں سے ہم نے 51 قبول کر لی ہیں اور ان کو ایڈجسٹ کر لیا ہے۔ میں اپنے وزیر خزانہ صاحب سے درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ ہم نے جو تجاویز دی ہیں ان میں سے بھی کوئی مہربانی کریں اور قبول فرمائیں۔

جناب سپیکر: جی، وہ نوٹ کر رہے ہیں۔ جی، محترمہ شاہینہ اسد صاحبہ!

محترمہ شاہینہ اسد: جناب سپیکر! میں چند اشعار کے ساتھ آغاز کروں گی

جب راج تمہارا اپنا تھا جب تیرے وارے نیارے تھے
اس وقت تمہارے ہی ہاتھوں مرتے جمہور بے چارے تھے
لیڈر بننے کی خاطر ، پرمٹ کے بہاتے دھارے تھے
کرتے ذخیرہ اندوزی تم اور سمگلروں کے سہارے تھے
اب قوم سے اٹھ کر کہتے ہو ہم تو صرف تمہارے تھے
چپ ہی رہو سب دیکھ چکے وہ تیر جو تم نے مارے تھے

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں سمجھتی ہوں کہ ہمارا موجودہ بجٹ ایک تاریخ ساز موقع پر ایوان میں آیا ہے کیونکہ پانچ سالہ tenure پارلیمانی اسمبلی میں اپنی آئینی مدت کو مکمل کیا ہے۔ اس موقع پر میں اپنے سارے اراکین کو مبارکباد دیتی ہوں اور آپ کو بھی مبارکباد دیتی ہوں کہ آپ نے ہمارے ساتھ اور ہم نے آپ کے ساتھ بہت اچھا وقت بسر کیا۔ میں سمجھتی ہوں کہ موجودہ بجٹ جو ہے وہ پچھلے بجٹ کا جو ہم نے چار سالہ اپنے دور حکومت میں دیا اس کا تواتر ہے۔ ہمارا موجودہ بجٹ جو ہے یہ vision 2020 وزیر اعلیٰ کا ایک پرتو ہے اور ساڑھے چار سال کی جو ہماری کارکردگی ہے وہ اس بجٹ میں بہت نمایاں ہو کر سامنے آئی ہے۔

جناب سپیکر! آج یہ کہتے ہوئے مجھے انتہائی خوشی ہو رہی ہے کہ پنجاب کا ترقیاتی بجٹ 2002 کے بجٹ سے کہیں زیادہ ہے۔ ساڑھے چار سال کے مختصر عرصے میں اتنی بڑی کامیابی کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ پنجاب میں گزشتہ ساڑھے چار سال میں امن اور ترقی کا ایک مثالی دور رہا ہے۔ اس سال صوبے میں 58 لاکھ 32 ہزار افراد کو روزگار ملا کیونکہ یہ مسئلہ جو بے روزگاری کا تھا وہ ہمیں ورثے میں ملا۔ اپوزیشن کے ساتھی جب

کھڑے ہو کر تنقید کرتے ہیں تو وہ بھول جاتے ہیں کہ ماضی میں جب ان کا دور حکومت تھا تو انہوں نے لوگوں کے لئے کیا کیا۔ کیا سہولتیں دیں، جو بے روزگار نوجوان تھے ان کو کیا دیا اور کیا روزگار کے لئے کوئی منصوبہ سازی کی۔ آج ہم فخر سے یہ کہتے ہیں کہ موجودہ حکومت کی جو قیادت ہے چودھری پرویز الٰہی جب انہوں نے آکر اپنی حکومت سنبھالی تو ان کے پاس منصوبے تھے اس لئے کہ وہ grass root level سے اوپر آئے اور اس منصب جلیلہ تک پہنچے اور ان کے پاس ایک پوری منصوبہ سازی تھی کہ کس طرح میں نے ان مسائل کو دور کرنا ہے جو کہ عوام کو درپیش ہیں۔

جناب سپیکر! مہنگائی، بے روزگاری اور امن وامان کی صورتحال کے بارے میں لوگ باتیں کرتے ہیں، میں اس کے جواب میں کہوں گی کہ ہماری حکومت نے خصوصاً چودھری پرویز الٰہی نے بے روزگاری کو اس کا سب سے بڑا ہدف قرار دیا۔ کیونکہ بے روزگاری ہی وہ چیز ہوتی ہے جو انسان کو بدی کی طرف راغب کرتی ہے، برائیوں کی طرف لے کر جاتی ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ انہوں نے بے روزگاری کے خاتمہ کے لئے ایک بہت بڑا پلان دیا۔ انہوں نے صنعتی زون بنائے، ہائی رائز بلڈنگز کا قیام اور بیرونی سرمایہ کاری کو پنجاب میں ترویج دی۔ یہ وہ منصوبے ہیں جو وقت کے ساتھ ہماری عوام کے لئے ایک بہت بڑا اثاثہ اور ہمارے نوجوانوں کے لئے روزگار کا بہت بڑا اثاثہ ثابت ہوں گے۔

جناب سپیکر! شرح خواندگی جو 47 فیصد تھی اب 62 فیصد ہو گئی اور ہائیر ایجوکیشن میں 0.78 فیصد تھی وہ 93 فیصد ہو گئی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

تعلیم اور غریب کی مدد پر موجودہ دور حکومت میں خصوصی توجہ رکھی گئی۔ گزشتہ سال دو کروڑ بیس لاکھ طلبہ کو مفت کتابیں فراہم کی گئیں۔ 15 اضلاع میں 11 لاکھ طالبات کو 3۔ارب 64 کروڑ روپے سے زائد وظیفے دیئے گئے، 63 ہزار سے زیادہ سکولوں کو 19۔ارب روپے کی لاگت سے سہولتیں مہیا کی گئیں۔ 50 ہزار سے زیادہ اساتذہ کی بھرتی کی گئی اور موجودہ مالی سال میں 25 ہزار سے زائد اساتذہ کو مزید بھرتی کیا جائے گا۔ سرکاری ملازمین کو ریٹائرمنٹ کے موقع پر ذاتی گھر مہیا کرنا یہ ہماری حکومت کا اولین issue رکھا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ ماضی میں حکومتوں نے روٹی، کپڑا اور مکان کے بلند و بانگ نعرے بلند کئے مگر آج تک عوام انہی نعروں کے جھونکے میں چند لوگ جو رہ گئے ہیں ان کے ساتھ چل رہے ہیں لیکن ہماری موجودہ حکومت کا یہ بھی کارنامہ ہے کہ انہوں نے جہاں ان نعروں کو عملی جامہ پہنایا وہاں وہ کوشش کر رہے ہیں کہ لوگوں کو چھت مہیا کی جائے۔ جو وہ اپنے گھر کا سپنا رکھتے ہیں اسے پورا کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں وہ ملازمین کو

ریٹائر منٹ کے بعد گھر مہیا کریں گے اسی طرح کچی آبادی کے مکینوں کو 30۔ ستمبر تک مالکانہ حقوق دے دیئے جائیں گے۔(نعرہ ہائے تحسین)

اس طرح تین لاکھ ستر ہزار افراد بے گھری اور تکلیف کی زندگی سے نکل کر ان لوگوں میں شامل ہو جائیں گے جو اپنے گھروں میں رہتے تھے۔

جناب سپیکر! یہ کریڈٹ نہیں تو اور کیا ہے۔ میں اپنے بھائیوں اور بہنوں سے پوچھتی ہوں کہ جب آپ کھڑے ہو کر پوچھتے ہیں کہ موجودہ حکومت نے کیا کیا؟ تو یہ جو facts and figures آپ کے سامنے آئے ہیں ان میں رتی بھر بھی کوئی چیلنج کر دے تو میں خود ان کے ساتھ کھڑی ہوں اور میں دیکھوں گی کہ وہ کس طرح چیلنج کرتے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

چودھری پرویز الٰہی کا دور حکومت ترقی اور روزگار کی ترقی کا دور حکومت ہے۔ چونکہ چودھری پرویز الٰہی خود گراس روٹ سے اس منصب جلیلہ تک آئے ہیں اس لئے وہ تمام مسائل سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ انہوں نے ہر شعبے کے لئے حقیقت پسندانہ پروگرام دیا جس میں انہوں نے تیزی سے عمل شروع کیا اور جس کے نتائج سے آج ہم فیض یاب ہو رہے ہیں۔

جناب سپیکر! تعلیم پھیلانے میں انہیں دنیا بھر سے داد ملی۔ میں سمجھتی ہوں کہ "پڑھے لکھے پنجاب" کا وہ منصوبہ جو اس پنجاب میں شروع ہوا لیکن پاکستان سے نکل کر اس کی آواز پوری دنیا تک پہنچی اور امریکہ سمیت اس کو ہر جگہ سے داد تحسین ملی۔ چائنا اور دیگر بہت سے ممالک میں پڑھے لکھے پنجاب کے منصوبے سے استفادہ کیا گیا اور یہ کریڈٹ ہماری حکومت ہی کو جاتا ہے کہ انہوں نے تعلیم کی طرف بھرپور توجہ دی۔

جناب سپیکر! چودھری پرویز الٰہی صاحب نے صحت کے شعبے میں انقلابی اقدامات کئے۔ انہوں نے فری ایمرجنسی سروس کے ساتھ عام آدمی کے لئے ہسپتالوں میں حالات بہت بہتر کئے۔ شہروں میں فائر بریگیڈ اور ہنگامی قانونی امداد کے مراکز بنائے۔ ایمبولینس سروس کو بین الاقوامی سروس کے ساتھ ملا دیا۔ اس سلسلے میں جدید ترین گاڑیاں Rescue 1122 مہیا کی گئیں۔ جن میں فوری طبی امداد کا انتظام موجود ہے۔ ٹریفک وارڈن کا نظام رائج ہوا اور شاہراہوں پر نئی پولیس چوکیاں قائم ہوئیں تاکہ امن وامان کے قیام کو یقینی بنایا جا سکے اور ٹریفک کے بہاؤ کو بہتر طریقے سے کنٹرول کیا جا سکے۔

جناب سپیکر! چودھری پرویز الٰہی صاحب وہ واحد وزیر اعلیٰ پنجاب ہیں جنہوں نے ماحولیاتی آلودگی کے خاتمہ کے لئے سنجیدہ کوششیں کیں۔ ماضی میں بہت سی حکومتوں کے سامنے یہ مسئلہ آیا لیکن انہوں نے اس سے مجرمانہ غفلت کی۔ میں اپنی موجودہ حکومت کو اس بارے میں مبارکباد دیتی ہوں کہ جنہوں نے ماحولیاتی آلودگی پر قابو پانے کے لئے CNG ٹرانسپورٹ کے فروغ کے لئے کوشش کی اور 2 سٹروک رکشوں اور اس کے علاوہ دیگر ٹرانسپورٹ کے replacing ماحول دوست اور انسان دوست اقدامات کئے۔ میں اس موقع پر اپنی حکومت سے درخواست کروں گی کہ وہ ماحولیاتی آلودگی کے خاتمہ کے لئے اپنے وسائل کو مزید بروئے کار لائے۔

جناب سپیکر! موجودہ بجٹ میں غربت کی سب سے نچلی سطح پر زندگی گزارنے والے غریب خاندانوں کی مالی امداد کا پروگرام پنجاب کی کسی بھی حکومت کی پہلی کوشش ہے جو کہ خراج تحسین مانگتی ہے۔ یہ پہلی مرتبہ کسی لیڈر کا عوام کے لئے ایسا قدم ہے جو ان کی غربت کو دور کرنے کے لئے اور ان کی مالی امداد کا عملی قدم ہے اس مقصد کے لئے چودھری پرویز الٰہی نے 2- ارب روپے مختص کئے اور یہ پہلا مرحلہ ہے کہ جب 500/- روپے غربت کی نچلی سطح کی زندگی گزارنے والے لوگوں کو دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ دوسرے مرحلے میں وہ ایسا پروگرام ان لوگوں کے لئے لا رہے ہیں کہ ان کو روزگار مہیا کیا جائے، انہیں ہنر مند بنایا جائے اور انہیں دو کنال کے پلاٹ دیئے جائیں جہاں پر gardening کریں اور اپنی مدد آپ کے تحت وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں۔ اس طرح کل اس مد میں 4- ارب روپے کی خطیر رقم رکھی گئی۔

جناب سپیکر! چودھری پرویز الٰہی یوں تو ہر شعبے میں ترقیاتی کام کر رہے ہیں لیکن انسانی خدمت کے جو راستے انہوں نے نکالے ہیں، ان کی طرف آج تک کسی نے توجہ نہیں کی۔ میں اس موقع پر چودھری پرویز الٰہی صاحب کو آپ کے توسط سے مبارکباد پیش کرنا چاہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں موقع دیا کہ وہ صوبے کے انتہائی غریب عوام کی اپنی دیرینہ خواہش کے مطابق خدمت کا عظیم منصوبہ شروع کر سکیں۔ میں آخر میں یہی کہوں گی کہ پنجاب کے اس بجٹ میں زندگی کے کسی شعبے کو نظر انداز نہیں کیا گیا نیز یہ کہ ہر شعبہ زندگی میں تعمیر و ترقی کی رفتار تیز تر کرنے کے لئے بھرپور اقدامات اور وسائل کی فراہمی کا اہتمام کیا گیا ہے جو کہ مرکز اور صوبوں کی بہترین پالیسیوں کا نتیجہ ہے کہ اس سال مجموعی پیداوار میں حقیقی اضافے کی شرح ہدف سے بڑھ کر ہے۔ بہت شکریہ

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! میں صرف ایک نشاندہی کرنا چاہتی ہوں کہ محترمہ جس مثالی امن کا ذکر کر رہی تھیں تو اس کا نمونہ خود ان کا گھر ہے کہ جو باقی وزیروں کے ساتھ چار سال میں ہوا تو میں اس کا ذکر نہیں کرتی لیکن محترمہ کے گھر پر دو دفعہ ڈکیتی اسی دور حکومت میں ہوئی ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ کا پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ جی، محترمہ طلعت یعقوب صاحبہ!

محترمہ طلعت یعقوب: شکریہ۔ جناب سپیکر! پنجاب بجٹ 08-2007 حکومت کی طرف سے اس کا اعلان اور اس پر بحث جاری ہے۔ یہ بجٹ ایک سالانہ رسم ہے اور اس کا مقصد خانہ پری کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ ملک کی 74 فیصد آبادی کی یومیہ اجرت دو ڈالر ہے جبکہ دعویٰ یہ کیا جا رہا ہے کہ فی کس آمدنی 925 ڈالر ہے۔ یہ فی کس آمدنی کا فارمولہ بھی عجیب چیز ہے۔ یہ بھی ورلڈ بنک کا تحفہ ہے اور اس میں قومی مجموعی آمدنی کی آبادی پر اگر تقسیم کیا جائے اور اوسط نکالی جائے تو ایک شخص کی تنخواہ 4 لاکھ، دوسرے کی ایک لاکھ اور تیسرے کی 50 ہزار روپے اور عام شہری کی -/4600 روپے اور جب ان کو جمع کریں تو کل رقم 55 لاکھ -/4600 روپے بنتی ہے اور اس کو چار پر تقسیم کریں تو فی کس -/138,650 روپے ہو گی۔ یہ ہے اوسط آمدنی کا ذریعہ۔ حکمرانوں کی زبان سے سنتے رہتے ہیں جبکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔

جناب سپیکر! وزیر خزانہ پنجاب نے اپنی تقریر میں فرمایا ہے کہ حکومت کے کارناموں کو سنہرے حروف میں لکھا جائے گا جس کا سہرا جنرل مشرف صاحب، شوکت عزیز وزیر اعظم پاکستان، وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی کے سر پر باندھا جائے گا۔ پنجاب حکومت کی پالیسی کے چار بنیادی مقاصد core اور objects عوام کے سامنے پیش کئے جا رہے ہیں۔ آج میں ان چار بنیادی مقاصد چار core objectives یعنی غربت کا خاتمہ، سماجی خدمات یعنی عوام کو سیاسی سہولتوں کی فراہمی، اقتصادی ترقی اور علاقائی تفریق کے خاتمہ پر بات کروں گی۔

جناب سپیکر! سال پہلے پاکستان کی فی کس اوسط آمدنی 586 یو ایس ڈالر سالانہ تھی اب یہ بڑھ کر 925 یو ایس ڈالر ہو گئی ہے۔ ترقی کی رفتار بدستور قائم رہی تو بہت جلد وطن عزیز غریبی کا طوق گلے سے اتار پھینکے گا اور اس کا شمار کھاتے پیتے ملکوں میں ہونے لگے گا۔ سرکار نے دعویٰ کیا ہے کہ اس کے غریب نواز حکمت عملی کے

طفیل ایک کروڑ 30 لاکھ افراد خط افلاس سے اوپر آ گئے ہیں۔ پہلے ایک تہائی آبادی افلاس کا شکار تھی اور اب ہر چوتھا شخص مفلس ہے۔ اس دوران ایک کروڑ سے زائد روزگار کے نئے مواقع پیدا ہوئے ہیں جن سے بے روزگاری کی لعنت ختم ہوئی۔ مشکل یہ ہے کہ عام آدمی کو یہ حسین تصویر دیکھ کر اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آتا کہ خوش حالی کا اتنا بڑا سیلاب کیسے گزر گیا؟ اس کی خبر کیوں نہ ہوئی اور اس وقت مہنگائی، بدامنی اور لوٹ کھسوٹ بڑھتی جا رہی ہے۔ غریب ظلم کی چکی میں پستے چلے آ رہے ہیں بقول وزیر خزانہ صاحب کہ عوام بیروزگاری اور مہنگائی سے تنگ نہیں۔ ہم نے صوبے سے غربت کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اس کا جواب تاریخ سے دیا جا سکتا ہے۔ انقلاب فرانس سے پہلے جب بھوکوں کا نعرہ لگتا، جلوس محل کے نیچے سے گزرتا تو ملکہ نے پوچھا کہ یہ لوگ کیا مانگتے ہیں تو جواب ملا کہ روٹی مانگتے ہیں۔ ملکہ نے جواب دیا کہ یہ کیک کیوں نہیں کھاتے۔

میرا دوسرا پوائنٹ سماجی خدمات یعنی عوام کو سہولیات کی فراہمی ہے۔ سہولتوں میں سب سے پہلی گڈ گورننس اور لاء اینڈ آرڈر کی سہولتیں میسر آنی تھیں جس کی ایک مثال آپ کے سامنے ہے کہ لاہور کا دل شادمان جس سے چند فرلانگ دور گورنر اور وزیر اعلیٰ قیام پذیر ہیں۔ ایک طرف انصاف کی سب سے بڑی کرسی پر بیٹھے چیف جسٹس پنجاب اور جسٹس صاحبان رہائش پذیر ہیں اور دوسری طرف سب سے بڑی انتظامیہ کے افسران چیف سیکرٹری، آئی جی، ڈی آئی جی اور ایس پی رہائش پذیر ہیں۔ ایک دن اسی شادمان میں اولاد آدم کا جنازہ اپنے دوست احباب کے کندھوں پر آخری منزل کی طرف گامزن تھا کہ اچانک گاڑیوں میں سوار جن کے ہاتھوں میں کلاشنکوف تھیں جنازے کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے۔ کلاشنکوف کے چند برسٹ مارے اور میت کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ قریبی لواحقین کے علاوہ تمام لوگ جان بچا کر بھاگے۔ میت کو قبضے میں لینے والے لوگوں نے اعلان کیا کہ مرنے والے نے ہم سے سود پر پیسے لئے تھے اور ہماری کچھ رقم اس کی طرف بقایا ہے اور جب تک ہماری رقم نہیں ملتی ہم اس میت کو گھنٹوں تک یرغمال بنائے رکھیں گے۔ ایک اور اس کی مثال آپ کے سامنے پیش کرتی ہوں کہ کوٹ لکھپت جیل میں پیپلز پارٹی کے جیالے اور میرے بھائی سرمد منصور کی موت بھی عوام کو سہولتوں کی فراہمی کی نشاندہی ہے۔

تیسرے نمبر پر اقتصادی ترقی کی طرف آتی ہوں کہ موجودہ ترقی کے دور میں جب حکومت ہر طرف خوش حالی کے دعوے کرتی ہے تو اس کی ایک مثال جس سے ہر دردمند شہری کانپ اٹھا ہوگا۔ اس پر بھی حکمرانوں کی نظر کیوں نہ گئی۔ جب ایک چالیس سالہ خاتون جس کے پہلے چھ بچے اور ایک بچے کی پیدائش ہونے والی تھی تین لاکھ میں فروخت کرنے پر مجبور ہو گئی کیونکہ وہ اپنے بچوں کو روٹی کپڑا پورا نہیں کر سکتی تھی اور اس کا

شوہر جو daily wages کا مزدور تھا وہ روزانہ -/150 روپے کماتا تھا۔

جناب سپیکر! میں ایک اور مزدور کی مثال دیتی ہوں جو سارے کنبے کی کفالت کرتا ہے جس دن اس کو کام مل گیا تو سکھ کا سانس لیا غروب آفتاب تک -/200 روپے تک اجرت مل جائے تو خوشی کی بات ہے۔ اجرت کا کوئی سوال نہ کوئی بیمہ پالیسی اس کا سہارا ہے۔ روزانہ کی بنیاد پر مزدوری کرنے والے کے کوئی حقوق ہوتے ہیں اور نہ رعایت، رحم و کرم کے سہارے زندگی گزار دیتا ہے ایک ماہ کے اندر اس کی اوسطاً مزدوری پندرہ یا بیس دن تک مختص ہوتی ہے۔ بجٹ میں ان کا چوتھا پوائنٹ علاقائی تفریق کا خاتمہ ہے۔

جناب سپیکر! ذات برادری اور علاقائیت کی جتنی بات اس دور حکومت میں ہوئی اس کی مثال دور تک نہیں ملتی۔ آج مخصوص ذات کے لوگوں کو ترقی دی جارہی ہے، مختلف حیلوں بہانوں سے نوازا جارہا ہے، خاص علاقے کے لوگوں کو نوکریاں دی جارہی ہیں غریب آدمی کا کوئی پرسان حال نہیں۔

جناب سپیکر! آخر میں، میں یہ بات سب کے سامنے کہوں گی کہ آج دنیا کی نظریں پاکستان کے سولہ کروڑ عوام پر ہیں۔ ان کی نظریں چیف جسٹس آف پاکستان جسٹس افتخار محمد چودھری پر لگی ہوئی ہیں۔ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ آج اس ملک کے چیف جسٹس جو عوام کو انصاف مہیا کرتے تھے وہ آج خود انصاف کے طلبگار ہیں۔

جناب سپیکر: جی، تشریف رکھیں۔ محترمہ روبینہ سلہری صاحبہ! تشریف نہیں رکھتی۔ اگلی مکرر محترمہ ماہا راجہ ترین!

محترمہ ماہا راجہ ترین: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! جمہوریت، ڈویلپمنٹ، پراگریس اور prosperity ان چیزوں کے fundamental اور paramount اصول میری نظر میں دو ہیں اور ان fundamental اصولوں میں سب سے اہم چیز کسی بھی قوم کا، کسی بھی ملک کا ان کی لیڈر شپ کا وژن اور ان کی پالیسیاں ہوتی ہیں اور دوسرا ان کی عوام کا firm resolve towards progress and prosperity.

جناب سپیکر! جب اس حوالے سے ہم بات کرتے ہیں اور اس حوالے سے جب دیکھتے ہیں تو میں خراج تحسین پیش کرنا چاہتی ہوں صدر پرویز مشرف کے enlightened, progressive yet moderate وژن کو کہ جس کے تحت جس پر عمل پیرا ہوتے ہوئے آج پاکستان مسلم لیگ کی حکومت نے پانچواں بجٹ پیش کیا۔ یہ بجٹ نہ صرف socio economic development کے لئے اہمیت کا حامل ہے بلکہ جب میں

بات کرتی ہوں حکومت کی کامیابی کی تو اس میں سب سے اہم چیز جس کو انٹرنیشنل میڈیا نے، انٹرنیشنل اکانومسٹ نے سراہا ہے وہ سب سے اہم چیز گڈ گورننس ہے اور وہ fundamental concepts ہے۔

جناب سپیکر! Rule of Democracy یہ کہتا ہے کہ جب تک گراس روٹ لیول تک جمہوریت بحال نہ ہو، جب تک آپ کو جمہوری اداروں کا تحفظ فراہم نہ ہو آپ جمہوریت بحال نہیں کر سکتے۔ جب ہم اس تناظر میں بات کرتے ہیں تو یقیناً سارا کریڈٹ پاکستان مسلم لیگ کی حکومت اور جنرل پرویز مشرف کی پالیسیز کو جاتا ہے کہ انہوں نے نہ صرف ایک بار بلکہ دوبارہ basic democracies کے نظام کو یہاں پہنچنے کا موقع دیا۔ جب ہم بات کرتے ہیں good governance کی تو اس کی سب سے اہم اکائی جو human development, human resource جو سب سے قیمتی اثاثہ ہوتا ہے کسی بھی قوم کا، کسی بھی ملک کا اس کو develop کرنے کے لئے سب سے زیادہ allocation اور کوششیں موجودہ حکومت کے دور میں ہوئیں۔ جب ہم بات کرتے ہیں socio economic progress کی تو آپ دیکھیں کہ یہ میرا ہی پنجاب تھا کہ جس کے عوام، جس کی بیوہ، جس کی یتیم بچیاں، جس کے بوڑھے، جس کے بزرگ، جس کے بچے ہسپتالوں میں جاتے تو تھے لیکن وہاں دوائیوں کی جگہ دھکے ان کے نصیب میں تھے۔ یہ آج وہی پنجاب ہے جس میں اس وزیراعلیٰ چودھری پرویز الٰہی کی کوششوں اور شب و روز کی محنت سے نہ صرف بجٹ tipple ہوا ہے بلکہ ایمرجنسی سروس میں انہی غریبوں کو مفت علاج نصیب ہوا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! صحت کے بجٹ میں 6۔ارب کی خطیر رقم 51 فیصد کا increase۔ میں دعوے سے کہہ سکتی ہوں کہ ماضی میں کسی حکومت نے اس شعبے میں اتنی توجہ نہیں دی۔ صرف ہیلتھ کے شعبے کی بات نہیں ہے بلکہ میں سمجھتی ہوں کہ حقیقت کچھ اس طرح سے ہے کہ جب ہم بات کرتے ہیں غربت اور بے روزگاری کی تو inter-generational vicious circle of poverty کو بریک کیا ہے تو صدر پرویز مشرف کی poverty alleviation policy نے کیا ہے۔

جناب سپیکر! vicious circle of poverty غربت اور جہالت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ آپ تب تک غربت کو مٹا نہیں سکتے جب تک غریب کی قسمت میں تعلیم کا زیور نہیں لکھتے۔ میرا یہ یقین قوی ایمان ہے کہ جب تک پرائمری تعلیم کو فوکس نہ کیا جائے تب تک ترقی کی راہ پر کوئی ملک بھی گامزن نہیں ہو سکتا۔

جناب سپیکر! تعلیم کے شعبے کو موجودہ حکومت نے نہایت اہمیت دی ہے۔ اگر آپ حالات کا جائزہ

لیں توfacts & figuresیہ کہتے ہیں کہ یہی میرا پنجاب تھا جس میں47فیصدliteracy rateتھااور آج یہی پنجاب ہے جس میں62فیصدliteracy rateہے۔یہ وہی پنجاب تھا جس کے بچوں کی قسمت میں کلاس روم کی تاریکیاں تو لکھی تھیں لیکن مفت کتابیں نہیں لکھی ہوئی تھیں۔یہ وہی پنجاب ہے کہ جس میں2002سے پہلے45فیصدenrollmentتھی لیکن آج یہ وہی پنجاب ہے جو"پڑھا لکھا پنجاب" ہے یہ نہ صرف ہم کہتے ہیں بلکہinternational educationists نے بھی اس چیز کو مانا ہے کہ آج آپ کے سکولوں میں 70فیصد سے زیادہenrollmentہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!یہ بات صرف تعلیم اور صحت کے شعبوں تک نہیں رہ جاتی بلکہ جب ہم بات کرتے ہیںdevelopment, progressاورprosperityکی تو یہاں پر اپوزیشن سے تعلق رکھنے والے معزز اراکین نے فرمایا کہ غریب کے لئے کچھ بھی نہیں کیا گیا۔یقیناً غریب کے لئے ماضی میں کچھ نہیں کیا گیا لیکن میرا تعلق نہایت ہی پسماندہ اور غربت میں دھنسے ہوئے علاقے ضلع چکوال سے ہے اور آج آپ وہاں جاکر دیکھیں کہ چواء سیدن شاہ کی تحصیل اور کلر کہار کی تحصیل کے سنگم پر کھون ویلی کے سینے کو چیرتی ہوئی تین سیمنٹ فیکٹریاں لگی ہیں اور یہ اسی حکومت کا کارنامہ ہے۔

جناب سپیکر!investorتو بھاگ جاتا تھا لیکن پنجاب کی حکومت کی poverty reduction investment strategyکو دیکھتے ہوئے،investorکیا مانگتا ہےinvestorاپنے پیسے کا تحفظ مانگتا ہے اور جب اس حکومت نےinternational/global partnership for developmentکی پالیسیز کو مدنظر رکھتے ہوئے ایسے اقدامات کئے کہinvestment آئی تو میرے علاقے میں خوشحالی آئی۔اب میرے اپنے علاقے سے حق نمائندگی کا پورا حق ادا نہیں ہوتا جب تک کہ میں چند تجاویز نہ دے سکوں۔

جناب سپیکر!فیکٹریاں تو لگ گئی ہیں،کام کر رہی ہیں لیکن میری یہاں یہ گزارش ہے،میری خواہش تھی کہ انڈسٹریز کے منسٹر یہاں تشریف فرما ہوتے لیکن اب میری آپ کی وساطت سے فنانس منسٹر صاحب سے یہ گزارش ہوگی کہemploymentکے حوالے سے کچھ ایسی پالیسیاں مرتب کی جائیں کیونکہ گورنمنٹ کا یہ ٹارگٹ رہا ہے اور ماشاء اللہ اسےachieveبھی کیا گیا ہے کہ ساڑھے چودہ لاکھ سالانہemploymentکے مواقع فراہم کئے گئے ہیں جو کہ نہایت ہی قابل تعریف قدم ہے لیکن جب میں اپنے علاقے میں ان فیکٹریز کی بات کرتی ہوں تو میں ان سے یہ چاہتی ہوں کہ یہ اس پالیسی کاinitiative launchکریں کہ پہلا حق میرے ضلع چکوال کے ان غریب اور پسے ہوئے12لاکھ عوام کا ہے۔وہ پالیسی ان کو ان پرimposeکرنی چاہئے کہ

سب سے پہلے چکوال کے لوگوں کا یہ حق ہے، خواہ جتنی بھی ان کی تعلیم ہے، خواہ جیسا بھی ان کا کیڈر ہے اس کے مطابق میری اس معزز ایوان کی رکن ہونے کے حوالے سے یہ التجا ہے کہ خدارا! میری یہ گزارش آپ سنیں اور ان لوگوں کو روزگار کے مواقع اپنے گھر پر ہی دیئے جائیں۔

جناب سپیکر! مصائب اور مجبوریاں تو ہر علاقے کی ہوتی ہیں، ہمارا علاقہ تھوڑا سا مختلف ہے وہ اس طرح سے کہ یہ غازی اور شہیدوں کی دھرتی ہے۔ جب بھی اس ملک پر آڑا وقت آیا ہے تو میرے چکوال کی عوام نے خون کی ندیاں بہا دی ہیں لیکن اپنا قدم پیچھے نہیں ہٹایا۔ یہ جفاکش لوگ ہیں جو مائننگ کی انڈسٹری سے تعلق رکھتے ہیں، ان کو اس حوالے سے mineral development کے لئے incentives دینے چاہئیں۔ پھر جب ہم انفراسٹرکچر ڈویلپمنٹ کی بات کرتے ہیں تو وہاں پر انفراسٹرکچر جو نہ تھا اس میں ترقی ہو رہی ہے، ڈویلپمنٹ ہو رہی ہے لیکن ہمارے علاقے کا ایک دیرینہ مطالبہ جو چوک سرائے سے ایک روڈ کا ہے جو نہ صرف تین یونین کونسل سے گزر کر جاتی ہے بلکہ وہ دو ضلعوں یعنی چکوال اور جہلم کے درمیان رابطے کا بھی کام کرتی ہے۔ میری یہ گزارش ہو گی کہ جناب وزیراعلیٰ نے میری گزارش پر اس کا اعلان بھی کیا تھا، آج منسٹر سی اینڈ ڈبلیو چودھری ظہیر الدین تشریف فرما ہیں، میں یہ گزارش کرنا چاہتی ہوں کہ چکوال سے تحصیل چواء سیدن شاہ کے عوام کی آپ سے التجا ہے کہ یہ روڈ جس کا اعلان جناب وزیراعلیٰ نے کیا تھا اس پر مہربانی فرمائیں اور اس پر فنڈز allocation کریں۔ آپ کی بڑی مہربانی ہو گی۔

جناب سپیکر! ترقی اور کامرانی کا یہ دور گزر رہا ہے۔ میرے علاقے کے عوام کی یہ دعائیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ پریذیڈنٹ مشرف کو ترقی اور کامیابی عطا کرے۔ پاکستان مسلم لیگ کو ترقی عطا کرے اور انشاء اللہ تعالیٰ ہم الیکشن جیت کر پھر آئیں اور پھر اسی طرح بجٹ پیش کریں۔ آپ کا بہت بہت شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ مہربانی۔ مہر اشتیاق احمد صاحب!۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔ جناب جاوید اکبر ڈھلوں !۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔ جناب جہانزیب امتیاز گل!۔۔۔

محترمہ زیب النساء قریشی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں۔

محترمہ زیب النساء قریشی: جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے اپنے محترم وزیر خزانہ سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ وفاقی وزیر خزانہ اور وزیر خزانہ سندھ نے ملازمین کے سکیلوں کو اپنے بجٹ میں اپ گریڈ کرنے

کا اعلان کیا ہے تو پنجاب کے جو ملازمین ہیں ان کو تشویش اور اضطراب یہ ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ 2007 میں ہمارے وزیر خزانہ صاحب بھی یکم جولائی سے پنجاب کے ملازمین کے سکیلوں کو اپ گریڈ کرنے کا اعلان کریں گے؟

مہر اشتیاق احمد: جناب سپیکر! میں حاضر ہوں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، مہر اشتیاق احمد صاحب!

مہر اشتیاق احمد: جناب سپیکر! شکریہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! آج اس اسمبلی میں یہ پانچواں بجٹ ہے اور ہر بجٹ میں ہمیں یہ یقین دلایا گیا کہ اس دفعہ اس بجٹ کے بعد عوام کے حالات بدل جائیں گے۔ یہاں پر دودھ کی نہریں بہہ جائیں گی لیکن ہم نے یہ دیکھا کہ ہر دفعہ جب بجٹ آیا تو اس کے بعد ان کے جو facts and figures تھے وہ تو آسمانوں پر چلے گئے لیکن عام لوگ متاثر ہوتے چلے گئے۔ اگر ان کے یہ جو facts and figures ہیں وہ لوگوں کے ساتھ match نہیں کرتے تو پھر اس بجٹ پر یہ جو نیا بجٹ ہمیں پیش کیا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ الیکشن کا بجٹ ہے اس پر ہم کیسے یقین کر لیں؟

جناب سپیکر! یہاں پر بات کی گئی کہ ہمارا جو "پڑھا لکھا پنجاب" ہے اس کی بات بین الاقوامی طور پر لوگوں نے اپنائی ہے۔ یہاں پر چائنا کی بھی بات کی گئی۔ میں آپ کو یاد کروانا چاہتا ہوں کہ 2004-05 کے اندر اسی طرح یہاں پر وزیر خزانہ صاحب نے صفحہ نمبر 6 اور پیرا نمبر 17 ہے اس کے اندر ایک دعویٰ کیا تھا کہ تعلیم کے شعبہ میں ہمارا ایک اور اہم قدم تعلیمی اداروں کا درجہ بڑھانا ہے اور آئندہ مالی سال میں پرائمری سکولوں کو مڈل اور مڈل سکولوں کو ہائی سکول کا درجہ دینے کے لئے بجٹ میں 2-ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ آئندہ تین سال کی مدت میں ہم صوبہ کے تمام مڈل سکولوں کو میٹرک کا درجہ دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ میں وزیر خزانہ سے پوچھتا ہوں، آج اگر وزیر تعلیم بھی یہاں موجود ہوتے اور بہتر تو یہ تھا کہ وہ ذرا یہاں پر موجود ہوتے، کسی ایک سکول کا بھی ہائی یا دوسرا درجہ نہیں بڑھایا گیا۔ کہاں گئے یہ 2-ارب روپے اور کہاں گئے یہ ان کے دعوے؟ ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ "پڑھا لکھا پنجاب" کروڑوں روپے کے اشتہارات دے دیئے گئے لیکن دوسری طرف ان کا تضاد دیکھئے کہ تھوڑے دن پہلے آٹھ سکولوں کے بارے میں انھوں نے ان سے ریکارڈ مانگا کہ ان کے assets اور liabilities بتائیں، میں یہ لاہور کی بات کر رہا ہوں، اس کی ایک کاپی جسٹس نسیم حسن شاہ جو حمایت اسلام کے پریذیڈنٹ ہیں ان کو دی گئی۔ ایک طرف

توہم کہتے ہیں کہ ''پڑھالکھا پنجاب'' مفت تعلیم اور دیکھئے کہ آٹھ سکولوں کو وہ ڈی نیشنلائزڈ کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے دوسرے سکولوں کا تو پتا نہیں، میرا جو حلقہ ہے، ہمارے این اے کے اندر صرف دو ہائی سکول ہیں،ایک طرف پنجاب حکومت یہ کہتی ہے کہ ہم مفت تعلیم دیں گے،جب سکول ہی دو ہیں، میں یہ این اے کے حلقے کی بات کر رہا ہوں کہ قومی اسمبلی کے حلقے میں صرف دو سکول ہیں تو کتنے لوگوں کو انھوں نے مفت تعلیم دے دی؟

دوسری طرف ایک سکول جس کی میں بات کرنے جا رہا ہوں،اسلامیہ ہائی سکول ملتان روڈ ہے،اس میں اس وقت دو ہزار بچہ پڑھتا ہے، میں یہ سوال کرتا ہوں،اب وزیر تعلیم تو یہاں پر ہیں نہیں، میں یہ سوال کرتا ہوں کہ اگر انجمن یہ سکول takeover کرلے گی تو کیا وہ -/7 روپے فیس رکھے گی اور کیا وہ بچوں کو مفت کتابیں دے گی اگر ایسا ہرگز نہیں تو یہ تضاد ان کے درمیان کیوں ہے؟ دوسری طرف یہاں پر یہ شور مچایا جا رہا ہے کہ enrollment میں 70 فیصد اضافہ ہو گیا ہے اگر کارکردگی کی بنیاد پر اس کی improvement ہوئی ہوتی تو پھر میں یہاں پر کہتا ہوں کہ یہاں ہاؤس میں پونے چار سو ارکان ہیں مگر ہمارے گورنمنٹ سکولوں میں تعلیم بہتر ہوئی ہوتی تو ہمارے بھی بچے ان میں پڑھتے۔ ہم بھی سب سے پہلے وہاں ان کو داخل کرواتے لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے۔ لوگ غربت کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں،وہ اس لئے اپنے بچوں کو گورنمنٹ کے سکولوں میں داخل کروا رہے ہیں کہ وہاں پر لوگوں کو فیس دینے کے لئے پیسے نہیں ہیں اسی لئے یہ enrollment نہیں بڑھ رہی۔ اگر ان کی کوالٹی کی وجہ سے بڑھ رہی ہوتی۔۔۔

(اذان ظہر)

(اس مرحلہ پر نماز ظہر کے وقفہ کے لئے اجلاس کی کارروائی آدھ گھنٹہ کے لئے ملتوی کر دی گئی)

(اس مرحلہ پر نماز ظہر کے وقفہ کے بعد ملک نذر فرید کھوکھر ایک بج کر 35 منٹ پر
کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئرمین: جی، مہر صاحب!آپ شروع کریں۔

مہر اشتیاق احمد: شکریہ۔ جناب چیئرمین۔ اب میں نہیں سمجھتا کہ اتنے کم معزز ممبران کی موجودگی میں بجٹ پر بحث کروں۔ یہ ایسے ہی ہے کہ میں نے جو بات کرنی ہے وہ وزیر خزانہ صاحب کو لکھ کر دے دوں اور وہ اسے دیکھ لیں۔

جناب چیئرمین: لابی اور اسمبلی کے تمام premises میں آپ کی تقریر سنی جائے گی۔

مہر اشتیاق احمد: ٹھیک ہے۔ جی، بہر حال میں گزارش کر رہا تھا کہ اگر معیار بہتر نہ ہو تو ترقی بھی یقیناً بہتر نہیں ہو سکتی۔ میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ پچھلے بجٹوں کے اندر جتنے دعوے کئے گئے اگر ان میں سے 50 فیصد پر بھی عمل کیا جاتا تو آج یقیناً ہمارے حالات بہتر ہوتے لیکن ہر بجٹ کے اندر ایک ہی بات کی گئی۔ کبھی اس کے الفاظ بدل دیئے گئے کہ جنرل پرویز مشرف کی دور اندیش قیادت کے اندر یا اس دفعہ کہا گیا کہ مدبرانہ قیادت میں یہ سارا بجٹ پیش کیا گیا ہے۔

جناب چیئرمین! اس گورنمنٹ کا تو یہ پانچواں بجٹ ہے اور ہمارے صدر صاحب کا یہ آٹھواں بجٹ ہے جو امریکہ کے 2 tenures کے برابر ہے اور پاکستان میں تو انہوں نے ویسے ہی 3/4 وزیر اعظم بدل دیئے ہیں۔ دعوے اتنے ہی کرنے چاہئیں جس پر عمل ہو سکے لیکن گزشتہ کسی بھی بجٹ میں جتنی رقوم مختص کی گئیں اسے پوری طرح یہ خرچ ہی نہیں کر پائے۔ اگر کوئی گورنمنٹ پوری رقم خرچ نہیں کر پاتی یا جو خرچ کرتی ہے اس کے براہ راست اثرات عوام تک نہیں پہنچتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یا یہ گورنمنٹ نااہل ہے یا کہیں نہ کہیں کوئی ایسا معاملہ ہے جسے دیکھنے کی ضرورت ہے۔ تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ تعلیم کے اندر جو تعداد ہے ایک طرف تو کہتے ہیں کہ "پڑھا لکھا پنجاب" اور مفت تعلیم اور دوسری طرف لاہور ہی کے اندر جو 8 سکول ڈی نیشنلائز کئے جا رہے ہیں۔ میری تجویز یہ ہے کہ گورنمنٹ کو اس پر سوچنا چاہئے۔ ان میں سے میں نے صرف ایک سکول کی بات کی جو میرے حلقے کے قریب ہے اس میں 2 ہزار بچے پڑھتے ہیں۔ وہ 2 ہزار بچے نہیں بلکہ 2 ہزار خاندان ہیں جو اس وجہ سے پریشان ہیں۔ ان 8 سکولوں کے اندر جو ٹیچرز ہیں وہ بھی پریشان ہیں۔ ٹیچرز پہلے ہی پریشان ہیں تنخواہیں ان کی کم ہیں وہ بھی احتجاج پر ہیں تو ہم کیوں ایسی باتیں کرتے ہیں جس سے یہ سارا نظام خراب ہو رہا ہے۔ یہ حکومت تو اس اہل بھی نہیں ہے کیونکہ پچھلے دنوں آٹھویں جماعت کے امتحان کے پرچے leak out ہوئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس میں گورنمنٹ کی نااہلی ہے کہ بچے سارا سال پڑھتے رہے پھر آخر میں یہ کہا گیا کہ بغیر امتحان لئے انہیں اگلی کلاس میں بڑھا دیا جائے تو گزارش یہ ہے کہ گورنمنٹ اپنے رویے کو ان حالات میں درست کرے اور ان مدبروں سے ہماری جان چھوٹنی چاہئے۔

جناب چیئرمین! ہماری گورنمنٹ کا یہ ایک بڑا المیہ ہے کہ ہر معاملے میں credit خود لینا چاہتے ہیں۔ یہاں اگر زراعت کی فصل اچھی ہو جائے، اب لودھی صاحب نہیں ہیں بے شک وہ یہاں آ کر سوئے رہتے ہیں لیکن بات یہ ہے کہ اگر قدرت کی طرف سے فصل اچھی ہو گئی تو اس کا credit بھی گورنمنٹ نے لے لیا۔

بہتر تو یہ ہوتا کہ ہم ریسرچ کرتے اور پھر ہماری پیداوار بڑھتی پھر تو ہم اس گورنمنٹ کو credit دیتے۔ انگلینڈ اور دوسرے ملکوں کی بات نہیں کرتے اگر ہماری پیداوار انڈیا کے برابر بھی ہوتی تو ہم اپنی گورنمنٹ کو credit دیتے لیکن یہاں پر قدرت نے اگر بارشیں اچھی کر دیں تو اس کا credit بھی گورنمنٹ نے لیا۔ اوپر سے یہ کہتے ہیں کہ ہم نے گندم کی supporting price دی ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ اگر گندم کی price انہوں نے دی ہے تو اس میں گورنمنٹ کا کیا کمال ہے۔ 70 فیصد لوگوں کا زراعت پر انحصار ہے لیکن زیادہ سے زیادہ 50 فیصد لوگ گندم کاشت کرتے ہیں۔ باقی 50 فیصد جو گندم کاشت نہیں کرتے یا جن کا دوسرے پیشوں سے تعلق ہے۔ جب آپ نے قیمت بڑھا دی تو دوسرے لوگوں کی جیب سے پیسے نکال کر اگر کسان کو دے دیئے ہیں تو اس میں گورنمنٹ کا کون سا کمال ہے۔ جو لوگ گندم کاشت نہیں کرتے، گورنمنٹ نے ان سے پیسے لے کر کسانوں کو دے دیئے اور گورنمنٹ کہتی ہے کہ ہم نے کاشتکاروں کے لئے بہت کام کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج بجلی میں رعایت دے دی گئی ہے۔ یہ مدبر جو بیٹھے ہوئے ہیں انھیں یہ نہیں پتا تھا کہ آنے والے وقت میں بجلی کی کتنی ضرورت ہے جو وزیر کی فوج ظفر موج یہاں پر موجود ہے لیکن ان کے پاس اتنی اہلیت نہیں ہے کہ انھیں یہ پتا ہو کہ آئندہ آنے والے وقت میں ہماری کیا حالت ہو گی۔ ہم نے تو کہہ دیا ہے کہ 25 فیصد رعایت دیں گے۔

جناب چیئرمین! اگر انہوں نے بجلی کی رعایت دی بھی ہے تو ہمارے پاس تو بجلی ہے ہی نہیں اس لئے ہم اس کو الیکشن کا بجٹ کہتے ہیں کہ ایک طرف آپ نے ٹیوب ویل پر بجلی میں رعایت دی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پچاس فیصد سے زائد ٹیوب ویل ڈیزل پر چلتے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہوتا اور ہماری تجویز ہے کہ کم از کم کسانوں کے لئے ڈیزل کی قیمت کم کی جاتی۔ اب یہ ہو گا کہ ایک طرف تو لوگوں کا trend بجلی کی طرف جائے گا اور وہ بجلی کے ٹیوب ویل لگوائیں گے اور دوسری طرف ہمارے پاس بجلی ہی نہیں ہے تو ہم کیا کریں گے۔ یہ زیادہ بہتر ہوتا کہ سارے انتظامات کئے جاتے۔

جناب سپیکر! میں باقی باتیں نہیں کرتا لیکن ایک بات جو میرے حلقے کی ہے وہ میں کرتا ہوں کہ بکر منڈی سلاٹر ہاؤس کا مسئلہ ہے۔ گزشتہ چار سال سے یہ مسئلہ میں نے اس ہاؤس میں take up کیا ہوا ہے۔ آپ کی مہربانی سے وہ معاملہ آگے بڑھتا رہا اور Assurance Committee تک وہ معاملہ گیا ہے اور آخر میں راجہ بشارت صاحب نے موقع پر کام بھی شروع کروایا لیکن چار مہینے کے بعد کام بند ہو گیا۔ چلیں وہ بھی ایک بات تھی۔ اس کے بعد آج سے چار مہینے پہلے وزیر اعلیٰ پنجاب میرے حلقے میں گئے اور انھوں نے وہاں پر اعلان

کیا کہ ایک مہینے کے اندر بکر منڈی لاہور شہر سے باہر نکال دی جائے گی۔آج چار مہینے ہو گئے ہیں اس پر کوئی عمل نہیں ہے۔ ہم کیسے اس بجٹ پر اعتبار کر لیں کہ انھوں نے جو کہا ہے یہ پورا ہو جائے گا۔ اسی لئے لوگ شہباز شریف کو یاد کرتے ہیں کہ وہ جو کہتا تھا، کرتا تھا اور ہوتا تھا۔کہاں ہیں آپ کے وزیر اعلیٰ کہ جو پورے جلسے میں یہ کہہ کر آئے تھے کہ ایک مہینے کے اندر بکر منڈی شفٹ ہو جائے گی مگر وہ شفٹ نہیں ہوئی تو مجھے بتائیے کہ کیا.writ of Govt ہے۔یہاں پر.writ of Govt ہے ہی نہیں۔(قطع کلامیاں)

شیخ اعجاز احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئر مین: جی، شیخ صاحب!

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئر مین! میرے بھائی نے ابھی میاں محمد شہباز شریف کا نام لیا ہے تو آپ دیکھیں کہ حکومتی بنچوں میں کیسی بھگدڑ مچ گئی ہے۔ابھی نام لینے سے یہ عالم ہے تو جس دن انھوں نے آنا ہے تو یہ بے چاریاں تو یہاں سے بھاگ جائیں گی اور ملک چھوڑ جائیں گی۔ان کو یہ سمجھائیں کہ وہ اس ایوان کے معزز لیڈر آف دی ہاؤس رہے ہیں۔ان کے ذکر پر ان کا یہ واویلہ ان کی کمزوری ہے۔یہ پریشانی کے عالم میں یہاں پر بیٹھی ہوئی ہیں۔

جناب چیئر مین: شیخ صاحب، آج چونکہ ٹائم تھوڑا ہے.بحث کو wind up کرنا ہے۔

بیگم زینت خان: جناب چیئر مین! ان سے یہ پوچھیں کہ ان کی کتنی مرتبہ ان سے ملاقات ہوئی ہے کہ جس وقت وہ وزیر اعلیٰ تھے۔کیا وہ کسی کو ملتے تھے۔یہ اس وزیر اعلیٰ کی بات کرتے ہیں جو آستینیں چڑھا کر اور گریبان کھول کر غنڈوں کی طرح سے آیا کرتے تھے۔اس وزیر اعلیٰ کی بات کریں گے کہ جس کو ہر غریب امیر جس کا دل چاہے جا کر مل سکتا ہے۔

جناب چیئر مین: میری معزز اراکین سے یہ درخواست ہے چونکہ آج بجٹ پر بحث کا آخری دن ہے اس لئے آج صرف بجٹ پر بات ہونے دیں اور پوائنٹ آف آرڈرز تقریر کے دوران نہ کئے جائیں اور جو جو کہنا چاہتا ہے اگر وہ رولز کے خلاف بات ہو گی تو اس کو حذف کر دیا جائے گا اور اگر رولز کے مطابق جو کوئی بات کرنا چاہتا ہے انھیں کرنے دیں۔آپ جو بات کرنا چاہیں گے تو آپ کو کوئی نہیں روکے گا وہ جو بات کرنا چاہتے ہیں ان کو کوئی نہیں روکتا اس لئے تمام ممبران تشریف رکھیں اور اپنی اپنی باری پر اگر کوئی جواب دینا چاہیں تو دیتے جائیں لیکن مہربانی کر کے پوائنٹ آف آرڈر پر بلاوجہ اس کارروائی میں تاخیر نہ کی جائے۔ شکریہ

مہر اشتیاق احمد: جناب چیئر مین! میں یہی کہہ رہا تھا کہ اتنے بلند و بالا دعوے اس بجٹ کے اندر کئے گئے ہیں تو وزیر اعلیٰ جن کا عہدہ صوبہ پنجاب میں سب سے بڑا ہے۔ ان کے بعد تو کوئی بات نہیں ہے۔ اگر وہ اپنی بات کو پورا نہیں کروا سکتے تو ہم کیسے یقین کر لیں کہ یہ بجٹ جو انھوں نے الیکشن کی خاطر پیش کیا ہے یہ آئندہ آنے والے وقت میں لوگوں کے حالات بدل دے گا۔ بہت شکریہ

جناب چیئر مین: اب محترمہ شمیم اختر صاحبہ بجٹ پر بحث کریں گی۔

محترمہ شمیم اختر: شکریہ۔ جناب چیئر مین! کہ آج آپ نے مجھے بجٹ پر بحث کرنے کا موقع دیا۔ ہمارے لئے یہ بہت ہی خوش قسمتی کی بات ہے کہ 35 سال کے بعد کوئی حکومت اپنی آئینی مدت پوری کر رہی ہے اور اپنا پانچواں بجٹ پیش کر رہی ہے۔ میں آج on the floor of the House یہ تسلیم کرتی ہوں کہ اس معاشی اور سیاسی استحکام کی ذمہ دار اور اس کا تمام تر سہرا مسلم لیگ کی حکومت اور صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف کو جاتا ہے۔ جب سے مسلم لیگ کی حکومت نے اقتدار سنبھالا ان کی پہلی ترجیح میں عوام کی خدمات شامل رہیں اور وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی کی بھی پہلی کوشش یہی رہی کہ عوام کو تعلیم، صحت، آب رسانی، نکاسی آب، غربت کے خاتمے کی بہترین سہولتیں فراہم کی جائیں۔ غربت کے خاتمے کے لئے تقریباً ساڑھے چھ لاکھ غریب ترین خاندانوں کو -/500 روپے ماہانہ نقد امداد کا اعلان تاریخ میں سنہرے حروف میں لکھا جائے گا۔ اس ہاؤس میں یہ بات کہی گئی کہ -/500 روپے ماہانہ امداد سے کسی غریب کا کچھ نہیں بنے گا۔ میں بھی یہ تسلیم کرتی ہوں کہ واقعی -/500 روپے ماہانہ سے کسی غریب کا چولہا نہیں جل سکتا اس کی امداد نہیں ہو سکتی لیکن وزیر اعلیٰ پنجاب کسی غریب کو اس -/500 روپے پر بٹھا کر گھروں میں نہیں رکھنا چاہتے وہ چاہتے ہیں کہ غریب خود بھی کچھ کرے اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں یہ ایک اضافی رقم ہے جو مہنگائی سے مقابلہ کرنے کے لئے غریبوں کو دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ غریبوں کے لئے زکوٰۃ فنڈ جو کہ ہر یونین کونسل میں زکوٰۃ کمیٹیاں موجود ہیں۔ بیت المال کو خطیر رقم دی گئی ہے جہاں سے غریب سہولتیں حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر ہم ماضی کی طرف نظر دوڑائیں تو ہم دیکھیں گے کہ ذوالفقار علی بھٹو سابق وزیر اعظم پاکستان کے دور میں روٹی کپڑا اور مکان کا نعرہ لگایا گیا۔ یہ نعرہ لگا کر لوگوں سے غریبوں سے ووٹ تو حاصل کئے گئے لیکن اس کے بعد غریبوں کو غریب ترین بنا دیا گیا ان میں احساس محرومی پیدا کیا گیا اور بجائے اس کے کہ غریبوں کو گھر ملتے ہم نے خود اپنے ہی گھر پاکستان کا ایک ٹکڑا گنوا دیا۔

جناب سپیکر! تعلیم، صحت اور روزگار کا حصول عوام کا کسی بھی کمیونٹی کا ایک بنیادی حق ہوتا ہے۔ میں یہ کہوں گی کہ ہماری حکومت وہ پہلی حکومت ہے جس نے ان شعبوں پر سب سے زیادہ توجہ دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گزشتہ ساڑھے چار سالوں میں شرح خواندگی 47 فیصد سے بڑھ کر 62 فیصد تک پہنچ گئی ہے۔ ایک غریب جو اس وجہ سے اپنے بچوں کو سکول نہیں بھیجتے تھے اور ان سے محنت مزدوری کا کام کروایا کرتے تھے کہ ان کے پاس کتابوں اور سکولوں کی فیسوں کے لئے پیسے نہیں ہوتے تھے لیکن آج اس حکومت کے دور میں وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی کی پالیسی میں میٹرک تک مفت تعلیم اور کتابوں کی فراہمی غریبوں کے لئے ایک بہت بڑی امداد ہے۔ اس کے علاوہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایجوکیشن سیکٹر ریفارم پروگرام کے تحت خستہ حال اور بدحالی کے شکار سکولوں کی حالت بہتر بنائی گئی، ٹاٹ کلچر کو ختم کر کے نہ صرف شہروں بلکہ دیہاتوں کے سکولوں میں بھی فرنیچر فراہم کیا گیا۔ ٹیچرز کے ریفرشمنٹ کورس کا اجراء کیا گیا اور سکولوں میں ٹیچرز کی کمی کو پورا کرنے کے لئے پورے پنجاب میں پچاس ہزار ایجوکیٹرز بھرتی کئے گئے۔ ابھی دو دن پہلے میری بہن عظمیٰ زاہد بخاری نے یہاں بات کی تھی کہ ٹیچرز روڈز پر آ کر احتجاج کر رہے ہیں تو میں یہ کہوں گی کہ آپ کی حکومتوں کے دور میں ٹیچرز سکول میں صرف حاضری لگانے آتے تھے اور چلے جاتے تھے یا پھر کسی بھی سکول کا ہیڈ دیہاتوں میں ہفتے میں ایک دن آتا تھا اور پورے ہفتے کی حاضری لگا کر چلے جاتے تھے لیکن ہمارے وزیر اعلیٰ نے ٹیچرز کو activate کیا اور ان سے یہ کہا کہ کسی قسم کی آرام طلبی اور غفلت برداشت نہیں ہو گی۔ جب آپ حکومت کے خزانے سے تنخواہ لیتے ہیں تو آپ کو کام بھی کرنا پڑے گا۔ انہوں نے یہ پالیسی پچھلے سال اختیار کی کہ جس سکول کا پچیس فیصد میٹرک کا رزلٹ آئے گا اس کے ہیڈ کو معطل کر دیا جائے گا اور یہ ٹیچرز کو activate کرنے کے لئے ایک بہت بڑا قدم تھا۔ ان ٹیچرز کو جب کام کرنے کے لئے کہا گیا اور ان کی آرام طلبی کو ختم کرنے کے لئے کہا گیا تو وہ سڑکوں پر نکل آئے۔ ان کے جائز مطالبات پورے کئے جائیں گے لیکن غفلت اور کام چوری برداشت نہیں کی جائے گی، یہ وزیر اعلیٰ کی ان سے ڈیمانڈ ہے۔

جناب چیئرمین! اس سے پہلے تعلیم کا شعبہ اس لئے تنزلی کا شکار تھا، چونکہ میں ملتان سے تعلق رکھتی ہوں تو میں ملتان کے حوالے سے بات کروں گی کہ ہم نے وزیر اعلیٰ صاحب سے ڈیمانڈ کی کہ بہت ساری بے شمار بچیاں جو ہوم اکنامکس کی تعلیم حاصل کرنا چاہتی ہیں وہ بی اے کے بعد گھر بیٹھ جاتی ہیں، ان کو موقع نہیں ملتا یا ان کے اتنے ذرائع نہیں ہوتے کہ وہ لاہور آ کر اپنی تعلیم مکمل کریں۔ اس لئے ہم نے ڈیمانڈ کی کہ لاہور کی طرز کا ہوم اکنامکس کالج ملتان میں قائم کیا جائے، آج اللہ کے فضل و کرم سے وہ ہوم اکنامکس کالج ملتان

میں شروع ہو چکا ہے۔ تقریباً تین ہزار بچیاں اس میں تعلیم حاصل کریں گی اور اپنے قدموں پر کھڑی ہوں گی۔
جناب چیئرمین! اب میں صحت کے حوالے سے بات کروں گی کہ 2002 میں جب ہماری مسلم لیگ کی حکومت نے حکومت بنائی تو اس وقت بے پناہ سرکاری ہسپتال زبوں حالی کا شکار تھے، ایمرجنسی کے شعبے میں فری علاج، ادویات کی فراہمی اور ڈاکٹروں کی دستیابی بالکل ناپید تھی۔ آج صوبے کے ہر بڑے ہسپتال میں ایمرجنسی بھرپور اور فعال طریقے سے کام کر رہی ہے، ادویات مفت دی جا رہی ہیں، ڈاکٹرز کی ڈے اینڈ نائٹ ڈیوٹیاں لگائی گئی ہیں۔ ملتان کے نشتر ہسپتال میں جدید مشینوں سے مزین ایک شاندار ایمرجنسی بلاک بنایا گیا ہے جہاں پر نہ صرف دوائیاں مفت دی جاتی ہیں بلکہ ہر وقت ہر قسم کی دوائی دستیاب ہوتی ہے، ڈاکٹرز دستیاب ہوتے ہیں اور مریضوں کے لئے ہر قسم کی سہولت موجود ہے۔ اس کے علاوہ لاہور کی طرح ملتان میں بھی 1122 ریسکیو کا آغاز کر دیا گیا ہے اور پچھلے مہینے وزیر اعلیٰ صاحب اس کا افتتاح کر کے آئے ہیں، یہ ایک انٹرنیشنل لیول کی ریسکیو ہے جو call کرنے کے بعد پندرہ منٹ کے اندر اندر مطلوبہ مقام پر پہنچ جاتی ہے۔ چلڈرن کمپلیکس قائم کیا گیا، برن یونٹ کا قیام عمل میں لایا گیا اس کے علاوہ ملتان میں خواتین کے لئے کوئی ہسپتال نہیں تھا لیکن اب وہاں خواتین کے لئے فاطمہ جناح گائنی ہسپتال اڑھائی سو بیڈ پر مشتمل کام شروع کر چکا ہے اس کا بھی وزیر اعلیٰ صاحب افتتاح کر چکے ہیں۔

جناب چیئرمین: محترمہ! ایک منٹ میں wind up کریں۔

محترمہ شمیم اختر: جناب چیئرمین! اس کے علاوہ ملتان انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی کا قیام جہاں پر انجیوگرافی اور انجیوپلاسٹی کا کام شروع ہو چکا ہے اور ابھی تھوڑے ہی دنوں میں اس میں ہارٹ سرجری بھی شروع ہونے والی ہے۔ نرسنگ کی تعلیم کی اپ گریڈیشن کی گئی ہے، نرسنگ کالج اور ہاسٹل کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ یہاں میں یہ ضرور کہوں گی کہ جنوبی پنجاب کے خطے سے ماضی میں وزیر اعلیٰ بھی رہے، سپیکر قومی اسمبلی بھی رہے، بے شمار وفاقی اور صوبائی وزراء بھی گزرے، گورنر بھی گزرے لیکن کسی کو جنوبی پنجاب کی ترقی کا خیال نہ آیا، انہوں نے بجائے جنوبی پنجاب کے خطے کے لوگوں کی محرومیاں دور کرنے کی بجائے ان کی محرومیوں میں اضافہ کیا لیکن ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی نے جنوبی پنجاب کے عوام کی محرومیوں کو دور کیا اور اس کو ترقی دینے کے لئے خزانوں کے منہ کھول دیئے ہیں۔ آج بھی بعض لوگ جنوبی پنجاب کی محرومیوں کا رونا رو کر نہ صرف اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرتے ہیں بلکہ وہ تعصب کی فضا کو فروغ دیتے رہتے ہیں۔

جناب چیئر مین: محترمہ! شکریہ۔اب آپ wind up کریں۔

محترمہ شمیم اختر: جناب چیئر مین! میں صرف ایک پوائنٹ پر بات کرنا چاہتی ہوں۔ میں بتاتی ہوں کہ پہلی دفعہ بھیک مانگتے ہوئے اور ہاتھ پھیلاتے ہوئے بچوں کے لئے کسی حکومت نے سوچا تو یہ وزیر اعلیٰ پنجاب اور مسلم لیگ کی حکومت نے سوچا جنہوں نے بھیک مانگتے ہوئے بچوں کو ریسکیو کر کے ان کے لئے چائلڈ پروٹیکشن اور ویلفیئر بیورو بنائے گئے جہاں ان کو بھیک سے منع کر کے ان کو ٹریننگ دی جائے گی، ان کو ہنر سکھایا جائے گا اور تعلیم سکھائی جائے گی تاکہ یہ اپنے قدموں پر کھڑے ہوں اور خود اپنے لئے کمانے کا ذریعہ بن سکیں۔یہاں پر میری ایک بہن نے بات کی کہ ڈی جی خان کے جو غریب عوام ہیں وہ اپنے چھ میں سے دو بچوں کو اونٹ ریس کے لئے بھیج دیتے ہیں تو میں یہاں پر بتاؤں گی کہ ہماری وزیر اعلیٰ کی مشیر برائے چلڈرن ویلفیئر ڈاکٹر فائزہ اصغر دبئی گئیں ہیں اور وہاں پر اونٹ ریس کے لئے جو بچے لے جائے گئے تھے تو وہاں سے 76 بچوں کو release کرا کے واپس پاکستان لے کر آئی ہیں اور وہاں پر انہوں نے دبئی کی حکومت سے یہ ڈیمانڈ کی ہے کہ جتنا عرصہ یہ بچے اپنے گھر سے دور رہے ہیں، اپنے والدین سے دور رہے ہیں اور والدین جو ان کی وجہ سے سسک رہے ہیں تو وہ ان کو اس کا معاوضہ ادا کریں اور ان کو compensate کریں۔

جناب چیئر مین: شکریہ۔اب آپ کا ٹائم ختم ہو گیا ہے پلیز تشریف رکھیں۔

محترمہ شمیم اختر: شکریہ۔ لیکن ابھی میری کچھ باتیں باقی ہیں لیکن وقت کی کمی کا خیال رکھتے ہوئے اور وزیر خزانہ کے لئے ٹائم چھوڑنے کے لئے میں اپنی باقی باتیں محفوظ رکھتی ہوں۔

جناب چیئر مین: شکریہ۔اب محترمہ خالدہ منصور صاحبہ بجٹ پر بحث کریں گی۔

محترمہ خالدہ منصور: جناب چیئر مین! شکریہ کہ آپ نے مجھے پنجاب کے بجٹ پر بات کرنے کا موقع دیا۔ کسی بھی ریاست کو چلانے کے لئے دو اہم ستون ہوتے ہیں ایک اس کا آئین اور دوسرا اس کا بجٹ۔ پنجاب حکومت کے اس آخری بجٹ میں لوگوں کی امیدیں تھیں کہ عوام دوست بجٹ آئے گا جو غریب عوام کو ریلیف دے گا لیکن بجٹ کے اعلان ہوتے ہی غریب لوگوں کی امیدوں پر پانی پھر گیا اور ان کے حوصلے پست ہو گئے۔ بجٹ نہ تو عوام دوست ہے جس میں غریب لوگوں کو کچھ ریلیف دیا گیا ہو۔ وزیر خزانہ صاحب نے بڑے وثوق سے یہ اعلان کیا کہ یہ بجٹ ٹیکس فری ہو گا لیکن افسوس کی بات ہے کہ اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے انہوں نے اس ارادے

کا اظہار کیا کہ پٹرول کے ہر لیٹر پر road users tax لگایا جائے گا جو یہ ان کے اپنے بجٹ کی نفی تھی۔اس بجٹ میں سب سے خوبصورت چیز جو مجھے نظر آئی وہ 15 فیصد گورنمنٹ ملازمین کی تنخواہیں بڑھانے کی تھیں لیکن اگر ہم اندازہ لگائیں تو پنجاب کے کتنے لوگ گورنمنٹ ملازم ہیں اور ایک خاص طبقے کو یہ ریلیف ملا لیکن وہ عوام جن کی آبادی پنجاب میں زیادہ ہے ان کے لئے حکومت نے کیا۔اس بجٹ سے پہلے ہی تمام روزمرہ استعمال کی اشیاء کی قیمتیں 200 فیصد بڑھ گئیں۔میں صرف ایک آئٹم کا ذکر کرنا چاہوں گی۔گھی ایک ایسا آئٹم ہے جو کہ ہر گھر میں استعمال ہوتا ہے اور اس وقت پنجاب میں -/95 روپے فی کلو بک رہا ہے۔یہ 15 فیصد جو تنخواہوں کو بڑھایا گیا میرا نہیں خیال کہ اس سے ان کو زیادہ ریلیف ملے گا۔محسوس یوں ہوتا تھا کہ حکومت نام کی کوئی چیز ہی نہیں ہے اور قیمتوں پر کوئی کنٹرول ہی نہیں ہے۔یہ کہا جا رہا تھا کہ حکومت کوئی ایسا منصوبہ اس بجٹ میں دے گی جس میں غریب عوام کے لئے مہنگائی کو کنٹرول کرنے کے لئے کچھ کہا جائے گا لیکن افسوس اس بجٹ میں کوئی ایسا پلان نہیں دیا گیا، حکومت نے کوئی ایسا پروگرام نہیں بتایا کہ وہ مہنگائی کے اس جن کو کس طرح قابو کریں گے۔ سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں تو اضافہ حکومت نے کر دیا لیکن ان تمام محنت کشوں کا کیا بنے گا جو کہ پرائیویٹ ملازمتیں کرتے ہیں، جو ملوں میں فیکٹریوں میں ملازم ہیں۔حکومت تو پاس کر دیتی ہے کہ تنخواہ میں اضافہ کیا جائے لیکن مل مالکان پر کوئی اثر نہیں ہوتا اور وہ غریب محنت کش اسی چکی میں پس رہے ہوتے ہیں۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ ان محنت کشوں کو ریلیف دینے کے لئے ایک ایسی کمیٹی بنائی جائے جو حکومت کو سفارش کرے یا ان کو رپورٹ دے کہ اگر مل مالکان اور پرائیویٹ لوگ اس پر عمل نہیں کرتے تو ان کو سزا دی جائے۔وہ لوگ ریلیف دیتے ضرور ہیں لیکن اس طرح کہ لیبر کم کر دی جاتی ہے اور دوسروں پر زیادہ بوجھ ڈال کر ان کی تنخواہیں بڑھا دی جاتی ہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ وہ 15 فیصد جو حکومت نے بڑھایا ہے وہ بھی ان غریب محنت کشوں کو ملنا چاہئے۔

جناب والا! اس بجٹ میں تعلیم کے لئے 21۔ارب اور 480 ملین روپے رکھے گئے ہیں لیکن میں سمجھتی ہوں کہ جو اس وقت موجودہ حالات ہیں پنجاب کا اس میں یہ بجٹ کچھ کم سا لگتا ہے اور اس میں جتنا نقصان تعلیم کے محکمے کا موجودہ حکومت میں ہوا ہے، جتنا معیار تعلیم گرا ہے اس سے پہلے کبھی بھی ایسا نہیں ہوا تھا۔یہ اس لئے کہ ان کی کبھی پلاننگ ہی نظر نہیں آئی۔کبھی امتحان ہو رہے ہیں اور کبھی امتحان نہیں ہو رہے، کبھی بچوں کو بغیر امتحان کے promote کر دیا جاتا ہے تو اس میں معیار کیا ہوگا۔والدین پریشان اور بچے بھی پریشان۔وزیر خزانہ نے اپنی تقریر میں میاں شہباز شریف کا ذکر کیا ہے جنہوں نے گھوسٹ سکولوں کی نشاندہی

کی۔انہوں نے کہا کہ ان کو تعلیم کے مسائل کا علم نہیں تھا۔ میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ ان کو علم تھا اس لئے انہوں نے ان گھوسٹ سکولوں کی نشاندہی کی کیونکہ وہ پنجاب حکومت کے خزانے پر ایک بوجھ تھے اور وہ لوگ کام نہیں کر رہے تھے۔آپ کی حکومت کا کارنامہ ہے "پڑھا لکھا پنجاب"، یہ ایک بہت بڑا نعرہ تھا مجھے بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جتنی رقم اپنی ذاتی پبلسٹی پر خرچ کی اگر یہی رقم ان سکولوں پر خرچ کی جاتی جہاں چار دیواری نہیں، جہاں ٹیچرز نہیں، جہاں پینے کا پانی نہیں اور جہاں لیٹرین نہیں۔ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ یہ کیا گیا ہے لیکن ابھی بھی وہ سکول اسی حالت میں ہیں۔ایک اور بار کا ذکر کرنا چاہوں گی کہ یہ تعلیم کے بڑے دعوے دار ہیں،ایک ٹیچر کی تنخواہ،ایجوکیٹر کی تنخواہ -/4650 روپے ہے جو کہ قوم کی تقدیر بدلتا ہے اور ایک پولیس مین جو صرف میٹرک پاس ہے اس کی تنخواہ ساڑھے بارہ ہزار ہے۔یہ تعلیم کے محکمے میں ان کا کارنامہ ہے۔

جناب والا! زراعت ایک اہم محکمہ ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ یہ پنجاب کے لئے ریڑھ کی ہڈی ہے۔ زراعت کے لئے جتنا بجٹ رکھا گیا ہے اگر اس کا جائزہ لیا جائے تو زیادہ ان کی تنخواہوں میں اور دوسرے اخراجات میں لگ جاتا ہے۔اس وقت ملک کو زراعت میں جدید تحقیق کی ضرورت ہے اور چھوٹے کاشتکاروں کو اس بات کی زیادہ ضرورت ہے کہ ان کو بتایا جائے کہ نئی ٹیکنالوجی پر عمل کر کے وہ کس طرح زیادہ کاشت کر سکتے ہیں۔ زراعت کے ملازمین ایئر کنڈیشنڈ کمروں میں بیٹھنے کی بجائے فیلڈ میں جائیں اور لوگوں کو یہ علم دیں۔

جناب والا! حکومت نے بجلی کے ٹیوب ویل پر 25 فیصد رعایت دی ہے لیکن بجٹ سے کچھ عرصہ پہلے اس پر دس فیصد بڑھا دیا گیا۔ایک طرف دس فیصد بڑھا دیا اور ایک طرف 25 فیصد ان کو رعایت دے دی لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ پنجاب میں بہت زیادہ ٹیوب ویل ڈیزل سے چلتے ہیں بجلی سے کم،اس کا مطلب یہ ہے کہ بڑے زمینداروں کو تو رعایت دے دی لیکن چھوٹے کاشتکاروں کو کچھ نہیں دیا۔

جناب چیئر مین: آپ ایک منٹ میں wind up کریں۔

محترمہ خالدہ منصور: جناب چیئر مین! مجھے صرف دو منٹ دیں۔ میں صحت کے بارے میں بات کرنا چاہوں گی کہ اتنا بجٹ رکھا گیا لیکن افسوس کہ فیصل آباد جو پنجاب کا دوسرا بڑا شہر ہے جہاں ٹی بی کا مہلک مرض بری طرح پھیل رہا ہے۔ وہاں پر گورنمنٹ کا کوئی بھی ٹی بی ہسپتال نہیں ہے صرف ایک ڈسٹرکٹ ہسپتال ہے جو ضلع کی ضرورت کو پورا نہیں کر پا رہا۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ ان حالات میں وہاں پر ٹی بی کا نیا ہسپتال یا الائیڈ

اور سول ہسپتال میں ایک ایک ٹی بی وارڈ بنایا جائے۔ ایک عالمی ادارہ صحت کی ریسرچ کے مطابق پاکستان میں 40 سے 50 فیصد ادویات جعلی ہیں۔ کیا اس بجٹ میں کچھ بتایا گیا ہے کہ جعلی ادویات کو کنٹرول کرنے کے لئے، لوگوں کو معیاری ادویات مہیا کرنے کے لئے حکومت کیا کرے گی۔ انڈیا میں اسی کمپنی کی ادویات سستی اور پاکستان میں بہت مہنگی ہیں۔ اس پر غور کرنا چاہئے کہ لوگوں کو ہم کس طرح سستی اور معیاری ادویات مہیا کر سکتے ہیں۔

جناب چیئرمین! میں ایک بات اور کہنا چاہوں گی کہ حکومت کی طرف سے ایک سکیم کا اعلان کیا گیا ہے کہ ریٹائرڈ ملازمین کے لئے ہاؤسنگ کالونیاں بنائیں گے۔ یہ ایک خوش آئند بات ہے لیکن میں یہاں پر کہنا چاہوں گی کہ وہ ملازمین جو اب گورنمنٹ میں کام کر رہے ہیں ان کے لئے بھی کوئی نہ کوئی ہاؤسنگ سکیم کا اعلان ہونا چاہئے۔ جو بڑے افسران ہیں وہ تو کچھ نہ کچھ کر لیتے ہیں لیکن چھوٹے ملازمین کے لئے کسی بھی ایسی ہاؤسنگ سکیم کا اعلان نہیں کیا گیا۔ میری گزارش ہے کہ چھوٹے ملازمین کے لئے بھی ایسی ہی سکیم کا اعلان کرنا چاہئے۔

جناب والا! حکومت نے بہبود آبادی کے لئے بہت سارا بجٹ رکھا ہے مجھے یہ سمجھ نہیں آ رہی کہ یہ ایک وفاقی محکمہ ہے تو صوبائی حکومت کو اس میں اتنا بجٹ رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ میں یہاں پر یہ ذکر کرنا چاہوں گی کہ اس محکمے کے حالات ایسے ہیں کہ فیصل آباد میں عفت نذیر صاحبہ ڈائریکٹر ہیں جنہوں نے رشوت کا بازار گرم کیا ہوا ہے انہوں نے سینکڑوں لوگوں کو بھرتی کیا اور بھرتی کے لئے جو اشتہارات دیئے وہ گورنمنٹ کے نہیں تھے بلکہ وہ پرائیویٹ طور پر دیئے گئے اور ایک پرائیویٹ فرم سے مل کر لاکھوں روپیہ انہوں نے لوٹا لیکن مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ آج تک اس پر کیوں نوٹس نہیں لیا گیا۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ آپ کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

محترمہ خالدہ منصور: جناب والا! میں اس کو wind up کرتے ہوئے صرف اتنا کہوں گی کہ اگر حکومت واقعی عوام کی بہتری کے لئے کچھ کرنا چاہتی ہے تو وہ رقم جو آپ نے گورنر ہاؤس کے لئے رکھی، وہ رقم جو وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ کے لئے رکھی وہ غریب عوام کے لئے کیوں نہیں خرچ کی جاتی تاکہ ان کی حالت بہتر ہو اور لوگ سمجھیں کہ یہ حکومت عوام دوست ہے عوام دشمن نہیں۔

ڈاکٹر تسنیم رشید: پوائنٹ آف آرڈر۔

رپورٹیں
(میعاد میں توسیع)

جناب چیئرمین: محترمہ آپ تشریف رکھیں۔آج چونکہ بحث کا آخری دن ہے اس لئے پوائنٹ آف آرڈر پر بات نہیں ہو سکتی۔اب میاں افتخار حسین چھچھر صاحب مجلس قائمہ برائے انڈسٹری کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ توسیع کی تحریک پیش کریں۔

نشان زدہ سوال نمبر 8671 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے انڈسٹریز کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

میاں افتخار حسین چھچھر: شکریہ۔میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"نشان زدہ سوال نمبر 8671 پیش کردہ جناب ارشد محمود بگو ایم پی اے کے بارے میں مجلس قائمہ برائے انڈسٹریز کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31۔جولائی 2007 تک توسیع کر دی جائے۔"

جناب چیئرمین: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"نشان زدہ سوال نمبر 8671 پیش کردہ جناب ارشد محمود بگو ایم پی اے کے بارے میں مجلس قائمہ برائے انڈسٹریز کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31۔جولائی 2007 تک توسیع کر دی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور اب سوال یہ ہے کہ:

"نشان زدہ سوال نمبر 8671 پیش کردہ جناب ارشد محمود بگو ایم پی اے کے بارے میں مجلس قائمہ برائے انڈسٹریز کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31۔جولائی 2007 تک توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب چیئرمین: ارشد محمود بگو صاحب سب کمیٹی فنانس کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتے ہیں۔ میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ توسیع کی تحریک پیش کریں۔

تحریک استحقاق نمبر 6 بابت 2006 کے متعلق رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

جناب ارشد محمود بگو: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

> تحریک استحقاق نمبر 6 بابت 2006 پیش کردہ سید احسان اللہ وقاص ایم پی اے کے بارے میں سب کمیٹی فنانس کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں 31-07-07 تک توسیع کر دی جائے۔

جناب چیئرمین! یہ پتا ہی نہیں ہے کہ کون سی ہے۔ یہ تحریک استحقاق احسان اللہ وقاص کی اسمبلی پر حملہ اور آگ لگانے سے متعلق ہے۔ اس کی پانچ میٹنگ ہو چکی ہیں اور تقریباً تمام کام فائنل ہو چکا ہے لیکن اس میں پولیس کی رپورٹ ابھی آنا باقی ہے تو وہ رپورٹ آنے کے بعد فائنل ہو جائے گی۔

جناب چیئرمین: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

> تحریک استحقاق نمبر 6 بابت 2006 پیش کردہ سید احسان اللہ وقاص ایم پی اے کے بارے میں سب کمیٹی فنانس کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں 31-07-07 تک توسیع کر دی جائے۔

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور اب سوال یہ ہے کہ:

> تحریک استحقاق نمبر 6 بابت 2006 پیش کردہ سید احسان اللہ وقاص ایم پی اے کے بارے میں سب کمیٹی فنانس کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں 31-07-07 تک توسیع کر دی جائے۔

(تحریک منظور ہوئی)

سالانہ بجٹ برائے سال 08-2007 پر بحث

(۔۔۔جاری)

جناب چیئرمین: میں تمام اراکین اسمبلی سے یہ درخواست کروں گا کہ اپوزیشن کی طرف سے رانا ثناء اللہ صاحب بیٹھے ہیں اور راجہ صاحب بھی موجود تھے تو آج رانا صاحب بھی آخر میں تقریر کریں گے تو اس کے بعد وزیر خزانہ صاحب نے wind up کرنا ہے تو اس کے لئے وقت کا تعین کرنا ہے تاکہ اس وقت سے پہلے تمام اراکین اسمبلی تقریر کر سکیں تو ان کو ہم call کریں گے تو جو بچ جائیں گے انہیں ڈراپ کرنا پڑے گا۔ میرا خیال ہے کہ اگر پانچ منٹ ہر مقرر کے لئے رکھ لیں تو ٹھیک ہے۔

معزز ممبران: جی، ٹھیک ہے۔

جناب چیئرمین: جی، میاں محمد لطیف پنوار راجپوت!

میاں محمد لطیف پنوار راجپوت: سب سے پہلے تو میں وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب کو پنجاب کا تاریخی بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں اور ساتھ ہی وزیر خزانہ سردار حسنین بہادر دریشک صاحب کو بھی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ ایک تو انہوں نے تاریخ کے اندر پانچواں بجٹ پیش کیا ہے اور میرا خیال ہے کہ پچھلے 35/30 سال کی تاریخ اگر اٹھا کر دیکھی جائے تو شاید ہی کوئی ایسا بجٹ پیش ہوا ور نہ یہ پہلی حکومت ہے کہ جس نے اپنے پانچ سال مکمل کئے ہیں اور پانچ سال مکمل کرنا حکومت کی بہت بڑی کامیابی ہے اور لوگوں کا اس حکومت پر اعتماد ہے کہ انہوں نے پانچ سال تک اس حکومت میں کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں کیا اور اس کی معاشی اصلاحات کو سراہا ہے اور اس طریقے سے یہ حکومت اپنا پانچواں بجٹ پیش کر رہی ہے۔

جناب والا! اس حکومت نے جیسا کہ پچھلے پانچ سال کے اندر جو بھی بجٹ دیا ہے، اس میں غریب عوام کو زیادہ سے زیادہ compensate کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسی طرح سے یہ بجٹ بھی بالکل ایک ایسا ہی بجٹ ہے جس میں غریب عوام اور درمیانے طبقے کو زیادہ سے زیادہ سہولیات دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ انسان بڑا کمزور ہے اور غلطیاں کوتاہیاں تو سب سے ہوتی رہتی ہیں اور اس میں کمی بیشی بھی ہوتی رہتی ہے لیکن جتنی محنت وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب نے اس حکومت کو چلانے کے لئے کی ہے اس میں ان کا بہت بڑا ہاتھ ہے اور خاص طور پر اس اسمبلی کو چلانے میں راجہ بشارت صاحب نے جس محنت کے ساتھ اسمبلی کو چلایا ہے اور اپوزیشن اور حکومتی بنچز کو متحد رکھا ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ جس طرح چیف منسٹر صاحب مستحق ہیں تو اسی طرح راجہ صاحب بھی مبارکباد کے مستحق ہیں۔

جناب والا! حکومت کے پیش کئے جانے والے بجٹ میں سب سے پہلی بڑی چیز کے متعلق میں

کہوں گا کہ کچی آبادیوں کے مالکان 1985 کے بعد بالکل ہی مالکانہ حقوق سے محروم تھے تو حکومت نے 20 سال کے عرصے کے بعد پہلی مرتبہ ان کچی آبادیوں میں رہنے والوں کو 2007 تک مالکانہ حقوق دے کر بالکل ہی غریب ترین طبقے کے دل جیت لئے ہیں۔ اس کے بعد اگلی چیز یہ ہے کہ حکومت نے بالکل غریب ترین لوگ جو نچلے طبقے میں رہ رہے تھے، ان کو دو کنال مفت زمین دے کر جس پر وہ کچن گارڈن وغیرہ لگا سکیں، یہ بھی حکومت کا ایک بہت ہی احسن قدم ہے۔

جناب والا! ہنر مند افراد کی ویجز میں 15 فیصد اضافہ حکومت کا بہت ہی مثبت اقدام ہے۔ اسی طریقے سے پچھلے سالوں کی طرح سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں 15 فیصد اضافہ اور ساتھ ہی ہمارے وہ بڑے جو پنشنرز ہیں، ان کو بھی اس میں شامل رکھا گیا ہے اور ان کی پنشن میں بھی 15 سے 20 فیصد اضافہ کیا گیا ہے جو کہ حکومت کا ایک بہت ہی اچھا قدم ہے۔ اسی طریقے سے ٹیوب ویلوں کے بجلی کے بلوں پر جو رعایت دی گئی ہے وہ ہماری زراعت کو بہت زیادہ سہارا دے گی اور ڈیزل مہنگا ہونے کی وجہ سے پیدا ہونے والے خلاء کو پُر کیا جا سکے گا اور کسانوں کو بہت فائدہ ہوا ہے۔

جناب چیئرمین! ہسپتالوں کے اندر نئی ایمبولینسز اور 1122 ریسکیو کا قیام بھی ترقیاتی منصوبے اور اس حکومت نے جتنے ترقیاتی منصوبے دیئے ہیں شاید ہی اس سے پہلے کسی حکومت نے دیئے ہوں اور ایسی کوئی مثال ہی نہیں ملتی۔ اس کے علاوہ میں تھوڑی سی تجاویز پیش کروں گا کہ حکومت نے بھرتیوں کے حوالے سے تو بہت اچھا قدم اٹھایا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو روزگار مل جائے لیکن devolution کے بعد ضلعی حکومتوں نے ایک بہت بڑا خلاء پیدا کر دیا ہے اور چونکہ زیادہ تر محکمے devolution کے تحت devolve ہو گئے ہیں اور اسی طریقے سے ضلعی ناظمین نے کافی نااہل لوگوں کو بھی بھرتی کیا ہے جس طریقے سے ضلعی ناظمین میٹرک پاس ہیں تو اسی طرح سے انہوں نے اس لیول کے بندوں کو زیادہ سے زیادہ اکاموڈیٹ کرنے کی کوشش کی ہے۔

جناب چیئرمین! ہسپتالوں میں دوائی واقعی بہت زیادہ مقدار میں ہوتی ہیں لیکن ہسپتالوں میں اچھا ایڈمنسٹریٹو سسٹم نہ ہونے کی وجہ سے ہسپتال میں موجود دوائی بھی ڈاکٹر مریضوں کو نہیں دیتے۔ اس طریقے سے ہسپتالوں میں موجود دوائی بھی مریض باہر سے خریدنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور اس کا مجھے خود تجربہ ہے کیونکہ میں نے کئی دفعہ visit کیا ہے اور جب مریضوں سے پوچھا کہ آپ کو دوائی مل رہی ہے؟ تو جواب ملا کہ نہیں مل رہی اور جب ایم ایس سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس سٹور میں موجود ہے۔ یہ ڈاکٹروں کی

نااہلی ہے اور خاص طور پر بی وی ایچ بہاولپور کے حوالے سے میں یہ بات کر رہا ہوں۔

جناب چیئرمین!حکومت اپنے پانچ سال آج مکمل کر چکی ہے لیکن کالا باغ ڈیم جو اس ملک کی معیشت کے لئے بہت اہم کردار ادا کرنا تھا اور اس معیشت کو سہارا دینا تھا وہ آج بھی صرف ایک نعرہ کی حد تک ہی رہ گیا ہے۔

جناب چیئرمین!حکومت اریگیشن سسٹم کو بہتر بنانے کی بہت کوشش کرتی رہی ہے لیکن پھر بھی اس میں وہ بہتری نہیں لائی جا سکی جو کہ لوگوں کو چاہئے تھی اور آج ہمارا ملک صومالیہ اور ایتھوپیا کی شروعات کی طرف چل رہا ہے اور اس میں بہاولپور کا میں ذکر ضرور کروں گا کہ جس کے 56 فیصد موگہ جات کا پانی سیکرٹری اریگیشن نے گھٹا کر بہاولپور کے ساتھ بہت بڑی دشمنی کا اظہار کیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہاولپور کے ساتھ خاص طور پر بڑی زیادتی ہے کہ وہ علاقہ جو آپ کو گندم فراہم کرتا ہے اور جو کاٹن فراہم کرتا ہے،اس علاقے کے ساتھ وہاں کا پانی گھٹا دینا جو کہ پچھلے 40 سال سے مل رہا تھا،اس کو ناجائز قرار دینا اور اس کے اندر ایک بہت بڑا آرگومنٹس میں یہ دینا چاہتا ہوں کہ اگر پچھلے 40 سالوں سے انہیں پانی زیادہ مل رہا ہے بقول سیکرٹری صاحب کہ وہ غلط لے رہے تھے تو ان کو چاہئے تھا کہ ان لوگوں کے خلاف بھی ایکشن کرتے وہاں کے کسی ایک بیلدار کے خلاف بھی کسی قسم کا کوئی ایکشن نہیں کیا گیا اور صرف یہ کہہ دیا گیا کہ وہ غلط چلا رہے تھے۔ میں آپ کا بھی شکر گزار ہوں اور وزیر اعلیٰ پنجاب کا ایک بار پھر شکریہ ادا کرتے ہوئے انہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: جناب جہانزیب امتیاز گل سے میں گزارش کروں گا کہ وہ اختصار کے ساتھ پانچ منٹ میں اپنی بجٹ بحث کو wind up کریں۔

جناب جہانزیب امتیاز گل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب چیئرمین!آپ نے مجھے میزانیہ 08-2007 پر بات کرنے کا موقع دیا۔ معیشت کے علاوہ ملک کی عمومی صورتحال پر بھی ذرا ایک نظر ڈالئے۔ کھمبے ہیں بجلی نہیں،نلکے ہیں پانی نہیں،تھانے ہیں تحفظ نہیں،ہسپتال ہیں علاج نہیں،سکول ہے عمارت نہیں، منہ ہے نوالا نہیں،جرم ہے سزا نہیں،خواہش ہے عمل نہیں،عدالت ہے انصاف نہیں،ملک ہے آئین نہیں، اسمبلی ہے آزاد نہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین!اگر آپ دیکھیں تو پچھلے پانچ سالوں میں جو پاکستان اور صوبہ پنجاب کی عوام کے ساتھ جھوٹ

بولا گیا ہے وہ میں آپ کے سامنے ثابت کرنا چاہوں گا۔یہ ورلڈ بنک کے 15۔اپریل 2007کےindicators ہیں جوeconomic survey of Pakistan میں شائع ہوئے ہیں۔یہ میں نے کوئی خود نہیں بنائے یہ میں نےeconomic survey of Pakistan سے گراف لیا ہے۔ایک کاپی آپ کے لئے اور ایک کاپی وزیر خزانہ کے لئے میں اس وقت بھیج رہا ہوں اس کے علاوہ میرے پاس مزید کاپیاں بھی ہیں میں چاہوں گا کہ دوسرے وزراء صاحبان میں بھی یہcirculate کر دی جائیں۔

(اس موقع پر جناب چیئرمین اور جناب وزیر خزانہ کو کاپی دی گئی)

جناب چیئرمین! پچھلے سات سالوں سے یہ کہا جا رہا ہے کہ ہمارے ہاںGDP growth ہو رہی ہے اور آجeconomic survey of Pakistan نے اعلان کیا ہے کہ ہماریGDP growths 925 تک پہنچ گئی ہے۔میں اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہوں کہ وزیر خزانہ نے جو calculation کی ہے وہ 925ڈالر سے بھی زیادہ ہے اور پنجاب میں ایسے کون سے اقدامات ہوئے ہیں جن کی وجہ سے یہGDP پاکستان کیGDP سے بھی بڑھ کر پیش کی گئی ہے۔اگر آپ اس گراف میں دیکھیں توGDP بڑھنے کی وجہ سے جسے اصل ریلیف کہا جاتا ہے وہpurchasing power parity جو ہوتی ہے اس کوjudge کرنے کے بعد آپ کو پتا چلتا ہے کہ عوام کو کتنا ریلیف دیا گیا۔اگر آپ اس گراف پر دیکھیں تو انہوں نے 9.3 percent per annum GDP growth show کی ہے جو کہnominal dollars term میں ہے۔میں اس سے انکار نہیں کر رہا لیکن یہnominal dollars term کوئی عوام کو ریلیف نہیں دیتی یہ ایک پیرامیٹر ہے جس کوjudge کر کے بنا دیتے ہیں اور اس کے بعد اس کوbrag کرنا شروع کر دیتے ہیں کیونکہ یہ ہمیشہ اصل حقیقت سے زیادہ ہوتا ہے اگر اسیGDP کوin Euro کی مناسبت سے دیکھا جائے تو ڈالرEuro کے مقابلے میںdepreciate ہوا ہے اور اگرEuro کے مقابلے میں دیکھا جائے تو یہ 9.3 percent per annum per capita figure یہ5.59 پر آ جاتی ہے۔اگر اس کوpurchasing power parity پر دیکھا جائے تو یہ 2.5 percent per annum ہے اور میں ان کی جو figure 9.3ہے کو چیلنج کرتا ہوں اور اصل میں یہ سات سالوں میں2.5فیصدper annum per capita growth ہوئی ہے۔

جناب چیئرمین! اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے مختلف طریقوں سےGDP growth بڑھانے کی کوشش کی ہے کیونکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک طرف یہ کہہ رہے ہیں کہ9 percent growth ہے 9 percent growth کے ثمرات آپ سڑکوں پر دیکھیں تو کہیں لوگ خودکشیاں کر رہے ہیں اصل میں GDP

growth جو ہوئی ہے وہ 2.5 فیصد کے حساب سے ہوئی ہے۔ Independent Economist نے analysis کیا ہے کہ جو انہوں نے growth show کی ہے small and household manufacturing میں وہ 9.3 ہے جبکہ اس کا انہوں نے سروے بھی conduct نہیں کروایا دوسری طرف اگر آپ دیکھیں انہوں نے لائف سٹاک میں growth show 8 percent کی ہے جبکہ 2.5 percent actual growth ہے۔ آپ اگر موازنہ کریں کہ کس طرح ایک دم 8 percent growth جا سکتی ہے اگر 2001 میں 3.8 percent growth تھی 2002 میں 3.7 فیصد تھی، 2003 میں 3 فیصد تھی، 2.5 فیصد تھی 2004 میں اور 2005 میں 2.3 فیصد تھی تو بتائیے کہ ایک دم یہ کس طرح 8 فیصد تک جا سکتی ہے؟ ان figures کو اوپر لے جانے کے لئے بھی عوام کی آنکھوں کو دھوکہ اور فریب دیا گیا ہے کہ لائف سٹاک میں اتنی growth ہوئی ہے۔

جناب چیئرمین! جس طرح آپ نے کہا ہے کہ ٹائم کی کمی ہے میں اس کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے صرف اور صرف اگر یہ مجھے ایک فقرہ کہنے کے بعد بھی میری بات کا جواب دے دیں گے تو میں تقریر کو ختم کر دوں گا۔ انہوں نے کہا ہے کہ debt management strategies پچھلی بار 2004 کی تقریر صفحہ نمبر 4 پر پنجاب کے وزیر خزانہ نے فرمایا ہے کہ ہماری حکومت "پنجاب کے قرضوں سے ثواب کے ذریعے اس وقت تقریباً 2۔ارب روپے کی خطیر رقم کی بچت کرنے کے قابل ہو گئی ہے ہم مہنگے قرضے واپس کر کے ان کی جگہ سستے قرضے حاصل کریں گے۔ ہمارے اندازے کے مطابق حکومت پنجاب اپنی اس پالیسی کی بدولت آئندہ تین سال بعد تقریباً 10۔ارب روپے سالانہ بچانے کے قابل ہو سکے گی۔" انہوں نے 2004 میں کہا کہ 10۔ارب روپے بچانے کے قابل ہو سکے گی۔ یہ دیکھئے کہ 9۔جون 2005 کو جو بجٹ پیش ہوا اس میں لکھا ہوا ہے اور یہ میں نے خود نہیں لکھا بلکہ میرے پاس یہ documented ہے کہ "اس پالیسی کے تحت مستقبل میں حکومت پنجاب کو تقریباً 15۔ارب روپے کا اضافی fiscal space مہیا ہو گا جو کہ پنجاب کے ترقیاتی منصوبوں کے لئے استعمال کیا جا سکے گا۔"

جناب چیئرمین: آپ ایک منٹ میں wind up کریں۔

جناب جہانزیب امتیاز گل: میں ابھی wind up کر دیتا ہوں اگر یہ debt management

strategiesکا جواب ابھی دے دیں یا اپنیspeechمیں دے دیں۔

جناب چیئرمین: یہ اپنیspeechمیں جواب دیں گے۔

جناب جہانزیب امتیاز گل: ٹھیک ہے۔جناب چیئرمین!یہ چار سال سے ہر مرتبہ تقریباً بات کو گول کر جاتے ہیں اور میری اس دفعہ وزیر خزانہ سے بڑیhumble submissionہے کہ اس بات کا ضرور جواب دیجئے گا۔

جناب چیئرمین: منسٹر صاحب اپنیwind up speechمیں آپ کی بات کا جواب دیں گے۔جی، تشریف رکھیں۔

جناب جہانزیب امتیاز گل: جناب سپیکر!بس آخری بات ہے۔میں چاروں وائٹ پیپرز لے کر آیا ہوں۔

وزیر محنت وانسانی وسائل: جناب چیئرمین!پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: راناقاسم نون صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

وزیر محنت و انسانی وسائل: جناب چیئرمین!میرے فاضل ممبر صاحب بجٹ پر بڑی سیر حاصل گفتگو فرما رہے ہیں ان کا بجٹ سے کوئی تعلق نہیں ہے یہ ہر سال فیصل آباد میںdog raceاور کتوں کا شو بڑے پیمانے پر مناتے اور اس پر کروڑوں روپے خود خرچ کرتے ہیں ان کا غریب کے بجٹ سے تو کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: وہ ان کا اپنا بجٹ ہے۔

جناب جہانزیب امتیاز گل: جناب چیئرمین!میں اس کا جواب دیتا ہوں۔

جناب چیئرمین: گل صاحب!ان کی بات کا اس لئے جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے کہ آپ کے بجٹ کا اس بجٹ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

جناب جہانزیب امتیاز گل: جناب چیئرمین!ہمارا کتوں کا شوق ہے ہم اس کیraceکرواتے ہیں راناقاسم نون صاحب مجھے بتادیں کہ یہ [*****]

جناب چیئرمین: شکریہ۔تشریف رکھیں۔

جناب جہانزیب امتیاز گل: [*****]

جناب چیئرمین: یہ الفاظ کارروائی سے حذف کئے جاتے ہیں۔اگلے ممبر رائے منصب علی خان ہیں---

جناب جہانزیب امتیاز گل: جناب چیئر مین! مجھے صرف ایک منٹ اور دے دیں۔

جناب چیئر مین: گل صاحب! آپ کے چار منٹ اوپر ہو گئے ہیں۔

جناب جہانزیب امتیاز گل: پلیز، بس ایک منٹ اور دے دیں۔ 2003,2004 کے وائٹ پیپر میں صفحہ نمبر 84 پر انہوں نے بتایا ہے کہ جو break up دیا ہے وہ 146.457 ملین روپے کا debt

---

* بحکم جناب چیئر مین الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

Burden تھا 2003 اور 2004 میں۔ 2004 میں انھوں نے کہا تھا کہ ہم -/15 روپے کی fiscal space create کریں گے۔ (قطع کلامیاں)

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئر مین! ۔۔۔

جناب چیئر مین: جی، شیخ صاحب!

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئر مین! گزارش یہ ہے کہ آج جیسے پہلے مہر اشتیاق صاحب جب تقریر کر رہے تھے تو انھوں نے ذکر کیا اور یہ ایک tradition ہے کہ پچھلے ادوار کا اگر اس میں comparison کیا جاتا ہے، میاں شہباز صاحب کا ذکر کیا تو ٹریژری بنچز سے خواتین نے شور مچانا شروع کر دیا، اب وہی attitude انھوں نے اپنایا ہوا ہے تو ابھی تھوڑی دیر بعد جب منسٹر فنانس نے اپنی wind up speech یہاں پر کرنی ہے تو ہم سب انشاء اللہ اس کو بڑے غور سے سنیں گے لیکن اگر attitude یہی رہا تو پھر ہم اس بات کی ضمانت نہیں دیتے کہ منسٹر فنانس کی speech کے دوران یہاں پر امن رہے گا۔ اگر انھوں نے یہی بات کرنی ہے تو پھر اس پر ذرا مہربانی فرما دیں۔

جناب چیئر مین: شکریہ۔ میں ایک بار پھر تمام معزز ممبران سے درخواست کرتا ہوں کہ بجٹ بحث کے دوران خاموش رہیں اور cross talk سے پرہیز کریں اور رولز observe کریں۔ شکریہ۔ اب ویسے آپ کا ایک منٹ سے زیادہ وقت ہو گیا ہے۔

جناب جہانزیب امتیاز گل: جی، میں wind up کر رہا ہوں۔

جناب چیئر مین: اب wind up کرتے کرتے آپ کو چار پانچ منٹ ہو گئے ہیں۔

جناب جہانزیب امتیاز گل: جناب چیئرمین! جھوٹ ہی اتنا بولا گیا ہے کہ سنبھالتے سنبھالتے مجھے تو سمجھ نہیں لگتی کہ میں کیا کروں؟ ہر صفحے پر جھوٹ ہے۔ ہر سال وائٹ پیپر پر جھوٹ ہے۔

جناب چیئرمین: کوئی کسی بات کو سنبھال نہیں سکتا۔

جناب جہانزیب امتیاز گل: نہیں۔ یہ بڑی اچھی طرح سنبھالی جا سکتی ہے۔ بات یہ ہے کہ ان کے پاس ٹائم ختم ہو گیا ہے، یہ اب سنبھل جائے گی انشاء اللہ۔

جناب چیئرمین: آپ تشریف رکھیں۔ تشریف رکھیں۔

جناب جہانزیب امتیاز گل: let me finish، میں ایک منٹ میں ختم کر رہا ہوں۔ 2004 میں ایک کھرب 53۔ارب روپے کا debt burden پنجاب پر آیا۔ (قطع کلامیاں)
اب میں آپ کو کیا کہوں؟

جناب چیئرمین: گل صاحب! آپ جواب نہ دیں۔ آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

جناب جہانزیب امتیاز گل: جناب چیئرمین! آج پانچواں بجٹ ہے اور میں نے صرف یہ کہنا تھا کہ یہ debt burden جو ہے یہ 2 کھرب 66۔ارب روپے ہو چکا ہے۔ پانچ سال سے اس کو کم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور یہ تحفہ حکومت پنجاب کا غریب عوام کے لئے ان کی جو پانچ سال کی debt management strategies ہے جس سے trickle down effect پہنچ چکا ہے اور ہمارے اوپر یہ 2۔کھرب 66۔ارب روپے کی liability ہے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ تشریف رکھیں۔ اب میں رائے منصب علی خان صاحب کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ بجٹ پر بحث کریں۔۔۔ تشریف نہیں رکھتے۔ کرنل محمد عباس صاحب بجٹ پر بحث کریں گے۔

لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محمد عباس: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے وقت دیا تاکہ میں بجٹ 08-2007 پر اپنے حلقہ کی نمائندگی کرتے ہوئے میری چند تجاویز ہیں جو میں پیش کر سکوں۔

جناب چیئرمین! پنجاب کا یہ بجٹ واقعی غریبوں کا بجٹ ہے اور اس میں چند چیزوں کی میں نشاندہی کرنا چاہوں گا۔ عوام پر کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا گیا ہے۔ ساڑھے بارہ ایکڑ اراضی کے جتنے بھی زمیندار ہیں ان پر بھی

کوئی ٹیکس نہیں لگایا گیا۔ایک لاکھ بے زمین کسانوں کو زمین فراہم کی گئی ہے۔17۔ارب روپے کی غریبوں میں زکوٰۃ تقسیم کی گئی ہے۔غریب دیہاتی افراد کو دو کنال مفت اراضی کی سکیم کا اجراء کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ سکولوں میں میٹرک تک کی تعلیم کا مفت اجراء کیا گیا ہے اور میٹرک تک کتابیں بھی مفت تقسیم کی گئی ہیں۔اس معزز ایوان میں پٹواری کلچر کو ختم کرنے کے لئے دیہی علاقوں میں، شہری علاقوں میں جتنا بھی زمین کا ریکارڈ ہے اس کو کمپیوٹرائزڈ کر دیا گیا ہے۔پچاس ہزار اساتذہ کی بھرتی کی گئی ہے اور ساری بھرتی میرٹ پر ہوئی ہے اور ان اساتذہ کی تعلیم بی اے، بی ایڈ اور ایم اے، ایم ایڈ ہے۔

صحت کے شعبہ میں ایمرجنسی سکیم کا اجراء کیا گیا ہے جس میں ریسکیو 1122 بہت اہم ہے۔ہر یونین کونسل میں وفاقی حکومت نے اور صوبائی حکومت نے ایک ایک فلٹریشن پلانٹ دیا ہے تاکہ دیہی علاقے کے لوگ صاف پانی پی سکیں۔

جناب چیئرمین! وقت کی کمی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں اپنے حلقہ انتخاب پی پی۔134 تحصیل شکر گڑھ ضلع نارووال کی طرف سے چند تجاویز پیش کرنا چاہتا ہوں۔مجھے انشاء اللہ امید ہے کہ وزیر اعلیٰ اور وزیر خزانہ ان تجاویز کی منظوری فرمائیں گے۔میرا تعلق ایک دیہی علاقے سے ہے۔میرا حلقہ انتخاب بھی پورا بارانی ایریا ہے۔جہاں حکومت پنجاب نے نہری علاقوں میں کھال پکے کرنے کے لئے اربوں روپے لگائے ہیں اور جہاں تک بارانی ایریا کا تعلق ہے تو میرے حلقے میں دس فٹ تک کوئی کھال نہیں بنا لہذا میں نے وزیر اعلیٰ پنجاب سے بھی گزارش کی تھی کہ میرا حلقہ بارانی ایریا میں کم از کم ہر یونین کونسل میں دو ٹربائن، دو ٹیوب ویل، چند پیٹر انجن لوگوں کو مہیا کئے جائیں تاکہ اگر دیہی علاقوں کو، بارانی علاقوں کو نہری علاقے کے برابر تو نہیں لایا جا سکتا لیکن کم از کم ان کی کچھ تو امداد ہو۔

جناب چیئرمین! میرے حلقہ انتخاب میں ایک تو دریائے راوی بہتا ہے اور دوسرا نالہ لئی۔یہ دونوں زمین کا مسلسل کٹاؤ کر رہے ہیں اور پانی کے sources کی وجہ سے اور constant arousen کی وجہ سے کم از کم بیس گاؤں ایسے ہیں جن کی جتنی بھی ایگریکلچر فرٹائل لینڈ ہے اس کا کٹاؤ جاری ہے۔وزیر آبپاشی تو یہاں موجود نہیں ہیں، میں وزیر خزانہ سے درخواست کروں گا کہ پی سی ون بن چکا ہے اور وہاں پر چار ٹائی بند تجویز ہو چکے ہیں، ان کا پی سی۔1 بن کر محکمہ آبپاشی کے پاس ہے، میں وزیر خزانہ سے درخواست کروں گا کہ اس کے لئے جتنے بھی فنڈز پی سی۔1 میں recommend کئے گئے ہیں اگر وہ release کر دیئے جائیں تو اس علاقے کے نقصان کی کم از کم کوئی تلافی ہو سکے گی۔

جناب چیئر مین! دوسرے ذرائع آمد و رفت ہیں۔ نارووال سے شکر گڑھ جو روڈ ہے وہ پراونشل ہائی وے ہے اس کی حالت اتنی خراب ہے کہ وہاں پر جتنی بھی گاڑیاں جاتی ہیں اور جتنے بھی لوگ سفر کرتے ہیں وہ بہت مشکلات کا شکار ہیں، میں وزیر خزانہ سے یہ بھی درخواست کروں گا کہ اس سڑک کی تعمیر کے لئے، اس کی مرمت کے لئے چند لاکھ روپے فنڈز release کر دیئے جائیں تاکہ کم از کم سڑک کے جو کھڈے ہیں وہ تو پر ہو سکیں۔

جناب چیئر مین: اب آپ wind up کریں۔

لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محمد عباس: جناب چیئر مین! میرا آخری point یوٹیلٹی سٹورز کے بارے میں ہے۔ ابھی فیڈرل گورنمنٹ نے اپنے بجٹ میں ہر یونین کونسل level پر ایک یوٹیلٹی سٹور دینے کا وعدہ کیا ہے۔ میری تجویز یہ ہے کہ یوٹیلٹی سٹور پرائیویٹائز کر دیئے جائیں۔ حکومت کوئی بزنس کر سکتی ہے اور نہ ہی حکومت کو کوئی بزنس کرنا چاہئے۔ میری تجویز ہے کہ یہ سٹور پرائیویٹائز کر دیئے جائیں تاکہ یہ اچھے طریقے سے چل سکیں۔ بہت بہت شکریہ

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب چیئر مین! میں ایک بہت ہی اہم نکتے پر بات کرنا چاہتی ہوں۔ آپ کی توجہ دلانا چاہتی ہوں۔ مجھے صرف ایک منٹ دے دیا جائے۔ (قطع کلامیاں)

جناب چیئر مین: جی، صرف ایک منٹ۔ فرمائیں۔ عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ! آپ ایک منٹ اپنا avail کریں۔ دوسروں پر توجہ نہ دیں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب چیئر مین! میں ہاؤس کی توجہ چاہتی ہوں۔ چونکہ راجہ صاحب خوش قسمتی سے اس وقت ہاؤس میں موجود ہیں اور میں صبح سے انتظار کر رہی تھی کہ راجہ صاحب ہاؤس میں تشریف لائیں تو میں ان کی توجہ دلاؤں۔ (قطع کلامیاں)

بغیر کسی وجہ کے بھی یہ خواتین بولتی ہیں، میری سمجھ سے تو باہر ہے۔

جناب چیئر مین: آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب چیئر مین! ایک بہت بڑا سکینڈل گوجر خان میں ایک prostitution کے اڈے کے بارے میں کچھ دنوں سے اخبارات میں چل رہا ہے۔ وہاں سے دو بچیاں کچھ دنوں پہلے برآمد کی گئی ہیں۔ ان کا کیس ابھی solve نہیں ہوا تو ایک بچی آج بھی وہاں سے برآمد کی گئی ہے لیکن

افسوسناک بات یہ ہے کہ پولیس اپنا روایتی کردار پھر ادا کر رہی ہے۔ جناب! وہاں سے دو بچیاں کچھ دن پہلے برآمد کی گئی ہیں اور ان کا کیس ابھی solve نہیں ہوا۔ ایک بچی آج بھی وہاں سے برآمد کی گئی ہے لیکن افسوسناک بات یہ ہے کہ پولیس اپنا روایتی کردار پھر ادا کر رہی ہے۔ اس اڈے کو بند کرانے کی بجائے، اس نائیکہ کو arrest کرنے کی بجائے جناب ان کو کھلی چھٹی دی جا رہی ہے۔ وہاں سب انسپکٹر سلمان ہے وہ بچیوں کے خاندان والوں کو دھمکیاں دے رہا ہے اور کیس withdraw کرنے کی بات کی جا رہی ہے۔ یہ صرف خبر نہیں ہے بلکہ اس خاتون کا مجھ سے direct رابطہ ہے اور اس نے روتے ہوئے اپنی فریاد بیان کی ہے۔ اس نے کہا ہے کہ میری طرف سے ہاؤس میں وزیر قانون صاحب سے کہیئے کہ اس کیس پر ہمدردانہ غور کریں اور اس اڈے کو بند کرائیں، اس نائیکہ کو گرفتار کیا جائے اور وہاں ابھی تک جتنی بھی بچیاں موجود ہیں ان کی رہائی کا کوئی انتظام ہونا چاہئے۔

جناب چیئرمین: تشریف رکھیں۔ آج بجٹ کے علاوہ کسی اور موضوع پر بات نہیں ہو گی۔ اگر آپ چاہیں تو راجہ صاحب سے اس سلسلے میں مل لیں۔ ہاؤس میں آج سوائے بجٹ کے کوئی دوسری بات نہیں ہو گی۔ میں یہاں پر تمام معزز ممبران سے یہ کہنا چاہوں گا کہ میرے پاس اپوزیشن کے تین نام موجود ہیں اور تقریباً 10 نام حکومتی بنچوں کی طرف سے ہیں۔ اب میں زیادہ سے زیادہ دو نام ایک اپوزیشن سے اور ایک حکومت کی طرف سے مزید call کر سکتا ہوں۔ میرے پاس محترمہ افشاں فاروق، محترمہ نگہت میر اور رانا مشہود احمد خان صاحب اپوزیشن کی طرف سے ہیں۔ میں یہ چاہوں گا کہ ان میں سے رانا مشہود صاحب بات کر لیں۔ باقی دو معزز ممبران کو اب میں موقع نہیں دے سکوں گا۔ اسی طرح حکومتی بنچوں کی طرف سے شازیہ چاند صاحبہ بات کریں گی۔ دونوں کے لئے پانچ پانچ منٹ کا وقت ہو گا۔ جی، رانا مشہود صاحب!

رانا مشہود احمد خان: جناب چیئرمین! پنجاب کا جو بجٹ ہاؤس میں پیش ہوا ہے اس حوالے سے سب سے پہلی بات یہ ہے کہ پچھلے سال میں نے بجٹ پر احتجاجاً اس لئے تقریر نہیں کی تھی کیونکہ یہ وہ بجٹ ہے جس کے بارے میں ہم پچھلے تین سالوں سے کہتے رہے کہ اس کا input لیا کریں۔ یہاں پر ہم مہذب معاشروں کی مثالیں تو دیتے ہیں، یہاں پر مثالیں ہم امریکہ، کینیڈا اور انگلینڈ کی دیتے ہیں لیکن ہم انھیں follow نہیں کرتے۔ وہاں پر pre-budget سیشن ہوتے ہیں۔ تین تین مہینے، چھ چھ مہینے پہلے اجلاس ہوتے ہیں۔ آج تک یہاں پر pre-budget اجلاس منعقد کرنے کا تصور ہی کبھی نہیں آیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کلرک بجٹ بنا کر یہاں پر بھیج دیتے

ہیں اور ہمیں کہا جاتا ہے کہ آپ اس پر چار دن کے اندر بحث کریں، یہ اعداد و شمار دیکھیں۔ آپ طرفہ تماشا دیکھیں، پچھلے بجٹوں کو اٹھا کر دیکھ لیں۔ حکومت جو دعوے ان بجٹوں میں کرتی رہی ہے وہ دعوے بھی پورے نہیں ہوئے۔ جب بجٹ پیش ہو گیا تو اس کے بعد حکومت نے دیکھا اور نہ ہی اس میں کوئی ردوبدل ہوا۔ اس اسمبلی کی حیثیت صرف اتنی ہے کہ اس ہاؤس کے اندر ہم رنگ روڈ کا ایک معاملہ لے کر آئے۔ وزیر صاحب سامنے تشریف فرما ہیں۔ ان کے ساتھ عوامی فورمز کے اوپر بھی بات ہوتی رہی اور آخر میں اسمبلی کے اندر بھی بات ہوئی۔ انھوں نے وعدہ کیا کہ میں ایک کمیٹی بنا کر اس مسئلہ کو دیکھوں گا۔ ہاؤس کے اندر کیا ہوا وعدہ آج تک پورا نہیں ہوا۔ ہم نے چار پانچ دفعہ ان سے رابطہ کیا۔ جناب! یہ تو اس بجٹ اور اس اسمبلی کی value ہے۔ یہاں پر یہ بات تو بڑے تواتر سے ہو رہی ہے کہ پانچ سال پورے کر لئے اور پانچ بجٹ پیش کر دیئے لیکن یہ بھی تو بتائیں کہ ہر سال جب بجٹ پیش کیا تو اس بجٹ کو پیش کر کے یہ کہا گیا کہ اب عوام کے مسئلے حل ہو گئے۔ اب پنجاب کے عوام سکھی ہو گئے۔ اب پنجاب سے غربت ختم ہو گئی۔ پانچ بجٹ پیش کرنے کا credit لیتے ہیں تو یہ جب پانچ سال کے بعد الیکشن کے اندر جائیں گے تو عوام کے سامنے کیا رکھیں گے، کیا پاکستان سے، پنجاب سے مہنگائی ختم ہو گئی ہے، کیا پنجاب سے غربت ختم ہو گئی ہے؟ کیا پنجاب کے اندر inflation rate کم ہو گیا ہے اور اس وقت on ground realties کیا یہ ہیں؟ Ground facts یہ ہیں کہ غریب آدمی آئے دن غریب سے غریب تر ہوتا جا رہا ہے۔ مڈل کلاس آدمی کے لئے مہینہ کی تنخواہ میں گزارا کرنا مشکل ہوتا جا رہا ہے۔ جتنے فنڈز ان کو ملے ہیں، جو فنڈز حکومتوں کو ملتے رہے ہیں، 9/11 کے بعد یہ ایک open secret ہے کہ جتنی funding اس گورنمنٹ کو ملی ہے اگر اس کو صحیح طریقے سے لگایا جاتا تو اس ملک کی حالت بہت بہتر ہو چکی ہوتی۔ آج آپ economic growth کی بات کرتے ہیں، industrial growth کی بات کرتے ہیں جبکہ on ground realties اس کے برعکس ہیں۔ کون سی economic growth؟ آپ بجلی تو پوری نہیں کر سکتے۔ جب آپ دنیا میں compete کرنے جائیں گے، آپ نے اگر economically compete کرنا ہے تو کن چیزوں پر کرنا ہے اور کیا آپ نے اپنی انڈسٹریز کے taxes کے اندر کوئی کمی کی ہے؟ بجلی کا یہ حال ہے کہ انڈسٹریز کے لوگ خود اپنے پاور پلانٹ لگانے، یونٹس لگانے پر مجبور ہو چکے ہیں۔ یہ ground realities ہیں۔

جناب والا! آپ نے پولیس کو بے تحاشا فنڈز دیئے۔ آپ اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں کہ ان سے آپ نے performance کیا لی؟ آپ ان سے performance لے ہی نہیں سکتے جب تک کہ آپ ان

کو اپنے سیاسی عزائم کے لئے استعمال کرتے رہیں گے۔اتنے کثیر فنڈز دے کر ایک کام ضرور لیا گیا ہے اور وہ اپوزیشن کو دبانے کا ہے۔پہلے جب پولیس گھروں میں داخل ہوتی تھی تو ان میں کچھ شرم و حیا ہوتی تھی۔اب حالت یہ ہے کہ گھروں کے دروازے توڑے جاتے ہیں۔سیڑھیاں لگا کر گھروں میں پھلانگا جاتا ہے۔خاص طور پر جو کام پنجاب میں پہلے کبھی نہیں ہوا تھا اب وہ بھی شروع ہو گیا ہے کہ گھروں کی بہو،بیٹیوں کے اوپر ہاتھ ڈالا جاتا ہے،انھیں گھسیٹ کر لے جایا جاتا ہے،انھیں پولیس کی گاڑیوں میں ڈالا جاتا ہے اور گاڑیوں میں ڈال کر تھانوں میں لے جایا جاتا ہے۔آپ کے سامنے عزیز پہلوان کی مثال موجود ہے۔میں سمجھتا تھا کہ حکومت اس پر سخت ایکشن لے گی۔راجہ صاحب نے بات تو کی ہے لیکن پہلے دن ہی وہاں پر کارروائی ہونی چاہئے تھی۔ہم اس بات کی اجازت کبھی نہیں دیں گے۔ہم کٹ تو سکتے ہیں،مر تو سکتے ہیں لیکن اپنی بہو،بیٹیوں کے اوپر ہاتھ نہیں آنے دیں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ میرا اس ہاؤس کے ذریعے سے یہ پیغام ہے کہ آئندہ اگر کسی پولیس والے نے،کسی انتظامیہ کے فرد نے اس طرح کی کوشش کی تو نتائج کا ذمہ دار وہ خود ہو گا۔

جناب چیئرمین: رانا مشہود صاحب! آپ wind up کر لیں۔

رانا مشہود احمد خان: جی،بہتر ہے۔میں wind up کرتا ہوں۔یہ کہتے کہ ہم نے ہیلتھ سیکٹر کے حوالے سے بڑا کام کیا ہے۔پچھلے دنوں مجھے جناح ہسپتال کے اندر جانے کا اتفاق ہوا۔وہاں پر مجھے جو سب سے زیادہ عجیب چیز لگی وہ یہ ہے کہ چیف منسٹر صاحب کی ایک بڑے سائز کی تصویر لگائی گئی ہے۔کیا اس سے پہلے کسی وزیر اعلیٰ نے کسی ہسپتال کو فنڈز نہیں دیئے؟ موجودہ حکمرانوں نے تو بڑے بڑے لیول کے اوپر اپنی خود ستائشی مہم شروع کر رکھی ہے خصوصاً میں نے آج تک کسی ہسپتال میں اس طرح کی مہم کبھی نہیں دیکھی۔اس کے اوپر طرفہ تماشا یہ ہے کہ پورے ہسپتال کے اندر پینے کے پانی کا ایک کولر بھی نہیں ہے۔

معزز ممبران حزب اقتدار: جھوٹ،جھوٹ۔

رانا مشہود احمد خان: میرے ساتھ چلیں،میں آپ کو ابھی چل کر دکھا دیتا ہوں۔جناب جب وجہ پوچھی تو انھوں نے کہا جی آپ کینٹین سے منرل واٹر کی بوتلیں خریدیں۔یہ میں ہاؤس میں کھڑے ہو کر بات کر رہا ہوں کہ پورے ہسپتال کے اندر ایک بھی کولر نہیں ہے۔جب مجھے وہاں پر مریضوں نے اس حوالے سے بتایا تو میں نے پورے ہسپتال کو دیکھا لیکن مجھے وہاں ایک بھی کولر نہیں ملا۔اسی طرح وہاں کے مریضوں کے عزیز واقارب جو کہ انھیں ملنے کے لئے آتے ہیں ان کے لئے وہاں پر جو باتھ روم کی سہولت ہے اسے استعمال کرنے پر ان سے

-/5 روپے وصول کئے جاتے ہیں۔ جناب یہ ترقی ہے شعبہ صحت کے اندر، یہ ترقی ہے ہسپتالوں کے اندر کہ وہاں پر اگر کچھ دے بھی رہے ہیں تو اس کا معاوضہ وصول کیا جا رہا ہے۔

جناب والا! ایجوکیشن سیکٹر کو لے لیں، مجھ سے پہلے مہر اشتیاق صاحب نے بات کی ہے۔ ہمارے حلقہ این اے کے اندر دو ہائی سکول آتے ہیں۔ ہم لوگ محکمہ تعلیم والوں کو کہہ کہہ کر، مل مل کر تھک چکے ہیں لیکن آج تک تو یہ وہاں پر ایک ٹکا لگا نہیں سکے، پتا نہیں یہ کہاں پر پیسا لگا رہے ہیں، یہ پیسا کہاں پر جا رہا ہے ہماری سمجھ سے باہر ہے۔

جناب والا! انھوں نے بجٹ کے اندر دکھایا ہوا ہے کہ ہم یہ expenses کریں گے لیکن میں ایوان کی وساطت سے وزیر خزانہ سے درخواست کروں گا کہ actual expenditure book جو yellow pages کی ہوتی ہے وہ یہاں مہیا کریں۔ کیونکہ اب حلقوں کے اندر ترقیاتی کاموں کی آڑ میں ووٹ خریدنے کا بازار گرم ہونا ہے اس لئے یہ انتہائی اہم بات ہے کہ actual رپورٹ ایوان میں رکھی جائے اور اس پر حکومت کو پابند کیا جائے کہ یہ جو کہیں گے اس پر عمل کریں گے اس کے علاوہ جو بھی خرچ کریں گے وہ دھاندلی کے لئے استعمال ہو گا۔ بہت شکریہ

جناب چیئرمین: شکریہ۔ اب میں ان ممبر صاحبان کے نام پڑھ دیتا ہوں جو بجٹ پر بحث کرنا چاہتے تھے لیکن وقت کی قلت کے باعث انھیں موقع نہیں مل سکا۔۔۔

سید عبدالعلیم شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی۔

سید عبدالعلیم شاہ: جناب چیئرمین! رانا صاحب نے بڑا ٹائم لیا ہے میں ان کی کسی اور بات کا تو جواب نہیں دوں گا۔ ان سے صرف یہ پوچھیں کہ یہ جس عوام کے لئے چیخ رہے ہیں۔۔۔

رانا مشہود احمد خان: جناب چیئرمین! معزز ممبر کس حیثیت سے جواب دے رہے ہیں۔ کیا وزیر خزانہ نے جواب نہیں دینا؟

سید عبدالعلیم شاہ: میں اسی حیثیت سے جواب دے رہا ہوں جس حیثیت سے آپ نے بات کی ہے۔ رانا صاحب! آپ کے گھر کے اخراجات تبدیل ہوئے ہیں آپ کی گھڑی تبدیل ہوئی ہے۔۔۔

جناب چیئرمین: شاہ صاحب! یہ سوال جواب کا وقت نہیں ہے۔ تشریف رکھیں۔ شاہ صاحب

یہ irrelevant بات ہے لہذا پلیز تشریف رکھیں۔

رانا مشہود احمد خان: آج میری کلائی پر وہی گھڑی ہے جو پہلے دن تھی جب میں نے اسمبلی میں سپیکر کا الیکشن لڑا تھا۔ آپ لوٹے ہیں اور اپنا ضمیر بیچ کر کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب چیئرمین: رانا صاحب! آپ وکیل ہیں اور وکیل مشتعل نہیں ہوتے۔ پلیز آرام سے بیٹھیں۔

سید عبد العلیم شاہ: جناب والا! ضمیر بیچنے والے تو یہ ہیں۔ آج یہ پیپلز پارٹی سے ملے ہوئے ہیں جنھوں نے مسلم لیگی کارکنوں کی ٹانگیں توڑی تھیں۔۔۔

رانا مشہود احمد خان: ضمیر والے آج بھی جہاں تھے وہیں ان کے ساتھ کھڑے ہیں لیکن یہ موقع پرست ہیں اور اپنے مفاد کے لئے کچھ بھی کر سکتے ہیں۔

جناب چیئرمین: پلیز تشریف رکھیں۔ آپ سب ضمیر والے ہیں۔ پلیز تشریف رکھیں۔ شاہ صاحب ماحول مت خراب کریں۔ پلیز بیٹھ جائیں۔ پلیز تشریف رکھیں۔ آپ سب ضمیر والے ہیں ایسی بات مت کریں۔ رانا صاحب! آپ بھی بیٹھیں۔ اب میں ان معزز ممبران کے نام پڑھنا چاہتا ہوں جو بجٹ تقریر کرنا چاہتے تھے لیکن ٹائم کی قلت کی وجہ سے انھیں موقع نہیں دیا جا رہا۔ ملک محمد آصف بھا صاحب، ثمینہ جدون صاحبہ، مخدوم اشفاق صاحب، سید مجاہد حسین شاہ صاحب، جناب محسن لغاری صاحب، جناب پیٹر جیکب صاحب، محترمہ کنول نسیم صاحبہ، حفیظ اللہ خان نوانی صاحب، چودھری محمد ارشد صاحب، جاوید علاؤالدین صاحب، جناب وارث کلو صاحب، محترمہ پروین سکندر گل صاحبہ۔ اب اس وقت میں صرف ایک ممبر کی تقریر کروا سکتا ہوں لہذا میں محترمہ شازیہ چاند صاحبہ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ بجٹ پر بحث کریں۔

MRS SHAZIA CHAND: Bismillah Erehman Urahim. Thank you Mr. Chairman, sir, for providing me the opportunity to speak in this Honourable House. So I open my speech with the voice of the Holy Quran verse 78, Surah 'Nahal'

واللہ اخرجکم من بطون امھتکم لا تعلمون شیاً و جعل لکم السمع والابصار و الافدۃ لعلکم تشکرونO

When God created you knew nothing. He gave you the ears, the eyes and the hearts so that you may be thankful to Him. Mr. Chairman, we bow our heads to Almighty Allah, for his blessings that we are able to present the fifth

consecutive budget of Punjab in the history of Pakistan. Like the previous year's budget, this year's budget has the main focus on the economic infrastructure development which will generate revenue for the Punjab by invigorating the momentum of the economic activity. This happened only due to the able leadership of Pakistan Muslim League Government, the commitment of President, Pervaiz Musharraf and PML Leader President Ch Shujaat Hussain and Parvez Elahi Sahib for developing the whole Nation and especially the Punjab Province on the strong footholds so that we can live like a strong Nation, like a strong country in this world. What is more important is the fact that the revenue surplus of the Punjab is continuously increasing. The expected surplus for the year 2007-2008 is 36.24 percent higher than that of the 2006-2007. This is primarily on account of the higher revenue collection and the better expenditure management thereby providing more funds for the expenditure on development side. Now Mr. Chairman, I want to discuss some very important sectors of Punjab Government and first of all education. Everybody knows that education plays a major role in the development of any nation. Therefore, our Government has developed a very serious plan for restructuring of the Primary Education system which was being managed by traditional system where Matric and FA was considered the basic qualification, the required qualification for a Teacher. Now the Government has changed the system and now minimum required qualification for the Teachers is BA, B.Ed. Moreover, 50 thousands Teachers have been recruited during the last 3 years and in the coming years more than 25 thousands Teachers will be employed in the primary sector education. To monitor 63 thousands schools, 900 mobile units have been made for the regular monitoring of all the schools.

Mr. Chairman, in Higher Education the Government has spent 2 billion rupees and almost the same amount has been earmarked for the year

2007-08. It is our Government, our Chief Minister's vision that the female girls students would get a stipend of Rs.200/- in 15 districts of the Punjab and this was done only to enhance education among the women folk and we are really thankful to God that we have got very good results. In the same way, the Government has allocated more than 2 billion rupees for the general universities to facilitate the upcoming Graduates.

Like education, I want to discuss on the Health sector. The Government has planned a Health Reforms Sector Programme and I want to mention here that the Government has made every step to revitalize the BHUs and Basic Health Centres. Special incentives are given to the Doctors who are serving in these BHUs and Rural Health Centres and the Chief Minister's good intentions can be seen from the increase of the budget which is 51percent more than that of the previous budget. In agriculture sector, Mr. Chairman, we are receiving very good results and almost 5 percent increase in the growth rate has been seen in this sector. In different crops the farmers were trained a special website i.e www.agripunjab.com.pk has been developed for the formers to get the maximum and have more yield per acre. Mr. Chairman, this budget is considered to be the welfare budget because the total emphasis is on the welfare; on improve of the common man. Chief Minister's Income Support Programme for the poorest of the poor, the development and proprietary rights...

MR CHAIRMAN: Time of the session is extended for 30 minutes.

MRS SHAZIA CHAND: For the non-regular Katchi Abadis, the land grants for the rehabilitation of the poorest of the poor in the rural areas, 15 percent increase in the salaries and 15 to 20 percent increase in the pension for the retired employees, all these programmes, all these facilities are meant to increase and enhance the living standard of the people of Punjab.

Now, Mr. Speaker I want to give some suggestions. These are not my suggestion rather I want to make some requests. My first request is this that Government should take every step for the construction of the dams otherwise the whole nation has to suffer in the supply of electricity and water sanitation. My second request is that the Government has allocated a very huge amount for the Police Department and Police Reforms should be checked to get the maximum positive results. The establishment of the industrial estates is a very good step of the Punjab Government and to get the maximum positive results. All the facilities and all the infrastructure should be given to the industrial estates.

MR CHAIRMAN: Please wind up your discussion within one minute.

MRS SHAZIA CHAND: Ok, within two minutes I am going to wind up my speech. I would were to give. Two more suggestions Like Federal Government, the Punjab Government should also upgrade the clerical staff of the Punjab so that they can compete with the employees of the Federal Government. My last suggestion is this that working women should be facilitated because they are providing the double duty with their male counterparts and separate transport system should also be provided to them as early as possible.

Mr. Chairman, In the end I want to congratulate his Highness President, Pervaiz Musharraf and His Excellency Ch Parvez Elahi for keeping very close liaison with the elected representatives and giving full attention towards their genuine demands.

Mr. Chairman this is the last and fifth budget of this present Government and we are satisfied with the performance of our previous years because we have done our work with great devotion, dedication and determination for the uplift of the society and for the people of Punjab. I am

hopeful this will surely lead us towards another successful tenure of 5 years under the leadership of Pakistan Muslim League.

جناب چیئرمین: شازیہ چاند صاحبہ آپ تشریف رکھیں۔ آپ کی تقریر ختم ہو گئی ہے۔ شکریہ تشریف رکھیں۔ میں معزز ممبران کو یہ بتانا چاہتا ہوں اور معزز ممبران سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ میری بات کو غور سے سنیں اور خاموشی اختیار کریں۔ اس کے بعد ضمنی بجٹ پر بھی ایک دن عام بحث کے لئے ہو گا۔ جناب وارث کلو صاحب کا نام رہ گیا تھا اور اسی طرح رائے فاروق عمر صاحب، میاں محمد اصغر جیویکا، دیوان اخلاق احمد صاحب یہ بھی بجٹ پر discussion کرنا چاہ رہے تھے۔ اب یہ سارے لوگ جب ضمنی بجٹ پر بحث ہو گی اس دن اپنے نام دے دیں اس دن ان کو ٹائم دیا جائے گا۔ محترمہ افشاں فاروق!

محترمہ افشاں فاروق: شکریہ۔ جناب چیئرمین کہ آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع فراہم کیا ہے۔ میں اس گورنمنٹ اور جنرل مشرف کو مبارکباد دینا چاہتی ہوں کہ انہوں نے غریب عوام کے لئے تو پورے پانچ سال میں کچھ نہیں کیا لیکن انہوں نے اس ملک میں ایک چیز ایسی کی ہے کہ یہ پورا ملک اس چیز میں خود کفیل ہو گیا ہے اور وہ ہیں "لوٹے" شکریہ

جناب چیئرمین: اب رانا ثناء اللہ خان صاحب بجٹ پر discussion کریں گے۔

رانا ثناء اللہ خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں انتہائی مشکور ہوں وزیر خزانہ کا کہ بجٹ پر عام بحث چار دن چلی اور انہوں نے بڑے انہماک سے تقریریں سنیں اور ایوان میں پورا وقت بھی دیا۔ اپوزیشن کی طرف سے جو مثبت تجاویز آئیں ان کو بھی انہوں نے نوٹ کیا اور اب دیکھیں گے کہ وہ اس پر کس حد تک concede کرتے ہیں اور میں دیگر ممبران کا بھی انتہائی مشکور ہوں کہ انہوں نے اس میں بڑا بھرپور حصہ لیا۔

معزز ممبران: آواز نہیں آ رہی۔

جناب چیئرمین: آپ لوگ خاموش ہوں گے تو آواز آئے گی۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! انہوں نے اس میں بھرپور حصہ لیا اور جس طرح سے آپ نے کئی دوستوں کے نام پکارے وہ اس بجٹ پر بات نہیں کر سکے۔ میں انشاء اللہ بیس پچیس منٹ کے اندر اپنی تقریر مکمل کر لوں گا۔ میری گزارش ہے معزز وزراء صاحبان سے بھی اور معزز ممبران سے بھی، کیونکہ راجہ صاحب مسلسل چار دن

یہ کہتے رہے ہیں کہ figures پر بات کریں، figures پر بات کریں اور ادھر ادھر کی باتوں سے تو کوئی فائدہ نہیں ہے۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ کیونکہ یہ last budget session ہے اور آج discussion کا بھی آخری دن ہے تو میں with facts & figures ہی بات کروں گا لیکن اسی وقت ہی سمجھ آسکے گی یا میں اس قابل ہو سکوں گا کہ میں آپ کو سمجھا سکوں تو مکمل طور پر اس پر توجہ فرمائیں۔

جناب چیئرمین! سب سے پہلا جو figure ہے وہ یہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ 3 کھرب اور 56۔ارب یعنی 356۔ارب روپے کا بجٹ ہم پیش کر رہے ہیں اور اس پر ان کا یہ طریق کار رہا ہے پچھلے سالوں میں بھی اور اب بھی کہ یہ جو حجم اور سائز ہے اس کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ جی بہت بڑا سائز ہے اور اس سے سنسنی پھیلانے اور عوام کو خوفزدہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جناب! سائز بہت بڑا ہے۔ اس مرتبہ جب وزیر خزانہ تقریر فرما رہے تھے تو ان کے چہرے سے، ان کے کرب یعنی ان کی صورتحال ایسی تھی کہ مجھے بھی یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ شاید سائز بہت بڑا ہے لیکن in fact ایسے ہوتا نہیں ہے۔ اب سب سے پہلے جو ان کا سب سے بڑا سائز جو انہوں نے بڑے کرب سے ادا کیا ہے وہ ہے 356۔ارب روپے کا بجٹ اور یہ ان کا فرمانا کہ اس کا سائز بہت بڑا ہے اور ان سے بڑی مشکل سے یہ برداشت ہوا ہے۔

جناب سپیکر! پچھلے سال جو ان کا بجٹ تھا وہ 274۔ارب روپے کا تھا اور انہوں نے 70۔ارب روپے سپلیمنٹری خرچ کیا ہے۔ یہ بنتے ہیں 344۔ ارب روپے اور 344۔ارب روپے پر انہوں نے یہ financial year complete کیا ہے اور 344 اور 356 میں جو دس بارہ کا فرق ہے یہ معمول کا فرق ہے اور ہر سال ایسے ہوا ہے۔ اس سے پچھلے سال 224۔ارب روپے کا تھا اور سپلیمنٹری بجٹ کو ملا کر وہ تقریباً 260 پر انہوں نے end کیا اور بجٹ 274۔ارب روپے کا پیش کیا تھا۔ اس سے پہلے بھی بجٹ 181۔ارب روپے کا تھا اس سے پہلے 149۔ارب روپے کا تھا تو یہ اسی طرح سے ہر سال دس بارہ ارب روپے کا فرق ہوتا ہے۔ اس میں جو سائز بیان کر کے جو سنسنی پھیلانا چاہتے تھے وہ بالکل غلط ہے۔ اب اس کے بعد ایک دوسرا سائز انہوں نے پیش کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ ترقیاتی بجٹ بہت بڑا ہے۔ اس پر انہوں نے کہا ہے کہ یہ جو 150۔ارب روپے کا ترقیاتی بجٹ پیش کیا ہے۔ اس میں، میں محترم راجہ صاحب کی توجہ اس جانب بھی مبذول کراؤں گا کہ یہ جو 356۔ارب روپے کا انہوں نے بجٹ پیش کیا ہے اس وقت صوبے کی financial position یہ ہے کہ 2 کھرب 66۔ارب روپے کا انہوں نے loan لینا ہے ان کا یہ white paper ہے اور صفحہ نمبر 88 پر راجہ صاحب اور وزیر خزانہ صاحب ملاحظہ فرما لیں جو ان کی debt liabilities ہیں وہ

2 کھرب 66۔ارب روپے ہیں اور اس پر انہوں نے interest بھی ادا کرنا ہے وہ 8۔ارب روپے سے زائد ہے اور 243۔ارب روپے ان کا موجودہ expenditure ہے اس کا یہ کوئی تقریباً 4 فیصد بنتا ہے۔ان کی اپنی پوزیشن یہ ہے کہ انہوں نے اس سال تقریباً 72۔ارب روپیہ فرضی طور پر اس اپنے سائز کو بڑا کرنے کے لئے شامل کر لیا ہے۔میں within 2 minutes بیان کر دیتا ہوں۔انہوں نے اس سال کہا ہے کہ 233۔ارب روپے ہمیں Federal transfer سے آئے گا جب کہ پچھلے سال انہیں 191۔ارب روپے آیا ہے۔

جناب چیئرمین! پچھلے سال اس میں اضافہ اس لئے ہوا تھا کہ پچھلے سے پچھلے سال جو نیشنل فنانس ایوارڈ announce ہوا تھا تو اس کی وجہ سے Federal میں صوبوں کا جو تھوڑا سا share تھا اس سے کوئی تقریباً 30 سے 40۔ارب روپے کا فرق پڑا۔اب اس سال کوئی نیا این ایف سی ایوارڈ issue نہیں ہوا اس لئے اس میں کوئی ایسا فرق نہیں پڑنے والا لیکن یہ اس کو 233۔ارب روپے پر لے گئے ہیں یعنی انہوں نے 42۔ارب روپے زیادہ اندازہ لگایا ہے جس کا بالکل کوئی sequence نہیں بنتا۔اس کے بعد ان کے جو اپنے sources ہیں پچھلے سال ان کو اپنے Provincial Tax Revenue کے بارے میں اندازہ تھا کہ 30۔ارب ہو گا۔وہ تھوڑے سے فرق سے 31۔ارب روپے ہوا ہے لیکن اس سال انہوں نے اس کو 6۔ارب روپے آگے بڑھا دیا ہے۔اس کے بعد جو Provincial non tax Revenue ہے اس کا انہوں نے پچھلے سال 42۔ارب روپے کا اندازہ لگایا تھا لیکن وہ 35۔ارب روپے ہوا ہے یعنی اس سے 7۔ارب روپے کم ہوا لیکن اب انہوں نے اس کا 24۔ارب روپے کا اندازہ لگا لیا ہے اور اس طرح سے انہوں نے 72۔ارب روپے کی figure jugglery اس میں شامل کر کے اس کو 356۔ارب روپے پر لے گئے ہیں۔

جناب چیئرمین! اب میں ان کے 150۔ارب روپے کے ترقیاتی بجٹ پر آتا ہوں۔اس میں 40۔ارب روپے، 14۔ارب روپے اور 3۔ارب روپے کی ایک اور figure ہے۔

(اس مرحلہ پر جناب سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر: جی، رانا ثناء اللہ خان!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ اس بجٹ میں ان کے جو 150۔ارب روپے ترقیاتی اخراجات ہیں انہوں نے اس میں جو ایک special infrastructure programme بنایا ہے آپ اس میں دیکھیں، شیخ چلی کا پلاؤ مشہور ہے کہ شیخ چلی کے ہاتھ میں ایک انڈہ تھا۔اس نے کہا، جی اس سے چوزے

نکلیں گے، چوزوں کے پھر پولٹری فارم بنیں گے۔ پھر اس کے بعد شادی ہوگی، بچے ہوں گے۔اب ان کا یہ حال ہے کہ انہوں نے اس special infrastructure لئے پچھلے سال بھی تقریباً کوئی 35۔ارب روپے کی رقم مختص کی تھی۔اس میں انہوں نے کہا تھا کہ سیالکوٹ لاہور موٹروے۔اب دیکھیں کہ غلط بیانی اور لوگوں کو ایک خواب دکھانے کی بھی کوئی تک ہوتی ہے۔اب یہ دیکھیں کہ اس میں انہوں نے کہا کہ یہ وہی حکومت ہے، جس کا یہ منصوبہ ہے۔یہ وہی حکومت ہے جس کا یہ بھی منصوبہ ہے اور اس نے کہا یہ وہی حکومت ہے جو سیالکوٹ لاہور موٹروے بنا رہی ہے۔یہ وہی حکومت ہے جو سیالکوٹ لاہور موٹروے پر 3 غیر ملکی سائنس اور ٹیکنالوجی یونیورسٹیوں کا منصوبہ ہے۔یہ وہی حکومت ہے کہ ان یونیورسٹیوں میں اس طرح سے تعلیم دی جائے گی۔یہ بگو صاحب میرے پاس بیٹھے ہیں میں نے ان سے پوچھا کر وہ جو لاہور سیالکوٹ موٹروے کا منصوبہ ہے اس کا کیا حال ہے، اس کا کام کہاں تک پہنچا ہے۔انہوں نے کہا جی، ابھی تو on ground وہاں پر کوئی چیز نظر ہی نہیں آرہی۔بلکہ یہ مجھے بتا رہے تھے کہ on ground اس کا روٹ بھی ابھی تک final نہیں ہوا کہ اس نے کس طرف سے بننا ہے اور یہاں پر انہوں نے اس پر یونیورسٹیاں بنا دی ہیں۔غیر ملکی یونیورسٹیاں بن گئی ہیں وہاں پر تعلیم دلا رہے ہیں اور یہ جو منصوبے بتا رہے ہیں۔ان کے لئے انہوں نے پچھلے سال جو پیسا رکھا تھا وہ بھی ایک فرضی figure تھی اور

اس سال یہ کوئی 57۔ارب روپے کی ایک فرضی figure اس میں دکھا رہے ہیں۔ اب یہ 150۔ارب روپے سے ایک موٹروے بننا ہے تو یہ لاہور اور سیالکوٹ کے درمیان بنے گا۔اس کے بعد یہ ایک رنگ روڈ کی بات کر رہے ہیں اور رنگ روڈ کے منصوبے پر بھی تقریباً ابھی 20/15 فیصد سے زیادہ کام نہیں ہوا۔اس کے بعد انہوں نے اس دفعہ mass transit کی ایک نئی بات کر لی ہے۔پہلے کچھ ہوا نہیں اور اب انہوں نے ایک نیا شوشا چھوڑ دیا ہے۔رنگ روڈ بھی بنا رہے ہیں اور ساتھ ہی mass transit کا پروگرام ہے اس کے لئے انہوں نے 57۔ارب روپیہ رکھا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ان دو اضلاع سے زیادہ آگے بات نہیں بڑھتی۔اب اس 57۔ارب روپیہ کو آپ نکالیں تو پورے پنجاب کے لئے 93۔ارب روپیہ باقی بچتا ہے اور اب 93۔ارب روپے انہوں نے خرچ کرنے ہیں۔لاء منسٹر صاحب اور وزیر خزانہ صاحب! یہ آپ کا white paper ہے۔اس میں صفحہ نمبر 43 پر انہوں نے کہا ہے۔ This year gross development out lays estimated at 150 billion. اور اس میں انہوں نے کہا ہے کہ یہ پچھلے سال سے 50 فیصد زیادہ ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ اس کی silent features یہ ہیں اور یہ فرما رہے ہیں کہ Full funding for

اب اس projects to be completed 66 percent funding for on going projects. 93۔ارب روپے میں سے two third تو on going schemes کے لئے چلا جائے گا۔ وہ سکیمیں جو پچھلے سال سے، اس سے پچھلے سال سے، اس سے پچھلے سال سے شروع ہیں اور ہر سال یہ اس میں تھوڑا تھوڑا فنڈ ڈال دیتے ہیں کہ کام چلتا رہے اور وہ complete ہونے کو نہیں آرہیں۔ اب انہوں نے یہ کہا ہے کہ ہم two third ان کو دے دیں گے۔ پھر two third سے کیا ہوگا، صرف 64 percent on going schemes complete ہوں گی یعنی یہ 3290 سکیمیں ہیں جو کہ on going ہیں اور اس کا two third تقریباً 66۔ارب روپے کے قریب بن جاتا ہے۔ یہ ان کو چلا جائے گا اور یہ صرف 66 فیصد complete ہوں گی۔ اس میں سے تقریباً 1800 جو اس وقت on going schemes ہیں وہ پھر اگلے سال کے لئے on going ہی رہ جائیں گی اور ان میں سے کچھ complete ہوں گی اور یہ تقریباً 70۔ارب روپیہ ادھر چلا جائے گا۔ اب باقی ان کے پاس 70 اور 93، ان کے پاس 23۔ارب روپیہ موجود ہے جس سے یہ اب آگے کام چلائیں گے۔ اب انہوں نے 23۔ارب سے 150۔ارب روپے لوگوں کو دکھانے ہیں کہ اب ہم صوبے میں 150۔ارب روپے ترقیاتی سکیموں پر خرچ کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! اب اس میں ان کے 243۔ارب روپے overnance expenditure ہیں یعنی آپ اس کا آپس میں موازنہ کریں کہ 243۔ارب روپے سے چلنے والی حکومت اس سال 23۔ارب روپے کے نئے پراجیکٹس اور نئی سکیمیں شروع کرکے اس صوبے اور اس ملک میں خوشحالی لانا چاہتی ہے جبکہ 23۔ارب روپے عوام کی طرف جائے گا اور 243۔ارب روپے ان حکمرانوں کی طرف جائے گا کہ یہ کس طرح سے governance کرتے ہیں یعنی میرے صوبے کے حکمران اس سال لوگوں کے مسائل حل کرنے کے لئے 23۔ارب روپے خرچ کرکے 243۔ارب روپے ہڑپ کر جائیں گے۔

جناب سپیکر! اب اس میں چار ڈیپارٹمنٹس انتہائی اہمیت کے حامل ہیں اس میں ایجوکیشن ہے، اس میں ہیلتھ ہے، اس میں ایگریکلچر ہے یا جنرل ایڈمنسٹریشن ہے۔ میں وقت کی کمی کے پیش نظر صرف ایجوکیشن پر بات کرتا ہوں کیونکہ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ زراعت پر لودھی صاحب سایہ کئے ہوئے ہیں اور لوگ تو یہی کہتے ہیں کہ لودھی صاحب کا سایہ کیا ہے آسیب کا سایہ ہے کہ وہ محکمہ دن بدن نیچے کو جا رہا ہے۔ زراعت پر cut motions پر بات ہوگی۔

جناب چیئرمین! ایجوکیشن پر راجہ صاحب میری اس بات کی تائید کریں گے کہ موجودہ حکومت کا

سب سے زیادہ زور ہے۔ یہ کہہ رہے ہیں اور یہ نعرہ چل رہا ہے کہ "پڑھا لکھا پنجاب" ہم روز half page اور full page کے قومی اخبارات میں اشتہارات دیکھتے ہیں۔ جیو پر بیٹھو یا اے آر وائی پر بیٹھو تو اسی وقت وزیر اعلیٰ صاحب آ جاتے ہیں اور لوگوں کو کہتے ہیں کہ بچوں کو سکول بھیجو۔ اس طرح ان کا سب سے زیادہ زور ایجوکیشن پر ہے۔ میرا وعدہ ہے کہ وزیر خزانہ صاحب نے جو figures کتاب میں دی ہیں میں ان سے باہر ایک بات بھی نہیں کروں گا اور میں ground reality پر بات کروں گا کہ سکولوں کا کیا حال ہے۔ جس طرح میرے باقی دوستوں نے نشاندہی کی ہے جو کہ درست ہے لیکن میں صرف figures کی بات کرتا ہوں کیونکہ چار دن سے یہ بات ہو رہی ہے کہ figures کی بات نہیں ہے۔ اگر ان figures سے یہ ثابت ہو کہ موجودہ حکومت اس سیکٹر میں ترقی کی بجائے لوگوں کو صرف غلط بیانی سے اور اعداد و شمار کے ہیر پھیر سے لوگوں کے ساتھ دھوکہ کر رہی ہے تو میں پھر راجہ صاحب کی رائے چاہوں گا کہ یہ figures آپ کے سامنے ہیں اور آپ اس بارے میں اپنا خیال فرمائیں۔

جناب سپیکر! ایجوکیشن کا جو expenditure ہے یہ 21- ارب 75 کروڑ 45 لاکھ 68 ہزار ہے یہ صفحہ نمبر 863 اور 864 ہے۔ یہ اخراجات جاریہ ہیں اس کے مطابق یہ یہ رقم خرچ کریں گے۔ میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ یہ اخراجات ہوں گے کیونکہ پچھلے سال انھوں 13- ارب روپیہ رکھا تھا کہ ہم خرچ کریں گے اور 14- ارب روپیہ خرچ کیا گیا۔ پچھلے سال کی بجٹ سٹیٹمنٹ میں صفحہ نمبر 48 میں یہ 13- ارب 66 کروڑ 60 لاکھ 90 ہزار روپے ایجوکیشن کا بجٹ تھا۔ یہ اخراجات جاریہ ہیں۔ ان میں صرف تنخواہیں ہیں، یوٹیلٹی بل ہیں۔ آپ اس کو ڈویلپمنٹ بجٹ نہ سمجھئے گا۔ یہ صرف اخراجات جاریہ ہیں۔ انھوں نے اب کہا ہے کہ ہم 21- ارب روپیہ میں کریں گے اس میں یہ 7- ارب روپیہ کا اضافہ کر رہے ہیں یعنی پچھلے سال انھوں نے ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کو 14- ارب روپے میں چلایا ہے اور اس سال یہ اس کو 21- ارب روپے میں چلائیں گے اور یہ 7- ارب روپے اخراجات جاریہ میں اضافہ ہیں۔ محکمے کا سائز بڑھ گیا ہے، گورنمنٹ کا سائز بڑھ گیا ہے۔ اس میں 8- ارب 42 کروڑ 86 لاکھ 30 ہزار روپے ایڈمنسٹریشن کی مد میں ہے اور 13 یونیورسٹیوں کی تنخواہیں، یوٹیلٹی بل ہیں، POL چارجز ہیں وہ 6- ارب 13 کروڑ روپے ہیں ان میں others جو اس کھاتے میں نہیں پڑتے وہ 6.5- ارب روپے ہیں۔ یہ 21- ارب 8 کروڑ 80 لاکھ 74 ہزار روپیہ بنتا ہے جو کہ ان کی ایڈمنسٹریشن، تنخواہوں اور یوٹیلٹی بلوں پر چلا جاتا ہے۔ یہ یونیورسٹیوں کا ہے، ایڈمنسٹریشن کا ہے۔ اب یونیورسٹیوں اور ایڈمنسٹریشن میں 21- ارب 8 کروڑ روپیہ خرچ کرنے کے بعد آپ یہ اندازہ لگائیں کہ نیچے سیکنڈری اور پرائمری لیول پر جو

ایجوکیشن ہے اس کو یہ کیا دیتے ہیں۔ وہ ٹیچرز جو تنخواہوں کے بڑھانے کے لئے سڑکوں پر احتجاج کرتے ہیں تو کیا وہ احتجاج نہ کریں تو کیا کریں۔ ان کو پچھلے سال جو اضافہ ہوا ہے وہ نہیں دیا ان کا سکیل بڑھانے کی بات کی تو وہ انھوں نے نہیں بڑھایا اس کی وجہ یہ ہے کہ سارا خرچ تو اوپر ہو رہا ہے۔ ان کے لئے تو کچھ باقی 70 یا 75 کروڑ روپیہ بچتا ہے اس میں پورا صوبہ پرائمری اور سیکنڈری لیول پر راضی کرنا ہے۔ اسی طرح سے یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے ایجوکیٹرز بھرتی کئے ہیں۔ اب ایک ایجوکیٹر -/4600 روپے ایم اے پاس اور -/4250 روپے پر بی اے پاس لے رہے ہیں کیا یہ کیریئر ہے۔ یہ -/4200 اور -/4600 روپے سے ایک گریجویٹ اور ماسٹر ڈگری والا اس سے کیریئر کا آغاز کر سکتا ہے۔ کیا وہ یہاں پر صرف اس وقت تک بیٹھے گا جب تک اسے کسی اور جگہ مزدوری نہیں مل جاتی یا کسی اور جگہ اس کا ہاتھ نہیں پڑ جاتا۔ اس طرح سے انھوں نے سائز کو بڑھایا ہوا ہے۔

جناب سپیکر! اب اس میں 21۔ ارب 75 کروڑ روپے سے انھوں نے جس محکمے کو چلانا ہے اس میں ڈویلپمنٹ سائیڈ پر انھوں نے کیا کیا ہے۔ مجھے اس کی لمبی وضاحت کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ ڈویلپمنٹ کا جو بجٹ ہے دراصل وہی حصہ ہے جس میں لوگوں کو کچھ ملنا ہے۔ اس میں missing facilities ہیں، عمارتیں نہیں ہیں، چار دیواری نہیں ہے، sanitation کا انتظام نہیں ہے اور اسی طرح سکولوں کا جو حال ہے اس میں واقعی بڑی ضرورت ہے اور اس سلسلے میں انھوں نے جو کیا ہے اور ان کے جو figures ہیں اب اس میں کرپشن کتنی ہوئی ہے۔

جناب سپیکر! بجٹ سٹیٹمنٹ کا صفحہ نمبر 49 ہے اس میں ایجوکیشن کے لئے انھوں نے پچھلے سال 9۔ ارب 31 کروڑ 28 لاکھ 11 ہزار روپے رکھے تھے کہ ہم ان کو خرچ کریں گے لیکن اس میں انھوں نے 4۔ ارب 24 کروڑ 23 لاکھ 16 ہزار روپے خرچ کئے ہیں۔ اس سال یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم اس میں 17۔ ارب روپے خرچ کریں گے۔ یہ 17۔ ارب روپے کا انھوں نے اس سال ایجوکیشن کی ڈویلپمنٹ میں کہا ہے کہ جنرل ریونیو سے خرچ کریں گے اور جو کیپیٹل ہے اس سے انھوں نے کہا ہے کہ ہم 3۔ ارب 52 کروڑ روپے خرچ کریں گے۔ انھوں نے اپنی تقریر میں بھی کہا ہے کہ ہم نے 72 فیصد اضافہ کر دیا ہے۔

جناب سپیکر! اس میں آپ ملاحظہ فرمائیں کہ اس کا جو 9۔ ارب روپے کا break up صفحہ نمبر 51 پر دیا ہے۔ آپ یہ دیکھ لیں کہ اس میں جو سپیشل ایجوکیشن ہے اس میں انھوں نے کہا تھا کہ ہم 37 کروڑ 79 لاکھ 2 ہزار روپے خرچ کریں گے اور خرچ چار کروڑ کیا ہے۔ یہ راجہ صاحب آپ کی بجٹ سٹیٹمنٹ figures ہیں۔ آپ نے سپیشل ایجوکیشن کا سارا سال اتنا شور ڈالا اور اس کی آپ نے ایک منسٹر بھی بنائیں بعد میں آپ نے ان کو

نکال دیا اور پھر کسی اور کو منسٹر بنا دیا تو سپیشل ایجوکیشن پر لوگ سمجھتے تھے کہ اس پر کوئی خاص مہربانی ہے اور اس پر وزیر اعلیٰ صاحب کی بڑی توجہ ہے اور منسٹر صاحبہ بھی بڑی قابل تھیں۔ اس میں انھوں نے 37 کروڑ کا وعدہ کیا اور صرف چار کروڑ روپیہ خرچ کیا ہے۔ اگر میں یہ فگرز غلط بیان کر رہا ہوں تو میں وزیر خزانہ صاحب سے کہوں گا کہ وہ میری ابھی correction کر دیں۔ اب اس میں جو بہت بڑا ظلم ہے جس کے لئے میں اس ہاؤس میں بیٹھے تمام معزز ممبران خواہ ان کا تعلق ٹریژری سے ہے خواہ اپوزیشن سے ہے، ان کی توجہ اس جانب مبذول کروانا چاہوں گا کہ یونیورسٹی یا کالج میں کوئی آدمی تب ہی پہنچے گا کہ پہلے وہ پرائمری پاس کرے گا اور پھر میٹرک کرے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ کتنے لوگ ایسے ہیں جو یونیورسٹی میں پڑھتے ہیں۔ ہمارا کوئی آدمی اگر میٹرک کر جاتا ہے تو وہ چھوٹا موٹا کاروبار کرنے کے قابل ہو جاتا ہے یا پھر کوئی ہنر سیکھ لیتا ہے اس لئے سب سے زیادہ ڈویلپمنٹ بجٹ سکولوں کو دینا چاہئے۔ انہوں نے سکولز ایجوکیشن کے لئے 8-ارب 47 کروڑ 21 لاکھ 4 ہزار روپے رکھے تھے اور خرچ ایک ارب 21 کروڑ روپے کئے ہیں، اب آپ دیکھیں کہ یہ ظلم نہیں تو اور کیا ہے کہ 7-ارب روپیہ سکول سائیڈ پر خرچ ہی نہیں کیا گیا۔ یہ جو ان کی Annual Budget Statement ہے اس کے صفحہ نمبر 51 پر یہ واضح فگر ہے کہ آپ نے 7-ارب روپیہ سکول سائیڈ پر خرچ ہی نہیں کیا اور کہتے ہیں کہ ہم نے missing facilities دور کر دی ہیں، ہم نے ساری بلڈنگز اور چار دیواری بنا دی ہیں۔

جناب سپیکر: ہاؤس کا ٹائم مزید ایک گھنٹہ بڑھایا جاتا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! کہنے کو تو یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے ہر چیز بنا دی ہے۔ اس سے پہلے میں نے یہ بھی نشاندہی کی تھی کہ انہوں نے expenditure budget بھی 7-ارب روپے سے بڑھایا ہے اور اس میں 13-ارب روپیہ رکھ کر 14-ارب روپیہ خرچ کیا ہے۔ یہاں پر انہوں نے 8-ارب روپیہ رکھا ہے اور اس میں سے صرف ایک ارب روپیہ خرچ کیا ہے۔ میں ان کی بات کو کس طرح سے مان لوں کہ اب اگر یہ کہتے ہیں کہ ہم اس کو پورے طور پر خرچ کریں گے یعنی جب انہوں نے اس میں 7-ارب کم خرچ کئے ہیں اور انہوں نے ٹوٹل بجٹ ڈویلپمنٹ اور کیپیٹل ڈویلپمنٹ سائیڈ کا جو 07-2006 میں رکھا تھا وہ 12-ارب 8 کروڑ روپے تھا، اب اس میں سے انہوں نے صرف 6-ارب 12 کروڑ 54 لاکھ 29 ہزار روپے خرچ کئے ہیں۔۔۔

وزیر خزانہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فنانس منسٹر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں رانا صاحب کی ایک correction کرنا چاہتا ہوں کہ صفحہ نمبر 50 کا پہلا کالم B. Development Revenue Expenditure دیکھ لیں، اس میں اگر آپ ٹوٹل total budgeted estimates دیکھیں تو وہ 41۔ارب روپیہ ہے، revised estimates 68۔ارب روپے ہیں یعنی ٹوٹل خرچہ زیادہ ہوا۔ یہ جو ایجوکیشن سیکٹر کو identify کر رہے ہیں میں ان کو بتانا چاہتا ہوں کہ ایجوکیشن سیکٹر کی spending ہم ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کے ذریعے کرتے ہیں۔ اس میں اگر آپ ڈسٹرکٹ گورنمنٹس کو دیکھیں جس کا نمبر میں آپ کو پڑھ دیتا ہوں، یہ نمبر 14102 ہے، اس میں 9۔ارب 58 کروڑ روپیہ تجویز کیا گیا تھا اور اس میں 24۔ارب 84 لاکھ روپے خرچ ہوا تھا۔ جتنی بھی یہ فرما رہے ہیں کہ کم spending ہوئی ہے تو یہ ادھر میک اپ ہو رہی ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! آپ دیکھیں کہ ان کو گیلری سے چٹ آئی ہے اور انہوں نے ان کو mislead کیا اور یہ اسی پر چل پڑے ہیں۔ اب بات یہ ہے کہ وہ بات جو میں کر رہا ہوں کہ یہ ساری misleading ہے تو پھر یہ بات درست ہو گی۔ اگر آپ نے ڈسٹرکٹ گورنمنٹس کے ذریعے کرنا تھا تو وہ تو ڈسٹرکٹ گورنمنٹس کی گرانٹس کا علیحدہ کالم ہے وہ اس بجٹ میں بھی ہے اور پچھلے سال کے بجٹ میں بھی تھا۔ اگر آپ نے یہ ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کے کھاتے میں ڈالنا تھا تو پھر یہاں پر کہنے کی کیا ضرورت تھی اور اگر آپ نے اب بھی یہ ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کی گرانٹس میں ڈالنا تھا تو آپ نے جو تقریر میں کہا ہے کہ ہم 21۔ارب روپیہ خرچ کر رہے ہیں اور یہ پچھلے سال کی نسبت 72 فیصد زیادہ ہے تو پھر آپ نے یہ کیوں کیا ہے؟ آپ ڈسٹرکٹ گورنمنٹس کو گرانٹس میں جو پیسے بھیج رہے ہیں تو پھر آپ ان کو کہہ دیں کہ آپ روڈز پر خرچ کریں، سولنگ پر خرچ کریں یا سیوریج کے لئے خرچ کریں لیکن آپ وہ تنخواہوں میں خرچ کر دیتے ہیں۔ کیا آپ کے پاس ان کا کوئی کنٹرول ہے؟ آپ نے جڑانوالہ میں پیسے بھیجے کہ آپ کوئی ڈویلپمنٹ سکیمیں دیں گے اس کے بعد وزیر اعلیٰ صاحب گئے تو انہوں نے وہاں پر دس ہزار آدمی کے بیٹھنے کے لئے ایک ائر کنڈیشنڈ ٹینٹ ہال کا انتظام کیا اور اس میں تقریباً -/1500 روپے فی کس آدمی کا خرچہ آیا، ساتھ کھانا بھی دیا اور وہاں پر تقریباً اڑھائی تین کروڑ روپیہ خرچ کر دیا۔ ضلعی گورنمنٹس کو جو آپ پیسے بھیجتے ہیں وہ تنخواہوں میں خرچ کر رہے ہیں۔ آپ فیصل

آباد کی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کا جا کر حال دیکھیں کہ ان کی liabilities کتنی ہیں بلکہ یہاں تک کہ ان کے کمیونٹی بورڈز کے لئے جو رقم رکھی ہوئی تھی وہ انہوں نے غیر ترقیاتی اخراجات میں خرچ دی ہے اور آج تک آپ نے ان کا آڈٹ کیا ہے اور نہ کسی کو پکڑا ہے؟ یعنی جس پر آپ نے ہاتھ ڈالنا ہوتا ہے بے شک بعد میں کسی نہ کسی کو لوٹا کر دیا، کسی کو کچھ کر لیا۔ مجھے بتائیں کہ صوبے نے جو فنانشل رولز بنائے ہیں اس پر کسی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ نے عمل کیا ہے؟ وزیر خزانہ صاحب کی بات درست ہے لیکن آپ نے جو یہاں پر 8۔ارب 47 کروڑ روپے سکولوں کے لئے رکھے تھے تو آپ نے یہ ڈسٹرکٹ گورنمنٹس کے ذریعے سے خرچ کر دیئے تو یہ جو ایک ارب 21 کروڑ روپے ہیں یہ کس چیز پر خرچ کئے ہیں؟ آپ نے یہ revised figures دیئے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ یہ مناسب نہیں ہوگا کہ جب بجٹ estimate کے بعد اس کو revised کیا جاتا ہے تو اس کا مقصد کیا ہوتا ہے؟ اب آگے دیکھیں کہ اگر ان کا یہ اسی سال کا معاملہ ہو تو پھر بھی کہیں کہ چلو انہوں نے ایسے کر لیا ویسے کر لیا لیکن یہ عادی مجرم ہیں، یہ پانچ سال سے یہی ہیرا پھیری کر رہے ہیں اور ہر محکمہ میں کر رہے ہیں۔ محکمہ تعلیم میں توان کی ہیرا پھیری اور دھوکہ دہی سب سے کم ہے کیونکہ پورا فوکس اس کے اوپر ہے۔ ایجوکیشن منسٹر صاحب بیٹھے ہیں تو پچھلے سال کی بجٹ سٹیٹمنٹ میرے پاس ہے اس میں صفحہ نمبر 41 پر ایجوکیشن پر آ جائیں، اس میں آپ نے جو ٹوٹل ڈویلپمنٹ دی تھی وہ صفحہ 49 پر reflect ہوئی ہے۔ اگر آپ کے پاس کاپی نہیں ہے تو میں یہ آپ کو بھیج دوں گا۔ آپ ملاحظہ فرمائیں کہ 06-2005 میں ایجوکیشن کے لئے ڈویلپمنٹ اور بلڈنگ سائیڈ پر 8۔ارب 90 کروڑ روپیہ رکھا تھا، 7۔ارب 58 کروڑ 62 لاکھ 38 ہزار روپے ڈویلپمنٹ کے لئے رکھے تھے اور ایک ارب 31 کروڑ بلڈنگ سائیڈ پر رکھے تھے جس کا ٹوٹل 8۔ارب 90 کروڑ بنتا تھا اور revised کر کے انہوں نے 2۔ارب 51 کروڑ خرچ کیا ہے۔ آپ بتائیں کہ آپ نے پچھلے سال بھی 6۔ارب روپے کم خرچ کیا اور اس سال بھی آپ نے 7۔ارب روپیہ کم خرچ کیا تو اب یہ بات میں آپ کی کیسے تسلیم کر لوں کہ سارا سال "پڑھا لکھا پنجاب" سکولوں پر خرچہ، missing facilities دور کر رہے ہیں، ہم یہ بھی کر رہے ہیں وہ بھی کر رہے ہیں، جناب! آپ جو رقم رکھتے ہیں جو لوگوں کو آپ سہانے خواب دکھاتے ہیں۔ یہ آپ کی budgeted figures ہیں اس میں آپ خود کہہ رہے ہیں کہ پوری رقم بھی خرچ نہیں کی۔ پھر آپ ان کے documents کا حال دیکھیں کہ یہ جو ان کا وائٹ پیپرز ہے۔ اب یہ فراڈ کی انتہا ہے کہ جب ان کو پتا چل گیا۔ یہ ان کی بات کا جواب بھی آ جائے گا کہ انہوں نے جو فرمایا ہے کہ یہ ان کا current revenue expenditure ہے اور اس کے بعد اس میں جو

انہوں نے development کے حوالے سے جو ٹیبل دیا ہے اس میں انہوں نے جو فگرز دی ہیں۔ وائٹ پیپر میں انہیں چاہئے تھا کہ جو یہ فرما رہے ہیں کہ ہم نے تو خرچ ہی نہیں کئے، ہم نے تو وہ ڈسٹرکٹ گورنمنٹس کو گرانٹ دی ہے اور بعد میں ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کو انہوں نے پوچھا ہی نہیں کہ آپ نے خرچ کیا، کہاں پر خرچ کیا ، تنخواہیں دے دی ہیں لیکن اس میں انہوں نے sector-wise Development Programme 2007-08 compared to 2006-07 اس میں جو سوشل سیکٹر ہے اس میں نمبر 1 پر ایجوکیشن ہے۔ اب ایجوکیشن پر یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم 21۔ارب 48 کروڑ روپیہ خرچ کریں گے اور انہوں نے کہا کہ یہ 72.119 فیصد زیادہ ہے اور پچھلے سال انہوں نے کہا کہ ہم نے 12۔ارب 48 کروڑ روپے رکھے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب ان کو کم از کم اتنی تو ہونی چاہئے تھی کہ بھئی! آپ نے جو 12۔ارب روپیہ رکھا تھا اس میں سے آپ نے 50 فیصد تو خرچ ہی نہیں کیا۔ 7۔ارب روپے سے زیادہ آپ نے خرچ نہیں کیا تو آپ کم از کم اس میں یہ کہہ دیتے کہ پچھلے سال ہم نے 7۔ارب روپے خرچ کیا اور اس سال ہم اتنا رکھ رہے ہیں لہذا اتنے فیصد زیادہ ہے یعنی وائٹ پیپر پر وہی فگرز show کر رہے ہیں جو انہوں نے خرچ نہیں کیا۔

وزیر خزانہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! اگر رانا صاحب پسند کریں تو ان کو مکمل طور پر ہم اپنے اکاؤنٹنگ پروسیجر سمجھا سکتے ہیں۔ وائٹ پیپر ہم بہت user friendly بناتے ہیں کہ جن لوگوں کو زیادہ فنانس اور ان بجٹ بکس کا پتا نہیں۔ اس میں ہم نے مختلف گرانٹس اور مختلف چیزیں اکٹھی کی ہوتی ہیں اور یہ جو Annual Budget Statement ہے یہ accounting and financial purposes کے لئے سو فیصد ٹیکنیکل طریقہ سے بنایا جاتا ہے۔ رانا صاحب قطعی طور پر غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں اور میں ان کو پچھلے پانچ سال کے ڈیپارٹمنٹ وائز actual figures دوں گا۔ ان کی بات سراسر درست نہیں ہے۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اب پھر میں اس بات کا کیا جواب دوں کہ actual figures مجھے ڈیپارٹمنٹ سے لے کر دیں گے اور یہ جو انہوں نے ہمیں بستہ تھمایا ہے یہ کیا ہے۔ (قہقہے)

اب میں نے اس کو کیا کرنا ہے۔ بات یہ ہے کہ یہ جو Annual Budget Statement ہے میں نے ایک

بھی فگر جو آپ نے کہا ہے کہ ہم نے وہ گرانٹس دے دی ہیں۔ مجھے دکھائیں کہ آپ نے کہاں لکھا ہے۔یہاں پر آپ لکھتے کہ ہم نے 8۔ارب روپے رکھا تھا ایک ارب روپیہ خرچ کر دیا ہے باقی ہم نے نیچے خرچ کرنے کے لئے بھیج دیا ہے۔

وزیر خزانہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں گزارش کر رہا ہوں کہ یہ Annual Budget Statement ہے یہ جو ڈھونڈنا چاہ رہے ہیں وہ ہماری جو موٹی کتابیں ہیں ان میں ہے۔اس میں ہم نے سمری دی ہے ڈویلپمنٹ کی، کرنٹ کی، کیپیٹل اکاؤنٹ کی۔اس کی ایک ایک آئٹم کی تفصیل کہ کون سا خرچہ کس ڈسٹرکٹ کو کب کس تاریخ کو دیا۔وہ تمام تفصیل ہمارے پاس ہے۔یہ صرف ایک سمری ہے۔

جناب سپیکر: تفصیل تو دوسری book میں ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! آپ یہ دیکھیں کہ جس بجٹ سٹیٹمنٹ کا میں حوالہ دے رہا ہوں، جس سمری کا میں ان کو حوالہ دے رہا ہوں۔آپ اس سمری کا ٹوٹل کریں، وہ 150۔ارب روپے بنتا ہے یا نہیں، مجھے یہ بتائیں۔میں یہی فگر تو پڑھ رہا ہوں۔ان فگر کا ٹوٹل جا کر ان کا 150۔ارب روپیہ بن جاتا ہے تو پھر آپ مجھے بتائیں کہ آپ مجھے کون سی detail دیں گے۔یہ سمری جو ہے، جو current expenditure ہیں یہ 243۔ارب روپے بنتے ہیں یا نہیں اور جو ڈویلپمنٹ کی سمری ہے اس سمری کا 150۔ارب روپیہ بنتا ہے یا نہیں تو پھر اس سمری میں سارا کچھ ہے ناں۔اب آپ کہہ رہے ہیں کہ ڈیپارٹمنٹ سے لے کر دوں گا۔آپ نے اگر ڈیپارٹمنٹ سے لے کر دینا ہے تو پھر it means کہ یہ misleading documents ہیں اور اس کو جس طرح سے میں نے آگے 72۔ارب روپے کا فرق نکالا تھا اس طرح سے انہوں نے لوگوں کو بے وقوف بنایا ہوا ہے۔بعد میں مرضی سے کوئی خرچ کرتے ہیں، کوئی نہیں کرتے۔

وزیر خزانہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! یہ سراسر درست بات نہیں کر رہے، غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں۔ میں نے ٹوٹل

کو قطعی طور پرcontest نہیں کیا۔ میں نے یہ گزارش کی ہے کہ صفحہ نمبر 48 پر ایک مد لکھی ہوئی ہے "ٹرانسفرز"۔

جناب سپیکر: راناصاحب! صفحہ نمبر48دیکھیں۔

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! اس میں2006-07 کےbudget estimatesلکھے ہوئے ہیں جو کہ 14.2۔ارب روپے ہیں جو کہ ابreviseہو کر29۔ارب روپے ہو گئے ہیں۔ادھر ہم نے صرف ٹوٹل ایک فگر دیا ہوا ہے جو ٹرانسفرز کی detailsہیں کہ یہ کس مد سے آیا ہے اور کہاں سے کس شعبے میں ٹرانسفر ہوا۔اس میں ہمارے پاسdevelopment expendituresکی دو علیحدہ موٹے موٹےbookletsہیں اورcurrent expendituresکی دو علیحدہ علیحدہ کتابیں ہیں۔ان چارbooksمیںdetailsہیں یہ اتنی پتلی کتاب جو ہے اس سے ہم نے یہ چارbooks generateکی ہیں۔

جناب سپیکر: جی، راناصاحب!

راناثناء اللہ خان: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ یہ جوdevelopmentکی سمری ہے یہ صفحہ نمبر47سے شروع ہوتی ہے اور53پر ختم ہوتی ہے۔یہ جوgrand totalہے وہ150۔ارب روپے ہے۔اب مجھے یہ جو اوپر ٹوٹل دکھا رہے ہیں اب اس میں ہوا کیا ہے اب اس میں جو گورنمنٹ بلڈنگ ہے ناں، میں آپ کا یہ بھی مغالطہ دور کروا دیتا ہوں کہ اب آپ جو کہہ رہے ہیں کہ ٹوٹل وہاں پر50ہے60ہو گیا ہے۔ٹوٹل میں فرق ایسے پڑا ہے کہ یہ جو گورنمنٹ بلڈنگ ہے اس میں انہوں نے رکھا تھا اور خرچ کیا ہے18۔ارب روپے۔آپ صفحہ نمبر52پر دیکھیں کہ گورنمنٹ بلڈنگ پر انہوں نے13۔ارب روپے رکھا تھا اور4۔ارب روپے انہوں نے زیادہ خرچ کر دیا۔اسی طرح سے یعنی ہر وہ کام جس کا تعلق بلڈنگ سے ہے، بلڈنگ میں ڈویلپمنٹassets sideپر آجانا ہے اورdevelopmentکے کھاتے میں آجانا ہے۔اب ایک بلڈنگ آفس کے لئے بن رہی ہے اس آفس میں سیکرٹری صاحب نے بیٹھنا ہے، اس آفس میں کسی ڈپٹی سیکرٹری نے بیٹھنا ہے، اس آفس میں کسی ڈی جی نے بیٹھنا ہے۔وہ بلڈنگ یہ فوراً بنائیں گے۔اس کی جوmaintenanceہو گی اس میں جو باقی ایئر کنڈیشنڈ لگیں گے، اس پر وہ فوراً خرچہ کریں گے۔آپ یہ دیکھ لیں کہ اس میں انہوں نے بلڈنگز میں پولیس کو14کروڑ دیئے تھے لیکن 22کروڑ خرچ کئے ہیں ، اسی طرح سے جو ایس اینڈ جی اے ڈی ہے اس کو انہوں نے26کروڑ روپے دیئے تھے وہاں پر انہوں نے35کروڑ روپے خرچ کئے ہیں۔ اسی طرح

سے Government Building Residence میں بھی ہر جگہ پر کروڑوں روپے کا فرق ہے تو یہ اس طرح سے کرتے ہیں کہ جو پیسے کسی سکول کے اوپر، وہ کسی دورافتادہ ایریا میں اور وہاں پر کوئی چار دیواری بننے کے لئے رکھے ہیں وہ تو نہیں بنے گی لیکن یہاں پر اگر کوئی گورنمنٹ بلڈنگ بنی ہے، کوئی آفس بنانا ہے، اگر سی ایم سیکرٹریٹ بنانا ہے، اگر وہاں پر 90۔ شارع قائداعظم پر کوئی بہت بڑا ہال بنانا ہے تو وہاں پر یہ فوراً خرچ کر دیں گے۔ وہاں پر یہ دس کروڑ روپے رکھیں گے اور 22 کروڑ روپے خرچ کر دیں گے اور پھر کہیں گے جناب یہ ٹوٹل آپ نے دیکھ لیا ہے ٹوٹل تو پورا ہے۔ بھئی! ٹوٹل پورا ہے لیکن میں جس ایجوکیشن سیکٹر کی بات کر رہا ہوں آپ بتائیں کہ یہ جو فگرز ہیں میں نے اپنے پاس سے تو نہیں رکھیں۔

جناب سپیکر! یہ ان کا حال ہے اس سیکٹر میں جس کا پورا سال انہوں نے شور کیا ہے بلکہ پورے چار پانچ سال سے یہ شور کر رہے ہیں کہ جناب بڑا "پڑھا لکھا پنجاب" ہم نے بنا دیا ہے، یہ کر دیا ہے اور وہ کر دیا ہے۔ اب میں صرف دو منٹ کے لئے آپ کی توجہ چاہوں گا کہ یہ کرتے کیا ہیں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! وقت ہو گیا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں صرف پانچ منٹ میں ختم کرتا ہوں۔ راجہ صاحب فرما رہے تھے کہ ان کو کوئی تجویز بھی دینی چاہئے۔ اب جنرل ایڈمنسٹریشن ہے۔ جنرل ایڈمنسٹریشن میں ان کا حال دیکھیں کہ جنرل ایڈمنسٹریشن میں صرف موٹی موٹی فگرز دوں گا۔ اس میں 22۔ ارب روپے کا خرچہ کر رہے ہیں۔ جنرل ایڈمنسٹریشن میں یہی آتا ہے کہ یہ جو executive side ہے یہ ہمارے ڈیپارٹمنٹ اس میں وزیر اعلیٰ ہاؤس بھی آتا ہے اور گورنر ہاؤس بھی آتا ہے اور باقی صوبائی ایگزیکٹوز وغیرہ میں 22۔ ارب روپے کا خرچہ انہوں نے اس سال رکھا ہے اور یہ خرچہ پچھلے دو تین سالوں میں اتنا زیادہ بڑھایا ہے۔ اس میں تنخواہیں 3۔ ارب 13 کروڑ روپے اور non salary expenses جس میں maintenance آتی ہے، الاؤنسز آتے ہیں، یوٹیلیٹیز اور باقی ٹی اے ڈی اے وغیرہ سارا کچھ ہے تو وہ 18۔ ارب 97 کروڑ روپے ہے یعنی یہ بیوروکریسی اور گورننس لوگوں کو اتنی مہنگی دے رہے ہیں اور حالت یہ ہے کہ ان کا ترقیاتی بجٹ، وزیر تعلیم صاحب جتنی دیر تعلیم پر بات ہوتی رہی ہے وہ خاموش بیٹھے رہے ہیں بلکہ وہ کوئی چیز کھاتے رہے ہیں اور اب بھی وہ کچھ کھا رہے ہیں۔ ان کو پتا ہے کہ ہمارا حال کیا ہے، حقیقت میں ہم نے جو کیا ہے۔ راجہ صاحب! آپ اتنی مہنگی گورننس لوگوں کو دے رہے ہیں کہ 22۔ ارب روپیہ آپ خرچ کر رہے ہیں جس میں 3۔ ارب 13 کروڑ تنخواہوں اور 18۔ ارب

97کروڑ روپے صرف یوٹیلٹی بلزاور دیگر معاملات کے لئے رکھا ہے۔۔۔

وزیر تعلیم: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! بنیادی طور پر روایت یہی ہے کہ معزز وزیر خزانہ ہی جواب دیں گے لیکن میں نے ان کے سارے پوائنٹس نوٹ کئے ہیں اور میں انشاء اللہ تعالیٰ کٹ موشنز میں جواب دوں گا۔ پچھلے سال بھی ان کا یہی مسئلہ تھا اور privately میری اسی پوائنٹ پر ان کے ساتھ بحث ہوئی تھی۔ دراصل کچھ سیکٹر ایسے ہیں بلکہ بیشتر devolve ہو چکے ہیں اور ان کی implementing ایجنسیز ڈسٹرکٹ کی ہوتی ہیں تو یہ پیسا جب ٹرانسفر ہوتا ہے اور انہیں جو figures کی گڑبڑ نظر آ رہی ہے یہ ٹیکنیکل issue ہے۔ میں آپ کی اجازت اور ان کی مہربانی سے کل کٹ موشنز پر تمام باتوں کا جواب دوں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

جناب سپیکر: جی، راناصاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! ایجوکیشن میں انہوں نے جو فرق ڈالا ہے پچھلے سال 6۔ارب روپے کا تھا اور اس سال 7۔ارب روپے کا ہے۔ ایک ارب روپیہ انہوں نے پچھلے سال اور اس سال، ڈویلپمنٹ میں سارا لکھا ہوا ہے کہ کتنے سکولوں کی چار دیواریاں بنی ہیں، کہاں کہاں پر missing facilities پوری کی ہیں تو یہ کیا ہوا کہ خود ہی کئے جا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اضلاع کو فنڈز شفٹ کئے ہیں اور اگر اضلاع کو فنڈز شفٹ کئے ہیں تو پھر کل جب یہ آئیں تو یہ بتائیں کہ فلاں ضلع میں اتنے پیسے انہیں ٹرانسفر ہوئے ہیں اور وہاں سے اتنے پیسے missing facilities اور ڈویلپمنٹ کے اخراجات پر خرچ ہوئے ہیں جو کہ figures ان کے پاس نہیں ہوگا۔

جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ یہ انداز حکومت کس طرح کا ہے کہ قرضے کا پیسا لے کر فارن ایجنسی سے، بنک سے پیسے لے کر یہ غریب ملک پر کس قسم کی حکومت کرتے ہیں اور کس طرح سے اخراجات کرتے ہیں کہ یہ 22۔ارب روپے کی جنرل ایڈمنسٹریشن ہے۔ اس میں گورنر ہاؤس اور وزیر اعلیٰ ہاؤس کا خرچہ ایک ارب 38کروڑ روپے ہے یعنی آپ اندازہ لگائیں اتنا ہمارا ایگریکلچر کا ڈویلپمنٹ بجٹ نہیں ہے، اتنے پیسے انہوں نے ایجوکیشن پر خرچ نہیں کئے لیکن یہ دو شہزادے اس صوبے پر حکومت کرنے کے لئے بیٹھے ہیں، ان کا خرچہ ایک ارب 38کروڑ روپے اور ہر سال یہ

بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے ۔ اب اس کا حال دیکھیں کہ یہ وہاں پر کرتے کیا ہیں۔یہ صفحہ نمبر 309 پر وزیر اعلیٰ کا ہے کہ ان کے پاس ایک سیکرٹری،ایک ایڈیشنل سیکرٹری ہے اور اس کے علاوہ باقی کلرکوں اور دوسری پوسٹیں ہیں۔اب آپ اس میں دیکھیں کہ ان کے پاس 58 ویٹرز ہیں، چار ڈش واشر ہیں، ویٹرز ڈشیں واش نہیں کرتے ان کے لئے علیحدہ چار ڈش واشر رکھے ہوئے ہیں۔ان کے پاس 92 ڈرائیورز ہیں۔۔۔

جناب خضر الیاس ورک: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب خضر الیاس ورک: جناب سپیکر! رانا صاحب نے دو شہزادوں کا ذکر فرمایا گورنر جو صوبے کے ہیڈ ہوتے ہیں اور وزیر اعلیٰ صاحب صوبے کو چلا رہے ہیں، ان کے متعلق کہا ہے تو اصل میں شاہی نظام انگلینڈ میں ہے اور وہاں ان کے اپنے شہزادے رہتے ہیں اور یہ ان کا نام نہیں لیتے اور یہ چودھری پرویز الٰہی کا نام لیتے ہیں۔دبئی میں بھی شہزادوں کی حکومت ہے اور پیپلز پارٹی کی قائد دبئی میں رہتی ہیں تو وہ شہزادے اور شہزادیاں ہم نے لندن اور دبئی میں بھیجے ہوئے ہیں۔یہ یہاں جو رہتے ہیں یہ پاکستان مسلم لیگ جو پاکستان کی خالق جماعت ہے کے قائدین رہتے ہیں۔شکریہ

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! کوئی دبئی میں رہے، کوئی لندن میں رہے، کوئی امریکہ میں رہے جس نے رہنا ہے اپنے خرچ پر رہنا ہے۔یہ 58 ویٹرز کو چودھری پرویز الٰہی صاحب اپنی جیب سے تنخواہ دیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔آپ اس بجٹ سے یہ اڑا دیں یعنی 58 ویٹرز ہیں اور 92 ڈرائیورز ان کے پاس ہیں اور اگر اتنے ڈرائیورز ہیں تو پھر اتنی گاڑیاں بھی ہوں گی۔اس کے بعد 13 پورچ اردلی ہیں، 10 کلینرز ہیں، 36 سینیٹری ورکرز ہیں یعنی پورے شہر کی سینی ٹیشن کا انتظام تو واسا کرتا ہے تو ان کے لئے 36 علیحدہ سے سینیٹری ورکرز ہیں اور تین گفٹ پیکر ہیں جو لوگوں کو گفٹ دینے کے لئے ہر وقت گفٹ ہی پیک کرتے رہتے ہیں، 58 نائب قاصد ان کے پاس ہیں اور اس کے بعد 18 ان کے متعلق اگر میں کہوں کہ کون ہیں تو یہ برا نہ منائیں تو اس کے سامنے انگلش میں جو لکھا ہے کہ MASALCHI یہ مالشی بنتا ہے اب پتا نہیں وہ 18 مالشی ہیں [******] (قہقہے)

جناب سپیکر: یہ الفاظ کارروائی سے حذف کئے جاتے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ جس صفحے پر لکھا ہوا ہے میں آپ کو بتا دیتا ہوں کیونکہ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ نے لفظ ٹھیک بولا ہے جو آگے کہا ہے وہ حذف کروایا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! جب مالشی کو تنخواہ دی جائے گی تو پھر وہ کیا کرے گا۔

وزیر خزانہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! یہ لفظ مصالچی ہے جو کہ کک ہوتا ہے اور کچن میں کام کرتا ہے۔ یہ مالشی نہیں ہے بلکہ مصالچی ہے۔

جناب سپیکر: جی، مہربانی کہ آپ نے درستی کر دی۔

وزیر صحت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر صحت: مالشی کا انہیں فرق نظر نہیں آتا کیونکہ وہ ڈپٹی لیڈر آف دی اپوزیشن بنے ہوئے ہیں۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب نے عینک اتاری ہوئی تھی اس لئے تھوڑی بہت غلطی لگ جاتی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! کک تو انہوں نے الگ بھی رکھے ہوئے ہیں۔ مصالچی کون سا کک ہوتا ہے۔ اگر وہ صرف مصالچی ہے اور کک کی الگ figures ہے۔ (قہقہے)

معزز ممبران حزب اقتدار: مصالحہ ڈالنے والا!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ 18 آدمی مصالحہ ڈالتے ہیں اور اگر یہ 18 آدمی مصالحے ڈالیں گے تو ہنڈیا خراب ہو جائے گی اور اس کا کوئی ذائقہ نہیں رہے گا۔ میرا بات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم نے مغلوں اور شاہ رنگیلے کی تاریخ پڑھی ہوئی ہے یعنی ایک غریب قوم، کس حالت میں ہمارا ملک ہے اور ہمارے لوگوں کی کیا حالت ہے اور اس پر یہ حالت ہے کہ ہمارے ڈرائیوروں کی تعداد، خانسامے علیحدہ، ہمارے ویٹرز علیحدہ، ہمارے

مالشی علیحدہ، ہمارے مصالحچی علیحدہ تو اس طرح سے راجہ صاحب! آپ فرما رہے تھے کہ تجویز بھی دیں تو تجویز یہ ہے کہ آپ گورنمنٹ کے حجم اور سائز جس سے آپ لوگوں کو ڈراتے ہیں جو کہ بہت بڑا سائز ہے اور آپ جب سائز کی بات کرتے ہیں کہ اتنا بڑا بجٹ کا سائز ہے تو آپ کے چہرے پر کرب ہوتا ہے اور لوگ بھی سمجھتے ہیں کہ بہت بڑا سائز ہے لیکن حالانکہ بیچ میں ہوتا کچھ بھی نہیں ہے۔ سارا قرضہ ہوتا ہے اور ساری اس قسم کی باتیں ہوتی ہیں۔ اس سائز کو کم کریں اور آپ 13۔ارب روپے سے 21۔ارب روپے پر expenditure لے گئے ہیں، ڈویلپمنٹ 8۔ارب روپے سے ایک ارب روپے پر لے آتے ہیں اور وہ آپ 12۔ارب روپے سے 6۔ارب روپے پر لے آتے ہیں تو آپ کے 17۔ارب روپے پر کون یقین کرے گا وہ بھی اگلے سال آپ نے دو یا تین پر لے آنی ہے۔ اس گورنمنٹ کا سائز آپ نے اتنا زیادہ بڑھایا ہے اس کو آپ ختم کریں براہ مہربانی! ان مصالحچیوں کو فارغ کر دیں، ان مالشیوں کو فارغ کر دیں، گورنمنٹ کے سائز کو گھٹائیں اور یہ پیسے اس صوبے کے غریب لوگوں کو پہنچائیں۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، ارشد محمود بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے چونکہ انہوں نے فائنل speech کرنی ہے تو صبح میری بہن زیب النساء نے بھی ایک سوال کیا تھا کہ وفاقی حکومت نے ملازمین کے جو سکیل 6,7, اور 9 مقرر کئے تھے مگر پنجاب گورنمنٹ نے اس کی تفصیل نہیں دی اس لئے میں ان سے درخواست کروں گا کہ انہوں نے جو speech کرنی ہے اگر وہ غریب لوگ جو تھوڑے تھوڑے سکیل کے لوگ ہیں اگر یہ ان کے سکیلوں کی وضاحت کر دیں جس طرح وفاقی گورنمنٹ نے کی ہے تو میں ان کا مشکور ہوں گا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کو اور آپ کی وساطت سے اس ایوان کے تمام معزز ممبران اور اراکین کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد دیتا ہوں کہ الحمدللہ

پچھلے تیس سال کی تاریخ میں یہ پہلی سیاسی حکومت ہے جس نے اپنے پانچ سال مکمل کئے اور اپنا پانچواں بجٹ کامیابی سے پیش کیا۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! میں اپنی winding up speech شروع کرنے سے پہلے صرف ایک comments specifically صرف ایک ممبر کے لئے ہی کروں گا جو کہ رانا ثناء اللہ صاحب ہیں۔ وہ یہ ہے کہ یہ بار بار سائز اور کرب کا کوئی تعلق بناتے رہے تو بخدا یقین کیجئے کہ ہم نے شروع سے اپنے سائز کو بہت کنٹرول میں رکھا۔(قہقہے)

ابھی بھی ہمارے پاس 20۔ارب روپے پڑا ہوا تھا لیکن ہمیں ان کی تکلیف کا اندازہ تھا کہ وہ بالکل ہی برداشت نہیں کر پائیں گے تو وہ انشاء اللہ اس سال کے جب revise بجٹ آئیں گے تو وہ مزید بھی بڑھ جائے گا تقریباً 20۔ارب روپے۔

جناب والا! میں اپنی بات کو سب سے پہلے شروع کرتا ہوں کہ کسی بھی صوبائی حکومت کے بجٹ میں سب سے پہلے یہ دیکھا جاتا ہے کہ آپ کے پاس کتنے وسائل دستیاب ہیں۔ تمام معزز ایوان بخوبی واقف ہے کہ وسائل نیشنل فنانس کمیشن ایوارڈ کے تحت آتے ہیں۔ تقریباً ہمیں 80 فیصد وسائل فنانس کمیشن ایوارڈ سے ملتے ہیں اور 20 فیصد ہم اپنے صوبائی محاصل سے اکٹھے کرتے ہیں جن میں tax receipt اور toll tax دونوں شامل ہیں۔ یہ صرف ٹریژری بنچ کا ہی تمغہ نہیں ہے بلکہ یہ پورے پنجاب کے عوام کا تمغہ ہے، پورے پنجاب کے عوام کی آواز ہے جس میں، میں توقع کروں گا کہ اپوزیشن بھی حکومت کے ساتھ اپنی آواز ملائے گی۔ ہمیشہ سے یہ کہا گیا کہ پنجاب بیچ دیا گیا، پنجاب کا سودا ہوگیا اور پنجاب کے حقوق کو اپنے اقتدار کے لئے compromise کر لیا گیا۔ جناب! جس طرح آج last speech کے اندر ایک فیصد نہیں بلکہ میں کہتا ہوں کہ سو فیصد غلط بیانی اور کم علمی، غلط بیانی on the basis of کم علمی۔ علم کی کمی ہو تو بھی بندہ غلطیاں کرتا رہتا ہے۔ میں آج پنجاب کے عوام کو اور خاص طور پر اپنے اپوزیشن کے بھائیوں سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ۔۔۔

کورم کی نشاندہی

جناب محمد آجاسم شریف: جناب سپیکر! کورم پورا نہ ہے۔۔۔

جناب سپیکر: کورم کی نشاندہی کی گئی ہے، گنتی کی جائے۔

(اس مرحلہ پر گنتی کی گئی)

جناب سپیکر: کورم پورا ہے، ہاؤس کی کارروائی شروع کی جاتی ہے۔

معزز ممبران حزب اقتدار: شیم، شیم، شیم۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

سالانہ بجٹ برائے سال 08-2007 پر بحث

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! یہ جو بار بار سائز کی بات ہو رہی تھی تو دھیرے دھیرے یہ ہم نے اسی لئے بڑھایا تھا کہ ان جیسے لوگوں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے ابھی ان سے دو منٹ پہلے جب فنانس منسٹر نے بات کی تو ان سے برداشت نہیں ہو رہا تھا اس لئے ہم 20۔ارب روپے سے آہستہ آہستہ اوپر گئے ہیں تاکہ ان کو کوئی تکلیف نہ ہو اور برداشت کرنے میں انہیں کوئی دقت نہ ہو۔ میں ان سے کہنا چاہتا ہوں کہ یہ تو کہہ رہے تھے کہ ہم انتہائی تحمل کے ساتھ سنیں گے اب سنیں، کیوں اب آپ کو تکلیف ہوتی ہے؟(قہقہے)

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہ راجہ صاحب نے ہی بات طے کی تھی کہ ہم اپنا کورم پورا کر لیتے ہیں۔

جناب سپیکر: کورم پورا ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: دیکھیں، یہ گورنمنٹ کی ڈیوٹی ہے یہ ہمارا حوصلہ ہے کہ ہم تین روز سے۔۔۔(شور وغل)

جناب سپیکر! گزارش ہے کہ یہ پچھلے۔۔۔

وزیر صحت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، چودھری صاحب!

وزیر صحت: جناب سپیکر! ہم نے بیٹھ کر ان کی تقاریر سنیں ہیں اب یہ بھی فنانس منسٹر کی تقریر سنیں ان کا یہ رویہ نہیں ہونا چاہئے یہ رویہ مناسب نہیں ہے۔

جناب سپیکر: بگو صاحب! پلیز، چلنے دیں کافی بات ہو گئی ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں تھوڑی سی بات کروں گا۔ راجہ صاحب ہمارے پاس آئے اور کہا کہ کورم ہم پورا کرتے ہیں آپ تقریر کریں۔ دیکھیں، تین دن یہ سیشن چلا ہے آج آخری روز ہے یہ سب کے لئے ہے میں اپنے آپ کو بھی اس میں شامل کرتا ہوں کہ کل بجٹ تقریریں ہو رہی تھیں اور ہم یہاں ٹوٹل صرف پانچ آدمی بیٹھے تھے۔ یہ کس کی ذمہ داری ہے، یہ ہماری ذمہ داری ہے یا گورنمنٹ کی ذمہ داری ہے؟ یہ 371 کا ایوان ہے یہ گورنمنٹ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنا کورم پورا کرے ہم تین روز یہاں بڑے صبر اور حوصلے کے ساتھ بیٹھے رہے اور ہم نے کورم کی نشاندہی نہیں کی۔ راجہ صاحب نے جو commitment کی تھی ان کو پتا تھا کہ ہم کورم کی نشاندہی کریں گے اس لئے انہوں نے کورم پورا رکھا تو یہ ان کی ڈیوٹی ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں آپ کی خدمت میں گزارش کر رہا تھا نیشنل فنانس کمیشن ایوارڈ کے حوالے سے۔ موجودہ ساتویں نیشنل فنانس کمیشن ایوارڈ کے آنے سے پہلے divisible pool میں پاپولیشن کا حصہ 37.5 فیصد تھا۔ میں تمام ممبرز کی توجہ ان نمبرز پر چاہوں گا 37.5 percent of divisible pool یہ پاپولیشن کی بنیاد پر تقسیم ہوتا تھا اللہ لمبی حیاتی بخشے جنرل مشرف صاحب کو جنہوں نے بڑھا کر، موجودہ سال 07-2006 نیشنل فنانس کمیشن کا پہلا سال ہے بڑھا کر 37.86 فیصد کیا آئندہ آنے والے سال میں 38.81 فیصد اور terminating year میں جب یہ ایوارڈ ختم ہوگا پانچواں سال ہوگا 41.2 فیصد محاصل divisible pool کے پاپولیشن کی بنیاد پر تقسیم کئے جائیں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! ایک چیز اور جو صوبے کے حوالے سے بہت اہم ہے جس پر میں اپنے دونوں بنچز کی طرف سے کچھ ابہام دیکھتا ہوں حکومتی بنچز اور اپوزیشن بنچز کی جانب سے یہاں پر ایک دو ممبران نے اس قسم کی بات کی کہ ہم زیادہ وسائل پیدا کرتے ہیں تو ہمیں زیادہ محاصل ملنے چاہئیں۔ پاکستان کا آئین اس بات کا داعی ہے کہ ہم نے ملک میں اور صوبوں میں disparities کم کرنی ہیں۔ جو صوبے پیچھے رہ گئے ہیں ان کو ہم نے

زیادہ وسائل دینے ہیں اور جو صوبے زیادہ آگے جا رہے ہیں ان کی کم از کم جو growth ہے اس کو maintain کرنا ہے۔ ہمارا ایک بھائی صوبہ یہ کہتا ہے کہ چونکہ ہم ٹیکسز collect کرتے ہیں تو اس پر ہمارا حق ہے۔ ہمارا نقطہ نظر یہ ہے کہ collection مختلف ہے اور generation مختلف ہے۔ Not necessarily جہاں پر ٹیکس collect کیا جا رہا ہو وہیں کے لوگ وہ ٹیکس بھر رہے ہوں، جس کی مثال میں آپ کو دیتا ہوں کہ پٹرول یا ڈیزل یا پٹرولیم پروڈکٹس کشتی کے ذریعے سمندر پر لگیں اور وہ صوبہ بھر میں تقسیم ہو گئے، ملک بھر میں تقسیم ہو گئے، اس کا کسی کے پاس break up نہیں کہ کتنا کس نے استعمال کیا۔ اگر ہمارے پاس وہ break up ہو بھی کہ کتنا کس نے استعمال کیا تو بھی اس بنیاد کو ہم درست نہیں سمجھتے اگرچہ ہم بنیادی طور پر financially سب سے بڑے beneficiary ہوں گے لیکن ہمیں اپنے صوبہ سرحد اور بلوچستان کے بھائیوں کا احساس ہے، وہ اس میں سب سے زیادہ بڑے losers ہوں گے، وہ سب سے زیادہ hit severely ہوں گے اگر ہم collection یا generation کو اپنے resources کی distribution کا basis بنائیں جو کہ ہمارے آئین کے بالکل برعکس اور منافی ہو گا۔ میں اس معزز ایوان کے تمام ممبران کو کیونکہ ان کا تعلق اس صوبہ سے ہے یہ concept clear کرنا چاہتا ہوں کہ ہم generation یا collection کو اس basis پر support نہیں کرتے کہ وہ آئین کے منافی ہے اور اگر اس کو ہم نے support کرنا ہے تو ہمیں آئین میں ضروری قانونی ترامیم کرنا پڑیں گی۔

جناب والا! یہاں پر پہلا سال 04-2003 تھا تو چیف منسٹر صاحب کا vision آیا، کم از کم میں ذاتی طور پر یہ بات admit کرتا ہوں کہ جب وہ document produce کیا گیا تو میں خود یہ سمجھتا تھا کہ یہ بہت high pitched figures ہیں۔ ہم نے اپنے targets بہت زیادہ رکھے ہیں۔ ادھر ہم کس طرح پہنچ سکیں گے؟ آج میں اس ایوان میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ ہم نے اپنے 100 فیصد اہداف مکمل کئے۔ ہم نے غربت میں خاتمے کا دعویٰ کیا تھا، غربت میں خاتمہ نہیں ہوا لیکن غربت میں کمی ضرور ہوئی ہے۔ جب ہم نے اس صوبہ کی باگ ڈور سنبھالی تو صوبہ کے تقریباً 34 فیصد لوگ غربت کی شرح سے نیچے رہتے تھے۔ ہم نے اس میں کمی کی اور آج بھی صوبہ میں جو غریب افراد ہیں وہ 20 فیصد ہیں۔ وہ تعداد کوئی کم نہیں ہے۔ تقریباً ڈیڑھ کروڑ لوگ، اگر صوبہ کی آبادی 7.5 کروڑ گردانی جائے یا 7 کروڑ تو ڈیڑھ کروڑ بندہ اس صوبے کا آج بھی غربت کی شرح سے نیچے رہ رہا ہے لیکن میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جب ہم آئے تھے تو تب یہ شرح تقریباً اڑھائی یا پونے تین کروڑ کے قریب تھی۔ اگر ان numbers کی validity پر کسی کو شک ہے تو میں یہاں پر تین چار انگریزی

کے جملے آپ کی اور اس معزز ایوان کی خدمت میں پیش کرنا چاہوں گا۔ یہ جو ہم نے figures دیئے ہیں ان کی ہم نے third party evaluation اور validation کروائی ہے۔

The World Bank endorsed the poverty line and found that 34.46 percent people were living below the poverty line in year 2000-01. It is also obtained that the poverty line and that 24 percent of the people were living below the poverty line in 2004-05 amongst identicals to the Planning Commission estimates of 23.9 percent.

پلاننگ کمیشن اسلام آباد نے 23.9 فیصد کا estimate کیا تھا جو ورلڈ بنک ہے اس نے estimate کیا ہے کہ تقریباً 24 فیصد لوگ غربت کی شرح سے نیچے آئے ہیں، 01. فیصد کا فرق ہے۔ اس سے آگے میں جاتا ہوں کہ:

The service of world renowned Poverty Expert Professor Nanak Kakwani, Director of UNDP International Poverty Centre Brazil was hired by the UNDP to independently look into the estimates of the Planning Commission. He also authenticated the poverty estimates for both the years 2001 and 2004-2005 as per the methodology used by the Planning Commission. The DFIB Consultants also endorsed the methodology employed by the Planning Commission.

تو یہ جو ہمارے numbers ہیں ان کو فارن ڈونرز کی authentication حاصل ہے۔ اب credibility of employment generation کی بات ہے تو employment generation کو میرے بھائی زیادہ وضاحت سے سمجھتے نہیں ہیں، یہ employment generation سمجھتے ہیں کہ ایک آدمی کی سرکاری نوکری میں activity پیدا کی جائے۔ اگر ایک آدمی دن میں چھ گھنٹے کام کرتا ہے تو اس کو مزدوری کے زیادہ مواقع ملیں۔ اگر وہ چھ سے آٹھ یا دس گھنٹے کام کرے گا تو اس سے economic activity بھی generate ہو گی اور روزگار کے نئے مواقع بھی پیدا ہوں گے۔ اس وقت

ملک بھر میں جو سب سے زیادہ authentic reliable source ہے، جو employment generation کے لئے مستند سمجھا جاتا ہے وہ لیبر فورس سروے ہے جو کہ وفاقی حکومت، وفاقی بیورو آف سٹیٹیٹکس کرواتا ہے اور وفاقی بیورو آف سٹیٹیٹکس میں لیبر فورس سروے کے ذریعے 2005-06 میں یہ conduct ہوا جس میں کہا گیا کہ 2003-04 اور 2004-05 میں 3.5 ملین روپے مختص کئے تقریباً 35 لاکھ روزگار کے نئے مواقع صوبہ بھر میں پیدا کئے گئے۔

جناب والا! آج ایک معزز رکن نے break up پوچھا تھا کہ کتنی کتنی jobs کس کس سیکٹر میں generate ہوئیں؟ یہ میں برائے سال 2006-07 بتا رہا ہوں کہ ایگریکلچر سیکٹر میں 8.3 ملین، سروسز سیکٹر میں 2.8 ملین، مینوفیکچرنگ سیکٹر میں 2.2 ملین، construction related industries .08 ملین، ان کا اگر ٹوٹل کریں تو یہ 0.41 ملین بنتا ہے جس کو اردو میں اگر تبدیل کیا جائے تو 14 لاکھ روزگار کے نئے مواقع بنتے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! آپ اور یہ پورا معزز ایوان حتیٰ کہ اگر اپوزیشن کے میرے بھائی دل پر ہاتھ رکھ کر آج صدق دل سے تسلیم کریں تو پچھلے چار سالوں میں ان کی بجٹ کے اندر activity، ان کی participation، ان کی level of preparation کو compare کریں اور اس سال ان کا دیکھیں تو میں نے اس میں کمی دیکھی ہے جو کہ بہت بد قسمتی اور بہت تکلیف دہ امر ہے۔ اس کی کچھ بہت بنیادی سی وجوہات ہیں، وہ یہ کہ assumption یہ کی گئی کہ انھوں نے اپنا بجٹ بڑھا دیا، ان کے پاس وسائل کہاں سے آئیں گے؟ بجٹ کا outlay بھی یقیناً بڑھا۔ رانا صاحب کے لئے خاص طور پر سائز بڑھا۔ پہلے سال اتنا، آئندہ وسائل بھی آ گئے، پھر ایک اعتراض آیا کہ یہ تو utilization نہیں کر پائیں گے جس کو آج بھی quote کیا جا رہا ہے۔ میرے پاس actual figures ہیں جو printed ہیں اور جن کی authenticity کو کوئی بھی چیلنج نہیں کر سکتا اور ادھر میں یہ یاد کراتا چلوں کہ فنانس منسٹر، کیبنٹ، اور چیف منسٹر صاحب نے اکاؤنٹنٹس کی طرح بیٹھ کر بجٹ کو technical terms نہیں دینی ہوتیں، اگر اس میں کوئی human error ہے تو یہی افسروں کی ٹیم تھی وزرائے اعلیٰ تھے اور یہی افسروں کی ٹیم ہوگی جب کوئی اور آئے گا۔ ہمیں اپنی بیوروکریسی پر depend کرنا ہوتا ہے۔ ہماری بیوروکریسی میں human error ہو سکتا ہے but اتنا کوئی جھوٹ اور اتنی fudging نہیں کر سکتا۔ اگر آپ اس fudging کو assume کر لیں کہ جی یہ سراسر غلط ہے پھر تو کسی بھی سابق دور کی کوئی sanctity رہ ہی نہیں جاتی۔

جناب والا!میں صرف اپنی performance compare کروں گا کہ ہم جب آئے تو شروع کہاں سے ہوئے۔ ہماری utilization کیا تھی؟ اور ہم نے اس میں کوئی بہتری کی یا کمی کی ہے۔یہ صرف actual figures ہیں۔2002-03 میں صوبے کی utilization کا 62.9 percentage تھا۔2003-04 میں ہمارا پہلا بجٹ آیا اور اس utilization کو improve کر کے 71.9 فیصد کیا گیا۔2004-05 میں یہ شرح مزید بڑھی اور 76.73 فیصد تک پہنچی۔2005-06 تک کے ہمارے پاس actual figures ہیں۔یہ شرح بڑھ کر 94.57 فیصد تک پہنچی۔

جناب والا!آج ہمارے پاس 2006-07 کے 30 اپریل تک کے اکاؤنٹس ہیں۔مئی کے اکاؤنٹس ہمیں آخر جون تک اور جون کے اکاؤنٹس آخر جولائی تک ملتے ہیں۔ان کا یہ دعویٰ کہ فنڈز رکھے گئے اور وہ خرچ نہ ہوئے۔میں بہت ہی زیادہ ان کی integrity،ان کے جھوٹ کے اوپر استغفراللہ کہنے کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں کہہ سکتا۔میرے پاس کوئی لفظ نہیں ہے،.I am short of words میں ان کی اس کمال بہادری سے غلط بیانی کرنے پر بہت ہی زیادہ impressed ہوں۔یہاں debt stock کی بات کی گئی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی،راناصاحب!فرمائیے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر!میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ محترم وزیر خزانہ یہ فرمائیں کہ جب یہ ہاؤس ایک specific grant کے specific figure تحت ایک specific department کے لئے improve کرتا ہے تو کیا بعد میں خود ہی حکومت head change کر کے یعنی ایجوکیشن کے پیسے زراعت میں اور زراعت کے پیسے کسی ضلع کی گرانٹ میں بھیج سکتی ہے؟ جس grant کے تحت specifically یہ ہاؤس ان کو دیتا ہے کہ اتنے ارب،اتنے کروڑ روپے کی گرانٹ ہے،یہ ڈیپارٹمنٹ ہے اور یہ گورنر صاحب کو عطا کئے جارہے ہیں کہ اس مد میں یہ محکمہ تعلیم یا زراعت نے خرچ کرنے ہیں،کیا یہ اس کو اپنی مرضی سے اٹھا کر کسی اور head میں خرچ کر سکتے ہیں؟

جناب سپیکر: جی،وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: جناب سپیکر!ضمنی گرانٹس کے ذریعے گورنمنٹ خرچ کرتی ہے during the currency of year اور جب مالی سال ختم ہوتا۔۔۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں نے یہ سوال تو کیا ہی نہیں ہے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ وزیر خزانہ صاحب کو تقریر کرنے دیں۔ آپ کی تقریر انھوں نے بڑے پر سکون ماحول میں سنی ہے لہذا انھیں بھی تقریر کرنے دیں۔ رانا صاحب! انھیں بجٹ تقریر کرنے دیں۔ آپ کی speech انھوں نے بڑے پر سکون ماحول میں سنی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میری تقریر کے دوران بھی ایک دو معاملات پر انھوں نے اپنی وضاحت پیش کی تھی۔ میں صرف اتنی بات کر رہا ہوں کہ وہ جو یہ فرما رہے ہیں کہ میری integrity پر ان کو شک نہیں ہے لیکن انھوں نے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ وہ صرف ایک بات پر کہہ رہے ہیں کہ میں نے کہا ہے کہ ایجوکیشن کا development بجٹ انھوں نے اتنا estimate کیا اور اتنا کم خرچ کیا۔ انھوں نے یہ فرمایا ہے کہ ہم نے اسے کسی اور جگہ پر لے جا کر خرچ کر دیا ہے۔ تو میں اپنے علم کے لئے پوچھ رہا ہوں اگر یہ میری correction کر دیں گے تو پھر مجھے بھی بات سمجھنے میں آسانی ہو گی۔ یہ فرما دیں کہ کیا ایسے ہو سکتا ہے؟

جناب سپیکر: آپ انھیں speech کرنے دیں وہ اپنی speech میں اس کی بھی وضاحت کر دیں گے۔ جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں رانا صاحب کے سوال کا جواب دوں گا لیکن آخر میں۔

جناب سپیکر: جواب آخر میں دے دینا، پہلے آپ speech کر لیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: ساڈے ولوں جواب اے۔

وزیر خزانہ: جناب والا! یہاں پر مختلف معزز ممبران نے اس بات کو ایوان میں highlight کیا کہ جب صوبے کا انتظام و انصرام چودھری پرویز الٰہی صاحب کی حکومت نے سنبھالا تو صوبے کا total debt stock جس میں domestic debts تھے، جس میں foreign debts تھے 2003-04 میں 137 بلین روپے تھا۔ اس کو 2007-08 تک بڑھا کر 286۔ارب روپے کر دیا گیا۔ جس طرح میرے بھائی جہانزیب امتیاز گل صاحب نے آج ہمیں چار white papers بھی refer کئے ہیں۔

جناب والا! معزز ایوان کی توجہ آپ کی وساطت سے لازمی چاہوں گا، اس میں ایک comparison بھی پیش کرنا چاہوں گا اور یہ بھی بتانا چاہوں گا کہ یہ قرض کس مقصد کے لئے لیا گیا۔ آپ

بخوبی واقف ہیں کہ 1990 سے لے کر 2000 کی دہائی تک ان کے سائز، ان کے outlays and percentages میں بعد میں بتاتا ہوں۔ قرض کس مقصد کی خاطر لئے جاتے تھے؟ تب قرض سرکاری گاڑیوں کا پٹرول پورا کرنے کے لئے لیا جاتا تھا، سرکاری ملازمین کی تنخواہیں پوری کرنے کے لئے، سرکار کو چلانے کے لئے اور اس میں سے جو کچھ تھوڑے بہت وسائل بچتے تھے وہ صوبے کی development کے لئے خرچ کئے جاتے تھے۔ ادھر 100 فیصد قرض لینے کا مقصد مختلف تھا۔ ہم own کرتے ہیں کہ ہم نے قرضے لئے ہیں لیکن ہم نے سو فیصد لوگوں کی اصلاح کی خاطر لئے ہیں۔ سو فیصد لوگوں کے ترقیاتی پروگرامز کی خاطر لئے ہیں۔ ہم نے کسی قسم کا غیر ترقیاتی خرچہ بڑھانے کے لئے قرضے نہیں لئے۔ ایوان کی مکمل توجہ کی ضرورت ہے۔ 1990 میں ہمارا general revenue receipt جس کو ہم بجٹ کا حجم یا سائز کہتے ہیں وہ 29۔ ارب روپے تھا۔ 1990 میں ہمارا debt stock کیا تھا؟ وہ جناب! 56۔ ارب روپے تھا۔

Total size of general revenue receipts, I would you very specific Jahanzeb Bhai...and debt stock 56 billion, which implies that it was 193 percent more of our general revenue receipts. I won’t be going into detail till 2002-03 and I can assure you that it was 100 percent and above.

ہمارا جو ٹوٹل بجٹ کا سائز تھا اس سے کم از کم سو گنا زیادہ ہم پر قرضے کا بوجھ تھا۔ الحمد للہ again hats off to General Musharraf, Ch Shujaat Sahib, Prime Minister Sahib اکانومی grow کی 2003-04 میں ہمارا ٹوٹل بجٹ 155۔ ارب روپے، قرضہ 137 بلین جو کہ گھٹ کر 88 فیصد رہ گیا۔ کہاں ہم شروع 200 فیصد سے ہوئے اور ہم سے جو پچھلا سال 2002-03 تھا تب بھی وہ 100 فیصد تھا۔ ہم نے اس کو گھٹایا۔ Absolute number as a percentage of our total budget میں تو وہ لامحالہ بڑھ رہا ہے لیکن اگر آپ اس کو ہمارے total kitty/total general revenue receipts کے percentage میں دیکھیں تو ہم 88 فیصد سے گھٹا کر موجودہ سال میں، 2007-08 میں 74.84 فیصد تک لے آئے ہیں۔ I would again compare the numbers. (نعرہ ہائے تحسین)

1990-91 میں جو آپ کے صوبے کا بجٹ تھا اس سے ڈبل آپ پر قرضہ تھا اور آج جو صوبے کا بجٹ ہے اس کا 74 فیصد آپ پر قرضہ ہے۔

It was 193 percent in 1990 and it is now 74.84 percent. As far as the debt swap or savings are concerned, the net fiscal space which we have generated

by our better financial management. That is 24.244 billions and it includes the effect of loans which we have taken.

جو ابھی ہم لوگوں نے لئے ہیں آخر ان کا بھی کچھ نہ کچھ interest rate ہو گا لہذا جو net of کرکے آتا ہے that is 24.244 billions.

جناب سپیکر: ہاؤس کا time مزید آدھ گھنٹہ extend کیا جاتا ہے۔

جناب جہانزیب امتیاز گل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: گل صاحب! پلیز چلنے دیں۔

جناب جہانزیب امتیاز گل: جناب سپیکر! ابھی numbers پر بات ہو رہی تھی میں ایک بات کرنے سے زیادہ کوئی اور بات نہیں کروں گا۔ بات یہ ہے کہ جو وہ الزامات رانا صاحب پر لگا رہے تھے کہ ان کے پاس الفاظ نہیں رہے۔

جناب والا! آپ صرف 2005 کے وائٹ پیپر کی ایک لائن دیکھ لیں۔ میں نے تو ٹائم کی قلت کی وجہ سے بتایا ہی نہیں کہ یہ ہم پر کتنی liabilities چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ انھوں نے خود کہا ہے کہ اگر assume کر لیں کہ 2003 میں تمام لوگ ریٹائر ہو جائیں تو پنجاب کی حکومت پر 124 بلین روپے کا debt burden آتا ہے۔ ابھی میں نے جی پی فنڈ یا پنشن کی بات نہیں کی۔ یہ بتائیں کہ دنیا میں 17.50 فیصد پر کہاں قرضے ملتے ہیں؟

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! آپ بخوبی واقف ہیں کہ موجودہ سال پر اونشل فنانس کمیشن ایوارڈ کا پہلا سال تھا۔ ہمارے جو علاقے نسبتاً ترقی یافتہ ہیں اور جو نسبتاً کم ترقی یافتہ ہیں میں ان کا بہت مختصر comparison دینا چاہتا ہوں۔ جب پہلی دفعہ یہ ایوارڈ دیا گیا تو میں اس میں صرف increases کا ذکر کروں گا کہ کتنا مل رہا تھا اور اب کتنا بڑھایا گیا ہے ۔ کسی ضلع کو کتنا مل رہا تھا اور اب اس میں کتنا increase ہوا ہے۔یہاں پر پسماندہ اضلاع سے میرے جو بھائی بیٹھے ہوئے ہیں ان کے لئے static's بہت ہی دلچسپ ہوں گے۔ میں دو طرح کا comparison دوں گا ایک چھوٹے اضلاع کا اور دوسرا بڑے شہروں کا۔ I am comparing Gujrat to Bhakhar گجرات کا اضافہ 25 کروڑ روپے، بھکر کا اضافہ 34 کروڑ روپے، Gujrat to D G Khan گجرات کا اضافہ 25 کروڑ روپے،

ڈیرہ غازی خان کا 61کروڑ روپے۔I am comparing Gujrat to Mianwaliگجرات 25کروڑروپے، میانوالی47کروڑروپے کروڑ۔Gujrat to Rajanpur گجرات25کروڑروپے، راجن پور37کروڑروپے۔

جناب والا!یہ سب کچھ کرنے کے پیچھے ایک خاص مقصد تھا۔جب اس ایوارڈ کو تشکیل دیا گیا تو یہ فیصلہ کیا گیا کہ جوdeprived areasہیں ان کو ایک خاصedgeدیا جائے تاکہ وہ بھی ان بنیادی ضروریات سے اپنے لوگوں کو فیضیاب کر سکیں جس طرح نسبتاً ترقی یافتہ علاقے ہیں۔

جناب والا!اب میں بڑے شہروں کا ایک بہت ہی مختصر سا تجزیہ پیش کروں گا۔ لاہور کا اضافہ 1.3۔ارب روپیہ، ملتان کا اضافہ ایک ارب روپیہ، مظفر گڑھ کا اضافہ 1.1۔ارب روپیہ میں آپ کی وساطت سے معززاراکین اسمبلی سے یہ گزارش کروں گا کہ آپ ان اضلاع کی آبادی اور ان کی peculiar suggestionsکو بھی اپنے ذہن میں رکھئے۔لہذا ایوان میں جو یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ پسماندہ یا نسبتاً کم ترقی یافتہ علاقوں پر توجہ نہیں دی جارہی یہ سراسر ابہام اور غلط فہمی پر مبنی ہے۔

جناب والا!آج تک وزیراعلیٰ یا کیبنٹ کے کسی ممبر نے یہ نہیں کہا کہ ملک میں مہنگائی نہیں ہے۔اس بات میں قطعی طور پر کوئی دو آراء نہیں ہیں کہinflationہے اور یہinflation خوراک کے آئٹمز میں ہے۔ اشیائے خورد و نوش میں ان کی شرح سب سے زیادہ ہے۔ ہمارے دو تین طرح کے لوگ اس سےaffectہوتے ہیں۔اگر کوئی صاحب اپنا کاروبار کرتے ہیں تو انھوں نے 10فیصد اپنا منافع رکھا ہوا ہے تو وہ چیزوں کی قیمت بڑھا کر اپنے آپ کوsecureکر لیتے ہیں کہ وہinflationسےaffectنہ ہوں۔inflationسے جو سب سے زیادہaffectہوتا ہے وہ fixed income groupہے جس میں ہمارے سرکاری ملازمین بھی آتے ہیں۔ موازنہ کرنا مناسب نہیں ہے میں صرف اپنی گورنمنٹ کی کارروائی کا بتاؤں گاwe acknowledgeکہ کتنیinflationتھی۔ہمadmitکررہے ہیں کہinflationہے اور فوڈ آئٹمز میں نسبتاً زیادہ ہے۔یہاں پر میرے بھائی اور بہنیں کہہ رہے تھے کہ ان چار سالوں میں اشیائے خورد و نوش کی قیمتیں بہت زیادہ بڑھی ہیں تو ہم نے ان چار سالوں میں تقریباً60فیصد یعنی ہر سال 15فیصد کے حساب سے ملازمین کی تنخواہیں بڑھائی ہیں اور آئندہ سال کے مجوزہ بجٹ میںproposeکیا جارہا ہے کہ ہم تقریباً15 فیصد اور بڑھائیں گے جس سےaccumulativeجو ان پانچ سالوں میںtotal benefitجائے گا اگر کسی سرکاری ملازم کو پہلے-/100روپیہ مل رہا تھا تو اس یکم جولائی سے اسے-/175روپے ملنا شروع ہو جائیں گے۔

جو ایک substantial increase ہے اگرچہ ان کے مسائل بدستور ہوں گے اس میں مزید بہتری کی بھی گنجائش ہے۔ جناب والا! میں open challenge کرتا ہوں کہ پچھلے دس پندرہ سال کے اندر کسی حکومت نے اتنا اضافہ نہیں کیا تھا۔ وہ اپنے inflation بھی calculate کریں کہ انھوں نے inflation کیا دیا اور pay increase کتنی کی؟ تو ہم ان کے ساتھ بات کرنے کے لئے راضی ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! یہاں پر پراپرٹی کے حوالے سے بہت ساری باتیں ہوتی رہیں کہ زمین کی قیمتیں عام بندے کی بساط سے باہر ہو رہی ہیں لیکن یہ کس کا احسن قدم ہے جس نے صوبے کی تاریخ میں پہلی دفعہ سوچا کہ سرکاری ملازمین کو بھی ریٹائر ہونے کے بعد سر چھپانے کے لئے چھوٹی موٹی جھونپڑی، کوئی کٹیا کوئی ٹھکانہ ملنا چاہئے تو یہ کریڈٹ بھی چودھری پرویزالٰہی صاحب کو جاتا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! اس وقت جو سب سے inflated چیزیں ہیں ان میں cost of land بھی آتی ہے۔ ہم نے صوبہ بھر میں 22 ہزار کنال زمین خریدی ہے اس کے لئے حکومت نے تقریباً 5۔ارب روپیہ سبسڈی دی ہے۔ سرکاری ملازمین کو یہ زمین مفت دی جائے گی۔ اس کے مختلف سکیلز ہیں ایک کنال، پانچ مرلے اور سات مرلے کے گھر بنائے جائیں گے۔ اگر یہ ایک کنال کی قیمت پوچھنا چاہیں تو آج مارکیٹ ریٹ کے مطابق اس کی قیمت تقریباً 30 لاکھ روپے ہے۔ ہم 350 گھروں کی پہلی کھیپ جس میں پانچ اور سات مرلے کے گھر ہیں وہ انشاء اللہ آئندہ دو ماہ میں ریٹائر ہونے والے ان 350 سرکاری ملازمین کو دیں گے۔ حکومت ان کی خدمات کے سلسلے میں اور ان کی زندگی کے مسائل کم کرنے کے لئے زمین مفت دے رہی ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! یہاں پر inflation کے متعلق ہی سوال raise کیا گیا اور کسی صاحب نے بالکل specifically سوال پوچھا تھا کہ یوٹیلٹی سٹورز کے معاملے میں موجودہ مالی سال میں بھی کوئی کام نہیں ہوا اور آئندہ مالی سال میں بھی کچھ نہیں ہوگا۔ یکم جولائی 2006 کو پنجاب میں ٹوٹل 274 یوٹیلٹی سٹورز کام کر رہے تھے جن میں سے 161 شہری علاقوں اور 113 دیہی علاقوں میں تھے۔ 07-2006 کے دوران صرف ایک سال میں مزید 300 یوٹیلٹی سٹور کھولے گئے۔ تمام تحصیل ہیڈکوارٹرز میں یہ سٹور کھل چکے ہیں ماسوائے تحصیل ہیڈکوارٹر مریدکے میں۔ اس میں بھی اسی ہفتے سٹور شروع ہو جائے گا اور آئندہ مالی سال میں 15۔ ستمبر 2007 تک 1500 سٹور اور 20۔ اکتوبر 2007 تک 2500 سٹور کھولے جائیں گے۔

جناب والا! essential food items پر یوٹیلٹی سٹورز پر جہاں وفاقی حکومت سبسڈی دے رہی

ہے وہاں پر حکومت پنجاب نے بھی فیصلہ کیا کہ ہم اپنے صوبے کے غریب سے غریب ترین لوگوں کو-/500 روپے کی مالی امداد دیں گے۔میں اپنی بات مکمل کرنے لگا ہوں اور مجھے total attention چاہئے لہذا استدعا ہے کہ ہاؤس کو in order کر دیں۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔

وزیر خزانہ: جناب والا!تقریباً ساڑھے چھ لاکھ خاندانوں کے لئے-/500 روپے امداد کا بھی اعلان کیا گیا۔یہاں پر میرے کچھ ایسے بہن بھائی بھی ہیں جنھوں نے فرمایا کہ یہ-/500 روپیہ ایک خاندان کے لئے ناکافی ہے میں ان سے اتفاق کرتا ہوں کہ یقیناً آج کل کی مہنگائی کے اس دور میں یہ-/500 روپے ناکافی ہے۔

جناب والا!میں اپنا ایک ذاتی زندگی کا تجربہ اس معزز ایوان کے ساتھ ضرور share کرنا چاہوں گا جس سے میری personality میں بہت زیادہ change آیا۔آپ بخوبی واقف ہیں کہ میرا تعلق ڈسٹرکٹ راجن پور سے ہے۔میں لاہور سے اپنے گاؤں گیا تب جمعہ کو چھٹی ہوتی تھی اور weekend پر ہم چار دوستوں نے کھانا کھایا جس کا بل تقریباً-/2200 روپے آیا اور کوئی بہت مہنگے ریسٹورنٹ میں بھی نہیں گئے کسی بالکل چھوٹے میں بھی نہیں گئے چار لوگ اور-/2200 روپے بل۔جب میں اپنے گاؤں پہنچا تو ہمارے پاس ایک اماں کام کرتی ہیں اور پچھلے کئی سالوں سے کام کرتی ہیں۔اماں میرے پاس آئیں اور مجھے کہتی ہیں کہ آپ اپنے اکاؤنٹنٹ کو کہیں کہ مجھے ایک ہزار روپے دے اور پھر میری تنخواہ میں سے کاٹتے رہنا تو میں نے اماں کو از راہ مذاق کہا کہ اماں آپ کو ہزار روپے کی کیا ضرورت پڑ گئی ہے تو ان کا آگے سے جواب تھا جو اس ایوان کے لئے اور ہم سب کے لئے بے پناہ لمحہ فکریہ ہے۔انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنی بیٹی کی شادی کرنی ہے۔

جناب والا!میں بالکل exaggeration نہیں کر رہا۔ ایک ہفتے کے بعد ہمارے پاس ایک بہت traditional سے ہمارے جو typical بلوچ ہوتے ہیں جنھوں نے پٹکے پہنے ہوتے ہیں داڑھی رکھی ہوتی ہے اور اس قسم کے وہ بلوچ اب بہت کم رہ گئے ہیں۔وہ آیا جو بکریاں سنبھالتا ہے اور اس کا نام ہے چاچا حسین بخش۔ایک ہفتے کے بعد چاچا حسین بخش میرے پاس تشریف لائے کہ اکاؤنٹنٹ کو کہیں کہ مجھے ہزار روپیہ دے اور تنخواہ میں سے آپ کاٹتے رہیں۔میں نے پوچھا کہ آپ کو کیا دقت ہے تو انہوں نے آگے سے کہا کہ میرے ابا انتقال کر گئے ہیں اور میں نے ان کے قل کرنے ہیں۔میری وہ ہوٹلنگ تو اسی دن کی ختم ہو گئی۔میں نے سوچا میری ایک آدھے گھنٹے کی entertainment اور جب ہوٹل جاؤ Mamalicious food کھاؤ۔یہ نہیں کہ

میں کبھی ہوٹل جاتا نہیں ہوں یعنی بامر مجبوری کسی formal مجبوری کے تحت جانا پڑے تو میں جاؤں گا۔

جناب والا! آج بھی اس معاشرے میں ایسے لوگ رہتے ہیں جن کی بچیوں کی شادی ایک ہزار روپے میں ہوتی ہے اور جن کے باپوں کے قل بھی ایک ہزار روپے میں ہوتے ہیں۔ مجھے نہیں اندازہ کہ ان کے علاقوں میں رہنے والے کوئی گورے ہیں، انگریز ہیں جو ڈالر چاہتے ہیں۔ I agree کہ یہ پیسے کم ہیں لیکن ہمارے غریب ترین لوگ ایسے بھی ہیں جن کے لئے ہم اس ہال میں بیٹھے ہوئے ہیں، اس ہاؤس میں بیٹھے ہوئے لوگ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! الیکٹرسٹی کا جو crisis ہے اس میں کسی کو کوئی شک نہیں ہے کہ ملک شدید ترین بجلی کے بحران سے گزر رہا ہے۔ واپڈا اور منسٹری آف پاور کی خواہش تھی کہ وہ پرائیویٹ سیکٹر کو promote کریں اور پرائیویٹ سیکٹر کے ذریعے پاور جنریشن پلانٹ صوبہ بھر میں یا ملک بھر میں بنوائیں۔ لگ بھگ چھ ماہ پہلے پرائم منسٹر صاحب کی ایک میٹنگ میں پنجاب حکومت نے identify کیا کہ جناب! آپ growth target جو آئندہ سال کے لئے fix کر رہے ہیں وہ unachievable ہوں گے اور ان اہداف کو حاصل کرنا ممکن نہیں ہوگا اگر آپ انرجی crisis کو make up نہیں کرتے۔ ہماری اس گزارش پر پنجاب میں واپڈا دو پاور جنریشن پلانٹ لگا رہا ہے۔ ایک جھنگ ملیاں میں اور ایک نندی پور میں جو ساڑھے چار سو اور پانچ سو میگاواٹ کے ہیں۔ غازی بروتھا ہائیڈل پراجیکٹ کے حوالے سے ایوان میں اگر بات کی بھی گئی تو بہت کم یا شاید کسی بھی ممبر نے نہیں کی۔

جناب والا! میں اپنی بات دہراتا چلوں کہ غازی بروتھا کا کلیم چودھری پرویز الٰہی صاحب نے وفاقی حکومت کے ساتھ take up کیا اس کی outstanding liability جو وفاق نے پنجاب کو دینی ہے وہ تقریباً 16۔ارب روپے ہے۔ نیشنل فنانس کمیشن کی deliberation کے دوران ایک Arbitration Council بنائی گئی جس میں این ڈبلیو ایف پی کی حکومت منسٹری آف واٹر اینڈ پاور اور واپڈا کے درمیان بنی۔ جس نے اپنا ایک فیصلہ کیا جس میں سے one of party سپریم کورٹ میں گئی ہوئی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ جو فیصلہ این ڈبلیو ایف پی کے پاور جنریشن پلانٹ پر ہوگا وہی ہم پر بھی applicable ہوگا۔ ابھی تک ہمیں اس میں سے کوئی رائلٹی نہیں ملی whereas our claim is still pending with the Federal Government.

جناب والا! آخر میں، میں پھر اپنے معزز اپوزیشن کے بھائیوں کو گزارش کروں گا کہ پانچ سال گزر

گئے اور الحمد للہ آپ بھی مستقل مزاجی سے کہتے رہے کہ یہ آخری سال ہے یا یہ آخری دن ہے اور اللہ تعالیٰ نے وقت گزار دیا۔ میرے پاس بہت ہی دلچسپ کچھ numbers ہیں جو میں ایوان کی خدمت میں اور خاص طور پر اپوزیشن کے بھائیوں سے share کرنا چاہوں گا۔

جناب والا! میں ہمیشہ گزارش کرتا رہا کہ یہ credit چودھری پرویز الٰہی صاحب کو جاتا ہے جنہوں نے کہا کہ پنجاب کے صوبے کا ہر بچہ میرا اپنا اسی طرح عزیز ہے جس طرح میرے لئے میری اپنی constituency کے بچے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

شعبہ صحت میں بھی ہم تمام لوگوں کو اسی طرح بنیادی سہولیات فراہم کریں گے اور بیسک ہیلتھ یونٹ کی حد تک کریں گے جس طرح سے چودھری اقبال صاحب وزیر صحت کی constituency میں دیا جا رہا ہے۔ اس میں دلچسپ چیز یہ ہے کہ میرے ایک بھائی I wish کہ وہ اس وقت یہاں تشریف رکھتے ہوتے۔ ان کا نام ہے میاں محمد اسلم ایڈووکیٹ صاحب۔ رحیم یار خان سے ان کا تعلق ہے۔ جو ان کا حلقہ ہے انہوں نے کل یہاں specifically کہا تھا کہ یہ سراسر غلط بیانی کرتے ہیں، یہ کسی قسم کی کوئی ڈویلپمنٹ نہیں کرتے اور یہ ڈویلپمنٹ صرف اپنے حلقوں میں کر رہے ہیں اور باقی کہیں پر نہیں کر رہے۔

جناب والا! جو infrastructure ہے جس میں دیواروں کا بنانا، غسل خانے بنانا یا کوئی کمرہ تعمیر کرنا اس کے لئے پہلے سال ان کو ایک کروڑ 14 لاکھ روپے اور دوسرے سال ان کو ایک کروڑ چالیس لاکھ روپے ملے۔ ان کی جو بچیاں ہیں ان کے متعلق عرض کروں گا کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ان کے حلقے میں کچھ ہو نہیں رہا۔ 2002-03 میں 414 بچیاں تھیں جن کو stipend ملا 2004-05 میں 456 ہوئیں اور 2005-06 میں 601 ہوئیں اور 2006-07 میں وہ 819 ہوئیں۔ اندازہ کیجئے کہ 2003-04 سے لے کر 2006-07 تک ان کی constituency میں بچیوں کی تعداد ڈبل ہو گئی 400 سے بڑھ کر 819 ہوئی۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! قرآن مجید کی آیت ہے کہ نعوذ باللہ جیسے کسی کے دل پر مہر لگ جاتی ہے۔ اب یہ کس منہ سے کہا جاتا ہے۔ ہمارا جو ڈویلپمنٹ پروگرام ہے ایجوکیشن سیکٹر ریفارم پروگرام ہے ہیلتھ سیکٹر ریفارم پروگرام ہے I am at a loss to understand کہ جناب! اب ہم یہ کہیں گے کہ رانا ثناء اللہ صاحب کے حلقے میں دو یا تین یا پانچ سکول ہیں ان کے بچوں اور بچیوں کو آپ نے کتابیں نہیں دینی اور ڈبل کتابیں منسٹر ایجوکیشن والوں کو دے دینا۔

جناب والا! How it is possible? یہی صورتحال ہیلتھ سیکٹر میں بھی ہے۔ آپ یقین کیجئے

میں نے last time بھی یہی گزارش کی تھی کہ جناب! اس میں delay ضرور ہو سکتی ہے۔ چیف منسٹر صاحب نے پروگرام ہی ایسا بنایا ہے جس میں ہر ایک کو equitable چیز ملے گی، اس کو آپ balance کر سکتے ہو، چیک کر سکتے ہو کہ بھائی یہاں پر چار دیواری زیادہ mention ہونی چاہئے اور یہاں پر فرنیچر کی بجائے صوفہ ہونا چاہئے یا یہاں پر کمرے کے اندر اے سی ہونا چاہئے۔ بہر حال یہ minimum bench-mark کیا گیا اس کو حکومت across the board صوبہ بھر میں، میں on the floor of the House اور on record کہنا چاہتا ہوں کہ یہ جتنے میرے یہاں اپوزیشن کے ساتھی بیٹھے ہیں بلکہ میں اپنے پریس کے ساتھیوں کو بھی گزارش کروں گا کہ یہ ابھی ہمارے ساتھ چلیں ہم پہلے ان کو بتاتے ہیں کہ ہمارے حلقوں میں ایجوکیشن ریفارم سیکٹر پروگرام میں کیا کیا ہوا۔ ہم اکٹھے by road چلتے ہیں اور وہاں جا کر physically دیکھیں۔ یہ اگر اپنی کسی بچی کا نام بھی پوچھنا چاہیں، خدا کرے کہ ان کو اپنے سکولوں کے نام آتے ہوں۔ اگر یہ کسی بچی کا نام بھی پوچھنا چاہیں گے اور جن کو stipend ملا ہے تو وہ انفارمیشن بھی ہم ان کو آج اور ابھی مہیا کریں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا ثناء اللہ صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! محترم وزیر خزانہ صاحب بڑا زور لگا رہے ہیں اور انہوں نے ماشاء اللہ ایک ہزار میں فوتگی بھی کروا دی اور قل بھی کروا دیئے اور ایک ہزار میں انہوں نے ایک شادی بھی کروا دی۔ میں آپ کا معاملہ حل کر دیتا ہوں۔ مجھے وہ مثال یاد آئی کہ کوئی صاحب تھے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! کوئی اچھی مثال دینا۔ (قہقہے)

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! بہت اچھی مثال ہے۔ انہوں نے بات کی ہے کہ ہزار میں قل ہو گئے، ہزار میں شادی ہو گئی۔ انہوں نے کہا کہ 500 کافی ہیں۔

وزیر خزانہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! اس issue سے میری بہت sensitivity attached ہے۔ میں نے وہ بھوک اور

ننگ دیکھی ہے لہذا اس کا قطعی طور پر تمسخر نہ اڑایا جائے۔ اس کے علاوہ جو مرضی کہنا چاہیں۔ میں نےphysicallyوہ چیز دیکھی ہے۔اس کو ازراہ تفنن نہ لیا جائے۔اس کے علاوہ جو مرضی یہ فرمانا چاہیں۔

جناب سپیکر: راناصاحب ماشاءاللہ پرانے پارلیمنٹیرین ہیں، سلجھی ہوئی بات کریں گے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! انہوں نے جو فرمایا ہے کہ یہ پتا نہیں کہاں رہتے ہیں؟ان کے حلقوں میں گورے رہتے ہیں۔ان کے پاس ڈالر ہیں، کیا ہے؟ چلئے، یہ دوسرے معاملوں میںsensitive ہیں۔انہوں نے جو-/500روپے کی بات کی اس سے مجھے وہ مثال یاد آئی کہ کوئی صاحب بڑے پریشان بیٹھے تھے۔انہوں نے سر پکڑا ہوا تھا تو اس سے کسی نے آکر پوچھا کہ جناب! آپ کیوں اتنے پریشان ہیں۔اس نے کہا کہ میرے بچے بہت زیادہ فضول خرچ ہو گئے ہیں اور ان کی عادتیں بہت بگڑ گئی ہیں۔اس نے کہا، کیوں کیا ہوا۔اس نے کہا کہ وہ ایک وقت بھی گھی کے بغیر روٹی کھانا پسند نہیں کرتے۔اس نے پوچھا ہوا کیا۔اس نے کہا کہ میں نے ایک بوتل لی ہے اس میں، میں نے ایک کلو گھی بھرا ہوا ہے میں روزانہ روٹی اس بوتل کے ساتھ رگڑ کر ان کو کھلا دیتا ہوں۔ میں کل بوتل الماری میں بند کر کے کہیں مہمان گیا۔ان کی عادت اتنی بگڑ گئی ہے کہ انہوں نے روٹیاں الماری سے رگڑ کر کھائیں تو جناب! یہ ان کا حال ہے۔ یہ ہمیں-/500روپے میں فضول خرچی بتا رہے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں آخر میں ایوان اور اپوزیشن کے معزز اراکین کو اسمبلی کے پانچ سال خیریت سے مکمل ہونے پر مبارکباد دیتا ہوں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! آپ کو خاص طور پر خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ آپ نے اس ہاؤس کو بہت خوش اسلوبی سے چلایا۔ سرکاری ملازمین کے سکیلوں کیupgradationکے حوالے سے ایک دو سوال کئے گئے تھے۔ فیڈرل گورنمنٹ جو نوٹیفکیشن کرتی ہے ہم پچھلے پانچ سالوں میں اس کو من وعنadoptکرتے رہے ہیں اور اس میں جوtextپڑھا جاتا ہے اس میں اور اس نوٹیفکیشن میں کچھ نہ کچھ فرق ہوتا ہے۔ ہمیں یکم جولائی کو جب نوٹیفکیشن ملے گا اس کے بعد ہم انشاء اللہ پوری کوشش کریں گے کہ اس میں کوئیdisparityنہ ہو۔

جناب والا! میں ایک اور چیز بھیclarifyکرنا چاہتا ہوں کہ ہماری پانچ سال کیgovernanceمیں کسی قسم کا کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا گیا۔ جو ٹیکسز پہلے سے لگے ہوئے تھے ان کی شرح میں کمی کی گئی اور میں کل اخباروں میں بھی دیکھ رہا تھا اور ایک معزز ساتھی نے یہاں پر identifyبھی کیا

کہ road user tax پٹرول کے ساتھ لگایا جارہاہے۔یہ سراسر غلط ہے اور بے بنیاد اخباری خبریں ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! مجھے ایک چیز کی بڑی حیرت ہوتی ہے۔ چلو حکومتی اراکین کو تو بڑا شوق ہو کہ حکومت چلے۔ میرے کئی ایسے اپوزیشن کے معزز بھائی ہیں جنہیں ہم سے بھی زیادہ شوق ہے تو وہ اس طرح سونگھتے پھر رہے ہوتے ہیں کہ بتائیں اسمبلی کب ٹوٹنی ہے تو میں ان سے کہتا ہوں کہ بھائی جان! ہم تو پانچ سال کے لئے آئے تھے، بس پانچ سال ہو گئے۔ کوئی 15 سال کے لئے ہم پٹہ تو نہیں لکھوا کر آئے تھے۔ الحمد للہ پانچ سال ہو گئے۔ کیا پانچ مہینے پہلے جانا اور کیا تین مہینے بعد جانا تو بات یہ ہے کہ دل چھوٹا نہ کریں، اپنے گھوڑے تیار کریں، میدان کے اندر جانے کی تیاری کریں۔ ہم سب کے بہترین محتسب ہمارے لوگ ہیں جس نے کچھ کیا ہو گا وہ آئندہ انشاء اللہ اسی ایوان میں بیٹھا ہو گا جس نے نہیں کیا ہو گا وہ اپنے گناہوں کا خمیازہ بھگتے گا۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! آخر میں میں شعر پڑھنا چاہتا ہوں۔

مانا جہاں کو گل و گلزار نہ کر سکے
کچھ خار کم تو کر گئے گزرے جہاں سے ہم

بہت بہت شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی۔ آج کا اجلاس اختتام پذیر ہوا۔ اب اجلاس بروز جمعرات مورخہ 21۔جون 2007 صبح 10 بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔ اس روز سالانہ مطالبات زر پر ووٹنگ ہو گی۔

773

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ، 21۔جون 2007

تلاوت قرآن پاک وترجمہ

سرکاری کارروائی

گوشوارہ سالانہ بجٹ برائے سال 08-2007

کے مطالبات زر پر بحث اور رائے شماری

775

صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھویں اسمبلی کا تیسواں اجلاس

جمعرات، 21۔جون 2007

(یوم الخمیس 5۔جمادی الثانی 1428ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10 بج کر 5 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر چودھری محمد افضل ساہی منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری عبدالماجد نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم o

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ o

لَیۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا
وُجُوۡہَکُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ وَلٰکِنَّ الۡبِرَّ
مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَالۡمَلٰٓئِکَۃِ وَالۡکِتٰبِ وَ
النَّبِیّٖنَ ۚ وَاٰتَی الۡمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الۡقُرۡبٰی وَالۡیَتٰمٰی
وَالۡمَسٰکِیۡنَ وَابۡنَ السَّبِیۡلِ ۙ وَالسَّآئِلِیۡنَ وَفِی الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ
الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ ۚ وَالۡمُوۡفُوۡنَ بِعَہۡدِہِمۡ اِذَا عٰہَدُوۡا ۚ
وَالصّٰبِرِیۡنَ فِی الۡبَاۡسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیۡنَ الۡبَاۡسِ ؕ
اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ صَدَقُوۡا ؕ وَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ ﴿۱۷۷﴾

سُوۡرَۃُ البَقَرَۃ آیت 177

نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق یا مغرب کو (قبلہ سمجھ کر ان) کی طرف منہ کرلو بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ اللہ پر اور روز آخرت پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائیں۔ اور مال باوجود عزیز رکھنے کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیں اور گردنوں (کے چھڑانے) میں (خرچ کریں) اور نماز پڑھیں اور زکوۃ دیں۔ اور جب عہد کرلیں تو اس کو پورا کریں۔ اور سختی

اور تکلیف میں اور (معرکہ) کارزار کے وقت ثابت قدم رہیں۔یہی لوگ ہیں جو (ایمان میں) سچے ہیں اور یہی ہیں جو(اللہ سے)ڈرنے والے ہیں(177)

وما علینا الا البلاغo

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: ارشد محمود بگو صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! کل روزنامہ "انصاف" میں تین کالم میں ایک بڑی خبر چھپی تھی کہ متحدہ امارات میں پاکستان سے بچوں کو اغواء کر کے سمگل کیا جاتا ہے اور پھر وہاں پر ان سے جو کام لیتے ہیں۔ میں حکومت پنجاب کے اس اقدام کو appreciate کرتا ہوں کہ انہوں نے personally اس میں interest لیا۔یہاں سے ان کا کوئی نمائندہ گیا اور وہ 334 بچوں کو پنجاب گورنمنٹ کے حکم سے ان کو وہاں سے لے کر آیا۔ سمگلروں نے 363 بچے اغواء کئے تھے اور وہ انہوں نے پاکستان میں پہنچائے ہیں۔ میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ یہ اتنا بڑا ظلم ہے۔ تین بچوں کی روزنامہ "اوصاف" میں خبر آئی ہے تین معصوم بچے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ہمیں پتا ہی نہیں ہے کہ ہمارا ماں باپ کون ہے۔

جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے اور میں حکومت پنجاب سے آپ کی وساطت سے یہ گزارش کروں گا کہ اس سلسلے میں انکوائری کی جائے اور سینئر پولیس افسران پر مشتمل کمیٹی بنائی جائے جو اس بات کا سراغ لگائے کہ کون لوگ ہیں جو ان معصوم بچوں کو اغواء کر کے متحدہ عرب امارات میں فروخت کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! انکوائری کر کے ان کے خلاف کوئی قانون بنایا جائے اور ایسے لوگوں کو قرار واقعی سزا دی جائے جس سے آئندہ کوئی ایسی حرکت کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر تو valid نہیں ہے یہ آپ کی تجویز ہے اور وزیر قانون صاحب نے سن لی ہے۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: اب ہم تحاریک التوائے کار take up کرتے ہیں اور یہ تحریک ملک محمد اقبال چنڑ صاحب کی طرف سے ہے یہ move ہو چکی ہے اور یہ آج تک کے لئے pending تھی وزیر تعلیم کے متعلقہ تھی۔ وزیر تعلیم تشریف نہیں رکھتے۔ چنڑ صاحب پھر اس کو کل تک کے لئے pending کر دیں۔

ملک محمد اقبال چنڑ: ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: کل تک کے لئے اس motion کو pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک بھی ملک محمد اقبال چنڑ صاحب کی طرف سے ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: سید احسان اللہ وقاص صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: جناب والا! عرض یہ ہے کہ سرکاری اراکین کو ناشتا بھی یہاں پر فراہم کیا گیا ہے۔ ناشتا ڈکارنے کے باوجود ممبران پھر بھی یہاں پر نہیں آئے۔ میری گزارش ہے کہ انہیں بروقت ایوان میں آنا چاہئے۔ ناشتا بھی انہیں مفت ملا ہے جو سرکار کی طرف سے ناشتا ملا ہے اور مجھے افسوس ہے کہ ہماری خواتین ممبران نے بھی یہاں آکر ناشتا کیا ہے ان کے گھر والوں کو بھی ناشتا نہیں ملا ہو گا۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ تشریف رکھیں۔ ملک محمد اقبال چنڑ صاحب۔ یہ تحریک التوائے کار move ہو چکی ہے اور آج کے لئے pending تھی۔ جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: اس کی کاپی مجھے دے دیں۔

سید مجاہد علی شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

سید مجاہد علی شاہ: جناب سپیکر! شاہ صاحب جیہڑی گل کر رہے سن کہ ایہہ ناشتا سانوں پچناں نئیں۔ مہربانی کر وانہاں نوں وی بھیجو، اسیں انہاں نوں وی ناشتا کروا دینے آں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں گزارش کروں گی کہ۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ تشریف رکھیں۔

میاں محمد اسلم (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، میاں محمد اسلم صاحب!

میاں محمد اسلم (ایڈووکیٹ): جناب وزیر خزانہ صاحب تشریف لا چکے ہیں خاندانی آدمی ہیں اور ہم ان کی عزت کرتے ہیں۔ کل انہوں نے اپنی تقریر میں by name فرمایا تھا کہ میاں محمد اسلم

ایم پی اے جو کہ ضلع رحیم یار خان سے ہیں ان کو 03-2002 میں health infrastructure کی مد میں ایک کروڑ دس لاکھ روپے اور 04-2003 میں ایک کروڑ چالیس لاکھ روپے کے فنڈز ملے ہیں۔ اس سلسلے میں، میں یہ وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ میرا حلقہ 289 ہے۔ اس میں میرے دو ایم این ایز ہیں اور وہ مسلم لیگ (ق) کے ہیں اور گورنمنٹ پارٹی کے ہیں ہو سکتا ہے کہ یہ فنڈز ان کو ملے ہوں مجھے انہوں نے کوئی فنڈ دیا ہے اور نہ ہی missing facilities میں کوئی ایسا کام ہوا ہے۔ البتہ میرے گھر کا سکول جو ہے اس کی بلڈنگ بھی گری ہوئی ہے وہ بھی آج تک نہیں بنی بلکہ میرے پاس سکولوں کی لسٹ بھی موجود ہے اور میرے گھر کو جو سڑک جاتی ہے اس کی بھی آج تک تعمیر ہوئی اور نہ ہی مجھے آج تک کوئی ترقیاتی فنڈز ملے ہیں۔

جناب سپیکر: انہوں نے ذکر کیا تھا کہ آپ کی constituency میں ان ساڑھے چار سالوں میں فنڈز مہیا کئے گئے ہیں۔ خواہ وہ ایم این ایز کی وساطت سے مہیا کئے گئے ہیں انہوں نے تو جو پیسا وہاں پر خرچ ہوا تھا اس کا ذکر کیا تھا۔

میاں محمد اسلم (ایڈووکیٹ): جناب والا! یہ بہت بڑی زیادتی ہے۔ انہوں نے آج تک ہم سے ترقیاتی سکیمیں لی ہیں اور نہ ہی کوئی فنڈز دیئے ہیں اگر فنڈز ملے ہیں تو میرے بجائے حکومتی پارٹی کے ایم این ایز نے خرچ کئے ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ تشریف رکھیں۔ جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ معزز رکن نے تحریک التوائے کار کے ذریعے۔۔۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔

ٹی ایم اے بہاولپور کے ٹھیکیدار کا عملہ کی ملی بھگت سے کسانوں سے زبردستی غیر قانونی فیس وصول کرنا

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! معزز رکن نے جس مسئلہ کی نشاندہی کی ہے اس کا جواب ٹی ایم اے بہاولپور سے لیا گیا ہے اور ان کے جواب کے مطابق ٹی ایم اے بہاولپور نے گورنمنٹ آف

پنجاب کی منظوری حاصل کرنے کے بعد گزٹ نوٹیفکیشن نمبر 505 مورخہ 06-06-07 بذریعہ آرڈر تحصیل ناظم 06-06-07 شرائط کے مطابق جو معاہدہ کیا گیا تمام واجبات جو ٹھیکیدار سے ٹی ایم اے نے وصول کرنے تھے کر لئے ہیں۔ معاہدہ میں ٹھیکیدار کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ زرعی مقاصد اور گھریلو سامان کے لئے ٹریکٹر اور ٹرالی سے فیس لینے کا مجاز نہ ہو گا۔ لہذا ٹھیکیدار کسی زرعی مقاصد یا گھریلو سامان والے ٹریکٹر ٹرالیوں سے فیس وصول نہیں کر رہا لیکن اس کے علاوہ اس میں ٹی ایم اے کی طرف سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک وجہ اور بھی ہے کہ کچھ لوگ جو کہ اس اڈہ کے مقابلے میں ایک اور غیر قانونی اڈا قائم کرنا چاہتے تھے ان کے آپس میں جھگڑے کے باعث کوئی confusion ہوا ہے۔ بہر حال میں معزز رکن کو اس بات کا یقین دلانا چاہتا ہوں کہ ٹی ایم اے نے ٹھیکیدار کے ساتھ جو معاہدہ کیا ہے اور جو اس معاہدے کی رو سے exemptions دی گئی ہیں اس کو یقینی بنایا جائے گا اور جو exempted چیزیں ہیں ان پر وہ ٹیکس وصول نہیں کرے گا۔ اس کے باوجود اگر وہ وصول کرے گا تو گورنمنٹ کے نوٹس میں یہ بات لائی جائے گی یہ بات متعلقہ ٹی ایم او کے نوٹس میں لائی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ قواعد و ضوابط کے مطابق ٹھیکیدار کے خلاف کارروائی بھی کی جائے گی۔

جناب سپیکر: شکریہ

ملک محمد اقبال چنڑ: جناب والا! معاہدہ انہوں نے خود پڑھا ہے اور معاہدہ یہ تھا کہ زرعی مقاصد کے لئے ٹریکٹر ٹرالیوں پر ٹھیکیدار ٹیکس وصول نہیں کرے گا لیکن ٹھیکیدار نے پورا سال زبردستی گن پوائنٹ پر یہ ٹیکس وصول کیا ہے۔ اس بارے میں کاشتکاروں نے ٹی ایم او کو بھی کئی درخواستیں دیں اور سیکرٹری لوکل گورنمنٹ کو بھی ایک درخواست دی ہے۔ سیکرٹری صاحب نے خود کہا ہے کہ یہ تو "ڈکیتی" ہے اور اس کے خلاف کارروائی کی جائے گی لیکن ابھی تک اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ اب جون کا آخری ہفتہ ہے ایک سال سے ٹھیکیدار گن پوائنٹ پر یہ رقم وصول کر رہا ہے---

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔

ملک محمد اقبال چنڑ: جناب والا! ٹھیکیدار نے جو رقم وصول کی ہے کیا حکومت پنجاب اس سے recovery کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ کیا ٹھیکیدار نے جو غیر قانونی recovery کی ہے اور جگا ٹیکس وصول کیا ہے اس کے خلاف پرچہ دینے کو تیار ہے یا نہیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! یہ تو میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ غیر قانونی ٹیکس کی وصولی اگر ثابت ہو گئی تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔

جناب سپیکر: وہ فرمارہے ہیں کہ انشاء اللہ قانون کے مطابق کارروائی ہوگی۔

ملک محمد اقبال چنڑ: جناب والا! یہ تو ثابت ہے کہ۔۔۔

جناب سپیکر: وہ یہ دیکھ لیں گے۔اس کی انکوائری ہوگی۔

ملک محمد اقبال چنڑ: جناب والا! اب تو جون بھی ختم ہونے والا ہے 30۔جون کو جگا ٹیکس وصول کرتے ہوئے اس کو ایک سال ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: چنڑ صاحب! انکوائری تو پچھلے سال کی بھی ہو سکتی ہے۔

ملک محمد اقبال چنڑ: جناب والا! یہ مجھے ایوان میں یقین دہانی کروادیں کہ یہ اس مسئلے پر ایک کمیٹی بنا دیں گے اور انکوائری کریں گے اگر ثابت ہو گیا کہ زرعی مقاصد کے لئے استعمال ہونے والی ٹریکٹر ٹرالیوں سے ٹیکس وصول کیا ہے تو۔۔۔

جناب سپیکر: وزیر موصوف فرمارہے ہیں کہ اس کی انکوائری کروائیں گے اگر وہ لوگ اس میں guilty قرار پائے گئے تو انہیں قانون کے مطابق سزادی جائے گی۔

ملک محمد اقبال چنڑ: جناب والا! اس کی انکوائری رپورٹ کب تک ایوان میں آجائے گی؟

جناب سپیکر: کوئی roughly اندازہ۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! گورنمنٹ ٹی ایم او کو direction جاری کرے گی کہ وہ اس معاملے کو جلد از جلد نمٹائیں اور اس انکوائری کی جو بھی رپورٹ ہو وہ ہمیں بتادیں۔جب بھی ہمارے نوٹس میں لائیں گے میں معزز رکن کو بھی بتادوں گا اور میں ان کو یہ ہدایت بھی جاری کرتا ہوں کہ جلد از جلد اس پر انکوائری کریں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔محرک چونکہ مزید اس کو پریس نہیں کرنا چاہتے اس لئے motion disposed of ہوئی۔اگلی تحریک التوائے کار شیخ علاؤالدین صاحب کی طرف سے ہے۔ان کی طرف سے یہ message ملا ہے کہ اس تحریک کو pending کر دیا جائے لہذا یہ تحریک کل تک

کے لئے pending کی جاتی ہے۔اس سے اگلی تحریک بھی شیخ علاؤالدین صاحب کی طرف سے ہے یہ تحریک بھی کل تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔Next motion چودھری زاہد پرویز صاحب اور لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ) کی طرف سے ہے یہ move ہو چکی ہے۔اس کا جواب آنا تھا۔یہ منسٹر ایجوکیشن کے متعلقہ تھی اور محرک بھی تشریف فرما نہیں ہیں لہذا یہ motion کل تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔Next ہے شیخ اعجاز احمد یہ Minister for Industries سے متعلقہ ہے لیکن شیخ صاحب تشریف فرما نہیں ہیں ان کی طرف سے یہ پیغام ملا ہے کہ pending کر لیں لہذا یہ motion کل تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔Next بھی شیخ اعجاز احمد صاحب کی طرف سے ہے۔یہ motion بھی کل تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔Next ہے جناب سید احسان اللہ وقاص صاحب! جی، شاہ صاحب!

حافظ آباد کے گاؤں ٹھٹھہ پناہ میں ٹریکٹر ڈرائیور کی غفلت سے سکول کے 9 بچوں کی ہلاکت

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔مسئلہ یہ ہے کہ پاکستان کے تمام اخبارات کے مطابق حافظ آباد کے نواحی گاؤں ٹھٹھہ پناہ میں تیز رفتار ٹریکٹر ٹرالی سکول کی دیوار توڑ کر سکول میں جا گھسی جس کے نتیجہ میں سکول کے زیر تعلیم نو بچے جاں بحق اور 17 بچے زخمی ہو گئے۔یہ حادثہ سراسر ڈرائیور کی لاپرواہی کے نتیجہ میں ظہور پذیر ہوا۔ٹریکٹر ٹرالی چلانے والے اکثر ڈرائیورز نو عمر ہوتے ہیں اور ان کا ڈرائیونگ کا کوئی تجربہ نہیں ہوتا اور نہ ہی ان کے پاس لائسنس ہوتے ہیں اور ٹریفک پولیس اس طرح کی صورتحال کو کنٹرول کرنے کے لئے کوئی اقدامات نہیں کر رہی۔لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر تعلیم تشریف فرما نہیں۔پارلیمانی سیکرٹری برائے ایجوکیشن!

پارلیمانی سیکرٹری برائے تعلیم: جناب سپیکر! یہ حادثہ سکول سے باہر main road پر ہوا ہے اس لئے یہ محکمہ تعلیم سے متعلقہ نہیں۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون اس کا جواب دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! معزز رکن نے جس تحریک التوائے کار کے ذریعے جس امر کی نشاندہی کی ہے۔ یہ بالکل درست ہے یہ واقعہ ہوا۔ اس کا مقدمہ نمبر 2007/75 مورخہ 5-04-2007 کو تھانہ ونے کی تارڑ درج رجسٹر ہوا اس میں ملزم کو گرفتار کیا گیا۔ ملزم کو گرفتار کرنے کے بعد اس کو جوڈیشل ریمانڈ پر جیل بھیجا گیا۔ پھر اس کے خلاف چالان مکمل کیا گیا اور اب چالان عدالت میں زیر سماعت ہے۔ یہ تو اس ایک specific واقعہ کے متعلق میں عرض کر رہا تھا لیکن اس کے علاوہ معزز رکن نے اجتماعی طور پر جس مسئلے کی طرف نشاندہی کی ہے یہ بالکل درست ہے کہ rural areas میں ٹریکٹر کے ڈرائیوروں کے پاس عام طور پر لائسنس نہیں ہوتے۔ چونکہ وہ بنیادی طور پر کھیتوں میں کام کرتے ہیں سڑکوں پر بہت کم آتے ہیں لیکن اگر سڑکوں پر آئیں تو مقامی پولیس ان کے خلاف وقتاً فوقتاً کارروائی کرتی رہتی ہے چونکہ یہ معاملہ ایک مخصوص ضلع سے متعلق ہے۔ اس وقت تک اس میں ہم نے یہ کارروائی کی ہے۔ میں وقوعہ کے بعد صرف تین مہینوں کی بات کرتا ہوں۔ وقوعہ کے بعد ایک مہینے میں ہم نے 155 چالان کئے، دوسرے مہینے 65 چالان کئے اور تیسرے مہینے میں 255 چالان کئے لہذا حکومت وقتاً فوقتاً اس قسم کے ٹریفک رولز کو regulate کرنے کے لئے campaign کرتی رہتی ہے اور اس campaign کے تحت ان لوگوں کے خلاف کارروائی ہوتی رہتی ہے لیکن اس کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ اس چیز کا مکمل طور پر خاتمہ نہیں ہو سکا۔ محرک کی تشویش بالکل درست ہے کہ اس پر سختی سے عملدرآمد ہونا چاہئے۔ نہ صرف اس ضلع کی مقامی پولیس بلکہ پورے پنجاب کی ٹریفک پولیس کو ہدایت کی جارہی ہے کہ وہ ٹریکٹر ٹرالیز یا دیگر پبلک ٹرانسپورٹ کے جن ڈرائیوروں کے پاس ڈرائیونگ لائسنس نہیں ہے ان کے خلاف سخت سے سخت کارروائی ہونی چاہئے تاکہ اس قسم کے حادثات سے بچا جا سکے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میری اس یقین دہانی کے بعد محرک اپنی اس تحریک کو مزید press نہیں فرمائیں گے کیونکہ انہوں نے جس مسئلہ کی نشاندہی کی اس پر بھی گورنمنٹ نے ایکشن لیا اور اس کے علاوہ ہم نے جو campaign چلائی جس کے تحت جو چالان ہوئے وہ بھی میں نے گزارش کی اور آئندہ کے لئے بھی میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ ہم انشاء اللہ تعالیٰ ایکشن لیں گے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! ٹھیک ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ سنگل ایکسل ٹرالیز ہوتی ہیں جبکہ پوری دنیا میں ڈبل ایکسل ٹرالیز چلائی جاتی ہیں ان سنگل ایکسل ٹرالیز کی وجہ سے بھی accidents ہوتے ہیں اور اس معزز ایوان نے یہ قرارداد پاس کی تھی کہ آئندہ سے یہاں پر ڈبل ایکسل ٹرالیز چلانی چاہئیں۔ میں وزیر قانون سے درخواست کروں گا کہ اس بارے میں بھی عمل درآمد کیا جائے اور اس کا بھی اہتمام کیا جائے۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، محرک چونکہ مزید اس کو press نہیں کرنا چاہ رہے لہذا motion disposed of ہوئی۔ Next ہے سید احسان اللہ وقاص 228۔

کاشتکاروں کو نوٹس دیئے بغیر شوگر ملوں کا کرشنگ بند کرنا

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "ڈان" مورخہ 10۔اپریل 2007 کی خبر کے مطابق چونیاں اور قصور میں واقع تمام شوگر ملوں نے کاشتکاروں کو کوئی نوٹس دیئے بغیر گنے کی کرشنگ بند کر دی ہے۔ پنجاب شوگر کین ایکٹ کے مطابق تمام شوگر ملیں اس بات کی پابند ہیں کہ وہ اپنا کرشنگ سیزن بند کرنے سے پہلے کاشتکاروں کو 15 دنوں کا نوٹس دیں گی لیکن ضلع قصور میں واقع تمام شوگر ملوں نے باہمی فیصلہ کر کے بغیر کسی نوٹس کے کین کرشنگ بند کر دی ہے جس سے بہت سے کاشتکاروں کا گنا ضائع ہونے کا خدشہ ہے۔ شوگر مل مالکان کے مافیا کی طرف سے من مانے طریقہ سے شوگر کے ریٹ بڑھا دیئے جاتے ہیں اور اس سال انہوں نے کین کرشنگ بھی بروقت شروع نہیں کی اور ایک ماہ تقریباً تاخیر سے شروع کی اور جبکہ بغیر نوٹس سے کرشنگ ختم کر کے گنے کے کاشتکاروں کو شدید معاشی نقصان پہنچایا ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر خوراک!

وزیر خوراک: جناب سپیکر! محکمے کی طرف سے جواب آگیا ہے۔ میں شوگر فیکٹریز ایکٹ پڑھ دیتا ہوں۔ شوگر فیکٹریز ایکٹ کی دفعہ 2H کے مطابق کرشنگ سیزن ہر سال یکم اکتوبر سے شروع ہو کر 30۔جون تک ختم ہوتا ہے جبکہ شوگر فیکٹریز ایکٹ کی دفعہ 8 کے مطابق شوگر فیکٹریز کرشنگ سیزن

شروع کرنے سے ایک ماہ قبل نوٹس جاری کرنے اور اس کے اجراء کی تشہیر بھی 30۔نومبر تک ہر حال میں کرشنگ سیزن شروع کرنے کی پابند ہے۔ پنجاب میں تمام ملز نے کرشنگ کے قواعد کے مطابق مقررہ میعاد میں شروع کی۔ چونیاں اور قصور میں واقع 3 شوگر ملز برادر شوگر ملز، مکہ شوگر ملز اور پتوکی شوگر ملز نے کرشنگ شروع اور بند کرنے کے نوٹس جاری کئے جن کی نقول برائے ملاحظہ لف ہیں۔ مزید وضاحت کی جاتی ہے کہ کرشنگ سیزن کے آغاز اور کرشنگ سیزن کے دوران میں نے پنجاب کے تمام ڈی سی او صاحبان سے میٹنگ کر کے گنے کی خرید کے عمل کی نگرانی، کاشتکاروں کو بر وقت معاوضے کی ادائیگی اور ناجائز کٹوتی کے سد باب کی ہدایت صادر کی۔ جہاں تک چینی کی قیمت مقرر کرنے یا اس کی تقسیم کا تعلق ہے یہ ضلعی حکومت کے دائرہ اختیار میں ہے جو price control act کے تحت ناجائز قیمت فروخت پر کارروائی کرتی ہیں۔ مزید برآں حکومت پنجاب گنے کے کاشتکاروں کے حقوق کے تحفظ کے لئے ہمہ وقت کوشاں رہتی ہے اور اس بابت کین کمشنر پنجاب کے آفس میں کاشتکاروں کی شکایات کی وصولی اور مسائل کے حل کے لئے help line قائم کی گئی۔ جو تمام کرشنگ سیزن کے دوران صبح آٹھ بجے سے رات نو بجے تک کھلی رہی ہے۔

جناب سپیکر! محکمے سے جو جواب وصول ہوا ہے وہ میں نے پڑھ دیا ہے۔ اس کے علاوہ جیسا کہ میں نے جواب میں گزارش کی ہے کہ کرشنگ سیزن شروع کرنے کے ایکٹ کے مطابق ملیں پابند ہیں کہ اس کا نوٹس جاری کر کے اس کی تشہیر کریں اور کرشنگ سیزن کے بند کرنے کے متعلق ایکٹ میں کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہے لیکن پریکٹس کے طور پر شوگر ملیں پندرہ دن پہلے نوٹس جاری کرتی ہیں ان کی کاپیاں بھی اس وقت میرے پاس موجود ہیں جو میں محرک کو دکھا سکتا ہوں۔

جناب سپیکر! میری دوسری گزارش یہ ہے کہ اس سال گنے کے ریٹ کے متعلق کہا گیا ہے میرے پاس چارٹ موجود ہے کہ پورے پنجاب میں گورنمنٹ کی سپورٹ پرائس -/60 روپے تھی اس سے کم ریٹ ادا کرنے کی کہیں بھی شکایت ملی ہے اور نہ ہی سیزن بند ہونے پر کاشتکاروں کی طرف سے کسی قسم کی شکایت موصول ہوئی ہے کہ گنا ابھی فیلڈ میں موجود ہے اور ملیں بند کر دی گئی ہیں لہذا میں سمجھتا ہوں کہ محرک مطمئن ہوں گے اور تحریک کو پریس نہیں کریں گے۔

جناب سپیکر: شکریہ

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ کرشنگ سیزن کے آغاز کے موقع پر اور بند کرنے کے موقع پر وہ نوٹس کی کاپی بنا کر صرف دفتر میں بھیج دیتے ہیں اور عام افراد کو نہیں

دیتے۔ اس کا اہتمام کیا جائے کہ اخبارات اور ریڈیو پاکستان کے ذریعے آغاز اور اختتام کا اعلان ہوا کرے تاکہ کاشتکاروں کو بروقت اس کی اطلاع ہو جائے۔

جناب سپیکر: یہ بات ٹھیک ہے کہ سیزن شروع ہونے سے پہلے اور سیزن ختم ہونے پر اطلاع عام کر دیا کریں۔

وزیر خوراک: جناب سپیکر! اطلاع عام کی جاتی ہے۔ اس میں ہمارے کین کمشنر اس کو یقینی بناتے ہیں ویسے یہ تحریک کسی کاشتکار کی شکایت پر پیش نہیں کی گئی بلکہ یہ ایک اخباری خبر پر پیش کی گئی ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ محرک اس کو مزید پریس نہیں کرنا چاہ رہے اس لئے اس تحریک کو disposed of کیا جاتا ہے۔

سرکاری کارروائی

بحث

سالانہ گوشوارہ بجٹ برائے سال 08-2007 کے مطالبات زر پر بحث اور رائے شماری

جناب سپیکر: اب ہم سرکاری کارروائی شروع کرتے ہیں۔ اب گوشوارہ سالانہ بجٹ برائے سال 08-2007 کے مطالبات زر پر بحث اور رائے شماری کا آغاز کرتے ہیں۔ سال 08-2007 کے سالانہ بجٹ پر مطالبات زر کی تعداد 41 ہے۔ مورخہ 19۔ جون 2007 کو ہونے والی بزنس ایڈوائزری کمیٹی کی میٹنگ میں حکومت اور اپوزیشن کے درمیان یہ طے ہوا ہے کہ 41 مطالبات زر میں سے چار مطالبات زر میں حسب ذیل ترتیب سے کٹوتی کی تحاریک پیش کی جائیں گی۔ مطالبہ نمبر PC-21016 خدمات صحت، مطالبہ نمبر PC-21018 زراعت، مطالبہ نمبر PC-21015 تعلیم اور مطالبہ نمبر PC21013 پولیس cut motions کے ذریعے مطالبات زر پر کارروائی کل مورخہ 22۔ جون 2007 کو دوپہر 11 بجے تک جاری رہے گی اور باقی ماندہ مطالبات زر پر کارروائی قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب مصدرہ 1997 کے قاعدہ (4)144 کے تحت گلوٹین کے اطلاق کے ذریعے براہ راست سوال کے ذریعے ہو گی۔ اب ہم کارروائی کا آغاز کرتے

ہیں۔ جی، وزیر خزانہ!

مطالبہ زر نمبر PC-21016

وزیر خزانہ: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"ایک رقم جو 8-ارب 85 کروڑ 35 لاکھ 81 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30-جون 2008 کو ختم ہونے والے مالی سال 08-2007 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد خدمات "صحت" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"ایک رقم جو 8-ارب 85 کروڑ 35 لاکھ 81 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30-جون 2008 کو ختم ہونے والے مالی سال 08-2007 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد خدمات "صحت" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

DR. SYED WASEEM AKHTAR: I oppose it

SYED EHSAN ULLAH WAQAS: I oppose it

جناب سپیکر: مطالبہ زر نمبر PC-21016 میں کٹوتی کی تحریک مندرجہ ذیل اراکین کی طرف سے موصول ہوئی ہے جناب قاسم ضیاء، رانا ثناء اللہ خان، رانا آفتاب احمد خان، جناب ارشد محمود بگو، جناب سمیع اللہ خان، سید ناظم حسین شاہ، شیخ اعجاز احمد، سید احسان اللہ وقاص، راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ)، جناب عامر فدا پراچہ، جناب اشتیاق احمد مرزا، جناب جہانزیب امتیاز گل، راجہ ریاض احمد، ملک اصغر علی قیصر، سید حسن مرتضیٰ، لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ)، جناب اعجاز احمد سماں، جناب تنویر اشرف کائرہ، ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی، جناب احسان الحق احسن نولاٹیا، محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری، محترمہ فرزانہ راجہ، محترمہ فائزہ احمد، جناب پرویز رفیق، ڈاکٹر اسد اشرف، جناب مجتبیٰ شجاع الرحمٰن، رانا مشہود احمد خان، جناب افضل سلطان ڈوگر، چودھری اصغر علی گجر، ڈاکٹر سید وسیم اختر، راجہ محمد طارق کیانی، بریگیڈیر (ریٹائرڈ) محمد حسن، جناب محمد افضال مرزا (ایڈووکیٹ)،

ڈاکٹر نادیہ عزیز، جناب ریاض شاہد، ڈاکٹر اسد معظم، جناب فیض اللہ کموکا، جناب علی حسن رضا قاضی، چودھری زاہد پرویز، میاں سعود حسن ڈار، چودھری محمد شبیر مہر، میجر (ریٹائرڈ)احسان الٰہی چودھری، جناب طاہر اختر ملک، حاجی محمد اعجاز، جناب مشتاق احمد (ایڈووکیٹ)، سید مظفر حسین کاظمی، جناب محمد اشرف خان، ملک محمد اسحاق بچہ، ملک محمد ارشد جٹ راں، مخدوم سید مختار حسین شاہ، پیر مشتاق احمد شاہ، میاں سیف اللہ اویسی، راؤ اعجاز علی خان، جناب محمد یار مونکا، جناب شاہد انجم، میاں محمد اسلم (ایڈووکیٹ)، انجنیئر جاوید اکبر ڈھلوں، جناب جاوید حسن گجر، شیخ عزیز اسلم، محترمہ نشاط افزاء، محترمہ صغیرہ اسلام، محترمہ طلعت یعقوب، محترمہ ثمینہ نوید(ایڈووکیٹ)، محترمہ نور النساء ملک، محترمہ نجمی سلیم، محترمہ صبیحہ بیگم، محترمہ صائمہ بخاری، محترمہ عذرا بانو، جناب نوید عامر، راجہ محمد علی، راجہ ارشد محمود، چودھری محمد ایاز، ملک ابرار احمد، شیخ تنویر احمد، جناب محمد نواز ملک، جناب عمران اشرف، جناب بلال یاسین، جناب محمد آجاسم شریف، مہر اشتیاق احمد، چودھری عبدالغفور خان، جناب محمد افضل کھوکھر، چودھری سجاد حیدر گجر، میاں یاور زمان، بابو نفیس احمد انصاری، ڈاکٹر نذیر احمد مٹھو ڈوگر، مہر اعجاز احمد اچلانہ، ملک محمد اقبال چنڑ، چودھری محمد شفیق انور، محترمہ پروین مسعود بھٹی، محترمہ افشاں فاروق، محترمہ خالدہ منصور، محترمہ نگہت پروین میر، محترمہ شہناز سلیم، جناب کامران مائیکل، جناب محمد وقاص، چودھری محمد شوکت، محترمہ طاہرہ منیر، محترمہ زیب النساء قریشی! ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب کٹوتی کی تحریک پیش کریں گے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"8۔ارب 85 کروڑ 35 لاکھ 81 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر PC-21016 خدمات صحت کم کرکے ایک روپیہ کر دی جائے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"8۔ارب 85 کروڑ 35 لاکھ 81 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر PC-21016 خدمات صحت کم کرکے ایک روپیہ کر دی جائے۔"

MINISTER FOR HEALTH: Sir I oppose it.

جناب سپیکر: وزیر صحت اس کو oppose کرتے ہیں۔ جی، ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ چیف منسٹر صاحب کا صحت اور ایجوکیشن پر بھی بہت سارا stress ہے تو اس سلسلے میں کچھ اچھے اقدامات ہیں مثلاً ایمرجنسی میڈیکل

سروسز ٹیچنگ انسٹیٹیوشن کے اندر مہیا کی گئی ہیں۔۔۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! آپ نے نام نہیں بولے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! میرا خیال ہے کہ یہ کافی نام ہیں چہ جائیکہ دوبارہ پھر ان کو دہرایا جائے۔ جو اس کٹ موشنز پر معزز اراکین اسمبلی بات کرنا چاہ رہے ہیں وہ اپنے نام مجھے بھجوا دیں تاکہ ان کے نام ہی میں بولوں۔ میرا مقصد ہے کہ جو بھی بات کرنا چاہتا ہے مجھے پتا ہو۔ ویسے تو یہ سارے نام مجھے دہرانے پڑیں گے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہ بجٹ میں ریکارڈ کا حصہ ہوتا ہے تو ہمارے دوستوں کے نام آ جائیں گے تو یہ ریکارڈ کا ایک حصہ بن جائیں گے۔

جناب سپیکر: نام تو آ گئے ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہ پڑھ لئے جائیں اور جو اگلا مطالبہ زر آئے تو اس میں بھی پڑھ لئے جائیں۔ بات تو ایک یا دو نے ہی کرنی ہے۔

جناب سپیکر: بگو صاحب! یہ تو کوئی ریکارڈ میں آنے والی بات نہیں ہے کہ سپیکر نے نام بولے اور کسی نے بات نہیں کی، یہ تو کوئی اچھا ریکارڈ نہیں ہو گا لیکن جو بات کرنا چاہ رہے ہیں وہ اپنے نام بھجوا دیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جی، آپ کی بات درست ہے۔

جناب سپیکر: تو پھر مجھے چٹ بھجوا دیں۔ جی، ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! بہت سارے اخراجات صحت پر کرنے کے باوجود ہمارے صوبہ پنجاب میں صحت کا شعبہ مختلف ڈیپارٹمنٹ کی نسبت گھمبیر مسائل کا شکار ہے۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ خاموشی اختیار کریں اور سنیں کہ ڈاکٹر صاحب کیا کہہ رہے ہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! سب سے اہم ترین مسئلہ جو اس وقت محکمہ صحت کے اندر موجود ہے جس کو پانچ سال سے مختلف طریقوں سے اسمبلی کے اندر اٹھایا جاتا رہا ہے وہ ڈاکٹرز کی regularization کا مسئلہ ہے۔ اس کے بہت سارے نقصانات ہیں، پہلا نقصان اس کا یہ ہوتا ہے جو ڈاکٹرز کنٹریکٹ پر ہیں وہ مسلسل ایک بے یقینی کی کیفیت سے دوچار رہتے ہیں اور ان کے کنٹریکٹ میں یہ بات لکھی ہوئی ہوتی ہے کہ ہیڈ آف انسٹیٹیوشن کوئی وجہ بتائے بغیر اسے یک جنبش

قلم نوکری سے نکال سکتا ہے۔ یہ جو نوکری سے برخاستگی کی تلوار اس کے سر پر مسلسل لٹکتی رہتی ہے جس وجہ سے وہ بہتر طریقے سے اپنی ڈیوٹی perform نہیں کر سکتا اور ہر وقت اس تلاش میں رہتا ہے کہ کوئی بہتر جگہ اسے میسر آ جائے تو وہ وہاں چلا جائے۔ جب آدمی بہتر جگہ تلاش کرتا رہتا ہے تو مواقع بھی ملتے رہتے ہیں۔ میں آپ کی خدمت میں یہ بات عرض کروں گا کہ امریکہ اور انگلینڈ میں صحت کے سٹرکچر میں بہت زیادہ contribution Sub Continent کے ڈاکٹرز کی ہے۔ یہاں پر جو اچھے ڈاکٹرز ہیں اگر وہ وہاں apply کرتے ہیں تو بڑی آسانی کے ساتھ انہیں ویزے مل جاتے ہیں اور وہ وہاں جا کر اپنی صلاحیتیں ان کی خدمات کے لئے صرف کرتے ہیں۔ یہاں پر ایک بے یقینی کی جو تلوار لٹکتی رہتی ہے اس کے نتیجے میں اگر انہیں باہر مواقع ملتے ہیں تو وہاں چلے جاتے ہیں۔ اسی طرح Gulf کے اندر بہت سارے مواقع ملتے ہیں اور ڈاکٹرز وہاں چلے جاتے ہیں جس کی وجہ سے جو سپیشلائزڈ پبلک کا back up ہے اس میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ میں ایک مثال یہاں پیش کروں گا کہ بہاولپور میں ہمارے ایک دوست بھائی ڈاکٹر ہیں انہوں نے گیسٹرو انٹرولوجی اور میڈیسن میں بھی سپیشلائزیشن کی ہے تو یہاں پر کنٹریکٹ سسٹم کی وجہ سے وہ بڑی بے یقینی کی کیفیت کا شکار تھے تو ان کو سعودی عرب کے ایک ہسپتال سے بہت ہی بہتر offer ہوئی جس کی تنخواہ دو تین لاکھ روپے تھی، وہ اس کوشش میں تھے کہ چلے جائیں، اس دوران ان کا میرے ساتھ تعارف ہوا اور ان سے بات ہوئی تو ان کو میں نے convince کیا کہ یہاں پر کوئی بہتر حالات بن جائیں گے تو آپ مہربانی کریں نہ جائیں، بڑی مشکل کے ساتھ انہیں detain کیا اور اب اس وقت وہ میڈیکل کالج بہاولپور میں گیسٹرو انٹرولوجسٹ کی حیثیت سے اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ یہ میں نے ایک چھوٹی سی مثال آپ کے سامنے پیش کی ہے کہ کس طرح ڈاکٹرز باہر بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے ملک میں بہت سارے پرائیویٹ میڈیکل کالج بھی کھل گئے ہیں۔ جب سرکاری شعبے میں بھی contractual system ہے اور ان کی سروس کو ریگولر نہیں کیا جاتا تو پرائیویٹ میڈیکل کالج والے بہتر مراعات اور تنخواہیں دیتے ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ محکمہ صحت میں سے پروفیسرز کی ایک تعداد ایسی ہے جو ریگولر ہیں لیکن وہ وہاں سے ایک لمبی چھٹی لے کر کسی نہ کسی پرائیویٹ میڈیکل کے اندر سروسز فراہم کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ کنٹریکٹ پر ہمارے ڈاکٹرز میڈیکل کالج میں appoint کئے جاتے ہیں، اسی uncertainty کی وجہ سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ سرکاری ملازمت جو کنٹریکٹ پر ہوتی ہے، کو چھوڑ کر پرائیویٹ میڈیکل کالج میں

چلے جاتے ہیں کیونکہ سرکاری میڈیکل کالجوں میں ان کی تنخواہ کم ہوتی ہے اور پرائیویٹ میڈیکل کالج ان کو زیادہ تنخواہ دیتا ہے۔ میں آپ کی خدمت میں یہ بات عرض کروں گا کہ میں نے دو تین سیشن پہلے سندھ اسمبلی کی وہ قرارداد، وہ ایکٹ جو انہوں نے 2003 میں پاس کیا اور صوبہ سندھ کے جتنے بھی ڈاکٹرز تھے ان کے کنٹریکٹ کو ریگولر میں تبدیل کر دیا اس لئے میں نے بھی اسمبلی میں کہا تھا، اس وقت ڈاکٹر طاہر علی جاوید صاحب وزیر صحت تھے تو میں نے ان سے گزارش کی تھی کہ آپ دیکھ لیں کہ سندھ اسمبلی کے اندر بھی (ق) لیگ کی حکومت ہے تو وہاں پر پہلے ہی سال سندھ اسمبلی نے ایکٹ پاس کر کے ڈاکٹرز کو ریگولر کر دیا۔ اسی طرح مجلس عمل کی حکومت جو صوبہ سرحد کے اندر ہے انہوں نے بھی پہلے ہی سال تمام کنٹریکٹ ڈاکٹرز کو ریگولر کر دیا اور اسی طرح بلوچستان اسمبلی نے بھی کیا یعنی بلوچستان کے اندر بھی اس وقت کوئی ڈاکٹر کنٹریکٹ پر بھرتی نہیں ہے۔ اس حوالے سے سارا یہ ظلم و ستم پنجاب کے اندر ہی ہے۔ یہاں بڑے دعوے کئے جاتے ہیں کہ ہم صحت پر بہت زیادہ اخراجات کر رہے ہیں اور صحت کا شعبہ ہماری priority ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ شاید محترم وزیر اعلیٰ یہ چاہتے ہیں کہ ڈاکٹرز کو ریگولر کر بھی دیا جائے، اسی حوالے سے انہوں نے ایک تقریب میں ڈاکٹرز کو ریگولر کرنے کا باقاعدہ اعلان بھی کیا اور اس کے نتیجے میں مجھے یاد ہے کہ ڈاکٹر سامیہ امجد نے وزیر اعلیٰ کے لئے باقاعدہ ایک قرارداد تحسین پیش کی کہ انہوں نے کنٹریکٹ ڈاکٹرز کو ریگولر کرنے کے لئے باقاعدہ اعلان کیا ہے۔ یہاں پر قرارداد پیش ہوئی اور اس قرارداد تحسین کو ہم نے بھی اور گورنمنٹ نے بھی متفقہ طور پر پاس کیا کہ یہ ایک بڑا اچھا اقدام ہے جو وزیر اعلیٰ کی طرف سے اعلان کیا گیا اور ہم یہ توقع کرتے ہیں کہ اس کے اوپر جلد عملدرآمد ہو گا لیکن گزارش یہ ہے کہ دو سال گزر گئے ہیں لیکن ان کا وہ اعلان شرمندہ تعبیر نہیں ہو رہا۔ مجھے یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ اگر سرحد، سندھ اور بلوچستان کے اندر تمام ڈاکٹرز کو ریگولر کر دیا گیا ہے تو پنجاب کے اندر کیا مصیبت ہے کہ ان کنٹریکٹ ڈاکٹرز کو ریگولر کیوں نہیں کیا جاتا؟ اس حوالے سے جتنی بھی ڈاکٹرز کی تنظیمیں چاہے وہ سرکاری ہیں یا غیر سرکاری، مسلسل ان کی طرف سے مطالبات بھی آتے رہتے ہیں اور مختلف events پر وہ اس کی ہڑتالیں بھی کرتے ہیں لیکن یہ تمام احتجاج کہیں ریکارڈ پر نہیں آ رہے۔ یہاں پنجاب اسمبلی میں قرارداد کے بعد بھی وقتاً فوقتاً جب بھی محکمہ صحت کے حوالے سے سوالات کا دن ہوتا ہے یا صحت پر عام بحث رکھی جاتی ہے تو اس موقع پر بھی یہی مطالبہ کیا گیا ہے کہ یہاں ہمارے کنٹریکٹ ڈاکٹرز کو ریگولر کیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کیونکہ آج مطالبات زر پر کٹوتی کی تحاریک

پیش ہو رہی ہیں اور وزیر صحت محترم چودھری اقبال صاحب جو بڑے اہل اور attentive ہیں تو میں ان سے یہ توقع کروں گا کہ یہ آج یہاں تاریخی اعلان کر دیں کہ آج کی تاریخ سے ہم تمام ڈاکٹرز کو ریگولر کر رہے ہیں تو میں اس حوالے سے ان کو بڑی تحسین پیش کروں گا اور میں انشاء اللہ تعالیٰ تمام ڈاکٹرز کی طرف سے چودھری اقبال صاحب کو اگلے اجلاس میں گولڈ میڈل پہناؤں گا لیکن وہ ان ڈاکٹرز پر مہربانی فرمائیں۔ اس سلسلے میں، میں یہ عرض کروں گا کہ یہ پنجاب کے اندر بھی جو mushroom پرائیویٹ میڈیکل کالجز کی growth ہے اور میڈیکل کالجز کھل رہے ہیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ محکمہ صحت پنجاب بھی ان کی proper monitoring نہیں کر رہا۔ مرکز کی میں بات نہیں کر رہا حالانکہ ان کی بھی اس سلسلے میں ذمہ داری بنتی ہے۔ میڈیکل کالجز کا ایک بزنس بن گیا ہے اور لاکھوں روپے کی فیسیں پرائیویٹ میڈیکل کالجز وصول کرتے ہیں۔ میں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ اب یہ کیفیت ہے کہ چائنا میں ہمارے بہت سارے طالبعلم میڈیکل اور انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے جا رہے ہیں۔ چائنا کے اندر میڈیکل اور MBBS کی تعلیم ہمارے پاکستان کے اندر جو پرائیویٹ میڈیکل کالجز کھل رہے ہیں کے مقابلے میں سستی ہے۔ یہاں فیسیں اس حوالے سے بہت زیادہ ہیں۔ اس چیز کو بھی میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کو چیک کرنے کی ضرورت ہے اور یہ کیونکہ نوٹ کمانے کی گنگا ہے۔ اس کے نتیجے میں میڈیکل فیکلٹی کے بعض ریگولر لوگ بھی میڈیکل کالجز کھول رہے ہیں۔ کوئی براہ راست اور کوئی پیچھے بیٹھ کر میڈیکل کالجز کو چلا رہے ہیں۔ میں ایک چھوٹی سی مثال دوں گا کہ فیصل آباد میں ایک پروفیسر ہیں جن کا نام ریاض حسین ڈب ہے اور ان کی ریٹائرمنٹ میں بھی تھوڑا عرصہ رہ گیا ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: معزز اراکین سے گزارش ہے کہ براہ مہربانی خاموشی اختیار کریں۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ ڈاکٹر صاحب کیا کہہ رہے ہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! یہ پروفیسر صاحب فیصل آباد میں ایک پرائیویٹ میڈیکل کالج چلا رہے ہیں اور اب باقاعدہ فیصل آباد کے میڈیکل کالج میں وہ پرنسپل لگنا چاہتے ہیں اور اس حوالے سے وہ بڑا پریشر ڈال رہے ہیں۔ وہ ایک ٹاپ سینئر بیوروکریٹ کے قریبی عزیز بھی ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ جو پرائیویٹ میڈیکل کالجز ہیں اس بارے میں بھی کوئی رولز اینڈ ریگولیشنز بنائے جائیں۔ ان کی مانیٹرنگ کی جائے، ان کی فیس کو دیکھا جائے کہ وہ لاکھوں روپے جو اس طرح غریب لوگوں سے بٹورنے کی بات کرتے ہیں اس پر کوئی چیک ہو اور کوئی باقاعدہ سسٹم اس حوالے سے

بنانے کی کوشش کی جائے۔اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بات بھی عرض کروں گا کہ حکومت پنجاب کا جو محکمہ صحت ہے وہ پچھلے چار سال کے دوران Para medics کی تعداد کو بڑھانے میں ناکام رہا ہے۔اب بھی کیفیت یہ ہے کہ میں بہاولپور کی بات کرتا ہوں کہ قائداعظم میڈیکل کالج کے اندر ہر پانچ چھ مہینے کے بعد اشتہار دیا جاتا ہے، پرنسپل کی طرف سے نرسز کے لئے اشتہار آتا ہے لیکن صورتحال یہ ہوتی ہے کہ ہر دفعہ جتنی اسامیاں required ہوتی ہیں، جتنی اسامیاں create کر کے یا جتنی اسامیوں کا اشتہار دیا جاتا ہے اس سے کم لوگ apply کرتے ہیں، کم نرسز apply کرتی ہیں اور اس کے نتیجے میں پھر بھی بہت ساری اسامیاں خالی رہ جاتی ہیں۔اس کے نتیجے میں یہ ہوتا ہے کہ جو کوئی غریب ہسپتال میں داخل ہوتا ہے یا آؤٹ ڈور میں یا ایمرجنسی میں treatment کے لئے آتا ہے تو اس کی proper look after نہیں ہو سکتی کیونکہ ڈاکٹر نے اپنا کام کرنا ہے، ڈسپنسر نے اپنا کام کرنا ہے اور نرس نے اپنا کام کرنا ہے۔جب یہ تینوں collaborate کرتے ہیں تو پھر ایک بہتر سروس غریب عوام کو دی جا سکتی ہے۔ان تینوں میں سے کوئی ایک miss ہوتا ہے تو اس کے نتیجے میں جو بہتر سروسز ہیں وہ ان کو provide نہیں کی جا سکتیں اس لئے میری گزارش یہ ہے کہ حکومت کو اس طرف بھی خصوصی توجہ دینی چاہئے۔اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ ایک عرصہ ہو گیا ہے کہ بی کیٹیگری کے حوالے سے انہوں نے پابندی لگائی ہوئی ہے۔اس کا نتیجہ یہ ہے کہ میں باقی پنجاب کی کیفیت اور پورے ملک کی یہ کیفیت ہے کہ جس کے پاس بی کیٹیگری ہے وہ یہ کرتا ہے کہ اپنے سرٹیفکیٹ کو چھ میڈیکل سٹورز کو دے دیتا ہے۔وہ اپنے سٹورز پر فریم کروا کر اس کو چسپاں کر دیتے ہیں کہ جناب یہ trained person اس میڈیکل سٹور پر کام کرتا ہے۔وہ چھ میڈیکل سٹورز سے ماہوار پانچ پانچ ہزار روپیہ وصول کرتا ہے اور وہ خود تو وہاں پر موجود نہیں ہوتا اور وہ کسی بھی سٹور پر موجود نہیں ہوتا۔وہ موج کرتا ہے اور وہاں پر بالکل untrained لوگ اور بعض اوقات ان پڑھ لوگ میڈیکل سٹور کو چلا رہے ہوتے ہیں اور جب کوئی چھاپہ پڑتا ہے تو ڈرگ انسپکٹر منتھلی لے کر گھر آ جاتا ہے اور سرٹیفکیٹ وہیں پر چسپاں ہی رہتا ہے۔

جناب سپیکر! میں خود practicing ڈاکٹر ہوں۔میں نے بارہا اس کو نوٹ کیا ہے کہ میں نے کوئی دوائی لکھی ہے اور دوائی میں نے سر درد کی لکھی ہے تو وہاں پر جو بندہ بیٹھا ہے چونکہ اس کو پوری معلومات نہیں ہیں اور وہ پڑھ نہیں سکتا اس کے نتیجے میں وہ مریض جو میرا نسخہ لے کر گیا ہے اس نے مریض سے پوچھا ہے کہ تمہیں کیا تکلیف ہے۔وہ جو دوائی لکھی ہوئی ہے اس کے پاس

موجود نہیں ہے، وہ اس کو پڑھ بھی نہیں سکا اس سے پوچھ کر اور اپنی سمجھ کے مطابق اس نے اس میں تبدیلی کر کے کوئی اور دوائی دے دی ہے۔ اگر کوئی مریض آکر رپورٹ کرتا ہے تو پھر ہی وہ چیک ہوتا ہے کہ یہ کیا سلسلہ ہے۔ میں یہ التماس کروں گا کہ اس حوالے سے کوئی مناسب منصوبہ بندی جو ساڑھے چار سال میں نہ ہوئی ہے اس حوالے سے کچھ نہ کچھ کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی کہوں گا کہ میڈیکل سٹورز جو ہیں ان کی جو ڈرگ انسپکٹرز کی پوری چین ہوتی ہے اس کا کام چیک کرنا ہوتا ہے کہ میڈیکل سٹورز پر جو ادویات ہیں وہ proper temperature پر سٹور ہیں کہ نہیں۔ بیشتر ادویات جو بازار میں موجود ہیں، چونکہ میں ایک ڈاکٹر ہوں وہ اس کے leaflet پر، اس کی ڈبی پر لکھا ہوتا ہے کہ ان کی پانچ سینٹی گریڈ کے درمیان ٹمپریچر میں storage ہونی چاہئے یا 15 یا 20 سینٹی گریڈ تک اس کی storage ہونی چاہئے لیکن ہم بہت سارے میڈیکل سٹورز میں دیکھتے ہیں کہ ٹمپریچر کو regulate کرنے کا کوئی سسٹم نہیں ہوتا اور صبح کے وقت جب سورج نکل رہا ہوتا ہے اور جب سورج غروب ہو رہا ہوتا ہے۔ میں نے بارہا کئی میڈیکل سٹورز میں دیکھا ہے کہ سورج کی جو شعاعیں ہیں براہ راست ان ریکس پر پڑ رہی ہوتی ہیں جہاں پر ادویات پڑی ہوتی ہیں۔ اس کے نتیجے میں ان کا ٹمپریچر بہت rise کرتا ہے اور نتیجتاً یہ ہوتا ہے کہ وہ ڈرگ کی potency بھی کم ہو جاتی ہے اور بعض اوقات ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ سورج کی شعاعوں کی روشنی میں اس دوائی، اس سیرپ یا اس انجیکشن کے اندر کوئی تبدیلی بھی ہو جائے اور وہ ڈرگ بجائے فائدے کے نقصان پہنچا سکتی ہے۔ اسی طرح انسولین ایک ایسی دوائی ہے جو باقاعدہ فریج میں سٹور ہوتی ہے۔

جناب سپیکر: ذرا مختصر کریں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں مختصر کر رہا ہوں۔ ہمارے ملک میں جو بجلی کی صورتحال ہے۔ بعض میڈیکل سٹورز میں تو فریج نہیں ہوتی۔ جہاں فریج ہوتی ہے وہاں بجلی کا ہمارا نظام آپ دیکھتے ہیں کہ رات کے اگر چار پانچ چھ گھنٹے بجلی غائب رہے تو فریج کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں اور میڈیکل سٹورز کے پاس اس حوالے سے کوئی سسٹم موجود نہیں ہے، کوئی جنریٹرز موجود نہیں ہیں کہ وہ ٹمپریچر کو maintain کر سکیں۔ یہ چیزیں چودھری اقبال صاحب اور محکمہ صحت کو اس حوالے سے دیکھنی چاہئیں اور ایک بہت بڑی مشکل جو ہے وہ غریب عوام کے لئے quackery ہے یعنی بہت سارے ان پڑھ لوگ کسی نہ کسی ڈاکٹر کے ساتھ کچھ عرصہ کام کرتے ہیں، کسی میڈیکل سٹور پر کچھ

عرصہ کام کرنے کے نتیجہ میں دیہات کے اندر اپنے کلینک کھول کر بیٹھ جاتے ہیں اور وہاں پر مریضوں کو الٹی سیدھی دوائی دیتے رہتے ہیں۔یہ ڈرگ انسپکٹر صاحبان کے ریڈز ان کے ریڈ کر رہے ہیں، پکڑ رہے ہیں، جیلوں میں دے رہے ہیں، جرمانے ہو رہے ہیں یہ سارے قصے کہانیاں اخبارات کے اندر ہم پڑھتے ہیں لیکن میرے نوٹس میں براہ راست یہ بات ہے کہ ان ساری کارروائیوں کے باوجود کوئی ایک بھی quack اس کاروبار کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہے کیونکہ ہمارا سسٹم اتنا faulty ہے اس کے نتیجے کے اندر پہلے مرحلہ میں ڈرگ انسپکٹر صاحبان کی منتھلیاں اور مک مکا ہوا ہوتا ہے۔وہ ایک دفعہ نکلتا ہے اور وہ تمام میڈیکل سٹورز کا سرکاری گاڑی پر راؤنڈ کر کے منتھلی وصول کر کے آ جاتا ہے۔جب اوپر سے کوئی پریشر آتا ہے اور پوچھ گچھ ہوتی ہے cosmetically کچھ ریڈز کئے جاتے ہیں اور میڈیکل سٹورز سیل بھی کئے جاتے ہیں لیکن کچھ عرصے کے بعد ان کی سیل بھی ہٹ جاتی ہے اور اسی طرح وہ اپنے کاروبار کو جاری رکھتے ہیں۔اس حوالے سے سب سے اہم نکتہ میں یہ عرض کروں گا اور میں wind up کر رہا ہوں کہ ریسرچ کا فقدان ہے یعنی یہ جو بیماریاں ہیں، نئی نئی بیماریاں evolve ہو رہی ہیں۔ہم antibiotics ادویات لوگوں کو دیتے ہیں لیکن جراثیم آہستہ آہستہ resistant ہو جاتے ہیں کوئی نئی strains آ جاتی ہیں لیکن اس حوالے سے جو ہمارا میڈیکل profession ہے اس میں ریسرچ کا کوئی سلسلہ موجود نہیں ہے اور وہی ادویات بار بار repeat کرتے ہیں۔ترقی یافتہ ممالک میں ریسرچ پر بہت سارا پیسا خرچ کیا جاتا ہے اس حوالے سے ضرورت اس بات کی ہے کہ ریسرچ کرنے کے لئے کوئی خاطر خواہ فنڈز فراہم کئے جائیں اور کوئی سلسلہ اس حوالے سے شروع کیا جائے۔

جناب سپیکر! میں آخر میں یہ بات بھی عرض کروں گا کہ یہ جو بات شروع ہوئی ہے کہ تمام ادویات ہم ہسپتالوں میں مفت مہیا کر رہے ہیں۔آؤٹ ڈور میں بھی، ان ڈور میں بھی یہ بہت اچھی بات ہے لیکن گزارش یہ ہے کہ اگر کسی مریض کو انفیکشن ہو جاتی ہے اور میں دو تین ایسے مریض جانتا ہوں۔مثلاً بہاولپور ہسپتال میں ایک وارڈ میں ایک مریض ہے اس کو چیسٹ کے اندر انفیکشن تھی۔اس کے سینے میں پھیپھڑے میں پانی بھر گیا تھا۔میں دو تین دفعہ اس کو visit کرنے گیا۔پروفیسر صاحب نے کہا کہ جناب گزارش یہ ہے کہ میں تو باہر سے دوائی نہیں لکھ سکتا۔میں نے کہا کہ اس کا culture sensitivity کراؤ۔اس نے اس کا culture sensitivity سرکاری لیبارٹری سے کروایا اور جو اس وقت antibiotic ہسپتال میں available اس کا score آیا کہ وہ

resistant ہے۔اس دوائی سے اس جراثیم کا علاج نہیں ہو سکتا ہے تو ڈاکٹر صاحب نے مجھے کہا کہ جناب یہ بھی سامنے ہے لیکن چونکہ مجھے اختیار نہیں ہے، میں نے نوکری کرنی ہے، میں نے کسی سزا سے بچنا ہے لہذا میں باہر سے دوائی نہیں لکھوں گا۔اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ ایمر جنسی مریض تھا وہی دوائی جو ہسپتال میں موجود تھی دی جاتی رہی اور چار پانچ روز کے بعد وہ مریض مر گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کی ذمہ داری پنجاب کے محکمہ صحت پر عائد ہوتی ہے۔اس حوالے سے کوئی سسٹم بنانا چاہئے اور اگر کوئی culture sensitivity کے نتیجے کے اندر ہسپتال کی دوائی کام نہیں کر رہی تو پروفیسرز کی، رجسٹرار کی، ڈی ایم ایس کی، اے ایم ایس کی کوئی نہ کوئی کمیٹی بنا دی جائے اور یہ تین چار حضرات بیٹھ کر مریض کی رپورٹ دیکھ لیں اور اس کے بعد انہیں allow کیا جائے کہ باہر سے ادویات فراہم کی جائیں۔ غریب مریض کو ایک مشکل یہ ہے کہ ہسپتال کے اندر زکوۃ فنڈز سے ادویات دی جاتی ہیں لیکن سوشل ویلفیئر والے ان سے کمپیوٹرائزڈ قومی شناختی کارڈ طلب کرتے ہیں۔

جناب والا! آج بھی میں وفاقی وزیر محنت غلام سرور خان کا انٹرویو پڑھ رہا تھا، ان کا بیان کہ نادرا نے کوئی کام نہیں کیا ہے اور الیکشن کمیشن کے figures بھی ہمارے سامنے ہیں کہ انہوں نے 2کروڑ ووٹرز نئی لسٹوں میں کم کر دیئے ہیں۔ اس کی وجہ الیکشن کمیشن نے یہ بیان کی ہے کہ لوگوں کے پاس کمپیوٹرائزڈ شناختی کارڈ نہیں ہیں۔ اب یہ چیز اگر موجود نہیں ہے اور حکومت اسے provide نہیں کر سکی ہے تو اس کے نتیجے میں غریب مریض کا کیا قصور ہے؟ میں وزیر صحت چودھری اقبال صاحب سے یہ گزارش کروں گا کہ اس نکتے کے بارے آپ بات کریں اور ہسپتالوں کو ہدایات کریں کہ اگر کوئی مریض آ گیا ہے اور اس کے پاس کمپیوٹرائزڈ شناختی کارڈ نہیں ہے اور پرانا شناختی کارڈ موجود ہے تو کم از کم اس حوالے سے اور باقی کاموں کو میں چھوڑتا ہوں کہ باقی معاملات کے اندر شناختی کارڈ کی ضرورت ہوتی ہے، وہ جاری رہے لیکن کم از کم ہسپتالوں کے اندر اگر کوئی غریب مریض آ جاتا ہے تو پرانے شناختی کارڈ پر بھی اس کو allow کیا جائے کہ وہ دوائی لے سکے۔

جناب سپیکر! سب سے آخری بات یہ ہے کہ پانچ سال ایک طالبعلم میڈیکل کالج میں پڑھتا ہے اور پانچ سال کے بعد وہ پاس ہو جاتا ہے اور اسے ایم بی بی ایس کی ڈگری مل جاتی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سرجری اور میڈیسن کے اندر بیچلر اور وہ بیچلر آف میڈیسن اینڈ بیچلر آف

سرجری ہو گیا ہے۔ اب وہ پریکٹس کر سکتا ہے لیکن اس کا سارا نالج کتابی ہوتا ہے اور اسے ہاؤس جاب کی ضرورت ہے۔ ٹھیک ہے کہ اس کے اندر improvement ہوئی ہے لیکن میں یہ عرض کروں گا کہ اس فیصلے کو لاگو کرنے کی ضرورت ہے کہ ایم بی بی ایس کی ڈگری پانچ سال فائنل پروفیشنل کرنے کے بعد نہ دی جائے اور کم از کم ایک سال ہاؤس جاب جس میں میڈیسن، سرجری، ای این ٹی اور کوئی نہ کوئی اسے نالج ہو اور پریکٹیکلی ہسپتال کا نالج ہو تو پھر چھ سال بعد اس کو پروویژنل ڈگری یا پروویژنل سرٹیفکیٹ میڈیکل کالج کی طرف سے جاری ہو۔ حکومت اس بات کا بندوبست کرے کہ صد فیصد ڈاکٹر جو میڈیکل کالجز سے نکل رہے ہیں، ان کو ہاؤس جاب provide کی جائے اور اسی طرح پرائیویٹ میڈیکل کالجز سے کھیپ فیلڈ کے اندر آ رہی ہے انہیں بھی اس بات کا پابند کیا جائے کہ وہ صد فیصد گریجویٹ کو ہاؤس جاب provide کی جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اتنی بڑی رقم محکمہ صحت کو دی گئی ہے تو یہ بالکل ناجائز ہے اور یہ اس کام کے اندر اس طرح حق ادا نہیں کر رہے اس لئے اتنی رقم کو ختم کر کے صرف ایک روپیہ دیا جائے۔ شکریہ

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ بات تو کٹوتی کی تحریک پر کر رہے تھے لیکن آپ کی بات سے ایسا تاثر مل رہا تھا کہ جیسے آپ مزید فنڈ کی ڈیمانڈ کر رہے ہیں بلکہ آپ نے بات کرتے ہوئے ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ میں ایک ونگ کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ اس کو مزید فنڈ دیئے جائیں کیونکہ یہ آپ کی کٹوتی کی تحریک تھی اور میں نے یہ اس لئے کہا ہے کہ ابھی ڈاکٹر جاوید صدیقی صاحب نے بھی بات کرنی ہے تو یہ بھی ذرا اپنے ذہن میں رکھیں کہ topic کیا ہے اور کس issue پر بات کر رہے ہیں؟ جی، ڈاکٹر صدیقی صاحب!

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں آج حکومتی اعداد و شمار کے ذریعے آپ کی خدمت میں اور ہاؤس کے سامنے یہ ثابت کروں گا کہ حکومت پنجاب کا بجٹ مختص کرتے وقت یہ جو دعویٰ ہے کہ ہم نے یہ فنڈ اس لئے اتنا رکھا ہے تاکہ پنجاب میں عوام تک صحت کی بنیادی سہولتیں فراہم کی جا سکیں۔ اسی طرح ہیلتھ ایجوکیشن، میڈیکل ایجوکیشن کے لئے رکھا ہے تو اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ میڈیکل کالجوں کو فنڈز دیئے جائیں تاکہ وہاں سے اچھے ڈاکٹرز نکل سکیں اور وہ قوم کی خدمت کر سکیں۔ اگر تو ان دونوں مقاصد میں موجودہ حکومت ماضی میں بھی اور اس سال کے بجٹ میں بھی کامیاب رہی ہے تو یقیناً ان کو پورا فنڈ ملنا چاہئے بلکہ اور بھی ملنا چاہئے لیکن اگر میں بجٹ پڑھنے کے بعد یہ ثابت کر سکوں کہ موجودہ حکومت کو جو فنڈ ملا ہے وہ فنڈ انہوں نے اس مقصد کے

لئے استعمال ہی نہیں کیا کہ جس سے پنجاب کے ساڑھے آٹھ کروڑ عوام کو صحت کی بنیادی سہولتیں فراہم ہو سکیں اور فنڈز کی تقسیم انہوں نے غیر منصفانہ کی ہے۔ کسی ضلع میں چھ، چھ ارب اور نو، نو ارب روپے کے صحت کے پراجیکٹس رکھے ہیں اور کئی کئی اضلاع میں چھ ہزار یا چھ لاکھ بھی نہیں رکھا گیا۔ اس طرح سے فنڈز کا استعمال صحت کی سہولتوں کی فراہمی کرنے کے لئے پورے پنجاب کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ کچھ مخصوص اضلاع کے لئے ہے اور اس فنڈ کی اصل روح یہ تھی کہ پورے پنجاب کے ساڑھے آٹھ کروڑ عوام کو صحت کی سہولتیں ملتیں، چونکہ یہ فراہم کرنے میں ناکام رہے ہیں لہذا میں یہ سمجھتا ہوں کہ انہیں بالکل اس فنڈ کے استعمال پر کوئی حق نہیں ہے۔

جناب سپیکر! میں زبانی کلامی باتیں کرنے کی بجائے کوئی چیزیں آپ کی اور وزیر صحت کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں کہ مثال کے طور پر انہوں نے ایک اچھا کام جسے یہ شمار کرتے ہیں کارڈیالوجی ملتان کا لیکن اس میں آپ دیکھیں کہ صرف ضلع لاہور میں اور میں نے بجٹ تقریر میں کہا تھا کہ پوسٹ گریجویٹ میڈیکل انسٹیٹیوٹ میں 1071 ملین روپے ہیں، کینسر ہسپتال لاہور 1000 ملین روپے، پیڈیاٹرک ہسپتال 2244 ملین روپے، لاہور سروسز انسٹیٹیوٹ میڈیکل سائنسز لاہور 1244 ملین روپے، جنرل ہسپتال لاہور 1000 ملین روپے، میو ہسپتال 1400 ملین روپے equipment کی تیاری کے لئے لاہور میں پراجیکٹس بنا رہے ہیں جس کے لئے 1000 ملین روپے، سروسز ہسپتال کے لئے 1000 ملین روپے ہیں۔ یہ میں صرف ایک ضلع کی ایک شعبہ کی بات بتاتا ہوں اور مزید دیکھیں کہ انہوں نے بجٹ کو استعمال کرنے کے لئے 56 منصوبے ہیلتھ کے رکھے ہیں۔ اس سے آپ اندازہ کریں کہ ملتان، بہاولپور اور ڈیرہ غازی خان تین ڈویژنوں کے لئے انہوں نے 33 منصوبے رکھے ہیں۔ ایک ضلع لاہور میں 56 منصوبے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ صوبائی دارالحکومت ہے تو ہمیں بھی بہت پیارا ہے کیونکہ ہمارے صوبے کا حصہ ہے اور ملک کا حصہ ہے اور ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن میں چونکہ جس علاقے کا نمائندہ ہوں اور میں یہاں اس لئے آیا ہوں کہ اگر وہاں پر حکومت کی طرف سے کوئی زیادتی ہو رہی ہے، کوئی ناانصافی ہو رہی ہے تو ایک اس پر اپنا احتجاج ریکارڈ کرواؤں اور دوسرا حکومت کی خدمت میں request کروں کہ آپ مہربانی کریں کہ وہاں کے لوگ بھی آپ ہی کے صوبے کا حصہ ہیں اور آپ ہی کے ملک کا حصہ ہیں۔ انہیں صحت سے محروم کرکے آپ کوئی انصاف فراہم نہیں کر رہے۔ چونکہ آپ پنجاب کے لوگوں کو مساوی صحت کی سہولتوں کی فراہمی کے لئے مساوی فنڈز تقسیم کرنے میں

کامیاب نہیں رہے اور آپ کی کتابیں چیخ چیخ کر یہ کہہ رہی ہیں کہ فنڈز کی جو یہ ایلوکیشن کی گئی ہے، یہ جو بجٹ کی تقسیم ہے، اس سے چند لوگوں کو، چند اضلاع کو اور چند مخصوص من پسند تحصیلوں کو تو فائدہ مل رہا ہے لیکن بہت سے ایسے اضلاع ہیں اور کئی کروڑ لوگ ایسے ہیں جنہیں صرف خانہ پری کے طور پر صحت کی سہولتیں دی گئی ہیں۔

جناب سپیکر! میں نے ایک مثال آپ کو دی ہے اور دوسری مثال دیکھیں کہ جب یہ کہتے ہیں کہ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹرز ہسپتال ملتان بنے گا تو آپ دیکھیں کہ چار سو ملین کا پراجیکٹ ہے جس کا وزیر اعلیٰ پنجاب نے 2003 میں ملتان کے پہلے دورہ کے موقع پر اعلان کیا تھا اور میں اب 2007 میں کھڑا تقریر کر رہا ہوں اور آپ بجٹ کی کتاب اٹھا کر دیکھ لیں کہ چار سو ملین کا پراجیکٹ ہے اور اس مالی سال میں پانچ ملین رکھے گئے ہیں اور کہتے ہیں کہ 2010 میں جا کر یہ مکمل ہو گا۔ کیا یہ 10/10 سالہ پراجیکٹ ہے کہ 200 بستروں کا ہیڈ کوارٹرز ہسپتال بنا رہے ہیں اور اپنی حکومت ختم ہونے تک پانچ سالوں میں صرف 5 ملین اس سال رکھے ہیں اور 2010 تک اسے مکمل کریں گے۔

جناب سپیکر! اسی طرح لودھراں میں جو ڈی ایچ کیو بنا رہے ہیں وہ بھی چار سو ملین کا ہے اور اس میں بھی انہی کی کتاب میں کہا گیا ہے کہ 2010 تک مکمل ہو گا۔ ابھی اتنے سال گزر جانے کے باوجود بھی 11 فیصد کام کیا گیا ہے اس مالی سال میں بھی کہتے ہیں کہ 11 فیصد ہو گا اور باقی 78 فیصد کرتے کرتے کہتے ہیں کہ 2010 میں جا کر مکمل ہو گا۔ یہی حال ڈی جی خان کے ڈی ایچ کیو کے ہسپتال کا ہے کہ 437 ملین روپے سے انہوں نے یہ پراجیکٹ بنایا ہے اور 2006-07 میں 10 ملین روپے رکھے گئے اور 2007-08 میں 20 ملین روپیہ رکھا ہے۔ یہاں مجھ پر اعتراض ہوتا ہے کہ میں صرف گورنمنٹ کی اچھائیاں بیان نہیں کرتا بلکہ میں تو دونوں رخ رکھ رہا ہوں۔ جہاں جہاں گورنمنٹ جو کچھ دے رہی ہے۔ میں نے کہا ہے پچھلے سال دس ملین دیا تھا اس سال بیس ملین دیا۔ 437 ملین کے پراجیکٹ میں ان دو سالوں میں 30 ملین روپے دے کر باقی کہتے ہیں کہ تقسیم کرتے کرتے 2010 میں جا کر دیں گے۔ میری مراد یہ ہے کہ صحت کی سہولتوں کے پراجیکٹ جب حکومت نے announce کئے ہیں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے کہ انہوں نے جنوبی پنجاب میں announce کیا لیکن ان میں فنڈز کا استعمال اس قدر قلیل ہے کہ تقریر کے ذریعے نام تو لئے ہیں کہ ہم یہ کر رہے ہیں، ہم یہ کر رہے ہیں، ہم یہ کر رہے ہیں کہا تو جا سکتا ہے لیکن جب ان کے اعداد و شمار اور فگرز ہم دیکھتے ہیں تو اس میں یہ نظر آ رہا ہے کہ اس کا استعمال مناسب نہیں ہے۔

ایک دواور باتیں ناانصافی کی میں آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر! میڈیکل کالجوں کے لئے یہاں ایک ہماری معزز رکن نے قرارداد متفقہ طور پر پاس کروائی کہ جس طرح کئی کالجوں کو یونیورسٹی بنایا ہے اسی طرح نشتر کو بھی یونیورسٹی بنایا جائے۔ اپوزیشن نے اعتراض کیا نہ حکومتی بنچوں نے اعتراض کیا یہ متفقہ قرارداد پاس ہوئی اور حکومت پنجاب کو گئی کہ نشتر میڈیکل کالج کو بھی یونیورسٹی کا درجہ دیا جائے لیکن حکومت پنجاب کا کچھ عرصہ بعد جواب آیا کہ نہیں ابھی ہم اس کو مناسب نہیں سمجھتے کسی مناسب موقع پر اس پر غور وخوض کریں گے۔

جناب سپیکر! دوسری بات آپ یہ دیکھیں کہ جب نشتر میڈیکل کالج ملتان کا بچہ، رحیم یار خان کے میڈیکل کالج شیخ زید کا بچہ، بہاولپور میڈیکل کالج کا بچہ کسی ایک سبجیکٹ میں جب پانچ نمبروں سے کم پر فیل ہو جائے تو اسے گریس مارکس نہیں دیتے۔ یہ وزیر تعلیم نوٹ فرمائیں میں ہیلتھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر کو ملا ہوں انہوں نے کہا کہ جنوبی پنجاب کے میڈیکل کالجوں کے سٹوڈنٹس کے لئے کوئی گریس مارکس نہیں ہیں میں نے کہا کیوں نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا کہ سپریم کورٹ کا آرڈر ہے۔ میں چپ کر کے واپس آ گیا میں ریکارڈ پر لا رہا ہوں پچھلے سال کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج کے 41 طلباء و طالبات کو گریس مارکس دے کر پاس کیا گیا ہے یعنی جب لاہور میں پڑھنے والا طالب علم ہو تو اس پر سپریم کورٹ کی ڈائریکشن لاگو نہیں ہے اور جب یونیورسٹی آف ہیلتھ سائنسز کا بچہ ہو، ہمارے نشتر میڈیکل کالج کے بچے ہوں، ہمارے رحیم یار خان کے بچے ہوں، بہاولپور میں پڑھنے والے بچے ہوں حالانکہ ان میں تو کئی لاہور سے بھی گئے ہوئے ہوتے ہیں تو یہ ناانصافی کو نوٹ کیا جائے اور اس کو چیک کیا جائے کہ اگر گریس مارکس 41 بچوں کے لئے ہیں تو جنوبی پنجاب کے میڈیکل کالج کے سٹوڈنٹس اس سے کیوں محروم ہیں؟ کیونکہ ایک سے زائد کیس کے سلسلے میں میں خود جا کر مل آیا ہوں۔

جناب سپیکر! تیسری بات یہ ہے کہ انٹری ٹیسٹ کی باتیں کافی دیر سے ہو رہی ہیں اور اس میں حکومت کی نیک نامی نہیں ہے۔ حکومت نے ایک اچھا قدم اٹھایا ہے کہ جس میں انہوں نے آہستہ آہستہ نمبر بڑھانے شروع کر دیئے ہیں، انٹری ٹیسٹ کے نمبر کم کرنا شروع کئے ہیں میں اس میں صرف ایک تجویز دینا چاہتا ہوں کہ جب لڑکا یا لڑکی ایف ایس سی کر لیتی ہے تو اس نے بہت محنت کی ہوتی ہے میں خود ڈاکٹر ہوں اس میں دوبارہ انٹری ٹیسٹ میں بٹھا کر من پسند رزلٹ لینا وہ

مناسب نہیں ہے ہمیں اپنے تعلیمی ایجوکیشن بورڈ کے رزلٹ پر اعتماد کرنا چاہئے اگر کوئی کمی ہے تو اس کو بہتر کرنا چاہئے۔اس کی سزا میڈیکل کالج کے لاکھوں سٹوڈنٹس کو نہیں دینی چاہئے کہ انہیں آپ ایک اور عذاب میں مبتلا کرکے انٹری ٹیسٹ لیتے ہیں اس لئے میری تجویز ہے کہ انٹری ٹیسٹ منسوخ کیا جائے۔

جناب سپیکر! میں آخر میں صرف ایک بات کرکے آپ سے اجازت چاہتا ہوں ہیلتھ میں فنڈز کی distribution کرتے وقت آبادی کو یقیناً مدنظر رکھا جائے، اب کوئی میرا دوست کھڑا ہوکر کہے گا کہ موجودہ حکومت نے میں ہی کہہ دیتا ہوں کہ کارڈیالوجی شروع کیا ہے یہ ٹھیک ہے کہ ابھی تک وہ آؤٹ ڈور ڈسپنسری ہے اس میں ابھی ان ڈور شروع نہیں ہوا وہ بھی ہو جائے گا کوئی بات نہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہم نے Burn Unit بنایا ہے ابھی بلڈنگ بن رہی ہے چار سال ہوگئے ہیں ٹھیک ہے انہوں نے ایمرجنسی وارڈ شروع کیا ہے۔ موجودہ حکومت نے ملتان میں ہیلتھ کے تین چار منصوبے منظور کئے ہیں مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن ان پر implementation کی رفتار، فنڈز کی distribution، ان میں سہولتوں کی فراہمی اس قدر سست ہے جس سے محسوس ہوتا ہے کہ نجانے یہ پراجیکٹ کب مکمل ہوں گے۔ میری وزیر صحت کی خدمت میں یہ بھی تجویز ہے کہ پاکستان بیت المال پنجاب کے مریضوں کے لئے ہے اگرچہ وہ پنجاب حکومت کا نہیں ہے لیکن اس کے پاس اربوں روپے کے فنڈز ہوتے ہیں۔ جب ہسپتال میں کوئی مریض ایڈمٹ ہو تو وہاں سے لاکھ روپے کا علاج، پچاس ہزار کا علاج ہو اگر وہاں کے ڈاکٹر سے لکھوا کر بھجوائیں تو وہ چیک بھی جاری کر دیتے ہیں لیکن جناب! اتنی دیر لگ جاتی ہے کہ اس دوران بے چارے مریض کی death ہی ہو جاتی ہے۔ میں ان کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ اپنی وزارت کے ذریعے پاکستان بیت المال سے ہیلتھ کی مد میں غریبوں کی امداد کے لئے ان سے negotiate کرکے فنڈز allocate کروا کر ہسپتال کو بھجوا دیا کریں تاکہ جس جس مریض کو جتنے فنڈز کی ضرورت ہو اس کا استعمال ہو سکے۔ کنٹریکٹ پالیسی پر ڈاکٹر صاحب نے بڑی مفصل بات کی ہے میں بالکل ان کی بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ جب تک ڈاکٹرز کی اپنی نوکری کنفرم نہیں ہوگی اپنا اور اپنے بچوں کا مستقبل ان کو کنفرم نہیں ہوگا ان کے اوپر کنٹریکٹ کی تلوار لٹکا کر آپ رکھیں گے تو وہ یکسوئی اور concentration کے ساتھ عوام کی خدمت نہیں کر سکتے۔ Brain جو ہے وہ drain ہو رہا ہے ڈاکٹرز پڑھنے اور ڈگریاں حاصل کرنے کے بعد انگلینڈ، سعودی عرب اور امریکہ جا رہے ہیں۔ اس

drain ہونے والے brain کو روکنے کے لئے اس امر کی ضرورت ہے کہ ایسے قابل لوگوں کو جو cream of the Nation ہیں ان کو یہاں پر رکھا جائے، روکا جائے اور بہتر سہولتیں دی جائیں۔ خاص طور پر دیہات میں جو ڈاکٹرز کام کرتے ہیں ان کو اتنا اچھا incentive دیا جائے کہ اگر دور دراز علاقہ ہے تو ان کے پاس ایمبولینس تو موجود ہوتی ہیں اگر ڈاکٹرز، لیڈی ڈاکٹر اور سٹاف کو پک اینڈ ڈراپ کی سہولت چاہئے تو وہ بھی دی جائے تاکہ وہ دیہات کے مریضوں کو بہتر سہولیات فراہم کر سکیں۔

جناب سپیکر! میں آخر میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں جو بہت ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ہم نے ہر محکمے کی طرح صحت کے محکمے پر بھی جو ڈی ایم جی گروپ کا تھانیدار ہے جس کو کوئی پتا نہیں کہ مریض کی کیا ضروریات ہیں کبھی وہ بیمار نہیں ہوا کبھی اس کو پتا نہیں ہے کہ دیہات میں رُورل ڈسپنسری میں کیا problems ہوتی ہیں اس کو کسی چیز کا علم نہیں ہے وہ AC لگا، وہ DC لگا پھر وہ سیکرٹری بن گیا پھر وہ سیکرٹری وہاں پر رعب کے ساتھ امپورٹڈ قسم کی ٹائی لگا کر بیٹھ جاتا ہے اور ادھر ہمارا پروفیسر اور میڈیکل پرنسپل جو 22ویں گریڈ کا ہے میں نے دیکھا ہے کہ وہ باہر بیٹھا ہوتا ہے اور ہیلتھ سیکرٹری صاحب کے پاس اس سے ملنے کا وقت نہیں ہوتا۔ یہ ہمارے اساتذہ کی بے حرمتی ہے، ڈاکٹرز کی بے حرمتی ہے، پیشے کی بے حرمتی ہے۔ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ اس وقت تک ہیلتھ میں بہتری نہیں لائی جا سکتی جب تک ہیلتھ میں خدمات دینے والا بیس سال، پچیس سال، تیس سال کا تجربہ کار ڈاکٹر میرٹ پر اور تجربہ پر جب تک آپ ہیلتھ سیکرٹری اور ایڈیشنل سیکرٹری نہیں لگائیں گے اس وقت تک ہیلتھ میں کوئی سہولتیں میسر نہیں آسکتیں یہ CSP افسر کا خاص طور پر ہیلتھ کے اندر اور ایجوکیشن میں دونوں میں کوئی کردار نہیں ہے لہذا مہربانی کی جائے ان کو ڈی سی لگایا جائے، ڈی سی او لگایا جائے، ڈی پی او لگایا جائے لیکن صحت کے محکمے کو کم از کم ان سے جان چھڑوا کر یہاں پر competent، محنتی اور تجربہ کار لوگوں کو ہیلتھ سیکرٹری لگائیں۔ جتنی پالیسیاں اب تک حکومت پنجاب نے ہمیں ظاہر کی ہیں اس سے یہ لگتا ہے کہ میں نہیں سمجھتا کہ یہ فنڈز کو صحیح اور منصفانہ طریقے سے استعمال کرنے میں ناکام رہے ہیں بلکہ انہوں نے فنڈز غیر منصفانہ بنیاد پر تقسیم کئے ہیں لہذا میں نہیں سمجھتا کہ ان کو فنڈز allocate کئے جائیں۔ ان کی ماضی کی کارکردگی کی بنیاد پر اور بجٹ پر allocation کی بنیاد پر میں سمجھتا ہوں ان کو بالکل فنڈز نہ دیئے جائیں۔ ڈاکٹر صاحب نے ایک روپے کی سفارش کی ہے اگر رولز اجازت دیتے تو میں تو سمجھتا ہوں ان کے لئے

چار آنے بھی بڑے ہیں۔ بہت شکریہ

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس سلسلے میں میری یہ گزارش ہے کہ آج جمعرات ہے اور ساڑھے گیارہ بجے اور جو ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن وکلاء کا جلوس اسمبلی کے سامنے چیئرنگ کراس پر آ رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وکلاء کی جو تحریک ہے وہ اس معاشرے اور ملک کے مستقبل کے لئے کیونکہ وہ رول آف لاء چاہتے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ اس ملک میں عدلیہ آزاد ہو، وہ چاہتے ہیں کہ اس ملک کو بوٹوں سے نجات ملے اس لئے ہم ان کو ویلکم کرنے کے لئے جانا چاہتے ہیں اگر آپ ہمارا بزنس پندرہ بیس منٹ کے لئے pending کر دیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس نیک تحریک میں آپ کا بھی حصہ ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ رانا صاحب! آپ کا پوائنٹ آف آرڈر valid نہیں ہے۔ محمد وقاص صاحب! رانا صاحب! آپ کی ٹرن کب ہے؟

رانا ثناء اللہ خان: میں نے ہیلتھ پر بات کرنی ہے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے پہلے آپ بات کر لیں۔ رانا ثناء اللہ خان!

رائے منصب علی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رائے صاحب!

رائے منصب علی: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ ابھی میرے معزز دوست جناب صدیقی صاحب نے بڑی دھواں دار بات کی ہے حالانکہ ان کو مختصر بات کرنی چاہئے تھی تو میں جناب کی وساطت سے ان کی خدمت میں تھوڑا عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: رائے صاحب! اس کا منسٹر صاحب جواب دیں گے۔

رائے منصب علی: جناب سپیکر! صرف ایک بات ہے صرف ایک گزارش سن لیجئے۔ ان کا یہ کہنا ہے کہ ڈسٹرکٹ ہسپتال ملتان نہیں بن رہا یہ غلط ہے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ رانا ثناء اللہ خان!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ جو مطالبہ زر 8۔ارب 85کروڑ 35لاکھ 81 ہزار روپے سے متعلق ہے انہوں نے پچھلے سال اسی مد میں یعنی current expenditure میں چودھری صاحب کے علم میں یہ بات ہو گی کہ آپ نے 6۔ارب روپے اور کچھ روپے کی منظوری لی تھی لیکن سال کے آخر کو پہنچتے پہنچتے آپ نے 6۔ارب روپے کی بجائے اس میں آپ نے جو خرچہ کیا ہے وہ 9۔ارب روپے ہیں یعنی یہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ آپ کی mismanagement ہے اور آپ نے رولز کو observe نہیں کیا۔۔۔

ایک معزز ممبر: وہ سپلیمنٹری میں ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: نہیں، سپلیمنٹری میں نہیں۔ اب آپ جو کہہ رہے ہیں کہ یہ دیکھیں کہ آپ نے پچھلے سال 6.04۔ارب روپے ہیلتھ سروسز کے مطالبہ زر میں یہاں سے منظوری لی تھی۔ اس کو revise کر کے 9.49۔ارب روپے آپ نے خرچ کیا ہے۔ تقریباً 3۔ارب روپیہ زیادہ خرچ کیا ہے اور اس سال آپ نے 8.85۔ارب کا مطالبہ کیا ہے تو جب پچھلے سال آپ کے پاس جاریہ اخراجات کے لئے available amount جو تھی وہ 6۔ارب روپے تھی اور آپ نے خرچ 9۔ارب روپے سے اوپر کیا ہے تو اس سال 8۔ارب روپے کا آپ جو کہہ رہے ہیں تو اس میں بھی آپ نہیں رہیں گے اور آپ کا جو خرچہ ہے وہ کم از کم تقریباً 10,11۔ارب روپے اس ڈیپارٹمنٹ کا ہو گا جس میں کہ صرف تنخواہیں یا الاؤنسز ہیں۔ پھر دوسرا میں سمجھتا ہوں کہ اس میں جو ایک بہت اہم چیز ہے وہ یہ ہے کہ یہ جو آپ نے تفصیل دی ہے اس میں جو current expenditure ہے اس کے والیم 2 پر صفحہ نمبر 959 ہے اور اس کے بعد یہ آگے تین صفحات پر جاتا ہے اس میں جو double digit figures ہیں یعنی ایک ارب تو انھوں نے صرف میو ہسپتال کو دیا ہے۔ اب جو میو ہسپتال کو انھوں نے ایک ارب روپیہ دیا ہے اس کی تفصیل صفحہ نمبر 1020 سے شروع ہوتی ہے۔ اب آپ یہ دیکھ لیں کہ یہ کس طرح سے یہاں پر لوگوں کی جو یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم بہتری کر رہے ہیں؟ یہ صفحہ نمبر 1020 سے شروع ہوتا ہے اور یہ آگے 1033 پر جاتا ہے۔ اس میں ایک روپے کی بھی کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ جس سے متعلق ہم یہ کہہ سکیں کہ اس سے کسی مریض کو فائدہ پہنچا ہو۔ یہ سب تنخواہیں ہیں یا یہ الاؤنسز، یوٹیلٹی بلز ہیں اور اس میں قطعی طور پر کوئی ایک روپیہ ایسا نہیں ہے کہ جس سے یہ کہا جا سکے کہ اس سے directly یا indirectly وہ کسی مریض کو

فائدہ پہنچا ہو۔اب یہ ایک ارب روپیہ تو میو ہسپتال کو چلایا گیا ہے جبکہ پہلے اس گورنمنٹ کا یہ بھی ارادہ تھا کہ ہم اس کو شاید autonomous درجہ دے رہے ہیں اور یہ no profit no loss پر چلایا جائے گا۔ اب اس کے علاوہ 48 کروڑ روپیہ ہے، 57 کروڑ روپیہ ہے، 22 کروڑ روپیہ ہے اور یہ جو 8- ارب 85 کروڑ روپیہ ہے، اس میں سے میں نے یہ rough calculation کی ہے اس میں 7- ارب روپیہ صرف Lahore based Institution کو جاتا ہے۔اب آپ یہ دیکھ لیں کہ پورے پنجاب میں، آخر ہیں تو یہ تنخواہیں، یوٹیلٹی بلز اور الاؤنسز لیکن آپ اسی سے اندازہ لگا لیں کہ اگر ایک ڈاکٹر کسی جگہ پر بیٹھے گا تو وہیں پر بیٹھ کر ہی وہ کسی مریض کو دیکھے گا، اگر ایک آدمی بیٹھا ہے تو وہ اگر دس مریضوں کو دیکھتا ہے تو اگر دو بیٹھیں گے تو بیس کو دیکھیں گے تو یہ جو آپ نے تقریباً 9- ارب روپے کا پچھلے سال خرچہ کیا ہے اور اس سال 8.85 کا جو آپ کہہ رہے ہیں اس میں سے 7- ارب روپیہ جو ہے وہ صرف اور صرف ادھر سے ہے جو Lahore based Institutions ہیں جس کو آپ نے مختلف نام دیئے ہوئے ہیں، اس کی میں نے rough calculation کی ہے، اس میں کوئی پانچ دس کروڑ روپے کا فرق ہو گا لیکن یہ 7- ارب روپیہ صرف آپ نے لاہور کو دیا ہے۔اب پھر یہ آپ کس طرح سے کہتے ہیں کہ ہم علاقائی تفریق کو ختم کر دیں گے کہ آپ کے جو current expenditure ہیں وہ بھی آپ کے تقریباً 90 فیصد لاہور میں ہونے ہیں تو اسی حساب سے پھر ڈویلپمنٹ سائیڈ جاتی ہے۔اب اس کا جو دوسرا پہلو ہے، جو کہ میں سمجھتا ہوں کہ انتہائی تشویشناک ہے کہ اب یہ current expenditure پر تو آپ نے 6- ارب روپیہ پچھلے سال مانگا تھا اور آپ نے 9- ارب روپیہ خرچ کیا ہے، 3- ارب روپیہ زیادہ خرچ کیا ہے۔اب تنخواہیں تو آپ 9- ارب روپے دے رہے ہیں، یوٹیلٹی بلز جو اس میں سارا کچھ شامل ہے تو یہ جو ڈویلپمنٹ سائیڈ پر جاتے ہیں، ڈویلپمنٹ سائیڈ پر آپ نے پچھلے سال 4- ارب روپے فنڈ رکھا تھا اور وہ بھی آپ پورا خرچ نہیں کر سکے۔

یہ آپ کی جو سالانہ بجٹ سٹیٹمنٹ ہے، اب مجھے پتا نہیں کہ وزیر خزانہ کی طرح چودھری صاحب بھی کہیں کہ یہاں پر ہم figures نہیں لکھتے، وہ بعد میں ہم کسی اور جگہ سے اگر فنڈز یہاں سے ایگریکلچر کے لئے منظور ہوں تو بعد میں ہم خرچ ایجوکیشن پر کر دیتے ہیں۔آپ کی یہ figures یہی کہہ رہی ہیں کہ آپ نے 4.2- ارب روپیہ ہیلتھ میں ڈویلپمنٹ سائیڈ پر رکھا تھا لیکن کچھ 3- ارب روپیہ آپ نے خرچ کیا ہے اور ایک ارب روپیہ، جب آپ اخراجات کرتے ہیں

توپھر تو آپ 6-ارب روپے کی بجائے 9-ارب روپے کرتے ہیں، جب آپ ڈویلپمنٹ سائیڈ پر آتے ہیں تو پھر آپ 4-ارب روپے کی بجائے نیچے کو آ جاتے ہیں۔ اس میں اور زیادہ پریشانی والی بات یہ ہے کہ اس میں جو ہسپتال سروسز ہیں اس میں آپ نے یہ ایک ارب روپیہ جو کم کیا ہے وہ دوسری جو بلڈنگ سائیڈ ہے اس میں آپ نے تقریباً پورے کر دیئے ہیں لیکن جو ہسپتال سروسز ہے اس میں آپ نے 2.4-ارب روپے کی بجائے 1.7-ارب روپے خرچ کیا ہے، اس میں ایک ارب روپے کی آپ نے کمی کی ہے۔

جناب سپیکر! اب آپ ڈویلپمنٹ سائیڈ پر آ جائیں اس میں بھی انھوں نے یہی کیا ہے کہ اربوں روپے تنخواہ لینے کے بعد یہ خرچ آپ دیکھیں کہ کس طرح سے کرتے ہیں؟ جہاں کہیں بھی اس میں three digit figure ہے یعنی اگر 45 کروڑ روپے کی figure ہے تو یہ provision for missing facilities in the Punjab ہے۔ اب اس میں کوئی نہیں لکھا کہ in the Punjab سے کیا مراد ہے، یہ پنجاب میں کہاں خرچ ہوگی اور کس ڈسٹرکٹ میں خرچ ہوگی؟ اب جو رقم لاہور میں خرچ ہونی ہے وہ یہاں پر سارا لکھا ہوا ہے کہ اپ گریڈیشن آف میو ہسپتال وہاں پر یہ ایک کروڑ روپے دے رہے ہیں۔ اس کے بعد پھر میو ہسپتال میں یہ پانچ کروڑ روپے دے رہے ہیں۔ پھر اس کے بعد کوئی medical facilities کی completion ہے اس میں یہ ایک کروڑ 28 لاکھ روپے دے رہے ہیں۔ اسی طرح renovation کے لئے دے رہے ہیں۔ اسی طرح سے لیڈی ولنگڈن ہسپتال ہے اس میں بھی ایک کروڑ 35 لاکھ روپے دے رہے ہیں۔ اسی طرح سروسز ہسپتال میں construction of O.P.D ہے اس میں تین کروڑ روپے دے رہے ہیں۔ اسی طرح گنگارام ہسپتال میں improvement of water supply کے لئے ایک کروڑ 89 لاکھ روپے دے رہے ہیں۔ ڈویلپمنٹ میں بھی انھوں نے جو رقم رکھی ہے اس میں بھی تقریباً 75 فیصد جو ہے وہ Lahore based Institutions کو دے رہے ہیں۔ اس میں باقاعدہ اس سکیم کا نام ہے کہ کون سا وارڈ بنے گا، کون سی بلڈنگ بنے گی اور اس کے آگے رقم دی ہوئی ہے۔ باقی جو رقم ہے اس میں وہ قطعی طور پر اس بات کا ذکر نہیں کرتے کہ وہ اگر پنجاب میں انھوں نے خرچ کرنی ہے، یہ لمبی لسٹ ہے، لاہور کے جو انسٹیٹیوشنز ہیں ان میں یہ purchase of equipment ہے، اسی طرح سے یہ لاہور میں کوئی ہوسٹل ہے، اسی طرح سے یہ میو ہسپتال میں Establishment of Punjab Institute ہے، آگے جا کر پھر ایک جگہ پر three digit

figureدس کروڑ روپے کی ہے، یہاں پر پھر block allocation for implementation of master plan for upgradation of D.H.Q, T.H.Qلکھا ہوا ہے۔آگے جا کر پھر ایک جگہ پر ہےthree digitsمیں10 کروڑ کی فگر ہے تو یہاں پر پھر لکھا ہوا ہےblock allocation for implementation of master plan for upgradation of DHQ/THQ hospitals in urban areas.یعنی یہ بھی پورے پنجاب میں ان کی discretionہے کہ کس ضلع میں دیں، کس تحصیل میں دیں،یہاں پر کسی کا ذکر نہیں ہے جبکہ یہ جو سکیمز ہیں ان میں باقاعدہ نام لکھا ہوا ہے کہ جی فلاں جگہ کے لئے10 کروڑ روپے ہیں، فلاں جگہ کے لئے2 کروڑ روپے ہیں اور فلاں جگہ کے لئے ڈیڑھ کروڑ روپیہ ہے لیکن باقی یہاں پر انھوں نے block allocationدی ہوئی ہے۔اسی طرح سے پچھلے سال انھوں نے یہ کہا تھا کہ:

Establishment of Emergency Services Academies in major cities of Punjab.

یعنی میرا بات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ جو اس قسم کیdiscretion or amount رکھتے ہیں، ایک camouflageہے۔یہ اس طرح سےamountرکھ لیتے کہ وہ کسی سکیم کو identifyنہیں کرتی، کسی ضلع کوidentifyنہیں کرتی اور بعد میں پورا سال گزرنے کے بعد اس کو پھر یہ گول کر دیتے ہیں۔جیسے میں نے کہا کہmajor citiesمیں انھوں نے 10 کروڑ روپے رکھے ہیں۔اب پچھلے سال انھوں نےEstablishment of Emergency Services Academies in major cities of Punjab.میں10کروڑ روپے کی رقم رکھی تھی اور اس میں سے خرچ کتنا کیا ہے صرف45 لاکھ روپے خرچ کئے ہیں۔اس کی کافی لمبی تفصیل ہے۔اس میں آپ دیکھیں کہ جس سکیم کےagainstآپ نے پیسے رکھے ہیں وہ آپ نے خرچ کئے ہیں اور جو آپ نےin lump sumرکھے ہیں پچھلے سال کاtrack recordیہ ہے کہ وہ آپ نے خرچ نہیں کئے۔میں آپ کی سہولت کے لئے عرض کرتا ہوں کہ اس کا صفحہ نمبر1609 ہے اور اس کے نمبر4 پر یہ آتا ہے کہ آپ نے Establishment of Emergency Services Academies in major cities of Punjab.کے لئے10کروڑ روپے کی رقم رکھی تھی اور یہ کہا تھا کہ یہmajor citiesمیں خرچ ہو گی۔کسmajor cityمیں خرچ ہو گی؟یہ کوئی پتا نہیں۔اس میں سے آپ نے صرف45لاکھ روپے خرچ کئے ہیں،9.5کروڑ روپے خرچ نہیں کئے جبکہ اس سال آپ نے اس میں کوئی رقم نہیں رکھی تو یہ آپ کی صورتحال ہے کہ

آپ اس رقم کا اس طرح سے ضیاع کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اگر میو ہسپتال کو یہ اسی بات پر چھوڑ دیں کہ میو ہسپتال والے جو ڈاکٹر صاحبان ہیں وہ جس طرح کا وہاں پر علاج کرتے ہیں وہ no profit no loss basis پر اس ہسپتال کو چلائیں تو میرا خیال ہے کہ وہ بہتر انداز میں لوگوں کو وہاں سے ادویات اور میڈیکل سہولت دے سکیں گے۔ یہ ایک ارب روپیہ جو کہ taxes سے ان کو جاتا ہے کم از کم بچ جائے گا۔ یہ سامنے گنگارام ہسپتال کی ایمرجنسی وارڈ ہے۔ ایمرجنسی وارڈ کو آپ اگر باہر سے دیکھیں تو آپ کو ایسے لگتا ہے کہ جیسے یہ بہت بڑا ہسپتال ہے اور لوگوں کو یہاں پر بہت بڑی سہولت حاصل ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس کا جتنا ایریا ہے اگر آپ اس کا اندازہ لگائیں اور جتنی اس پر خوبصورت بلڈنگ بنی ہے اس کا اندازہ لگائیں تو یقیناً وہ اربوں روپے کی لاگت کی ایک پراپرٹی ہے۔ اگر آپ اس کے اندر چلے جائیں، چودھری صاحب! آپ یقین کریں کہ اس کی ایمرجنسی وارڈ میں کل 35/40 beds ہیں۔ یہ اربوں روپے کی پراپرٹی، اربوں روپے خرچ کرنے کے بعد اس کی ایمرجنسی وارڈ جہاں پر مریض جا کر induct ہوتے ہیں۔ تین دن پہلے مجھے وہاں پر جانے کا اتفاق ہوا تو آپ یقین کریں کہ وہاں پر انجکشن لگوانے کے لئے بھی آدمی کے بیٹھنے کے لئے جگہ نہیں ہے۔ یعنی مریض زیادہ ہیں اور beds جو اس وقت پڑے تھے زیادہ سے زیادہ 35/40 کے قریب ہوں گے۔ آپ میو ہسپتال پر ایک ارب روپے کا خرچہ کرتے ہیں۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ آپ نے ایک ارب روپے خرچ کر دیئے ہیں لیکن ہم نے تو یہ دیکھنا ہے کہ اس کا outcome کیا ہے؟ ایک ارب روپے کی تنخواہیں لینے کے بعد ڈاکٹر صاحبان لوگوں کو facilities کیا دے رہے ہیں؟ اگر یہاں پر گنگارام کی ایمرجنسی میں آپ نے 3 یا 4۔ ارب روپے لگائے ہیں، اس کی بہت خوبصورت عمارت ہے تو اس کے بعد آپ کتنے مریضوں کو وہاں پر علاج کی سہولت دیتے ہیں۔ وہاں پر 35 بیڈز ہیں یا کہ 350؟ دیکھنے والی بات تو یہ ہے۔

جناب والا! میرا یہ خیال ہے کہ یہ جو انھوں نے 9۔ ارب روپے کا خرچہ پچھلے سال کیا ہے اس amount کے تناظر میں، اس کے against، اگر ہم اس amount کو confront کریں ان سہولتوں سے جو کہ اس ڈیپارٹمنٹ نے لوگوں کو دی ہیں تو وہ بالکل نہ ہونے کے برابر ہیں اور یہ خرچہ بالکل زیادہ ہوا ہے، اس کا ضیاع ہوا ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس مطالبہ زر کو منظور نہیں کرنا چاہئے۔ دوسرا میں چودھری صاحب کے نوٹس میں یہ بات بھی لاؤں گا کہ آپ کے جو بڑے ہسپتال ہیں ان میں غریب آدمی کا علاج مفت نہیں کیا جاتا۔ مثال کے طور پر یہ جو پنجاب

انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی ہے۔اس کا معیار no doubt بہتر ہے اور وہاں پر لوگوں کے آپریشن بہتر ہوتے ہیں، لوگ وہاں پر attract بھی کرتے ہیں۔ پرائیویٹ ہسپتال کے مقابلے میں وہاں پر لوگ prefer کرتے ہیں لیکن وہاں پر حالت یہ ہے کہ اب ہارٹ سرجری کے لئے کم از کم ڈیڑھ دو لاکھ یا تین لاکھ روپے کا خرچہ ہے۔وہاں پر جب کوئی غریب آدمی جاتا ہے تو اس کو ایک ایک سال انتظار کرنا پڑتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے فنڈز آپ کو زکوٰۃ فنڈز سے یا بیت المال سے آنے ہوتے ہیں۔بیت المال یا زکوٰۃ فنڈز سے منظوری لینے کے لئے لمبی لائن لگی ہوتی ہے اس کے لئے سال سال انتظار کرنا پڑتا ہے۔اپریل میں آکر وہ جواب دینا شروع کر دیتے ہیں کہ جی ہمارے پاس فنڈز ختم ہو گئے ہیں۔میرے حلقے کی ایک بچی تھی اس کی عمر تقریباً 8/10 سال ہے۔Diagnose ہوا کہ اس کے دل میں سوراخ ہے اس کے آپریشن کے لئے میں نے وہاں پر انچارج ڈاکٹر جواد صاحب سے رابطہ کیا تو انھوں نے کہا کہ جی ہمارے پاس زکوٰۃ فنڈز ختم ہو گیا ہے۔ایک تو اس کا procedure اتنا لمبا ہے کہ اس کی منظوری آتے آتے چھ ماہ لگ جاتے ہیں۔دوسرا یہ ہے کہ اگر منظوری آجاتی ہے تو اس کے بعد فنڈز جون سے تین چار ماہ پہلے ختم ہو جاتے ہیں۔وہ privately، انسانی ہمدردی کے ناتے کوشش کرتے ہیں اور پرائیویٹ ڈونرز کو درخواست کر کے لوگوں کو آپریشن کی سہولت دلواتے ہیں۔یعنی غریب آدمی کو وہاں پر چھ چھ ماہ، سال سال انتظار کرنا پڑتا ہے۔ تو اس سلسلے میں بھی ان کو توجہ دینی چاہئے کہ جب آپ ایک انسٹیٹیوشن کا کسی آدمی کو انچارج بناتے ہیں اور اس کی disposal پر current expenditure میں ایک ایک ارب روپے، 83/83 کروڑ روپے رکھتے ہیں تو پھر زکوٰۃ فنڈز کے پیسے بھی ان کی disposal پر رکھیں کہ وہ جس مریض کو سمجھیں کہ یہ مستحق ہے اسے دیں۔اسی کو اس بات کا اختیار ہو کہ اس فنڈز سے disbursement ہو جائے اور اس مریض کو آپریشن کے لئے چھ ماہ انتظار نہ کرنا پڑے تو میں یہی سمجھتا ہوں کہ اس محکمہ کو no profit no loss basis پر ان ڈاکٹر صاحبان کو lease پر دے دیا جائے جو کہ وہاں پر کام کرتے ہیں اور یہ 9۔ارب روپے بچا کر کسی اور بہتر سکیم یا اس صوبے کے عوام کی بہتری کے لئے خرچ کیا جائے۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔جی، محمد وقاص صاحب!

محترمہ صبا صادق: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ صبا صادق صاحبہ! فرمائیں۔

محترمہ صبا صادق: جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ آج اس جانب مبذول کرانا چاہوں گی کہ اپوزیشن بنچوں کی طرف سے بہت دیدہ دلیری کے ساتھ جھوٹ بولا جاتا ہے۔ میں ہیلتھ پر بحث کروں گی نہ ہی میں ان کی بات کا یہاں پر جواب دوں گی۔ وزیر صحت بیٹھے ہیں وہ جواب دیں گے۔ سب لوگ بڑی اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس وقت ہمارے صوبہ پنجاب کے ہسپتالوں اور ایمرجنسی کی کیا پوزیشن ہے۔ جناب! جو علاج ایک وزیر کو ملتا ہے وہی ایک فقیر کو بھی ملتا ہے۔ یہ وہ انصاف ہے جو کہ خلفائے راشدین نے دیا تھا۔

جناب سپیکر! آج کا ایک موقر اخبار اس بات کا ثبوت ہے اور گواہی ہے کہ یہ اپوزیشن کے لوگ کتنا اسلام پسند ہیں، یہ کتنا پاکستان کے محب وطن ہیں، یہ کتنا پاکستانی عوام کے ساتھ پیار کرتے ہیں۔ جس ہستی کے لئے یہ دو جہاں بنائے گئے، جن پر ہمارے ماں باپ قربان، ہماری اولاد قربان اور ہم خود قربان۔

جناب والا! بی بی بے نظیر بھٹو جو اس وقت باہر مغرب زدہ قوم کے ساتھ ہیں میں آپ سے درخواست کروں گی کہ ان کو ہاؤس آف کامن یا ہاؤس آف لارڈز کا ممبر بنا کر ان کی خواہش کو پورا کر دیا جائے کیونکہ وہ اقتدار کی ہوس میں، ان کو خوش کرنے کے لئے آقائے دو جہاں ﷺ کی بجائے وہ شاتم رسول کی وکالت کر رہی ہیں۔ اس پر نہ صرف میں بلکہ پوری قوم احتجاج کرتی ہے۔

معزز ممبران حزب اقتدار: شیم، شیم۔

محترمہ صبا صادق: میں ان سے یہ پوچھتی ہوں کہ یہ وکلاء کی وکالت کرتے ہیں۔ کیا ہمارے مذہب اسلام میں کوئی قاضی غلط فیصلہ کرے تو اس کا احتساب ہمارے قرآن پاک میں نہیں، ہماری سنت میں نہیں اور ہماری شریعت میں نہیں۔ یہ کیوں اس بات کو آگے لے کر چلتے ہیں۔ میں بے نظیر بھٹو سے اس بات کا جواب چاہتی ہوں، پوری عوام کی طرف سے، امت مسلمہ کی طرف سے کہ انھوں نے سلمان رشدی کی وکالت کر کے کیوں ایسا ثبوت دیا؟

جناب سپیکر! یہ ہمارے پاکستان کی اپوزیشن ہے، یہ پنجاب کی اپوزیشن ہے اگر ان کو اسلام کے ساتھ محبت ہوتی اگر ان کو آقائے دو جہاں کے ساتھ عقیدت ہوتی تو پھر آج اخبار کی یہ زینت نہ بنتا۔ پہلے شاہ محمود قریشی نے بات کی اور اس نے کہا کہ میں نے تردید نہیں کرنی لیکن جب یہاں ہاؤس میں پاکستان اور اسلام پسند لوگوں نے احتجاج کیا تو انھیں مجبوراً تردید کرنا پڑی۔ نواز شریف کو ہاؤس آف کامن میں لے جائیں اور بے نظیر بھٹو کو ہاؤس آف لارڈ میں لے جائیں تاکہ ان کے اقتدار کی

خواہش پوری ہو لیکن پاکستانی عوام انھیں پاکستان میں نہیں آنے دے گی۔ ہم ان کو اجازت دیں گے اور نہ ہی ان کو برداشت کریں گے۔(نعرہ ہائے تحسین)

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں باہر جا رہا تھا میں ان کی کسی بات کا جواب نہیں دوں گا۔

جناب سپیکر: ان کا جواب تو سماں صاحب دیں گے۔

رانا ثناء اللہ خان: میں محترمہ کی خدمت میں صرف یہی عرض کرنا کافی سمجھتا ہوں کہ انھوں نے فرمایا کہ [*******]

جناب سپیکر: یہ الفاظ کارروائی سے حذف کئے جاتے ہیں۔

محترمہ صبا صادق: جناب سپیکر! مجھے ان کی بات کا جواب دے لینے دیں۔

جناب سپیکر: جی، سماں صاحب! محترمہ اس پر کافی بات ہو گئی ہے۔

محترمہ صبا صادق: جناب والا! انھوں نے میرے متعلق بات کی ہے لہذا مجھے بات کرنے دیں۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ صبا صادق: جناب سپیکر! میں اپنے ایمان کو حاظر ناظر جان کر کہتی ہوں کہ میں ان کو کہتی رہی کہ آپ ہاؤس میں بیٹھ کر عوام کی نمائندگی کریں، آپ اپنی سکیمیں دیں اور عوام کے لئے تجاویز دیں لیکن میں وہاں بیٹھ کر ہمیشہ زندہ باد، مردہ باد کا نعرہ نہیں لگا سکتی تھی اس لئے میں نے اپنے ضمیر کے ساتھ یہ فیصلہ کیا۔(نعرہ ہائے تحسین)
میں نے ان لوگوں کا ساتھ دیا جنھوں نے ملک و قوم کی ترقی کے لئے دن رات محنت کی، جنھوں نے غریب عوام کی بے حالی کو خوشحالی میں بدلنے کے لئے کام کیا۔ میں نے چودھری پرویز الٰہی کا ساتھ دیا کیونکہ وہ غریبوں کا ہمدرد ہے اور وہ پنجاب کی عوام کا ہمدرد ہے۔ میں نے جنرل پرویز مشرف کا ساتھ دیا۔

جناب سپیکر! میں نے 22 سال سیاسی جدوجہد کی۔ آج سے پہلے مجھ سمیت کسی سیاسی عورت کو یہ موقع نصیب نہیں ہوا تھا کہ وہ اسمبلی کے floor پر آسکے۔۔۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب محمد وقاص: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: وقاص صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

محترمہ صبا صادق: جناب سپیکر! یہ کس منہ سے بات کرتے ہیں۔ رانا ثناء اللہ کا کیا سفر ہے؟ میں نے ان کو چھوڑ دیا اور اب عوام نے بھی ان کو چھوڑ دیا۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ سماں صاحب!

چودھری اعجاز احمد سماں: شکریہ۔ جناب سپیکر! پہلی بات تو یہ ہے کہ پیپلز پارٹی قطعاً اسلام کے خلاف نہیں ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ ہر آدمی کا ایک ذاتی معاملہ ہے۔

معزز ممبران حزب اقتدار: یہ کسی کا ذاتی معاملہ نہیں ہے۔

چودھری اعجاز احمد سماں: لیکن محض اخباری خبر کی بنیاد پر بغیر تصدیق کئے یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ بے نظیر بھٹو یا شاہ محمود قریشی نے یہ بیان دیا۔

جناب سپیکر: اس معاملے پر کافی بات ہو چکی ہے۔

چودھری اعجاز احمد سماں: میں endorse کرتا ہوں کہ محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ اور شاہ محمود قریشی نے اسلام کے خلاف یا رشدی کے حق میں بیان نہیں دیا۔ محض سیاسی خبر بنانے اور اخبار کی زینت بننے کے لئے یہ لوگ بغیر کسی منطق اور بغیر کسی logic کے ایوان میں اپنا نام لینا چاہتے ہیں۔ ہم لوگ مسلمان ہیں۔ اسلام ہماری جان ہے اور اس کے لئے ہم قربان بھی ہونا چاہتے ہیں۔ محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ، شاہ محمود قریشی اور ہماری پارٹی رشدی کے سر کے خطاب کی تائید کرتی ہے اور نہ ہی ایسے بیان دیئے ہیں۔ یہاں ایوان میں صرف مخالفت کی وجہ سے یہ بات کر رہے ہیں۔

جناب والا! تاریخ دیکھیں کہ پندرھویں صدی میں جس وقت ابن رشد سپین کا چیف جسٹس تھا اور جب اس کے سامنے عیسائی ایڈووکیٹ پیش ہوئے تو اس نے یہ کہا تھا کہ آپ مذہب کا ناول مت سنائیں بلکہ آپ logic کی بات کریں۔ ہم لوگ سب کچھ اسلام کے مطابق چاہتے ہیں۔ ہماری زندگی اسلام کے مطابق ہے لیکن منطقی انجام چاہتے ہیں۔ ہم اور ہماری پارٹی کسی ایسی بات کو support نہیں کرتی جو رسول پاک ﷺ، آل رسول یا اسلام کے خلاف ہو۔ اگر وزیر اعلیٰ صاحب کا اتنا character ہے تو اپنے من کے اندر جھانکنا چاہئے کہ کس آدمی کی کیا زندگی ہے؟

جناب سپیکر: شکریہ۔ تشریف رکھیں۔ جی، مخدوم اشفاق صاحب!

وزیر انسانی حقوق: جناب سپیکر! محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ نے جو بیان دیا ہے اس کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ سب جانتے ہیں کہ وہ امریکہ کی یاترا پر کئی مرتبہ گئی ہیں اور وہ دنیا اور اپنے آقاؤں کو یہ تاثر دیتی ہیں کہ terrorism کو صرف اور صرف وہی کنٹرول کر سکتی ہیں۔ ان کو یہ انتہائی غلط فہمی ہے۔ اگر terrorism کو کوئی کنٹرول کر سکتا ہے تو وہ پرویز مشرف ہے اس سے بہتر کوئی آدمی نہیں ہے۔ انھوں نے جو بیان دیا ہے اس کی قطعی ضرورت نہیں تھی۔ ہم اس کی مذمت کرتے ہیں اور مجھے معلوم ہے کہ اس بیان پر پیپلز پارٹی کے لوگ شرمندہ ہیں اس لئے آج وہ ایوان میں آئے ہی نہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جی، شکریہ

چودھری اعجاز احمد سماں: جناب سپیکر! مخدوم اشفاق صاحب کے بھائی مخدوم الطاف کی روح بھی ان پر شرمندہ ہے کہ یہ کیا کر رہے ہیں؟

جناب سپیکر: سماں صاحب! پلیز۔ جی، چودھری صاحب!

جناب صبغت اللہ چودھری (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر!

تیرے نام پہ کروں جان فدا
یہ جان کیا دو جہاں فدا
دو جہاں سے نہیں جی بھرا
کروں کیا کہ کروڑوں جہاں نہیں

جناب سپیکر! وہ شخصیت، وہ ذات جو معرض وجود کائنات کا منبع ہے وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا۔ نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر، وہی قرآن وہی فرقان، وہی یسین وہ طہٰ۔ آقائے دو عالم ﷺ کی ذات گرامی وہ ذات ہے جس پر پوری کائنات فدا کی جا سکتی ہے۔ کسی ایک ذات کا مسئلہ نہیں لیکن محترمہ بے نظیر بھٹو نے اپنے سیاہ نامہ اعمال میں ایک اور اضافہ کر لیا ہے۔ میں آپ کی اجازت سے یہ بات کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ہمارے علمائے حق نے آج تک ایک تاریخ رقم کر رکھی ہے۔ جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے سے لے کر آج تک جتنے علمائے حق گزرے ہیں ان کا اس بات پر متفقہ فیصلہ ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ کے نعلین مبارک کو جتڑی کہنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

آقائے دوعالم ﷺ کی شان کی بات کرتے ہوئے چھوٹا منہ بڑی بات ہے اور عشاق کرام نے یہ بات کہی ہے کہ:

هزار بار بشویم دهن ز عطر و گلاب
هنوز نام تیرا گویم کمال بے ادبی ایست

آقائے دوعالم ﷺ کی ذات بابرکات کی نسبت سے یہ کائنات قائم ہے۔ یہ شمس و قمر قائم ہیں۔ کائنات میں توسیع انہی کی ذات سے ہے۔ جناب احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں جو فتاوے جاری کئے ہیں وہ فتاویٰ رضویہ میں موجود ہیں۔ تمام علمائے حق کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ کی شان میں عمداً گستاخی کرنے والا، سہواً گستاخی کرنے والا اور اشارے کنائے سے بات کرنے والا دائرہ اسلام میں نہیں رہتا۔ آقائے دوعالم ﷺ کے خلاف جو کتاب لکھی گئی ہے۔ اس سلمان رشدی کی ہاں میں ہاں ملانے والے لوگ اپنی عاقبت کی فکر کریں۔

جناب سپیکر! یہ زندگی آنی جانی ہے میں وزیر اعلیٰ کی موجودگی میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ جس حکومت نے رشدی کو سر کا خطاب دیا ہے۔ پنجاب گورنمنٹ اس سر کو اتارنے کے لئے فنڈز مختص کرے اور وہ قبیلہ تشکیل دیا جائے جو سلمان رشدی کو نوچ کر کھالے اور اس سے اس دنیا میں رہنے کا حق چھین لیا جائے۔ اسلام میں خودکش حملہ قطعاً ناجائز ہے لیکن میں پنجاب حکومت سے گزارش کرتا ہوں اور میں جناب وزیر اعلیٰ کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ وہ اس مقصد کے لئے فنڈز مختص کریں۔ جیسے ریاض بسرا کے سر کی قیمت مقرر کی گئی تھی، سلمان رشدی کے سر کی قیمت بھی مقرر کی جائے۔ میں انہی الفاظ پر اکتفا کرتے ہوئے اجازت چاہتا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ یہ پچھلے تین چار دن سے مسلسل اس معزز ایوان میں یہ معاملہ اٹھایا جاتا رہا ہے اور ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی کے ساتھ تعلق رکھنے والے دوست جو ہیں وہ دہری پالیسی اپنائے ہوئے ہیں۔ پہلے دو دن مسلسل ہمارے ایم ایم اے کے دوستوں کی طرف سے یہ مسئلہ اٹھایا گیا اور دو دن مسلسل ہمارے احتجاج کرنے پر انہوں نے شاہ محمود قریشی صاحب کی طرف سے ایک مبہم سی تردید دینے پر تیار ہوئے اور اس کے بعد آج انتہائی افسوس کی بات ہے کہ جب کل ہی اس معزز ایوان میں متفقہ طور

پر صحافیوں کے ساتھ مل کر احتجاج کیا اور آج محترمہ بے نظیر بھٹو کی طرف سے یہ بیان آنا کہ رشدی کے معاملے پر جو پاکستان گورنمنٹ کا اور گورنمنٹ آف پاکستان میں اس لئے کہتا ہوں کہ اعجاز الحق فرد واحد نہیں ہیں۔ اعجاز الحق مذہبی امور کے وزیر ہیں اور گورنمنٹ آف پاکستان کی نمائندگی کرتے ہیں اور ان کا مؤقف جو ہے وہ گورنمنٹ آف پاکستان کا مؤقف ہے وہ اعجاز الحق کا ذاتی مؤقف نہیں ہے اور وزیر اعلیٰ صاحب نے مجھے بتایا ہے کہ فارن آفس نے بھی اس کو condemned کیا ہے اور یہ حقیقت ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ حکومت پاکستان کے مؤقف کے برعکس کوئی مؤقف دینا اس بات کا ثبوت ہے کہ ہم مغرب کی تقلید میں اتنے اندھے ہو چکے ہیں کہ ہم آقائے دو جہاں کی شان میں جو گستاخی کی گئی ہے اس کو بھی برداشت کرنے کے لئے تیار ہیں جو کہ انتہائی قابل مذمت ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ کل اس معزز ایوان میں ایک انتہائی اہم اقدام اٹھایا اور متفقہ طور پر یہ احتجاج کیا اور آج پیپلز پارٹی کے اس دہرے ردعمل پر منافقانہ رویہ پر اور ایک دہری پالیسی پر ہم احتجاج کرنا چاہتے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ کسی بھی پاکستانی کو اور خاص طور پر ان لوگوں کو جو ایک پارٹی کے سربراہ بھی ہوں اور وہ یہ کہے اور ایک وکیل کا کردار ادا کر رہی ہو یہ انتہائی قابل شرم بات ہے۔ ہم بے نظیر بھٹو صاحبہ کے اس وکیل کا کردار ادا کرنے پر احتجاجاً ٹوکن واک آؤٹ کرتے ہیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی کی اس پالیسی پر اور ان کی قائد کی اس پالیسی پر ٹوکن واک آوٹ کرتے ہیں اور میں درخواست کروں گا ایم ایم اے کے بھائیوں سے کہ ان کے کہنے پر یہ معاملہ اس معزز ایوان میں اٹھایا گیا تمام ایوان نے ان کے ساتھ اتفاق کیا اور آج وہ اس پورے ایوان کے ساتھ ان لوگوں کے خلاف احتجاج میں شامل ہوں جو رشدی کی وکالت کر رہے ہیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: رشدی کے وکیل مردہ باد۔ رشدی کی وکیل مردہ باد۔

(اس مرحلہ پر وزیر اعلیٰ چودھری پرویز الٰہی وزراء اور حکومتی پارٹی
کے تمام معزز اراکین نے ٹوکن واک آؤٹ کیا)

(اسی مرحلہ پر پیپلز پارٹی پارلیمنٹیرین کی رکن عظمیٰ بخاری
اور محترمہ صغیرہ اسلام نے نعرے لگائے کہ پرویز الٰہی عذاب الٰہی)

(اس مرحلہ پر جواب میں حکومتی بنچوں سے خواتین اراکین نے
بے نظیر بے ضمیر کے نعرے لگائے)

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ تشریف رکھیں۔ جی، ارشد محمود بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ لاء منسٹر صاحب نے کہا ہے کہ ایم ایم اے کا جو مطالبہ تھا اس پر ہم نے اور پورے ہاؤس نے ان کا یہ مطالبہ منظور کیا تھا اور اس پر پورے ہاؤس نے احتجاج بھی کیا تھا۔ اس حد تک تو اس ایوان میں بیٹھے ہوئے ہر فرد نے اتفاق کیا تھا اور اس میں پیپلز پارٹی مسلم لیگ (ن) اور مسلم لیگ (ق) کے دوستوں نے مشترکہ طور پر قرارداد کی بھی حمایت کی تھی۔ جہاں تک ان کا بے نظیر صاحبہ کے متعلق۔۔۔ (قطع کلامیاں)

جناب والا! اس معاملے پر ہم راجہ صاحب کی بات سے اتفاق نہیں کرتے کہ ہمیں بھی ان کے ساتھ واک آؤٹ کرنا چاہئے۔ ہم اس پر اتفاق نہیں کرتے کہ جو راجہ بشارت صاحب نے یہ کہا ہے کہ ہم پیپلز پارٹی کی چیئر پرسن محترمہ بے نظیر بھٹو کے خلاف جو انہوں نے سٹیٹمنٹ دی ہے ہم اس کو درست نہیں سمجھتے۔ جب اس ہاؤس میں بیٹھے ہوئے ہر فرد نے اس کی مذمت کی تھی تو میں سمجھتا ہوں کہ اب اس لیول پر یہ روش کوئی اچھی روش نہیں ہے۔ (قطع کلامیاں)

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب والا! ہمیں بھی بات کرنے کا موقع دیا جائے۔

جناب سپیکر: میں آپ کو ٹائم نہیں دے رہا، تشریف رکھیں۔ محمد وقاص صاحب!

جناب محمد وقاص: جناب سپیکر! میں اس ایوان میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ شان رسالت پر راجہ بشارت صاحب نے جو سٹینڈ لیا ہے بالکل ٹھیک لیا ہے اور اس پر ہم کوئی compromise نہیں کر سکتے اور ہم واک آؤٹ کرتے ہیں۔

(اس مرحلہ پر اپوزیشن کی طرف سے ایم ایم اے نے ٹوکن واک آؤٹ کیا)

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب والا! ایم ایم اے کے ہمارے بھائی جو واک آؤٹ کر کے باہر تشریف لے گئے ہیں ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور اب صرف رشدی کی وکیل یہاں پر بیٹھی رہ گئی ہیں۔ گستاخ رسول۔۔۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ تمام اراکین اسمبلی سے یہ گزارش ہے کہ اپنی اپنی سیٹوں پر تشریف رکھیں۔ سید احسان اللہ وقاص۔ اپنی تحریک پر بات کریں۔ تشریف رکھیں کافی باتیں ہو گئی ہیں۔ سید احسان اللہ وقاص! (قطع کلامیاں)

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! میں گزارش کروں گا کہ۔۔۔

جناب سپیکر: رانا صاحب کیا بات کرنی ہے کافی باتیں ہو گئی ہیں؟ (قطع کلامیاں)

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! مختصراً عرض کروں گا۔۔۔

جناب سپیکر: کافی بات ہو گئی ہے۔ (قطع کلامیاں)

رانا آفتاب احمد خان: جناب والا! ہمیں بات کرنے کی اجازت نہیں دی جا رہی۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: رانا صاحب بیٹھیں۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب والا! بات تو کرنے دیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: تشریف تو رکھیں۔ آپ بیٹھیں۔ پلیز بیٹھیں۔ تمام اراکین اسمبلی سے گزارش ہے کہ پلیز اپنی اپنی سیٹوں پر تشریف رکھیں۔ رانا آفتاب احمد خان بات کریں گے۔ (قطع کلامیاں)

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب! (قطع کلامیاں)

رانا آفتاب احمد خان: جناب والا! ہاؤس کو in order کریں۔ آپ ہاؤس کو in order کریں گے تو میں بات کروں گا۔ (قطع کلامیاں)

(اس مرحلہ پر حکومتی اور اپوزیشن اراکین اپنی اپنی سیٹوں پر کھڑے ہو کر
ایک دوسرے کے خلاف مسلسل نعرے بازی کرنے لگے)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز، آرڈر پلیز۔ تمام اراکین اسمبلی سے گزارش ہے کہ اپنی اپنی سیٹوں پر تشریف رکھیں۔ پلیز تشریف رکھیں۔

ڈاکٹر نادیہ عزیز: جناب سپیکر! آپ نے حکومتی اراکین کو بات کرنے کا موقع دیا ہے۔ اب ہمیں بھی اپنی بات کرنے کا موقع دیا جائے۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز، آرڈر پلیز۔ مہربانی فرما کر اپنی اپنی سیٹوں پر تشریف رکھیں۔ تمام اراکین اسمبلی سے گزارش ہے کہ اپنی اپنی سیٹوں پر تشریف رکھیں۔ محترمہ! آپ تشریف رکھیں۔ آپ بیٹھ جائیں۔ آرڈر پلیز۔ جی، رانا آفتاب احمد خان صاحب!

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! میری درخواست ہے کہ ہاؤس کو in order کریں۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز، جی، رانا صاحب!

رانا آفتاب احمد خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! ہم وکلاء کے ساتھ اظہار یکجہتی کے لئے ہاؤس سے باہر گئے ہوئے تھے۔ پتا چلا ہے کہ یہاں پر کوئی point raise ہوا ہے۔ ہر مسلمان سلمان رشدی کو سر کا خطاب دینے کی مذمت کرتا ہے۔ آپ کسی بھی مذہب والے پر خود کش حملہ کی اجازت دیتے ہیں؟ آپ خود کش حملہ جائز قرار دیتے ہیں۔ وزیر اعلیٰ پنجاب بیٹھے ہوئے ہیں آپ مجھے صرف یہ بتا دیں کہ کیا کسی کا یہ بیان دینا کہ اس پر خود کش حملہ کیا جائے یہ جائز ہے؟ آپ اس کی وضاحت فرما دیں۔ اس کے بعد میں بات کرتا ہوں۔ اسلام میں کہیں بھی یہ اجازت نہیں ہے۔ اسلام میں tolerance ہے۔

جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ ہم نے اور ہماری پارٹی نے سب سے پہلے condemn کیا ہے۔ پھر ہاؤس میں بات ہوتی رہی۔ شاہ محمود قریشی کی statement بھی آئی ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز، آرڈر پلیز! جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! یہی ایک رویہ ہے جس رویے کی ہم نے مذمت کی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ایک گستاخ رسول ﷺ ہے۔ میں کہنا چاہوں گا کہ اس پر ایک خود کش حملہ نہیں، لاکھوں جانیں اس ذات پر قربان لیکن ان کا یہی رویہ ہے جس کی ہم نے مذمت کی ہے۔

رانا آفتاب احمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! مجھے یہ کسی کتاب میں، کسی فقہ میں دکھا دیں کہ خود کش حملہ جائز ہے۔ آپ endorse کر دیں۔ آپ رولنگ دیں کہ کیا کسی پر خود کش حملہ کرنا جائز ہے، وہ صدر، جنرل یا کوئی عام آدمی ہو۔ کیا اس پر خود کش حملہ کرنا جائز ہے جس میں بے گناہ لوگ مارے جائیں؟ یہ ان کا حال ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ رانا آفتاب صاحب فرما

رہے تھے کہ خود کش حملہ جائز ہے یا ناجائز۔ مجھے جائز ناجائز سے سروکار نہیں۔ یہ کون ہوتے ہیں رشدی کے وکیل بن کر اس کے خلاف خود کش حملے کی مخالفت کرنے والے کون ہوتے ہیں، یہ کون ہوتے ہیں؟

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! جس نے رشدی کو سر کا خطاب دیا ہم اس پر بھی لعنت بھیجتے ہیں۔ رشدی پر بھی لعنت بھیجتے ہیں اور جو کوئی اس کا دفاع کرے ہم اس پر بھی لعنت بھیجتے ہیں۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! لا الہ الااللہ محمد رسول اللہ۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! یہ بتائیں مرتد کی سزا کیا ہے۔ رانا صاحب! آپ رشدی کی وکیل کے وکیل نہ بنیں۔ (شور و غوغل)

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! لا الہ الااللہ محمد رسول اللہ۔ ہم رشدی پر ہزاروں لعنتیں بھیجتے ہیں۔ مگر میرا سوال یہ ہے کہ ہم اور ہماری پارٹی اسے condemn کرتی ہے اور اس پر لعنت بھیجی ہے جو اس کو بے نظیر بھٹو سے منسوب کرتا ہے۔ یہ مناسب نہیں ہے۔

(اس مرحلہ پر حکومتی اور اپوزیشن اراکین اپنی اپنی سیٹوں پر کھڑے ہو کر
ایک دوسرے کے خلاف مسلسل نعرے بازی کرنے لگے)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز، آرڈر پلیز! میری اراکین اسمبلی سے گزارش ہے کہ پلیز! خاموشی اختیار کریں۔ خاموشی اختیار کریں پلیز! قاسم ضیاء صاحب!

(اس مرحلہ پر محترمہ زینت خان حکومتی بنچز سے اٹھ کر اپوزیشن بنچز پر جا کر
اپوزیشن کی رکن اسمبلی محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری پر حملہ آور ہو گئیں)

جناب سپیکر: میں معزز اراکین اسمبلی سے گزارش کروں گا کہ اپنی اپنی سیٹوں پر تشریف رکھیں۔ تمام معزز ممبران اپنی اپنی سیٹوں پر تشریف رکھیں۔ میں کسی بھی معزز رکن کو یہ اجازت نہیں دوں گا کہ وہ حکومتی بنچوں سے اٹھ کر اپوزیشن کے بنچوں کی طرف جائے یا اپوزیشن بنچوں کی طرف سے کوئی معزز رکن حکومتی بنچوں کی طرف بڑھنے کی کوشش کرے۔ میں ہرگز اجازت نہیں دوں گا۔ اگر اس کی کسی نے خلاف ورزی کی تو جو سپیکر کے اختیارات ہیں وہ انشاء اللہ میں استعمال کروں گا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! آپ نے خود دیکھا ہے کہ فاضل رکن پر آ کر انھوں نے حملہ

کیا ہے، کیا یہ حملہ جائز ہے؟

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ جناب ارشد محمود بگو! (قطع کلامیاں)

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ احتجاج کرنا یا مخالفت میں گفتگو کرنا ہر فاضل ممبر کا حق ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ اس اسمبلی میں سخت سے سخت باتیں بھی ہوئی ہیں اور ہر معزز ممبر نے اپنا مؤقف بیان کیا ہے۔ آپ نے خود دیکھا کہ ایک خاتون حکومتی بنچوں کی پیچھے سے یہاں پر آئیں اور انھوں نے physically force کرنے کی کوشش کی اور دوسرے یہاں پر فاضل ممبر آغا صاحب ہیں وہ ہمارے بھائی ہیں، دوست ہیں یہ کسی صورت بھی جواں مردی نہیں ہے کہ کسی خاتون ممبر کو اوئے کر کے اور پنسل مار کر کے کہ آپ بیٹھ جائیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ صورتحال ٹھیک نہیں ہے۔ اس ہاؤس میں احتجاج تو ہم بھی کر رہے ہیں، وہ بھی کر رہے ہیں اور کرنا بھی چاہئے۔ ان کا حق ہے کہ اگر انھوں نے بائیکاٹ کیا ہے اور اپنا مؤقف بیان کیا ہے لیکن یہ کون سی جمہوریت ہے یہ کون سا ضابطہ ہے۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ اس سلسلے میں آپ کوئی نہ کوئی ایکشن ضرور لیں۔

قائد حزب اختلاف: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، قاسم ضیاء صاحب!

قائد حزب اختلاف: جناب سپیکر! آج سے پہلے بھی اس ہاؤس میں اختلاف رائے ہوتا رہا ہے یہ بھی اپوزیشن کے خلاف بات کرتے رہے ہیں اور ہم بھی حکومتی بنچوں کے خلاف بات کرتے رہے ہیں لیکن اس بات پر میں بعد میں آؤں گا جس بات پر انھوں نے بات کی ہے لیکن پہلی بات دیکھنے کی یہ ہے کہ اس دن بجٹ اجلاس میں بھی آپ نے دیکھا کہ کس طرح ایک حکومتی وزیر نے پیپر چھینا اور بات بڑھی اور آج آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ایک حکومتی معزز ممبر میں انھیں معزز ہی کہوں گا کیونکہ اس ہاؤس کی ممبر ہیں۔ انھیں یہ زیب نہیں دیتا کہ اپنے بنچوں سے اٹھیں اور اپوزیشن کے بنچوں پر آ کر ہماری ایم پی اے پر حملہ آور ہوں۔

جناب سپیکر! اس پر میں آپ کی رولنگ چاہوں گا کہ آپ ان کے بارے میں کیا فیصلہ

کرتے ہیں۔یہ تو ٹھیک ہے کہ ایک عورت اور عورت لڑے بات ہے لیکن ان کے ایم پی اے کی یہ کیا جواں مردی ہے کہ ہماری خواتین ممبرز کے ساتھ آکر بدتمیزی کی جائے اور انھیں پنسلیں ماری جائیں۔اگر یہ اتنی بدمعاشی چاہتے ہیں تو ہمیں بتائیں اور پھر آپ یہ ہاؤس ختم کریں ہم باہر کھڑے ہو کر لڑنا چاہتے ہیں۔اگر یہ چاہتے ہیں کہ انھوں نے ہم سے لڑنا ہے تو پھر ٹھیک ہے یہ ہاؤس ختم کریں اور ہم باہر جاتے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ ان میں سے کون ہمارے ساتھ لڑنا چاہتا ہے لیکن یہ کوئی طریقہ ہے اور نہ ہم اس کی اجازت دیں گے۔اس پر بھی آپ کی رولنگ چاہئے۔

جناب سپیکر!جس بات پر حکومت نے بائیکاٹ کیا میں اس پر چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ ہم سب مسلمان ہیں، ہم سب کلمہ پڑھتے ہیں لیکن میں ان سے پوچھنا چاہوں گا کہ کون سے اسلام میں یہ بات جائز ہے کہ آپ دشمنوں کے ساتھ بھی قتل وغارت کی بات کریں اور نفرت کی بات کریں۔ہمارا مذہب امن پسند ہے امن کی تلقین کرتا ہے۔

جناب سپیکر!جس نے غلطی کی ہے اس کو سزا ملنی چاہئے۔ہم اس کی مذمت کرتے ہیں۔ ناموس رسالت پر ہم سمجھتے ہیں کہ ہماری جان بھی قربان ہے لیکن یہ کہنا کہ اس کو سزا دینے کی بجائے یہ تلقین کرنا کہ آپ خودکش حملے شروع کر دیں۔میں سمجھتا ہوں کہ پوری مسلم امہ کے خلاف یہ ایک سازش کی جارہی ہے کہ پوری دنیا اکٹھی ہو اور مسلم امہ کے خلاف لڑائی اور جنگ چھیڑ دے۔میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح کے وزیروں کا غیر ذمہ دارانہ رویہ اور بیان کی مذمت ہونی چاہئے۔جہاں تک ناموس رسالت کی بات ہے تو ہم سمجھتے ہیں کہ ہم کسی کو یہ اجازت نہیں دے سکتے کہ حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرے۔

جناب سپیکر!بات یہ ہے کہ کیا یہ سبق بھول گئے ہیں کہ جو حضور ﷺ نے ہمیں خود پڑھایا ہے۔حضور ﷺ تو اس کو بھی دعائیں دیتے تھے جو عورت ان پر کوڑا پھینکتی تھی۔یہ بات نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے کہ اسلام بھائی چارے کا مذہب ہے، اسلام نفرت کا مذہب نہیں ہے۔اگر آج ان کے وزیر نفرت کا پیغام دنیا کو دینا چاہتے ہیں تو ہم اس کی مذمت کرتے ہیں۔

جناب سپیکر!واک آؤٹ کرنا ان کا حق ہے لیکن دنیا فیصلہ کرے گی، عوام فیصلہ کرے گی کہ محترمہ کا بیان دنیا میں مسلمانوں کے خلاف نفرت پھیلانے کو روکنے کے مترادف ہے یا ناموس رسالت کے حوالے سے ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔جی، چودھری ظہیر صاحب!

وزیر مواصلات و تعمیرات: جناب سپیکر! قائد حزب اختلاف کے بعد آپ نے مجھے اجازت فرمائی ہے۔ میں سب سے پہلے یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ جس ذات بابرکات کے بارے میں بات ہو رہی ہے۔ اس پر درود و سلام بھیجنے کے لئے کہ:

سلام اس پر کہ جس نے بے کسوں کی دستگیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
سلام اس پر کہ جس نے فیض کے موتی بکھیرے ہیں
سلام اس پر کہ جس نے فرمایا یہ میرے ہیں

اب یہ بات ہو رہی ہے اور لیڈر آف اپوزیشن فرما رہے ہیں کہ اسلام بھائی چارے کا مذہب ہے۔ بھائی چارہ مرتد کے ساتھ نہیں ہوتا۔ مرتد کے بارے میں ہمارا ان کے ساتھ بھائی چارہ نہیں ہے۔ ہم واضح کہتے ہیں کہ رشدی کے ساتھ ہمارا بھائی چارہ نہیں ہو سکتا۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ آج بے نظیر کے بیان کی مذمت کریں اور مرتد کی سزا پر کوئی compromise نہیں ہو گا۔ یہ دو باتیں کہیں کہ بے نظیر نے غلط بات کی ہے اور دوسری بات کہ مرتد کی سزا جو ہمارے مذہب میں ہے وہی ملے گی اور رسالت مآب کی ذات پر کوئی compromise نہیں ہو گا۔ اس کے بعد میں آپ سے اجازت چاہوں گا۔

جناب محمد وارث کلو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، کلو صاحب!

جناب محمد وارث کلو: جناب سپیکر! میں تھوڑی سی تصحیح کرنا چاہتا ہوں کہ قاسم ضیاء صاحب نے کہا کہ اعجاز الحق صاحب نے یہ کیوں بات کی۔ میں ان کے الفاظ درست کرنا چاہتا ہوں کہ مرتد رشدی جس وقت شاتم رسول کہلایا اس وقت سے ہمارے ہمسایہ ملک ایران نے اس کے خلاف اس کو قتل کرنے کا باقاعدہ طور پر فتویٰ جاری کر دیا جو فتویٰ پورے عالم اسلام میں جاری ہوا، پورے عالم اسلام نے مل کر ایک آواز اٹھائی، اس کے سر کی قیمت لگائی گئی اور یہ ہمارے مذہب میں جائز ہے۔ اگر یہ ان کو نہیں پتا تو یہ دینی کتابیں پڑھیں کہ جو مرتد ہے وہ واجب القتل ہے۔ اگر اعجاز الحق صاحب نے یہ کہا ہے کہ اس مرتد کو مارنے کے لئے خود کش حملہ جائز ہے تو خدا کی قسم! میں کہتا ہوں کہ اس نے ایک بندے کو کہا ہے ہمارے تو لاکھوں مرنے کے لئے تیار ہیں، لاکھوں خود کش حملے کرنے کے لئے

تیار ہیں۔اگر حضرت محمد ﷺ کی ناموس پر ہماری جان چلی جائے تو اس سے بڑی خوش بختی ہمارے لئے اور کیا ہو گی۔آخر پر میری ایک بات سنیں کہ آج اس اسمبلی میں مذمت سے کام نہیں چلتا،آج اسمبلی سے ایک قرارداد آنی چاہئے اس کے لئے میں راجہ صاحب سے request کروں گا کہ یہ آج قرارداد پیش کریں کہ یہاں سے بے نظیر کے خلاف ریفرنس جائے گا کہ بے نظیر پر پاکستان میں سیاست کے دروازے ہمیشہ کے لئے بند ہونے چاہئیں، ہمیشہ کے لئے بند ہونے چاہئیں، ہمیشہ کے لئے بند ہونے چاہئیں۔شکریہ

جناب سپیکر: جی،قاسم ضیاء صاحب!ابھی مختصر کریں۔

جناب صبغت اللہ چودھری(ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب!ایک منٹ تشریف رکھیں۔میں نے قاسم ضیاء صاحب کو Floor دیا ہے۔

جناب صبغت اللہ چودھری(ایڈووکیٹ): جناب سپیکر!عالم اسلام میں جو مثال ملتی ہے کہ ایک یہودی اور ایک نام نہاد مسلمان کے درمیان پانی کا تنازع پیدا ہوا اور اس نام نہاد مسلمان نے جناب رسالت مآب حضرت محمد ﷺ کے فیصلے پر عدم اطمینان کا اظہار کیا۔سُوْرَۃُ النِّسَاء شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آیات اتاریں۔۔۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: چودھری صاحب!تشریف رکھیں۔جی،قاسم ضیاء صاحب!

قائد حزب اختلاف: جناب سپیکر!میں آپ کی وساطت سے حکومت وقت سے پوچھنا چاہوں گا کہ یہ جو باتیں ان کے ممبران کر رہے ہیں،کیا ان کا یہ مؤقف ہے کہ دنیا میں خودکش حملہ کرنا جائز ہے۔میں ان سے پوچھنا چاہوں گا کہ یہ واضح بیان دیں کہ کیا یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام میں خودکش حملہ کرنا جائز ہے،یہ کس کی بات کرتے ہیں۔میں چاہوں گا کہ اس پر حکومت کا مؤقف آئے اور حکومت کی جو پالیسی ہے یہ واضح کریں کہ کیا یہ آج دنیا میں خودکش حملہ کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں؟(قطع کلامیاں)

وزیر صحت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، چودھری صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

وزیر صحت: جناب سپیکر! میں صرف دو منٹ آپ کی توجہ چاہوں گا۔ بڑے ہی افسوس کا مقام ہے کہ اتنا اہم مسئلہ ہے اور میں حیران ہوں کہ وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے پاکستان کی قیادت کرنے کا موقع دیا اور دو دفعہ وہ پاکستان کی وزیر اعظم رہی ہیں۔ ان کا پاکستان کے باہر اس طرح کا مؤقف کہ رسول پاک ﷺ جن کے اوپر ہماری جان، مال اور بچے قربان ہیں، ان کے بارے میں وہ باہر بیٹھ کر گستاخ رسول کی وکالت کر رہی ہیں اور پھر وہ یہ کہیں کہ ہم پاکستان کی لیڈر ہیں تو کیا ہماری قیادت کا یہ رویہ ہونا چاہئے؟

جناب سپیکر! اس سے تو میرا خیال ہے کہ موت بہتر ہے۔ میں تو قاسم ضیاء صاحب سے اور ان کی پوری پارٹی سے یہ توقع کرتا تھا جیسے کل ناظم شاہ صاحب نے بات کی تھی اور کل انہوں نے کتنا positive رویہ اختیار کیا تھا کہ اگر شاہ محمود قریشی صاحب نے یہ بات کی ہو گی تو ہم ان کے ساتھی نہیں ہیں، شاہ محمود قریشی صاحب اگر اس کی تردید کریں گے تو ہم ان کے ساتھ ہوں گے ورنہ ہم نہیں ہوں گے اس لئے قاسم ضیاء صاحب اور ان کے تمام ساتھیوں کو چاہئے تو یہ تھا کہ وہ یہ کہتے کہ ہم اپنی لیڈر سے اس کو تردید کروائیں گے۔ اگر وہ تردید نہیں کریں گی تو ہم ان کی پارٹی چھوڑ دیں گے ان کے رویے اس طرح کے ہونے چاہئیں تھے لیکن ان کا یہ رویہ ہے کہ وہ رشدی کی وکیل کو support کر رہے ہیں۔ شکریہ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: معزز اراکین سے گزارش ہے کہ پلیز اپنی اپنی سیٹوں پر تشریف رکھیں۔ سمیع اللہ صاحب! آپ بھی بیٹھیں۔ میں تمام اراکین سے کہہ رہا ہوں کہ تشریف رکھیں۔ پلیز تشریف رکھیں۔ قاسم ضیاء صاحب! مختصر کریں۔

قائد حزب اختلاف: جناب سپیکر! کیا یہ حکومت سمجھتی ہے کہ خودکش حملہ کرنا جائز ہے میں اس پر حکومت سے جواب چاہتا ہوں۔ وزیر اعلیٰ صاحب بیٹھے ہیں وہ اس کا جواب دیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: تمام معزز اراکین سے گزارش ہے کہ پلیز اپنی اپنی سیٹوں پر تشریف رکھیں۔ سمیع اللہ صاحب! پلیز آپ تشریف رکھیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: پوائنٹ آف آرڈر۔ مجھے بات کرنے دی جائے۔

جناب سپیکر: محترمہ!پلیز!آپ بھی بیٹھ جائیں۔ تمام اراکین اسمبلی سے گزارش ہے کہ پلیز! خاموشی اختیار کریں۔ میں تمام اراکین اسمبلی سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ آپ سب لوگ اس چیز کے شاہد ہیں کہ پچھلے تقریباً ساڑھے چار سال یا پونے پانچ سال کا عرصہ ہوا ہے، میں نے اپوزیشن کو بھی کھل کر بات کرنے کا موقع دیا ہے اور حکومتی بنچوں پر بیٹھے ہوئے دوستوں کو بھی بڑے کھلے دل سے سنا ہے۔ میں یہ بات وثوق کے ساتھ کرتا ہوں کہ سوائے چند ایک معزز اراکین اسمبلی کے باقی سب نے ہمیشہ قواعد و ضوابط سے ہٹ کر بات کی ہے۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ ہم نے اس معزز ایوان میں پہلے دن سے یہ حلف لیا ہوا ہے کہ ہم اس اسمبلی کی کارروائی کو اسمبلی کے قواعد و ضوابط کے مطابق چلائیں گے اور اس حلف کا ہمیں قطعاً پاس نہیں ہے۔ میں صرف اس معزز ایوان سے یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ آج سے پہلے جیسے میں نے عرض کیا کہ جو بھی باتیں ہوئیں جو بھی کسی نے بات کی میں نے خود بھی بڑے صبر کے ساتھ سنی اور دوستوں کو بھی یہ تلقین کی کہ اگر کسی دوست نے کوئی اخلاق کے دائرے سے ہٹ کر بھی بات کر دی ہے تو وہ میں نے کارروائی سے حذف کر دی اور اس سے گزارش کی کہ آپ اخلاق کے دائرہ میں رہ کر بات کریں اور جس کے خلاف بات کی گئی، کسی پارٹی کے خلاف بات کی گئی یا کسی قیادت کے خلاف بات کی گئی تو ان سے بھی میں نے گزارش کی کہ آپ درگزر کریں اور ہاؤس کی کارروائی smoothly چلنے دیں۔ یہ جو آج کا issue ہے یہ کوئی عام issue نہیں ہے، یہ ایک مذہبی issue ہے اور ہم سب مسلمان ہیں اس پر قطعاً میں compromise کرنے کو تیار نہیں اور رانا آفتاب احمد خان نے یہ رولنگ چاہی کہ آپ رولنگ دیں کہ اسلام میں خودکش حملہ جائز ہے؟ قاسم ضیاء صاحب نے کہا کہ میں حکومتی بنچوں پر بیٹھے ہوئے دوستوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا خودکش حملہ جائز ہے؟ میں detail کے ساتھ اتنی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا کیونکہ میں کوئی عالم فاضل آدمی نہیں ہوں لیکن میں اتنا بتا دینا چاہتا ہوں کہ جو گستاخ رسول ہے وہ واجب القتل ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

(اس مرحلہ پر حکومتی بنچوں سے معزز ممبران نے نعرہ تکبیر، اللہ اکبر کے نعرے لگائے)

اور واجب القتل جو انسان ہو جس کو قتل کیا جائے ایسی سینکڑوں نہیں ہزاروں مثالیں ہیں کہ جو آدمی کسی کو قتل کرتا ہے وہ خود بھی اپنے آپ کو شوٹ کر لیتا ہے۔ ایسی کئی مثالیں پاکستان میں ملیں گی، ہر شہر میں مل جائیں گی کہ ایک آدمی نے دو قتل کئے اور بعد میں اپنے آپ کو بھی مار دیا۔ یہ قتل کرنے والے کی صوابدید پر ہے کہ وہ اپنی جان پر بھی کھیل جاتا ہے یا صرف قتل کر کے اپنے آپ

کو defend کرتا ہے۔

(اس مرحلہ پر حکومتی بنچوں سے معزز ممبران نے نعرہ تکبیر، اللہ اکبر
اور نعرہ رسالت کے نعرے لگائے)

میں پورے ایوان سے گزارش کروں گا کہ دونوں اطراف سے رانا آفتاب احمد خان صاحب نے بھی کھل کر بات کر لی، قاسم ضیاء صاحب نے بھی بات کر لی، حکومتی بنچوں پر بیٹھے ہوئے دوستوں نے بھی بات کر لی۔ یہ ایک مذہبی مسئلہ ہے خدا نہ کرے کہ کوئی اشتعال میں آ کر ایسا کلمہ کہہ دے کہ ہم اسلام کے دائرہ سے ہی خارج ہو جائیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو آج کا بزنس ہے ہم اس کی طرف آتے ہیں۔ (قطع کلامیاں)

پارلیمانی سیکرٹری برائے صوبائی پیشہ ورانہ وانتظامی ترقی: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: بریگیڈیر صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ ضرورت نہیں ہے۔ آپ ہاؤس کی کارروائی چلنے دیں۔ جی، رانا ثناء اللہ خان صاحب (قطع کلامیاں)

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں کافی دیر سے۔۔۔ (قطع کلامیاں)

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ! براہ مہربانی آپ تشریف رکھیں۔ قاسم ضیاء صاحب نے بات کر لی ہے، رانا آفتاب احمد خان صاحب نے بات کر لی ہے۔ آپ کو اپنی قیادت پر بھی اعتماد نہیں ہے۔ جب لیڈر نے بات کر لی تو پوری پارٹی کی طرف سے بات ہو گئی۔ حاجی اعجاز صاحب نے بات کر لی ہے، رانا آفتاب احمد خان نے بات کر لی ہے، قاسم ضیاء نے بات کر لی ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔ آپ بھی خیال کیا کریں۔ اس معزز ایوان میں جو کارڈ آپ نے اس دن دکھائے تھے۔ وہ بھی ذرا آپ خیال کریں ناں۔ جی، رانا ثناء اللہ خان صاحب! (قطع کلامیاں)

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! آپ نے لیڈر آف دی اپوزیشن کے جس سوال کے جواب میں آپ نے جو فرمایا ہے۔ ویسے جس چیئر پر آپ بیٹھے ہیں، جس مرتبے پر بیٹھے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی طرف سے کوئی ایسی سٹیٹمنٹ نہیں آنی چاہئے کہ جس میں ابہام رہ جائے۔ اگر آپ یہ فرما رہے ہیں کہ اسلام سے دشمنی یا رسول پاک ﷺ سے گستاخی واجب القتل ہے۔ یہ درست ہے لیکن کسی کے واجب القتل ہونے کا فیصلہ میں اپنے طور پر کر سکتا ہوں نہ آپ اپنے طور پر کر سکتے ہیں۔ اس

کا فیصلہ آخر کسی فورم سے ہونا ہے ناں یعنی اس کا فیصلہ کسی فورم سے ہونا ہے۔ اب جتنے بھی خود کش حملہ کرتے ہیں جنہوں نے جنرل مشرف پر خود کش حملہ کیا، جنہوں نے وزیراعظم پر خود کش حملہ کیا، جنہوں نے لاہور میں، کراچی میں، پشاور میں خود کش حملے کئے۔ وہ اپنے ذہن کے مطابق جن کے اوپر انہوں نے خود کش حملے کئے ان کو وہ اسلام دشمن سمجھتے ہیں اور ان کو وہ اسی طرح سے واجب القتل سمجھتے ہیں۔ جس کو میں، آپ یا کوئی آدمی واجب القتل سمجھ سکتا ہے۔

جناب سپیکر! یہاں پر جو معاملہ زیر بحث تھا محترمہ بے نظیر بھٹو کے بیان کو کوئی مسترد کرے، ٹھیک ہے انہیں حق پہنچتا ہے، کوئی defend کرے یہ بھی ان کا حق ہے لیکن بات یہ ہے کہ آپ نے آج اس دوران اس سے پہلے ٹھیک ہے یہاں پر protest ہوتا رہا ہے، دھکم پیل ہوتی رہی ہے لیکن اس حد تک کہ کوئی ممبر intentionally باہر جائے اور اوپر سے چکر نکال کر یہاں پر آ کر اپوزیشن کی سیٹوں پر حملہ آور ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کی قطعی طور پر اجازت نہیں ہونی چاہئے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: بالکل یہ بات مناسب نہیں ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ چیز آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔ اس میں کسی قسم کی evidence کی ضرورت نہیں ہے۔ جہاں تک آغا صاحب کا تعلق ہے انہوں نے کہا کہ انہوں نے یہ حرکت کی ہے، پنسلیں ماری ہیں، بدتمیزی کی ہے۔ آغا صاحب نے کہا کہ نہیں، جی یہ جھوٹ ہے میں نے نہیں کی۔ چلئے اس میں آپ انکوائری چاہتے ہوں گے لیکن یہ جو حملہ ہے یہ تو آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اس لئے آپ کو چاہئے کہ آپ اپنی غیر جانبداری کو برقرار رکھتے ہوئے اس معزز رکن پر جس نے اپوزیشن بنچوں پر آکر حملہ کیا ہے ان کو اسی وقت رولز کے مطابق آپ کی پاور ہے۔ ان کو ہاؤس سے نکالیں۔

جناب سپیکر: شکریہ

جناب فیاض الحسن چوہان: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: چوہان صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ رانا صاحب! نے فرمایا ہے کہ سپیکر کی طرف سے اس قسم کی کوئی سٹیٹمنٹ نہیں آنی چاہئے تھی جو میں نے دی ہے۔ پہلے تو میں رانا صاحب سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ پہلے میں مسلمان ہوں بعد میں سپیکر ہوں۔ یہ عہدے آنے جانے

والی چیز ہے اور جو میں نے بات کی ہے یہ میرے اندر کی بات ہے۔ مجھ سے رولنگ بھی مانگی گئی تھی اس حوالے سے میں نے یہ بات کر دی تھی۔ اس میں کوئی سیاسی مصلحت نہیں کہ کسی کو یہ اچھی چیز لگتی ہے یا بری لگتی ہے۔ جو لفظ میں نے کہے ہیں اس پر انشاء اللہ تعالیٰ اللہ کے فضل کرم سے قائم ہوں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران نے نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت کے نعرے لگائے
اور افضل ساہی زندہ باد کے نعرے لگائے گئے)

باقی آپ کی بات یہ ٹھیک ہے کہ جو بدمزگی ہوئی یہ نہیں ہونی چاہئے تھی۔ اس کو میں دیکھ لیتا ہوں۔ اب ہاؤس کی کارروائی شروع کرتے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اللہ تعالیٰ آپ کو ان الفاظ پر بھی قائم رکھے اور میں آپ سے گزارش کروں گا کہ اسلام میں جب ایک چیز واجب ہو جاتی ہے تو پھر سب سے پہلے اس کا کام یہی ہے کہ وہ دنیا داری کو چھوڑے اور اسلام پر قائم ہو۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ اور چودھری ظہیر صاحب باقی کام چھوڑیں، امریکہ روانہ ہوں اور جا کر رشدی کو قتل کر کے پھر واپس آ جائیں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! آپ پر اور چودھری ظہیر الدین پر کھانا بھی حرام ہے اور سونا بھی حرام ہے۔ جو آپ نے گفتگو کی ہے آپ جائیں اور رشدی کو قتل کر کے آئیں۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔

(اس مرحلہ پر حکومتی معزز ممبران نے نعرہ تکبیر، اللہ اکبر کے نعرے لگائے)

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ ماشاء اللہ عالم فاضل آدمی ہیں۔ آپ فتویٰ دے سکتے ہیں لیکن کیونکہ میں اتنا اسلامی علم نہیں رکھتا اور میں نہیں چاہتا کہ کوئی ایسے الفاظ میری زبان سے نکل جائیں جو کہ خدانخواستہ اسلامی نقطہ نظر سے مجھے نہیں کہنے چاہئیں لیکن میں یہ وثوق سے کہتا ہوں کہ اگر وہ بندہ میرے سامنے ہو تو میں ضرور آپ کی یہ حسرت پوری کر دوں۔ جی، سید احسان اللہ وقاص!

جناب سمیع اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں! سمیع اللہ خان صاحب!

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! جس حساس issue پر آج اس ہاؤس میں بات ہو رہی ہے۔ آپ نے بھی یہاں رانا ثناء اللہ صاحب، قاسم ضیاء صاحب نے اسی طرح ادھر سے چودھری ظہیر الدین صاحب نے اور دیگر ممبران نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اور آپ نے بھی اس چیئر پر اس چیئر سے ہٹ کے اپنے ذاتی ایمانی خیالات کا اظہار کیا ہے لیکن ہاؤس میں جو issue آیا ہے اور یہ کوئی کسی محلہ یا گاؤں کی کوئی بیٹھک نہیں ہے اور یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس پر پاکستان کا جو diplomatic area ہے، اس ایریا کے اندر اس کا فیصلہ ہونا چاہئے۔ اعجاز الحق صاحب، سٹیٹ کی وفاقی کابینہ کے ایک منسٹر ہیں اور انہوں نے ایک statement دی اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ سب سے پہلے پاکستان کے diplomatic areas کے وارث وفاقی کابینہ، وزیر اعظم اور صدر ہوتے ہیں اور جس طرح رانا ثناء اللہ صاحب نے فرمایا کہ جو مسلمان کسی دوسرے پر خود کش حملہ کرتا ہے تو اس کے نزدیک وہ دوسرا شخص واجب القتل ہوتا ہے۔ اسی پاکستان میں جنرل پرویز مشرف پر قاتلانہ حملہ ہوا، جس نے کیا وہ اسی طرح جس طرح آج یہ ہاؤس، اس میں بیٹھے حکومتی بنچوں کے ممبر یہ سمجھتے ہیں کہ سلمان رشدی پر خود کش حملہ جائز ہے۔ اسی طرح اس بمبار نے، اس خود کش حملہ کرنے والے نے [*****]

جناب سپیکر: یہ الفاظ کارروائی سے حذف کئے جاتے ہیں۔ خان صاحب! خود سمجھ لینے سے نہیں کہ بندہ سمجھ لے کہ یہ واجب القتل ہے۔ جو گستاخ رسول ہے وہ واجب القتل ہے یہ نہیں کہ جو بندہ خود سے سمجھ لے۔ (شور و غل)

قائد حزب اختلاف: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

قائد حزب اختلاف: جناب سپیکر! یہ ڈیکورم خراب کیا گیا ہے اور ہم چاہیں گے کہ آپ اس پر فیصلہ دیں کیونکہ جب تک وہ ممبر اس ہاؤس میں بیٹھی ہیں تو ہم اس کارروائی کو آگے نہیں چلنے دیں گے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ آپ نے فیصلہ نہیں دینا اور پھر آپ ہمیں مجبور کر رہے ہیں کہ ہم ہاؤس کی کارروائی چھوڑ کر واک آؤٹ کر کے باہر چلے جائیں۔

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب سپیکر: رولنگ ریزرو رکھنے کا مجھے اختیار ہے اور میں کہہ رہا ہوں کہ میں اپنی رولنگ ریزرو رکھتا ہوں اور بعد میں فیصلہ دوں گا۔

قائد حزب اختلاف: جناب سپیکر! جب تک آپ رولنگ نہیں دیتے تو ہم واک آؤٹ کرتے ہیں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف ایوان سے واک آؤٹ کر گئے)

(اس مرحلہ پر حکومتی بنچوں سے غلام ہیں غلام ہیں،
رسول کے غلام ہیں اور دیگر نعرے لگائے گئے)

جناب سپیکر: اب ہم کارروائی کو آگے بڑھاتے ہیں۔ جناب قاسم ضیاء!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے، رانا آفتاب احمد خان صاحب بھی تشریف فرما نہیں ہیں، ارشد محمود بگو صاحب بھی تشریف فرما نہیں ہیں، سمیع اللہ خان صاحب بھی تشریف نہیں رکھتے، سید ناظم حسین شاہ صاحب!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے، شیخ اعجاز احمد صاحب!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے، سید احسان اللہ وقاص صاحب!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے، راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ)!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے، عامر فدا پراچہ صاحب!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے، جناب اشتیاق احمد مرزا! جہانزیب امتیاز گل صاحب!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے، راجہ ریاض احمد صاحب!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے، ملک اصغر علی قیصر صاحب!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے، سید حسن مرتضیٰ صاحب!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے، لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ)!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے، چودھری اعجاز احمد سماں صاحب!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے، تنویر اشرف کائرہ صاحب!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے، ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی صاحب!۔۔۔نہیں رکھتے، احسان الحق احسن نولاٹیا صاحب!۔۔۔تشریف فرما نہیں ہیں، محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ!۔۔۔تشریف فرما نہیں ہیں، محترمہ فرزانہ راجہ صاحبہ!۔۔۔تشریف نہیں رکھتیں، محترمہ فائزہ احمد صاحبہ!۔۔۔تشریف نہیں رکھتیں، پرویز رفیق صاحب!۔۔۔تشریف فرما نہیں ہیں، ڈاکٹر اسد اشرف صاحب!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے، جناب مجتبیٰ شجاع الرحمٰن!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے، رانا مشہود احمد خان صاحب!۔۔۔تشریف فرما نہیں ہیں، افضل سلطان ڈوگر صاحب!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے، چودھری اصغر علی گجر صاحب!۔۔۔تشریف فرما نہیں ہیں، ڈاکٹر سید وسیم اختر!۔۔۔تشریف فرما نہیں ہیں، راجہ محمد طارق کیانی صاحب!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے، بریگیڈیر (ریٹائرڈ) محمد حسن صاحب!۔۔۔تشریف فرما نہیں ہیں، جناب محمد افضال

مرزا!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے، ڈاکٹر نادیہ عزیز صاحبہ!۔۔۔تشریف فرما نہیں ہیں، محمد ریاض شاہد صاحب!۔۔۔تشریف فرما نہیں ہیں، ڈاکٹر اسد معظم صاحب!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے، فیض اللہ کموکا صاحب!۔۔۔تشریف فرما نہیں ہیں، جناب علی حسن رضا قاضی صاحب!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے، چودھری زاہد پرویز صاحب!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے، میاں سعود حسن ڈار صاحب!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے، چودھری محمد شبیر مہر!۔۔۔تشریف فرما نہیں ہیں، میجر (ریٹائرڈ) احسان الٰہی چودھری!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے، جناب طاہر اختر ملک !۔۔۔تشریف نہیں رکھتے، حاجی محمد اعجاز صاحب!۔۔۔تشریف فرما نہیں ہیں، جناب مشتاق احمد صاحب!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے۔

(اس مرحلہ پر ایم ایم کے اراکین اسمبلی واک آؤٹ ختم کر کے ایوان میں تشریف لائے)

معزز ممبران حزب اقتدار: خوش آمدید۔

جناب سپیکر: سید مظفر حسین کاظمی صاحب!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے، جناب محمد اشرف خان سوہنا!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے، ملک محمد اسحاق بچہ صاحب!۔۔۔تشریف فرما نہیں ہیں، ملک محمد ارشد جٹ راں!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے، مخدوم سید محمد مختار حسین صاحب!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے، پیر مشتاق احمد شاہ صاحب!۔۔۔تشریف فرما نہیں ہیں، میاں سیف اللہ اویسی صاحب!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے، راؤ اعجاز علی خان!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے، جناب محمد یار مونکا!۔۔۔تشریف فرما نہیں ہیں، جناب شاہد انجم!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے، میاں محمد اسلم (ایڈووکیٹ)!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے، انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں!۔۔۔تشریف فرما نہیں ہیں، جناب جاوید حسن گجر!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے، شیخ عزیز اسلم صاحب!۔۔۔تشریف فرما نہیں ہیں، محترمہ نشاط افزاء!۔۔۔تشریف فرما نہیں ہیں، محترمہ صغیرہ اسلام!۔۔۔تشریف نہیں رکھتیں، محترمہ طلعت یعقوب صاحبہ!۔۔۔تشریف فرما نہیں ہیں، محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ)!۔۔۔تشریف فرما نہیں ہیں، محترمہ نور النساء ملک!۔۔۔تشریف نہیں رکھتیں، محترمہ نجمی سلیم!۔۔۔تشریف نہیں رکھتیں، محترمہ صبیحہ بیگم!۔۔۔تشریف فرما نہیں ہیں، محترمہ صائمہ بخاری صاحبہ۔۔۔تشریف نہیں رکھتیں۔ محترمہ عذرا بانو۔۔۔تشریف نہیں رکھتیں۔ جناب نوید عامر۔۔۔تشریف نہیں رکھتے۔ راجہ محمد علی، ۔۔۔تشریف نہیں رکھتے۔ راجہ ارشد محمود، ۔۔۔تشریف نہیں رکھتے۔ چودھری محمد ایاز۔۔۔تشریف نہیں رکھتے۔ ملک ابرار احمد، ۔۔۔تشریف نہیں رکھتے۔ شیخ تنویر

احمد۔۔۔تشریف نہیں رکھتے۔ جناب محمد نواز ملک، ۔۔۔تشریف نہیں رکھتے۔ جناب عمران اشرف۔۔۔تشریف نہیں رکھتے۔ جناب بلال یسین۔۔۔تشریف نہیں رکھتے۔ جناب محمد آجاسم شریف۔۔۔تشریف نہیں رکھتے۔ مہر اشتیاق احمد۔۔۔تشریف نہیں رکھتے۔ چودھری عبدالغفور خان۔۔۔تشریف نہیں رکھتے۔ جناب محمد افضل کھوکھر۔۔۔تشریف نہیں رکھتے۔ چودھری سجاد حیدر گجر۔۔۔تشریف نہیں رکھتے۔ میاں یاور زمان۔۔۔تشریف نہیں رکھتے۔ بابو نفیس احمد انصاری۔۔۔تشریف نہیں رکھتے۔ ڈاکٹر نذیر احمد مٹھو ڈوگر۔۔۔تشریف نہیں رکھتے۔ مہر اعجاز احمد اچلانہ۔۔۔تشریف نہیں رکھتے۔ ملک محمد اقبال چنڑ۔۔۔تشریف نہیں رکھتے۔ چودھری محمد شفیق انور۔۔۔تشریف نہیں رکھتے۔ محترمہ پروین مسعود بھٹی۔۔۔تشریف نہیں رکھتیں۔ محترمہ افشاں فاروق۔۔۔تشریف نہیں رکھتیں۔ محترمہ خالدہ منصور۔۔۔تشریف نہیں رکھتیں۔ محترمہ نگہت پروین میر۔۔۔تشریف نہیں رکھتیں۔ محترمہ شہناز سلیم۔۔۔تشریف نہیں رکھتیں۔ جناب کامران مائیکل۔۔۔تشریف نہیں رکھتے۔ جناب محمد وقاص!

جناب محمد وقاص: جی، جناب سپیکر! میں اپنی بات سے پہلے ذرا ایک وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ پہلے وضاحت نہ کریں آپ اپنی بات کٹوتی پر کریں۔

جناب محمد وقاص: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! جہاں تک تعلق ہے رسول اللہ ﷺ کی عزت اور حرمت کا اس پر آپ نے جو بات کی ہے اس کو ہم خراج تحسین پیش کرتے ہیں اور وہ ایک مسلمان کی آواز ہے اور الحمد للہ یہ ہمیں اطمینان ہے کہ یہ ملک مسلمانوں کا ملک ہے۔ ہم نے جو واک آؤٹ کیا تھا وہ ایک خاتون کے ساتھ جو بدتمیزی ہوئی تھی اس پر کیا تھا، میں صرف یہ وضاحت کرنا چاہتا تھا۔ اب میں صحت کی کٹوتی پر آتا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! جس طرح یہ بجٹ تقاریر ہوئی ہیں اس میں اپوزیشن اور حکومتی بنچوں کے تمام معزز ارکان کی رائے تھی کہ آپ نے اس ہاؤس کو ساڑھے چار سال بڑے احسن طریقے سے چلایا اور میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ اس میں آپ نے اپوزیشن کو بھرپور طریقے سے participation کے لئے وقت بھی دیا اور ہر طریقے سے ان کو جو liability دینی چاہئے تھی

وہ بھی آپ نے دی ہے۔ بعض دفعہ ایسا بحران ہاؤس میں پیدا ہو جاتا ہے جس کو میں سمجھتا ہوں کہ آپ اور راجہ بشارت صاحب بڑے اچھے طریقے سے settle کر سکتے ہیں اور اس کو manage بھی کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر! جہاں تک آپ کا فتویٰ ہے جس طرح انہوں نے کہا ہے یہ آپ کا فتویٰ نہیں ہے یہ آپ کی رائے نہیں بلکہ یہ قرآن وسنت کی ہے ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک یہودی اور مسلمان گئے اور وہاں جا کر مسلمان نے کہا کہ یہ ذرہ کا معاملہ ہے میں آپ سے فیصلہ کروانا چاہتا ہوں۔ یہودی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صرف اتنا کہا کہ اے عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس فیصلے کو تمہارے نبی ﷺ میرے حق میں کر چکے ہیں اس نے صرف اتنی بات کہی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اٹھ کر اندر چلے گئے اور اندر سے تلوار لے کر آئے اور اس مسلمان کا سر تن سے جدا کر دیا۔

جناب سپیکر! یہ ایمان کی بات ہے، یہ قانون کی بات نہیں ہے اور اس پر فتاوے بھی موجود ہیں۔ دنیائے اسلام کے سب سے بڑے عالم دین یوسف کرزاوی نے اس پر فتویٰ دیا ہے انہوں نے یہ کہا ہے کہ یہ خود کش حملہ نہیں ہے جب مسلمان چاروں طرف سے دیکھتا ہے کہ اس کے پاس کوئی حل نہیں ہے تو یہ بھی شہادت ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات پر جس طرح آپ نے کہا یہ دنیاداری کی بات نہیں ہے میں اس کو دنیاداری کہتا ہی نہیں ہوں۔ یہ ہمارے اندر کی بات ہے، یہ ہمارے ایمان کی بات ہے، یہ ہمارے اسلام جو ہمارے اندر ہے یہ اس کی بات ہے لیکن ہم نے جو بائیکاٹ کیا ہے جس طرح کہ وقاص صاحب نے بھی کہا ہے کہ یہ آپ نے ساڑھے چار سال میں پہلی دفعہ دیکھا کہ ایک ممبر وہاں سے یہاں آ کر اور بڑی دیدہ دلیری سے اور یہ خاتون سوائے لڑائی کے آپ ان کا ریکارڈ ملاحظہ فرمالیں کہ جب بھی کوئی لڑائی کا موقع ہوتا ہے یہ بازو اوپر کر کے لڑنے کے لئے میدان میں آ جاتی ہے۔ آپ نے اس پر رولنگ محفوظ رکھی ہے۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ اپوزیشن باہر بیٹھی ہے ہم نے اس وجہ سے بائیکاٹ کیا ہے کہ جو خاتون پر حملہ ہوا ہے تو میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ راجہ بشارت صاحب کو اور ایک دو منسٹرز کو بھیجیں اور وہ اپوزیشن کو لے کر آئیں اور راجہ صاحب اس واقعہ کے متعلق جو ہوا ہے اور یہ افسوسناک واقعہ ہے اس کو آپ نے بھی تسلیم کیا ہے کہ یہ افسوسناک واقعہ ہے، میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کی طرف سے راجہ بشارت صاحب اس پر اظہار کریں جو بھی طریق کار وہ adopt کریں تا کہ اپوزیشن اس بزنس

میں شامل ہو سکے یہ گورنمنٹ کا بزنس ہے اس کٹوتی کی تحریکوں میں زیادہ تر تو اپوزیشن نے ہی بولنا ہے تو یہ بجٹ تو ایک گھنٹے میں ہی پورا ہو جائے گا لیکن یہ اچھا تاثر نہیں ہے۔ یہاں قائد ایوان بھی بیٹھے ہیں میں آپ سے اور وزیر اعلیٰ سے یہ درخواست کروں گا کہ وہ راجہ بشارت صاحب اور ایک دو منسٹرز کو بھیجیں اور جو افسوسناک واقعہ ہوا ہے اس میں ہماری تربیت ہونی چاہئے ہم بہت زیادہ جذباتی بھی ہو جاتے ہیں اور جس طرح آپ نے فرمایا کہ ہم رولز کو بھی ایک طرف رکھ دیتے ہیں لیکن جہاں آپ نے ساڑھے چار سال رولز آف بزنس سے درگزر کیا ہے اور آپ ہمیں موقع بھی دیتے ہیں اس لئے میری آپ سے درخواست ہے کہ آپ راجہ بشارت صاحب اور منسٹرز صاحبان کو بھیجیں تاکہ وہ اپوزیشن کو اندر لے کر آئیں۔

جناب سپیکر: بگو صاحب! میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ میں نے یہ فیصلہ محفوظ رکھا ہے اور جو incident ہوا ہے اس پر میں اپنا فیصلہ انشاء اللہ دوں گا اور یہ سپیکر کو اختیار ہے کہ وہ اپنا فیصلہ ریزرو رکھ سکتا ہے۔ باقی رہی بات ان کو واپس لانے کی تو یہ میں لاء منسٹر صاحب سے گزارش کرتا ہوں کہ اگر وہ آنا چاہتے ہیں تو۔۔۔

جناب محمد وارث کلو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، کلو صاحب!

جناب محمد وارث کلو: جناب سپیکر! یہ جو بگو صاحب نے بات کی ہے یہ معاملہ پہلے سے طے ہو گیا تھا جو میڈم ادھر سے گئی تھیں اس کی بات انہوں نے پہلے سے کر لی تھی اس پر آپ نے اپنی judgment reserved رکھی ہوئی تھی اب جو انہوں نے بائیکاٹ کیا ہے اس کو یہ confuse کر رہے ہیں۔ جو انہوں نے بائیکاٹ کیا ہے جو سمیع اللہ نے بات کی ہے اس پر انہوں نے بائیکاٹ کیا ہے۔

کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء
گستاخ اکھیاں کتھے جا اڑیاں

جناب سپیکر! میں آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ آج یہ ہماری قوم، آج ہمارا یہ ہاؤس confused کیوں ہے؟ آج ناموس رسالت پر بات ہو رہی ہے اور اس پر پیپلز پارٹی کے لوگ بجائے اس کے، پرسوں ان کا رویہ ٹھیک تھا کہ انہوں نے شاہ محمود قریشی کے رویے کو یہ کہا کہ یہ بات

نہیں ہو سکتی۔۔۔

(اذان ظہر)

جناب محمد وارث کلو: یہ settle down ہونا چاہئے۔ یہ نظریاتی مسئلہ ہے۔

جناب سپیکر: جی، تشریف رکھیں۔ وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں گزارش یہ کرنا چاہتا تھا کہ میرے خیال میں اب ایسا ابہام تو ہے کوئی نہیں اور جس طرح ارشد بگو صاحب نے بھی فرمایا ہے کہ ابھی ان کا جو واک آؤٹ ہے وہ ایک particular issue پر ہے کہ ایک محترمہ کے متعلق جو وہ فرما رہے تھے کہ انھوں نے ایک دوسری خاتون کے ساتھ زیادتی کی۔ اس میں آپ کی بڑی واضح رولنگ آ چکی ہے کہ آپ اس بات کا نوٹس لیں گے اور آپ اس پر detailed ruling دیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس assurance کے بعد ان کو واپس آ جانا چاہئے کیونکہ سپیکر کو اس بات پر compel کرنا کہ then and there وہ فیصلہ فرما دیں میں سمجھتا ہوں کہ یہ مناسب رویہ نہیں ہے۔ آپ کو موقع دینا چاہئے اور ابھی نماز کا وقفہ ہونے والا ہے، وہ آپ کے ساتھ بیٹھیں، بات کریں اور آپ صاحب انشاء اللہ تعالیٰ اس سلسلے میں detailed ruling بھی دیں گے اور ان کو واپس آ جانا چاہئے۔

جناب سپیکر! دوسرا میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں اس معزز ایوان کے لئے بھی اور پریس کی consumption کے لئے بھی کہ یہ ہمارے دوست جو پہلے ہی جس بات پر احتجاج کر رہے تھے وہ خود کش حملے کو confuse کر رہے تھے۔ وہ بات کر رہے تھے کہ اسلام میں خود کش حملہ کہاں جائز ہے؟ ہم مانتے ہیں کہ اسلام میں مسلمان، مسلمان کے خلاف خود کش حملہ کرے تو جائز نہیں، رشدی کے معاملے میں کہاں جائز اور ناجائز والی بات ہے؟ وہ تو مرتد ہے اور جس طرح آپ نے رولنگ دی، میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے بالکل درست فرمایا اور ہر شخص نے اس کو appreciate بھی کیا، اپوزیشن نے appreciate کیا اور ان کو بھی میں سمجھتا ہوں کہ یہاں not for the sake of this House بلکہ اپنے جذبہ ایمانی کے لئے، اپنے ایمان کے لئے اور اپنے مسلمان ہونے کے ناتے ان کو ایک grace show کرنی چاہئے اور اس کو انا کا مسئلہ نہیں بنانا چاہئے۔ اگر محترمہ بے نظیر بھٹو نے ایک غلط بات کی ہے تو ان کو gracefully کہنا چاہئے کہ یہ غلط بات کی ہے، ہم ان سے کہیں گے کہ اس کی وضاحت کریں، بات ختم۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس میں کوئی confusion تو ہے نہیں۔ وہ رشدی کی وکیل بن گئی ہیں۔ ہم نے احتجاج اس لئے کیا کہ ان کو

ایک گستاخ رسول کی وکالت نہیں کرنی چاہئے تھی۔جب مسلمان اپنے جذبات کا اظہار اس گستاخ رسول کے خلاف کر رہے ہیں تو اس کے آگے صحیح یا غلط ہونے کا ان کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ یہ ہمارے جذبہ ایمانی کی بات ہے۔ اس کی وضاحت کرنے والی، اس کو جائز قرار دینے والی، اس کو غلط قرار دینے والی وہ کون ہوتی ہیں؟ ہم نے اس بات پر واک آؤٹ کیا تھا۔ میں ایم ایم اے کے بھائیوں کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے ہمارے مؤقف کی تائید کی۔اب بھی وہ اس بات کا اظہار کر رہے ہیں کہ انھوں نے جو واک آؤٹ کیا ہے وہ کسی اور issue پر کیا ہے، اس issue پر ان کا مؤقف ہمارے ساتھ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس کو مزید issue نہیں بنانا چاہئے۔ ہاؤس کی کارروائی کو آگے چلانا چاہئے اور ان سے بھی آپ دوستوں کو request کرنی چاہئے کہ وہ واپس تشریف لائیں اس لئے کہ اس پر سپیکر صاحب پہلے ہی اس کا نوٹس لے چکے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ سپیکر صاحب کی طرف سے رولنگ بھی آئے گی۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ اب وقفہ نماز ہوتا ہے اور ہاؤس آدھ گھنٹہ کے لئے adjourn کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلہ پر نماز ظہر کے لئے ایوان کی کارروائی آدھ گھنٹہ کے لئے ملتوی کی گئی)

(اس مرحلہ پر وقفہ برائے نماز ظہر کے بعد ایک بج کر 50 منٹ پر
جناب سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں نے گزارش کی تھی کہ آج Cut Motions ہیں اور جمہوری سسٹم میں یہ ضروری ہے کہ اپوزیشن ہاؤس میں موجود ہو اس لئے میری آپ سے پھر درخواست ہے کہ کچھ منسٹرز کو کہا جائے کہ اپوزیشن کے دوستوں کو ہاؤس میں لے کر آئیں۔

جناب سپیکر: میں جناب عامر سلطان چیمہ وزیر آبپاشی، قاسم نون صاحب اور ارشد محمود بگو صاحب سے کہتا ہوں کہ اپوزیشن کے ممبران کو ہاؤس میں لے کر آئیں۔ محمد وقاص صاحب!

جناب محمد وقاص: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! صحت کا محکمہ زیر بحث ہے اور کٹوتی کی تحریک پر ہم بات کر رہے ہیں۔ اس وقت جو 8.85۔ارب روپے حکومت نے صحت کے لئے مانگے ہیں۔ ہمارا یہ خیال ہے کہ حکومت کی کارکردگی اس طرح نہیں ہے کہ یہ رقم اس کو دی جائے۔

جناب سپیکر!زیادہ رقم دکھا دینا یا زیادہ رقم خرچ کر دینا یہ اس بات کی علامت نہیں ہوا کرتی کہ واقعی کارکردگی بھی اتنی اچھی ہے۔اگر آپ نے کارکردگی کو دیکھنا ہے تو آپ کو یہ دیکھنا چاہئے کہ عام آدمی پنجاب کے اندر جو 9,8 کروڑ انسان خواتین،مرد اور بچے ہیں ان کو صحت کی کیا سہولت میسر ہے۔ہم جو رقم خرچ کر رہے ہیں ان تک کس حد تک پہنچ رہی ہے اور سہولت کس طرح سے حاصل ہے۔اس لحاظ سے اگر آپ پچھلے سال کا جائزہ لیں جس میں حکومت نے 9۔ارب روپے خرچ کئے ہیں اگرچہ انھوں نے 6۔ارب روپے کا مطالبہ زر منظور کرایا تھا لیکن 9۔ارب روپے خرچ کئے گئے۔اس کے نتیجے میں ہسپتالوں کی کیا صورتحال ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔اگر پنجاب کے ایک عام آدمی کو گردے کی تکلیف ہو جائے،اسے دل کا کوئی عارضہ ہو جائے یا اسے خدانخواستہ کینسر ہو جائے یا خدانخواستہ وہ جل جائے تو آپ دیکھیں کہ پورے پنجاب کے اندر کیا صرف لاہور یا ملتان کا کارڈک سنٹر اس قابل ہے کہ پورے پنجاب کی ضروریات کو پورا کر سکے۔اگر خدانخواستہ دس پندرہ یا بیس ہزار آدمیوں کو یہ مرض لاحق ہو جائے تو کیا یہ اس قابل ہیں کہ ان کا علاج کر سکیں۔میں نے جب بجٹ پر تقریر کی تو ہماری بہن محترمہ ڈاکٹر فرزانہ کو تکلیف ہوئی اور انھوں نے کہا کہ ہم نے الٹرا ساؤنڈ،ایم آر آئی اور فلاں فلاں مشینیں دی ہیں۔میرا یہی سوال ہے کہ ان سے استفادہ کرنے والے لوگوں کا تناسب کتنا ہے۔کیا وہ چند سو ہیں،چند ہزار ہیں یا بہت بڑے پیمانے پر لوگ ان سے استفادہ کر رہے ہیں؟

جناب سپیکر!اصل میں حالت یہ ہے کہ جو سہولیات ہم نے دی ہیں وہ بہت محدود طبقے کے لئے ہیں اور پنجاب کا بہت بڑا طبقہ ان سے محروم ہے۔مجھے گزشتہ چند ماہ میں دو مرتبہ لاہور کے دو ہسپتالوں میں جانے کا اتفاق ہوا ایک تو لاہور کے میو ہسپتال میں گیا میرے ایک عزیز کو برین ہیمرج ہوا اور وہ چار پانچ دن وہاں داخل رہے۔میں آپ کو on the floor of the House بتاتا ہوں کہ اس ہسپتال میں قدم رکھنے کی جگہ نہیں ہے،اس ہسپتال میں صفائی کا کوئی حال نہیں ہے وہاں پر ٹائلٹ اور باتھ رومز کا کوئی حال نہیں ہے اور وہاں پر مریضوں کے لئے جو بیڈ رکھے گئے ہیں ان کا کوئی حال نہیں ہے۔وہاں پر کوئی ایسی چیز اور سسٹم نہیں ہے کہ جراثیم اور مزید بیماریوں سے مریضوں کو بچایا جا سکے۔ان کے لئے کوئی بھی انتظام نہیں ہے اور ان کے لواحقین

بے چارے کھلے آسمان کے نیچے اس ہسپتال میں اپنے مریضوں کے ساتھ رہتے ہیں اور انسان محسوس کرتا ہے کہ پتا نہیں میں بیسویں اکیسویں صدی کا انسان چودھویں اور پندرھویں صدی میں آ گیا ہوں میو ہسپتال کی یہ حالت ہے۔

جناب سپیکر! میرے اپنے بیٹے کا ایک چھوٹا سا آپریشن لاہور کے جنرل ہسپتال میں ہوا۔ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ میرے ساتھ وہاں جو سلوک ہوا اور مجھے جو وہاں کے چکر لگانے پڑے حالانکہ میں اس ایوان کا منتخب ممبر ہوں تو آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کسی دور دراز دیہات سے کوئی شخص اٹھ کر آئے تو اس کی کیا صورتحال ہو گی لہذا ہم پیسے تو خرچ کر رہے ہیں لیکن وہ نیچے تک نہیں جا رہے۔ان کی کوئی مینجمنٹ نہیں ہو رہی اور اس کے نتیجے میں عوام کو کوئی بہتر چیز نہیں مل رہی۔

جناب سپیکر! ڈاکٹرز کے بارے میں ڈاکٹر وسیم صاحب نے بات کر لی ہے میں اس پر بات نہیں کرنا چاہتا لیکن میں ایک اور بہت اہم مسئلے پر بات کرنا چاہتا ہوں اور محترم چودھری اقبال صاحب کی خصوصی توجہ چاہتا ہوں یہ ہمارے بڑے رواداراور اچھے منسٹر ہیں، بڑے قابل ہیں اور ان سے امید ہے کہ یہ اس پر توجہ دیں گے کہ ہمارے ہاں ادویات کی قیمتیں آسمانوں سے باتیں کرتی ہیں۔اگر کسی کو complicated بیماری ہو جائے تو ہزاروں روپے کی ادویات آتی ہیں۔اگر کسی کو خدانخواستہ دل کی بیماری ہو جائے تو جو پہلا انجکشن لگتا ہے وہ سات آٹھ ہزار روپے کا ہوتا ہے۔اس طرح کی ادویات، انجکشن اور ویکسینز ہیں ان کی قیمتیں آسمانوں سے باتیں کر رہی ہیں۔اگر اس کا ہم اپنے پڑوسی ملک سے موازنہ کریں تو وہاں یہی ادویات بہت ہی سستے داموں میسر ہوتی ہیں۔اب مجھے نہیں پتا کہ اس کی وجہ یہاں کے ٹیکسوں کا سسٹم ہے یا یہاں پر یہ امپورٹ کرنا چاہتے ہیں اور اس میں رکاوٹیں ہیں۔اس پر ہمیں غور کرنا چاہئے اور یہ دیکھنا چاہئے کہ ہمارے پڑوسی ملک میں اس سلسلے میں کیا حکمت عملی اختیار کی ہوئی ہے کہ وہاں پر life saving drugs اور باقی تمام ادویات کی بہت معمولی قیمت ہوتی ہے عام آدمی کی پہنچ میں ہوتی ہے جبکہ ہمارے ہاں یہ بڑا مشکل ہے اور ادویات بڑی مہنگی ہیں۔

جناب سپیکر! اس سے بڑی اور گھمبیر بات یہ ہے کہ ہماری مارکیٹ میں دو نمبر ادویات بہت زیادہ ہیں یعنی ہمیں یہ توقع نہیں ہوتی کہ جو دوائی ہم لے رہے ہیں اور اس پر ہزاروں روپے خرچ کر رہے ہیں تو پتا نہیں کہ یہ اصلی بھی ہے یا نہیں، یہ ٹھیک بھی ہے یا نہیں ہے۔ہمارے سامنے پنجاب کے سابق گورنر الطاف صاحب کا کیس ہے جو بڑا مشہور ہوا اور اخبارات میں آیا کہ اس

بے چارے کی موت ہی غلط ادویات کھانے کی وجہ سے ہوئی اس لئے کہ وہ جو دوائی لے کر آئے تھے وہ اصلی نہیں تھی اور دو نمبر تھی جس سے ان کی موت واقع ہو گئی۔ اگر ایک گورنر کے ساتھ یہ ہو سکتا ہے تو پنجاب کے ایک عام شہری کے ساتھ یہ کیوں نہیں ہو سکتا۔ اس کے ساتھ اس کا امکان زیادہ ہے لہذا اس پر سخت چیک کرنے کی ضرورت ہے کہ ادویات صحیح ہوں اور اس کی کوالٹی پر کوئی compromise نہ کیا جائے۔

جناب سپیکر! ہماری جو صحت کی سہولیات ہیں یہ بہت محدود تعداد میں لوگوں کو میسر ہیں۔اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے پنجاب کی بہت بڑی آبادی عطائی حکیموں اور جعلی ڈاکٹروں کے رحم وکرم پر ہے۔آپ دیہات کی بات کو چھوڑیں آپ کو لاہور میں، فیصل آباد میں، راولپنڈی میں تھڑوں پر لوگ مل جائیں گے کہ جو کہیں گے کہ آپ اپنے دانت صاف کروالیں جو آپ کو کہیں گے کہ ایچ آئی وی ایڈز کا علاج بھی ہے، یرقان اور ہیپاٹائٹس کا بھی علاج ہے۔اس کے علاوہ فلاں بڑے اور فلاں چھوٹے حکیم صاحب کے بڑے بڑے بورڈ آویزاں ہیں جو لوگوں سے ہزاروں روپے بٹورتے ہیں اور ان کو misguide کرتے ہیں جس کے نتیجے میں لوگوں کی جانیں چلی جاتی ہیں لہذا صحت کے محکمے کو اس چیز کا بھی سختی سے نوٹس لینا چاہئے لیکن گزشتہ جتنے عرصے سے میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ mushroom growth کی طرح بڑھ رہے ہیں لیکن کوئی بھی چیز ایسی سامنے نہیں آئی کہ کسی فلاں شخص کو پکڑا گیا ہو اور اس کو کیفر کردار تک پہنچایا گیا ہو۔ ہمارے ہاں ریسرچ کا جو فقدان ہے اس کے نتیجے میں ڈاکٹرز کو ایسی سہولیات نہیں دی جاتیں اور ایسا ماحول فراہم نہیں کیا جاتا کہ وہ ریسرچ کر کے نئی ادویات ایجاد کریں، نئی چیزیں دریافت کریں اور اپنی اس ریسرچ سے عوام تک کوئی فائدہ پہنچائیں۔اس کے ساتھ ساتھ چونکہ ہمارے ہاں ماحول conducive نہیں ہے ہمارے ہاں talent کی قدر نہیں کی جاتی اسی لئے ہمارے ڈاکٹرز باہر امریکہ، جرمنی، برطانیہ اور کینیڈا چلے جاتے ہیں اور وہ اپنا بڑا نام پیدا کرتے ہیں، لوگ ان پر اعتماد کرتے ہیں اور ان کی ریسرچ کو قابل قدر سمجھتے ہیں۔ میں چاہوں گا کہ ہمارے ملک میں ہم اس talent کو واپس لائیں اور ان سے فائدہ اٹھائیں۔ میں آپ کو ایک اور بات بتانا چاہتا ہوں جو میرا ذاتی تجربہ ہے، میرے چھوٹے بھائی نے میڈیکل انجینئرنگ کی ہوئی ہے، اس نے یہاں لاہور کے سوشل سکیورٹی ہسپتال میں دو مہینے گزارے، اس نے مجھے بتایا کہ یہاں پر اربوں روپے کی مشینیں پڑی ہوئی ہیں اور ان ساری مشینوں میں معمولی فرق ہے یا فرق ڈال دیا گیا ہے لیکن انہوں نے ان مشینوں کو سردخانوں اور سٹوروں

میں ڈال دیا ہے لیکن اسے استعمال نہیں کر رہے۔ ہم اگر کوئی مشین کسی ہسپتال کو دے بھی دیتے ہیں، کوئی MRI کی مشین دے دیتے ہیں، ایکسرے کی مشین یا الٹرا ساؤنڈ کی مشین دے دیتے ہیں تو نیچے لیول پر اتنی کرپشن ہے کہ اسے ٹھیک طرح سے استعمال نہیں کیا جاتا، اسے اپنے کسی مفاد کے لئے یا کسی باہر کی لیبارٹری سے ٹیسٹ کروانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔۔۔

وزیر صحت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، وزیر صحت پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

وزیر صحت: جناب سپیکر! یہ کٹوتی کے بارے میں قواعد و ضوابط بڑے clear ہیں اور فاضل رکن کو ان پر relevant رہنا چاہئے۔ اب وہ سوشل سکیورٹی ہسپتال کی بات کر رہے ہیں جو محکمہ صحت کی domain میں نہیں آتا اس لئے میری گزارش ہے کہ وہ relevant بات کریں۔

جناب محمد وقاص: جناب سپیکر! سوشل سکیورٹی کا جو ہسپتال ہے وہ بھی پنجاب کے اندر ہے۔

جناب سپیکر: یہ لیبر ڈیپارٹمنٹ کے under آتا ہے۔

جناب محمد وقاص: جناب سپیکر! میں ان کی بات کو تسلیم کرتے ہوئے اپنی بات کو ختم کرتا ہوں کہ پنجاب کے باقی ہسپتال جو محکمہ صحت کے تحت ہیں ان کے اندر بھی آپ نے جو مشینری فراہم کی ہوئی ہے اس کا یہی حشر ہے۔ میں آپ کو ٹیکسلا کا THQ ہسپتال، سول ہسپتال راولپنڈی، جنرل ہسپتال راولپنڈی کے متعلق بتاتا ہوں جو محکمہ صحت کی domain میں آتے ہیں ان کے بارے میں بتا سکتا ہوں کہ ان کے اندر کروڑوں روپے کی مشینری پڑی ہوئی ہے لیکن انہیں صحیح طور پر handle نہیں کیا جاتا یا پھر اس کو خراب کر دیا جاتا ہے۔ اسے خراب اس لئے کیا جاتا ہے کیونکہ اس میں vested interest یہ ہوتا ہے کہ باہر سے ٹیسٹ کروانے ہوتے ہیں، باہر کی لیبارٹریوں سے ان کا معاہدہ ہوتا ہے جہاں پر لوگوں کو بھیج کر ٹیسٹ کروائے جاتے ہیں۔ اپنی مشینری خراب تصور کی جاتی ہے تاکہ باہر کے لوگوں کی جیب بھی بھری جائے اور اپنی کمیشن بھی وصول کی جائے لہٰذا اس ساری صورتحال میں، میں یہ سمجھتا ہوں کہ محکمہ صحت کی کارکردگی اس قابل نہیں ہے کہ انہیں ایک دھیلا روپیہ بھی دیا جائے اس لئے میری اس کٹوتی کی تحریک کو منظور کیا جائے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اب سید احسان اللہ وقاص صاحب وہ تو تشریف نہیں رکھتے تو پھر کٹوتی کی تحریک یہیں پیش کر دیں۔ اس کٹوتی کی تحریک پر محترمہ طاہرہ منیر صاحبہ کا نام ہے لیکن محترمہ! آپ

کی طرف سے چٹ نہیں آئی، کیا آپ پولیس پر بات کرنا چاہیں گی؟

محترمہ طاہرہ منیر: جی۔

جناب سپیکر: دوسرا نام محترمہ زیب النساء قریشی صاحبہ کا ہے وہ بھی بات نہیں کرنا چاہتیں۔ جی، وزیر صحت!

وزیر صحت: شکریہ۔ جناب سپیکر! حکومت پنجاب نے مالی سال 08-2007 کے لئے 8۔ارب 85 کروڑ 35 لاکھ 81 ہزار روپے جو صحت کے لئے ادویات فراہم کرنے کی رقم مختص کی ہے جس کے لئے یہ کٹوتی کی تحریک تھی جس پر فاضل اراکین اپوزیشن نے بڑی کھل کر بات کی ہے۔ میں اس کی تھوڑی سی bifurcation گوش گزار کرنا چاہوں گا کہ یہ رقم صوبائی سطح کی ادائیگی کے غیر ترقیاتی اخراجات جس میں ملازمین کی تنخواہیں اور دوسرے جاری اخراجات، ادویات کی خریداری، یوٹیلٹی بلز کی ادائیگی اور دیگر متفرق اخراجات پر مشتمل ہے۔ اس میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ صرف لاہور تک اور ایک ہی ادارے کو دے دیا گیا ہے اس کی bifurcation درست نہیں ہے۔ میں اس کو پڑھ دیتا ہوں، اس میں ماڈل چیسٹ کلینک لاہور کے لئے 40 لاکھ 86 ہزار روپے ہے، ٹی بی سینی ٹوریم مری جو کہ راولپنڈی میں آتا ہے اس کے لئے 4 کروڑ 17 لاکھ 34 ہزار روپے ہے، ڈینٹل ہسپتال کے لئے 4 کروڑ 28 ہزار روپے ہے، چلڈرن ہسپتال و نرسنگ سکول کے لئے 48 کروڑ 16 لاکھ 33 ہزار روپے ہے، اسی طرح راولپنڈی، ملتان، نشتر میڈیکل کالج اور فیصل آباد شامل ہیں اس کی بہت لمبی تفصیل ہے اس لئے میں مختصراً عرض کرتا چلوں کہ پورے پنجاب کے اندر یہ allocation ہے۔ یہ جو کہا گیا ہے کہ اس میں صرف لاہور کے اوپر ہی فوکس کیا گیا ہے یہ بات درست نہیں ہے۔ اس کے علاوہ میں بڑے فخر سے اپنی حکومت کی کارکردگی بیان کرنا چاہوں گا کہ ہیلتھ سیکٹر میں عوام کے لئے طبی سہولتوں کی بہتر فراہمی کے لئے جو انقلابی تبدیلیاں ہماری حکومت لے کر آئی ہے اس سے پہلے اس کی مثال نہیں ملتی۔

جناب سپیکر! آپ اس ہاؤس کے بڑے پرانے ممبر ہیں اور پرانے ساتھی بھی یہاں بیٹھے ہوئے ہیں تو پہلے حکمرانوں نے بڑے اچھے Basic Health Units بنائے، ان کی بڑی اچھی بلڈنگز تھیں، میڈیکل آفیسرز کی بہت اچھی رہائشیں اور دفاتر تھے لیکن کسی حکمران کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ ان کو آباد بھی کیا جائے۔ یہ واحد وزیراعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی ہیں جنہوں نے BHUs میں ہر سہولت دی، اب ان میں آج کل ڈاکٹرز، Paramedics اور ادویات بھی موجود

ہیں، تقریباً 90 فیصد BHUs اب آباد ہو گئے ہیں اس میں کوئی الہ دین کا چراغ نہیں جلایا گیا ہے۔ اب ڈاکٹر وسیم اختر صاحب شاید چلے گئے ہیں، ایک تو مصیبت یہ ہے کہ یہ باتیں کرتے ہیں لیکن سنتے نہیں ہیں۔ میں بتاتا ہوں کہ آج تک کسی حکمران کو یہ توفیق نہیں ہوئی لیکن اب ایک میڈیکل آفیسر کو 24800/- روپے بنیادی تنخواہ دی جاتی ہے جو BHUs میں کام کر رہے ہیں، اس incentive سے اس کا package تقریباً 30 ہزار روپے مہینہ بن جاتا ہے۔ اس کے علاوہ جب وہ پبلک سروس کمیشن میں ریگولر نوکری کے لئے پیش ہوگا تو اس کو دو سال BHUs میں سروس کرنے کے معاوضے میں 30 نمبر دیئے جائیں گے، یہ دو incentive گورنمنٹ پنجاب نے ایسے دیئے ہیں جس سے ہمارے BHUs آباد ہو گئے ہیں۔ اب اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ یہ BHUs آباد ہونے سے ہماری وہ عوام جن کے پاس وسائل نہیں ہیں، جو غریب ہیں جن کی آمدنی کم ہے وہ ادھر جاتی ہے لیکن بڑے لوگ تو ڈاکٹر ہسپتال سے علاج کرواتے ہیں لیکن 60 سے 70 فیصد آبادی جو دیہاتوں میں رہتی ہے انہوں نے کبھی ڈاکٹر کی شکل نہیں دیکھی تھی وہ quacks کے ہاتھوں لٹ رہے تھے۔ یہاں پر ہمارے فاضل دوستوں نے باتیں کیں کہ quacks لوٹ رہے ہیں، حکیم ڈاکٹر بن کر فیسیں لے رہے ہیں جو qualified نہیں ہیں۔ جب تک آپ کسی قوم کو qualified بندہ نہیں دیں گے تو پھر وہ disqualified لوگ یہ سارا کام دکھائیں گے اس لئے ہمارے qualified ڈاکٹرز آج کل ہر BHUs میں موجود ہیں اور وہ لوگوں کو ادویات دے کر علاج کر رہے ہیں جس کی وجہ سے آپ دیکھیں کہ صوبے کے کونے کونے میں گراس روٹ لیول تک وہ سہولیات جو ہر شہری کو ہونی چاہیئں وہ ان کو مل رہی ہیں۔ اس کے علاوہ RHCs ہیں ہم نے ایک reference system بنایا ہے کہ اگر BHUs میں ایک مریض کا علاج نہیں ہو سکتا جو serious ہے تو اس کو ہم RHC میں refer کرتے ہیں جہاں پر ہمارے سپیشلسٹ موجود ہیں، آپریشن تھیٹر موجود ہیں اور ان کو ہم state of art بنا رہے ہیں تاکہ ہر قسم کی سہولتیں وہاں پر موجود ہوں۔ پھر اس سے اوپر اگر کوئی serious مریض ہو تو اس کو reference system کے تحت THQ میں بھیجتے ہیں، خدانخواستہ اگر اس سے بھی زیادہ کوئی serious مریض ہو تو پھر اس کو DHQ میں بھیج دیتے ہیں۔ یہ ساری exercise کرنے کا پروگرام یہ ہے کہ جیسے کہا گیا ہے کہ لاہور پر focused ہے اور لاہور کو ہی سارے پیسے دیئے جا رہے ہیں۔

جناب والا! آپ کو پتا ہے کہ پنجاب کے کونے کونے سے بہاولپور سے، ڈیرہ غازی خان

سے مریض سارے آتے ہی لاہور میں ہیں اس لئے کہ یہ facilities ان ہسپتالوں میں نہیں تھی۔ اس کو decentralized کرنے کا مطلب یہی ہے کہ لاہور کا پریشر کم کیا جائے اور grass root level پر جو basic health یا primary health کو پہنچایا جائے۔ ہم نے اس کو decentralized کرنے کے لئے اور کیا کیا ہے۔ آپ پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی کو دیکھ لیں کہ پورے پنجاب کا پریشر اس ہسپتال پر تھا اور اس میں گورنر پنجاب اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے جنرل جیلانی خان نے یہ پودا لگایا تھا اور آج کل ہماری حکومت نے اس کو تن آور درخت بنایا۔ یہ state of the art ہسپتال ہے۔ اس میں مخیر حضرات نے بھی ہماری بڑی مدد کی ہے اور پنجاب کے کونے کونے سے وہاں پر مریض آتے تھے ہم نے اس کو decentre اس طرح کیا ہے کہ ملتان انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی بنایا ہے اور اگر آپ اس کو دیکھیں تو پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی سے بہتر ہسپتال بنا کر دیا ہے اس پر اربوں روپے خرچ کئے ہیں اور اس کو well-equipped کیا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر! یہاں پر کہا گیا ہے کہ ڈاکٹرز باہر drain out ہو رہے ہیں۔ ڈاکٹر طاہر علی جاوید صاحب کو پتا ہے اور وہ گئے بھی تھے کہ ہم نے اس ہسپتال میں کام کرنے کے لئے باہر کے ڈاکٹروں کو invite کیا ہے۔ ان کے انٹرویوز ہو چکے ہیں اور وہ پاکستان آنے والے ہیں ان کو state of the art رہائشیں اور بہترین package دیا ہے تاکہ ملتان میں بیٹھ کر ہمارا وہ جو علاقہ ہے ڈیرہ غازی خان اور بہاولپور کا اس کو ملتان میں cater for کریں تاکہ لاہور کا پریشر کم کیا جا سکے۔

جناب سپیکر! اسی طرح state of the art ہسپتال ملتان میں، یہاں پر رانا ثناء اللہ خان کہہ رہے تھے کہ جی فیصل آباد میں تو کوئی، آپ وہاں کے رہنے والے ہیں اور اگر آپ نے کبھی visit کیا ہو اور وہ ہسپتال دیکھا ہو تو وہ بھی پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی سے کم نہیں جو کہ فیصل آباد میں بن رہا ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز، آرڈر پلیز۔

وزیر صحت: جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ اسی طرح کا ایک فیصل آباد انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی institution ہے جو مکمل ہو چکا ہے۔ اس کی بلڈنگ مکمل ہو چکی ہے اور اب اس کو operational کرنے والے ہیں اور وزیر اعلیٰ پنجاب اس کا افتتاح کریں گے وہ بھی انشاء اللہ پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی لاہور کے مقابلے کا ہوگا۔ یہ ساری facility ہم پنجاب کے کونے کونے

میں اس لئے پھیلا رہے ہیں تاکہ لاہور سے پریشر کم کیا جائے اور لوگوں کو ہر کونے کے اندر facility دی جائے۔ اسی طرح کا ایک ہسپتال وزیرآباد میں بھی بن رہا ہے۔ اس کے علاوہ اور کیا کیا facilities دے رہے ہیں۔ وہ میں آپ کو تھوڑا سا عرض کرتا ہوں۔ ڈاکٹروں کی کمی کو کم کرنے کے لئے اور میڈیکل ایجوکیشن کو promote کرنے کے لئے دو میڈیکل یونیورسٹیاں لاہور میں بنائی گئی ہیں۔ ایک کنگ ایڈورڈ یونیورسٹی ہے اور دوسری ہیلتھ سائنسز یونیورسٹی ہے اس کے علاوہ دو میڈیکل کالجز کا قیام کیا گیا ہے جن میں لڑکے داخل ہونا شروع ہو گئے ہیں اس کے علاوہ جو کم ترقیاتی اضلاع ہیں وہاں پر ہم میڈیکل کالجز میں داخلے کے لئے 30 سیٹوں کا اجراء کیا گیا ہے تاکہ غیر ترقی یافتہ علاقے سے بھی لوگ ڈاکٹر بن کر خدمت کر سکیں۔ اس کے علاوہ جناح ہسپتال لاہور میں نرسوں کے لئے بی ایس سی نرسنگ کالج کا قیام عمل میں آیا ہے۔ پہلے وہ اتنی qualified نہیں ہوتی تھیں ان کا گریڈ بھی ہم نے improve کیا ہے اور ان کی بنیادی ایجوکیشن کو بھی improve کیا ہے تاکہ بہتری آ سکے۔ اس کے علاوہ نشتر ہسپتال ملتان، فیصل آباد، راولپنڈی، جھنگ، لیہ، گوجرانوالہ کے DHQs میں سی ٹی سکین لگا کر دیئے ہیں تاکہ ان لوگوں کو لاہور نہ آنا پڑے۔ اس کے علاوہ جناح ہسپتال لاہور میں کینسر کے مریضوں کے لئے liner accelerator کی سہولت مہیا کی ہے۔

جناب سپیکر! میو ہسپتال لاہور، نشتر ہسپتال ملتان، اور جناح ہسپتال لاہور میں کینسر کے مریضوں کے لئے سہولتیں فراہم کی ہیں۔ نئے قائم ہونے والے اضلاع منڈی بہاؤالدین، پاکپتن، لودھراں اور نارووال میں نئے DHQs کی تعمیر شروع کر دی ہے تاکہ جو نئے اضلاع بنے ہیں وہاں بھی کم از کم ایک ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال موجود ہو۔

جناب سپیکر! اس ساری facility کو مہیا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ پنجاب کا ہر شہری یہ محسوس کرے کہ اس کے ساتھ equal status کا برتاؤ ہو رہا ہے تاکہ یہ جو جاوید صدیقی صاحب محرومیوں کی بات کرتے رہتے ہیں۔ ایسا تاثر پاکستان اور پنجاب میں نہ پایا جائے۔ پھر چلڈرن ہسپتال لاہور، نشتر ہسپتال ملتان اور راولپنڈی جنرل ہسپتال میں waste کو جلانے کے لئے incinerators لگا رہے ہیں تاکہ اس waste کو بہتر طریقے سے ضائع کیا جا سکے۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف واک آؤٹ ختم کر کے واپس ایوان میں تشریف لائے)

(نعرہ ہائے تحسین)

وزیر آبپاشی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: وزیر آبپاشی پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔ جی، فرمائیں!

وزیر آبپاشی: جناب سپیکر! آپ نے مجھے اور رانا قاسم نون صاحب کو اپوزیشن کو منانے کے لئے بھیجا تھا۔ ہم نے ان سے بات چیت کی ان کی مہربانی کہ وہ لوگ یہاں تشریف لے آئے ہیں۔ Basically جو بات آگے بڑھی وہ کہتے ہیں کہ زینت خان صاحبہ اور آغا غلام حیدر صاحب نے جو کیا ہے اس کو apologize کریں اسی شرط پر وہ اندر آئے۔ میری درخواست ہے کہ چونکہ آپ نے بھیجا تھا اور آپ کے نوٹس میں لارہے ہیں لہذا براہ مہربانی اس معاملے کو resolve کر دیا جائے۔ اس میں کوئی حرج نہیں پڑتا کہ وہ apologize کر لیں۔

جناب سپیکر: اپوزیشن صرف معذرت پر ہی اکتفا کرتی ہے یا میرے فیصلے کا انتظار کرے گی۔ جب آپ معذرت کرنے پر خوش ہیں تو ٹھیک ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! ہم آپ کے فیصلے کو prefer کرتے ہیں۔ وہاں پر جب چیمہ صاحب اور نون صاحب سے بات ہوئی تو وہاں یہ بات بھی ہوئی تھی لیکن ہم آپ کے فیصلے کو prefer کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: تو پھر فیصلے کا انتظار کریں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! فیصلے کا انتظار کتنا کرنا پڑے گا؟

جناب سپیکر: آپ کی زبان سے یہ الفاظ تو زیب نہیں دیتے۔ آپ binding تو نہیں---

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! binding تو نہیں لیکن آپ نے آج دو رولنگ reserve کی ہیں۔ ایک رولنگ فوری طور پر دے دی ہے اور دوسری کے متعلق ہم یہ چاہتے ہیں کیونکہ یہ ایک اہم issue ہے۔

جناب سپیکر: اس پر رولنگ بھی جلدی آ جائے گی۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! آپ نے اس میں رولنگ نہیں دینی۔

جناب سپیکر: فیصلہ تو دینا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: لیکن اس فیصلے کی جو نوعیت ہے اور جو متعلقہ رول ہے وہ آپ پڑھ لیں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو رول آف بزنس پڑھ لیں۔ آج کے علاوہ آپ نہیں کر سکتے۔

جناب سپیکر: آج کے بعد نہیں کر سکتے۔

رانا ثناء اللہ خان: جی، نہیں کر سکتے۔

جناب سپیکر: مجھے دکھائیں۔آپ رول نمبر بتائیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! رول نمبر 210۔

وزیر جیل خانہ جات: جناب سپیکر! اس میں چیئر کی discretion ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: نہیں، اس میں discretion والی بات نہیں ہے۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز، آرڈر پلیز۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! جب کوئی ممبر پوائنٹ آف آرڈر raise کرتا ہے تو وہ 209 کے تحت آتا ہے اور اس میں آپ نے رولنگ دینی ہوتی ہے۔

جناب سپیکر: رول نمبر 209 ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! رول نمبر 209 تو یہ ہے کہ کوئی ممبر پوائنٹ raise کرے تو اس پر آپ نے رولنگ دینی ہوتی ہے۔وہ رولنگ آپ reserve بھی کر سکتے ہیں اور فوری طور پر بھی دے سکتے ہیں۔یہ جو معاملہ ہے کہ اگر کوئی ممبر disturb کرتا ہے۔وہ یہ ہے کہ:

(1) The Speaker shall preserve order and shall have all powers necessary for the purpose of enforcing his orders.

(2) The Speaker may direct any member whose conduct is, in his opinion, grossly disorderly, to withdraw immediately from the Assembly, and any member so ordered to withdraw shall do so forthwith...

اب اس میں immediately اور forthwith کے لفظ ہیں کہ اگر کوئی ممبر جو ہے وہ behave کرتا ہے disorderly یا grossly disorderly in your opinion تو آپ اسے immediately ہاؤس سے withdraw کرنے کا کہیں گے اور وہ ممبر جو ہے forthwith اسی وقت اپنے آپ کو ہاؤس کی sitting سے withdraw کرے گا۔

جناب سپیکر: ابھی sitting چل رہی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ یہ جو powers آپ کو ہیں، یہ جو Chair کی powers ہیں یہ for the smooth running of the business of the House ہیں۔ ان کا اس کے علاوہ کوئی اور مقصد نہیں ہے اور at any time جب آپ کی رائے میں in your opinion, in the opinion of the Chair کوئی ممبر disorderly behave کرتا ہے تو یہاں پر لفظ ہے کہ immediately آپ اس کو direct کریں گے کہ وہ withdraw کرے اور وہ ممبر forthwith خود کو withdraw کرے گا یعنی He will leave the House اب بات یہ ہے کہ جس وقت اس ممبر نے disorderly behave کیا یا تو آپ اس کو immediately withdraw کرنے کا کہیں گے یا پھر آپ انہیں کہیں گے کیونکہ یہ ممکن نہیں یا ناں ہی اس کی spirit ہے۔ مثال کے طور پر کوئی ممبر آج بات کرے یا پروسیڈنگ کو آج disturb کرے اور آپ دوسرے، تیسرے، چوتھے دن اس کو کہیں کہ وہ اسے withdraw کرے۔۔۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! ابھی تو آج ہاؤس چل رہا ہے اور دوسرے یا تیسرے دن کی تو بات ہی نہیں ہوئی۔ میں نے یہی کہا ہے کہ میں اپنا فیصلہ دوں گا۔ ابھی انتظار کریں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اگر آپ کہیں تو میں دوبارہ پڑھ دیتا ہوں۔ یہاں immediately کا لفظ ہے یعنی اس سے مراد یہ ہے کہ جس وقت یہ behavior آپ کے سامنے آئے اور آپ نے اسی وقت اس کو withdraw کرنے کے لئے direction دینی ہے اور اس نے forthwith اپنے آپ کو withdraw کرنا ہے۔ یہ آپ پر تھا اور آپ اس وقت خود دیکھ رہے تھے اور اس میں کوئی انوسٹی گیشن یا انکوائری والی بات نہیں ہے تو یہ powers آپ کو ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ لاء منسٹر اس پر بہتر جواب اور رائے دے سکیں گے۔ اس میں immediately اور forthwith کے الفاظ ہیں۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ جب آپ کی طرف سے یقین دہانی آ گئی کہ آپ نے رولنگ دینی ہے تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی

discretion پر ہمیں insist نہیں کرنا چاہئے کہ آپ اسی وقت استعمال کریں۔May کا لفظ ہے it means کہ سپیکر صاحب کی discretion ہے کہ سپیکر صاحب جب چاہیں وہ فیصلہ کریں۔May میں کوئی compulsion نہیں ہے so may سے مراد یہی ہوتا ہے کہ آپ نے فیصلہ کرنا ہے اور آپ نے یقین دہانی کروائی ہے کہ آپ وہ فیصلہ دیں گے۔

جناب سپیکر! اگر میں غلط نہیں ہوں تو اس سے پہلے بھی اس معزز ایوان کی ایسی بے شمار روایات موجود ہیں کہ اگر کسی ممبر کی رکنیت معطل کی گئی یا کسی کے خلاف کوئی کارروائی کی گئی تو then and there وہ رولنگ نہیں دی بلکہ چیمبر میں جا کر آپ رولنگ دیتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ جب آپ کی طرف سے assurance آ رہی ہے کہ آپ نے فیصلہ دینا ہے تو میں صرف آپ کو اتنا یقین دلانا چاہتا ہوں کہ جو بھی آپ کا فیصلہ ہوگا، میں سمجھتا ہوں کہ اس پورے ہاؤس پر binding ہے اور من و عن اس کو تسلیم کیا جائے گا لیکن اب اس بات پر insist کرنا کہ ابھی فیصلہ دیا جائے، میں سمجھتا ہوں کہ یہ مناسب رویہ نہیں ہے۔ یہاں لفظ May کا ہے آپ otherwise بھی فیصلہ کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں محترم راجہ صاحب سے یہ کہوں گا کہ رول 210 کا سب رول 2 آپ دیکھ لیں کہ اس میں May کا لفظ ایسے نہیں ہے جیسے لاء منسٹر صاحب فرما رہے ہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر آپ چاہیں یا نہ چاہیں لیکن اگر آپ چاہیں تو پھر یہ ہے کہ:

The Speaker may direct any Member

اب اگر آپ نہیں چاہتے تو یہ آپ کو enforce نہیں کیا جا سکتا کہ آپ اس بات کو ضرور چاہیں اور یہ آرڈر جو ہے یہ اپنا اختیار استعمال کریں لیکن اگر آپ یہ چاہیں کہ Member whose conduct in your opinion اگر آپ کی رائے میں may کا لفظ آپ کی رائے سے منسلک ہے کہ اگر آپ کی رائے میں ممبر نے disorderly behave کیا ہے تو may وہاں پر ہے تو پھر آپ کیا کریں گے؟ آپ immediately اس کو کہیں کہ وہ withdraw کرے یعنی sitting سے اور اگر آپ یہ اپنا اختیار استعمال کرتے ہیں تو The Member so ordered to withdraw shall do so forthwith وہ فوری طور پر کرے گا and shall absent himself during the remainder of the sitting تو وہ sitting کی بقیہ کارروائی سے

غیر حاضر ہو گا۔اس میں may کالفظ آپ کے اختیار استعمال کرنے کے ارادے سے ہے کہ اگر آپ کی opinion میں آپ چاہتے ہیں یا نہیں چاہتے لیکن اگر آپ چاہتے ہیں تو پھر آپ نے immediately کرناہے اور ممبر نے forthwith withdraw کرنا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ثقافت وامور نوجوانان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

پارلیمانی سیکرٹری برائے ثقافت وامور نوجوانان: جناب سپیکر! سب سے پہلے تو میں نے کسی کو کوئی پنسل نہیں ماری۔ یہ محترم ساری خواتین ویسے ہی میری آنٹیوں جیسی ہیں۔ اصل میں حسن مرتضیٰ صاحب اصل رشدی ہیں اور انہوں نے سارا کام کیا ہے۔ میں نے کسی کو کوئی پنسل نہیں ماری۔ (نعرہ ہائے تحسین)

معزز ممبران حزب اختلاف: آغا صاحب معافی مانگیں، معافی نہیں مانگی گئی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ثقافت وامور نوجوانان: جناب سپیکر! اگر میری کسی بات سے کسی کی دلآزاری ہوئی ہے تو میں معذرت چاہتا ہوں۔

(اس مرحلہ پر سید حسن مرتضیٰ صاحب اپنی نشست سے کھڑے ہو کر
پوائنٹ آف آرڈر پکارتے رہے)

وزیر آبپاشی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر آبپاشی: جناب سپیکر! آپ نے مجھے منانے کے لئے بھیجا تھا تاکہ ایوان کی کارروائی چل سکے اور اپوزیشن آگئی ہے تاکہ ایوان کی کارروائی چل سکے نہ کہ اس لئے کہ ایوان کی کارروائی کو روکا جائے جبکہ آغا صاحب نے معذرت بھی کر لی ہے اور میرے ساتھ اپوزیشن نے یہی طے کیا تھا کہ یہ معذرت کر لیں تو ہم اس بات پر راضی ہو جائیں گے اور رولنگ کے لئے press نہیں کریں گے تو جب آغا صاحب نے معذرت کر لی ہے تو اب ایوان کی کارروائی چلائی جائے اور میرا خیال ہے کہ رولنگ کی اب ضرورت نہیں رہے گی۔

معزز ممبران حزب اختلاف: معافی نہیں مانگی گئی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ثقافت وامور نوجوانان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

پارلیمانی سیکرٹری برائے ثقافت و امور نوجوانان: جناب سپیکر! اگر میری کسی بات سے کسی کی دلآزاری ہوئی ہے تو میں معافی چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: پورے ایوان نے سنا ہے کہ آغا صاحب نے معذرت کر لی ہے معافی مانگ لی ہے اور بیگم زینت صاحبہ سے میں گزارش کروں گا کہ وہ ہاؤس سے تشریف لے جائیں اور تین دن اس ایوان میں نہ آئیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

(اس مرحلہ پر بیگم زینت خان ہاؤس سے باہر چلی گئیں)

(اس مرحلہ پر سید حسن مرتضیٰ floor نہ ملنے پر احتجاجاً ایوان سے واک آؤٹ کر گئے)

جناب سپیکر: جی، وزیر صحت!

وزیر صحت: یہاں پر سدرن پنجاب کے حوالے سے محرومیوں کی بات کی گئی۔ اس حوالے سے میں تھوڑی سی تفصیل بیان کرتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے جو سدرن پنجاب پر خصوصی مہربانی فرمائی ہے۔۔۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر آپ کی طرف سے دی جانے والی رولنگ پر آپ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں اور آپ نے اس چیئر جس کے اوپر آپ تشریف فرما ہیں، اس کی غیر جانبداری اور اس کے تقدس کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے میں سمجھتا ہوں کہ اس کو بلند کیا ہے اور آپ کے اس فیصلے سے نہ صرف اس ہاؤس بلکہ آنے والے ہاؤسز بھی اس رولنگ سے اچھی مثال حاصل کریں گے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بات آپ کے حصے میں آئی ہے کہ آپ نے حکومتی بنچز کی ایک معزز ممبر کو اگر انہوں نے otherwise behave کیا ہے تو آپ نے اس کے متعلق جو فیصلہ کیا ہے اور فوری طور پر اسی sitting میں فیصلہ کیا ہے۔ میں اس کے اوپر آپ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں اور ساری اپوزیشن کی طرف سے میں اس کو سراہتا ہوں۔(نعرہ ہائے تحسین)

وزیر جیل خانہ جات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر جیل خانہ جات: شکریہ۔ جناب سپیکر! جیسا کہ اس ہاؤس کا ماحول ہے اور اس میں ہمیشہ یہ

روایت رہی ہے کہ جب بھی کسی معزز ممبر سے سہواً یا جان بوجھ کر کوئی ایسی غلطی ہوتی ہے تو اس پر معذرت آ جاتی ہے تو پھر ہاؤس کی ہمیشہ یہ رائے ہوتی ہے تو اس کو معاف کر دیا جاتا ہے۔ جس طرح رانا صاحب نے فرمایا کہ وہ آپ کے اس فیصلے کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں تو حکومتی بنچز سے بھی ہم آپ کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں کیونکہ آپ نے پچھلے ساڑھے چار سال سے ہر فیصلہ بالکل کوئی جانبداری سے نہیں کیا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جی، شکریہ

وزیر جیل خانہ جات: جناب سپیکر! میں آخر میں یہ کہوں گا کہ ہم آپ کے فیصلے کو تسلیم بھی کرتے ہیں اور آپ کے اس فیصلے کو appreciate کرتے ہیں۔ شکریہ

رانا آفتاب احمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! میں اپنی پارٹی کی طرف سے آپ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ جس مدبرانہ، حوصلے کے ساتھ اور رولز کے مطابق آپ نے فیصلہ کیا ہے اس سے اس اسمبلی کا وقار بلند ہوا ہے، ایک جمہوری ادارے کا وقار بلند ہوا ہے اور انشاء اللہ ہم آپ کو assure کرتے ہیں کہ ہماری طرف سے کوئی بھی ایسا رکن نہیں ہوگا جو غیر سیاسی اور غیر اخلاقی اقدام اٹھائے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ مجھے پورے ایوان سے یہی توقع ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! ہماری طرف سے سعید اکبر خان نوانی صاحب نے بات کر دی تھی میں صرف اس میں اتنا اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ آج جس وجہ سے اس سارے ماحول میں کشیدگی پیدا ہوئی تھی میں مجموعی طور پر پوری صورتحال پر آپ کو مبارکباد پیش کرنا چاہتا ہوں اور آپ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ آپ نے پورے اس ہاؤس کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے آج جو بھی فیصلے اور جو بھی رولنگز دی ہیں میں سمجھتا ہوں کہ وہ ساری اس ہاؤس کی ترجمانی ہے اور ہمارے جذبات کی ترجمانی ہے۔ جس issue پر آپ نے جو رولنگ دی ہے وہ بھی اور جو ممبران کے conduct پر دی ہے وہ بھی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی۔

سید احسان اللہ وقاص: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: میرے خیال سے شاہ صاحب! کافی ہو گیا ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! آپ کی پہلی رولنگ ہمارے ایمان کے تقاضوں کے مطابق تھی میں اس پر آپ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں اور اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا دنیا اور آخرت میں اجر عطاء فرمائے۔ دوسری رولنگ آپ نے اس ہاؤس کا وقار سر بلند کرنے کے لئے دی ہے میں اس پر بھی اپنی طرف سے اور اپنے تمام ساتھیوں کی طرف سے آپ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ وزیر صحت!

وزیر صحت: جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ ہمارے ڈاکٹر جاوید صدیقی صاحب کو جنوبی پنجاب کا بڑا گلہ رہتا ہے کہ جنوبی پنجاب کی طرف توجہ کم ہوتی ہے تو میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں وزیر اعلیٰ پنجاب کو جنہوں نے جنوبی پنجاب کو top priority دی ہوئی ہے اور سب سے بہتر منصوبے اور سب سے زیادہ اخراجات والے منصوبے جنوبی پنجاب میں بن رہے ہیں۔ میں نے ملتان انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی کی بات کر دی ہے میں باقی منصوبوں کی تھوڑی تفصیل عرض کر دیتا ہوں۔

جناب سپیکر! ملتان میں burn unit بن رہا ہے جس کی لاگت 229 ملین روپے ہے۔ چلڈرن کمپلیکس ملتان جو ڈیڑھ سو بستروں کا ہے وہ ایک ہزار ملین کی لاگت سے بن رہا ہے۔ نشتر ہسپتال میڈیکل کالج بلاک 266 ملین روپے سے بن گیا ہے۔ لودھراں ضلعی ہسپتال میں 394 ملین روپے اخراجات آئے ہیں۔ ڈسٹرکٹ ہسپتال پاکپتن 80 ملین روپے سے بن رہا ہے۔ بہاولپور میں Kidney Transplant and Dialysis Centre 372 ملین روپے سے بن رہا ہے اور مکمل ہونے کو ہے۔ بہاولپور میں کارڈیالوجی سرجری بلاک 300 ملین روپے سے بن رہا ہے۔ ڈسٹرکٹ ہسپتال ڈی جی خان 438 ملین روپے سے بن رہا ہے اور زید میڈیکل کمپلیکس رحیم یار خان 4800 ملین روپے سے بن رہا ہے۔ شیخ زید میڈیکل کمپلیکس 6.50 اس کا تخمینہ ہے جس پر 4.8 خرچ ہو رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میں نے جنوبی پنجاب کا مختصر سا جائزہ پیش کیا ہے اس کے علاوہ ملتان میں نرسنگ کالج جس میں بی ایس سی کی کلاسز شروع ہو رہی ہیں اور صوبہ پنجاب کے اساتذہ کے لئے سپیشل package بھی دیا جا رہا ہے۔ موجودہ حکومت کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ نہ صرف ہاؤس جاب کرنے والے ڈاکٹروں کے package میں خاطر خواہ اضافہ کیا ہے بلکہ پنجاب میں پوسٹ گریجویٹ ٹریننگ کا آغاز کیا ہے جو کہ بین الاقوامی معیار کے مطابق ہے

اس کے علاوہ یہاں ایک ممبر نے کہا تھا کہ ریسرچ کے بارے میں کچھ نہیں ہو رہا ہے۔ یہ دو یونیورسٹیاں ہیں اور یونیورسٹی کا ادارہ ہی ریسرچ کا ہوتا ہے اگر اس میں ریسرچ نہ ہو رہی ہو تو وہ یونیورسٹی کس بات کی ہے؟ اس کے علاوہ میڈیکل کالج کے بیشتر اساتذہ مختلف موضوعات پر ریسرچ کر رہے ہیں۔ پنجاب ڈویلپمنٹ سوشل سروس کے پروگرام ٹیکنیکل اسسٹنٹ کے تحت ریسرچ جاری ہے جس میں میڈیکولیگل سروس، تحصیل اور ضلعی ہیڈ کوارٹر ہسپتالوں کے ماسٹر پلان، نرسنگ اور پیرا میڈیکل کی تعلیم اور ہسپتالوں میں طریق کار کو بہتر بنانے کے لئے ساری ریسرچ ہو رہی ہے۔

جناب سپیکر! پھر کہا گیا کہ پنجاب میں پرائیویٹ میڈیکل کالجوں کے جو تعلیمی حالات ہیں وہ بہت برے ہیں اس کے متعلق کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے پنجاب میں پرائیویٹ میڈیکل کالجز میں تعلیمی معاملات پاکستان میڈیکل اور ڈینٹل کونسل کے مروجہ طریق کار کے تحت طے کئے جاتے ہیں اور امتحان یونیورسٹی آف ہیلتھ سائنسز جو ہے اگر آپ جا کر ان کے امتحان لینے کا نظام دیکھیں تو ان کا امتحان لینے کا بہترین نظام ہے اور اس میں پوری secrecy ہے اس میں ہیرا پھیری کا امکان ایک فیصد بھی نہیں ہے۔ یہ سارا جو کام ہو رہا ہے اس پر کوئی بجائے داد تحسین دینے کے اس پر بڑی تنقید کی گئی ہے اور پھر کہا گیا کہ میڈیکل کالجوں میں جو امتحان ہے اس کا معیار بہت کم ہے۔ یہ بھی باتیں درست نہیں ہے پرائیویٹ میڈیکل کالج ایک طرح سے حکومت کی معاونت کر رہے ہیں کہ ملک کے اندر بہتر ڈاکٹر پیدا ہوں اور ڈاکٹروں کی کمی کو پورا کیا جا سکے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ ریگولر ڈاکٹروں کی سروس کے معاملات پر یہاں پر بہت بحث ہوئی کہ ان کو ریگولر نہیں کیا جا رہا ہے۔ کنٹریکٹ کی سروس پوری دنیا میں چل رہی ہے لیکن ہم نے کنٹریکٹ کے ڈاکٹروں کو اتنا اعلیٰ package دیا ہے کہ وہ اگر BHU میں جا رہے ہیں تو وہ اس package کی وجہ سے جا رہے ہیں۔ ان کو جو permanent کرنے کے لئے کہا گیا تو بہت سارا

سروس سٹرکچر permanent ہے باقی کو permanent کرنے کے لئے معاملہ وزیر اعلیٰ کے پاس زیر غور ہے اور انشاء اللہ وہ پہلی فرصت میں اس پر اپنا فیصلہ صادر فرمائیں گے۔ یہاں پر ڈاکٹروں کی حاضری کے بارے میں بھی بات ہوئی۔ ایک تو طریقہ یہ ہوتا ہے کہ آپ ڈنڈا پکڑ کر شروع کر دیں کہ کون حاضر ہے، کون حاضر نہیں ہے اور ایک طریقہ یہ ہے کہ آپ انہیں بہتر incentive دیں جیسا کہ میں نے پہلے بھی عرض کیا کہ BHU آباد ہی اس لئے ہوئے کیونکہ ان کو incentive بہتر دیئے گئے ہیں اگر ان کو ڈنڈا پکڑ کر چلاتے تو آج تک وہ کسی حکومت سے نہیں چلے اس لئے ہم نے ان کو بہت پیار محبت سے اور ان کو اچھا package دے کر یہ attraction دی ہے کہ آپ اپنی حاضری بھی دیں، کام بھی کریں اور عوام کے لئے سہولتیں بھی مہیا کریں۔ اس کا رزلٹ کیا ہے؟ اس کا رزلٹ یہ ہے کہ میں نے خود ایک یونین کونسل کے اندر ہیلتھ میلہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ وہ ہیلتھ میلہ میں نے شہر میں بھی دیکھا ہے وہاں پر ڈاکٹروں کے لئے مریض دیکھنے کی فی اوسط بیس، پچیس اور تیس سے زیادہ نہیں تھی۔ اس میں ہر ڈاکٹر نے ایک ہزار مریض شام تک دیکھا ہے اور ایک ہزار مریض کو مفت دوائی دی ہے۔ یہ impact ہے ڈاکٹروں کو ساتھ لے کر چلنے کا اور ڈاکٹروں کو incentive دینے کا جو وزیر اعلیٰ پنجاب نے دیئے ہیں۔

اس کے علاوہ میں یہ عرض کروں گا کہ جتنی کٹوتی کے اوپر باتیں ہوئی ہیں مجھے لگتا تھا کہ کہہ رہے ہیں کہ ہیلتھ کے لئے پیسے اور زیادہ دیئے جائیں لیکن آخر میں انہوں نے کہہ دیا کہ کٹوتی کی تحریک کو منظور کیا جائے اور مطالبہ زر کو نامنظور کیا جائے۔ مجھے اس چیز کی سمجھ نہیں آئی اس لئے میں آپ کو کہوں گا کہ ہیلتھ کی سہولتیں جتنی پنجاب میں دی جا رہی ہیں، ہم پورے پاکستان میں leading Province اور role model Province ہیں۔ میں آپ کو صرف ایک بات کی مثال دے کر اجازت چاہوں گا کہ ایمر جنسی سروسز SAP پروگرام کے تحت ہم نے مضبوط کی ہے آپ کسی بھی ہسپتال میں چلے جائیں آپ ٹیچنگ ہسپتال چلے جائیں، ضلع کے کسی ہسپتال میں چلے جائیں یا گنگارام کی ایمر جنسی دیکھ لیں اور میو ہسپتال کی ایمر جنسی دیکھ لیں۔ میو ہسپتال کی ایمر جنسی پنجاب میں سب سے بڑی ایمر جنسی ہے ہر مریض کو مفت دوائی مل رہی ہے اور پانچ سے دس ہزار کا انجکشن مفت مل رہا ہے جو ہارٹ اٹیک کی صورت میں لگتا ہے اور اس طرح کی سہولت کسی بھی صوبے میں نہیں ہے۔ رانا صاحب نے گنگارام کے ہسپتال کے بارے میں کہا کہ بڑی state of art بلڈنگ بنی ہوئی ہے شکر ہے انہوں نے بڑے اچھے الفاظ اس کے بارے میں استعمال کئے۔

جناب سپیکر! ادارے بنتے بنتے کچھ دیر لگتی ہے اس کو well-equiped کرنے میں بھی ٹائم لگتا ہے، سٹاف بھرتی کرنے کے لئے بھی دیر لگتی ہے اسی طرح ملتان کے بارے میں بھی یہی اعتراض آیا کہ بلڈنگز تو بہت بنی ہیں لیکن ان میں کوئی کام نہیں ہو رہا ہے۔اداروں کو بنانے میں کچھ وقت تو لگ جاتا ہے۔اس میں سٹاف بھی لانا ہوتا ہے، اس میں equipment بھی لانے ہوتے ہیں اور وہ ہم کر رہے ہیں۔یہ ساری چیزیں process میں ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ایمر جنسی DHQ میں بھی جا کر دیکھیں تو ایمر جنسی میں ایسی تبدیلی آئی ہے کہ وہ انقلاب سے کم نہیں ہے اور کسی بھی ہسپتال میں چلے جائیں اس لئے میری بھرپور گزارش ہے کہ مطالبہ زر کو منظور کیا جائے اور کٹوتی کی تحریک کو رد کیا جائے۔بہت شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔اب سوال یہ ہے کہ:

"8۔ارب 85 کروڑ 35 لاکھ 81 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر PC-21016 خدمات صحت کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔"

(تحریک نامنظور ہوئی)

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 8۔ارب 85 کروڑ 35 لاکھ 81 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اقدامات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2008 کو ختم ہونے والے مالی سال 08-2007 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "صحت عامہ" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

مطالبہ زر نمبر PC-21018

وزیر خزانہ: شکریہ۔جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"ایک رقم جو 2۔ارب 68 کروڑ 64 لاکھ 10 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2008 کو ختم ہونے والے مالی سال 08-2007 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "زراعت" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

ایک رقم جو 2۔ارب 68 کروڑ 64 لاکھ 10 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2008 کو ختم ہونے والے مالی سال 08-2007 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "زراعت" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

مطالبہ زر نمبر PC-21018 میں کٹوتی کی تحریک مندرجہ ذیل اراکین کی طرف سے موصول ہوئی ہے جناب قاسم ضیاء، رانا ثناء اللہ خان، رانا آفتاب احمد خان، جناب ارشد محمود بگو، جناب سمیع اللہ خان، سید ناظم حسین شاہ، شیخ اعجاز احمد، سید احسان اللہ وقاص، راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ)، جناب عامر فدا پراچہ، جناب اشتیاق احمد مرزا، جناب جہانزیب امتیاز گل، راجہ ریاض احمد، ملک اصغر علی قیصر، سید حسن مرتضیٰ، لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ)، چوہدری اعجاز احمد سماں، جناب تنویر اشرف کائرہ، ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی، جناب احسان الحق احسن نولاٹیا، محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری، محترمہ فرزانہ راجہ، محترمہ فائزہ احمد، جناب پرویز رفیق، ڈاکٹر اسد اشرف، جناب مجتبیٰ شجاع الرحمٰن، رانا مشہود احمد خان، جناب افضل سلطان ڈوگر، چوہدری اصغر علی گجر، ڈاکٹر سید وسیم اختر، راجہ محمد طارق کیانی، بریگیڈیر (ریٹائرڈ) محمد حسن، جناب محمد افضال مرزا، ڈاکٹر نادیہ عزیز، جناب محمد ریاض شاہد، ڈاکٹر اسد معظم، جناب فیص اللہ کموکا، جناب علی حسن رضا قاضی، چوہدری زاہد پرویز، میاں سعود حسن ڈار، چوہدری محمد شبیر، میجر (ریٹائرڈ) احسان الہیٰ چوہدری، جناب طاہر اختر ملک، حاجی محمد اعجاز، جناب مشتاق احمد (ایڈووکیٹ)، سید مظفر حسین کاظمی، جناب محمد اشرف خان سوہنا، ملک محمد اسحاق بچہ، ملک محمد ارشد جٹ راں، مخدوم سید محمد مختار حسین، پیر مشتاق احمد شاہ، میاں سیف اللہ اویسی، راؤ اعجاز علی خان، جناب محمد یار مونکا، جناب شاہد انجم، میاں محمد اسلم (ایڈووکیٹ)، انجنیئر جاوید اکبر ڈھلوں، جناب جاوید حسن گجر، شیخ عزیز اسلم، محترمہ نشاط افزاء، محترمہ صغیرہ اسلام، محترمہ طلعت یعقوب، محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ)، محترمہ نورالنساء ملک، محترمہ نجمی سلیم، محترمہ صبیحہ بیگم، محترمہ صائمہ بخاری، محترمہ عذرا بانو، جناب نوید عامر، راجہ محمد علی، راجہ ارشد محمود، چوہدری محمد ایاز، ملک ابرار احمد، شیخ تنویر احمد، جناب محمد نواز ملک، جناب عمران اشرف، جناب بلال یاسین، جناب محمد آجاسم شریف، مہر اشتیاق احمد،

چودھری عبدالغفور خان، جناب محمد افضل کھوکھر، چودھری سجاد حیدر گجر، میاں یاور زمان، بابو نفیس احمد انصاری، ڈاکٹر نذیر احمد مٹھو ڈوگر، مہر اعجاز احمد اچلانہ، ملک محمد اقبال چنڑ، چودھری محمد شفیق انور، محترمہ پروین مسعود بھٹی، محترمہ افشاں فاروق، محترمہ خالدہ منصور، محترمہ نگہت پروین میر، محترمہ شہناز سلیم، جناب کامران مائیکل، جناب محمد وقاص، چودھری محمد شوکت صاحب، محترمہ طاہرہ منیر، محترمہ زیب النساء قریشی۔ یہ تحریک کون پیش کریں گے؟

رانا ثناء اللہ خان: جی، جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی، رانا ثناء اللہ خان اپنی کٹوتی کی تحریک پیش کریں گے۔

RANA SANA ULLAH KHAN: Sir, I move that:

> "The total amount 2,686,410,000/- on account of demand No. PC-21018 Agriculture be reduced to Rs.1/-"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

> "2-ارب 68 کروڑ 64لاکھ 10ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبرPC-21018زراعت کو کم کرکے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

MINISTER FOR AGRICULTURE: I oppose it.

جناب سپیکر: جی، وزیر زراعت اسےoppose کرتے ہیں۔ جی، رانا ثناء اللہ خان!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! موجودہ دور میں جو ایگریکلچر ہے وہ بھی ایک جدید اور ریسرچ basedصنعت ہے۔ اب دنیا میں اس کے اوپر اتنی ریسرچ ہوئی ہے کہ وہی فصل جو آج سے کوئی چالیس یا پچاس سال پہلے فی ایکڑ دو من یا چار من ہوتی تھی وہ پروڈکشن اب پچاس، ساٹھ من پر پہنچ گئی ہے۔ یہ جو ڈیپارٹمنٹ ہے اس میں، میں سمجھتا ہوں کہ حالت یہی ہے کہ اگر کسی سال موسمی حالات بہتر ہوں تو فصل تھوڑی سی بہتر ہو جاتی ہے اور اگر موسمی حالات بہتر نہ ہوں تو فصل بُری اور کم ہو جاتی ہے تو اس سلسلے میں، میں یہ گزارش کروں گا کہ یہ محکمہ جو ہے یہ 2-ارب 68کروڑ 64لاکھ 10ہزار روپے کی ان کو اس سال میں تنخواہیں دی جائیں گی تو اس کے اوپر محترم لودھی صاحب مجھے دو تین باتوں کا جواب دے دیں۔ ایک تو یہ ہے کہ یہ محکمہ جو ہے یہ تقریباً پونے تین ارب روپے کے اوپر پل رہا ہے۔ اس محکمے کی کسان کے لئےoutput کیا ہے یعنی کسان کو اس نے دیا کیا

ہے؟ یہ فرما دیں کہ یہ ان کا جو ریسرچ بجٹ تھا، انھوں نے جو پچھلے سال رکھا، یہ اس کی تفصیل میرے پاس ہے۔ پچھلے سال انھوں نے Agriculture Improvement & Research اب جیسا کہ ان الفاظ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایگریکلچر کی improvement کے لئے اور اس شعبہ میں ریسرچ کے لئے گورنمنٹ نے کتنے پیسے رکھے۔ یہ جو 2.75۔ ارب کی ہم بات کر رہے ہیں، اس معزز ہاؤس میں جو مطالبہ زر اس وقت منظوری کے لئے پیش ہے وہ سب تنخواہیں اور الاؤنسز ہیں، اس میں سے کوئی ایک پیسا بھی کسی کسان کے لئے نہیں ہے یا اس سے کسان کو کچھ حاصل نہیں ہونا۔ کسان کو حاصل وہ ہو گا جو اس محکمہ کی output ہو گی۔ اس محکمے کی output مجھے تو سوائے لودھی صاحب کے اور کوئی نظر نہیں آتی۔ صرف لودھی صاحب بطور منسٹر یہاں پر بیٹھے ہیں اور یہ ایگریکلچر امپرووومنٹ اینڈ ریسرچ ہے اس پر انھوں نے پچھلے سال 83 کروڑ 11 لاکھ 87 ہزار روپے رکھے تھے۔ انھوں نے پورے سال میں خرچ کیا کیا ہے؟ 17 کروڑ 71 لاکھ 64 ہزار روپے۔ یہ کتنی افسوسناک بات ہے کہ ایک وہ ڈیپارٹمنٹ یا ایک وہ شعبہ جس کے ساتھ ہماری 70 فیصد آبادی منسلک ہے اور جو ہماری ورکنگ فورس ہے اس کا اندازہ ہے کہ 35 فیصد جو افرادی قوت ہے وہ اس شعبے سے منسلک ہے۔ یہ شعبہ ریسرچ کے اوپر base کرتا ہے۔ اگر وہ ریسرچ جو دنیا میں ہوئی ہے اور اگر ہم نے وہ دنیا سے حاصل نہ کی ہوتی تو میرا خیال ہے کہ ہم آج بہت پیچھے ہوتے۔ اس کے اوپر ہم اپنی ریسرچ کیا کر رہے ہیں، ہمارا اس کے اوپر کیا رجحان ہے؟ وہ یہ ہے کہ ہم نے صرف 83 کروڑ روپے رکھے تھے جو کہ میں سمجھتا ہوں کہ بہت کم تھے۔ ایگریکلچر میں ریسرچ کے لئے پورے سال میں 83 کروڑ کی رقم کوئی رقم نہیں ہے لیکن اس میں سے بھی آپ دیکھیں کہ انھوں نے 17 کروڑ روپے خرچ کئے ہیں۔ اگر آپ اس کی تفصیل میں جائیں تو یہ اور بھی افسوسناک ہے۔ ایگریکلچر extension میں انھوں نے صرف 5 کروڑ روپے خرچ کئے ہیں۔ آگے ایگریکلچر ریسرچ پر 9 کروڑ 24 لاکھ روپے خرچ کئے ہیں۔ یہ اتنا بڑا محکمہ ہے، پونے تین ارب روپے تنخواہیں لے رہے ہیں لیکن ریسرچ کے اوپر گورنمنٹ نے نہ تو صحیح رقم رکھی ہے، 83 کروڑ روپے بہت تھوڑی رقم تھی اور اس کے بعد وہ رقم بھی خرچ نہیں ہوئی [****] کیونکہ یہ سارے ڈیپارٹمنٹ کو monitor کر رہے تھے۔ انھوں نے کیوں یہ پورے پیسے خرچ نہیں کروائے؟

جناب سپیکر: یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔ وہ معزز وزیر ہیں۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! وہ قصور وار تو ہیں۔ اگر ان کو پونے تین ارب روپے تنخواہوں کے لئے دیئے جائیں تو یہ اس کی بجائے 3۔ارب روپے خرچ کر لیں۔ پچھلے سال ان کو اخراجات جاریہ کے لئے جتنی رقم دی تھی انھوں نے اس سے زیادہ خرچ کی ہے یعنی جو رقم تنخواہوں کے لئے ہو وہ تو پوری بلکہ اس سے زیادہ خرچ کرتے ہیں اور جو رقم research and improvement کے لئے ہے اس میں سے نصف بھی خرچ نہیں کی گئی بلکہ one fourth خرچ کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ لودھی صاحب قصور وار ہیں۔ یہ سارا سال سوئے رہے ہیں اور محکمہ نے research and improvement میں بالکل کوئی کارکردگی نہیں دکھائی اور یہ رقم اسی طرح سے withdraw ہو گئی، خرچ نہیں ہو سکی۔ یہ تو میں پچھلے سال کی بات کر رہا تھا۔ اب انھوں نے agriculture research and improvement کے لئے کل 68 کروڑ 12 لاکھ اور 20ہزار روپے کی رقم رکھی ہے۔ اس کے علاوہ ریونیو میں غالباً انھوں نے تھوڑا سا اضافہ کیا ہے۔ یہ expenditures ہیں اور expenditures کے بعد جو ان کا development ہے اس میں انھوں نے پچھلے سال ایک ارب 18 کروڑ روپے رکھے تھے اور اس میں سے تقریباً 18 کروڑ روپے کم خرچ ہوئے ہیں وہ بھی پورے خرچ نہیں ہوئے۔ اب انھوں نے اس مد میں 2.5۔ارب روپے خرچ کرنے کا کہا ہے۔

جناب سپیکر! اب میں محترم لودھی صاحب کی توجہ اس جانب دلاؤں گا کہ وہ یہ ذرا ملاحظہ فرمالیں کہ یہ جو ایگریکلچر ڈیپارٹمنٹ ہے وہ ان کو دیتا کیا ہے اور اس کے مطابق یہ اس محکمہ سے کس حد تک انصاف کر رہے ہیں۔ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ 35 فیصد افرادی قوت اور 70 فیصد آبادی ایگریکلچر کے ساتھ attached ہے۔ اس میں ان کو پچھلے سال ایک ارب 49 کروڑ اور 30 لاکھ روپیہ زرعی انکم ٹیکس حاصل ہوا ہے جو کہ پراونشل ریونیو ہے۔ اس سال انھوں نے اس کا تخمینہ ایک ارب 76 کروڑ 17 لاکھ 40 ہزار روپے کا لگایا ہے۔ اس کے علاوہ ان کو 4۔ارب 84 کروڑ 98 لاکھ 97 ہزار روپے لینڈ ریونیو میں ملیں گے۔ اس طرح سے باقی تمام صوبائی receipts میں سے بھی کچھ چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے ان کو ریونیو ملے گا۔ مثال کے طور پر زراعت کی دوسری مدات میں سے بھی ایگریکلچر کا حصہ آتا ہے لیکن صرف ان دو شعبوں زرعی انکم ٹیکس اور لینڈ ریونیو کی مد میں سے حکومت کو پچھلے سال 10۔ارب 7 کروڑ 99 لاکھ 59 ہزار روپے حاصل ہوئے۔ یعنی وہ محکمہ، وہ پروفیشن جس سے ان کو پچھلے سال 10۔ارب سے زائد آمدن ہوئی ہے اس پر اس کی improvement کے لئے، اس کی ریسرچ کے لئے انھوں نے صرف 17 کروڑ روپے خرچ کئے

ہیں۔ اس سال ان کو ان مدات میں سے 11۔ارب 69 کروڑ 70 لاکھ 27 ہزار روپے کی آمدن حاصل ہو گی جبکہ انھوں نے اس کی ریسرچ اور improvement کے لئے کیا رکھا ہے؟ صرف 68 کرور روپے رکھے ہیں یعنی میں سمجھتا ہوں کہ ہماری آبادی کا 70 فیصد براہ راست اور باقی 30 فیصد indirect جس شعبے سے منسلک ہے اور 11/10۔ارب روپے اس شعبے سے آمدن حاصل کر رہے ہیں۔ صرف 68 کروڑ روپے اس کی research and improvement کے لئے خرچ کرتے ہیں اور باقی 2.75۔ارب روپے کی تنخواہیں وغیرہ لے کر ایک بہت بڑا محکمہ انھوں نے پالا ہوا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس محکمہ کے ساتھ انصاف نہیں ہے۔ لودھی صاحب! مجھے یہ فرمادیں کہ پچھلے دو یا تین سالوں میں آپ کے محکمہ نے نئی ریسرچ کر کے کون کون سائنس لیا ہے، گندم یا دوسری بنیادی اہمیت کی حامل فصلوں میں انھوں نے کون کون سائنس نئی ریسرچ سے دریافت کیا ہے، یہ بتائیں کہ pesticides میں گورنمنٹ کی کیا پالیسی ہے، کیا اس حوالے سے انھوں نے کوئی فیکٹری لگائی ہے یا کوئی بڑا منصوبہ بنایا ہے، یہ فرمائیں کہ کھاد کی shortage، کھاد کی مہنگائی پر انھوں نے زمینداروں کو facilitate کرنے کے لئے کیا اقدامات اٹھائے ہیں اور کوئی نئے کارخانے لگائے ہیں یا اس قسم کا کوئی منصوبہ بنایا ہے؟ یعنی حکومت کی کوئی منصوبہ بندی نہیں ہے کہ جس سے زراعت یا کسان کو benefit ملے۔

جناب سپیکر: ہاؤس کا time مزید ایک گھنٹہ extend کیا جاتا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! کسان کی جو output ہے اس کی قیمت حکومت نے مقرر کرنی ہوتی ہے جبکہ inputs کی قیمتیں مارکیٹ اپنے طور پر مقرر کرتی ہے اور یہ شعبہ براہ راست 11۔ارب روپیہ انکم ٹیکس اور لینڈ ریونیو کی صورت میں دے رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت بڑی ناانصافی ہے کہ آپ اس کی research and improvement پر صرف 17 کروڑ روپے خرچ کریں جبکہ ان کو تنخواہیں پونے تین ارب روپے کی دیں اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس مطالبہ زر کو نامنظور کرنا چاہئے۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! یہ جو مطالبہ زر پیش کیا گیا ہے، پانچواں بجٹ ہے اور ہر سال زراعت کے حوالے سے مطالبات زر ہاؤس کے اندر پیش کئے جاتے ہیں۔ گزارش یہ ہے کہ یہ جو اتنی بڑی رقم محکمہ زراعت کو دی جاتی ہے وہ کس لئے دی جاتی ہے اور یہ اتنی بڑی فوج ظفر موج جو

محکمہ زراعت کے ساتھ منسلک ہے افسران بھی ہیں، اہلکاران بھی ہیں یہ کس لئے بھرتی کئے گئے ہیں؟ اس کے دو ہی مقاصد ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ کسان جو کہ اس پورے محکمہ کے حوالے سے اصل اکائی ہے اسے ریلیف دیا جائے۔ یہ صوبہ تو بالکل زراعت کے اوپر چل رہا ہے اور پاکستان کی معیشت agro-based ہے تو کسان کو facilitate کرنے کے لئے، اس کے جو مسائل ہیں انھیں حل کرنے کے لئے، اس کی جو روزمرہ کی مشکلات ہیں اس کے ازالے کے لئے یہ محکمہ ہے تاکہ وہ بالکل کھلے ذہن کے ساتھ، بغیر کسی مسئلے کے اپنا بہترین input دے تاکہ اس کے نتیجے میں پہلے مرحلہ پر کسان خود خوشحال ہو اور وہ جو پیداوار دے اس سے پنجاب اور پورے ملک کی معیشت کو بھی استحکام نصیب ہو۔

جناب والا! دوسری چیز ریسرچ کے حوالے سے ہے۔ موجودہ دور میں جو صورتحال چل رہی ہے اس حوالے سے رانا صاحب نے بڑی تفصیل کے ساتھ بات کی ہے۔ پنجاب کی زمین بھی اسی طرح زرخیز ہے جس طرح انڈیا کے ایسٹ پنجاب کی زمین ہے۔ وہاں پر گندم کی اوسط پیداوار 60 من فی ایکڑ ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ یہاں ہمارے پنجاب میں ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں لودھراں میں میڈیکل پریکٹس کرتا ہوں مجھے یاد ہے کہ تین سال قبل میرا ایک دوست میرے پاس آیا اس کی اڑھائی مربعے زمین ہے۔ اتفاق سے اس سال بارشیں بروقت ہو گئیں موسم بھی اچھا رہا اور سب سے بڑھ کر اللہ رب العالمین نے بڑی مہربانی کی جس کے نتیجے میں گندم کی بڑی bumper crop ہوئی۔ جب وہ میرے پاس آیا تو میں نے اس سے ایسے ہی پوچھا کہ آپ کی فی ایکڑ اوسط کتنی آئی ہے تو اس نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب میری فی ایکڑ اوسط 80 من آئی ہے۔ میں یہ سن کر بڑا حیران ہوا اور میں نے اس سے دوبارہ پوچھا کہ آپ نے کیا کہا تو اس نے پھر کہا کہ میری اوسط پیداوار 80 من فی ایکڑ آئی ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ ہماری زمین اچھی ہے لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ اگر کسان کو facilitate کیا جائے اور proper time پر ہر چیز اس کے access کے اندر ہو تو یہ پنجاب بھی بہت کچھ دے سکتا ہے۔

جناب والا! بہاولپور میں 64 لاکھ ایکڑ اراضی پر چولستان محیط ہے اور پنجاب کے اندر جتنی زمین کاشت کی جاتی ہے وہ اس کا 1/3 بنتا ہے۔ یہ سارے کا سارا barren ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ وہاں سے کچھ نکل نہیں سکتا۔ جب وہاں پر بارش ہوتی ہے تو پھر وہاں سے بہت کچھ نکلتا ہے۔ وہاں چولستان میں 8 لاکھ کے قریب لائیو سٹاک ہے۔ چولستان میں جو کچھ اگتا ہے وہ اس سے گزارہ کرتے

ہیں اور پاکستان کی معیشت کے اندر یہ لائیو سٹاک اپنا حصہ ڈالتا ہے۔ ہر سیزن میں اور بالخصوص جب گرمیوں میں بارش نہیں ہوتی تو ایسی کیفیت ہوتی ہے کہ کسان لائیو سٹاک لے کر مجبوراً وہاں سے مائیگریٹ کرتا ہے اور بہت سارے جانور مر جاتے ہیں۔ وہ لوگ سڑکوں کے ساتھ ساتھ رہتے ہیں اور شہروں سے بھوسہ وغیرہ خرید کر اور انھیں کھلا کر ان کا گزران کرتے ہیں۔ اب اگر محکمہ زراعت نے اس پر ریسرچ کی ہوتی اور وہاں گھاس اور دوسری چیزیں introduce کرتے تو اس کے نتیجے میں چولستان ہمیں بہت زیادہ output دے سکتا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس طرف حکومت کی کوئی توجہ نہیں ہے اور محکمہ زراعت کا اس حوالے سے کوئی پروگرام نہیں ہے۔

جناب سپیکر! میں کسان کو facilitate کرنے کی بات کر رہا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس حوالے سے کسان کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ وہ بے چارہ قرض لیتا ہے۔ قرض دینے کے لئے بہت سارے بنک ہیں اور ملکی سطح پر زرعی ترقیاتی بنک بھی ہے۔ بڑے کسان کے پاس تو پیسے موجود ہوتے ہیں اس لئے وہ قرضہ نہیں لیتا لیکن چھوٹا کسان جس کی زمین چار، پانچ، بارہ ایکڑ، یا ایک مربع ہے اس نے گزارہ کرنا ہوتا ہے اس لئے وہ بنکوں سے قرضے لیتا ہے۔ اگر اس کی فصل خراب ہو جائے تو اس حوالے سے محکمہ زراعت کے پاس اس کے لئے کوئی remedy نہیں ہے۔ حالانکہ اگر developed countries میں فصل خراب ہوتی ہے تو وہ کسان محکمہ زراعت کو اطلاع کرتا ہے کہ آپ آ کر میری فصل دیکھ لیں اسے بیماری لگ گئی ہے یا کسی اور وجہ سے خراب ہو گئی ہے۔ اس کی اطلاع پر محکمہ زراعت آتا ہے اس کا سروے کرتا ہے اور اس کی assessment کرتا ہے اور اس پر کسان کی جو inputs ہوتی ہیں وہ اسے ادا کی جاتی ہیں لیکن ہمارے پاس اس قسم کا کوئی سسٹم موجود نہیں ہے۔ اگر فصل خراب ہو جائے تو چار پانچ یا بارہ ایکڑ کا کسان جس نے بنکوں سے چند ہزار روپے قرض لئے ہوتے ہیں اس کے پاس اور کوئی چیز نہیں ہوتی جس سے وہ قرضے کے واپسی کا بندوبست کرے۔ اصل قرض تو بعد کی بات ہے اگر وہ سود بھی ادا نہیں کر پاتا تو زرعی بنک کے پاس تحصیل دار ریکوری آتے ہیں اور انھیں بھیڑ بکریوں کی طرح جیپوں میں بھر کر حوالات کی نذر کر دیتے ہیں اور کسان بے چارہ کچھ کرنے کے قابل نہیں ہوتا حتی کہ وہ اس حوالے سے احتجاج بھی نہیں کر سکتا۔

جناب والا! آپ کو یاد ہو گا کہ میں نے اس حوالے سے آپ کی مہربانی سے اس ایوان میں ایک قرارداد پیش کی تھی کہ زرعی ترقیاتی بنک سابق سود معاف کرے۔ میں نے اصل قرضے کے معافی کی بات نہیں کی تھی۔ میں نے کہا تھا کہ کسان قرضہ واپس کرے گا لیکن اس کے سود کو معاف

کر دیا جائے اور آئندہ تمام بنکوں کو یہ ہدایت کی جائے کہ وہ کسانوں کو غیر سودی قرضے دیں۔ ایوان میں اس قرارداد کو دونوں طرف سے appreciate کیا گیا اور قرارداد متفقہ طور پر منظور ہوئی پھر وہ وفاقی حکومت کو بھیجی گئی لیکن میں اس حوالے سے محکمہ زراعت کی ناکامی سمجھتا ہوں کہ پنجاب کا یہ ایوان جو ممبران کی تعداد کے حوالے سے پاکستان کا سب سے بڑا پارلیمانی ہاؤس ہے۔ یہاں سے متفقہ طور پر قرارداد پاس ہو کر وفاقی حکومت کو گئی لیکن محکمہ زراعت نے اس کو pursue نہیں کیا اور یہ کسان کا ایک بہت بڑا مسئلہ ہے جو شرمندہ تعبیر ہونے والا نہیں ہے اور وہ اسی طرح مشکل میں پڑا ہوا ہے۔ کسان ٹیلی فون کر کر کے پوچھتے ہیں کہ وہ قرارداد آئی تھی۔ ان بے چاروں کو کیا پتا کہ قرارداد تو ہاؤس نے بڑی دردمندی اور اخلاص کے ساتھ پاس کی تھی لیکن محکمہ زراعت اس حوالے سے اپنی کارکردگی دکھانے میں صفر ہے۔

جناب سپیکر! میں کسانوں کو facilitate کرنے کے حوالے سے بات کر رہا تھا جو محکمہ زراعت نے کرنا ہے۔ میں کاٹن ایریا سے تعلق رکھتا ہوں وہاں پر کاٹن گندم اور گنا یہ تین major crops ہوتی ہیں۔ کاٹن ہماری cash crop ہے۔ پنجاب کی صورتحال یہ ہے کہ پورے ملک میں جتنی بھی کپاس پیدا ہوتی ہے اس کا 68 فیصد حصہ پنجاب پیدا کرتا ہے۔ دنیا کے اندر بھی کاٹن کی پیداوار کے حوالے سے ہمارا چوتھا یا پانچواں نمبر ہے لیکن المیہ یہ ہے کہ جب کاٹن کا سیزن ہوتا ہے تو ظاہر ہے بیماریاں آتی ہیں پھر ان پر ادویات کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر ظلم یہ ہے کہ محکمہ زراعت پنجاب کے اندر کرم کش ادویات کی ایک فیکٹری بھی لگانے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ ساری کی ساری ادویات کا raw material باہر سے import کیا جاتا ہے۔ صرف اس لئے import کیا جاتا ہے کہ اس پر سرکاری اہلکار بہت زیادہ کمیشن وصول کرتے ہیں اور جب وہ نیچے آجاتا ہے تو ان کے پاس testing کا نظام موجود نہیں ہے۔ وہ جس طرح اس کی devolution کرتے ہیں اور جس طرح اس میں رنگ ڈال کر کسانوں کو سپلائی کرتے ہیں اس کے قصے کہانیاں ہر سیزن میں اخبارات کے اندر آتے ہیں۔

جناب والا! میں خود اس بات کا شاہد ہوں کہ بہاولپور میں ایک دکاندار نے مجھے کہا کہ کسان نے مجھے شکایت کی تو اس نے ایک لال بیگ کو پکڑا اور دوائی میں ڈال دیا حالانکہ اس دوائی کی devolution نہیں ہوئی تھی بلکہ اس پر لکھا تھا آپ نے اسے ایک ایکڑ پر ڈالنا ہے تو اتنے لیٹر میں اس کی devolution کرنی ہے لیکن اس دکاندار نے اس کی devolution کئے بغیر اس کا ڈھکن کھولا اور لال بیگ کو اس میں ڈال دیا۔ لال بیگ پانچ منٹ تک اس میں موجود رہا اور جب اسے نکالا تو

وہ پھر کر کے اڑ گیا یعنی فیلڈ کے اندر یہ کیفیت موجود ہے لیکن محکمہ اس حوالے میں بھی اپنی کارکردگی دکھانے میں بالکل ناکام ہے۔اس حوالے سے محض تنخواہیں مروڑی جارہی ہیں۔

جناب والا!اس حوالے سے کھاد pre-requisite ہے لیکن یہ بات بالکل اظہر من الشمس ہے اخبارات میں آتا ہے اور ہاؤس بھی اس بات کا گواہ ہے کہ جب ڈی اے پی کی ضرورت ہو گی تو حکومت کے مقرر کردہ ریٹس پر ڈی اے پی کبھی بھی دستیاب نہیں ہو گی۔اس کی بلیک مارکیٹنگ ہو گی اور کسان کو بڑی تگ ودو کے بعد ڈی اے پی لینا پڑتی ہے۔میں یہ بات بھی جانتا ہوں کہ اس وقت ڈی اے پی کے جو ریٹس چل رہے ہیں محکمہ زراعت اسے کنٹرول کرنے میں ناکام رہا ہے جس سے کسان زرعی ادویات یا کھاد کا استعمال نہیں کر سکتا اس کے نتیجے میں نقصان کس کا ہوتا ہے؟ ٹھیک ہے کچھ نہ کچھ نقصان کسان کا ہو جائے گا لیکن اصل نقصان تو پنجاب کا ہوتا ہے تو میں عرض کروں گا کہ اس حوالے سے جو خامیاں اور کوتاہیاں ہیں۔ان کو redress کرنا چاہئے۔میں کرم کش ادویات کی بات کر رہا تھا بات تھوڑی سی موضوع سے ہٹ بھی جاتی ہے لیکن آپ کی مہربانی کہ آپ ٹائم دیتے ہیں ظاہر ہے یہ ایک فورم ہے جس پر ہم نے یہ باتیں کرنی ہیں۔محکمہ زراعت کا یہ کام ہے کہ وہ دیکھے کہ سبزیوں کے اوپر کس قسم کا سپرے ہو رہا ہے اور کس ٹائم پر ہو رہا ہے؟میں آپ کو یہ بات بتاؤں کہ 90 فیصد سبزیوں کے اوپر سپرے ان ادویات کا ہو رہا ہے جو جب سبزی کے ساتھ touch ہوتا ہے اس کے اندر چلا جاتا ہے اور اس کے ساتھ وہ permanently adhere ہو جاتا ہے یعنی اس کے ساتھ fix ہو جاتا ہے۔اس کے بعد اگر اس سبزی کو پانچ پانچ گھنٹے ابال بھی لیں تو وہ اس سے disassociate نہیں ہوتا لیکن جب وہ سبزی کسی انسان کے پیٹ میں جاتی ہے۔پیٹ کے اندر کیمیکلز ہیں، acids ہیں وہاں پر chemical reaction ہوتا ہے وہاں پر وہ disassociate ہوتا ہے اور اس کے بعد جو نقصان اس نے کرنا ہوتا ہے وہ کرتا ہے۔ medical statistical data موجود ہے کہ یہ جو کرم کش ادویات ہیں اس کے نتیجے میں کینسر کا مرض پیدا ہوتا ہے۔

جناب والا!کسی زمانے میں جب میں سٹوڈنٹ تھا۔مجھے یاد ہے کہ پانچ سال میڈیکل کالج میں، میں نے پڑھا تو وہاں پر ایک کینسر کا مریض آیا اور پانچ سال کے اندر ایک کینسر کا مریض آیا اور وہ میڈیکل وارڈ میں داخل تھا پورے میڈیکل کالج کے لئے وہ عجوبہ تھا اور لوگ بار بار آکر اس کو دیکھتے کہ کینسر کا مریض ہے۔آج کیفیت یہ ہے کہ ہر وارڈ کے اندر پانچ پانچ، چھ چھ کینسر کے

مریض ہیں ہر گھر کے اندر اللہ معاف کرے یہ بیماری مختلف شکلوں میں موجود ہے، مختلف قسم کے کینسر موجود ہیں۔Medically یہ بات proved ہے کہ اس میں جو بہت بڑا حصہ ہے وہ pesticides کا بے مہابہ استعمال ہے۔ پھر کسان جانتا نہیں ہے یا پھر اپنے مفادات کے لئے ایسا کرتا ہے۔ بالعموم ایسا ہوتا ہے کہ صبح سبزی آٹھ بجے منڈی کے اندر فروخت کرنی ہے چھ بجے وہ اس پر سپرے کرے گا اور اس کو مارکیٹ میں لے کر آ جائے گا۔ یہ چیزیں تو محکمہ زراعت نے دیکھنی ہیں اور جو اتنی لمبی فیلڈ فورس ان کے پاس ہر حوالے سے موجود ہے۔ محکمہ شماریات علیحدہ بنا ہوا ہے لیکن اس حوالے سے کارکردگی نہ ہونے کے برابر ہے اور جب فصل اچھی ہو جاتی ہے تو وزیر زراعت صاحب یہاں پر کھڑے ہو کر بڑے فخر کے ساتھ سینہ تان کر یہ بات کرتے ہیں کہ دیکھیں ہماری پالیسیوں کے نتیجے کے اندر اتنی گندم پیدا ہوئی ہے۔ ہماری پالیسیوں کے نتیجے کے اندر اس دفعہ کپاس کی bumper crop ہوئی ہے۔ حالانکہ اس کے اندر ان کی کارکردگی کا حصہ بالکل صفر ہوتا ہے۔ میرا مطالبہ یہ ہے کہ انہوں نے جو رقم مانگی ہے اپوزیشن نے تو مطالبہ کیا کہ اس کو ایک روپیہ کر دیا جائے۔ میں یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ اس کو ایک پیسہ کر دیا جائے۔

جناب سپیکر: جناب محمد وقاص!

جناب محمد وقاص: شکریہ۔ جناب سپیکر! زراعت کا محکمہ زیر بحث ہے اس حوالے سے ہمارے ملک میں اور خاص طور پر پنجاب کو اللہ تعالیٰ نے ایک بہت زرخیز زمین دی ہے۔ قرآن پاک کے الفاظ میں بلدة طیبہ و ربک الغفور ایک زرخیز زمین اللہ تعالیٰ نے ہمیں دی ہے اور ایک بخشش کرنے والا، کرم کرنے والا اللہ بھی ہمارے ساتھ ہے لیکن ہمارا یہ پنجاب اور اس کے پینتیس چھتیس اضلاع یہ جو گندم، چاول اور کپاس کی پیداوار دیتے ہیں وہ پیداوار بعض اوقات پاکستان کے سولہ کروڑ عوام کے لئے بھی پوری نہیں ہوتی لیکن اگر ہم compare کریں مشرقی پنجاب سے اور میں وزیر زراعت کی بھی توجہ چاہوں گا کیونکہ انہی کو ہم اپنی بات سنا رہے ہیں لیکن وہ اپنی گفتگو میں مشغول ہیں۔

جناب سپیکر! بھارتی پنجاب کے 24 اضلاع ہیں اور ان کے مشرقی پنجاب کا رقبہ بھی ہمارے پنجاب سے کم ہے لیکن وہ سو کروڑ کی آبادی کے لئے بعض اوقات گندم فراہم کرتے ہیں، چاول فراہم کرتے ہیں، گنا فراہم کرتے ہیں اور ان کی پیداوار فی ایکڑ جیسا کہ ڈاکٹر صاحب نے کہا ہم سے زیادہ ہے لیکن ہمارا جو پنجاب ہے جو اسی طرح کی آب و ہوا، اسی طرح کی زرخیز زمین اور اسی پانی

سے سیراب ہوتا ہے لیکن ہماری یہ crop، ہماری یہ پیداوار اور فصل بہت کم ہے۔ اگر اس پر میں سوچوں یا اس کی جو وجوہات ہیں وہ تلاش کروں تو نظر آتا ہے کہ ہمارے ہاں جو پانی ہے وہ پوری طرح ہم کاشتکار کو نہیں دیتے اور اس میں بہت سارے مسائل کسان کو face کرنے پڑتے ہیں۔ خاص طور پر وہ کسان جن کی زمینیں tail پر ہیں انہیں بروقت پانی نہیں ملتا، پورا پانی نہیں ملتا اس کے لئے ہمارے پاس کوئی متبادل ذریعہ بھی نہیں ہے اور ٹیوب ویل کا کوئی ایسا نظام بھی نہیں ہے۔

پانی کی سٹوریج کے لئے جو ڈیم بنانے کی ضرورت ہے اور اس irrigation system کو جو مزید پھیلانے کی ضرورت ہے اس پر بھی ہم توجہ نہیں دیتے اور بعض اوقات اس پر بھی سیاسی نعرے لگاتے ہیں لیکن اپنی اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے کوئی عملی اقدام نہیں اٹھاتے۔ ہمیں معلوم ہے کہ ہمارے پڑوسی ملک میں کسان کو بجلی پر subsidy دی جاتی ہے اور سستی بجلی فراہم کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ انہیں گرین ڈیزل فراہم کیا جاتا ہے جو کم ریٹ پر ہوتا ہے لیکن ہم اپنے کسان کو کوئی ایسی facility دینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

جناب والا! ابھی کھاد کی بات بھی ہوئی ایک تو یہ کہ کھاد کی کوالٹی کیسی ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ جب ضرورت ہو تو کیا وہ مارکیٹ میں موجود ہوتی ہے اور کسان اسے آسانی سے حاصل کر سکتا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ کیا اس کی قیمت اتنی ہوتی ہے کہ کسان اس کو استعمال کر کے فصل کی لاگت کو اپنی پہنچ میں رکھ سکتا ہے یا نہیں، یہ ساری باتیں ہیں۔

اس کے بعد یہاں پر ریسرچ کی بات بھی ہوئی کہ ہم نے اس پر کتنا target کیا ہے کہ اپنی زمین سے اور زرخیز زمین سے زیادہ سے زیادہ فی ایکڑ پیداوار حاصل کر سکیں۔ میں اس سلسلے میں چند تجاویز دینا چاہتا ہوں۔ پہلی تجویز تو یہ ہے کہ اگر ہم یہ target بنا لیں کہ جتنا خوشحال ہمارا کسان ہو گا اتنی خوشحال ہماری زراعت ہو گی اور اتنی اچھی ہماری زراعت ہو گی۔ اگر ہمارا کسان خوشحال نہیں ہے اگر اسے بروقت اس کی محنت کا ثمر نہیں ملتا، اسے بروقت اس کی کوششوں کا صلہ نہیں ملتا تو پھر پاکستان میں گندم کا بھی بحران آتا رہے گا، پاکستان میں اور پنجاب میں چینی کا بھی بحران آتا رہے گا اور سارے بحران آتے رہیں گے لیکن اگر آپ نے کسان کی خوشحالی کے لئے کام کئے، اس کو قرضے فراہم کئے اس کو facilitate کیا اور اس پاکستان کی ایک بہت بڑی آبادی کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ شہروں کو چھوڑ کر اور دوسرے کاروبار اور صنعت کو چھوڑ کر farming کرنا شروع کر دیں، کھیتی باڑی کرنا شروع کر دیں، اپنی زمینوں پر توجہ دینا شروع کر دیں اور یہی ان کا ذریعہ آمدن بن

جائے تو آپ دیکھیں گے کہ پاکستان زراعت کے لحاظ سے کتنا خوشحال بن جائے گا۔

جناب سپیکر! پوری دنیا کے اندر فصلوں کے مختلف زون بنائے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ یہاں پر گندم اگائی جائے گی، یہاں پر کپاس اگائی جائے گی اور یہاں پر چاول اگائے جائیں گے لیکن ہمارے ہاں ایک ہی زمین پر مختلف فصلیں اگائی جاتی ہیں۔ اس سے زمین کی جو capacity ہے وہ کم پڑ جاتی ہے، اس کی استعداد پر فرق پڑتا ہے یہ بات بھی ہمیں سوچنی چاہئے اور اس پر بھی ہمیں ریسرچ کرنی چاہئے کہ ہم اس کے لئے زون مقرر کر دیں کہ جو فلاں فلاں علاقے ہیں اس میں فلاں فصل ہو گی اور اس کو جب ہم develop کریں گے تو انشاء اللہ اس سے ہمارا کام آسان ہو گا۔

جناب سپیکر! اس میں یہ بھی ضروری ہے کہ محکمہ زراعت، آبپاشی، خوراک اور ایگریکلچر مارکیٹنگ کا ہے ان چاروں محکموں کی آپس میں co-ordination بڑی ضروری ہے۔ انہیں صرف ایگریکلچر کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ جب تک Irrigation والے زراعت والے خوراک والے اور ایگریکلچر مارکیٹنگ والے آپس میں بیٹھ کر کوئی strategy نہیں بنائیں گے تو بہتری نہیں آئے گی۔ کسان ایک فصل تو پیدا کر دیتا ہے لیکن اسے سٹاک کرنا اور اسے عوام تک پھیلانا یہ محکمہ خوراک والوں کا کام ہے۔ اسے بین الاقوامی طور پر اس کی بہتر مارکیٹنگ کرنا یہ مارکیٹنگ والوں کا کام ہے لیکن اگر یہ split رہیں گے یہ bifurcate رہیں گے ایک کا منہ شمال کی طرف ہو گا اور دوسرے کا منہ جنوب کی طرف ہو گا joint strategy نہیں بنائیں گے تو یہ مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ اس لئے ان چاروں کو مل بیٹھ کر کام کرنا چاہئے۔ اصل میں تو یہ ایک ہی وزارت ہے جس کو چار وزارتوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ان چاروں کو مل بیٹھ کر کوئی strategy بنانی چاہئے اس لئے کہ یہ اس ملک کی بقاء کا مسئلہ ہے۔ آئندہ آنے والی نسلیں جو ہیں ان کے لئے یہ ایک بہت بڑا problem ہو گا کہ اگر ہم نے آج اس وقت کوئی decision نہیں لیا۔

جناب سپیکر! آخری بات میں کرنا چاہتا ہوں کہ جس کو ہم اکثر minus کر دیتے ہیں۔ جب اچھی فصل ہوتی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ ہماری اچھی پالیسی تھی اور جب خراب فصل ہوتی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ موسم ٹھیک نہیں تھا، جب خراب فصل ہوتی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ قدرت نے ہمارا ساتھ نہیں دیا اور جب اچھی فصل ہوتی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ ہماری پالیسیاں اچھی تھیں۔ قرآن پاک اس بارے میں بالکل clear ہے قرآن پاک کا clear مؤقف ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہا کہ سورہ نوح کی آیت ہے فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ﴿١٠﴾ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ﴿١١﴾

وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ﴿﴾ کہ میں نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے بخشش چاہو، اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو وہ تمہارے اوپر بارش برسائے گا۔ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا اس استغفار کے نتیجے میں آسمان سے تم پر بارش برسائے گا۔ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ اور تمہاری مدد کرے گا تمہیں اولاد دے کر اور مال دے کر وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا تمہارے لئے جنتیں اگائے گا تمہارے لئے باغات اگائے گا تمہارے لئے نہریں جاری کرے گا۔ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے کسی اچھی بات کی امید نہیں رکھتے وجنہ تمہارے لئے جنتیں اگائے گا، تمہارے لئے باغات اگائے گا، تمہارے لئے نہریں جاری کرے گا۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے کسی اچھی بات کی امید نہیں رکھتے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں ایک دفعہ قحط آ گیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا اور سورۃ نوح کی یہ آیات پڑھیں اور پھر استغفار کیا تو لوگوں نے کہا کہ آپ نے نماز استغفار نہیں پڑھی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے آسمان کے وہ دروازے کھٹکھٹائے ہیں جہاں سے بارش نازل ہوتی ہے لہذا ہمیں اپنے طرز عمل کا بھی جائزہ لینا چاہئے۔ اپنے رب سے استغفار کرنا چاہئے تو ہمارا رب ہمارے لئے زمین کو مزید زرخیز بنا دے گا۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، وزیر زراعت!

وزیر زراعت: جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے وقت دیا ہے اور رانا صاحب کا بھی مشکور ہوں کہ انہوں نے یہ بات تسلیم کی ہے کہ جب اچھی فصل ہو تو کہتے ہیں کہ موسم اچھا آیا اور خراب فصل ہو تو اس کی ذمہ داری ہم پر ڈال دیتے ہیں لیکن ایک بات ضرور ہے کہ یہ اچھی بات ہوئی کہ جب سے اس حکومت کو موقع ملا تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ہماری فصلیں اچھی ہو رہی ہیں۔ اگر 4 سال کو examine کیا جائے تو میں اس بات کو چند الفاظ میں complete کر دیتا ہوں کہ اگر اس کا پچھلے 4 سال سے موازنہ کر لیں تو میں انہیں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ figure work کیا تھا۔ رانا صاحب بجٹ کے figure work کے expert ہیں اور ہمارے وزیر خزانہ نے بڑی خوبصورتی سے ان کے figure work کے جواب دیئے ہیں لیکن میں اس detail میں نہیں جاؤں گا۔

جناب سپیکر! میں صرف آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اگر گندم کی بات کی جائے تو 2002-03 کی میں نے figure لی ہے وہ میں بیان کرتا ہوں۔ 2002-03 میں گندم ایک کروڑ

51 لاکھ ٹن پیدا ہوئی۔ یہ ملکی پیداوار تھی لیکن اس دفعہ 07-2006 میں اللہ کی مہربانی سے ایک کروڑ 80 لاکھ ٹن گندم پنجاب میں پیدا ہوئی۔ ابھی دو ماہ بعد اور figure آئے گی۔ اللہ کی مہربانی سے یہ figure دو کروڑ ٹن تک جائے گی۔ میں یہ بھی بتاتا جاؤں کہ ملکی ضروریات 2 کروڑ 15 لاکھ ٹن ہے جس میں سے ایک کروڑ 80 لاکھ ٹن گندم قدرت نے آپ کو دی ہے، یہ گندم کیسے ہوئی؟ اس میں ایگریکلچر ڈیپارٹمنٹ نے contribute کیا ہے، ہمارے سائنسدانوں نے contribute کیا ہے، ہمارے کسانوں نے contribute کیا ہے۔ ہم نے انہیں ٹارگٹ دیئے۔ انہوں نے گندم کی کاشت کے ٹارگٹ پورے کئے، پھر پیداوار کا ٹارگٹ پورا کیا۔ اس میں گندم کے بیج کی contribution ہے، اس میں زمین کی contribution ہے، اس میں ٹیکنالوجی کی contribution ہے، اس میں سائنسدانوں کی contribution ہے اور اس میں ہمارے کسان بھائیوں کی contribution ہے جنہوں نے محنت کر کے ایک کروڑ 80 لاکھ ٹن گندم پیدا کی ہے۔ اگر یہ credit اس گورنمنٹ یا اس ڈیپارٹمنٹ کو نہیں ہے تو پھر یہ credit کس کو ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اگر یہ میرے دوست نہیں مانتے تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے یہ credit ہمارے سائنسدانوں اور ہمارے کسانوں کو جاتا ہے۔

جناب سپیکر! پھر آپ کپاس کی طرف آئیں آپ کو علم ہے کہ پچھلے سال ہم نے ایک کروڑ 12 لاکھ بیل پیدا کی جبکہ ملک میں ایک کروڑ 30 لاکھ بیل پیدا ہوتی ہے۔ یہ 81/82 فیصد کاٹن ہمارے پنجاب میں پیدا ہوتی ہے۔ یہ credit اگر جاتا ہے تو اس گورنمنٹ کو جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں یہ credit جاتا ہے اور اگر رانا صاحب برا نہ منائیں تو پھر میں یہ کہوں گا کہ یہ credit صدر پاکستان جنرل مشرف کو جاتا ہے اور پھر یہ credit چیف منسٹر پنجاب کو جاتا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! لودھی صاحب نے کہا ہے کہ یہ credit جنرل پرویز مشرف کو جاتا ہے۔ میری گزارش ہے کہ اگر یہ کہہ دیتے کہ یہ credit بش کو جاتا ہے تو میرا خیال ہے یہ بڑا اچھا ہوتا کہ یہ اس credit کی آخری حد توڑ دیتے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ یہ point of order valid نہیں ہے۔

وزیر زراعت: جناب سپیکر! انہوں نے سنا نہیں ہے میں نے چیف منسٹر پنجاب کا بھی ذکر کیا ہے جن کی سربراہی میں یہ ہو رہا ہے۔ میں نے صدر پاکستان کا نام اس لئے لیا ہے کہ صدر پاکستان first time direct agriculture کا نام لیتے ہیں۔ وزیر اعظم direct agriculture کا نام لیتے ہیں اور خود monitoring کر رہے ہیں۔ یہ credit انہیں نہ جائے تو کہاں جائے؟ چیف منسٹر کو تو جائے گا ہی جائے گا۔

جناب سپیکر! میں نے یہ گزارش کی تھی کہ یہ بیج ہمارے سائنسدانوں نے پیدا کیا ہے اور اس بیج کو کسانوں نے استعمال کیا ہے اور ہم اس میں جتنی ٹیکنالوجی لے کر آئے ہیں وہ سب اس گورنمنٹ کا credit ہے۔

جناب سپیکر! اگر پنجاب کی بات کریں تو 95 percent rice آپ کے پنجاب میں ہوتا ہے اور اگر گندم کی بات کریں تو 85 فیصد گندم آپ کے پنجاب میں پیدا ہوتی ہے۔ کاٹن کی بات کریں تو 82 فیصد کپاس آپ کے پنجاب میں پیدا ہوتی ہے اور مجھے فخر سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ اگر آم کی بات کریں تو وہ بھی پنجاب میں پیدا ہوتا ہے۔ اگر citrus کی بات کریں تو وہ بھی پنجاب میں پیدا ہوتا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

رانا صاحب! ہم نے پچھلے سال rice سے 70۔ ارب روپیہ foreign exchange کمایا ہے اور پھر 2۔ ارب 21 کروڑ روپیہ ہم نے citrus سے کمایا اور ایک ارب 92 کروڑ روپیہ ہم نے آم کی فصل سے فارن ایکسچینج کمایا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور یہ اس محکمے کا کریڈٹ ہے۔

جناب سپیکر! میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہم نے کیا اقدام کئے ہیں۔ رانا صاحب نے یہ کہا کہ محکمے نے کچھ نہیں کیا۔ میں اس پر کہہ رہا ہوں کہ اگر کچھ نہیں کیا تو پھر اللہ تعالیٰ کی مہربانی سمجھیں آہستہ آہستہ اللہ کی مہربانی سے ہم نے پانچ سال پورے کئے ہیں اور میں یہ بھی بتا دوں کہ انشاء اللہ ہمارے کریڈٹ میں یہ جائے گا اور ہماری کارکردگی پر اگلا دور بھی اسی پاکستان مسلم لیگ کا ہوگا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! ہم نے کیسے پلاننگ کی کہ 2003 میں جب یکم جنوری کو اس گورنمنٹ نے حلف لیا تو اس وقت کیا ہو رہا تھا ماشاء اللہ ہمارا ہاؤس جس میں 90 فیصد زمیندار اور کاشتکار بھائی ہیں۔ میری طرف یہ تمام جملے اٹھ رہے تھے کہ یہ pesticides میں کیا ہو رہا ہے۔ رانا صاحب نے pesticides کی بات کی ہے اور میں بڑا خوش ہوں کہ انھوں نے اس پوائنٹ کو اٹھایا ہے۔

آپ غور کریں اور ریکارڈ کو نکالیں کہ کوئی آدمی نہیں تھا کہ جو یہ کہہ رہا تھا کہ pesticides ہمیں تباہ و برباد کر رہی ہیں۔ یہ اسی گورنمنٹ کی پلاننگ کا نتیجہ ہے کہ جب ہم نے اقتدار سنبھالا اگر 1999 کی بات کریں تو 14 فیصد آمیزش ہو رہی تھی اور 2003 میں آئے تو 8 فیصد آمیزش ہو رہی تھی اور آج اللہ کی مہربانی سے، ہماری محنتوں سے، آپ کی محنتوں سے اور کسانوں کی محنتوں سے اس گورنمنٹ کی وجہ سے یہ 2 فیصد رہ گئی ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! انھوں نے بتایا ہے کہ 1999 میں 14 فیصد آمیزش ہو رہی تھی اور اب کم ہو کر 2 فیصد رہ گئی ہے۔ جب 14 فیصد ہو رہی تھی تو اس وقت بھی لودھی صاحب وزیر تھے کیا یہ اس وقت خود کروا رہے تھے؟

وزیر زراعت: اس وقت میں وزیر زراعت نہیں تھا۔ اس وقت کرتے دھرتے رانا صاحب تھے۔ (قہقہے)

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں تو اس وقت وزیر زراعت نہیں تھا بلکہ چودھری اقبال صاحب وزیر زراعت تھے اور چودھری اقبال صاحب 14 فیصد آمیزش کروا رہے تھے۔ یہ بڑی زیادتی کی بات ہے۔

وزیر زراعت: جناب سپیکر! میں یہ کہہ رہا ہوں کہ ہم نے اس کو کنٹرول کیا ہے۔ Pesticides کا ایسا معاملہ ہے جو فصلوں کے ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ یہاں پر pesticides کی کوئی پانچ سو کے لگ بھگ کمپنیاں کاروبار کرتی ہیں۔ ہم نے کسی پر رعب نہیں ڈالا۔ ہم نے کسی کو ذلیل و خوار کرنے کی کوشش نہیں کی۔ ہم نے شروع میں ان سے ڈائیلاگ کئے۔ ہم نے یہ لیور استعمال کیا اور انھیں کہا کہ آپ کاروبار کرتے ہیں اور کماتے ہیں، آپ کاروبار کریں ہم آپ کو کچھ نہیں کہیں گے لیکن اگر آمیزش کریں گے تو پھر قانون حرکت میں آئے گا۔ اگر آپ ایمانداری سے کاروبار کریں گے اور روزی کمائیں گے تو ٹھیک ہے لیکن کسانوں کا خون مت چوسیں۔ اگر خون چوسیں گے تو پھر میں سختی کروں گا۔ اس میٹنگ کی بات چل گئی اور انھوں نے اس پر عمل کیا اور تعاون کیا اور اب 2 فیصد آمیزش رہ گئی ہے اور فصل میں اضافے کا مین کریڈٹ اس بات کو جاتا ہے کہ آمیزش کم ہوئی ہے۔

جناب سپیکر! ہم نے حکمت عملی اپنائی ہے۔ ہم نے کسی کو ہو دھات نہیں کیا۔ ہم نے کسی کو اس طرح سزائیں نہیں کروائیں باوجود اس کے کہ قانون موجود ہے لیکن اگر کوئی پکڑا گیا تو میں نے جیسے ملتان میں اس عملے کو بھی اور اس pesticides والوں کو بھی مثال بنایا۔ یہ کریڈٹ کس کو جاتا ہے۔ یہ کریڈٹ اس گورنمنٹ کو جاتا ہے، چودھری پرویز الٰہی کو جاتا ہے اور میں پھر کہوں گا کہ صدر پاکستان کو جاتا ہے۔

جناب سپیکر! اس دفعہ ہم نے بجٹ میں 99 کروڑ روپیہ ریسرچ کے لئے رکھا ہے۔ ہم چار فصلوں کو corporate mode میں لا رہے ہیں۔ اس کو اس طرح کر رہے ہیں کہ ان کو independence دے رہے ہیں اور کمپنی آرڈیننس کے تحت اس کو رجسٹرڈ کریں گے۔ اس کا چیف ایگزیکٹو اور چیئرمین ایکسپرٹ لگائیں گے۔ لاکھوں کی تنخواہیں آفر کر کے ان کو لے کر آئیں گے۔ اس میں کاٹن ہے، چاول ہے، citrus ہے، آم اور گنا ہے۔ ہم ان کو ایڈمنسٹریشن پر independence دے رہے ہیں۔ ہم ان کو ریسرچ میں independence دے رہے ہیں۔ ہم ان کو باہر سے qualified کرانے کے لئے وظیفوں کا independence دے رہے ہیں۔ ان کو مالی independence دے رہے ہیں اور یہ اس لئے دے رہے ہیں چونکہ اس ملک کی ریڑھ کی ہڈی زراعت ہے۔ اس میں 75 فیصد پنجاب کے لوگ اور 71 فیصد پاکستان کے لوگ اس سے منسلک ہیں۔ ہم اس کو آگے لے کر چلنا چاہتے ہیں اور اس دفعہ ہم تقریباً ایک ارب روپیہ ریسرچ پر خرچ کریں گے۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! وزیر موصوف غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں۔ یہ بتائیں کہ یہ ایک ارب روپیہ کہاں reflect کیا گیا ہے۔

وزیر زراعت: میں بتا رہا ہوں۔

رانا ثناء اللہ خان: میرے پاس کتاب ہے، آپ بتائیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ میں لودھی صاحب سے کہوں گا کہ ماشاء اللہ یہاں پر ایکسپرٹ جی ایم سکندر صاحب بیٹھے ہیں۔ ان سے پوچھ لیں کہ وہ ایک ارب روپیہ

کدھر ہے۔

جناب سپیکر: یہ پوائنٹ آف آرڈر valid نہیں ہے۔

وزیر زراعت: یہ آپ کا وقت ہے کہ ان سے پوچھیں، ہم ان سے نہیں پوچھا کرتے۔ ہم نے پنجاب ایگریکلچر ریسرچ بورڈ (PARB) کو active کر دیا ہے جس کو 73-1972 میں اسی اسمبلی نے پاس کیا تھا اور آج تک وہ خاموش تھا۔ ہم نے اس کو active کیا ہے اور highly qualified ایم ڈی باہر سے منگوا کر اسے ڈیوٹی دی ہے۔ اس کا کام یہ ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! انھوں نے ایم ڈی امپورٹ کیا ہے۔ اس ملک میں پہلے وزیر اعظم امپورٹ ہوتے تھے یہ کہتے ہیں کہ ایم ڈی امپورٹ ہوا ہے۔ وہ ایم ڈی کون ہے اور یہ بتائیں کہ ایک ارب روپیہ کہاں پر لکھا ہوا ہے۔

وزیر زراعت: جناب سپیکر! یہ حوصلہ تو کریں۔ دیکھیں کہ باہر کام کرتے ہوئے ڈاکٹر کو ادھر لے کر آئے ہیں جو پاکستانی ہے۔ آپ سمجھتے ہیں کہ PARB کیا ہے، ہم نے 72 کروڑ روپیہ PARB کو دیا ہے جن کا کام پلاننگ کرنا، مانیٹرنگ کرنا اور ریسرچ کے لئے مالی امداد دینا ہے۔ وہ ایوب ریسرچ میں competition کروائیں گے، یونیورسٹی میں بھی، پرائیویٹ سیکٹر میں بھی ریسرچ کروائیں گے۔ 26 کروڑ روپیہ ریسرچ کو دیا ہے، 72 کروڑ روپیہ اس کے لئے دیا ہے اور یہ 99 کروڑ روپیہ جو تقریباً ایک ارب روپیہ بنتا ہے جو ہم نے صرف ریسرچ کے لئے رکھا ہے۔ یہ صفحہ نمبر 50 ہے رانا صاحب اس کو دیکھ لیں۔

جناب سپیکر: لودھی صاحب! آپ آگے چلیں رانا صاحب کو فگرز کا پتا ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ دوسرے منسٹرز ان کو تنگ کر رہے ہیں اور نیچے سے ان کو misguide کر رہے ہیں۔

وزیر زراعت: ٹھیک ہے لیکن اللہ کی مہربانی سے میں بہت کچھ جانتا ہوں اور میں یہ آپ کو زبانی بتا رہا ہوں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! یہ فگرز تو بتائیں۔

جناب سپیکر: پہلے یہ اپنی تقریر ختم کر لیں پھر فگرز پر یہ بعد میں آئیں گے۔ لودھی صاحب! ابھی کتنا مزید ٹائم لیں گے آپ؟

وزیر زراعت: جیسے ہی رانا صاحب کہیں گے میں ختم کر دوں گا۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ اب بتا دیں ایک ارب روپے کے متعلق اور صفحہ نمبر 50 میں نے کھولا ہوا ہے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! ابھی وہ وائنڈ اپ کرنے لگے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: یہ میں نے صفحہ نمبر 50 نکالا ہوا ہے اس میں تو ایگریکلچر پر کہیں بھی ذکر نہیں ہے۔

جناب سپیکر: وہ کتابوں سے نہیں دیکھتے۔ انہوں نے زبانی بتا دیا ہے کہ 75 کروڑ ایک ہے، 22 کروڑ ایک ہے اسی طرح سے انہوں نے زبانی ہی بتا دیا ہے۔

وزیر زراعت: رانا صاحب! آپ آرام سے گھر جا کر دیکھ لینا۔ اگر غلط ہوئے تو ہم بعد میں پھر ملیں گے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اگر میں نے گھر جا کر دیکھنا ہے لیکن میں نے تو پہلے ہی دیکھا ہے اور مجھے تو ایک ارب روپیہ ریسرچ کے لئے کہیں نظر نہیں آیا۔ اسی طرح لودھی صاحب نے ایک دفعہ قائداعظم کے متعلق کہہ دیا کہ انہوں نے فیصل آباد میں یہ کہا لیکن وہ بات بھی بعد میں سچی ثابت نہیں ہوئی تھی۔ اب یہ صفحہ نمبر 50 کا کہہ رہے ہیں تو یہ بتائیں کہ کہاں پر ایک ارب روپیہ کا ذکر ہے؟

جناب سپیکر: رانا صاحب! انہیں بات کرنے دیں۔ لودھی صاحب! پلیز وائنڈ اپ کریں۔

وزیر زراعت: جناب سپیکر! زرعی تحقیق کے لئے 26 کروڑ 50 لاکھ اور PARB کے لئے 72 کروڑ 30 لاکھ روپے رکھے ہیں اور انہوں نے ریسرچ کرنی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جو pesticides کی آپ نے بات کی ہے تو pesticides میں ہماری ایک کمپنی یہاں پر لگ رہی ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ ایگریکلچر ہمارا اہم ادارہ ہے لیکن pesticides کا کوئی کارخانہ آج تک نہیں بنا لیکن آپ کو پتا ہے کہ چائنا اور پاکستان کا 1951 میں ایک معاہدہ ہوا تھا اور انہوں نے یہ کہا تھا کہ آپ نے pesticides ہم سے لینی ہیں لیکن اگر آپ چاہیں گے تو ہم کارخانے لگانے کے لئے آپ سے تعاون کریں گے۔ یہ جو ہماری پرائیویٹ کمپنیاں ہیں ان کا یہ کام تھا جو آج تک نہیں ہوا لیکن آج پھر اس حکومت کو اور صدر پاکستان کو یہ کریڈٹ جاتا ہے کہ ایک کارخانہ یہاں پر پاکستان میں لگ رہا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں تقریر اگر کرتا جاؤں تو کافی لمبی ہو جائے گی لیکن ایک بات میں ضرور کروں گا کہ ہم نے اس بجٹ میں غریبوں کے لئے کوشش کی ہے، ہم نے اپنا خلوص دکھایا ہے، ہم نے ان کو uplift کرنے کی کوشش کی ہے اور ہم نے ہر ڈیپارٹمنٹ میں progress کی ہے لیکن طبقات کو ہم نے لڑایا نہیں ہے۔ ہم نے کسان اور مالک کو نہیں لڑایا، ہم نے مزدور اور مالک مکان کو نہیں لڑایا، ہم نے کسان اور آجر کو مزدور سے نہیں لڑایا، ہم نے روٹی کپڑا مکان کا صرف نعرہ نہیں لگایا بلکہ ہم نے غریبوں کے لئے اس بجٹ میں روٹی کا بندوبست عملی طور پر کیا ہے۔ 45 فیصد روزگار انشاء اللہ یہ زراعت پیدا کرے گی۔ اس کے علاوہ ہم نے کوئی غلط نعرے نہیں لگائے بلکہ ہم عملی طور پر آج پانچ سال پورے کر رہے ہیں۔ انشاء اللہ ہم عوام میں جائیں گے، آپ بھی جائیں اور ہم بھی جائیں گے۔ میں نے پہلے بھی کہا کہ جو باہر قیادت بیٹھی ہے ان سے کہیں کہ تشریف لائیں اور یہاں پر الیکشن لڑیں پھر اللہ تعالیٰ کامیاب کرے گا جو اسے منظور ہوگا، وہ ہوگا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"2۔ارب 68 کروڑ 64 لاکھ 10 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر PC-21018 زراعت کو کم کرکے ایک روپیہ کردیا جائے۔"

(تحریک نامنظور ہوئی)

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 2۔ارب 68 کروڑ 64 لاکھ 10 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2008 کو ختم ہونے والے مالی سال 08-2007 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "زراعت" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

جناب سپیکر: آج کا اجلاس اختتام پذیر ہوا۔ اب اجلاس کل بروز جمعۃ المبارک مورخہ 22۔جون 2007 کو صبح 9 بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

875

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ، 22- جون 2007

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ

سرکاری کارروائی

گوشوارہ سالانہ بجٹ برائے سال 08-2007

مطالبات زر برائے سال 08-2007 پر بحث اور رائے شماری

877

صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھویں اسمبلی کا تیسواں اجلاس

جمعتہ المبارک،22۔جون2007

(یوم الجمع 6۔جمادی الثانی1428ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز،لاہور میں صبح 9بج کر30منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر چودھری محمد افضل ساہی منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ قاری عبدالماجد نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم o

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ o

وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ
فَأُوْلَٰٓئِكَ مَعَ ٱلَّذِينَ أَنۡعَمَ ٱللَّهُ عَلَيۡهِم مِّنَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ وَ
ٱلصِّدِّيقِينَ وَٱلشُّهَدَآءِ وَٱلصَّٰلِحِينَۚ وَحَسُنَ أُوْلَٰٓئِكَ
رَفِيقٗا ٦٩ ذَٰلِكَ ٱلۡفَضۡلُ مِنَ ٱللَّهِۚ وَكَفَىٰ بِٱللَّهِ عَلِيمٗا ٧٠

سورة النّسَاء آيات 69 تا 70

اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ (قیامت کے روز) ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے بڑا فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ اور ان لوگوں کی رفاقت بہت ہی خوب ہے (69) یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ جاننے والا کافی ہے (70)

وما علینا الا البلاغ o

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔اب ہم تحریک استحقاق لیتے ہیں۔

پوائنٹ آف آرڈر

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا ثناء اللہ خان صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

اجلاس تاخیر سے شروع ہونے کی وجہ سے کٹ موشنز پر بحث کے وقت کو بڑھانے کا مطالبہ

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ کل بھی cut motions کا کافی وقت ضائع ہوا اور آج آپ نے گلوٹین apply کرنے کے لئے time fix کیا ہوا ہے لیکن اجلاس تقریباً 35/40 منٹ لیٹ شروع ہو رہا ہے اس لئے میری یہ گزارش ہے کہ cut motions کو پورا ٹائم دیا جائے اور گلوٹین کے لئے آپ نے جو time fix کیا ہوا ہے اسے اتنا extend کیا جائے جتنا اجلاس لیٹ شروع ہوا ہے۔

جناب سپیکر: وہ 11 بجے کا ٹائم fix کیا ہوا ہے اسے آدھ گھنٹہ آگے کر لیتے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! شکریہ

تحاریک استحقاق

جناب سپیکر: اب ہم تحریک استحقاق take up کرتے ہیں۔ جی، یہ تحریک استحقاق محترمہ نور النساء ملک صاحبہ کی طرف سے ہے۔یہ آج تک کے لئے pending تھی اس کا جواب آنا تھا۔ جی، وزیر قانون!

ایس ایچ او تھانہ سول لائن فیصل آباد کا معزز خاتون رکن اسمبلی کے گھر پر غیر قانونی چھاپہ

(---جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! جس دن یہ تحریک پیش ہوئی ہے اس دن جناب کے

حکم کے مطابق میری ان سے میٹنگ بھی ہوئی تھی اور متعلقہ اضلاع کے پولیس افسران کو بھی بلا لیا گیا تھا اور ان کے ساتھ ان کی میٹنگ کروائی گئی تھی اور طے یہ ہوا تھا کہ جب وہ واپس جائیں تو وہ محترمہ سے معذرت کریں گے کیونکہ ان پولیس افسران کے بقول کہ انہوں نے کوئی ایسی بات نہیں کی۔ بہر حال میرے خیال میں یہ معاملہ طے ہو گیا ہے۔

جناب سپیکر: محرک ویسے بھی تشریف فرما نہیں ہے۔ یہ motion dispose of ہوئی۔ Next ہے میاں افتخار حسین چھچھڑ صاحب! یہ بھی آج تک کے لئے pending تھی۔ جی، وزیر قانون!

ایس ایچ او تھانہ حجرہ شاہ مقیم (اوکاڑہ) کا معزز رکن اسمبلی کے ساتھ ہتک آمیز رویہ

(---جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میرے پاس اس کا جواب موجود ہے لیکن میں اس میں تھوڑی سی گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے معزز رکن سے بات کی تھی۔ اس حلقہ سے متعلقہ ایم پی اے کا استدلال یہ تھا کہ یہ ان کے حلقہ سے متعلقہ Privilege Motion ہے تو میں نے ممبر موصوف سے یہ گزارش کی تھی اور ان کے ضلع کے اور بھی کچھ دوست میرے پاس تشریف لائے تھے تو ان کا بھی استدلال تھا کہ اگر اس معاملہ کو افہام و تفہیم سے حل کر لیا جائے تو مناسب ہو گا لہذا میں آپ کے توسط سے معزز رکن سے یہ استدعا کروں گا کہ اس کو آج pending کر لیتے ہیں اور اگر یہ مناسب سمجھیں تو ہم بیٹھ جائیں گے اور اس کا کوئی حل نکال لیں گے۔

جناب سپیکر: جی، چھچھڑ صاحب! ٹھیک ہے لاء منسٹر صاحب کے ساتھ بیٹھ جائیں۔

میاں افتخار حسین چھچھڑ: جناب سپیکر! مجھے اس بات پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ویسے میں تھوڑا سا clarify کرنا چاہتا ہوں کہ میرا حلقہ 3 قانونگوئیوں پر مشتمل ہے۔ بصیر پور، منڈی احمد آباد اور بھڈیانہ۔

جناب سپیکر: نہیں، وہ آپ کی بات ٹھیک ہے۔

میاں افتخار حسین چھچھڑ: جناب سپیکر! حلقے کی بات نہیں ہے۔ یہ Privilege Motion میں نے دی ہے۔

جناب سپیکر: آپ لاء منسٹر صاحب کے ساتھ بیٹھ جائیں۔

میاں افتخار حسین چھچھر: جناب سپیکر! آپ اس کو pending کر لیں مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ بیٹھ کر بات کر لیتے ہیں۔

جناب سپیکر: لہذا یہ تحریک استحقاق 25 تاریخ تک pending کی جاتی ہے۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: اب ہم تحاریک التوائے کار take up کرتے ہیں۔ تحریک التوائے کار 188 ملک محمد اقبال چنڑ صاحب کی طرف سے ہے۔ یہ بھی move ہو چکی ہے اور اس کا جواب آنا تھا۔ وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! چنڑ صاحب نے اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے حوالے سے تحریک التوائے کار یہاں پر پیش کی تھی۔ اگر آپ 2 منٹ مجھے اجازت دیں کیونکہ اس کا ٹیکنیکل جواب ہے وہ میں آپ کے سامنے پیش کر دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔ بالکل بالکل۔

اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے انجینئرنگ کالج میں پاکستان انجینئرنگ کونسل کی منظوری کے بغیر انجینئرنگ اور کمپیوٹر کی کلاسوں کا اجراء

(---جاری)

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! جب یہ تحریک التوائے کار پیش ہوئی تو یونیورسٹی سے جواب مانگا گیا تو یونیورسٹی نے جواب دیا کہ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کالج آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی میں الیکٹرانکس انجینئرنگ کی کلاسز 1999 میں شروع کی گئی تھیں۔ اس میں 4 سالہ سیشن میں داخلہ لینے اور پاس ہونے والے طلباء کی تعداد 100 سے بھی کم تھی۔ فی طالب علم فی سمسٹر فیس تقریباً 10 ہزار روپیہ ہے۔ اس کے 4 سالہ سیشن میں کل 8 سمسٹر بنتے ہیں۔ ان 4 سالوں میں موصول فیس لاکھوں میں ہے لہذا ہزاروں طالب علموں کے داخلے اور کروڑوں روپے کی فیس وصول کرنے کی بات درست نہ ہے۔ انجینئرنگ کالج کی منظوری اور upgradation کے سلسلے میں پاکستان انجینئرنگ کونسل اسلام آباد سے کالج کے قیام کے حوالے سے رابطہ کیا گیا۔ ان کی طرف سے موصول ہدایت کے مطابق انجینئرنگ کالج میں مطلوبہ سہولتیں جن میں لائبریری، لیبارٹریز، بہتر

کلاس رومز، اساتذہ کو تفویض کر دی گئی ہیں۔ پاکستان انجینئرنگ کونسل کی معائنہ ٹیم نے کالج ہذا کا 15۔مارچ 2007 کو دورہ کیا۔ کالج ہذا میں درس وتدریس کی متعلقہ تمام سہولتوں پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے کالج ہذا کی منظوری upgradation کے لئے بھرپور سفارش کی۔

جناب سپیکر! جو انجینئرنگ کالج اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور میں بنا ہوا ہے اس کے پاس این او سی نہیں تھا۔ اس حوالے سے چنڑ صاحب نے اپنی تحریک پیش کی تھی۔ اس کالج کو این او سی دے دیا گیا ہے اور این او سی انجینئرنگ کونسل دیتی ہے۔ اس کی روایت یا قانون یہ ہے کہ پہلے آپ کالج بناتے ہیں فیکلٹی شروع کرتے ہیں enrollment ہوتی ہے اور پھر جا کر کونسل آپ کو این او سی دیتی ہے۔ اب اللہ کی مہربانی سے یہاں پر این او سی دے دیا گیا ہے اور اب ریگولر کلاسیں شروع ہو گئی ہیں۔ اس میں کوئی مسئلہ نہیں ہے میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ اب قانون کے مطابق وہاں پر سارا کام کیا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ

ملک محمد اقبال چنڑ: جناب سپیکر! وزیر صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ کروڑوں کی نہیں لاکھوں کی بات ہے تو میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کتنے لاکھ کس مد میں انہوں نے جمع کروائے ہیں اور یہ جو نوٹیفکیشن جاری ہوا ہے یہ کب جاری ہوا ہے اور اگر نہیں ہوا تو کب تک جاری ہو جائے گا اور طالبعلموں کے مستقبل کا مسئلہ ہے جو طالبعلم پاس ہو چکے ہیں کب تک ان کی سندیں confirm ہو جائیں گی؟

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! یہ ہماری ایک پبلک یونیورسٹی ہے۔ گورنمنٹ آف پنجاب نے اس کو چارٹر دیا ہے۔ اس میں طالبعلموں کو کوئی problem نہیں ہے۔ این او سی مل گیا ہوا ہے ان کی ڈگری recognized ہے ان کے کورسز صحیح انداز میں چل رہے ہیں، فیسیں لی جا رہی ہیں۔ اس میں کوئی issue نہیں ہے۔ معزز ممبر نے ایک اچھے پوائنٹ کی نشاندہی کی تھی جس طرح کوئی بھی کالج پنجاب میں شروع کریں تو ایچ ای سی سے آپ کو اجازت لینا پڑتی ہے۔ اگر فیڈرل چارٹر ہے تو این او سی پنجاب دیتا ہے۔ اسی حوالے سے کسی بھی یونیورسٹی میں اگر آپ انجینئرنگ کالج کھولتے ہیں تو این او سی درکار ہوتا ہے۔ اب این او سی مل گیا ہے اور وہ جاری ہو گیا ہے۔ اس سلسلے میں بالکل کوئی مشکل نہیں ہے۔ تمام بچوں کا مستقبل محفوظ ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ محرک اس کو مزید پریس نہیں کرتے لہذا یہ تحریک dispose of ہوئی۔

اگلی تحریک التوائے کار شیخ علاؤالدین صاحب کی ہے۔ یہ پیش ہو چکی ہے اس کا جواب آنا تھا۔ جی، وزیر بلدیات!

انٹرنیٹ کلبز: فحاشی اور جرائم کی آماجگاہ

(---جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! تحریک التوائے کار کے ذریعے معزز رکن نے جس امر کی نشاندہی کی ہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ واقعتاً اس وقت ہمارے معاشرے کا ناسور بن چکا ہے اور بے شمار جگہوں سے اس قسم کی شکایات موصول ہوئی بھی ہیں اور ہوتی رہتی ہیں کہ انٹرنیٹ کلبوں کو غلط مقاصد کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے۔ اسی بات کو معزز رکن نے اپنی تحریک کی بنیاد بنایا ہے۔ میں کلی طور پر ان سے اتفاق کرتا ہوں کہ یہ واقعی ایسا کام ہے کہ جس پر انتہائی توجہ کی ضرورت ہے۔ اس وقت ہم نے مختلف ریجنز سے جو جواب موصول کیا ہے اس کے مطابق مقامی پولیس باقاعدگی سے اس معاملے کو چیک کرتی رہی ہے اور انہوں نے قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف کارروائی بھی کی ہے۔ میرے پاس ایک ریکارڈ بھی موجود ہے۔ انہوں نے مقدمات بھی درج کئے ہیں لیکن اس کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ اس میں مزید کوشش کرنے کی ضرورت ہے اور نہ صرف میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملے کو پولیس کے رحم و کرم پر چھوڑا جائے اس کے لئے مزید اقدامات کی بھی ضرورت ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ محکمہ انفارمیشن، محکمہ پولیس اور آئی ٹی جو بھی انٹرنیٹ کلبوں سے متعلقہ ہیں ان سب کو مل بیٹھ کر ایک جامع حکمت عملی بنانے کی ضرورت ہے۔ میں معزز رکن کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں ان سے co-ordinate کر لوں گا اور ذاتی طور پر بھی اس سلسلے میں چاہتا ہوں کہ کوئی ایک ایسی حکمت عملی بنائی جائے تاکہ اس قسم کی کارروائی کرنے والے لوگوں کے خلاف موثر طور پر کارروائی ہو سکے۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ ان کو بھی اس میں مدعو کر لوں گا اور ان کی جو تجاویز ہوں گی انشاء اللہ تعالیٰ وہ بھی ہم سنیں گے اور ان کی تجاویز سے مستفید ہوتے ہوئے آئندہ کا لائحہ عمل بنائیں گے۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ محرک اس تحریک کو مزید پریس نہیں کرنا چاہتے لہذا یہ تحریک dispose of ہوئی۔ اگلی تحریک التوائے کار بھی شیخ علاؤالدین صاحب کی طرف سے ہے۔ یہ بھی پیش ہو چکی ہے۔ اس کا جواب آنا تھا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: اس وقت محترمہ وزیر صاحبہ تشریف نہیں رکھتیں۔ اس کو pendingفرمالیں۔

جناب سپیکر: یہ تحریک التوائے کار 27۔ تاریخ تک pendingکی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار چودھری زاہد پرویز اور لالہ شکیل الرحمٰن صاحب کی طرف سے ہے۔ دونوں معزز اراکین تشریف نہیں رکھتے لہذا اس تحریک کو dispose ofکیا جاتا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میری ایک تحریک التوائے کار نمبر 251 کافی اہمیت کی حامل ہے۔ اگر آپ صرف اسے پڑھنے کی اجازت دے دیں کیونکہ اس نے pendingہی ہونا ہے اور اس کا جواب 25 یا 27 تاریخ کو آئے گا۔

جناب سپیکر: آپ پڑھیں۔

محکمہ واسا فیصل آباد کے افسران واہلکاران کی نااہلی سے شہری آلودہ پانی پینے سے مختلف بیماریوں میں مبتلا

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ محکمہ واسا فیصل آباد کے نااہل، کرپٹ، کام چور عملہ اور قیادت کی وجہ سے فیصل آباد شہر گندے پانی کے جوہڑ کا نقشہ پیش کر رہا ہے اور لوگوں کو پینے کے آلودہ پانی کی فراہمی سے لوگ مختلف بیماریوں کا شکار ہو کر موت سے ہمکنار ہو رہے ہیں۔ مورخہ 2۔ مئی 2007 کے مقامی و قومی اخبارات میں فیصل آباد شہر کے مختلف رہائشی علاقوں کے حوالے سے یہ خبر جلی حروف میں شائع ہوئی ہے کہ "شہر فیصل آباد سیوریج کے پانی میں ڈوب رہا ہے ایم ڈی واسا مسئلہ حل کرنے میں ناکام، عوام حکمران جماعت اور اپوزیشن کے اراکین اسمبلی کی مجرمانہ خاموشی اور غفلت پر پریشان" اس صورتحال سے فیصل آباد شہر کے عوام انتہائی مضطرب ہیں اور لوگوں میں سخت غم وغصہ پایا جاتا ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر ہاؤسنگ!

وزیر ہاؤسنگ: جناب سپیکر! اس کو آؤٹ آف ٹرن لیا گیا ہے مگر میں چاہوں گا کہ اس کا جواب ابھی دے دوں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔

وزیر ہاؤسنگ: جناب سپیکر! واسا کے آفیسر اور عملہ پوری تندہی سے پبلک کی شکایات بابت فراہمی و نکاسی آب کو بہتر بنانے کے لئے دن رات کام کر رہا ہے۔ چند ایک علاقوں کے سوا تمام علاقہ جات میں سیوریج سسٹم درست کام کر رہا ہے بلکہ جن علاقوں میں واسا کا سسٹم نہ ہے ان علاقوں میں بھی ضلعی انتظامیہ کی ہدایات کے مطابق کام کیا جاتا ہے۔ جن جن علاقوں میں سیوریج کا مسئلہ درپیش ہے وہاں واسا نے فنڈز ملنے کے بعد ترقیاتی سکیموں کا آغاز کر دیا ہے مختلف علاقوں میں واٹر سپلائی اور سیوریج کی لائنیں تبدیل کی جا رہی ہیں۔ اب فیصل آباد کو تکالیف بابت فراہمی و نکاسی آب کم ہو رہی ہیں پبلک بھی ان ترقیاتی سکیموں کی تکمیل کروانے میں واسا کی پوری مدد کر رہی ہے۔ جس دن سے نئے ایم ڈی واسا نے چارج سنبھالا ہے اس دن سے بہتر حکمت عملی کی بدولت شہریوں کو بابت شکایت سکون میسر ہو رہا ہے۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! وزیر موصوف نے تو stereo ٹائپ جواب پڑھ دیا ہے۔ میرے پاس تو باقاعدہ علاقہ وائز اس بات کے ثبوت ہیں کہ وہاں پر کیا صورتحال ہے اور وہاں پر ترقیاتی کام جو شروع ہوا تھا، اس کو اس طریقے سے سرانجام دیا جا رہا ہے کہ ایک گلی یا سڑک کی کھدائی ہو گئی ہے اور اس کھدائی کو دو دو ماہ ہو گئے ہیں اور اس کے بعد کنٹریکٹر کا کوئی پتا ہی نہیں چل رہا، اس سلسلے میں جس قسم کی تباہی محلہ سرسید ٹاؤن میں، سمن آباد یا ان علاقوں میں ہے، میرے پاس نہ صرف باقاعدہ ثبوت بلکہ اخباری کٹنگز بھی ہیں تو میں یہ چاہوں گا کہ اس کو pending کر دیں تاکہ میں شواہد کے ساتھ اسے پیش کر سکوں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! وہ تو ٹھیکیدار کی سستی یا غفلت ہو سکتی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! واسا کا جو عملہ یا جو MD واسا ہے، میں آپ کی اور اس معزز ایوان کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ وہاں پر بیس گریڈ کا ایم ڈی واسا جس کا چالیس پچاس ہزار کی تنخواہ میں گزارا ہو رہا تھا اور اب وہاں پر تقریباً دو لاکھ plus پر ایم ڈی واسا لے کر آئے ہیں اور وہاں پر جس

طرح سے کام ہو رہا ہے میں اس سلسلے میں پورے شواہد کے ساتھ بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ ایسا کریں کہ کسی پراجیکٹ کی نشاندہی کر دیں کہ کہاں پر ناقص کام ہو رہا ہے؟

رانا ثناء اللہ خان: میں نے یہ تحریک اسی استدعا کے ساتھ پڑھی تھی کہ اس کو آپ 25 یا 27 تاریخ کے لئے pending کر دیں اس دن میں فائل ساتھ لے کر آؤں گا۔ آج تو میں نے صرف آپ سے request کی اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے مہربانی فرمائی اور آؤٹ آف ٹرن ٹیک اپ کرنے کی اجازت دے دی۔

جناب سپیکر: اس کا مطلب یہ ہے کہ آج منسٹر صاحب تو پوری تیاری میں ہیں اور آپ کی تیاری نہیں ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں نے تو یہی کہا تھا کہ آپ pending کرنے کے لئے مجھے پڑھنے کی اجازت دے دیں۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! اسے 27۔تاریخ تک pending کر لیتے ہیں تاکہ رانا صاحب تیاری کر کے آجائیں گے۔

وزیر ہاؤسنگ: جناب! ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک 27 تاریخ تک pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار حاجی محمد اعجاز صاحب اور ملک اصغر علی قیصر صاحب کی طرف سے ہے، دونوں معزز اراکین تشریف فرما نہیں ہیں لہذا تحریک dispose of ہوئی۔ اگلی تحریک لالہ شکیل الرحمن صاحب اور چودھری زاہد پرویز صاحب کی طرف سے ہے، تشریف نہیں رکھتے لہذا تحریک dispose of ہوئی۔ اگلی تحریک بھی لالہ شکیل الرحمن صاحب کی طرف سے ہے، تشریف نہیں رکھتے لہذا تحریک dispose of ہوئی۔ اگلی تحریک حاجی محمد اعجاز صاحب، ملک اصغر علی قیصر اور رانا آفتاب احمد خان صاحب کی طرف سے ہے، تینوں معزز اراکین تشریف فرما نہیں ہیں لہذا تحریک dispose of ہوئی۔ اگلی تحریک شیخ اعجاز احمد کی ہے، تحریک dispose of ہوئی۔ اگلی تحریک لالہ شکیل الرحمن صاحب کی ہے، تشریف نہیں رکھتے، تحریک dispose of ہوئی۔ اگلی تحریک شیخ اعجاز صاحب کی ہے، تشریف نہیں رکھتے، dispose of ہوئی۔ اگلی تحریک نمبر 261 ملک محمد اقبال چنڑ صاحب کی طرف سے ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، سید احسان اللہ وقاص صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میری تحریک التوائے کار 230/07 ہے۔ پتا نہیں آپ کون سے نمبر سے چل رہے ہیں، وہ ابھی پیش نہیں ہوئی۔

جناب سپیکر: یہ بولی ہو گی مگر آپ اس وقت تشریف فرما نہیں ہوں گے۔

سید احسان اللہ وقاص: میں کل بھی موجود تھا اور آج بھی ہوں۔

جناب سپیکر: جی، چنڑ صاحب!

صوبہ میں لاکھوں ایکڑ سرکاری اراضی پر بیوروکریسی کے تعاون سے بااثر افراد کا قبضہ اور حکومت کو سالانہ اربوں روپے کا نقصان

ملک محمد اقبال چنڑ: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 9۔ مئی 2007 کی ایک مؤقر اخبار کی خبر کے مطابق صوبہ پنجاب کے 35 اضلاع، 113 تحصیلوں میں 60۔ ارب روپے سے زائد مالیت کی 2 لاکھ 80 ہزار 8 سو 48 ایکڑ سرکاری اراضی پر وفاقی و صوبائی وزراء، سابق و موجودہ ارکان اسمبلی، سابق وزراء اور مختلف سیاسی پارٹیوں کے رہنماؤں نے بیوروکریسی کے تعاون سے قبضہ کر رکھا ہے جبکہ صوبہ بھر میں کھربوں روپے کی مالیت کی ایک کروڑ 18 لاکھ 98 ہزار 441 ایکڑ سرکاری اراضی مختلف سرکاری محکموں نے لے رکھی ہے۔ یہ اراضی بہاولپور، بہاولنگر، بھکر، پاکپتن، خانیوال، ٹوبہ ٹیک سنگھ، جھنگ، چکوال، حافظ آباد، خوشاب، رحیم یار خان، سرگودھا، شیخوپورہ، فیصل آباد، قصور، لودھراں، مظفر گڑھ، میانوالی اور وہاڑی میں واقع ہے۔ اس اراضی پر ناجائز قبضہ کی وجہ سے حکومت کو ہر سال اربوں روپے کا نقصان ہو رہا ہے مگر ذمہ دار سرکاری ملازمین اس اراضی کو واگزار کروانے میں کوئی دلچسپی نہیں لے رہے جس کی وجہ سے ایوان میں شدید اضطراب پایا جاتا ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، روکھڑی صاحب!

وزیر مال: جناب سپیکر! کل تک pending کر دیں تاکہ میں اس کا جواب لے لوں۔

جناب سپیکر: یہ تحریک 27۔تاریخ تک pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک شیخ اعجاز صاحب کی ہے اور ان کی طرف سے درخواست آئی ہے کہ یہ 27 تاریخ تک pending کر دیں لہذا یہ تحریک 27 تاریخ تک pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک 225 بھی شیخ اعجاز احمد صاحب کی ہے، یہ بھی 27 تاریخ تک pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک نمبر 229 سید احسان اللہ وقاص صاحب کی ہے۔ جی، شاہ صاحب!

لاہور میں کوکا کولا کمپنی میں دوران ڈکیتی کیشئر کا قتل

سید احسان اللہ وقاص: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "ڈان" مورخہ 10۔اپریل 2007 کی خبر کے مطابق چار ڈاکو سکیورٹی گارڈ کو ہلاک کر کے کوٹ لکھپت کے قریب واقع لاہور کی مشروبات کی ایک کمپنی کے ہیڈ آفس سے 17 لاکھ روپے لوٹ کر لے گئے۔ تفصیل کے مطابق چار ڈاکو کوکا کولا کے دفتر داخل ہوئے اور کیشئر کو دبوچ لیا اور اس سے رقم چھین لی۔ جب سکیورٹی گارڈ رشید احمد نامی شخص نے انہیں روکنے کی کوشش کی تو ڈاکوؤں نے اسے گولی مار کر قتل کر دیا اور رقم لے کر فرار ہو گئے۔ اس طرح کے واقعات روز کا معمول بن گئے ہیں۔ ڈاکو شہر میں دندناتے پھرتے ہیں اور انہیں کوئی روکنے والا نہیں۔ پولیس صرف حکمرانوں کے تحفظ میں مصروف ہے۔ عام آدمی کی زندگی امن وامان کی بد حالی کی وجہ سے اجیرن ہو چکی ہے۔ صنعتی ایریا میں ایک ملٹی نیشنل کمپنی کے دفتر پر اتنی بڑی رقم کی ڈکیتی سے اندازہ ہوتا ہے کہ حکومت امن وامان قائم رکھنے میں مکمل ناکام ہو چکی ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ بمطابق مدعی مقدمہ 8,9۔اپریل کی درمیانی شب رات 12.45 بجے چار نامعلوم نقاب پوش سیلز ڈپو واقع A-104 انڈسٹریل ایریا کوٹ لکھپت کی دیوار پھلانگ کر داخل ہوئے اور اس کے بعد واقعہ وہی ہے جو معزز رکن نے فرمایا ہے کہ انہوں نے وہاں پر ڈکیتی کی۔ اس سلسلے میں مقدمہ بھی درج ہوا اور پولیس نے تفتیش بھی شروع

کی۔اس وقت تک پولیس نے جو تفتیش کی ہے اس میں تقریباً 12 کے قریب لوگ ایسے ہیں جن کو ہم trace کر چکے ہیں اور یہ تین مختلف sects سے ہیں، پہلے ایک گروہ کو trace کر کے گرفتار کیا پھر ان کی نشاندہی پر دو تین مختلف گینگز ہیں جن کو ہم نے اب تک گرفتار کیا ہے۔اس سلسلہ میں اگر محترم رکن چاہیں گے تو جو ملزمان اس وقت تک گرفتار ہوئے ہیں ان کے نام وپتا جات تفصیل کے ساتھ بتا دوں گا لیکن اس میں ابھی مقدمہ کا چالان اس لئے پیش نہیں کیا جا رہا اور تفتیش اس لئے مکمل نہیں ہو رہی کہ یہ گینگز ہیں اور ان پر بہت سارے مزید مقدمات ہیں جن کی ہمیں نشاندہی ہو رہی ہے تو مختلف کیسوں میں ان کا ریمانڈ لیا گیا ہے۔یہ ملزمان police custody میں ہیں اور عدالت کی طرف سے ہمیں ان کا ریمانڈ ملا ہوا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اس مقدمہ کا چالان یکسو کر دیا جائے گا لیکن پولیس مزید انوسٹی گیشن کر رہی ہے کیونکہ ان ملزمان سے اور بہت سارے انکشافات ہوئے ہیں۔

سید احسان اللہ وقاص: میں پریس نہیں کرتا۔

جناب سپیکر: محرک چونکہ اس کو مزید پریس نہیں کرنا چاہ رہے لہذا تحریک dispose of ہوئی۔ اگلی تحریک 230 بھی سید احسان اللہ وقاص صاحب کی ہے۔

سگیاں پل لاہور کے قریب ٹرک کی ٹکر سے ایک شخص کی ہلاکت

سید احسان اللہ وقاص: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ ''ڈان'' مورخہ 10۔اپریل 2007 کی خبر کے مطابق سگیاں پل سے آنے والے ایک تیز رفتار ٹرک نے پہلے دو موٹر سائیکل سواروں کو ٹکر ماری پھر ایک پیدل چلنے والے پر چڑھ گیا جس کے نتیجہ میں موقع پر ایک فرد ہلاک اور دو شدید زخمی ہو گئے۔اس واقعہ سے لوگوں میں شدید اشتعال پھیل گیا اور بڑی تعداد میں لوگوں نے اکٹھے ہو کر شدید مظاہرہ کیا اور کئی گھنٹے ٹریفک بند رکھی۔لاہور میں ٹریفک پولیس کا سوائے بھتہ اکٹھا کرنے کے اور کوئی کردار نہیں ہے۔ بغیر لائسنس کے ڈرائیور ٹرک چلاتے پھرتے ہیں۔ خراب اور مرمت طلب ٹرک بھی موٹر وہیکل ایگزامینر برانچ سے پیسے دے کر فٹنس منظور کروا لیتے ہیں۔ ٹریفک پولیس کا نظام شدید خرابی کا شکار ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔جی،لاء منسٹر!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر!ایک تحریک التوائے کار کے ذریعے دو تین مختلف issuesکوhighlightکرنے کی کوشش کی گئی ہے۔بنیادی طور پر تو یہ ایک ایکسیڈنٹ سے متعلقہ معاملہ ہے جو میرے متعلقہ بھی ہے اس کے متعلق میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ واقعتاً یہ ایکسیڈنٹ ہوا۔ٹرک ڈرائیور کو مقدمہ نمبر 328/2007 مورخہ 07-04-09 میں گرفتار کر لیا گیا ہے اور اس کا چالان 12/4/2007 کو عدالت میں پیش کر دیا گیا ہے۔یہ تو ایکسیڈنٹ کے معاملہ کا تعلق ہے۔دوسرا انہوں نے فرمایا ہے موٹر وہیکل ایگزامینز تو وہ میرے متعلقہ نہیں ہے وہ وزیر ٹرانسپورٹ سے متعلقہ ہے۔جو یہاں پر تشریف رکھتے ہیں۔اس کے متعلق وہ بات کر سکتے ہیں لیکن جہاں تک میرا تعلق ہے ایکسیڈنٹ ہوا، مقدمہ درج ہوا، ملزم گرفتار ہوا اور چالان عدالت میں پیش کر دیا گیا۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر!معزز وزیر ٹرانسپورٹ بھی اس بارے میں تھوڑا سا بتائیں کہ انہوں نے موٹر وہیکل ایگزمینز برانچ کی اصلاح کا کیا انتظام کیا ہے۔وہاں پر تو بیس بیس ہزار روپیہ دیں جناب!وہ تو ہر چیز کے پیسے مانگتے ہیں۔ہمارے سکول کی بسیں ہیں، ہم وہ بسیں لے کر جاتے ہیں کہ بھئی یہ نئی بسیں ہیں اس کے بھی پیسے مانگتے ہیں۔چشتی صاحب!بڑے شریف آدمی ہیں وہ اس محکمے کے وزیر بن گئے ہیں۔ان کو تو انہوں نے پتا نہیں چلنے دینا کہ وہ کیا کچھ کر رہے ہیں؟

جناب سپیکر: جی،وزیر ٹرانسپورٹ!

وزیر ٹرانسپورٹ: جناب سپیکر!براہ مہربانی اس کوpendingکر لیں۔میں اس کا جواب محکمے سے لے لیتا ہوں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر!لیکن اس کو pending to the extent of Transport Department

جناب سپیکر: جی، بالکل وزیر ٹرانسپورٹ کے لئےpendingکی جا رہی ہے۔آپ کی طرف سے تو جواب آ گیا ہے۔

سرکاری کارروائی

بجٹ

گوشوارہ سالانہ بجٹ برائے سال 08-2007 کے مطالبات زر پر بحث اور رائے شماری

(۔۔۔جاری)

جناب سپیکر: اب ہم گوشوارہ سالانہ بجٹ بابت سال 08-2007 پر دوبارہ کارروائی کا آغاز کرتے ہیں۔ کل کے اجلاس میں مطالبہ زر نمبر PC-21016 اور PC-21018 پر بحث اور رائے شماری مکمل کر لی تھی۔ جیسا کہ کل اعلان کیا گیا تھا کہ کٹ موشنز کے ذریعے مطالبات زر پر کارروائی آج صبح 11.00 بجے تک جاری رہے گی لیکن یہ وقت 11.00 بجے سے بڑھا کر 11.30 تک کر دیا گیا ہے۔ 11.30 کے بعد باقی ماندہ مطالبات زر پر کارروائی قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب مصدرہ 1997 کے قاعدہ (4)144 کے تحت گلوٹین کے اطلاق کے ذریعے براہ راست سوال کے ذریعے ہوگی۔ اب ہم کارروائی کا آغاز کرتے ہیں۔ جی، وزیر خزانہ!

مطالبہ زر نمبر PC-21015

وزیر خزانہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:۔

"ایک رقم جو 21۔ارب 75 کروڑ 45 لاکھ 68 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2008 کو ختم ہونے والے مالی سال 08-2007 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "تعلیم" برداشت کرنا پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

ایک رقم جو 21۔ارب 75 کروڑ 45 لاکھ 68 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2008 کو ختم ہونے والے مالی سال 08-2007 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "تعلیم"

برداشت کرنا پڑیں گے۔"

مطالبہ زر نمبر PC21015 میں کٹوتی کی تحریک مندرجہ ذیل اراکین کی طرف سے موصول ہوئی ہے:

جناب قاسم ضیاء، رانا ثناء اللہ خان، رانا آفتاب احمد خان، جناب ارشد محمود بگو، جناب سمیع اللہ خان، سید ناظم حسین شاہ، شیخ اعجاز احمد، سید احسان اللہ وقاص، راجہ محمد شفقت خان عباسی (ایڈووکیٹ)، جناب عامر فدا پراچہ، جناب اشتیاق احمد مرزا، جناب جہانزیب امتیاز گل، راجہ ریاض احمد، ملک اصغر علی قیصر، سید حسن مرتضٰی، لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ)، چودھری اعجاز احمد سماں، جناب تنویر اشرف کائرہ، ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی، جناب احسان الحق احسن نولاٹیا، محترمہ عظمٰی زاہد بخاری، محترمہ فرزانہ راجہ، محترمہ فائزہ احمد، جناب پرویز رفیق، ڈاکٹر اسد اشرف، جناب مجتبٰی شجاع الرحمٰن، رانا مشہود احمد خان، جناب افضل سلطان ڈوگر، چودھری اصغر علی گجر، ڈاکٹر سید وسیم اختر، راجہ طارق کیانی، بریگیڈیر (ریٹائرڈ) محمد حسن، جناب محمد افضال مرزا، ڈاکٹر نادیہ عزیز، جناب ریاض شاہد، ڈاکٹر اسد معظم، جناب فیض اللہ کموکا، جناب علی حسن رضا قاضی، چودھری زاہد پرویز، میاں سعود حسن ڈار، چودھری محمد شبیر مہر، میجر (ریٹائرڈ) احسان الٰہی چودھری، جناب طاہر اختر ملک، حاجی محمد اعجاز، جناب مشتاق احمد (ایڈووکیٹ)، سید مظفر حسین کاظمی، جناب محمد اشرف خان سوہنا، ملک محمد اسحاق بچہ، ملک محمد ارشد جٹ راں، مخدوم سید محمد مختار حسین، پیر مشتاق احمد شاہ، میاں سیف اللہ اویسی راؤ اعجاز علی خان، جناب محمد یار مونکا، جناب شاہد انجم، میاں محمد اسلم (ایڈووکیٹ)، انجینئر جاوید اکبر ڈھلوں، جناب جاوید حسن گجر، شیخ عزیز اسلم، محترمہ نشاط افزا، محترمہ صغیرہ اسلام، محترمہ طلعت یعقوب، محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ)، محترمہ نور النساء ملک، محترمہ نجمی سلیم، محترمہ صبیحہ بیگم، محترمہ صائمہ بخاری، محترمہ عذرا بانو، جناب نوید عامر، راجہ محمد علی، راجہ ارشد محمود، چودھری محمد ایاز، ملک ابرار احمد، شیخ تنویر احمد، جناب محمد نواز ملک، جناب عمران اشرف، جناب بلال یاسین جناب محمد آجاسم شریف، مہر اشتیاق احمد، چودھری عبدالغفور خان، جناب محمد افضل کھوکھر، چودھری سجاد حیدر گجر، میاں یاور زمان، بابو نفیس احمد انصاری، ڈاکٹر نذیر احمد مٹھو ڈوگر، مہر اعجاز احمد اچلانہ، ملک محمد اقبال چنڑ، چودھری محمد شفیق انور، محترمہ پروین مسعود بھٹی، محترمہ افشاں فاروق، محترمہ خالدہ منصور، محترمہ نگہت پروین میر، محترمہ شہناز سلیم، جناب کامران مائیکل، جناب محمد وقاص، چودھری محمد شوکت، محترمہ طاہرہ منیر، محترمہ زیب النساء قریشی!

میں جناب ارشد محمود بگو سے گزارش کروں گا کہ وہ اپنی کٹوتی کی تحریک پیش کریں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"21۔ارب 75 کروڑ 45 لاکھ 68 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر PC21015 تعلیم کو کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:۔

"21۔ارب 75 کروڑ 45 لاکھ 68 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر PC21015 تعلیم کو کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔"

وزیر تعلیم: میں اسے oppose کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: وزیر تعلیم اسے oppose کرتے ہیں۔ ارشد محمود بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! مجھے آج بڑی خوشی ہوئی تھی کہ صبح صبح آج جو وزیر اعلیٰ پنجاب یہاں ہاؤس میں تشریف لائے تھے اور میری یہ خواہش تھی کہ جب میں ایجوکیشن پر کچھ کہوں تو وہ یہاں پر موجود ہوں۔

جناب سپیکر: وہ چیمبر میں بیٹھے ہیں اور آپ کی بات سن رہے ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! اس حوالے سے اتفاق کے ساتھ کہوں گا کہ 29۔نومبر 2002 میں جو قائد ایوان نے اس ایوان میں سب سے پہلی اپنے منتخب ہونے پر تقریر کی تھی میں اس تقریر کی ایک دو لائنیں یہاں پر پڑھنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر! قائد ایوان نے اسی ایوان میں کھڑے ہو کر یہ فرمایا تھا کہ ہم جس process سے گزر کر یہاں تک پہنچے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ اپوزیشن کیا ہوتی ہے اور اپوزیشن میں کس طرح وقت گزارا جاتا ہے۔ یہ ان کے الفاظ ہیں کہ میں خود ایک دفعہ چھ مہینے کے لئے اور ایک دفعہ آٹھ مہینے سے زیادہ جیل میں رہا ہوں اور مجھے یہ احساس ہے اور انہوں نے وہ الفاظ دہرائے جو میں یہاں پر quote کرنا چاہتا ہوں کہ "اگر آج ہم نے تجربے سے سبق حاصل نہ کیا تو پھر نتیجہ وہی ہو گا جو ہوتا چلا آ رہا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جمہوریت کو آگے بڑھانا ہم سب کا فرض ہے۔ اس میں حزب اختلاف، حزب اقتدار دونوں ہی ایک جسم کے حصے ہیں۔ ایوان مکمل نہیں ہوتا جب تک حزب اختلاف ہمارے ساتھ۔۔۔

جناب سپیکر: بگو صاحب! آپ اپنی کٹوتی کی تحریک پر بات کریں ناں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہ ایجوکیشن سے متعلقہ ہے اور میں اس کی تمہید باندھ رہا ہوں۔

جناب سپیکر: بگو صاحب! وقت تھوڑا ہے اور ساڑھے گیارہ بجے یہ مکمل کرنا ہے اس کے بعد ایک اور کٹوتی کی تحریک پر بھی بحث ہونی ہے۔

وزیر جیل خانہ جات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر جیل خانہ جات: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ کٹوتی کی تحاریک اور بجٹ پر بحث کے وقت اس سے ہٹ کر بات نہیں کی جا سکتی اور جو بات آپ لکھ کر دیتے ہیں اس کے دائرہ سے ایک انچ بھی باہر نہیں جا سکتے۔ یہ رولز کی binding ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ جس بات کو چیلنج کیا ہے کہ فلاں وجہ سے ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس بجٹ کو ختم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔ اس بات سے بھی آپ باہر نہیں جا سکتے اور یہ Chair جب بھی کوئی اس طرح کی بات کرے تو اس کا ٹائم cut کر کے دوسرے ممبر کو دے سکتے ہیں۔ یہ رولز کی binding ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! نوانی صاحب! کو اس ہاؤس میں یہ اعزاز حاصل ہے کہ آج تک انہوں نے ساڑھے چار سال میں کوئی ایسا contribution نہیں کیا سوائے یہ کہ یہ Chair کو ڈکٹیٹ کرتے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: بگو صاحب! ان کا پوائنٹ آف آرڈر valid ہے اور انہوں نے ٹھیک بات کہی ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! آپ ان کے وہ الفاظ چیک فرمالیں کہ آپ کو چاہئے اور آپ یہ کریں۔ یہ ڈکٹیٹ کرنا اور Chair کرنا ہی تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ رولز کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں کہ رولز کیا کہتے ہیں کہ Chair کو اس طرح مخاطب کرنا درست نہیں ہے۔۔۔

MINISTER FOR PRISONS: Point of personal explanation.

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر جیل خانہ جات: جناب سپیکر! میں نے یہ کہا کہ Chair کو رولز کے تحت یہ اختیار ہے کہ جب وہ دیکھے کہ جس بات کو انہوں نے اپنی کٹوتی کی تحریک میں وجہ بنایا ہے کہ اس وجہ سے ہم چاہتے ہیں۔اگر وہ اسdiscussion سے باہر جائیں توChairان کا ٹائمcut کر کے دوسرے محرک کو وقت دے سکتی ہے۔یہ میری گزارش تھی کہChairاس پر رولز کے تحت ایکشن لے سکتی ہے اور اگلے محرک کو وقت دے سکتی ہے۔میں نے ڈکٹیٹ نہیں کیا بلکہ رولز کوquote کیا ہے اور اس پر توجہ دلائی ہے۔

جناب سپیکر: جی، آپ بالکل درست فرما رہے ہیں۔جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں اس کو زیادہ لمبا نہیں کروں گا بلکہ تین چار منٹ میں اپنی تقریر کو ختم کر لوں گا۔یہ ایجوکیشن جس کے متعلق، میں اس لئے کہنا چاہتا ہوں کہ جب ہمیں تعلیم کی مد میں ورلڈ بنک یا ایشیئن ڈویلپمنٹ بنک نے قرض دیا تو شروع شروع میں ہمیں کہا کہ missing facilities میں اپنے رائے دیں۔اپوزیشن کو بھی لیٹر لکھے گئے اور حکومتی لوگوں کو بھی لکھے گئے جس پر ہم نے رائے دی اور باقاعدہ ایکbook محکمہ تعلیم میں موجود ہے جس میں ہماری سکیمیںidentify کی گئیں اور یہ بتایا گیا کہ ہمارے حلقوں میں کیا کیاmissing facilities ہیں لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ پنجاب حکومت نے اور کابینہ نے یہ فیصلہ کیا اور وزیراعلیٰ پنجاب نے رواداری کا مظاہرہ کیا کہ اپوزیشن کو ایجوکیشن ریفارم پروگرام میں ایک پیسا بھی نہیں دینا اور وہ آج تک اس پر عملدرآمد کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میں اپنے موضوع کی طرف آتا ہوں کہ انہوں نے 21۔ارب 75کروڑ 45لاکھ 68ہزار روپے کا مطالبہ کیا ہے کہ یہ ہمیں دیا جائے اور صورتحال یہ ہے کہbook میں جو وزیر خزانہ نےquote کئے تھے اور یہاں پر ہماری خواتین متواتر اس کوquote کرتی رہیں کہ 2000 میں پنجاب میں شرح خواندگی 47فیصد تھی جو ہمارے دور حکومت میں بڑھ کر 62فیصد ہو گئی۔2002 میں پرائمری تعلیم کی شرح 45فیصد تھی جو ہمارے دور حکومت میں 70فیصد ہو گئی اور اسی تقریر کو ہمارے فاضل ممبران بھی اور خواتین بھی دہراتی رہیں۔

جناب سپیکر! میرے پاسPakistan National Education Council جو حکومت پاکستان کا ادارہ ہے میرے پاس اس کی فوٹو کاپی ہے جس میں خود اس گورنمنٹ نے figures دیئے ہیں اور میں وزیر تعلیم اور محترم اپنے بھائی حسنین بہادر دریشک کو یہ ضرور پیش

کروں گا۔ جس میں یہ کہتے ہیں کہ پچھلی دفعہ انہوں نے کہا کہ 15 لاکھ بچہ انرول ہو گیا ہے اور سکول بڑھ گئے ہیں اور ہم نے بچوں کو جو کتابیں مفت دی ہیں، جو ہم نے بچوں کو سہولیات دی ہیں اور اب تو لوگ پرائیویٹ سکولوں سے دوڑیں لگا کر ادھر آ رہے ہیں اور عملی طور پر ان کی رپورٹ کے مطابق یہ صورتحال ہے اور ان کی پالیسیوں کی وجہ سے اور ان کی پالیسیاں کیا ہیں کہ جو انہیں مرکزی حکومت کہتی ہے اور جو امریکہ انہیں کہتا ہے اور وہ یہ ہمارے ملک پر لاگو کر دیتے ہیں۔ایک وقت اس بارے مرکزی حکومت نے پنجاب حکومت کو جو ہدایات دیں تو میں اس پر وزیر تعلیم کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے اس کو روکنے کا کہا اور اخبارات میں ان کا یہ بیان آیا کہ "ہم اس پالیسی پر جس میں ہمارے دین کے ساتھ، تحریک پاکستان کے ساتھ clash ہو گا تو ہم اس پالیسی کو اپنانے کے پابند نہیں ہیں۔" ان کے اس بیان کو سراہا گیا لیکن چونکہ جنرل مشرف صاحب جو اس ملک میں تعلیم اور کلچر رائج کرنا چاہتے ہیں، ان کے سامنے بہرحال انہیں بھی ہتھیار ڈالنے پڑے اور جو ان کی پالیسی تھی اسے ہی انہوں نے اپنا لیا۔

جناب سپیکر! اب یہ کہتے ہیں کہ enrollment increase ہوا ہے یہ جو میں نے اس book سے پڑھا ہے۔یہ 03-2002 کی ہے اور 2005 میں 45.5 percent increase ہوئی ہے۔سندھ میں 49.2 percent اور وہاں یہ پڑھا لکھا سندھ کا کوئی نعرہ نہیں ہے اور انہوں نے کوئی نعرہ نہیں لگایا لیکن اس کے باوجود انہوں نے وہاں پر بچوں کی enrollment میں 49.2 percent increase ہوا ہے اور ہمارا 45.5 ہے۔

جناب سپیکر! سب سے حیران کن بات یہ ہے کہ صوبہ سرحد جو کہ چھوٹا سا صوبہ ہے جن کے پاس تعلیم کے وسائل بھی نہیں ہے اور انہیں مرکز بھی نہیں دیتا۔ وہاں صورتحال اس وقت یہ ہے کہ 49.9 فیصد بچوں کی enrollment increase ہوئی ہے۔یہ کہتے ہیں کہ ہم نے سکولوں کی چار دیواریاں کر دی ہیں اور missing facilities کا سارے پنجاب میں جال بچھا دیا ہے۔یہ ان کی رپورٹ ہے اور صفحہ 22 ہے اور عمران مسعود صاحب اسے ذرا نوٹ فرمالیں کہ پنجاب میں بغیر چار دیواری کے سکولوں کی تعداد 29850 ہے اور اس میں 24344 کی کمی ہوئی ہے۔ جن سکولوں میں پینے کا پانی نہیں ہے ان کی تعداد پنجاب میں 12918 ہے اور 43110 ایسے سکولز ہیں جن میں بجلی کی سہولت نہیں ہے اور بچے اس ماحول میں اس گرمی میں وہاں پر تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

جناب سپیکر! میں یہ پنجاب کی رپورٹ پڑھ رہا ہوں اور 36652 سکولوں میں لیٹرینیں نہیں ہیں۔ میں ان سے یہ پوچھتا ہوں کہ ایک طرف تو ان کے دعوے ہیں اور ایک طرف 21۔ارب روپے سے بھی زیادہ یہ مطالبہ کر رہے ہیں اور صورتحال یہ ہے کہ انہوں نے پچھلے دنوں آٹھویں جماعت کا امتحان لینے کا اعلان کیا تو پورے پنجاب میں 12 لاکھ بچوں نے آٹھویں جماعت کا امتحان دینا تھا اور ظلم دیکھیں اور پیسے کا ضیاع دیکھیں کہ پیسے کا ضیاع یہ ہے کہ 60 لاکھ پیپر بچوں کے لئے تیار کئے گئے اور 12 لاکھ بچے تھے۔ جنہوں نے امتحان دینا تھا اور پھر ہوا کیا ہے کہ ان کا امتحان ہی نہیں ہوا۔ ہمارے وزیر تعلیم جو ماشاء اللہ دو دن پہلے مجھے بڑے ہی بھولے اور معصوم نظر آئے تھے جب انہوں نے اس floor پر کھڑے ہو کر کہا تھا کہ جو fifth کلاس کا پرچہ گاڑی لے کر جا رہی تھی بنڈل نیچے گر گیا اور وہ کوئی اٹھا کر لے گیا اور وہ لیک آؤٹ ہو گیا، سبحان اللہ، سبحان اللہ ان کی دلیل پر اور ان کے اس کہنے پر کہ وہ پرچہ گر گیا۔ یہ انہوں نے تقریباً اڑھائی سو ریٹائرڈ صوبیدار بھرتی کئے جنہوں نے ان examinations کی مانیٹرنگ کرنی تھی وہ پیسے کس کھاتے میں جائیں گے۔ پھر ان کی رپورٹ ہے کہ وزیر اعلیٰ نے بچوں کو جو کتاب ماڈلنگ کی اور کتاب پکڑوائی اس پر صرف 19 کروڑ روپے خرچ ہوا۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ کیوں بجٹ میں پیسے بڑھوانا چاہتے ہیں، یہ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ پہلے جو بجٹ ان کے پاس ہے وہ انہوں نے خرچ نہیں کیا جو ان کو ایجوکیشن کے لئے پیسے دیئے گئے تھے انہوں نے وہ بھی ایجوکیشن پر خرچ نہیں کئے وہ بھی انہوں نے اپنے پاس رکھے ہیں اس لئے ان کو مزید پیسے دینا میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑے ظلم کی بات ہے اس لئے میری submission یہ ہے کہ ان کا مطالبہ زر کم کر کے ایک روپیہ کم کر دیا جائے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ سید احسان اللہ وقاص!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! بہت بہت شکریہ۔ ایجوکیشن ہمارے پنجاب کا ایک ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھنے والا ڈیپارٹمنٹ ہے اور آئین کے تحت تعلیم مکمل صوبائی سبجیکٹ ہے لیکن ہمارا محکمہ تعلیم اس لحاظ سے بھی ناکام رہا کہ ان کے بہت سارے اختیارات کو مرکز نے اپنے قبضہ میں کیا ہوا ہے یہ وہاں جاتے ہیں ان کی سنتے ہیں اور جو کچھ وہ ان کو ڈکٹیشن دیتے ہیں یہ اس کو لا کر نافذ کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ سب سے پہلے اس محکمے کو وفاق کے چنگل سے آزاد کروایا جائے وہاں پر [******] ایجوکیشن کے منسٹر بنے ہوئے ہیں۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب سپیکر: یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

سید احسان اللہ وقاص: اچھا۔جی، [******] کو ایجوکیشن کا منسٹر بنایا ہوا ہے جنہوں نے ان کے سارے اختیارات سلب کر رکھے ہیں، ہر چیز وہ بناتے ہیں اور ہر چیز ان کے پاس ہے تو یہ 21۔ارب روپے ہم سے کس لئے مانگ رہے ہیں؟

جناب سپیکر! سیشن کا آغاز تعلیمی اداروں میں اس طرح سے ہے ایک سال اعلان آجاتا ہے کہ مارچ سے سیشن کا آغاز ہوگا اگلے سال جنرل صاحب وہاں سے نادر شاہی حکم نافذ کر دیتے ہیں کہ نہیں جی ستمبر سے آغاز ہوگا اور ہمارے وزارت تعلیم میں اتنی ہمت نہیں ہے، اتنی جرأت نہیں ہے اور یہ ہم سے 21۔ارب روپے لینا چاہتے ہیں یہ جاکر وہاں کہیں کہ آپ کس بنیاد پر سیشن کا آغاز ستمبر سے کرنا چاہتے ہیں۔ سارے امتحانات گرمیوں کی چھٹیوں میں رکھ دیئے گئے اور چھٹیوں میں بدترین لوڈ شیڈنگ ہے اس کے ساتھ ساتھ میرے فاضل بھائی ارشد بگو صاحب نے بتایا کہ اکثر جگہوں پر دیہات اور چھوٹے شہروں میں جو سنٹر بنتے ہیں وہاں بجلی نہیں ہوتی جس کی وجہ سے ہمارے بچے شدید ترین گرمیوں میں امتحانات دے رہے ہوتے ہیں۔ میرے بھائی ارشد بگو صاحب نے آٹھویں جماعت کے بچوں کا ذکر کیا اس کے ساتھ پانچویں جماعت کے بھی بچے تھے اور یہ اگر ٹوٹل ملا لیں تو یہ بیس لاکھ بچے بنتے ہیں جو امتحان نہیں دے سکے۔ انہوں نے ان بیس لاکھ بچوں سے لاکھوں روپے examination فیس کی مد میں اکٹھا کیا اور پھر ان کا امتحان نہیں لیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اخلاقی طور پر انہیں ان تمام بچوں سے جو لاکھوں روپے فیس لی ہے وہ واپس کرنی چاہئے۔ میرے فاضل بھائی ارشد بگو صاحب نے بھی سکولوں کی حالت زار کا ذکر کیا اور خود وزیر تعلیم صاحب نے بھی میرے سوال کے جواب میں اسی معزز ہاؤس میں یہ تسلیم کیا تھا کہ باقی جگہوں کا تو تذکرہ چھوڑیں لاہور شہر میں 50 فیصد سے زائد ایسے سکول ہیں جن میں بجلی نہیں ہے، 70 فیصد کے قریب ایسے سکول ہیں جن میں فرنیچر نہیں ہے، 70 فیصد کے قریب ایسے سکول ہیں جہاں پر سائنس کی کلاسز ہیں لیکن لیبارٹریاں نہیں ہیں، وہاں پر لیٹرینیں نہیں ہیں اگر لاہور شہر میں یہ حالت ہے تو باقی علاقوں کی حالت کیسی ہوگی؟

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب سپیکر! اگر معزز وزیر تعلیم اپنے قیمتی ٹائم میں سے مجھے پندرہ منٹ دیں تو میں انہیں چند ایسے سکول دکھاؤں جن کے اندر لوگوں نے بھینسیں اور گھوڑے باندھے ہوئے ہیں اور وہ اسی شہر کے اندر ہیں وہاں بچے آتے ہیں وہ باہر کھیل کود کر چلے جاتے ہیں وہاں اساتذہ آتے ہیں نہ وہاں پر بچوں کے پڑھنے کا مناسب انتظام موجود ہے۔

جناب سپیکر! یہ 21۔ارب روپے کی خطیر رقم مانگنے والے اس محکمے سے میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے جو Educators بھرتی کئے ہیں ان کی کیا تنخواہ مقرر کی ہے۔ یہ افسوسناک بات ہے کہ اس ملک میں استاد کی حیثیت ایک چپڑاسی سے بھی کم رکھی گئی ہے ایک peon گریڈ 1 کی کم از کم تنخواہ -/5200 روپے مقرر کی گئی ہے اور جو بی اے پاس Educators بھرتی کر رہے ہیں ان کو تنخواہ تقریباً -/4500 روپے دے رہے ہیں اور ان کی نہ کہیں ٹرانسفر ہو سکتی ہے، ان کی نوکری بھی عارضی ہے اس لئے کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ بچوں کو پڑھانے والے تمام Educators اپنا نام چپڑاسیوں میں بھرتی کروائیں تاکہ کم از کم نوکری تو ان کی پکی ہو اور تنخواہ بھی زیادہ ہو۔

جناب سپیکر! پنجاب کی تعلیم کی ترقی کے بلند بانگ دعوے کئے گئے ہیں میں نے پہلے بھی وزیر تعلیم سے درخواست کی تھی کہ اس بارے میں یونیسف نے ایک فلم بنائی ہے آپ اس فلم کو دیکھیں اس میں پنجاب، سندھ اور بلوچستان کی بھی حالت بیان کی ہے لیکن پنجاب کے اندر یہ جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم بچیوں کو -/200 روپے ماہانہ سکالرشپ دے رہے ہیں ان کی حالت یہ ہے کہ انہوں نے ایک فلم کے ذریعے دکھایا ہے کہ ڈیرہ غازی خان کا کوئی سکول ہے جہاں 125 بچیاں enrolled ہیں اور وہاں پر پیسے 200 بچیوں کے وصول کئے جا رہے ہیں رجسٹر پر 125 بچیوں کے نام لکھے ہیں جسے کوئی بھی نہیں دیکھتا اور 200 بچیوں کے پیسے وصول کئے جا رہے ہیں۔ فلم میں پوری تفصیل موجود ہے۔

جناب سپیکر! یہ دعوے کرتے ہیں میں نے پہلے بھی ذکر کیا تھا کہ گوجرانوالہ میں پیپلز کالونی میں بچیوں کا ڈگری کالج ہے یہاں اس وقت گوجرانوالہ کے ہمارے ممبران موجود نہیں ہیں ورنہ وہ میری اس بات کی تائید کرتے پیپلز کالونی میں ڈگری کالج میں بچیاں فرش پر بیٹھتی ہیں، اینٹوں پر بیٹھتی ہیں اور ان کے پاس کوئی فرنیچر نام کی چیز موجود نہیں ہے۔ اسی طرح بے شمار سکولوں کی یہ حالت ہے میں وزیر تعلیم کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ ہمارے ساتھ چلیں ہم ان کو دکھاتے ہیں کہ ہائی سکولوں میں بچیاں جب کلاس میں جانے لگتی ہیں تو باہر سے اینٹ اٹھا کر اپنے

ساتھ اندر لے جاتی ہیں پھر اس پر بیٹھتی ہیں۔

جناب سپیکر! کسی زمانے میں میں خود اس طرح کے سکول میں پڑھا ہوں مجھے یاد ہے کہ جب میں سکول جاتا تھا تو بیٹھنے کے لئے اپنے ساتھ بوری لے کر جاتا تھا لیکن ان سکولوں کے اندر اساتذہ آتے تھے، پڑھاتے تھے اس وقت تعلیم کا ایک معیار تھا اور اس زمانے میں پوری سوسائٹی میں اساتذہ کا ایک احترام ہوتا تھا اس کو ایک باعزت مقام دیا جاتا تھا لیکن جب ہمارے محکمہ تعلیم نے خود استاد کی حیثیت چپڑاسی سے بھی کم کر دی ہو تو پھر ان کا معاشرے میں کیا احترام ہو گا؟

جناب سپیکر! میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے اعلان کیا کہ پورے صوبے کے اندر جتنے مڈل سکول ہیں ان کو ہائی کر دیا جائے گا اور جتنے ہائی سکول ہیں ان کو انٹرمیڈیٹ ہائر سیکنڈری سکول بنا دیا جائے گا یہ بہت اچھا اعلان تھا۔ ہم نے اس وقت خیر مقدم کیا، ہمیں امید تھی کہ ہمارے باصلاحیت وزیر تعلیم جو ہیں وہ کم از کم اپنی اعلیٰ صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس اعلان پر عملدرآمد کروائیں گے لیکن بدقسمتی سے اس اعلان پر عملدرآمد نہ ہو سکا۔ ان حالات میں جو میں نے آپ کے سامنے تصویر کشی کی ہے کہ یہ محکمہ اس قابل نہیں ہے کہ ان کو اتنے پیسے دیئے جائیں اس لئے صرف ایک روپیہ دے کر ان سے جان چھڑائی جائے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ!

محترمہ ستارہ فیاض: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ!

محترمہ ستارہ فیاض: جناب سپیکر! انہوں نے جنوبی پنجاب کے بارے میں کہا ہے تو بات یہ ہے کہ جنوبی پنجاب میں ہمارے وزیر اعلیٰ چودھری پرویز الٰہی صاحب نے ایجوکیشن اور ہیلتھ کو فوکس کیا ہے۔ وہاں جب بچے گلیوں میں مارے مارے پھر رہے تھے تو اس وقت انہیں کوئی احساس نہیں تھا، آج وہاں پر بچے سکولوں میں جا رہے ہیں، پڑھ رہے ہیں، بچیاں تعلیم حاصل کر رہی ہیں، میں کہتی ہوں کہ یہ بجٹ بھی کم ہے بلکہ اس سے زیادہ پیسا دیا جائے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! یہ وزیر تعلیم کی حیثیت کو چیلنج کر رہی ہیں، کیا وہ جواب دینے کی صلاحیت نہیں رکھتے؟

جناب سپیکر: شاہ صاحب! پلیز چلنے دیں۔ جی، محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! شکریہ۔پہلی تو میری درخواست یہ ہوگی کہ یہ کٹوتی کی تحریک جو ہے یہ اپوزیشن کی طرف سے پیش کی گئی ہے اور آپ نے ایک ٹائم مختص کر دیا ہے اور آپ مہربانی کریں کہ جو لوگ بولنا چاہتے ہیں ان کو موقع ملے اور باقی جو disturbance ہے وہ create نہ ہو۔

جناب سپیکر! بہت سی باتیں مجھ سے پہلے بگو صاحب اور احسان اللہ وقاص صاحب کر چکے ہیں۔ان باتوں کی repetition میں جائے بغیر میں صرف دو تین باتیں کرنا چاہتی ہوں کہ پڑھا لکھا پنجاب جو حکومت پنجاب کا ریڑھ کی ہڈی پراجیکٹ سمجھا جاتا ہے اس ریڑھ کی ہڈی کی یہ حالت ہے کہ اس محکمے نے اس ریڑھ کی ہڈی کے پلے ہی کچھ نہیں چھوڑا۔اس کو توڑ کر اس کے اتنے ٹکڑے کر دیئے ہیں کہ اس کو ایک روپیہ بھی میں سمجھتی ہوں کہ بہت زیادہ دینے کی بات ہے،اس دفعہ اس بجٹ کے ذریعہ سے جو 21۔ارب روپیہ مانگا جارہا ہے، جو 13۔ارب روپیہ پہلے دیا گیا تھا اس کی پہلے justification سمجھ میں آنی چاہئے کہ پہلے جو پیسا تھا وہ کہاں گیا؟ان پیسوں سے کتنی reforms ہوئیں اور ان reforms کے لئے آپ کو مزید پیسا چاہئے تب تو ایک logic نظر آتی ہے لیکن اس کی contradictory آپ یہ دیکھئے کہ اتنے بجٹ کے باوجود ٹیچرز الگ احتجاج کر رہے ہیں، بچے بھی سکولوں سے باہر ہیں، کتابیں کسی کو مہیا نہیں ہیں تو اس کے بعد میں نہیں سمجھتی کہ مزید کسی بجٹ دینے کی justification ہے۔جیسے مجھ سے پہلے کہا گیا کہ devolution plan کے بعد،ایک تو devolution کے بعد محکمہ تعلیم کے پاس itself کوئی power exist نہیں کرتی اور دوسرا محکمہ تعلیم کے اندر واقعی اتنی زیادہ Federal intervention ہے کہ محکمہ تعلیم کے اندر جو ایک Provincial independence ہونی چاہئے تھی وہ ہمیں کہیں نظر نہیں آتی۔ وزیر تعلیم اوپر سے صرف ڈکٹیشن لیتے ہیں اور اسی لئے آج محکمہ تعلیم کا یہ حال ہے کہ ایک طرف تو یہاں کہا گیا کہ ٹیچرز اس لئے protest کر رہے ہیں کہ ان کو ہم نے کہا کہ efficiency سے کام کریں تو افسوس کی بات یہ ہے کہ جو لوگ قوم کے معمار ہیں،وہ اساتذہ جو بچوں کو تعلیم و تربیت سے آراستہ کرتے ہیں، اس floor پر ان کو تضحیک کیا جانا اور یہ کہنا کہ ان کو کہا تھا کہ ڈسپلن سے کام کریں اس لئے وہ سڑکوں پر آ گئے ہیں تو یہ غلط ہے۔انہوں نے اپنے justified مطالبات پیش کئے ہیں،انہوں نے اپنی تنخواہوں کے اندر جس طرح سے مہنگائی ہے اس کے حساب سے میں کہتی ہوں کہ وہ اپنی تنخواہوں میں اضافہ کرانے کے justified ہیں اس لئے میں ان کی اس تضحیک کی

بھی اس floor پر مزمت کرتی ہوں۔

جناب سپیکر! پہلی بات یہ ہے کہ grass root level پر جو پرائمری ایجوکیشن ہے وہ basically کسی گورنمنٹ کا focused ہونا چاہئے تاکہ وہ بچے جو گلیوں میں مارے مارے پھرتے ہیں یا وہ بچیاں جنھوں نے آگے اس ملک کا مستقبل بنانا ہے ان کی تعلیم پر concentrate کیا جائے لیکن بجائے اس کے یہ کرنے کہ پرائیویٹ یونیورسٹیاں جو ہیں ان کو مخصوص علاقوں کے اندر کمیشن لینے کے لئے ان یونیورسٹیوں کو رولز اینڈ ریگولیشنز کو negate کرکے allow کیا جا رہا ہے اور ان کے لئے کوئی رولز اینڈ ریگولیشنز نہیں ہیں۔ ان پرائیویٹ یونیورسٹیوں کو این او سی دیئے جا رہے ہیں کہ جن کی اپنی کوئی زمین نہیں ہے، جن کی اپنی کوئی بلڈنگ نہیں ہے اور ان بچوں کے بارے میں سوچنے کی بجائے، پرائیویٹ یونیورسٹیوں میں کتنے لوگ جاتے ہیں یا کتنے لوگ یونیورسٹیوں کی ایجوکیشن حاصل کرتے ہیں تو ان سکولوں کے بچوں کو نظر انداز کرنا اور ان کا ہم نے اس floor پر بار ہا کہا کہ ان بچوں کو گرمیوں کی چھٹیوں میں کتابیں مہیا کی جائیں تاکہ وہ گرمیوں کی چھٹیوں کو ضائع کرنے کی بجائے کتابیں پڑھ کر ان سے استفادہ کر سکیں لیکن اس حکومت نے کتابوں پر وزیر اعلیٰ صاحب کی تصویر تو چھاپ دی مگر ان بچوں کو تین مہینے پھر آوارہ گردی کی نذر کر دیا گیا اور ان کو کتابیں مہیا نہیں کی گئیں اور جو بات یہاں بچیوں کی تعلیم کے حوالے سے کی گئی، میں اس کو second کرنا چاہتی ہوں کہ اس طرف جو پہلے میری بہت سی یہاں بہنوں نے بھی ذکر کیا، 47 سے 62 فیصد کا جو اضافہ دکھایا جا رہا ہے میں صرف پوچھنا یہ چاہتی ہوں کہ پچھلے چار سال کی بجٹ تقریر میں اس 47 نے gradually کتنا increase کیا، اس کا کوئی ذکر پایا نہیں جاتا۔ اب چار سال بعد اکٹھا 47 سے 62 فیصد اضافہ جو ہے یہ miracle راتوں رات جو ہوا ہے اور ان کو جو یاد آیا ہے کہ یہ miracle ہمیں آخری بجٹ تقریر سے پہلے دکھانا ہے اس کی justification کہاں ہے؟ اگر یہ miracle ہو رہا تھا تو اس کو gradually کہیں نظر آنا چاہئے تھا۔ بجٹ کی تقریروں پر آپ خود اس بات کے گواہ ہیں کہ یہاں بیٹھے ہر شخص نے اپنے حلقے کے سکولوں کی حالت زار کا مدعا آپ کے سامنے پیش کیا۔ ہم نے کہا کہ ہمارے سکولوں کی کیا حالت ہے لیکن ان لوگوں کو جو سکول نظر آتے ہیں وہ پتا نہیں کس دنیا میں بستے ہیں؟ جو سکول ground realities پر موجود ہیں ان کی حالت یہ ہے کہ آپ کو یاد ہوگا کہ ابھی کچھ دن پہلے ایک سکول کی دیوار گرنے سے تین معصوم بچے فوت ہو گئے تو اس سے آپ محکمہ تعلیم کی کارکردگی کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ پھر ای ڈی اوز جس طرح سے بچیوں

کی stipend پر کرپشن کر رہے ہیں میں سمجھتی ہوں کہ اس کے اوپر بہت ایکشن لینے کی ضرورت ہے۔کہا یہ جا رہا ہے کہ ہمارا enrollment بڑھ گیا ہے لیکن افسوسناک بات یہ ہے کہ وہ بچے جو سکولوں میں حاضر نہیں ہوتے، وہ بچے جن کا ڈسپلن نہیں ہے، وہ بچے جن کی حاضری مکمل نہیں ہے بجائے ان کو دیکھنے کے، ان کو کچھ کرنے کے ہم نے ان کے نام رجسٹروں میں رکھے ہوئے ہیں چونکہ ہم نے دکھانا ہے کہ یہ بچے یہاں پڑھتے ہیں حالانکہ وہ بچے ground reality پر exist نہیں کرتے۔اگر تو بجٹ الفاظ کا اور یہ پالیسی جو ہے اس کا گورکھ دھندہ ہے تو پھر تو شاید ان کی بات سمجھ میں آتی ہے لیکن ground reality اس سے مختلف ہے اس لئے میری گزارش ہو گی کہ ایک روپیہ بھی ان کے لئے بہت زیادہ ہے ان کو پچیس پیسے دے کر اپنی جان چھڑائی جائے۔

محترمہ صبا صادق: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ صبا صادق صاحبہ!

محترمہ صبا صادق: جناب سپیکر! میں چاہوں گی کہ عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ کی کسی اچھے آئی سپیشلسٹ سے نظر چیک کروائی جائے تاکہ ان کو نظر آئے کہ اس وقت صوبہ پنجاب میں تعلیم کے ذریعہ جس طرح سے بچوں کی بدحالی کو خوشحالی کی طرف لایا جا رہا ہے تاکہ ان کو نظر آ سکے۔ان کی لیڈر اور ان کی پارٹی نے روٹی، کپڑا اور مکان کا نعرہ دیا تھا۔میں پوچھتی ہوں کہ اس نعرے کے بعد انہوں نے عوام کا کیا حال کیا ہے؟

جناب سپیکر: محترمہ! جس وقت منسٹر صاحب wind up کریں گے تو اس وقت اس بات کا جواب دے دیں گے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! میری بہن میری نظر چیک کرانا چاہتی ہیں۔اللہ کا شکر ہے کہ میرا ضمیر بھی سلامت ہے اور نظر بھی سلامت ہے۔آج چھج تو بولیں چھاننیاں بھی بول رہی ہیں۔

جناب سپیکر: جی، جناب محمد وقاص!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ تشریف رکھیں۔کارروائی کو چلنے دیں۔میں آپ کو اجازت نہیں دیتا۔آپ تشریف رکھیں۔

جناب محمد وقاص: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! اب جو مطالبہ زر ایجوکیشن کے حوالے سے زیر بحث ہے اور ہم اس کی مخالفت کر رہے ہیں۔ اس میں ان کا ایک بہت بڑا حصہ آ چکا ہے اور میں ان کو repeat نہیں کرنا چاہتا چونکہ وقت مختصر ہے۔ میں اپنی بات یہاں سے شروع کرتا ہوں کہ پنجاب کا یہ محکمہ 21۔ارب روپے بلکہ اس سے کچھ زیادہ کا مطالبہ کر رہا ہے لیکن صورتحال یہ ہے کہ پنجاب بھر کے اساتذہ جو سراپا احتجاج ہیں ان کا ایک بڑا مطالبہ یہ ہے کہ پچھلے سال ان سے جس ٹیچنگ الاؤنس کا وعدہ کیا گیا تھا وہ ابھی تک نہیں دیا گیا یعنی گویا جو وعدہ انہوں نے پچھلے سال بجٹ میں کیا تھا اور جو مطالبہ زر پچھلے سال انہوں نے ہم سے منوایا تھا اس پر یہ پچھلے سال سے عملدرآمد نہیں کرا سکے تو یہ کہاں کے حقدار ہیں کہ ان کو زیادہ بجٹ دیا جائے؟

جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ چاہتا ہوں کہ انہوں نے جو چار ڈیمانڈز دی ہیں اس کی کاپی والیم نمبر 1 ہے، اس کا صفحہ نمبر 867 ہے اور یہ مد 03807 ہے۔ اس کے ساتھ ایک اور مد 03827 میں ملاتا ہوں، ان دونوں مدوں میں کلاسیکل مثال میں آپ کو دے رہا ہوں۔ یہ ہم سے 21۔ارب روپے کا مطالبہ کر رہے ہیں لیکن جب آپ اس کا تجزیہ کریں تو ہم سے کیا مانگ رہے ہیں؟ ان دونوں مطالبات میں یہ جو میں نے آپ کو نمبر بتائے ان کے تحت یہ ہم سے پانچ کروڑ روپیہ مانگ رہے ہیں، ایک میں تین کروڑ اور دوسرے میں دو کروڑ، وہ کس لئے جہازوں میں سفر کرنے کے لئے اور ہیلی کاپٹر کے استعمال کے لئے مانگ رہے ہیں۔ اب مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ محکمہ تعلیم میں وزیر تعلیم کو ہیلی کاپٹر کی ضرورت ہے، سیکرٹری ایجوکیشن کو ہیلی کاپٹر کی ضرورت ہے یا کسی اور کو ہیلی کاپٹر کی ضرورت ہے۔ اس مطالبہ زر میں 3 کروڑ 85 لاکھ روپے اور دوسرے میں 2 کروڑ روپے انہوں نے ہوائی سفر کے لئے، aero plane کے لئے، ہیلی کاپٹر، سٹاف کار، POL اخراجات کی مد میں ہم سے مانگے ہیں۔

جناب سپیکر! جس صوبہ پنجاب کے سکولوں میں ٹائلٹس نہیں ہیں، چار دیواری نہیں ہے، بجلی نہیں، بچوں کے لئے پینے کا پانی میسر نہیں اور فرنیچر نہیں ہے وہاں پر بیوروکریسی اور وزیر صاحب کے ہوائی سفر کے لئے آپ 5 کروڑ روپے مختص کر رہے ہیں تو پھر اس محکمہ کی جو حالت ہو گی وہ آپ بخوبی جان سکتے ہیں۔

جناب سپیکر! میں ایک اور classical مثال آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ ان کی کتاب کا صفحہ نمبر 68 ہے اس میں انہوں نے یہ لکھا ہے کہ Total grant subsidies and

گرانٹ سبسڈی اور قرضے معاف کرنے کی مد میں پچھلے سال انہوں نے write off loans 4.5۔ارب روپے رکھے تھے، اسے revise کر کے 5.5۔ارب روپے بنائے اور اس دفعہ ان کا مطالبہ ہے کہ انھیں 10۔ارب 94 کروڑ روپے دیئے جائیں۔ یہ 21۔ارب روپے میں سے 10۔ارب 94 کروڑ روپے گرانٹس، سبسڈی اور قرضے کو write off کرنے کے لئے لے رہے ہیں۔ گویا 50 فیصد سے زیادہ بجٹ جو یہ ہم سے missing facilities کی بنیاد پر لے رہے ہیں، ہم سے upgradation کی بنیاد پر لے رہے ہیں اس کو یہ خرچ کریں گے سبسڈی دے کر اسے خرچ کریں گے، گرانٹس دے کر اسے یہ خرچ کریں گے اور کسی کا قرصہ معاف کر کے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس ساری صورتحال میں یہ ایک روپے کے بھی حقدار نہیں ہیں۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ ڈاکٹر وسیم اختر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں مختصراً چند باتیں اس بجٹ میں ایجوکیشن کی ڈیمانڈ کے حوالے سے عرض کروں گا۔ یہ بالکل unjustified ہے۔ صورتحال یہ ہے کہ ورلڈ بنک کی سفارشات پر ایک جنرل کو وفاقی وزیر تعلیم بنایا گیا ہے حالانکہ وہ اس بات کی capacity رکھتا ہے اور نہ ہی capability رکھتا ہے۔ Factual position یہ ہے کہ اس کے ذریعے سے ہمارا پورے کا پورا نظام تعلیم ورلڈ بنک کے شکنجے کے اندر آ گیا ہے۔ وہ کسی بھی صورت پاکستان کے اندر کسی قسم کی ترقی کو نہیں دیکھنا چاہتا۔ ابھی آج ہی اخبارات کے اندر یہ statement ورلڈ بنک کی طرف سے آئی ہوئی تھی کہ جب تک آپ اس کا کوئی political consensus نہیں کرتے تو ہم کالا باغ ڈیم کے لئے کوئی قرضہ نہیں دیں گے۔ یعنی وہ معاملات کو اس طرح الجھاتے ہیں تاکہ پاکستان کے اندر ترقی کا عمل متاثر ہو سکے۔

جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ پچھلے سال جو رقم انھیں دی گئی تھی اس کو انہوں نے ضائع کیا ہے۔ مثلاً انہوں نے بھاری تنخواہیں اور موٹر سائیکلیں دے کر ریٹائرڈ نائب صوبیدار، صوبیدار بھرتی کئے ہیں اور ان کے ذمے کام یہ لگایا ہے کہ وہ اساتذہ کی monitoring کریں جو کہ ان سے کہیں زیادہ qualified ہیں۔ المیہ یہ ہے کہ گرلز سکولوں کے اندر بھی وہ بغیر کسی روک ٹوک کے جا گھستے ہیں۔ وہاں پر جو خواتین اساتذہ ہیں وہ اس پر احتجاج کرتی ہیں لیکن ان کی کوئی شنوائی نہیں اس لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر انہوں نے اس قسم کے ہی کام کرنے ہیں تو یہ رقم ان کو نہیں دی جانی چاہئے۔ اربوں روپے کی رقم انھیں دی جاتی ہے اور یہ اس رقم کے ذریعے سے ان کے پاس

جو کالج اور سکول ہیں ان میں جب management نہیں کر سکتے تو پھر denationalization کی طرف چل پڑتے ہیں۔ اب آج کل بڑی wave چلی ہوئی ہے کہ انجمن حمایت اسلام کے جو 9 سکول ہیں، 8 لاہور میں اور ایک گوجرہ میں انھیں denationalize کیا جا رہا ہے۔ اسی طرح تین کالجز ہیں۔ اسلامیہ کالج ریلوے روڈ، اسلامیہ کالج سول لائن اور اسلامیہ کالج کوپر روڈ ان کے بارے میں اب یہ سمری چل رہی ہے کہ جی ان کو denationalize کر دیا جائے۔ آپ اربوں روپے ڈیمانڈ کرتے ہیں اور خود ان کی management ٹھیک نہیں کر سکتے اور اب ان کو denationalize کر رہے ہیں تو پھر کس لئے آپ اتنی لمبی چوڑی گرانٹ، فنڈز پنجاب اسمبلی سے منظوری کے لئے ڈیمانڈ کر رہے ہیں؟

جناب والا! اسی طرح ایک disparity ہے کہ یونیورسٹی کے اساتذہ جب Ph.D کر لیتے ہیں تو انھیں -/5000 روپے کا ماہانہ الاؤنس دیا جاتا ہے لیکن جب سکول کا کوئی ٹیچر اسی طرح Ph.D کر لیتا ہے تو اس کو یہ -/5000 ہزار روپے نہیں دیتے۔ یہ جو disparity ہے میں سمجھتا ہوں کہ اسے دور ہونا چاہئے اور ایسا سلسلہ نہیں ہونا چاہئے۔ اساتذہ بے چارے پوری ایک انجمن بنا کر پچھلے کئی مہینوں سے سراپا احتجاج ہیں کہ جو چیزیں وفاقی حکومت کی طرف سے منظور کی جاتی ہیں، ٹیچنگ الاؤنس، مہنگائی الاؤنس وغیرہ وہ باقی صوبوں میں دے دیا جاتا ہے، مرکز میں دے دیا جاتا ہے لیکن پنجاب کے اندر نہیں دیا جاتا۔ ابھی محمد وقاص صاحب نے بھی اسی حوالے سے refer کیا ہے۔

جناب والا! اسی طرح پنجاب کے اندر ایک سلسلہ مسجد مکتب سکول کا چل رہا ہے اور بڑی مضحکہ خیز بات یہ ہے کہ جب ہم کسی سے یہ بات کہتے ہیں کہ وہاں پر جو ٹیچر ہے اسے یہ محض -/250 روپے ماہوار دیتے ہیں یعنی یہ بالکل ایک لطیفہ ہے کہ ایک آدمی پورا مہینہ serve کرے، وہاں بچوں کو تعلیم دے اور اس کو محض -/250 روپے ماہوار دیئے جائیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس زیادتی کا ازالہ ہونا چاہئے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں اپنے علاقے کے حوالے سے عرض کروں گا۔ یہ باتیں اسمبلی کے floor پر اکثر ہوتی رہتی ہیں کہ اس حوالے سے ہمارے علاقے کے ساتھ جو سلوک روا رکھا جاتا ہے وہ اچھا نہیں ہوتا۔ مثلاً بہاولپور میں گرلز ڈگری کالج سٹیلائٹ ٹاؤن announce ہوا، وہاں بلڈنگ موجود نہیں تھی لہذا اسے ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ کی عمارت کے کچھ کمرے لے کر چلا دیا گیا۔ اب کئی سال گزر گئے لیکن یہ کالج اسی طرح دو چار کمروں کے اندر چل رہا ہے۔ گرمی ہو یا سردی بی اے کی بچیاں درختوں کے نیچے بیٹھ کر، بڑی کسمپرسی کی حالت میں تعلیم حاصل کر رہی

ہیں۔ ہمارے سپیشل سیکرٹری ایجوکیشن وہاں دورے پر تشریف لائے تو اس کالج میں بھی گئے۔ وہاں پر انہوں نے بڑی حیرت کا اظہار کیا، وہ بڑے پریشان ہوئے کہ بی اے کی بچیاں یہاں پر پڑھ رہی ہیں۔ اسی طرح میں نے سیکرٹری تعلیم گیلانی صاحب سے ایک ملاقات کی اور ان کی توجہ اس جانب دلائی کہ آپ اس کے لئے کچھ کریں۔ چنانچہ ڈی سی او بہاولپور میرے ساتھ گئے، ہم نے اس کالج کو visit کیا اور بہاولپور کے اندر ایک وول فیکٹری ہے جو کہ redundant ہے اور اس میں اب کوئی کام نہیں ہوتا۔ اس کو ہم نے visit کیا اور ہم نے کہا کہ یہ جگہ اچھی ہے اس کو identify کیا جائے۔ اس پر پھر محکمہ ریونیو نے ہوم ورک کیا اور کوئی 3 کروڑ 47 لاکھ کی انہوں نے اس کی assessment کی کہ اگر محکمہ تعلیم اتنی رقم کو آپریٹو ڈیپارٹمنٹ کو دے دے تو اس کے بدلے میں یہ زمین کالج کے لئے مل سکتی ہے۔

جناب سپیکر: جی۔ شکریہ

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب والا! میں مختصر کر رہا ہوں۔ آخری بات کر رہا ہوں۔ تو اس حوالے سے میں ممبر بورڈ آف ریونیو کے پاس آیا۔ ان سے میں نے کہا کہ یہ رقم sanction کرنے کے لئے ہماری کوئی مدد کریں۔ انہوں نے کہا کہ کوئی مسئلہ نہیں ہے اور یہ کوئی اتنی زیادہ رقم بھی نہیں ہے۔ جب سمبڑیال میں یونیورسٹی بنانے کے لئے کروڑوں روپے زمین کی خریداری کے لئے پنجاب حکومت دے سکتی ہے تو یہ 3 کروڑ 47 لاکھ بہت معمولی رقم ہے۔ جب میں نے اس حوالے سے محکمہ تعلیم سے رابطہ کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم وہاں پر اس زمین کی خریداری کے لئے پیسے نہیں دے سکتے۔ آپ کہیں اور سے پیسے arrange کریں۔ اس طرح جناب! ہماری وہ ڈیڑھ سال کی ساری exercise جو کہ محکمہ ریونیو، تعلیم یا ہم نے کی تھی futile ہو گئی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر وزیراعلیٰ صاحب چیمبر میں میری بات سن رہے ہیں تو وہ مہربانی کریں اور یہ 3 کروڑ 47 لاکھ ان بچیوں کی خاطر جو درختوں کے نیچے تعلیم حاصل کر رہی ہیں دے دیں۔ یہ معمولی سی رقم ہے اور پھر یہ رقم گورنمنٹ کے پاس ہی رہے گی۔ مطلب یہ کہ محکمہ تعلیم دے گا اور وہ کو آپریٹو ڈیپارٹمنٹ کے پاس چلی جائے گی اس لئے اس حوالے سے مہربانی اور شفقت کریں تاکہ ہماری بچیاں صحیح طریقے سے بیٹھ کر کالج کے اندر تعلیم حاصل کر سکیں۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ مہر اشتیاق احمد!

مہر اشتیاق احمد: شکریہ۔جناب سپیکر! باتیں تو بہت ساری ہو چکی ہیں لیکن ایک جنرل بات یہ ہے کہ اس حکومت نے ہر دفعہ فنڈز تو بڑھائے لیکن وہ نتائج حاصل نہیں ہو سکے۔آج پھر محکمہ تعلیم کے لئے یہ مزید فنڈز چاہتے ہیں لیکن میں نہیں سمجھتا کہ یہ کچھ بہتری لا سکیں گے۔یہاں پر سکولوں کی denationalization کی بات ہوئی۔ میں وزیر تعلیم صاحب کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ لاہور کے وہ آٹھ سکول جو denationalize کئے جا رہے ہیں۔میرے قریب پی پی۔149 کے اندر جو سکول ہے وہاں پر حال ہی میں دو کروڑ روپے خرچ کئے جا رہے ہیں، وہاں پر نئی بلڈنگ بنائی جا رہی ہے اور دوسری طرف denationalization کا بھی process شروع ہے تو میں توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ یہ پیسے کا کریں گے کیا؟

جناب سپیکر! میں توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ایک طرف تو قوم کے پیسے خرچ کئے جا رہے ہیں اور دوسری طرف denationalize کیا جا رہا ہے۔اگر یہ denationalize کریں گے تو پھر وہاں پر فیس کی معافی ہو گی اور نہ ہی مفت کتابیں ملیں گی۔

جناب والا! ہم یہاں پر باہر کی پالیسی استعمال کرتے ہیں۔معیشت دان بھی باہر سے درآمد کرتے ہیں اور آج تعلیم کی پالیسیاں بھی باہر سے ہی لے رہے ہیں۔انہوں نے آج کل اساتذہ کی ٹریننگ شروع کی ہوئی ہے۔یہ بہت اچھی بات ہے۔کوئی بھی نہیں کہے گا کہ یہ بُری بات ہے۔

جناب والا! ان کی ٹریننگ پر تو کروڑوں روپے خرچ کئے جا رہے ہیں لیکن جب ایک ٹیچر کو ٹریننگ دے دی جاتی ہے تو کیا اس کا کوئی فائدہ نکلتا ہے، کیا اس پر عملدرآمد ہو رہا ہے؟ ہوتا یہ ہے کہ اساتذہ کو تو ٹریننگ دے دی گئی فرض کیا انہوں نے ایک ہزار ٹیچر کو ٹریننگ دی تو فی ٹیچر پچاس یا ایک سو بچہ ان کے ذمہ ہے اور پھر یہ اسے ضرب دے کر پچاس ہزار بنا دیں یا ایک لاکھ بنا دیں۔جب ٹیچر ٹریننگ لے کر آتا ہے تو کہتا ہے کہ ہر سکول اور اس کی ہر کلاس میں وائٹ بورڈ ہو لیکن وائٹ بورڈ تو دور کی بات ہے ہمارے پاس تو بیٹھنے کے لئے فرنیچر نہیں ہے، وہاں پر لیٹرین نہیں ہے اور گائیڈ بورڈ تک نہیں ہے۔یہ کہتے ہیں کہ مختلف رنگوں کے مارکر استعمال کریں لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر یہ مارکر نہیں دے سکتے تو مختلف رنگوں کے چاک ہی دے دیں۔وہ تو کہتے ہیں کہ ہر کلاس روم ڈارک روم بنے اور وہاں projector کے ذریعے بچوں کو تعلیم دی جائے لیکن یہاں پر کھڑکیوں کے شیشے نہیں ہیں۔اس حوالے سے میری گزارش ہے کہ بہت زیادہ ٹیچرز کو ٹریننگ دینے کی بجائے تھوڑے ٹیچرز کو ٹریننگ دیں اور باقی رقم بچا کر کلاس رومز کو upgrade کرنے کی کوشش

کریں تب جاکر کوئی رزلٹ نکلے گا ورنہ یہ سب کچھ بے سود رہے گا۔

جناب والا! ہم یہ سارا کچھ قرض لے کر کرتے ہیں اس لئے جو بھی باہر کی پالیسی آتی ہے اسےadoptکرنے پر مجبور ہیں لہذا میں نہیں سمجھتا کہ انھیں مزید پیسوں کی ضرورت ہے پہلے یہ اپنی پالیسیاں بہتر کریں۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ ڈاکٹر جاوید صدیقی صاحب!

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: شکریہ۔ جناب سپیکر! آج چونکہ تعلیم پر بات کرنی ہے۔

ساڈے بال وی پڑھ لکھ کے ہک ڈیہنہ حاکم بنسن
کیا احساس سرائیکیاں دے ہن آ تیکوں سمجھاواں
کہ کدھی آلے ترسے رہندے کیا سوچیا دریاواں

میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے اپنی بجٹ کی کتاب میں ایجوکیشن میں جو پہلی لائن لکھی ہے۔ وہ وژن ہے اور پھر انہوں نے وژن کے نیچے لائن لکھی ہے کہ ہم صوبہ پنجاب میں تعلیم کی مساویopportunitiesفراہم کریں گے۔ انہوں نے بجٹ میں جو تفصیل دی ہے اگر توانہوں نے راجن پور، ٹرائبل ایریا سے لے کر گجرات اور فیصل آباد تک مساوی مواقع فراہم کئے ہیں اور تمام بچوں، سکولوں اور کالجوں کو فنڈز کی منصفانہ تقسیم کی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ ان کا جتنا بجٹ ہے اسے اور بھی بڑھا دینا چاہئے لیکن اگر انہی کے کتاب کے اعداد و شمار کے ذریعے یہ ثابت ہو کہ پنجاب کی کچھ ایسی تحصیلیں ہیں جہاں پر ایک بھی ہائر سیکنڈری سکول نہیں ہے اور کچھ ایسی تحصیلیں بھی ہیں کہ جہاں پر دس دس ہائر سیکنڈری سکول ہیں۔ اس بجٹ میں بھی انہوں نے جو مساوی فنڈز تقسیم کرنے کی بات کی ہے اگر وہcompleteنہیں کی تو ان حالات کی روشنی میں، میں نہیں سمجھتا کہ انہیں ایک روپیہ بھی دینا چاہئے۔

جناب سپیکر! میں وزیر تعلیم کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ ڈیرہ غازی خان میں جو ٹرائبل ایریا ہے وہ ایک تحصیل ہے۔ اس تحصیل ٹرائبل ایریا میں کالج کی بات تو در کنار وہاں ایک ہائر سیکنڈری سکول بھی نہیں ہے۔ جب پوری پوری تحصیل میں ہائر سیکنڈری سکول ہی نہ ہو تو پھر آپ کس طرح ایجوکیشن میںequal opportunitiesفراہم کرنے کا دعویٰ کر سکتے ہیں؟ میں نے آج ذرا مختصر بات کرنی ہے چونکہ میرے قائدین نے بھی بات کرنی ہے۔

جناب والا! 21-ارب 48 کروڑ روپے کے اس بجٹ میں دعویٰ تھا کہ ہم "پڑھا لکھا پنجاب" بنائیں گے۔ اگر تو یہ "پڑھا لکھا پنجاب" بنا رہے ہیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن یہاں تو اعداد و شمار کے مطابق "پڑھا لکھا گجرات" اور "لاہور" بنایا جا رہا ہے۔ میں اس کی دو چار مثالیں آپ کے سامنے رکھ دیتا ہوں۔ سکول ایجوکیشن میں 8-ارب 48 کروڑ روپے کا بجٹ ہے اور سکول ایجوکیشن کی مد میں 218 منصوبے بنا رہے ہیں جن میں ملتان، بہاولپور اور ڈیرہ غازی خان تین ڈویژن میں 28 منصوبوں کا ذکر ہے۔ یہ تین ڈویژن کے پندرہ اضلاع میں 28 منصوبوں پر یہ رقم خرچ کر رہے ہیں جبکہ ایک ضلع فیصل آباد میں 28 منصوبے بنا رہے ہیں۔ ضلع گجرات میں 32 منصوبے بنا رہے ہیں۔ ضلع سرگودھا میں 28 منصوبے بنا رہے ہیں اور ضلع ملتان میں ایک نصرت الاسلام ہائی سکول اور ڈی جی خان میں دو سکول ہیں۔ وہ ماہانا ہمدانی کا سکول جسے وزیر خزانہ بھی بہتر جانتے ہوں گے اسی ایک سکول میں دو پراجیکٹ بنا کر دو منصوبے بنا دیئے گئے ہیں۔

جناب سپیکر! آپ دوسری مد دیکھ لیں۔ اس سکول کی مد میں 47 ملین یعنی 67 کروڑ روپے کے منصوبوں کی وضاحت کی گئی ہے ان میں سے صرف 4.5 کروڑ روپے کے منصوبے تین ڈویژن میں بنائے جا رہے ہیں باقی 56 کروڑ روپے کے منصوبے ادھر ہیں۔

جناب والا! انہوں نے ہائر ایجوکیشن میں تقریباً 9-ارب 93 کروڑ روپے کے فنڈز رکھے ہیں جن سے 101 منصوبے بنائے جا رہے ہیں جن میں سے جنوبی پنجاب کے تین ڈویژن میں 20 پراجیکٹ ہیں۔ جب میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں اور وزیر صاحب wind up کرتے ہیں تو وہ وضاحت شروع کر دیتے ہیں کہ جنوبی پنجاب کو یہ دیا ہے۔ میں تو خود کہہ رہا ہوں کہ آپ منصوبے دے رہے ہیں لیکن میں تو آپ کو موازنہ کر کے بتا رہا ہوں کہ تین ڈویژن میں 20 منصوبے ہیں اور ایک گوجرانوالہ ڈویژن میں 28 منصوبے ہیں۔ آپ اس کی تردید کریں۔ میں لاہور کی بات نہیں کرتا یہ صوبائی دارالحکومت ہے لہذا گوجرانوالہ ڈویژن ہمسایہ ہے وہاں چلے جاتے ہیں۔ وہاں ایک ڈویژن میں 28 منصوبے ہیں اور تین ڈویژن میں ہائر ایجوکیشن کے 20 منصوبے ہیں جن میں ملتان میں صرف ایک ہے۔ وہاں پرانے ہوم اکنامکس کالج کے لئے چار ملین رکھ کر اسے بھی شامل کر لیا گیا ہے۔ ہائر ایجوکیشن میں لیہ کا بھی ایک ہے، راجن پور کے دو اور لودھراں کا ایک منصوبہ ہے۔

جناب سپیکر! اسی اسمبلی سے قانون سازی کروا کر انہوں نے سات یونیورسٹیاں بنائی ہیں۔ ہم نے کوشش کی تھی کہ کوئی ایک یونیورسٹی ہماری طرف بھی ہو جائے تاکہ ہم بھی جا کر کہیں گے کہ ہم نے اسمبلی میں بڑی کوشش کی تھی اور حکومت نے بھی پڑھا لکھا پنجاب کا دعویٰ ثابت کر کے ایک یونیورسٹی ہمیں دے دی ہے لیکن وہ نہیں بنائی گئی۔ پھر یونیورسٹی آف ہیلتھ سائنسز بھی لاہور میں بنادی گئی ہے۔ کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دے دیا گیا۔ اب رہی سہی کسر اس طرح نکالی ہے کہ لاہور سیالکوٹ موٹروے پر بھی دو انٹرنیشنل یونیورسٹیاں قائم کرنا شروع کر دی ہیں۔

جناب سپیکر! انہوں نے اعلان کیا ہے کہ ہم جنوبی پنجاب میں ہائر ایجوکیشن پر 360 ملین روپے خرچ کر رہے ہیں جبکہ ایک ہی گجرات یونیورسٹی کے لئے 524 ملین روپے خرچ کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میں آخری بات کر کے آپ سے اجازت چاہوں گا۔ آپ دیکھیں کہ انہوں نے سپیشل ایجوکیشن کی مد میں 95 کروڑ روپے رکھے ہیں۔ اب ملاحظہ فرمائیں کہ 1154 ملین روپے کی لاگت سے سپیشل ایجوکیشن کے لئے 23 بلڈنگز بنانا چاہتے ہیں۔ اب توجہ فرمائیں کہ کہاں بنا رہے ہیں؟ گجرات، سانگلہ ہل، صفدر آباد، ننکانہ، رینالہ خورد، دیپالپور، گوجرہ، حافظ آباد، اوکاڑہ، خوشاب، جڑانوالہ، سمندری، بھکر، دریا خان، کمالیہ اور جھنگ۔ اب میں کیا کروں؟ مجھے کوئی چیز نظر آئے تو میں بیان کرنے کے لئے تیار ہوں۔ انہوں نے کہا ہے کہ ہم نے اس مرتبہ pick and drop کے لئے 75 منی بسیں خریدنی ہیں لیکن وضاحت نہیں ہے کہ خریدنے کے بعد کہاں دی جائیں گی۔ ظاہری بات ہے کہ جب سنٹر اپر پنجاب میں بننے ہیں تو pick and drop کی 75 منی بسیں بھی وہیں دینی ہیں۔

جناب سپیکر! بجٹ میں تھوڑی سی ناانصافی یہ ہے کہ 21۔ارب روپے کے فنڈز میں سے 90 فیصد فنڈز block allocation میں رکھ دیئے گئے ہیں یعنی جس کی کوئی description نہیں ہے۔ چیف منسٹر accelerated programme ہے، چیف منسٹر ریفارم پروگرام ہے اس میں اربوں روپے کے فنڈز رکھ دیئے گئے ہیں جس کی وضاحت بھی نہیں ہے۔ جیسے

Block allocation for additional funds to revise Chief Minister's Accelerated Programme-769 million; Chief Minister's Accelerated Prorogramme-2500 milion;For IT-639 million

لیکن کوئی وضاحت نہیں۔

Upgradation of schools-block allocation, 2378 million; Chief Minister's Accelerated Programme for social development - 1000 million

جناب والا!ہزاروں ملین فنڈز کی وضاحت بجٹ کی اس کتاب میں نہیں ہے۔ میں نے تو ابھی اس بات کا دکھ آپ کے سامنے رکھا ہے جس کا بجٹ کی کتاب میں ذکر ہے لیکن اربوں روپے جن کا ذکر ہی نہیں ہے بلکہ صرف یہ ہے کہ اتنا فنڈ چیف منسٹر صاحب کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ جن کی وضاحت کی گئی ہے جن کا انھیں تھوڑا بہت ڈر ہوتا ہے اور face saving ہوتی ہے کہ جنوبی پنجاب والے کہیں گے کہ ہمیں نہیں دیا گیا ان میں انصاف نہیں کیا گیا تو اربوں روپے کی allocation جو وزیر اعلیٰ کی صوابدید پر ہے جس کی وضاحت ہی نہیں ہے اس بارے میں، میں کیسے توقع رکھ سکتا ہوں کہ اس میں سے ہمیں کچھ ملے گا۔ بہت شکریہ۔ اس head پر میں صرف یہی عرض کرتا ہوں چونکہ یہ اپنے دعوے کو صحیح ثابت نہیں کر سکے۔ Vision equal distribution of education کا نہیں ہے میں نے اعداد و شمار سے بھی ثابت کر دیا ہے لہذا میں نہیں سمجھتا کہ ان کو فنڈز دیئے جائیں۔ شکریہ

جناب سپیکر: مہربانی۔ رانا ثناء اللہ صاحب آپ بات کریں گے؟

وزیر تعلیم: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: وزیر تعلیم پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

وزیر تعلیم: جناب والا! صدیقی صاحب میرے دوست ہیں۔ میں انہیں ان کی تقریر میں interrupt نہیں کرنا چاہتا تھا۔ دراصل کٹوتی non development پر تھی لیکن بولے وہ development پر ہیں۔ اگر وہ مزید non development پر بولنا چاہیں تو آپ انہیں special time دے دیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ رانا ثناء اللہ خان صاحب!

محترمہ خالدہ منصور: جناب والا! میں بھی اس پر بات کرنا چاہتی ہوں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! محترمہ کو ایک منٹ دے دیں۔

جناب سپیکر: محترمہ! پھر مختصر بات کریں۔

محترمہ خالدہ منصور: جناب والا! میں صرف دو منٹ آپ کا ٹائم لوں گی اس سے زیادہ نہیں کیونکہ بہت سی باتیں کہی جا چکی ہیں میں ان کو دہرانا نہیں چاہتی لیکن ایک بات کا ذکر یہاں پر ضرور کرنا چاہوں گی کہ جب ایک سال کے لئے بجٹ رکھا جاتا ہے تو پھر دوسرے سال اس کا جائزہ بھی لیا جانا چاہئے کہ اتنا پیسا خرچ ہوا اور اس سے کیا بہتری پیدا ہوئی۔ محکمہ تعلیم کا اگر جائزہ لیں امتحانات کو دیکھیں سکولوں میں دیکھیں کیونکہ ہمیں تو کہیں پر بھی کوئی بہتری نظر نہیں آتی۔ خاص طور پر ٹیچرز کے حوالے سے میں بات کرنا چاہوں گی کہ پچھلے سال حکومت نے یہ وعدہ کیا تھا کہ ٹیچرز کی بہت بڑی demand ہے کہ کنوینس الاؤنس دیا جاتا ہے۔ جو لوگ بڑے شہروں سے چھوٹے شہروں میں جاتے ہیں ان کو کم الاؤنس دیا جاتا ہے اور جو چھوٹے شہروں سے بڑے شہروں میں جاتے ہیں ان کو زیادہ الاؤنس دیا جاتا ہے تو میری گزارش یہ ہے کہ آپ نے پچھلے سال اتنا بجٹ لیا ہے لیکن آپ نے ان ٹیچرز کو کچھ نہیں دیا ان کی حالت بہتر کرنے کے لئے ان کا الاؤنس بڑھایا جائے۔

جناب والا! ایک شخص جو قوم کے بچوں کو پڑھاتا ہے، شعور دیتا ہے اگر ہم نے اس کو بھی کچھ نہیں دینا تو پھر تعلیم کے لئے اتنے بجٹ کا کوئی فائدہ نہیں ہے اس لئے میری یہ گزارش ہوگی کہ کنوینس الاؤنس کے سلسلے میں چھوٹے بڑے شہروں کا فرق ختم کر دینا چاہئے اور ان کو برابر کنوینس الاؤنس دینا چاہئے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ ان کی ایک اور demand بھی تھی کہ جو ہاؤس رینٹ ہے ٹیچرز کو وہ بھی نہیں دیا جاتا۔ اگر آپ نے تعلیم کی مد میں بجٹ کو 13- ارب روپے سے 21- ارب روپے کرنا ہے تو پھر خدارا! ان ٹیچرز پر رحم کریں ان کو زیادہ پیسے دیں تاکہ وہ اچھی طرح رہ سکیں۔ ایک ایجوکیٹر کی -/4650 روپے تنخواہ ہے تو وہ کیسے گزارہ کرے گا۔ میں وزیر تعلیم کو کہتی ہوں کہ وہ مجھے -/4650 روپے میں ایک مہینے کا ٹیچر کا بجٹ بنا کر دکھائیں۔ کیا کوئی شخص اس مہنگائی کے دور میں -/4650 روپے میں گزارہ کر سکتا ہے۔ اگر آپ نے 13- ارب روپے سے 21- ارب روپے تک ایجوکیشن کے لئے بجٹ بڑھانا ہے تو پھر اس کا کیا فائدہ ہے؟

جناب والا! میری یہ گزارش ہے کہ اگر آپ نے اس ملک میں تعلیم کا معیار بڑھانا ہے اس ملک نے کوئی ترقی کرنی ہے اگر "پڑھا لکھا پنجاب" جو ان کا نعرہ بھی ہے اس کو صحیح بنانا ہے تو پھر ان ٹیچرز کو سہولتیں دینا ہوں گی۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: رانا ثناء اللہ خان صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! کافی دوستوں، معزز ممبران اور وزیر تعلیم صاحب کو بھی یہ confusion ہو رہی ہے کہ جب 21۔ارب روپے کا جو یہ بجٹ ہے اس کو کم کرکے ایک روپیہ کرنے کا کیوں کہا جا رہا ہے۔ اس میں معاملہ یہ ہے کہ یہ جو مطالبہ زر پیش کیا گیا ہے اس میں 21۔ارب روپے something کا مطالبہ اس محکمے کو چلانے کے لئے کیا گیا ہے۔ یہ current revenue expenditure ہے جو محکمہ تعلیم کو function کرنے کے لئے اس سال ضروری ہے۔ اب محکمہ تعلیم نے function کیوں کرنا ہے۔ محکمہ تعلیم نے صرف function اس لئے کرنا ہے کہ وہ اس سیکٹر میں ترقیاتی کام کروائے اور اس کے ثمرات لوگوں تک پہنچیں، لوگوں کی حالت بہتر ہو اور بچوں کو تعلیم میسر ہو لیکن اگر محکمہ ترقیاتی کام نہیں کروا سکتا اور اس سلسلے میں کوئی بہتری نہیں لا سکتا تو اپوزیشن اس چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کہہ رہی ہے کہ اس 21۔ارب روپے کو کم کرکے ایک روپیہ کر دیا جائے۔ جیسے کہتے ہیں کہ:

جس کھیت سے دہقان کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو

جناب والا! یہ جو ایک روپیہ ہم رکھ رہے ہیں وہ صرف اس لئے رکھ رہے ہیں کہ وزیر تعلیم صاحب اتنا بڑا مطالبہ زر لے کر آئے ہیں آج وہ یہاں پر کافی بحث بھی کریں گے۔ ایک روپیہ اس لئے رکھ رہے ہیں کہ وہ ان کو دے دیا جائے تاکہ یہ اس ایک روپے سے ببل گم خرید لیں اور اس کو یہ چوستے رہیں۔ وہ ایک روپیہ ان کے کام آئے گا۔ ورنہ ہماری طرف سے تو یہ ہے کہ جب یہ محکمہ اپنی کارکردگی صحیح نہیں کر رہا تو اسے مکمل طور پر فارغ کر دینا چاہئے۔ وہ ایک روپیہ صرف وزیر تعلیم صاحب کے لئے ہے۔ یہ ٹافی خرید لیں کیونکہ یہ ٹافیاں کھانے کے کافی شوقین ہیں۔

جناب والا! یہ مجھ سے پہلے دوستوں نے معزز اراکین نے یہ کہا ہے کہ facts and figures کے حوالے جو ground realities ہیں کہ 36ہزار سکولوں میں لیٹرین کی facilities نہیں ہیں، چار دیواری نہیں ہے، سو فیصد سکولوں میں بلڈنگز نہیں ہیں بلڈنگز ناکافی ہیں اور 70 فیصد سکولوں میں لیبارٹریاں نہیں ہیں۔ میرا اپنا فیصل آباد شہر کا جو حلقہ ہے یعنی شہر کے قلب میں واقع ہے سمن آباد ہائر سیکنڈری سکول ہے۔ وہاں پر اس وقت بچیوں کی تعداد 4300 ہے اور وہاں پر جو بلڈنگ ہے اس کی total capacity جو ہے وہ 2200 بچیوں کے بٹھانے کی ہے اور باقی بچیاں بھی دھوپ میں اور باہر سردی میں بیٹھتی ہیں۔ ان کے پاس بلڈنگ ہے نہ ہی اس سکول میں لیبارٹری

ہے اور یہ وہ سکول ہے جو شہر میں واقع ہے۔ اس سے متعلقہ میں نے motion کے ذریعے ایک question raise کیا تھا اس کا جواب آیا اور یہ جواب محکمے کی طرف سے دیا گیا کہ یہاں پر ہمارے پاس بلڈنگ پوری نہیں ہے اور یہ یہ سہولتیں short ہیں۔ پچھلے تقریباً ڈیڑھ سال سے میں اس بارے میں دو تین مرتبہ وزیر تعلیم صاحب سے ملا بھی ہوں لیکن وہ یہ کہتے ہیں کہ funds short ہیں اور ابھی تک اس میں ایک روپے کا کام بھی نہیں ہو سکا۔ اس مرتبہ بھی وہ پروگرام میں شامل نہیں ہے۔

جناب سپیکر! جب یہ حالت ہو ابھی پچھلے سال 13۔ارب روپے اخراجات جاریہ میں ان کو دیئے گئے تھے لیکن انہوں نے 14۔ارب روپے خرچ کئے اور اس مرتبہ یہ 21۔ارب روپے مانگ رہے ہیں 7۔ارب روپے زیادہ مانگ رہے ہیں اور یہ اپنے day-to-day اخراجات چلانے کے لئے مانگ رہے ہیں۔ تنخواہوں کے لئے الاؤنسز کے لئے اور باقی دوسرے معاملات چلانے کے لئے مانگ رہے ہیں جس طرح سے یہ ذکر کیا گیا کہ 5 کروڑ روپے یہ سفر کے لئے مانگ رہے ہیں۔

جناب سپیکر! ان کو پھر کیا حق پہنچتا ہے کہ اگر یہ حالت ہے کہ 70 فیصد سکولوں میں لیبارٹریاں نہیں ہیں، سو فیصد میں عمارات sufficient نہیں ہیں، چار دیواری نہیں ہے اور لیٹرینیں نہیں ہیں تو اس کے باوجود انہوں نے جو ڈویلپمنٹ کے لئے بجٹ رکھا تھا وہ بجٹ بھی یہ پورا خرچ نہیں کر سکے۔ میں نے general discussion میں بھی وزیر خزانہ صاحب سے بھی اور ان سے بھی یہ کہا تھا کہ یہ آپ نے جو ذکر کیا ہے اور یہ جو Annual Budget Statement ہے اس کے علاوہ سپیشل ایجوکیشن کے متعلق بھی میں نے نشاندہی کی تھی کہ آپ نے 37 کروڑ روپے رکھے تھے لیکن revise کر کے آپ نے 4 کروڑ روپیہ خرچ کیا ہے جبکہ سپیشل ایجوکیشن کا دن رات آپ شور مچاتے ہیں۔

جناب والا! سکولوں کی جب یہ حالت ہے کہ وہاں پر لیبارٹری ہے، چار دیواری ہے اور نہ ہی بلڈنگ ہے تو پھر کیا فائدہ؟ اس میں انہوں نے 8۔ارب 47 کروڑ روپے رکھے تھے اس میں سے صرف انہوں نے 1.2۔ارب روپیہ خرچ کیا ہے اور 7۔ارب روپے انہوں نے ڈویلپمنٹ بجٹ میں سے سکولوں پر خرچ نہیں کیا۔ جب وزیر خزانہ صاحب اٹھے تو وہ کہنے لگے کہ نہیں جناب اس میں تو ہم technical سی figures دیتے ہیں جو باقی معاملات ہیں وہ پھر ہم دوسری کتابوں میں دیتے ہیں اس لئے یہ غلط ہے ہم نے کوئی گرانٹ بھیجی تھی اور اس گرانٹ کے ذریعے سے خرچ ہو گیا۔

جناب میں معزز ممبران کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا کہ یہ جو انہوں نے بجٹ تقریر کی ہے اس کے صفحہ نمبر 49 کو دیکھیں اور محترم وزیر خزانہ صاحب اس بات کو consult کر لیں کیونکہ میں چاہوں گا کہ آج اس بات کا یہ مجھے جواب دیں۔ یہ نہیں کہ یہاں پر اگر بحث برائے بحث ہی ہونی ہے اور کسی بات کا جواب دینا نہیں ہے اگر میں غلط کہہ رہا ہوں تو یہ مجھے correct کریں۔ انہوں نے اپنی بجٹ تقریر میں 21۔ارب روپے کا ذکر کیا ہے کہ یہ ہم تعلیم پر خرچ کر رہے ہیں اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ 72 فیصد اس میں اضافہ ہے۔ اب یہ Annual Budget Statement جو ہے اس میں آپ صفحہ نمبر 49 پر آ جائیں۔ اب صفحہ نمبر 49 پر صاف لکھا ہوا ہے کہ پچھلے سال 2006-07 میں 9۔ارب 31 کروڑ روپے تھا اور انہوں نے خرچ کیا 4۔ارب 24 کروڑ روپے اور اب یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم 17۔ارب روپے خرچ کریں گے یعنی 9۔ارب روپے رکھ کر اس کا 50 فیصد خرچ کیا ہے اور اب کہہ رہے ہیں کہ ہم اب 17۔ارب روپے مختص کریں گے جبکہ اخراجات جاریہ 13۔ارب روپے رکھ کر 14۔ارب روپے خرچ کرتے ہیں اور اب 21۔ارب روپے مانگ رہے ہیں۔ اسی طرح سے ان کی جو development capital side ہے اس میں صفحہ نمبر 53 میں 3۔ارب اور 52 کروڑ روپے ہے۔ یہ 17 اور 3 ملا کر وہی 21۔ارب روپے جس کا انہوں نے اپنی speech میں ذکر کیا ہے۔ یہ اس میں آتا ہے۔ اب اس 21۔ارب روپے کے علاوہ اگر ان کے پاس کوئی اور گرانٹ یا کچھ ہے تو اس کو تو انہوں نے اس میں شامل نہیں کیا۔ یہ اس 21۔ارب روپے کے بارے میں کہہ رہے ہیں کہ اس میں خرچ کریں گے اور انہی دونوں columns میں ہے کہ 9۔ارب روپے ایک اور 2۔ارب 76 کروڑ روپے ایک۔ انہوں نے کہا تھا کہ revenue side and development capital side development پر 12۔ارب روپیہ خرچ کریں گے۔ اس میں سے انہوں نے صرف 6۔ارب روپیہ خرچ کیا ہے۔ میرے پاس calculation موجود ہے ان کے پاس یہ بک ہے اس کو دیکھ لیں۔ اب پچھلے سال 12۔ارب روپیہ رکھ کر یہ 6۔ارب روپیہ خرچ کریں اور اخراجات جاریہ میں یہ 14۔ارب روپیہ خرچ کریں اور اس سال 21۔ارب روپیہ طلب کریں تو میں سمجھتا ہوں یہ کس طرح سے justification بنتی ہے۔ اب انہوں نے یہ فرمایا کہ نہیں جناب! یہ figure اس طرح سے نہیں ہیں۔

وزیر خزانہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! ہاؤس کے جن جن ممبرز کے پاس ABS ہے اور لیڈر آف دی اپوزیشن سے بھی request کروں گا کہ وہ Annual Budget Statement پکڑ لیں۔ میں صفحہ نمبر 49 کی طرف refer کر رہا ہوں۔ اس کے اندر Function No.9 ہے،

Education, Affairs and Services. Budgeted Estimates 2006-07, 9 Arab rupees, Revised Estimates 4 Arab rupees.

میں نے اس روز بھی گزارش کی تھی کہ revised estimates اس لئے کم ہوئے ہیں کہ یہ وسائل ہم نے ڈسٹرکٹ گورنمنٹس کو transfer کر دیئے ہیں۔ Now, I am referring to page No. 48 & 49 اس کے اندر Function No. 14. Transfers کا ایک کالم ہے۔ Budgeted Estimates 14 Arab, Revised Estimates 29 Arab تو یہ 14۔ارب روپے سے 29۔ارب روپے اس وجہ سے بڑھے ہیں۔ ان 29۔ ارب روپے میں یہ 5۔ارب روپے جو Education Sector Reforms Programme کے ہیں جو ڈسٹرکٹ گورنمنٹس کو گئے ہیں وہ شامل ہیں اور اگر آپ ٹوٹل دیکھئے۔ صفحہ نمبر 49 پر last column جس سے پہلے ٹوٹل لکھا ہوا ہے۔ ٹوٹل میں لکھا ہوا ہے Budget Estimates 41 Arab rupees, Revised Estimated 68 Arab rupees. یعنی ٹوٹل 41۔ارب روپے بجٹ مختص کیا گیا اور 68۔ارب روپے spend کیا گیا یعنی 41۔ارب روپے سے تقریباً 28/27۔ ارب روپیہ زیادہ خرچ کیا گیا۔ تو یہ قطعی طور پر 100 فیصد غلط قسم کا تاثر دے رہے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! آپ نے اور اس پورے ہاؤس نے وزیر خزانہ صاحب کی بات اب سن لی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وزیر خزانہ صاحب کو from the gallery mislead کیا گیا اور وہاں سے انہوں نے ان کو غلط figure پیش کی ہے۔ محترم وزیر خزانہ! آپ یہ بک اٹھائیں۔ یہ والیم نمبر I ہے اور یہ development budget ہے۔ آپ اس کے صفحہ نمبر 45 پر آ جائیں، یہ صفحہ نمبر 494 پر آپ آ جائیں اس پر آپ دیکھ لیں Education اور اس کے نیچے School Education ہے۔ اس کے بعد آپ یہ دیکھ لیں کہ تینوں کالم بنے ہوئے ہیں۔ 2006-07 بنا ہوا ہے پھر revise 2006-07 بنا ہوا ہے۔ پھر 2007-08 بنا ہوا ہے۔ اب آپ چلتے جائیں اس میں

تمام سکیموں کا دیا ہوا ہے کس پر کتنا خرچ ہوا، کیا ہوا اور اس کے بعد جب صفحہ نمبر 544 پر پہنچیں گے تو اس میں آپ دیکھ لیں کہ Budget Estimate 2006-07 کے کالم میں لکھا ہے 8۔ارب 47 کروڑ روپے اور revised میں ایک ارب 21 کروڑ روپے لکھا ہے اور آپ نے اب 9۔ارب 25 کروڑ روپے رکھا ہے۔اب یہ دیکھیں کہ آپ نے یہاں ایک ایک سکیم کا ذکر کیا ہوا ہے اور ایک ایک سکیم پر آپ نے جو پیسے خرچ کئے ہیں وہ آپ نے یہاں پر لکھے ہوئے ہیں یا تو آپ کی یہ بکس غلط ہیں یا آپ کو advise غلط ملتی ہے۔یہ ساری سکیمیں 495 سے لے 545 تک یہ 50 صفحے بنتے ہیں ان میں ایک ایک سکیم کا نام ہے اور ایک ایک سکیم کے against آپ نے جتنا budget estimate رکھا ہے وہ لکھا ہوا ہے۔اس کے بعد آپ نے اس کو revise کر کے اس پر جتنا خرچ کیا وہ لکھا ہوا ہے اور اس کے بعد جو grand total ہے وہ estimate 8۔ارب 47 کروڑ 21 لاکھ 4 ہزار روپے ہے اور revised ایک ارب 21 کروڑ 98 لاکھ روپے ہے اور یہی بجٹ سٹیٹمنٹ میں ہے۔اس میں اور اس میں آپ ایک روپے کا مجھے فرق نکال کر دکھا دیں۔

وزیر خزانہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! صفحہ نمبر 496 میں یہ بتا دیں کہ ہم نے 2006-07 کا کیا budget estimate لکھا ہوا ہے جو ہم نے خرچ نہیں کیا۔صفحہ نمبر 496 پر کوئی سکیم پڑھیں آگے بتائیے بجٹ کیا ہے اور خرچ کیا ہے۔آپ بتائیے؟

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں کہتا ہوں کہ یہ صفحہ خالی ہیں۔آگے آئیں۔یہ آپ صفحہ نمبر 508 پر آجائیں یہ آپ نے جتنی رقم رکھی ہے اس میں سے آپ نے کوئی پیسا خرچ نہیں کیا۔ Next page No. 509 پر آجائیں۔

جناب سپیکر: وزیر خزانہ صفحہ نمبر 496 کی بات کر رہے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ 50 صفحے ہیں ان کے اوپر تمام سکیمیں لکھی ہوئی ہیں۔کچھ سکیموں کے against تو انہوں نے کوئی پیسا دیا اور نہ ہی revise کیا گیا۔اس کے بعد کچھ کے اوپر انہوں نے estimate لگایا لیکن revised میں خرچ کوئی نہیں کیا۔اب School Sub Sector Education اور یہ ٹوٹل ہے Budget Estimate 8 Arab, 47 crore and 21

اور revised lacs rupeesایک ارب 21 کروڑ اور 98 لاکھ روپے۔اب یہ ٹوٹل میں نے تو نہیں لگائے پھر یہ آپ نے کیوں غلط لگائے ہیں؟

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! رانا صاحب 100 فیصد سمجھ نہیں پا رہے بلکہ سمجھ چکے ہیں۔ میں دوبارہ repeat کرتا ہوں۔ 8۔ارب روپے یا 9۔ارب روپے کا بجٹ رکھا گیا اس میں سے 5 یا 7۔ارب روپے ڈسٹرکٹ گورنمنٹس کو دے دیئے گئے۔ جن سکیموں کو یہ refer کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ان کے آگے بجٹ رکھا ہوا ہے نہ اس کا کوئی revised estimate ہے۔یہ ہماری نئی سکیمیں ہیں جو 08-2007 میں شروع ہو رہی ہیں۔ ہم نے ان کے لئے 07-2006 کوئی بجٹ مختص کیا نہ اس کو revise کیا۔

جناب سپیکر: آپ 08-2007 کی فگرز تو نہیں پڑھ رہے؟

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں گزارش کر رہا ہوں کہ یہ نئی سکیمیں ہیں 07-2006 کے اندر تو ان کا نام ونشان نہیں تھا۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ اگر میں ان کی بات کو درست تسلیم کرلوں کہ انہوں نے ایک سکیم کا پیسا ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کو بھیج دیا، ایک کا یہاں پر لگا دیا اور 7 کا وہاں پر بھیج دیا پھر 2 کا یہاں پر لگا دیا۔ انہوں نے یہ کس طرح سے چناؤ کیا ہے؟ یہ بک بتا رہی ہے کہ سکول سائیڈ کے against انہوں نے ایک ارب 21 کروڑ روپیہ خرچ کیا۔ بقول وزیر خزانہ کے 7۔ارب روپیہ انہوں نے ڈسٹرکٹ گورنمنٹس کو بھیج دیا۔اب انہوں نے جو پیسا ڈسٹرکٹ گورنمنٹس کو بھیجا ہے۔اگر وہ ان سکیموں کے against بھیجا ہے اس میں تو سارے محکمے ہیں۔اب انہوں نے جو رقوم ٹرانسفرز کی ہیں وہ کس کھاتے میں کی ہیں اور وہ کہاں پر خرچ ہوئی ہیں۔یہ تو خدا جانے یا یہ جانیں لیکن بات یہ ہے کہ یہاں جو 7۔ارب روپے کا فرق ہے اس پر مجھے یہ بتائیں کہ یہ کیوں ہے؟ یہ 8۔ارب روپے نیچے بھیج دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے سارے پیسے بھیج دیئے ہیں اور یہاں پر صرف ایک لائن ہوتی ہے ہمیں یہ پچاس صفحے بھرنے اور اتنی بڑی کتاب پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ آپ کی ڈویلپمنٹ اینڈ ریونیو سائڈ ہے۔

جناب سپیکر! ان کی جو کیپیٹل ڈویلپمنٹ سائڈ ہے اس کا صفحہ 1543۔والیم II ہے جس میں چیف منسٹر کا فنڈ بھی شامل ہے۔

وزیر تعلیم: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! میری آپ سے اور معزز ممبر سے بھی گزارش ہو گی کہ فی الحال تو ہم کٹوتی پر بات کر رہے ہیں۔ اگر کوئی ٹیکنیکل معاملہ ہے۔۔۔

رانا ثناء اللہ خان: میں اسی لئے تو کٹوتی چاہتا ہوں۔ محترم وزیر خزانہ صاحب صفحہ نمبر 1573 پر آئیں۔ اس میں ایجوکیشن کو دیکھیں کہ جو بجٹ ایسٹیمیٹ 07-2006 میں ہے وہی رقم 2۔ارب 76 کروڑ روپے 08-2007 میں ہے اور خرچ 1.8۔ارب روپے کیا ہے اور اب آپ 3.5۔ارب روپے کہہ رہے ہیں۔ یہ 3.5۔ارب روپے اور وہ 17۔ارب روپے مل کر 21۔ارب روپے بنتا ہے۔ اس 21۔ارب روپے کے علاوہ آپ اور کہیں بھی کوئی پیسا آپ کے پاس خرچ کرنے کے لئے نہیں ہے آپ صفحہ نمبر 1573 پر آ جائیں نیچے 2۔ارب 76 کروڑ روپے ہیں۔ اگلے صفحے پر آ جائیں۔ 1.8۔ارب روپے ہے۔ اب آپ نے 3.5۔ارب روپے خرچ کرنے ہیں اور تقریباً ایک ارب روپے کم خرچ کئے ہیں۔ یہ اتنے صفحے ہیں ان میں سے آپ ایک ایک صفحے کو دیکھ لیں اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! اس کے لئے تو کافی ٹائم چاہئے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ بات تو بڑی واضح ہے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! 11 بج کر 25 منٹ ہو گئے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! پھر بات یہ ہے کہ ان کو چاہئے کہ جب ایک بات کی جاتی ہے تو اس کے بعد یہ کہتے ہیں کہ understanding میں کمی ہے ان کو پتا نہیں چلا اور یہ دانستہ طور پر ایسا کہہ رہے ہیں۔ یہ بجٹ سٹیٹمنٹ ہے اور یہ آپ کی کتابیں ہیں ان میں تفصیل ہے ان کے علاوہ اور ہم کہاں سے جا کر پتا کریں۔

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! سمجھ بھی آ رہی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ نیت میں کوئی گڑبڑ ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! بات یہی ہے کہ میری نیت میں یہی گڑبڑ ہے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ حکمران جو 58 بیروں 27 خانساموں، 92 ڈرائیوروں اور 18 مصالچیوں کے ساتھ ایک گھر

میں رہ رہے ہوں تو ان کو کم از کم کچھ نہ کچھ تو خیال ہونا چاہئے۔ اگر میں شرم کا لفظ استعمال کروں گا تو یہ کہیں گے کہ غیر پارلیمانی لفظ ہے۔

جناب سپیکر! اس طرح سے بادشاہوں جیسی زندگی گزارنے۔۔۔

وزیر محنت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، قاسم نون صاحب!

وزیر محنت: جناب سپیکر! رانا ثناء اللہ خان صاحب بجٹ کا جھنجھٹ پڑھتے پڑھتے بہک جاتے ہیں۔ میرے سینئر بھائی ہیں اس سے پہلے میاں شہباز شریف کیا جھونپڑی میں رہتے تھے، کیا نواز شریف ڈنکی کار میں دفتر جاتے تھے یا ومنی بس پر بیٹھ کر جاتے تھے۔ اس قسم کی گفتگو میرے خیال میں ان کو زیب نہیں دیتی۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں اس حد تک clear کرنا چاہتا ہوں کہ رانا صاحب نے گھر کا لفظ استعمال کیا ہے۔ وزیر اعلیٰ صاحب اپنے گھر میں رہتے ہیں وہاں پر کوئی سرکاری ملازم نہیں ہے ان کے اپنے ذاتی ملازم ہیں۔ جہاں تک چیف منسٹر ہاؤس کا تعلق ہے تو وہ figures آپ کو دیئے گئے تھے یا بجٹ کی کتاب میں ہیں تو وہ چیف منسٹر آفس سے متعلقہ ہیں۔ وہ بھی اس لئے highlight ہوا ہے کیونکہ نیا establish کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: وہ ان کا office ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! محترم راجہ صاحب نے بڑی اچھی وضاحت فرمائی ہے۔ ماشاء اللہ انہوں نے کہا ہے کہ وہ اپنے گھر میں رہتے ہیں تو اپنے گھر میں ان کے ذاتی ملازم ہیں۔ یہ چیف منسٹر ہاؤس ہے تو یہاں پر کون رہتا ہے۔ راجہ صاحب صحیح فرما رہے ہیں کہ چیف منسٹر ہاؤس میں چیف منسٹر ہی رہتا ہے لیکن وہاں پر 25 کک ہیں، 28 خانسامے ہیں 58 ویٹر ہیں 92 ڈرائیور ہیں اب اس میں 18 مصالچی ہیں۔ چودھری اقبال صاحب نے کہا تھا کہ وہ مصالحہ ڈالتے ہیں۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! رانا صاحب ڈھونڈ رہے تھے۔ اس دن بھی مصالچی کو مالشی سمجھ رہے تھے۔ ان کو اصل میں تلاش مالشیوں کی تھی لیکن وہ ہمارے پاس نہیں ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں نے تو پڑھا تھا اور کہا تھا کہ یہ تصحیح کر دیں تو انہوں نے کہا کہ وہ مصالحچی ہیں وہ مصالحے ڈالتے ہیں۔ کیا وہ ان کو مصالحے ڈالتے ہیں؟

جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ اگر یہ محکمہ 21۔ارب روپے کی تنخواہیں۔۔۔

سید عبدالعلیم شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! ہاؤس کو چلنے دیں۔

سید عبدالعلیم شاہ: جناب سپیکر! انہوں نے جو ککوں اور خانساموں کی بات کی ہے تو یہ بھی بتا دیں کہ وہ جب ملک سے گئے تھے تو یہاں سے پائے پکانے والے کک ساتھ لے گئے تھے، کڑاہی گوشت بنانے والے کک ساتھ لے گئے تھے۔ سارے کک اور مصالحہ دار نواز شریف صاحب یہاں سے ساتھ لے گئے تھے۔ ان کا تو ذرا بتا دیں کہ کون لے کر گیا تھا اور جن کا ذکر یہ کر رہے ہیں 8 کلب، 7 کلب 2 کلب 90 شاہراہ قائداعظم یہ سارے وزیراعلیٰ سیکرٹریٹ میں آتے ہیں۔ ان کو سب پتا ہے لیکن رانا صاحب نے ہر بات کو confused کرنا ہے اب جمعہ کا وقت ہو رہا ہے انہوں نے نماز تو پڑھنی نہیں اور انہوں نے کوشش کرنی ہے کہ ہماری بھی نمازیں یہیں پر گزرے اس لئے مہربانی کر کے ان کو کہیں کہ to the point بات کریں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ یہ خود بھی نماز پڑھیں گے اور آپ کو بھی انشاء اللہ نماز پڑھنے کا موقع دیں گے۔ جی، رانا صاحب! آپ ذرا مختصر کریں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں واضح کر دوں کہ محترم وزیر خزانہ صاحب جو ٹرانسفرز کا فرما رہے تھے تو یہ پورا صفحہ ان کے سامنے پڑا ہے۔ اس میں جتنے بھی محکمے ہیں ان سب میں کسی میں ایک کا، کسی میں دو کا اور کسی میں تین کا جو بلڈنگ کا محکمہ ہے اس میں 15۔ارب روپیہ خرچ کیا ہے جبکہ اس میں بہت کم بجٹ رکھا تھا یعنی کسی سکول کی لیٹرین یا چار دیواری نہیں ہے تو وہ آفس بلڈنگز ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ 150۔ارب کا ترقیاتی بجٹ ہے۔ انہوں نے یہ 150۔ارب تو خرچ کرنا ہے لیکن کرنا کس طرح سے ہے تو میری یہی گزارش ہے کہ یہ محکمہ جو 21۔ارب روپیہ تنخواہوں پر خرچ کرے گا اور باقی الاؤنسز پر خرچ کرے گا۔ اس کے علاوہ یہ حکمران رنگیلے شاہ والے ادوار کی طرح زندگی گزار رہے ہیں یعنی اتنے اتنے لاؤ لشکر اور نوکروں کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں۔ اس کے بعد ان کو یہ توفیق نہیں ہے کہ سکول سائیڈ جہاں پر بچوں کے لئے بیٹھنے کی جگہ نہیں ہے، جہاں پر

sanitation کی سہولت نہیں ہے، بچیوں کے سکولوں کی چار دیواری نہیں ہے اور بلڈنگ sufficient نہیں ہے تو وہاں پر یہ اس طرح کرتے ہیں کہ ادھر 7۔ارب روپے کا اضافہ اور ادھر 7۔ارب روپے کی کمی کر دی۔ یہ جو اتنی نا اہلی ہے اس کی بنیاد پر ہم کہتے ہیں کہ اس محکمے کو بالکل جواب ہی دے دینا چاہئے اور صرف ایک روپیہ محترم وزیر تعلیم کو دے دیا جائے جس سے وہ کوئی ٹافی وغیرہ لے کر کھالیں تو یہ کافی ہو گا۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ اس ہاؤس میں آج سے تقریباً دو سال پہلے ایک کمیٹی بنی تھی جنہوں نے پرائیویٹ سکولز مینجمنٹ کے متعلق رولز بنانے تھے اور اس کمیٹی کا سربراہ میرے خیال میں وزیر تعلیم کو بنایا گیا تھا یا شاید احمد خان چیئرمین تھے۔ میں اگر فلمی پروڈیوسر ہوتا تو میں محترم عمران مسعود صاحب کو اپنی فلم میں ہیرو لیتا۔ دو سال پہلے جو کمیٹی بنی تھی اور آج حالت یہ ہے کہ جتنے بھی پرائیویٹ سکولز جو لوٹ مار کر رہے ہیں ان پر گورنمنٹ کی گرفت ہی نہیں ہے۔ وہ کمیٹی اس لئے بنی تھی کہ انہوں نے ان کے لئے رولز اینڈ ریگولیشنز بنانے تھے۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ یا تو اس کمیٹی کا کوئی نتیجہ مرتب ہونا چاہئے یا اس کمیٹی کو revise کر کے اس میں کوئی اور لوگوں کو ڈال کر نتیجہ نکالنا چاہئے۔

جناب سپیکر: جی، دیکھ لیتے ہیں۔

محترمہ صغیرہ اسلام: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ فرمائیں!

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر! میں نے اس دن عرض کیا تھا کہ جس طرح ایجوکیشن کی مد پر اتنا پیسا رکھا گیا ہے یہ خوشی کی بات ہے اور ایک اچھا قدم ہے لیکن اگر یہ پیسا خرچ ہی نہ کیا جائے اور واپس خزانے میں جمع ہو جائے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ میں نے لاہور کے تین چار کالجز کی نشاندہی کی تھی جیسے اسلامیہ کالج کوپر روڈ، اسلامیہ کالج فار بوائز ہے یہ وہ سکول ہیں جہاں پر برآمدوں میں کلاسیں ہوتی ہیں اور وہاں پر ٹھنڈا پانی تک میسر نہیں ہے۔ سب سے بڑی تکلیف دہ بات یہ ہے کہ جب پریکٹیکل ہوتے ہیں تو ان لیبارٹریوں میں وہ چیزیں ہی مہیا نہیں ہیں جس سے بچے پریکٹیکل

کر سکیں، لائبریریوں میں جدید قسم کی معلومات کی کتابیں ہی نہیں ہیں۔

جناب سپیکر: محترمہ! آپ نے کافی تقریر کر لی ہے۔ فنانس منسٹر صاحب نے اپنی تقریر میں اس کا جواب دیا تھا اور میرا خیال ہے کہ آپ اس وقت تشریف فرما نہیں تھیں۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر! اس کے علاوہ وہاں پر جو بیس بیس سال سے ایک ہی پوسٹ پر تعینات ہیں ان کی پروموشن نہیں کی جاتی۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ پلیز تشریف رکھیں۔ جی، ایجوکیشن منسٹر صاحب!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! ابھی بگو صاحب نے پرائیویٹ سیکٹر لاء کے حوالے سے کمیٹی کی بات کی ہے۔ آپ ہی کی ہدایت پر ہاؤس کی تمام پولیٹیکل پارٹیوں کی representation اس کمیٹی میں ہے، اس کمیٹی کے کنوینر ملک احمد صاحب ہیں اور میں خود ابھی تک اس کمیٹی کی سفارشات کا منتظر ہوں، جونہی اس کمیٹی کی سفارشات آئیں گی ہم انشاء اللہ جو بھی قانون سازی ہے وہ خود کریں گے اور ہاؤس اس پر مہربانی فرمائے گا۔ مجھے خوشی ہے کہ بگو صاحب نے ایک پرائیویٹ سیکٹر کی طرف بھی روشنی ڈالی ہے اور کچھ مسائل اس طرف بھی ہیں لیکن جب بھی ہم discussion کرتے ہیں اور صاف ظاہر ہے کہ ہم سرکاری سکولوں کو فوکس کرتے ہیں اور اس کو تنقید کا نشانہ بھی بناتے ہیں۔

جناب سپیکر! آپ پورا ریکارڈ نکال کر دیکھ لیں، میں نے، میرے کسی ساتھی نے یا چیف منسٹر پنجاب نے کہا ہو کہ پنجاب کے سکولوں کی حالت 100 فیصد ٹھیک ہو گئی ہے، فرنیچر ٹھیک ہو گیا ہے، لیٹرینیں بن گئی ہیں، ایسی کوئی بھی صورتحال نہیں ہے۔ میں نے پہلے دن بھی یہ کہا تھا کہ اگر پہلے دن سے ہمارے estimates لے لیں تو 102۔ ارب روپیہ ہمیں پنجاب کے تمام سکولوں اور کالجوں کو ٹھیک کرنے کے لئے درکار ہے۔ آج سے چار سال پہلے جب یہاں پر ایک پالیسی سٹیٹمنٹ دی گئی تھی تو اس میں یہ کہا گیا تھا کہ 63 ہزار 858 سکولوں میں سے چالیس ہزار سکولوں کی کوئی چار دیواری ہے، فرنیچر ہے، پانی ہے اور نہ ہی وہاں پر کوئی باتھ روم یا لیٹرین ہے تو جب ہم نے اس کا estimate لگایا تھا تو 102۔ ارب روپیہ ڈویلپمنٹ سائیڈ پر ہمیں چاہئے تھا۔ پھر ہم نے ایک ریفارم پروگرام ڈیزائن کیا اور کہا کہ اگر ہم نے enrollment بڑھانی ہے، drop out decrease کرنا ہے، ان بچوں کو access of opportunity دینی ہے تو ہمیں incentive دینے پڑیں گے اور انفراسٹرکچر کو ٹھیک کرنا پڑے گا۔ کسی بچے کو اگر آپ ٹاٹ سے کرسی پر بٹھا دیں تو آپ اس پر کوئی مہربانی نہیں کر رہے بلکہ یہ اس کا بنیادی حق ہے، اگر آپ کسی سکول میں بجلی لگوا

دیں، ڈیسک یا لیٹرین بنوادیں تو یہ اس کا بنیادی حق ہے۔ آج بھی ہمارے سکولوں کے بچے زمین پر بیٹھے ہوئے ہیں اور آج بھی ہمارے سکولوں میں چاردیواری نظر نہیں آتی لیکن ہم نے تین سالہ پروگرام 21۔ارب روپے پر محیط کیا، اب 21۔ارب روپے کو آپ distribute کریں تو 7۔ارب روپیہ سالانہ بنتا ہے۔ ایک سال میں ہم 7۔ارب روپے خرچ کر رہے ہیں لیکن آپ کو 102۔ارب روپے چاہئیں تو صاف ظاہر ہے کہ جو ایک desired result وہ لوگ مانگتے ہیں شاید ہمیں نہ مل سکے لیکن اس میں اہم چیز یہ ہے کہ آپ ہماری commitment دیکھئے ہم نے ان چیلنجز کو face کیا اور ہم نے کسی سے یہ اعداد و شمار چھپائے نہیں ہیں۔ ہاں! آج میں یہ کہتا ہوں کہ ان تین سالوں میں ہم نے فی ضلع 14 کروڑ روپیہ دیا ہے۔ اس 14 کروڑ روپے میں فیصل آباد کے تمام سکول ٹھیک ہو سکتے ہیں اور نہ ہی اس 14 کروڑ میں گجرات کے سکول ٹھیک ہو سکتے ہیں لیکن ہم نے اس کو فوکس ضرور کیا ہے۔ ہمیں روایتی انداز میں ڈویلپمنٹ بجٹ ایک ارب روپیہ ملتا تھا لیکن جب سے ہماری حکومت آئی ہے اس سے پہلے 34۔ارب روپیہ بجٹ تھا اس 34۔ارب کو اٹھا کر اگر میں آج کی فگر بتاؤں تو یہ 102۔ارب روپے پر پہنچ گئے ہیں۔ آپ دیکھیں کہ 34۔اور 102۔ارب روپے میں کتنا فرق ہے؟ یہ وژن اور commitment کی بات ہے جو ہم نے show کی۔ جس کٹوتی کے حوالے سے آج ہم یہاں پر بحث کر رہے ہیں اور آپس میں ڈائیلاگ کر رہے ہیں تو اب میں آپ کو non development کا بھی break up دوں گا۔ تاثر یہ ملتا ہے کہ 21۔ارب روپیہ عیاشی پر خرچ کیا جاتا ہے، تنخواہوں پر ٹی اے، ڈی اے پر یا دیگر محکمہ کے اخراجات پر خرچ کیا جاتا ہے، ہماری اس پر بھی نظر ہے کہ ہم نے اپنے expenditure کو بھی کم کیا لیکن کچھ ایسی ضروریات ہیں جس کو ملحوظ خاطر رکھنا پڑتا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اگر میں آپ کو اس 21۔ارب روپے کا break up دوں اور میں یہ چاہوں گا کہ تمام ممبران اس کو غور سے سنیں۔ ایک ارب 70 کروڑ روپیہ creation of new posts in schools کے لئے رکھا ہے۔ یہ وہی پوسٹیں ہیں جو آپ سکولوں کی اپ گریڈیشن کرواتے ہیں۔ اپ گریڈیشن کا ہرگز مقصد یہ نہیں کہ آپ نے سکول میں دو کمرے بنادیئے لیکن ٹیچر بھول جائیں، میں بتاتا ہوں کہ جہاں پر اپ گریڈیشن ہوتی ہے وہاں پر ہمیں ٹیچر بھی بھیجنا پڑتا ہے۔ اب ہم نے ان نئی پوسٹوں کے لئے ایک ارب 70 کروڑ روپیہ رکھا ہے اور اسے ہم نے non development side پر رکھا ہے۔ اس کے علاوہ دو ارب روپیہ ہم نے 26 ہزار نئے اساتذہ کی

بھرتی کے لئے رکھا ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ اس بجٹ کے پاس ہونے کے بعد کریں گے۔آج بھی ہمارے ڈیپارٹمنٹ میں سیٹیں خالی پڑی ہیں، چار ہزار بندہ ہم نے کنٹریکٹ کی بنیاد پر چار سالوں میں بھرتی کیا۔اب اس بجٹ کے بعد ہمیں وزیر اعلیٰ صاحب کی طرف سے اجازت دی گئی ہے کہ 26ہزار نئے اساتذہ بھرتی کرنے ہیں جس کے لئے ہم نے 2۔ارب روپیہ رکھا ہے۔اس کے علاوہ recruitment of college teachers کے لئے ہم نے ایک ارب روپیہ رکھا ہے یعنی ہم کالج level کی کمی کو بھی پورا کریں گے۔یہ سارے جو فگرز میں آپ کو بتا رہا ہوں یہ non development side پر رکھے ہیں۔اس کا سارا فائدہ بچوں کو ہے، یہ سارا پیسا کوئی عیش و عشرت پر خرچ نہیں کیا جائے گا۔اس کے علاوہ provision of free text books کے لئے ایک ارب روپیہ رکھا ہے جو وژن 2020 چیف منسٹر صاحب نے دیا کہ پہلی سے پانچویں جماعت تک مفت کتابیں فراہم کریں گے، پھر پانچویں سے آٹھویں تک اور اس کے بعد آٹھویں سے دسویں تک مفت کتابیں دیں گے۔اس وقت 10.8 ملین بچوں کو مفت کتابیں مل رہی ہیں اور ان کے door steps پر جا کر دی جاتی ہیں، ایسا پنجاب کی تاریخ میں کبھی بھی نہیں ہوا۔یہ اس لئے کیا گیا ہے تاکہ اس غریب کی سفید پوشی کا بھرم قائم رہے، ہم نے poverty alleviation پر کام کیا، women development پر کام کیا، women empowerment پر کام کیا، ہم نے اس غریب پاکستانی کسان کو اپنا بھائی خیال کیا کہ جس کی بڑی خواہش ہے کہ اس کا بچہ بھی ڈاکٹر یا انجینئر بنے اور اس کو کتابیں ملیں۔

جناب سپیکر! یہ -/14 روپے ماہانہ فیس بھی نہیں دے سکتے تھے پھر ہم نے کیبنٹ میٹنگ میں فیصلہ کیا۔ہم نے مفت تعلیم کی، ہم نے مفت کتابیں دیں۔ہم ان کے گھروں میں جاکر، پیک کر کے کتابیں بچوں کو پہنچاتے ہیں۔پنجاب کی تاریخ میں یہ پہلے کبھی بھی نہیں ہوا۔ہم نے -/200 روپیہ وظیفہ دیا۔وظیفہ کے لئے 90 کروڑ روپے مختص کئے گئے۔Non development میں کٹوتی کی جو یہ بات کر رہے ہیں اس میں 90 کروڑ کی جو آئٹم ہے وہ فری ٹیکسٹ بکس ہے۔اس کے بعد 77 کروڑ روپے کی گرانٹ to the school councils، سکول کونسلز اس لئے بنائی گئیں کہ جس وقت ہم سکول کی ایڈمنسٹریشن کی بات کرتے ہیں۔جہاں پر حاضری کم ہو رہی ہے، enrollment گر رہا ہے، drop out زیادہ ہو رہا ہے، ٹیچر غیر حاضر ہوتا ہے تو ہم نے سوچا کہ کیوں نہ ہم انتظامیہ پر social pressure دیں اور والدین کو involve کریں۔ہم اس کونسل میں 60 فیصد ممبر والدین کو رکھ دیں اور پھر ان والدین سے کہیں کہ آپ یہ سکول چلائیں۔یہ سکول

ان کے ہیں جن کے بچے اس میں پڑھتے ہیں۔ ہم نے یہی سوچا کہ اس کے والد کو سکول کو نسل کا چیئرمین لگا دیا جائے تا کہ اس کی ایڈمنسٹریشن اچھے انداز میں چلتی جائے۔

جناب سپیکر! ایک بہت بڑا کارنامہ جس کا کریڈٹ پنجاب حکومت کو ضرور ملنا چاہئے۔ ہماری ایک window جسے ہم پبلک پرائیویٹ پارٹنر شپ کے ذریعے poor schools این جی اوز کے ذریعے اور ہم جو پرائیویٹ سیکٹر کی مدد کرتے ہیں۔ وہ پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن ہے اور ہم نے پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن کو 3۔ارب 84 کروڑ روپے دیئے اس لئے دیئے کہ غریبوں کے سکولوں میں بھی مفت کتابیں جو کہ پرائیویٹ سیکٹر میں ہیں دی جائیں، وظیفہ بھی دیا جائے، ان کو مفت ٹیچر بھی دیا جائے۔ لوگوں نے ہم سے کہا کہ آپ پبلک سیکٹر میں مفت کتاب دے رہے ہیں تو یہ پرائیویٹ سیکٹر والا پاکستانی بچہ نہیں ہے۔ ہم نے اس چیز کو recognize کیا اور 3۔ارب 84 کروڑ روپیہ ایجوکیشن فاؤنڈیشن کو دے دیا اور انشاء اللہ دیا جائے گا اور یہ پیسا جو ہے پرائیویٹ سکولوں میں جائے گا کہ جن کی فیس -/50 یا -/100 روپیہ ہے یا وہ charitable organization ہے۔

جناب والا! اس کے بعد 2۔ارب 12 کروڑ روپیہ ٹیچرز ٹریننگ کے لئے رکھا گیا۔ یہاں پر جس معیار کی ہمیشہ بات ہوتی ہے کہ سرکاری معیار گر گیا۔ یہاں پر جو بچے ہیں ان کو پتا ہی نہیں وہ رٹا لگاتے ہیں۔ اس معیار کو بہتر کرنے کے لئے تین چیزوں پر فوکس کیا گیا ہے۔ ایک تو circular کو change کیا گیا ہے۔ ٹیچر ٹریننگ پر focus کیا گیا ہے اور امتحانی نظام کو تبدیل کیا گیا ہے۔ یہ تین ایسے آئٹم ہیں کہ جس کے ذریعے آپ quality کی طرف بڑھتے ہیں۔ ہم نے ٹیچرز ٹریننگ پر 2۔ارب 12 کروڑ روپے دیئے۔ ٹیچرز ٹریننگ ہمارا ایک ایسا ایریا تھا جو weak area تھا۔ جس پر پنجاب کی وزارت تعلیم نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ اس ٹیچرز ٹریننگ کو لوگ سزا سمجھتے تھے کیونکہ آپ دور دراز کے علاقوں سے لیڈی ٹیچرز کو بلا کر کہتے تھے کہ آپ دو ہفتے رہیں اور ٹیچرز ٹریننگ حاصل کریں۔ جو کہ ایک سزا سمجھی جاتی تھی۔ ہم نے ایک نیا ماڈیول بنایا۔ ہم نے cluster based system کیا، grass root level پر ہم نے ٹیچرز کو بھیجا، ہم نے district Lead Master Trainer تیار کیا۔ وہ نیچے تحصیلوں میں جا کر cluster based کر کے وہاں پر اب ٹریننگ دی جا رہی ہے اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ پہلی بار ہوا کہ ہم نے یہ permanent posts کر دی ہیں۔ ہمارے پاس پہلے Master Lead Trainers اور ڈسٹرکٹ ٹیچر ایجوکیٹر کی پوسٹ مستقل نہیں تھی۔ ہم نے سمری کے ذریعے وزیر اعلیٰ پنجاب سے اجازت لی اور اب ہماری یہ

پوسٹیں پکی ہو گئی ہیں۔ اس وقت انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے پورے پنجاب میں نان سٹاپ on the spot ریگولر ٹیچر ٹریننگ ہمارے ٹیچرز کو دی جائے گی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! پہلے یہ ٹیچر ٹریننگ گرمی کی چھٹیوں میں دی جاتی تھی۔ صرف تین مہینے دی جاتی تھی۔ ہم نے بہت بڑی رقم 6-ارب 31 کروڑ روپے Non development میں books کی صورت میں کالجز میں ایڈمنسٹریشن کے لئے آپ کو یاد ہو گا کہ حکومت پنجاب نے واپس rotate کیا۔ کالجز provincial subject ہیں، سکولز devolved ہیں اور وہ ڈسٹرکٹ سبجیکٹ ہیں۔ اس کے لئے اب ہم نے صاف ظاہر ہے کہ کالجز ہمارے پاس واپس آئے۔ ٹوٹل 430 کالج بنتے ہیں ان کو ہم نے واپس حاصل کیا۔ اسی طریقہ سے 4-ارب 80 کروڑ روپے کی بہت بڑی رقم grant-in-aid to the autonomous bodies ہماری autonomous bodies ہمارے institutions ہیں جس طرح چونا منڈی کالج، کوئین میری کالج وغیرہ ہیں۔ حکومت ان کو گرانٹ دیتی ہے۔ ہم نے اس کے لئے بھی non development میں رقم مختص کی اور اس طرح اگر آپ اس کا پورا تخمینہ لگائیں تو یہ 22-ارب روپیہ بنتا ہے جس کے بارے میں انہوں نے یہاں پر کٹوتی دی ہے۔

جناب سپیکر! ہم نے بڑی نیک نیتی کے ساتھ اپنی ایجوکیشن پالیسی کو top priority پر رکھا چونکہ یہ vision 2020 کا بہت بڑا حصہ تھا اور یہی focus کیا گیا کہ یہاں پر پیسا مختص کیا جائے۔ پنجاب ایک literate society کے طور پر ابھرے، پنجاب ایک "پڑھا لکھا پنجاب" اور روشن پاکستان بن سکے، پنجاب جو کہ highly populated صوبہ ہے جس میں 80 ملین بندے رہتے ہیں اور اللہ کی مہربانی سے ہماری ان interventions سے جو ہم نے focus, commitment, good governance, 100 percent utilization of funds جس کے بارے میں میں آخر میں بھی بات کروں گا اس حوالے سے ہم نے 42 فیصد شرح خواندگی سے 62 فیصد تک پہنچ گئے ہیں۔ یہ سارا کریڈٹ حکومت پنجاب کو جاتا ہے، اس vision کو جاتا ہے جو کہ وزیراعلیٰ پنجاب نے پہلے ہی دن دیا تھا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! ہم نے commitment show کی۔ ہم نے کوئی کوٹا نہیں دیا۔ ہم نے 50 ہزار کنٹریکٹ پر اساتذہ کو بھرتی کیا اور یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ میرٹ پر ہم نے اس کی ریکروٹمنٹ کی ہے اور سارے لوگوں نے ہم سے تعاون کیا۔

جناب سپیکر! کسی بھی ادارے کے ساتھ کوئی سیاست نہیں ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہ قومی

ادارے ہیں، یہ سکولز ہم نے اپنی آنے والی نسل کو یہاں سے بنانا ہے اور ہم اس نسل کو ایک feeling دینا چاہتے ہیں کہ وہ بڑے A کلاس شہری ہیں۔ غریب ہونا ہم کوئی لعنت نہیں بنانا چاہتے لہذا اس لئے ہم اس غریب بچے، اس غریب ماں باپ جس کی بڑی خواہش ہے کہ اس کا بچہ پڑھ جائے اور کوئی بڑا آدمی بن جائے، ہم نے اس کو focus کیا۔ آج اللہ کی مہربانی سے یہاں پر میرے دوستوں نے ٹیچرز کی تنخواہوں کے حوالے سے بات کی۔ ہم مانتے ہیں کہ ہمارا جو ایجوکیٹر ہے اس کی تنخواہ -/4200 ہے جو بہت کم ہے۔ یہی بات کئی بار وزیر اعلیٰ صاحب سے ہوئی اور وزیر اعلیٰ خود جا کر سمری کے انداز میں جا کر وزیر اعظم سے ہم نے کہا ہمیں وزیر اعظم نے جو ایک ہزار روپے الاؤنس کا اعلان کیا تھا۔ اس کے لئے ہمیں 3۔ ارب روپیہ سالانہ دینا پڑتا ہے۔ مالی سال کے اختتام پر ہمارے پاس پیسے نہیں تھے۔ ہم نے پیسے وزیر اعظم صاحب سے مانگے کہ آپ نے اعلان کیا۔ میں آپ کو ایک خوشخبری سنانا چاہتا ہوں کہ جب وفاقی بجٹ کا اعلان ہوا تو 15 فیصد ہمارے تمام ٹیچرز کی تنخواہ بڑھ گئی ہے۔ پچھلے سال 15 فیصد مہنگائی الاؤنس دیا تھا جو کہ پنجاب حکومت نے مہنگائی الاؤنس تمام ٹیچرز کو دے دیا۔ یہ جو 15 فیصد تنخواہ بڑھی ہے یہ ہمارے ان کنٹریکٹ ٹیچرز کو بھی ملے گی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! ابھی یہاں پر الاؤنس کی بات ہو رہی ہے جو ہمارے ٹیچرز سڑکوں پر آئے ہوئے ہیں۔ اس بارے میں وزیر اعلیٰ صاحب نے ایک high power کمیٹی بنا دی ہے۔ چیف سیکرٹری اس کو head کر رہے ہیں، سیکرٹری ہوم ہیں اور سیکرٹری فنانس ہیں۔ کل بھی میٹنگ تھی اور آج بھی اس حوالے سے میٹنگ ہے۔ ایسے matters جو کہ پنجاب حکومت سے related ہیں ان کی promotions کے حوالے سے، ان کے pay scale کے حوالے سے یا ان کی تنخواہوں اور الاؤنسز کے حوالے سے، وہ کمیٹی جب بھی اپنی سفارشات دے گی انشاء اللہ تعالیٰ اس پر عملدرآمد ہو گا۔

جناب سپیکر! آخری دو باتیں یہاں پر کرنی انتہائی ضروری ہیں۔ ایک تو یہ کہ پانچویں اور آٹھویں کے امتحان کی یہاں پر بات کی گئی۔ ہم نے quality کو حاصل کرنے کے لئے نیا امتحانی نظام رائج کیا۔ یہ پیپرز پنجاب میں بنائے جائیں گے اور تمام ضلعوں کو ایک ہی پیپر جائے گا اور پانچویں اور آٹھویں یاد رکھئے ایک ایسا امتحان ہے جو کہ ہماری internal assessment ہے اس میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہم اتنا پیسا لگا رہے ہیں، آیا معیار تعلیم کیسا ہے، ٹیچر کیسا پڑھا رہا ہے، circular کیسا

ہے، books کیسی develop ہوئی ہیں اور آیا بچوں کو کوئی problem ہے۔

جناب والا! یہ بورڈ کا امتحان نہیں ہوتا۔ بورڈ کا امتحان صرف دسویں اور بارہویں کا ہوتا ہے جس میں پاس فیل ہوتا ہیں۔ جس دن پانچویں کا امتحان تھا اس دن ہمارے ٹیچرز سڑکوں پر تھے، انہوں نے ہڑتال کی ہوئی تھی۔ دس اضلاع میں بچوں کو مارا پیٹا گیا اور سنٹرز کو lock up کیا اور بچوں کو باہر نکال دیا گیا اس لئے پانچویں کا امتحان نہیں ہو سکا۔ پھر کچھ دن بعد آٹھویں کا امتحان تھا، پھر بھی وہ ٹیچرز strike پر تھے۔ اس میں لوگوں کو بہت زیادہ inconvenience face کرنا پڑی۔ ہم نے فیصلہ کیا کہ ہم یہ امتحان لیں گے ہی نہیں، ٹھیک ہے اس میں فیل پاس نہیں ہوتا لیکن ہماری یہ ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ ہم اس بچے کو facilitate کریں جس کے لئے اتنا زیادہ پیسا لگایا جاتا ہے۔ Books کے حوالے سے وزیر اعلیٰ صاحب سے کئی بار اس بارے میں میٹنگز بھی ہوئیں کہ آیا ان گرمی کی چھٹیوں میں books ہمیں دینی چاہئیں یا نہیں۔ ہم نے دو اضلاع میں pilot کیا اور وہ pilot کامیاب رہا۔ ابھی وزیر اعلیٰ صاحب کی ہدایت سے ہم نے ڈیپارٹمنٹ کو یہ کہہ دیا ہے کہ آپ ایک ایسا فارمولہ طے کریں کیونکہ اب سکولوں میں چھٹیاں ہو گئی ہیں۔ ٹیچرز بھی چھٹی پر چلے گئے ہیں، بچے بھی چھٹی پر چلے گئے ہیں۔ ہم نے اضلاع سے کہہ دیا ہے کہ جس میں جتنی capacity ہے اگر آپ تمام بچوں کو گھروں سے بلا لیں اور یہ books آپ انہیں اگر دے سکتے ہیں تو آپ دے دیں۔ اس میں ہمیں کوئی پرابلم نہیں ہوگی۔ ہم چاہتے ہیں کہ بچے کے ہاتھ میں کتاب رہے اور بچہ پڑھتا رہے۔

جناب سپیکر! آخری بات یہ ہے کہ یہاں پر رانا صاحب کی فنانس منسٹر کے ساتھ بحث ہو رہی تھی تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ تمام ڈیپارٹمنٹس کا mid term review بھی ہوتا ہے، کتنی releases ہوتی ہیں، کتنی utilization ہوتی ہے، کتنی ٹرانسفر ڈسٹرکٹس کو جاتی ہیں۔ یہ mid term review ہوتا ہے ہمارا پی اینڈ ڈی سے مل کر اور ہر وزیر، ہر سیکرٹری، ہر ڈیپارٹمنٹ وزیر اعلیٰ کے ساتھ مل کر ہم دیکھتے ہیں کہ ہم کس طرف کھڑے ہیں اور کتنا ہمارا بجٹ خرچ ہوا ہے۔ محکمہ تعلیم میں انشاء اللہ تعالیٰ 30۔ جون تک 100 percent utilization کی یقین دہانی کرواتا ہوں کہ کوئی پیسا ضائع نہیں ہوا اور جس صفحہ نمبر 49 کی یہ نشاندہی کر رہے ہیں تو یہ تکنیکی معاملہ ہے۔ 9۔ ارب روپے کا بجٹ estimate بنایا گیا لیکن جب revised آیا تو 4۔ ارب روپے اور اس میں 5۔ ارب روپے کی ایک missing ہے اور یہ وہ رقم ہے کہ جو ڈسٹرکٹس کو on line

transferہو جاتا ہے جو کہ وہاں پر اکاؤنٹ 4 میں چلا جاتا ہے اور جب یہ اکاؤنٹ 4 میں پیسا چلا جاتا ہے تو ہماری طرف سے یہ پیساspendہو جاتا ہے،utilizeہو جاتا ہے لیکن ہم ان کی مانیٹرنگ کے ذریعے،affectiveمانیٹرنگ ٹیم جو ہم نےthird party monitoringچیف منسٹر مانیٹرنگ ٹیم تیار کی ہے جس میں ہم نے 800 بندے بھرتی کئے اور ایک ایک سکول میں ہمارا موٹر سائیکل والا جوان جاتا ہے اور جا کرassessکرتا ہے۔

جناب سپیکر! دنیا کے کسی بھی ملک میں10 percent random inspection سے زیادہ کوئی نہیں چلتا لیکن آپ کا واحد ملک پاکستان ہے کہ پنجاب میں 100 فیصد انسپکشن ہم نے مانیٹرنگ کے ذریعے شروع کر دی ہے اور ہم یہensureکر رہے ہیں کہ یہ پیسا، جوpublic moneyہے،Tax payable moneyہے اور یہ لوگوں کی امانت ہے تو ایک ایک پیسے اور ایک ایک دمڑی کا حساب، اس کوaccountableاورanswerableبنانے کے لئے یہthird party monitoring teemہم نے تیار کی جو کہ ہمارا احتساب کرتے ہیں اور یہ وہthird partyہے جو کہ منسٹری کو چیک کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ کیا حالات ہیں، کیسا ٹھیکیدار کام کر رہا ہے، بجلی، پانی انرولمنٹ اور حاضری کا بتاتی ہے۔

جناب سپیکر!third partyمانیٹرنگ سے ہمارے ٹیچرز کی حاضریensureہوئی اور ٹیچرز نے حاضر رہنا شروع کر دیا ہے لہذا ہماری ہر چیز پر نظر ہے اور ہم نے یہ جو پالیسی بنائی ہے تو اس میں پچھلے بیس سالوں میں پہلے سکول ایجوکیشن میں بہت زیادہ زور رہا ہے اور جتنے بھی سوشل ایکشن پروگرام بنے ہیں اور سب نے سکول پر فوکس کیا اور ہم نے بھی سکول پر فوکس کیا لیکن آج آپ نے دیکھا ہوگا کہ ڈویلپمنٹ سائیڈ پر ہم نے یونیورسٹی کے لئے ہائر ایجوکیشن کے لئے 6۔ارب روپے رکھے ہیں اور ہم پورے ڈیپارٹمنٹ کو اور پوری اس پالیسی کو بڑاholistically dealکر رہے ہیں اور ہم نے تمامgrey areasکوaddressکیا، سکول، کالجز، یونیورسٹی بچے کی smooth shiftingہو اور بچے کو کوئی پرابلم نہ آئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ وفاق کے ساتھ ہم بالکل تعاون کرتے ہیں، ہم چاروں صوبے بیٹھ کر وفاق کے ساتھ یونیفارم پالیسی بناتے ہیں اور یہ ٹیچرز کی ہڑتال صرف پنجاب میں ہی نہیں بلکہ تینوں صوبوں میں ہے۔ آپ یاد رکھیں کہ یہاں پر لوگوں نے کہا کہ شاید یہاں ہم فیڈرل حکومت سے ڈکٹیشن لیتے ہیں لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ فیڈرل حکومت بھی ہماری اپنی حکومت ہے اور کچھ ایسیproposalsہیں جو کہ پنجاب نے دی ہیں کہ

یونیفارم پالیسی بنانے کے لئے composite exam، اکیڈمک سیشن کو change کرنا اور اس کے بعد Boards میں uniformity لے کر آنا، یہ پنجاب نے suggest کیا تھا اور پنجاب ایک leading صوبہ ہے اور باقی صوبے اس کو follow کرتے ہیں۔

جناب سپیکر! آپ کے ریفارم پروگرام کو اتنی پذیرائی ملی ہے کہ دنیا کی تمام انٹرنیشنل ایجنسیاں یہ کہتی ہیں کہ یہ بہترین پروگرام ہے۔ انہوں نے پوری دنیا میں سوشل سیکٹر میں 14 پروگرام select کئے تھے اور آپ کے پنجاب پاکستان کو ان 14 پروگراموں میں سے ریفارم پروگرام کو اتنی پذیرائی ملی ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہماری گڈ گورننس سے، ہماری commitment سے، ہمارے وژن سے اور ہماری merit based policy سے ایشین ڈویلپمنٹ بنک، ورلڈ بنک کو جو ہم کہتے ہیں financial support ہمیں ملتی ہیں۔ یہ آپ کی کریڈیبلٹی ہے، یہ پنجاب کی کریڈیبلٹی ہے اور یہ پنجاب کی کریڈیبلٹی ہے جو کہ ہم financial disaster کی طرف جا رہے تھے تو ہم نے اپنی گڈ گورننس، حکمت عملی، اپنی پوری ٹیم سے یہ stage حاصل کی ہے کہ آج لوگ پنجاب کو ایک رول ماڈل پنجاب کا حوالہ دیتے ہیں اور یہ سارا کریڈٹ ہماری پوری کابینہ، ہمارے boss اور چیف ایگزیکٹو وزیراعلیٰ پنجاب چودھری پرویزالٰہی کو جاتی ہے۔

جناب سپیکر! میری آپ سے یہ استدعا ہو گی اور میں اپنے فاضل ممبران کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ اور ہمارا collective cause ہے ایجوکیشن میں کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے۔ آپ appreciate کیجئے کہ یہ واحد ایسی حکومت ہے جس نے پیسا لگایا ہے۔ آپ اور ہم پرانی حکومتوں میں بھی رہے ہیں لیکن پیسا کبھی بھی ایجوکیشن پر نہیں لگا۔ نعرے لگتے رہے ہیں لیکن یہ واحد حکومت ہے جس نے اپنی intentions اپنی بجٹ ایلوکیشن سے prove کی ہیں۔ میں آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ اس کٹوتی کی تحریک کو مسترد کیا جائے۔ شکریہ

جناب مشتاق احمد (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب مشتاق احمد (ایڈووکیٹ): شکریہ۔ جناب سپیکر! ہم اس کٹوتی کی مخالفت کرتے رہے ہیں۔ وزیر موصوف صاحب نے جو کچھ فرمایا ہے اگر یہ اس پر عمل کر سکیں تو ہم اس کی تائید کریں گے لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ اس کے پچاس فیصد پر بھی عمل نہیں کریں گے چونکہ پانچ سال ہو گئے۔۔۔

جناب سپیکر: تشریف رکھیں۔ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر valid نہیں ہے۔

"اب سوال یہ ہے کہ 21۔ارب 75 کروڑ 45 لاکھ 68 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر PC21015 تعلیم کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

(تحریک نامنظور ہوئی)

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 21۔ارب 75 کروڑ 45 لاکھ 68 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2008 کو ختم ہونے والے مالی سال 08-2007 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "تعلیم" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

جناب سپیکر: جیسا کہ پہلے اعلان کیا گیا تھا کہ چار مطالبات زر cut Motion کے اوپر آج کارروائی ساڑھے گیارہ بجے تک ہو گی اور اس کے بعد باقی ماندہ مطالبات زر پر کارروائی قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب مصدرہ 1997 کے قاعدہ (4)144 کے تحت گلوٹین کے اطلاق کے ذریعے براہ راست ہو گی تو آج جمعہ کا دن اور وقت کی کمی ہے اور اپوزیشن سے بھی اس بابت بات ہو گئی تھی اور وہ مطمئن ہے کہ پولیس کا محکمہ رہ گیا ہے تو جب سپلیمنٹری بجٹ پر بحث ہو گی تو اس وقت بات ہو جائے گی۔ راجہ صاحب نے بھی اس سے اتفاق کیا ہے کہ اس وقت پولیس پر بات کر لیں گے۔ اب اہم قاعدہ (4)144 کے تحت گلوٹین کا اطلاق کرتے ہوئے کارروائی کا آغاز کرتے ہیں۔

مطالبہ زر نمبر PC-21001

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 24 لاکھ 33 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2008 کو ختم ہونے والے مالی سال 08-2007 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "افیون" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21002

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 2 کروڑ 9 لاکھ 11 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2008 کو ختم ہونے والے مالی سال 08-2007 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "مالیہ اراضی" برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21003

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 2 کروڑ 76 لاکھ 8 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2008 کو ختم ہونے والے مالی سال 08-2007 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "صوبائی آبکاری" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21004

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 9 کروڑ 36 لاکھ 61 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2008 کو ختم ہونے والے مالی سال 08-2007 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "اسٹامپ" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21005

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 86 کروڑ 67 لاکھ 29 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30- جون 2008 کو ختم ہونے والے مالی سال 08-2007 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "جنگلات" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21006

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 21 لاکھ 3 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30- جون 2008 کو ختم ہونے والے مالی سال 08-2007 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "رجسٹریشن" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21007

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 2 کروڑ 70 لاکھ 95 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30- جون 2008 کو ختم ہونے والے مالی سال 08-2007 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "اخراجات برائے قوانین موٹر گاڑیاں" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21008

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 5کروڑ 47لاکھ 40ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2008 کو ختم ہونے والے مالی سال 08-2007کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "دیگر ٹیکس و محصولات" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21009

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 6۔ارب 79کروڑ 29لاکھ 57 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2008 کو ختم ہونے والے مالی سال 08-2007کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "آبپاشی و بحالی اراضی" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21010

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 21۔ارب 84کروڑ 46لاکھ 98 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2008 کو ختم ہونے والے مالی سال 08-2007کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "انتظام عمومی" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21011

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو ایک ارب 88 کروڑ 56 لاکھ 8 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2008 کو ختم ہونے والے مالی سال 08-2007 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "نظام عدل" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21012

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو ایک ارب 87 کروڑ 51 لاکھ 36 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2008 کو ختم ہونے والے مالی سال 08-2007 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "جیل خانہ جات و سزایافتگان کی بستیاں" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21013

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 29۔ارب 10 کروڑ 86 لاکھ 36 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2008 کو ختم ہونے والے مالی سال 08-2007 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "پولیس" برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21014

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 3 کروڑ 21 لاکھ 60 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2008 کو ختم ہونے والے مالی سال 08-2007 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "عجائب خانہ جات" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21017

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 54 کروڑ 50 لاکھ 72 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2008 کو ختم ہونے والے مالی سال 08-2007 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "صحت عامہ" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21019

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 18 کروڑ 15 لاکھ 43 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2008 کو ختم ہونے والے مالی سال 08-2007 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "ماہی پروری" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21020

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 96 کروڑ ایک لاکھ 20 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2008 کو ختم ہونے والے مالی سال 08-2007 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "ویٹرنری" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21021

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 6 کروڑ 86 لاکھ 88 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30 جون 2008 کو ختم ہونے والے مالی سال 08-2007 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "امداد باہمی" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21022

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 2۔ ارب، 34 کروڑ 69 لاکھ 96 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30 جون 2008 کو ختم ہونے والے مالی سال 08-2007 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "صنعتیں" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21023

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 66 کروڑ 63 لاکھ روپے سے زیادہ نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2008 کو ختم ہونے والے مالی سال 08-2007 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "متفرق محکمہ جات" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21024

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 2۔ارب 51 لاکھ 39 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2008 کو ختم ہونے والے مالی سال 08-2007 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "سول ورکس" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21025

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو ایک ارب 97 کروڑ 92 لاکھ 41 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2008 کو ختم ہونے والے مالی سال 08-2007 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "مواصلات" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21026

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو ایک ارب 75 کروڑ 29 لاکھ 90 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2008 کو ختم ہونے والے مالی سال 08-2007 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21027

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو ایک کروڑ 88 لاکھ 36 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2008 کو ختم ہونے والے مالی سال 08-2007 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "ریلیف" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21028

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 12۔ارب 65 کروڑ روپے سے زیادہ نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2008 کو ختم ہونے والے مالی سال 08-2007 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "پنشن" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21029

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 8کروڑ 4لاکھ 93ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2008کو ختم ہونے والے مالی سال08-2007کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "سٹیشنری اینڈ پرنٹنگ" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21030

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو5۔ارب 85کروڑ روپے سے زیادہ نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون 2008کو ختم ہونے والے مالی سال08-2007کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "سبسڈیز" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21031

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو ایک کھرب 5۔ارب 27کروڑ 66لاکھ 42ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون 2008کو ختم ہونے والے مالی سال 08-2007کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "متفرقات" برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-21032

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 2 کروڑ 57 لاکھ 77 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30- جون 2008 کو ختم ہونے والے مالی سال 08-2007 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "سول ڈیفنس" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-13033

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 35- ارب 32 کروڑ 55 لاکھ 40 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30 جون 2008 کو ختم ہونے والے مالی سال 08-2007 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "غلہ اور چینی کی سرکاری تجارت" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-13034

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو ایک کروڑ 38 لاکھ 82 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30- جون 2008 کو ختم ہونے والے مالی سال 08-2007 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "میڈیکل سٹورز اور کوئلے کی سرکاری تجارت" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-22036

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 71-ارب 88 کروڑ 47 لاکھ 63 ہزار روپے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30-جون 2008 کو ختم ہونے والی مالی سال 08-2007 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "ترقیات" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-12037

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 10-ارب 67 کروڑ 18 لاکھ 5 ہزار روپے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30-جون 2008 کو ختم ہونے والی مالی سال 08-2007 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "تعمیرات آبپاشی" برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-12038

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 68 کروڑ 12 لاکھ 20 ہزار روپے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30-جون 2008 کو ختم ہونے والی مالی سال 08-2007 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "زرعی ترقی و تحقیق" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-12040

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 60 کروڑ روپے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2008 کو ختم ہونے والی مالی سال 08-2007 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "شہری ترقی" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-12041

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 53۔ارب 69 کروڑ 60 لاکھ 98 ہزار روپے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2008 کو ختم ہونے والی مالی سال 08-2007 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "شاہرات و پل" برداشت کرنے پڑیں گے۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-12042

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 15۔ارب ایک کروڑ 84 لاکھ 12 ہزار روپے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2008 کو ختم ہونے والی مالی سال 08-2007 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسواء دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "سرکاری عمارات" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر PC-12043

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو 14۔ارب 28 کروڑ 13 لاکھ 66 ہزار روپے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2008 کو ختم ہونے والی مالی سال 08-2007 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "قرضہ جات برائے میونسپلٹیز/خود مختار ادارہ جات وغیرہ" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

(نعرہ ہائے تحسین)

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے زبردست ڈیسک بجائے گئے)

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شیخ اعجاز صاحب! فرمائیں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! شکریہ۔ آج سے کوئی پانچ یا چھ روز قبل میں نے ایک پوائنٹ آف آرڈر raise کیا تھا۔ آج چونکہ ہاؤس کے اندر قائد ایوان بھی تشریف فرما ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ان کی موجودگی میں بھی یہ بات on record آجانی چاہئے کہ جب پنجاب کے اندر گرفتاریاں کی جا رہی تھیں۔۔۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! یہ پوائنٹ آف آرڈر valid نہیں ہے۔

اب اجلاس بروز سوموار مورخہ 25۔جون 2007 کو سہ پہر 3:00 بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

946

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،25۔جون2007

تلاوت قرآن پاک وترجمہ

سرکاری کارروائی

1۔ مسودہ قانون مالیات پنجاب مصدرہ2007(مسودہ قانون نمبر15 بابت 2007)

2- منظور شدہ اخراجات کا گوشوارہ برائے سال08-2007

3۔ مسودہ قانون (ترمیم اول)محتاج اور بے آسرا بچے پنجاب مصدرہ 2007
(مسودہ قانون نمبر1 بابت2007)

4۔ مسودہ قانون پنجاب فارینسک سائنس ایجنسی مصدرہ2007
(مسودہ قانون نمبر16 بابت2007)

948

صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھویں اسمبلی کا تیسواں اجلاس

سوموار، 25۔جون 2007

(یوم الاثنین 9۔جمادی الثانی 1428ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں سہ پہر 3 بج کر 25 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر چودھری محمد افضل ساہی منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری عبدالماجد نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم o

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ o

لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُولٞ مِّنۡ أَنفُسِكُمۡ عَزِيزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ
حَرِيصٌ عَلَيۡكُم بِٱلۡمُؤۡمِنِينَ رَءُوفٞ رَّحِيمٞ ۝١٢٨ فَإِن تَوَلَّوۡاْ
فَقُلۡ حَسۡبِيَ ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَۖ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُۖ وَ
هُوَ رَبُّ ٱلۡعَرۡشِ ٱلۡعَظِيمِ ۝١٢٩

سورۃ التوبۃ آیات 128 تا 129

بے شک تمہارے پاس تم میں سے (ایک باعظمت) رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لائے۔ تمہارا تکلیف و مشقت میں پڑنا ان پر سخت گراں (گزرتا) ہے۔ (اے لوگو!) وہ تمہارے لئے (بھلائی اور ہدایت کے) بڑے طالب و آرزومند رہتے ہیں (اور) مومنوں کے لئے نہایت (ہی) شفیق، بے حد رحم فرمانے والے ہیں (128) اگر (ان بے پناہ کرم نوازیوں کے باوجود) پھر (بھی) وہ روگردانی کریں تو فرما دیجئے۔ مجھے اللہ کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں اسی پر بھروسہ کئے ہوئے ہوں اور وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے (129)

وما علینا الا البلاغ o

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔اب ہم تحاریک استحقاق لیتے ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: ارشد محمود بگو صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں نے دوروز پہلے بھی وزیرستان میں جو آدمی شہید ہوئے تھے ان کے متعلق اس ایوان میں گفتگو کی تھی۔آج اخبارات میں مسٹر ٹامس جو نیٹو فوج کے spokesman ہیں ان کی statement آئی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ [*******] ہم نے آپریشن کیا ہے جس میں درجنوں مسلمان شہید ہوئے ہیں۔میں صرف ایک سوال پوچھتا ہوں کہ کیا مسلمان اتنے ارزاں ہیں،ان کا خون اتنا سستا ہے کہ اس طرح سے اس کو بہایا جائے اور اس طرح سے اس کو مارا جائے۔

جناب سپیکر! پورے پاکستان میں کوئی آواز نہیں گونج رہی تو میں آپ کی وساطت سے حکومت اور راجہ بشارت صاحب سے ہمارا یہ message پہنچائیں کہ خدا کے لئے یہ ہاتھ روکیں۔ ایک وقت آئے گا کہ پھر ہمارا کوئی آسرا نہیں ہوگا پھر لوگ ہمیں نہیں چھوڑیں گے۔

جناب سپیکر: شکریہ

تعزیت

کراچی میں طوفان اور سیلاب سے فوت ہونے والوں کے لئے دعائے مغفرت

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں یہ گزارش کروں گا کہ کراچی میں 233 کے قریب لوگ طوفان اور سیلاب کی نذر ہو گئے ہیں ان کے لئے دعائے مغفرت کی جائے۔

جناب سپیکر: کراچی میں جو لوگ فوت ہوئے ہیں ان کے لئے دعائے مغفرت کی جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں صرف اتنی گزارش کرنا چاہوں گا کہ جس طرح ارشد بگو صاحب فرما رہے تھے واقعی یہ ایک قابل افسوسناک بات ہے لیکن افواج پاکستان کے جو

---

* بحکم جناب سپیکر صفحہ نمبر 950 الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

ترجمان ہیں ان کی طرف سے اس بات کی باقاعدہ تردید آئی ہے کہ ان کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ ملوث ہونے کی بات کو علیحدہ کر دیا جائے۔ جو لوگ وہاں پر شہید ہوئے ہیں اس پر ہمیں بھی افسوس ہے لیکن پاکستانی افواج کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

جناب سپیکر: یہ جو ملوث ہونے کی بات ہے یہ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: رانا صاحب تشریف رکھیں۔ پہلے فاتحہ خوانی کر لیں۔

(اس مرحلہ پر کراچی میں وفات پانے والوں کے لئے فاتحہ خوانی کی گئی)

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! جہاں تک فوج کے ملوث ہونے والی بات ہے کیا افواج پاکستان کا یہ فرض نہیں ہے افواج پاکستان کی یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ اس ملک کی سرحدوں کا دفاع کرے؟

جناب سپیکر: رانا صاحب انہوں نے صرف تصحیح کی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: اس ملک کے ہر شہری کا دفاع کرنا کیا ان کا فرض نہیں ہے؟

جناب سپیکر: رانا صاحب پاک فوج کے ترجمان نے اس کی تردید کی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! جن جرنیلوں نے اپنے سینوں پر ستارہ جرأت اور ہلال جرأت کے درجن درجن تمغے لگائے ہوئے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: رانا صاحب ان سے زیادہ باخبر ہم تو نہیں ہیں انہوں نے تو خود تردید کی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! بات یہ ہے کہ ان کا یہ حق نہیں ہے کہ اس ملک کا دفاع کریں۔

جناب سپیکر: حق یا نا حق والی تو بات نہیں ہے۔ میں آپ سے یہ کہہ رہا ہوں۔

رانا ثناء اللہ خان: ان کا صرف یہ کہنا۔

جناب سپیکر: رانا صاحب وہ لوگ زیادہ باخبر ہیں اور انہوں نے اس کی تردید کی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! افواج پاکستان کے ترجمان کا صرف یہ کہنا کہ یہ جو اتنے مسلمان بے گناہ مارے گئے ہیں ان کو امریکہ اور نیٹو کی افواج نے مارا ہے لیکن ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ جو لوگ مرے ہیں کیا افغانستان میں مرے ہیں، کیا وہ عراق میں مرے ہیں، کیا وہ پاکستان کی سرزمین پر نہیں مرے اور پاکستان کی سرزمین کا دفاع کرنے کے لئے یہ کروڑوں، اربوں

اور کھربوں روپے قوم ان کو دفاع کے لئے دے رہی ہے؟

جناب سپیکر: رانا صاحب کروڑوں، اربوں اور کھربوں روپے اگر خرچ کر رہے ہیں تو دفاع بھی اللہ کے فضل وکرم سے۔۔۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! کیا دفاع کر رہے ہیں؟ یہ دفاع کر رہے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔

رانا ثناء اللہ خان: وہ نیٹو کی فوج۔۔۔

تحاریک استحقاق

جناب سپیکر: رانا صاحب آپ تشریف رکھیں یہ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر valid نہیں ہے۔ تحریک استحقاق نمبر 28 میاں افتخار حسین صاحب کی طرف سے ہے۔ ان کی طرف سے ہے۔ یہ چٹ آئی ہے اور کل تک کے لئے اس کو pending کیا جاتا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! رشدی کو تو قتل کرنے کے لئے آپ امریکہ جانے کو تیار ہیں ہماری بھی تو بات سنیں۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! یہ بھی مسلمان مرے ہیں۔ یہ جو معاملہ ہے یہ جو بے گناہ مسلمان شہید ہو رہے ہیں اس سے نہ صرف یہ کہ ہماری دنیا میں بدنامی ہو رہی ہے اور اس سے ہم insecure state کے طور پر ابھر رہے ہیں اس سے امن وامان کا مسئلہ بھی پیدا ہو رہا ہے اور وہی لوگ جب react کرتے ہیں ردعمل کا اظہار کرتے ہیں تو پھر معاملہ وزارت قانون کی حد تک آ جاتا ہے اور پھر لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے ہمارا یہ مؤقف ہے کہ اس بیان کے اوپر ہمیں مطمئن نہیں ہونا چاہئے بلکہ اس کی مذمت کرنی چاہئے جو نیٹو کی forces نے پاکستان کی حدود کے اندر آ کر حملہ کیا ہے۔ اگر راجہ صاحب کی بات کو درست تسلیم کر لیا جائے کہ نیٹو کی فورسز نے پاکستان کی حدود کے اندر آ کر جو حملہ کیا ہے اس میں پاکستانی فورسز کی intelligence کی assistance

حاصل نہیں تھی تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ اور بھی قابل مذمت ہے۔

جناب سپیکر: راناصاحب یہ مرکز سے related matter ہے یہ matter قومی اسمبلی میں اٹھایا جا سکتا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: لیکن ہم مسلمان تو ہیں ناں!

جناب سپیکر: جی، بالکل مسلمان ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: تو پھر ہمیں اس کی مذمت کرنی چاہیئے۔

جناب سپیکر: جی، آپ تشریف رکھیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! نہیں۔اس کی مذمت۔۔۔

جناب سپیکر: جی، سید احسان اللہ وقاص!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ چند دن پہلے فوجی افسروں سے خطاب کرتے ہوئے جنرل مشرف صاحب نے فرمایا تھا کہ پاکستان کا دفاع اتنا مضبوط ہے کہ کوئی بھی اس کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا۔یہ خود جنرل صاحب نے فرمایا ہے۔اب جبکہ پاکستان پر گزشتہ ایک ہفتے کے دوران چار حملے ہوئے ہیں اور اس میں مختلف بے گناہ پاکستانی مسلمان عورتیں اور بچے شہید ہوئے ہیں۔ان کا جو یہ فرمانا ہے کہ پاکستان کی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا۔آنکھ اٹھا کر تو کیا وہ تو میزائل مار مار کر ہمارے ساتھیوں اور بھائیوں کو شہید کر رہے ہیں، بچوں اور عورتوں تک کو شہید کر رہے ہیں اس لئے میں یہ درخواست کرتا ہوں کہ یہ جو امریکہ اور اس کے حواریوں نے وہاں پر حملہ کیا ہے جس میں بے گناہ پاکستانی عورتیں اور بچے شہید ہوئے ہیں ہم سب مل کر اس حملے کی مذمت کریں۔

جناب سپیکر: شکریہ

جناب ارشد محمود بگو: جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا۔۔۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب ارشد محمود بگو: جناب والا! پاک فوج سے متعلقہ تو ہم بات نہیں کر رہے ہم تو یہ کہہ رہے ہیں کہ نیٹو فورسز نے ہمارے ملک کی سلامتی پر حملہ کیا ہے۔اس پر ہمیں قرارداد مذمت پاس کرنے میں

کیا حرج ہے؟

جناب سپیکر: آپ لاء منسٹر صاحب سے بات کر لیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں لاء منسٹر صاحب سے بھی کہوں گا کہ یہ ہاؤس سے پوچھ لیں اور میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ آپ کا دل ہمارے ساتھ ہے ان کے ساتھ نہیں ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ۔۔۔

جناب سپیکر: قرارداد کا بھی ایک طریق کار ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب والا! رشدی کے خلاف قرارداد اسی ہاؤس نے پاس کی۔ میں کہتا ہوں کہ وزیر قانون صاحب صرف یہ کہہ دیں کہ ہم اس واقعہ کی مذمت کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: بگو صاحب یہ قرارداد کا طریق کار ہے؟

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہ ہوا ہے، رشدی کے معاملے میں ہوا ہے۔

جناب سپیکر: آپ اس matter کو اس سے تو تشبیہ نہ دیں۔ وہ matter علیحدہ ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب والا! حضور نبی کریم ﷺ نے خانہ کعبہ سے مخاطب کر کے کہا کہ اے خانہ کعبہ تو مجھے مقدس نہیں ہے ایک مسلمان کا قطرہ خون جو ہے وہ میرے لئے مقدس ہے۔

جناب سپیکر: تو بگو صاحب آپ لاء منسٹر کے ساتھ بیٹھ جائیں ابھی تو سیشن چل رہا ہے۔ رانا صاحب آپ بھی وزیر قانون کے ساتھ بیٹھ جائیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! چھوٹے چھوٹے بچے۔

جناب سپیکر: آپ ان سے بات کر لیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! وزیر قانون سے پوچھ لیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب والا! میں چودھری ظہیر الدین صاحب سے درخواست کروں گا کہ اس دن انہوں نے ہاتھ کھڑے کر کے اور آج بھی یہ ہاتھ کھڑے کر کے۔۔۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ یہ قابل افسوس بات ہے لیکن اس پر وفاقی حکومت کی طرف سے بھی reaction آیا ہے۔ جس طرح سے میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ افواج پاکستان کی طرف سے اس کی وضاحت بھی آئی ہے اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس سلسلے میں ہمارے جو concerned ادارے ہیں فارن آفس اور سارے لوگوں سے مل کر فیڈرل گورنمنٹ کا point of view دیکھ لیں اور انشاء اللہ تعالیٰ اس کے بعد جو لائحہ عمل آپ کہیں گے ہم بنا لیں گے۔ شکریہ

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! اس میں مؤقف کی بات نہیں ہے۔ افواج پاکستان کا جو مؤقف ہے افواج پاکستان کے ترجمان نے بیان کر دیا ہے۔ بات ثابت ہو چکی ہے کہ نیٹو فورسز نے پاکستان کی territorial jurisdiction کی violation کرتے ہوئے پاکستان کے اندر حملہ کیا ہے اور ہمارے بے گناہ پاکستانی بھائیوں اور مسلمانوں کو شہید کیا ہے۔ ہم ان کے اس act کی مذمت چاہتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! جس طرح رانا صاحب فرما رہے ہیں اگر یہ بات ثابت ہو جاتی ہے جس طرح رانا صاحب فرما رہے تھے lets see اگر یہ بات ثابت ہو جاتی ہے تو پھر اس کا proper forum فیڈرل گورنمنٹ ہے اور ان کی طرف سے reaction آنا ہے اور ہم بھی اس کو follow کریں گے لیکن پہلے ایک بات ثابت ہو تو جانے دیں اس لئے میری یہ گزارش ہو گی کہ اس میں جلدی نہ کریں بلکہ اس سلسلے میں پہلے اصل صورتحال سامنے آنے دیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! اس میں کوئی عدم ثبوت والی بات نہیں ہے۔ ہر چیز ثابت ہے بلکہ افواج پاکستان کے ترجمان نے خود کہا ہے کہ یہ حملہ ہوا ہے اور یہ نیٹو فورسز نے کیا ہے لیکن ہم اس میں شامل نہیں ہیں اافواج پاکستان کا اپنا مؤقف ہے۔ یہ میں سمجھتا ہوں کہ لاء منسٹر صاحب بات کو ادھر ادھر گھما رہے ہیں اس میں ثابت ہونے والی کوئی بات نہیں ہے---

جناب سپیکر: رانا صاحب آپ کا point of view on record آ گیا ہے---

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! میں on record ایک اور بات بھی لانا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: پہلے ہم مرکز کو دیکھ لیں کہ وہ کیا کرتے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں on record یہ بات بھی لانا چاہتا ہوں کہ جو بیگناہ مسلمان

نیٹو فورسز،امریکن فوسز اور دوسری غیر ملکی فورسز جو افغانستان اور عراق میں موجود ہیں ان کی زیادتیوں اور ان کی atrocities کی وجہ سے جو لوگ شہید ہوئے ہیں ان کے ساتھ بطور یکجہتی اور گورنمنٹ کا جو مؤقف ہے کہ گورنمنٹ ہر مرتبہ protest کرنے کی بجائے اس بات پر پردہ پوشی کرتی ہے ہم اس پر ٹوکن واک آؤٹ کرتے ہیں۔

(اس مرحلہ پر معزز اراکین حزب اختلاف نے ایوان سے متفقہ طور پر ٹوکن واک آؤٹ کیا)

جناب سپیکر: یہ تحریک استحقاق نمبر 31 ہے۔جی،ملک محمد آصف پارلیمانی سیکرٹری برائے بیت المال!

ڈی پی او خوشاب کا معزز رکن اسمبلی کا فون سننے سے انکار

ملک محمد آصف بھا: جناب سپیکر! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ مورخہ 29۔اپریل 2007 کو یونین کونسل موضع جوئیہ ضلع خوشاب ایک سڑک کی افتتاحی تقریب میں شامل ہونے کے لئے گیا تو میرے میزبانوں نے میرے استقبال میں پھل جھڑیوں اور پٹاخوں سے میرا استقبال کیا۔ اس بارے میں ڈی پی او خوشاب، ڈی ایس پی شاہ نواز سندھیلہ اور ایس ایچ او جوہر آباد نے مذکورہ صورتحال کے پیش نظر میرے خلاف ایف آئی آر نمبر 233 کا اندراج کروا دیا جبکہ مذکورہ افسران نے ذاتی عناد اور میرے مخالفین کے ساتھ مل کر مجھے ہراساں کرنے کے لئے میرے خلاف مورخہ 4۔ مئی 2007 دفعہ 7-ATA کا بھی اندراج کروا دیا گیا۔ میرے علاوہ میرے 500 سپورٹرز / ووٹرز کے خلاف بھی دفعہ 7-ATA بھی لگا دی گئی۔ میں نے اس سلسلہ میں DPO,DSP سے فون پر رابطہ کرنے کی بارہا دفعہ کوشش کی لیکن DPO خوشاب نے میری بات بھی سننے سے انکار کر دیا جس سے میرا استحقاق مجروح ہوا لہذا میری اس تحریک کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔جی،وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں اس تحریک کو oppose نہیں کرتا۔

جناب سپیکر: میں یہMotion in orderقرار دیتا ہوں اورPrivilege Committeeکے سپرد کرتا ہوں۔Next motionشیخ اعجاز احمد صاحب کی طرف سے ہے۔

استحقاق کے باوجود جنرل ہسپتال کے ڈاکٹر منصور بختاوری کا معزز رکن اسمبلی سے میڈیکل ٹیسٹ کی فیس وصول کرنا

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ میں اپنے والد محترم کاMRIٹیسٹ کروانے کے لئے مورخہ 21-06-07کو جنرل ہسپتال لاہور گیا اور ڈاکٹر منصور بختاوری جو کہ ریڈیالوجی ڈیپارٹمنٹ کے ہیڈ ہیں سے ملاقات ہوئی انہوں نے مجھے کہا کہ آپ -/500روپے دے دیں میں نے کہا کہ میرے والد صاحب "Entitled" مریض ہیں اس لئے مجھے وضاحت فرما دیں کہ -/500روپے آپ کس چیز کا مانگ رہے ہیں۔ میرے والد محترم میرے لئے سرمایہ حیات ہیں -/500روپے کی کوئی بات نہیں ہے لیکن بات تو قانون اور قاعدہ کی ہے جس پر انہوں نے مجھے ایک نوٹیفکیشن مورخہ 10-05-05 نمبرBOM 17283-305کی کاپی فراہم کی جس پرMRIٹیسٹ کی تمام کیٹیگریز کی تحریری وضاحت ہے میں نے انتظامیہ جنرل ہسپتال لاہور سے پوچھا کہ کیا آپ کا بورڈ آف مینجمنٹ پنجاب اسمبلی کے معزز ایوان سے پاس کئے گئے کسی قانون پر اپنی من مرضی کر کے کوئی قانون بنا سکتا ہے؟ جواب میں ایم ایس صاحب نے کہا کہ "نہیں" لیکن یہاں پر کتنے قوانین پر عملدرآمد ہوتا ہے جس پر میں نے کہا کہ آپ کا یہ جواز درست نہ ہے۔ انتظامیہ جنرل ہسپتال نے اس معزز ایوان سے منظور شدہ قانون کی خلاف ورزی کر کے نہ صرف میرا بلکہ پورے معزز ایوان کا استحقاق مجروح کیا ہے لہذا میری اس تحریک کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر! میں اس میں صرف ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں۔ پانچ سال یا ساڑھے چار سال کا عرصہ ہو چکا ہے اور جہاں تک میری یادداشت کام کرتی ہے میری ایک بھی تحریک استحقاق شاید اس سے پہلے ایوان میں پیش نہیں ہوئی۔ اس میں بھی میں نے یہاں پر جو نکتہ پیش کرنا چاہا ہے وہ بڑا اہم ہے وہ یہ ہے کہ ہم نے یہاں پر ایکlegislationکی اور اس مقدس ایوان نے جو صوبہ

پنجاب کا سب سے اعلیٰ ایوان ہے اور یہاں پر بیٹھ کر ہم قانون سازی کرتے ہیں اس پر میں نے ہسپتال انتظامیہ سے پوچھا۔

جناب سپیکر! -/500 روپے کی تو کوئی اوقات ہی نہیں ہے۔ میں نے ان سے صرف یہ وضاحت مانگی تھی کہ ہمارے پاس کردہ قانون پر آپ نے مجھے بورڈ آف مینجمنٹ کا جو فیصلہ بتایا ہے۔ میرے پاس اس کی کاپی بھی موجود ہے میں ہیلتھ منسٹر صاحب کو وہ کاپی بھی پیش کر دیتا ہوں۔ اس پر انہوں نے کیٹیگریز لکھی ہیں کہ جی اس سے ہم اتنے پیسے لیں گے، اس سے اتنے لیں گے اور اس میں وہ ایک اور بھی زیادتی کر رہے ہیں کہ entitled patient کے علاوہ زکوٰۃ اور deserving patients سے بھی فلموں کی مد میں -/500 روپیہ لیا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر! اس میں میرا مقصد کسی کو قطعاً embarrass کرنا نہیں ہے۔ صرف اس ہاؤس کے تقدس کا مسئلہ ہے جس کے حوالے سے میں نے یہ تحریک پیش کی ہے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ وزیر صحت!

وزیر صحت: جناب سپیکر! اتفاق سے یہ مجھے مل نہیں سکی تھی اس کو اگر آپ کل تک کے لئے pending فرما لیں تو میں کل اس کا جواب دے دوں گا۔

جناب سپیکر: یہ motion کل تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔

سرکاری کارروائی

مسودات قانون

(جو زیر غور لائے گئے)

جناب سپیکر: اب ہم سرکاری کارروائی شروع کرتے ہیں۔

جناب محمد اقبال رئیس: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رئیس صاحب!

جناب محمد اقبال رئیس: جناب سپیکر! بہت شکریہ۔ بروز Saturday صبح 7 بج کر 20 منٹ پر "جیو ٹی وی" پر پیپلز پارٹی کے جنرل سیکرٹری جہانگیر بدر صاحب نے ایک statement دی جس میں انہوں نے ملعون رشدی کے اس فعل یا اس کلام کو تہذیبوں کا ٹکراؤ کہا۔ جس پر میں بہت افسوس کرتا

ہوں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ لوگ ایمان سے خارج ہیں۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ ان لوگوں کو حضور پاک ﷺ کی وہ حدیث مبارکہ کیوں یاد نہیں آتی، کیوں وہ بھول چکے ہیں جس میں حضور پاک ﷺ نے فرمایا تھا کہ جو شخص اپنی جان، اپنی اولاد اور اپنے ماں باپ سے زیادہ مجھ سے محبت نہیں کرتا اس کا ایمان کامل نہیں ہے اور جس کا ایمان جس قدر کامل ہو گا اس قدر زیادہ حضور پاک ﷺ سے محبت کرے گا۔ حضور پاک ﷺ یا کسی شخص سے محبت کرنے والا آدمی اس بارے میں کوئی ایسی بات نہیں سوچ سکتا۔

جناب والا! میں اپنے پریس کے بھائیوں کو مبارکباد پیش کرتا ہوں بلکہ انہیں سلام پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے آج سے چند دن پہلے ہم سب پر سبقت حاصل کی اور ملعون رشدی کے عمل کے خلاف احتجاج کیا اور میں ان کا مشکور ہوں کہ انہوں نے ہمیں بھی اپنے ساتھ لیا کیونکہ میرا یہ جزو ایمان ہے کہ حضور پاک ﷺ کی شان اور ان کی مقام رفعت کے لئے ہمارے منہ سے نکلا ہوا ایک لفظ یا ہمارا اٹھایا ہوا ایک قدم قیامت کے روز ہمارے لئے بخشش کا سبب بھی بن سکتا ہے اس لحاظ سے میں اپنے دوستوں بالخصوص پریس کے بھائیوں کو نوید دیتا ہوں کہ اگر ان کا یہ عمل اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا ہے تو یہ ان کے لئے باعث بخشش بھی ہو سکتا ہے۔

جناب والا! حضور پاک ﷺ کی عزت، جان اور شان کی خاطر اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے صحابہ کرام ہمیشہ ایک دوسرے سے سبقت حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ بہت مہربانی۔

Now we take up the Punjab Finance Bill 2007. Minister for Finance!

مسودہ قانون مالیات پنجاب مصدرہ 2007

MINISTER FOR FINANCE: I move:

> "That the Punjab Finance Bill 2007, as introduced, be taken into consideration at once."

MR SPEAKER: The motion moved is:

> "That the Punjab Finance Bill 2007, as introduced, be taken into consideration at once."

The motion moved and the question is:

"That the Punjab Finance Bill 2007, as introduced, be taken into consideration at once."

(The motion was carried.)

MR SPEAKER: Now we take up the Bill clause by clause.

CLAUSE 2

MR SPEAKER: Now Clause 2 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

That Clause 2 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried.)

CLAUSE 3

MR SPEAKER: Now Clause 3 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

That Clause 3 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried.)

CLAUSE 1

MR SPEAKER: Now Clause 1 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

That Clause 1 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried.)

PREAMBLE

MR SPEAKER: Now Preamble of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

That Preamble of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried.)

LONG TITLE

MR SPEAKER: Now Long Title of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

That Long Title of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried.)

MR SPEAKER: Minister for Finance!

MINISTER FOR FINANCE: Sir, I move:

"That the Punjab Finance Bill 2007 be passed."

MR SPEAKER: The motion moved is:

"That the Punjab Finance Bill 2007 be passed."

The motion moved and the question is:

"That the Punjab Finance Bill 2007 be passed."

(The motion was carried.)

The Bill is passed.

MR SPEAKER: Minister for Finance to lay the Schedule of Authorized Expenditure for the year 2007-2008.

منظور شدہ اخراجات کا گوشوارہ برائے سال 2007-08 کا ایوان میں پیش کیا جانا

MINISTER FOR FINANCE: Sir, I lay the Schedule of Authorized Expenditure for the year 2007-2008.

MR SPEAKER: The Schedule of Authorized Expenditure for the year 2007-2008 has been laid.

Now we take up the Punjab Destitute and Neglected Children Bill 2007. Minister for Law!

مسودہ قانون (ترمیم اول) محتاج اور بے آسرا بچے پنجاب مصدرہ 2007

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTAR AFFAIRS: Sir, I move:

"That the Punjab Destitute and Neglected Children (First Amendment) Bill 2007, as recommended by the Standing Committee on Home Affairs be taken into consideration at once."

MR SPEAKER: The motion moved is:

"That the Punjab Destitute and Neglected Children (First Amendment) Bill 2007, as recommended by the Standing Committee on Home Affairs be taken into consideration at once."

Since there is no amendment in it, the motion moved and the question is:

"That the Punjab Destitute and Neglected Children (First Amendment) Bill 2007, as recommended by the Standing Committee on Home Affairs be taken into consideration at once."

(The motion was carried.)

MR SPEAKER: Now we take up the Bill clause by clause

CLAUSE 2

MR SPEAKER: Now Clause 2 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

That Clause 2 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried.)

CLAUSE 3

MR SPEAKER: Now Clause 3 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

That Clause 3 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried.)

CLAUSE 1

MR SPEAKER: Now Clause 1 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

That Clause 1 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried.)

PREAMBLE

MR SPEAKER: Now Preamble of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

That Preamble of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried.)

LONG TITLE

MR SPEAKER: Now Long Title of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

That Long Title of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried.)

MR SPEAKER: Minister for Law!

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTAR AFFAIRS: Sir, I move:

"That the Punjab Destitute and Neglected Children (First Amendment) Bill 2007 be passed."

MR SPEAKER: The motion moved is:

"That the Punjab Destitute and Neglected Children (First Amendment) Bill 2007 be passed."

The motion moved and the question is:

"That the Punjab Destitute and Neglected Children (First Amendment) Bill 2007 be passed."

(The motion was carried.)

(The Bill is passed.)

مسودہ قانون

(جو متعارف ہوا)

MR SPEAKER: Minister for Law to introduce the Punjab Forensic Science Agency Bill 2007.

مسودہ قانون فارینسک سائنس ایجنسی مصدرہ 2007

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTAR AFFAIRS: Sir, I move to introduce the Punjab Forensic Science Agency Bill 2007.

MR SPEAKER: The Punjab Forensic Science Agency Bill 2007 has been introduced in the House under Rule 91(5) of the Rules of the Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997 and is referred to the Standing Committee on Home Affairs for report upto 31st July 2007.

The session is now adjourn till tomorrow at 10:00am.

964

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،26۔جون 2007

تلاوت قرآن پاک وترجمہ

سرکاری کارروائی

1۔ ضمنی بجٹ برائے سال 07-2006 پر عام بحث

2- گوشوارہ اضافی بجٹ برائے سال 01-2000 پر عام بحث

صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھویں اسمبلی کا تیسواں اجلاس

منگل،26۔جون2007

(یوم الثلاثہ،10۔جمادی الثانی1428ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز،لاہور میں صبح 10بج کر15منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر چودھری محمد افضل ساہی منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ قاری عبدالماجد نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم o

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ
اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ① يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ
كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ②
اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ③

سُوْرَۃُ الْحُجرات1 تا 3

مومنو!(کسی بات کے جواب میں)اللہ اوراس کے رسول سے پہلے نہ بول اٹھا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔بے شک اللہ سنتا جانتا ہے(1)اے اہل ایمان!اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اونچی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو (اس طرح)ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو(ایسا نہ ہو)کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو(2)بے شک جو لوگ رسول اللہ کے سامنے دبی آواز سے بولتے ہیں اللہ نے ان کے دل تقویٰ کے لئے آزمالئے ہیں۔ان کے لئے بخشش اور اجر عظیم ہے(3)

وما علینا الا البلاغ o

تحاریک استحقاق

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔اب ہم تحاریک استحقاق لیتے ہیں۔

رانا آفتاب احمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا آفتاب احمد خان صاحب!

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! یہاں پر وزیر خزانہ اور وزیر مال بیٹھے ہیں میں ان کو ایک چیز کی نشاندہی کرنا چاہتا ہوں کہ جو اس صوبے میں resource mobilization کے لئے بہت اہم چیز ہے۔ جتنی بھی کالونیز بنتی ہیں اگر ایگر یکلچر لینڈ ہو تو اس میں گیارہ فٹ کے کھالے ہوتے ہیں، جب ڈویلپرز وہ جگہ لے لیتے ہیں تو اس میں کھالے کی ملکیت حکومت کی ہوتی ہے اور اس کی ادائیگی حکومت پنجاب کو کی جاتی ہے۔ جو اربوں روپے بنتے ہیں۔ دوسرا جس زمین کا آپ status change کرتے ہیں from agriculture to commercial residential and industrial اس پر ایک condonation fee 5 percent ہوتی ہے، میں نے کل پی اے سی میں نشاندہی کی تھی کہ فیصل آباد میں اس مد میں ایک روپیہ بھی جمع نہیں ہوا۔ اگر حکومت پنجاب ان دو چیزوں کو دیکھ لے تو اربوں نہیں، کھربوں روپیہ collect کر سکتی ہے۔ ایک آپ کے کالونیز کے جو کھالے ہیں، واٹر کورسز وہ ملکیت آپ کی ہے، وہ ان کو استعمال کر رہے ہیں اس کی آپ رقم لیں۔۔۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ وزراء صاحبان نے سن لیا ہے۔

راجہ ریاض احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، راجہ صاحب کافی دیر بعد ایوان میں آئے ہیں ان کو سن لیا جائے۔

راجہ ریاض احمد: جناب! میں بڑا ضروری کم کر رہیا ساں۔ (ق) لیگ والیاں نوں اپنی جماعت وچ شامل کر رہیا ساں۔ (قہقہے)

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! فیصل آباد سے جو ڈبل سڑک بنی ہے اس میں یکم جولائی سے ٹال

ٹیکس میں 25 فیصد اضافہ ہو رہا ہے۔ پہلے بھی ہم نے یہاں پر بات کی تھی کہ ڈبل سڑک پر ٹال ٹیکس بہت زیادہ لیا جا رہا ہے جس طرح موٹروے پر ٹال ٹیکس لیا جا رہا ہے۔ اب پرسوں اخبار میں آیا تھا کہ یکم جولائی سے 25 فیصد ٹال ٹیکس بڑھا دیا جائے گا حالانکہ موٹروے پر یکم جولائی سے نہیں بڑھایا جا رہا یہ ٹال ٹیکس جو کہ آپ کے شہر فیصل آباد سے متعلقہ ہے، جس شہر سے آپ منتخب ہوئے ہیں۔ اب تو شاید آپ منتخب نہ ہو سکیں لیکن اس کے باوجود اس شہر سے آپ کی محبت تو ہے۔ اس حوالے سے میری گزارش ہے کہ یہ جو 25 فیصد اضافہ ہے اس بارے میں مہربانی کی جائے، یہ اضافہ نہ کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ یہ تحریک استحقاق نمبر 28 ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! اب چلنے دیں۔

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! میری بات کا کوئی جواب تو دیا جائے۔

جناب سپیکر: ابھی چودھری صاحب نہیں آئے۔

راجہ ریاض احمد: جناب! انھیں تو فیصل آباد سے کوئی دلچسپی ہی نہیں ہے۔ انھوں نے تو لاہور سے الیکشن لڑنا ہے جبکہ آپ اور میں نے فیصل آباد سے ہی الیکشن لڑنا ہے اس لئے جناب! اس پر غور کریں۔ یہ آپ کا شہر ہے اور آگے الیکشن آ رہا ہے۔ آپ کو پتا ہی ہے کہ وہاں پر کیا حالات ہیں۔

جناب سپیکر: آپ اپنی تقریر کے دوران یہ بات کر لیجئے گا۔ جی، ڈاکٹر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں کل کے حوالے سے یہ بات کروں گا کہ دو events بہت اچھے ہوئے ہیں۔ ان کی میں تحسین کرتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ کل وزیر اعلیٰ نے صحافیوں کو جو پلاٹ دینے کا سلسلہ شروع کیا ہے یہ خوش آئند ہے، ہم اس کی تحسین کرتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ پنجاب کے اندر سروے کر کے تمام ایسے خاندان جن کے پاس کوئی پلاٹ نہیں ہے انھیں پلاٹ دیئے جائیں نیز میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان صحافیوں کو بلا سود قرضے فراہم کئے جانے چاہیئں۔

دوسری اہم بات یہ ہوئی ہے کہ کل وزیر اعلیٰ نے ہارٹیکلچر اتھارٹی کے ورک چارج اور ایڈہاک ملازمین کو ریگولر کیا ہے۔ یہ ایک اچھی ابتداء ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ اس کے بعد

ڈاکٹرز اور ٹیچرز کو بھی ریگولر کیا جائے گا۔

جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ آج اخبار کے اندر ایک خبر شائع ہوئی ہے جو کہ وزیر اعلیٰ سندھ کی ہے۔ اس میں انھوں نے کہا ہے کہ "موجودہ طوفان کو شرعی فعل کا عذاب سمجھتا ہوں۔ کمپنیوں نے اپنی productsکے اشتہارات میں عورتوں کی برہنہ تصاویر کو لگانا ضروری سمجھ لیا ہے اور اس کی تفصیل میں انھوں نے لکھا ہے کہ یہ ایک وجہ ہے کہ جس کے نتیجے کے اندر اتنی طوفانی بارشیں اور اللہ کا عذاب آیا ہے۔" ہمارے ملک کے اندر اب بعض ایسے رسائل شائع ہو رہے ہیں کہ جو اس طرح کی فحاشی کو پھیلاتے ہیں۔ بلاشبہ دلیل و دلائل میں یہ بات آتی ہے کہ باہر سے کوئی 200 چینلز یہاں پر گند پھیلا رہے ہیں، یہاں پر دیکھے جا رہے ہیں۔ وہ ٹھیک ہے لیکن کم از کم ہمیں اپنی حد تک تو کوشش کرنی چاہئے کہ ہم اللہ اور اللہ کے رسول کے احکامات کی پابندی کریں۔

جناب والا! یہ میرے ہاتھ میں ایک نیا اخبار "وقت" ہے جو کہ لاہور سے شائع ہوا ہے۔ یہ اس کا میگزین ہے۔ اس میں almost نیم برہنہ تصاویر ہیں۔ میں وزیر قانون صاحب سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ خدا کے لئے اس جانب توجہ دیں۔ اب وزیر اعلیٰ سندھ صاحب نے بھی نشاندہی کی ہے۔ ہم اس کی کوئی limit تو مقرر کریں۔ ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ماننے والے ہیں اور اسلام پر چلنے والے ہیں۔ ہمیں بیٹھ کر اس بارے میں کوئی لائحہ عمل بنانا چاہئے کہ کس حد تک ہم نے جانا ہے، اپنی نئی نسل کو اس گند سے کیسے بچانا ہے؟ اگر ہم اس کا تدارک نہیں کریں گے تو اس سے اللہ بھی ناراض ہو گا اور اللہ کے رسول ﷺ بھی ناراض ہوں گے۔

جناب سپیکر: یہ آپ وزیر قانون صاحب کو دکھائیں۔ میاں افتخار حسین چھچھر صاحب کی تحریک ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب! فرمائیے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! ڈاکٹر صاحب نے اپنے پوائنٹ آف آرڈر میں جس بات کا حوالہ دیا ہے اس بارے میں عرض کروں گا کہ یہ انتہائی قابل مذمت اور تکلیف دہ بات ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے وزیر اعلیٰ سندھ کے ایک بیان کا حوالہ دیا ہے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! اب اس پر کوئی decision تو نہیں آنا۔ وزیر قانون صاحب نے ڈاکٹر صاحب کی بات سن لی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! ان کا بیان قابل مذمت ہے کیونکہ وہاں پر جتنے بھی لوگ مرے ہیں وہ سب غریب لوگ تھے، مزدور تھے اور ریڑھی والے تھے۔ انھوں نے کون سے ہورڈنگ لگوائے تھے ؟ انھوں نے کون سی عریاں تصویریں لگوائی تھیں، جناب! hoarding پر جو عریاں تصویریں تھیں ان میں ان غریبوں کا کیا عمل دخل ہے ؟ اللہ کا عذاب ایسے نہیں ہو سکتا کہ ایک کام کرے تو "A" اور عذاب "D" پر آ کر نازل ہو جائے۔ اگر ان وجوہات کی بناء پر عذاب نازل ہونا ہوتا تو پھر ان لوگوں پر ہوتا جنھوں نے اس کی sanction دی تھی نہ کہ اس غریب ریڑھی والے پر جو وہاں پر مزدوری کر رہا تھا تو ان کا یہ بیان قابل مذمت ہے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ کا یہ پوائنٹ آف آرڈر valid نہیں ہے۔ جی، میاں افتخار حسین چھچھر صاحب!

میاں افتخار حسین چھچھر: جناب سپیکر! یہ تحریک پیش ہو چکی ہے اور جواب کے لئے pending تھی۔

جناب سپیکر: ہاں! اس کا جواب آنا تھا۔ جی، وزیر قانون!

ایس ایچ او تھانہ حجرہ شاہ مقیم (اوکاڑہ) کا معزز رکن اسمبلی کے ساتھ ہتک آمیز رویہ

(---جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میرے پاس جواب آ گیا ہے۔ اس تحریک استحقاق کے دو حصے ہیں۔ ایک تو اس میں کچھ facts مقدمات کے اندراج سے متعلقہ ہیں اور دوسرا محترم رکن کے استحقاق کا معاملہ ہے۔ جہاں تک ان کے استحقاق کا معاملہ ہے تو میں اس تحریک استحقاق کی مخالفت نہیں کرتا لیکن میری استدعا صرف یہ ہے کہ اگر اس کیس کے merits پر جائیں تو ملزمان نے 28 تاریخ تک ضمانت کروائی ہوئی ہے۔ اگر اس سے پہلے تحریک استحقاق انہی facts پر ہم admit کر لیتے ہیں تو لامحالہ اس نے عدالت میں معاملات کو affect کرنا ہے کہ یہ معاملات ہی غلط تھے جن کی بنیاد پر پنجاب اسمبلی میں تحریک استحقاق بھی منظور ہو چکی ہے لہذا میری استدعا ہے،

میں اس تحریک استحقاق کو قطعی طور پر oppose نہیں کرتا۔ جہاں تک ان کے استحقاق کا تعلق ہے میں اتفاق کرتا ہوں کہ ایک معزز رکن کے احترام میں اگر فرق آیا ہے تو اس تحریک کو استحقاق کمیٹی کے پاس جانا چاہئے لیکن جہاں تک مقدمے کے merits کا تعلق ہے تو اس کی 28 تاریخ ہے اور میری ذاتی رائے یہ ہے کہ لامحالہ اگر آج ہم اس کو admit کریں گے، جس کو میں concede کر رہا ہوں کہ آپ بے شک admit فرمالیں لیکن ultimately یہ مقدمے کے merits کو affect کرے گی لہذا اس لئے میری استدعا ہے کہ اس تحریک کو دو دن کے لئے pending کر لیں۔ 28 کو وہ bail dispose ہو جائے اس کے بعد آپ بے شک اس کو admit فرمالیں۔

راجہ ریاض احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، راجہ صاحب!

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! میں استحقاق کمیٹی کا ممبر ہوں اور یہ ممبر موصوف آزاد منتخب ہوئے تھے اور اس کے بعد (ق) لیگ میں شامل ہو گئے۔ میں نے پچھلے چار ساڑھے چار سال میں دیکھا ہے کہ 90 فیصد کیس ایسے ہیں کہ جن میں یہ ایم پی اے دھونس اور دھاندلی چلانا چاہتے ہیں۔ جب وہاں پر دھونس اور دھاندلی ان کی حکومت ہونے کے باوجود نہیں چلتی تو یہ ایس ایچ او کے خلاف تحریک استحقاق دے دیتے ہیں اور اسے بلیک میل کرتے ہیں۔ میں یہاں پر زور دیتا ہوں کہ اس تحریک کو کمیٹی کے سپرد نہ کیا جائے بلکہ اسے reject کر دیا جائے۔

جناب سپیکر: آپ کس capacity میں زور دیتے ہیں؟

راجہ ریاض احمد: جناب! میں اسمبلی کا ممبر ہوں۔ میں کوئی خیرات میں تو یہاں نہیں آیا۔ میں اس اسمبلی کا ممبر اور پنجاب اسمبلی میں سب سے زیادہ ووٹ لے کر آیا ہوں۔ میں دو ہزار، سات سو یا تین سو ووٹ لے کر نہیں جیتا، میں 22 ہزار ووٹوں سے جیت کر آیا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ اگر 40 ہزار ووٹوں سے بھی جیتیں تو پھر بھی آپ کا یہ privilege نہیں بنتا کہ تحریک استحقاق پر آپ کوئی فیصلہ دیں۔ اس پر mover نے بات کرنی ہے اور حکومت کی طرف سے جواب آئے گا۔

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! میں بطور ممبر اپنی رائے دے سکتا ہوں کہ یہ ممبران ناجائز کام کروانے کے لئے دباؤ ڈالتے ہیں اور بلیک میلنگ کے لئے یہ طریقے استعمال کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ میں یہ تحریک استحقاق in order قرار دیتا ہوں اور استحقاق کمیٹی کے سپرد کرتا ہوں۔
میاں افتخار حسین چھچھر: جناب سپیکر! بہت شکریہ۔ جناب! میں دو منٹ بات کرنا چاہتا ہوں۔
جناب سپیکر: میں نے آپ کی تحریک استحقاق accept کر لی ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔ اگلی تحریک شیخ اعجاز احمد صاحب کی ہے۔ یہ move ہو چکی ہے اور جواب آنا تھا۔

استحقاق کے باوجود جنرل ہسپتال کے ڈاکٹر منصور بختاوری کا معزز رکن اسمبلی سے میڈیکل ٹیسٹ کی فیس وصول کرنا

(۔۔۔جاری)

وزیر صحت: جناب سپیکر! میرے پاس بڑا خوبصورت لکھا لکھایا جواب آیا ہے لیکن چونکہ ان کے والد صاحب علاج کے لئے گئے تھے، یہ بڑا sensitive معاملہ ہے۔ میں نے شیخ صاحب سے بھی درخواست کی ہے لہذا اس کو آج pending کر لیں۔ میں ذرا شیخ صاحب سے بات کر لوں تو پھر انشاء اللہ اس کو take up کر لیں گے۔
جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ اس تحریک کو کل تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔
شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! میں تھوڑا سا اس وقت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے عرض کروں گا کہ پی ایچ اے کے ملازمین کو کنفرم کیا گیا ہے۔ یہ خوش آئند بات ہے۔ ہمارا یہ جو اسمبلی کا ایوان ہے اس میں ہم روزانہ آتے ہیں اور ملازمین ہمارے گھر کی صورت اختیار کر چکے ہیں۔ روزانہ ہمارا ان کے ساتھ interaction ہوتا ہے تو اسمبلی ملازمین بھی اس بات کے منتظر ہیں۔ یہاں پر جو ایڈہاک basis پر یا ورک چارج basis پر ہیں ان کو بھی ریگولر کرنے کے بارے میں consider کیا جائے۔
جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ دیکھ لیتے ہیں، وہ بھی دیکھ لیتے ہیں۔ اگلی تحریک رانا ثناء اللہ خان صاحب کی ہے۔ جی، رانا صاحب!

ڈائریکٹر کنسٹرکشن اینڈ ریونیو اور ایم ڈی واسا فیصل آباد کا معزز رکن اسمبلی کے ساتھ ہتک آمیز رویہ

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں حال میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ تحریک التوائے کار نمبر 07/251 مورخہ 5۔مئی 2007 میری طرف سے جمع کروائی گئی۔WASA حکام فیصل آباد نے علم ہونے پر پہلے سفارشی اور بعد ازاں بے جا دباؤ کا حربہ اختیار کیا اور متعدد جارحانہ، انتقامی اقدامات کئے۔ جن میں میرے حلقہ میں جاری کام بند کروانا، ایک عزیز کا فیصلہ شدہ ریکوری کیس re-open کر کے اس کے وارنٹ گرفتاری جاری کرنا شامل ہے۔ میں نے اس بارے میں متعلقہ ڈائریکٹر Construction & Revenue سے رابطہ کی کوشش کی۔ جنھوں نے دانستہ طور پر رابطہ کرنے سے گریز کیا جب ایم ڈی واسا سے رابطہ کیا تو ان کا رویہ جارحانہ اور تکبرانہ تھا۔ جیسے انہیں عوامی نمائندے کا کوئی بار نہ ہے اور پیغام in between the line متذکرہ بالا ہی تھا۔ یہ نہ صرف مجھے بطور رکن صوبائی اسمبلی اپنے آئینی وقانونی رول ادا کرنے سے روکنے کے مترادف ہے بلکہ میرے حلقہ کے عوام کی حق تلفی کے مترادف ہے جس سے میرا بطور رکن استحقاق مجروح ہوا ہے لہذا میری اس تحریک کو باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر ہاؤسنگ! تشریف نہیں رکھتے۔ رانا صاحب! چونکہ وزیر صاحب تشریف نہیں رکھتے تو کیا اس تحریک کو کل تک کے لئے pending کر لیں؟

رانا ثناء اللہ خان: جی، ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: تو یہ تحریک استحقاق کل تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اب میں سیکرٹری اسمبلی سے کہوں گا کہ وہ رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔

اراکین اسمبلی کی رخصت

سید علی عباس بخاری

سیکرٹری اسمبلی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ معزز ممبران کی رخصت کی درخواستیں ہیں۔ پہلی درخواست سید علی عباس بخاری پی پی۔164 کی طرف سے ہے۔

"It is submitted that I had to go to UK due to some personal reasons and so could not attend the

Assembly session from 1st March 2007 to 4th March 2007. It is requested that leave for the above mentioned period may kindly be granted to me."

جناب سپیکر: سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت کی منظور کر دی جائے۔"

(رخصت منظور کی گئی)

انجینئر عمران اشرف

سیکرٹری اسمبلی: یہ درخواست جناب انجینئر عمران اشرف ایم پی اے پی پی 123 کی جانب سے ہے۔

"گزارش ہے کہ مورخہ 5۔تا 12 مارچ 2007 نجی و کاروباری مصروفیات کے سلسلہ میں بیرون ملک ہونے کی وجہ سے جاری اجلاس میں حاضر نہیں ہو سکتا۔ مذکورہ بالا ایام کی رخصت عنایت فرمائی جائے۔" شکریہ

جناب سپیکر: سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت کی منظور کر دی جائے۔"

(رخصت منظور کی گئی)

مسز میمونہ نبیل

سیکرٹری اسمبلی: یہ درخواست مسز میمونہ نبیل ایم پی اے ڈبلیو۔347 کی جانب سے ہے:

"I am sick and unable to attend 29th session of the Assembly. It is, therefore, requested that my absence from this session may very kindly be treated as leave."

جناب سپیکر: سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت کی منظور کر دی جائے۔"

(رخصت منظور کی گئی)

ملک رضا شاہد وسیر

سیکرٹری اسمبلی: یہ درخواست ملک رضا شاہد وسیر ایم پی اے پی پی۔53 کی جانب سے ہے:

"It is respectfully submitted that due to some personal reasons I am busy and I am unable to attend the forthcoming 30th session. Leave for the same may kindly be granted. "

جناب سپیکر: سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت کی منظور کر دی جائے۔"

(رخصت منظور کی گئی)

انجینئر عمران اشرف

سیکرٹری اسمبلی: یہ درخواست انجینئر عمران اشرف ایم پی اے پی پی۔123 کی جانب سے ہے:

"گزارش ہے کہ مورخہ 12۔جون2007 تا 20۔جولائی2007 نجی مصروفیات کے سلسلہ میں بیرون ملک ہونے کی وجہ سے جاری اجلاس میں حاضر نہیں ہو سکتا۔ مذکورہ بالا ایام کی رخصت عنایت فرمائی جائے۔"

جناب سپیکر: سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت کی منظور کر دی جائے۔"

(رخصت منظور کی گئی)

مسز میمونہ نبیل

سیکرٹری اسمبلی: یہ درخواست مسز میمونہ نبیل ایم پی اے ڈبلیو۔347 کی جانب سے ہے۔

"It is respectfully submitted that due to some personal reasons I am busy and I am unable to attend the current on-going 30th session. Leave for the same may kindly be granted."

جناب سپیکر: سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت کی منظور کر دی جائے۔"

(رخصت منظور کی گئی)

محترمہ عابدہ جاوید

سیکرٹری اسمبلی: یہ درخواست محترمہ عابدہ جاوید ایم پی اے ڈبلیو۔359 کی جانب سے ہے:

"گزارش ہے کہ میں مورخہ 12۔ مئی 2007 سے سعودی عرب اپنی فیملی کے ساتھ اپنے خاوند کے پاس آئی ہوئی ہوں۔ میری واپسی انشاء اللہ 22۔ جون 2007 کو ہو رہی ہے۔ رخصت منظور کی جائے۔"

جناب سپیکر: سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت کی منظور کر دی جائے۔"

(رخصت منظور کی گئی)

جناب عبدالرشید بھٹی

سیکرٹری اسمبلی: یہ درخواست جناب عبدالرشید بھٹی ایم پی اے پی پی۔161 کی جانب سے ہے۔

"گزارش ہے کہ میں نجی مصروفیات کے سلسلہ میں بیرون ملک ہونے کی وجہ سے جاری بجٹ اجلاس میں حاضر نہیں ہو سکتا۔ مذکورہ بالا پورے اجلاس میں مورخہ 11۔ جون 2007 تا اختتام اجلاس رخصت عنایت فرمائی جائے۔"

جناب سپیکر: سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت کی منظور کر دی جائے۔"

(رخصت منظور کی گئی)

سیکرٹری اسمبلی: شکریہ

سرکاری کارروائی

بجٹ

ضمنی بجٹ برائے سال 07-2006

اور اضافی بجٹ برائے سال 01-2000 پر بحث

جناب سپیکر: اب ہم ضمنی بجٹ برائے سال 07-2006 اور اضافی بجٹ برائے سال 01-2000 پر عام بحث شروع کرتے ہیں۔ بحث کا آغاز قائد حزب اختلاف جناب قاسم ضیاء کی تقریر سے ہو گا اور پھر آخر میں وزیر خزانہ بحث کو wind up کریں گے۔ اس سے پہلے کہ میں ان کو تقریر کی

دعوت دوں۔ جملہ اراکین اسمبلی سے گزارش ہے کہ جو اراکین اس بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں وہ اپنے نام کی چٹیں میرے پاس بھجوادیں۔ چونکہ قاسم ضیاء صاحب تشریف نہیں رکھتے تو کیا رانا صاحب! آپ بسم اللہ کریں گے ؟

رانا ثناء اللہ خان: جی۔

جناب سپیکر: جی، رانا ثناء اللہ خان صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! اس سال جو ضمنی بجٹ پیش کیا گیا ہے اس کا مجموعی حجم تقریباً 70۔ارب روپے کے قریب ہے۔ اس میں زیادہ خرچہ دو تین محکموں پر کیا گیا ہے۔ محکمہ پولیس میں 7.5۔ارب روپے کے قریب ہے۔ ہیلتھ سروسز میں 3.5۔ارب روپے کے قریب ہے۔ miscellaneous میں 8.5۔ارب روپے کے قریب ہے۔ ڈویلپمنٹ میں 26۔ارب روپے کے قریب ہے اور گورنمنٹ بلڈنگ میں 4۔ارب روپے سے اوپر خرچ کیا گیا ہے۔

جناب والا! ضمنی بجٹ کے حوالے سے financial rules میں جو لکھا ہے وہاں ہر جگہ یہ بات common ملتی ہے کہ حکومت اس معزز ایوان کی منظوری کے بغیر یہ اخراجات کرتی ہے۔ رولز یہ ہیں کہ حکومت نے پورے سال میں جو بھی خرچ کرنا ہے ہاؤس سے اس کے ایک ایک پیسے کی prior permission ہونی چاہئے۔ صرف ایمرجنسی اور ایسے منصوبہ جات جو پہلے سے شروع ہوں لیکن ان کی completion اس منظور شدہ فنڈ میں نہ ہو سکتی ہو اور ان کی completion کے لئے کچھ پیسے درکار ہوں تو اس کے لئے اجازت ہے کہ حکومت پہلے خرچ کر لے اور پھر بعد میں ضمنی بجٹ کے طور پر اس ہاؤس سے منظوری حاصل کر لے۔ اس میں قطعی طور پر یہ بات نہیں آتی کہ آپ گلیوں کے سولنگ لگوائیں، لوگوں کو سیوریج سکیمیں دیں یا کسی کو oblige کرنے کے لئے نئے سرے سے منصوبوں کا آغاز کریں۔ جہاں تک میں نے دیکھا ہے 'ڈویلپمنٹ اخراجات میں ایک لمبی لسٹ ہے۔ یہ لسٹ صفحہ نمبر 222 سے شروع ہوتی ہے اور 587 تک جاتی ہے۔ انھوں نے صفحہ نمبر 240 میں تین کروڑ روپے کا خرچ ظاہر کیا ہے لیکن اس میں لکھا ہے کہ establishment of Project Management Unit for Lahore Ring Road اسی طرح سے establishment of Project Management Unit for construction of Sialkot - Lahore Motorway جیسے میں نے پہلے ذکر کیا تھا کہ ان دونوں منصوبوں کے لئے اس سال بھی رقم رکھی گئی ہے اور پچھلے سال بھی اس پر غالباً

23۔ارب روپیہ رکھا گیا تھا لیکن ابھی تک ان دونوں منصوبوں کی progress 10/15 percent سے زیادہ نہیں ہوئی۔ان کے لئے فنڈز رکھے گئے تھے اس لئے میں نہیں سمجھتا کہ وہ فنڈز short ہو گئے تھے اور ان کو اس حوالے سے دو اور تین کروڑ روپے کی اضافی رقم ضمنی بجٹ کے حوالے سے خرچ کرنا پڑی۔

جناب والا! میں محترم وزیر خزانہ کی توجہ دلاؤں گا کہ صفحہ نمبر 242 سے صفحہ نمبر 287 تک ڈرینج سکیم، ڈرینج سکیم، سولنگ اور اس قسم کی سکیمیں ہیں۔یعنی یہاں پر کسی سکیم کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ سکیم پہلے سے شروع تھی اور ان کے لئے مزید اتنے فنڈز درکار تھے۔اگر یہ درکار فنڈز نہ دیئے جاتے تو پھر اس کا نقصان ہوتا۔میں گزارش کرتا ہوں کہ ان سکیموں کے ذریعے لوگوں کو oblige کیا گیا ہے اور ان میں کچھ اضلاع ایسے ہیں جن کے لئے زیادہ فنڈز allocate کئے گئے ہیں۔میرا ایک تو یہ اعتراض ہے کہ ضمنی بجٹ اس مقصد کے لئے نہیں ہوتا کہ آپ اس طرح سے لوگوں کو oblige کریں اور اخراجات کریں۔آگے انھوں نے بلڈنگ میں 4۔ارب روپے کے قریب خرچ کیا ہے۔اس کی بھی ایک لمبی فہرست ہے اس لئے میں صرف ایک دو صفحات کا ہی حوالہ دوں گا کہ صفحہ نمبر 595 پر 35 لاکھ کی رقم جمنیزیم ہال کے لئے ہے۔

Shed improvement of reception room and security arrangements near can't gate

جناب والا! 35 لاکھ بڑی رقم ہے جسے شیڈ یا جمنیزیم ہال پر خرچ کیا ہے۔پھر گورنر ہاؤس سے متعلقہ گیسٹ ہاؤس کی renovation کے لئے 26 لاکھ روپیہ خرچ کیا گیا ہے۔اس کے بعد فرسٹ فلور کی construction of an additional block ہے اس میں پچاس لاکھ روپے خرچ کئے گئے ہیں۔اس کے بعد پھر کمروں کی improvement کے لئے اس میں بھی پچاس لاکھ وپے خرچ کئے گئے ہیں۔یہ کمرے جن کا یہاں پر ذکر کیا گیا ہے Room No.1 & 2 اب یہ 50 لاکھ روپے کی رقم ہے اور یہ construction بھی نہیں ہے یہ صرف renovation ہے اور improvement ہے یعنی پچاس پچاس لاکھ روپے کی جو improvement ہے اور فی کمرہ دس دس لاکھ روپے بنتے ہیں۔یہ کس قسم کی improvement ان کمروں میں کرتے ہیں اور ان کمروں میں یہ کیا کرتے ہیں۔

جناب والا! یہ گورنمنٹ ہاؤسز کے ساتھ گیسٹ ہاؤسز بنائے گئے ہیں ان کمروں کو یہ

سونے کے علاوہ کس مقصد کے لئے استعمال کرتے ہیں کہ وہاں پر تقریباً انہوں نے دو کروڑ روپے renovation پر خرچ کیا ہے۔یہ کس چیز کی improvement کرتے ہیں۔سنا ہے کہ wash rooms میں کوئی اس قسم کی مشین لگتی ہے جو آدمی کے جسم کو stimulate کرتی ہے یا اس کے muscles کو stimulate کرتی ہے۔راجہ صاحب مسکرا رہے ہیں شاید ان کو اس قسم کے گیسٹ ہاؤسز میں ٹھہرنے کا یا جانے کا اتفاق ہوا ہو لیکن یہ ظلم ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔جناب سپیکر! مجھے اب تک اتفاق ہوا ہے اور نہ ہی کوئی ایسی بات ہے۔میں مسکرا رہا تھا ان کی ذہنی اڑان پر کہ یہ کہاں تک ذہنی طور پر سوچ کر بات کر رہے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! راجہ صاحب کو میری سوچ پر اگر اعتراض ہے تو یہ فرما دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: ہمیں سوچ پر اعتراض نہیں ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: یہ کہ 50 لاکھ روپے سے جس کمرے کی improvement ہو رہی ہے اس کا یہ مجھے بجٹ بنا کر دکھا دیں کہ انہوں نے اسے کہاں پر خرچ کیا ہو گا۔ان سہولیات کے بعد وہاں پر آدمی نے اگر سونا ہی ہے تو پھر کیا 50 لاکھ روپے میں کوئی ایسی مشین لگائی ہے کہ وہ سونے میں مدد دیتی ہے۔یعنی یہ 35 لاکھ روپے ایک ہے، 50 لاکھ روپے ایک ہے پھر 50 لاکھ روپے ایک ہے۔راجہ صاحب گیلری سے جواب مانگ رہے ہیں میرا تو خیال ہے کہ راجہ صاحب مہربانی فرمائیں اور ان گیسٹ ہاؤسز میں جا کر ایک آدھ مرتبہ ٹھہریں۔

جناب والا! اگلے صفحے پر ہے construction/improvement of Gymnasium Hall/car parking shed. یہ پھر 28 لاکھ روپے کی رقم ہے۔اسی طرح سے یہ construction of VIP hangar ہے اس میں 8 کروڑ 72 لاکھ 67 ہزار روپے خرچ کئے گئے ہیں۔تو میں راجہ صاحب کو کہوں گا کہ میری بات پر تو حیرانگی ہوتی ہے لیکن یہ آپ بتائیں کہ یہ آٹھ کروڑ روپے کی رقم آپ ضمنی بجٹ سے خرچ کر رہے ہیں اور ایک وی آئی پی بھی آپ نے بنایا ہوا ہے اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہاں پر کیا خرچ کیا ہوا ہے۔اس کے بعد next پر آ جاتے ہیں Addition alteration and improvement of new Chief Minister's House Secretariat 8 Club Road. یہ بھی کوئی 62 لاکھ روپے کی رقم ہے۔ہم نے تو اب تک یہی سنا تھا ہمیں وہاں پر جانے کا اتفاق تو نہیں ہوا وہ ایک نئی بلڈنگ بنی ہے اور بڑی اچھی بلڈنگ بنی

ہے اور وہاں پر بڑی سہولتیں ہیں۔ اب پتا نہیں ان کو وہاں پر کیا ضرورت پڑ گئی ہے کہ مزید 62 لاکھ روپے خرچ کئے گئے ہیں۔ یہ ایک ارب 38 کروڑ روپے کے علاوہ ہے یعنی اگر وہاں پر کوئی بلڈنگ بنانی ہے تو پھر بھی پیسے ضمنی بجٹ سے ہیں اگر وہاں پر کوئی لائٹیں لگانی ہیں تو وہ بھی ضمنی بجٹ سے اور 11 لاکھ روپے سے وہاں پر لائٹوں کی improvement کی ہے۔ کوئی بیرکس بنانی ہے تو اس کے بھی پیسے علیحدہ ہیں۔ میرے خیال میں ایک ارب اور 38 کروڑ روپے میں مسالچی مسالے ہی کھانے پلانے کے لئے ڈالتے ہیں۔ باقی ہر کام یہاں پر بلڈنگ کے کھاتے ہی میں ہیں۔ یہاں پر کوئی ایسی بلڈنگ تو ہو جس کے متعلق یہ کہہ سکیں کہ جناب! یہ بلڈنگ بڑی ضروری تھی اس سے اس ملک کے غریبوں کا یا اس ملک کے عوام کا کوئی بھلا ہونا تھا۔ پھر اس کے بعد ایک provision ہے .100 KV Generator in Chief Minister's House Murree یہ پتا نہیں وہاں پر جا کر ٹھہرے ہیں یا نہیں ٹھہرے لیکن 27 لاکھ روپے انہوں نے وہاں پر خرچ کر دیا ہے۔ یہ صرف ایک جنریٹر پر لگا دیا ہے اور یہ بھی نہیں پتا کہ وہاں پر لوڈ شیڈنگ زیادہ ہوتی ہے یا کم ہوتی ہے۔ اسی طرح سے پنجاب ہاؤس مری میں بھی 2 کروڑ 19 لاکھ 59 ہزار روپے خرچ کئے گئے ہیں اور یہ ایک اور provision ہے۔ میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ آپ خدا کا خوف کریں، عوام پر رحم کریں۔ اسی طرح سے آپ اس کو پڑھتے جائیں آگے سے آگے یہی پوزیشن ہے۔ اس طرح یہ تقریباً 4 ارب روپے کی رقم ہے جو انہوں نے اس طرح سے خرچ کی ہے اور میں تو یہی کہوں گا کہ سپلیمنٹری بجٹ جس کو ایمرجنسی بجٹ ہی کہا جا سکتا ہے جو کسی ایمرجنسی ضرورت کے تحت خرچ کرنا پڑتا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ایمرجنسی تو ان معاملات میں کوئی نہیں تھی اگر راجہ صاحب برا نہ منائیں تو [*******]

جناب سپیکر: یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ۔۔۔

جناب سپیکر: آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ عیاشیاں تو کرتے ہیں آپ کو بھی پتا ہے مجھے بھی پتا ہے۔

چوہدری صبغت اللہ (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

چودھری صبغت اللہ (ایڈووکیٹ): جناب والا! کیا یہ رات کو یہاں پر کوئی گولیاں بھی فروخت فرمائیں گے۔

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ اگر ان کو گولیاں چاہئیں تو اس کا بندوبست میں کر دوں گا۔ اگر چودھری صاحب کو چاہئیں تو مل جائیں گی۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ اصل بات پر آئیں۔ اپنی بات جاری رکھیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اصل بات تو پھر یہی ہے کہ یہ بڑی زیادتی ہے اور ان لوگوں نے مسلسل چار سال سے ان کا جو financial discipline ہے وہ خراب ہے اور پچھلے سال بھی یہی رونا یہاں پر رویا گیا تھا لیکن اس کے جواب میں راجہ صاحب نے کہا تھا کہ یہ ایک حمام ہے اور اس حمام میں سب ننگے ہیں۔ پہلے بھی یہی کچھ ہوتا رہا ہے اور اب بھی یہی کچھ ہو رہا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ جو کچھ بھی ہوتا رہا ہے یا ہو رہا ہے۔ راجہ صاحب اس بات سے تو اتفاق کریں گے کہ یہ بند ہونا چاہئے یہ نہیں ہونا چاہئے۔ اگر پچھلے سال یہ سب کچھ آپ کے نوٹس میں آ گیا تھا کہ یہ حمام ہے اور اس میں سارے ننگے ہیں تو کم از کم ان حکمرانوں کو اپنا ننگ تو ڈھانپنا چاہئے تھا۔ اس سال میں سمجھتا ہوں کہ اس قسم کی figures نہیں ملنی چاہئیں تھیں لیکن افسوس یہ ہے کہ یہاں پر ہونے والی جو بحث ہے اس کا رزلٹ بحث برائے بحث ہے۔ ان کے کانوں پر کوئی جوں تک نہیں رینگی اور یہی وجہ ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اب وہ وقت آ رہا ہے کہ انہوں نے پچھلے چار پانچ سال میں جس طرح سے فنانشل رولز کو overrule کر کے جس طرح سے عیاشیاں کی ہیں اور جس طرح سے یہ اخراجات کئے ہیں تو اب یوم حساب قریب ہے اس میں ان سے سارا حساب لیا جائے گا۔ اب اس میں miscellaneous یعنی متفرق کی مد میں 8.5۔ارب روپے خرچ کئے گئے ہیں۔ اس کی بھی ایک دو جھلکیاں میں معزز ایوان کی خدمت میں پیش کروں گا۔ صفحہ 195 سے شروع ہوتا ہے اور یہ کافی لمبا head ہے اور اس میں آپ دیکھ لیں کہ متفرق میں ایک مد انہوں نے درج کی ہے اور یہ write off loans ہیں یہ Grant to Punjab Bait-ul-Mal ہے اور اس کے بعد write off loans ہے لیکن اس کی یہاں پر کوئی تفصیل نہیں دی گئی۔ یہ نہیں بتایا گیا کہ write off loans جو ہے کس مقصد کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ 7 کروڑ روپے کی ایک رقم ہے،

اگر یہ رقم بیت المال سے دی گئی اور اس کے بعد پھر اس کو subsidizes کیا گیا اور اس کو write off کیا گیا تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑی زیادتی ہے اور اس کی تفصیل اس کتاب میں available نہیں ہے۔اس کے بعد پھر دو کروڑ روپے کی ایک رقم ہے،اس کے بعد پھر دس لاکھ روپے کی ایک رقم ہے اسی طرح سے پھر آگے پانچ لاکھ روپے کی رقم ہے اور اس کے بعد بھی کافی items آتی ہیں۔یہ تقریباً 12 کروڑ روپے کی رقم ہے جو write off loan کیا گیا ہے۔کن لوگوں کو کیا گیا ہے، کن اداروں کو کیا گیا ہے، کن کو favour دی گئی ہے اس کے متعلق تفصیل جو ہے وہ کم از کم اس کتاب میں تو موجود نہیں ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی misappropriation کے زمرے میں آتا ہے۔اس کے علاوہ اسی طرح سے پھر یہ ڈسٹرکٹ گورنمنٹس کو اور تحصیل گورنمنٹس کو بھی پیسے دیئے گئے ہیں ان کی بھی کوئی تفصیل نہیں ہے کہ وہ کس مقصد کے لئے دیئے گئے ہیں اور جب ان گورنمنٹس کے لئے پیسے انہوں نے رکھے تھے تو پھر کیوں انہوں نے پیسے صحیح طور پر خرچ نہیں کروائے۔اس کے بعد پھر ایک لمبی لسٹ ہے اور وہ لسٹ اس طرح سے ہے کہ Provision of gas to village of Attock District. کس village کو ہے کوئی پتا نہیں۔

وزیر سی۔ایم۔آئی۔ٹی امپلی مینٹیشن اینڈ کوآرڈینیشن: جناب سپیکر! یہ گیس میرے گاؤں کو دی گئی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس کے بعد پھر دوبارہ ہے۔ Funds under Attock package. کرنل صاحب! یہ بھی آپ کو دیا گیا ہے۔

وزیر سی۔ایم۔آئی۔ٹی امپلی مینٹیشن اینڈ کوآرڈینیشن: جناب سپیکر! اٹک کو دو پیکجز آئے ہیں۔ایک میرے گاؤں کو آیا ہے دوسرا اور کسی علاقے میں آیا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ دونوں کا اٹک ہی لکھا ہے اور یہ 11 کروڑ روپیہ ہے یعنی جو سب کا حصہ ہے وہ بھی انہیں ملا ہوگا لیکن انہیں علیحدہ سے یہ 11 کروڑ روپیہ دے دیا گیا اور یہاں پر اس کی کوئی تفصیل نہیں ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی undue favour ہے۔

وزیر سی۔ایم۔آئی۔ٹی امپلی مینٹیشن اینڈ کوآرڈینیشن: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، کرنل صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

وزیر سی۔ایم۔آئی۔ٹی امپلی مینٹیشن اینڈ کوآرڈینیشن: جناب سپیکر! وہاں پر یہ گیس غریب عوام کو دی گئی ہے اور میں اس پر چیف منسٹر پنجاب کا شکر گزار ہوں۔ان کا کوئی حق نہیں ہے کہ یہ اس قسم کے project کو criticize کریں جو کہ عوام کے مفاد میں ہو۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! کیا غریب عوام صرف اٹک میں ہی رہتے ہیں کیونکہ وہاں سے وزیر اعظم صاحب نے الیکشن لڑا ہے۔باقی سارے ملک کے غریب عوام کا کوئی حق نہیں ہے۔اگر تو آپ نے سب ممبران کے حلقوں کو یہ 11/11 کروڑ روپیہ دیا ہے تو پھر تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔کرنل صاحب! میرا خیال ہے کہ آپ کے حلقے سے ایم این اے شاید وزیر اعظم ہوں گے۔

وزیر سی۔ایم۔آئی۔ٹی امپلی مینٹیشن اینڈ کوآرڈینیشن: وزیر اعظم صاحب نے میرے حلقے سے ایم این اے کا الیکشن نہیں لڑا۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! وہاں پر کوئی ڈسٹرکٹ ناظم کا مسئلہ ہے یا وہاں پر کوئی کرنل صاحب کا مسئلہ ہے کہ وہاں کے غریبوں کے اوپر تو اتنی مہربانی ہے لیکن باقی غریبوں کا کوئی حق نہیں ہے۔ میرے حلقے میں غریب نہیں رہتے۔

وزیر سی۔ایم۔آئی۔ٹی امپلی مینٹیشن اینڈ کوآرڈینیشن: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، کرنل صاحب!

وزیر سی۔ایم۔آئی۔ٹی امپلی مینٹیشن اینڈ کوآرڈینیشن: جناب سپیکر! اٹک پسماندہ ضلع ہے۔اگر اس کو آپ باقی ضلعوں کے ساتھ compare کریں تو میں سمجھتا ہوں کہ سب سے زیادہ غربت اٹک میں ہے۔ ہم نے چیف منسٹر پنجاب کو request کی تھی کہ آپ نے ہر جگہ اتنے فنڈز دیئے ہیں ہمیں بھی گیس کے لئے فنڈز دے دیں۔وہاں کے لوگ اس پر بڑے خوش ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب حکومت اور چیف منسٹر کا یہ ایک بہت بڑا قدم ہے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔جی، رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اسی طرح سے Grant to TDCP for clearance of outstanding payments pertaining to Lahore Merathan. یہ ایک کروڑ 65 لاکھ کی رقم ہے۔جب میراتھن ریس ہوئی تو اس وقت پوری قوم کو یہ بتایا گیا کہ یہ سارا این جی اوز

کر رہی ہیں اور یہ مفت ہو رہی ہے۔اس میں گورنمنٹ کچھ خرچ نہیں کر رہی بلکہ اس میں سے کچھ پیسے ملیں گے کیونکہ وہاں پر advertisement کے لئے مختلف کمپنیوں کو ٹھیکہ دیا گیا تھا۔اب یہاں پر انہوں نے سرکاری خزانے کو ایک کروڑ اور 65 لاکھ کا ٹیکہ لگا دیا ہے۔یہاں پر لفظ clearance لکھا ہے اس کا مطلب ہے کہ پیسے زیادہ تھے۔اس سے پہلے انہوں نے کوئی payment کی ہو گی اس کے بعد کوئی liability رہی اور اس کو clear کرنے کے لئے ایک کروڑ 65 لاکھ روپیہ انہوں نے دوبارہ دیا تو اس طرح کی مہنگی میراتھن ریسز جن کا کوئی جواز ہے اور نہ ہی کوئی فائدہ ہے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ کسی کو 10 لاکھ، کسی کو 5 لاکھ، کسی کو 2 لاکھ۔یہ ایک لمبی فہرست ہے اور لوگوں کے نام لکھے ہوئے ہیں اور کسی کا کوئی پتا نہیں ہے کہ وہ کون ہے۔صرف فلاں ولد فلاں لکھا ہوا ہے اور اس کے بعد لکھا ہے کہ اس کو 2 لاکھ دیئے گئے ہیں، اس کو 3 لاکھ دیئے گئے ہیں۔جو رقم صرف double & triple digest میں جاتی ہے میں نے صرف اس کو underline کیا تھا اور اس کی ایک لمبی لسٹ ہے۔یہاں پر Purchase of spare parts for MI 17 Helicopter. اگر اس ہیلی کاپٹر کو پرزوں کی ضرورت تھی تو پھر انہیں پہلے معلوم ہونا چاہئے تھا اور اس کو بجٹ میں رکھ کر پاس کرواتے لیکن اس 9 کروڑ 87 لاکھ اور 72 ہزار روپے کی رقم کو متفرق اخراجات میں ڈالا ہے۔میرا خیال ہے کہ شاید اس ہیلی کاپٹر کی اپنی amount بھی نہ ہو جتنے کے انہوں نے spare parts خریدے ہیں۔

جناب والا! آپ اس 11 کروڑ کو دیکھ لیں اور اس کے بعد آپ اس رقم کو دیکھ لیں۔جیسے کرنل صاحب نے کہا کہ 11 کروڑ میں ان کے ضلع کے غریبوں کی بہتری ہو گئی اور اس کے بعد 9 کروڑ روپے صرف ایک ہیلی کاپٹر کے پرزے خریدنے کے لئے انہوں نے خرچ کئے۔موجودہ حکمرانوں نے اس قسم کے جو اخراجات کئے ہیں تو اس سے میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے financial rules کی خلاف ورزی کی ہے۔اس کے علاوہ جو پولیس کو پیسے دیئے گئے ہیں اس بارے میں cut motion پر سیر حاصل بات ہو جائے گی۔اس کے علاوہ میں نے health services کو بھی تھوڑا سا analyze کیا ہے اس میں بھی انہوں نے لوگوں کو کوئی ایسی سہولت نہیں دی کہ جس کے متعلق کہا جائے کہ جناب! بڑی ایمرجنسی تھی اس لئے انہیں پیسے خرچ کرنے کی ضرورت تھی لہذا انہوں نے totally financial rules کی خلاف ورزی کی ہے اور اگر انہوں نے یہ رقم خرچ کی بھی ہے تو یہ اس طرح سے خرچ نہیں کی کہ اس سے کوئی عوام کی بہتری ہوتی یا

کوئی ایسے منصوبوں کی تکمیل ہوتی جو منصوبے عوامی بہتری کے لئے تھے اور ان کے رکنے کی صورت میں لوگوں کو unbearable loss ہوتا یا ان منصوبوں کی رقم میں زیادتی ہوتی تو میں سمجھتا ہوں کہ حسب سابق اور حسب روایت ان حکمرانوں نے یہ پیسے اپنی عیاشیوں کے لئے اور لوگوں کو bribe کرنے اور لوگوں کو win over کرنے کے لئے خرچ کئے ہیں اور اس طرح سے سرکاری خزانے اور عوامی پیسے میں خیانت کے مرتکب ہوئے ہیں۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، احسان الحق احسن نولاٹیا صاحب!

چودھری تسنیم ناصر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، چودھری تسنیم صاحب!

چودھری تسنیم ناصر: شکریہ۔ جناب سپیکر۔ میں آپ کی توجہ ایک اہم مسئلے کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ باعث شرم بات یہ ہے کہ یہاں ایک پمفلٹ تقسیم کیا گیا ہے اور یہ ممبران صوبائی اسمبلی اور ممبران قومی اسمبلی کو by post بھیجا گیا ہے۔ یہ پمفلٹ انگلش میں چھپا ہوا ہے جس میں جناب عمران خان اور سیتا وائٹ کے متعلق بے بنیاد سے انٹرویوز ہیں۔ دیکھنے والی یہ بات ہے کہ اگر یہ ہاؤس میں تقسیم ہوا ہے اور ممبران کو بھیجا گیا ہے تو اس کے پیچھے کون ہے اور ممبر صوبائی اسمبلی ہو یا ممبر قومی اسمبلی ہو، چاہے اپوزیشن بنچوں سے ہو یا ٹریژری بنچوں سے ہو اسے اس حد تک degrade کرنا، میں سمجھتا ہوں کہ باعث شرم بات ہے۔ میں اس چیز کی مذمت کرتا ہوں۔ چاہے یہ ایم کیو ایم نے بھیجا ہے اور چاہے کسی اور ایجنسی نے یہ ریت ڈالی ہے۔ میں آپ سے یہ سوال کروں گا اور یہ میرا ایک point بھی بنتا ہے کہ اگر ہاؤس میں تقسیم ہوا ہے تو میرے خیال میں یہ آپ کی اجازت کے بغیر یہاں تقسیم نہیں ہونا چاہئے تھا۔

جناب سپیکر: یہ کہاں سے ملا ہے آپ کو؟

چودھری تسنیم ناصر: جناب سپیکر! اس میں ایک politician کے متعلق بے بنیاد سے انٹرویوز ہیں۔

جناب سپیکر: یہ پمفلٹ آپ نے کہاں سے لیا ہے؟

چودھری تسنیم ناصر: جناب سپیکر! یہ مجھے by post بھی ملا ہے اور ہاسٹل میں بھی تقسیم ہوا ہے۔

جناب سپیکر: یہ کسی اور ڈیسک پر نہیں ہے۔

چودھری تسنیم ناصر: جناب سپیکر! یہ یہاں پر بھی تقسیم ہوا ہے تو اس کو stop کرنا چاہئے یہ بُری روایت ہے۔

جناب سپیکر: یہ آپ کے سوا کسی اور کے پاس نہیں ہے۔ یہ قطعاً ہاؤس میں تقسیم نہیں کیا گیا، یہ بات کسی Assembly employee اور نہ ہی میرے علم میں ہے جو آپ بتا رہے ہیں اور نہ ہی یہ کسی اور معزز رکن کے ڈیسک سے ملا ہے۔ یہ آپ نے لیا کہاں سے ہے؟

چودھری تسنیم ناصر: جناب سپیکر! یہ مجھے by post ملا ہے اور ادھر ہاسٹل میں بھی تقسیم ہوا ہے۔

جناب سپیکر: پھر آپ یہ تو نہ کہیں کہ یہ ہاؤس میں تقسیم ہوا ہے۔

چودھری تسنیم ناصر: جناب سپیکر! یہ ہاسٹل میں بھی ہر کمرے کے اندر پھینکا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر: یہ کسی کو نہیں ملا۔ کسی اور دوست نے بات نہیں کی۔

چودھری تسنیم ناصر: جناب سپیکر! سب کو ملا ہو گا پھر یہاں پر کوئی بولتا نہیں ہے۔ سچائی تو یہی ہے۔

جناب سپیکر: ہاؤس میں ایسے پمفلٹ تقسیم نہیں ہو سکتے۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہ بڑا اہم point تھا جو میرے فاضل دوست آپ کے نوٹس میں لائے ہیں۔ میں بھی ایک دن ہاسٹل میں ٹھہرا تھا جس کمرے میں میں ٹھہرا تھا اس میں بھی یہ پمفلٹ پھینکا گیا تھا۔ راجہ صاحب نے بھی پچھلے اجلاس میں ایم کیو ایم کے رویے کے حوالے سے بات کی تھی اور پورے ملک میں انٹرنیشنل ایجنسیاں اور ہماری نیشنل ایجنسیاں اس بات پر متفق ہیں کہ ایم کیو ایم دہشت گرد تنظیم ہے۔

جناب سپیکر! عمران خان ایک غیرت مند اور خود دار انسان ہے۔ وہ قومی اسمبلی کا ممبر ہے اور ایک پارٹی کا سربراہ ہے۔ اس کے خلاف یہ جھوٹا پراپیگنڈہ ہے۔

جناب سپیکر: بگو صاحب! یہ point of order valid نہیں ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! آپ صرف اس پر تحقیق کروالیں کہ یہ ہاسٹل میں تقسیم ہوا ہے کہ نہیں۔ اگر یہ ہاسٹل میں تقسیم ہوا ہے تو یہ بھی آپ کے سیکرٹریٹ کی ذمہ داری ہے۔

جناب سپیکر: ہاسٹل کا میں check کروالیتا ہوں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! اگر ہاسٹل میں ہوا ہے تو میں آپ کی وساطت سے حکومت سے یہ کہوں گا کہ وہ سراغ لگائے کہ یہ کون لوگ ہیں؟

جناب سپیکر: بگو صاحب! اگر آپ ہاسٹل میں مقیم ہیں اور آپ باہر سے کہیں خود ہی لے آتے ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں ایک رات کے لئے ٹھہرا تھا۔ میں جب کمرے میں گیا تو دروازے کے نیچے سے کسی نے اندر پھینکا ہوا تھا۔

جناب سپیکر! حکومت کو یہ سراغ تو لگانا چاہئے کہ یہ ایم کیو ایم کے کریمینل لوگ اور ایجنٹ جو یہاں پر کام کر رہے ہیں ان کا تو کم از کم پتا چلے۔

جناب سپیکر: میں چیک کروالیتا ہوں۔

جناب ارشد محمود بگو: شکریہ

سید مجاہد علی شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب!

سید مجاہد علی شاہ: جناب سپیکر! بگو صاحب ابھی فرما رہے تھے کہ عمران خان صاحب ایک خوددار اور اعلیٰ انسان ہیں۔ میں ان سے یہ پوچھتا ہوں کہ ان کو کس نے اختیار دیا ہے کہ یہ کسی کو برا کہیں اور کسی کو اچھا کہیں۔[*******]

جناب سپیکر: شاہ صاحب! اس پر کوئی بحث تو نہیں ہونی۔

رانا ثناء اللہ خان: عمران خان ہمارا قومی ہیرو ہے اس نے ہمیں ورلڈ کپ جتوا کر دیا۔[*****]

جناب سپیکر: اس issue پر جتنی بھی باتیں ہوئی ہیں۔ میں تمام کی تمام کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔ جتنے بھی پوائنٹ آف آرڈر کئے گئے ہیں۔ یہ valid نہیں ہیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میری ذاتی رائے تھی۔ میں نے اپنی ذاتی رائے کا اظہار کیا تھا اور یہاں پر اس ہاؤس میں ذاتی رائے کا اظہار کرنے سے کسی کو نہیں روکا جا سکتا۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب سپیکر! دوسری بات یہ ہے کہ انھوں نے عمران خان کے بارے میں فرمایا ہے تو کیا ان کے پاس سیتا وائٹ کا نکاح نامہ ہے یا ان کے پاس تصاویر ہیں یا انھوں نے خود عمران خان کو سیتا وائٹ کے ساتھ دیکھا ہے تو یہ ثبوت اسمبلی میں پیش کر دیں۔

جناب سپیکر: جی، احسان الحق نولاٹیا صاحب!

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! ضمنی بجٹ 07-2006 حکومت نے پیش کیا ہے۔ حکومت نے گزشتہ سال 274۔ارب کا بجٹ current and development expenditures کی مد میں خرچ کیا کہ ہم یہ سال 274۔ارب میں پورا کریں گے۔ انھوں نے 70۔ارب روپیہ اس پر زیادہ خرچ کیا ہے۔ اس طرح ان کا ضمنی بجٹ 25 فیصد سے زیادہ بنتا ہے۔ میرا حکومت سے پہلا سوال یہ ہے کہ یہ بتائیں کہ اس دنیا میں کوئی بھی ایسا ترقی یافتہ ملک ہے جس نے 25 فیصد بجٹ زائد خرچ کیا ہو۔ اگر انھوں نے زائد خرچ کیا ہے تو یہ کہیں کہ یہ ہماری bad estimation یا یہ کہیں کہ یہ ہماری improvident expenditures ہیں کم از کم یہ تو لازمی کہیں کہ آئین کے آرٹیکل 124 میں ان کو ضمنی بجٹ پیش کرنے کی اجازت تو دی گئی ہے لیکن اس کے ساتھ (Provincial Financial Rules(Book IV کے اندر تفصیل کے ساتھ وضاحت کی گئی ہے کہ کن حالات میں آپ ضمنی گرانٹس کے طور پر چیزوں کو استعمال کر سکتے ہیں۔ میں بڑے اختصار کے ساتھ ان لفظوں کی طرف توجہ دلا کر آگے نکل جاؤں گا کہ اس میں (Provincial Financial Rules (Book IV میں ہے کہ آئین کے آرٹیکل 124 کے مطابق اگر آپ کو کوئی مجبوری ہو کہ آپ زائد پیسا خرچ کرنا چاہتے ہیں تو وہ پیسا آپ ان رولز کی پابندی کرتے ہوئے استعمال کریں گے۔

جناب سپیکر! پہلے تو یہ کہہ دیا گیا کہ ضمنی بجٹ objectionable in principle ہے پھر یہ کہا کہ ضمنی بجٹ bad estimation of finances ہیں اور پھر یہ کہا کہ

improvident administration of finances of the Province ہیں پھر کہا کہ Province impairs the proper management of the finances of the اور یہ آپ خرچ کر سکتے ہیں کہ اگر کوئی اچانک ضرورت آ گئی ہو۔ اب وزیر اعلیٰ ہاؤس کی تزئین و آرائش کوئی فوری ضرورت نہیں ہے پھر unexpected ایسے اخراجات کرنا پڑیں تو وہاں آپ ضمنی بجٹ لا سکتے ہیں پھر urgent demands ہیں۔

جناب سپیکر! عوام کے پیسوں کے ساتھ اس سے بڑا اور کیا ظلم ہو سکتا ہے کہ کسی بھی ملک کا direct ٹیکسوں کا نیٹ ورک 35 فیصد اور indirect ٹیکسوں کا 60 فیصد نہیں ہے۔ اب ہم 65 فیصد بجٹ یوٹیلٹی پر لیتے ہیں اور 35 فیصد direct ٹیکسوں کی صورت میں لیتے ہیں۔ میں اس کی وضاحت یہ کر دوں کہ ہم direct ٹیکس لوگوں کی آمدن سے حاصل کرتے ہیں، capital پر حاصل کرتے ہیں جو کہ امیر لوگ دیتے ہیں اور 65 فیصد وہ لوگ ادا کرتے ہیں جو بمشکل اپنی زندگی اور روح کے رشتے کو برقرار رکھے ہوئے ہیں اور غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزارتے ہیں۔ اس ٹیکس کو دینے میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جن کو صوبائی بیت المال گزارے کے لئے پیسے دیتا ہے، فیڈرل بیت المال دیتا ہے اور محکمہ زکوٰۃ و عشر بھی دیتا ہے۔ اس دفعہ -/500 روپیہ فی خاندان جو وزیر اعلیٰ صاحب نے اناؤنس کیا ہے جو لوگ -/500 روپیہ اپنی ضروریات زندگی پوری کرنے کے لئے حاصل کرتے ہیں وہ بھی اس میں سے indirect ٹیکسوں کی صورت میں -/150 روپے سے زیادہ خزانے میں دے دیتے ہیں۔ اس پیسے کو یہ اس انداز میں خرچ کرتے ہیں کہ وزیر علیٰ ہاؤس کی تزئین و آرائش کیا فوری ضرورت ہے یا غیر متوقع ہے یا کوئی urgent demand ہے؟

جناب سپیکر! اگر کسی معاملے میں کوئی exceptional circumstance پیدا ہو چکے ہوں تو وہاں پر آپ ضمنی بجٹ کے طور پر پیسا خرچ کر سکتے ہیں۔ اس کی مثال میں یوں دیتا ہوں کہ اگر کسی دریا کے دونوں طرف ایک دو یا تین یا ایک ایک بڑا شہر ہے تو کوئی پل ٹوٹ جائے تو جہاں سے عوام کو انتہائی مشکلات کا سامنا ہو تو وہاں پر وزارت خزانہ کو یہ اختیار ہے کہ وزیر اعلیٰ کی منظوری کے ساتھ ضمنی طور پر کوئی بھی ڈویلپمنٹ کے اخراجات کر سکتے ہیں لیکن اس کے بارے میں بھی بڑی وضاحت کے ساتھ Financial Rules میں بتا دیا گیا ہے کہ

> In cases where the Head of the Department is settled before the preparation of the statements of the excesses and surrenders that supplementary grant is

necessary

جناب سپیکر! یہاں پر یہ بات ہے کہ:

He should take action to move for the supplementary demands being laid before the Provincial Assembly in the earliest possible session

جناب سپیکر! وہاں بھی ان کو یہ وضاحت کرنا ہوتی ہے کہ یہ اخراجات ہم کر رہے ہیں اور جب ان کی منظوری وزیر اعلیٰ صاحب دے دیں تو اس کے بعد ہونے والے پہلے سیشن کے اندر ان کو منظوری لینا ہوتی ہے۔ اب اس آئین اور رولز کے ساتھ اور کیا بد دیانتی ہو سکتی ہے کہ جو demands انھوں نے اکتوبر میں دی ہیں ان کی منظوری اگلے سال اب جون میں لے رہے ہیں۔ یہ آئین اور رولز کی clear violation ہے۔ یہ Provincial Finance Rules Book IV کا رول 15(8) ہے۔

جناب سپیکر! انھوں نے پھر جو زائد demands کرنا ہوتی ہیں اس کے ایک ایک لفظ کی وضاحت کرنا ہوتی ہے۔ یہاں پر انھوں نے 15(10) میں وضاحت کی ہے کہ:

The administrative Department concerned should forward a memorandum explaining full justification for the supplementary grant. The memorandum should be on the lines of a note and should be self-contained.

جناب سپیکر! بد دیانتی کی انتہا یہ ہے کہ غرباء سے حاصل کئے جانے والے ٹیکس 65 فیصد اور امیروں سے لئے جانے والے ٹیکس 35 فیصد اور اس 65 فیصد پر انھوں نے 25 فیصد سے زائد ضمنی بجٹ پیش کیا ہے کہ انھوں نے 25 فیصد زائد اخراجات کر دیئے ہیں۔ پچھلے سال بھی فنانس منسٹر نے 25 فیصد سے زائد کی وضاحت جب یہاں پیش کی تو انہوں نے کہا کہ ہم نے تخمینوں سے زائد receipts اکٹھے کر لئے ہیں تو ان کو اگر ہم supplementary گرانٹ کے طور پر لے آئیں تو اپوزیشن کو اس پر کیا اعتراض ہے۔ پہلے تو یہ recoveries میں کوئی betterment لائے نہیں ہیں، فرض کر لیں کہ میں ان کی بات مان لیتا ہوں کہ supplementary receipts کے اندر کوئی بہتری لائے ہیں تو receipts کے اندر بہتری لائے جانے سے جو رقم ملتی ہے تو یہ کبھی بھی

اس رقم کو اس justification کی بنیاد پر ضمنی بجٹ کے طور پر استعمال نہیں کر سکتے، اس کی رولز نے بڑی وضاحت کر دی ہے۔ Rule 15 sub Rule 6 میں ہے کہ:

Any increase in receipts in the post budget period should not in itself justify supplementary grant.

جناب سپیکر! ظلم یہ ہے کہ اس بجٹ کے اندر جس کو عوام دوست اور غریب دوست بجٹ کہتے ہیں، اس بجٹ میں، میں دعوے کے ساتھ یہ بات کہتا ہوں کہ جہاں بھی انہوں نے کوئی embezzlement کرنی ہوتی ہے یا کوئی ایسی رقم خرچ کرنی ہوتی ہے جس کے بارے میں ان کو شک ہوتا ہے کہ اگر یہ ہاؤس کے سامنے لے آئے تو ہاؤس کبھی بھی اس قسم کی گرانٹ کی منظوری نہیں دے گا تو ان گرانٹس کو یہ جان بوجھ کر بجٹ پیش کرتے وقت چھوڑ دیتے ہیں اور جونہی بجٹ پاس ہوتا ہے تو یہ جولائی اگست ستمبر کے اندر ان پر کام شروع کر دیتے ہیں۔ اب یہ تو کبھی نہیں ہو سکتا کہ جس گرانٹ پر یہ رقم خرچ کر چکے ہوتے ہیں تو ہاؤس کے پاس کیا چارہ ہے کہ وہ ان کو منظور نہ کرے۔ یہ منظور تو automatically ہو ہی جانا ہوتا ہے لیکن انہوں نے رولز، آئین اور تمام ڈیمانڈز کو violate کرنے کی بالکل انتہا کر دی ہے۔ آئین نے اجازت تو دی ہے لیکن بہت زیادہ قدغن لگا کر۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ

راجہ ریاض احمد: اب میری باری ہے۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب! آپ کا تو میرے پاس نام ہی نہیں ہے۔

راجہ ریاض احمد: میں نے ابھی چٹ بھیجی ہے۔

جناب سپیکر: آپ کا نام تو ابھی آیا ہے بعد میں آپ کی باری آئے گی۔

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! ذرا مہربانی کر دیں۔

جناب سپیکر: جی، بات کریں۔

راجہ ریاض احمد: شکریہ۔ جناب سپیکر! ضمنی بجٹ پر اپنی بحث کا آغاز کرنے سے پہلے میں ایک مسئلے کی جانب وزیر خوراک کی توجہ چاہوں گا کہ پچھلے دنوں سے آٹا تیزی سے مہنگا ہو رہا ہے۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، راجہ صاحب!

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! میں اپنی بحث کا آغاز کرنے سے پہلے آٹے کے حوالے سے بات کرنا چاہ رہا تھا لیکن وزیر خوراک یہاں پر تشریف نہیں رکھتے۔ اس صوبہ پنجاب میں پچھلے پانچ چھ دنوں میں آٹا مسلسل تین چار دفعہ مہنگا ہو چکا ہے۔ میں یہ request کروں گا کہ پنجاب کے غریب عوام پر پہلے بہت زیادہ بوجھ ہیں تو آٹا جو مسلسل مہنگا ہو رہا ہے اس پر کنٹرول ہونا چاہئے اور صوبے کے عوام کو آٹے جیسی بنیادی چیزیں سستی سے سستی ملنی چاہئیں۔

جناب سپیکر! جس طرح ضمنی بجٹ 25 فیصد اضافی خرچ کیا گیا ہے اور اس کے خرچ کرنے میں انہوں نے تعلیم پر، صحت پر اور نہ ہی لاء اینڈ آرڈر پر پیسے خرچ کرنے کی طرف کوئی توجہ دی لیکن انہوں نے تمام تر توجہ وزیر اعلیٰ ہاؤس کی طرف رکھی، وزیر اعلیٰ کے ہیلی کاپٹر کے لئے پیسے رکھے گئے اور پولیس کو انہوں نے بہت زیادہ پچھلے سال بھی پیسے دیئے تھے لیکن لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال جو اس وقت صوبے میں ہے وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ اس وقت پورا صوبہ ڈاکوؤں کے کنٹرول میں ہے اور اس طرح لگتا ہے کہ اس صوبے میں لاء اینڈ آرڈر نام کی کوئی چیز ہی نہیں ہے۔ ہر روز فیصل آباد میں بیس سے پچیس کاریں لفٹنگ ہوتی ہیں، ہر روز بیس سے پچیس ڈاکے پڑتے ہیں اور سٹریٹ کرائمز کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں لگایا جا سکتا اور اسی طرح پورے صوبے کا یہی حال ہے۔ آپ کو پتا ہے کہ اسی صوبے میں، اسی حکومت کے دوران وزیر اغواء ہوئے، اس صوبے میں اس ایوان کے ممبران کے ساتھ جو جو کچھ ہوا ہے وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ اس دفعہ پھر انہوں نے 7۔ارب روپیہ محکمہ پولیس کے لئے زیادہ رکھا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ فیصل آباد میں ایک SP ہوتا تھا اور کرائم کنٹرول ہوتا تھا، اگر کسی جگہ کوئی کرائم ہوتا تھا تو اس کو قابو کیا جاتا تھا اب وہاں پر بیس SP ہیں اور ایس ایچ او اور ڈی ایس پی کی تو تعداد نہیں بتائی جا سکتی لیکن کرائم کی یہ پوزیشن ہے کہ وہاں پر کرائم پہلے سے 100 گنا زیادہ بڑھا ہے جو میں دعوے کے ساتھ کہہ رہا ہوں۔ یہ پیسے تو دیئے جا رہے ہیں لیکن یہ نہیں دیکھ رہے کہ کرائم کو کس طرح کنٹرول کرنا ہے۔ اس وقت پورا صوبہ کرائم کی لپیٹ میں ہے اور اس پر ڈاکوؤں کا قبضہ ہے۔[*******]

جناب ڈپٹی سپیکر: میں یہ الفاظ کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔ یہ معزز ایوان ہے اور یہاں پر کوئی ڈاکوؤں کا قبضہ نہیں ہے اس لئے میں یہ الفاظ کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔ راجہ صاحب! کیا آپ اپنے آپ کو ڈاکو شمار کرتے ہیں؟

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! میرا قبضہ نہیں ہے۔[******]
جناب ڈپٹی سپیکر: یہ الفاظ کارروائی سے حذف کئے جاتے ہیں۔

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! اس ضمنی بجٹ کے بعد محکمہ تعلیم میں ابھی تک صوبے میں چار ہزار سکول ایسے ہیں جن کی کوئی عمارت ہی نہیں ہے، چار ہزار سکول ایسے ہیں جن میں بچے درختوں کے نیچے بیٹھ کر پڑھتے ہیں اور یہاں پر "پڑھا لکھا پنجاب" کے لئے کروڑوں روپے اخباروں میں اشتہار پر لگائے گئے۔ مجھے آج اس ایوان سے جواب دیا جائے کہ وہ جو چار ہزار سکولوں کے بچے ہیں ان کا کیا قصور ہے، کیا وہ اس صوبے کے بچے نہیں، کیا وہ اس صوبے کے عوام کے بچے نہیں جن کے لئے بجلی ہے، نہ بنچ ہے اور نہ ٹاٹ ہے۔ جب وہ صبح اٹھتے ہیں تو درخت کے نیچے ماسٹر صاحب ان کی حاضری لگا کر پڑھائی شروع کرتے ہیں اور یہ بڑے دعوے کے ساتھ باتیں کر رہے ہیں کہ ہم "پڑھا لکھا پنجاب" بنائیں گے۔ اگر ان میں تھوڑی سی بھی بات ہے میں وہ لفظ نہیں کہنا چاہتا تو ان کو شرم سے مر جانا چاہئے کہ اس صوبے میں چار ہزار سکول ایسے ہیں جن کی عمارت نہیں ہے۔ ساڑھے سات ہزار سکول ایسے ہیں جن کی دیوار نہیں ہے، جن میں ایک ایک کمرہ ہے حالانکہ وہاں پر بیس بیس کمرے چاہئیں۔ اس کے بعد مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ پانچ سال کی اس حکمرانی کے بعد انہوں نے کہا تھا کہ ہمیں وقت نہیں ملتا اب تو انہوں نے پورے پانچ سال حکمرانی کی ہے اور آج یہ اس بنچ سے کھڑے ہو کر یہ چیلنج نہیں کر سکتے کہ میرے صوبے میں کوئی سکول ایسا نہیں جس کی عمارت نہ ہو، جس میں پانی نہ ہو، جس میں بجلی نہ ہو۔ میں کہتا ہوں کہ اگر آج اس طرف سے کھڑے ہو کر چیلنج کیا جاتا تو ہم اس چیز کو سراہتے، ہم اقرار کرتے کہ واقعی یہ "پڑھا لکھا پنجاب" ہے لیکن آج ہمارے سر شرم سے جھک رہے ہیں کہ انہوں نے کروڑوں، اربوں روپے اخباروں کے اشتہارات پر لگائے، انہوں نے کروڑوں روپے اپنی نمود و نمائش پر لگائے لیکن پنجاب کے غریب کے بچے کو ایک عمارت اور چھت نہیں دے سکے۔ یہ میں سمجھتا ہوں کہ ان حکمرانوں کے لئے مر جانے کا مقام ہے کہ یہ اپنے ہیلی کاپٹروں پر 9,9 کروڑ روپے خرچ کرتے رہے، انہوں نے پولیس کو پیسے دیئے لیکن غریب کے بچے کو چھت نصیب نہیں ہو سکی۔

جناب سپیکر! اسی طرح صحت کے حوالے سے عرض کروں گا کہ صحت جو غریب آدمی کا ایک بنیادی مسئلہ ہے انہوں نے اپنی آرائشوں پر اربوں روپے لگائے لیکن میں یہ چیلنج کرتا ہوں کہ

ان میں سے کوئی کھڑا ہو کر یہ کہہ دے کہ آج پنجاب کے سول ہسپتالوں میں غریب کو مفت دوائی مل رہی ہے، کوئی بھی کھڑا ہو کر فخر کے ساتھ یہ کہہ دے کہ آج پنجاب کے عوام کو اس کی بنیادی سہولتیں میسر ہیں۔ میں یہ چیلنج سے کہہ سکتا ہوں۔

MINISTER FOR HEALTH: Point of Explanation!

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر صحت: جناب سپیکر! ہمارے فاضل دوست جب سے بال لگوا کر آئے ہیں بڑے خوبصورت لگتے ہیں اور بولتے بھی بڑا اچھا ہیں۔

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! میں نے ان کے مشورے سے لگائے تھے جس کے لئے میں ان کا مشکور ہوں۔

وزیر صحت: جی، بالکل، میں نے ان کو مشورہ دیا تھا۔ گزارش یہ ہے کہ اب انہوں نے چیلنج کر دیا ہے کہ کوئی بندہ کھڑا ہو کر یہ بات کرے تو میں یہ بتانا چاہوں گا کہ جتنے ٹیچنگ ہسپتال ہیں وہاں پر ہر غریب امیر آدمی کو ایمر جنسی میں دوائی مفت مل رہی ہے اور چوبیس گھنٹے مفت ہے۔ سب سے بڑی ایمر جنسی میو ہسپتال کی ہے۔ آج اگر آپ جا کر وہاں دیکھیں تو پانچ سے دس ہزار کا انجکشن بھی مفت مل رہا ہے، دوائیاں بھی مفت مل رہی ہیں اور اس پروگرام کو ہم پورے صوبے کے اندر expand کرنا چاہتے ہیں۔

محترمہ صغیرہ اسلام: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر! پہلی بات تو یہ ہے کہ میرے اپنے ضلع میں یہ حالت ہے کہ وہاں پر مریضوں کو مکمل طور پر چیک ہی نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ان کو لاہور لے جاؤ ان کے پاس اتنا وقت ہی نہیں ہے۔ دوائیاں ملنا تو دور کی بات ہے یہ تو صرف وزراء کے گھروں میں یا بڑے بڑے لوگوں کے گھروں میں جاتی ہیں۔ ہسپتالوں میں غریب آدمی کو تو ڈسپرین کی گولی تک نہیں دی جاتی۔

وزیر صحت: جناب سپیکر! میرے خیال میں محترمہ بہن نے میری بات سنی نہیں ہے۔ وہ اپنے ضلع کے ہسپتالوں کی بات کر رہی ہیں جبکہ میں نے Teaching Hospitals کی بات کی ہے کہ وہاں

پرائمری ہیلتھ میں دوائیاں مفت مل رہی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ کہہ رہے ہیں کہ میں نے Teaching Hospitals کی بات کی ہے۔

وزیر صحت: جناب سپیکر! میں ابھی بھی اپنے فاضل دوست راجہ ریاض صاحب کو ساتھ لے جانے کے لئے تیار ہوں کہ وہ میرے ساتھ چلیں اور دیکھیں کہ Teaching Hospitals میں دوائیاں مفت مل رہی ہیں یا نہیں۔

جناب حفیظ اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب حفیظ اللہ خان: جناب سپیکر! میں نے اپنے فاضل دوست راجہ ریاض صاحب کی باتیں سنیں۔ میں ان سے اتفاق نہیں کرتا میں ان کو بتانا چاہتا ہوں کہ یہ ایسے ہی واویلہ مچاتے ہیں۔ میرا ضلع بھکر جو کہ پنجاب کا پسماندہ ترین ضلع ہے۔ میں ان کو دعوت دیتا ہوں کہ تعلیمی میدان میں ہمیں ان چار پانچ سالوں میں 80 سے 90 فیصد بنیادی سہولتیں مل چکی ہیں۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ آئیں اور میں ان کو اپنے ضلع کا دورہ کراتا ہوں، آئیں دیکھیں کہ جہاں سکولوں میں چاردیواری نہیں تھی، جہاں بچوں کے لئے لیٹرین تھی، جہاں بجلی تھی اور نہ ہی فرنیچر تھا اب میرے سکولوں میں، میرے پورے ضلع میں یہ سہولتیں موجود ہیں۔ میں آپ کا میزبان بنتا ہوں اور آئیں دیکھیں۔ خوامخواہ بات نہ کیا کریں، آئیں عملی طور پر دیکھیں۔ آپ کے ضلع میں بھی یہ سہولتیں موجود ہوں گی، آپ ہماری حکومت کی اچھائیوں کا اعتراف کرنا چاہتے ہیں اور نہ ہی کبھی کریں گے۔ یہ بات میں حقیقتاً کہہ رہا ہوں۔

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! انتہائی افسوس ہے کہ میں کم از کم نوانی صاحب سے یہ امید نہیں کرتا تھا کہ وہ اس طرح کا واویلہ کریں گے اور اس طرح کی چمچہ گیری کریں گے۔ یہ ماشاء اللہ اچھے بھلے گھرانے کے آدمی ہیں اور یہ خود آزاد منتخب ہو سکتے ہیں۔ میرے بھائی چودھری اقبال صاحب نے بات کی ہے کہ جناب یہ دوائیاں مل رہی ہیں۔ یہ دوائیاں بالکل اسی طرح مل رہی ہیں جس طرح صوبے میں کوئی چوری نہیں ہو رہی، کوئی ڈکیتی نہیں ہو رہی، بالکل کچھ نہیں ہو رہا، کوئی کار چوری نہیں ہو رہی، سول ہسپتال میں بھی بالکل اسی طرح ہر آدمی کو دوائی مل رہی ہے جس طرح کہ صوبے میں امن وامان کی حالت ہے۔

جناب سپیکر! یہ پتا نہیں کہ کس خوش فہمی میں مبتلا ہیں یا ان کی مجبوری ہے۔ چودھری صاحب میرے لئے قابل احترام ہیں، یہ میرے بڑے بھائی ہیں۔ یہ قسم اٹھا کر کہہ دیں کہ پورے صوبہ پنجاب میں ہر غریب آدمی کو دوائی بھی ملتی ہے اور اس کو صحت کی بنیادی سہولت بھی ملتی ہے تو میں ابھی استعفیٰ دے دیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ استعفیٰ مت دیں کیونکہ یہ ثابت ہو جائے گا۔ آپ استعفیٰ مت دیں۔ راجہ صاحب! استعفیٰ مت دیں اس میں ثبوت مل جائیں گے۔ آپ نے استعفیٰ دینا ہے تو میں نے آپ کا استعفیٰ قبول نہیں کرنا اس لئے استعفیٰ مت دیں۔

جناب صبغت اللہ چودھری (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں وزیر صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ اس نجاست سے جان چھڑانے کے لئے قسم اٹھا دیں۔ (قہقہے)

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! ان کو حق اور سچ سننا قبول نہیں ہے۔ یہ میرے استعفیٰ پر بڑے خوش ہو رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں۔ آپ کا استعفیٰ کوئی قبول نہیں کرتا۔

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! ابھی نوانی صاحب نے تعلیم کے حوالے سے بات کی ہے۔ وزیر موصوف اب تشریف لے آئے ہیں اور میں ان سے امید کرتا تھا کہ جب اسمبلی کا آخری سیشن ہو گا تو اس میں یہ کھڑے ہو کر کہہ دیں کہ پورے صوبے میں اس وقت، یہ اٹھ کر چیلنج کے ساتھ یہ بات کر دیں کہ پورے صوبے میں اس وقت کوئی ایسا سکول نہیں جس کی عمارت نہ ہو۔ میں چیلنج کرتا ہوں کہ یہ بات کریں۔ (قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: بات یہ ہے کہ پاکستان کو بنے ہوئے 60/50 سال ہو گئے ہیں اگر اس دوران سارے سکول مکمل نہیں ہوئے تو پانچ سالوں میں بھی نہیں ہو سکتے لیکن اکثریت مکمل ہو چکے ہیں۔

راجہ ریاض احمد: پھر "پڑھا لکھا پنجاب" کدھر گیا۔ یہاں پر تو اربوں روپے جو اشتہاروں پر لگائے گئے ہیں وہ سکولوں کی دیواروں پر لگائے جانے چاہئیں تھے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ابتداء کر دی گئی ہے اس سے آگے بڑھیں۔ پیچھے مت ہٹیں۔ انشاء اللہ آگے اچھا ہی ہو گا۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): شکریہ۔ جناب سپیکر! میں اپنے بھائی کے علم میں لانا چاہتا ہوں کہ آپ نے بھی بالکل صحیح فرمایا کہ ساٹھ سال کے مسائل پانچ سالوں میں حل نہیں ہو سکتے لیکن میں آپ کو اپنے حلقے کی مثال دیتا ہوں کہ وہاں پر غریبوں کے بچے جو سرکاری سکولوں میں پڑھتے تھے چار دیواریاں تھیں، فرنیچر تھا، کمرے تھے، بجلی تھی اور نہ لیٹرینیں تھیں۔ اب میرے حلقے میں 158 سکولوں میں سے اکثریت میں یہ سہولتیں مہیا ہو گئی ہیں لیکن اگر ہم چاہیں کہ تمام سکولوں میں ایک دم سے سارا کام ہو جائے گا یہ ممکن تھا اور نہ ہی ممکن ہے۔ ہماری حکومت کا یہ منصوبہ کہ ان بچوں کو جن پر کسی حکومت نے، کسی دور میں کوئی توجہ نہیں دی گئی تھی جو کہ ہماری آبادی کی اکثریت ہے غریب طبقہ یا مڈل کلاس طبقہ ان کے سکولوں پر نہ صرف اس حکومت نے توجہ دی بلکہ کروڑوں روپے کے فنڈز دیئے۔ ہمارے ضلع پاکپتن کو ہر سال سولہ کروڑ روپے صرف اور صرف missing facilities کی مد میں سکولوں کے لئے پچھلے چار سال سے مل رہے ہیں۔ ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ میرا خیال ہے کہ سولہ کروڑ ہمیں پچھلے پچاس سالوں میں بھی نہیں ملے تھے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: 16 کروڑ نہیں 15 کروڑ ہیں۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! تقریباً 16 کروڑ ہیں جو ہمارے ضلع میں جا رہے ہیں۔ اس سلسلے میں، میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ کریڈٹ ہمیں کھلے دل سے اپنے وزیر اعلیٰ کو بھی دینا چاہئے، اپنی اس حکومت کو بھی دینا چاہئے کیونکہ اس سے ان بچوں کی حالت بہتر ہو رہی ہے جو ہمارے غریب طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کا کریڈٹ ہمارے وزیر تعلیم کو بھی دینا چاہئے کہ جن کی کوششوں سے یہ سب ممکن ہوا۔

میاں غلام حیدر باری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

میاں غلام حیدر باری: جناب سپیکر! پہلے تو میں راجہ صاحب کو اس چیز پر مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ یہ پورے بجٹ اجلاس میں ایک دن بھی نہیں آئے۔ مجھ سے پہلے نوانی صاحب نے بات کی جو کہ

بھکر سے تعلق رکھتے ہیں۔ جناب! میاں صاحب نے بات کی جو کہ پاکپتن سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں نہیں کہتا کہ راجہ صاحب اتنی دور جائیں۔ میں ان کی اس چیز کو چیلنج کرتا ہوں on the floor of the House کہ ان کے گھر سے میرے گھر تک پندرہ منٹ کا راستہ ہے۔ یہ فیصل آباد سے جڑانوالہ آ جائیں۔ میں ان کی اس بات کو چیلنج کرتا ہوں کہ 1947 سے لے کر اب تک اگر یہ مجھے دکھا دیں کہ اس سے 80/70 فیصد زیادہ پراگرس نہیں ہوئی۔

جناب سپیکر! ان کا دور آیا اس وقت دونوں بار ان کی حالت یہ تھی کہ ان کی پانچ یونین کونسلیں ایسی تھیں جس میں رائے اسلم خان کھرل تھے جس میں دو سکول بھی اپ گریڈ نہ ہوئے۔ میں ان کو اس بات پر چیلنج کرتا ہوں کہ یہ resign کی بات کرتے ہیں میں resign دے دوں گا۔ میرے حلقہ میں پندرہ ایسے سکول ہیں جو ان پانچ یونین کونسلوں میں اپ گریڈ ہوئے۔

جناب سپیکر! 1947 سے لے کر آج کی تاریخ یہ کہتی ہے کہ وہاں پر مختلف حکومتیں آئیں لیکن کوئی کالج اپ گریڈ نہ ہوا۔ اب جا کر دیکھ لیں کہ اڑھائی کروڑ روپے کے ساتھ میرا گرلز کالج جڑانوالہ اپ گریڈ ہوا اور میرا بوائز کالج دیکھ لیں وہ اپ گریڈ ہوا۔ اس کے علاوہ اگر یہ سڑکوں کی بات کرتے ہیں تو میں ان چار سالوں کے اندر ان پچاس لاکھ کو جو وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی نے دیئے ان کو علیحدہ رکھتے ہوئے میں دس کروڑ روپے ان یونین کونسلوں میں دکھاتا ہوں جہاں پر بالکل کسی قسم کی کوئی سڑک نہیں تھی، راجہ صاحب میرے پاس کل آئیں میں کل ان کو visit کراتا ہوں اور یہ اس پر پابند رہیں کہ جو انہوں نے بات کی ہے۔ اگر یہ ہسپتالوں کی بات کرتے ہیں تو ہم ابھی اسمبلی میں سے فون کرتے ہیں، یہ اپنا نمائندہ جڑانوالہ بھیجیں وہاں جا کر دیکھیں۔ اگر ان کے نمائندے کو مفت ادویات نہ ملیں تو on the floor of the House یہ باری اس وقت resign کرتا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

راجہ ریاض احمد: ماشاء اللہ میرے چھوٹے بھائی باری صاحب نے بڑے اچھے طریقے سے اپنا ٹکٹ مضبوط کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ان کو ٹکٹ نہیں ملنا اور باقی فیصل آباد میں ہونے والی ڈویلپمنٹ کا مجھے بھی پتا ہے اور جڑانوالہ جانے والی سڑک کا بھی سب کو پتا ہے اور باقی باتیں چھوڑیں۔ یہ الیکشن آ رہا ہے اور پتا چل جائے گا کہ باری صاحب نے کیا کروایا ہے اور ہم نے وہاں پر کیا کرنا ہے؟ ابھی یہ میدان لگنے والا ہے وہاں پر جب میدان لگے گا تو پھر پتا چلے گا کہ یہ کہاں ملتے ہیں اور کس پارٹی سے الیکشن لڑتے ہیں؟

جناب سپیکر! یہاں پر صفائیاں دی گئی ہیں تو یہاں پر بیٹھے ہوئے دونوں منسٹرز خاموش رہے ہیں جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ میں نے جو بات کی ہے وہ صحیح ہے۔آخر میں میری بات یہ ہے کہ لاء اینڈ آرڈر اور تعلیم وصحت جیسی بنیادی ضروریات کی سہولتیں پنجاب کے لوگوں کو نہیں دی گئیں اس لئے میں ضمنی بجٹ کی مخالفت کرتا ہوں۔ شکریہ

ڈاکٹر سید وسیم اختر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: شکریہ۔جناب سپیکر! میں یہ گزارش کروں گا کہ یہ ہاؤس پنجاب کے کسانوں کا نمائندہ ہاؤس ہے اور یہاں ہمارے اکثر ممبران بھی کسان ہیں اور آپ خود بھی کسان ہیں۔ گزارش یہ ہے کہ اس وقت کاٹن کا سیزن ہے اور صورتحال یہ ہے کہ ڈی اے پی کھاد جس کی اشد ضرورت ہے تو یہ مارکیٹ کے اندر فری دستیاب نہیں ہے اور صبح بھی مجھے کسانوں کے فون آئے ہیں کہ یہاں تو بڑے فخر کے ساتھ وزیر خزانہ صاحب نے یہ اعلان کیا کہ ہم -/300روپے فی بوری سبسڈی دے رہے ہیں" لیکن صورتحال یہ ہے کہ -/1200روپے سے کم ڈی اے پی کھاد پنجاب میں کہیں بھی دستیاب نہیں ہے اور جو ڈیلرز حضرات اس کو-/1200روپے کی بوری دیتے ہیں جس کے بارے میں وہ assessment کرتے ہیں کہ یہ کوئی شکایت نہیں کرے گا اور کوئی واویلہ نہیں کرے گا اور اس کے بعد -/1200روپے کی بوری ڈی اے پی کھاد میسر ہے۔ یہ ایک انتہائی سنگین صورتحال ہے اور یہاں پر گورنمنٹ کے وزراء صاحبان تشریف فرما ہیں اور وزیر خزانہ بھی ہیں تو میں یہ التماس کروں گا کہ اس کے لئے کوئی میکانزم بنائیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس حوالے سے گورنمنٹ کلی طور پر فیل ہے اس لئے کوئی 2/3رکنی ٹاسک فورس بنائی جائے جو مسلسل اسے مانیٹر کرے تاکہ کسانوں کو ڈی اے پی کھاد کی دستیابی کے حوالے سے پیش آنے والی مشکل کا ازالہ کیا جا سکے۔ میں آپ کی وساطت سے حکومت سے یہ درخواست کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! یہ issue ایگریکلچر منسٹر صاحب سے متعلقہ ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ میں جانتا ہوں لیکن چونکہ آپ نے بجٹ میں اس کا ذکر کیا ہے اس لئے آپ اس کا جواب دیں۔

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! صوبائی بجٹ میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ پوٹاشیم کھادوں پر پچھلے سال وفاقی حکومت -/400 روپے سبسڈی دیتی رہی ہے اور اس سال اسے بڑھا کر اس نے -/470 روپے کیا گیا اور ہم اس کو ensure کریں گے جس طرح معزز ممبر نے فرمایا ہے کہ کھاد کی دستیابی کم ہے تو ہم اس کو ensure کریں گے کہ زمینداروں کو سبسڈائزڈ ریٹ پر مہیا ہو۔

رائے منصب علی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

رائے منصب علی: جناب سپیکر! میں فاضل ممبر صاحب کے پوائنٹ کی وضاحت کرتا ہوں کہ ہر ضلع میں ہماری دو رکنی کمیٹیاں بنی ہوئی ہیں، ڈی سی او ان کمیٹیوں کو سپروائز کرتے ہیں اور ای ڈی او ایگریکلچر اس کے ممبر ہیں دوسری گزارش یہ ہے کہ ڈی اے پی کھاد کی کوئی کمی نہیں ہے اور اگر یہ سمجھتے ہیں تو ڈی سی او کو لکھیں جبکہ ایگریکلچر مارکیٹنگ کے دفتر میں بھی فیکس لگی ہوئی ہے تو وہاں پر رابطہ کریں اور ڈاکٹر صاحب کو جتنی کھاد کی ضرورت ہے وہ ملے گی۔

وزیر خوراک: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر خوراک!

وزیر خوراک: جناب سپیکر! میں اس issue کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ ڈی اے پی کھاد فری دستیاب نہیں ہے تو فری تو کبھی بھی کسی بھی زمانے میں نہیں تھی اور قیمت دینی پڑتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ -/300 روپے سبسڈی دی گئی ہے تو سبسڈی پچھلے سال -/250 روپے تھی جو اس سال پہلے -/400 روپے کی گئی ہے اور پھر -/470 روپے کی گئی اور فاسفورس فرٹیلائزر پر اس وقت کسانوں کی طرف سے کسی قسم کی کمی کی کوئی شکایت نہیں آئی ہے۔ مزید یہ کہ حکومت نے اس کی کمپلینٹ کرنے کا ایک سیٹ میکانزم بنایا ہوا ہے اور اگر انہوں نے کوئی کمپلینٹ کہیں پر کی ہے اور اس کو رفع نہیں کیا گیا تو پھر on the floor of the House یہ بات agitate کر سکتے ہیں ورنہ نہیں کر سکتے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں انہیں چیلنج کرتا ہوں کہ آئیں اور بہاولپور کی تحصیلوں میں میرے ساتھ چلیں اور غلہ منڈی میں اگر یہ بات ثابت ہو جائے تو پھر اس حوالے سے اپنی سزا خود تجویز کریں اور انہوں نے اپنے اقدامات کے اعلانات کر کے بتایا ہے کہ یہ یہ کیا ہے۔ انہوں

نے بتایا ہے کہ دو ر کنی کمیٹی بنائی ہے اور انہوں نے بھی میکا نزم کا بتایا ہے تو میں یہ عرض کروں گا کہ اگر یہ سارا میکانزم اسے کنٹرول کرنے میں ناکام ثابت ہو تو پھر اس کو نئے سرے سے rearrange کرنے کے بارے میں سوچیں۔ میں اس بارے میں بالکل یکسو ہوں اور چیلنج کے ساتھ یہ بات کر رہا ہوں۔ اس لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ محض ایک پوائنٹ آف آرڈر میں نے اٹھایا ہے اور کسانوں کی ایک valid مشکل ہے اب اس پر یہ بحث برائے بحث کر کے اس کی صفائیاں دینے کے نتیجے کے اندر تو کسانوں کو تو کچھ بھی حاصل نہیں ہو گا اس لئے میں یہ التماس کروں گا کہ بحث برائے بحث کو نہ لیا جائے بلکہ فیلڈ سے حقیقتاً رپورٹ لی جائے اور جو خرابیاں ہیں مہربانی کر کے ان کی rectification کی جائے۔ میں نے پوائنٹ سکور کرنے کے لئے یہاں پر پوائنٹ آف آرڈر raise نہیں کیا بلکہ ایک جائز مشکل میں نے بیان کی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر صاحب! آپ کی بات ہاؤس میں آئی ہے تو اس کا نوٹس لیا جائے گا۔ یہ تو انہوں نے اپنی انفارمیشن کے مطابق وضاحت کی ہے اور جو آپ کی انفارمیشن ہے اس کا بھی نوٹس لیں گے اور اگر ایسی کوئی بات ہے تو پھر اس کا ضرور سدباب کیا جانا چاہئے۔

سید احسان اللہ وقاص: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! فنانس منسٹر صاحب تشریف رکھتے ہیں تو میں ایک بہت اہم issue کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں اور یہ بھی گزارش کروں گا کہ اس کی یہ وضاحت فرما دیں تاکہ لوگوں کو اطمینان ہو چونکہ پنجاب بنک میں share ز کا بڑا حصہ پنجاب حکومت کا ہے اور اس کے share ز کا ریٹ ایک دم -/10 روپے گرا ہے اور یہ بنک بہت شدید افواہوں کی زد میں ہے اور کہا جا رہا ہے کہ وہاں پر اربوں روپے کے گھپلے ہوئے ہیں اور ایسے قرض دیئے گئے ہیں کہ جن کی واپسی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ سٹیٹ بنک نے بھی اس پر شدید اعتراضات کئے ہیں اور اس کی وجہ سے مارکیٹ میں اس بنک کا share کا ریٹ گر گیا ہے۔ منسٹر صاحب اس کی وضاحت فرما دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! اس پر میں off hand comment نہیں کروں گا اور مجھے مکمل انفارمیشن لے لینے دیں اور میں کل اس کا جواب دے دوں گا۔

شیخ علاؤالدین: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

شیخ علاؤالدین: شکریہ۔ جناب سپیکر! شاہ صاحب نے پنجاب بنک کی بات کی ہے تو میں اس ضمن میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ سٹاک مارکیٹ میں shares کے ریٹس اوپر نیچے ہونا ایک routine matter ہے اور پوری دنیا میں یہ ہوتا ہے۔ جس طرف انہوں نے اشارہ کیا ہے تو ہوتا یہ ہے کہ سٹیٹ بنک اپنی آڈٹ رپورٹس میں ہر بنک کے بارے میں لکھتا ہے۔ ہر فنانشل انسٹیٹیوشن کے بارے میں لکھتا ہے اور اگر اس کے اندر کوئی غلطیاں ہوتی ہیں تو بنک یا فنانشل انسٹیٹیوشن کو ٹائم دیا جاتا ہے کہ آپ 30 دن کے اندر اندر اسے ٹھیک کر لیں۔ جہاں تک wrong loaning کا تعلق ہے تو اس پر collateral لازمی لیا جاتا ہے اور کوئی بنک ایسا نہیں کر سکتا۔ -/10 روپے share گرنا کوئی ایسی بات نہیں ہے کیونکہ 30/30 روپے بھی share گرتا ہے اور وہ share پھر دوسرے، چوتھے دن یا 15 دن اور مہینے میں ٹھیک ہو جاتا ہے اور یہ routine matter ہے اس میں پنجاب بنک کو یہ کہنا یا حکومت پنجاب کو یہ کہنا بڑی زیادتی کی بات ہے۔

راجہ ریاض احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! چنیوٹ سے ہمارے ایم پی اے سید حسن مرتضٰی صاحب چنیوٹ کو ضلع بنانے کا مطالبہ کر رہے ہیں اور وہ اپنے اس مطالبے کے لئے یہاں سے گورنر ہاؤس تک ننگے پاؤں احتجاجاً جائیں گے تو میں صحافی بھائیوں اور اپنے اپوزیشن کے دوستوں سے یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ ان کے ساتھ گورنر ہاؤس تک چلیں تاکہ چنیوٹ کو ضلع کا درجہ دلوایا جائے۔ شکریہ

(اس مرحلہ پر سید حسن مرتضٰی اور راجہ ریاض احمد ایوان سے باہر چلے گئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ صغیرہ اسلام صاحبہ!

محترمہ صغیرہ اسلام: شکریہ۔ جناب سپیکر! بجٹ کے بعد ضمنی بجٹ تو میں سب سے پہلے یہ عرض کروں گی کہ کسی بھی ملک یا کسی بھی صوبے کا سربراہ یا جیسے وزیر خزانہ نے ایک بجٹ پیش کیا ہے تو بجٹ کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ اعداد و شمار پر بنایا جاتا ہے اور یہ حساب لگایا جاتا ہے کہ کتنی آمدنی

اور کتنا خرچ ہے۔ اگر کوئی حکومت ان اعداد سے زیادہ خرچ کرتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت بجٹ بنانے میں ناکام رہی اور جو بجٹ بنایا ہے وہ واقعی صرف ہیرا پھیری ہے۔ جس طرح ضمنی بجٹ میں وزیر اعلیٰ ہاؤس کی آرائش و زیبائش پر کروڑوں روپے خرچ کئے جانے کا بجٹ رکھا گیا اب مزید اس پر ضمنی بجٹ لایا گیا۔ یہ کتنی تکلیف دہ بات ہے کہ غریب کے پاس کھانے کے لئے روٹی تک نہیں اور وزیر اعلیٰ ہاؤس پر، وزیر اعلیٰ کے ہیلی کاپٹر اور اس کی مرمت پر غریب عوام کے کروڑوں روپے خرچ کئے جا رہے ہیں۔ یہاں پر ابھی میرے بھائی نے دعویٰ کیا تھا کہ غریبوں کو سول ہسپتالوں میں دوائیاں مفت دی جاتی ہیں۔

جناب سپیکر! غریبوں کو تو کھانے کے لئے روٹی نہیں ہے ان کے منہ سے تو روٹی کا نوالہ تک چھین لیا گیا ہے آج کے اخبار میں آٹا مزید مہنگا ہو گیا اور جو روٹی پہلے ایک روپے کی تھی وہ دو روپے کی ہوئی پھر -/3 روپے کی ہوئی اور آج -/3 روپے سے -/4 روپے کی ہو گئی ہے۔ یہ غریبوں کو کس طریقے سے مارنا چاہتے ہیں؟ ایک طرف تو یہ اپنی عیاشیوں پر کروڑوں روپے خرچ کرتے ہیں اور غریبوں کے لئے ہر چیز ہر روز مہنگی کر دی جاتی ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ سول ہسپتالوں میں دوائیاں مفت ملتی ہیں میرا تعلق ضلع شیخوپورہ سے ہے میں نے اس سلسلہ میں پہلے بھی عرض کیا تھا کہ پہلے تو وہاں پر مریضوں کو چیک ہی نہیں کیا جاتا یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ اس کو لاہور کے ہسپتال میں لے جائیں اگر کوئی دوائی وہاں پہنچتی بھی ہے یا تو وہ میڈیکل سٹوروں پر چلی جاتی ہے یا پھر ان سے بڑے بڑے لوگوں کو نوازا جاتا ہے اس ہسپتال سے کبھی کسی غریب آدمی کو ایک ڈسپرین کی گولی تک نہیں ملی۔ ہسپتال کا یہ حال ہے کہ اس کے واش روموں میں پانی کی ٹونٹی تک نہیں ہے وہاں پر بالکل پانی نہیں ہے۔ پچھلے دنوں مجھے ایک مریض کو دیکھنے کے لئے سرجیکل وارڈ میں جانے کا اتفاق ہوا آپ یقین کریں کہ وہاں پر dust bin نہیں تھی بلکہ جگہ جگہ کوڑے کے ڈھیر تھے تو میں نے ایک نرس کو بلا کر پوچھا کہ یہاں پر کیا صفائی نہیں ہوتی؟ اس نے جواب دیا کہ "ایتھے کئی آندے نے صفائی چیک کرن آلے" یہاں پر صفائی کا یہی حال ہے۔ مجھے اس مریض نے بتایا کہ یہاں واش روموں میں پانی تک کا انتظام نہیں ہے۔ یہ کون سی ہیلتھ پالیسی کی بات کرتے ہیں انہوں نے کہاں صحت پر پیسا لگایا ہے۔ کیا یہ سارے پیسے لاہور کے ہسپتالوں پر لگاتے ہیں یا چھوٹے ضلع کو بھی دیکھا جاتا ہے؟

جناب سپیکر! یہاں پر میں ایک اور عرض کروں گی کہ یہاں پر ایجوکیشن منسٹر بیٹھے ہوئے ہیں، یوں تو پنجاب کے وزیر اعلیٰ نے اس ماڈلنگ پر کروڑوں روپے خرچ کیا یہ کہتے ہیں کہ سارے

سکولوں کی حالت بہت بہتر ہے میں لاہور کی ہی بات کروں گی میں اپنے ضلع میں اس لئے نہیں جاؤں گی کیونکہ وہاں پر کوئی منسٹر ہے اور نہ وہاں کوئی ایسا آدمی ہے جس کی وجہ سے اس ضلع کی حالت بہتر بنائی جا سکتی۔ لاہور رحمان پورہ میں جہاں میرا اپنا ایک سکول تھا وہاں این اے سکول، بابے کا سکول یہ وہ سکول ہیں جو مین روڈ پر واقع ہیں وہاں پر کوئی چار دیواری ہے اور نہ ہی این اے سکول میں آدھے کمروں کی چھتیں ہیں۔ وہاں کوئی پانی کی سہولت ہے اور نہ ہی سارے کمروں میں بجلی ہے۔ میں یہاں پر یہ بھی عرض کروں گی کہ جہاں پر ہم کروڑوں روپے اپنی ذات پر خرچ کر لیتے ہیں میں اس بات پر بھی اعتراض نہیں کرتی کہ وزیر اعلیٰ اپنے اوپر بہت پیسا خرچ کرتے ہیں لیکن اگر وہ غریبوں کا بھی خیال رکھیں تو پھر ٹھیک ہے لیکن غریبوں کے لئے تو زندگی تنگ کر دی گئی ہے۔

جناب سپیکر! اساتذہ جو اس ملک کے معماروں کو بناتا ہے ان کی تنخواہ چار ہزار پچیس روپے ہو تو یہ سراسر زیادتی اور دکھ کی بات ہے۔ کہتے ہیں کہ کسی ملک کے ترقی یافتہ ہونے کا اندازہ لگانا ہو تو معیار تعلیم سے لگایا جا سکتا ہے۔ جس ملک کے اساتذہ کی حالت یہ ہو کہ وہ روٹی کھانے کے لئے سارا دن در بدر لوگوں کے دروازوں پر ٹیوشنیں پڑھانے کے لئے جاتے ہوں، جس ملک کا استاد روٹی کے لئے ترس رہا ہو وہ استاد بچوں کو کیا بہتر تعلیم دے گا۔

جناب سپیکر! یہاں میں ان خواتین کا بھی ذکر کرنا ضروری سمجھوں گی 80 فیصد عورتیں جو کارخانوں میں کام کرتی ہیں، ہوٹلوں میں کام کرتی ہیں، جو بڑے بڑے میڈیکل سٹوروں پر کام کرتی ہیں حتیٰ کہ پٹرول پمپوں پر کام کرتی ہیں کیا وہ اس معاشرے کا حصہ نہیں ہیں؟ بجٹ میں ان کے بارے میں کچھ نہیں کہا گیا۔ میں آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ سے درخواست کروں گی کہ ان خواتین کے بھی pay scale مقرر کئے جائیں ان کے اوقات کار کو چیک کیا جائے وہ صبح آٹھ بجے سے لے کر رات نو بجے تک لگاتار کام کرتی ہیں۔

جناب سپیکر! اگر پریگنینسی کے دوران سرکاری ملازمین کو چھٹی دی جاتی ہے تو وہ خواتین جو پرائیویٹ اداروں میں کام کرتی ہیں ان کو چھٹی کی بجائے مستقل چھٹی دے دی جاتی ہے جو سراسر ناانصافی ہے۔ جو گورنمنٹ ملازم ہیں بجٹ میں صرف انہی پر توجہ نہ دی جائے بلکہ جو پرائیویٹ سیکٹروں میں کام کرتے ہیں وہ لوگ بھی اتنے ہی مستحق ہیں جتنے کہ سرکاری ملازمین۔

جناب سپیکر! یہاں پر پولیس کی بات ہوئی آپ صبح اخبار اٹھا کر دیکھیں تو قتلوں، چوریوں اور ڈکیتیوں سے اخباریں بھری ہوتی ہیں۔ بسوں کو یرغمال بنایا جاتا ہے آج ہی صبح میں نے اخبار میں

پڑھا جس میں خاوند، بیوی اور اس کے چار بچوں کو جس بے دردی سے قتل کیا گیا ہے اگر یہی ملک میں امن وامان کی صورتحال ہے اور یہی بہتری ہے تو پھر بہت دکھ کی بات ہے۔ جس پولیس کو، مجھے یہ بھی اعتراض نہیں ہے کہ پولیس کو فنڈ نہ دیا جائے ان کو دیا جائے اگر ان کی کارکردگی بہتر ہوتی لیکن اگر یہ حال ہو کہ راہ چلتے لوگوں سے پرس چھین لئے جائیں، گھروں میں بیٹھے لوگوں کو گولی مار دی جائے۔ پچھلے دنوں میں نے یہاں ذکر نہیں کیا، عوام کے جو منتخب نمائندے ہیں ان کے گھر محفوظ نہیں ہیں۔

جناب سپیکر! میرے اپنے گھر میں، اس وقت میں گھر پر موجود نہیں تھی میرے گھر کے تمام تالے توڑے گئے ایک ایک گھر کی چیز نکال کر ٹی وی لاؤنج میں رکھی گئی جب پولیس کو inform کیا گیا تو پولیس وہاں پر آئی لیکن وہ اندر جاتے ہوئے اس طرح ڈر رہی تھی، وہ اندر سے اس طرح سے بند تھا ایسے لگتا تھا کہ وہ اندر سے lock ہے۔ پولیس اس لئے ڈر رہی تھی وہ سمجھ رہی تھی کہ چور شاید اندر بیٹھا ہوا ہے۔ میرا بھائی ان کے ساتھ خود اندر گیا کیونکہ وہاں چور نہیں تھا وہ اتنا بے وقوف تو نہیں تھا کہ اندر بیٹھا ہوتا۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر پولیس کی کارکردگی اتنی بہتر ہوتی تو ان کو ضرور پیسے دیئے جاتے۔ اس پولیس سے وہ پولیس زیادہ بہتر تھی جو گھوڑوں پر گشت کرتی تھی یہ پولیس جو سارا سارا دن ائیر کنڈیشن گاڑیوں میں بیٹھ کر مزے سے سڑکوں پر گھوم رہے ہوتے ہیں یا تو وہ مزے سے درختوں کے سائے میں بیٹھے ہوتے ہیں یا کسی ریسٹ ہاؤس میں بیٹھے ہوتے ہیں۔

جناب سپیکر! پہلے ایک ضلع میں ایک ایس پی تھا تو امن وامان کی حالت بہتر تھی جوں جوں ایس پی کی تعداد بڑھتی گئی، ہوتا یہ ہے کہ اگر کوئی چوری یا قتل ہو جائے تو فٹ سے جگہ ناپی جاتی ہے کہ یہ کس کے علاقے میں جاتا ہے۔ کوئی آدمی بھی اس ذمہ داری کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے کہ کس طرح کے حالات بہتر کئے جائیں۔

جناب سپیکر! میں حسنین دریشک صاحب سے جن کا کوئی قصور تو نہیں ہے کیونکہ ان کو تو ایک بجٹ دے دیا جاتا ہے اور بجٹ پر ایک ضمنی بجٹ دے دیا جاتا ہے۔ یہاں پر اس floor پر کھڑے ہو کر وزیراعلیٰ کی تعریف کی گئی، تعریف اس وقت اچھی لگتی ہے جب کوئی عملی کام بھی سامنے نظر آتا ہو اگر وزیراعلیٰ صاحب یہ کہتے کہ میں کسی قسم کی مراعات نہیں لوں گا، میرے وزیراعلیٰ ہاؤس پر پیسے نہ لگائے جائیں، مجھے ہیلی کاپٹر نہیں چاہئے یا جو پنجاب کا مری ہاؤس بن رہا ہے مجھے اس کے لئے کسی پیسے کی ضرورت نہیں ہے اگر یہ پیسے کسی غریب کی اصلاح کے لئے لگائے

جاتے تو میرا خیال تھا کہ یہ زیادہ بہتر ہوتا۔

جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں گی کہ اس ضمنی بجٹ کو سب سے پہلے ہم مسترد کرتے ہیں کیونکہ اس ضمنی بجٹ کی سالانہ بجٹ کے بعد اب کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ پنجاب کا صوبہ اتنی فضول خرچی اور اتنے عیاشیوں کا متحمل نہیں ہو سکتا کہ غریب کے منہ سے روٹی چھین لی جائے اور منسٹر اپنی عیاشیوں پر پیسے خرچ کریں۔ اس کے ساتھ ہی میں اجازت چاہوں گی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحبہ!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب سپیکر! پہلے یہ ہوتا تھا کہ جب کوئی جھوٹ بولتا تھا تو چھت گر جاتی تھی میں نے یہی سنا ہے اب جب کوئی جھوٹ بولتا ہے تو کوئی طوفان یا زلزلہ آ جاتا ہے۔ جھوٹ یہ بولتے ہیں اور بھگتنا غریب عوام کو پڑتا ہے۔ چند مہینے پہلے محترمہ بیمار ہوئی تھیں تو یہ PIC میں گئیں وہاں ان کو اتنا اچھا treatment دیا گیا کہ انہوں نے کہا کہ شاباش چودھری پرویز الٰہی نے کتنا اچھا انتظام کیا ہے۔ وہ سچ تھا یا آج سچ ہے؟ یہ تو کہیں ٹھہرتی نہیں ہیں۔ کتنا جھوٹ بولتی ہیں۔ میں خود انہیں دیکھنے گئی۔ جہاں تک سکولوں کا تعلق ہے تو انہیں لاہور کے سکولوں کا پوچھیں، پرائیویٹ سکولوں کا تو ہم نے کوئی کنٹریکٹ نہیں لیا ہوا۔ گورنمنٹ کے جو سکول ہیں، لیڈی میکلیگن گورنمنٹ گرلز ہائی سکول ہے، چوبرجی سکول ہے، سنٹرل ماڈل سکول ہے جس میں latest mathematics اور کمپیوٹر ہے، ابھی حال ہی میں منسٹر صاحب وہاں کوئی 30 کے قریب کمپیوٹرز دے کر آئے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر! یہ بھی جھوٹ ہے۔ ان کو جھوٹ بولنے کی عادت ہے اس لئے یہ دوسروں کو کہہ رہی ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب سپیکر! ان کی تصحیح کی جائے، انھوں نے کہا کہ چیف منسٹر ہاؤس کی آرائش و زیبائش، زیبائش ہوتی ہے زندہ چیزوں کی، جس ممبر آف پارلیمنٹ کو یہی نہیں پتا کہ دیواروں کی زیبائش نہیں ہوتی اس نے کیا کہنا ہے۔

محترمہ صغیرہ اسلام: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اگر لفظ[**] کی بجائے "غلط بیانی" استعمال کیا جائے تو بہتر ہوگا۔

---

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب سپیکر! میں نے انہیں یہ پہلے ہی عرض کیا ہے کہ جتنا پیسا ہوتا ہے وہ لاہور کے ہسپتالوں پر خرچ کیا جاتا ہے، کیا ہی اچھا ہوتا کہ چھوٹے ضلعوں پر بھی توجہ دی جاتی۔ جہاں تک میری بہن نے یہ عرض کیا ہے، اگر ایک ممبر جس کی یہاں پر طبیعت خراب ہوتی ہے، میں ممبر تھی اس لئے مجھے اچھی طرح چیک کیا گیا، میں دیکھتی کہ اگر یہاں سے کوئی غریب آدمی وہاں پر بیمار ہو کر جاتا تو اس کو وی آئی پی طریقے سے چیک کیا جاتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔ بی بی!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: ممبر ہو یا نہ ہو سب کو اچھے طریقے سے وہاں پر treatment دیا جاتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بی بی! بات ہو گئی ہے۔ آپ نے بات کر لی ہے۔ اب کارروائی کو آگے چلنے دیں۔

محترمہ ثریا نسیم: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، آپ بات کیجئے۔

محترمہ ثریا نسیم: جناب سپیکر! ہماری معزز بہن نے یہ کہا ہے کہ ایک جو قوم کا معمار ہے اس کی تنخواہ جو ہے وہ -/4500 روپیہ ہے اور پھر ساتھ ہی انھوں نے اپنے سکول کا ذکر کیا جو محلہ رحمانیہ میں ہے تو میں ان سے یہ پوچھنا چاہوں گی کہ ان کا وہ جو پرائیویٹ سکول ہے، یہ ایمانداری سے بتائیں کہ وہی استاد جو وہاں پر قوم کے معمار ہیں یہ ان کو کتنی تنخواہ دے رہی ہیں؟

جناب سپیکر! دوسری انھوں نے لاء اینڈ آرڈر کی بات کی، انھوں نے کہا کہ میرے بھائی کے گھر میں چوری ہوئی اور اس طرح کے حالات ہیں، میں ان سے پوچھنا چاہوں گی کہ ان کی اپنی وزیراعظم صاحبہ جب وہ خود وزیراعظم تھیں تو اس وقت لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال کیا تھی؟ ان کے اپنے بھائی کا قتل ہوا۔ پھر یہ سی ایم ہاؤس کی نمود و نمائش کی طرف بار بار آ رہے ہیں۔ انہی کے زمانے میں ان کی قائد محترمہ کے خاوند کے جو اصطبل تھے وہاں پر گھوڑے اور وہاں کے جو للے تللے تھے وہاں پر کیا کچھ نہیں ہو رہا تھا؟ یہ آئے دن کبھی مصالحیوں کی بات کرتے ہیں۔ ان کے گھوڑوں کے

بسکٹ کے ناشتے ہوا کرتے تھے۔یہ لوگ تنقید برائے تنقید لے کر چل رہے ہیں۔یہ لوگ بوکھلا چکے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

محترمہ صغیرہ اسلام:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ!آپ تشریف رکھئے۔اس وقت ہاؤس میں معزز ڈپٹی سپیکر آف لوک سبھا تشریف فرما ہیں۔

I, on behalf of the Punjab Assembly, welcome the Honourable Deputy Speaker Chran Jeet Singh to witness the session of the House. I welcome him on behalf of the Assembly and on behalf of the members. Now I give the floor to honourable Member, Mr. Muhammad Waqas.

جناب محمد وقاص:بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔الحمد للہ رب العالمین۔ والصلوۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین۔

رانا ثناء اللہ خان:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر:رانا صاحب!ان کو بولنے دیں۔

رانا ثناء اللہ خان:جناب سپیکر!میں پوائنٹ آف آرڈر پر صرف ایک منٹ لوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر:جی،فرمائیے!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر!میں اپوزیشن کی طرف سے بھی جو معزز ہمارے مہمان مشرقی پنجاب بھارت سے تشریف لائے ہیں میں ان کو خوش آمدید کہتا ہوں اور appreciate کرتا ہوں۔(نعرہ ہائے تحسین)

سید ناظم حسین شاہ:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر:جی۔

سید ناظم حسین شاہ:جناب سپیکر!ہم بھی دل کی اتھاہ گہرائیوں سے معزز مہمانوں کو welcome کرتے ہیں اور ہم ان کا یعنی کہ الفاظ جو ہیں وہ جذبات کی عکاسی ہوتے ہیں اس لئے ہم جناب ڈپٹی سپیکر صاحب اور ان کے وفد کے ارکان کو welcome کرتے ہیں۔شکریہ(نعرہ ہائے تحسین)

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت:جناب سپیکر!تمام خواتین ممبران کی طرف سے بھی میں اپنے

مہمانوں کو خوش آمدید کہتی ہوں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب محمد وقاص: جناب سپیکر! ضمنی بجٹ کے حوالے سے گفتگو ہو رہی ہے۔2006-07 میں حکومت نے جو approve budget تھا اس سے 70۔ارب روپے جو زائد خرچ کئے ہیں اس پر بات ہو رہی ہے۔اس میں مختلف مدات میں جو بات ہوئی وہ بھی سامنے ہے۔میں اس میں چند چیزیں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا اور آپ کے توسط سے پنجاب کے عوام کو بھی بتانا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر! ہماری حکومت کا یہ دعویٰ ہے، چودھری پرویز الٰہی صاحب اور ان کی ٹیم کا دعویٰ ہے۔وہ پورے پنجاب کو 2020 کا وژن دیتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ 2020 میں پنجاب ایسا ہو گا اور ویسا ہو گا لیکن حیرت کی بات ہے کہ جو بیس سال بعد کی سوچتے ہیں وہ ایک سال کا estimate نہیں دے سکتے اور ایک سال پہلے جو وہ بجٹ دیتے ہیں اسی سال کے آخر میں انہیں اس بجٹ کو revise کرنا پڑتا ہے، یہ ان کی financial management ہے اور یہ ان کا فنانشل ڈسپلن ہے یعنی وہ کل کی بات نہیں سوچ سکتے، وہ اگلے چھ مہینے کی بات نہیں سوچ سکتے، اگلے چھ مہینے کی ضروریات کا ادراک نہیں کر سکتے اور وہ 2020 تک کی بات کرتے ہیں کہ ہم پنجاب کو یہ اور وہ بنا دیں گے۔

جناب سپیکر! پولیس کے لئے انھوں نے پچھلے سال 20۔ارب روپے بجٹ رکھا اور 7۔ارب روپے انھوں نے اس سے اضافی خرچ کئے۔یعنی ان کا پولیس کی مد میں جو revised budget تھا وہ 27۔ارب روپے تھا۔

جناب سپیکر! ہم دیکھتے ہیں کہ پنجاب میں امن و امان کی جو صورتحال ہے وہ سب کے سامنے ہے لیکن جب ہم اس کا تفصیل سے تجزیہ کرتے ہیں تو انتہائی یعنی حیرت ہوتی ہے کہ ہماری حکومت کیا کرنے جا رہی ہے؟ یہ کلاسیکل مثال میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں کہ یہ ایک مد ہے، یہ صفحہ نمبر 774 ہے، انھوں نے جو ہمیں چارٹ expenses کا دیا ہے اس میں پرچیز آف ٹرانسپورٹ کے لئے actual budget میں -/5000 روپے رکھے تھے اور اس پر انھوں نے ایک ارب 71 کروڑ روپے خرچ کئے ہیں۔یعنی جس چیز کے لئے انھوں نے actual budget میں -/5000 روپے رکھے اس کا revised estimate انھوں نے ایک ارب 21 کروڑ روپیہ اس پر خرچ کیا اور اس سے مزے کی بات یہ ہے کہ اگلے سال بجٹ کے لئے دوبارہ -/5000 روپے مانگے ہیں۔یہ ان کی فنانشل مینجمنٹ ہے، یہ ان کا فنانشل ڈسپلن ہے کہ ان کو یہ نہیں پتا کہ جس چیز کے

لئے ہم -/5000 روپے رکھ رہے ہیں، چلو -/10,000 روپے خرچ کر لو، چلو پانچ لاکھ تک خرچ کر لو، ایک ارب 31 کروڑ روپیہ۔

جناب سپیکر! اسی طرح ایک دوسری مد ہے جس میں انھوں نے فرنیچر کی خریداری کے لئے -/5000 روپے رکھے تھے لیکن چار کروڑ روپے خرچ کئے ہیں۔ اس طرح کی کئی مثالیں میرے سامنے موجود ہیں کہ انھوں نے پانچ، دس یا پندرہ ہزار روپے رکھے اور کروڑوں اس پر خرچ کئے۔ اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ انھوں نے کس طرح، کس بیدردی کے ساتھ اس پنجاب کے عوام کے پیسے کو خرچ کیا ہے اور ان کو پتا نہیں کہ جوابدہی کا احساس ہے یا نہیں؟

جناب سپیکر! متفرق اخراجات میں انھوں نے 7۔ ارب روپے سے زیادہ خرچ کئے ہیں۔ اس کے علاوہ جو ترقیاتی کام ہیں ان کی صورتحال یہ ہے، میں صرف اپنے حلقے کی مثال دیتا ہوں کہ وہاں پر پی پی۔ 7 میں انھوں نے پچھلے بجٹ میں ایک پولی ٹیکنیک کالج منظور کیا اور اس کے لئے 380 ملین روپے رکھے، وہ خرچ نہیں ہو سکے، صرف 40 ملین اس میں سے خرچ ہوئے ہیں اور باقی جو 340 ملین ہیں وہ بچے ہوئے ہیں، یعنی ترقیاتی کاموں پر انھوں نے بجٹ پورا کیا خرچ کرنا تھا بلکہ اس کا بہت بڑا پورشن ان کے پاس بچا ہوا ہے۔ وہ کام یہ نہیں کر سکے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس capacity ہی نہیں ہے، ان کے پاس انفراسٹرکچر نہیں ہے کہ وہ جو 100 بلین اور ڈیڑھ سو بلین یہ ترقیاتی کاموں کے لئے اعلان کر دیتے ہیں۔ وہ یہ خرچ ہی نہیں کر سکے لیکن وہ بس ایک نعرہ ہوتا ہے، عوام کو ایک سبز باغ دکھانا ہوتا ہے۔ اس میں سے بہت بڑی رقم واپس آ جاتی ہے لیکن جو غیر ترقیاتی اخراجات ہیں جن کے اوپر رانا ثناء اللہ صاحب نے بڑی روشنی ڈالی ہے وہ یہ خرچ کرتے ہیں چاہے وزیر اعلیٰ ہاؤس کی فرنشنگ، رینوویشن، چاہے ہیلی کاپٹر کی خریداری ہو یا اس کے پرزے ہوں اور یہ ساری چیزیں ہوں۔

جناب سپیکر! میں آخری بات یہ کہتا ہوں کہ انھوں نے ایک کروڑ روپیہ میراتھن ریس پر خرچ کیا۔ میں اس پر صرف یہ بات کرتا ہوں کہ شکر ہے کہ پنجاب گورنمنٹ نے آخر میں اس پر توبہ بھی کر لی ہے اور بادشاہی مسجد میں امام کعبہ کے پیچھے نماز پڑھ کر انھوں نے اعلان کر دیا ہے کہ اب روشن خیالی ان کا مذہب نہیں ہے، اس سے یہ تائب ہو گئے ہیں۔ بہت شکریہ

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ یہ انتہائی خوش آئند بات ہے کہ اس معزز ایوان میں اپوزیشن کی طرف سے بھی اور ٹریژری بنچوں کی طرف سے

انڈین لوک سبھا کے جو ڈپٹی سپیکر ہیں اور ان کے فیملی ممبرز کو آج پنجاب اسمبلی کا دورہ کرنے پر میں ان کو اس معزز ایوان کی طرف سے لاہور آمد پر خوش آمدید کہتا ہوں۔

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ یہ دورہ پنجاب سے یقیناً خوشگوار یادیں لے کر جائیں گے وہ بنیادی طور پر سینیٹ کی دعوت پر ایک میٹنگ میں شرکت کے لئے پاکستان آئے تھے لیکن انھوں نے حکومت پنجاب اور پنجاب کے عوام کو یہ اعزاز بخشا کہ وہ پنجاب کے اس معزز ایوان میں تشریف لائے۔ ہم ان کو خوش آمدید کہتے ہیں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میں بھی دل کی گہرائیوں سے ان کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ انھوں نے کہا ہے کہ سرحدیں ختم نہیں ہو سکتیں لیکن دلوں کی نفرتیں ختم ہو سکتی ہیں۔ مجھے امید ہے کہ معزز مہمان یہاں سے جو محبتیں لے کر جائیں گے اور جو محبتیں ہم پیش کر رہے ہیں وہ بھی ان محبتوں کے نتیجے میں اپنا کردار ادا کریں گے۔ اس کے ساتھ میں ان کو "جی آیانوں" کہتا ہوں۔

جناب جوزف حاکم دین: جناب سپیکر! میں اقلیتوں کی جانب سے ان کا پنجاب اسمبلی کے اس ایوان میں آنے پر شکریہ ادا کرتا ہوں اور تمام ممبران کی جانب سے ان کو welcome کہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ ہمارے لئے اعزاز کی بات ہے کہ لوک سبھا کے ڈپٹی سپیکر یہاں موجود ہیں۔ ہم بار بار ان کو دعوت دیں گے۔ یہ پنجاب کو اپنا گھر سمجھیں، پاکستان کو اپنا گھر سمجھیں اور ایک بہترین ہمسائے کی حیثیت سے جو روایت روا رکھی جا رہی ہے ہم اس کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح کے دوروں سے عوام اور بالخصوص غریب عوام کی بہتری ہو گی۔ جی، ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں سب سے پہلے تو اس بات پر دکھ کا اظہار کرتا ہوں کہ جب عوام اس ایوان کی کارروائی کو دیکھیں گے تو وہ بھی اظہار افسوس کریں گے کہ جو ضمنی بجٹ پیش کیا گیا ہے اس پر آج کا دن بحث کے لئے رکھا گیا ہے۔ سارا دن بحث ہو گی۔ اپوزیشن بنچوں کی جانب سے قیمتی باتیں ہوئی ہیں، Financial Management کی غلط assessment کے حوالے سے باتیں ہوئی ہیں، غلط طریق کار کے حوالے سے جو کچھ ہوا ہے اس حوالے سے رانا ثناء اللہ صاحب اور وقاص صاحب نے کافی تفصیل سے نکات سامنے رکھے ہیں کہ کس طریقے سے اخراجات کئے گئے ہیں اور لوگوں کو نوازا گیا ہے۔ یہ ساری بحث ہو گی اور وزیر خزانہ آخر میں بات کریں گے اور

یہ ضمنی بجٹ بغیر کسی تبدیلی کے منظور ہو جائے گا اگر غیر پارلیمانی لفظ نہ ہو تو یہ سب ٹوپی ڈرامہ ہے جو آج پنجاب اسمبلی میں ہو گا۔

جناب والا! میں گزارش کروں گا کہ آپ خود اس کمیٹی کے رکن ہیں جو رولز کے حوالے سے بنائی گئی ہے نئے واقعات و حالات کے حوالے سے اس ہاؤس کے نئے رولز کے بنانے کے لئے آپ کو بھی تحریک کرنا چاہئے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم قواعد میں تبدیلیاں لائیں۔ میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ بجٹ جیسے پیش کیا جاتا ہے اسی طرح پاس ہو جاتا ہے حتٰی کہ وزراء کو بھی یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ان کے محکمے کے لئے کتنا بجٹ رکھا گیا ہے۔ یہاں یہ ہوتا ہے کہ بجٹ پیش کرنے سے پہلے کابینہ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور اس میٹنگ میں منظور ہو جاتا ہے میں نہیں سمجھتا کہ 20/25 کلو وزنی بجٹ کا پلندہ 20/25 منٹ میں بغیر غور و خوض منظور کیا جائے۔

جناب والا! جہاں یہ سسٹم موجود ہیں کہ آٹھ آٹھ مہینے پہلے بجٹ سازی کا کام شروع ہو جاتا ہے۔ رانا ثناء اللہ صاحب نے بھی یہ نکتہ اٹھایا تھا کہ pre budget اجلاس میں بجٹ کے حوالے سے تجاویز لی جائیں۔ اس سے بجٹ سازی بہتر ہو گی۔ راجہ بشارت نے بھی اسے درست تسلیم کیا تھا۔

جناب والا! حکومت کے جتنے بھی محکمے ہیں ان کی کمیٹیاں موجود ہیں۔ میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ پنجاب اسمبلی کا tenure ختم ہو رہا ہے آپ ڈپٹی سپیکر ہیں آپ کمیٹیوں کو فعال بنائیں۔ ہم وہ لوگ ہیں جو گراس روٹ لیول پر عوام کے مسائل سے زیادہ آشنائی رکھتے ہیں اور ہم ہی مضبوط تجاویز دے سکتے ہیں۔ اگر یہ سلسلہ شروع ہو جائے گا کہ بجٹ کی تیاری کے لئے سٹینڈنگ کمیٹیوں کو ذمہ داری دی جائے اور بعد میں بجٹ ہاؤس میں پیش ہو تو اس سے اچھے نتائج نکلیں گے اور اس سے ہاؤس کو بھی اعتماد ہو گا۔ اس کے بعد ہم حقیقت میں کہہ سکتے ہیں کہ بجٹ ممبران نے عوام کے لئے پاس کیا ہے ورنہ یہ بحث بے مقصد ہے۔ آج ضمنی بجٹ پر بحث ہو رہی ہے اور اس سے پہلے بھی ریگولر بجٹ پر چار دن جنرل بحث ہوئی تھی۔ اس کے بعد cut motions پر بھی مختلف تجاویز آئیں لیکن ایک پائی کی تبدیلی کے بغیر سارے کا سارا بجٹ پاس ہو گیا۔ میں سمجھتا ہوں اور خدا کے لئے ہمیں اپنے اندر کچھ maturity لانا چاہئے اور سسٹم میں ایسی چیزیں induct کرنی چاہئیں کہ سسٹم بہتر ہو جائے۔

جناب والا! ہم نے پچھلے سال 274۔ارب روپے کا سالانہ بجٹ پاس کیا اور 70۔ارب روپے کا ضمنی بجٹ وزیر خزانہ نے پیش کیا ہے۔ میں نے اپنی بجٹ تقریر میں پچھلے تین چار ضمنی بجٹ جو پیش کئے گئے انھیں سامنے رکھتے ہوئے جو اوسطاً رقم allow کی گئی اس کے علاوہ انھوں نے 20 سے 30 فیصد کے قریب بجٹ میں زائد اخراجات کئے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ ایک bad financial management ہے اس کی rectification ہونی چاہئے۔ دوسرا یہ ایک غلط assessment ہے۔ یہ صورتحال پانچوں بجٹ میں رہی ہے انھیں تو پہلے بجٹ کے بعد ہی کوئی اصلاح کر لینی چاہئے تھی اور اپنی assessments ٹھیک کر لینی چاہئیں تھیں۔ یہ assessments اس لئے غلط ہوتی ہیں کہ نیچے سے اوپر تک کام کرنے کا رواج نہیں ہے۔ ہمارے statistical departments اپنے دفتروں میں بیٹھ کر اپنی کارکردگی show کر کے کاغذات کے پیٹ بھر کے اوپر بھیج دیتے ہیں اور پھر ایک سیکشن آفیسر اس ساری کارروائی کو دیکھ کر ایک بجٹ تیار کر دیتا ہے جو یہاں پر announce ہو جاتا ہے اور پھر جب اگلے سال کا سالانہ بجٹ آتا ہے تو وزیر خزانہ ضمنی بجٹ بھی ساتھ ہی پیش کر دیتے ہیں۔ یہاں اس پر بہت سارے جائز اعتراضات بھی ہوتے ہیں لیکن اس حوالے سے کوئی شنوائی نہیں ہوتی۔

جناب سپیکر! میں ذاتی طور پر سمجھتا ہوں کہ ہمارے معزز ممبران پنجاب اسمبلی اپنی مشکلات کے حوالے سے بہت ساری تحاریک استحقاق پیش کرتے ہیں لیکن میں اس حوالے سے حق بجانب ہوں کہ حکومت منظور شدہ اخراجات سے یہ جو 20 سے 30 فیصد تک زائد اخراجات کرتی ہے یہ نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح کرنے کے مترادف ہے۔ میں اس حوالے سے جناب کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں تحریک استحقاق پیش کروں جسے استحقاق کمیٹی میں جانا چاہئے اور اسے thrash out ہونا چاہئے کہ یہاں پر کیا صورتحال چل رہی ہے۔ میں نے بجٹ تقریر میں بھی یہ بات کی تھی کہ یہ ہماری شہنشاہی حکومتیں ہیں۔ ایک بجٹ document پاس ہو جاتا ہے اس میں اخراجات کا پورا تعین ہوتا ہے کہ کس محکمے نے کیا خرچ کرنا ہے لیکن جب سال گزر جاتا ہے تو ضمنی بجٹ کے ذریعے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ مختلف مدات کے اندر بالکل lavishly اور with tout financial constraints بغیر اجازت کے بے شمار اخراجات کئے جاتے ہیں اور بعد میں یہاں سے ٹھپا لگوا لیا جاتا ہے۔

جناب والا! آپ پولیس کو دیکھ لیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ باتیں ہوتی ہیں اور بالکل جائز

بھی ہیں کہ اس حکومت اور وزیر اعلیٰ پنجاب نے پولیس کے لئے بہت زیادہ پیسے رکھے ہیں اور پولیس نے بے بہا اخراجات بھی کئے لیکن ان کو اتنا بے شمار بجٹ دینے کے باوجود تا حال پولیس عوام کی حقیقی مشکلوں کا ازالہ صفر فیصد بھی کرنے میں ناکام رہی ہے۔ پورا ہاؤس اس بات کا گواہ ہے کہ ہر تھانے میں تھانے کے اہلکار صد فیصد ایف آئی آرز میں مدعی اور ملزم دونوں سے پیسے لیتے ہیں اور جب ان کی یہ intention ہوتی ہے تو اس نتیجے میں مدعی ملزم بن جاتا ہے اور انصاف کا پورے کا پورا معاملہ disturb ہو جاتا ہے۔ انصاف کی سیڑھیاں چڑھنے کے لئے ایف آئی آر ہی بنیاد ہوتی ہے لیکن ان حالات میں انصاف کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔

جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ پولیس کو جتنے زیادہ وسائل فراہم کئے جاتے رہے ہیں اور کئے بھی جا رہے ہیں یہ سارے فضول ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ پولیس کی capacity building کی جائے انھیں کچھ سکھایا بھی جائے اور ان کا جو روایتی طریق کار ہے کہ کسی بھی جائز یا ناجائز ملزم کو پکڑ لیں تو اسے لمبا کر کے اس کی چھترول کرتے ہیں اور پھر اس سے منوانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لہذا استدعا ہے کہ اس سارے سلسلے کی rectification ہونی چاہئے اور اس کی بہتری کے حوالے سے ایک تجاویز دینا چاہتا ہوں۔ پنجاب کے موجودہ آئی جی احمد نسیم صاحب بہاولپور میں ڈی آئی جی رہے ہیں۔ پچھلے tenure میں جب میں ایم پی اے تھا تو میں نے انھیں اچھا پولیس آفیسر پایا ہے۔ اب وہ پنجاب میں آئی جی ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جب تک انھیں free hand نہیں دیا جائے گا، جب تک انھیں پولیس کی lot میں سے بہتر ڈی آئی جیز، ڈی پی اوز، ڈی ایس پیز اور ایس ایچ اوز لگانے کے لئے اجازت نہیں ہو گی تب تک اس حوالے سے اس سسٹم میں بہتری نہیں ہو گی لہذا حکومت نے اس حوالے سے جو پیسے خرچ کئے ہیں وہ بالکل ناجائز ہیں۔ ہاں اگر یہ ان اخراجات سے اساتذہ، ڈاکٹرز، انجینئرز، دیگر ایڈہاک اہلکاران، ورک چارج ملازمین اور ڈیلی ویجز پر کام کرنے والے ملازمین کو regular کرنے کے لئے کوئی اخراجات کر دیتے تو یہ بڑا احسن اقدام ہوتا اور ہم اسے appreciate کرتے اور انھوں نے جو ضمنی بجٹ پیش کیا ہے اسے پاس کرنے کے لئے بھی متفقہ سفارش کرتے۔

جناب سپیکر! میں نے اس حوالے سے جو گزارشات آپ کی خدمت میں پیش کی ہیں اور ایک آدھ محکمے کا حوالہ بھی دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بالکل مناسب نہیں ہو گا کہ یہ ضمنی بجٹ یہاں سے پاس ہونے دیا جائے۔ میں استدعا کرتا ہوں کہ دونوں طرف بیٹھے معزز ممبران ایک دفعہ

تو اتنی جرأت کا مظاہرہ کریں اور کہیں کہ ہم یہ ضمنی بجٹ پاس نہیں کرتے۔ اگر ہم ایک دفعہ یہ جرأت کریں گے تو آئندہ آنے والی اسمبلیوں اور وزرائے خزانہ کے لئے مثال قائم ہو گی کہ اس طرح بجٹ documents کو ایک طرف پھینکتے ہوئے وزیر اعلیٰ اور وزیر خزانہ جو اپنی مرضی اختیار کرتے ہیں ان کے آگے کوئی قدغن لگ سکتی ہے۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ اگلی مقرر محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: بہت شکریہ۔ جناب سپیکر! یہاں پر جو 70۔ارب روپے کا ضمنی بجٹ پیش کیا گیا ہے۔ ہم پہلے تو سالانہ بجٹ کا رونا روتے رہے کہ یہ بجٹ بہت شاہانہ ہے اور اس میں غریب کو کوئی ریلیف نہیں ملا لیکن اب المیہ یہ ہے کہ ہم نے 70۔ارب روپیہ ان چیزوں کا ادا کرنا ہے جن کا کہیں سے بھی غریب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بہت ساری چیزیں پہلے بیان کی جا چکی ہیں جو رہ گئی ہیں میں صرف ان کی نشاندہی کرنا چاہتی ہوں۔ اگر آپ گورنمنٹ بلڈنگز کا اندازہ لگائیں تو اس کے لئے ضمنی بجٹ میں 4۔ارب روپیہ مانگا گیا۔ جن میں جمنیزیم، گورنر ہاؤس میں renovation of old guest houses فرسٹ floor کے لئے پچاس لاکھ مانگا گیا اور پھر پچاس لاکھ گورنر ہاؤس کے ریسٹ ہاؤس کے لئے ہے۔

جناب والا! اس میں سب سے interesting بات یہ ہے کہ:

installation of air conditioners, floor mounting units-each of 4 ton capacity in Darbar Hall, Governor house.

دربار ہال میں فرش ٹھنڈا کرنے کے لئے ایک کروڑ 93 لاکھ روپیہ لگایا گیا ہے۔ میں اس ملک کے حکمرانوں سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ financial rules کیا کہتے ہیں۔ ان کو پہلے بھی سمجھانے کی کوشش کی گئی لیکن ان کی سمجھ میں نہیں آیا۔ ضمنی بجٹ اس لئے ہوتا ہے کہ کوئی ایمرجنسی ضرورت پڑے۔ خدانخواستہ کوئی قدرتی آفت آجائے جس کا پہلے سے بجٹ میں پیسا نہیں رکھا گیا لیکن گورنر ہاؤس اور وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ میں تو پہلے ہی شاہانہ زندگی کے لئے بے تحاشا پیسا رکھا گیا ہے اور اب گورنر ہاؤس کا فرش ٹھنڈا کرنے کے لئے ایک کروڑ 93 لاکھ روپیہ مانگنے کے لئے کس طرح حق بجانب ہے---

شیخ علاؤ الدین: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیے!

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! محترمہ عظمیٰ صاحبہ بڑی پڑھی لکھی خاتون ہیں۔انھوں نے دو دفعہ فرمایا کہ فرش ٹھنڈا کرنے کے لئے۔floor mounting unitsوہ ہوتے ہیں جو فرش پر رکھ کر چلائے جاتے ہیں وہ فرش ٹھنڈا کرنے کے لئے نہیں ہوتے۔ خدا کے لئے اس بات کو سمجھیں کہ floor mounting unitوہ ہوتا ہے جو صرف فرش پر رکھ کرACچلایا جاتا ہے اور آج کلfloor mounting unitبالکل عام ہے۔پلیز اس بات کی تصحیح کر لیں کہ یہ فرش ٹھنڈا کرنے کے لئے نہیں ہوتا۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جی، شکریہ۔ جیسے علاؤالدین صاحب نے فوراً کھڑے ہو کر یہ بتایا ہے اسی طرح یہ بھی بتادیں کہ ایک کروڑ93لاکھ روپے کے جو فرش پر رکھ کرACچلانے ہیں کیا اوپر والے سارےACخراب ہو گئے ہیں کہ فرش پر رکھ کرACچلانے کی ضرورت پیش آئی ہے۔ گورنر ہاؤس میں جو پہلےACموجود ہیں کیا ان کو آگ لگ گئی ہے؟ایک کروڑ 93 لاکھ روپے کےACکی کیا ضرورت ہے، کیا گورنر ہاؤس میں کوئی علیحدہ گرمی پڑتی ہے؟ پنجاب کے لوگ تو جھونپڑیوں میں رہتے ہیں جن کے لئے پانی بھی دستیاب نہیں ہے کیا انھیں ان کا خیال نہیں آئے گا؟ان کو گورنر ہاؤس کا خیال آ گیا اور کہا کہ ہمACاوپر سے اتار کر نیچے رکھ دیتے ہیں۔ایسی باتیں کرتے ہوئے شرم آنی چاہئے۔ شرم کا مقام ہے کہ آپ غلطjustificationsدے رہے ہیں اور آپACاوپر سے اتار کر نیچے رکھ رہے ہیں اور نیچے سے اٹھا کر اوپر رکھ رہے ہیں۔ مجھے یہ بتائیے۔۔۔(نعرہ ہائے تحسین)

صبغت اللہ چودھری (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لفظ شرم کو کم استعمال کریں۔ شائستہ طریقے سے گفتگو کریں۔

شیخ علاؤالدین: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، علاؤالدین صاحب فرمائیے!

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں انھیں جواب دینا چاہتا ہوں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہر ائرکنڈیشنر اور ہر چیز کی ایکageہوتی ہے۔ ہمارے ملک میں لوگوں کیageنہیں ہوتی لیکن باقی سب چیزوں کیageہوتی ہے۔ہمارے ملک میں لوگوں کیageنہیں ہوتی باقی سب چیزوں کیageہوتی ہے اور وہ ایک وقت پر آکرobsoleteہو جاتے ہیں میں اس کی تفصیل میں نہیں جاؤں

گا لیکن مجھے یہ تو بتادیں کہ وہ وقت ان کو کیوں بھول جاتا ہے جب ان کے اپنے اخراجات کیا تھے۔اس وقت اصطبلوں میں بھی اے سی تھے پتا نہیں کون کون سے مربے کھائے جاتے تھے۔اگر ہم نے ایک وقت مقررہ کے بعد اے سی بدلے ہیں یا ہم بدلنا چاہتے ہیں تو اس میں کیا غلط بات ہے۔ان کی خدمت میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جتنی بھی چیزیں اترتی ہیں وہ باقاعدہ auction ہوتی ہیں۔اب اگر یہ کہ کہیں گی کہ وہی گاڑیاں چلائی جائیں جو تیس سال پہلے لی گئی تھیں ان پر تو maintenance cost اتنی آ جائے گی to avoid that maintenance cost یہ چیزیں routine میں ہوتی ہیں اور ان کے دور حکومت میں بھی ہوتی رہی ہیں۔بہت شکریہ

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ تشریف رکھیں ان کو تقریر کرنے دیں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: مہربانی۔جناب والا! ابھی تو میں نے صرف ایک گورنمنٹ کی building کو touch کیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ بات کریں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب والا! جن باتوں کا ذکر یہ سب لوگ فرما رہے ہیں اور آوازیں آ رہی ہیں مجھے یہ بتادیں کہ سپلیمنٹری بجٹ کے اندر کیا ایسی رقوم پچھلی حکومتوں میں رکھی گئی تھیں۔اگر رکھی گئی ہوتیں تو اس وقت بھی اس پر تنقید ہوتی۔کیا یہ justification ہے کہ اگر اس وقت ایسا ہوا،اور جن مربوں کی یہ بات کر رہے ہیں مربے اپنی جیب سے کھلائے تھے ان کی جیب سے نہیں کھلائے تھے۔۔۔

معزز خواتین حزب اقتدار: گھوڑے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب والا! یہ ہمارے گھوڑوں کو رو رہے ہیں انہوں نے گھوڑیاں پالی ہوئی ہیں۔میں تو ان کا ذکر کرنا بھی مناسب نہیں سمجھتی۔(قطع کلامیاں)

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آرڈر پلیز آرڈر۔ .No cross question please پہلے ان کو بات کرنے دیں اس کے بعد آپ بات کریں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب والا! ایک abnormal عورت کے ساتھ میرا تو کوئی concern

بنتا نہیں ہے اس لئے میں پاگلوں کی باتوں کا جواب نہیں دیتی۔(قطع کلامیاں)

جناب والا! یہ جو گورنر سیکرٹریٹ ہے اس کے لئے ماشاء اللہ سپلیمنٹری بجٹ میں 10 کروڑ 69لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ گورنر سیکرٹریٹ میں اتنی قدرتی آفات آئیں اس میں اتنا immediate خرچہ کرنا پڑا جو 10 کروڑ اور 69لاکھ روپے ہو گیا۔ اگر ہم جی او آر ون پر آ جائیں تو چیف منسٹر سیکرٹریٹ جو کہ ایک نیا سیکرٹریٹ بنا ہے لیکن اس کے باوجود اس میں 62 لاکھ روپے add کئے گئے ہیں۔[*****]

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں یہ الفاظ کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔ پلیز! آپ جو بھی الفاظ استعمال کریں شائستہ استعمال کریں۔ بطور خاتون آپ کو یہ زیب دیتا ہے اور نہ ہی ان کو زیب دیتا ہے۔ جی، فرمائیں!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب والا! شائستگی ادھر بھی سکھائیں ابھی جو زبان ادھر سے استعمال کی جا رہی تھی۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ ناچ کود اور اس قسم کی باتیں اچھی نہیں ہوتیں۔ آگے چلئے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب والا! funds for purchase of transport or other items for Ministers, Advisors and Parliamentary Secretaries. جناب! ان کے لئے جو فنڈز سپلیمنٹری بجٹ میں رکھے گئے ہیں وہ 14 کروڑ روپے ہیں۔ یعنی پنجاب کی عوام کے equivalence جتنی آبادی ہے اتنے میں ہمیں یہ پارلیمانی سیکرٹری، یہ ایڈوائزرز اور منسٹر پڑ رہے ہیں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا کہ سپلیمنٹری بجٹ میں ان پر کیا آفت آ گئی ہے انہوں نے کون سے extraordinary کام کرنے تھے جن کے لئے 14 کروڑ روپے مزید رکھا گیا۔ جو ڈائریکٹر جنرل پروٹوکول ہیں ان کے لئے بھی مزید ایک کروڑ روپیہ ضمنی بجٹ میں رکھا گیا ہے۔

جناب والا! یہ تمام چیزیں جو میں آپ کو بتا رہی ہوں ان کا ضمنی بجٹ سے بالکل کوئی تعلق نہیں ہے۔ ضمنی بجٹ ان چیزوں کے لئے رکھا جاتا ہے جو آپ نے بجٹ میں نہیں رکھے تھے اور جو کسی immediate action کے نتیجے میں دینے پڑ گئے یہ immediate action ہے

جن کے لئے یہ فنڈ دینا پڑا۔

---

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب والا! اگر میں آگے آؤں تو ابھی میراتھن ریس پر رانا صاحب نے کہا کہ اس گورنمنٹ نے خرچ کیا تو میں رانا صاحب کو درست کرنا چاہتی ہوں۔ ضمنی بجٹ کا صفحہ نمبر 213 ہے اس میں finances for the Lahore Marathan 2007 کے لئے 5 کروڑ روپے۔ اس وقت میراتھن پر کہا گیا تھا کہ اس سلسلے میں ہمیں finances مل رہے ہیں اور شاید یہ collaboration کے ساتھ ہو رہا ہے تو اب اس ضمنی بجٹ میں مانگا گیا ہے۔ اس کے بعد بسنت سے متاثرہ لوگوں کو صرف ضلع لاہور میں 20 لاکھ روپیہ ادا کیا گیا ہے۔ ایک طرف حکمران اس وقت بضد تھے کہ ہم نے بسنت منانی ہے اور بسنت پر بھی اتنا خرچہ کیا گیا ہے جو الگ ہے اور جن لوگوں کی جان گئی ان لوگوں کو 20 لاکھ روپے ادا کئے گئے۔ ہیلی کاپٹر جس کی ابھی رانا صاحب نے بھی بات کی جس پر 9 کروڑ 87 لاکھ روپے کے سپیئر پارٹس خریدے گئے اور پھر بھی وہ ہیلی کاپٹر ہماری شاہانہ طرز زندگی کو meet نہیں کر سکا۔ پچھلے مہینے ابھی گورنر صاحب کے لئے اور وزیراعلیٰ صاحب کے لئے ایک ارب روپے کے دو نئے جہاز خریدنے کے ٹینڈر کئے گئے ہیں۔

(اس مرحلہ پر حکومتی بنچوں کی خواتین اراکین نے تالیاں بجائیں)

واقعی اس پر تالیاں بجانے کی ضرورت ہے اور تماشا دیکھنے کی ضرورت ہے کہ پنجاب کے وہ عوام کہ جہاں پر poverty rate یہ ہو جہاں پر غریب دو روٹیوں کے لئے بھی ترستا ہو وہاں پر 9 کروڑ 87 لاکھ لگا کر ہمیں چین نہیں آیا۔ ہم نے دو نئے جہاز خریدے ہیں اور اس کے بعد جناب! Funds for VIP visit to Bahawalpur یہ آپ بھی بہتر جانتے ہیں اور میں بھی بہتر جانتی ہوں کہ یہ کون سے VIP صاحب تھے جن کے visit کے لئے بہاولپور ڈسٹرکٹ کو 60 لاکھ روپیہ عطا کیا گیا اور آپ کو یہ پتا ہو گا اور اگر نہیں پتا تو 60 لاکھ ان کے ٹینٹوں کی جو ائرکنڈیشننگ تھی اس کے لئے عطا کیا گیا اور ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کو پنجاب گورنمنٹ نے ادا کیا۔ اس کے علاوہ بھی اتنی لمبی چوڑی فہرست ہے کہ اگر اس کو بیان کیا جائے تو شرمندگی ہوتی ہے کہ ہم اس ہاؤس میں بیٹھ کر اس ضمنی بجٹ میں وہ چیزیں مانگ رہے ہیں جس کی کوئی logic نہیں ہے۔ جب کسی غریب آدمی کو یہ پتا چلے گا کہ ایک طرف تو میرے بچوں کے لئے روٹی بھی نہیں ہے اور دوسری طرف ہم کروڑوں روپے ان چیزوں کے لئے ادا کر رہے ہیں۔ اس کے بعد اگر میں ان کے miscellaneous

department کی طرف آ جاؤں تو اس میں Funds for Punjab Government Publicity campaign پنجاب گورنمنٹ کی publicity campaign کے اوپر ان کو 2 کروڑ اور 70 لاکھ روپے چاہئیں۔ شرم آتی ہے مجھے یہ سوچ کر کہ جس حکمران کو اپنی شکل دکھانے کے لئے اور اپنی پبلسٹی کرنے کے لئے دو کروڑ روپے چاہئیں۔ ایک طرف تو کہتے ہیں کہ ہم اپنی کارکردگی کے اوپر ووٹ لیں گے ایک طرف ان کی کارکردگی بہت مثالی ہے اور دوسری طرف اپنی شکلیں عوام کو ٹی وی اور اخبارات میں دکھانے کے لئے دو کروڑ اور ستر لاکھ روپے بھی چاہئیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب والا! اس کے علاوہ ایک بڑی interested چیز ہے۔ Funds for purchase of 42& Plasma Colour TV. کوئی اس کا سر پیر نہیں ہے کہ یہ 42 انچ کا Plasma TV کس کو جائے گا اور کس کو 42 انچ کا ٹی وی دیکھے بغیر چین نہیں آ رہا۔ ایک لاکھ تیرہ ہزار روپے کا ایک ٹی وی کس کے لئے خرید اگیا ہے وہ کہاں لگے گا اس کی کوئی تفصیل اس کتاب میں موجود نہیں ہے۔ اس کے بعد

Funds for the purchase of two digital video cameras along with accessories for DGPR

جناب والا! ڈی جی پی آر نے بھی سوچا کہ جب سب اتنی شاہانہ زندگی گزار رہے ہیں تو پھر میں پیچھے کیوں رہ جاؤں۔ انہوں نے بھی اپنے لئے تیس لاکھ روپے کے دو ڈیجٹل ویڈیو کیمرے ان کی گورنمنٹ سے مانگ لئے ہیں۔ اگر میں conclude کرتے ہوئے اتنا کہوں کہ کاش! ان حکمرانوں کو اب جاتے ہوئے بھی عقل آ جاتی۔ یہ اب جاتے ہوئے بھی اتنا سوچ لیتے کہ ہم 70۔ ارب روپے کا ضمنی بجٹ پیش کر رہے ہیں۔ (قطع کلامیاں)

معزز خواتین حزب اقتدار: شیم، شیم۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب والا! ان کی problem یہ ہے کہ انہوں نے اپنی ٹکٹیں پکی کروانی ہیں اس لئے پاگل ہو چکی ہیں اس لئے بغیر سوچے بغیر سمجھے بول رہی ہیں کیونکہ ٹکٹ پکی کروانی ہے لیکن ٹکٹ ان کی پہلے پکی تھی اور نہ ہی اب ان حرکتوں کی وجہ سے پکی ہونی ہیں بلکہ شاید ان کی ٹکٹیں ان کی حرکتوں کی وجہ سے کٹ ہی جائیں کیونکہ یہ پارلیمانی حرکتیں نہیں ہیں۔

جناب والا! اگر ایک طرف یہ عالم ہو کہ 70۔ ارب روپے آپ شاہانہ زندگی بسر کرنے

کے لئے مانگ رہے ہوں تو میں صرف افسوس سے یہ کہہ سکتی ہوں کہ ان حکمرانوں کو شاید وقت آخر پر believe نہیں ہے اور یہ نہیں سمجھتے کہ جب عوام ان کا گریبان پکڑیں گے اور وہ ان شاہانہ زندگیوں کا حساب مانگیں گے تو ان کے ساتھ ہو گا کیا۔ ان کو گلی گلی میں گھسیٹا جائے گا اور غریب کی ایک ایک پائی جو اس 70۔ ارب روپے کے بجٹ کے ساتھ جڑی ہے اس کا حساب انہیں دینا پڑے گا۔ میں مذمت کرتی ہوں ایک تو شاہانہ زندگی کی اور اس کے علاوہ جو irrelevant قسم کے expenses کئے جا رہے ہیں اس پر میری یہ گزارش ہو گی کہ اس ضمنی بجٹ کو at once مسترد کر دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ محترمہ پروین سکندر گل!

شیخ علاؤالدین: جناب والا! میں نے بھی بات کرنی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں آپ کو موقع دیتا ہوں تشریف رکھیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب والا! میں نے صرف ایک منٹ میں اپنی بات کرنی ہے کیونکہ انہوں نے ایسی بات کی ہے مجھے اس کا جواب دینے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں آپ کو ان کے بعد موقع دیتا ہوں۔

محترمہ پروین سکندر گل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! شکریہ۔ آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع دیا۔ میری گزارش یہی تھی کہ main budget پر تو بات کرنے کا مجھے موقع نہیں ملا لیکن روز جو ہمارے بہن بھائی یہ کہتے تھے کہ ایک بجٹ بھی نہیں آدھا بجٹ بھی نہیں 25۔ نومبر سے یہ کہا جا رہا ہے کہ آج حکومت گئی کل گئی۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ آج یہ سب کے لئے مبارکباد کی بات تھی کہ پانچواں بجٹ بھی پیش ہوا اور ایک سے ایک بجٹ بڑھ کر ہوا اور پانچواں سال بھی پورا ہوا تو اس پر ہمارے Finance Minister and Chief Minister Punjab مبارکباد کے مستحق ہیں۔

جناب سپیکر! اب ضمنی بجٹ پر بات ہو رہی ہے اس کے اوپر بھی شاید دو دن کے بعد بات ہو، جو میں سمجھتی ہوں کہ کل چیف منسٹر پنجاب نے ایک بہت بڑا کارنامہ انجام دیا کہ انہوں نے پی ایچ اے کے تین ہزار کچے ملازمین کو پکا کیا ہے میں سمجھتی ہوں کہ انہوں نے تین ہزار گھرانوں کو تقویت بخشی ہے۔ کہنے کے لئے تو یہ ہے کہ فلاں کر دیا، فلاں کر دیا اور فلاں پیسوں کی کیا ضرورت

ہے۔جب پہلے کسی نے کسی غریب کے لئے نہیں سوچا تھا تواب وہ چیزیں شامل ہیں۔اب میں گزارش کروں گی کہ ہمارا ایک مڈل سکول تھا جو 3/2 سال سے missing facilities میں جا تارہا ہے۔منسٹر ایجوکیشن تشریف رکھتے ہیں یہ غوپال نگر کا مڈل سکول تھا جسے ہائی سکول کا درجہ دینے اور اضافی کمرہ جات کے لئے بھی حکم صادر ہوا تھا لیکن وہ ابھی تک شروع نہیں ہوئے تو میری یہ گزارش ہے کہ اس مد کے بجٹ میں اس کو شامل کر لیا جائے۔

جناب سپیکر! دوسری بات میں سپورٹس کے بارے میں کروں گا۔میں نے پچھلی دفعہ بھی کہا تھا کہ سپورٹس فنڈز بہت کم ہے اس کو بڑھایا گیا لیکن اس میں تشویشناک بات یہ ہے کہ محکمہ سے کہا گیا تھا کہ service rules بنائے جائیں۔انہوں نے ایک محکمے کے اندر سے ایک نیا محکمہ بنا دیا۔فیڈریشن کے تحت اگر چار اسمبلیاں چلتی ہیں تو پانچویں AJK اور اس میں کبھی کوئی چھٹی چیز نہیں بن سکتی۔یہاں یہ ہوا ہے کہ فیڈریشن کے تحت چار صوبوں میں چار ڈائریکٹوریٹ ہوتے ہیں جنہوں نے سپورٹس کا کام کرنا ہوتا ہے۔اسٹیبلشمنٹ کے لئے پیسا الگ ہوتا ہے،انفراسٹرکچر کے لئے بے شمار پیسا رکھا گیا،بہت اچھی بات ہے۔یہ خوش آئند بات ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے سپورٹس کو بہت اہم سمجھ کر انفراسٹرکچر کے لئے پیسے رکھے کیونکہ کھلاڑی وہ لوگ ہوتے ہیں جو پاکستان کے اندر صوبوں کا اور باہر جا کر پاکستان کا نام پیدا کرتے ہیں مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ کھلاڑیوں کے لئے کچھ نہیں سوچا گیا۔

جناب سپیکر! ایڈمنسٹریشن پر بہت زیادہ اخراجات بڑھا دیئے گئے ہیں۔پہلے 2 کروڑ کی گرانٹ ہوتی تھی جس میں سے ایک کروڑ 81 لاکھ روپیہ تنخواہوں میں چلا جاتا تھا اور اس کے بعد سپورٹس کی development کے لئے کوئی چیز نہیں رکھی جاتی تھی۔ہم نے summary بھجوا کر گزارش کی تو اس کے اندر بھی کچھ اضافہ کیا گیا مگر افسوسناک بات یہ ہے کہ ایک ایم ڈی مقرر کر دیا گیا اور اس کے ساتھ فضول سی کچھ اور پوسٹیں بھی شامل کر دی گئیں۔میں سمجھتی ہوں کہ پہلے ایک کھلاڑی کے لئے -/100 روپیہ ڈیلی رکھا جاتا تھا۔ہم نے بڑی مشکل سے اس کو -/150 روپیہ کروایا لیکن اس مہنگائی کے دور میں ان پیسوں میں اس کھلاڑی کے لئے تین وقت کا کھانا مشکل سے ملتا ہے۔فنانس منسٹر صاحب سے میری گزارش ہے کہ کھلاڑی کو کم از کم -/200 روپیہ ڈیلی دیا جائے اور جب کھلاڑی اکانومی کلاس میں بیٹھ کر دوسرے صوبے میں جاتا ہے تو اس کی اپنی حالت غیر ہوئی ہوتی ہے لہذا میری درخواست ہے کہ کھلاڑی کو فسٹ کلاس ٹرین کا کرایہ دیا جائے۔

جناب سپیکر! جب ہم لوگ بات کرتے ہیں کہ فلاں چیز نہیں ہوئی یا فلاں مد میں پیسے کیوں زیادہ رکھے گئے ہیں۔ ہمارے اپوزیشن کے بہن بھائی بھی صرف ایک طرف سے دیکھتے ہیں کہ فلاں چیز کے لئے پیسے رکھ دیئے گئے لیکن اس میں یہ نہیں سوچتے کہ کچھ وہ ضروریات ہیں جو آپ کی روزمرہ ضروریات میں شامل ہیں۔ ابھی ادھر دوائیوں کی بھی بات ہوئی تو میں سمجھتی ہوں کہ یہ وہی بات ہے کہ کوا کالا ہے، سفید نہیں ہے۔ دوائیاں مل رہی ہیں اور آج جب لوگ ایمرجنسی میں جاتے ہیں تو وہ فخر محسوس کرتے ہیں کہ ہمیں باہر بھاگنا نہیں پڑتا اور ایک مریض کے ساتھ چار attendants کی ضرورت اب نہیں پڑتی، انہیں اسی جگہ پر دوائیاں ملتی ہیں۔

جناب سپیکر! اسی طرح یہاں محکمہ تعلیم کی بات ہو رہی ہے میں سمجھتی ہوں کہ enrollment بڑھی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ جو بہتری آئی ہے اسے بھی ہمیں ماننا چاہئے۔ نہ ماننے والی پالیسی رکھ کر ہم نے کہاں تک چلنا ہے۔ کچھ چیزوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اتنے اخراجات رکھے گئے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ پنجاب اسمبلی میں جتنی legislation ہوئی ہے اتنی چاروں اسمبلیوں میں legislation نہیں ہوئی۔ اس کے تحت ایجوکیشن کی بے شمار یونیورسٹیاں بنیں۔ ہیلتھ کی یونیورسٹیوں کا چارٹر ہوا تو جب کام ہوگا تو اخراجات بھی بڑھیں گے۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ ہمارا جتنا بھی ضمنی بجٹ ہے اس میں کوئی بھی غیر ضروری چیز نہیں ہے۔ فنانس منسٹر سے میری یہ گزارش ہے کہ ایک تو محکمے کے اندر غیر قانونی طور پر ایک جو نیا محکمہ بنا دیا گیا ہے کیونکہ کوئی کارپوریشن نہیں ہے۔ ڈائریکٹوریٹ نے سپورٹس کا انعقاد اور کھلاڑیوں کو facilitate کرنا ہوتا ہے تو میری گزارش ہے کہ پہلے کھلاڑیوں کی کچھ بہتری ہو اور ایڈمنسٹریشن پر اخراجات بہت کم کئے جائیں۔

شیخ علاؤالدین: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، شیخ صاحب فرمائیے!

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہ رہا تھا کہ ابھی محترمہ عظمیٰ زاہد نے جو باتیں کہی ہیں میں حلفاً یہ بات کہتا ہوں کہ پچھلے دنوں پیپلز پارٹی کے ایک انتہائی معزز لیڈر سے میری بات چیت ہوئی جن کا میں بہت زیادہ regard کرتا ہوں۔ میں نے ان سے یہ کہا کہ آپ کی پارٹی کی لیڈر شپ کا attitude، خاص طور پر کالا باغ ڈیم پر آپ کی لیڈر شپ کا موقف جس قسم کا ہے اس کے باوجود آپ جیسی عظیم شخصیت اس پارٹی میں کیوں ہے؟ میں حلفاً کہتا ہوں انہوں نے کہا کہ ہم

کیا کریں اور کوئی راستہ نہیں ہے۔مارکیٹنگ کی ایک terms ہے۔ Good product in that hand ان کے پاس اتنے پیارے politicians ہیں جن میں سے ایک عظمیٰ زاہد بھی ہیں لیکن جب یہ اس قسم کی تنقید کرتی ہیں تو مجھے بڑا دکھ ہوتا ہے کہ ان کو معلوم ہے کہ ہماری حکومت نے ملک کی بہتری کے لئے development میں کیا کچھ کیا ہے۔یہ آج تک کالا باغ ڈیم پر اپنا مؤقف صاف نہیں بتاتے لیکن ان کے پاس جو اچھے politicians ہیں جن میں سے یہاں پر کچھ موجود ہیں میں ان کو یہ بتاتا ہوں کہ آپ نے انشاء اللہ ایک دن آنا مسلم لیگ میں ہی ہے کیونکہ آپ کا پیپلز پارٹی میں کوئی future نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ارشد محمود بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب ڈپٹی سپیکر! سپیکر صاحب نے ایک خاتون کو تین دن کے لئے ہاؤس سے نکالا تھا۔میری گزارش ہے کہ ڈاکٹر فرزانہ نذیر کو بھی تین دن کے لئے آپ ہاؤس سے نکال دیں اس سے ہاؤس میں امن ہو جائے گا۔میں اس ہاؤس میں کھڑا ہو کر حلفاً کہتا ہوں کہ میں نے انہیں کوئی لیٹر نہیں لکھا۔(قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: بگو صاحب! آپ اپنا ٹائم ڈاکٹر صاحبہ کو دینا چاہتے ہیں؟ آپ اپنی speech کریں۔بی بی! آپ تشریف رکھیں۔میں ان کے بعد آپ کو بھی موقع دوں گا۔جی، بگو صاحب! آپ فرمائیے۔(قطع کلامیاں)

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! آپ کی دل لگی کی داد دینا پڑتی ہے۔اس عمر میں زبان کا مزا ضرور لیتے ہیں جس طرح آپ لے رہے ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں آپ کو سی پی اے کے ٹور سے واپسی پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔آپ کی دو ہفتے کی غیر حاضری کو ہم نے محسوس کیا ہے اب آپ کو welcome کہتے ہیں۔

جناب سپیکر! میں ضمنی بجٹ پر چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔پوری دنیا میں جہاں پر جمہوری سسٹم موجود ہے جس کو ہم بھی follow کرتے ہیں۔اس میں ضمنی بجٹ کا وہ تصور جو پاکستان میں مروج ہے وہ کسی بھی جمہوری ملک میں نہیں ہے۔جب بجٹ بنتا ہے تو اس میں زائد اخراجات ضرور آ جاتے ہیں اور ایسا ہو بھی جاتا ہے لیکن اس کا طریق کار دوسرے ملکوں میں کیا ہے، امریکہ اور برطانیہ میں کیا ہے؟ اس میں ان کا طریق کار یہ ہے کہ اگر کوئی بہت بڑا ایسا مسئلہ در پیش آ گیا

ہے۔جس طرح کہ ہمارے فاضل دوست نے مثال دی تھی کہ دریا کے کنارے اگر دو شہر آباد ہیں اور ان کے درمیان پل ٹوٹ جاتا ہے تو اس کے لئے تو ہنگامی بنیادوں پر بجٹ منظور کروایا جا سکتا ہے اور اس پر میرے خیال میں کسی کو اعتراض کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہوتی لیکن آپ نے یہ ملاحظہ فرمایا کہ اب یہ اس وقت 70۔ارب روپے سے زائد کا ضمنی بجٹ یہ منظور کروا رہے ہیں۔اس میں زیادہ رقوم ایسی ہیں کہ جن کا ایمرجنسی سے کوئی تعلق نہیں ہے اور ہنگامی بنیادوں پر کوئی مسئلہ درپیش نہیں ہوا۔جس کی بنیاد پر انھوں نے ضمنی بجٹ پیش کیا ہے۔

جناب سپیکر!انھوں نے 41 مطالبات زر یہاں پر پیش کئے ہیں جن کے لئے یہ بجٹ منظور کروانا چاہتے ہیں۔ان میں چھوٹی چھوٹی رقمیں بھی ہیں لیکن جو بڑی بڑی رقوم ہیں ان میں ایک رقم مطالبہ زر نمبر 9 میں مانگی گئی ہے اس میں ضمنی رقم 7۔ارب 26 کروڑ 63 لاکھ 38 ہزار روپے زائد خرچ ہوئے ہیں اور یہ پولیس پر خرچ ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر!اس وقت ہمارے ملک کی جو صورتحال لاء اینڈ آرڈر میں ہے وہ ہم سب کے سامنے ہے۔ہم گو اپوزیشن میں بیٹھے ہیں، گورنمنٹ میں بیٹھے ہیں۔ہم ایک دوسرے کو غلط ثابت کرنے کے لئے اور ایک دوسرے کی بات کو نہ ماننے کے لئے بات کرتے ہیں لیکن آج اخبارات ملاحظہ فرمالیں کہ ہر جگہ کرائم ریٹ بڑھ چکا ہے اور خصوصی طور پر پنجاب میں بہت بڑھ چکا ہے۔ڈکیتیاں اتنی ہو رہی ہیں کہ جن کا کوئی حساب نہیں ہے۔پچھلے دنوں ایک آدمی نے تجزیہ کیا اور اس نے کہا کہ پاکستان میں ہر پانچ منٹ کے بعد ایک ڈکیتی ہوتی ہے،ایک چوری ہوتی ہے کوئی نہ کوئی جرم ہوتا ہے جس کے لئے یہ ضمنی بجٹ میں اتنی رقم مانگ رہے ہیں تو ان کو چاہئے تھا کہ یہ اپنی کارکردگی لاء اینڈ آرڈر میں ہاؤس کو بتاتے کہ پولیس نے یہ کارکردگی دکھائی ہے اور جرائم کی شرح کم ہوئی ہے پھر ہم اس پر ان کو ضرور تحسین پیش کرتے اور بڑی خوشی کے ساتھ یہ بجٹ بھی منظور کرتے۔انھوں نے صرف یہ کہا ہے کہ ہم نے یہ زائد رقم خرچ کی ہے اس کے لئے ہمیں اجازت دے دی جائے۔

جناب سپیکر!بدقسمتی یہ ہے کہ سالانہ بجٹ اور یہ جو ضمنی بجٹ ہے یہ ہاؤس منظور کرتا ہے اگر یہ ہاؤس بجٹ پاس نہ کرے تو پورے پنجاب کا پورے صوبے کا سسٹم فلاپ ہو جائے۔ہم بجٹ منظور کرتے ہیں، ضمنی بجٹ بھی آج ہم ہی منظور کریں گے لیکن مجھے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ عملی طور پر اس ہاؤس میں بیٹھے ہوئے جتنے دوست ہیں ان کا اس بجٹ سے کوئی تعلق نہیں

ہے۔ ہماری رائے کو اس میں شامل کیا جاتا ہے اور نہ ہماری تجاویز کو اس میں شامل کیا جاتا ہے۔ بہت سارے ملکوں میں پری بجٹ بحث ہوتی ہے، اس میں جو پارلیمنٹ کے ممبر ہوتے ہیں ان کی تجاویز کو، ان کی recommendations کو کمیٹیاں لیتی ہیں، ہاؤس میں پاس کیا جاتا ہے اور پھر سالانہ بجٹ منظور ہوتا ہے لیکن اس ہاؤس میں، میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ سوائے وزیر خزانہ کے ان کو تو پتا ہو سکتا ہے شاید وزیر اعلیٰ پنجاب بھی اس میں مکمل طور پر شامل ہوں لیکن میں بڑے وثوق سے کہتا ہوں کہ اس ہاؤس میں بیٹھے ہوئے لوگوں میں اکثریت ان کی ہے جنہیں کچھ پتا نہیں ہوتا کہ یہ بجٹ کس طرح منظور ہوتا ہے۔

جناب سپیکر! ایجوکیشن کے حوالے سے میں نے پہلے بھی بات کی تھی اور میں آج بھی بات کرتا ہوں کہ ہمارے دوست باری صاحب، جاوید صاحب اور دوستوں نے بھی کہا کہ ہمارے حلقوں میں ہمارے سکول اپ گریڈ ہوئے ہیں اور ہمارے کالج اپ گریڈ ہوئے ہیں۔ وہاں پر 80/70 فیصد کام ہوا ہے۔ یہ بالکل درست کہتے ہوں گے ان کے حلقے میں تو یقیناً کام ہوا ہے لیکن آپ ایک طرف ملاحظہ فرمالیں کہ 125 کے قریب اپوزیشن کے لوگ ہیں۔ ایک اپوزیشن کے آدمی کو بھی ایجوکیشن ریفارمز پروگرام میں ایک پیسا بھی نہیں دیا گیا۔ ان کے حلقوں میں ایک پیسا بھی نہیں لگا۔

جناب سپیکر! ہوا یہ ہے کہ ان حلقوں میں جو لوگ اپوزیشن سے ہار گئے تھے ان کو انھوں نے فنڈز دیئے ہیں اور ان کو کہا ہے کہ یہ فنڈز استعمال کرو۔ جو منتخب نمائندے کا حق ہوتا ہے وہ فنڈز اس ہارے ہوئے آدمی کو انھوں نے دیئے ہیں اور وہ اپنی مرضی سے کچھ لگا رہا ہے، کچھ کھا رہا ہے اور جو کچھ بھی وہ وہاں پر کر سکتا ہے وہ کر رہا ہے۔ میں نے اس ایوان میں کئی دفعہ یہ کہا تھا کہ جو ڈویلپمنٹ بجٹ ہوتا ہے، ڈویلپمنٹ فنڈ ہوتا ہے وہ ایم پی اے کا حق ہوتا ہے اور ایم پی اے نے ذاتی طور پر اپنی جیب میں نہیں ڈالنا ہوتا بلکہ وہ اس حلقے کی عوام کا بجٹ ہوتا ہے اس حلقے کے عوام کے لئے وہ بجٹ استعمال ہوتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے یہ دوست درست کہتے ہیں کہ ان کے حلقوں میں کام انفرادی طور پر تو ہوا ہوگا لیکن پورے پنجاب میں 1/4 ایسا حلقہ ہے جہاں سے اپوزیشن کے ممبران کا تعلق ہے وہاں پر ایک پیسا بھی انھوں نے ایجوکیشن ریفارمز پروگرام میں نہیں لگایا۔

جناب سپیکر! میرا حلقہ پی پی۔122 ہے اور سارا شہری حلقہ ہے۔ انھوں نے شروع شروع میں ہم سے جو رپورٹ مانگی تھی کہ یہ بتائیں کہ آپ کے حلقے میں کتنے missing

والے سکول ہیں۔ ہم نے ان کو تفصیلی رپورٹ دی تھی۔آج بھی میرے حلقے میں بعض facilities سکول ایسے ہیں جہاں پر بجلی ہے، لیٹرین ہے اور نہ ہی چار دیواری ہے۔ میں آج بھی وزیر تعلیم سے یہ کہوں گا کہ انھوں نے یہاں پر یہ دعویٰ کیا تھا کہ ہم نے بہت زیادہ کام کئے ہیں۔ میں ان کو بڑے اچھے اور آنرایبل طریقے سے یہ دعوت دیتا ہوں کہ یہ میرے حلقے میں تشریف لائیں میں ان کو ان سکولوں میں لے جاتا ہوں جن کی چار دیواریاں ہیں، جن میں بجلی ہے اور نہ ہی ان میں پینے کا پانی ہے۔

جناب سپیکر! پھر یہاں پر جو زائد بجٹ مانگا ہے۔ سالانہ بجٹ میں بھی اور اس بجٹ میں بھی موٹروے کے حوالے سے بہت زیادہ بات ہوئی ہے کہ سیالکوٹ کو موٹروے بہت بڑا پراجیکٹ دیا ہے۔ میں اس کی حقیقت آج اس ہاؤس میں کھولنا چاہتا ہوں۔ میں آپ کو یہ حقائق بتانا چاہتا ہوں کہ موٹروے کا سارا اصلہ ہمارے سیالکوٹ کے چیمبر آف کامرس اور صنعتکاروں کو جاتا ہے اس لئے کہ انھوں نے وہاں پر 400۔ارب روپے پر مشتمل ایک بہت بڑے پرائیویٹ سیکٹر میں ایک عجوبہ کیا ہے کہ وہاں پر ائرپورٹ قائم کر دیا ہے جب وہ ائرپورٹ بنانے کے لئے سوچ ہی رہے تھے تو اس حکومت نے آج سے تین سال پہلے ان کو offer کی تھی لیکن حکومت کی یہ سوچ تھی کہ شاید سیالکوٹ کے انڈسٹریلسٹ اتنا بڑا منصوبہ نہ بنا سکیں لیکن جب وہ منصوبہ 99 فیصد بن گیا اور چلنے کے قریب ہو گیا تو پھر دیکھیں کہ ہنگامی طور پر پنجاب کے پچھلے بجٹ میں موٹروے کے لئے کوئی رقم نہیں رکھی گئی۔ اگر کوئی منصوبہ بنایا جاتا ہے تو اس کے لئے estimate بنایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ آئندہ مالی سال میں کچھ رقم رکھی جائے گی لیکن پچھلے سال کا بجٹ آپ ملاحظہ فرمالیں تو اس میں کہیں پر بھی آپ کو سیالکوٹ موٹروے کے متعلق ایک سطر بھی نظر نہیں آئے گی۔ ہوا یہ کہ جب سنٹرل گورنمنٹ نے دیکھا کہ سیالکوٹ کے شہری ائرپورٹ بنا دیں گے تو 60 فیصد کا کارگو جو لاہور ائرپورٹ پر جاتا ہے وہ سیالکوٹ کا ہوتا ہے تو ان کو سنٹرل گورنمنٹ نے کہا کہ اگر یہ ائرپورٹ بن گیا تو یہ سارا کارگو سیالکوٹ کو ہی چلا جائے گا اور لاہور ائرپورٹ گھاٹے میں بھی جائے گا اور شاید یہ بند ہونے کے قریب آجائے لہٰذا اس کو روکو اس لئے اس گورنمنٹ نے ان کو یہ offer دی کہ ہم آپ کو موٹروے بنا دیتے ہیں جس پر آپ 45 منٹ میں لاہور سے سیالکوٹ آ جا سکتے ہیں۔ بنیادی طور پر یہ مقصد تھا جس کی وجہ سے یہ موٹروے منظور ہوا۔ یہاں پر جب وزیراعلیٰ پنجاب نے اعلان کیا تو ڈسٹرکٹ ناظم کے پاؤں ہی کھڑے نہیں ہوتے تھے اس نے کہا کہ یہ منصوبہ تو میرے کہنے پر وزیراعلیٰ پنجاب نے

دیا ہے، کسی نے کہا کہ میرے کہنے پر دیا ہے لیکن ہم مشکور ہیں کہ اس کے باوجود اگر موٹروے بننے کے لئے پنجاب گورنمنٹ نے funding کی ہے اور سنٹرل گورنمنٹ funding کرے گی تو ہم اس کے لئے بھی مشکور ہیں، میں اس میں ناشکری کا مظاہرہ نہیں کرتا لیکن میں ان سیاستدانوں کا جن کا سیالکوٹ سے تعلق ہے اور جو وہاں پر اخباروں کی خبروں کی زینت بننے کے لئے روزیہ بیان دے دیتے ہیں کہ موٹروے ہماری کوشش سے بنا ہے حالانکہ اس کوشش میں ان کا کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔

وزیر صنعت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر صنعت: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! بگو صاحب کی جو زبان پر آتا ہے، جو ذہن میں آتا ہے بولتے جاتے ہیں لیکن کبھی بھی حقیقت سے ان کی باتوں کا تعلق نہیں ہوا ہے۔[***] بولتے ہیں اسی طرح ان کے لیڈر بھی [***] بولتے ہیں۔100 مرتبہ ان کے لیڈر اسمبلی میں کہہ چکے ہیں کہ ہم اس بات پر استعفیٰ دے رہے ہیں، ہم فلاں بات پر استعفیٰ دے رہے ہیں لیکن ابھی تک انہوں نے سچ نہیں بولا ہے۔ ابھی لاہور سیالکوٹ موٹروے اور سیالکوٹ ائرپورٹ کی بات ہو رہی تھی، آج اللہ کے فضل سے سیالکوٹ ائرپورٹ تقریباً مکمل ہونے کو ہے۔ اس میں ہر قسم کی جتنی بھی ضروریات ہیں پنجاب گورنمنٹ نے بھی پوری کی ہیں اور فیڈرل گورنمنٹ نے بھی پوری کی ہیں۔ پہلے دن سے جب زمین لی گئی تو وہ ہماری گورنمنٹ کے دور میں خریدی گئی اس کے لئے پنجاب گورنمنٹ اور فیڈرل گورنمنٹ نے پیسے دیئے تھے ان کی یہ نیت تھی کہ وہاں پر ائرپورٹ بنے، اس لئے آسان شرائط پر سیالکوٹ ائرپورٹ والوں کو قرضے دیئے گئے جس میں آج تک کبھی واپسی کا مطالبہ کیا گیا ہے اور نہ ہی ابھی تک اس پر کوئی interest لیا گیا ہے۔ یہ ہماری گورنمنٹ کی نیک نیتی تھی کہ وہاں پر ائرپورٹ بننا چاہئے۔ اس کے بعد جس دن وہ ائرپورٹ بننا شروع ہوا تھا تو خود وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب نے جا کر سیالکوٹ ائرپورٹ کا افتتاح کیا تھا اس میں ہماری نیت شامل تھی کہ وہاں ائرپورٹ بننا چاہئے تھا۔ ابھی یہ سیالکوٹ لاہور موٹروے کی بات کر رہے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ سیالکوٹ لاہور موٹروے کا کارنامہ تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا اور انشاء اللہ اس علاقے کی قسمت بدل جائے گی، وزیر اعلیٰ پنجاب کا جو وژن 2020 ہے اس

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

میں موٹروے کا پروگرام شامل ہے اور ہم نے خود موٹروے کا پروگرام دیا تھا۔ اب دیکھیں کہ لاہور سے جو موٹروے شروع ہو رہا ہے اس میں سب سے پہلے محمود بوٹی بند پر ایک سپورٹس سٹی بن رہا ہے، اس کے بعد وہاں پر تین انڈسٹریل اسٹیٹ بن رہے ہیں، وہاں پر یونیورسٹیاں بن رہی ہیں، Swedish Government یونیورسٹی بنا رہی ہے۔ یہ ایک تاریخی کارنامہ ہے کہ جس سے لاکھوں کی تعداد میں انشاء اللہ تعالیٰ روزگار کے نئے مواقع پیدا ہوں گے۔ اس کی وجہ سے دنیا جہان کے انڈسٹریلسٹ کی توجہ اس طرف ہے۔ قطر کی ایک کمپنی آ رہی ہے کہ وہاں پر ہم انڈسٹریل اسٹیٹ بنانا چاہتے ہیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ یہ کیا تقریر کر رہے ہیں اس پر میں آپ کی رولنگ چاہوں گا؟

وزیر صنعت: جناب سپیکر! یہ پہلے میری پوری بات تو سن لیں۔ Swedish Government وہاں پر یونیورسٹی بنا رہی ہے جس میں Ericsson کمپنی آ رہی ہے، سب کمپنیاں آ رہی ہیں اور اس طرح سے یہ تاریخی کارنامے ہیں اس کو تو جھٹلایا ہی نہیں جا سکتا۔ بد قسمتی یہ ہے کہ اپوزیشن والے کسی بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! کیا یہ پوائنٹ آف آرڈر پر تقریر کر رہے ہیں؟ اس پر میں آپ کی رولنگ چاہوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے بلکہ یہ پوائنٹ آف انفارمیشن پر بات کر رہے ہیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ پوائنٹ آف آرڈر تو to the point ہونا چاہئے۔ ان کو حق ہے کہ یہ گورنمنٹ کا point of view دیں اور ارشد صاحب جو تقریر کر رہے ہیں اس کا جواب دیں ہمیں اس سے کوئی اعتراض نہیں ہے اور ہم اس کو بڑے غور سے سنیں گے لیکن اس طریقے سے نہیں کہ پوائنٹ آف آرڈر پر کسی ممبر کو interrupt کیا جائے اور اس کی تقریر کا جواب دینا شروع کر دیا جائے۔ اس پر آپ رولنگ دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بات یہ ہے کہ بگو صاحب نے جب ان کی طرف پوائنٹ آؤٹ کر کے یہ کہا کہ ضلع ناظم یہ کہتے پھرتے ہیں تو اس کی وہ وضاحت کر رہے تھے۔ اگر بگو صاحب یہ نہ کہتے تو وہ اس کی

وضاحت نہ کرتے اور بگو صاحب اپنی تقریر جاری رکھتے۔ جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! اگر تو یہ ضلع ناظم ہیں تو پھر تو ان کو بات کرنے کا حق پہنچتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ان کے بھائی ضلع ناظم ہیں؟

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں نے تو ضلع ناظم کو کہا ہے۔ پتا نہیں ان کا بھائی ضلع ناظم ہے یا پچھلا ضلع ناظم ان کا بھائی تھا۔ اب انہوں نے کہا ہے کہ یہ بھی [***] ہیں ان کے لیڈر بھی [**] ہیں، ان کی حالت آپ خود دیکھ لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں لفظ جھوٹ کو کارروائی سے حذف کرتا ہوں اور آئندہ میں آپ سے request کروں گا کہ لفظ غلط بیانی استعمال کیا کریں نہ کہ لفظ جھوٹ استعمال کیا کریں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! ان کی حالت دیکھیں کہ پچھلے دنوں ان کے دو بھتیجے اور بیٹے ایک گاڑی میں آرہے تھے اور انہوں نے شراب پی ہوئی تھی، انہوں نے ایک accident کیا اور دو بچوں کی ٹانگیں توڑ دیں، ایک کا دماغ فریکچر کر دیا اور وہ سڑک پر تڑپ رہے تھے لیکن ان کو کوئی اٹھانے والا بھی نہیں تھا شاید ان کی کوئی نہ سنتا لیکن ہوا یہ کہ ان کی بد قسمتی تھی کہ سامنے سے آرمی کا کوئی میجر آگیا تو اس نے ان کو گاڑی مار کر ان کے بھتیجوں کو بھی نیچے گرا دیا اور میجر نے روک لیا، پھر فوج نے ان کا جو حال کیا کہ ان کے بھتیجے اور بھانجے کو پچیس پچیس دن جیل میں رکھا۔ ان کے گھروں میں پولیس نے یہ کیا کہ ان کی ذاتی گاڑی اٹھا کر تھانے لے آئے، پولیس ان کے گھر دیواریں پھلانگ کر داخل ہو گئی اور پھر انہوں نے فوج سے معافی مانگ کر اپنی جان چھڑائی۔۔۔

وزیر صنعت: جناب سپیکر! جس طرح میں پہلے بتا رہا تھا کہ جس طرح یہ [***] بولتے ہیں یہ [**] پر [**] بولے جا رہے ہیں۔ یہ سارا ایوان یہاں گواہ ہے کہ joint investigation ہوئی تھی جس میں آئی ایس آئی والے تھے، ملٹری والے اور پنجاب پولیس والے تھے انہوں نے investigation کر کے یہ ثابت کیا ہے جس میں لاہور ہائی کورٹ کا بھی فیصلہ ہے کہ یہ سارے الزامات ہم پر غلط تھے جس کے میں ثبوت پیش کر سکتا ہوں اور جو joint investigation team بنی تھی اس میں بھی یہ واضح ہو چکا ہے کہ اس میں ہمارا کوئی تعلق نہیں تھا یہ ہم پر جھوٹا الزام تھا۔ لاہور ہائی کورٹ میں میجر صاحب نے جا کر بیان دیا تھا کہ یہ جھوٹا مقدمہ ہے اس کو خارج کیا

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کیے گئے۔

جائے اور اللہ کے فضل سے ہم اس میں بری ہوئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جی، بگو صاحب! Lets not be personal آپ اپنی تقریر کریں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں نے فوج کا [**] بولا، انہوں نے کہا کہ investigation ہوئی۔ جسٹس افتخار چودھری نے suo moto ایکشن لے کر ان کو عدالت میں طلب کر لیا اور ان کا وہاں پر جو حشر ہوا وہ بھی ریکارڈ پر ہے۔ جب چیف جسٹس افتخار چودھری کے خلاف اس حکومت نے ایکشن لیا تو انہوں نے پورے سیالکوٹ میں مٹھائی بانٹی، جسٹس افتخار چودھری نے ان کا کچھ نہیں کرنا تھا، اگر اس میں فوج involve نہ ہوتی، اگر اس میں چیف جسٹس suo moto ایکشن نہ لیتے تو ان بچوں کی آج بھی شنوائی نہ ہوتی۔ آج بھی ان کے خلاف ایف آئی آر موجود ہے اور آج بھی ایک بچہ mentally retarded ہو چکا ہے۔ اس کا دماغ اب بھی درست نہیں ہے۔ جو دو ٹانگیں فریکچر ہوئی تھیں وہ بچہ بھی ٹھیک نہیں ہے۔ یہ ان کا کردار ہے، خود یہ جو آج کردار کی اور [**] کی یہاں پر بات کر رہے ہیں یہ ان کا کردار ہے۔ میں نے تو یہ کہا تھا اور میرا پوائنٹ یہ تھا کہ موٹروے بنانے میں کسی سیاسی آدمی کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان بے چاروں کا کیا تعلق ہے۔ میرا یہ مؤقف تھا کہ چیمبر آف کامرس، یہ بھی industrialist ہیں یہ بھی چیمبر کے ممبر ہیں۔ ان کو بھی indirectly کریڈٹ جاتا ہے کہ چیمبر آف کامرس کا یہ کریڈٹ ہے کہ انہوں نے حکومت کو مجبور کیا۔ اگر حکومت نے یہ موٹروے دیا ہے تو میں نے اس کا بھی شکریہ ادا کیا ہے۔ یہ وہ شخص ہے، میں اس اسمبلی کی بات کر رہا ہوں کہ یہ اجمل چیمہ صاحب وہ وزیر ہیں۔۔۔

MR. DEPUTY SPEAKER: I will request not to be personal.

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ محترم ارشد بگو صاحب ضمنی بجٹ پر گفتگو فرما رہے تھے۔ میری ان سے گزارش ہو گی کہ ٹھیک ہے نقائص بھی ہوتے ہیں، غلطیاں بھی ہوتی ہیں، کوتاہیاں بھی ہوتی ہیں لیکن اس حد تک personal نہیں ہونا چاہئے۔ میری آپ سے درخواست ہو گی کہ آپ بجٹ پر اظہار خیال فرمائیں اور یہ personal remarks دینے سے پرہیز کریں۔

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! راجہ صاحب کو چاہئے تھا کہ پہلے یہ بات کر دیتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں نے اس وقت بھی آپ سے عرض کی تھی کہ personal باتیں مت کریں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہاں پر تو بعض وزیر ایسے ہیں کہ اللہ کے فضل سے رانا صاحب جب شروع ہوئے۔ میرے پاس بھی ثبوت ہیں کہ جو [**] یہاں پر ایسے بھی وزیر ہیں۔

(اذان ظہر)

جناب ڈپٹی سپیکر: اس وقت نماز کا وقفہ کیا جاتا ہے اور کارروائی 30 منٹ کے لئے ملتوی کی جاتی ہے۔

(اس مرحلہ پر نماز ظہر کے لئے ایوان کی کارروائی آدھ گھنٹہ کے لئے ملتوی کر دی گئی)

(اس مرحلہ پر وقفہ نماز ظہر کے بعد 1.53 پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بگو صاحب! جاری رکھیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ اگر صوبے میں ایسے حالات پیدا ہو جائیں جن کے لئے آپ کو excess expenditures کرنا پڑیں تو پھر اس کا جواز فراہم کرنا ہوتا ہے لیکن بد قسمتی یہ ہے کہ نہ صرف اس دور میں بلکہ پچھلے ادوار میں بھی یہی صورتحال رہی ہے کہ ضمنی بجٹ کو اسی طرح سالانہ بجٹ کے ساتھ ہی منسلک کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ ہونا چاہئے تھا کہ یہ اسمبلی پانچ سال چلتی رہی ہے اگر ایسے اخراجات آ ہی گئے ہیں تو اسمبلی اجلاس چل رہا ہے یہاں سے اس کی اجازت لے لی جائے تو اس پر اعتراض بھی ختم ہو جائے اور اسمبلی میں اسے discuss بھی کر لیا جائے لیکن یہ ساری صورتحال نہیں ہوتی۔ ہم مکھی پر مکھی مارتے ہیں اور جیسے سابق روٹین میں صورتحال چل رہی ہے اسی طرح اب بھی ضمنی بجٹ کو چلنے دیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر! یہ جو ضمنی بجٹ میں 70۔ارب کی رقم مانگ رہے ہیں اس کی justification بھی اتنی مضبوط اور relevant نہیں ہے لہذا میں سمجھتا ہوں کہ ایوان کو اس بجٹ کو منظور نہیں کرنا چاہئے تاکہ یہ آئندہ اپنے طریق کار کو تبدیل کریں۔

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب والا! یہ اسمبلی تو اپنا ٹائم پورا کر گئی ہے لیکن ہم یہاں پر ایسی روایات fix کر جائیں کہ آئندہ جو بھی اسمبلی آئے چاہے ہم اس میں شامل ہوں یا نہ ہوں اگر اچھی روایات کو پروان چڑھایا جائے گا تو اس کا کریڈٹ بھی ہمیں ہی ملے گا۔ میں آخر میں اپنے محترم بھائی جناب حسنین دریشک کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے پانچ سال بڑے صبر و تحمل کے ساتھ ہماری تقاریر سنیں اور جس طرح انھوں نے محنت کر کے یہ ساری صورتحال clear کی میں اس حوالے سے ان کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: خصوصاً انھوں نے ایک نوجوان ہوتے ہوئے اپنے جذبات پر قابو پایا جو قابل تحسین ہے۔ اگلی مقرر محترمہ زیب النساء قریشی صاحبہ ہیں تشریف نہیں رکھتیں۔ اگلی مقرر محترمہ طاہرہ منیر صاحبہ!

محترمہ طاہرہ منیر: نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ جناب سپیکر! شکریہ کہ آپ نے مجھے ضمنی بجٹ پر بات کرنے کا موقع دیا ہے۔ جب میں نے اس ضمنی بجٹ میں دیکھا کہ پولیس نے 17۔ ارب روپے مانگے ہوئے ہیں تو اس وقت میرے کانوں میں سبزہ زار کی اس خاتون کی دلدوز چیخیں سنائی دے رہی تھیں جس کی چھ سالہ بچی کو زیادتی کے بعد قتل کر دیا گیا تھا اور کبھی میرے کانوں میں ان یتیموں کی آہیں اور سسکیاں گونج رہی تھیں کہ ڈاکو ڈاکا ڈالنے کے بعد جن کے باپ کو قتل کر کے چلے گئے تھے۔ پولیس نے ایسا کیا کارنامہ سرانجام دیا ہے کہ پہلے بھی ان کے لئے 71۔ ارب روپے کا بجٹ تھا اور پھر اتنا زیادہ مانگ رہے ہیں۔ وارداتوں کی خبروں سے اخبارات بھرے ہوتے ہیں اور یہ وہ واقعات ہیں جو اخبارات تک پہنچ جاتے ہیں اور جو واقعات اخبارات تک نہیں پہنچتے ان کا تو کوئی حساب ہی نہیں۔

جناب والا! پیدل چلنے والا، سائیکل والا، سکوٹر والا، کار والا حتیٰ کہ گھر میں بیٹھنے والا بھی محفوظ نہیں ہے۔ پہلے چوری ہوتی تھی جس میں مال لوٹا جاتا تھا لیکن اب تو حد ہو گئی ہے کہ گھروں میں عزتیں بھی محفوظ نہیں ہیں۔ اب تو بھائیوں اور باپ کی موجودگی میں بیویوں اور بیٹیوں کو اٹھا کر لے جاتے ہیں یا اسلحہ کے زور پر ان سے زیادتی کرتے ہیں۔ اب تو عوام کو چوروں اور ڈاکوؤں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ ہماری صوبائی وزیر ظل ہما دن دہاڑے قتل ہو جاتی ہیں۔ نومبر کے آخری ہفتے میں تین پراسرار قتل ہوئے ہیں لیکن آج تک ان کا کوئی پتا ہی نہیں چل رہا۔

جناب والا! امن وامان کی بگڑتی ہوئی صورتحال سے نہ صرف شہریوں میں خوف وہراس کی فضا قائم ہے بلکہ مجرموں پر قابو پانے کے لئے حکومت کی writ بھی کمزور ہو گئی ہے۔ حکومت کی جانب سے پولیس کے لئے آئے روز نئی سہولتوں اور مراعات کا اعلان کیا جاتا ہے۔ پولیس کے لئے جدید اسلحہ اور گاڑیوں کے لئے وزیراعلیٰ پنجاب خصوصی فنڈز مختص کر دیتے ہیں۔ پولیس کی نفری تقریباً دُگنا کر دی گئی ہے اور تنخواہیں چار گنا کر دی گئی ہیں لیکن یہ سب کچھ کرنے کے باوجود بھی پولیس کو شہریوں کی حفاظت اور قانون کی عملداری کا ضامن ادارہ نہیں بنایا جا سکا۔ گزشتہ سال International Psychiatric Conference میں خطاب کے دوران گورنر خالد مقبول صاحب نے یہ تسلیم کیا کہ سٹریٹ کرائم بڑھ گئے ہیں حتیٰ کہ صدر مشرف نے بھی توجہ دلائی کہ پنجاب میں سٹریٹ کرائم میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا ہے۔

جناب والا! پچھلے چند سالوں میں پولیس کا بجٹ 9۔ ارب روپے سے بڑھا کر 29۔ ارب روپے کر دیا گیا ہے اور اب ضمنی بجٹ میں بھی اتنا زیادہ خرچ مانگا جا رہا ہے۔ چیف جسٹس کا بیان on record موجود ہے کہ ملک میں تمام خرابیاں ایس ایچ اوز کلچر کی پیداوار ہیں اور سپریم کورٹ کا یہ بھی کہنا ہے کہ 90 فیصد احکامات پولیس والے سنتے ہی نہیں اور مانتے ہی نہیں ہیں۔ عدالت جو فیصلے کرتی ہے ان پر بھی عمل نہیں کرتی۔ اسی طرح اغواء برائے تاوان کی وارداتیں تو ہو رہی تھیں۔ جو ڈاکو تھے چور تھے یا جو دوسرے لوگ تھے وہ تو اغواء کر ہی رہے ہیں اور کرتے ہی چلے جا رہے ہیں لیکن ایک نئی بات یہ ہوئی ہے کہ پولیس بھی اس کام میں شامل ہو گئی ہے۔ پچھلے دنوں آپ نے خبریں پڑھی ہوں کہ اغواء برائے تاوان کی وارداتوں میں پولیس بھی شامل ہو گئی ہے۔ پہلے ایک بھائی پکڑا اس کے لئے تاوان رکھا پھر دوسرا بھی پکڑ لیا۔ اس طرح کی وارداتیں پولیس کی اس سے بڑی نااہلی اور کیا ہو گی۔ دوسرے جرائم قتل و غارت اغواء لوٹ مار کی وارداتوں پر قابو پانے کی بجائے خود انہوں نے یہ کام شروع کر دیا ہے۔ کیا یہ پولیس وی آئی پی کی حفاظت اور سیاسی مخالفین کی پکڑ دھکڑ پر مامور ہے، کیا آئی جی صاحب نے اب تک پولیس کی طرف سے کی گئی اغواء برائے تاوان کی وارداتوں کا نوٹس لیا ہے؟ اگر انہوں نے نوٹس لیا ہے تو انہوں نے اس سلسلے میں کتنے کرپٹ آفیسرز فارغ کئے ہیں۔ حالانکہ آئی جی پولیس نے کھلی کچہری میں کہا تھا کہ کرپٹ اور غیر ذمہ دار افسران کو برداشت نہیں کیا جائے گا۔ انہوں نے اب تک اس سلسلے میں کیا اقدامات کئے ہیں؟

جناب والا! یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے کہ پولیس لوگوں کو ناجائز طور پر تنگ کرتی ہے۔رشوت اور بھتا لینا ان کا وتیرہ ہے۔Rescue 1122 کی سروس کا اتنا فائدہ ہوا ہے کہ پولیس وہاں پر پہنچ جاتی ہے لیکن وہ لوٹا ہوا مال واپس دلا سکتی ہے اور نہ ہی مرنے والے کو واپس لُٹا سکتی ہے۔تھوڑی سی تسلی کے لئے اتنا زیادہ پیسا خرچ کیا جا رہا ہے۔

جناب والا! اب میں تعلیم کے حوالے سے بھی کچھ بات کروں گی کہ تعلیم میں جو نصاب تعلیم ہے وہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے بلکہ ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے تو اس کے حقیقی مقصد کو تبدیل کیا جا رہا ہے۔اگر ہم اپنے بچوں کو اپنی نئی نسل کو اسلام کی تعلیمات سے دور کر دیں گے تو آئندہ نسل اپنے دین سے بیگانہ ہو جائے گی۔کہا یہ جا رہا ہے کہ تعلیمی نصاب upgrade کیا جا رہا ہے لیکن ہمارے حکمران مغرب سے اس قدر خوف زدہ ہیں کہ ان کا بس نہیں چل رہا کہ نصاب سے کیا کچھ خارج کیا جائے کہ ان کے آقا خوش ہو جائیں۔جہاد کی آیات اسلامیات کے نصاب سے نکالی جا چکی ہیں۔عربی کی تدریس جو چھٹی سے جاری تھی اور چھٹی سے لازمی تھی اب اس کو اختیاری کر دیا گیا ہے۔اسلامیات کا مضمون پہلی جماعت کی بجائے چوتھی جماعت سے پڑھانا شروع کیا ہے۔میٹرک کی سطح سے ٹیکنیکل تعلیم کو بالکل نکال دیا گیا ہے۔حکومت صنعتی اور حرفی تعلیم کا بڑا دعویٰ کرتی ہے لیکن ٹیکنیکل تعلیم کو میٹرک کے نصاب سے نکال دیا گیا ہے۔اس وقت 90 فیصد مہنگے نجی تعلیمی ادارے درآمد شدہ نصاب پڑھا رہے ہیں اور یہ نصاب ہماری قومی امنگوں کا ترجمان نہیں ہے۔اس کی مثال اولیول میں اردو کی کتاب "پاکستان کی کہانیاں" ہے۔اگر تعلیمی پالیسیوں کا جائزہ لیا جائے تو اس کی صورتحال نہایت افسوسناک ہے۔آئے روز نسل نو کا قیمتی وقت محض ٹیسٹ کی بنیادوں پر ترتیب شدہ پالیسیوں کی نذر ہو جاتا ہے۔پہلے تو میٹرک سے ایف ایس سی تک سٹوڈنٹ اس کا تختہ مشق بنتے تھے اب پرائمری کے طالب علم ان تبدیلیوں سے محفوظ نہیں ہیں۔

جناب والا! پنجاب حکومت نے تشہیری مہم پر کروڑوں روپے بلکہ دو کروڑ روپے خرچ کئے۔اگر یہی رقم تعلیمی اداروں کی missing facilities پر خرچ کی جاتیں تو صورتحال اتنی خراب نہ ہوتی جتنی آج ہے۔19۔فروری 2007 کے اخبارات میں آپ نے یہ خبر پڑھی ہو گی کہ چھٹی جماعت کے نصاب میں طلباء کو برصغیر کے مذاہب کے بارے میں باشعور بنانے کے لئے کوشش کی جائے گی اور اس کے لئے چندر اگپت موریا کے کارناموں اور ہندومت کے احیاء کے

بارے میں بتایا جائے گا۔کیا ہم اپنے مسلمان بزرگوں کی بجائے چندر اگپت موریا اور اشوکا کی کہانیاں پڑھایا کریں گے۔

اسی طرح چینی مافیا نے گزشتہ برس ملک کے سب سے بڑے مالیاتی سکینڈل کو جنم دیا مگر کابینہ میں بیٹھے ہوئے چینی چوروں کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی گئی بلکہ نیب کو بھی کارروائی کرنے سے روک دیا گیا۔اب 2۔ارب روپے کا ضمنی بجٹ اس سلسلے میں مانگا جارہا ہے۔

پانی کے سلسلے میں میری یہ تجویز ہے کہ چھوٹے ڈیم ضرور بنائے جائیں جب تک توانائی کے سستے ذرائع زیادہ نہیں ہوں گے ملک کی زرعی پیداوار میں اضافہ نہیں ہو سکے گا۔اسی طرح سے pesticides کے کارخانے لگائے جائیں اور بجلی کے ساتھ ساتھ ڈیزل پر بھی subsidy دی جائے کیونکہ اکثر ٹریکٹر ڈیزل سے چلتے ہیں۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ زیب النساء قریشی!

محترمہ زیب النساء قریشی: نحمدہ ونصلی علیٰ رسول الکریم o بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب سپیکر! میں آپ کی بہت مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے ضمنی بجٹ پر بات کرنے کا موقع فراہم کیا۔ضمنی بجٹ تقریباً 70۔ارب روپے سے زیادہ کا بجٹ ہمیں دیکھ کر بہت افسوس ہوا۔اصل بات یہ ہے اور کامیابی وہ ہوتی ہے کہ جو آدمی بجٹ میں رہ کر اخراجات کرے۔اگر آپ خسارے کا بجٹ پیش کرتے ہیں تو وہ بھی ایک نقصان میں جاتا ہے اور ناکامی کا ثبوت ہے۔یہ نہیں کہ آپ بجٹ پیش کرنے کے بعد 70۔ارب روپے extra خرچ کر دیں اور وہ بھی عوام کے نمائندوں سے پوچھتے ہیں اور نہ ہی عوام سے پوچھتے ہیں بہت افسوس کی بات ہے۔

جناب سپیکر! ہماری قوم کوئی امیر قوم نہیں ہے ہم غریب اور مقروض قوم ہیں۔ہمیں یہ چاہئے کہ جتنی گدڑی ہے اتنے ہی پاؤں پھیلائیں اور بجائے اس کے کہ ہم اللے تللے کریں اور زیادہ اخراجات کریں زیادہ پر طعیش زندگی گزاریں اس سے بہتر یہ ہے کہ ہم سادہ زندگی گزاریں۔جب تک ہم سادہ زندگی نہیں گزاریں گے اور وی آئی پی کلچر کو ختم نہیں کریں گے اس وقت تک ہم ترقی نہیں کر سکتے۔ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جس رسول اللہ ﷺ کے لئے دونوں جہان بنائے گئے تو آپ کی زندگی انتہائی سادہ تھی اور آپ چٹائی پر بیٹھتے تھے اور ان کے جسم پر نشان پڑے ہوئے ہوتے تھے سادہ کھانا تھا۔پھر ہم آگے چلتے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھتے ہیں۔جب ان سے

قسطنطنیہ کے لوگ ملنے کے لئے آئے تو انہوں نے اپنا اینٹ کا تکیہ لگا رکھا تھا اور جب ہم اس سے آگے چلتے ہیں تو قائداعظم جنہوں نے ہمارا ملک بنایا تھا وہ ملک کے گورنر جنرل تھے لیکن آفس میں جب بیٹھے تھے تو ٹم ٹم کرتا ہوا پنکھا ان کو سامنے سے ہوا دے رہا تھا۔ انہوں نے اس طرح سے قربانیاں دی ہیں اگر ہم ملک کو ترقی کی راہ پر چلانا چاہتے ہیں تو ہمیں قربانی دینا پڑے گی۔ ہم جہاں بھی ہیں، ہمیں اپنے آپ کو قربان کرنا پڑے گا، اپنی خواہشوں کو قربان کرنا پڑے گا اور سادگی کو اپنانا پڑے گا۔

جناب سپیکر! پولیس ڈیپارٹمنٹ پر بھی 7۔ارب روپے سے زیادہ extra خرچ کیا گیا ہے لیکن ہمیں افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ جب ہم اتنے زیادہ اخراجات کر رہے ہیں تو ہمیں کسی طریقے سے کوئی سکیورٹی فراہم نہیں کی جا رہی۔ ایک بات ہوتی ہے تن بیتی اور ایک بات ہوتی ہے جگ بیتی۔ یہاں میں آپ کو تن بیتی باتیں بتا رہی ہوں۔ یہ میرے محلے میں اور بالکل میرے گھر کے ساتھ ایک گھر میں گن پوائنٹ پر ڈاکو آئے اور وہاں سے ان کا تمام سامان لے کر چلے گئے وہ لوگ اتنے خوف زدہ ہوئے کہ وہ گھر ہی بیچ کر چلے گئے اور ابھی تک پولیس اس کا کوئی سراغ نہیں لگا سکی۔

دوسری بات میں اپنے شہر ملتان کی کروں گی کہ قصبہ بینی میں یہ ایک دیہات کا سا علاقہ ہے وہاں یہ واقعہ ہوا کہ وہاں سے ڈاکوؤں نے نہ صرف لڑکیوں کے جہیز کا سارا سامان لوٹا بلکہ ان کے گھر کا سارا سامان بھی لوٹ کر لے گئے اور اسی کے ساتھ ان لڑکیوں کے ساتھ۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آرڈر پلیز۔

محترمہ زیب النساء قریشی: جناب سپیکر! ان لڑکیوں کے ساتھ ڈاکوؤں نے زیادتی کی اور وہ لڑکیاں ہسپتال میں رہ کر آئیں اور پھر وہ مجھے بار بار ٹیلی فون کرتے تھے کہ بتائیں اب کیا کیا جائے لیکن پولیس آج تک ان مجرموں کو بھی گرفتار نہیں کر سکی۔ دوسرا ملتان میں ایک اے ایس آئی کے گھر میں ڈاکا پڑا اور اب تک اس کی برآمدگی نہ ہو سکی۔

تیسری بات میں یہ کہوں گی کہ میرے اپنے بھائی کے گھر میں 14۔ تاریخ کو ابھی ڈیفنس لاہور میں جبکہ ڈیفنس ایک secure علاقہ محسوس کیا جاتا ہے وہاں پر چوری ہوئی ہے اور دس لاکھ روپے کا نقصان ہوا ہے لیکن کوئی پیشرفت نہیں ہوئی اور ہماری ابھی تک کوئی شنوائی نہیں ہوئی ہے تو پولیس کا کام یہ ہے کہ عوام کو سکیورٹی فراہم کرے۔ چلیں ٹھیک ہے اب ان کے اخراجات بھی بڑھا دیئے سب کچھ کر دیا لیکن میں یہ کہوں گی کہ ایک تو بھرتیاں سیاسی بنیادوں پر نہیں ہونی

چاہیئں کیونکہ وہ لوگ کام نہیں کرتے اور دوسرا یہ ہے کہ ان کی کردار سازی ہونی چاہئے تاکہ یہ اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے عوام کو امن اور سکون فراہم کر سکیں۔ میں تنقید برائے تنقید نہیں کر رہی ہوں بلکہ یہ ایک حقیقت ہے۔آپ یہ دیکھیں کہ جب میں اپنے گھر میں جاتے ہوئے خوف زدہ ہوتی ہوں تو دوسرے لوگوں کے ساتھ جب اتنی زیادتیاں ہوتی ہیں تو وہ کیا محسوس کرتے ہوں گے۔ ہم رات کو باہر سڑک پر زیادہ دیر تک نہیں نکل سکتے اس لئے کہ ہمیں ڈر ہوتا ہے کہ پیچھے سے کوئی آ جائے اور کوئی واردات نہ ہو جائے۔اس پر آپ کو خصوصی توجہ دینا پڑے گی اچھی حکومتیں وہی ہوتی ہیں جو شہریوں کو تعلیم فراہم کریں، صحت فراہم کریں اور امن وامان فراہم کریں تاکہ وہ اپنے گھر میں رہتے ہوئے اپنے آپ کو محفوظ سمجھیں۔

جناب والا! تعلیم کے سلسلے میں بھی یہ عرض کروں گی کہ تعلیم کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگاتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ سے بات کرنا چاہی تو سب سے پہلے کیا بات تھی "اقراء باسم ربک الذی خلق" کہ "اقراء" پڑھو تو ہمارے رسول پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ تعلیم حاصل کرو چاہے تمہیں چین ہی کیوں نہ جانا پڑے۔ہر مسلمان مرد اور عورت پر تعلیم حاصل کرنا فرض ہے لیکن ہمیں یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ تعلیم ابھی تک وہ مقاصد فراہم نہیں کر رہی ہے۔جہاں تک میں نے دیکھا ہے کہ لڑکیاں میٹرک کی طالبات ہوتی ہیں لیکن ان میں اساتذہ اتنا confidence پیدا نہیں کرتے کہ وہ کھڑے ہو کر بات بھی کر سکیں اور کسی بات کا جواب بھی دے سکیں۔دوسرا یہ ہے کہ ہم اربوں روپیہ تعلیم پر خرچ کر رہے ہیں جبکہ آپ پرائیویٹ سکولوں کے بچوں کو دیکھیں ان کی ذہنی جلا ہوتی ہے اور وہ طریقے سے آگے نکلتے ہیں۔ہمارے بچے ان کا مقابلہ ہی نہیں کر سکتے۔پھر بتائیے ہم اس میں ناکام ہیں اور ہم آگے چل ہی نہیں سکتے ہیں۔اس کا ہمیں فائدہ کیا کہ ہم اتنے ارب روپیہ خرچ کر دیتے ہیں۔

جناب سپیکر!اس کے بعد سڑکوں کی بات ہے۔جب ہم سڑکیں دیکھتے ہیں تو اس کے ہم نے لوکل گورنمنٹ کو کروڑوں روپے تو دے دیئے لیکن ہمیں وہ نتائج نہیں ملتے ہیں۔ہماری سڑکیں اس قسم کی ہوتی ہیں کہ آج وہ سڑکیں بنا کر جاتے ہیں پھر اگلے ہی دن وہ سڑکیں ٹوٹنا شروع ہو جاتی ہیں۔ابھی آپ نے پڑھا بھی ہوگا کہ ملتان میں ایک سڑک بنی ہی تھی کہ اس میں کھڈے بننے شروع ہو گئے تھے۔وہ کروڑوں روپے کا ٹھیکہ تھا وہ ہمیں دیا ہی نہیں اور اس کے بیچ میں درخت تھے وہ بھی نہیں کاٹے تو میں یہ کہوں گی کہ جب ہم ان کو اتنا پیسا دے رہے ہیں تو ہمیں ویسا نتیجہ بھی

ملنا چاہئے۔ اس کرپشن اور بے ایمانی کو ختم کر کے ایمانداری کے ساتھ کام کرنا چاہئے۔ آپ اس بات پر ضرور توجہ دیں کہ پیسا ہماری قوم کی امانت ہے اور اگر آج ہم اس کو بنا کر جاتے ہیں تو کل یہ دیر تک قائم رہے گا۔

جناب سپیکر! زندگی تو چار دن کی ہے اگر اس کو عیش کے ساتھ گزاریں گے تو کیا ہے اگر قوم کے لئے قربانی دیں گے تو ہمیشہ زندہ رہیں گے اور ہمیشہ یاد رکھیں گے۔ میں یہاں آپ کے سامنے ایک حدیث پیش کروں گی کہ ایک دفعہ رسول پاک ﷺ اپنے صحابی کے ساتھ جا رہے تھے انہوں نے کہا، کیا میں آپ کو زندگی کی حقیقت نہ بتاؤں تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! ضرور بتائیے۔ تو وہاں ایک بوسیدہ قسم کا کپڑا پڑا ہوا تھا آپ نے فرمایا، یہ وہ لباس فاخرہ ہے جس کے لئے تم تگ و دو کرتے ہو۔ پھر وہیں تھوڑی دور چلے تو ساتھ ہی toilet پڑا ہوا تھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ وہ کھانا ہے جس کے لئے انسان سب کچھ کرتا ہے۔ تھوڑی دور اور آگے چلے تو کسی انسان کے سر کی ایک ہڈی پڑی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ وہ سر ہے جو فخر سے تنا ہوا رہتا تھا اور کسی کی بات سنتا نہیں تھا یعنی انسان کا انجام صرف یہ ہے اور اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ انسان نے اس دنیا میں اگر ٹھنڈے پانی کا ایک گلاس بھی پیا ہے تو اللہ کے سامنے اس کا بھی وہ جواب دہ ہو گا تو ہم ان باتوں کو صرف اپنے لئے سوچیں۔ ہم نے یہ ملک بڑی قربانیاں دے کر حاصل کیا ہے اور ہمیں اپنی قوم کو ایک ترقی یافتہ قوم بنانا ہے لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی اپنی جگہ پر اس بات کو محسوس کریں اور اپنی اپنی جگہ پر قربانی دینے کی کوشش کریں تو انشاء اللہ تعالیٰ ہم ایک دن ضرور ترقی کر جائیں گے۔ بہت شکریہ

وزیر انسانی حقوق: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، مخدوم صاحب!

وزیر انسانی حقوق: جناب سپیکر! میری بہن نے ابھی point out کیا ہے کہ پولیس اور دیگر محکموں کے لئے اتنا پیسا مختص کیا جا رہا ہے لیکن شنوائی نہیں ہوتی، rap cases ہیں، murder cases ہیں، عورتوں سے زیادتی ہے، غریبوں سے زیادتی ہے تو میں آپ کی معلومات میں اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ پچھلے سال پرویز الٰہی صاحب نے محکمہ انسانی حقوق establish کیا ہے اور یکم دسمبر سے مجھے وزیر انسانی حقوق مقرر کیا ہے۔ murder cases, rap cases and women empowerment ہے کہ اگر عورتوں سے کوئی ان کا حق چھین رہا ہے یا تعلیم کے مواقع نہیں مل

رہے جو کہ بنیادی انسانی حق ہے، fundamental right ہے۔ اسی طرح ہیلتھ کے حوالے سے جو facilities ہیں جو انسان کا بنیادی حق ہے اور environment کے حوالے سے انسان کا یہ بنیادی حق ہے کہ اس کو صاف ہوا، صاف پانی، صاف ماحول مہیا کیا جائے۔ اس سلسلے میں یہ وزارت قائم کی گئی ہے اور میں چودھری پرویز الٰہی صاحب کو خراج تحسین پیش کروں گا کہ public defender کے نام سے ایک نئی سروس establish کی جا رہی ہے۔ وہ مظلوم خواتین ہوں یا مرد ہوں جو afford نہیں کر سکتے اور ان کو بنیادی حقوق نہیں مل رہے تو یہ public defender اس محکمے یا اس individual کے خلاف کیس لڑے گا جو انسانی حقوق کی خلاف ورزی کر رہا ہے تو آپ اس سلسلے میں directly ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔ ہر انسان برابر ہے اور ہمارا یہ فرض ہے۔ انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے حوالے سے کوئی mechanism نہیں تھا اب ہم یہ mechanism بنا رہے ہیں تاکہ ہم جلد سے جلد آپ کے تعلیم، صحت اور امن وامان کا بنیادی حق آپ کو دے سکیں۔ جیسے صبح بھی یہاں بات ہو رہی تھی کہ تھانوں میں لوگوں کو مارا پیٹا جاتا ہے تو ہم اس کو بھی look after کر رہے ہیں اور ہم ابھی بھی انکوائریاں کر رہے ہیں۔ ہمارے ہر ضلع میں بہت جلد ایک ایک دفتر قائم ہو جائے گا اور اس طرح کی جو انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے ہم آپ کو اس کا سدباب کر کے دکھائیں گے۔

وزیر محنت وانسانی وسائل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، قاسم نون صاحب!

وزیر محنت وانسانی وسائل: جناب سپیکر! وقفہ سے پہلے یہاں پر ایک بات چلی تھی تو میرا خیال ہے ہمارے قلم کے دوست بھی بیٹھے ہیں اور انہوں نے اس کا نوٹس بھی لیا ہے کہ میرے خیال میں ارشد بگو صاحب نے پورے ہاؤس کی sanctity کو پامال کرتے ہوئے accuse کیا ہے کہ یہاں پر 2/2 کروڑ روپے دے کے بھی لوگ وزیر بنے ہیں تو میرا خیال ہے کہ ایوان کے تقدس کے حوالے سے یہ مناسب نہیں ہے۔ It should be clarified. یہ تو عجیب صاحب ہیں۔ یہ صبح اخباروں میں ہمارے بارے میں کیا چھاپ دیں گے۔ آپ سے میری صرف یہی استدعا ہے۔۔۔

وزیر مال: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، روکھڑی صاحب!

وزیر مال: جناب سپیکر! بگو صاحب point out کریں کہ کس نے وزیر بننے کے لئے [***] کیونکہ یہ 40 منسٹرز پر ایک الزام ہے۔ اس کو حذف کریں یا وہ اپنے الفاظ واپس لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں نے تمام personal remarks expunge کر دیئے تھے۔ جی، احسان اللہ وقاص صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سارے منسٹر تو [***] کر نہیں بنے۔ کوئی ایک آدھ بن گیا ہو تو اور بات ہے۔ اس نے پیسے چیف منسٹر کو نہیں دیئے اس نے کسی اور کو دیئے ہیں۔ اور اگر آپ اس بات کو probe کرنا چاہتے ہیں تو کمیٹی بنا کر کریں۔ [**] ہم اس کو نہیں اچھالنا چاہتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ personal remarks ہیں۔ I am expunging from record.

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میں نے کسی کا بھی نام نہیں لیا۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! رانا قاسم نون صاحب میرے بھائی ہیں اور بڑے محترم بھائی ہیں یہ تو بے چارے میرے ساتھی ہیں۔ ان کے پاس دو کروڑ ہے اور نہ میرے پاس ہے۔ روکھڑی صاحب کی بھی یہی صورتحال ہے یہ پولیٹیکل بندے ہیں۔ میرا خیال ہے چودھری ظہیر الدین کے پاس 20 لاکھ روپے بھی نہیں ہوگا۔ ہم تو اسی طرح کے ہی لوگ بیٹھے ہیں۔ آپ سے میری درخواست ہے کہ [*****] وزیر اعلیٰ پنجاب کو نہیں دیئے۔ (قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: میں نے ریکارڈ سے expunge کر دیا ہے۔ ایک بات ہوئی آپ اس کو دوبارہ کیوں کر رہے ہیں؟

I have expunged from record. We will not get into this discussion at all.

وزیر ہاؤسنگ: جناب سپیکر! یہ سپلیمنٹری بجٹ پر بحث ہو رہی ہے۔ جیسے راجہ صاحب نے پہلے بھی یہاں on the floor of the House یہ بات کی ہے کہ اس کو personal issue نہ بنایا

جائے۔

---

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں نے عرض کی ہے کہ میں نے expunge کر دیا ہے۔
No personal issues will be raised here. Is there any question which can be raised any where, but not here? Mr. Ihsan-Ullah-Waqas.

وزیر ہاؤسنگ: جناب سپیکر! شکریہ

سید احسان اللہ وقاص: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! ضمنی بجٹ کے حوالے سے باقی باتیں ہو چکی ہیں۔ میں repetition نہیں کرنا چاہتا۔ میں صرف 3/2 محکموں کے حوالے سے گزارشات پیش کروں گا۔ میں پہلی بات یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ضمنی بجٹ میں ایک bad financial management ہے۔ recurring expenses کی اتنی بڑی مدات ہیں۔ non-recurring expenses کے متعلق تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ کوئی ہنگامی ضرورت پڑی، بجٹ میں وہ چیز شامل نہیں تھی اس کی وجہ سے انہیں شامل کرنا پڑا لیکن اس ضمنی بجٹ میں recurring expenses سب سے زیادہ موجود ہیں اور یہ bad financial management کی ایک شاہکار ہے۔ اس میں گاڑیوں کی خرید شامل ہے، publicity شامل ہے اور افیون کی گولیاں بنانے پر خرچ ہے۔ افیون کی گولیاں تو ایکسائز ڈیپارٹمنٹ پہلے بھی بناتا ہے اور فروخت کرتا ہے۔ آخر ایسی کون سی ہنگامی ضرورت پڑ گئی تھی کہ جس کے لئے افیون کی گولیاں بنانے کے لئے ضمنی بجٹ میں پیسے رکھے جاتے ہیں اور اس کے لئے جتنی بھی گولیاں بنانی تھیں پہلے ہی بنالیں جن کو دینی ہیں وہ دے دیں۔ اسی طرح جنگلات کے لئے تین کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے اور یہ تین کروڑ روپے بھی آپریٹنگ اخراجات ہیں، الاؤنسز ہیں، سوئی گیس کے بل ہیں فرنیچر کی خرید اور publicity کے اخراجات ہیں۔

جناب سپیکر! میں نہیں سمجھتا کہ یہ اخراجات ایسے ہیں اور متعلقہ محکموں میں اس طرح کی فنانشل مینجمنٹ ہونی چاہئے کیونکہ جو ضروریات ہوں وہ پہلے سے بجٹ میں شامل کروائیں اور اس کے بعد اپنی ضروریات کو پورا کریں۔

جناب سپیکر! اسی طرح اریگیشن کے لئے 12 کروڑ روپے ہیں۔ اس میں بھی زیادہ اخراجات گاڑیوں کی خرید اور publicity کے ہیں۔ ہر محکمے کے اندر اگر دو کروڑ روپیہ ضمنی بجٹ

رکھا گیا ہے تو کم از کم 50 لاکھ روپے اس میں publicity کے لئے ہیں۔ ہر محکمہ publicity کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور ہر محکمے کو اس کا ذوق و شوق جاری ہے۔ آپ اریگیشن میں دیکھیں گاڑیوں کی خرید کی گئی ہے۔ میڈیکل چارجز، وکیلوں کے اخراجات اور اس کے علاوہ ٹھیکیداروں کو outstanding payments ہیں۔ میں دوبارہ یہی عرض کروں گا کہ یہ بھی bad financial management ہے۔ان کو ساری outstanding amounts پہلے ہی بجٹ میں لینی چاہیئں تھیں بجائے اس کے کہ بعد میں ضمنی بجٹ میں رکھیں۔

جناب سپیکر! جیلوں کے لئے 22 کروڑ روپے رکھے ہیں۔ اس میں بہت بڑی رقم دفاتر کے کرایہ اور financial assistance کی مد میں خرچ کی گئی ہے۔ گاڑیوں کی خریداری میں خرچ کی گئی ہے۔ جس محکمے کا ضمنی بجٹ دیکھتے ہیں گاڑیوں کی خرید، فلاں کو assistance فلاں کو assistance صرف نام آگے لکھ دیتے ہیں اور اس کو تین لاکھ روپیہ، پانچ لاکھ روپیہ، دس لاکھ روپیہ اس طرح assistance شامل کی گئی ہیں۔

جناب سپیکر! اسی طرح انڈسٹریز کے لئے ایک ارب 68 کروڑ روپے کے ضمنی بجٹ کے اخراجات ہیں۔ اس میں سے بھی بیشتر recurring expenses ہیں اور مہنگائی الاؤنس دیا گیا ہے ٹیوٹا کے اخراجات ہیں۔ محکمہ ٹیوٹا exist کرتا ہے آخر کیا ضرورت پڑی ہے کہ بعد میں وہ اپنے recurring expenses کے لئے ضمنی بجٹ میں پیسے مانگتے پھرتے ہیں۔ اسی طرح Entertainment Allowance کے لئے ایک بڑی رقم رکھی گئی ہے اور ایک بہت بڑی رقم سستا راشن سکیم کے لئے ہے جو 55 کروڑ روپیہ اس سکیم پر خرچ کیا گیا تھا۔ یہ سستا راشن سکیم بھی ایک بندر بانٹ کا ذریعہ بنی رہی۔ انھوں نے سرکاری افسروں کو دالیں خریدنے، چاول خریدنے اور آٹا خریدنے پر لگا دیا۔ وہ -/10 روپے کی چیز خریدتے تھے اور کاغذات میں -/12 روپے لکھتے تھے اور مختلف ناظمین کے ذریعے اس کو تقسیم کیا گیا اور تقسیم میں بھی بڑے پیمانے پر گھپلے ہوتے رہے اسی وجہ سے بعد میں اس سکیم کو بند بھی کر دیا گیا۔ آپ ایک اچھے انداز میں کسی چیز کی قیمت کو کم کرنا چاہتے ہیں اور اس پر financial assistance دینا چاہتے ہیں تو اس کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ آپ ڈی سی اوز کو اور ان سارے اداروں کو لگا دیں کہ وہ دالیں، چاول اور آٹا خریدیں۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس ضمنی بجٹ کے اندر بہت ساری ایسی مدات شامل کی گئی ہیں جو ساری کی ساری جاری اخراجات کا حصہ ہیں۔ یہ bad financial management

کی وجہ سے ان کو دوبارہ ضمنی بجٹ میں لایا گیا ہے۔ جن چیزوں کی ضرورت تھی ان کو anticipate کرتے ہوئے پہلے ہی بجٹ میں شامل کرنا چاہئے تھا۔ یہ چند گزارشات تھیں جو میں نے ضمنی بجٹ کے حوالے سے پیش کی ہیں۔ پولیس کے حوالے سے ہماری کٹوتی کی تحریکیں موجود ہیں اس پر اس موقع پر تفصیل سے بات کریں گے۔ بہت بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ مسز روفن جولیس!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ اجلاس کا وقت تین بجے تک ہے۔ اگر کوئی آپ حکم فرمادیں کہ وزیر خزانہ صاحب کتنے بجے بجٹ wind up speech کریں گے۔ اگر مقررین زیادہ ہیں تو بے شک آپ تقاریر کروالیں صبح پہلے منسٹر wind up کرلیں گے اور بعد میں ہم کٹوتی کی تحاریک take up کرلیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ آخری مقرر ہیں۔ مسز روفن جولیس!

وزیر اقلیتی امور: جناب سپیکر! آپ کا شکریہ کہ آپ نے مجھے موقع دیا کہ میں ضمنی بجٹ کے موقع پر اپنے خیالات کا اظہار کرسکوں۔ میں ضمنی بجٹ پیش کرنے پر وزیر خزانہ اور چودھری پرویزالٰہی کو مبارکباد پیش کرتی ہوں۔

جناب سپیکر! یہ ہماری حکومت کا آخری بجٹ ہے۔ میں نے اس سلسلے میں مناسب سمجھا کہ میں اپنی طرف سے اور پنجاب کی تمام اقلیتوں کی طرف سے چودھری پرویزالٰہی کا خاص طور پر شکریہ ادا کروں کہ انھوں نے ان پانچ سالوں میں اقلیتوں کے ساتھ بہت اچھا رویہ رکھا ہے اور اقلیتوں کو بہت زیادہ فنڈ دیا ہے۔ یہ پہلی دفعہ ہے کہ حکومت پنجاب نے پاکستان کی 60 سالہ تاریخ میں پہلی دفعہ انھوں نے اقلیتوں کی وزارت بنائی اور اس وزارت میں انھوں نے پہلے بجٹ میں 30 کروڑ روپیہ مختص کیا اور اس بجٹ کے اندر انھوں نے ایک ارب روپیہ اقلیتوں کے لئے رکھا ہے۔ میں چودھری پرویزالٰہی کی تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔

جناب سپیکر! یہاں پر میں یہ بات ضرور کروں گی کہ آرمی بھی برسراقتدار رہی اور سیاستدان بھی برسراقتدار رہے ہیں لیکن پہلی دفعہ حکومت اپنے پانچ سال پورے کرسکی ہے اور یہ

کریڈٹ آرمی ہی کی گورنمنٹ کو جاتا ہے اور خاص طور پر میں جنرل پرویز مشرف کی شکر گزار ہوں کہ انھوں نے یہاں پر پانچ سال پورے کروائے اور اپنے جمہوری رویے کی تائید حاصل کی۔ میں چودھری پرویزالٰہی کی شکر گزار ہوں کہ انھوں نے ایف سی کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دیا ہے۔ ہمارے ادارے پیپلز پارٹی نے نیشنلائز کئے تھے اور ان 33 سالوں میں ہماری قوم ڈومیسٹک سرونٹ بن گئی ہے۔ چودھری پرویزالٰہی نے ایف سی کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دے کر پنجاب کے اندر اقلیتوں کی پہلی یونیورسٹی قائم کی ہے۔ ہم لوگ ابھی ایک تقریب سے آ رہے ہیں جہاں پر ہم نے اقلیتوں کے طالبعلموں کو دس لاکھ روپے کے چیک تقسیم کئے ہیں اور یہ چودھری پرویزالٰہی کی خاص مہربانی ہے کہ انھوں نے اپنے وژن 2020 میں پڑھے لکھے پنجاب میں اقلیتوں کو نظر انداز نہیں کیا بلکہ جو داغ یا جو زخم ہمیں پیپلز پارٹی نے دیئے تھے مسلم لیگ کی حکومت نے اس کو دور کرنے میں بہت اچھا اور شاندار کردار ادا کیا ہے۔ دس لاکھ کی خطیر رقم بانٹنے کے بعد ہمارے بچے اتنے شکر گزار تھے کہ انھوں نے چودھری پرویزالٰہی کو خاص طور پر دعائیں دیں کہ خدا ان کی عظمت اور جلالت کو اور زیادہ بڑھائے۔

جناب سپیکر! چودھری پرویزالٰہی نے اقلیتوں کے مقدس مقامات کا خاص طور پر خیال رکھا اور میں یہ بات برملا اس floor پر کہتی ہوں کہ یورپ کے اندر بھی مذہبی عبادت گاہوں یا چرچز کو بنانے کے لئے ان کی گورنمنٹ کوئی فنڈ مختص نہیں کرتی لیکن یہ ایک اسلامی ملک ہو کر اور اسلامی وزیراعظم نے چرچز کی تعمیر و مرمت کے لئے 30 کروڑ روپے کی رقم مہیا کی جس سے ہم نے اپنے چرچز اور عبادت گاہوں کو تعمیر کیا اور ہم دن رات چودھری پرویزالٰہی کے لئے دعا گو ہیں کہ خداوند ان کا اسی طرح سے ستارہ بلند رکھے۔

جناب سپیکر! یہاں پر میں ایک اور بات آپ کو بتانا چاہتی ہوں کہ جب 1973 میں پیپلز پارٹی نے ہمارے ادارے نیشنلائز کئے تھے، ہمارے کالجز، ہمارے ہسپتال اور ہمارے سکولز کئے تو اس کے بعد Christians کا گراف گرا اور آج ہماری Christians کی جو majority ہے وہ domestic servants ہیں، لوگوں کے گھروں کے اندر کام کرتے ہیں اور domestic servants ہونے کی وجہ سے ہماری بیٹیوں کی عزت محفوظ ہے، ہماری بہنوں کی اور نہ ہی ماؤں کی عزت محفوظ ہے، ان پر چوری کے الزام لگتے ہیں۔ جب ہمارے بچے یا بچیاں اپنے ساتھ بداخلاقی پر آواز اٹھاتی ہیں تو ان کو چور سمجھا جاتا ہے اور مقدمات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ جو سارا گراف گرا ہے

اور ہماری قوم کی تباہی کا جو سبب بنا ہے یہ پیپلز پارٹی کی وہ پالیسی تھی اور میں نے اس floor پر پچھلے سال بھی یہ عرض کی تھی کہ محترمہ بے نظیر بھٹو مسیحی قوم سے اس بات کی معافی مانگے کہ اس نے ہمارے ادارے نیشنلائز کئے۔اس حوالے سے بے نظیر بھٹو نے تو دور کی بات بلکہ اس کی پارٹی کے کسی ایم پی اے نے بھی اس بات کا جواب نہیں دیا۔جب پاکستان بنا ہے تو تمام مشنری ادارے اس وقت خدمت بجا لا رہے تھے اور جو کوالٹی آف ایجوکیشن مشنری ادارے دیتے تھے وہ کوئی اور ادارہ نہیں دے سکا ہے۔اقلیتی لوگوں کو بے بسی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کرنا، ان سے تعلیم کا حق چھین لینا یہ پیپلز پارٹی نے معرکہ سر انجام دیا ہے، یہ جو آج بڑی لبرل جماعت بنی پھر رہی ہے اس نے ہمارے حقوق اس طرح سے پامال کئے ہیں۔میں چودھری پرویز الٰہی اور جنرل پرویز مشرف کی شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے joint election کروا کر ہمیں قومی دھارے کے اندر شامل کیا اور چودھری پرویز الٰہی نے ہمارے ادارے واپس کر کے، ہمارے بچوں کو وظائف دے کر، ہمارے بچوں کو آگے لا کر ہمارے حوصلے بلند کئے ہیں اس لئے ہم چودھری پرویز الٰہی اور مسلم لیگ پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! یہاں پر میں ایک اور بات آپ کو بتانا چاہتی ہوں کہ جس وقت پاکستان بنا تو اس وقت ہماری مسیحی قوم کی عورت leading woman تھی، وہ ایک نرس تھی، ایک ٹیچر تھی اور ایک ڈاکٹر تھی۔یہاں پر میرے بہت سے ایسے بھائی یا بہنیں بیٹھی ہوں گی جنہوں نے مشنری اداروں سے تعلیم حاصل کی لیکن آج ہماری عورت domestic servant ہے، لوگوں کے گھروں میں جھاڑو دیتی ہے، پوچیاں لگاتی ہے اور نہ صرف گھروں میں بلکہ دفتروں اور سڑکوں پر بھی لگاتی ہے۔یہاں میں ایک دردناک واقعہ بتاتی ہوں کہ میری اپنی بستی چاند ھاقلعہ میں میرے ہمسائے ہیں اور وہ ہمارے وزیر صحت کا حلقہ بھی ہے، وہاں پر ایک چھوٹی بچی پنکی جس کی ماں تین چار کوٹھیوں میں کام کر کے شام کے وقت اس کے لئے روٹی کا بندوبست کرتی ہے، اس بچی کے ساتھ زیادتی کر کے، اس کو قتل کر کے گٹر کے اندر ڈال دیا گیا تھا اور اس وقت ہمارے کلیجے پھٹتے ہیں کہ جس وقت پاکستان بنا ہے اس وقت ہم ایجوکیشن کے وارث تھے اور آج ہم لوگ domestic servants اور جھاڑو دینے والے بن گئے ہیں۔میں اس وقت وزیر اعلیٰ صاحب سے درخواست کرتی ہوں کہ اس بچی کی والدہ کو compensation دی جائے۔

جناب سپیکر! اس وقت میں چودھری پرویز الٰہی کا مسیحی قوم کے اوپر احسان سمجھتی ہوں

کہ ہمیں تو پیپلز پارٹی نے جھاڑو دینے والا سمجھ لیا، ہمیں تو انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ کمی کمین ہیں جو دیہاتوں کے اندر اپنی پوری زندگی بسر کر دیں گے لیکن چودھری پرویز الٰہی نے پانچ فیصد مسیحیوں کے لئے پولیس کے اندر کوٹا مختص کر کے مسیحیوں کو بہت بڑی غلاظت سے نکال کر تھانوں کے اندر باعزت وردی پہنا کر بٹھا دیا ہے، ہمیں زمین سے آسمان پر لے کر جانے والے چودھری پرویز الٰہی ہیں اور میں مکمل طور پر اس بات کا یقین دلاتی ہوں کہ چودھری پرویز الٰہی مسیحی قوم آپ کی شکر گزار رہے گی اور دن رات ہم اس بات کے لئے دعاگو ہیں کہ چودھری پرویز الٰہی جیسا رہنما ہمیں آئندہ بھی میسر ہو۔ شکریہ

MR DEPUTY SPEAKER: Now I give the floor to Finance Minister to wind up please.

وزیر خزانہ: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! ضمنی بجٹ کی wind up speech کرنے سے پہلے میں جناب کا، اسمبلی سیکرٹریٹ کا، فنانس ڈیپارٹمنٹ، پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ اور دیگر تمام ministries اور last but not least اس معزز اسمبلی کے تمام اراکین بھلے ان کا تعلق حکومتی بنچوں سے ہے، بھلے ان کا تعلق اپوزیشن بنچوں سے ہے، کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اس بجٹ discussion میں کٹ موشنز پر اور آج ضمنی بجٹ کی discussion میں بھرپور participate کیا۔ اپنی ذاتی رائے اپوزیشن کے رویہ پر دینا چاہوں گا کہ میرا ان پانچ سالوں کا جو ذاتی تجربہ رہا ہے اس میں اگر as a group دیکھا جائے تو میں دل کی گہرائیوں سے اپنے ایم ایم اے کے ساتھیوں کو مبارک باد دیتا ہوں کہ جو as a group سب سے بہتر تیاری بھی کر کے آئے اور ان کا رویہ ہمیشہ بہت positive رہا۔ جہاں سرکار نے کوئی غلطی کی اس کو انہوں نے criticize کیا اور جہاں پر گورنمنٹ نے بہتر کام کیا اس کو appreciate کیا گیا۔ بریگیڈیر حسن صاحب کا دل کی گہرائیوں سے مشکور ہوں کہ انہوں نے ہمارے کچھ بہتر اقدامات کو سراہا۔ احسان اللہ وقاص صاحب کا بہت ہی بہتر رویہ رہا اور ارشد بگو صاحب بھی positive رہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! ہماری آج کی discussion کا جو topic ہے اور جس کو میں وائنڈ اپ کر رہا ہوں اور میرے لئے بہت بڑا اعزاز ہے کہ پانچواں بجٹ اور پانچویں ضمنی بجٹ کی winding up speech کا آج موقع مل رہا ہے۔ میں اس پر ایوان کی توجہ کچھ facts کی طرف دلانا چاہوں گا۔

اپنےannual budgetکیdiscussionکیwinding up speechپر بھی میں نے کچھ figuresایوان کے سامنے پیش کئے تھے اور آج پھر میں کچھfiguresتمام معزز ممبران کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔2003-04 میں ہمارے ترقیاتی بجٹ کےestimatesتقریباً 30۔ارب 50 کروڑ روپے تھے جوactualخرچہ ہم28 کروڑ روپیہ کر پائے تھے۔2004-05 میں اس کو بڑھایا گیا اور اس کو 43 کروڑ روپیہ کیا گیا، یہ میںactualاخراجات بتا رہا ہوں جو کئے گئے ہیں وہ تقریباً48 کروڑ روپے تھے۔2005-06 میں 53 کروڑ روپیہ بجٹ مختص کیا گیا اور اس کےagainstخرچہ صرف ترقیاتی اخراجات پر 84 کروڑ روپیہ کیا گیا۔Financial mismanagementپر میرے بہت سے دوستوں نے بلکہacross the boardتمام ہی ساتھیوں نے اپنا اظہار خیال کیا۔financial mismanagementاگر لوگوں کی ترقی یا ان کے ترقیاتی منصوبہ جات پر زیادہ رقوم خرچ کرنا ہے تو اس قسم کیFinancial mismanagement کو ہم بجا طور پرownکرتے ہیں اور اس کے لئے راضی ہیں۔ ضمنی بجٹ کوcodeکیا جاتا ہے کہ یہ Financial mismanagementہے۔ دیکھنے والی چیز یہ ہے کہ ضمنی گرانٹ کس چیز پر خرچ کی جا رہی ہے، کیا یہ گاڑیوں پر خرچ کی جا رہی ہے، کیا یہ پٹرول اور سرکاری اللوں تللوں پر خرچ کی جا رہی ہے، اس میں، میں آپ کوcomparisonپیش کروں گا کہsupplementaryہمیشہ سے ہوتی رہیں اور ہر گورنمنٹ کے دور کے بجٹ میںsupplementary budgetsآتے رہے، کسی کاpercentageکچھ کم تھا کسی کا کچھ زیادہ تھا۔ ہمارے ادوار میں ہماری کوشش رہی کہ supplementary budgetرہے اورsupplementary budget controlledکا رخ باقاعدہ طور پر ترقیاتی اخراجات کی طرف کیا۔

جناب والا!!1990-91 سے لے کر2001-02 تک میں ڈویلپمنٹ اور نان ڈویلپمنٹ پر کئے جانے والے سپلیمنٹریexpendituresکا ایکtrend پیش کر رہا ہوں۔ نان ڈویلپمنٹ پر ہونے والا خرچہ1990-91 تقریباً50 فیصد اور ڈویلپمنٹ پر بھی50 فیصد، پھر یہ شرح تبدیل ہوئی۔1991-92 میں70 فیصد اور30 فیصد، اب ایک سال ایسا بھی آیا کہ غیر ترقیاتی سپلیمنٹریز کی شرح100 فیصد اور ترقیاتی اخراجات کی شرح0 فیصد یعنی سو فیصد سپلیمنٹریز، کلم سپلیمنٹریز صرف اور صرف نان ڈویلپمنٹ پر خرچ کی جا رہی تھی۔ ہمارے دور میں میں آپ کو چار سال کاcomparisonپیش کر رہا ہوں۔2003-04 کرنٹ سائیڈ پر سپلیمنٹریز کا رجحان57 فیصد تھا،

ڈویلپمنٹ پر 42 فیصد ، جس کو almost 2005-06 تک یوٹرن دیا گیا، کرنٹ سائیڈ پر ہونے والے expenditures کم ہو کر 20 فیصد رہ گئے اور ڈویلپمنٹ سائیڈ پر ہونے والے اخراجات تقریباً 80 فیصد ہو گئے۔ میری بات اور میں جو argument یہاں پر establish کرنا چاہ رہا ہوں کہ جی ہاں ہمارے دور میں سپلیمنٹریز آئی ہیں مگر ان سپلیمنٹریز کو لوگوں کے ترقیاتی منصوبہ جات پر خرچ کیا جا رہا ہے۔ یہ جو criticism کیا جا رہا ہے کہ اس کا percentage بہت کم ہے۔ میں اپنے معزز اراکین کی خدمت میں ایک اور چیز بھی ضرور پیش کرنا چاہوں گا کہ جو بھی سرکاری خرچہ ہوتا ہے اس کے اوپر کچھ نہ کچھ there is a cost on running government سوال یہ نہیں پیدا ہوتا کہ آپ اپنے development expenditure کو بڑھاتے جائیں اور اس کو compliment نہ کریں نان ڈویلپمنٹ کے ساتھ ، اچھی Financial management یہ ہے کہ آپ زیادہ توجہ development expenditure پر دیں اس کے بڑھنے کا percentage نسبتاً زیادہ ہونا چاہئے اور جو نان ڈویلپمنٹ بالکل لازم اور جن کے بغیر معاملہ نہیں چل سکتا یا کام stop ہونے کا خدشہ ہے ان کو controlled طریقے سے نسبتاً کم percentage سے بڑھایا جا سکے۔

جناب والا! میرے انتہائی قابل احترام بھائی احسان الحق احسن نولاٹیا صاحب نے Financial Handbook Punjab کے والیم 4 کو refer کیا تھا۔ اس میں انہوں نے صفحہ نمبر 113 پر Rule No.15.9 کو quote کیا کہ

The supplementary demands being laid before the Provincial Assembly in the earliest possible session.

جناب والا! انہوں نے یہ ایک single line پڑھی جس سے انہوں نے ہاؤس کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ جوں جوں سپلیمنٹری گرانٹس حکومت approve کرتی جائے توں توں اس کو آئندہ بجٹس میں، آئندہ ہونے والے sessions میں بھلے وہ بجٹ اجلاس ہوں یا نہ ہوں ضرور پیش کرنا چاہئے۔ میں اسی کے اگلے صفحے 114 پر رول نمبر 15.13 کو ذکر تا ہوں۔

The manner in which the supplementary budget should be presented to the Provincial Assembly and discussed in and voted on in the said Assembly is the same as prescribed in respect of Annual Budget Detachment.

جناب والا! جو ہم سپلیمنٹری کو consolidated شکل میں annual budget کے ساتھ پیش کرتے ہیں وہ نہ صرف ایک سات سال کی convention ہے بلکہ اس کو رولز بھی protect کرتے ہیں کہ اس کے لئے کوئی قدغن نہیں ہے کہ اس کو آئٹم بائی آئٹم throughout the year ہر بجٹ کے اندر ہر سپلیمنٹری ڈیمانڈ کو discuss کیا جائے۔

جناب والا! اب میں مختصراً proposed supplementary statement جس پر اس معزز ہاؤس نے انشاء اللہ کل ووٹ کرنا ہے اس کے salient feature آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اس میں 12۔ارب روپے کی ٹیکنیکل سپلیمنٹریز ہیں جس میں محکمہ خزانہ حکومت پنجاب نے ایک روپیہ نہ دیا ہے یہ Food Department ہر سال گندم acquire کرتا ہے جس کے لئے financial cover دیا جاتا ہے محکمہ خزانہ کی طرف سے محکمہ خوراک کو کہ وہ مختلف بنکوں سے loan لے سکیں اور گندم خرید کریں اور پھر اسے بیچ کر وہ اپنے loans کو repay کر سکیں۔ ضلع حکومتوں کے ترقیاتی پروگرام میں جو add on کیا گیا ہے وہ تقریباً 8۔ارب روپیہ تھا۔ پولیس کے لئے تقریباً 7۔ارب روپیہ کی سپلیمنٹری ہے جو میں clarify کرنا چاہتا ہوں کہ تقریباً 2۔ارب روپیہ ہمارے ایک لاکھ کانسٹیبلان کی تنخواہ میں -/2000 روپے ماہانہ کا اضافہ کیا گیا۔ ان 7۔ارب روپے میں سے 2۔ارب روپے تو کانسٹیبلان کی تنخواہوں میں اضافے کی سپلیمنٹری ہے۔ باقی 5۔ارب روپیہ نئی ریکروٹمنٹ جس کے اندر کچھ کانسٹیبلان کی بھرتی کی گئی ہے اور ٹریفک وارڈنز کا ایک نیا سسٹم متعارف کیا گیا ہے اس پر خرچ کیا گیا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ جو ہماری اس سپلیمنٹری کے ذریعے ڈویلپمنٹ سائیڈ پر expenditure کیا گیا وہ تقریباً 33۔ارب روپیہ ہے۔ 33۔ارب روپیہ ایڈیشنل ڈویلپمنٹ سائیڈ کے اوپر سپلیمنٹری بجٹ کے ذریعے خرچ کیا گیا۔ ڈویلپمنٹ کے کچھ salient features رورل واٹر سپلائی اور اربن واٹر سپلائی کے سیکٹر میں تقریباً 10۔ارب روپے کی spending کی گئی۔ تعمیر پنجاب پروگرام پر تقریباً 4۔ارب روپے لگائے گئے۔ کمیونٹی ڈویلپمنٹ کے لئے تقریباً 6۔ارب روپیہ اور missing facilities of colleges میں گزارش کرتا ہوں کہ missing facilities of schools کا پروگرام تو ایجوکیشن سیکٹر ریفارم پروگرام کے تحت چل رہا تھا۔ کالجز کی missing facilities کے لئے تقریباً 2۔ارب روپے تجویز کئے گئے۔

جناب والا! میں آپ کی وساطت سے اس معزز ایوان کی خدمت میں ایک اور doubt یا

ابہام جو پیدا کرنے کی کوشش کی گئی اس کو clarify کرنا چاہوں گا۔ اس طرح کا تاثر دیا جا رہا ہے کہ جس طرح کہ ہاؤس کا کوئی بھی ممبر بجٹ سازی سے کسی حوالے سے منسلک یا متعلق نہیں ہوتا۔ میں آپ کو پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ہماری کیبنٹ کے چالیس ممبر ہیں۔ فنانس ڈیپارٹمنٹ بجٹ کو consolidate اور اس کو compose تو ضرور کرتا ہے لیکن budget making میں تمام laying ministries کی input ہر وقت ہمیں مہیا ہوتی ہے۔ Laying ministries اپنا پروگرام بتاتی ہیں کہ ہم نے اتنے اخراجات غیر ترقیاتی کاموں پر کرنے ہیں اور اتنے ترقیاتی مدوں میں کرنے ہیں۔ سو ہماری کابینہ کے تمام اراکین اپنے اپنے ڈیپارٹمنٹس کو اپنی ترجیحات کے مطابق اپنا ایک financial programme فنانس ڈیپارٹمنٹ کو دیتے ہیں جس کو ہم اپنے resources میں fit in کرتے ہیں اور اس میں کابینہ کی priorities کو focus کیا جاتا ہے۔ مثلاً 4/3 سال حکومت کا focus سوشل سیکٹر تھا جس میں ایجوکیشن سیکٹر، ہیلتھ سیکٹر، واٹر سپلائی سنی ٹیشن سیکٹر پر رہا تو محکمہ خزانہ ان محکموں کو نسبتاً زیادہ وسائل دیتا ہے جو کہ کابینہ اور چیف منسٹر صاحب کی priorities ہوں۔ good management or financial management کی بات میں اپنی ایک لائن کے اندر مکمل کروں گا۔

جناب والا! پانچ سال مکمل ہوئے ہم نے کسی قسم کا کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا۔ جو projected provincial receipts تھیں یا federal receipts تھیں وہ ہمیں projection سے زیادہ collection ہوتی رہیں۔ جب ہم شروع ہوئے تھے تو ہمارے ترقیاتی بجٹ کا حجم صرف 15 فیصد تھا جس کو ہم نے بڑھا کر ان پانچ سالوں میں 42 percent of our total outlay کیا ہے۔ میرے خیال میں پچھلے 30,40 سال کی تاریخ میں اس سے بہتر financial management کی کوئی مثال آپ کو نہیں مل سکتی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! آخر میں آپ کی وساطت سے میں ایک دفعہ پھر اس معزز اسمبلی کے ہر ایک رکن کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ حکومتی بنچوں کے بھی اور اپوزیشن بنچوں کے بھی ان کی اتنی بہتر، مثبت contribution اور participation کے بغیر ہمارے لئے یہ پانچ سال بہترین Financial management کرنا ممکن نہ تھا۔ بہت بہت شکریہ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: میں اپنی طرف سے پانچواں بجٹ پاس ہونے کے بعد اس کے ضمنی بجٹ کے پیش ہونے پر آپ تمام صاحبان کو مبارکباد دیتا ہوں کہ پانچ سال مکمل ہو چکے ہیں اور خصوصاً

وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی صاحب کی قیادت میں جس طریقے سے یہ ہاؤس چلا ہے اور جس طریقے سے اس ہاؤس نے کارکردگی show کی ہے، گورنمنٹ کی طرف سے بھی اور اپوزیشن کی جانب سے بھی، میں تمام کو فرداًفرداً اور اجتماعی صورت میں سب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ پانچ سال بخیر وخوبی سے گزر گئے ہیں اور انشاء اللہ اگر یہی رفتار رہی تو جمہوریت نے جڑ پکڑ لی ہے اور آئندہ بھی انشاء اللہ جمہوری ادوار چلتے رہیں گے۔ پاکستان پائندہ باد اور آپ سب کو مبارکباد۔

آج کے اجلاس کا ایجنڈا مکمل ہو گیا ہے لہذا اب اجلاس 27۔جون 2007 بروز بدھ صبح 10 بجے دن تک ملتوی کیا جاتا ہے۔

1162

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،28۔جون 2007

تلاوت قرآن پاک وترجمہ

سوالات

(محکمہ جات ہاؤسنگ وشہری ترقی اورپبلک ہیلتھ انجینئرنگ)

نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات

توجہ دلاؤنوٹس

غیر سرکاری ارکان کی کارروائی

حصہ اول

(مسودہ قانون جو پیش کیا جاچکاہے اورزیرالتواء ہے)

مسودہ قانون(ترمیم)بارانی زرعی یونیورسٹی راولپنڈی2004

حصہ دوم

(مسودہ قانون جو پیش کیا جائے گا)

مسودہ قانون(ترمیم)صوبائی موٹرگاڑیاں مصدرہ2007

حصہ سوم

قراردادیں

(مفاد عامہ سے متعلق)

(مورخہ12۔جون2007کے ایجنڈے سے زیرالتواء قرارداد)

1164

صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھویں اسمبلی کا تیسواں اجلاس

جمعرات، 28۔جون 2007

(یوم الخمیس، 12۔جمادی الثانی 1428ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10 بج کر 48 منٹ پر زیر صدارت جناب ڈپٹی سپیکر سردار شوکت حسین مزاری منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری نور محمد نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم o

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ o

يَقُولُ يَٰلَيۡتَنِي قَدَّمۡتُ لِحَيَاتِي ﴿٢٤﴾
فَيَوۡمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهُۥٓ أَحَدٌ ﴿٢٥﴾ وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُۥٓ أَحَدٌ ﴿٢٦﴾
يَٰٓأَيَّتُهَا ٱلنَّفۡسُ ٱلۡمُطۡمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ٱرۡجِعِيٓ إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً
مَّرۡضِيَّةً ﴿٢٨﴾ فَٱدۡخُلِي فِي عِبَٰدِي ﴿٢٩﴾ وَٱدۡخُلِي جَنَّتِي ﴿٣٠﴾

سورۃ الفجر آیات 24 تا 30

کہے گا کاش میں نے اپنی زندگی (جاودانی کے لئے کچھ آگے بھیجا ہوتا (24) تو اس دن نہ کوئی اللہ کے عذاب کی طرح کا (کسی کو) عذاب دے گا (25) اور نہ کوئی ویسا جکڑنا جکڑے گا (26) اے اطمینان پانے والی روح! (27) اپنے پروردگار کی طرف لوٹ چل۔ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی (28) تو میرے (ممتاز) بندوں میں شامل ہو جا (29) اور میری بہشت میں داخل ہو جا (30)

وما علینا الا البلاغ o

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

سوالات

(محکمہ جات ہاؤسنگ و شہری ترقی اور پبلک ہیلتھ انجینئرنگ)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

جناب ڈپٹی سپیکر: ایک منٹ۔ مجھے پہلے وقفہ سوالات شروع کر لینے دیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جی، درست ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پہلا سوال سید احسان اللہ وقاص صاحب کی طرف سے ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 1707 ہے۔ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، اس سوال کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

جاوید پلازہ ماڈل ٹاؤن لنک روڈ کی تعمیر اور دیگر تفصیل

*1707: سید احسان اللہ وقاص: کیا وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) جاوید پلازہ ماڈل ٹاؤن لنک روڈ ہنڈا چوک لاہور کس کی ملکیت ہے، کیا اس کا نقشہ ایل ڈی اے سے منظور کروایا گیا ہے، اگر منظور کروایا گیا ہے تو کیا اس کی بلڈنگ نقشہ کے عین مطابق تعمیر ہوئی ہے؟

(ب) کیا ایل ڈی اے سے اس جگہ کو کمرشل کروانے کی منظوری حاصل کی گئی ہے، اگر جواب ہاں میں ہے تو اس کی کتنی کمرشلائزیشن فیس محکمہ کے پاس جمع کروائی گئی ہے اور کیا یہ درست ہے کہ تعمیر کردہ پلازہ کی جگہ کا یہ رہائشی پلاٹ گورنمنٹ ایمپلائز ہاؤسنگ سوسائٹی کی حدود میں واقع ہے؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ یہ تمام پلازہ ایل ڈی اے حکام کی ملی بھگت سے تعمیر کیا گیا ہے اور متعلقہ بلڈنگ انسپکٹر اور دیگر حکام نے لاکھوں روپے رشوت وصول کر کے عدالتی احکامات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے تعمیر کروایا ہے؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی:

(الف) گورنمنٹ ایمپلائز کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی کے جاری شدہ لیٹر حوالہ 103/VII/35.B/P.III مورخہ 01-04-06 کے مطابق محمد جاوید بھٹی پلاٹ نمبر 35.B/P.III کا مالک ہے اور اس کو یہ پلاٹ 14-07-84 کو سوسائٹی نے الاٹ کیا، کاپی تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے، تاہم ملکیت کے بارے میں دو فریقین میں جھگڑا چل رہا ہے، Society کے لیٹر کے مطابق محمد جاوید بھٹی نے اس پلاٹ پر 86-1985 میں تعمیر کی ہے، اس کا نقشہ ایل ڈی اے سے منظور نہیں کرایا گیا، کیونکہ مذکورہ علاقے کا کنٹرول ایل ڈی اے کو سال 1995 میں تفویض ہوا تاہم موقع پر عمارت مکمل نہ ہے۔

(ب) مذکورہ بالا لیٹر کے مطابق متذکرہ پلاٹ کی کمرشلائزیشن بھی متذکرہ بالا سوسائٹی نے کی تھی اور اس پلاٹ کا کمرشل نقشہ بھی سوسائٹی نے ہی منظور کیا ہے۔ اس کے منظور شدہ نقشہ کی کاپی (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے، مزید برآں محمد جاوید بھٹی نے اپنی ملکیت کے کاغذات فراہم کئے جو کہ سوسائٹی نے تصدیق کئے ہیں، ریونیو ڈیپارٹمنٹ کی رپورٹ تتمہ (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) یہ حقیقت پر مبنی نہ ہے کہ پلازہ کی تعمیر ایل ڈی اے حکام کی ملی بھگت سے کی گئی ہے، ایل ڈی اے کے پاس 1995 میں کنٹرول آنے کے بعد سے اب تک موقع پر تعمیراتی سرگرمی بوجہ مقدمات بند ہے، عدالتی احکامات کی خلاف ورزی کے ضمن میں لگائے گئے الزامات بھی حقیقت اور صداقت پر مبنی نہ ہیں، کیونکہ پلازہ ہذا کے بارے میں اس وقت بھی دو مقدمات زیر سماعت ہیں، ایک مقدمہ بعنوان جاوید بھٹی بنام ایل ڈی اے وغیرہ بعدالت جناب جاوید اقبال شیخ سول جج لاہور میں زیر سماعت ہے، جس میں حکم امتناعی جاری ہے، تتمہ (د) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے، دوسرا مقدمہ مابین مسماۃ نور صفیہ بنام محمد یوسف وغیرہ بعدالت جناب امجد حسین سول جج لاہور زیر سماعت ہے تتمہ (ہ) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے اس میں ایل ڈی اے پارٹی نہ ہے دوران حکم امتناعی کسی قسم کی کارروائی مسماری وغیرہ عمل میں نہ لائی جا سکتی ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! یہ ایک پلازے کی تعمیر کے متعلق سوال کیا گیا ہے جس کا محکمہ کی طرف سے کافی تفصیلی جواب آیا ہے۔ یہ سوال تقریباً ساڑھے چار سال پرانا ہے۔ اس سوال کے

جز(ج) میں یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ حقیقت پر مبنی نہ ہے کہ پلازہ کی تعمیر ایل ڈی اے حکام کی ملی بھگت سے کی گئی ہے اور ایل ڈی اے کے پاس 1995 میں کنٹرول آنے کے بعد سے اب تک موقع پر تعمیراتی سرگرمی بوجہ مقدمات بند ہے۔ میری معلومات کے مطابق یہ جواب درست نہ ہے۔ 1995 سے پہلے اس جگہ پر کوئی خاص کنسٹرکشن نہیں ہوئی تھی۔ 1995 کے بعد پہلے اس کا سٹرکچر بنایا گیا اور پھر آہستہ آہستہ اس میں دیواریں بنائی گئیں۔ اب اس کا گراؤنڈ فلور بالکل مکمل ہو چکا ہے اور فرسٹ فلور پر بھی دکانیں بنا کر کرائے پر چڑھا دی گئی ہیں۔ میری یہ بھی معلومات ہیں کہ اس علاقے کے متعلقہ بلڈنگ انسپکٹر نے اپنی نگرانی میں یہ کنسٹرکشن کروانے کا لاکھوں روپیہ وصول کیا ہے۔ میں وزیر موصوف سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ میری اس گزارش کی انکوائری کروائیں۔ دراصل یہ سوال تو ایل ڈی اے کے ہی حق میں ہے۔ ان کی تو وہاں سے لاکھوں روپیہ کمرشلائزیشن فیس بنتی ہے اور لاکھوں روپیہ نقشہ کی منظوری کی فیس بنتی ہے۔ اس پلازہ کے مالک نے کمرشلائزیشن فیس دی ہے اور نہ ہی نقشہ منظور کروانے کی فیس دی ہے لہذا میں گزارش کرتا ہوں کہ جواب کے جز (ج) میں جو سٹیٹمنٹ دی گئی ہے یہ درست نہ ہے۔ براہ مہربانی! اس کی انکوائری کروائیں تو اصل صورتحال ان کے سامنے آجائے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر ہاؤسنگ!

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! میں اپنے فاضل رکن کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ محکمے کی طرف سے جز(ج) میں جو جواب دیا گیا ہے وہ اس سے اتفاق نہیں کرتے۔ میں یہ بتاتا چلوں کہ یہ پلاٹ جس پر پلازہ بن رہا ہے یہ 1995 سے پہلے ایل ڈی اے کے controlled area میں نہیں تھا۔ 1995 کے بعد یہ controlled area میں اور شاید آیا بھی اسی وجہ سے تھا کہ اس سوسائٹی کے اندر ملی بھگت سے کافی غیر قانونی کام ہو رہے تھے۔ جب 1995 میں یہ پلاٹ ایل ڈی اے کے پاس آیا تو اس سے پہلے اسی پلاٹ پر دو litigations چل رہی تھیں اور ان پر stay کے preventive orders تھے جس وجہ سے ہم کچھ بھی مداخلت نہیں کر سکتے تھے۔ اس پر ابھی تک یہ orders continue کر رہے ہیں اس کی تاریخیں پڑ رہی ہیں اور ہمارا ایل ڈی اے ڈیپارٹمنٹ اسے pursue کر رہا ہے۔

جناب والا! فاضل رکن نے یہ بھی فرمایا کہ وہاں ایل ڈی اے کی ملی بھگت سے کنسٹرکشن ہوئی ہے اور پلازے کا پہلے ڈھانچہ تھا اور اب چھتیں پڑ چکی ہیں اور یہ سارا کچھ 1995 کے بعد ہوا

ہے۔ میری رپورٹ کے مطابق جو کہ کل تک کی رپورٹ ہے اس میں یہی بتایا گیا کہ جتنی کنسٹرکشن 1995 سے پہلے 86-1985 کے دوران ہوئی تھی وہی 1995 سے لے کر اب تک ہے۔ میں نے اپنے ایک بہت ہی honest آفیسر کو بھیجا جس کی رپورٹ پر میں یہاں on the floor of the House بیان کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر! میں تمام فاضل اراکین اور میڈیا کے لئے بھی ایک بات ضرور بتانا چاہتا ہوں کہ سپریم کورٹ کی طرف سے ایک بہت ہی اہم فیصلہ کیا جا رہا ہے کہ سپریم کورٹ نے ایک تین رکنی کمیٹی based on retired judges تشکیل دی ہے اس میں دو اور ٹیکنیکل بندے ہیں۔

(اس مرحلہ پر جناب خالد محمود چوہان ایم پی اے اپوزیشن بنچوں پر آ کر بیٹھے تو اپوزیشن اراکین نے ڈیسک بجا کر ان کا استقبال کیا)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی: جناب سپیکر! وہ کمیٹی ایسے issues کو case to case take up کرے گی۔ آج سے پہلے جو بھی غیر قانونی کنسٹرکشن ہوئی ہے یا غیر قانونی پلازے بنے ہیں ان کے خلاف باقاعدہ ایک ایکشن پلان تجویز کیا جائے گا اور وہ کمیٹی اپنی رپورٹ تیار کر کے سپریم کورٹ کو پیش کرے گی۔ یقیناً اس سے اس محکمے میں ایک بہت بڑی تبدیلی آئے گی۔ جو اس غیر قانونی پلازے کی بات کی گئی ہے definitely یہ پلازہ بھی اس کمیٹی میں take up کیا جائے گا۔ اگر اس میں کوئی غیر قانونی بات ہو گی تو اس میں جو لوگ ملوث پائے گئے ان کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا۔ شکریہ

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہ سوال ساڑھے چار سال پہلے کا ہے۔ گیلانی صاحب نے یہ تسلیم کیا ہے کہ یہ کیس جاوید بھٹی بنام ایل ڈی اے چل رہا ہے اور ہم اسے pursue کر رہے ہیں۔ اب نئے رولز کے مطابق اگر stay پر further کوئی کارروائی نہ ہو تو وہ چھ ماہ بعد ویسے ہی خارج ہو جاتا ہے۔ میرا پہلا ضمنی سوال یہ ہے کہ اب یہ کیس کس stage پر ہے، میرا دوسرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اگر کوئی بلڈنگ ابھی تعمیر کے مراحل میں نہ ہو اور اس پر چھت ڈالی جائے تو کیا چھت ڈالنے پر اس سے کمرشلائزیشن فیس وصول کی جا سکتی ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، منسٹر ہاؤسنگ!

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی: جناب سپیکر! جیسا کہ میں نے پہلے اپنے جواب میں بیان کیا

ہے کہ 1995 سے پہلے جو کنسٹرکشن ہوئی تھی آج بھی وہ کنسٹرکشن اسی طرح ہے۔Preventive stay order میں جب چھ ماہ گزرتے ہیں تو اس stay کو پھر بحال کیا جاتا ہے۔ میں آپ کو یہ بھی بتاتا چلوں کہ 1995 سے پہلے بھی اس پر دو کیسز ہیں۔ اگر 86-1985 میں یہ پلاٹ گورنمنٹ کو آپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی میں تھا تو 96-1995 میں یہ مکمل کیوں نہیں کر دیا گیا، 1995 تک یہ incomplete کیوں رہا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ 1986 کے بعد یہ litigation میں چلا گیا، کچھ اور لوگوں نے اس پر دعویٰ کر دیا کہ یہ زمین ان کے ساتھ ہے اور وہ litigation cases آج بھی چل رہے ہیں۔ یہ ایک continuous process چل رہا ہے اس کے دو کیسز پہلے ہیں۔ بعد میں ایل ڈی اے بنام بھٹی صاحب ہے جو ابھی تک continue کر رہا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ان کے کہنے کا مطلب ہے کہ Is there any stay order for it?

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی: جی، exactly آج بھی اس پر stay order ہے اور preventive stay order ہے جس میں ہم مداخلت نہیں کر سکتے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میں بڑے احترام کے ساتھ یہ گزارش کروں گا کہ اس جگہ کے بالکل قریب کافی عرصہ تک میری رہائش رہی ہے۔ میں پوری ذمہ داری سے یہ بات کہہ رہا ہوں کہ 1995 سے پہلے یہاں پر اس کا صرف تھوڑا سا سٹرکچر بنا ہوا تھا۔ یہ سارے کا سارا 1995 کے بعد مکمل کیا گیا ہے۔ 2000 تک اس کے گراؤنڈ فلور پر کوئی دکان کرایہ پر نہیں چڑھی ہوئی تھی لیکن اب ساری کی ساری دکانیں کرایہ پر چڑھی ہوئی ہیں اور انہوں نے باقاعدہ فرنشنگ کر کے گراؤنڈ اور فرسٹ فلور مکمل کر لیا ہوا ہے۔

جناب والا! میں پھر کہتا ہوں کہ میں پوری ذمہ داری سے یہ بات کہہ رہا ہوں اور میرا اس سے کوئی سیاسی مقصد نہیں ہے بلکہ میں تو اس کے مالک کو جانتا تک نہیں ہوں۔ میں تو صرف ایل ڈی اے کے مفاد میں بات کر رہا ہوں کہ ان کو وہاں سے کمرشلائزیشن فیس کی لاکھوں روپے آمدنی وصول ہو سکتی ہے اور لاکھوں روپے نقشہ فیس کے بھی وصول ہوں گے لیکن اس مالک نے ان کے عملہ کی ملی بھگت سے اپنا پلازہ مکمل کر لیا ہے اس لئے اب یہ اس سے کیسے پیسے لے سکتے ہیں۔ یہ مہربانی فرمائیں اور وزیر موصوف نے اس آفیسر کا نام بھی بتایا ہے میں بھی اس کو ایماندار آفیسر سمجھتا ہوں اور بلاشبہ وہ ایماندار آفیسر ہے لیکن شاید انہوں نے اس کا سرسری جائزہ لیا ہے اس کے ماضی کو اچھی طرح سے نہیں کھنگالا اس لئے میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ آپ اس کی مکمل انکوائری

کروائیں میں بھی اس انکوائری کمیٹی کے سامنے پیش ہو کر حلفاًیہ بات کہوں گا اور کسی سے پوچھ لیں کہ یہ کب بنا ہے ان کو خود پتا چل جائے گا میں تو ان کے مفاد کی بات کر رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر ہاؤسنگ!

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی: جناب والا! میں فاضل رکن کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ہمارے مفاد کی بات کر رہے ہیں اور میں انہیں یہ یقین بھی دلانا چاہتا ہوں کہ ایسی کوئی بھی بات جو ہمارے نوٹس میں یا ایل ڈی اے کے نوٹس میں آتی ہے تو ہم اس پر action لیں گے۔ میں نے اس سوال کا جواب اس ایوان کے floor پر دینے سے پہلے اپنی ٹیم کے ممبران کو وہاں پر بھجوا کر اس بات کی یقین دہانی کروائی کہ وہاں پر construction نہیں ہوئی۔ مگر چونکہ ہمارے فاضل رکن اس ایوان کے floor پر یہ یقین دہانی دے رہے ہیں میں تو ان کو اب اس بات کا بھی یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میرا ڈیپارٹمنٹ یہاں پر موجود ہے ان کو یہیں سے یہ ہدایات جاری کی جائیں گی کہ یہ اس کی باقاعدہ پوری طور پر انکوائری کریں اگر اس میں کوئی loophole ہے اور اگر یہ بات واقعی اس طرح کی ہے تو definitely اس کی انکوائری وہی کمیٹی جو سپریم کورٹ نے تشکیل دی ہے وہی اس کو take up کرے گی اور اس کا فیصلہ انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد سنا دیا جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کے ساتھ شاہ صاحب کو بھی منسلک کر دیں اور اس کو dispose of کیا جاتا ہے۔

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی: جناب سپیکر! ٹھیک ہے۔

پوائنٹ آف آرڈر

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

وفاقی کابینہ کی جانب سے حج کرایوں میں اضافہ سے حجاج کرام کو پریشانی کا سامنا

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ آج اخبارات میں یہ خبر چھپی ہے کہ حکومت نے، وفاقی کابینہ نے جو لوگ حج پر جاتے تھے ان کے کرایوں میں جتنے پیسے وہ جمع

کرواتے تھے اس میں بھی دس فیصد تک اضافہ کر دیا ہے۔ میں آپ سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ حج غریب لوگ زیادہ شوق سے کرتے ہیں۔ اگر اس کا کرایہ دس فیصد بڑھا بھی دیا جائے تو امیروں کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا غریب آدمی جن کی بڑی خواہش ہوتی ہے اور ہر مسلمان کا یہ فرض ہے اور خواہش ہے اور ایمان بھی اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ خانہ کعبہ جائے، حضور نبی کریم ﷺ کے روزے پر جائے اور حج کرے۔

جناب والا! وفاقی حکومت نے جو کرایہ بڑھانے کی منظوری دی ہے ہماری طرف سے ان کو یہ message جانا چاہئے کہ پہلے ہی انہوں نے حج کی رقم پر بہت زیادہ اضافہ کر دیا ہے تو اس پر مہربانی کر کے اضافہ نہ کریں بلکہ اس پر کمی کریں تاکہ غریب لوگ جو حج پر جانا چاہتے ہیں، جن کی خواہش ہے کہ وہ حج کے لئے جا سکیں۔ یہی میری آپ سے درخواست ہے کہ یہ message وفاقی کابینہ کو پنجاب اسمبلی کی طرف سے جانا چاہئے کہ ان کا کرایہ جو دس فیصد بڑھایا ہے وہ مہربانی کر کے نہ بڑھائیں۔ اگر وہ کمی نہیں کرنا چاہتے تو اتنے ہی پیسے رہنے دیں جتنے وہ پہلے وصول کرتے ہیں۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ خبر میں نے بھی رات سنی ہے یہ دس فیصد نہیں ہے بلکہ ڈیپارٹمنٹ تو پچاس فیصد کہہ رہا تھا لیکن کابینہ نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ زیادہ سے زیادہ ہم تیرہ فیصد اضافہ کر سکتے ہیں پچاس فیصد نہیں کر سکتے۔ دس فیصد نہیں تیرہ فیصد کر رہے ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب والا! راجہ صاحب گورنمنٹ کی طرف سے ہمیں یقین دہانی کروائیں کہ وفاقی کابینہ کو ہمارا یعنی پنجاب اسمبلی کا message convey کریں گے۔ اس کے علاوہ آپ کے احساسات اور جذبات کو بھی یہ وہاں پر convey کریں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! ضرور convey کریں گے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب والا! اس سلسلے میں یہ گزارش کروں گا کہ جیسا کہ بگو صاحب نے فرمایا ہے حج کے لئے لوگ مختلف کیٹیگریز میں جاتے ہیں کچھ لوگ super قسم کی کیٹیگری میں جاتے ہیں جو بہت اچھے ہوٹلوں میں ٹھہرتے ہیں اور ان کی خواہش کے مطابق ان کا انتظام ہوتا ہے، کچھ categories اس سے کم ہوتی ہیں اور ایک بالکل جو سفید پوش لوگ ہیں، جو غریب لوگ ہیں وہ ان کے لئے ہے۔ میں یہ درخواست کروں گا کہ جو سب سے نیچے والی کیٹیگری ہے ان کا کرایہ نہ بڑھایا جائے۔ سب سے اوپر والی جو کیٹیگری ہے اور جو بہت اچھے ہوٹلوں میں ٹھہرتے ہیں چلیں

ان کا بڑھالیں لیکن عام آدمی پر رحم کھائیں، عام آدمی پر ترس کھائیں اور اس کا کرایہ نہ بڑھائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، راجہ صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! میں نے تو پہلے بھی گزارش کی تھی کہ انشاء اللہ تعالیٰ ان کے جذبات فیڈرل گورنمنٹ تک ضرور convey کئے جائیں گے۔

جناب ارشد محمود بگو: ہماری طرف سے نہیں بلکہ پنجاب اسمبلی کے جذبات ان تک پہنچائیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! معزز ایوان کے جو اس وقت جذبات ہیں انشاء اللہ تعالیٰ ضرور convey کریں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، شیخ علاؤالدین!

شیخ علاؤالدین: شکریہ۔ جناب! یہ جو بات ابھی ارشد محمود بگو صاحب نے کہی ہے میں بھی یہی بات کرنا چاہتا ہوں اور اس میں ایک تجویز بھی پیش کرنا چاہتا ہوں۔ ہماری سوسائٹی میں ایک segment ایسا ہے جو سو روپے درجن بھی کیلا خرید لیتا ہے۔ تو ہونا یہ چاہئے انہوں نے across the board جو rates بڑھائے ہیں اس کا ایک آسان حل ہے۔ اس کا حل یہ ہے کہ سٹیٹ بنک کی رپورٹ کو سامنے رکھ لیا جائے کہ کن علاقوں میں economically ترقی ہوئی ہے۔ مثلاً شہروں میں اگر یہ بڑھائیں، آپ کو یہ سن کر حیرانگی ہو گی اور میرا تو خیال ہے کہ یہاں پر معزز لوگوں کو پتا بھی ہو گا کہ ہمارے ہاں کچھ لوگ ایسے ہیں جو سات لاکھ روپے میں بھی حج کر رہے ہیں اور وہ سپیشل حج ہے ان کے لئے سات لاکھ روپے دینا بھی کوئی مشکل نہیں ہے لیکن یقین کیجئے کہ سوسائٹی کا وہ طبقہ آپ کو بھی پتا ہو گا کہ جن کے پاس ہر سال دس پندرہ بیس ہزار روپے کم پڑ جاتے ہیں وہ پچھلے پانچ دس سال سے اپنے پیسے حج کے لئے جمع کر رہے ہیں اور ہر سال حج کا ریٹ بڑھ جاتا ہے۔ ہونا یہ چاہئے کہ لاہور ہے، کراچی ہے، پشاور ہے، راولپنڈی ہے اور ملتان جیسے بڑے شہر ہیں وہاں پر اس مسئلے کو حل کرنا بہت آسان ہے۔ حج کے سلسلے میں کوئی misdeclaration بھی نہیں کرے گا۔

جناب سپیکر! میری یہ گزارش ہے کہ حکومت سے یہ کہا جائے کہ بڑے شہروں میں ریٹس بے شک بڑھا لیں لیکن چھوٹے شہروں میں اور rural areas میں بالکل ریٹ نہ بڑھائیں۔ حج جو ہے وہ ایک مذہبی فریضہ ہے یہ کوئی نفلی عبادت نہیں ہے۔ اگر ایسے کر لیں تو یہ بہت آسان کام ہے۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: راجہ صاحب نے یقین دلایا ہے کہ آپ کے احساسات وجذبات مرکزی حکومت تک پہنچا دیئے جائیں گے اور جو تجویزیں آپ دے رہے ہیں اس میں وہ بھی include کر دیں گے لیکن جہاں تک urban areas کا تعلق ہے اس میں بھی غریب لوگ رہتے ہیں اور rural areas میں بھی غریب لوگ رہتے ہیں ہمیں غریب لوگوں کا احساس کرنا چاہئے وہ چاہے urban areas سے ہوں یا rural areas سے۔

رئیس محمد اقبال: جناب والا! چونکہ حج کی بات چل رہی تو اس سلسلے میں میرا ذاتی تجربہ ہے last year میں حج پر گیا ہوا تھا تو مجھے یہ کہتے ہوئے احساس بھی ہو رہا ہے کہ پاکستان کے حاجی جو یہاں سے جاتے ہیں، پہلی بات تو یہ ہے کہ جو بھی contract کرتے ہیں وہ پورا نہیں کرتے۔ وہاں رہائش اچھی ہوتی ہے اور نہ ہی ان کے کہنے کے مطابق حرمین شریفین کے قریب ہوتی ہے بلکہ دور ہوتی ہے اور آنے جانے کا کوئی انتظام ہوتا اور نہ ہی مناسب ٹائم پر حاجی نماز کے لئے پہنچ سکتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہاں پر کنوینس کا بھی خاطر خواہ انتظام نہیں ہوتا دھکم پیل ہوتی ہے چار چار سو حاجی ایک بلڈنگ میں رہتے ہیں اور ان کے لئے دو بسیں آئی ہوتی ہیں کہ ان کو منیٰ لے جائیں گے یا عرفات لے جائیں گے۔ وہاں دھکم پیل ہوتی ہے اور وہاں کوئی خاص انتظام نہیں ہوتا۔ تیسرا یہ ہے کہ وہاں پاکستان اور جنوبی ایشیا کی یہ روش ہے کہ انتہائی بوڑھے اور ضعیف العمر لوگ حج پر جاتے ہیں جن کو سنبھالنے کے لئے کوئی ادارہ وہاں پر موجود نہیں ہے۔ اکثر وہ اپنے ساتھیوں سے بچھڑ جاتے ہیں اور وہ کسی مناسب مقام پر نہیں پہنچ سکتے جس کی وجہ سے وہ بہت پریشان ہوتے ہیں اور بعض اوقات تو مناسک حج بھی پورے نہیں کر پاتے اور ویسے ہی واپس آجاتے ہیں۔ چوتھی یہ بات ہے کہ پی آئی اے کا بھی وہاں پر کوئی خاص انتظام نہیں ہوتا۔ پی آئی اے کے حضرات خصوصاً پاکستان کے لوگوں کے ساتھ ان کا جو رویہ ہوتا ہے وہ انتہائی حقارت کا ہوتا ہے اور قابل نفرت ہوتا ہے۔ میں نے چیئرمین پی آئی اے کو لیٹر بھی لکھا جس پر انہوں نے وہاں کے ایک اہلکار کے خلاف ایکشن بھی لیا۔ میں آپ کے توسط سے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مدینہ شریف سے ایک اہلکار کو پاکستان میں واپس بلا لیا۔ میں ان کا ممنون ہوں اور میری یہ خواہش ہے کہ آپ کے توسط سے گورنمنٹ پنجاب کے توسط سے پاکستان کے حاجیوں کی فلاح کے لئے مزید سوچا جائے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔ ڈاکٹر سامیہ امجد!

ڈاکٹر سامیہ امجد: شکریہ۔ جناب سپیکر!اب جبکہ حج کے سلسلے میں بات ہو رہی ہے اور اتنا کچھ آگے forward ہو ہی رہا ہے۔ میں انتہائی معذرت کے ساتھ عرض کروں گی کیونکہ یہ انتہائی اہم معاملہ ہے۔ ہم نے یہ دیکھا ہے اور یہ ایک رواج ہی بن گیا ہے کہ بہت ساری پرائیویٹ کمپنیاں بن چکی ہیں بے شک وہ لوگوں کو facilitate کرنے کی غرض سے چل رہی ہوں گی لیکن وہاں جب یہ حاجیوں کو آگے لے کر جاتے ہیں تو وہ جو payments لیتی ہیں اس کے مطابق وہ لوگوں کے ساتھ انصاف نہیں کر پاتیں۔ لہذا یہ بھی میری استدعا ہے کہ فیڈرل گورنمنٹ لیول پر ان پرائیویٹ کمپنیوں کو regulate اور چیک کرنے کے علاوہ channellise کرنے کے لئے بھی کوئی انتظام سوچا جائے۔ کیونکہ اس سے بھی لوگوں کا بے تحاشا پیسا خرچ ہوتا ہے اور آگے جا کر انہیں تکالیف ہوتی ہیں۔ شکریہ

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: پوائنٹ آف آرڈر۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(۔۔۔جاری)

جناب ڈپٹی سپیکر: تشریف رکھیں، میں ابھی آپ کو موقع دیتا ہوں۔ اگلا سوال ڈاکٹر نذیر احمد مٹھو ڈوگر صاحب کی طرف سے ہے تشریف نہیں رکھتے ان کا سوال dispose of ہوتا ہے۔ اگلا سوال سید احسان اللہ وقاص صاحب کی طرف سے ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: سوال نمبر1708۔

ایل ڈی اے ایونیو I سے متعلق تفصیلات

*1708: سید احسان اللہ وقاص: کیا وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ایل ڈی اے ایونیو 1 کے لئے اب تک زمین acquire کرنے کا کوئی نوٹس بھی جاری نہیں ہوا زمین کا قبضہ حاصل کیا گیا ہے اور نہ ہی متعلقہ زمینداروں کو کسی قسم کی ادائیگی کی گئی ہے؟

(ب) اگر یہ درست ہے تو ایسی سکیم کے اعلان کرنے کا کیا جواز تھا اور اگر آئندہ زمین کے مالکان نے زمین دینے سے انکار کیا یا عدالتی چارہ جوئی کر دی تو اس کا کیا حل ایل ڈی اے کے پاس ہو گا؟

(ج) ایل ڈی اے اس سکیم کے خریداروں کو کب قبضہ فراہم کرے گا، ترقیاتی کاموں کا کب آغاز ہو گا اور کب تک مکمل ہونے کی توقع ہے؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی:

(الف) ایل ڈی اے ایونیو-I کی زمین کو acquire کرنے کے لئے پنجاب گزٹ نوٹیفکیشن مجریہ 24-12-2002 زیر دفعہ سیکشن 4 لینڈ ایکوزیشن ایکٹ 1984 شائع ہو چکا ہے تاہم یہ درست ہے کہ کچھ عارضی کارروائیوں کی وجہ سے ابھی تک زمین کا قبضہ نہیں لیا گیا، متعلقہ زمینداروں کو معاوضہ کی ادائیگی بھی عنقریب شروع کر دی جائے گی، کیونکہ متعلقہ ڈسٹرکٹ آفیسر ریونیو نے اس سلسلے میں 27-12-02 کو آرڈر جاری کر دیئے تھے تاہم جیسے جیسے زمین کا قبضہ لیں گے ادائیگی بھی ساتھ ساتھ کرتے جائیں گے۔

(ب) جواب بطابق (الف)

(ج) جیسا کہ جز (الف) میں وضاحت کر دی گئی ہے جیسے ہی کارروائی ہو گی ترقیاتی کام کرنے کے بعد زمین کا قبضہ دے دیا جائے گا۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! جز (الف) میں، میں نے سوال کیا تھا کہ ایل ڈی نے ایونیو-I کے نام سے ایک سکیم بڑے دھوم دھڑکے سے announce کی اور اخبارات میں اس کے بڑے بڑے اشتہارات شائع کئے۔ اس سکیم کے پلاٹس کے لئے سرکاری افسران سے لاکھوں کروڑوں روپیہ وصول کیا۔ مجھے نہیں پتا کہ وہاں پر اس وقت کیا صورتحال ہے لیکن جز (الف) میں، میں نے جو پوچھا ہے اور اس کا جو جواب دیا گیا ہے وہ میری بات کی مکمل تائید کرتا ہے کہ جس وقت اس سکیم کا اعلان کیا گیا تھا اس وقت وہ زمین acquire ہوئی تھی، اس زمین کا قبضہ حاصل کیا گیا تھا اور نہ ہی متعلقہ زمینداروں کو کسی قسم کی ادائیگی کی گئی تھی اس وقت تو یہ صورتحال تھی۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ایک زمین آپ نے حاصل ہی نہیں کی اس کے اندر مختلف کوآپریٹو سوسائٹیز کی زمین تھی اس پر بھی انہوں نے زبردستی قبضہ کر لیا۔ ایک زمین کی آپ نے ادائیگی نہیں کی اور اس پر ہاؤسنگ سکیم کا اعلان کر رہے ہیں۔ اگر ایل ڈی اے جیسا ذمہ دار ادارہ اس طرح کا کام کرے گا تو

پراپرٹی مافیا کے لوگ جو جعلی اعلانات کرتے ہیں تو ان میں اور ان میں کیا فرق رہ جائے گا؟

جناب سپیکر! آپ خود ملاحظہ فرمائیں کہ میرے سوال کے جواب کے جز (الف) میں انہوں نے خود تسلیم کیا ہے کہ ہم نے ان زمینداروں کو ادائیگی نہیں کی تھی کیونکہ اس میں کہہ رہے ہیں کہ متعلقہ زمینداران کو معاوضہ کی ادائیگی عنقریب شروع ہو جائے گی۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب اس سکیم کا اعلان ہوئے سال ڈیڑھ سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا تھا۔ کیا ایل ڈی اے جیسے ذمہ دار ادارے سے اس قسم کی بات کی توقع کی جا سکتی ہے، میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس طرح کی غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کیوں کیا گیا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر ہاؤسنگ!

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں اپنے فاضل رکن کے سوال کے اس جواب سے بالکل اتفاق کرتا ہوں کیونکہ یہ جواب 2003 میں دیا گیا تھا تو اب 2007 ہے تو definitely situation different ہے۔ میں اپنے فاضل رکن کو بتاتا چلوں کہ ہم نے 17944 کنال کی زمین پر ایل ڈی اے ایونیو بنانے کا فیصلہ کیا تھا۔ میں یہ بھی بتانا چاہوں گا جیسے فاضل رکن نے بتایا کہ 2003 تک زمین acquire نہیں کی گئی، قبضہ نہیں لیا گیا اور وہاں پر مالکان کو پیسے نہیں دیئے گئے تو میں اس سے بالکل اتفاق کرتا ہوں لیکن آج یہ situation ہے کہ ہم نے 12361 کنال زمین لے لی ہے اس کا قبضہ ہمارے پاس ہے اور 12738 کنال کا award ان لوگوں کو کر چکے ہیں جن سے ہم نے زمین لی ہے۔

جناب سپیکر! اس وقت یہ پوزیشن ہے کہ زمینداروں کو 60 فیصد ادائیگی ہو چکی ہے اور پوری ہاؤسنگ سوسائٹی کا 70 فیصد قبضہ اس وقت ہمارے پاس ہے۔ Rest of the 30 percent cases اس وقت litigation میں ہیں۔ میں یہ بھی بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دو کیسز ہمارے حق میں ہو چکے ہیں۔ اس وقت عدالت میں 4 کیسز بقایا ہیں۔ میرے فاضل دوست نے جو پرائیویٹ ہاؤسنگ سوسائٹی کی بات کی ہے تو وہ پرائیویٹ ہاؤسنگ کے ہی کیسز ہیں تو انہوں نے زمین پر اس وقت قبضہ کیا جس وقت ان کی زمین نہیں تھی، ایل ڈی اے پہلے possession announce کر چکا تھا۔ یہ 1979 controlled area سے ایل ڈی اے کے تحت ہے تو آج یہ بات کرنا کہ پرائیویٹ ہاؤسنگ سوسائٹیز کی زمین ہم لے رہے ہیں تو ایسی بات نہیں ہے۔ 1979 سے یہ area totally ایل ڈی اے کا controlled تھا لہذا جب ہم نے

ایل ڈی اے ایونیو۔ I کا ارادہ کر لیا تھا تو اس کے بعد یہ پرائیویٹ ہاؤسنگ سوسائٹیز بنی ہیں۔ شکریہ

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! وزیر موصوف نے میری اس بات کو تسلیم کیا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ضلعی ناظم صاحب نے صرف اپنے نمبر بنانے کے لئے اعلان کر دیا کہ یہاں پر سکیم بنائی جارہی ہے۔ آپ دیکھیں کہ آج سے 8/7 سال پہلے جس سکیم کا اعلان ہوا تھا ابھی تک اس کی زمین کا مکمل قبضہ بھی حاصل نہیں کیا جا سکا۔ ابھی تک اس کی مکمل ادائیگیاں بھی نہیں ہو سکیں اور یہ بات جناب منسٹر موصوف نے تسلیم کی ہے۔ اب اس کے بعد کب اس کا قبضہ مکمل ہوگا، کب اس پر development کا آغاز ہوگا، کتنے عرصے میں development ہوگی اور کب لوگوں کو پلاٹ ملیں گے اور کب لوگ وہاں پر اپنے مکانات شروع کر سکیں گے اور چونکہ یہ سکیم خالصتاً سرکاری ملازمین کے لئے شروع کی گئی تھی اس لئے میں اس کے ساتھ زیادہ concern ہوں کہ آپ سرکاری ملازمین کے لئے ایک سکیم شروع کرتے ہیں اور اس میں غیر ذمہ داری کا یہ حال ہے اور میں شکر گزار ہوں کہ وزیر موصوف نے میری بات کو درست تسلیم کیا ہے اور میں ان سے درخواست کرتا ہوں کہ ایل ڈی اے کو کہا جائے کہ آئندہ جب تک ایل ڈی اے زمین کا قبضہ حاصل نہ کر لے، جب تک اس کا award نہ ہو جائے اور زمینداروں کو ادائیگی نہ کر دی جائے اس وقت تک ایل ڈی اے کی طرف سے کسی زمین کی announcement نہیں ہونی چاہئے۔

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی: جناب سپیکر! میں فاضل رکن کی information کے لئے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس سوسائٹی میں روڈز کا 30 فیصد کام ہو چکا ہے، 40 فیصد واسا کا کام ہو چکا ہے، 25 فیصد سوئی گیس کا کام ہو چکا ہے، 2004 میں FWO کو بجلی کا کام دے دیا گیا تھا۔ اس سوسائٹی کی جس زمین پر گرڈ سٹیشن بننا ہے وہ litigation میں ہے۔ اس process میں اب یہ بات آچکی ہے کہ اسلامیہ یونیورسٹی کے تحت اس زمین پر قبضہ تھا۔ انہوں نے consensus کے بعد ایل ڈی اے کو یہ باور کرایا ہے کہ آپ یہ زمین لے لیجئے اور کہا گیا ہے کہ آپ وہاں واپڈا کا گرڈ سٹیشن بنا دیں کیونکہ یہ consensus اس لئے develop کیا گیا ہے کہ وہاں پر گرڈ سٹیشن کی ضرورت تھی۔ ایل ڈی اے کے لئے اب بجلی provide کرنے کی provision بھی آسان ہو گئی ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ وہاں پر 5 ٹیوب ویل بھی لگ چکے ہیں جو 2/2 کیوسک capacity کے ہیں۔ 3 overhead reservoirs لگ چکے ہیں جو ایک لاکھ گیلن capacity کے ہیں۔ یہ جو سکیم کی completion کی بات کی گئی ہے تو میں وثوق

سے یہ بات کرنا چاہوں گا کہ دو مہینے میں واپڈا کا process complete ہو جائے گا جس میں زمین مل جائے گی اور گرڈ سٹیشن کی construction شروع ہو جائے گی۔ نومبر 2007 تک substantial development works انشاء اللہ تعالیٰ complete ہو جائیں گے۔ بہت شکریہ

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! ایل ڈی اے جب کسی سکیم کا اعلان کرتا ہے اس کا ایک time frame ہوتا ہے۔ اب اس time frame سے دگنا سے زیادہ وقت لے چکے ہیں اور اس وقت بنیادی چیزیں کوئی 20 فیصد ہے، کوئی 10 فیصد ہے، کوئی 40 فیصد ہے، کوئی 25 فیصد ہے اور ابھی تک زمین کا قبضہ مکمل نہیں ہوا۔ بجائے اس کے کہ یہ کہیں کہ ہم اس میں مکمل طور پر ناکام ہو گئے ہیں۔ وضاحت کی کیا ضرورت ہے کہ جو چیز آپ نہیں کر سکے اس کی تفصیل میں جانے کی کیا ضرورت ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، وہ کہہ رہے ہیں زمین کا قبضہ لے چکے ہیں۔ Services ابھی فراہم کی جا رہی ہیں اس میں کہیں 60 فیصد کہیں 20 فیصد، یہ اس کی بات کر رہے ہیں۔ زمین کا قبضہ لے چکے ہیں اور اس کو regularize کر دیا ہے۔

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! یہ 2001 کی بات ہے اور اب 2007 ہے۔ اس نے 2003 میں مکمل ہونا تھا اور اب یہ 2007 میں بھی وضاحت کر رہے ہیں کہ فلاں فلاں چیز 20/30 فیصد ہوئی ہے۔ یہ کوئی implementation نہیں ہے۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں اپنے بھائی کی توجہ ہاؤسنگ ڈیپارٹمنٹ کی طرف دلانا چاہوں گا۔ ابھی پرائیویٹ سکیم کا ذکر ہوا کہ ہاؤسنگ ڈیپارٹمنٹ نہ صرف گورنمنٹ کی سطح پر اپنی پلاننگ کرتا ہے کہ یہاں پر سرکاری ملازمین، غریب طبقوں یا دیگر لوگوں کے لئے ہاؤسنگ سکیمیں بنائی جائیں بلکہ پرائیویٹ سکیموں پر بھی چیک ہوتا ہے لیکن بد قسمتی سے ہمارے ہاں خصوصاً میں پاکپتن کا ذکر کرنا چاہوں گا کہ وہاں پر پرائیویٹ سکیمیں مشروم کی طرح اُگی ہوئی ہیں وہاں کوئی بنیادی سہولتیں فراہم کی گئی ہیں، بجلی ہے، سکول ہے، مسجد ہے اور نہ وہاں پر کوئی پارک ہے جبکہ وہ لوگ ان سکیموں سے کروڑوں روپیہ کما کر نکل جاتے ہیں۔ بعد میں ہمارے ہاؤسنگ ڈیپارٹمنٹ، ہمارے ٹی ایم ایز اور ہمارے دیگر اداروں کی liability بن جاتی ہے۔ ٹی ایم ایز اور ہمارا ہاؤسنگ ڈیپارٹمنٹ ان رولز کی پابندی نہیں کر رہا جس کی وجہ سے ان لوگوں کو پیسے بٹورنے کا موقع

ملتا ہے۔ میری یہ گزارش ہے کہ پرائیویٹ سکیمیں تب تک نہ شروع ہوں جب تک یہ ان سے تمامby laws کی پابندی نہ کروالیں جس میں سکیورٹی بھی ہوتی ہے، جس میں تمام بنیادی سہولتیں بھی مہیا کرنی ہوتی ہیں اور جس میں گورنمنٹ کو تمام ٹیکسز بھی مل جائیں۔

میری گزارش یہ ہے کہ ہر تحصیل اور ضلع کی سطح پر ہمارے ہاؤسنگ ڈیپارٹمنٹ کے دفاتر موجود ہیں تو ایسی سکیموں کو کیوں بننے دیا جاتا ہے اور ٹی ایم ایز کیوں این او سی جاری کر دیتے ہیں بلکہ بغیر این او سی کے بھی وہ لوگ بنائے جارہے ہیں۔ ہماری آبادی جو without planning بڑھتی جارہی ہے وہاں گورنمنٹ کوئی سہولت مہیا کر سکتی ہے اور پھر نہ پرائیویٹ سیکٹر کر سکتا ہے تو میں اس حوالے سے چاہوں گا کہ کوئی ایسی پالیسی وضع کی جائے کہ مشروم کی طرح آبادیاں نہ اگیں۔ کوئی بھی رہائشی سکیمیں with the provision of the laws بنائی جائیں۔ وہاں پر پہلے بنیادی سہولیات ہوں پھر وہ آبادی بنے کیونکہ اس سے ہماری آبادیاں اور ہمارے شہر بے ہنگم طریقے سے بڑھ رہے ہیں اور لوگ وہاں سے سکیموں کے نام سے پیسا بنا کر نکل رہے ہیں۔ اس حوالے سے بھی حکومت نوٹس لے اور اس چیز کا سد باب کیا جائے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کی تجویز صحیح ہے محکمہ اس تجویز کو دیکھ لے اور آئندہ اس چیز کا خیال رکھیں کہ یہ چیزیں آپ کے نوٹس کے بغیر نہ ہوں۔ اگلا سوال ڈاکٹر سید وسیم اختر صاحب کا ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: ان کے ایماء پر سوال نمبر7281۔

ملتان، 1998 میں ہونے والے ترقیاتی کاموں کی ریٹس سے زائد ادائیگی اور حکومتی اقدامات کی تفصیل

*7281: ڈاکٹر سید وسیم اختر: کیا وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ خزانہ پنجاب نے بحوالہ مراسلہ نمبر FD-RO(Tech)2-5/95 مورخہ 30۔جون 1998 ریٹس کا نظر ثانی شدہ مجموعی شیڈول 1998 یکم جولائی 1998 سے اس شرط کے ساتھ نافذ کیا ہے کہ اس شیڈول میں موجودہ ریٹس میں کسی قسم کا پریمیئم وصول نہیں کیا جائے گا؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ ایگزیکٹو انجینئر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ ڈویژن ملتان نے 12۔اکتوبر1998کو50کے قریب تعمیراتی کاموں کے ٹینڈرز طلب کئے اوران تعمیراتی کاموں پر ریٹس کے شیڈول سے4.5فیصد تک پریمیئم کی سفارش کی جس کی سپرنٹنڈنگ انجینئر،پبلک ہیلتھ انجینئرنگ سرکل ملتان نے منظوری دی؟

(ج) آیاایگزیکٹوانجینئر اور سپرنٹنڈنگ انجینئر کے یہ اقدام قواعد کے مطابق ہیں،اگر نہیں تو تقابلی جدول مع مراسلہ منظوری ایوان کی میز پر رکھا جائے نیز تفصیلی سٹیٹمنٹ بھی مہیا کی جائے، جس میں یہ ظاہر کیا گیا ہو کہ ان تعمیراتی کاموں پر کتنازیادہ پریمیئم اداکیا گیا ہے، نیزاس امر سے بھی مطلع کیا جائے کہ آیا محکمہ اس معاملے کی انکوائری کرے گااور قصوروار افسران سے حکومت کو پہنچنے والے نقصان کی رقم وصول کرے گا،نیز محکمہ ان کے خلاف قواعد کارکردگی(نظم وضبط)کے تحت کیاکارروائی کرے گا؟

وزیرپبلک ہیلتھ انجینئرنگ:

(الف) اس حد تک درست ہے کہ سکیموں کے تخمینہ لاگت بناتے وقت نظر ثانی شدہ سی ایس آر 1998جوکہ یکم جولائی1998سے نافذ کیا گیاکے ریٹس پر کسی قسم کااضافی پریمیئم نہیں لگایاجائے گامحکمہ خزانہ کانوٹیفکیشن تتمہ(الف)ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

(ب) یہ درست ہے کہ 12۔اکتوبر1998کوایگزیکٹوانجینئر پبلک ہیلتھ ملتان نے38سکیموں کے90گروپوں کے ٹینڈرز وصول کئے ان میں ٹھیکیداروں کو جو ریٹس دیئے گئے۔تتمہ (ب)ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے ان پر0تا4.5فیصد پریمیئم دیا گیا۔Delegation of Financial Power Rules1990میں پبلک ہیلتھ انجینئرنگ ڈیپارٹمنٹ سے متعلق صفحہ نمبر74پیرانمبرIIفوٹوکاپی تتمہ(پ)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے) کے تحت تخمینہ لاگت پر4.5فیصد زیادہ تک ریٹس دیئے جاسکتے ہیں لہذاایگزیکٹوانجینئر ملتان کی سفارش پر سپرنٹنڈنگ انجینئر ملتان نے ٹینڈر منظور کئے جو کہDelegation of Financial Power Rules 1990کے تحت تفویض کردہ اختیارات کے عین مطابق ہیں۔

(ج) ایگزیکٹوانجینئر اور سپرنٹنڈنگ انجینئر کا یہ اقدام Delegation of Financial power Rules 1990کے تحت قواعد کے مطابق ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! جز (ب) میں فرمایا گیا ہے کہ 4.5 فیصد تخمینہ لاگت پر پریمیئم دینے کی منظوری کا اختیار سپرنٹنڈنٹ انجینئر کو حاصل ہے اور نوٹیفکیشن کا حوالہ دیا گیا ہے۔ پریمیئم دینے کے اختیارات کیا یہ کسی بنیاد پر ہیں یا جس کو چاہیں pick and choose کر کے پریمیئم دینے کا اختیار رکھتے ہیں۔

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئر نگ: جناب سپیکر! میں ان کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ پریمیئم دیا گیا ہے اور نہ دیا جاتا ہے۔ یہاں پر بڑا clear جواب ہے کہ ٹھیکیداروں کو جو ریٹ دیئے جاتے ہیں ان پر اگر below rates tenders آئیں تو یہ Financial Powers Rules1990 کے تحت چیف انجینئر کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ negotiation کے ساتھ ریٹ پر 4.5 فیصد اضافہ کر سکتا ہے۔ یہ ریٹس پر پریمیئم نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کیا آپ revised estimate کہنا چاہتے ہیں۔

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئر نگ: نہیں یہ revised estimate نہیں ہوتا۔ اگر آپ چاہیں تو میں اس کی کاپی مہیا کر سکتا ہوں۔ جب ریٹس آتے ہیں اور لوگ ٹینڈرز بھرتے ہیں تو بعض اوقات ایسا ہو جاتا ہے کہ وہ ریٹ feasible نہیں ہوتے۔ اس پر یہ ہوتا ہے کہ مجاز اتھارٹی کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ اپنا اختیار استعمال کرتے ہوئے اس پر 4.5 فیصد ریٹ بڑھا سکتے ہیں۔ مگر یہ پریمیئم نہیں ہو گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: منسٹر صاحب نے بالکل درست جواب دیا ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: ماشاء اللہ آج دونوں وزیر تیاری کر کے آئے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ اگلا سوال محترمہ ثمینہ نوید صاحبہ کا ہے۔

محترمہ طاہرہ منیر: ان کے ایماء پر سوال نمبر 4619۔

بہاولنگر، ماڈل ٹاؤن کالونی میں انتظامیہ کی عدم توجہی

*4619: محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): کیا وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ بہاولنگر شہر میں کم آمدنی والے افراد کے لئے ماڈل ٹاؤن کے نام سے ایک کالونی تعمیر کی گئی تھی؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ کالونی کی تعمیر، انتظامی معاملات اور دیکھ بھال میں محکمہ ہاؤسنگ عدم دلچسپی کا مظاہرہ کر رہا ہے؟

(ج) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت متذکرہ کالونی تحصیل انتظامیہ کے حوالے کرنے کو تیار ہے، تاکہ اس کے انتظامی معاملات اور دیکھ بھال کے امور بہتر ہو سکیں اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو وجوہات کیا ہیں؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی:

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) مجوزہ پالیسی کے تحت سکیم ہذا انتظام و انصرام کے لئے 80-06-11 کو بلدیہ بہاولنگر کے حوالے کر دی گئی۔

(ج) جواب جز (ب) میں دے دیا گیا ہے۔

محترمہ طاہرہ منیر: اس میں میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس سکیم کا انتظام و انصرام بلدیہ بہاولنگر کے حوالے کر دیا گیا تھا تو اس میں اب تک کیا کام ہوا ہے اور کیا انتظامی معاملات اور دیکھ بھال میں کوئی بہتری ہوئی ہے؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی: جناب سپیکر! جیسا کہ فاضل ممبر نے پوچھا ہے کہ کیا تبدیلی آئی ہے تو میں یہاں پر یہ بتاتا ہوں کہ 1980 میں یہ سکیم TMA کو سونپ دی گئی تھی۔ اس سکیم میں واٹر سپلائی اور سیوریج کی مشکلات تھیں۔ یہاں پر 60/70 فیصد کالونائزیشن ہے اور 30/40 فیصد ابھی نہیں ہوئی اور جس طرح ڈیمانڈ بڑھتی جاتی تھی ان مشکلات کا اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ یہ مسئلہ take up کیا گیا اور اب کل تک کی رپورٹ میرے پاس ہے اور وہاں پر واٹر سپلائی کی کوئی شکایت ہے اور نہ سیوریج کی کوئی شکایت ہے۔ یہ دونوں شکایات دور کر دی گئی ہیں۔

شیخ اعجاز احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، شیخ صاحب!

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! میں اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہ وزیر ہاؤسنگ ماشاء اللہ آج پورے تیار ہو کر آئے ہیں۔

MR DEPUTY SPEAKER: You may appreciate the young man.

شیخ اعجاز احمد: جی، جناب سپیکر! میں ایک مسئلے کی طرف ان کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ فیصل آباد میں گیسٹرو کی شکایت اور وہاں کی واٹر سپلائی کی ناگفتہ بہ حالت کی وجہ سے پچھلے سال 25 کے قریب ہلاکتیں ہوئی تھیں۔ اس کے بعد یہاں پر بڑا highly agitate کیا گیا اور ایک کمیٹی بھی فیصل آباد کے حوالے سے بنا دی گئی۔ وہاں پر وزیر موصوف نے ہمارے ساتھ میٹنگز بھی کیں اور سارا معاملہ طے ہوا اور آج میرا تعلق اس بات سے ہے چونکہ بارشیں شروع ہو گئی ہیں اور آنے والے دنوں میں بارشیں ہوں گی تو پھر یہ نہ ہو کہ بقول منیر نیازی کے کہ:

ایک دریا کا سامنا تھا منیر مجھ کو
جب میں ایک دریا کے پار پہنچا تو میں نے دیکھا

میں وزیر موصوف صاحب سے یہ گزارش کروں گا کہ پچھلی مرتبہ بھی جب ہم نے ان سے یہ کہا تھا کہ آئیں وہاں پر وقت سے پہلے حفاظتی اقدامات اختیار کر لیں۔ میرے خیال میں فیصل آباد سے بھی کچھ واسا کے حکام آج گیلری میں بیٹھے ہوں گے تو میں اس موقعے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہ پہلے جو معاملہ پیش آیا تھا وہ حالات دوبارہ نہ ہوں اور فیصل آباد جو ریونیو کے اعتبار سے دوسرا اور پاکستان میں آبادی کے اعتبار سے تیسرا بڑا شہر ہے اس میں دریا نہ بہنا شروع ہو جائیں۔ اس حوالے سے اگر کوئی تیاری محکمہ واسا نے کی ہے، وزیر صاحب نے پہلے بھی اپنا concern show کیا ہے تو آج بھی مجھے امید ہے کہ وہ اپنا concern show کریں گے۔

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی: جناب سپیکر! یہ سوالوں میں تو نہیں ہے لیکن میرے بھائی نے بات کی ہے تو میں ضرور گورنمنٹ کا point of view بتانا چاہتا ہوں۔ پاکستان کی تاریخ میں آج تک کبھی بھی اتنا بڑا بجٹ واٹر سپلائی اور سیوریج سسٹم کے لئے نہیں رکھا گیا جو اس گورنمنٹ نے رکھا ہے جو کہ 5۔ارب روپیہ ہے۔ اسی شکایت کو دور کرنے کے لئے وزیر اعلیٰ پنجاب نے یہ فنڈ مختص کیا ہے۔ جہاں تک فیصل آباد کی بات ہے تو میں یہ بتاتا ہوں کہ اس وقت جو صورتحال بنی تھی اس کے پیچھے دو وجوہات تھیں۔ ایک وجہ بجلی کا بریک ڈاؤن تھا ہمیں لائنوں میں 24 گھنٹے پانی کو چلتے رکھنا ہوتا ہے تاکہ وہاں پر vacuum نہ بنے۔ Vacuum بننے سے زنگ آلودہ پائپوں سے گندہ پانی صارف تک پہنچتا تھا جس کی وجہ سے بیماری پھیلتی تھی۔

جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ صاحب نے جو 5۔ارب روپے کا پروگرام شروع کیا ہے اس سے وہ سارے خراب پائپ جو 50/50 سال پرانے تھے ان کو بدلا جا رہا ہے اور فیصل آباد میں

107 کلو میٹر کا نیا پائپ اس وقت ڈالا جا رہا ہے۔ اگر اب پانی بند بھی ہو جائے تو نیا پائپ ہونے کی وجہ سے گندہ پانی صارف تک پہنچے۔ ایک وجہ میں نے بجلی کے بریک ڈاؤن کی بتائی ہے۔ اس میں جنریٹرز کی کمی تھی۔ اب مون سون شروع ہو رہا ہے ہم نے وہاں پر دس جنریٹر پہلے ہی لے چکے ہیں لہذا وہاں کے پمپنگ سٹیشن پر ہم باقاعدہ طور پر اس بات کو یقینی بنائیں گے کہ وہاں پر بجلی کی کمی نہ ہو اور باقاعدہ بحال رہے تاکہ پمپنگ سٹیشن باقاعدہ چلتے رہیں اور پانی میں کوئی چیز mix نہ ہو سکے۔ میں اپنے فاضل رکن کو بتاؤں گا کہ ہمیشہ فیصل آباد کی بات انہوں نے بہت خوبصورت طریقے سے کی ہے یہ فیصل آباد کا درد رکھتے ہیں۔ یہ میٹنگز میں بھی آتے رہے ہیں اس پر بھی میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ یہ ہمیشہ وہاں پر موجود رہے۔ انہوں نے اپنے علاقے کی مشکلات مجھ تک ہمیشہ پہنچائیں اب جو نئی ڈویلپمنٹ ہوئی ہے اس سے میں اپنے بھائی کو آگاہ کرتا ہوں اور اگر اب بھی میرے فاضل بھائی کو کوئی بھی شکایت ہو تو وہ کمیٹی باقاعدہ طور پر براہ راست مجھ سے رابطہ کر سکتی ہے۔ آپ مجھے بتائیں کہ اگر کوئی مشکل ہے اور ان کو لگتا ہے کہ کہیں نہ کہیں کوئی چیز رہ گئی ہے تو میں یقین دلاتا ہوں کہ میں اس کو فوراً دور کروں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، شیخ صاحب!

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! میں منسٹر موصوف کا مشکور ہوں کہ انہوں نے بڑے اچھے طریقے سے فیصل آباد کے حوالے سے بات کی ہے۔ بارشوں کے سیزن سے پہلے واسا کی کارکردگی ایک مرتبہ پھر سوالیہ نشان بنی ہوئی ہے اور جس طرح میں نے ہمیشہ public interest کی بات کی ہے، اسی طرح اگر وہاں کوئی مسئلہ ہوا تو میں دوبارہ بھی وزیر موصوف کو بتاؤں گا۔ بہت مہربانی

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! میں بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، شاہ صاحب!

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال تو نہیں ہے لیکن مفاد عامہ سے متعلق میری بات ہے۔ وزیر موصوف کی یہ جو وزارت ہے یہ ماشاء اللہ ان کی وراثتی ہے، پہلے ہمارے بھائی کے پاس بھی یہی وزارت تھی اور اب ان کے پاس ہے۔ یہ ماشاء اللہ بڑے لائق فائق اور ذہین فتین آدمی ہیں اور ہمیں ان نوجوانوں کو دیکھ کر بڑی خوشی ہوتی ہے اس لئے میں ان سے صرف یہی گزارش کروں گا کہ اب جہاں پر بھی آپ ہاؤسنگ سکیمیں بنا رہے ہیں، اکثر اخباروں میں آج کل آ جاتا ہے کہ

وہ پانی جو seepage ہوتا ہے وہ brackish water پینے کے قابل نہیں رہتا۔ اس میں یہ واٹر سپلائی سکیمیں تو دے دیتے ہیں مگر پانی کے ڈسپوزل کا خاطر خواہ طریقہ نہیں ہوتا تو میری صرف گزارش یہ ہے کہ جس دیہات میں بھی آپ واٹر سپلائی سکیم دیں تو سب سے پہلے پانی کا بندوبست کریں تاکہ وہ نیچے نہ جائے اور اگر اوپر کنواں بنا کر پمپ لگا دیا جائے تو اس سے محکمے کو آمدنی بھی ہوگی اور seepage جو نیچے پینے والے پانی کو خراب کرتا ہے وہ بھی نہیں ہوگا۔ یہ میری گزارش ہے آپ براہ مہربانی اس چیز کو نوٹ کر لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ویسے شاہ صاحب کا یہ بڑا اہم پوائنٹ ہے تو میرا خیال ہے کہ اس پر نظر ثانی کریں۔

سید ناظم حسین شاہ: اگر یہ اس کا نوٹس لے لیں تو اس سے پورے ملک کا فائدہ ہوگا۔ آپ کے علم میں بھی ہے اور میرے پاس چونکہ لوکل گورنمنٹ رہی ہے اس لئے مجھے بھی پتا ہے، اس وقت لاہور شہر میں 334 جوہڑ تھے یعنی capital city جو سب کا مشترکہ ہوتا ہے، ہمارا بھی شہر ہے اور آپ کا بھی ہے تو یہاں پر 334 جوہڑ تھے۔ سردار صاحب بیٹھے ہوئے ہیں ان کے قصور کا حال دیکھیں کہ tannery کے پانی کی وجہ سے اب محکمے کی رپورٹ یہ ہے کہ 60 سال تک بھی اگر ہم پمپ آؤٹ کریں تو قصور کا پانی پینے کے قابل نہیں ہے کیونکہ وہاں پر tannery کے پانی کی وجہ سے اتنی زیادہ seepage ہو چکی ہے۔ یہ مسئلہ پورے ملک کا مسئلہ ہے اس لئے یہ مہربانی کر کے اس چیز کا نوٹس لیں اور آئندہ اس کا کوئی خاطر خواہ انتظام کریں۔ شکریہ

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی: جناب سپیکر! میرے فاضل رکن میرے بزرگ بھی ہیں اور میں ان کی بڑی عزت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ ان کو صحت دے اور ہمیشہ سلامت رکھے۔ میں یہ بتاتا چلوں کہ یہ جو سوال کیا گیا ہے تو جو میرے ڈیپارٹمنٹ کی vicinity ہے وہ صرف واسا کے اوپر base کرتی ہے اور میرا کام واسا سے connected ہے۔ جہاں تک رورل ایریا کی بات ہے یہ بالکل درست بات کر رہے ہیں۔ جہاں پر brackish water ہے وہاں پر ہم پانی کے لئے PCWRSS کے تحت ایک نیا سسٹم دے رہے ہیں، چونکہ اس کے متعلقہ منسٹر سردار صاحب ہیں تو اگر تو وہ مجھے اجازت دیتے ہیں تو میں اس حوالے سے کچھ بتا دیتا ہوں اور پھر بعد میں اگر وہ اس کو جاری کرنا چاہیں تو کر لیں تو میں بتاتا ہوں کہ پنجاب کمیونٹی واٹر سپلائی سکیمیں (PCWRSS) جو ہیں وہ پورے پنجاب میں شروع کی گئی ہیں، یہ ساڑھے سات سو سکیمیں ہیں، پانچ سو نئی سکیمیں ہیں اور اڑھائی سو پرانی

سکیمیں ہیں جن کو ہم نے شروع کرنا ہے۔ میں یقین کے ساتھ یہ بات کہتا ہوں کہ جہاں پر کمیونٹی موٹیویٹرز لگائے گئے ہیں جو ٹیم دی گئی ہے وہ اسی چیز کو مدنظر رکھتی ہے کہ جس ایریا میں brackish water ہے اس میں وہ سکیم دی جائے۔ ADP کا بنیادی موقف ہی یہ ہے کہ جہاں پر brackish water ہے وہاں پر اس سکیم کو لگایا جانا چاہئے۔ آپ دیکھیں گے کہ اربن ایریاز میں وہ سکیمیں نہیں لگ سکتیں وہ صرف رورل ایریاز ہیں۔ میں یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ محکمہ پچھلے ڈیڑھ دو سال سے میرے پاس نہیں ہے لیکن جو انفارمیشن میرے پاس ہے اور جو میں نے سروے کروایا ہے، یہ ایریاز وہی defined کئے جاتے ہیں جہاں پر پانی پینے کے قابل نہیں ہے۔ اس میں جو digging ہوتی ہے یہ ساڑھے چار سو سے پانچ سو فٹ نیچے تک لے کر جاتے ہیں اور وہاں سے پانی نکالا جاتا ہے جو پینے کے قابل بھی ہوتا ہے پھر باقاعدہ طور پر سپلائی گھروں تک پہنچائی جاتی ہے اور اس کو مانیٹر بھی کیا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ ہو رہا ہے لیکن پھر بھی اگر میرے فاضل رکن کوئی ایریا defined کرتے ہیں کہ جس میں کوئی سکیم دی گئی ہو اور وہاں پر ابھی بھی پانی صحیح نہ پہنچ رہا ہو تو definitely اس پر باقاعدہ funding بھی ہے اور منسٹر صاحب اس پر آپ کو بتا بھی دیں گے کہ اس پر ایکشن پلان کیا جاتا ہے اور باقاعدہ اس سکیم کو بہتر کرنے کی کوشش بھی کی جاتی ہے۔ شکریہ

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! میں شاید ان کو پورے طریقے سے سمجھا نہیں سکا۔ میں اس پانی کی بات کر رہا تھا کہ جہاں آپ واٹر سپلائی سکیم لگاتے ہیں تو جو تھوڑا بہت فلش یا دوسرا disposable پانی ہوتا ہے تو پہلے تو وہ easily کھیتوں میں absorb ہو جاتا تھا کیونکہ پہلے hand pump ہوتے تھے اور ڈنکی پمپ وغیرہ نہیں ہوتے تھے۔ اب جیسے آپ ہر دیہات میں واٹر سپلائی سکیم دے رہے ہیں اور پھر فلش سسٹم بھی تقریباً ہر دیہات میں آ رہا ہے تو اس کا جو پانی نیچے جاتا ہے وہی نیچے صاف پانی کو خراب کر رہا ہے، میری یہی گزارش تھی۔ جو یہ فرما رہے ہیں وہ تو ٹھیک ہے کہ جہاں پر brackish water ہے وہاں تو آپ پیسے رکھیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کا مقصد ہے کہ دونوں پانی mix ہو جاتے ہیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جی ہاں۔ میرا مقصد یہ ہے کہ جو گھروں سے فلش اور دوسرا پانی dispose ہوتا ہے اس کو اس طریقے سے کریں کہ بجائے اس کے کہ وہ پائپ کے ذریعے نیچے جائے اور صاف پانی کو خراب کرے۔ اگر اوپر کنواں لگ جائے تو اس سے جب پانی کھیتوں میں جائے گا تو اس سے آمدنی بھی ہو گی اور نیچے seepage بھی نہیں ہو گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، منسٹر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ!

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: جناب سپیکر! شاہ صاحب چونکہ بار بار یہ ذکر کر رہے ہیں جیسے منسٹر صاحب نے کہا کہ بد قسمتی یہ ہے کہ یہاں پر یہ سوالات آتے ہیں۔ جب ہم فیلڈ میں جاتے ہیں تو ہم نے وہ چیز adopt کرنی ہوتی ہے جو ہمارے نوٹس میں لائی جاتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس محکمے پر، واٹر سپلائی اور صاف پینے کے پانی اور سیوریج کے لئے پچھلی حکومتوں نے اس پر کبھی توجہ نہیں دی۔ میں آپ کو عرض کرتا چلوں کہ اس tenure میں پنجاب کو ورلڈ بنک اور ایشین بنک نے اس بات پر شیلڈ دی ہے کہ ساڑھے سات سو سکیمیں انہوں نے ہمیں دی تھیں اور ہم نے 770 سکیمیں ان کو مکمل کر کے دی ہیں۔ یہ جو ہمارا ٹارگٹ تھا کہ جون 2007 تک پنجاب میں ہم نے 79 فیصد آبادی کو پینے کا صاف پانی مہیا کرنا ہے اور الحمد للہ ہم نے وہ ٹارگٹ achieve کیا ہے۔ شاہ صاحب جو فرما رہے ہیں اس حوالے سے میں ان کو ایک چیز عرض کرتا چلوں کہ جب سے یہ میرے پاس portfolio آیا ہے، میں نے ان کے ڈسٹرکٹ میں بھی ہر ضلع کے ہر گاؤں کو جا کر visit کیا ہے اور وہاں میں نے یہ دیکھا ہے کہ جہاں لوگوں کو اس قسم کی شکایات تھیں ہم نے وہ دور کی ہیں۔ ان کا فرمان اپنی جگہ پر بجا ہے لیکن seepage کا جو پانی ہے وہ ساڑھے چار پانچ سو فٹ نیچے تک جا کر mix نہیں ہوتا۔ ہم نے اس دفعہ ہر ضلع میں چالیس چالیس لاکھ روپے دے کر لیبارٹریاں قائم کی ہوئی ہیں کہ اگر کسی جگہ پر پانی خراب ہے تو وہ لوگ فوری طور پر وہاں جا کر اس کا تجزیہ کروا لیں۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ یہ جو فلش کا یا دوسرا پانی ہوتا ہے اس کی seepage ستر فٹ یا سو فٹ تک تو جا سکتی ہے لیکن ساڑھے چار سو یا پانچ سو فٹ تک نہیں جا سکتی۔ ہم جس جگہ کا بور کرتے ہیں وہ تب کرتے ہیں جب تک کہ کسی جگہ کی رپورٹ نہیں آ جاتی کہ یہ پانی پینے کے قابل ہے۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! یہ بات ٹھیک ہے کہ یہ تین سو فٹ بور کرتے ہیں مگر عام آدمی جو ہینڈ پمپ لگاتا ہے آپ کو بھی پتا ہے کہ وہ کتنا بور کرتا ہے۔ ہمارے علاقے میں تو 16 فٹ پر پانی آ جاتا ہے اب منسٹر صاحب خود فرما رہے ہیں کہ ستر فٹ تک اس کی seepage ہو سکتی ہے تو اس لئے میرا مقصد یہی تھا کہ ہم ان کے نوٹس میں لے آئیں۔ ہمارا صرف اعتراض نہیں ہے بلکہ میں ان کو ایک انفارمیشن اور اپنا نقطہ نظر بیان کرنا چاہتا ہوں، آگے اس پر جو یہ مناسب سمجھیں گے وہ کریں۔ گورنمنٹ کے حوالے سے تو انہی کا تسلسل رہا ہے باقی کون سی گورنمنٹ رہی ہے، پہلے بھی یہ ماشاءاللہ ڈپٹی سپیکر تھے اور سارا کچھ تھے اور آج بھی منسٹر ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! آپ بھی تو گورنمنٹ میں تھے اور لوکل باڈیز کی منسٹری آپ کے پاس تھی۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! ہماری coalition گورنمنٹ تھی۔ اس میں بھی انہی کی باقیات کے ساتھ ہم coalition گورنمنٹ میں تھے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بلکہ آپ اس وقت بڑے strong منسٹر تھے۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! انہی کی باقیات کے ساتھ ہم coalition گورنمنٹ میں تھے، انہی کے دوست تھے اور انہی کے آدمی تھے اسی لئے تسلسل تو انہی کا ہی چل رہا ہے۔ پیپلز پارٹی کی حکومت 1977 کے بعد آج تک پنجاب میں نہیں آئی۔ اگر پہلے دن انہوں نے نوٹس نہیں لیا تو allegation تو ان پر آتا ہے۔ اب اگر کر رہے ہیں تو بڑی مہربانی۔ چلو صبح کا بھولا شام کو گھر آ جائے تو یہ بھی بڑی بات ہے۔ چلو ان کو احساس تو ہو گیا کہ اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے ہوئے ہم یہ کر رہے ہیں۔

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: جناب سپیکر! میں یہ ضرور عرض کروں گا کہ یہ میرے سینئر ہیں اور میں نے ہمیشہ ان سے روشنی حاصل کی ہے لیکن آج مجھے سن کر خوشی ہوئی ہے کہ ان کی گورنمنٹ کبھی نہیں رہی۔ جن کو عوام رد کر دیں اس میں ہمارا کیا گناہ ہے۔ عوام ہمیشہ ان کو منتخب کرتے ہیں جو ان کے لئے کام کریں۔ بڑی خوبصورتی سے انہوں نے یہ confession کیا ہے اور سید نے جب confession کر لیا ہے تو مجھے بہت خوشی ہوئی ہے۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! سوال تو یہ تھا کہ بہاولنگر میں جو low income scheme ہے اس کا کیا حشر ہے جس کا محکمہ نے جواب یہ دیا ہے کہ وہ ہم نے ٹی ایم ایز کو دے دی ہوئی ہے۔ یہ صرف ایک جگہ پر نہیں ہے بلکہ یہ policy matter ہے اور کچھ عرصے کے بعد یہ ٹی ایم ایز کو handover کر دیتے ہیں اس کے بعد ان کا پرسان حال نہیں ہوتا۔ ہمارے ہاں پاکپتن میں بھی گرین ٹاؤن کی ایک low income scheme بنی ہوئی ہے جہاں کا سیوریج سسٹم کام کرتا ہے، ٹرانسفارمرز ہیں، بجلی کا کوئی سسٹم ہے اور روڈز کی بھی بہت بری حالت ہے۔

ہمارے ضلع پاکپتن میں صرف ایک واحد سرکاری low income سکیم ہے جو رہائشی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کا سوال یہاں پر تو نہیں ہے۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! یہ اسی سے ہی متعلقہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: دیکھیں یا تو آپ کا سوال ہو تو آپ اس پر بحث کریں۔ جن کے سوال ہیں ان کو تو پوچھنے دیں۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں محکمہ کی ہی بات کر رہا ہوں۔

MR DEPUTY SPEAKER: I can't allow you to go out of question.

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): میں پنجاب کی سطح پر بات کر رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ نے بات صحیح کی ہے لیکن اب جن کا وقت مقرر ہے میں ان کو ٹائم دوں گا۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میرا اسی سے متعلقہ ایک سوال ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ نے کہہ دیا ہے That is understood۔ آپ تو نیا سوال پوچھ رہے ہیں۔ آپ منسٹر صاحب سے مل لیں اور ان سے discuss کر لیں۔ اگلا سوال 7304 بریگیڈیئر (ریٹائرڈ) محمد حسن صاحب کا ہے۔

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: ان کے ایماء پر سوال نمبر 7304۔

واٹر سپلائی سکیم ساہنگ، گوجر خان لاگت اور تکمیل سے متعلقہ تفصیل

*7304: بریگیڈیئر (ریٹائرڈ) محمد حسن: کیا وزیر پبلک ہیلتھ انجنیئرنگ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع راولپنڈی تحصیل گوجر خان یونین کونسل ساہنگ میں واٹر سپلائی ساہنگ (ڈیرہ سیداں) کب شروع کی گئی تھی؟

(ب) اس پر اب تک کتنا کام مکمل ہو چکا ہے اور کتنا روپیہ خرچ کیا جا چکا ہے؟

(ج) اس سکیم کی تکمیل میں کتنا مزید وقت لگے گا؟

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئر نگ:

(الف) رورل واٹر سپلائی سکیم ساہنگ ڈیرہ سیداں 1990 میں شروع ہوئی تھی۔

(ب) 2001 تک اس سکیم پر دو پانی کے کنویں بجلی کا کنکشن ڈسٹری بیوشن پائپ اور کچھ کام رائزنگ مین لائن کا کیا گیا تھا اور اس کے بعد گورنمنٹ کی طرف سے فنڈز آنا بند ہو گئے، کیونکہ محکمہ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن میں ضم ہو گیا تھا لہذا اس سکیم کا بقایا کام ٹی ایم اے تحصیل گوجر خان نے کروانا تھا۔ اس سکیم پر تقریباً چالیس لاکھ روپیہ خرچ کیا جا چکا ہے۔

(ج) بقایا کام کو ٹی ایم اے گوجر خان نے مکمل کروانا ہے اور اس کی تکمیل کے وقت کا بھی وہی تعین کریں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ انہوں نے جز (الف) اور (ب) میں تسلیم کیا ہے کہ 1990 کے اندر واٹر سپلائی سکیم کا آغاز ہوا تھا اور چالیس لاکھ روپیہ اس پر خرچ ہو چکا ہے اور آج 17 سال گزرنے کے باوجود وہ واٹر سکیم operative نہیں ہے۔ اس کی ذرا منسٹر صاحب وضاحت فرما دیں کہ 17 سال سے چالیس لاکھ روپیہ جو ایک سکیم پر لگا ہے وہ مکمل کیوں نہیں ہوئی؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، منسٹر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ!

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: جناب والا! یہ بالکل درست ہے۔ یہاں پر میں یہ عرض کر دوں کہ جب یہ سکیم شروع ہوئی اس میں یہ پیسا لگا آپ کو بھی معلوم ہے کہ جب سکیمیں چلتی ہیں اور جب فنڈز میں کوئی کمی بیشی ہوتی ہے تو بعض اوقات جو tenure ہوتا ہے، جو ٹارگٹ ہوتا ہے اس تک پوری نہیں ہو سکتیں۔ اب آپ اس کو جب بھی کہہ لیں کہ 2001 کے بعد یہ سارا سسٹم devolution کے تحت TMA کے پاس چلا گیا۔ اب اس کو مکمل کرنا یا نہ کرنا یہ TMA کی ذمہ داری ہے یہ محکمہ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ کی ذمہ داری نہیں رہی۔ ہاں اس میں یہ ضرور ہے کہ اگر کسی شخص نے اس دوران کسی دوست نے، کسی معزز ممبر نے، کسی پبلک کے آدمی نے آ کر محکمہ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ میں یہ بتایا ہوتا کہ یہ چیز ہمیں چاہئے، جیسے میں بر بنائے تذکرہ عرض کر دوں بے شمار جگہوں پر ایسا

ہوا ہے۔اس پر جا کر ہم نے انسپیکشن کی اور جو ہم نے دیکھا کہ TMA نے کہیں جواب دے دیا ہے کہ یہ سکیم ہم نہیں چلا سکتے، ہم نہیں دے سکتے، ہمارے پاس فنڈز نہیں ہیں یا ہم اس کو مکمل نہیں کر سکتے۔اس کو دوبارہ محکمہ میں take up کر کے مکمل کیا ہے۔اس سکیم کے سلسلے میں آج تک ہمارے ڈیپارٹمنٹ میں کوئی ایسی بات نہیں کی گئی کہ بھئی یہ سکیم آپ مکمل کریں یا نہ کریں۔جب تک ہمارے پاس کوئی ایسی information نہیں آئے گی، ہمیں یہ نہیں کہا جائے گا اس وقت ہم سمجھتے ہیں کہ constitutionally اور قانون کے تحت جس محکمے کی ذمہ داری ہے یہ اس نے ہی پوری کرنی ہے۔

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! ہم نے یہ بات کی ہے کہ 17 سال سے ایک پراجیکٹ پر چالیس لاکھ روپیہ خرچ ہو چکا ہے اور اس سے عوام کو کوئی فائدہ نہیں ہوا۔اب یہ کہتے ہیں کہ جب محکمے dissolved کر دیئے گئے، محکمے جو ہیں وہ ضم کر دیئے گئے۔ضم کرتے ہوئے بھی یہ کہا گیا تھا کہ جو سکیمیں چل رہی ہیں وہ سابق محکمے مکمل کریں گے اور پھر ان کو project آگے دیا جائے گا۔

جناب سپیکر! ایک دوسری بات ہے وہ یہ کہ 17 سال تک 40 لاکھ روپیہ wastage of money ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔اب 70۔ارب روپے کا حکومت نے سپلیمنٹری بجٹ دیا ہے۔سپلیمنٹری بجٹ کا basic idea یہ ہے کہ جب کوئی wastage of money ثابت ہو رہی ہو کہ کوئی پیسا لگ چکا ہے، سکیم کسی وجہ سے مکمل نہیں ہوئی تو اس پر اضافی رقم لگا کر اس کو operative کر دیا جائے تو پھر کہا جائے کہ یہ ہم نے ادھر خرچ کیا ہے۔اب 70۔ارب روپیہ انہوں نے وزیر اعلیٰ ہاؤس کی maintenance اور ہیلی کاپٹر کی maintenance پر اور مری میں وزیر اعلیٰ ہاؤس کی maintenance پر لگا دیا ہے۔اس سکیم کے لئے جس کا تعلق ایک یونین کونسل کے عوام کو صاف پانی کی فراہمی سے ہے اس پر ایک پیسا نہیں لگا یا اب اس کو operative کرنے کے لئے بمشکل دو، چار یا پانچ لاکھ چاہئے ہوں گے۔اب basic جو budget کا concept ہے۔اس کو 70۔ارب روپے تک violate کر دیا ہے اور 17 سال سے غریب عوام کا یہ 40 لاکھ روپیہ 1990 میں لگا ہے اور اس وقت بھی ہمارے انہی بھائیوں کی حکومت تھی تو اب یہ جو محکمے ضم ہوئے ہیں وہ بھی 8 سال بعد ہوئے ہیں۔اس وقت کا بھی جواب اگر آج دینا چاہیں تو دے دیں لیکن یہ بتائیں کہ کیا یہ کسی محکمے کی بڑی اچھی اہلیت ہے کہ 17 سال سے 40 لاکھ روپیہ لگا ہوا ہے اس کا عوام کو کوئی فائدہ نہیں ہوا۔شکریہ

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: جناب سپیکر! ایک چیز سے مجھے اتفاق مگر یہ بڑی عجیب سی بات ہے کہ ہر بات پر ہی کہا جائے کہ ان کی حکومت ہے۔ میں پھر عرض کردوں کہ حکومت رہی ہے، عوام کی رہی ہے، عوام نے منتخب کیا۔ یہ جو بات فرما رہے ہیں میں ان کو ایک مثال دیتا ہوں جو انہوں نے پہلے کہا تھا کہ ہمارے پاس information نہیں یا یہ بات نہیں آئی۔ بے شمار سکیموں کے پیچھے کیا چیز ہے یہ تو جب ہمارے پاس بات آئے گی تو جا کر دیکھیں گے۔ اگر میرے بھائی اس کا ذمہ لے لیں اور مجھے بتائیں میں موقع پر چلتا ہوں۔ وہاں پر جا کر یہ پتا کر لیتے ہیں کہ یہ کیوں ہوا۔ ان کی اطلاع کے لئے میں عرض کردوں کہ پچھلے دنوں میں شیخوپورہ میں ایک سکیم پر گیا۔ وہاں پر بھی یہ شور تھا کہ جناب! یہ مکمل نہیں ہو رہی، ایس ڈی او یہ کر گیا، ایکسیئن یہ کر گیا اور وہ کر گیا۔ میں موقع پر گیا اور وہاں جو ہمارے عوام کے نمائندے ہیں ایم این اے صاحبان اور ایم پی اے صاحبان، ان دوستوں کو موقع پر میں نے جا کر عرض کیا کہ بتائیے۔ اب پتا یہ چلا کہ وہ سکیم اس لئے بند پڑی ہوئی ہے کہ وہاں ہمیں جگہ ہی نہیں دی جا رہی کہ اس کا disposal کس سائیڈ پر لے کر جائیں۔ جب میں نے ان سے یہ درخواست کی کہ disposal کے لئے آپ ہمیں جگہ آج دیں اور آئندہ پندرہ دن میں ہم سے یہ سکیم مکمل لے لیں۔ وہاں انہوں نے وعدہ کر لیا لیکن آج تین چار ماہ گزر گئے۔ پریس کانفرنس ضرور آتی ہے کہ جناب! یہ مکمل نہیں ہو رہی۔ وہ کیسے ہم مکمل کر سکتے ہیں۔ اسی طرح اس سکیم کے سلسلے میں مجھے علم نہیں ہے۔ میں اس کو تسلیم کرتا ہوں کہ وہاں کس وجہ سے یہ delay ہوا لیکن میرے دوست اگر یہ سمجھتے ہیں مجھے بتائیں۔ جس دن اجلاس ختم ہوتا ہے میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ یہاں سے ہم سیدھے وہاں جائیں گے۔ وہاں جا کر ہم دیکھ لیتے ہیں کہ اس میں بات کیا ہے؟ ہم نے بتایا ہے کہ یہ TMA کا مسئلہ ہے اور TMA اس کی ذمہ دار ہے اور اگر یہ سمجھتے ہیں میں موقع پر جا کر اگر کوئی رکاوٹ ہے تو وہ دور کر دیتے ہیں۔

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! سردار صاحب سینئر ترین آدمی ہیں۔ سردار صاحب کہتے ہیں کہ ہم وہاں جائیں اور ہم وہاں پر یہ پتا کریں کہ یہ مکمل کیوں نہیں ہوئی؟

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، نہیں۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ میں آپ کی مدد کرنے کے لئے تیار ہوں۔ آپ جب کہیں میں موقع دیکھنا چاہتا ہوں اور وہاں جا کر مسائل کو حل کروں گا۔

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! دو سال پہلے یہ سوال کیا گیا تھا محکمے کو چاہئے تھا کہ محکمے کا عملہ اس کی مکمل detail دیتا کہ یہ کیوں رکی ہوئی ہے اس کی بجائے ہم یہ کہیں کہ آپ ہمارے

ساتھ چلیں ہم آپ کو دکھاتے ہیں اور پتا کرتے ہیں کہ ایسا کیوں ہوا؟ کیا یہ wastage of money نہیں ہے کہ چالیس لاکھ روپیہ 17 سال سے لگا ہوا ہے اور کسی کو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔ یہ irrelevant باتیں ہیں کہ ہم جائیں گے، پتا کریں گے۔ محکمہ تنخواہ کس چیز کی لیتا ہے کہ جو محکمے کے آفیسرز اس ضلع میں ہیں انہوں نے رپورٹ کیوں نہیں دی کہ کیوں رُکی ہوئی ہے؟ اگر انہوں نے نہیں دی تو ان سے رپورٹ کس نے لینی ہے۔ ہاؤس کو تو رپورٹ چاہئے تو وہ محکمہ دے گا۔ اگر محکمے کے اس ڈسٹرکٹ کے لوگوں نے رپورٹ نہیں دی تو بجائے یہ کہا جائے کہ MPAs وہاں جا کر پتا کریں اس کا مطلب ہے کہ وہ محکمے والے ان کی بات نہیں مانتے اور یہ 40 لاکھ روپیہ 17 سالوں سے عوام کو کوئی فائدہ نہیں دے رہا اور لگا ہوا ہے اور یہاں پر سپلیمنٹری بجٹ میں سے چھوٹی سی گرانٹ دے کر اس کو operative کیا جا سکتا تھا۔ محکمہ ٹی ایم اے کے ذمے کر دینے سے بھی ہمارے محکمے کی ذمہ داری ختم نہیں ہو جاتی کہ ضم کرنے سے پہلے کہا گیا تھا کہ جو سکیمیں ابھی چل رہی ہیں اس کو وہی محکمہ مکمل کرے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کی بات بجا ہے لیکن 17 سال سے جو نمائندے وہاں موجود تھے، ان کا بھی فرض ہے کہ وہ اس کو pursue کریں۔ صرف یہاں سوال اٹھانے سے بات نہیں بنتی۔ نولاٹیا صاحب! آپ کا تو یہ حلقہ ہے نہیں اور جن کا یہ حلقہ ہے اور جو وہاں سے 17 سال سے ایم پی اے بنتے رہے ہیں، یہ ان کا بھی فرض ہے کہ وہ اس کو pursue کریں اور اگر متعلقہ منسٹر یا ڈیپارٹمنٹ اس وقت ایکشن لیتے تو آج یہ مکمل ہو چکا ہوتا۔ اس میں ہمارے اپنے نمائندوں کی بھی کمزوری ہے۔ ہر نمائندے کا فرض ہے جو ووٹ لے کر آتا ہے، وہ اپنے حلقے کو defend کرے اور سوال بعد میں کرے۔ اگر وہ اپنے حلقے کو defend نہیں کر سکتا تو اس کا حق نہیں ہے کہ وہ یہاں بیٹھے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

And this is my ruling for future as well. Every Member who is an MPA over here and who has been elected by the people should defend them and if he cannot defend he should resign. I should also tell the Department that they should look into it that such thing should not happen in future.

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! منسٹر موصوف سے ٹائم فریم کی assurance لے لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اسے dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال لالہ شکیل الرحمٰن کا ہے۔

لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): شکریہ۔ جناب سپیکر! پہلے تو میں آپ کی رولنگ کے حوالے سے بات کرنا چاہوں گا۔ جناب نے فرمایا ہے کہ ہر ایم پی اے کا فرض ہے کہ وہ نشاندہی کرے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نشاندہی کا نہیں بلکہ implement کہا ہے۔ وہ توجہ دیں اور میں مشکور ہوں ان ممبران کا اور وہ قابل تحسین ہیں جو یہاں پر سوالات raise کرتے ہیں لیکن جو نمائندہ جس حلقے کا ہے اس کا بھی یہ فرض ہے کہ اس کے پیچھے لگے۔

لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! اگر گورنمنٹ اس کو فنڈ نہیں دیتی تو پھر وہ کیا کرے گا، کس طرح نشاندہی کرے گا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ گورنمنٹ تمام پاکستانیوں کی گورنمنٹ ہے، پنجاب کی گورنمنٹ ہے اور کسی ایک فرد کی گورنمنٹ نہیں ہے۔ سب کی اصلاح کے لئے ہے اور کسی کا کام نہیں ہوتا تو وہ اگر یہاں پر آ کر بات کرتا ہے تو لا محالہ جیسے منسٹر صاحب کہہ رہے ہیں "میں جانے کے لئے تیار ہوں" اس سے زیادہ وہ اور کیا کریں۔

لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! کئی مرتبہ نشاندہی کی گئی ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جب منسٹر صاحب آپ کے پاس جانے کے لئے تیار ہیں اور آپ کے حکم پر جانے کو تیار ہیں، آپ کا کام کرنے کو تیار ہیں. This is the way it should be done آپ اپنے سوال کا نمبر پکاریں۔

لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): میرے سوال کا نمبر 4634 ہے اور جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

L.D.A، 2002 تا حال بھرتی کی تفصیل

*4634: لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): کیا وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی میں 2002 سے آج تک کتنے ملازمین مستقل، ورک چارج اور ایڈہاک بھرتی کئے گئے ان کے نام، عہدہ جات، گریڈ اور تعلیمی قابلیت بیان کی جائے؟

(ب) اگر بھرتی کے وقت اخبار میں اشتہار دیا گیا تو اخبار کا نام اور تاریخ بتائی جائے؟

(ج) کیا مذکورہ بھرتیاں قواعد کے تحت میرٹ پر یا کسی کی سفارش اور دباؤ کے تحت ہوئیں؟

(د) اگر مذکورہ بھرتیاں قواعد سے ہٹ کر ہوئیں تو کیا حکومت خلاف قواعد بھرتی ہونے والے ملازمین کو ریگولر کرنے یا ملازمت سے نکالنے اور ذمہ دار افراد کے خلاف کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی:

(الف) 2002 سے آج تک ایل ڈی اے میں صرف ایک فرد کو بھرتی کیا گیا، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

نام	فرحت عباس
ولد	محمد حیات گوندل
سکیل	BS-5
تعلیم	میٹرک

(ب) گورنمنٹ نوٹیفکیشن مورخہ 93-08-28 کے تحت دوران سروس فوت شدہ ملازمین کے بچوں کو سروس میں رکھنے کے لئے اخبار میں تشہیر وغیرہ کو مدنظر رکھنا ضروری نہ ہے۔

(ج) مذکورہ بھرتی میرٹ کو مدنظر رکھتے ہوئے گورنمنٹ کے نوٹیفکیشن نمبری SOR-III-2-42/92 مورخہ 93-08-28 رولز 17-A کے تحت بغیر کسی دباؤ کے کی گئی۔

(د) ایل ڈی اے کے ایک آفیسر محمد حیات گوندل (مرحوم) ڈپٹی ڈائریکٹر کو دوران سروس شرپسند عناصر نے قتل کر دیا لہذا ان کے بیٹے کو ایل ڈی اے نے عمر میں رعایت دیتے ہوئے مذکورہ نوٹیفکیشن کے تحت قواعد کے مطابق بھرتی کیا۔

لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ عمر میں کتنی رعایت دی گئی ہے اور اس کے لئے کیا طریق کار اختیار کیا گیا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، منسٹر ہاؤسنگ!

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی: شکریہ۔ جناب سپیکر! یہ بھرتی 17-A رولز کے تحت ہوئی ہے اور میں یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ 17-A کے تحت اگر حاضر ڈیوٹی آفیسر یا ملازم فوت ہو جائے تو اس کے بچے یا بیٹے کو ہم نوکری دیتے ہیں اس رول کے تحت تو اس میں relaxation of age کی provision ہے۔ اگر اس کے بیٹے کی عمر پانچ سال تک زیادہ ہے تو ہم باقاعدہ طور پر 17-A کے تحت اس کو accommodate کرتے ہیں۔ اسی رول کے تحت بھرتی ہوئی اور اسی کے تحت عمر میں رعایت دی گئی۔

لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): وزیر موصوف نے فرمایا کہ عمر میں رعایت پانچ سال دی جا سکتی ہے لیکن میں particular اس کیس کے متعلق پوچھ رہا ہوں کہ جسے بھرتی کیا گیا ہے، اس کی کتنی عمر زیادہ تھی اور اس کو کتنی رعایت دی گئی ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: کیا وہ ان کا بیٹا تھا جو فوت ہو گئے ہیں؟

لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): جی، جناب سپیکر! وہ اس کا بیٹا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تو پھر آپ کو اس پر کیا اعتراض ہے؟

لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اگر ان کا بیٹا کام پر لگ گیا ہے تو لگنے دیں یہ تو ایک اجر عظیم ہے۔ کسی کے روزگار کے بارے میں آپ نہ کہیں۔ جس کی روزی لگ گئی ہے تو لگ گئی۔ آپ ایسی بات نہ کریں۔ یہ سوال dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال جناب محمد وقاص صاحب کا ہے، تشریف نہیں رکھتے، یہ بھی dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال بھی لالہ شکیل الرحمٰن صاحب کا ہے۔ جی۔

لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! سوال نمبر 4635 کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

واسا لاہور میں 2002 تا حال بھرتی کی تفصیل

*4635: لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): کیا وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) واسالاہور میں 2002 سے آج تک کتنے ملازمین مستقل، ورک چارج اور ایڈہاک بھرتی کئے گئے، ان کے نام، عہدہ جات، گریڈ اور تعلیمی قابلیت بیان کی جائے؟

(ب) اگر بھرتی کے وقت اخبار میں اشتہار دیا گیا تو اخبار کا نام اور تاریخ بتائی جائے؟

(ج) کیا مذکورہ بھرتیاں قواعد کے تحت میرٹ پر یا کسی کی سفارش پر ہوئیں؟

(د) اگر مذکورہ بھرتیاں قواعد سے ہٹ کر ہوئیں تو کیا حکومت خلاف قواعد بھرتی ہونے والے ملازمین کو ریگولر کرنے یا ملازمت سے نکالنے اور ذمہ دار افراد کے خلاف کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، تو کب تک، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی:

(الف) ایڈمن فیلڈ سٹاف نے جنوری 2002 تا 31-مارچ 2004 جتنے مستقل ملازمین بھرتی کئے ان کی تفصیل ضمیمہ (1) پر درج ہے اور واسا میں آج تک جتنے ورک چارج ملازمین بھرتی کئے گئے ان کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ اور واسا میں ایڈہاک پر کوئی بھرتی نہیں ہوئی ہے۔

(ب) بھرتی کے وقت اخبار میں اشتہار دیا گیا تھا۔

1۔نوائے وقت	07-05-2000
2۔ڈان	16-06-2000
3۔جنگ	19-06-2000

(ج) یہ بھرتیاں قواعد کے تحت میرٹ پر ہوئیں۔

(د) مذکورہ بھرتیاں قواعد کے تحت اور میرٹ پر ہوئیں لہذا محکمہ ان کے خلاف کوئی محکمانہ کارروائی نہیں کرنا چاہتا۔

لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): ضمنی سوال یہ ہے کہ اخبار میں ملازمت کے لئے دیئے جانے والے اشتہار میں صرف پانچ اسامیاں تھیں جبکہ بھرتی 45 افراد ہوئے ہیں تو باقی پوسٹوں کے لئے اشتہار کیوں نہیں دیا گیا تھا اور کن رولز کے تحت ان کی بھرتی کی گئی ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر ہاؤسنگ!

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی: جناب سپیکر! میں پہلے بھی گزارش کر چکا ہوں کہ یہ 73 بھرتیاں بھی 17-A کے تحت کی گئیں آرڈر چونکہ 1993 کے بعد سے تھا اور اس میں 2005 میں نئے آرڈر

کے تحت ٹوٹل افراد 170 بھرتی ہوئے اور جو آفیسرز دوران ڈیوٹی فوت ہو چکے تھے ان کے بچوں کو till the day WASA was set up اب تک جن کو accommodate کیا گیا ہے یہ ان نوکریوں میں سے ہیں۔

لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! وہ فہرست علیحدہ ہے۔ جس میں 21 افراد کی بھرتیاں کی گئی ہیں جن کے والد فوت ہو گئے تھے لیکن دوسرے 45 ہیں اور حکومت کی طرف سے اخبار میں اشتہار صرف پانچ اسامیوں کا ہے۔ میرے پاس اشتہار کی کاپی ہے جس میں صرف پانچ اسامیوں کا ذکر ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ پانچ کس چیز کی ہیں؟

لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! ایک اسامی اسسٹنٹ فیلڈ انسپکٹر اور دو جونیئر آپریٹرز کی ہیں جبکہ اس اشتہار کے خلاف تقریباً 45 لوگوں کو بھرتی کیا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ مختلف اشتہارات ہوں گے۔

لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! وہ علیحدہ ہیں اور ان کی فہرست بھی علیحدہ ہے۔ اس میں categorically یہ نہیں بتایا گیا کہ ---

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ کہہ رہے ہیں کہ ٹوٹل 170 لوگوں کی بھرتی ہوئی ہے تو یہ مختلف اشتہارات ہوں گے اور یہ ایک اشتہار آپ کے پاس ہے اس میں پانچ اسامیاں ہیں۔

لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! جو اشتہار لف کئے گئے ہیں ان میں صرف پانچ کا ذکر ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس سلسلے میں آپ وزیر موصوف سے مل لیں۔ اگر آپ مطمئن نہیں ہوتے تو دوبارہ اسے پوائنٹ آؤٹ کر دیں۔

لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! اس میں کیسے مطمئن ہوا جا سکتا ہے۔ پانچ کا اشتہار ہے اور بندے 45 بھرتی ہوئے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ اس سلسلے میں منسٹر صاحب سے مل لیں اور اگر اشتہار بھی مل جائیں تو ٹھیک ورنہ آپ دوبارہ بھی سوال کر سکتے ہیں لہذا میں اس سوال کو dispose of کرتا ہوں۔ اب وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی: جناب سپیکر! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ: جناب سپیکر! میں بھی بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھے جاتے ہیں۔ Well done Youngman. Well done!

(نعرہ ہائے تحسین)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

بورے والا۔2002تا2005، پبلک ہیلتھ کے منصوبہ جات سے متعلق تفصیلات

*7061: ڈاکٹر نذیر احمد مٹھو ڈوگر: کیا وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) پنجاب پبلک ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ بورے والا نے2002سے یکم جون2005 تک جو منصوبے پاس کئے، ان کے نام، تخمینہ لاگت اور ان منصوبہ جات کو مکمل کرنے والے ٹھیکیداران کے نام کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) اس عرصہ کے دوران کتنے منصوبہ جات کا تخمینہ enhance کیا گیا، ان کے نام اور enhancement کی رقم کی تفصیل، نیز یہ enhancement قانونی طور پر کی گئی؟

(ج) آج تک ان منصوبہ جات میں سے کتنے مکمل ہو چکے ہیں اور کتنے ابھی تک زیر تکمیل ہیں، تفصیل الگ الگ دی جائے؟

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ:

(الف) 2002تا2005، پبلک ہیلتھ کے منصوبہ جات جو پاس ہوئے ان کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

سیریل نمبر	نام سکیم	تخمینہ لاگت	نام ٹھیکیدار
1۔	سیوریج سکیم گگو	4.006	علی رضا بلڈرز بوریوالہ
2۔	رورل ڈرینج سکیم 375/EB	2.572	رانا بلڈرز بوریوالہ

3-	رورل ڈرینج سکیم 124/EB	3.880	القیوم اشرف بلڈرز بوریوالہ
4-	رورل ڈرینج سکیم 231/EB	8.910	عاشق شیر گورنمنٹ کنٹریکٹر بوریوالہ
5-	رورل ڈرینج سکیم 189.EB	5.570	عثمانیہ کنسٹرکشن کمپنی ساہیوال
6-	رورل ڈرینج سکیم 419/EB	2.120	کاشف انٹرپرائیزز بوریوالہ
7-	رورل ڈرینج سکیم 419/EB	2.120	کاشف انٹرپرائیزز بوریوالہ
8-	رورل ڈرینج سکیم 239/EB	5.120	نذر محمد اینڈ کو گورنمنٹ کنٹریکٹر عارف والہ
9-	رورل ڈرینج سکیم 104/EB	4.866	توفیق احمد چشتی اینڈ کو گورنمنٹ کنٹریکٹر شیخ فاضل بوریوالہ
10-	رورل ڈرینج سکیم 203/EB	4.541	غلام فرید جوئیہ گورنمنٹ کنٹریکٹر گگو، بوریوالہ
11-	رورل ڈرینج سکیم 289/EB	7.370	ظفر علی طور اینڈ کو گورنمنٹ کنٹریکٹر بوریوالہ
12-	رورل ڈرینج سکیم 136/EB	3.349	عاشق شیر گورنمنٹ کنٹریکٹر بوریوالہ
13-	رورل ڈرینج سکیم 327/EB	5.187	عاشق شیر گورنمنٹ کنٹریکٹر بوریوالہ
14-	رورل ڈرینج سکیم 363/EB	3.756	عاشق شیر گورنمنٹ کنٹریکٹر بوریوالہ
15-	رورل ڈرینج سکیم 367/EB	3.025	عاشق شیر گورنمنٹ کنٹریکٹر بوریوالہ
16-	رورل ڈرینج سکیم 421/EB	3.918	عاشق شیر گورنمنٹ کنٹریکٹر بوریوالہ
17-	رورل واٹر سپلائی سکیم 367/EB	5.132	مقبول اینڈ کو بہاولپور
18-	رورل واٹر سپلائی سکیم 363/EB	3.271	لیاقت اینڈ کو لاہور
19-	رورل واٹر سپلائی سکیم 136/EB	2.697	ظفر اقبال گورنمنٹ کنٹریکٹر حاصل پور
20-	رورل واٹر سپلائی سکیم 421/EB	3.811	اسلام کنسٹرکشن کمپنی لاہور
21-	رورل واٹر سپلائی سکیم 327/EB	4.024	پاک نیشنل کنسٹرکشن کمپنی لاہور
22-	اربن سیوریج سکیم بوریوالہ	30.354	داتا کارپوریشن بوریوالہ

(ب) 2002 تا یکم جون 2005 کوئی enhancement نہ کی گئی ہے۔

(ج) مکمل شدہ منصوبہ جات کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

سیریل نمبر	نام سکیم (مکمل شدہ)
1-	رورل ڈرینج سکیم 375/EB
2-	رورل ڈرینج سکیم 124/EB
3-	رورل ڈرینج سکیم 189/EB

4۔ رورل ڈرینج سکیم 419/EB
5۔ رورل ڈرینج سکیم 239/EB
6۔ رورل ڈرینج سکیم 203/EB

زیر تکمیل منصوبہ جات کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

سیریل نمبر	نامکمل سکیم (زیر تکمیل)
1۔	سیوریج سکیم گگو
2۔	رورل ڈرینج سکیم 231/EB
3۔	رورل ڈرینج سکیم 243/EB
4۔	رورل ڈرینج سکیم 104/EB
5۔	رورل ڈرینج سکیم 289/EB
6۔	رورل ڈرینج سکیم 363/EB
7۔	رورل ڈرینج سکیم 136/EB
8۔	رورل ڈرینج سکیم 421/EB
9۔	رورل ڈرینج سکیم 367/EB
10۔	رورل ڈرینج سکیم 327/EB
11۔	رورل واٹر سپلائی سکیم 363/EB
12۔	رورل واٹر سپلائی سکیم 136/EB
13۔	رورل واٹر سپلائی سکیم 421/EB
14۔	رورل واٹر سپلائی سکیم 367/EB
15۔	رورل واٹر سپلائی سکیم 327/EB
16۔	اربن سیوریج سکیم بوریوالہ

ٹیکسلاٹاؤن راولپنڈی، فراہمی آب کے ٹیوب ویلز سے متعلقہ تفصیل

*7426: جناب محمد وقاص: کیا وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ضلع راولپنڈی میں واقع ٹیکسلاٹاؤن کی حدود میں پینے کے صاف پانی کی فراہمی کے لئے اب تک کتنے ٹیوب ویل لگائے جا چکے ہیں اور موجودہ مالی سال میں مزید کتنے ٹیوب ویل لگانے کا پروگرام ہے؟

(ب) علاقہ احمد نگر، منیر آباد اور آصف آباد میں پینے کے پانی کے لئے کیا انتظام ہے کیا مذکورہ علاقے کے لئے کوئی ٹیوب ویل منظور ہوا ہے اگر درست ہے تو کب تک لگ جائے گا اور اگر درست نہ ہے تو کب تک مذکورہ علاقے کے لئے ٹیوب ویل منظور کیا جائے گا؟

وزیر پبلک ہیلتھ انجینئرنگ:

(الف) اب تک ٹیکسلا کی حدود میں بیس عدد ٹیوب ویل لگائے جا چکے ہیں پبلک ہیلتھ انجینئرنگ کے اس سال کے ترقیاتی پروگرام میں کوئی نیا ٹیوب ویل لگانے کا منصوبہ شامل نہ ہے۔

(ب) علاقہ احمد نگر منیر آباد اور آصف آباد میں پینے کے پانی کا نظام ہینڈ پمپز پر منحصر ہے محکمہ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ کے پروگرام میں کوئی ایسا اور منصوبہ زیر عمل نہ آیا۔

شمالی لاہور میں سیوریج کا مسئلہ

*6243: جناب سمیع اللہ خان: کیا وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) یکم جنوری 2001 سے آج تک لاہور شہر میں سیوریج کی مد میں کتنی رقم کن کن منصوبوں پر خرچ کی گئی ہے ان منصوبوں کے نام اور تخمینہ لاگت کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ حکومت لاہور شہر میں ہر سال لاکھوں روپے سیوریج سسٹم کی بہتری کے لئے خرچ کر رہی ہے، مگر شمالی لاہور میں سیوریج سسٹم دن بدن ناکام ہوتا جا رہا ہے اکثر آبادیوں میں گندا پانی کھڑا رہتا ہے، جس کی وجہ سے وبائی امراض پیدا ہو رہے ہیں؟

(ج) اگر جز (ب) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت اس کے ذمہ دار افراد کے خلاف کارروائی کرنے کو تیار ہے، اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی:

(الف) یکم جنوری 2001 سے لے کر آج تک سیوریج کی مد میں 946 ملین روپے خرچ کئے گئے ہیں ان منصوبوں یا پیکجز کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے جو منصوبے زیر تکمیل ہیں ان کا بھی فہرست میں ذکر ہے تخمینہ لاگت اور اخراجات کی فہرست ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) جی نہیں۔ شمالی لاہور میں بہت سے ترقیاتی کام کئے گئے ہیں جن سے شمالی لاہور کا سیوریج سسٹم پہلے سے بہت بہتر ہو گیا ہے، دس پندرہ سال پہلے بارش کا پانی شمالی لاہور میں کئی کئی دن کھڑا رہتا تھا، وہ اب سیوریج سسٹم بہتر ہو جانے کی وجہ سے چند گھنٹوں میں نکل جاتا ہے۔ کسی بھی جگہ گندہ پانی کھڑا نہیں ہے البتہ سیوریج بند ہونے کی صورت میں واسا کا عملہ ہر وقت مستعد رہتا ہے۔

(ج) جز(ب) کا جواب اثبات میں نہ ہے لہذا کسی کے خلاف کارروائی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

واسا لاہور، سرکاری رہائشوں کی الاٹمنٹ سے متعلقہ تفصیلات

*6517 محترمہ پروین سکندر گل: کیا وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) واسا لاہور کی کتنی سرکاری رہائش گاہیں، کس کس جگہ ہیں اور یہ کس کس گریڈ کے ملازمین کے لئے ہیں؟

(ب) ان رہائش گاہوں کے الاٹیوں کے نام، گریڈ، عہدہ کی تفصیل الگ الگ دی جائے؟

(ج) کیا واسا لاہور نے پرائیویٹ لوگوں سے بھی اپنے افسران /اہلکاران کی رہائش کے لئے مکان /کوٹھیاں ایکوائر کر رکھی ہیں تو ان رہائش گاہوں کی تفصیل مع کرایہ اور مالک مکان کے نام کی تفصیل نیز یہ رہائش گاہیں واسا کے جن افسران /اہلکاران کو الاٹ کی گئی ہیں، ان کے نام، گریڈ اور عہدہ کی تفصیل بیان فرمائیں، ان رہائش گاہوں کو الاٹ کرنے والی اتھارٹی کا نام، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل بھی بیان فرمائیں؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی:

(الف) واسا لاہور کی کل (110) رہائش گاہیں ہیں اور یہ رہائش گاہیں گریڈ ایک تا بیس کے ملازمین کے لئے ہیں ان رہائش گاہوں کی جگہیں مندرجہ ذیل ہیں۔

نمبر شمار علاقہ	رہائش افسران	فلیٹ /کوارٹر	ٹوٹل
1۔ علامہ اقبال ٹاؤن	3	2/32	37
2۔ مسلم ٹاؤن	3	-	3

3-گلبرگ	5	1/-	6
4-شادمان	3	2/-	5
5-آنند روڈ اپر مال	1	--	1
6-نواں کوٹ گلشن راوی	--	20/-	20
7-سبزہ زار سکیم ایچ بلاک	1	--	1
8- رحمان پورہ ٹینکی	1	2/-	3
9-شادباغ	--	8/-	8
10-راج گڑھ	--	6	6
11-وسن پورہ	--	1	1
12-داتانگر	1	1	2
13-مغلپورہ	1	--	1
14-پانی والاتالاب	-	-	-
15-ٹاؤن شپ	-	7	7
16-فرخ آباد	-	2	2
17-جوہر ٹاؤن	1	3	4
18-سمن آباد	-	1	1
19-نشتر ٹاؤن فیروز پور روڈ	-	2	2
ٹوٹل	20	90	110

(ب) رہائش گاہوں اوران کے الاٹیوں کے نام، گریڈ اور عہدہ کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) واسالاہور نے پرائیویٹ لوگوں سے مکان/کوٹھیاں ایکوائر نہیں کیں۔

لاہور میں واسا کے دفاتر سے متعلقہ تفصیل

*6518: محترمہ پروین سکندر گل: کیا وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) واسا کے لاہور میں کتنے دفاتر کس کس جگہ ہیں؟

(ب) ان دفاتر میں سے کتنے واسا کے اپنی ملکیتی زمین پر اور کتنے پرائیویٹ لوگوں سے حاصل کردہ عمارات میں کام کر رہے ہیں؟

(ج) پرائیویٹ رہائش گاہوں میں قائم دفاتر کا کرایہ اور مالک مکان کے نام کی تفصیل بیان فرمائیں؟

(د) یہ پرائیویٹ رہائش گاہیں جس اتھارٹی نے حاصل کیں اس کا نام، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی:

(الف) واسا کے لاہور میں دفاتر کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) واسا کے تمام دفاتر اپنی ملکیت ہیں۔

(ج) کسی بھی دفتر کے لئے واسا نے پرائیویٹ رہائش گاہ کرایہ پر نہیں لے رکھی۔

(د) واسا نے کسی سے رہائش گاہ برائے دفتر کرایہ پر نہیں لے رکھی۔

جوہر ٹاؤن لاہور، ٹریڈ سنٹر کی تعمیر سے متعلقہ تفصیلات

*6569: **ملک اصغر علی قیصر**: کیا وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ جوہر ٹاؤن لاہور میں ٹریڈ سنٹر کی تعمیر کا معاہدہ ڈیال ڈویلپر گروپ سے ہوا تھا؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس ڈویلپر گروپ سے سکیورٹی کے طور پر پہلی قسط آٹھ لاکھ U.S ڈالر حکومت کو جمع ہوئے تھے یہ U.S ڈالر کس بنک میں جمع کروائے گئے تھے اور اب یہ کس بنک اور کس سکیم میں جمع ہیں اور ان پر اب تک کتنا منافع ملا ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ مسٹر ڈیال ڈویلپر گروپ سے سکیورٹی کی مد میں دوسری قسط کی وصولی نہ ہونے کی بناء پر ٹریڈ سنٹر قائم کرنے کا معاہدہ ختم کر دیا گیا ہے؟

(د) اگر جز (ب) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ ڈویلپر گروپ سے وصول کردہ رقم جوہر ٹاؤن سکیم میں سوئی گیس کی فراہمی کے کام پر خرچ کرنے کو تیار ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی:

(الف) جوہر ٹاؤن لاہور میں ٹریڈ سنٹر کی فروخت کے لئے M/S Dial Developer کی Bid کو منظور کیا گیا تھا، M/S Dial Developer سے کہا گیا تھا کہ وہ ایل ڈی اے

کے ساتھ سیل ایگریمنٹ کر لے مگر اس نے یہ سیل ایگریمنٹ مقررہ مدت میں نہ کیا۔

(ب) یہ درست ہے کہ چیک مبلغ -/800000 یو ایس ڈالر میسرز ڈیال ڈویلپر گروپ کی طرف سے ٹریڈ سنٹر جوہر ٹاؤن کی مد میں وصول ہوا تھا یہ رقم الائیڈ بنک لمٹیڈ نیپر روڈ برانچ میں اکاؤنٹ نمبرFCCB-02-230-60209 میں جمع کروائے گئے تھے یہ ڈالر اب نیشنل بنک آف پاکستان نیو یارک برانچ میں وساطت نیشنل بنک ایل ڈی اے پلازہ، برانچ فارن کرنسی اکاؤنٹس نمبر015640-4952 میں جمع ہیں اب تک منافع کی مد میں 1,89,666/09ڈالر وصول ہوئے ہیں۔

(ج) کیونکہ M/S Dial Developer Group نے ایگریمنٹ نہیں کیا تھا اس لئے ان کو ٹریڈ سنٹر فروخت کرنے کے لئے جو خط دیا گیا تھا اس کو منسوخ کر دیا تھا اور Bid Money کے ساتھ جمع کرائی رقم ضبط کر لی گئی۔

(د) یہ رقم ابھی تک بنک میں ہے M/S Dial Developer Group نے ہائی کورٹ میں کیس کیا ہوا ہے جب تک اس کا فیصلہ نہیں ہوتا یہ رقم کسی اور منصوبے پر خرچ نہیں کی جا سکتی ہائی کورٹ میں رٹ پٹیشن کا نمبر7404/1996 ہے۔

فیصل آباد، سمن آباد و دیگر آبادیوں میں مالکانہ حقوق کی درخواستوں کی تاریخ میں توسیع کا مسئلہ

*6622: **ملک اصغر علی قیصر**: کیا وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے سمن آباد، ڈی ٹائپ کالونی، پیپلز کالونی اور غلام محمد آباد، فیصل آباد کے مکینوں کو مالکانہ حقوق Sale Deed دینے کے لئے درخواستیں مانگی تھیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ان آبادیوں کے مکینوں کو مالکانہ حقوق Sale Deed کے لئے درخواستیں جمع کروانے کی آخری تاریخ ختم ہو گئی ہے، مگر ان آبادیوں کے 50 فیصد سے بھی زیادہ مکین ابھی تک درخواستیں جمع نہ کروا سکے ہیں؟

(ج) کیا حکومت ان آبادیوں کے مکینوں کو درخواستیں جمع کروانے میں مزید چھ ماہ کی مہلت دینے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی:

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) یہ درست ہے کہ مذکورہ آبادیوں کے مکینوں کو ریگولرائز کرنے کے لئے درخواستیں جمع کروانے کی تاریخ ختم ہونے پر تقریباً 35 فیصد مکین درخواستیں جمع نہ کروا سکے۔

(ج) بقیہ مکینوں کو درخواستیں جمع کروانے کی مدت میں مزید مہلت دینے کا معاملہ حکومت کے زیر غور ہے۔

بہاولپور، گلزار صادق نامی پارک کی ڈویلپمنٹ کا مسئلہ

*6739: ڈاکٹر سید وسیم اختر: کیا وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ PHA کے تحت لاہور میں سینکڑوں پارک ڈویلپ کئے گئے اور کئے جا رہے ہیں؟

(ب) کیا محکمہ بہاولپور میں گلزار صادق کے نام سے موسوم پارک کو ڈویلپ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، تو کب تک؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی:

(الف) یہ درست ہے کہ PHA کے تحت لاہور میں سینکڑوں پارک ڈویلپ کئے گئے اور کئے جا رہے ہیں۔

(ب) محکمہ PHA کے پاس صرف لاہور شہر کے پارکوں کا انتظام و انصرام ہے۔ گلزار صادق پارک کو ڈویلپ کرنے کا اختیار سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ بہاولپور کے پاس ہے۔

اسلامیہ کالونی بہاولپور، فراہمی و نکاسی آب کا مسئلہ

*6807: محترمہ پروین مسعود بھٹی: کیا وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ بہاولپور اسلامیہ کالونی (تین مرلہ سکیم) کے مکین پانی کی سہولت سے محروم ہیں کیونکہ اس کالونی کا ٹیوب ویل ناکارہ ہو چکا ہے اور بجلی کا میٹر بل کی عدم ادائیگی کی وجہ سے اتار لیا گیا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس کالونی کا نکاسی آب کا سسٹم مکمل طور پر ناکام ہو چکا ہے کالونی کے ہر گلی اور محلہ میں گندہ پانی کھڑا ہوا ہے جس کی وجہ سے اس کالونی میں وبائی امراض پھیل رہی ہیں؟

(ج) یا حکومت اس کالونی کے مکینوں کو پانی کی فراہمی کے لئے ٹیوب ویل از سر نو لگانے اور sewerage سسٹم کو چالو کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی:

(الف) اسلامی کالونی بہاولپور ایک کچی آبادی ہے اس میں ترقیاتی کاموں کا محکمہ ہذا سے تعلق نہ ہے جہاں تک متصل تین مرلہ سکیم کا معاملہ ہے، مکمل شدہ واٹر سپلائی سکیم آبادی کم ہونے کی وجہ سے چالو نہ کی گئی کیونکہ پانی کے زیادہ پریشر کی وجہ سے پائپ پھٹنے کا اندیشہ تھا۔ زیر زمین پانی میٹھا ہے لہذا سکیم کے مکین فی الحال ہینڈ پمپ سے پانی کی ضرورت پوری کر رہے ہیں۔

(ب) یہ درست نہ ہے۔ نکاسی آب کا نظام درست حالت میں ہے۔

(ج) جواب جز (الف و ب) میں دے دیا گیا ہے۔

بہاولنگر، نئی ہاؤسنگ پالیسی کے تحت ضلع میں ایکسیئن اور ایس ڈی اوز کی تعیناتی کا مسئلہ

*6943: محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): کیا وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ نے نئی ہاؤسنگ پالیسی کے تحت صوبہ کے تمام اضلاع میں ضلعی دفاتر کو فعال بنانے کے لئے ایکسیئن اور ایس ڈی اوز کو تعینات کیا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ضلع بہاولنگر میں ضلعی آفیسر ایکسیئن کو ضلع کی بجائے ڈویژن (بہاولپور) میں بٹھانے کے احکامات جاری کئے گئے ہیں؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ ضلعی آفیسر کو ڈویژن میں بٹھانے سے عوام کو دفتری مشکلات کے ساتھ ساتھ مال اور وقت کے ضیاع جیسی پریشانی لاحق ہو گی؟

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت عوام کی سہولت کی خاطر ایکسیئن کو ڈویژن کی بجائے ضلع ہی میں بٹھانے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی:

(الف) پنجاب ہاؤسنگ و ٹاؤن پلاننگ ایجنسی نے پنجاب کے 17۔اضلاع میں ضلعی دفاتر جبکہ 15۔اضلاع میں ڈسٹرکٹ ہاؤسنگ کمیٹیاں قائم کی ہیں، ضلعی دفتر کا سربراہ ڈپٹی ڈائریکٹر جبکہ ڈسٹرکٹ ہاؤسنگ کمیٹی کا انچارج متعلقہ ڈپٹی ڈائریکٹر بطور سیکرٹری ڈسٹرکٹ ہاؤسنگ کمیٹی ہے۔

(ب) یہ درست ہے۔

(ج) یہ درست نہ ہے۔

(د) ضلعی آفیسر بہاولپور کام کی نوعیت کے مطابق عوام کی سہولت کے لئے ہفتہ میں ایک مرتبہ ضلع بہاولنگر میں بیٹھتے ہیں فی الوقت متبادل انتظام کی ضرورت نہ ہے۔

یو۔ سی 8 شاہدرہ لاہور، فراہمی آب کے لئے بچھائے گئے پائپوں میں پانی کی سپلائی کا مسئلہ

*7124: جناب سمیع اللہ خان: کیا وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ عثمان پارک، محبوب پارک اور نذر پارک یو سی نمبر 8 شاہدرہ لاہور میں واٹر سپلائی کے پائپ بچھا دیئے گئے ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ جگہ پر پائپوں کو بچھائے ہوئے تقریباً 2 سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے اور ان پائپوں کو پانی کی سپلائی سے منسلک نہیں کیا گیا جس کی وجہ سے پائپ لائن بچھانے کے باوجود یہ آبادیاں پینے کے صاف پانی سے محروم ہیں؟

(ج) اگر جز بالا کا جواب اثبات میں ہے تو مذکورہ پائپوں کو واٹر سپلائی کے پائپوں سے کب تک منسلک کر دیا جائے گا نیز پائپوں پر ایک خطیر رقم خرچ کرنے کے باوجود پانی کے پائپوں سے منسلک نہ کرنے کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی:

(الف) یہ درست ہے کہ عثمان پارک محبوب پارک اور نذر پارک یو سی۔8 کے کچھ حصوں میں واسا نے واٹر سپلائی کے پائپ بچھائے ہیں۔

(ب) تمام واٹر سپلائی کی لائنیں سسٹم کے ساتھ ملا دی گئی ہیں اور لوگوں کو پانی مہیا کیا جا رہا ہے۔

(ج) جیسا کہ جز (الف و ب) میں بتایا گیا ہے کہ مذکورہ آبادیوں کے کچھ حصے میں واٹر سپلائی کی لائنیں لگائی ہیں جو کہ سسٹم کے ساتھ ملا دی گئی ہیں اور لوگوں کو پانی دیا جا رہا ہے۔

سبزہ زار سکیم فیز۔I لاہور، ڈویلپمنٹ چارجز میں اضافے کا جواز

*7135: مہر اشتیاق احمد: کیا وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ایل ڈی اے نے سبزہ زار سکیم فیز۔1 کے ڈویلپمنٹ چارجز 50 ہزار روپے فی کنال بڑھا دیئے ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ یہ چارجز 1992 سے بڑھائے گئے ہیں اور جو بڑھائے گئے چارجز جمع نہیں کرواتا اس کا پلاٹ ٹرانسفر نہیں ہوتا؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ جب ایک الاٹی نے اپنا پلاٹ اپنے نام ٹرانسفر کروایا تھا تو کیا اس نے تمام چارجز اسی وقت جمع نہیں کروائے تھے، اگر کروائے تھے تو اب کیوں بڑھائے گئے؟

(د) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت بڑھائے گئے چارجز ختم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو کیا وجوہات ہیں؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی:

(الف) جی ہاں! درست ہے۔

(ب) جی ہاں! درست ہے۔

(ج) یہ درست ہے کہ جب ایک ایگزیمٹی پلاٹ ٹرانسفر کرواتا ہے تو تمام قسم کے واجبات کی ادائیگی کر دیتا ہے تاہم سمری نمبر 19158 میں وزیر اعلیٰ پنجاب کی طرف سے دی گئی منظوری کی روشنی میں تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔ ترقیاتی اخراجات میں زبردست اضافے کے پیش نظر محکمہ ایل ڈی اے نے آرڈر نمبر F/LDA/527 تتمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔ میں فیصلہ کیا کہ جن ایگزیمٹیوں یا خرید

کنندگان نے تمام ترقیاتی اخراجات مورخہ 92-11-07 تک ادا کر دیئے تھے ان سے تو پچاس ہزار روپے فی کنال کے حساب سے وصول کئے جائیں اور باقی ایگزیمٹیوں / خرید کنندگان سے ایک لاکھ روپے فی کنال کے حساب سے ترقیاتی اخراجات وصول کئے جائیں جو تا حال رائج ہیں۔

اس ضمن میں مزید عرض ہے کہ پہلے بھی اسی سوال کا جواب تحریک التواء کار نمبرز 471,419,269 اور 637 منجانب جناب مہر اشتیاق احمد ایم پی اے دیا جا چکا ہے۔

(د) ادارہ ہذا حکومت کے فیصلہ پر عملدرآمد کا پابند ہے۔

ریس کورس پارک لاہور، لیڈیز جم میں ورزش کے سامان کی کمی کا مسئلہ

*7136: محترمہ فائزہ احمد: کیا وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ریس کورس پارک لاہور کے جم میں ایک وقت پر صرف ایک عورت ورزش کر سکتی ہے، سامان کم ہونے کی وجہ سے عورتوں کو اپنی باری کا کافی دیر انتظار کرنا پڑتا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ آج کل مذکورہ جم کا سامان خراب ہو گیا ہے؟

(ج) مذکورہ جم کا خراب سامان کب تک ٹھیک ہو جائے گا کیا حکومت عورتوں کی تعداد اور ضرورت کے مطابق مزید سامان جم کو دینے کے لئے تیار ہے، اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی:

(الف) خواتین جم کا رقبہ 42X35 مربع فٹ ہے جس میں ٹوسٹر مشین، جوگنگ مشین، ٹوسٹر چیسٹ، بینچ، گرل بیک ڈیک اقسام کی مشینیں نصب ہیں جن پر بیک وقت کئی خواتین ورزش کر سکتی ہیں معمول کے مطابق آنے والی خواتین کو انتظار نہیں کرنا پڑتا۔

(ب) سامان درست حالت میں ہے جس کو محکمانہ سٹاف روزانہ چیک کرتا ہے۔

(ج) جم کا سامان درست حالت میں ہے جم میں جتنی مشینیں نصب ہو سکتی تھیں کر دی گئی ہیں مزید توسیع کی گنجائش نہ ہے۔

مغلپورہ تا جلو لاہور۔ نہر کے ساتھ قائم گرین بیلٹس
کی بہتری کے لئے حکومتی اقدامات

*7140: حاجی محمد اعجاز: کیا وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مغلپورہ لاہور سے جلو تک نہر کے دونوں اطراف گرین بیلٹس کی حالت انتہائی ناگفتہ بہ ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ PHA کے عملہ کی ملی بھگت سے ان میں لوگ بھینسیں اور بکریاں وغیرہ چراتے ہیں جس کی وجہ سے ان گرین بیلٹس کی حالت دن بدن خراب ہو رہی ہے؟

(ج) کیا حکومت مذکورہ گرین بیلٹس کی حالت بہتر کرنے، بھینسیں اور بکریاں چرانے والے لوگوں اور ان کے سرپرست، PHA کے افسران اور ملازمین کے خلاف کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی:

(الف) مغلپورہ لاہور سے جلو تک نہر کے دونوں اطراف گرین بیلٹس میں PHA کا عملہ محنت سے اپنے فرائض انجام دے رہا ہے۔ گرین بیلٹس میں گھاس پودے اور درخت اچھی حالت میں ہیں۔

(ب) یہ درست نہ ہے۔ شہر سے آوارہ بھینسوں اور بکریوں کو باہر نکالنے کے لئے شہری حکومت وقتاً فوقتاً کارروائی کرتی رہتی ہے۔ اسی طرح PHA کا عملہ بھینسوں اور بکریوں کو گرین بیلٹس میں داخل نہیں ہونے دیتا گرین بیلٹس کی حالت ٹھیک ہے اور ان کی مزید بہتری اور خوبصورتی کے لئے PHA کی کوششیں مسلسل جاری ہیں۔

(ج) PHA کے عملے کے ذمہ گرین بیلٹس اور پارکوں کو بہتر بنانا ہے بھینسیں اور بکریاں چرانے والوں کے موقع پر چالان کئے جاتے ہیں اور ان کے خلاف قانون کے مطابق تادیبی کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے۔ بھینسوں اور بکریوں کو شہر سے نکالنے کے لئے شہری حکومت سے بھی مسلسل رابطہ رہتا ہے۔

کچی آبادی البدر کالونی راوی روڈ لاہور کی الاٹمنٹ کی کینسلیشن پر حکومتی اقدامات

*7154 حاجی محمد اعجاز: کیا وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ کچی آبادی البدر کالونی راوی روڈ لاہور 1966 سے آباد ہے اس کے تمام ترقیاتی کام بھی مکمل ہو چکے ہیں اور یہ آبادی تقریباً 150 گھرانوں پر مشتمل ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ایل ڈی اے نے مورخہ 1978-01-01 کو مذکورہ کچی آبادی کو کچی آبادیوں کی لسٹ میں شامل کیا تھا، جس کا رقبہ 69 کنال 13 مرلے پر مشتمل ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ حکومت نے اس کچی آبادی کے رہائشیوں کو مالکانہ حقوق دینے کے لئے یہ رقبہ 1978-04-15 کو ایکوائر کیا اور 1986-07-23 کو ریونیو بورڈ لاہور نے اس کالونی کے لئے NOC برائے عطائیگی مالکانہ حقوق جاری کیا؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس آبادی میں سوئی گیس، بجلی، ٹیلی فون اور پانی کے کنکشن بھی لگے ہوئے ہیں اور اس آبادی کے مکین باقاعدہ پراپرٹی ٹیکس بھی حکومت کو ادا کر رہے ہیں؟

(ہ) کیا یہ بھی درست ہے کہ قبضہ گروپ اور محکمہ مال کے افسران واہلکاران کی ملی بھگت سے 35 سال بعد اس آبادی کی الاٹمنٹ منسوخ کر کے اس کو ایک گمنام فرد کو الاٹ کر دیا گیا ہے اور کاغذوں میں یہ show کیا جا رہا ہے کہ یہ رقبہ 35 سال سے زیر کاشت ہے؟

(و) کیا حکومت اس کے ذمہ داران کے خلاف قانونی کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی:

(الف) اس حد تک درست ہے کہ کچی آبادی البدر کالونی 1978-01-01 سے پہلے کی آباد ہے اور 168 گھرانے آباد ہیں۔ اس آبادی کے تمام ترقیاتی کام مکمل ہو چکے ہیں۔

(ب) اس حد تک درست ہے کہ ایل ڈی اے نے حکومت کی پالیسی کے مطابق کچی آبادی البدر کالونی کو مورخہ 1978-01-01 سے پہلے آباد کچی آبادیوں کی لسٹ میں شامل کیا اور اس کا رقبہ تعدادی 69k-13M-0SFT کا ریونیو ریکارڈ تیار کر کے برائے تصدیق ملکیت مورخہ 1983-09-01 کو جناب ڈپٹی کمشنر لاہور کو ارسال کیا گیا تتمہ (الف) ایوان کی

میز پر رکھ دی گئی۔

(ج) مورخہ 15-04-1978 کی ایکوزیشن کا ریکارڈ کچی آبادی ڈائریکٹوریٹ ایل ڈی اے میں نہ ہے البتہ 23-07-1986 کو سیکرٹری لوکل گورنمنٹ نے چٹھی ممبر کالونی بورڈ آف ریونیو کو جاری کی کہ کچی آبادی البدر کالونی حکومت کی پالیسی کے مطابق کچی آبادی کے تقاضے پورے کرتی ہے لہذا اس آبادی کو کچی آبادی تسلیم کیا جاتا ہے۔ اسی چٹھی میں مزید ممبر کالونی کو کہا گیا کہ مذکورہ آبادی کی زمین کو مالکانہ حقوق کی تکمیل کے لئے ٹرانسفر کیا جائے چٹھی مورخہ 23-07-1986 تتمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔ بعد ازاں جناب ڈائریکٹر جنرل کچی آبادیز پنجاب نے بمطابق چٹھی نمبر DG(KA)TR-4-152/86-82 مورخہ 15-02-1999 البدر کالونی کو بوجہ مسلم ملکیت دخیل کاران کچی آبادیوں کی لسٹ سے خارج کر دی ہے۔ چٹھی مورخہ 15-02-1999 تتمہ (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) درست ہے۔

(ہ) شعبہ کچی آبادی ایل ڈی اے کے متعلقہ نہ ہے۔ اس جز کے بارے میں تفصیلی رپورٹ عملہ ریونیو ضلعی حکومت لاہور سے حاصل کی جانی مناسب ہے۔

(و) یہ جز بھی متعلقہ شعبہ ریونیو ضلعی حکومت لاہور ہے۔

این بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور، تجاوزات اور دیگر ترقیاتی کاموں کی تفصیل

*7209: جناب محمد آجاسم شریف: کیا وزیر ہاؤسنگ وشہری ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ این بلاک ماڈل ٹاؤن فلیٹس توسیعی سکیم میں ناجائز تجاوزات کی بھر مار، ہوٹل والوں نے اپنے کاروبار کی خاطر سڑکیں بند کر رکھی ہیں پارک اور سڑکوں کی انتظامیہ خاموش ہے، پی ایچ اے اور ایل ڈی اے کے اہلکار نگرانی کرنے کی بجائے دکانداروں، ہوٹلز اور دیگر کاروباری لوگوں سے ملے ہوئے ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ پارکوں کے فٹ پاتھ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں اور عرصہ سے محکمہ PHA نے بھی کوئی توجہ نہیں دی جس سے پارکوں کی صورتحال مخدوش اور گھاس پانی نہ ملنے کی وجہ سے مر چکی ہے، بلکہ ایک وسیع پارک بنجر بن چکا ہے پانی دینے والا

ٹیوب ویل کئی ماہ سے خراب ہے۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ نگران سپروائزر اور مالی اکثر غیر حاضر رہتے ہیں، جس سے پارکوں میں گند پڑا رہتا ہے شاپر بیگ اور گندگی پھیلانے والا کوڑا کرکٹ موجود رہتا ہے؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ فلیٹس کے اندر پارکوں کی حالت یہ ہے کہ گٹروں کا پانی ہر وقت چلتا رہتا ہے، ناجائز قبضے اور کمرشل ازم عروج پر ہے؟

(ہ) کیا حکومت مذکورہ مسائل حل کرنے کا پروگرام رکھتی ہے، تو کب تک، اگر نہیں تو وجوہات بیان فرمائیں؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی:

(الف) درست نہ ہے۔پی ایچ اے کا عملہ ہر وقت اپنا کام محنت اور لگن کے ساتھ کرتا ہے۔این بلاک ماڈل ٹاؤن فلیٹس کے پارکوں کے اندر کوئی تجاوزات نہ ہیں جبکہ سڑکوں پر موجود تجاوزات پی ایچ اے کے دائرہ اختیار میں نہ ہیں۔

(ب) پارکوں کے اندر کوئی فٹ پاتھ نہ ہیں۔ گھاس ہری بھری ہے جس کی باقاعدہ کٹائی ہوتی ہے۔کوئی پارک بنجر نہیں ہے۔اگر کوئی کمرشل پلاٹ خالی پڑا ہے تو اس کا پی ایچ اے سے کوئی تعلق نہ ہے۔این بلاک ماڈل ٹاؤن فلیٹس میں پی ایچ اے کا کوئی ٹیوب ویل نہ ہے۔ایم بلاک نرسری گراونڈ میں پی ایچ اے کا ٹیوب ویل ہے جس کا نیا بور ہو رہا ہے اور وہ عنقریب کام شروع کرے گا۔

(ج) درست نہ ہے۔ نگران سپروائزر اور مالی مقررہ اوقات کے دوران اپنا کام نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیتے ہیں جہاں تک شاپر بیگ کا تعلق ہے۔ علاقہ میں ان کی بہتات ہے اگر تھوڑی ہوا بھی چلے تو شاپر بیگ پورے علاقے میں پھیل جاتے ہیں مگر پی ایچ اے کا صفائی کا عملہ پارک میں سے شاپر بیگ اٹھا کر کوڑادان میں ڈال دیتے ہیں۔

(د) یہ درست نہ ہے کہ فلیٹس کے اندر پارکوں میں گٹروں کا پانی چلتا رہتا ہے۔ واسا کے متعلقہ دفتر میں جب بھی کوئی شکایت آتی ہے اس کا فوری ازالہ کر دیا جاتا ہے۔

(ہ) پی ایچ اے سے متعلقہ کام مزید جانفشانی سے کیا جائے گا۔

مرید کے لو انکم ہاؤسنگ سکیم کے پلاٹس
اور الاٹمنٹس سے متعلقہ تفصیل

*7235 جناب مشتاق احمد (ایڈووکیٹ): کیا وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مرید کے میں لو انکم ہاؤسنگ سکیم کے تحت ایک سکیم تیار کی گئی ہے، اگر ہاں تو رہائشی اور کمرشل پلاٹس کی تعداد کیا ہے؟

(ب) مذکورہ سکیم میں کتنے رہائشی اور کمرشل پلاٹ الاٹ کر دیئے گئے ہیں، الاٹی کا نام اور پلاٹ نمبر کی تفصیل بیان فرمائیں؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ سکیم میں جی ٹی روڈ پر کچھ کمرشل پلاٹ غیر قانونی طور پر الاٹ کئے گئے ہیں اگر ہاں تو ان کی تفصیل نیز کمرشل اور رہائشی پلاٹس الاٹ کرنے کا طریق کار کیا ہے اور مذکورہ سکیم میں باقی ماندہ پلاٹس کب تک الاٹ کر دیئے جائیں گے؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی:

(الف) یہ درست ہے۔ ایریا ڈویلپمنٹ سکیم مرید کے میں رہائشی اور کمرشل پلاٹوں کی تعداد مندرجہ ذیل ہے۔

رہائشی	کمرشل
355	72

(ب) الاٹ یا نیلام شدہ پلاٹوں کی تعداد مندرجہ ذیل ہے:۔

رہائشی	کمرشل
301	03

مذکورہ پلاٹوں کے الاٹیوں اور خرید کنندگان کی تفصیل تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) یہ درست نہ ہے۔ کمرشل پلاٹوں کی نیلامی مورخہ 08-02-2001 نیلام کمیٹی نے کی، کامیاب بولی دہندگان کی منظوری ڈسٹرکٹ ہاؤسنگ کمیٹی شیخوپورہ نے دی مابعد خریداروں نے پلاٹوں کی کل قیمت ادا کر کے دیگر شرائط مکمل کیں۔

مجوزہ پالیسی کے مطابق 3 اور 5 مرلہ رہائشی پلاٹوں کی الاٹمنٹ بذریعہ قرعہ اندازی کی جاتی ہے جبکہ 7 مرلہ سے ایک کنال رہائشی و کمرشل پلاٹ نیلام کئے جاتے ہیں۔ 3 اور 5 مرلہ

رہائشی پلاٹوں کی الاٹمنٹ کر دی گئی ہے۔ کمرشل و 7 مرلہ سے ایک کنال رہائشی پلاٹوں کی سرکاری قیمت ڈسٹرکٹ پرائس اسیسمنٹ کمیٹی شیخوپورہ کے زیر غور ہے۔ مذکورہ قیمت متعین ہونے پر بقیہ پلاٹ بذریعہ نیلام فروخت ہوں گے۔

صوبہ میں قائم لوانکم ہاؤسنگ سکیموں اور لاگت سے متعلقہ تفصیل

*7236: جناب مشتاق احمد (ایڈووکیٹ): کیا وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت پنجاب نے عوام کے لئے لوانکم سکیموں کے تحت صوبہ میں مختلف سکیمیں تیار کی ہیں؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو صوبہ میں تیار کی گئی سکیموں کے نام اور ہر سکیم کی development پر جو اخراجات آئے، ان کی تفصیل بیان کی جائے؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی:

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) تفصیل تتمہ (الف و ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

1999 تاحال، ایم ڈی اے کی قائم کردہ سستی رہائشی سکیموں سے متعلقہ تفصیل

*7288: محترمہ زیب النساء قریشی: کیا وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

ملتان ڈویلپمنٹ اتھارٹی نے 1999 سے اب تک بے گھر افراد کے لئے کتنی سستی رہائشی سکیمیں بنائی ہیں اور یہ کہاں کہاں پر واقع ہیں؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی:

ایم ڈی اے نے 1999 سے اب تک بے گھر افراد کے لئے مندرجہ ذیل سستی رہائشی سکیمیں بنائی ہیں:۔

نمبر شمار	نام سکیم	محل وقوع	تاریخ منظوری
1۔	نیو شاہ شمس ہاؤسنگ سکیم	وہاڑی روڈ ملتان	11-10-2000

2-	ماڈل ٹاؤن فیز I + II	نارورن بائی پاس، ملتان	25-07-2000
3-	ماڈل ٹاؤن فیز III	نارورن بائی پاس، ملتان	28-01-2005
4-	فاطمہ جناح ٹاؤن	وہاڑی روڈ ملتان	29-12-2003

ملتان، 2002 تا حال ٹیوب ویلز کی تنصیب و لاگت اور پانی کی کوالٹی سے متعلقہ تفصیل

*7344: محترمہ زیب النساء قریشی: کیا وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) سال 2002 سے آج تک ملتان میں پانی کی سپلائی کے لئے ٹیوب ویل کہاں کہاں اور کتنی لاگت سے لگائے گئے ہیں؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ ملتان کے اکثر علاقوں میں جو پانی پینے کے لئے سپلائی کیا جارہا ہے وہ گندہ ہے اور اس میں سے بو آتی ہے؟

(ج) کیا حکومت اس مضر صحت پانی کی سپلائی کے ذمہ داروں کے خلاف کارروائی کرنے اور عوام کو صاف ستھرا پانی پینے کے لئے فراہم کرنے کے لئے تیار ہے، اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو اس کی وجوہات بیان کی جائیں؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی:

(الف) واسا ملتان نے 2002 تا ستمبر 2005 درج ذیل جگہوں پر چار چار کیوسک ڈسچارج کے 6 عدد ٹیوب ویل لگائے ہیں اور ان کی لاگت مبلغ ایک کروڑ 26 لاکھ ہے۔

1-	رشید آباد	2-	بوسن روڈ
3-	گلشن مارکیٹ نیو ملتان	4-	ٹمبر مارکیٹ
5-	ٹی بی ہسپتال روڈ	6-	گلبرگ کالونی

(ب) واسا ملتان کے ٹیوب ویلز سے فراہم کردہ پانی ہر لحاظ سے صحت کے لئے مفید اور بو سے پاک ہے کیونکہ یہ تقریباً 400 فٹ سے زائد گہرائی سے حاصل کیا جاتا ہے۔ اس پانی کو مزید صحت مند بنانے کے لئے کلورینیشن کی جاتی ہے جس کے لئے 47 عدد کلورینیٹر نصب ہیں اور کام کر رہے ہیں۔ واسا کے ٹیوب ویلز سے فراہم کیا جانے والا پانی کئی بار چیک ہو چکا ہے۔ لیبارٹری سے تصدیق شدہ پانی کے نمونے جو کہ شہر میں مختلف جگہ

سے لئے گئے ہیں (تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے) اور ہر لحاظ سے پینے کے لئے درست ہے۔

(ج) واسا ملتان شہریوں کو جراثیم سے پاک پانی سپلائی کر رہا ہے جو کہ ہر لحاظ سے صحت کے لئے مفید ہے۔

گوجر خان۔ لوانکم ہاؤسنگ سکیم میں نصب ٹرانسفارمرز کی چوری سے متعلقہ تفصیل

*7377: راجہ طارق کیانی: کیا وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) لوانکم ہاؤسنگ سکیم گوجر خان نمبر 2 کب اور کتنے رقبہ پر بنائی گئی تھی؟

(ب) اس سکیم میں بجلی کی سپلائی کے لئے کتنی رقم واپڈا کو ادا کی گئی تھی؟

(ج) اس سکیم میں کتنے ٹرانسفارمر واپڈا نے کس کس جگہ لگائے تھے؟

(د) اس وقت اس سکیم میں کتنے ٹرانسفارمر موجود ہیں اور کتنے کب چوری ہوئے کیا جو ٹرانسفارمر چوری ہوئے ہیں ان کی ایف آئی آر درج کروائی گئی ہے؟

(ہ) ان ٹرانسفارمرز کی چوری کے ذمہ دار محکمہ کے کون کون سے افسران ہیں ان کے نام، عہدہ، گریڈ اور ان کے خلاف جو اقدامات اٹھائے گئے ہیں ان کی تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی:

(الف) ایریا ڈویلپمنٹ سکیم نمبر 2 گوجر خان 40۔ایکڑ پر 86-1985 میں شروع ہوئی اور 30۔جون 1992 کو مکمل کی گئی۔

(ب) اس سکیم میں بجلی کا کام محکمہ نے واپڈا کے منظور شدہ ٹھیکیدار سے مبلغ -/19,64,161 روپے میں کروایا۔ تکمیل کے بعد تنصیبات 24-04-1988 واپڈا کو منتقل کر دی گئیں۔

(ج) اس سکیم میں مندرجہ ذیل ٹرانسفارمر لگائے گئے۔

200 KVA	1 عدد
100 KVA	11 عدد
50 KVA	1 عدد

(د) اس سکیم میں فی الوقت 8 ٹرانسفارمر موجود ہیں۔ سکیم ہذا واپڈا کی تحویل میں ہونے کے ناتے مذکورہ تنصیبات کی چوری کی ایف آئی آر واپڈا کی ذمہ داری ہے۔

(ہ) جواب جز (د) میں دے دیا گیا ہے۔

شالامار ٹاؤن لاہور، پینے کے پانی کی سپلائی میں اضافے اور نئے ٹیوب ویل کی تنصیب کا مسئلہ

*7486: **محترمہ طلعت یعقوب:** کیا وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ شالامار ٹاؤن لاہور میں پینے کے پانی کی سپلائی کم ہے، جس سے اس علاقہ کے مکینوں کو بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ علاقہ کے مکینوں کے احتجاج کے باوجود پانی کی کمی کو پورا کرنے کے لئے کوئی ٹیوب ویل نہیں لگایا گیا؟

(ج) اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا محکمہ واسا پانی کی کمی کو پورا کرنے کے لئے خاص طور پر گورنمنٹ کالج برائے خواتین کے نزدیک نیا ٹیوب ویل لگانے کو تیار ہے، اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی:

(الف) درست نہیں ہے۔ شالامار ٹاؤن لاہور میں پینے کے پانی کی سپلائی مناسب مقدار میں دی جا رہی ہے اور علاقہ کے مکینوں کو اس سلسلے میں کسی مشکل کا سامنا نہیں ہے صرف ان مکینوں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جن کے پاس پانی کا ذخیرہ کرنے کا کوئی انتظام نہیں ہوتا۔

(ب) درست نہیں ہے علاقہ میں تقریباً ہر سال نئے ٹیوب ویلوں کا اضافہ کیا جا رہا ہے اور اس سال بھی علاقہ میں 5 عدد نئے ٹیوب ویل مندرجہ ذیل جگہ پر لگائے جا رہے ہیں۔

1۔ ہربنس پورہ افتخار پارک
2۔ سہروردی روڈ نزد سید لوہار مل
3۔ ڈپٹی یعقوب کالونی
4۔ انگوری باغ سکیم نمبر 1
5۔ عثمان پارک

(ج) گورنمنٹ کالج برائے خواتین کے نزدیک نئے ٹیوب ویل کی تنصیب کے لئے کوئی جگہ میسر نہ ہے اس لئے اس علاقہ میں سہروردی روڈ نزد سید لوہار مل میں ٹیوب ویل لگایا جا رہا ہے۔

لاہور، 2004-05، فراہمی آب کے لئے نصب نئے ٹیوب ویلز سے متعلقہ تفصیل

*7487: محترمہ طلعت یعقوب: کیا وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ واسا نے لاہور میں سال 2004 اور 2005 میں نئے ٹیوب ویل لگائے ہیں؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو کہاں کہاں اور کتنی لاگت سے علیحدہ علیحدہ تفصیل بیان کی جائے؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی:

(الف) جی ہاں! یہ درست ہے کہ واسا لاہور نے 2004 اور 2005 میں نئے ٹیوب ویل لگائے تھے۔

(ب) واسا لاہور نے 2004-05 میں 32 عدد نئے ٹیوب ویل لگائے تھے پیکج وار تفصیل حسب ذیل ہے:۔

مون سون پیکج

(1)۔	کل ٹیوب ویل	29
	اخراجات	85 ملین روپے

کچی آبادی پیکج

(1)	ٹیوب ویل	3
	اخراجات	10 ملین روپے

ٹیوب ویل کی فہرست ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

واسا، راولپنڈی۔ ADB کے رولز کے برعکس فرموں کی پری کوالیفکیشن

*7637: محترمہ فرزانہ راجہ: کیا وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ راولپنڈی کے شہریوں کو بنیادی سہولتوں (واٹر سپلائی وغیرہ) کی فراہمی کے لئے ایشیائی ڈویلپمنٹ بنک (ADB) نے 72 ملین فنڈز دیا جو محکمہ WASA راولپنڈی کی وساطت سے خرچ کیا جائے گا؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مورخہ 18-اکتوبر 2005 کو WASA مذکور نے Pre-qualification کے لئے مختلف کمپنیوں کو call کیا مگر میرٹ کے برعکس من پسند اور ناتجربہ کار کمپنیوں کی دوبارہ Pre-qualification کروائی گئی؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ ADB کے مروجہ رولز کے مطابق جو کمپنی کسی ایک project کا نمونہ یا فیز-1 کا کام کرے گی وہ دوسرے فیز میں حصہ نہیں لے سکے گی مگر MD واسا راولپنڈی نے ذاتی دلچسپی لیتے ہوئے ایک سابق کمپنی Motimcdonald/Indus کی دوسری دفعہ Pre-qualification کردی جو رولز کی صریحاً خلاف ورزی ہے؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی:

(الف) یہ درست ہے کہ راولپنڈی کے شہریوں کو بنیادی سہولتوں کی فراہمی کے لئے "راولپنڈی انوائرنمنٹل امپروومنٹ پراجیکٹ" کو حکومت پاکستان ایکنیک "ECNEC" نے منظور کیا ہے، جس میں ایشیائی ترقیاتی بنک کا 70 فیصد قرضہ یعنی 60 ملین ڈالر (نہ کہ 72 ملین ڈالر) شامل ہے یہ پراجیکٹ ضلعی حکومت کی وساطت سے واسا (آر ڈی اے) میں پراجیکٹ مینجمنٹ یونٹ (PMU) کے ذریعہ مکمل کیا جائے گا۔

(ب) کسی بھی میگا پراجیکٹ کے لئے سب سے پہلے Consultant کمپنی کا چناؤ کرنا ہوتا ہے، جس کو حکومت پنجاب پلاننگ اور ڈویلپمنٹ کی طے کردہ Guidelines-1999 کے تحت Consultant Selection Committee (CSC) کے ذریعہ کیا جاتا ہے، اس کمیٹی کا چیئرمین اتھارٹی کا ڈائریکٹر جنرل ہوتا ہے اور اس کے ممبران میں سیکرٹری ہاؤسنگ اربن ڈویلپمنٹ اینڈ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ ڈیپارٹمنٹ، چیئرمین پی اینڈ ڈی، سیکرٹری خزانہ، سیکرٹری کمیونیکیشن اینڈ ورکس، سیکرٹری ایریگیشن یا ان کے نامزد نمائندے اور پراجیکٹ ڈائریکٹر پی ایم یو شامل ہوتے ہیں۔ اس پراجیکٹ کے لئے کنسلٹنٹ کی short listing یا Pre-qualification کے لئے تمام کمپنیوں کی Technical Reports کو CSC درج بالا کمیٹی کے ممبران نے چیئرمین کمیٹی کی

موجودگی میں کھولا اور P& D guideline-1999 اور ایشیائی ترقیاتی بنک-ADB کے criteria کے مطابق تجربہ رکھنے والی کمپنیوں کی evaluation کی گئی اور evaluation Report کو CSC نے اپنی سفارشات کے ساتھ 24۔اکتوبر 2005 کو منظوری کے لئے ADB HQ Manila بھیج دیا جہاں ADB کی CSC نے تفصیلی جائزہ لینے کے بعد consulting فرموں کی Pre-qualification کی منظوری دی، یہ تمام کام CSC نے میرٹ پر کیا ہے جو کہ حکومت پنجاب کی guidelines اور ADB کے criteria کے مطابق ہے اور پراجیکٹ سے متعلق تجربہ رکھنے والی فرموں کو ADB کی حتمی منظوری کے بعد Pre-qualify کیا گیا ہے۔

(ج) یہ درست نہیں ہے کہ کیونکہ Phase-I پراجیکٹ 31۔دسمبر 2003 کو مکمل ہو گیا تھا اور اس کا loan agreement الگ تھا جبکہ "راولپنڈی انوائر نمنٹل امپروومنٹ پراجیکٹ Phase-I" کا حصہ نہیں ہے اس کا loan agreement الگ ہے جو کہ 20۔دسمبر 2005 کو دستخط ہوا ہے اور اس کے لئے دوبارہ Pre-qualification کی گئی ہے، جس میں تمام کمپنیاں حصہ لے سکتی ہیں، ماسوائے جنہوں نے اس پراجیکٹ کی Technical Assistance پر کام کیا ہو اور اس میں بھی ADB اور حکومت پنجاب کے مقرر کردہ criteria کے مطابق تجربہ کار فرموں کو CSC کی سفارشات کی روشنی میں ADB کی حتمی منظوری کے بعد Pre-qualify کیا گیا ہے اس میں Mottmacdonald کے علاوہ دوسری کمپنیاں بھی شامل ہیں، اس میں رولز کی خلاف ورزی نہیں کی گئی ہے کیونکہ Pre-qualification کا اختیار حکومت پنجاب اور ADB کی Consultant Selection Committee کو حاصل ہے۔

فیصل آباد، فیکٹریوں کا آلودہ پانی سیوریج میں ڈالنے پر حکومتی اقدامات

*7666: سید حسن مرتضیٰ: کیا وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ فیصل آباد کی بعض فیکٹریوں کا کیمیکل ملا پانی واسا کے سیوریج میں ڈالا جاتا ہے؟

(ب) کیا مذکورہ فیکٹریوں کو سیوریج میں آلودہ پانی ڈالنے پر کوئی تنبیہہ کی گئی، اگر ہاں تو جن فیکٹریوں کو تنبیہہ کی گئی ان کے نام اور کب اور کتنی بار، تفصیل بیان کریں؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی:

(الف) ہاں۔

(ب) 1995 سے متعدد بار فیکٹری مالکان کے ساتھ میٹنگ کر کے فیکٹری مالکان کو باور کروایا جارہا ہے کہ اپنی فیکٹری کے اندر ٹریٹمنٹ پلانٹ لگائیں اور پانی ٹریٹ کر کے سیور لائن میں ڈالیں لیکن کسی فیکٹری نے کوئی ٹریٹمنٹ پلانٹ نہ لگایا تو کیس ماحولیات کے محکمہ کو ریفر کیا گیا۔ انہوں نے پانی کے سمپل لے کر لاہور بھجوائے، پانی کے سمپل ٹھیک نہیں تھے تو محکمہ ماحولیات نے فیکٹری مالکان کو نوٹس دیئے، بعد میں ڈی سی او فیصل آباد نے ایک کمیٹی بنائی جو کہ محکمہ ماحولیات، واسا، ٹی ایم اے اور فیکٹری مالکان پر مشتمل تھی کمیٹی نے اپنی رپورٹ بنا کر ڈی سی او صاحب کو بھجوا دی ہے جس میں یہ سفارش کی گئی ہے کہ فیکٹری مالکان تین مہینے میں پانی کو ٹریٹ کر کے سیور لائنوں میں ڈالنے کا بندوبست کریں۔

گجر پورہ لاہور، ہسپتال کے لئے مختص اراضی پر ناجائز قبضہ

*7744: چودھری محمد شوکت: کیا وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گجر پورہ سکیم لاہور میں ایل ڈی اے کی طرف سے ہسپتال کے لئے جگہ مخصوص ہے اگر جواب اثبات میں ہے تو کتنی؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ بالا جگہ (لب سڑک شیر شاہ روڈ) پر قبضہ گروپ نے دکانیں بنالی ہیں اگر جواب اثبات میں ہے تو ایل ڈی اے جگہ کو واگزار کرانے کے لئے کیا اقدامات کر رہا ہے؟

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی:

(الف) یہ درست ہے۔ ہسپتال کا رقبہ تقریباً 70 کنال ہے۔

(ب) گجر پورہ شیر شاہ روڈ پر جو دکانیں ناجائز تعمیر ہوئی تھیں مورخہ 06-01-18 اور 06-02-28 کو مسمار کر دی گئی تھیں۔

جناب تنویر اشرف کائرہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب تنویر اشرف کائرہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں ایک بہت ہی اہم معاملے کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہوں گا اور یہ مفاد عامہ کا ہے کہ ہم سب نے اخبارات میں پڑھا کہ سندھ میں آنے والے طوفان کی وجہ سے billboards گرنے پر وہاں کافی جانیں ضائع ہوئیں تو میری وزیر ہاؤسنگ سے گزارش ہے کہ پنجاب حکومت کو بھی کوئی ایسا ایکشن لینا چاہئے جس سے اگر کوئی آئندہ ایسا طوفان آئے تو اس سے جانیں ضائع نہ ہوں۔ یا تو ان billboards کو remove کیا جائے یا specifications کے مطابق 30 دن کے اندر ان کو لگایا جائے ورنہ یہاں پر بھی چانس ہے کہ اگر طوفان آیا تو کافی جانیں ضائع ہوں گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر ہاؤسنگ!

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہاں پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ صاحب نے کراچی کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے باقاعدہ طور پر ڈیپارٹمنٹ کو آرڈرز دیئے ہیں کہ پی ایچ اے کے جتنے بھی بورڈز جہاں بھی لگے ہوئے ہیں، وہاں پر باقاعدہ ٹیم جائے اور یقینی بنائے کہ وہ کسی بھی calamity یا کوئی بھی ایسی چیز کے اوپر نہ گرے تو اس کو یقینی بنانے کے لئے ڈیپارٹمنٹ کو آرڈر convey ہو چکا ہے۔ اس وقت ٹیم ہر بورڈ کو چیک کر رہی ہے اگر میرے فاضل رکن کو کسی specific بورڈ پر کوئی شکایت ہے تو مجھے بتادیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اور اگر جہاں کہیں کوئی نقصان ہوا ہے تو جس کمپنی کا بورڈ ہے he should pay the compensation to those people

وزیر ہاؤسنگ و شہری ترقی: جناب سپیکر! آپ کی بات بالکل درست ہے۔

(اس مرحلہ پر ملک نذر فرید کھوکھر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئرمین: جی، احسان نولاٹیا صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: پوائنٹ آف آرڈر۔

توجہ دلاؤ نوٹس

جناب چیئرمین: شاہ صاحب! اس وقت توجہ دلاؤ نوٹس کا وقت ہے اس کے بعد پوائنٹ آف آرڈر ہوگا اور آپ کو موقع دیا جائے گا کیونکہ منسٹر صاحب نے جانا ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب چیئرمین! میں بہت اہم بات کرنا چاہتا ہوں۔ سندھ میں جو لوگ بارشوں سے متاثر ہوئے ہیں ان کے لئے پنجاب گورنمنٹ نے پانچ کروڑ روپے کی امداد کا اعلان کیا ہے۔ میں اس امداد کا خیر مقدم کرتا ہوں یہ بہت اچھا کام کیا گیا ہے۔ میں یہ بھی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ سندھ سے زیادہ بڑی تباہی بلوچستان میں ہوئی ہے میرے ضلع کیچ میں براہ راست وہاں پر بات ہوئی وہ لوگ بہت بری طرح گھرے ہوئے ہیں، گوادر میں بہت بڑی تباہی ہوئی ہے، جیوانی میں بڑی تباہی ہوئی ہے۔یہاں پر وزیر خزانہ بھی تشریف رکھتے ہیں ان سے درخواست کرتا ہوں کہ جس طرح سندھ کے لئے اعلان کیا گیا ہے اسی طرح کم از کم پانچ کروڑ روپے کی گرانٹ کا بلوچستان کے لئے بھی اعلان کیا جائے۔اس سے پنجاب کے متعلق وہاں جو غلط فہمیاں ہیں وہ بھی دور ہوں گی اور ان کے ساتھ ایک یکجہتی کا اظہار بھی ہو گا یہ میری درخواست ہے۔یہاں پر وزیر خزانہ صاحب تشریف رکھتے ہیں مہربانی کریں سندھ کی طرح بلوچستان کے لوگوں کے ساتھ بھی یکجہتی کا اظہار کریں۔ بلوچستان کے لوگ سندھ کے لوگوں سے بھی زیادہ غریب ہیں ان بے چاروں کی بہت بری حالت ہے۔ یہ میری درخواست ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! وزیر صاحب چلے جائیں گے پہلے میں اپنی بات کر لیتا ہوں۔

جناب چیئرمین: نہیں، ان کے جانے سے پہلے آپ کی بات سنیں گے۔ پہلے توجہ دلاؤ نوٹس کو لیتے ہیں۔ جی، شاہ صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: جناب چیئرمین! لاء منسٹر صاحب کے ساتھ وزیر خزانہ صاحب بھی تشریف رکھتے ہیں۔ وزیر خزانہ صاحب پنجاب کے خزانوں کے مالک ہیں یہ مہربانی کریں پانچ کروڑ روپے سے کم از کم بلوچستان کے لوگوں سے بھی یکجہتی کا اظہار کریں یا وزیر اعلیٰ کے ساتھ بات کرنے کا وعدہ کریں اس پر یہ یہاں یقین دہانی کرائیں تاکہ بلوچستان کے عوام کو ہم یہ پیغام دے سکیں کہ آپ کے حق میں ہم نے آواز بلند کی ہے۔

جناب چیئرمین: شاہ صاحب! آپ نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے ان کے نوٹس میں یہ بات آ چکی ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب چیئرمین! ان کے ذمے بھی کچھ فرض ہے۔

جناب چیئرمین: شاہ صاحب! وزیر قانون صاحب کہہ رہے ہیں کہ اس بارے میں کچھ کریں گے۔ جی، راجہ صاحب !

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! وزیر اعلیٰ صاحب کے نوٹس میں یہ بات لائی جائے گی اور بلوچستان کے لوگ بھی ہمارے بھائی ہیں انشاء اللہ اس سلسلے میں ضرور چیف منسٹر کچھ نہ کچھ کریں گے۔

جناب چیئرمین: جی، شکریہ۔ یہ توجہ دلاؤ نوٹس لالہ شکیل الرحمٰن اور چودھری زاہد پرویز کی طرف سے ہے۔ جی، لالہ شکیل الرحمٰن صاحب!

لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): شکریہ۔ جناب چیئرمین!

گوجرانوالہ میں گٹر سے ملنے والی بچی کی نعش اور حکومتی کارروائی کی تفصیل

879: لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ) اور چودھری زاہد پرویز: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 13- جون 2007 کی ایک مؤقر اخبار کی خبر کے مطابق گوجرانوالہ کے رہائشی امجد مسیح کی سات سالہ بیٹی آرزو گھر سے سودا لینے گئی مگر واپس نہیں آئی اور چند گھنٹوں بعد گٹر سے اس کی نعش ملی؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ والدین کے مطابق آرزو کو درندگی کا نشانہ بنانے کے بعد مارا گیا جبکہ پولیس اپنی ضد پر قائم ہے کہ بچی کا صرف گلا دبایا گیا ہے؟

(ج) پولیس نے اس سلسلہ میں کیا کارروائی کی ہے، تفصیلاً بتائیں؟

جناب چیئرمین: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: شکریہ۔ جناب چیئرمین! اس میں حالات مقدمہ اس طرح ہیں کہ:

(الف) مدعی مقدمہ ظہور مسیح ولد نذیر مسیح قوم عیسائی سکنہ چاندا قلعہ لائن پور گوجرانوالہ نے درخواست دی کہ آج مورخہ 12-6-2007 کو بوقت تقریباً چار پانچ بجے شام اپنے اہلخانہ کے ساتھ اپنے گھر میں موجود تھا کہ میری بھتیجی مسماۃ آرزو بعمر تقریباً چھ سال باہر گلی میں کھیل رہی تھی تھوڑی دیر بعد وہ ہمیں نظر نہ آئی تو ہم نے اس کی تلاش شروع کر دی۔ میں، قمر ولد جاوید امجد مسیح عرف کالا اسے تلاش کرتے کرتے حویلی اذاں پٹواریاں پہنچے تو وہاں ایک گٹر کے پاس کافی ہجوم تھا۔ ہم نے آگے بڑھ کر دیکھا تو میری

بھتیجی کی نعش گٹر کے باہر پڑی ہوئی تھی جس کو کسی نامعلوم شخص یا اشخاص نے گلے میں کپڑے کی رسی ڈال کر بے دردی سے قتل کر دیا اور نعش کو گٹر میں پھینک دیا۔ میرے ساتھ سخت زیادتی ہوئی۔ یہ ان کی درخواست تھی۔

(ب) جناب چیئرمین! مقدمہ بھی درج ہوا اور بچی کا پوسٹ مارٹم بھی کروایا گیا اور پوسٹ مارٹم رپورٹ میرے پاس موجود ہے اور اس پوسٹ مارٹم رپورٹ کے مطابق death due to Strangling suffocation ہوئی ہے اور اس کے اجزاء Chemical Examiner کو بھیجے گئے اور اس میں مزید کوئی ایسی زیادتی کی صورتحال نہ پائی گئی۔

جناب چیئرمین! اس سلسلے میں پولیس نے جو کارروائی کی ہے اس کے مطابق ملزم گلفام مسیح کو گرفتار کیا گیا اور تفتیش شروع کی گئی جس نے اعتراف جرم کیا اور اس کو گرفتار کر کے اس کا جوڈیشل ریمانڈ لیا گیا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اس مقدمے کو یکسو کر کے چند دنوں میں اس کا چالان عدالت میں پیش کر دیا جائے گا۔

جناب چیئرمین: اس کے بعد اگلا توجہ دلاؤ نوٹس جناب ارشد محمود بگو کی طرف سے ہے۔ جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: شکریہ۔ جناب چیئرمین!

کمشنر روڈ سیالکوٹ، کلینک پر ڈاکوؤں کی فائرنگ سے ایک شخص ہلاک اور ڈاکٹر کے اغواء پر حکومتی کارروائی کی تفصیل

جناب ارشد محمود بگو: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حال ہی میں کمشنر روڈ سیالکوٹ کے ایک کلینک پر تین ڈاکوؤں نے حملہ کر کے ڈاکٹر نعیم ٹوانہ کو Kidnap کر لیا؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ کلینک پر موجود ایک مریض کے attendant طاہر بٹ نے ان ڈاکوؤں کو پکڑنے کی کوشش کی اور ڈاکوؤں نے فائرنگ کر کے اسے وہیں پر ہی ہلاک کر دیا؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ ڈاکوؤں کی فائرنگ سے ان کا اپنا ساتھی بھی شدید زخمی ہوا جسے پکڑ کر لوگوں نے حوالہ پولیس کیا؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ پولیس اس ملزم کے دیگر ساتھیوں کو ابھی تک گرفتار کر سکی اور نہ ہی ان کا پتا لگا سکی ہے؟

(ہ) ابھی تک دیگر ملزمان کا سراغ نہ لگانے اور ان کو گرفتار نہ کرنے کی وجوہات بیان کریں، کیا حکومت دیگر ملزمان کو بھی گرفتار کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

جناب چیئرمین: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: شکریہ۔ جناب چیئرمین! انہوں نے تاریخ نہیں دی تھی اور انہوں نے یہ فرمایا کہ کمشنر روڈ سیالکوٹ کے ایک کلینک پر تین ڈاکوؤں نے حملہ کر کے ڈاکٹر نعیم ٹوانہ کو Kidnap کیا۔ اس سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ اس میں اصل واقعات یہ ہیں کہ:

مورخہ 06-08-25 کو سوا دو بجے دن بعد از نماز جمعہ ڈاکٹر نعیم الحق اپنی لیبارٹری واقع کمشنر روڈ آئے تو تین لڑکے لیب کے اندر سے تیزی سے باہر نکل رہے تھے اور وہ گلی محمد پورہ کی طرف چلے گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے اندر جا کر دیکھا تو لیب اسسٹنٹ آشر یونس مسیح کمرہ سٹور میں بند تھا جس کے ہاتھ اور منہ بندھے ہوئے تھے جس کو کھولا تو آشر یونس مسیح نے بتایا کہ تین لڑکے مسلح پستول ٹیسٹ کروانے کے بہانے قریباً ڈیڑھ بجے دن اندر آئے انہوں نے اسلحہ سے خوفزدہ کر کے ہاتھ منہ باندھ کر کمرہ میں بند کر دیا اور کاؤنٹر کے دراز سے مبلغ -/8000 روپے نکال کر لے گئے۔ ڈاکٹر نعیم الحق کی درخواست پر مقدمہ نمبر 289 مورخہ 06-08-26 بجرم 392 ت پ تھانہ کوتوالی میں درج رجسٹر ہوا۔ ڈاکٹر نعیم الحق کو کلینک سے کسی نے kidnap نہیں کیا۔ دوران تفتیش ملزمان امتیاز احمد ولد محمد رفیق ساکن اڈہ، محمد اختر محمد افضل پسران عظیم شاہ ساکن ہندل، کو ٹریس کر کے گرفتار کیا گیا ملزمان سے لوٹی ہوئی نقدی اور اسلحہ برآمد کیا گیا انہیں جوڈیشل حوالات بھجوایا گیا اور مورخہ 2006-10-21 کو بعد تکمیل چالان عدالت میں پیش کر دیا گیا اور اس وقت یہ مقدمہ زیر سماعت ہے۔

جناب چیئرمین! جز (ب) میں یہ کہا گیا کہ کلینک پر موجود ایک مریض کے اٹینڈنٹ طاہر بٹ نے ان ڈاکوؤں کو پکڑنے کی کوشش کی یہ ایک دوسرا واقعہ ہے اور اس کے حالات مقدمہ اس طرح ہیں کہ وقوعہ ہذا جنوری 2006 میں کمشنر روڈ پر نہ ہوا بلکہ وقوعہ خواجہ صفدر روڈ پر مورخہ 06-10-30 کو وقوع پذیر ہوا جس کے حالات اس طرح ہیں کہ مسمی عبدالستار مع امداد حسین،

طلعت محمود اور اس کی بیوی شمع بی بی بچی کو لے کر کلینک گئے وہاں ملزم صغیر احمد مع دو ملزمان کلینک کے اندر آئے اور کہا کہ جو کچھ پاس ہے نکال دیں۔ مسمی طلعت محمود نے ملزم کو پکڑ لیا جبکہ دوسرے دو ملزمان نے فائرنگ کر دی جس سے طلعت محمود، شمع بی بی اور ملزم صغیر احمد زخمی ہوئے۔ اسی دوران ملزم صغیر بھی اپنے ساتھیوں کی فائرنگ سے وہیں پر ہلاک ہو گیا اور طلعت محمود ہسپتال جاتے ہوئے راستے میں جاں بحق ہو گیا۔ اس میں ایک ملزم بچتا ہے یہ کل تین تھے ایک کی ہلاکت ہو چکی ہے ایک کو گرفتار کر لیا گیا ہے اور یہ مقدمہ اس وقت جوڈیشل میں ہے اور چالان بھی عدالت میں پیش کر دیا گیا ہے۔ جس کی سیشن کورٹ میں سماعت شروع ہے۔

جناب چیئرمین: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہ کلینک پر جن ڈاکوؤں نے حملہ کیا ہے، یہ ایک گینگ تھا جو کہ پورے پنجاب میں جتنے کلینکس پر کیسز ہوئے تھے یہ جو ڈاکو تھے یہ مختلف وارداتوں میں ملوث تھے۔ اب صورتحال یہ ہے کہ میں راجہ صاحب کی توجہ خصوصی طور پر اس جانب مبذول بھی کروانا چاہتا ہوں کہ پولیس نے اس میں efficiency دکھائی کہ ان کو پکڑ بھی لیا لیکن ظلم یہ ہوا کہ پولیس نے ان میں سے ایک ڈاکو کا کسی دوسرے کیس میں ریمانڈ لینا چاہا تو بدقسمتی سے کورٹ نے اس ڈاکو کا ریمانڈ ان کو نہ دیا اور اس کو جوڈیشل بھیج دیا، پھر اس کو اس مقدمے میں ڈسچارج کر دیا۔ میری یہ درخواست ہے کہ ایسے کیسز جو کہ پنجاب level کے کریمنل ہوتے ہیں ان کا تعاقب ہر طریقے سے اور ہر جگہ سے ہونا چاہئے۔ کورٹس کو بھی اس سلسلے میں دیکھنا چاہئے کہ جس آدمی کو ہم ڈسچارج کر رہے ہیں یا جس کے لئے ہم پولیس کو ریمانڈ نہیں دے رہے ہیں اس کی background کیا ہے؟ تو میں ان سے یہ درخواست کروں گا کہ حکومت اپنے level پر چیف جسٹس لاہور کو definitely اس کیس کے ریفرنس کے حوالے سے بھیجے، میں نے یہ نقل بھی نکلوالی تھی جس میں اس مجسٹریٹ نے ڈسچارج کیا تھا اور یہ بھی تصدیق ہوئی تھی کہ کسی اور طریقے سے انہوں نے اس کو ڈسچارج کیا ہے۔ میری ان سے درخواست ہے کہ اس سلسلے میں اس کیس کو ریفرنس بنا کر چیف جسٹس ہائیکورٹ کو definite یہ بھیجا جائے کہ وہ اس کیس میں انکوائری ضرور کروائیں کہ اس ملزم کو جس نے پنجاب level پر وارداتیں کی تھیں اس کو انہوں نے اس کیس میں ڈسچارج کیوں کیا؟ اگر یہ یقین دہانی راجہ صاحب مجھے کروا دیں تو میں اس کو press نہیں کرتا۔ بہت بہت شکریہ

جناب چیئرمین: جی، راجہ صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! میں بالکل اس بات کی یقین دہانی ضرور کراؤں گا کہ اس قسم کے ملزم جو ہیں ان سے باقاعدہ طور پر تفتیش ہونی چاہئے اور جس طرح آپ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی گینگ inter district یا inter provincial لیول پر operate کرتا ہے تو باقاعدہ اس پر تفتیش ہونی چاہئے اور باقی جو وارداتیں ہیں ان کا سراغ بھی لگوانا چاہئے لیکن اس particular case میں، میں نے جس طرح پہلے گزارش کی ہے کہ ملزم سے باقاعدہ تفتیش ہوئی ہے اور وہ ڈسچارج نہیں ہوا بلکہ گنہگار پایا گیا ہے اور اس کا چالان عدالت میں پیش کر دیا گیا ہے جو کہ ابھی زیر سماعت ہے لیکن اس کے باوجود in general میں آپ سے اس بات پر اتفاق کرتا ہوں کہ پراسیکیوشن ڈیپارٹمنٹ کو بالخصوص اس سلسلے میں ہدایت جاری کی جائے گی کہ وہ اس قسم کے کیسوں میں خصوصی توجہ دیں اور جن ملزمان کے متعلق یہ شائبہ ہو یا یہ بات یقینی ہو کہ وہ inter provincial یا inter district crimes میں ملوث ہوں ان سے باقاعدہ تفتیش کی جائے۔ شکریہ

تحاریک استحقاق

جناب چیئرمین: دونوں توجہ دلاؤ نوٹس dispose of کئے جاتے ہیں۔ اب تحاریک استحقاق لی جاتی ہیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب چیئرمین! میں نے یہ گزارش کی تھی کہ وزیر صاحب چلے جائیں گے۔ میں ان سے متعلق بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: شیخ صاحب! منسٹر صاحب ابھی بیٹھے ہیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب چیئرمین! یہ چلے جائیں گے۔ میرا بہت اہم معاملہ ہے۔ یہ اتنے اچھے ہیں کہ انہوں نے مجھے کہہ دیا ہے کہ میں نے چلے جانا ہے۔

جناب چیئرمین: شیخ صاحب! آپ پوائنٹ آف آرڈر پر کچھ کہہ رہے ہیں؟

شیخ علاؤالدین: جناب چیئرمین! یہ چلے نہ جائیں۔ یہ ضروری معاملہ ہے۔

جناب چیئرمین: لاء منسٹر صاحب سے متعلقہ ہے؟

شیخ علاؤالدین: نہیں۔وزیر مال سے متعلقہ ہے۔

جناب چیئرمین: وزیر مال تو ابھی ادھر موجود ہیں۔

شیخ علاؤالدین: نہیں۔وہ چلے جائیں گے۔انہوں نے مجھے دو دفعہ کہا ہے۔یہ بھی ان کی مہربانی ہے ورنہ تو پھر آپ کو معلوم ہے۔

وزیر مال: اس کا جواب وزیر خزانہ دے دیں گے۔

شیخ علاؤالدین: نہیں، اس کا جواب وزیر خزانہ نہیں دے سکتے۔

جناب چیئرمین: وہ بیٹھے ہوئے ہیں۔آپ نے تو کہیں نہیں جانا؟

شیخ علاؤالدین: نہیں جانا تو پھر ٹھیک ہے۔

جناب چیئرمین: ابھی چونکہ یہ جو ہاؤس کی کارروائی چل رہی ہے اس میں تحریک استحقاق شروع ہو چکی ہے۔اس کے بعد پھر آپ کا معاملہ take up کرتے ہیں، اگر یہ نہ ہوئے تو پھر کل کے لئے pending کر دیں گے۔شیخ اعجاز احمد صاحب کی تحریک استحقاق ہے جو move ہو چکی ہے۔اسے آج تک کے لئے pending کیا گیا تھا۔

استحقاق کے باوجود جنرل ہسپتال کے ڈاکٹر منصور بختاوری کا معزز رکن اسمبلی سے میڈیکل ٹیسٹ کی فیس وصول کرنا

(---جاری)

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! شکریہ۔اس پر کل ہوا یہ تھا کہ میں نے چونکہ اس میں ایک نشاندہی کی تھی کہ جنرل ہسپتال کے اندر رولز کو violate کیا جا رہا ہے تو منسٹر موصوف چودھری اقبال صاحب نے ایم ایس صاحب اور دیگر متعلقین کو بلا لیا تھا، ان کے آفس میں بیٹھ کر اس بات پر ہماری تفصیل سے گفتگو ہوئی، ایم ایس اور انتظامیہ جنرل ہسپتال نے اس بات کی یقین دہانی کروائی ہے کہ وہ رولز جن کو violate کیا جا رہا ہے، جن کی میں نے اپنی تحریک استحقاق میں نشاندہی کی تھی ان کو redress کریں گے اور آئندہ سے دوبارہ اس بات کا اعادہ نہیں کریں گے۔اس بات پر ان کی نشاندہی کے بعد میں اپنی تحریک استحقاق کو press نہیں کرتا۔

جناب چیئرمین: یہ تحریک استحقاق dispose of کی جاتی ہے۔

تحاریک التوائے کار

جناب چیئرمین: اب تحاریک التوائے کار take up کی جاتی ہیں۔ سب سے پہلے سید احسان اللہ وقاص صاحب کی تحریک التوائے کار ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب چیئرمین! آپ نے ابھی فرمایا تھا کہ مجھے ٹائم دے دیں گے۔ پھر یہ ضروری ہے آپ سن لیجئے۔

جناب چیئرمین: نہیں، وہ اس طرح ہے کہ آپ کی باری آنے پر اگر یہ take up نہ ہو تو پھر کل کے لئے اس کو pending کر دیں گے۔ کل بھی پرائیویٹ ممبرز ڈے ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب چیئرمین! میں نے آپ کو تین دفعہ گزارش کی ہے۔ اس کے اندر کیا مسئلہ ہے، اگر آپ اجازت دے دیں، یہ تشریف رکھتے ہیں، اس کا جواب دے دیں گے اور انتہائی اہم معاملہ ہے۔ اگر وہ ابھی جواب دے دیتے ہیں تو مسئلہ ختم ہو جائے گا۔

وزیر مال: جناب چیئرمین! جب اس کی باری آئے گی تو وزیر خزانہ کو میں یہ دے رہا ہوں۔ یہ جواب دے دیں گے۔

شیخ علاؤالدین: نہیں، جناب! وزیر خزانہ صاحب تو نہیں۔ یہ بیٹھے ہوئے ہیں اور یہ ریونیو کا معاملہ ہے، یہ ضروری ہے، ابھی اس کو سن لیں۔ دو لائنوں کا مسئلہ ہے۔

جناب چیئرمین: شیخ صاحب! رولز کے مطابق ابھی آپ کی چونکہ باری نہیں آئی تو اس کو out of turn take up کرنا ایسا یہ ضروری تو نہیں ہے اس لئے جب یہ تحریک التوائے کار کا وقت ختم ہو گا تو اس کے بعد آپ کی باری آ جائے گی۔ جی، سید احسان اللہ وقاص صاحب! آپ کی تحریک التوائے کار نمبر 235/07 ہے۔

علی ویو ہاؤسنگ سوسائٹی جنوبی چھاؤنی لاہور میں ڈاکوؤں کی فائرنگ سے دو خواتین کی ہلاکت

سید احسان اللہ وقاص: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "ایکسپریس" اور پاکستان کے دیگر تمام اخبارات کی 13۔اپریل کی خبر کے مطابق جنوبی

چھاؤنی لاہور میں علی ویو ہاؤسنگ سوسائٹی کے ایک گھر میں ڈاکو دن دہاڑے داخل ہوئے۔ لاکھوں روپے کے زیورات اور نقدی چھین لی اور مزاحمت پر چالیس سالہ تنویر فاطمہ اور اس کی اٹھارہ سالہ بیٹی کو قتل کر دیا۔ گھر میں داخل ہو کر ڈکیتی کی واردات اور قتل سے لوگوں میں شدید خوف وہراس پیدا ہو گیا۔ عام افراد شدید بے چینی کا شکار ہیں اور امن وامان کی خراب حالت سے سخت خوف زدہ ہیں۔ حکومت نے عام افراد کو ڈاکوؤں کے رحم وکرم پر چھوڑ رکھا ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

ہماری اتنی بڑی تعداد میں خواتین ممبران ہیں۔ ایک خاتون کو وفاقی وزیر نے مار ڈالا ہے۔ باقیوں کو ڈاکو مار رہے ہیں اور یہ ہماری خواتین ممبران اس پر کوئی ٹس سے مس نہیں ہو رہی ہیں۔ خدا کے لئے یہ ذرا ہمت کریں۔ خواتین کے تحفظ کے لئے باہر نکلیں۔

جناب چیئرمین: جی، اس کا جواب، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! شکریہ۔ بمطابق رپورٹ ڈپٹی انسپکٹر جنرل آف پولیس (انوسٹی گیشن) لاہور اور سینئر سپرنٹنڈنٹ آف پولیس (آپریشنز) لاہور مورخہ 07-04-12 کو بوقت 2:00 بجے دن مدعی مقدمہ نثار حیدر عباس کی ہمشیرہ نے بذریعہ فون اطلاع دی کہ اس کی بہن تنویر فاطمہ بعمر 40 سال اور بھانجی عائشہ بعمر 18 سال کو نامعلوم ملزمان نے قتل کر دیا ہے جن کی نعشیں بیڈروم میں پڑی ہیں اور گھر کا سامان بکھرا پڑا ہے۔ بوقت مقدمہ درج کروانے، سامان کی تفصیل بوجہ پریشانی ایف آئی آر میں درج نہ کروائی ہے جس پر مقدمہ نمبر 349/207 مورخہ 07-04-12 بجرم 302/392 (ت، پ) تھانہ جنوبی چھاؤنی، لاہور درج رجسٹر ہوا۔ تفتیش بذریعہ ارشد، ایس آئی investigation عمل میں لائی جا رہی ہے۔ دوران تفتیش جرم 382۔ ت پ کے سرزد ہونے کے بارے میں مدعی مقدمہ نے کوئی تتمہ بیان زیر دفعہ 161 نہ دیا ہے۔ ملزم منیر حیدر کے بارے میں شہادت علی اور حافظ رضا ظفر نے اپنے بیانات میں زیر دفعہ 161 تحریر کروایا ہے جس میں ملزم منیر حیدر کو ملزم گردانا گیا ہے لہذا ملزم منیر حیدر ولد غلام حیدر قوم اعوان سکنہ محلہ مولا تحصیل پنڈی گھیپ ضلع اٹک، حال E-48-A، علی ویو پارک لاہور سے حسب ضابطہ گرفتار کیا گیا اور ریمانڈ حاصل کیا گیا۔ اس سے آلہ قتل جو کہ 30۔ بور کا پسٹل تھا برآمد ہو چکا ہے۔ ملزم نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اس نے مسماۃ تنویر فاطمہ اور مسماۃ عائشہ کو عاطف نامی لڑکے سے ملنے کی وجہ سے غیرت کے نام پر قتل کیا ہے۔ اس میں تفتیش مکمل ہوئی ہے اور ملزم کا چالان

مورخہ 07-05-21 کو عدالت میں پیش کر دیا گیا ہے لہذا ملزم گرفتار ہو چکا ہے، چالان بھی مکمل ہو چکا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اب اس کا ٹرائل شروع ہو گا۔

جناب چیئرمین: جی، شاہ صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: جناب والا! وزیر قانون صاحب تو کچھ نہ کچھ کر ہی لیتے ہیں۔ ہماری خواتین ممبران کو بھی اس معاملے میں کچھ کرنا چاہئے۔ وہ اس معاملے میں دخل ہی نہیں دیتیں۔ یہاں پر ایک کمیٹی بنائی گئی تھی جو کہ خواتین کے ساتھ اندوہناک واقعات کے بارے میں تھی۔ ایک خاتون ممبر کی سربراہی میں وہ کمیٹی بنی تھی۔ ساڑھے چار سال میں ایک بھی کیس اس کمیٹی کو refer ہوا اور نہ ہی اس کمیٹی نے از خود کوئی کارروائی کی ہے۔ خواتین کی بے حرمتی کے واقعات جس بڑے پیمانے پر بڑھ رہے ہیں اس کے سدباب کے لئے خواتین ممبران کو بھی یہاں پر کچھ active role ادا کرنا چاہئے۔ ان کو اسی لئے یہاں پر بھیجا گیا ہے۔ بہت شکریہ۔ میں اس پر مزید زور نہیں دیتا۔

جناب چیئرمین: یہ تحریک التوائے کار press نہیں کی جا رہی اس لئے اس کو dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 237/07، شیخ اعجاز احمد صاحب کی طرف سے ہے۔ جی، شیخ صاحب! آپ اپنی تحریک پیش کریں۔

گول کپڑے والا بازار فیصل آباد میں مسلح افراد کا تاجر سے نقدی چھین کر فرار ہونا

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ گزشتہ دنوں فیصل آباد میں گول کپڑے والا بازار میں تاجر رہنما نواز وہرہ کو ہراساں کر کے ان کے بیٹے کی موجودگی میں 13 لاکھ روپے نقدی چھین کر دو مسلح افراد فائرنگ کرتے ہوئے فرار ہو گئے اور خوش قسمتی سے تاجر رہنما نواز وہرہ اور ان کا بیٹا اس فائرنگ سے محفوظ رہے۔ فیصل آباد شہر میں دن دہاڑے ایک تاجر رہنما سے گن پوائنٹ پر 13 لاکھ روپے نقدی چھیننے کے واقعہ پر نہ صرف فیصل آباد کے تاجر بلکہ شہری بھی سراپا احتجاج ہیں اور ان میں سخت خوف وہراس پایا جاتا ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب چیئرمین! گزارش یہ ہے کہ اس سے قبل میں نے اور ہمارے دیگر ممبران نے بھی متعدد بار اپنی تحاریک التوائے کار کے ذریعے، پوائنٹ آف آرڈرز کے ذریعے فیصل آباد کے حوالے سے یہ بات کہی ہے کہ فیصل آباد میں امن وامان کی صورتحال بڑی بری طرح متاثر ہوئی ہے۔ فیصل آباد شہر جو کہ revenue collection میں پاکستان بھر میں دوسرے نمبر پر ہے۔ وہاں پر تاجر رہنما ملک وقوم کی خدمت کے لئے ہمہ تن گوش رہتے ہیں۔ ملک کے اندر جب کوئی بھی آفت آن پڑتی ہے تو ان کا کردار ہمیشہ مثالی رہا ہے۔ سیلاب زدگان کا معاملہ ہو یا دیگر کوئی معاملہ تو وہ پیش پیش ہوتے ہیں لیکن وہاں پر آئے روز ڈکیتیاں، راہزنی car snatching, motor-bike snatching and street crimes کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ وہاں کے شہری اس پر سراپا احتجاج ہیں۔

جناب والا! اس کے علاوہ وہاں پر ایک ملک اعجاز وحید صاحب ہیں، وہ بھی ہمارے تاجر رہنما ہیں ان کے گھر ڈکیتی ہوئی ہے۔ آج تک کوئی مجرم trace نہیں ہو سکا۔ اسی طرح ہمارے سہیل بن رشید صاحب اور دوسرے بے شمار تاجر رہنما ہیں کہ جن کے گھروں میں ڈکیتیاں ہوئی ہیں۔ ان کے بیٹوں کو اٹھا لیا جاتا ہے۔ Ransom cases ہوتے ہیں۔ میری اس تحریک التوائے کار کا مقصد بھی یہی ہے کہ حکومت اس بات کا سختی سے نوٹس لے۔ تاجر رہنماؤں اور فیصل آباد کے عام شہریوں کو جو آئے دن لٹتے جا رہے ہیں انھیں اس کیفیت سے باہر نکالا جائے۔

جناب چیئرمین: شیخ صاحب! تحریک التوائے کار پر short statement نہیں ہوتی لیکن آپ کو میں نے بات کرنے دی ہے۔ پوری بات حکومت کے نوٹس میں آ گئی ہے۔ بہر حال اس کا جواب تو وزیر قانون صاحب دیں گے۔ جی، وزیر قانون صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! آپ نے درست فرمایا۔ تحریک التوائے کار ایک specific معاملہ سے متعلق ہوتی ہے۔ اس کو in general پیش نہیں کیا جاتا کہ اس کے ساتھ آپ تین چار اور معاملات بھی attach کر دیں۔ لہذا ایک specific معاملہ جس کا ذکر اس تحریک التوائے کار کے اندر کیا گیا ہے میں صرف اس کا جواب دینا چاہوں گا۔

جناب چیئرمین! اس مقدمہ کی تفصیل یہ ہے کہ مقدمہ نمبر 213 مورخہ 16-04-07 بجرم 392/411-PPC تھانہ کوتوالی درج ہوا۔ مختصر واقعات مقدمہ اس طرح ہیں کہ مورخہ 16-04-07 کو تقریباً 9-00 بجے دن محمد نواز وہرہ بسواری کار بمعہ ڈرائیور محمد یاسین اپنے دفتر واقع

برکی مارکیٹ، گول چنیوٹ بازار پہنچا۔ گاڑی کی ڈگی سے رقم کا تھیلا جس میں مبلغ تقریباً 13لاکھ روپے کیش تھا نکالا اسی دوران دو نامعلوم مسلح اشخاص موٹر سائیکل پر آئے اور فائرنگ شروع کر دی۔ ملزمان نے محمد نواز وہرہ سے رقم کا تھیلا چھینا اور فرار ہو گئے تو اس پر مقدمہ درج کیا گیا۔ تفتیش کی گئی اور دوران تفتیش ملزمان محمد مقصود ولد علی اصغر سکنہ ضلع ایبٹ آباد اور تنویر عرف نوید پانڈا ولد بشیر احمد سکنہ 243۔ر ب، فیصل آباد کو گرفتار کر کے ان سے مسروقہ رقم برآمد کی گئی۔ ملزمان کو جوڈیشل حوالات بھجوایا گیا۔ مقدمہ ہذا چالان مرتب کر کے عدالت میں داخل کر دیا گیا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اب اس کی سماعت شروع ہونے والی ہے۔

جناب چیئرمین! میں یہاں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جس طرح شیخ صاحب نے concern کا اظہار کیا تھا بلاشبہ یہ وہاں کے منتخب نمائندے ہیں۔ ان کا فرض بنتا ہے کہ concern show کریں، لوگوں کے مسائل کو اجاگر کریں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت تک یہ تیسری تحریک التوائے کار ہے اور دو Call Attention Notices ہیں۔ سب میں آپ نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ملزمان کو گرفتار کیا گیا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ ایک واقعے کا ہو جانا علیحدہ بات ہے لیکن اس کے بعد پولیس کی کارروائی، ملزمان کو گرفتار کرنا، ان سے مال مقدمہ برآمد کرنا اور ان کو عدالت کے کٹہرے میں لے کر جانا یہ ایک اچھی effort ہے۔ میں معزز رکن کو یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ We will try to keep up this effort. اور مزید کارکردگی کو بہتر کرنے کی کوشش کریں گے۔ Thank you, sir.

جناب چیئرمین: جی، شیخ صاحب!

شیخ اعجاز احمد: جناب چیئرمین! میں اپنی تحریک کو مزید press نہیں کرتا۔

جناب چیئرمین: چونکہ محرک پریس نہیں کرتے لہذا اس تحریک کو dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 238/07 راجہ ریاض احمد اور رانا آفتاب احمد خان کی طرف سے ہے۔ دونوں تشریف نہیں رکھتے۔

رانا ثناء اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب چیئرمین! انتہائی اہمیت کے حامل جو معاملات ہیں ان پر یہ تحاریک التوائے کار پیش ہو رہی ہیں۔ میں اسی سلسلے میں ایک بات آپ کی وساطت سے محترم وزیر قانون اگر وہ توجہ فرمائیں تو ان کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں۔ یہ معاملہ کئی مرتبہ یہاں پر اٹھایا گیا اور اس پر محترم راجہ صاحب نے categorically دو تین مرتبہ یقین دہانی کروائی۔ ایک یہ کہ صوبائی وزراء اپنی گاڑیوں پر جھنڈے لگائے پھرتے ہیں جبکہ آئینی اور قانونی طور پر ان کا یہ right نہیں بنتا۔ حالت یہ ہے کہ وزراء کے بعد اب مشیروں اور کوآرڈینیٹرز نے بھی اپنی گاڑیوں پر جھنڈے لگانے شروع کر دیئے ہیں۔ آج انہوں نے ٹریفک کا ایک نیا سسٹم شروع کیا ہے جس پر تقریباً ایک ارب روپے لاگت آئی ہے۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے آج اس کا افتتاح کیا ہے تو ایک اور بات جو بہت ہی زیادہ قباحت کا باعث بن رہی ہے، اسی ٹریفک کے سلسلے میں کہ اب یہ پاکستانی فلیگ کا جو بے جا استعمال ہو رہا ہے وہ تو اپنی جگہ پر ہے۔ اب یہ رسم بھی چلی ہے کہ گاڑیوں، موٹر سائیکلوں کی جو نمبر پلیٹوں پر گورنر ہاؤس، سی ایم سیکرٹریٹ، ہائی کورٹ، پریس، اسمبلی بلکہ اب تو برادریاں یعنی چٹھہ رندھاوا، اعوان وغیرہ لکھا ہوتا ہے۔

معزز ممبران: رانا۔

رانا ثناء اللہ خان: جی، بالکل ٹھیک ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ساری چیزیں ٹریفک قوانین کی خلاف ورزی ہیں اور اس میں تجاوز کا درجہ رکھتی ہیں۔ محترم لاء منسٹر صاحب نے یہاں پر فلیگ کے متعلق یقین دہانی کروائی تھی لیکن اب تو دوسری قباحت بھی جنم لے رہی ہے۔ چونکہ آج اس حوالے سے مخصوص دن ہے کہ آج حکومت پنجاب نے بہت بھاری بجٹ کے ساتھ ایک ٹریفک سروس کا اہتمام کیا ہے لہذا وہ آج ہاؤس کو اس بارے میں بھی یقین دہانی کرائیں کہ اس سسٹم کے ذریعے ان تجاوزات اور قباحتوں کو بھی دور کیا جائے گا۔ شکریہ

جناب چیئرمین: جی، راجہ صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! رانا صاحب نے بالکل درست فرمایا ہے کہ اس سے پہلے بھی اس معزز ایوان میں اس مسئلے پر بات ہوئی تھی۔ رانا صاحب اس بات کو بھی تسلیم کریں گے کہ میں نے اس وقت بھی اس بات سے اتفاق کیا تھا کہ گاڑی پر پاکستانی فلیگ صرف انھیں لگانا چاہئے جن کا prerogative بنتا ہے اس کے علاوہ کسی کو نہیں لگانا چاہئے۔ میں آج پھر categorically اس بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ صرف انہی لوگوں کو فلیگ لگانا چاہئے۔ میں اس

سلسلے میں یہاں پر یہ بھی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ جب گزشتہ کسی اجلاس میں یہ معاملہ اس معزز ایوان میں اٹھایا گیا تھا تو اس کے بعد باقاعدہ طور پر ان تمام لوگوں کو جن کے متعلق ہمیں شائبہ تھا کہ وہ اس قسم کی practice جاری رکھے ہوئے ہیں ان کو لیٹرز لکھے گئے تھے۔

جناب چیئرمین! آپ کے بھی نوٹس میں ہو گا کہ ممبران اسمبلی کو لکھا گیا اسی طرح ایم این ایز، سینیٹرز اور تمام لوگوں کو اس بات سے آگاہ کیا گیا کہ جو قواعد وضوابط کے مطابق بنتا ہے آپ اس کے مطابق چلیں اور اس سے تجاوز نہ کریں۔ میں آپ کے توسط سے رانا صاحب اور اس معزز ایوان کو پھر یقین دلاتا ہوں کہ آج پھر حکومت پنجاب کی طرف سے یہ ہدایات جاری کی جائیں گی کہ آئین اور قانون کے تحت جو لوگ فلیگ لگانے کے مجاز ہیں وہی لگائیں اس کے علاوہ اور کوئی نہ لگائے اور اگر کوئی لگائے گا تو اس کے خلاف کارروائی کی جائے۔

جناب چیئرمین! جہاں تک گاڑیوں کی گرین نمبر پلیٹس کا issue ہے ہم already اس پر بھی کام کر رہے ہیں کہ اگر ایک سرکاری گاڑی نہیں ہے تو اس پر گرین نمبر پلیٹ کیوں لگائی جاتی ہے لیکن آپ کو یاد ہو گا کہ آج سے چند دن پہلے ہائی کورٹ کی طرف سے بھی کچھ instructions آئی تھیں ابھی تو میں ان سے مکمل طور پر آگاہ نہیں ہوں لیکن صوبائی حکومت کے متعلق بھی تھا کہ گرین پلیٹیں لگائی جائیں یا نہ لگائی جائیں لہذا اس معاملے کو عدالت عالیہ کے حکم کے مطابق resolve کریں گے۔

جناب والا! رانا صاحب نے جو تیسرے issue کے بارے میں فرمایا ہے کہ گاڑی پر نام لکھ لینا کہ رانا، راجہ، اعوان یا کسی بھی حوالے سے لگا دیا جاتا ہے۔ صورتحال یہ ہے کہ ہمارے بعض صوبوں میں گاڑیوں کی by name رجسٹریشن ہو رہی ہے ہم نے already یہ معاملہ ہوم ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے Inter-Provincial Coordination Committee میں اٹھایا ہوا ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے مثال کے طور پر ایک گاڑی راجہ 1، رانا 1 یا ملک 1 کے نام سے کراچی سے رجسٹر ہوتی ہے تو دوسری گاڑی اسی نام سے فرنٹیئر سے بھی رجسٹر ہوتی ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بیک وقت پنجاب میں ایک نام پر دو گاڑیں چل رہی ہوتی ہیں۔ لہذا ہم نے Inter-Provincial Coordination Committee کی میٹنگ میں یہ معاملہ اٹھایا ہوا ہے کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس کو discourage کرنا چاہئے۔ اگر discourage نہیں کیا جاتا تو پھر کم از کم صوبوں کو پابند کیا جائے کہ وہ اس قسم کی duplication سے avoid کریں۔

جناب چیئر مین! آپ نے دیکھا ہو گا کہ بے شمار دفعہ اخبارات میں بھی آیا کہ بعض جرائم پیشہ لوگ بھی اس پریکٹس کا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بالکل illegal practice ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ہم اس illegal practice کو روکنے کے لئے اقدامات کریں گے۔ اس سلسلے میں وقتاً فوقتاً special campaign چلتی رہتی ہے۔ میں معزز ایوان کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم نے جو نیا سسٹم متعارف کروایا ہے یہ ٹریفک کی improvement کے لئے ہے اور ٹریفک کی improvement کے لئے جو بھی اقدامات اٹھانے پڑیں گے ان سے گریز نہیں کیا جائے گا اور آج ایک دفعہ پھر ہوم ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے یہ ہدایات جاری کی جائیں گی۔

جناب چیئر مین: جی، شکریہ

پوائنٹ آف آرڈر

موضع سکھو کا، گوجر خان میں عصمت فروشی کروانے والے گروہ کی تحقیق کرنے کا مطالبہ

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئر مین: تحریک التوائے کار کے پانچ منٹ تو پہلے ہی چلے گئے ہیں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب چیئر مین! میں صرف ایک منٹ ضروری بات کرنا چاہتی ہوں۔

جناب چیئر مین: جی، فرمائیں!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب چیئر مین! قانون اور ضوابط کے مطابق بات ہو تو راجہ صاحب ہمیشہ اس پر ساتھ دیا کرتے ہیں۔ میں بہت دنوں سے ایک گینگ کے متعلق راجہ صاحب کی توجہ دلانا چاہ رہی ہوں لیکن مجھے نہیں معلوم کہ وہ گینگ اتنا powerful ہے کہ راجہ صاحب نے اس پر کوئی یقین دہانی بھی نہیں کرائی اور وہاں پر بہت سی معصوم بچیاں ابھی تک اس گینگ کے زیر اثر ہیں اور وہاں پر ان سے prostitution کا کام کرایا جا رہا ہے۔ ہم نے وہ بات highlight کرنے کی کوشش کی ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ وہ بچیاں بازیاب کرائی جائیں چونکہ بچیاں سب کی سانجھی ہوتی ہیں اس لئے یقینی طور پر اس پر کوئی ایکشن ہونا چاہئے۔ میں مسلسل تین دن سے یہ بات کر رہی ہوں لیکن مجھے معلوم نہیں کہ راجہ صاحب نے کن مصلحتوں کے تحت اس بات کا جواب بھی نہیں دیا لہذا

میں چاہوں گی کہ راجہ صاحب آج اس بات کا جواب دیں کہ گوجر خان میں prostitution کا جو گینگ ہے اس کے بارے میں کیا ہو رہا ہے؟

جناب چیئرمین: جی راجہ صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئرمین! میں نے deliberately اس میں avoid نہیں کیا۔ غالباً محترمہ نے چھ سات دن پہلے یہ بات کی تھی اور انہوں نے باقاعدہ مجھے ایک اخبار بھی دیا تھا۔ جس واقعہ کو اخبارات کے ذریعے highlight کیا گیا ہے یہ تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی کے ایک گاؤں سکھو کا ہے۔ انہوں نے جس دن مجھے یہ اخبار دیا تھا میں نے اسی دن CPO راولپنڈی سے ٹیلی فون پر بات کی تھی اور انھیں کہا تھا کہ اس سارے معاملے کی تحقیقات کر کے مجھے بتائیں۔ اگلے دن CPO نے مجھے جو رپورٹ ٹیلی فون پر دی اور میں ذاتی طور پر بھی اس بات کو جانتا ہوں کہ سکھو کا ایک چھوٹا سا قصبہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ دیہات کے ایک قصبے میں اس قسم کا آرگنائز کرائم تھوڑا سا مشکل ہوتا ہے۔ آپ خود rural background سے تعلق رکھتے ہیں آپ کو پتا ہے کہ گاؤں میں اگر کوئی غیر ضروری طور پر ناواقف شخص ایک سے دوسری دفعہ آئے تو بھی قابل اعتراض سمجھا جاتا ہے لہذا سکھو کا موضع میں اس طرح آرگنائزڈ گینگ کے کام کرنے کی بات سے CPO نے بھی اتفاق نہیں کیا تھا اور میں ذاتی طور پر بھی اتفاق نہیں کرتا تھا لیکن میں اس بات کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آج کل وہ خاتون سکھو کا میں نہیں بلکہ گوجر خان شہر میں شفٹ ہو گئی ہے۔ میری بات کے بعد CPO راولپنڈی نے تحریری طور پر DSP گوجر خان کو ہدایت جاری کی تھی کہ اس پر کڑی نظر رکھی جائے اور اگر وہ خاتون سکھو کا سے شفٹ کرنے کے بعد گوجر خان میں بھی اس قسم کی activities میں ملوث ہے تو اس کے خلاف کارروائی کی جائے۔ تو میں آج پوچھ لیتا ہوں کہ اس بارے میں مزید کیا ہوا ہے لیکن اتنا ضرور ہے کہ یہ بات مقامی پولیس کے نوٹس میں آچکی ہے۔ چونکہ یہ بات سکھو کا کے متعلق کی گئی لیکن وہ اس وقت سکھو کا میں موجود نہیں ہے اگر ہے بھی تو as such organized gang یا brothel house سکھو کا میں کام نہیں کر رہا۔ وہ شہر میں شفٹ ہوئی ہے اگر وہ شہر میں بھی کسی illegal activities میں ملوث ہوئی تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کے خلاف ضرور کارروائی کی جائے۔

جناب چیئرمین: شکریہ

سید احسان اللہ وقاص: جناب چیئرمین! میری گزارش ہے کہ یہ بڑی دوٹوک بات ہے کہ تحفظ

نسواں بل کے نفاذ کے بعد یہ کسی خاتون کے خلاف کارروائی کرنے کا اختیار نہیں رکھتے۔ پیپلز پارٹی نے بھی اس بل کی حمایت کی ہے اور حکومت نے بھی حمایت کی ہوئی ہے۔اب یہ صرف سیشن جج کے پاس اختیار ہے یہ اسے apply کریں کہ فلاں جگہ پر یہ کچھ ہو رہا ہے۔ وہ انکوائری کرنے کے بعد فیصلہ کرے گا تب وہ پولیس کو احکامات دے سکتا ہے لیکن براہ راست کارروائی کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔

جناب چیئر مین: شکریہ

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب چیئر مین! میرے خیال میں وقاص صاحب نے سنا نہیں۔ میں نے کہا ہے کہ اگر کہیں brothel house چل رہا ہے تو قانون کے مطابق اس کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔

جناب چیئر مین: شاہ صاحب! راجہ صاحب نے according to law اسے deal کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ راجہ ریاض احمد اور رانا آفتاب احمد کی تحریک التوائے کار کو dispose of کیا جاتا ہے۔اب محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ) اور محترمہ نور النساء ملک کی تحریک التوائے کار نمبر 241/07 ہے۔ جی، محترمہ ثمینہ نوید صاحبہ!

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): شکریہ۔ جناب چیئر مین! میری گزارش ہے کہ اس تحریک التوائے کار کو کل تک کے لئے pending کیا جائے۔

تحاریک التوائے کار

(۔۔۔جاری)

جناب چیئر مین: اس تحریک التوائے کار کو کل تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔اب سید احسان اللہ وقاص صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر 245 کو take up کرتے ہیں۔ شاہ صاحب تحریک پیش کریں۔

لاہور میں بڑے سکولوں کو پرائیویٹ کرنے پر اساتذہ کا احتجاجی مظاہرہ

سید احسان اللہ وقاص: جناب والا! میں بھی سوچ رہا تھا کہ وزیر تعلیم صاحب کیوں بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے

مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "نوائے وقت" 25۔ اپریل کی خبر کے مطابق پنجاب ٹیچرز جوائنٹ ایکشن کمیٹی کی اپیل پر اساتذہ نے ایک ریلی نکالی اور احتجاجی مظاہرہ کیا۔ اساتذہ تعلیمی الاؤنس کو تنخواہوں میں شامل نہ کرنے اور لاہور کے آٹھ بڑے سکولوں کو پرائیویٹ سیکٹر کے حوالے کرنے کے خلاف مظاہرہ کر رہے تھے۔ اساتذہ ہمارے معاشرے کا ایک باشعور اور باوقار طبقہ ہے ان کا اپنے مسائل کے حل کے لئے سڑکوں پر نکل آنا ان کی شدید بے چینی کو ظاہر کرتا ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب چیئرمین! میں اس میں صرف ایک فقرہ add کروں گا کہ ان اساتذہ کے مظاہرے کے نتیجے میں اور ہڑتال کے نتیجے میں ہمارے صوبے کے بیس لاکھ بچے جو امتحانات میں appear نہیں ہو سکے اور اس سے آپ اس معاملے کی اہمیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ ہمارے فاضل وزیر تعلیم اس بارے میں اساتذہ کے مسائل کو حل کروانے کے حوالے سے کچھ نہ کچھ یقین دہانی آج ضرور کروائیں گے۔

جناب چیئرمین: جی، وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم: شکریہ۔ جناب چیئرمین! آپ کو پتا ہے کہ ابھی پچھلے دنوں سارے اساتذہ ہڑتال پر تھے اور انہوں نے اپنے مطالبات منوانے کے لئے پانچویں کا امتحان بھی نہیں منعقد ہونے دیا۔ اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے چیف منسٹر پنجاب نے ایک کمیٹی بنا دی ہے۔ جو چیف سیکرٹری کی سربراہی میں قائم کر دی ہے، سیکرٹری ہوم اور سیکرٹری تعلیم اس کے ممبرز ہیں۔ اس سلسلے میں اب دو گروپس سامنے آئے ہیں۔ ایک جوائنٹ ایکشن کمیٹی اور ایک متحدہ اساتذہ محاذ، ابھی دونوں گروپوں سے بات چیت ہو رہی ہے آج کل بھی ہو رہی ہے اور جوائنٹ ایکشن کمیٹی کی 6۔ جون کو چیف منسٹر پنجاب سے ملاقات بھی ہوئی۔ اس میں انہوں نے متعدد ڈیمانڈز پیش کیں جن میں سے کچھ ڈیمانڈز کا تعلق فیڈرل گورنمنٹ سے تھا اور کچھ کا تعلق صوبائی حکومت سے تھا۔ اسی اثناء میں آپ کو یہ بھی پتا ہوگا کہ 15 فیصد تنخواہوں میں اضافہ کر دیا گیا اور ٹیچرز کی جو یہ ڈیمانڈ تھی کہ ہماری تنخواہیں بڑھائی جائیں اللہ کی مہربانی سے وہ بڑھا دی گئیں۔ اب کچھ معاملات جو صوبائی تھے جو کہ اب یہ کمیٹی جس میں چیف سیکرٹری چیئرمین ہیں وہ ان کو meet کر رہی ہے لیکن اس میں جو نئی صورتحال ہے اور معزز رکن کو بھی میں اس سلسلے میں آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ متحدہ اساتذہ محاذ اور جوائنٹ ایکشن

کمیٹی دونوں گروپوں میں آپس کی چپقلش ہے جس کی وجہ سے جوائنٹ ایکشن کمیٹی نے تو ملاقات کر لی لیکن متحدہ اساتذہ محاذ جو ہے وہ اپنی چپقلش کی وجہ سے شاید اس کمیٹی سے نہیں ملنا چاہتے۔

جناب والا! ہم ابھی انتظار کر رہے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ امید کی جاتی ہے کہ دونوں گروپوں سے بات کی جائے گی اور جو بھی اس کا حل ہو گا ہم انشاء اللہ تعالیٰ ایوان کو بتادیں گے۔

جناب چیئر مین! honestly ہم یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح سے معزز رکن نے اساتذہ کے بارے میں اپنی feelings بتائی ہیں بالکل ہم بھی اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اساتذہ ہمارے لئے بڑے قابل احترام ہیں۔ یہ ایک ایسی community ہے جن کی تنخواہیں بہت کم ہیں ان کو ہم بڑھا رہے ہیں۔ ان کے promotion کے مسائل ہیں ان کے پنشن کے مسائل ہیں ان کی increments کے مسائل ہیں، ان کی حج کی چھٹی ہے اور maternity leave ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس کو ہم thrash out کرتے رہتے ہیں لیکن ایک specific معاملہ جس کی نشاندہی سید احسان اللہ وقاص نے کی ہے اور تحریک التوائے کار کے ذریعے سے نشاندہی کی ہے۔ ہم نے اسے already take up کیا ہوا ہے اور امید کی جاتی ہے کہ اس کا بہت جلد فیصلہ کیا جائے گا تاکہ یہ unrest کسی طریقے سے ختم ہو جائے۔

آخری بات جو میں آپ کی وساطت سے کرنا چاہتا ہوں کہ جوائنٹ ایکشن کمیٹی سے تو ہمارا رابطہ ہے اور متحدہ کے ساتھ بھی ہم کرنا چاہتے ہیں لیکن متحدہ کے ساتھ رابطے میں احسان اللہ وقاص صاحب بڑے instrumental ہو سکتے ہیں اس لئے میں یہ بھی چاہوں گا کہ اس تنظیم کو ہمارے قریب کریں تاکہ ہم مسائل کا حل ڈھونڈ سکیں۔ شکریہ

جناب چیئر مین: جی، شاہ صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: جناب والا! میرے علم میں تو جوائنٹ ایکشن کمیٹی والے ہیں اور نہ ہی متحدہ والے ہیں۔ مجھے تو اساتذہ کی تنظیموں سے کوئی غرض نہیں ہے۔ میرا تعلق تو اساتذہ کے ساتھ ہے ان کا احترام اور سماجی مسائل کو حل کرنے کے لئے ہے۔ اب ایک ان کا جو بڑا serious مسئلہ ہے وہ تعلیمی الاؤنس کے حوالے سے ہے۔ ان کا مطالبہ یہ ہے کہ پاکستان کے چاروں صوبوں میں سے تین صوبوں نے یہ الاؤنس دے دیا ہے اور باقی صوبوں میں یہ الاؤنس دیا جا رہا ہے۔ صرف صوبہ پنجاب اس بات سے محروم ہے اور یہاں کے اساتذہ اس الاؤنس سے محروم ہیں۔ اب ہمارے وزیر تعلیم صاحب اپنے تجربے کی بنیاد پر کہہ رہے ہیں کیونکہ ایک مدت سے وہ تعلیمی امور کو چلا رہے ہیں

اس تجربے کو کام میں لاتے ہوئے انہوں نے ساری بات کو گول مول کرکے لپیٹ لپاٹ کرادھر پیش کر دیا ہے۔اساتذہ کی لڑائی کے متعلق جوائنٹ ایکشن کمیٹی اور متحدہ محاذ اساتذہ کی بات کر دی ہے۔مجھے توان کا پتا ہی نہیں کون ہیں اور کون نہیں ہیں۔مجھے اساتذہ کے حقوق کے لئے جو حکم دیں ان کے ساتھ معاملات طے کرنے کے لئے میں ان کے حکم کی تعمیل کرنے کے لئے حاضر ہوں لیکن میں ان سے یہ درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ اساتذہ کے الاؤنس کے حوالے سے ساری اساتذہ کیمونٹی،پورے پنجاب کی اساتذہ کیمونٹی اس بات پر متفق ہے جو کچھ باقی تینوں صوبے میں دیا جارہا ہے انہیں بھی دیا جائے۔میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ یہ ان کی بڑیgenuine demand ہے اور وزیر تعلیم کو بڑی ہمدردی کے ساتھ،محبت کے ساتھ اس کام کو کرنا چاہئے تاکہ تعلیم کی سربلندی کے لئے بھی وہ کچھ کام کر جائیں ورنہ حالت یہ ہے کہ پنجاب یونیورسٹی میں ایک لیفٹیننٹ جنرل صاحب کوانہوں نے وائس چانسلر مقرر کروایا ہے اور انہوں نے آٹھ سال تک کسی کو Pro-Vice Chancellorہی نہیں لگنے دیا۔آج کل وہ ملک سے باہر گئے ہوئے ہیں تو قائم مقام بنانے کے لئے کوئی آدمی نہیں مل رہا تھا ایسے پکڑ دھکڑ کر انہوں نے بنادیا ہے۔یہ پرو چانسلر ہیں کسی یونیورسٹی نے ان کو پرو چانسلر نہیں بنایا۔میں تو ہمیشہ ان کے حق میں آواز بلند کرتا ہوں آج میں نے اساتذہ کے حق میں آواز بلند کی ہے۔

جناب چیئرمین: شاہ صاحب کا صرف الاؤنس کی حد تک جواب دیا جائے۔۔

وزیر تعلیم: جناب والا!اس میں تھوڑیcorrection بڑی ضروری ہے۔شاید یہ تاثر دیا جارہا ہے کہ شاہ صاحب اساتذہ کے حق میں ہیں اور شاید حکومت یا وزیر تعلیم حق میں نہیں ہے۔ایسی کوئی بات نہیں ہے۔صاف ظاہر ہے کہ اسcommunity کی نمائندگی بھی کرتے ہیں اور یہ بھی چاہتے ہیں کہ ان کی ویلفیئر کے لئے کام کریں۔ایک بات جو معزز رکن نے یہاں پر الاؤنس کے سلسلے میں کی ہے۔یہ ایک ہزار روپے کا الاؤنس وزیر اعظم پاکستان نے اناؤنس کیا تھا کہ federal territory کے جو ٹیچرز ہیں ان کو دیا جائے۔اس پر چاروں صوبوں کی تنظیموں نے آواز اٹھائی کہ ہمیں بھی یہ الاؤنس دیا جائے۔اب اس میں تین صوبے جو ہیں،اس میںcorrection کرنا چاہتا ہوں وہ ہڑتال پر ہیں۔ایک صوبہ پنجاب ایک صوبہ سندھ اور ایک صوبہ سرحد ان تینوں صوبوں نے ابھی تک ٹیچرز کو یہ الاؤنس نہیں دیا اور ان کے اساتذہ ہڑتال پر ہیں۔ایک صوبے نے ہزار روپے کا الاؤنس دیا ہے وہ بلوچستان ہے۔چونکہ وہاں پر ان کی تعداد بہت کم ہے۔ہم بھی ان کو یہ الاؤنس دینا چاہتے

تھے ہم نے اس پر workout کیا۔

جناب چیئرمین! اگر ہم ٹیچرز کو ایک ہزار روپے اضافی دیں تو یہ 3۔ارب روپے سالانہ بنتا ہے۔اب یہ 3۔ارب روپے fiscal year کے اختتام پر ایک تو شاید خزانے میں پیسا نہیں تھا اس لئے وہ ہم نے سمری کے حوالے سے take up بھی کیا چیف منسٹر پنجاب خود وزیراعظم کے پاس گئے اور انہوں نے کہا کہ آپ نے یہ announcement کی ہے اور ایک ہزار روپے کے الاؤنس کے حوالے سے یہ تین ارب روپے بنتا ہے تو آپ یہ ہمیں دے دیں تو ہم یہ ان ٹیچرز کو دے دیں گے۔تو آج بھی ہماری ان سے یہی negotiation ہو رہی ہے اور ہم یہی ان سے کہہ رہے ہیں کہ آپ کی فی الحال پندرہ فیصد تنخواہیں بڑھ گئی ہیں، ٹھیک ہے ہم اس ایک ہزار روپے کو بھی اوپر نیچے کر کے آپ سے بیٹھ کر بات کر لیتے ہیں لیکن یاد رہے کہ تینوں صوبوں نے ابھی تک یہ الاؤنس نہیں دیا اس لئے کہ جو مالی معاملات ہوتے ہیں آپ کو پتا ہی ہے کہ جس طرح بجٹ میں ہم نے پورے سال کی items book کر دی ہیں اور ساری spending ہو گئی ہیں۔یہ 3۔ارب روپے کی اضافی رقم اگر آ جائے تو وہ دینا مشکل ہو جاتا ہے۔میں ان سے یہی کہوں گا کہ آپ بالکل بے فکر رہے ہمیں پتا ہے کہ آپ کو تعلیم کا بڑا خیال ہے اور ان کی اس سلسلے میں بڑی contribution بھی ہے۔

جناب چیئرمین! پنجاب یونیورسٹی کی انہوں نے بات کی تو ہم اس کو کسی اور موقع پر take up کر لیں گے میں ان کو پنجاب یونیورسٹی کی جتنی بھی background ہے یا وہاں پر کیا ہو رہا ہے وہ ہم کسی اور مرحلہ پر discuss کر لیں گے اس لئے میں یہی چاہوں گا کہ یہ بالکل مطمئن رہیں ہم اساتذہ کا matter take up کر رہے ہیں۔ شکریہ

جناب ارشد محمود بگو: جناب والا! اس سلسلے میں گزارش کروں گا کہ ۔۔۔

جناب چیئرمین: بگو صاحب! آپ تشریف رکھیں۔شاہ صاحب سے ایک منٹ پوچھ لیں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب والا! میں یہی گزارش کروں گا کہ اس کی announcement ان کے وزیراعظم نے کی ہے یہ ہمیں سمجھانے کی بجائے ان کو سمجھائیں کہ ایسے اوپر سے فیصلے نہ کر دیا کریں۔یہ تو ہمیں سمجھا رہے ہیں اپنے پرائم منسٹر کو سمجھائیں جو کہ [*****] کو سمجھائیں کہ یہ فیصلے مشاورت کے ساتھ کیا کریں تاکہ یہ اس مشاورت کے نتیجے میں نافذ کر سکیں۔

---

* بحکم جناب چیئرمین الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب چیئرمین: میں یہ الفاظ کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! گزارش یہ ہے کہ وزیر تعلیم میاں عمران مسعود صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ ابھی تک صرف صوبہ بلوچستان نے یہ الاؤنس دیا ہے۔ میں انہیں نوٹیفکیشن لا کر دے دیتا ہوں کہ انہوں نے صوبہ سرحد میں بھی دیا ہے اور سندھ میں بھی دے رہے ہیں۔ اب صرف پنجاب رہ گیا تو میں ان سے درخواست کروں گا اور میں آپ کی وساطت سے ان سے اور یہ ذرا وزیراعلیٰ صاحب سے درخواست کر لیں کہ انہوں نے وزیراعلیٰ سیکرٹریٹ میں جو مصالحچی اور کک 70 بھرتی کئے ہوئے ہیں ان کی تعداد 40 کر لیں اور وہاں پر انہوں نے جو 150 ڈرائیور بھرتی کئے ہوئے ہیں ان کی تعداد کو 50 کر لیں۔ جن استادوں سے ہم پڑھے ہیں یہ بھی انہیں استادوں سے پڑھے ہیں۔ یہ ''پڑھا لکھا پنجاب'' کا نعرہ لگا رہے ہیں یہ ہمیں خوشی ہے لیکن عملی طور پر پڑھے لکھے پنجاب کی روح استاد ہیں جن سے میں بھی پڑھا ہوں میاں عمران مسعود صاحب بھی پڑھے ہیں لیکن ہم ان کو ایک ہزار روپیہ دینے کے لئے تیار نہیں ہیں جو کہ ہم نے خود announce کیا ہے۔ میں ان سے درخواست کروں گا کہ یہ اپنے وہ اخراجات تھوڑے سے کم کر کے مہربانی کریں۔ ہماری تنخواہیں کم کر کے اساتذہ کو کم از کم ایک ہزار روپیہ مہینہ دیں۔

جناب چیئرمین: جی، شکریہ۔ وزیر تعلیم صاحب نے کہا ہے کہ وہ اس کو compensational ground پر اس کو consider کریں گے۔

وزیر تعلیم: جناب چیئرمین! میں correction of the record کرنا چاہتا ہوں جو معزز ممبر بگو صاحب نے کہا کہ سندھ اور سرحد نے دے دیا ہے انہوں نے ابھی تک یہ الاؤنس نہیں دیا۔ ہماری ان سے ڈیلی بات چیت ہوتی ہے۔ ہم انشاء اللہ تینوں صوبے مل کر بہتری کی طرف ایک متفقہ فیصلہ کریں گے تاکہ معزز ممبرز کے معاملات بھی درست ہوں اور ٹیچرز کا بھی خیال کیا جائے۔

غیر سرکاری ارکان کی کارروائی

مسودہ قانون

(جو زیر غور لایا گیا)

جناب چیئرمین: یہ تحریک التوائے کار dispose of کی جاتی ہے۔ اب غیر سرکاری ارکان کی کارروائی شروع کی جاتی ہے۔

چودھری محمد شوکت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی، آپ کا پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

چودھری محمد شوکت: جناب چیئرمین! شکریہ۔ لاہور کے اندر رنگ روڈ بنائی جا رہی ہے۔ بلاشبہ ٹریفک کا لوڈ کم ہونے سے عوام کو ریلیف ملے گا لیکن میری یہ گزارش ہے کہ ایک اچھے منصوبے سے بھی بہت سارے لوگوں کو تکلیف ہو، رنج پہنچے تو اس کا ازالہ کیا جانا چاہئے۔ محمود بوٹی کے علاقہ میں رنگ روڈ میں چار پانچ گاؤں کو راستہ نہیں دے رہے اور اس سے وہ گاؤں بالکل ایک جزیرہ بن جائیں گے۔ اس کی مشرقی طرف دریائے راوی ہے اور جنوبی طرف رنگ روڈ ہو گا۔ مجھے نہیں پتا کہ کون سا محکمہ اس کو بنانے جا رہا ہے۔

جناب چیئرمین: منسٹر صاحب اس وقت موجود نہیں ہیں۔

چودھری محمد شوکت: جناب چیئرمین! وزیر اعلیٰ صاحب نے اس پر ڈائریکٹو بھی جاری کیا ہوا ہے جو محکمہ سی اینڈ ڈبلیو کو پہنچا ہوا ہے۔

جناب چیئرمین: معزز رکن! آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے چونکہ متعلقہ منسٹر نہیں ہیں پھر کسی وقت یہ بات کر لیں۔ آپ تشریف رکھیں۔

مسودہ قانون (ترمیم) بارانی زرعی یونیورسٹی راولپنڈی مصدرہ 2004

MR. CHAIRMAN: Now we take up the University of Arid Agriculture Rawalpindi (Amendment) Bill 2004, Bill No. 12 of 2004.

جناب تنویر اشرف کائرہ: جناب چیئر مین! میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو بل پیش ہوا ہے ابھی تقریباً 4 سال ہونے کو ہیں۔ پہلے تو یہ بل ایک سال کے لئے کمیٹی میں رہا۔ وہاں پر اسی طریقے سے pending ہوتا رہا اس کے بعد جب یہ ہاؤس میں آیا تو راجہ صاحب نے یقین دہانی کروائی اور انہوں نے کہا کہ چیف منسٹر صاحب کی یہ خواہش ہے کہ یہ بل پاس ہو لیکن آپ اس کو اگلے سیشن کے لئے pending کر لیں۔ اس بات کو بھی تقریباً ڈیڑھ سال ہو گیا۔ اب چونکہ چیف منسٹر بھی چاہتے ہیں اور ہاؤس بھی چاہتا ہے اور کمیٹی نے unanimously recommend کر کے ہاؤس میں بھیجا ہے تو میری گزارش ہے کہ اس بل کو پیش کیا جائے اور اس پر آج ووٹنگ کے بعد پاس کیا جائے۔

جناب چیئر مین: جناب تنویر اشرف کائرہ صاحب! یہ move ہو چکی ہے، منسٹر صاحب نے pending کروائی تھی۔ منسٹر صاحب موجود نہیں ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے زراعت: جناب چیئر مین! ویسے تو ان کی بات صحیح ہے یہ بل کافی عرصے سے pending چلا آ رہا ہے۔ میں آج اس کو oppose بھی نہیں کرنا چاہتا کیونکہ یہ کافی عرصے سے pending ہے۔ ہاؤس کے سامنے میری ایک تجویز ہے اگر سارے دوست اس پر متفق ہو جائیں۔ ڈیپارٹمنٹ اور سنڈیکیٹ ایرڈ یونیورسٹی اس قرارداد کو پہلے مسترد کر چکے ہیں اور پھر اس کے بعد وہ process چلتا ہوا چیف منسٹر اور پھر گورنر صاحب نے بھی اس کو reject کیا۔ اب یہ معاملہ چونکہ ہاؤس کے پاس ہے۔ میری ایک تجویز ہے اگر اس میں تھوڑی سی ترمیم کر لی جائے کہ وہاں پر پیر مہر علی شاہ کے نام پر کسی بلاک کا نام رکھ دیں یا ہاسٹل کا نام رکھ دیں تو میرا خیال ہے یونیورسٹی والوں کو بھی اس بات پر اعتراض نہیں ہے اور یہ معاملہ settle ہو جائے گا لیکن اس کے باوجود چونکہ ہاؤس کی خواہش ہے اور میں اس کو oppose بھی نہیں کرنا چاہتا اور کافی عرصے سے pending ہے لہذا جیسے آپ کی رولنگ ہو گی ہم حاضر ہیں۔

جناب تنویر اشرف کائرہ: جناب چیئر مین! میں ان کا شکر گزار ہوں کہ یہ oppose نہیں کر رہے لہذا بل کو پاس کیا جائے۔

پیر معین الدین چشتی: جناب چیئر مین! میں بھی کھگہ صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور پورے ایوان سے request کروں گا کہ اس کو ہر صورت میں منظور کیا جائے۔ بہت بہت شکریہ

پارلیمانی سیکرٹری برائے زراعت: جناب چیئر مین! میں نے ہاؤس کے سامنے گزارش کی تھی کہ اس میں کافی قباحتیں ہیں۔ جو سٹوڈنٹس پہلے یہاں سے تعلیم حاصل کر کے فارغ ہو چکے ہیں ان کے آگے داخلے کا معاملہ ہے یا انہوں نے ملازمتیں لینی ہیں تو یہ بڑی معروف یونیورسٹی ہے۔ میں اگرچہ اس کو oppose نہیں کر رہا لیکن ہاؤس کے سامنے میری یہ تجویز ہے کہ اگر ایسا ہو جائے تو پھر یہ سارا معاملہ settle ہو جائے گا۔ اگر ہاؤس ایسے چاہتا ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

پیر معین الدین چشتی: جناب چیئر مین! میری request یہ ہے کہ بس اس کو منظور کیا جائے۔

MR CHAIRMAN: The motion moved is:

"That the University of Arid Agriculture Rawalpindi (Amendment) Bill 2004, as recommended by the Standing Committee on Agriculture, be taken into consideration at once."

Since there is no amendment in it, the motion moved and the question is:

"That the University of Arid Agriculture Rawalpindi (Amendment) Bill 2004, as recommended by the Standing Committee on Agriculture, be taken into consideration at once."

(The motion was carried.)

MR CHAIRMAN: Now we take up the Bill clause by clause.

CLAUSE 2

MR CHAIRMAN: Now Clause 2 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

That Clause 2 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried.)

CLAUSE 3

MR CHAIRMAN: Now Clause 3 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

That Clause 3 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried.)

CLAUSE 4

MR CHAIRMAN: Now Clause 4 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

That Clause 4 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried.)

CLAUSE 1

MR CHAIRMAN: Now Clause 1 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

That Clause 1 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried.)

PREAMBLE

MR. CHAIRMAN: Now the Preamble of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

That the Preamble of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried.)

(اذان ظہر)

LONG TITLE

MR. CHAIRMAN: Now Long Title of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

That Long Title of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried.)

MR CHAIRMAN: Mr Tanveer Ashraf Kaira!

MR TANVEER ASHRAF KAIRA: Sir, I move:

"That the University of Arid Agriculture Rawalpindi (Amendment) Bill 2004 be passed."

MR CHAIRMAN: The motion moved is:

"That the University of Arid Agriculture Rawalpindi (Amendment) Bill 2004 be passed."

The motion moved and the question is:

"That the University of Arid Agriculture Rawalpindi (Amendment) Bill 2004 be passed."

(The motion was carried.)

The Bill is passed.)

وزیر ٹرانسپورٹ: جناب چیئرمین! میں تمام ممبران کا بل پاس کرنے پر شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: نماز ظہر کے لئے آدھ گھنٹے کا وقفہ کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلہ پر نماز ظہر کے لئے ایوان کی کارروائی آدھ گھنٹہ کے لئے ملتوی کی گئی)

(اس مرحلہ پر وقفہ برائے نماز ظہر کے بعد جناب چیئرمین
ملک نذر فرید کھوکھر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئرمین: سید احسان اللہ وقاص صاحب کی request پر Provincial Motor Vehicles (Amendment) Bill 2007 کل تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! میری احسان اللہ وقاص صاحب سے بات ہوئی تھی کل تک کے لئے pending کر لیا جائے۔

جناب چیئرمین: جی! کل کے لئے pending کر دیا ہے۔ شیخ علاؤالدین صاحب! آپ کوئی پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہ رہے تھے۔

شیخ علاؤالدین: جناب چیئرمین! میں اس وقت بات کرنا چاہ رہا تھا کہ میں کچھ اہم معاملات اس ہاؤس کے علم میں لانا چاہتا ہوں۔ ہوتا یہ ہے کہ جب قراردادوں کا وقت آتا ہے تو پوائنٹ آف آرڈرز پر کچھ لوگوں کو اتنا ٹائم مل جاتا ہے کہ وہ دس دس منٹ لگا دیتے ہیں اور اس کا صرف آدھ گھنٹہ کا ٹائم ہوتا ہے۔ ہم صبح دس بجے کے آئے ہوئے ہوتے ہیں اور ہم دیکھتے رہ جاتے ہیں کہ ہمیں کوئی ٹائم مل جائے۔ جناب! یہ صورتحال ہے اب آپ دیکھ لیجئے کہ جو بھی اب ٹائم مل سکتا ہے۔

قرار دادیں
(مفاد عامہ سے متعلق)

جناب چیئر مین: جی، شیخ صاحب! اب پہلے آپ کی قرارداد کو ٹیک اپ کیا جاتا ہے۔ پہلے ہم مورخہ 12۔ جون 2007 کے ایجنڈے سے زیر التواء رکھی گئی قرارداد لیتے ہیں۔ یہ قرارداد شیخ علاؤالدین کی ہے وہ اسے پیش کریں۔

پاکستان سٹیٹ آئل (پی ایس او) کو فروخت نہ کرنے کا مطالبہ

شیخ علاؤالدین: شکریہ۔ جناب چیئر مین!

> ”یہ ایوان وفاقی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ پاکستان سٹیٹ آئل (پی ایس او) کو کسی بھی قیمت پر نہ بیچا جائے۔ پاکستان کا یہ وہ ادارہ ہے جو سالانہ تقریباً 6۔ارب ڈالر کے تیل کا کاروبار کرتا ہے۔ جس کے تحت 3700 فیول پمپس پورے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ Black Oil کے 78 فیصد اور White Oil کے 57 فیصد کا مارکیٹ شیئر رکھتا ہے۔ پی ایس او کا بیچنا دفاعی نقطہ نظر سے بھی خطرناک ہو سکتا ہے۔ یہ وہ ادارہ ہے جس نے پچھلے سال میں بھی تقریباً 30۔ارب روپے منافع کمایا ہے۔

وزیر صنعت: جناب چیئر مین! I oppose it!

جناب چیئر مین: جی، شیخ صاحب! اس پر آپ اپنی بحث کریں۔

شیخ علاؤالدین: جناب والا! اگر صرف یہ بات سوچی جائے کہ یہ وہ ادارہ ہے جو خدانہ کرے کہ کسی بھی ایمرجنسی یا جنگ کی صورت میں تمام ملک کو، تمام دفاعی فورسز کو تیل دیتا ہے مجھے سمجھ نہیں آتی کہ ہمارے محترم منسٹر صاحب نے اس کو کیوں oppose کر دیا ہے۔ اس ادارے کا کسی صورت بھی بیچنا ملکی مفاد یا قومی مفاد میں نہیں ہے یا تو وہ ادارہ ہو جو نقصان میں جا رہا ہو جبکہ یہ ادارہ ملک کے اندر 3700 پٹرول پمپس کو فیڈ کرتا ہے اور یہ آج کا ادارہ نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ اس ملک کی اس قوم کی پچھلے پچاس سال کی ہسٹری ہے۔ میری یہ گزارش ہے کہ اگر آپ اس کو detail میں دیکھیں تو پہلے بھی ہماری جو زیادہ تر کمپنیاں ہیں وہ ملٹی نیشنل کمپنیوں کے پاس چلی گئی ہیں۔ پارکو بھی ملٹی نیشنل ہے اور شیل بھی ملٹی نیشنل ہے اور یہ واحد کمپنی ہے جس کے اوپر کسی وقت بھی خدانہ

کرے کوئی ایسی بات ہو جائے تو انحصار کر سکتے ہیں ورنہ کسی بھی ایمرجنسی کی صورت میں profitabilityتو ایک طرف چھوڑیں کسی بھی ایمرجنسی کی صورت میں اگر ہماری اپنی تیل کمپنی نہ ہوگی تو اس ملک کا کیا بنے گا؟ مجھے اس بات کی بھی سمجھ نہیں آتی ہے کہ آخر بار بار صرف وہ ادارے کیوں بیچنے کی طرف لائے جا رہے ہیں جو پہلے ہی منافع میں ہیں یا تو نقصان ہو رہا ہو تب بھی کوئی بات ہے۔ یہ منافع میں ہیں اور آپ کو یہ بھی معلوم ہو گا کہ اس وقت تیل کے اوپر زیادہ سے زیادہ منافع اور ٹیکسیشن کمایا جا رہا ہے۔ اس کے باوجود اگر اس ادارے کو بیچا جا رہا ہے تو وہ ملکی مفاد میں نہیں ہے۔

جناب محمد وارث کلو: جناب چیئرمین! اس سلسلے میں، میں کچھ عرض کرنا چاہوں گا کہ اگر آپ کسی گھرانے کو لے لیں تب بھی اپنے گھرانے کو چلانے کے لئے بھی یہ سوچا جاتا ہے کہ کس چیز کی ضرورت ہے، کون کون سی چیزیں بیچی جائیں اور کون کون سی چیزیں نہ بیچی جائیں۔ یہ پرائیویٹائزیشن کا جو سلسلہ چل نکلا ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس میں ہمارے جو ارباب اقتدار ہیں ان کو یہ سوچنا چاہئے تھا کہ کون کون سی چیز ہم بیچیں اور کس کے بیچنے میں ملک کا فائدہ ہے، قوم کا فائدہ ہے اور کس چیز کو ہمیں نہیں بیچنا چاہئے۔ پہلے آپ دیکھیں کہ آپ کے بنک جو ہیں وہ سارے بک گئے ہیں۔۔۔

جناب چیئرمین: وارث کلو صاحب! شیخ صاحب نے اپنی بات مکمل کر لی تھی؟

جناب محمد وارث کلو: کر لی ہے۔ انہوں نے اپنی بات کر لی ہے۔

جناب چیئرمین: اچھا، ٹھیک ہے۔

جناب محمد وارث کلو: بنک جب بکتے ہیں تو آپ کے ملک کے سرمایہ دار کا وہ حجم نہیں ہے اور اس کی وجہ سے foreign bidderآتا ہے اور یونائیٹڈ بنک، حبیب بنک سارے جو بڑے بنک تھے وہ بک گئے۔۔۔

وزیر خزانہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی۔

وزیر خزانہ: جناب چیئرمین! میں آپ کی رولنگ چاہتا ہوں کہ جس معزز ممبر نے oppose نہیں کیا تو کیا وہ بھی اس subjectپر اپنی رائے سے ایوان کو آگاہ کر سکتا ہے؟

جناب چیئرمین: نہیں۔اس میں خاص طور پر پارلیمانی سیکرٹری جو ہیں وہ تو اس میں حصہ نہیں لے سکتے۔

جناب محمد وارث کلو: جناب چیئرمین! یہ پرائیویٹ ممبر زڈے ہے اور اس میں کوئی بھی ممبر اپنی رائے دے سکتا ہے۔اس میں آج کا دن جو ہے وہ منسٹر صاحبان جو ہیں، یہ روایت ہے کہ چودھری شجاعت حسین صاحب نے بھی اپنے پرائیویٹ ممبر زڈے پر کہا کہ پہلے میں ممبر ہوں تو پرائیویٹ ممبر زڈے پر کوئی بھی بات کی جاسکتی ہے۔میں بہر حال یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو پی ایس او ہے یہ ملک کی شہ رگ ہے اور اس پی ایس او پر ہم نے صرف قرار داد پاس کرنی ہے، اس پر فیصلہ جو ہونا ہے وہ ارباب اقتدار نے کرنا ہے اور وہ مرکز سے ہونا ہے۔ہم نے یہاں سے ایک message دینا ہے، ایک قرار داد بھیجنی ہے کہ یہ پی ایس او ہماری شہ رگ ہے، یہاں سے خون آتا ہے۔ہمیں فیڈ ہوتا ہے اور اس خون کو، ہماری اس شہ رگ کو بند نہ کیا جائے۔میں منسٹر صاحب کو بھی یہ عرض کروں گا کہ یہ قرار داد پاس ہونے دیں، فیصلہ تو انہوں نے کرنا ہے۔یہ ہماری قرار داد کوئی قانون تو نہیں بن جانا۔ شکریہ

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب چیئرمین! میں بھی صرف ایک منٹ کے لئے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔وہ یہ ہے کہ ماضی میں بھی بہت سی قرار دادیں اس ہاؤس نے متفقہ طور پر پاس کر کے بھیجی ہیں لیکن الحمد للہ ہمیں اعزاز حاصل ہے کہ کوئی ایک بھی ایسی قرار داد ہماری نہیں ہے کہ جو ہم نے بھیجی ہو اور وہ وہاں سے منظور ہو کر آئی ہو۔دوسری میں اس سلسلے میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس قرار داد کو پاس یا فیل کرتے وقت کہ پی ایس او کی نجکاری ہونی چاہئے یا نہیں، یہ مد نظر ضرور رکھیں کہ ایک صاحب تھے، ایک ادارہ تھا انہوں نے سٹیل ملز کی پرائیویٹائزیشن سے روکا تھا اور اب وہ اٹک سے لے کر کراچی تک اپنے لئے انصاف مانگتے پھر رہے ہیں۔اگر پی ایس او کی انہوں نے مخالفت کی تو پھر پتا نہیں کہ کس کس کو کہاں کہاں سے انصاف مانگنا پڑے گا؟ یہ پرائیویٹائزیشن سے روکنے سے پہلے اس ایک مثال کو بھی مد نظر رکھیں کہ جس نے سٹیل ملز کی پرائیویٹائزیشن کو روکا اس کے ساتھ کیا حشر ہوا اور اب پی ایس او کی پرائیویٹائزیشن سے جو لوگ روکیں گے تو پھر ان کے ساتھ کیا حشر ہو گا؟

شیخ علاؤالدین: جناب چیئرمین! میں اپنے بھائی جاوید صاحب کی ایک بات کا جواب دینا چاہتا ہوں کہ کیا ہم سب، کیا یہ پوری اسمبلی، کیا ہماری پوری زندگی اس ملک کے مفاد سے زیادہ اہم ہے؟ بھاڑ

میں جائے ایسی ہماری زندگی کہ اگر ہم ملک یا قوم کا مفاد سامنے نہیں رکھ سکتے۔

جناب چیئرمین: نہیں۔ جاوید صاحب! mover ساری باتیں دیکھ کر کوئی چیز move کرتا ہے۔ اب میں جناب منسٹر سے درخواست کروں گا کہ وہ اس کو oppose کرنے کے لئے بحث کریں۔

وزیر صنعت: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب چیئرمین! سب سے پہلے تو میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پاکستان سٹیٹ آئل فیڈرل گورنمنٹ کا ادارہ ہے اور اس بارے میں جو بھی فیصلے کرنے ہیں وہ فیڈرل گورنمنٹ نے ہی کرنے ہیں۔ شیخ صاحب نے جو قرارداد پیش کی تھی، جو سفارش کی تھی اس کو ہم نے لیٹر نمبر SDO.PSD.3-9-2006 کو بذریعہ چٹھی روانہ کر دیا تھا۔ اس کے بعد ان کو 24 تاریخ کو پھر reminder بھی دیا ہے۔ جیسے ہی اس کا جواب آئے گا ہم شیخ صاحب کو مطلع کر دیں گے لیکن ہم اس پر کوئی قرارداد پاس کر سکتے ہیں اور نہ ہی ہم اس بارے میں کوئی رائے دے سکتے ہیں کیونکہ یہ فیڈرل گورنمنٹ کا ادارہ ہے اور فیڈرل گورنمنٹ میں جو لوگ بیٹھے ہیں وہ محب وطن بیٹھے ہیں۔ انہوں نے جو کوئی بھی فیصلہ کرنا ہے وہ سوچ سمجھ کر کرنا ہے اور پاکستان کے مفاد میں ہی کرنا ہے۔ پاکستان کے مفاد کے بغیر وہ کوئی فیصلہ نہیں کریں گے۔ ہمیں پورا یقین ہے کہ جب ان کا کوئی جواب آ جائے گا تو میں شیخ صاحب کو اس کا جواب انشاء اللہ دے دوں گا۔

شیخ علاؤالدین: جناب چیئرمین! ابھی جو منسٹر صاحب نے فرمایا ہے کہ انہوں نے لیٹر لکھے ہیں، میں ویسے ہی ایک لیٹر کا ذکر کر دیتا ہوں جو کہ مجھے اب ان کے اس طرح کہنے پر بتانا چاہئے۔ ہمارے فنانس منسٹر صاحب بھی یہاں تشریف رکھتے ہیں۔ ایک دفعہ میں نے چیکوں کے اوپر ایکسائز ڈیوٹی کا ذکر کیا تھا، آپ بھی اس سے بہت اچھی طرح واقف ہیں۔ مجھے فنانس منسٹر صاحب نے، چیف سیکرٹری صاحب نے بلا کر کہا کہ دیکھو ہم نے یہ لیٹر فیڈرل گورنمنٹ کو لکھ دیا ہے اب آپ اس کو press نہ کرنا۔ میں نے press نہیں کیا اور یہاں سے ریزولیوشن پاس نہیں ہوا، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ 1.سے 2. فیصد ہو گیا۔ اگر اب منسٹر صاحب یہ چاہتے ہیں کہ اس کو pending کر دیا جائے، مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن میں بار بار آپ کو یہ بات دوبارہ عرض کر رہا ہوں اور اس معزز ایوان کو بتا رہا ہوں کہ ہمارے لئے قومی نقطہ نظر سے اس کو بیچنا نقصان دہ ہے، اس کو بیچنا نقصان دہ ہے، اس کو بیچنا نقصان دہ ہے۔ یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں کہ یہ اس کا یہاں نہیں فیصلہ کر سکتے تو ریزولیوشن موو کر دیں اور پاس کر دیں۔ نہیں کر سکتے تو ووٹنگ کرا لیں اگر وہ بھی نہیں کر سکتے، اگر آپ کہتے ہیں تو میں بحیثیت ٹریژری ممبر آپ کی بات مانتا ہوں، آپ اسے pending کر لیں لیکن ہماری قوم اور ہمارے سب

کے مفاد میں یہ ہے کہ اس کو پاس کیا جائے اور پی ایس او کو نہ بیچا جائے۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئر مین: بگو صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئر مین! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ منسٹر صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ یہ فیڈرل مسئلہ ہے اس پر ہم قرار داد یہاں پر پیش کر سکتے ہیں اور نہ ہی اس پر کوئی اور رولنگ دے سکتے ہیں۔ پھر یہ پرائیویٹ ممبرز ڈے پر جتنی قرار دادیں پہلے پیش کی تھیں اور جتنی آج ہیں تو میرا خیال ہے کہ پھر یا تو ان کو رولز پڑھائے جائیں کہ یہ رولز میں نہیں ہے۔ ہم یہ وفاقی گورنمنٹ سے سفارش کر رہے ہیں، یہ رولز میں موجود ہے کہ ہم ایسا کر سکتے ہیں۔ یہ نہیں کہ ہم نہیں کر سکتے لہذا منسٹر صاحبان کو رولز کی کوئی کلاس بھی پڑھائیں کہ یہ رولز پڑھ کر آئیں اور ان کے مطابق یہ بات کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئر مین: جی، ملک صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے پارلیمانی امور: Sir, as the minister has rightly said: کہ یہ فیڈرل گورنمنٹ کا معاملہ ہے، رولز کے مطابق ہے تو اسمبلی میں یہ resolution table ہوئی ہے۔ شیخ صاحب نے بڑا درست کہا ہے کہ آپ sense of the House لے لیں لیکن منسٹر صاحب نے جو بات کی ہے That is very right and accurate to this precise moment پی ایس او کا اپنا سی بی آر کے ساتھ جو ایگریمنٹ ہے وہ under consideration ہے جو یہ پہلے اس کی tendering ہوئی، اس کو انہوں نے واپس لے لیا۔ P.S.O is not for privatization now. ابھی on نہیں ہے۔ اس کی پرائیویٹائزیشن کے process کو روک دیا گیا ہے۔ اگر حکومت پنجاب آج یہ سفارش کرتی ہے یا پنجاب اسمبلی یہ سفارش کرتی ہے کہ پی ایس او کی privatization کو روک دیا جائے تو یہ کوئی ملک دشمن کام نہیں ہوگا۔ یہ ایک ایسی رائے ہے جو اس ایوان کی رائے ہے اور یہ بڑی مقدس رائے ہے۔ اگر یہاں پر بیٹھے ممبران یہ رائے دینا چاہتے ہیں کہ پی ایس او کی privatization کو روکا جائے تو اس رائے کی ایک اہمیت ہوگی۔ اس سلسلے میں لاء منسٹر پہلے ہی اور جیسے منسٹر صاحب نے کہا کہ فیڈرل گورنمنٹ سے یہ رابطہ کر چکے ہیں۔ فیڈرل

گورنمنٹ نے اپنا جواب دیا ہے کہ یہ ہمارا ابھی under consideration ہے اور پی ایس او کی جو data figures شیخ علاؤ الدین نے دی ہیں یہ data figures already Finance Ministry کے پاس اور باقی concerned departments کے پاس موجود ہیں۔

میری رائے میں یہ بات درست ہے جو منسٹر صاحب نے کی ہے۔ اگر اس کو pending کر دیا جائے اور فیڈرل گورنمنٹ کا پورا جواب اس پر آ جائے۔ اس وقت تک اس کو pending کر لیں، اس کے بعد آپ ہاؤس کی sense لے لیں اور اس سے اگر ان کو بھیجا بھی جاتا ہے اور اس پر اگر ہماری ایک متفقہ رائے بن جاتی ہے کہ پی ایس او کو privatize نہ کیا جائے تو یہ کوئی گناہ یا کوئی امر مانع نہ ہوگا۔ شکریہ

جناب چیئرمین: جی، شکریہ۔ ویسے تو جو قرارداد پیش ہوتی ہے، جب اسے oppose کر دیا جائے تو اس پر ووٹنگ کرائی جاتی ہے لیکن چونکہ اس میں دونوں حضرات اس بات پر آمادہ ہیں کہ اسے pending کر دیا جائے لہذا اس قرارداد کو pending کیا جاتا ہے۔

اب ہم آج کے ایجنڈا کی قرار دادیں لیتے ہیں۔ پہلی قرار داد ارشد محمود بگو صاحب کی طرف سے ہے۔ وہ اسے پیش کریں۔

واپڈا سے ٹی ایم ایز سٹریٹ لائٹ کے بل کمرشل کی بجائے گھریلو قیمت پر وصول کرنے کا مطالبہ

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ حکومت پاکستان واپڈا کو TMAs سٹریٹ لائٹ کے بل کو کمرشل کی بجائے Domestic پر وصول کرنے کا پابند کرے۔"

جناب چیئرمین: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ حکومت پاکستان واپڈا کو TMAs سٹریٹ لائٹ کے بل کو کمرشل کی بجائے Domestic پر وصول کرنے کا پابند کرے۔"

وزیر قوت برقی: جناب چیئرمین! Sir, I oppose it.

جناب چیئرمین: وزیر صاحب نے اس کو oppose کیا ہے۔ جی، بگو صاحب! آپ اس پر اپنا اظہار خیال کریں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! یہ مسئلہ کئی سالوں سے pending چلا آ رہا ہے۔ پچھلے دنوں اخبارات میں آیا تھا اور سیالکوٹ کے حوالے سے بھی یہ خبر آئی تھی کہ واپڈا نے TMA کی ساری سٹریٹ لائٹس کاٹ دی ہیں، ان کے کنکشن disconnect کر دیئے ہیں۔ اسی طرح لاہور کے بارے میں بھی یہی خبر آئی تھی اور یہاں پر تنازع پیدا ہو گیا تھا۔ اس پر لاہور کے سٹی ناظم نے کہا تھا کہ واپڈا نے پول ہماری jurisdiction میں لگائے ہوئے ہیں لہذا پہلے یہ ہمیں ٹیکس دیں پھر ہم ان کو سٹریٹ لائٹ کا ٹیکس دیں گے۔ مسئلہ بڑا گھمبیر ہو گیا تھا۔ یہ تو رفاع عامہ کا کام ہے۔ TMAs اگر صرف واپڈا کا بل کمرشل بنیادوں پر دیں تو وہ خسارے میں چلی جاتی ہیں۔ ان کے بجٹ میں اس کی وجہ سے بہت زیادہ خسارہ ہوتا ہے۔ چونکہ یہ ایک رفاع عامہ کا کام ہے لہذا میں نے یہ قرارداد اس لئے پیش کی ہے کہ واپڈا کو یہ کہا جائے کہ وہ TMAs سے سٹریٹ لائٹس کے حوالے سے کمرشل ریٹس وصول کرنے کی بجائے domestic rates وصول کرے تاکہ TMAs یا ضلعی حکومتوں پر واپڈا کا بوجھ کم ہو سکے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ قرارداد پنجاب کی ساری TMAs اور ضلعی حکومتوں کے حوالے سے ایک بہترین قرارداد ہے۔ میں ہاؤس اور آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ میری اس قرارداد کو پاس کیا جائے۔

جناب چیئرمین: جی، منسٹر صاحب!

وزیر قوت برقی: جناب چیئرمین! میں اپنے محترم بھائی ارشد محمود بگو صاحب کی خدمت میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ "واپڈا کو TMAs سٹریٹ لائٹس کے بل کو کمرشل کی بجائے domestic پر وصول کرنے کا پابند کیا جائے" اس ضمن میں گزارش یہ ہے کہ سٹریٹ لائٹس کے لئے کمرشل نرخ کی بجائے scarp نرخ وصول کئے جا رہے ہیں جو domestic سے بھی کم ہیں اس لئے یہ قرارداد valid نہ ہے۔ میری یہ گزارش ہو گی کہ اس کو مسترد کیا جائے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! وزیر صاحب نے جن ریٹس کا ذکر کیا ہے کہ جس ریٹس سے واپڈا سٹریٹ لائٹ کے پیسے وصول کر رہی ہے اس کے بارے میں کیا وزیر صاحب کے پاس کوئی ایسا notification ہے؟ اگر ہے تو وہ مجھے دیں۔

وزیر قوت برقی: جی، بہتر ہے۔ میں آج ہی معزز ممبر کو اس notification کی کاپی پیش کر دوں گا۔

جناب ارشد محمود بگو: تو میں اپنی اس قرارداد کو پریس نہیں کرتا۔

جناب چیئرمین: اب اس قرارداد کو withdraw کرنے کے لئے ہاؤس کی اجازت کی ضرورت ہے۔ کیا ہاؤس اس قرارداد کو withdraw کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

معزز ممبران: اجازت ہے۔

جناب چیئرمین: تو یہ قرارداد as withdrawn dispose of ہوئی۔ دوسری قرارداد محترمہ شمیم اختر صاحبہ کی ہے۔ وہ اسے پیش کریں۔ محترمہ شمیم اختر تشریف نہیں رکھتیں لہذا اس قرارداد کو dispose of کیا جاتا ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! میری گزارش یہ ہے کہ یہاں ہاؤس میں ڈاکٹر فرزانہ صاحبہ تشریف رکھتی ہیں ان سے اس کا جواب لے لیا جائے۔

جناب چیئرمین: ابھی تو یہ move نہیں ہوئی۔ چونکہ محرک موجود نہیں ہیں اور ان کے علاوہ کوئی دوسرا move نہیں کر سکتا۔

ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: جناب چیئرمین! ایم ایم اے والوں کو کوئی ادب آداب سکھائیں۔ یہ ڈاکٹر فرزانہ صاحبہ کی طرف اشارہ کر کے بات کرتے ہیں، [*****] یہ مناسب نہیں ہے۔ یہ خواتین کا احترام کرنا سیکھیں اور ایسی باتیں نہ کیا کریں جس سے خواتین کی دل آزاری ہو۔

جناب چیئرمین: یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب چیئرمین! آپ دیکھیں، وہ ہنس رہی ہیں۔ وہ آزردہ نہیں ہیں، وہ پریشان نہیں ہیں بلکہ خوش ہو رہی ہیں۔ تو میں ڈاکٹر صدیقی صاحب کی بات سے اتفاق نہیں کرتا۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ تشریف رکھیں۔ تیسری قرارداد شیخ علاؤالدین صاحب کی ہے۔ وہ اپنی قرارداد پیش کریں۔

---

* بحکم جناب چیئرمین الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

صوبہ میں متروکہ ہندو جائیداد کی لوٹ کھسوٹ روکنے کے لئے قانون مخبری کی دفعات 10/11 کو فوری بحال کرنے کا مطالبہ

شیخ علاؤالدین: جناب چیئرمین! میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبہ پنجاب میں متروکہ ہندو جائیداد کی لوٹ کھسوٹ جو ساٹھ سال گزر جانے کے باوجود آج بھی جاری ہے، کی روک تھام کے لئے مخبری کے قانون کی دفعات 10/11 کو فوری طور پر restore کیا جائے اور اس پر سختی سے عمل بھی کیا جائے تاکہ اربوں روپے کی جائیداد بازیاب ہو سکے۔"

جناب چیئرمین: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبہ پنجاب میں متروکہ ہندو جائیداد کی لوٹ کھسوٹ جو ساٹھ سال گزر جانے کے باوجود آج بھی جاری ہے، کی روک تھام کے لئے مخبری کے قانون کی دفعات 10/11 کو فوری طور پر restore کیا جائے اور اس پر سختی سے عمل بھی کیا جائے تاکہ اربوں روپے کی جائیداد بازیاب ہو سکے۔"

وزیر خزانہ: جناب والا! میں اس کو oppose نہیں کر رہا، میں صرف ایک مختصر explanation دینا چاہتا ہوں۔ یہ جو دفعات نمبر 10/11 ہیں یہ Displaced Persons Land Settlement Act 1958. میں شامل تھیں جو کہ مرکزی قانون تھا۔ پھر 1975 ,Act-14 آیا جس میں تمام قوانین بحالیات منسوخ کر دیئے گئے جس کی وجہ سے یہ دفعات نمبر 10 اور 11 بھی ختم ہو گئیں۔ یہ دونوں قوانین مرکزی حکومت نے منسوخ کئے اور اس میں ترمیم بھی وفاقی حکومت ہی کر سکتی ہے۔ صوبائی حکومت اس قسم کی کوئی ترمیم نہیں کر سکتی۔ اگر محرک اس کو پاس کروانا چاہتے ہیں تو حکومت اس کو oppose نہیں کرتی۔ شکریہ

جناب چیئرمین: جی، شیخ صاحب!

شیخ علاؤالدین: جناب والا! میں بہت شکر گزار ہوں کیونکہ صبح منسٹر ریونیو بھی یہی فرما رہے تھے۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں، آپ خود ماشاء اللہ ایک known lawyer ہیں کہ مئی 1975 کے

بعد جتنی پراپرٹی ٹرانسفر ہوئی ہے اس کا کوئی طریقہ ہی نہیں تھا تو اس حوالے سے فوری طور پر کام کرنا چاہئے۔یہاں پر بھی اور وفاقی حکومت کو بھی بڑے پر زور طریقے سے یہ قرارداد جانی چاہئے تاکہ ملک وقوم کی اس اربوں روپے کی جائیداد کو restore کیا جاسکے۔

جناب چیئرمین: جی، ٹھیک ہے۔یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ :

"اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبہ پنجاب میں متروکہ ہندو جائیداد کی لوٹ کھسوٹ جو ساٹھ سال گزر جانے کے باوجود آج بھی جاری ہے، کی روک تھام کے لئے مخبری کے قانون کی دفعات 10/11 کو فوری طور پر restore کیا جائے اور اس پر سختی سے عمل بھی کیا جائے تاکہ اربوں روپے کی جائیداد بازیاب ہوسکے۔"

(قرارداد منظور ہوئی)

جناب چیئرمین: چوتھی قرارداد محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ) کی ہے۔وہ اسے پیش کریں۔

پنجاب میں فلٹریشن پلانٹ نصب کرنے کا مطالبہ

محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ): جناب چیئرمین! میں یہ قرارداد پیش کرتی ہوں کہ :

"یہ ایوان صوبائی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ کنٹونمنٹ ایریا لاہور کی طرز پر، یہ لاہور شہر کے لفظ کی تصحیح کی جائے یہاں لفظ پنجاب ہے۔ پورے پنجاب میں واٹر فلٹریشن پلانٹ نصب کئے جائیں۔"

جناب چیئرمین: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ :

"یہ ایوان صوبائی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ کنٹونمنٹ ایریا لاہور کی طرز پر پورے پنجاب میں واٹر فلٹریشن پلانٹ نصب کئے جائیں۔"

وزیر خصوصی تعلیم: On the behalf of Law Minister, I oppose it, Sir,

جناب چیئرمین: کیا آپ اس قرارداد کو oppose کرتے ہیں؟

وزیر خصوصی تعلیم: جی ہاں! میں oppose کرتا ہوں۔میں معزز ممبر کے لئے صرف یہ clarification دینا چاہتا ہوں کہ لاہور کے 9 ٹاؤنز میں ہم already Filtration Plants

لگا چکے ہیں۔

جناب چیئرمین: چونکہ آپ نے oppose کیا ہے اس لئے اب محترمہ کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ اپنی قرارداد کے حق میں تقریر کر لیں۔ اس کے بعد جواب میں آپ بات کر لیجئے گا۔ جی، محترمہ مصباح کوکب صاحبہ!

وزیر انسانی حقوق: جناب والا! فلٹریشن پلانٹس کی بات ہو رہی ہے۔ پچھلے تین سال سے TMAs اور ضلعی حکومتیں یہ پلانٹس لگا رہی ہیں۔۔۔

جناب چیئرمین: مخدوم صاحب! آپ پہلے محترمہ مصباح کوکب کو تقریر کر لینے دیں۔ بعد میں آپ وضاحت کر لیجئے گا۔ جی، محترمہ!

محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ): جناب چیئرمین! شکریہ۔ عوام کو بنیادی ضروریات کی فراہمی حکومت کا فرض ہوتا ہے۔ ہماری پنجاب حکومت بھی اپنی ان ذمہ داریوں کا بخوبی ادراک رکھتی ہے اور ان کو بڑے احسن طریقے سے نبھا بھی رہی ہے۔ پانی جس کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ آج کل ہر ایک کو صاف ستھرا پانی مہیا نہیں ہو رہا تو نتیجتاً خراب اور گندہ پانی پینے سے پیٹ کی بیماریاں بہت زیادہ پھیل رہی ہیں۔ اگر وزیر صاحب مجھے یقین دہانی کرواتے ہیں تو میں اپنی قرارداد کو withdraw کر لیتی ہوں۔ اگر پنجاب کے 35 ضلعوں کی 130 تحصیلوں کی 3464 یونین کونسلوں میں ہر جگہ واٹر فلٹریشن پلانٹس نصب کر دیئے جاتے ہیں تاکہ عوام کو ہیضہ اور ہیپاٹائٹس بیماریوں سے نجات مل سکے تو میں اس کو withdraw کر لیتی ہوں لیکن مجھے assurance دے دیں کہ یہ ہر جگہ Water Filtration Plants کو install کریں گے۔

وزیر انسانی حقوق: جناب چیئرمین!۔۔۔

محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ): مخدوم صاحب! میں نے قرارداد پیش کی تھی اور منسٹر صاحب نے oppose کیا تھا پھر مجھے موقع دیا گیا کہ میں اس پر بات کر سکوں لہذا اب آپ ان کو بات کرنے کا موقع دیں۔ اب متعلقہ منسٹر صاحب مجھے assurance دے دیں کہ یہ ہر جگہ Water Filtration Plants نصب کریں گے تو میں اپنی قرارداد withdraw کر لیتی ہوں۔

جناب چیئرمین: جی، منسٹر صاحب!

وزیر خصوصی تعلیم: شکریہ۔ جناب چیئرمین! اس قرار داد کے پیچھے میڈم کی جو sprit ہے ہم اسے oppose نہیں کر رہے۔ میں آپ کے سامنے صرف facts پیش کرنا چاہتا ہوں کہ لاہور کے 9 ٹاؤنز کی ہر یونین کونسل میں already Filtration Plants لگا دیئے گئے ہیں۔ لاہور میں جو بقایا 141 یونین کونسلز ہیں ان میں بھی Filtration Plants نصب کرنے کے لئے لوکل گورنمنٹ کے ڈائریکٹر جنرل کو بذریعہ مراسلہ حکم دیا جا چکا ہے۔ اس طرح لاہور کی تمام یونین کونسلز cover کی جائیں گی۔ جہاں تک پورے پنجاب کا تعلق ہے اس سلسلے میں وفاقی حکومت کا ایک پروگرام ہے کہ نہ صرف ہر یونین کونسل میں بلکہ ہر وہ جگہ جس کی آبادی ایک ہزار نفوس سے زیادہ ہے وہاں پر Filtration Plants لگائے جائیں گے۔ یہ پروگرام phase-wise launch کیا جائے گا۔ ہم ان کی قرار داد کی spirit کو oppose نہیں کرتے لیکن already ہم اس پر کام کر رہے ہیں اور حکومت کی یہ commitment ہے کہ تمام یونین کونسلز اور ہر وہ آبادی جہاں ایک ہزار اشخاص رہتے ہیں وہاں Filtration Plants لگائے جائیں گے اس لئے میں میڈم سے استدعا کرتا ہوں کہ اس قرار داد کو press نہ کیا جائے۔

محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ): جی، میں اپنی قرار داد withdraw کرتی ہوں۔

جناب چیئرمین: چونکہ اس قرار داد کی محرک اسے پریس نہیں کرنا چاہتی۔ تو ہاؤس کی اجازت سے اسے withdraw کیا جا سکتا ہے؟ کیا اسے withdraw کرنے کے لئے ہاؤس کی طرف سے اجازت ہے؟

معزز ممبران: اجازت ہے۔

جناب چیئرمین: جی، اس قرار داد کو dispose of کیا جاتا ہے۔ پانچویں قرار داد میاں سعود حسن ڈار کی ہے لیکن وہ تشریف نہیں رکھتے لہٰذا اسے dispose of کیا جاتا ہے۔ آج کے اجلاس کا ایجنڈا مکمل ہو گیا ہے لہٰذا اب اجلاس بروز جمعۃ المبارک مورخہ 29- جون 2007 صبح 9 بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔